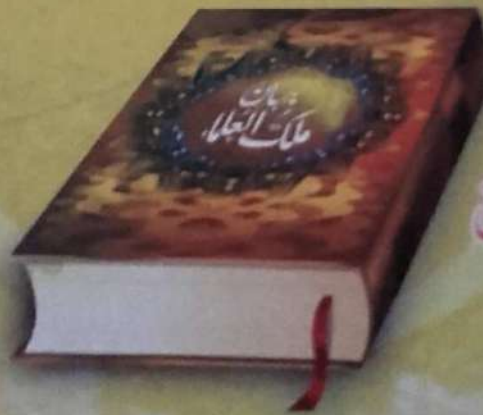


سید شاہ محمد ظفر الدین قادری رضوی کی تاریخ ساز شخصیت اور عہد ساز خدمات کا یادگار تذکرہ

جہانِ ملک العلماء

ترتیب و نظر ثانی
امیر القلم ماہر رضویات
ڈاکٹر غلام جابر شمس پور نوی مصباحی



باہتمام
علیہ رضوی مخدوم اعظم سراج مصلحت حضرت مولانا
الحاج شہ سید سراج اعظم قادری نوی برقی
بانی و سربراہ عالمی دارالعلوم فیضانِ مہدی اعظم ممبئی۔

ناشر

انجمن برکاتِ رضا، ممبئی ۴۰

سلسلہ اشاعت نمبر ۷۵

تعارف و قانونی صفحہ

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں۔

نام کتاب : جہان ملک العلماء
ماہنامہ : علیہ حضور مفتی اعظم، سراج ملت حضرت الحاج الشاہ سید سراج اظہر قادری، نوی برکاتی
بانی و سربراہ اعلیٰ دارالعلوم فیضان مفتی اعظم، مجبئی ۳
ڈاکٹر نظام الدین، سراج

پروف ریڈنگ : شہزادہ سراج ملت حافظ سید مصطفیٰ رضا جیلانی میاں، علامہ وصی احمد برکاتی،
علامہ رقیب اعظم رضوی، قاری نظام الدین قادری، مولانا محمد احمد رضوی (استاذہ دارالعلوم ہذا)
ترجمین کار : محمد عارف انجم انصاری (احسن گرافکس) 09226231887
کمپوزنگ : مولوی زاہد علی رضوی، مولوی محمد ابراہیم رضوی، مولوی محمد آصف رضوی (معلمین دارالعلوم ہذا)
(زیر تربیت مخدوم بہار کمپیوٹر سینٹر دارالعلوم ہذا)
تعداد اشاعت : ایک ہزار (۱۰۰۰)
سن اشاعت : ۱۴۳۰ھ - ۲۰۰۹ء
قیمت : ۸۰۰

● رضا اکیڈمی
● نیوسلو ربک ایجنسی
● اقراء بک ڈپو
۵۲/۵۲ ڈونا ڈاسٹریٹ، کھڑک، ممبئی۔ ۹
بھنڈی بازار، ممبئی۔ ۳
محمد علی روڈ، ممبئی۔ ۳

تہذیب

غوث صمدانی قطب ربانی حضرت
شیخ محی الدین عبدالقادر حسنی حسینی جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

خواجہ خواجگاں عطائے رسول حضرت
خواجہ معین الدین حسن غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مدار الملک حضرت سید ابراہیم ملک بیا
عرف ملک بیوا بن سید ابو بکر غزنوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کی خدمات بابرکات میں

فقیر سید سراج اظہر قادری رضوی نوری

فہرست مشتمولات

صفحہ نمبر	مقالہ نگار	مقالات	نمبر شمار
-	مفتی اعظم ہند قدس سرہ	حمداہی	☆
-	امام احمد رضا قدس سرہ	نعت نبی ﷺ	☆
-	شعراء کرام	منقبتیں	☆
-	سراج ملت مولینا قاری سید سراج اظہر رضوی	اظہار احوال واقعی	☆
-	ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی	تقدیم	☆

پہلیاں و تاثرات باب اول

46	حضرت سید آل رسول محمد طاہر میاں، بلگرام شریف	☆
47	حضرت سید آل رسول حسین میاں نظمی، مارہروی	☆
54	حضور تاج الشریعہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری، بریلی شریف	☆
55	امین ملت پروفیسر سید شاہ محمد امین قادری برکاتی، مارہرہ	☆
56	حضرت الحاج الشاہ محمد سبحان رضا خاں سبحانی میاں، بریلی شریف	☆
57	حضرت سید شاہ تراب الحق صاحب، پاکستان	☆
59	ڈاکٹر محمد مختار الدین احمد آرزو، علی گڑھ	☆
60	حضرت علامہ مفتی فیض محمد اویسی صاحب، پاکستان	☆
61	حضرت علامہ مفتی ابوداؤد صاحب، پاکستان	☆
62	حضرت مفتی بلال احمد نوری، ممبئی	☆
63	حضرت مفتی مکرم صاحب، مسجد فتح پوری، دہلی	☆
64	حضرت علامہ مفتی حسن علی رضوی، ملتان، پاکستان	☆
65	حضرت علامہ مفتی محبوب رضا روشن القادری، ممبئی	☆

66	حضرت مفتی محمد منیر برکاتی، پاکستان	☆
67	مفتی محمد قمر الزماں النوری الرضوی، بنگلور	☆
69	مولانا شبیر القادری، سیوان	☆
70	الحاج محمد سعید نوری، رضا اکیڈمی، ممبئی	☆
72	حضرت عثمان غنی رضوی، دھرول، گجرات	☆
74	افضل مصباحی، دہلی	☆
76	مولانا طارق انور مصباحی، کرناٹک	☆
77	مولانا محمد احمد رضوی، ممبئی	☆
80	جملہ اراکین مخدوم اشرف مشن، بنگال	☆
81	محمد زبیر قادری، ممبئی	☆

باب دوم..... ملک العلماء کے مورث اعلیٰ

88	علامہ ضیاء جالوی، درجننگہ	سیرت سید ابراہیم ملک بیا	۱
91	مولانا طارق انور مصباحی، نوادہ	فاضل بہار سے فاتح بہارتک	۲

باب سوم..... حیات و حالات

105	پروفیسر طارق مختار، علیگڑھ	حضرت ملک العلماء کا آئینہ پیام	۳
110	مولانا الحاج لعل محمد مدداسی، کلکتہ	ملک العلماء کی مختصر سوانح	۴
116	مفتی سید عزیز حسین رضوی، بھاگلپور	حیات ظفر	۵
151	پروفیسر مختار الدین احمد، علیگڑھ	حیات ملک العلماء	۶
186	پروفیسر مختار الدین احمد، علیگڑھ	تقریرت نامے	۷

باب چہارم..... سیرت، شخصیت، مثالی کردار

205	علامہ عبد اسیم سرف قادری، لاہور	ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری	۸
215	پروفیسر محمد مسعود احمد، کراچی	ملک العلماء مولانا محمد ظفر الدین	۹
218	پروفیسر سید محمد طلحہ برق رضوی، پٹنہ	ملک العلماء مولانا سید محمد ظفر الدین قادری	۱۰
222	مولانا سید ظہیر احمد زیدی، علیگڑھ	ملک العلماء میری نظریں	۱۱

240	مولانا عبد الجبار عمامی، پریاوت	ملک العلماء کا صلب فی الدین	۱۵
255	ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی	ملک العلماء کی اولیات	۱۶
265	علامہ حامد سرفراز رضوی، پاکستان	ملک العلماء مولانا ظفر الدین قدس سرہ	۱۷
268	ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی	اکبر ظفر الدین، کیدھ کدھ جابر شمس	۱۸

281	ڈاکٹر سراج احمد قادری، سنت لبرینڈ	ملک العلماء کی علمی و جاہت	۲۰
287	مولانا توفیق احسن، ممبئی	ملک العلماء کی عہد ساز شخصیت	۲۱
295	مولانا محمد اسلم رضا قادری، ناگور	ملک العلماء جہان علم و فن	۲۲
300	مولانا محمد ذاکر حسین اشرفی، مالده	ملک العلماء کا علمی تبحر	۲۳

باب ششم..... ولایت و کرامت

303	مولانا عبدالمقتدر خان، در بھنگہ	ملک العلماء کی ولایت و کرامت	۲۴
306	مفتی حسن رضا نوری، پٹنہ	ملک العلماء کی عبادت و ریاضت	۲۵
309	مفتی محمد عابد حسین نوری، جمشید پور	ملک العلماء کی تقویٰ شعاری	۲۶
319	ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی	ملک العلماء کی ووکرامتیں	۲۷

باب ہفتم..... امام احمد رضا اور ملک العلماء

322	سید صابر حسین شاہ بخاری، پاکستان	امام احمد رضا اور ملک العلماء	۲۸
345	مفتی محمد عبدالرحیم فاروقی، بریلی شریف	ملک العلماء اعلیٰ حضرت کی نظر میں	۲۹
362	ڈاکٹر عبدالنعیم عزیز، بریلی شریف	ملک العلماء مکتوبات رضا کے آئینے میں	۳۰
368	ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی، ممبئی	ملک العلماء مکتوبات رضا کی روشنی میں	۳۱
382	مولانا خالد ایوب شیرانی، مبارکپور	ملک العلماء خطوط رضا کے آئینے میں	۳۲

باب ہشتم..... ملک العلماء جامع کمالات شخصیت

386	مفتی ارشاد احمد ساحل، علیگڑھ	ملک العلماء: جامع کمالات شخصیت	۳۳
417	مفتی عبدالقیوم ہزاروی، لاہور	منظر اسلام کا پہلا طالب علم	۳۴
420	ڈاکٹر اعجاز انجم لطیفی، بریلی شریف	منظر اسلام کی اولین فصل بہار	۳۵
428	ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم، دہلی	حیات ملک العلماء پر ایک طائرانہ نظر	۳۶
431	مفتی محمد فیض الرحمن اشرفی، مدھوبنی	ملک العلماء کی مثالی شخصیت	۳۷

باب نهم..... تدریسی خدمات

450	مولانا شہاب الدین اشرفی، کٹیہار	ملک العلماء کا انداز تدریس	۴۰
456	مولانا ساجد رضا مصباحی، پھپھوند شریف	ملک العلماء کی پچیس سالہ تدریسی.....	۴۱

باب دہم..... تعارف تصانیف

488	پروفیسر مختار الدین احمد، علیگڑھ	ملک العلماء کی تین مہریں	۴۴
492	مفتی محمد ذوالفقار علی رشیدی، بنگال	ملک العلماء: فقیہ اسلام	۴۵
506	مفتی ارشاد احمد ساحل، علیگڑھ	ملک العلماء اور ان کے فتاویٰ	۴۶
534	مفتی ابوالاخصلاص قادری	ملک العلماء کی فقہی بصیرت	۴۷
542	مولانا فیض احمد فیض	ملک العلماء: قائد، سرکار اور مہر	۴۸
554	مفتی ارشاد احمد ساحل، علیگڑھ	ملک العلماء اور مسئلہ لاؤڈ اسپیکر	۴۹
557	مولانا رحمت انصاری، جہانگیر شریف	ملک العلماء: ایک تحقیقی مطالعہ	۵۰
565	مولانا نعیم احمد ازہری، بدایوں	تنویر المصباح کا تحقیقی مطالعہ	۵۱
573	مولانا مصطفیٰ علی، بھولہ	ملک العلماء اور کرشن کی شرعی حیثیت	۵۲

578	مولانا محمد امتیاز رضا مصباحی، مبارکپور	نصرۃ الاصحاب: تعارف و جائزہ	۵۳
581	مولانا عبدالہادی، بنارس	ملک العلماء اور نصرۃ الاصحاب یاقسام ایصال الثواب	۵۴
584	مولانا شہیدہ القادری، سیوان	ملک العلماء، بحیثیت دیدہ ورفیقہ	۵۵
588	مولانا ولی اللہ قادری، پٹنہ	صحابہ کرام اور ایصال ثواب	۵۶
595	مولانا شہاب الدین، مبارکپور	قراوی ملک العلماء میں اصلاح و مواعظت کا عنصر	۵۷

باب دوازدهم..... درسیات (الف) (علم حدیث)

598	مفتی عبدالقیوم ہزاروی، لاہور	ملک العلماء صحیح البہاری کی روشنی میں	۵۸
621	مفتی محبوب رضا روشن القادری، ممبئی	صحیح البہاری: مسائل حنفیہ کا مستند ماخذ	۵۹
637	مفتی شمشاد حسین، بدایوں	صحیح البہاری کی اہمیت و افادیت	۶۰
653	مولانا وارث ریاضی، دیوبند	صحیح البہاری کی طباعت	۶۱
657	مولانا محمد افروز رضا، دہلی	صحیح البہاری کا مقدمہ	۶۲
662	مولانا محمد سلیمان قادری، پٹنہ	صحیح البہاری: ایک مختصر جائزہ	۶۳
665	مولانا محمد ادریس رضوی، بکلیان	صحیح البہاری: تبصرے کی روشنی میں	۶۴
678	علامہ کوثر امام قادری، مہراج گنج	ملک العلماء کا محدثانہ مقام	۶۵
686	مولانا محمد مجاہد حسین جیبی، بکلتہ	صحیح البہاری اہل علم و دانش کی نظر میں	۶۶
697	مفتی عیسیٰ رضوی، قنوج	صحیح البہاری کی خصوصیات	۶۷
706	قاری عبدالرحمن خان، بریلی شریف	صحیح البہاری کی خصوصیات	۶۸
713	عبدالملک رضوی، سینٹامزھی	صحیح البہاری اور اس کے مصنف	۶۹

(ب)..... علم صرف

721	علامہ رضوان احمد شریفی، گھوسی	عافیہ: ایک تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ	۷۰
726	مولانا انوار محمد عظیم آبادی، پٹنہ	عافیہ: تعارف و جائزہ	۷۱

باب سیزدہم..... فضائل و نصائح

729	مولانا غلام مصطفیٰ رضوی، مارگاؤں	میلا اور رضوی: تعارف و تجزیہ	۷۲
739	مولانا محمد قمر الحسن قادری، امریکہ	ملک العلماء اور جواہر الیمن	۷۳
748	پروفیسر ریاض الرحمن شیروانی، کشمیر	رسالہ ہجرت: ایک جائزہ	۷۴
751	پروفیسر فاروق احمد صدیقی، مظفر پور	دلچسپ مکالمہ پراک نظر	۷۵
756	مولانا محمد شوکت جمال، پٹنہ	سدالقرار کا ایک عمومی مطالعہ	۷۶
761	ڈاکٹر منظور احمد دکنی، گجبرگہ	اسلامی نظریہ موت: ایک جائزہ	۷۷
765	مفتی ارشاد احمد ساحل، علیگڑھ	اسلامی نظریہ موت: ایک تعارف	۷۸
770	مفتی محمد سعید الرحمن صاحب، کچھوڑا، بہار	کتاب العلماء، جواہر الیمن اور ایتھت ایک جائزہ	۷۹

باب چہار دہم..... سفیر رضویات

773	علامہ سید وجاہت رسول قادری، کراچی، پاکستان	ملک العلماء: وارث علوم امام احمد رضا	۸۰
779	مولانا غلام مصطفیٰ قادری، باسنی، ناگور	ملک العلماء: فکر رضا کے ترجمان	۸۱
784	علامہ اقبال احمد فاروقی، لاہور	حیات اعلیٰ حضرت: صبح تالیف کے کرشمات طباعت تک	۸۲

باب تیسرا..... روز مناظرہ

816	ڈاکٹر عبدالنعیم عزیز می، جھولی، بریلی شریف	ملک العلماء کی نثر نگاری	۸۶
822	ڈاکٹر صابر سنبھلی، سنبھلی	ملک العلماء کی ادبی خدمات	۸۷
827	مولانا محمد ادریس رضوی، کلیان	ملک العلماء: اپنی تحریر کے آئینے میں	۸۸

باب ہفتم.....سیاسیات

838	ڈاکٹر عبدالنعیم عزیز، بریلی شریف	ملک العلماء کی سیاسی بصیرت	۸۹
844	مولانا محمد شاکر رضا قادری، بنگال	ملک العلماء کا سیاسی نظریہ	۹۰

باب ہشتم.....احباب و معاصرین

849	حضور اعلیٰ حضرت، حاشیہ: علامہ اقبال احمد فاروقی	ذکر احباب و دعا احباب	۹۱
859	پروفیسر مختار الدین، علیگڑھ	شہزادگان اعلیٰ حضرت اور ملک العلماء	۹۲
896	مفتی ارشاد احمد ساحل، علیگڑھ	مشائخ مارہرہ اور ملک العلماء	۹۳
917	ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی، ممبئی	چند مفوضات طیبہ	۹۴
922	ڈاکٹر شجاع الدین قادری، علیگڑھ	خانوادہ اعلیٰ حضرت اور ملک العلماء	۹۵
929	مولانا خواجہ ساجد عالم، کٹیہار	ملک العلماء اور خانوادہ عشق	۹۶
934	مفتی عبدالواجد قادری، ہالینڈ	ملک العلماء اور صدر الشریعہ	۹۷
959	ڈاکٹر سید شمیم گوہر، الہ آباد	ملک العلماء کے ایک ہم درس	۹۸
966	مولانا سید احمد رضا، پٹنہ	ملک العلماء کے رفیق خاص	۹۹
973	مفتی ارشاد احمد ساحل، علیگڑھ	ملک العلماء کے چند احباب	۱۰۰
981	مولانا انیس عالم سیوانی، لکھنؤ	ملک العلماء کے معاصرین	۱۰۱
986	مفتی ارشاد احمد ساحل، علیگڑھ	ملک العلماء اور علمائے بہرام	۱۰۲
1015	ڈاکٹر عبدالنعیم عزیز، جسولی، بریلی شریف	حضرت ملک العلماء: اماں احمد رضا کے صاحبزادگان اور متعلقین...	۱۰۳
1020	مفتی ارشاد احمد ساحل، علیگڑھ	حضرت تاج العلماء اور سید العلماء کے چند گرامی مکاتیب...	۱۰۴

باب نوازدہم.....تلامذہ

1041	مفتی ارشاد احمد ساحل، علیگڑھ	علامہ عبدالرؤف بلیاوی	۱۰۵
1046	ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی، ممبئی	ملک العلماء کے چند تلامذہ	۱۰۶
1050	ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی، ممبئی	امام علم و فن خواجہ مظفر حسین رضوی	۱۰۷
1056	مفتی آل مصطفیٰ مصباحی، گھوسی	علامہ شہاب الدین اشرفی	۱۰۸

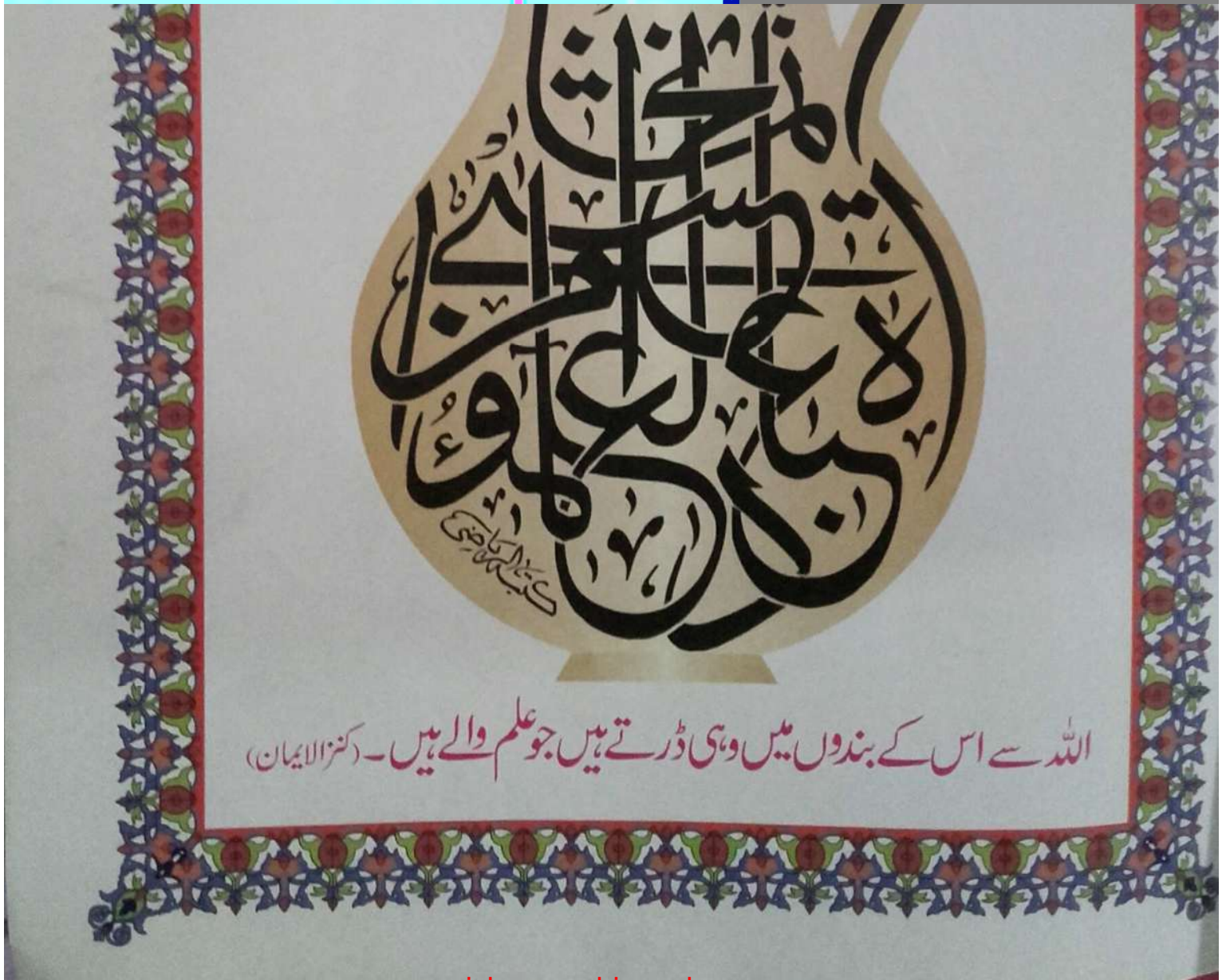
1094	ڈاکٹر غلام جابر شاہ صاحب	111	ملک العلماء کے ایک جیلے شارو
	مولانا محمد امان القدری، فہرستہ	112	علامہ محمد بیچمان ریسونی

باب ہستم پروفیسر مختار الدین احمد

1087	ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی، بریلی شریف	113	پروفیسر مختار الدین احمد اور رضویات
1091	ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی، بریلی شریف	113	پروفیسر مختار الدین کے مکاتیب کا ایک جائزہ
1097	مفتی ارشاد احمد ساحل، بلیکڑھ	115	پروفیسر مختار الدین - باذوق ادیب و محقق
1108	ڈاکٹر غلام جابر شاہ صاحب، ممبئی	116	پروفیسر مختار الدین احمد رضویات کے خاموش نقیب
1114	غلام مصطفیٰ رضوی، مالگاؤں	117	توقیر عرب، تنویر عجم: پروفیسر مختار الدین آرزو

1125	عکس تحریر: محدث سورنی علیہ الرحمہ	120	
1127	عکس فتویٰ: حضرت ملک العلماء	121	
1128	عکس دھوپ گھڑی و دیگر	122	
1130		123	



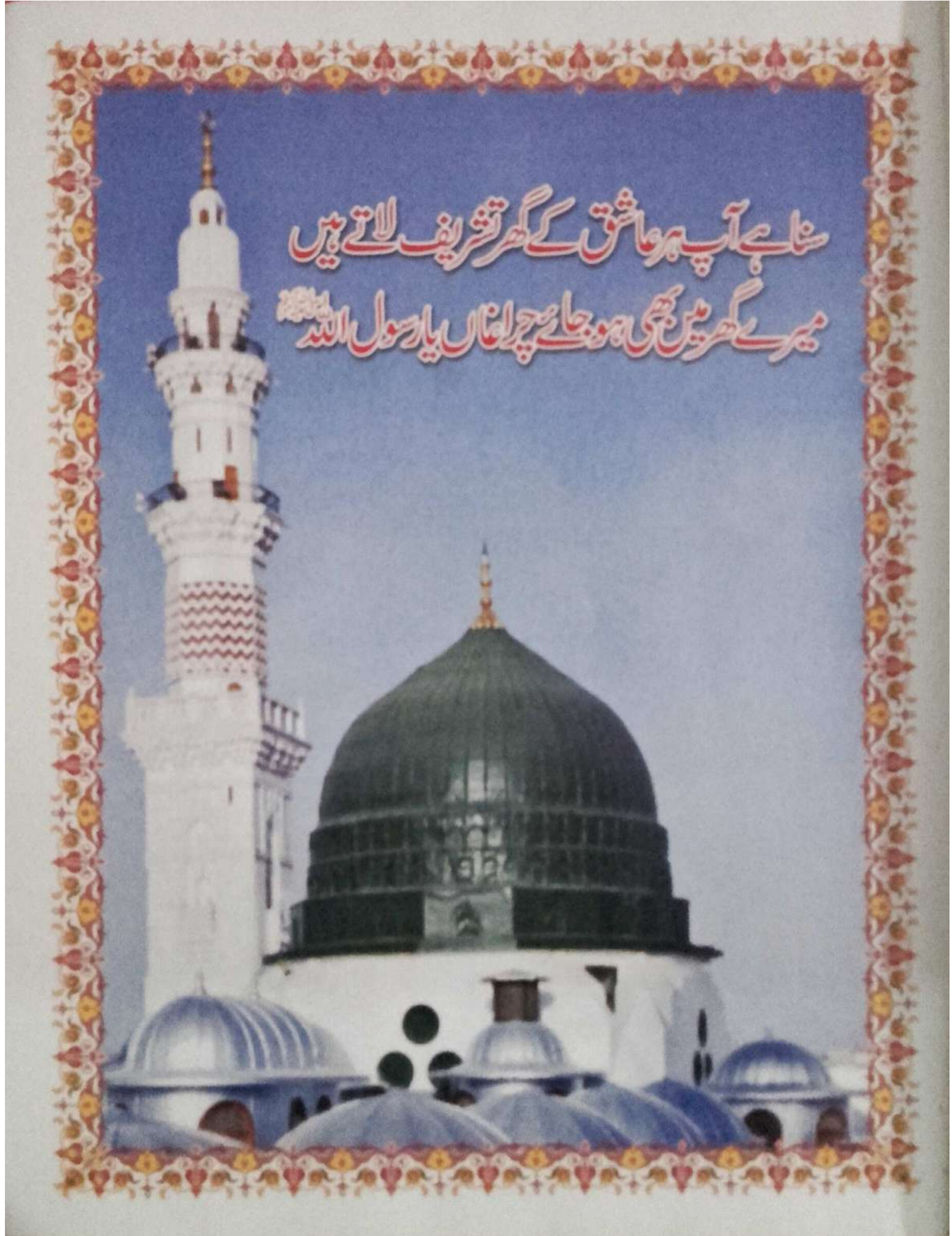


بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ



بلاشبہ علماء انبیاء کے وارث ہیں، انبیاء سے انہیں دینار و درہم کی وراثت نہیں پہنچی
بلکہ انبیاء کی وراثت علم ہے۔ پس جو علم سے فیضیاب ہوا اس نے کثیر حصہ پایا۔

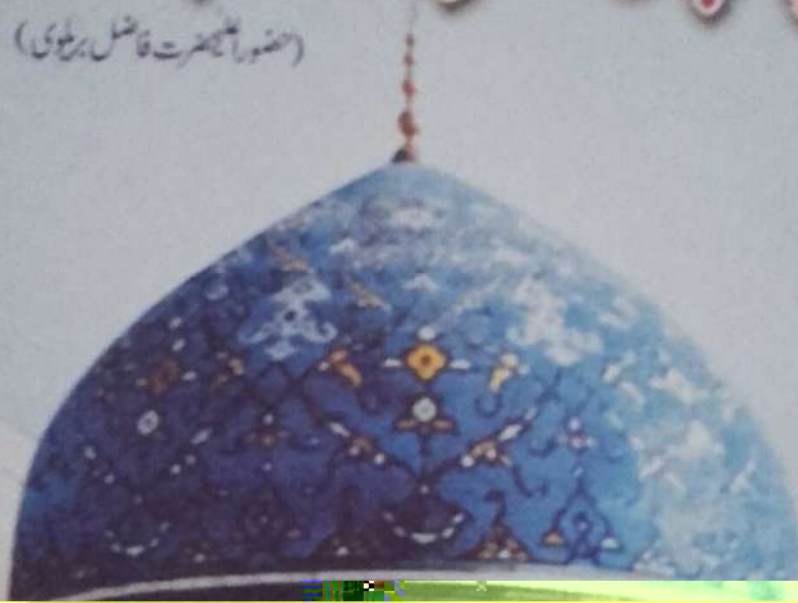
(زوائد احمد ترمذی، ابو داؤد، ابن ماجہ، دارمی)



داؤ کیا مرتباً ہے بالائتہا

اوپچا اونچوں کے سرزں سے قدم اعلیٰ تیرا

(ضمناً حضرت فاضل بریلوی)



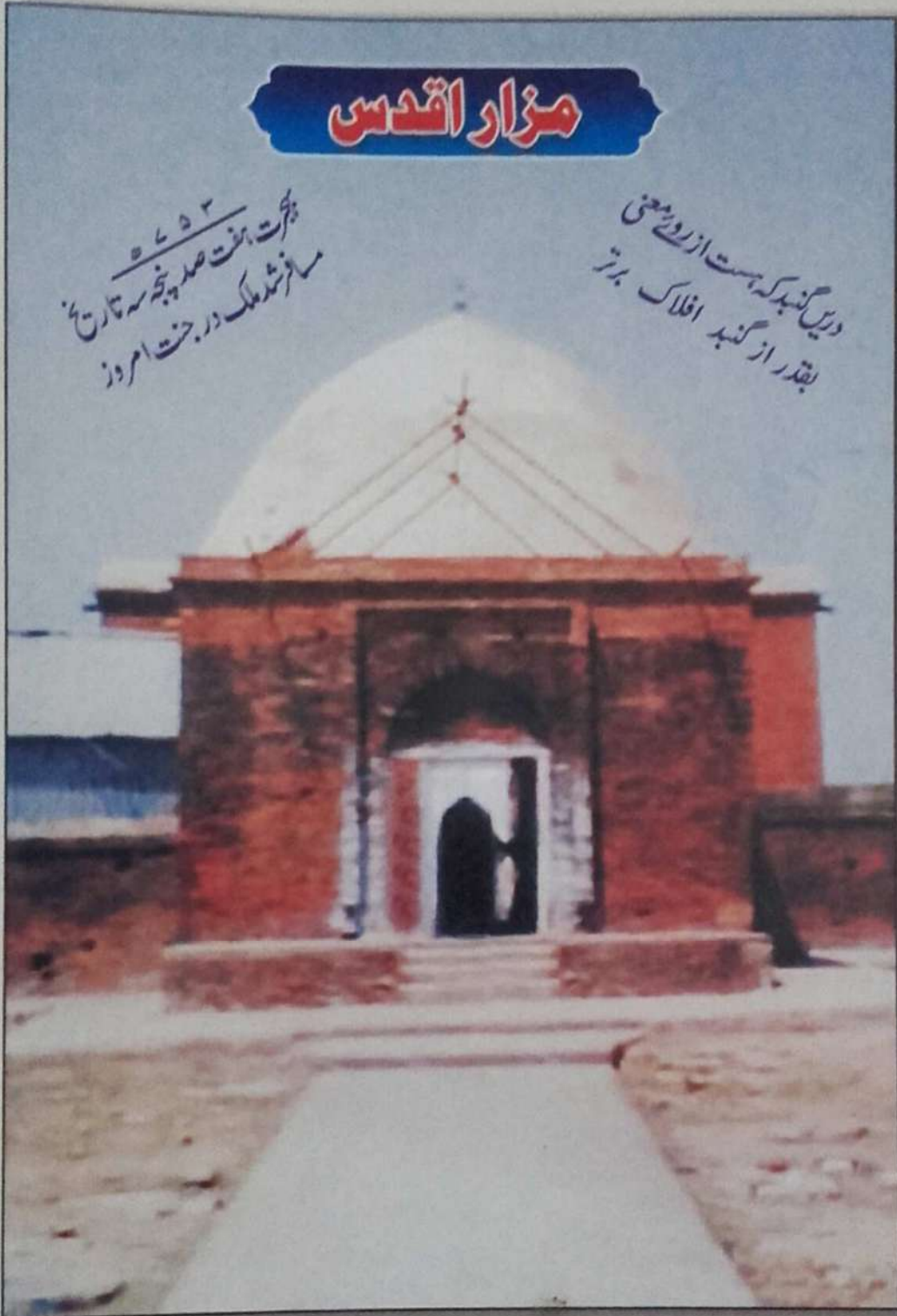
خواجہ ہندوہ دربار ہے اعلیٰ تیرا
کبھی محروم نہیں مانگنے والا تیرا



مزار اقدس

۵۶۵۳
ذکرت ہفت صد ہجرت سے تارت بخ
مسافر ملک درخت امر دز

دریں گنبد کہت از روتے معنی
بقدر از گنبد افلاک برتر



مدار الملک حضرت سید ابراہیم بن ابو بکر غزنوی عرف ”ملک بیو“ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
مورث اعلیٰ حضرت ملک العلماء علیہ الرحمہ

وادی رضا کی کوہ ہمالہ رضا کا ہے
جس سمت دیکھئے وہ علاقہ رضا کا ہے

ان سب سے جلنے والوں کے گل ہو گئے چراغ
احمد رضا کی شمع فروزاں ہے آج بھی

احمد رضا کا تازہ گلستاں ہے آج بھی
اقلیم علم ان کا درخشاں ہے آج بھی



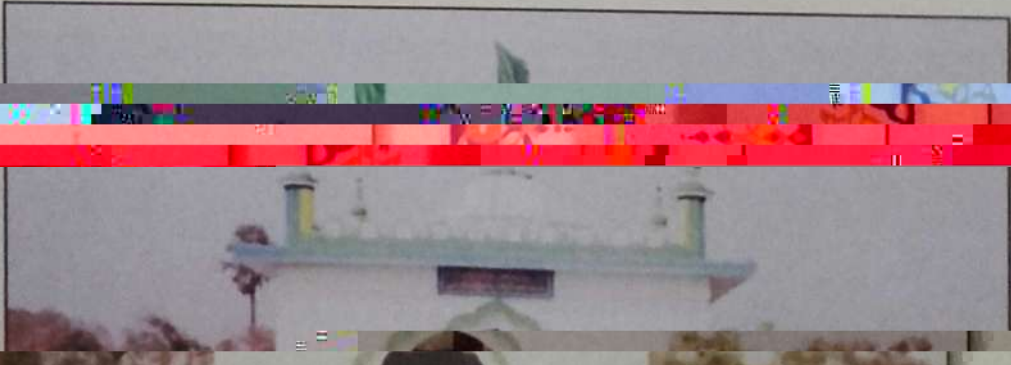
مفتی بن کر دکھائے اس زمانے میں کوئی

ایک میرے سوا تم کا سونے پستول ہو





مزار اقدس مدار الملک حضرت سید ابراہیم عرف ملک بیو بن سید ابو بکر غزنوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ



مزار انوار حضرت استاذ القراء قاری سید محمد ابولہاشم قادری علیہ الرحمہ والد گرامی حضور سراج ملت



مزار پیرانوار حضور ملک العلماء مفتی سید محمد ظفر الدین فاضل بہاری عظیم آبادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ والہدیہ محترمہ

بیتنا عالمی تنظیم کے نام پر

بانی عالمی تنظیم کے نام پر

عظیم الشان عالمی تنظیم

اپنی علمی، مذہبی اور فنی خدمات سے اپنے ناصرف کو متاثر کیا۔

اپنے فخر حق رقم سے مذہبی بنی بنی فنون کی خدمت کو اپنی کتاب میں تالیف فرمایا۔

حیات شرفک اور عظیم خدمات میں صبح امین کی کتاب لکھ کر پوری دنیا کو متحرک کر دیا۔

جنہیں علم و فن کے ولہ الامر یعنی اپنا رسک سے پڑا میرا کا اظہار ہے۔

جن کی کہسی گئی کتاب "موذن الاوقات" سے پورے برصغیر کی تمام مساجد میں اذانیں ہوتی ہیں۔

بیتنا عالمی تنظیم کے نام پر

بانی عالمی تنظیم کے نام پر



مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ کے گراؤنڈ میں واقع نوری مسجد جہاں حضور ملک العلماء رضی اللہ عنہ نماز ادا کرتے تھے۔



مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ
جہاں حضور ملک العلماء علیہ الرحمۃ الرضوان نے تقریباً ۳۰ سال تک تدریسی خدمات انجام دیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شہدۂ حضرت ملک العلماء

جسے خود حضرت ملک العلماء نے بالترتیب حیات اعلیٰ حضرت میں تحریر فرمایا ہے

حضرت ملک العلماء علامہ مفتی سید محمد ظفر الدین قادری بن ملک منشی محمد عبدالرزاق بن ملک کرامت علی بن ملک احمد علی بن غلام قادر بن ملک سعادت بن ملک حمید بن ملک رضا بن ملک محمد علی بن ملک فتح اللہ بن ملک غلام نبی بن محمد معصوم بن ملک سعید الدین عرف ملک سدن بن احمد اللہ بن ملک تاتار بن ملک بہاء الدین بن ملک محمد اسمعیل بن ملک الہ داد بن ملک غلام محی الدین عرف ملک گدن بن ملک خطاب الملک بن ملک علاء الملک بن ملک داؤد اکبر ابن حضرت سید ابراہیم ملک بیاناغزی عرف ملک بیوشہید بن حضرت ابوبکر ابن سید ابوالقاسم عبداللہ ابن سید محمد فاروق بن سید ابو منصور عبدالسلام بن سید عبدالوہاب بن غوث الثقلین غیث الکوئین غوث حمدانی محبوب سبحانی پیر لاثانی شہباز لامکانی سیدنا الشیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی حسنی و حسینی قدس سرہم الفعنا اللہ برکاتہم۔

نوٹ

حضرت ملک العلماء کے مورث اعلیٰ حضور سید ابراہیم ملک بیاناغزی شہید کو فیروز شاہ بادشاہ نے ملک بیاناغزی کا خطاب دیا تھا یہ سیدنا غوث اعظم کی ساتویں پشت کی اولاد سے ہیں۔
آپ کا مزار شریف بہار شریف میں مرجع خواص و عام ہے۔

مدار الملک ابراہیم بو بکر کہ تیغ از بہر حق می زد چو حیدر
شہنشاہ جہاں فیروز سلطان کہ بر شاہان گیتی گشت فیروز

”جیسے مصطفیٰ (مراد مفتی اعظم)

ویسے تم“ (مراد ملک العلماء)

(اعلیٰ حضرت امام احمد رضا)

”یہ اپنے دور کے امام اعظم ابوحنیفہ ہیں“

(محدث اعظم ہند مولانا سید محمد کچھوچھوی)

”مخدوم محترم مطالع

مکرم حضرت محدث اعظم“

(حافظ ملت مولانا عبدالعزیز، بانی الجامعۃ الاشرافیہ مبارکپور)

”حدیث کی کثرت، حدیث کی درایت
اور فقہی مسائل و جزئیات کے استخراج و استنباط
پر ملک العلماء کی بصیرت حیرت انگیز تھی“
(مفتی عبدالقیوم ہزاروی جامعہ نظامیہ، لاہور)

”سران مست سید سران اسیر سون وری“
”ملک العلماء امام احمد رضا کے
علمی جانشین تھے، فکری ترجمان تھے“
(جمہور علماء و دانشوران)

حضور ملک العلماء کی محبت اور قدر و منزلت میں
امام احمد رضا نے ملک العلماء کو مندرجہ ذیل
پیار بھرے چند القابات سے یاد کیا۔

حبیبی و ولدی و قرۃ عینی، میرے بجان عزیز،

جان پدر، بلکہ از جان بہتر، ولدی و زینی،

برادر دینی و یقینی، ولدی اعزی،

اعزک اللہ فی الدنیا والدین، والدی الاعز،

حامی السنہ، ماحی الفتنہ، ولدی الاعز المکین،

مولانا المکرم ذی العلم المتین۔

مولانا المکرم ذی المجد والکرم ولدی الاعز

مولوی محمد ظفر الدین۔

ملک العلماء نے وفور عقیدت و شوق سے
اپنے مرشد برحق کی خدمت میں ایک رضائی نذر
کی تو امام احمد رضا جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

”موالیٰ عزوجل

آپ کو جزائے وافر عظیم عطا فرمائے۔
آپ کی رضائی بہت محل رضا میں
کام آئی۔“

امام احمد رضا کو ملک العلماء کے علم و فن پر اعتماد کلی تھا۔
تحریر فرماتے ہیں:

”وہابیہ نے اس مسئلہ کو طول دیا ہے، مدت سے
ان کی اُمید تھی کہ اصول دین چھوڑ کر کسی فرعی مسئلہ

میں بحث اُپڑے، اپنے موافق اپنا تصدیقی خط
”دبدبہ سلندری“ میں چھپ چکا ہے، ہر اس قدر کافی
نہیں، رسائل و مسائل بھیجتا ہوں۔ ایک مختصر فتویٰ

اگرچہ دوہی سطر کا ہو، اپنی مہر سے اور جتنے لوگوں کی
مہریں وہاں مل سکیں، فوراً فوراً ارسال کیجئے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

امام احمد رضا کی نظر میں ملک العلماء کا امتیازِ خاص، فرماتے ہیں:

سے اٹھ گیا ہے، فقیر نے بتوفیقِ قدیر اس کا احیاء کیا اور سات
صاحب بنا چاہے، جس میں سے بعض نے انتقال کیا۔ اکثر

غیر انسانی اور روزِ تیرتہ کیلئے جملہ

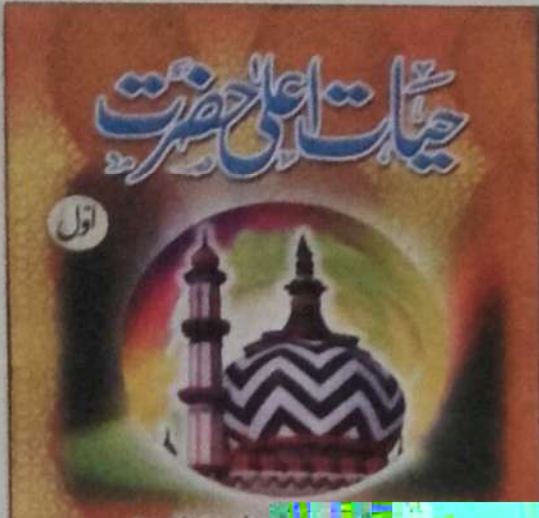
(میاتِ مہربانہ، ص ۱۱۱۔ جوئے میر مرید)

میرے ظفر کو اپنی ظفر دے
اس سے شکستیں کھاتے یہ ہیں
(اعلیٰ حضرت)

وہ ظفر جن کو حاصل تھے فتح و ظفر
اعلیٰ حضرت کی حجت پہ لاکھوں سلام

حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کے صحابہ و شاگردوں
سے زائد کوئی دوسرا صاحب تصانیف کثیرہ نہیں۔
حدیث و فقہ میں مہارت و بصیرت جس کا اعتراف ملک العلماء کے تمام
معاصرین کو تھا۔ فتاویٰ ملک العلماء اور صحیح البہاری اس پر شاہد عدل ہے۔
حضرت ملک العلماء ہی نے ”حیات اعلیٰ حضرت“ لکھ کر رضویات کی داغ
بیل ڈالی اور پہلی بار دنیا کو امام احمد رضا فاضل بریلوی کی عبقری شخصیت سے روشناس کرایا۔
ملک العلماء اعلیٰ حضرت کے بعد توقیت و تقویم، ہیأت و ہندسہ جیسے علوم و
فنون میں تنہا ماہر تھے۔

آئیے ان کی ۷۲ سے زائد تصانیف میں سے چند
کی عمومی تفصیل اور سرورق کی جھلکیاں ملاحظہ کریں۔



نام کتاب : **حیات اعلیٰ حضرت**

جلد : اول

طبع اول : ۱۳۲۳ھ ۲۰۰۳ء

صفحات : ۵۹۲

موضوع : رضویات کی خشت اول جو اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت الشاہ امام

رضا اکبر ندوی بیہی

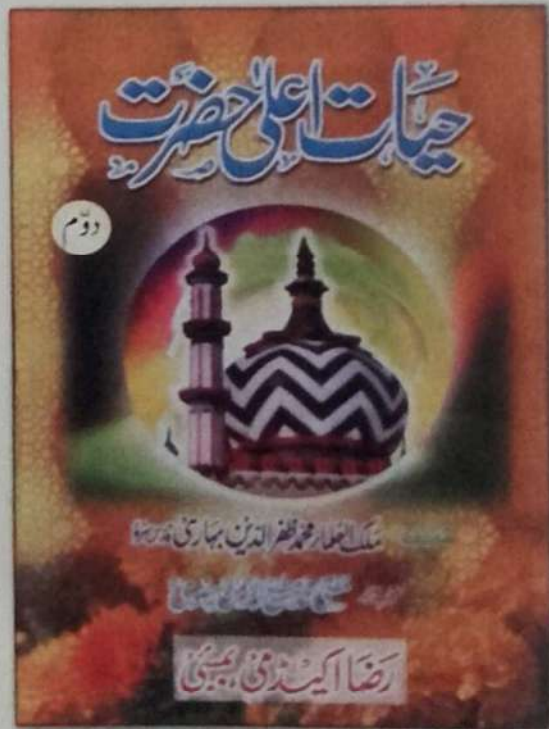
نام کتاب : **حیات اعلیٰ حضرت**

جلد : دوم

طبع اول : ۱۳۲۳ھ ۲۰۰۳ء

صفحات : ۵۹۲

موضوع : رضویات کی خشت اول جو اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کی حیات و خدمات پر عظیم شاہکار ہے۔



نام کتاب : **حیات اعلیٰ حضرت**

جلد : سہم

طبع اول : ۱۳۲۳ھ / ۲۰۰۳ء

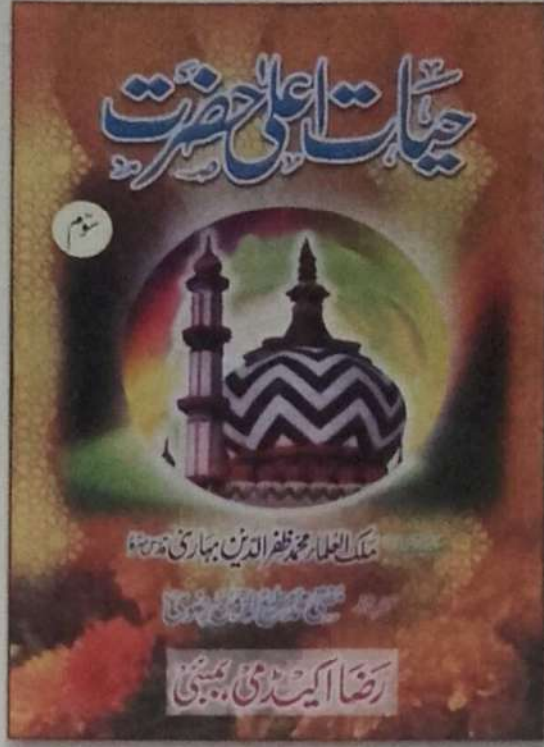
صفحات : ۵۹۲

موضوع : رضویات کی خشتِ اول جو اعلیٰ

حضرت مجدد دین و ملت الشاہ امام

احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ

کی حیات و خدمات پر عظیم شاہکار ہے۔



نام کتاب : **فتاویٰ ملک العلماء**

(نارفع البشر فی فتاویٰ کا ظفر، ۱۳۳۹ھ)

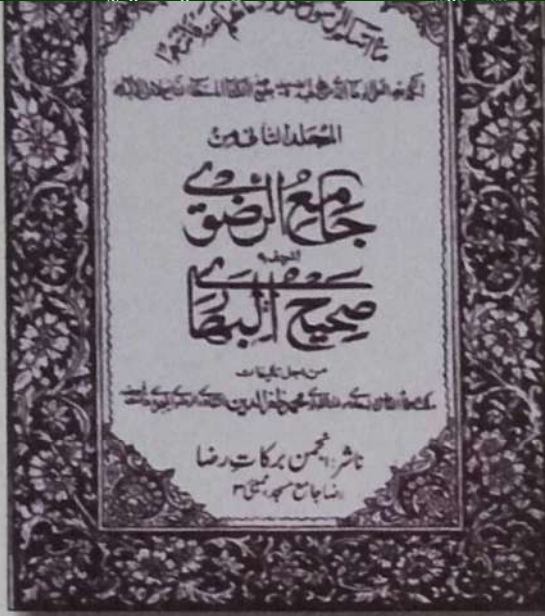
صفحات : ۵۱۲



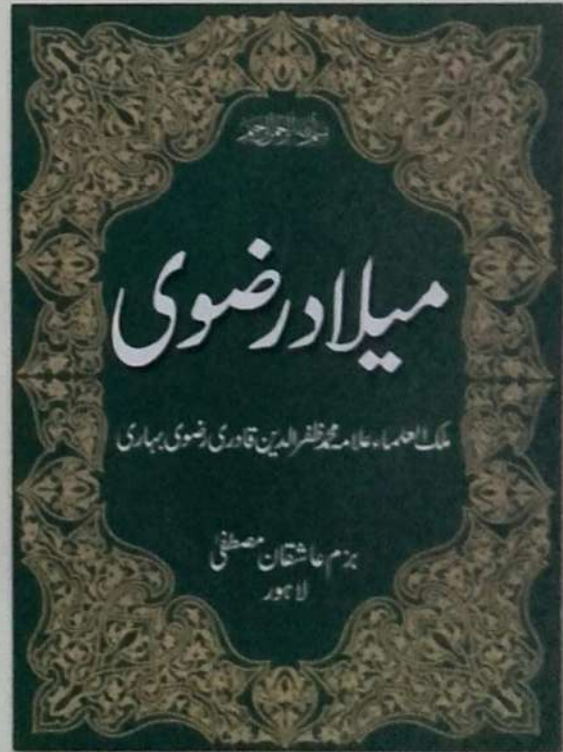
سال شاعت : ۱۳۲۵ھ / ۲۰۰۳ء

مرتب : مفتی ارشاد احمد سائل بہرامی

ناشر : الجمع الرضوی، بریلی شریف



المعروف
بصحيح البهاری
جلد : ۶
سن اشاعت فی الہند: ۱۴۲۳ھ ۲۰۰۳ء
ناشر : انجمن برکات رضا، رضاجامع مسجد نبوی ۳
موضوع : فقہ حنفی کی تائید میں تقریباً پچاس ہزار
احادیث نبویہ کا عطر بیز گلدستہ۔



نام کتاب : **میلادِ رضوی**
صفحات : ۲۳
طبع اول : ۱۴۱۶ھ
باہتمام : بزم عاشقانِ مصطفیٰ، لاہور۔
موضوع : آقائے کائنات سرورِ دو عالم
صلی اللہ علیہ وسلم کی میلاد اور اسکے جشن
منانے پر روایات و حکایات اور نعتوں
کا ایک حسین گلدستہ میلادِ رضوی ہے۔

نام کتاب : **سدالفرار**

صفحات : ۳۳

مطبوعہ : لیتھو آرٹ پریس، پٹنہ

موضوع : آزادی ہند کے بعد تقسیم ہندوستان

عمل میں آیا پھر مسلمانوں پر جو ظلم

و بربریت کا کوہِ ہمالہ ڈھایا گیا جس

کی وجہ سے مسلمان ہندوستان سے

ہجرت کرنے لگے اسی ہجرت کی

مخالفت پر ایک مدلل وضاحت

قرآن و حدیث کی روشنی میں۔



حصہ علی الفلاح

صفحات : ۸۰

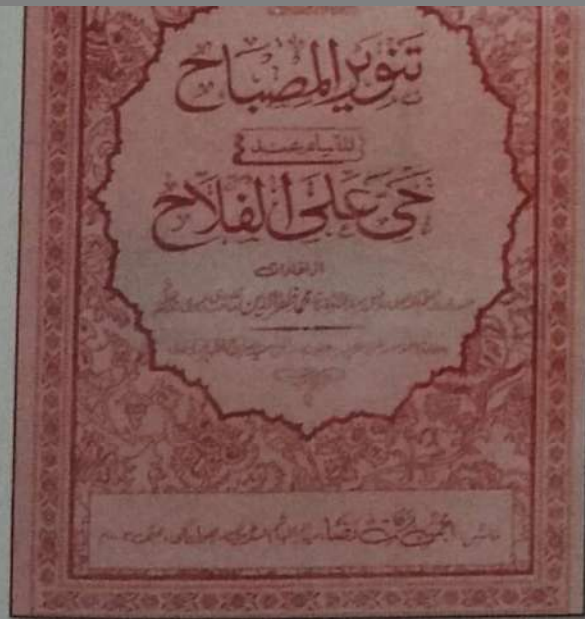
اشاعت دوم : ۱۳۱۳ھ / ۱۹۹۲ء

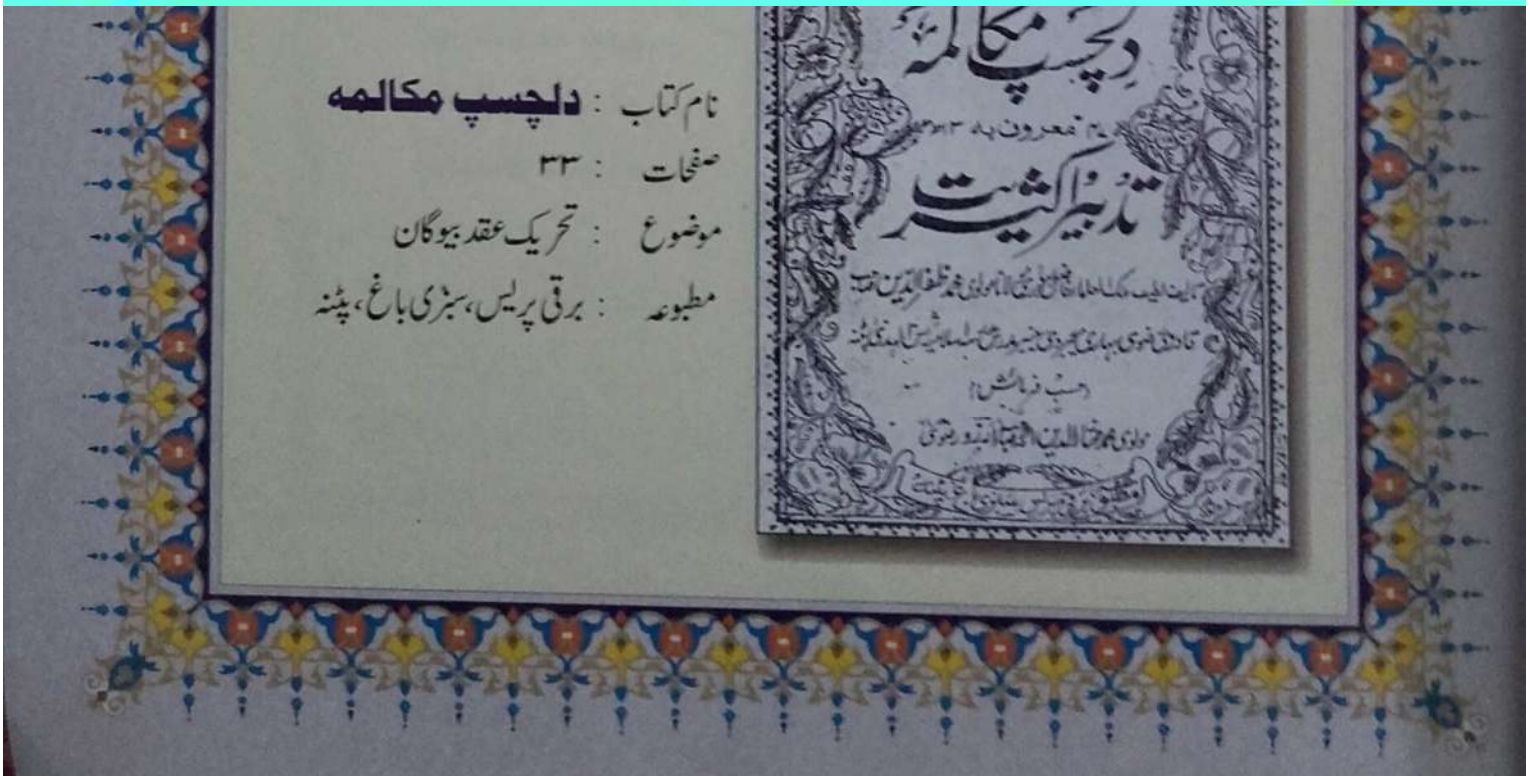
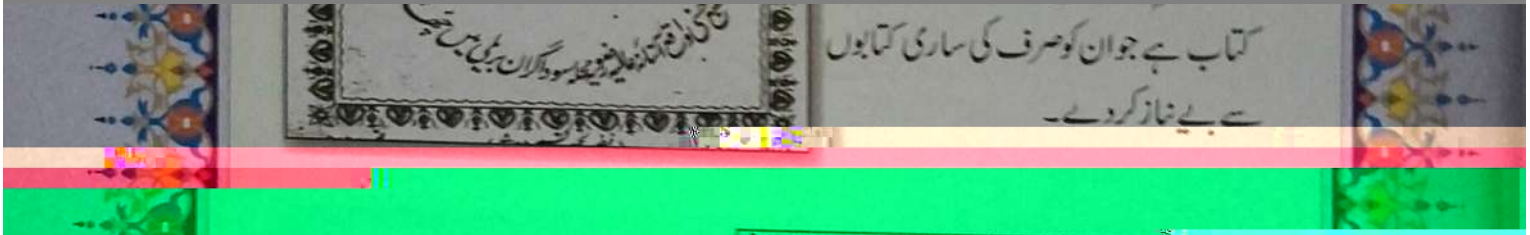
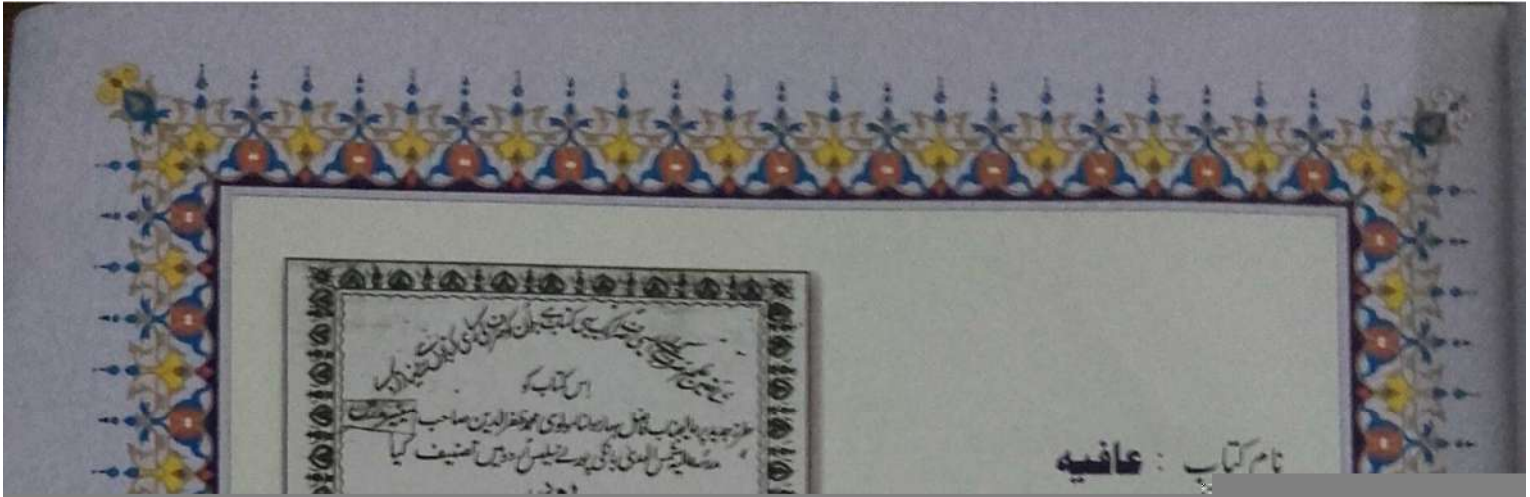
اشاعت سوم : ۱۳۲۵ھ / ۲۰۰۳ء

ناشر : انجمن برکاتِ رضا، ممبئی ۳

موضوع : نماز کیلئے حی علی الفلاح کے وقت

کھڑے ہونے پر مدلل بحث





چودھویں صدی کے مجدد

نام کتاب: چودھویں صدی
کے مجدد

صفحات: ۷۲

سال طباعت: بار اول

صفحہ المظفر: ۱۳۰ھ جنوری ۱۹۸۰ء

uda Balhsh Library
No. 54179
22-3-89

تالیف

علاء الدین محمد ظفر الدین، فاضل بہار

اساتذہ کرام: علامہ محمد رفیع الدین

مکتبہ رضویہ، لاہور

دور صحابہ میں ایصالِ ثواب

فی مختلف صورتیں

تصنیف

فاضل اہل مکہ، علماء مولانا محمد ظفر الدین قادری رضوی

صفہ پبلی کیشنز

اسماعیل سنٹر 109- چیئرمین روڈ - اردو بازار - لاہور فون: 7324210

نام کتاب: دور صحابہ میں

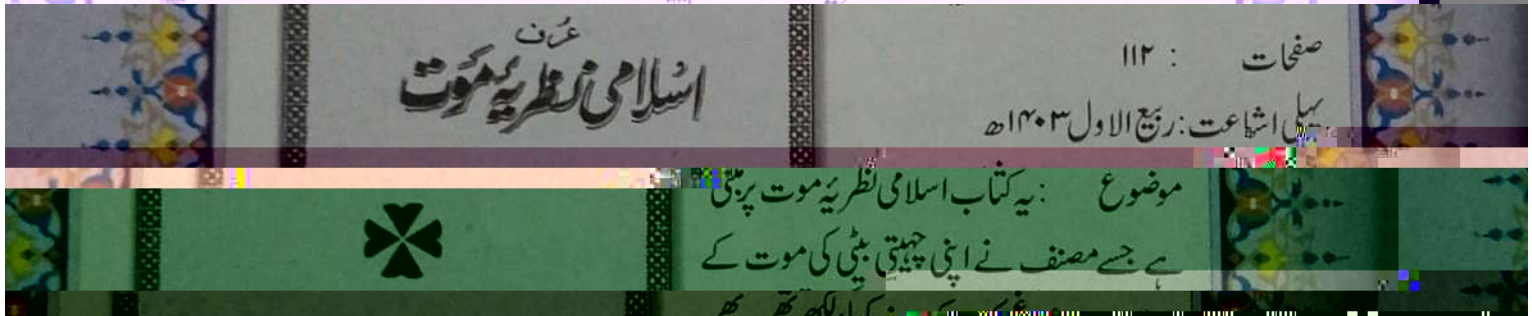
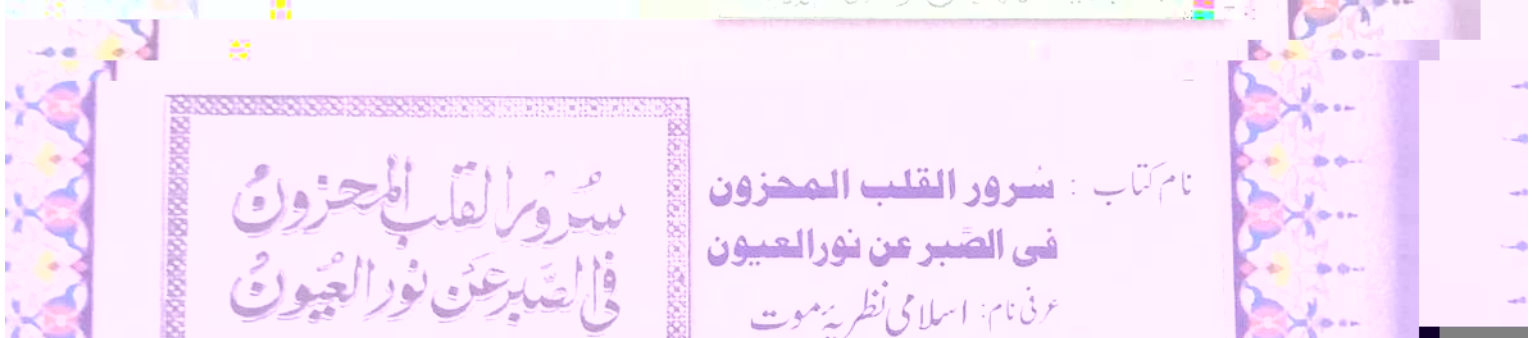
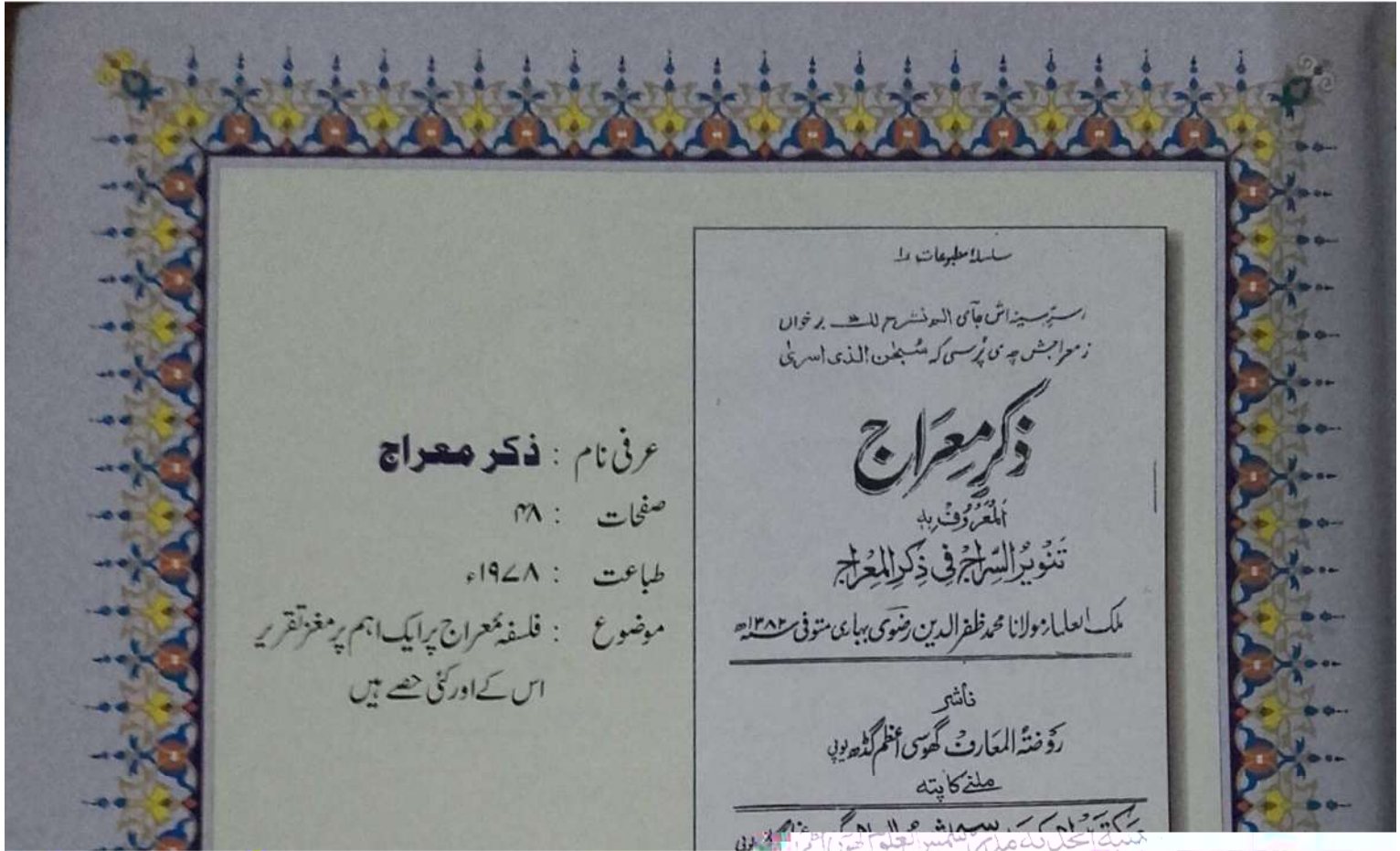
ایصالِ ثواب کی

مختلف صورتیں

صفحات: ۱۹۸

موضوع: مسئلہ ایصالِ ثواب کے جواز پر

ایک مدلل بحث



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ضرب هو

از: حضور مفتی اعظم قدس سرہ

اللہ ہو، اللہ ہو، اللہ ہو، اللہ ہو

تو کسی جا نہیں اور ہر جا ہے تو تو منزہ مکان سے مبرہ زسو
علم و قدرت سے ہر جا ہے تو کو بکو تیرے جلوے ہیں ہر ہر جگہ اے عفو

اللہ ہو، اللہ ہو، اللہ ہو، اللہ ہو

قلب کو اس کی رویت کی ہے آرزو جس کا جلوہ ہے عالم میں ہر چار سو
بلکہ خود نفس میں ہے وہ سجنہ عرش پر ہے مگر عرش کو جستجو

اللہ ہو، اللہ ہو، اللہ ہو، اللہ ہو

سارے عالم ہوتے سرور ہستی جستجو جس میں ہاں و ناکت کو تری آرزو

اللہ ہو، اللہ ہو، اللہ ہو، اللہ ہو

طائران جنات میں تری گفتگو گیت تیری ہی گاتے ہیں وہ خوش گلو
کوئی کہتا ہے حق کوئی کہتا ہے ہو اور سب کہتے ہیں لا شریک لہ

اللہ ہو، اللہ ہو، اللہ ہو، اللہ ہو

بلبل خوش نوا طوطی خوش گلو زمزمہ خواں ہیں گاتے ہیں نعمات ہو
قمری خوش لقا بولی حق سرہ فاختہ خوش ادا نے کہا دوست تو

اللہ ہو، اللہ ہو، اللہ ہو، اللہ ہو

صبح دم کر کے شبنم سے غسل و وضو شاہدان چمن بستہ صف رو برو
ورد کرتے ہیں تسبیح سبحانہ ہُوَ وَلَا غَيْرُهُ هُوَ وَلَا غَيْرُهُ
اللہ ہو، اللہ ہو، اللہ ہو، اللہ ہو

اللہ ہو، اللہ ہو، اللہ ہو، اللہ ہو

اللہ ہو، اللہ ہو، اللہ ہو، اللہ ہو

ایسا برسہا بھائے جو احساس سب یوں رمت کے بارے میں پھر
اللہ ہو، اللہ ہو، اللہ ہو، اللہ ہو
رحم فرما خدا یا حرم پاک ہو تو نے تقدیس بخشی ہے جس خاک کو
دفع فرما وہاں پر ہے بے باک جو اور گرا بجلیاں قبر کی بر عدو
اللہ ہو، اللہ ہو، اللہ ہو، اللہ ہو
خواب نوبی میں آئیں جو نور خدا بقہ نور ہو اپنا ظلمت کدا
جگمگا اٹھے دل چہرہ ہو پر ضیا نوریوں کی طرح نعلت ہو ذلرہو
اللہ ہو، اللہ ہو، اللہ ہو، اللہ ہو

اِغْتَنِى يَا رَسُولَ اللَّهِ

علی حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی

بکارِ خویش حیرانم اغثنی یا رسول اللہ
پریشانم پریشانم اغثنی یا رسول اللہ
توئی خود ساز و سامانم اغثنی یا رسول اللہ

لنہ برسر بلا بارد دم درد هوا دارد
اگر رانی و گر خوانی غلامم انت سلطانی
بکہف رحمتم پرورز قطیمیم منہ کمتر
گنہ در جانم آتش زد قیامت شعلہ می خیزد
چو مرگم نخل جاں سوزد بہارم را خزاں سوزد
چو محشر فتنہ انگیز دبلائے بے اماں خیزد
پدر را نفر تے آید پسر را وحشت افزاید
عزیزاں گشتہ دور از من ہمہ یاراں نفور از من
گدائے آمدائے سلطان با امید کرم نالاں
اگر میرانیم از در بن بنما درے دیگر
گرفارم رہائی ده مسیحا مومیائی ده

دگر چیزے نمی دانم اغثنی یا رسول اللہ
سگ در گاہ سلطانم اغثنی یا رسول اللہ
مدد اے آب حیوانم اغثنی یا رسول اللہ
نہ ریزد برگ ایمانم اغثنی یا رسول اللہ
بجویم از تو درمانم اغثنی یا رسول اللہ
تو گیری زیر دامنم اغثنی یا رسول اللہ
دریں وحشت ترا خوانم اغثنی یا رسول اللہ
تہی داماں مگر دانم اغثنی یا رسول اللہ
کجا نالم کرا خوانم اغثنی یا رسول اللہ
شکستم رنگ سامانم اغثنی یا رسول اللہ

رضایت سائل بے پرتوئی سلطان لانتہر

شہا بہرے ازیں خوانم اغثنی یا رسول اللہ

مقبتیں

درشان حضور ملک العلماء فاضل
بہار قزوین

شعراء کرام

اظہار احوال واقعی



خلیفہ حضور مفتی اعظم ناشر مسلک اعلیٰ حضرت سراج ملت
حضرت مولانا الحاج الشاہ حافظ وقاری سید سراج اظہار ضوی نور
یابی و سربراہ اعلیٰ دارالعلوم فیضان مفتی اعظم، انجمن برکات رضاوسی تبلیغی جماعت

تقديم



امير القلم ماہر رضویات
ڈاکٹر غلام جابر شمس پورنوی مصباحی

یہ نقش کسی چینی کی رکابی پر لکھے اور اس کو ہری مکو کے عرق سے دھو کر قدرے افیون گھس کر آنکھ کے

دھاس چاہئے۔

مجلس علم



یا بصیر	یا بصیر	یا بصیر	یا بصیر
یا سمیع	یا سمیع	یا سمیع	یا سمیع
یا حتم	یا حتم	یا حتم	یا حتم



یہ نقش کسی چینی کی رکابی پر لکھے اور اس کو ہری مکو کے عرق سے دھو کر قدرے افیون گھس کر آنکھ کے اوپر لپ کرے انشاء اللہ پھر کسی دوا کی ضرورت نہ پڑے گی کیسا ہی آشوب چشم کیوں نہ ہو دفع ہو جائے۔ اگر دقت پر یہ دونوں چیزیں نہ ملیں تو پانی سے دھو کر آنکھ پر لگائیں، مجرب ہے۔

نیک خواہشات کے ساتھ: محمد رضی علی شیخ

PH. : 23403003

JOE DECOR

Exclusive in all latest Decorations

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پیٹ کا درد

جہان ملک العلماء کی تاریخ ساز اشاعت پر انجمن برکات رضا کے جملہ اراکین کو بالخصوص خلیفہ حضور مفتی اعظم سراج ملت حضرت علامہ الحاج الشاہ سید سراج اظہر رضوی نوری صاحب بانی و سربراہ اعلیٰ دارالعلوم فیضان مفتی اعظم کو دل کی گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرنے میں خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔

منجانب:

سید مسعود رضا رضوی سراجی

صوفیہ زیر روڈ، ناگپاڑہ، ممبئی

فدائے سرکار حضور مفتی اعظم

محمد سراج الدین خان نوری

ساکی ناکہ، ممبئی

زہر و سررِ ریمان چیزوں سے حفاظت کیلئے

کھانے پینے سے پہلے یہ دعا پڑھ لیں، انشاء اللہ کسی قسم کا نقصان نہ ہوگا۔

بِسْمِ اللّٰهِ اَنْتَ اِيّاهُ نَسْتَعِيْزُ عَلٰى سُمِّهِمْ وَنَسْتَعِيْزُ فِي الْاَرْضِ

مِنْ لَّاهُ وَالسَّمِّ وَالْمَوْسِمِ وَالْجَلْبُوتِ

مغرب اور فجر کی نماز کے بعد بھی ۳ بار پڑھ لیا جائے۔

جہان ملک العلماء کی تاریخ ساز اشاعت پر انجمن برکات رضا کے جملہ اراکین کو بالخصوص

خلیفہ حضور مفتی اعظم سراج ملت حضرت علامہ الحاج الشاہ **سید سراج اظہر**

رضوی نوری مدظلہ العالی بانی و سربراہ اعلیٰ دارالعلوم فیضان مفتی اعظم کو دل کی گہرائیوں سے

مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

نذر گزار: **محمد رضوان احمد رضوی سراجی**

FIT-RITE INTERNATIONAL

TRAVELS SERVICES & HAJ & UMRAH TOUR OPERATORS

64, Memonwada Road, Mumbai - 400 003.

Tel. : 2292 6364 Fax : 2347 4999 Cell : 9820222396

E-mail : fit_rite@yahoo.com

علامہ مفتی محبوب رضا روشن القادری
شیخ الحدیث دارالعلوم فیضان مفتی اعظم پھول گلی ممبئی

نظم جہان ملک العلماء

سراج نور عرفاں ہے جہان ملک العلماء
ریاض فکرانساں ہے جہان ملک العلماء

حقیقت آشکارا جس سے ہو جاتی ہے وہ نسخہ

مثال مہرتاباں ہے جہان ملک العلماء

سجائی تھی جو دنیا نے ظفر احمد رضا خاں نے

اسی جلووں کا سماں ہے جہان ملک العلماء

مبارک ہو سعادت حضرت سراج ملت یہ

کلا کھوں دل کارماں ہے جہان ملک العلماء

امام احمد رضا و لدی عزیز از جاں کہا جس کو

اسی کا یہ گلستاں ہے جہان ملک العلماء

بفیض اعلیٰ حضرت سب میں اونچا علم تھا جزا کا

انہیں کا گل بدخشاں ہے جہان ملک العلماء

نہ کیوں اہل نظر روشن یہ پڑھ کر جھوم جھوم اٹھے

کدک جنت بداماں ہے جہان ملک العلماء

مولانا علی احمد سیوانی صاحب
 میڈیکل کالج رولڈ، اعلیٰ گڑھ

عاشق مولیٰ علی ہیں شاہ علامہ ظفر
 فعلہ عشق نبی ہیں شاہ علامہ ظفر
 ذوالفقار حیدری ہیں شاہ علامہ ظفر
 پر توو غلق نبی ہیں شاہ علامہ ظفر
 وہ مقدر کے دہنی ہیں شاہ علامہ ظفر
 مظہر زور علی ہیں شاہ علامہ ظفر
 وہ مقدس آدمی ہیں شاہ علامہ ظفر
 شمع بزم آگہی ہیں شاہ علامہ ظفر
 نوری، رضوی، قادری، ہیں شاہ علامہ ظفر
 اس چمن کی دکشی ہیں شاہ علامہ ظفر
 وہ نگار عاشقی ہیں شاہ علامہ ظفر
 سب سے اول منظری ہیں شاہ علامہ ظفر
 عطر باغ آگہی ہیں شاہ علامہ ظفر
 وہ ادائے دلبری ہیں شاہ علامہ ظفر
 وہ مخیر آدمی ہیں شاہ علامہ ظفر
 علم دیں کی روشنی ہیں شاہ علامہ ظفر
 وہ شراب سردی ہیں شاہ علامہ ظفر

داعف و ہف نبی ہیں شاہ علامہ ظفر
 خاک ہو جائے نہ کیوں جل کر نشین کفر کا
 کیل نہ بھاگیں دور دشمن مذہب اسلام کے
 اسوۂ حسنہ پہ ان کے آج بھی چلتے ہیں لوگ
 اعلیٰ حضرت جس کو اپنا پیارا بیٹا لکھ گئے
 منہ کی کھائیں کیل نہ سہے دشمنان دین حق
 آدمیت ملحق ہے جس کی علمی ذات پر
 آؤ پروانہ چل کر محفل ضو بار میں
 نسبت احمد رضا خاں قادری کے فیض سے
 جس چمن میں عشق سرہ کی دوشیں ہیں گلاب
 آدمی انسان بن جاتا ہے جس کے عکس سے
 سب سے پہلے منظر اسلام کے شاگرد ہیں
 اہل دانش کامشام جاں معطر کیوں نہ ہو
 دلبروں کا دل بھی شیدا جس پہ آخر ہو گیا
 جس کے دہر ہیں کھڑے رہتے گناگر ہر کھڑی
 علم کے جلوؤں سے روشن قلب و جاں کر لیجے
 جس کو پناہ کر ہوش میں رہتے ہیں سب ہل جنوں

جس سے روشن ہے شعور آدمیت کی نہیں
اہل باطل جس کی ہیبت سے سدا روپوش ہیں
ہی کے چشم فیض سے سرمست ہیں اہل جہاں
علقت لادینیت کافور ساری ہو گئی
بھینی بھینی خوشبوؤں کا گلستاں پر نور ہے
جس کی خوشبو سے معطر ہے دماغوں کا چمن
جاتی وسعدی کی نکتہ سنجیاں سرمست ہیں
جس کی نکبت بیڑیوں پر ہے فدا فصل بہار
عالم جید، فقیہ صاحب عرفان ہیں
جہل کے سبب اٹھ دینیا سے مٹ جائیں نہ کھیں
کیوں نہ روشن ہو جہان علم و فن کا ہر مکان
دل کے سب احوال ان کے سامنے ہیں مکشف
حکمت یونان جس کی فکر پر قربان ہے
اہل بدعت ہیں ہر اسان حق نما تحریر سے
فقہ منطق کے مسائل جس سے ہو جاتے ہیں حل
کیوں نہ آؤں میں در دربار عالی پر نعلی

وہ ضیائے بندگی ہیں شاہ علامہ ظفر
شیر حق وہ واقعی ہیں شاہ علامہ ظفر
ساقی جام خوشی ہیں شاہ علامہ ظفر
مہر حق کی روشنی ہیں شاہ علامہ ظفر
فصل گل کی چاندنی ہیں شاہ علامہ ظفر
وہ گل باغ نبی ہیں شاہ علامہ ظفر
سافر دانشوری ہیں شاہ علامہ ظفر
وہ گل باغ نبی ہیں شاہ علامہ ظفر
ملتی دین نبی ہیں شاہ علامہ ظفر
اک عصائے موسوی ہیں شاہ علامہ ظفر
علم کی جلوہ گری ہیں شاہ علامہ ظفر
واقعی زندہ ولی ہیں شاہ علامہ ظفر
وہ حکیم و فلسفی ہیں شاہ علامہ ظفر
ماہی شکر جلی ہیں شاہ علامہ ظفر
وہ فقیہ و منطقی ہیں شاہ علامہ ظفر
بیکر علم نبی ہیں شاہ علامہ ظفر

میں کہاں جاؤں علی دربار گو ہر بار سے

ہاں نئی ابن نئی ہیں شاہ علامہ ظفر

مولانا مبارک رضوی
پہنپ کتھار

کون سا جملہ میں لاؤں ان کی تعریفات میں
تھا یہ فیض نور علم مصطفیٰ کا ہی کمال
اب بھی ہے مرہون منت آپ کا برصغیر
ظفر منقن میں یکتائے زمانہ تھے ظفر
زندگی بھر علم کے موتی لٹاتے ہی رہے
نقش بھرتے تھے کلی سوچال سے پیارے ظفر
شہسوار علم ذہن تھے اور بھی لاکھوں مگر
طالبان علم تھے سیراب ان سے اس طرح
اٹلی حضرت نے انہیں ایسا منور کر دیا
اہل سنت کا مشام جاں معطر کر دیا
گلشن احمد رضا کے پھول ہیں سب اس طرح
تربیت کچھ اس طرح ان کو بریلی سے ملی
اعلیٰ حضرت نے کلیجے سے لگایا آپ کو
کل بھی تھا یہ آج بھی ہے اور ہوگا حشر تک

صد چراغ انجمن پنا ہے جن کی ذات میں
دن کو صبح بن کے چمکے چاند بن کے رات میں
ہے نظام الوقت شامل ان کے مخطوطات میں
دسترس حاصل تھی ان کو فن معقولات میں
خلوت و جلوت میں اور پھر درس و تدریسات میں
تھے فن نگیر کے ماہر وہ تعویذات میں
ہاں ظفر ہی معتبر تھے سارے معدودات میں
زندگی پاتی ہیں جیسے مچھلیاں برسات میں
جس طرح ہو چاندروشن چودھویں کی رات میں
اس قدر وہ پھول مہکا علم کے باغات میں
جس طرح سے رات رانی ہو معطر رات میں
وقت کا سورج بھی ذرہ تھا ظفر کے ہاتھ میں
یہ خدا جانے کہ کیا کیا خوبیاں تھیں آپ میں
اعلیٰ حضرت کا کرم سید ظفر کے ساتھ میں

مگر قبول افتدز ہے عز و شرف حضرت ظفر
لے کے آیا ہے مبارک منقبت سوغات میں

مولانا عبدالہادی الرضوی کماوی

مدرس جامعہ فاروقیہ، بنارس

میرے آقائے نعمت ہیں یہ ملک العلماء ظفر الدین
چراغ اعلیٰ حضرت ہیں یہ ملک العلماء ظفر الدین
فقیہ دین و ملت ہیں یہ ملک العلماء ظفر الدین
شاسائے شریعت ہیں یہ ملک العلماء ظفر الدین
سراپا جاہ و حشمت ہیں یہ ملک العلماء ظفر الدین
کہا سرتاپا عظمت ہیں یہ ملک العلماء ظفر الدین
سریر دین کی زینت ہیں یہ ملک العلماء ظفر الدین
بنائے فرط حیرت ہیں یہ ملک العلماء ظفر الدین
مگر عنوان مدحت ہیں یہ ملک العلماء ظفر الدین
چراغ اہل سنت ہیں یہ ملک العلماء ظفر الدین
وقار دین و ملت ہیں یہ ملک العلماء ظفر الدین
متاع بیش قیمت ہیں یہ ملک العلماء ظفر الدین
ہے گویا بحر حکمت ہیں یہ ملک العلماء ظفر الدین
پس اہل فتح و نصرت ہیں یہ ملک العلماء ظفر الدین

بہا ر قوم ملت ہیں یہ ملک العلماء ظفر الدین
یقیناً پاک طینت ہیں یہ ملک العلماء ظفر الدین
انہیں سمجھو سمجھ میں آئے گا علم رضا کیا ہے
امام احمد رضا کے علم کے وارث ہیں یہ بیشک
جنہیں بخشا خطاب احمد رضائے ملک العلماء کا
جو دیکھا پٹنہ کے نجدی نے ان کی جامع الرضوی
یہ دریائے شریعت اور طریقت کے شاور ہیں
علوم عصر کے ماہر فقیہ و فلسفی حیراں
میرے سید سراج اظہر سراپا علم تقویٰ ہیں
سراج ملت بیضا سے روشن ہے دیار اپنا
غلامی رضا نے کر دیا ممتاز عالم میں
رضا کے نام پر سب کچھ لٹانے کا یہ ثمرہ ہے
یواقت و جواہر جامع الرضوی کا ہر صفحہ
رضا کی ہے دعا میرا ظفر پائے ظفر ہر دم

سراج قوم و ملت تو وقار دین ہیں رضوی

زعیم دین فطرت ہیں یہ ملک العلماء ظفر الدین

مفتی محبوب رضا روشن قادری

شیخ الحدیث دہلوی، پٹنہ، مفتی اعظم ہولنگ مینی

جلوۂ علمی ہے ہر جا شاہ ظفر الدین کا
لاکھوں میں اونچا تہارتبہ شاہ ظفر الدین کا
چرخ پر روشن تھا تارا شاہ ظفر الدین کا
با فضیلت تھا عمامہ شاہ ظفر الدین کا
فتح مندی کا تھا تمغہ شاہ ظفر الدین کا
اقلیدس بیانات تھارمنہ شاہ ظفر الدین کا
گہرا ہرفن سے تھا رشتہ شاہ ظفر الدین کا
فن میں اونچا مرتبہ تھا شاہ ظفر الدین کا
کر دیا ہے نام زندہ شاہ ظفر الدین کا
اہل دل پڑھتے ہیں خطبہ شاہ ظفر الدین کا

علم کا ہر سو ہے چرچا شاہ ظفر الدین کا
مہرتاباں بن کے چکا جو عظیم آباد میں
ملك العلماء جنھیں کہتی ہے دنیا آج تک
تھا مجددین و ملت کی نظر کا یہ اثر
اعلیٰ حضرت نے کہا میرے ظفر کو ظفر دے
علم توفیق و ریاضی و جفر کے بادشاہ
صرف و نحو فقہ و منطق فلسفہ علم اصول
علم تفسیر و حدیث پاک میں تھے باکمال
حضرت سید سراج اظہر کا ہم پر ہے کرم
ان کے اسل سے ہیں روشن ہر ملامتاناک

مرحبا روشن جهان ملك العلماء کتاب

کیا حسیں کھینچا ہے نقشہ شاہ ظفر الدین کا

مولانا عبدالمتقدر خان جالوی

دارالعلوم ضیائے مصطفیٰ، در بھنگہ

نجدیا ! تو مان یا مت مان ظفرالدین ہیں
ہم غلاموں کے لئے ہر آن ظفرالدین ہیں
رزم گاہ حق و باطل میں ہوئے سینہ سپر
علم کی مضبوط اک چٹان ظفرالدین ہیں
علم و فن ہے کون سا جس سے نہیں آگاہ وہ
اس زمانے میں ہماری جان ظفرالدین ہیں
مسئلہ جیسا بھی آیا حکم شرعی دے دیا
مسند افتاء کے وہ سلطان ظفرالدین ہیں
کار افتاء میں جسے رکھتے رہے احمد رضا
بالیقیں وہ عالم قرآن ظفرالدین ہیں
اک بہاری قریہ ادنیٰ کے باشی ہیں مگر
سنیوں کے عالم ذیشان ظفرالدین ہیں
فیض کا دریا رواں ہے آج تک دربار سے
قبر میں بھی لے کے اپنی شان ظفرالدین ہیں
صاحب کشف و کرامت عبد کی لیے خبر
ہر گھڑی جس پر ہے یہ قربان ظفرالدین ہیں

عقیق الرحمن حباب رضوی

رکن، نوری مشن، مالگاؤں

علم کا ساغر فضل کا دریا ملک العلماء یاد آئے

فکر میں اعلیٰ علم میں بالا ملک العلماء یاد آئے

عالم و فاضل، قاری و مفتی، فیض رضا کا درپن تھے

یہ ہے ان کا اصلی سراپا ملک العلماء یاد آئے

میرے ظفر کو اپنی ظفر دے اعلیٰ حضرت کہتے تھے

فرقہ باطل ان سے سہا ملک العلماء یاد آئے

”ملک العلماء“ ان کے لقب کو کون تعلق کہتا ہے

واقعی رب نے رتبہ ہے بخشا ملک العلماء یاد آئے

فکر رضا کو عام کیا ہے، علم رضا کا نام لیا ہے

جب تو فدا ہے سارا زمانہ ملک العلماء یاد آئے

”مظہر اعلیٰ حضرت“ جن کو مفتی اعظم نے ہے کہا

ایک ولی ہے کتنا شناسا ملک العلماء یاد آئے

مختار الدین نام رکھا تھا ان کے جگر گوشے کا رضانی

صدقہ ملا ہے فیض رضا کا ملک العلماء یاد آئے

اپنے حباب کو یارب دیدے صدقہ ایسے مجاہد کا

قطرہ قطرہ دریا دریا ملک العلماء یاد آئے

اظہار احوال واقعی

بقلم: حسین رضویت خلیفہ حضور مفتی اعظم پیر طریقت سراج ملت حضرت مولانا الحاج الشاہ سید سراج اظہر قادری نوری صاحب قبلہ،
سربراہ اعلیٰ دارالعلوم فیضان مفتی اعظم وانجمن برکات رضا، ممبئی۔ ۳

علیٰ حضرت کافی عبور حاصل تھا۔ جہاں آپ نے مذکورہ علوم میں کتابیں تصنیف فرمائی ہیں، وہیں علم تصوف و سلوک، احسان و اخلاق، ادب و لغت، توقیت و ریاضیات، ہندسہ و معقولات پر نادر و بے مثال معلومات سے مرصع کتابیں تصنیف فرمائیں۔ جن کے مضامین اہل قلم کے لئے سرمایہ حیات بنتے جا رہے ہیں۔

اسی طرح جامع الرضوی المعروف بصحیح البہاری تو آپ کے تصنیفی و تالیفی کارناموں میں سب سے زیادہ روشن ہے۔ فقہ حنفی میں جس کی جامعیت محدث یکتائے روزگار کی آئینہ دار ہے۔ احادیث نبویہ کا یہ مجموعہ جس کی پہلی جلد عقائد، دوسری طہارت و صلوٰۃ، تیسری زکوٰۃ، صوم، حج، چوتھی کتاب النکاح و تاقف، پانچویں بیوع و غصب، چھٹی شفعہ سے کتاب الفرائض تک ہے۔ دوسری جلد ہمارے دارالعلوم فیضان مفتی اعظم، پھول گلی میں داخل نصاب ہے۔ بعض جلدیں حضرت ملک العلماء کے صاحبزادے جناب ڈاکٹر مختار الدین صاحب سابق صدر شعبہ عربی علی گڑھ یونیورسٹی کے پاس ہیں۔

آپ نے تقریباً ستر کتابیں تصنیف فرمائی ہیں بعض تو وہ ہیں، جو تمام مکاتیب فکر کے یہاں مقبول عام ہیں۔ جیسے نماز و روزہ کے اوقات، ہند و پاک اور دنیا بھر کے لئے۔ اسی طرح جفر و نجوم، فلکیات و معقولات کی کتابیں۔ آپ نے مؤذن الاوقات سنی بام تاریخ ۱۳۳۵ھ کے بعد بدرالاسلام لمیقات کل الصلوٰۃ

شیخ الحدیث، راس المعلمین، عالم علم نجوم و فلکیات، ماہر فن ریاضیات، ملک العلماء، اخطب الخطباء، افقہ الفقہاء حضرت علامہ سید محمد ظفر الدین احمد فاضل بہار علیہ الرحمۃ و الرضوان میدان تصنیف و تالیف کے اس شہسوار کا نام ہے، جنہیں شیخ الاسلام و المسلمین، عظیم البرکت، مجدد اعظم دین و ملت، امام اہلسنت، علیٰ حضرت سیدنا امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ نے طرح طرح کے القابات و خطابات سے نوازا اور اپنی صحبت میں رکھ کر دریائے نعمت و رحمت اور بحر علم و عمل کا غواص بنایا اور ملک العلماء کے خطاب سے علم پر سرفرازی عنایت فرمائی۔ حضرت ملک العلماء کی جلالت شان اور علمی و عملی کمالات کا زمانہ اعتراف کرتا ہے۔

حضرت ملک العلماء کی ذات علیٰ حضرت کے مشاہیر تلامذہ میں نور دیدہ اعلیٰ حضرت حضرت علامہ مفتی حامد رضا خاں صاحب بریلوی تاجدار اہلسنت، شہزادہ اعلیٰ حضرت حضرت علامہ مولانا مصطفیٰ رضا نوری مفتی اعظم ہند، عیدالاسلام حضرت علامہ عبد السلام جیلپوری علیہم الرحمۃ و الرضوان کی مقتدرہ ستیوں کے بعد سب سے باعظمت نظر آتی ہے۔ آپ ایک تبحر عالم دین اور صاحب درایت مشہور فقیہ و مناظر تھے۔ معانی قرآن و تفسیر، احادیث و اصول، سیر و تواریخ پر مکمل دسترس حاصل تھا، اسی طرح علم شریعت کے ساتھ ساتھ طریقت کے رازہائے سر بستہ بفیض پیر و مرشد

جہان ملک العلماء

حضرت ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدظلہ کی حیات اور علمی خدمات

والصیام تصنیف فرمائی۔ جس کے بارے میں خود ہی رقم طراز ہیں کہ: ” تقریباً گیارہ سال سے خاکسار برادران دینی کی خدمت اور ان کے روزوں کی درستی و صحت کے لئے ہر سال رمضان شریف کے نقشہ اوقات صوم و صلوة، زتج و توقیت کے قواعد خاصہ سے ترتیب دیتا ہے اور مخلص قدیم حاجی محمد لعل خان صاحب (متوفی ناخدا مسجد زکریا اسٹریٹ کلکتہ جو اعلیٰ حضرت کے خلیفہ بھی ہیں) شائع کیا کرتے ہیں۔ جس سے لوگوں کو حنفی وقت سے نماز پڑھنے میں سہولتیں اور روزہ رکھنے میں آسانی ہوتی ہے۔“

حضرت ملک العلماء سید محمد ظفر الدین موضع رسول پور میجر ضلع عظیم آباد (پٹنہ) (جو اب کفر ضلع نالندہ ہو گیا ہے) صوبہ بہار میں ۱۰ محرم الحرام ۱۳۰۳ھ مطابق ۱۹ اکتوبر ۱۸۸۰ء کو بوقت صبح صادق پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی ملک عبدالرزاق جو پابند صوم و صلوة کے ساتھ نیک طبیعت پاک طینت تھے۔ ریاضت و عبادت، تسبیح و تہلیل آپ کا خاص مشغلہ تھا۔ حضرت سلطان مخدوم اشرف سمنانی کچھوچھ شریف کے سلسلہ کے بزرگ شاہ چاند میاں کے مرید تھے۔ اپنے پیر و مرشد سے انہیں والہانہ عقیدت تھی، آپ کی والدہ ماجدہ بھی انہیں سے بیعت تھیں، جو شیخ مبارک حسین زمیندار موضع بن ضلع پٹنہ کی چھوٹی صاحبزادی تھی، جو گیارہویں شریف سیدنا غوث اعظم بڑے پیر دستگیر کی بڑے اہتمام سے منایا کرتی تھیں۔ آپ کے والد ماجد ملک عبدالرزاق ۱۳۰۷ھ اور والدہ ۱۳۱۲ھ میں داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ ملک العلماء نے ابتدائی تعلیم اپنے والد صاحب سے پائی، پھر مدرسہ حنفیہ موضع بن جہاں میر آبائی وطن ہے، یعنی اپنے نانیہال میں چند برسوں تک قیام رکھ کر تفسیر جلالین، میرزا ہدو وغیرہ کی تعلیم حاصل فرمائی۔

شہر عظیم آباد (پٹنہ) جو اس زمانے میں علم و فضل کا عظیم

مرکز شمار کیا جاتا تھا، اس میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے خاص معتمد و معتقد دیندار رئیس وزمین دار ہمدرد ملت قاضی عبدالوحید صدیقی فردوسی نے ۱۳۱۸ھ میں ایک دینی درسگاہ قائم فرمائی۔ ایک بڑی جائداد اس کے اخراجات کے لئے وقف کیا اور اس ادارہ میں بڑے بڑے قابل و ذوی صلاحیت علماء بحال کیا۔ انہیں میں وقت کے مشہور و معروف عالم محبت اعلیٰ حضرت مولانا وصی احمد صاحب محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات بھی شامل تھی، یہ مدرسہ حنفیہ واقع بخشئی محلہ پٹنہ سیٹی بہار میں ایک نمایاں حیثیت کا تھا۔ جس کی تعلیمی شہرت ملک کے ہر صوبہ جات میں پھیل چکی تھی۔ تشنگان علوم مختلف صوبہ جات سے کشاں کشاں آکر اس سرچشمہ علم و حکمت سے سیراب ہو رہے تھے۔

حضرت ملک العلماء ۱۳۲۰ھ میں داخلہ لیکر زانوائے ادب یہاں تہہ کیا اور حضرت محدث سورتی کے شاگردوں میں اعلیٰ مقام حاصل کیا۔ یہاں آپ نے مشکوٰۃ شریف، مسند امام اعظم، ملا جلال وغیرہ کا درس لیا۔ حضرت محدث سورتی بسبب علالت جب یہاں سے اپنے وطن پہلی بھیت چلے گئے، تو حضرت ملک العلماء سید محمد ظفر الدین صاحب اپنے ہم سبق مولانا حکیم ابوالحسن کے ساتھ کانپور چلے آئے۔ یہاں آپ نے مولانا احمد حسن کانپوری سے منطق کی کتابیں اور مولانا عبید اللہ کانپوری سے ہدایہ آخرین مکمل پڑھی۔ جب معلوم ہوا، کہ محدث سورتی اپنے قائم کردہ مدرسہ میں حدیث کا درس شروع فرمایا ہے، تو پھر وہاں سے پہلی بھیت یوپی آگئے۔ حضرت محدث سورتی نے انکی آمد سے راحت محسوس کیا اور حضرت محدث صاحب سے درس لینا شروع کر دیا۔

چونکہ حضرت محدث سورتی علیہ الرحمہ کو اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت امام احمد رضا فاضل بریلوی سے سچی عقیدت و محبت تھی۔ ہمہ وقت اعلیٰ حضرت کے علم کمال اور اوصاف و خصائل کا تذکرہ کیا

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی بھٹکی حیات اور علمی خدمات

صاحب بریلوی، اور ان جیسے دیگر مشاہیر تلامذہ کرام جو آسمان علم پر غم درخشاں بن کر چمک رہے تھے۔ انہیں میں ایک ذات بابرکات ملک العلماء مولانا سید محمد ظفر الدین صاحب فاضل بہاری کی بھی تھی۔

جو حضرت ملک العلماء اپنے مورث اعلیٰ سید ابراہیم ملک بیا کی ایک زندہ اور تابندہ یادگار تھے۔ وہ ملک بیا جن کا نسب نامہ ساتویں پشت میں غوث اعظم سے ملتا ہے، یہ بزرگ ہمارے آباؤ اجداد کے بھی مورث اعلیٰ ہیں۔ جن کا مزار پر انوار بہار شریف میں زیارت گاہ ہر خاص و عام ہے۔ حضرت ملک العلماء نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی سے صحیح بخاری شریف، صحیح مسلم شریف، و دیگر کتب صحاح کے ساتھ بے شمار علوم و فنون کا درس حاصل کیا۔ جبر و مقابلہ، مساحت و اقلیدس، عروض و فرائض، توحیت و ریاضیات، علم نجوم و ہندسات وغیرہ میں اعلیٰ حضرت نے آپ کو یگانہ روزگار بنا دیا۔

ملک العلماء نے فراغت کے بعد تدریسی زندگی کا آغاز اسی مدرسہ منظر اسلام بریلی شریف سے فرمایا۔ تقریباً چار سال مسلسل درس دیتے رہے۔ اور فاضل بریلوی کی اجازت سے مسند افتاء پر متمکن ہو کر فتویٰ نویسی کی خدمات بھی انجام دیتے رہے۔ پھر اعلیٰ حضرت ہی کے حکم سے مدرسہ حنفیہ آرا ضلع شاہ آباد شریف لے گئے۔ پھر وہاں سے اس زمانے میں صدر مدرس کی جگہ بہرام میں رہے۔ ۱۹۳۸ء میں مسٹر سید نور الہدیٰ مرحوم کے مشہور و معروف قائم کردہ مدرسہ شمس الہدیٰ جو حکومت بہار کے انتظام و انصرام میں دیدیا گیا تھا، آپ پر نپیل کے عہدے پر سرفراز ہوئے، جہاں آپ نے مسلسل تیس سال علمی خدمات انجام دیکر سبکدوش ہو گئے۔ اس زمانے میں یہ مدرسہ شمس الہدیٰ کا شہرہ نہ صرف شہر عظیم آباد ہی تک محدود تھا، بلکہ ہندوستان کے ہر کونے میں اسکا چرچہ عام تھا۔ ۱۳۷۱ھ میں جامعہ لطیفیہ کٹیہار بحر العلوم میں قیام پذیر ہوئے، مگر جہاں بھی آپ رہے،

کرتے تھے۔ بایں وجہ ملک العلماء کا اشتیاق اور بڑھ گیا۔ جب کہ بار بار اعلیٰ حضرت کے علوم و مراتب منازل و مدارج کا ذکر سن چکے تھے، بالآخر ۱۳۲۱ھ میں بریلی شریف محلہ سوداگران (رضانگر) اعلیٰ حضرت سیدنا امام احمد رضا فاضل بریلوی کی خدمت میں حاضر آئے، اس زمانے میں اعلیٰ حضرت کے علم و قلم کا شہرہ ہندوپاک تا عرب شباب پر تھا۔ ملک العلماء کی ذکاوت و ذہانت پہلی ہی ملاقات میں جھوم اٹھی۔ حتیٰ کہ علم و عمل اور حصول علوم مختلفہ کا آخری مرکز ذات عالی صفات کو ہی بنا کر اپنی عقیدت و ارادت کی نگاہیں اسی مجدد اعظم پر مرکوز فرمائی، اعلیٰ حضرت نے بھی ملک العلماء کی جبین عقیدت پر کواکب علوم کی چمک دیکھ کر عرضی کو قبول فرماتے ہوئے اپنے تلامذہ انحصار الخاص میں داخل فرمایا۔

مگر اب تک وہاں باقاعدہ کسی ادارہ کا قیام عمل میں نہیں آیا تھا، استاذ زمن حضرت علامہ حسن رضا بریلوی، خلف اکبر حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی اور حضرت ملک العلماء و دیگر احباب اہلسنت کی سعی پیہم پر اعلیٰ حضرت نے مدرسہ منظر اسلام باسم تاریخی ۱۳۲۲ھ قائم فرمایا۔ پھر ذیشان اساتذہ کرام کی علمی روشنی سے منظر اسلام روشن و تابناک اسطرح ہوا کہ دور دراز سے کثیر تعداد میں طالبان و تشنگان علوم کی آنا فانا بھیڑ ہو گئی۔ جہاں حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا، تاجدار اہلسنت حضرت مولانا مصطفیٰ رضا مفتی اعظم، عید الاسلام حضرت مولانا عبد السلام جیلپوری، محدث اعظم ہند مولانا سید محمد کچھوچھوی، سلطان الواعظین مولانا عبد الاحد صاحب پبلی بھیت، ابوالحمود مولانا احمد اشرف صاحب کچھوچھوی، استاذ زمن مولانا حسن رضا خاں بریلوی، خطیب الہند مولانا رحیم بخش آروی، ابوالفیض صوفی قلندر علی صاحب سہروردی سیال کوٹی، حضرت مولانا مفتی اعجاز ولی خان صاحب بریلوی، حضرت مولانا حسنین رضا خان

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رضی اللہ عنہ کی حیات اور علمی خدمات

اگر پانی کم ہو جائے، تو اور پانی ڈال دے۔ ہفتہ کے دن سے یہ عمل شروع کرے اور مرد و عورت، ہم بستر ہو، تو انشاء اللہ ایک ہی دو ہفتہ کے اندر آثار نمایاں ہو جائیں گے۔ تعویذ کے کلمات یہ ہیں۔۔۔
اللہم انی اسئلك بابنى اشهدک انت اللہ الذی لا الہ الا انت الاحدا الصمد الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفووا احد الہی بحرمۃ محمد وعلی وفاطمہ والحسن والحسین ان ترزقنا ولدا صالحا طویل العمر وصلی اللہ علی سیدنا محمد والہ وصحبہ اجمعین۔

برائے استقرار حمل یہ مجرب عمل بھی تحریر فرمایا۔

یعنی مندرجہ ذیل اسم مبارک لکھ کر عورت کی گردن میں

لٹکائے۔ جب اپنے شوہر کے پاس جائے، حاملہ ہوگی۔ اسی طرح اگر درخت بے پھل پر لٹکائے، تو حکم خدا سے پھل دار ہو جائے۔

اسم یہ ہے: **مہنا منہ خج**

افزونی شیر۔ عورت کے دودھ بڑھانے کا آسان نسخہ یہ ہے کہ:۔ سورۃ حجرات زعفران سے لکھے اور دھو کر عورت بچہ کی ماں کو پلا دیا کرے۔

حفاظت حمل۔ یعنی حفاظت حمل از اسقاط۔ یہ عمل مجرب ہے، جس حاملہ کو اسقاط کا خوف ہے، تو یہ آیت کریمہ لکھ کر حمل پر باندھے

رکھے محفوظ رہیگا۔ وہ آیت یہ ہے۔ ان اللہ یمسک السموت والارض ان تزولا ولنن زالتا ان امسکھما من احد من بعدہ انه کان حلیماً غفورا

درد زہ میں آسانی۔ جس عورت کو بچہ کی پیدائش کے وقت تکلیف ہو،

یا خشنیود۔ جلی قلم سے لکھ کر بائیں ران میں باندھ دے۔ بچہ آسانی تولد ہو جائیگا۔

عسرت ولادت۔ دوسرا عمل درد زہ کا یہ ہے۔ اس نقش مثلث کو لکھ کر عورت کے ران میں باندھ دے۔ آسانی ہو جائیگی۔

رضویات پر ہر جگہ نمایاں کارہائے مالائقہ انجام دیتے رہے۔ سرزمین شہر عظیم آباد (پٹنہ) میں بڑے بڑے جلسوں کا انعقاد کرتے رہے۔

سلک اعلیٰ حضرت کی ترویج و اشاعت حضرت ملک العلماء کی زندگی کا نصب العین رہا۔ آپ نے اپنی ہر تصنیف میں ہر وعظ میں اعلیٰ حضرت کے علم و ہنر اور حقانیت کا ذکر کیا۔ ہر موڑ پر آپ کو کامیابی اسی نام سے ملی، ہر میدان میں اعلیٰ حضرت کے عطا کردہ علوم اور ان کی تصانیف نے فتح و ظفر اور نصرت بخشی، جہاں آپ نے چند علوم پر کتابیں لکھی ہیں، انہیں اعمال و وظائف پر بھی چند کتابیں تحریر فرمائی۔ انہیں میں سے تحفہ اعمال کے اقتباسات سے چند سو مندھے ملاحظہ فرمائیں۔

اقتباسات از شفاء الامراض (از ملک العلماء)

(۱) فرزند زینہ کیلئے

طلب فرزند زینہ کیلئے

بسم اللہ الرحمن الرحیم کھبعض جمعسق یا حی یا قیوم الہی بحرمۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم و امیر المومنین علی وفاطمۃ الزہراء والحسن والحسین نسئلك ان ترزقنا ولدا صالحا طویل العمر وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد والہ وسلم پڑھ کر پانی پر دم کر لے اور میاں بیوی پے انشاء اللہ تعالیٰ فرزند زینہ عطا ہوگا۔

(۲) جو کوئی بسم اللہ الرحمن الرحیم الم اللہ لا الہ الا هو الہی القیوم الہی بحرمۃ اسمک الاعظم

نسئلك ان ترزقنا ابنا صالحا طویل العمر نماز کے بعد پڑھ لیا کرے، تو اللہ فرزند زینہ عطا کرے گا۔

(۳) اگر کسی کو بچہ نہ ہوتا ہو، تو ایک کورے برتن میں پانی بھر کر، یہ تعویذ اس میں ڈال دے اور یہ پانی صرف میاں بیوی ہی پیئے۔

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی دہلی کی حیات اور علمی خدمات

۴	۹	۲
۳	۵	۷
۸	۱	۶

آپ کے فتاویٰ کا ضخیم مجموعہ بنام نافع البشر فی فتاویٰ ظفر المعروف فتاویٰ ملک العلماء ہے۔ جس پر آپ کے استاذ کارنگ نمایاں ہے۔ صرف ایک سوال و جواب ملاحظہ کریں۔
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جمعہ کے دن خطبہ کے وقت جو اذان دی جاتی ہے، وہ کہاں ہونی چاہئے اور زمانہ رسول اللہ ﷺ میں وہ اذان کہاں ہوتی تھی، اندر مسجد کے یا باہر؟ بیواؤ تو جروا۔ السائل سید محمد عمر غفرلہ از شہر پہلی، بھیت محلہ احمد زئی۔
 الجواب :-۔ اذان ثانی جمعہ کے دن خطبہ کے لئے خطیب کے ممبر پر چڑھنے کے وقت مواجہ خطبہ میں، اذان، عثمان، کا طر، جمعہ ۱۰، مسجد، ۱۹

(۳) تعلیق المجد حاشیہ مؤطا امام محمد

(۴) میں ہے: "وعند الطبرانی

(۵) کان یوذن بلال علی باب المسجد علی عهد

رسول اللہ ﷺ و ابی بکر و عمر ."

(۶) کشف الغمہ میں ہے:- "وکان الاذان الاول علی عهد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و ابی بکر و عمر رضی

اللہ تعالیٰ عنہما اذا جلس الخطیب علی المنبر علی

باب المسجد . "مسجد میں اذان کہنا حسب تصریح فقہائے

کرام مطلقاً ممنوع و مکروہ ہے۔

(۷) فتح القدر: "الاقامة فی المسجد ولا بد واما الاذان

فعلی المشدنة فان لم تکن ففی فناء المسجد وقالو

یوذن فی المسجد" (فتح القدر، باب الاذان: ۲۱۵/۱)

المسجد:- اذان مشدنة پر ہو یا بیرون مسجد ہی جائے۔ اور مسجد میں

اذان نہ دی جائے۔ (۱۷) شرح مختصر وقایہ علامہ برجندی میں ہے:

"وفیه اشعار بانہ لا یوذن فی المسجد"۔ (۱۸) طحاوی

حاشیہ مراقی الفلاح میں ہے: "یکرہ ان یوذن فی المسجد

کما فی القہستانی" (۱۹) (حاشیہ الطحاوی علی

مراقی الفلاح ص ۱۰۷) (۲۰) انظم (۲۱) شرح طحاوی

رسول اللہ ﷺ اذا جلس علی المنبر یوم الجمعة علی

باب المسجد و ابی بکر و عمر " یعنی دوسری سند سے حضرت

سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ سرور

دو عالم ﷺ و صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے

مواجہہ میں جب جمعہ کے دن منبر پر تشریف فرما ہوتے، دروازہ

مسجد پر اذان دی جاتی تھی۔ رواہ ابوداؤد

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی دہلی کی حیات اور علمی خدمات

پھر (۲۲) شرح قدوری محمود زاہدی میں ہے: ولا یوذن الا فی فناء المسجد او علی منڈنہ.

ان تمام تصریحات جلیلہ میں عموم و اطلاق صاف بتا رہا ہے کہ مطلقاً اذان چاہے جمعہ کی ہو یا پنجگانہ، مسجد میں مطلقاً مکروہ ہے۔ ومن ادعیٰ التخصیص فعلیہ ان یاتی بالتخصیص ہذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب.

کتبہ عبدہ العاصی ظفر الدین البھاری عفی عنہ بمحمد المصطفیٰ النبی الامی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ملک العلماء کے انداز جواب ہو بہو مجدد اعظم فاضل بریلوی کے فتاویٰ رضویہ کی عکاسی معلوم ہوتی ہے۔ جن میں امام اعظم ابو حنیفہ کی نقاہت سیدنا امام رازی کی سیانت اور محقق علی الاطلاق حضرت مولانا عبدالحق محدث دہلوی کا رنگ تحقیق اور حضرت مولانا شاہ فضل رحمن کی علمی جلالت، امام اہلسنت مجدد اعظم دین و ملت امام احمد رضا فاضل بریلوی کی شان حقانیت کے جلوئے نظر آ رہے ہیں اور ان کے قلم کا ہر نقطہ اور ہر نقشہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے پیہم احسانات کا مداح نظر آتا ہے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت کے احسانات کہاں نہیں ہیں۔ کس بزم میں اور کس خانقاہ میں اور کس عرس و اعراس میں اعلیٰ حضرت نہیں ہیں قیام، میلاد، محفل ذکر، چادر پوشی، گلپوشی، ایصال ثواب، فاتحہ نیاز، پیر و مرید، مشائخ و سادات، منازل شرف و عزت کی کس بزم میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے احسانات نہیں ہیں۔

عالم ماسکان و مایکون رحمة اللعلمین کا ثبوت علم غیب یا اللہ والوں کی شان رفعت صحابہ کبار، اہلبیت اطہار کے تقدس و عظمت کی دلیلیں اور حجت و اتمام حجت اور ہر طرح کے مسائل دینیہ میں عقدہ لانیخ کا حل صفحات قرطاس پر احسان آپ کے نہیں ہیں، تو کس کے ہیں۔ حقیقت میں ہر شعبہ میں آپ کے احسانات ہیں اور

ہر کسی مسلمان کو آپ کے مسلک کی ضرورت ہے۔ کوئی دشمن ہی آپ کے مسلک سے گریز کر سکتا ہے، ورنہ اعلیٰ حضرت کی ضرورت کل بھی تھی آج بھی ہے اور کل بھی رہے گی۔ مگر تعجب ہے، کہ غیر تو غیر ہیں، کچھ تیسری پشت کے متعصبین اپنے میں پیدا ہو گئے ہیں، جنہیں اپنے اسلاف کا فیصلہ منظور نہیں ہے بریلی ہمارا مرکز ہے۔ مسلک اعلیٰ حضرت حق ہے۔ اصل میں مسلک اعلیٰ حضرت مسلک امام اعظم ابو حنیفہ ہے۔ پسند نہیں آتا، جبکہ کلمہ پڑھنے والے مختلف فرقوں میں اگر سنی کی علامت کوئی ہے، تو وہ مسلک اعلیٰ حضرت ہے یا بریلی ہے۔ خدا کا شکر ہے دنیا کے کونے کونے میں مسلک اعلیٰ حضرت کا نعرہ لگ رہا ہے اور لگتا رہے گا۔ شیخ المشائخ سیدنا شاہ علی حسین اشرفی جیلانی قدس سرہ نے اپنے مریدین کو نصیحت فرمائی، میرا مسلک شریعت و طریقت میں وہی ہے، جو حضور پر نور اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا بریلوی کا (مسلک) ہے۔ پاسبان ملت حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ہم ملک کے کسی گوشے میں چلے جائیں، تو ہمارا تعارف الہ آباد سے نہیں ہوتا ہے، بلکہ بریلی سے ہوتا ہے۔ آگے فرماتے ہیں 'مسلمان مجدد دین و ملت اعلیٰ حضرت سیدنا امام احمد رضا رضی اللہ عنہ کو مرکزی شخصیت اور بریلی کو اپنا مرکز تصور کرتا ہے۔ سنیوں کی جتنی بھی درسگاہیں ہیں، ان کی آخری کڑی بریلی اور مسلک اعلیٰ حضرت ہے۔' حضرت علامہ نظامی کی طرح لاکھوں مشاہیر علماء نے یہی مزاج دیا اور یہی کہا۔ سجادہ آستانہ عالیہ مارہرہ مظہرہ سید العلماء حضرت سید آل مصطفیٰ قدس سرہ فرماتے ہیں:

حفظ ناموس رسالت کا جو ذمہ دار ہے

یا الہی مسلک احمد رضا خاں زندہ باد.

اب وہ لوگ اپنا منہ کالا کریں، جو مسلک اعلیٰ حضرت کے نعروں

سے چڑھتے ہیں۔ مسلک اعلیٰ حضرت زندہ آباد پر اعتراض کرنے والے

سابقین و موجودین کی تحقیق ہے۔ اس وقت میرے پیش نظر چار اثرات ہیں۔ انہیں کی مدد سے علمائے کرام کی تحقیق کو پیش کر سکتا ہوں۔

(۱) رسالہ مبارکہ از کسی الاہلال با ابطال ما احداث الناس فی امر الہلال مصنفہ اعلیٰ حضرت اہلسنت مجدد مائتہ حاضرہ مؤید ملت طاہرہ مسیحی و سندی شیخی و مرشدی مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز

(۲) رسالہ جامع الاقوال فی رویت الہلال مرتبہ سید شاہ محمد حسین صاحب ارزاں شاہی برادر جناب سید شاہ خالد حسین صاحب سجادہ نشین درگاہ شاہ ارزاں پٹنہ

(۳) رسالہ نادر تحفہ جامعہ حبیبیہ

(۴) جوابات استفتا عریزی و تلمیذ مولوی سید شاہ فرید الحق علیہ السلام

و لیسجد سجادہ عماد یہ پٹنہ، اسکے بعد آپ نے محقق رویت ہلال کا مسئلہ با تفصیل بیان فرمایا۔ فتاویٰ ملک العلماء میں ملاحظہ کریں، مجھان باتوں کو پیش کرنا ہے کہ آپ نے جو کچھ پایا، وہ اعلیٰ حضرت سے پایا، اس لئے آپ کی تحقیق کے سامنے پھر کسی تحقیق کی ترجیحی حیثیت آپ قبول نہیں کرتے اور اعلیٰ حضرت کی روش اور انداز بیان میں جو خوبی ہے، وہ آپ کے انداز تحریر سے عیاں ہے۔ یہ سچی محبت کی دلیل اور تحدیث نعمت ہے، جو آپ نے اعلیٰ حضرت کو پیارے پیارے القابات سے متواتر یاد فرما کر قلب کیلئے راحت و سکون کا سامان فراہم کیا ہے۔

حضرت ملک العلماء اپنے ہم عصر مشاہیر کی طرح بار بار کتابوں میں مختلف نوع کے القابات کے ساتھ فاضل بریلوی لکھا، جو یہ امام اہلسنت مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی طرح آپ کا ایک علم ہو کر مقبول ہر خواص و عام ہو گیا ہے۔ مگر کچھ کوتاہ ہیں۔ فاضل بریلوی کی فضیلت بفضلہ تعالیٰ آپ کو حاصل ہے، اس کو

اپنی حیثیت کا اندازہ ان بڑی حیثیت والے مشاہیر و اکابر علماء سے لگائیں، جو ہمیشہ مسلک اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا نعرہ لگاتے رہے، آدی کے منہ سے میں وہی بات اچھی لگتی ہے، جتنے کی صلاحیت ہو۔ حد سے بڑھ کر اپنے کو محقق بننے کا ارمان رکھنا کوتاہ نظری اور تنگدلی کی بات ہے۔

شہزادہ حضور سید العلماء حضرت مولانا سید شاہ آل رسول حسین مہاں صاحب نظمی سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ۔ مسلک اعلیٰ حضرت سے متعلق مضمون میں حضور احسن العلماء حضرت سید شاہ حسن میاں قدس سرہ کا قول نقل فرماتے ہیں کہ:

”میرا کوئی مرید مسلک اعلیٰ حضرت سے ادھر ادھر ہو جائے، تو وہ خود بخود میری بیعت سے نکل جائیگا۔“ یہ ایک اس حقانیت کی ترجمانی ہے، جو ہندوستان کے مشائخ و علمائے کرام نے مسلک اعلیٰ حضرت کو سواد اعظم اور بریلی کو مرکز کی تجاویز پاس کراتے ہوئے کہا تھا، کہ مسلک اعلیٰ حضرت ہی اس وقت ہمارا علامتی نشان ہے۔ بزبان حضور محدث اعظم ہند کچھو چھوی جنہوں نے فتوے کی تصدیق میں فرمایا، یہ اس عالم مطاع کا قول ہے، جس کی اتباع کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔

غرضیکہ مسلک اعلیٰ حضرت سے ہی اپنے اور پرانے ابھی پہچانے جا رہے ہیں۔ مجھے ابھی یہ بتانا ہے، کہ حضرت ملک العلماء کا مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج میں جو کردار رہا ہے، یہ ان کا خاص حصہ تھا۔ تقریباً ہر تصنیف میں کسی نہ کسی طرح اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کو دل کی گہرائیوں سے یاد کرتے ہوئے صفحہ قرطاس پر موتی بکھیرا ہے۔ حضرت ملک العلماء نے رویت ہلال کے سلسلے میں آج سے تقریباً ساٹھ سال پہلے ایک محقق کتاب تصنیف فرمائی، اسی کا ایک اہم حصہ فتاویٰ ملک العلماء میں ہے۔ جو فرمایا کہ تار، ٹیلیفون، ریڈیو، ٹرک کال وغیرہ وغیرہ برقی خبریں صرف خبر رسائی کیلئے ہیں، شرعاً ثبوت ہلال کی شہادت کیلئے معتبر نہیں، ہندوستان بھر کے مشاہیر علمائے

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدظلہ کی حیات اور علمی خدمات

میں ان حضرات کا تہہ دل سے شکر یہ ادا کرتا ہوں۔ جنہوں نے میری آواز پر لبیک کہہ کر اس کام کو اپنا کام جانا اور ہماری ہمت افزائی فرمائی۔ اگر ان حضرات نے ایسا ہی حوصلہ بلند رکھا، تو انشاء اللہ آئندہ اور بھی بڑے سے بڑے کام کو آسان سے آسان تر بنایا جاسکتا ہے۔ خصوصاً میں شکر یہ ادا کرتا ہوں مقالہ نگاروں کا، جنہوں نے وقت نکال کر مضامین لکھے اور ہمیں ارسال کیے۔ خدا ان تمام حضرات کو دو جہاں میں سرخروئی عطا فرمائے۔ ناسپاسی ہوگی، اگر اپنے دارالعلوم فیضان مفتی اعظم کے اساتذہ و طلبا کا شکر یہ نہ ادا کروں، خصوصاً صاحبزادہ مولانا سید ہاشمی میاں، مولانا محمد احمد رضوی، قاری نظام الدین رضوی، اساتذہ دارالعلوم فیضان مفتی اعظم وغیرہ، جنہوں نے شب و روز محنت کر کے اس کام کو آسان بنایا۔ میری خاص دعا اور شکر یہ کے مستحق جہان ملک العلماء کے فاضل مرتب امیر القلم ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی ہیں، انہوں نے ہی میرے ذہنی خاکہ کو عملی جامہ پہنایا۔ ان کے علم کا مکمل اعتراف کرتا ہوں۔

محدث سے بدل کر سنجیدگی سے مٹا دینا چاہتے ہیں اور بعض فاضل جہالت کا ثبوت دے کر اس لقب سے اجتناب کا اعلان کرتے ہیں۔ ایسوں کو اسلاف کے قلم سے لیکر آج تک کروڑوں صاحبان قلم کی تحریر نظر نہیں آتی۔ خود فتاویٰ رضویہ میں ساکنین میں بڑے بڑے علماء نے تحریر کیا۔ جسے اعلیٰ حضرت نے دیکھا اور چھپا اور عہد اعلیٰ حضرت کے بیشتر محققین و مدبرین اور معتقدین نے فاضل بریلوی لکھا۔ مگر کوتاہ بینی کا کیا علاج ان کے مٹانے سے یہ مقبول لقب قائم مقام اسم نہ مٹا ہے، نہ مٹے گا۔

یہ بندہ خاکسار فقیر سید سراج اظہر غفرلہ حضور ملک العلماء کی ذات بابرکات سے متعلق تقریباً تیس سال سے کام کرتا آرہا ہے۔ حضور ملک العلماء کی کتابوں کی اشاعت ملک العلماء لائبریری کا قیام۔ تاریخ وصال میں انعقاد عرس وغیرہ شامل ہیں۔ دارالعلوم فیضان مفتی اعظم اور رضوی نوری دارالافتاء کا قیام اور ان میں رضویات پر کام۔

فقیر سید سراج اظہر قادری نوری غفرلہ
بانی و سربراہ اعلیٰ دارالعلوم فیضان مفتی اعظم، پھول گلی، ممبئی
مورخہ ۲۱ صفر الحظرف ۱۴۳۰ھ

والتسلیمن سیدنا امام احمد رضا فاضل بریلوی اور تاجدار اہلسنت، خورشید
چرخ فقہت، شہزادہ اعلیٰ حضرت، مجدد ابن مجدد اعظم مرشدنا حضور مفتی
اعظم علیہا الرحمۃ والرضوان اس مقصد میں بیحد کامیابی ملتی جا رہی ہے۔

تقدیم

از قلم: امیر القلم ماہر رضویات ڈاکٹر غلام جابر شمس پور نوی مصباحی

بے نشاںوں کا نشان مٹتا نہیں
مٹتے مٹتے نام ہو ہی جائے گا
اے رضا ہر کام کا ایک وقت ہے
دل کو بھی آرام ہو ہی جائے گا

حضرت ملک العلماء کی سیرت، شخصیت، علوم، تصانیف، خدمات کا مطالعہ یہ واضح اعلان کرتا ہے کہ وہ اپنے وقت کے عالم ہی نہیں، اعلم العلماء تھے، فقیہ ہی نہیں، فقہہ الفقہاء تھے، محدث ہی نہیں، محدث اعظم تھے۔ وہ مرجع العلماء بھی تھے، محققین کے مقتدا بھی، دریاے شریعت کے غواص بھی تھے، بحر طریقت کے تیراک کے بھی، وہ ایک پرسوز داعی و داعی بھی تھے۔ پر جوش ترجمان سنیت و رضویت بھی، وہ عالم ربانی بھی تھے۔ مرشد طریقت بھی، وہ ایک عابد شب زندہ دار بھی تھے۔ شخصیت، علمیت ہی کچھ ایسی پائی تھی کہ ان کے معاصرین ان کو امام العصر، امام العلماء و العرفاء کے القاب سے یاد کرتے تھے۔ ان کی ذات و وجہات ہشت پہل ہیرا معلوم ہوتی ہے۔ مگر یہ ہیرا عرصہ کوئی پچاس برس تک وقت کی گرد غبار میں چھپا رہا۔ وہ جو امام احمد رضا نے کہا تھا:

ع اے رضا ہر کام کا ایک وقت ہے

چنانچہ وہ ”اک وقت“ اب آن پہنچا ہے۔ اس امام العصر پر کام کیا جائے، ان کی خدمات اجاگر ہوں۔ یوں تو اس بات کا احساس بہتوں کو تھا۔ مگر قمریہ فال پیر طریقت حضرت مولانا سید سراج اظہر رضوی کے نام نکلا۔ پھر وہ ایک تازہ دم سپہ سالار کے مانند کمر کس کر میدان میں آگئے اور یہ علمی معرکہ سر کر لیا۔ یہ ”جہان ملک العلماء“ انہی کی بے لاگ کوششوں سے اہل نظر کے لئے سرمہ چشم بن سکا۔ اس زریں کار نامہ پر وہ پوری سنی برادری کی طرف سے مبارکباد کے مستحق ہیں۔ یہ ”جہان ملک العلماء“ کیسے مرتب ہوا۔ اس کا پس منظر و پیش منظر کیا ہے۔ اس کا ذکر پھر بعد میں آئے گا۔ قارئین کا یارائے ضبط ٹوٹ نہ جائے، اس لئے کتاب کا تعارف پہلے۔

”جہان ملک العلماء“ اکیس ابواب پر مشتمل ہے۔ ابتداء میں حمد و نعت کے بعد چند منقبتیں ہیں۔ جو شعراء کرام نے امام العصر کے دربار عالیہ علمیہ میں پیش کی ہیں۔ حضرت سراج ملت کے اظہار احوال واقعی کے بعد احقر غلام جابر شمس مصباحی کی یہ سطرین بعنوان ”تقدیم“ پیش خدمت ہیں۔ پھر ابواب کی ابتداء ہوتی ہے، قارئین کی سہولت یا تقریب فہم کے لئے ہر باب کا مجموعی تعارف درج کیا جاتا ہے۔

پہلا باب ————— پیغامات و تاثرات

یہ باب پیغامات و تاثرات پر مشتمل ہے۔ اس میں کوئی بیس بائیس تحریریں شامل ہیں۔ ان میں بعض تحریریں انتہائی اہم اور وقیع ہیں جو بلاشبہ پڑھنے سے تعلق رکھتی ہیں۔ کیونکہ ان بعض چھوٹی تحریروں پر قد میں چھوٹا قدر میں بڑا کا محاورہ صادق آتا ہے۔ بعض پیغامات و تاثرات محض پیغامات و تاثرات ہیں۔ مگر ایسی تحریروں کو بہر حال جگہ دینی تھی، جو دے دی گئی۔ کیونکہ مغز کے ساتھ پوست کا ہونا بھی ضروری ہے۔ غور کریں، تو پوست کی بھی اہمیت ہے۔ پوست نہ ہو، تو مغز کی حفاظت نہ ہو، بھوسے نہ ہوں، تو دانے ضائع، کاٹیں نہ ہوں، تو گلاب پامال ہو جائے۔

دوسرا باب ————— ملک العلماء کے مورث اعلیٰ

یہ باب ملک العلماء کے مورث اعلیٰ سے موسوم ہے۔ اس میں صرف دو مضامین ہیں۔ پہلا مضمون مشہور قلم کار علامہ ضیاء جالوی کا ہے۔ یہ مضمون کسی رسالہ میں بہت پہلے چھپا تھا۔ وہیں سے لے کر یہاں شامل کیا گیا ہے۔ دوسرا مضمون مولانا طارق انور مصباحی نوادہ کا ہے۔ یہ مضمون حوالوں سے کسا ہوا ہے۔ جو اس کے تحقیقی ہونے کا ثبوت ہے۔ بہر حال دونوں مضامین سے ملک العلماء کے مورث اعلیٰ حضرت سید ابراہیم ملک بیارحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شفاف سیرت، بے مثل شجاعت اور عوام و خواص میں ان کی چاہت و مقبولیت پر خاص روشنی پڑتی ہے۔ یہی بزرگ عالی مرتبت حضرت ملک العلماء کے جد اعلیٰ ہیں۔ جن کا نسب ساتویں پشت میں حضرت غوث پاک شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ سے مل جاتا ہے۔ جن حضرات کو ملک بیا کا نسب نامہ دیکھنا ہو، وہ حضرت ملک العلماء کی مرتبہ قلمی کتاب 'خیر السلوک فی نسب الملوک' دیکھیں۔ حضرت ملک العلماء نے انساب و شجرات پر بھی کئی کتابیں لکھی ہیں۔ جو ابھی چھپی نہیں ہیں۔

تیسرا باب ————— حیات و حالات

یہ باب حیات و حالات کے عنوان سے معنون ہے۔ اس باب میں بظاہر پانچ مضامین ہیں۔ پہلی تحریر پروفیسر طارق مختار کی ہے۔ جو حضرت ملک العلماء کا آئینہ ایام کے نام سے ہے۔ پروفیسر طارق مختار صاحب حضرت ملک العلماء کے پوتے ہیں۔ پروفیسر مختار الدین احمد کے بیٹے ہیں۔ شعبہ عربی مسلم یونیورسٹی علیگزہ میں پڑھاتے ہیں۔ نہایت پاک طینت بلند اطوار آدمی ہیں۔ دوسری تحریر ملک العلماء کی مختصر سوانح ہے۔ تاریخی اعتبار سے یہ تحریر سب سے قدیم ہے، جو حضرت ملک العلماء پر پہلے پہل لکھی گئی ہے۔ جس کا زمانہ ۱۳۳۳ھ/۱۳۳۲ھ ہے۔ لکھنے والے حضرت الحاج مولانا لعل محمد مدراسی ٹم کلکتوی ہیں۔ مولانا مدراسی اعلیٰ حضرت کے خلیفہ ہیں۔ ملک العلماء کے محب و معاصر ہیں۔ تاریخ تحریر اور محرر ہر دو اعتبار سے یہ تحریر نہایت اہم ہے۔ جو قریب سو سال کے بعد پہلی بار یہاں زینت

کتاب ہے۔

تیسری تحریر 'حیات ظفر' ہے۔ مؤلف مفتی سید عزیز حسین رضوی ظفری بھاکپوری ہیں۔ یہ حضرت ملک العلماء کے شاگرد ہیں۔ دست گرفتہ ہیں۔ یہ کتاب انہوں نے ۱۳۴۷ھ میں لکھی۔ یہ کتاب ملک العلماء کی قریب آدھی زندگی آدھی خدمات کا احاطہ کرتی ہے۔ الحاج مولانا نعل محمد راسی نے جب ملک العلماء کا کوائف نامہ جمع کیا تو اس وقت ملک العلماء کی عمر تیس برس تھی اور جب مفتی سید عزیز حسین نے احوال حیات و خدمات مرتب کئے تو ملک العلماء ۴۴ برس کے ہو چکے تھے۔ وصال ۱۳۸۲ھ کو ہوا، تو معلوم ہوا حیات ظفر اسی عمر کے احوال پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب بھی جب سے غیر مطبوعہ ہی تھی۔ جواب 'جہان ملک العلماء' میں شامل ہے اور اسی دوران علیگزہ سے چھپ بھی گئی ہے۔

چوتھی تحریر 'حیات ملک العلماء' ہے۔ اس کے مؤلف پروفیسر مختار الدین احمد ہیں۔ ۱۹۹۲ء میں لکھی گئی ہے۔ حضرت ملک العلماء کا وصال ۱۹۶۲ء میں ہوا۔ ظاہر ہے، پروفیسر موصوف نے اپنے والد گرامی کی وفات کے تیس برس کے بعد یہ کتاب لکھی ہے۔ یہ تحریر پچھلا حیدرآباد سندھ سے چھپی ہے۔ جو صحیح البہاری کے شروع میں بطور مقدمہ شامل ہے۔ پھر لاہور اور ممبئی سے چھپ کر مقبول عام ہوئی ہے۔ اس تحریر کی خصوصیت یہ ہے، کہ یہ کتاب حضرت ملک العلماء کی پوری زندگی، تمام زریں کارناموں کا احاطہ کرتی ہے۔ کتاب مختصر ہے۔ مگر نہایت جامع ہے۔ کوئی گوشہ تشہ نہیں رہتا۔ البتہ اس کتاب کو متن کے درجہ میں رکھ کر مکمل ضخیم شرح لکھا جانا بھی باقی ہے۔ جیسا کہ پروفیسر موصوف نے خود اس کا اعتراف کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ کسی ضخیم سوانح کا مختصر دیباچہ ہے۔ خدا جلد ان کے اس ارادہ کو پورا فرمائے۔ بہر حال اس تحریر کی یہ چوتھی یا پانچویں اشاعت ہے، جو ضروری تھی۔

'تعزیت نامے' اس باب کی آخری تحریر ہے۔ جس کے مرتب پروفیسر مختار الدین احمد ہیں۔ ان کے والد ماجد امام العصر کے وصال کے بعد جن غم خواروں نے ان سے اظہار تعزیت کیا ہے، ان میں سنی، غیر سنی، ادبی حلقوں کے لوگ بھی ہیں۔ ان تعزیت ناموں سے امام العصر ملک العلماء کی شہرت، مقبولیت، ہر دلعزیزی صاف ظاہر ہے۔ اپنوں کا ان کے وصال پر سوگوار ہو جانا ایک فطری امر تھا، لیکن غیروں کا غم خواری کرنا ان کی صداقت و حقانیت کی دلیل ہے۔ ان کے علم و فضل کی شہادت دینا بفضل ماشہدت بہ الاعضاء کے تحت ہے۔ یہ تعزیت نامے پروفیسر مختار الدین صاحب کے ذخیرہ میں ایک طویل عرصہ سے محفوظ تھے۔ یہ پہلا موقع ہے کہ یہ تعزیت نامے یہاں شائع ہو رہے ہیں۔

چوتھا باب ————— سیرت، شخصیت، مثالی کردار

یہ باب بارہ مضامین پر مشتمل ہے۔ لکھنے والوں میں اکثر کا تعلق مشاہیر وقت سے ہے۔ علامہ عبدالکیم شرف قادری علیہ الرحمہ،

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدظلہ کی حیات اور علمی خدمات

پروفیسر محمد مسعود احمد علیہ الرحمہ، پروفیسر سید شاہ محمد طلحہ برق رضوی، مولانا سید ظہیر احمد زیدی، ڈاکٹر حسن رضا ان حضرات کی شخصیتیں ڈھکی چھپی نہیں ہیں۔ علامہ شرف قادری کی تحریر قدرے مفصل ہے۔ پروفیسر محمد مسعود احمد کی تحریر متوسط ہے۔ پروفیسر سید محمد طلحہ صاحب کی تحریر تاثراتی، مشاہداتی اور یادگاری ہے۔ اسی طرح مولانا سید ظہیر احمد زیدی کی تحریر مشاہدات و تاثرات پر مبنی ہے اور معلومات افزا بھی۔ ڈاکٹر حسن رضا کی تحریر درمیانی ہے، مگر پرانی ہے۔ ڈاکٹر حسین امام حضرت ملک العلماء کے نواسے ہیں، ظاہر ہے، ان کی تحریر مشاہداتی اور معلوماتی ہے۔ اگلی کی تحریر روزنامہ 'صدائے عام' پٹنہ سے ماخوذ ہے۔ مولانا عبدالسمین نعمانی نے ملک العلماء کا دینی تہلب دکھایا ہے۔ مفتی نور الحق جیبی نے حضرت ملک العلماء کو ایک پرسوز واعظ ثابت کیا، خاکسار غلام جابر شمس پورنوی نے اپنے ایک مضمون میں حضرت ملک العلماء کی اولیات گنائی ہیں۔ دوسرے مضمون میں حضرت ملک العلماء کی پرشور مصروف زندگی پر روشنی ڈالی ہے۔ ان تمام تحریروں میں ملک العلماء کی سیرت، شخصیت، مثالی کردار، کہیں کہیں علم و فن اور خدمات کو بھی زیر بحث لاکر گفتگو کی گئی ہے۔

پانچواں باب — فضائل و کمالات

یہ باب اپنے دامن میں چار مضامین سمیٹے ہوئے ہے۔ ڈاکٹر سراج احمد قادری نے ملک العلماء کی علمی وجاہت دکھائی ہے۔ مولانا توفیق احمد احسن برکاتی نے ملک العلماء کو عہد ساز شخصیت قرار دیا ہے۔ مولانا اسلم رضا قادری نے ملک العلماء کو ایک جہان علم و فن کی حیثیت سے متعارف کرایا ہے۔ مولانا محمد ذاکر حسین اشرفی نے ملک العلماء کا علمی تبحر و تعمق پر گفتگو کی ہے۔ ان حضرات نے حضرت ملک العلماء کے علم و فضل، عبور و کمال، علمی گہرائی، فنی گیرائی پر بحث کی ہے اور اس بات کی وکالت کی ہے، کہ حضرت ملک العلماء کمالات و فضائل کے سدرۃ المنتہیٰ پر فائز تھے اور حق یہ ہے، کہ اس وکالت میں یہ حضرات حق بجانب ہیں۔

چھٹا باب — ولایت و کرامت

اس باب میں چار مضامین ہیں۔ پہلا مضمون مولانا عبدالمتقدر خاں صاحب کا ہے۔ انہوں نے حضرت ملک العلماء کی ولایت و کرامت پر گفتگو کی ہے۔ دوسرا مفتی حسن رضا صاحب کا ہے۔ آپ نے حضرت ملک العلماء کو عبادت و ریاضت کے آئینہ میں دکھانے کی سعی کی ہے۔ تیسرا مضمون حضرت مفتی عابد حسین نوری کا ہے، انہوں نے حضور ملک العلماء کی طہارت قلب و نظر اور تقویٰ شعاری پر بحث کی ہے۔ نتیجہ میں حضرت ملک العلماء ایک متقی پرہیزگار پارسا، پاکیزہ، عابد زاہد کے پیکر محسوس میں معلوم ہوتے ہیں۔ مفتی عابد حسین نوری، جس رتبہ پر حضرت ملک العلماء کو دکھانا چاہتے ہیں، میرا وجدان کہتا ہے، حضرت ملک العلماء اس سے بلند تر مرتبہ پر متمکن تھے۔ مفتی عابد حسین کا یہ مضمون اس باب کا حاصل ہونے کا حقدار ہے۔ اس باب کے اخیر میں اس خاکسار غلام جابر شمس پورنوی کا بھی ایک مضمون

ہے، جس کا تعلق باب کرامات سے ہے۔ علمی تحقیقی فیلڈ میں ہر چند کہ کرامات و مشکوفاات کا وزن نہیں۔ مگر یہ جہان ملک العلماء ہے، جس میں موضوع لہ شخصیت کو ہر جہت سے دیکھنے پر کھنے کی گنجائش موجود ہے۔ لہذا ہر نوع کی تحریر و نگارش شریک اشاعت ہے۔

ساتواں باب — امام احمد رضا اور ملک العلماء

اس باب میں پانچ مضامین ہیں۔ سب سے پہلا مضمون محقق عصر سید صابر حسین شاہ بخاری برہان شریف، ضلع انک، پاکستان کا ہے۔ یہ مضمون تفصیلی بھی ہے، تحقیقی بھی۔ پھر نامور بزرگ قلم کار ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی کا مضمون ہے۔ ان کی تحریر بہر نوا اچھی اور عمدہ ہوتی ہے۔ ان دونوں کے علاوہ مفتی عبد الرحیم نثر فاروقی بریلی شریف۔ احقر غلام جاوید شمس مصباحی اور مولانا خالد ایوب شیرانی مبارکپور کے مضامین ہیں۔ امام احمد رضا سے ملک العلماء کا جو علمی و روحانی اٹوٹ رشتہ استوار تھا، اس رشتہ محبت کو مختلف زاویوں سے لکھنے والوں نے بتانے کی کوشش کی ہے۔ مگر ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی اور سید صابر حسین شاہ بخاری کی تحریروں کو حاصل باب کا درجہ دیا جاسکتا ہے۔

آٹھواں باب — ملک العلماء: ایک جامع کمالات شخصیت

اس باب میں پانچ مضامین ہیں۔ پہلا مضمون مفتی ارشاد احمد ساحل بہرائی کا ہے۔ یہ مضمون سب سے تفصیلی، سب سے تحقیقی، سب سے معلوماتی ہے۔ مفتی ارشاد احمد ساحل اپنے موضوع کے نبھانے میں بالکل کامیاب ہو کر گزرے ہیں، ان سے توقع بھی یہی تھی۔ پھر علی الترتیب مفتی عبدالقیوم ہزاروی، ڈاکٹر اعجاز انجم الطغی، ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم اور مفتی محمد فیض الرحمن اشرفی کا مضمون ہے۔ ہر تحریر اپنی جگہ کامیاب ہے۔ مگر مفتی ارشاد احمد کی تحریر حاصل باب ہے۔

نواں باب — تدریسی خدمات

یہ باب جو بہت اہم تھا، اس میں بہت اہم کامیابی نہیں مل سکی ہے۔ وجوہات جو بھی ہوں، اس لیے تشنگی کا احساس و اعتراف بہ حال ہے۔ مگر ایسا بھی نہیں کہ یہ باب بالکل روکھا پھینکا رہ گیا ہے۔ اس باب کے قلم کار ان چار یار نے اس تشنگی کو دور کرنے کی حتی الوسع کوشش کی ہے اور اس کوشش میں یہ حضرات نہایت کامیاب ہیں۔ ان محنت کش خوش نصیبوں کا نام مع عنوان یہ ہے: ڈاکٹر اعجاز انجم، ملک العلماء، استاذ منظر اسلام مولانا ساجد عالم مصباحی، ملک العلماء جامعہ بحر العلوم کٹیہار میں۔ مولانا شہاب الدین اشرفی، ملک العلماء کاغذ تدریس۔ مولانا ساجد رضا مصباحی، ملک العلماء کی پچھن سالہ تدریسی خدمات۔ اس لیے اس کی اہمیت مسلم ہے، یہ تحریریں تلاش و تحقیق نتیجہ ہیں۔ جس کی افادیت اپنی جگہ اہم اور اٹل ہے۔

جہان ملک العلماء

حضرت ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رحمہ اللہ کی علمی خدمات

دسواں باب — تعارف تصانیف

اس باب کو تعارف تصانیف کے لیے مختص کیا گیا ہے۔ اس میں ہم دو ہمارے دو کے فارمولہ پر عمل کیا گیا ہے۔ ایک تو مولانا شبیر عالم مصباحی کا مضمون ہے۔ ملک العلماء: جدید و قدیم کے ممتاز مصنف کے عنوان سے یہ مضمون نقلی عقلی علوم کے میدان میں حضرت ملک العلماء کی نگارشات اور سرگرمیوں کا جائزہ لیتا ہے۔ دوسری تحریر خاکسار غلام جابر شمس پور نومی کی ہے۔ یہ تحریر ملک العلماء کی تصانیف کا موضوعاتی جائزہ پیش کرتی ہے۔ اس تحریر میں تقریباً ستر کتابیں گنائی گئی ہیں اور تقریباً پچاس کتابوں کا اجمالی تعارف و جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

گیارہواں باب — فقہیات

اس باب میں چودہ مقالات ہیں۔ ہر مقالہ اپنی جگہ کامل اکمل اور کامیاب ہے۔ مگر مفتی ذوالفقار احمد رشیدی، مفتی ارشاد احمد ساحل، مفتی ابوالاخلاص کے مقالے اس باب کی جان ہیں۔ مفتی ذوالفقار احمد اور مفتی ارشاد احمد کے مقالے علمی و فنی اعتبار سے نہایت اہم ہیں۔ مگر مفتی ابوالاخلاص کا مقالہ تاریخی اعتبار سے چونکا دینے والا ہے۔ اول دونوں مقالوں سے جہاں حضرت ملک العلماء کا فہمیانہ مقام حد درجہ بلند معلوم ہوتا ہے۔ وہیں مفتی ابوالاخلاص کے مقالے سے اس بات کا انکشاف ہوتا ہے کہ حضرت ملک العلماء بریلی میں انتہائی کچی عمر میں کیسی پختہ فتویٰ نویسی کرتے تھے۔ دور طالب علمی کا یہ عالم تھا، تو مابعد کے عہد میں کیا عالم رہا ہوگا، اس کا اندازہ توجید فقہاء و مفتیان کرام ہی کر سکیں گے۔ خیر یہ بارہ مقالے اس بات کی اپیل کرتے ہیں کہ حضرت ملک العلماء اپنے وقت میں سب سے بڑے دقیقہ رس مفتی، نامور فقیہ ہندکتہ سنخ اسلامی دانشور تھے۔ کیت کے لحاظ سے ان کے فتاویٰ بھلے کم سہی لیکن کیفیت کے لحاظ سے نہایت اعلیٰ پائے کے تصور کیے جاتے ہیں، جس کا اعتراف ہر اہل بصیرت کو ہے۔

اس باب میں جہاں فتاویٰ ملک العلماء کا تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ پیش کیا گیا ہے، وہیں ان کے بعض فقہی رسائل کا بھی جائزہ لیا گیا ہے۔ اس جائزے میں مفتی آل مصطفیٰ مصباحی، مولانا محمد امتیاز رضا، مولانا ولی اللہ قادری کے جائزے معقولیت و معروضیت کے لحاظ سے اہمیت کے حامل ہیں۔

بارہواں باب — درسیات

یہ باب درسیات کے لئے خاص ہے۔ درسیات سے مراد تعلیم و تدریس نہیں، بلکہ درسی کتابوں کی تصنیف و تالیف ہے۔ یوں تو ملک العلماء نے کئی درسی نصابی کتابیں تصنیف کی ہیں۔ مثلاً فن حدیث میں 'صحیح البہاری'، فن صرف میں 'عافیہ'، فن نحو میں 'وافیہ'، فن منطق میں 'تقریب'، فن فلسفہ میں 'تہذیب' اسی طرح درسی کتابوں کی شروحات و تعلیقات وغیرہ ہیں مگر یہاں سردست جن کتابوں پر مقالے

موصول ہوئے، ان کو اس باب میں رکھا گیا ہے اور وہ صرف فن حدیث اور فن صرف پر ہی ہیں۔ فنی لحاظ سے اس باب کو الف اور ب میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ 'الف' میں فن حدیث زیر بحث ہے۔ 'ب' میں فن صرف موضوع گفتگو ہے۔

اول علم حدیث، اس موضوع پر پندرہ مقالے ہم دست ہوئے۔ ان میں حضرت شیخ الحدیث مفتی عبدالقیوم ہزاروی، علامہ کوثر امام قادری، مفتی محمد شمشاد حسین رضوی کی تحریریں فنی لحاظ سے سب سے زیادہ وسیع اور اہم ہیں۔ مفتی عبدالقیوم ہزاروی رضوی علیہ الرحمہ کی زندگی حدیث و فقہ پڑھانے میں گزری، انہوں نے صحیح البہاری کا جو فنی تجزیہ کیا ہے، وہ اپنی مثال آپ ہے۔ انہوں نے محض منہ دیکھا دیکھی بات نہیں کی ہے، بلکہ نقد و جرح کی روشنی میں بھی صحیح البہاری کو دیکھنے کی کوشش کی ہے۔ اس پہلو سے جہاں ان کا تنقیدی شعور پختہ معلوم ہوتا ہے، وہیں صحیح البہاری کا فن نقد کے معیار پر بھی پورا کھرا تر نامعلوم ہوتا ہے۔ اس مقالہ کا کمال یہ بھی لگتا ہے کہ حضرت ملک العلماء فن حدیث میں ماہر محدث ہی نہیں، بلکہ محدث الحدیث اور محدث اعظم کے مقام پر فائز ہیں۔ اس مقالہ نے جہاں ملک العلماء کی مہارت حدیث و روایت حدیث کو اجاگر کیا ہے، وہیں ان کی فقہی بصیرت کو بھی واضح کر دیا ہے۔ بہر حال بہر نوع یہ مقالہ مقالہ نگار کے تبحر علمی کا پتہ دیتا ہے۔

علامہ کوثر امام قادری، مفتی محمد شمشاد حسین رضوی کے مقالے فنی اور اصطلاحی نقطہ نظر سے تحقیقی بھی ہیں اور وسیع بھی، یہ مقالے محنت سے لکھے گئے ہیں اور موضوع کا حق بھانے اور موضوع کے ساتھ انصاف کرنے میں دونوں مقالوں نے بہترین کامیابی حاصل کی ہے۔ بقیہ تمام مضامین اچھے اور عمدہ ہیں، کوئی مضمون ایسا نہیں، جسے ناقابل اشاعت قرار دیا جائے۔ ان سارے مقالہ نگاروں کی سفارش یہ ہے، کہ زمانہ سے سراہی جانے والی اس کتاب 'صحیح البہاری' کو پہلی فرصت میں مدارس اسلامیہ کے نصاب میں داخل کیا جائے۔ عدم تکمیل، عدم دستیابی کا بہانہ نہ بنایا جائے۔ حالات کا جبری تقاضہ ہے، ممدوح اقران مشہور آفاق اس کتاب کی جدید ترتیب طباعت پھر تدریس کا انتظام فوراً سے پیش کر کیا جائے۔

اسی طرح بارہویں باب کے حصہ 'ب' میں دو مضامین شریک اشاعت ہیں۔ ان دونوں مضامین کا تعلق حضرت ملک العلماء کی کتاب 'عافیہ' سے ہے۔ عافیہ علم صرف میں درسی کتاب ہے۔ یہ اپنے زمانہ تالیف کے بعد چھپ چکی تھی اور مدارس میں پڑھائی جاتی تھی۔ اس کی طلب حضور مفتی اعظم قدس سرہ نے بھی کی ہے۔ اب یہ کتاب عرصہ سے نایاب ہے۔ اس کتاب کے جائزہ نگار علامہ رضوان احمد شریفی گھوسی ہیں اور تعارف نگار جناب انوار محمد عظیم آبادی ہیں۔ دونوں کے جائزے اعلیٰ پایہ کے ہیں۔ علامہ رضوان صاحب کا جائزہ زیادہ جامع ہے۔ آج کل مدارس اسلامیہ میں میزان الصرف، منشعب، پنج گنج، علم الصیغہ، فضول اکبری وغیرہ جو بھی پڑھائی جاتی ہے، ان تمام کتابوں میں ملک العلماء کی 'عافیہ' سب سے آسان، سہل، سلیس جامع و کامل ہے۔ یہ بات علامہ رضوان احمد نے مذکورہ تمام کتابوں کا

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی دہلی کی حیات اور علمی خدمات

جائزہ پیش کرتے ہوئے لکھی ہے۔ علامہ رضوان نے یہ بھی لکھا ہے، کہ بعض وہ صیغے جو بانجھ ہوتے ہیں، یا جن کی تعلیل و تشریح مشکل یا لاخیل مانی جاتی ہے، حضرت ملک العلماء نے ان کا حل مثالیں دے کر سمجھا دیا ہے۔ غرضیکہ مختلف زاویوں سے انہوں نے 'عافیہ' کا جائزہ لیا ہے اور ہر زاویہ سے کتاب کو کامل و مفید کارآمد بتایا ہے۔

مدارس میں علم صرف کے موضوع پر جتنی کتابیں پڑھائی جاتی ہیں، سب کی زبان فارسی ہے۔ تعریفات سب فارسی میں ہیں اور مثالیں سب عربی ہیں۔ یہ دو دو زبانوں کی تفہیم، پھر یہ کہ فارسی خود ایک مشکل زبان ہے، یا یہ کہ اس کے جاننے والے آج کتنے ہیں۔ کیا آج کل کے نئے اساتذہ یہ زبان کا محقق سمجھتے ہیں، اگر سمجھ لیتے ہیں، تو سمجھا بھی پاتے ہیں یا نہیں، بصورت دیگر جب اساتذہ ہی کو اس پر عبور نہیں، تو طلبہ کا کیا حال ہوگا۔ بہ نسبت فارسی زبان کے اردو مادری اور آسان زبان ہے۔ بھلے قاعدے اور مثالیں عربی میں ہوں۔ سمجھنے سمجھانے کے لئے یہ بہر صورت آسان ترین اور سہل ترین ہے۔ آج کے دور میں وقت کی قلت یوں ہی دامن گیر ہے۔ کم وقت میں زیادہ کام آج ہر شخص کا مطالبہ ہے۔ اس مطالبہ کے پیش نظر اہل نظر آج پھر نصاب و نظام تعلیم کی جدید کاری پر غور کر رہے ہیں۔ عصر حاضر کے اہل نظر تو آج بیدار ہو رہے ہیں۔ حضرت ملک العلماء نے تو اس مطالبہ کی تکمیل آج سے پچانوے برس پہلے کر دی ہے۔ کوئی وجہ نہیں، کہ یہ کتاب داخل نصاب نہ کی جائے اور نصاب کمیٹی کے ارباب مجاز اس سے صرف نظر کریں۔

تیر ہواں باب۔ فضائل و نصاب

پہلے واضح کر دوں۔ یہاں فضائل و نصاب سے مراد حضرت ملک العلماء کے فضائل و نصاب نہیں ہیں، بلکہ یہ ایک بحیثیت فن ہے۔ حضرت ملک العلماء جتنے علوم و فنون جانتے تھے، یہ تعداد کوئی دو درجن سے زیادہ ہے۔ اسی مقدار سے ان کی نگارشات بھی گونا گوں ہیں۔ اس باب میں آٹھ مضامین ہیں۔ اول تو میلادنا رسول کریم علیہ الصلاۃ والسلام ہے۔ جس کا تعارف و جائزہ مولانا غلام مصطفیٰ رضوی نے پیش کیا ہے۔ مولانا محمد قمر الحسن قادری نے جواہر البیان کو موضوع گفتگو بنایا ہے۔ رسالہ ہجرت اور سدالفرار ایک ہی رسالہ کا نام ہے۔ اس کا تعلق علم سیاسیات سے بھی ہے۔ باب سیاسیات میں بھی یہ رسالہ زیر بحث آیا ہے۔ مگر اس کا تعلق نصاب سے بھی ہے۔ دلچسپ مکالمہ حضرت ملک العلماء کی دلچسپ کتاب ہے۔ اس کتاب پر پروفیسر فاروق احمد صدیقی اور جناب شوکت جمال نے خامہ فرسائی کی ہے۔ حضرت ملک العلماء کی ایک کتاب کا عربی نام اسلامی نظریہ موت ہے۔ اس پر ڈاکٹر منظور احمد دکنی اور مفتی ارشاد احمد ساحل کی تحریریں شریک اشاعت ہیں۔

چودھواں باب۔ سفیر رضویات

اس باب میں تین مقالات ہیں۔ علامہ سید وجاہت رسول قادری نے حضرت ملک العلماء کو وارث علوم امام احمد رضا قرار

دیا ہے۔ مولانا غلام مصطفیٰ رضوی نے موضوع لہ کو فکر رضا کا ترجمان کہا ہے۔ علامہ اقبال احمد فاروقی نے 'حیات اعلیٰ حضرت پر مختصر گفتگو' ہے۔ سچ یہ ہے، کہ یہ حضرات صداقت کی ترجمانی کر رہے ہیں۔ حقیقت بھی یہی ہے، رضویات کی بنیاد گزاری میں اولیت کا سہرا حضرت ملک العلماء کے ہی سر زینب دیتا ہے۔

پندرہواں باب ————— رد و مناظرہ

اس باب میں تین مضامین موصول ہوئے۔ حضرت مفتی دلی محمد رضوی نے ملک العلماء اور رد شیعیت کے عنوان پر گفتگو کی ہے۔ حضرت مفتی عابد حسین نوری نے حضرت ملک العلماء کی مناظرانہ اہمیت کو واضح کیا ہے۔ خاکسار غلام جابر نے حضرت ملک العلماء کی مناظرانہ سرگرمیوں اور مناظراتی تصنیفات کا تعارف پیش کیا ہے۔ دونوں مفتیان کرام کی تحریریں اپنے موضوع پر بھرپور ہیں۔ حضرت ملک العلماء نے ذہن ہی مناظرانہ پایا تھا، باتوں بات میں وہ مخالف کا پانسہ ہی پلٹ دیتے تھے۔ ان کا مناظرہ اصول مناظرہ کی روشنی میں ہوتا تھا۔ جدلیت کا رنگ ہرگز نہیں ہوتا تھا۔

سولہواں باب ————— ادبیات

اس باب میں تین تحریریں زینت باب ہیں۔ ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی نے ملک العلماء کی نثر نگاری پر گفتگو کی ہے۔ ڈاکٹر صابر سنبھل نے ملک العلماء کی ادبی خدمات کا جائزہ لیا ہے۔ مولانا محمد ادریس رضوی نے ملک العلماء کو ان کی تحریر کے آئینے میں دکھانے کی کوشش کی ہے۔ دونوں ڈاکٹروں کی تحریریں قدر و قیمت کے اعتبار سے زیادہ وسیع ہے۔ یہ تو اس صورت میں ہے، کہ ملک العلماء کی تمام تصانیف ابھی چھپی نہیں ہیں۔ جو چھپی ہے، وہ بہت عام نہیں ہے۔ جب سب یا اکثر چھپ جائیں گی، تب ان کی ادبی کارگزاریوں کا کیٹوس اور وسیع ہوگا۔

سترہواں باب ————— سیاسیات

اس باب میں پھر وہی دو تحریریں شامل ہیں۔ ایک تو ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی کی، دوسری مولانا محمد شاہ رضا قادری کی، دونوں تحریروں سے حضرت ملک العلماء کی سیاسی بصیرت آئینہ ہو کر سامنے آتی ہے۔ یہ مضامین تو خطوط و فتاویٰ کی روشنی میں لکھے گئے ہیں۔ سدالفرار المہاجر البہار سے بھی حضرت ملک العلماء کا سیاسی نظریہ سمجھا جاسکتا ہے۔ خاص ہنگامی سیاسی حالات کے تناظر میں لکھی گئی کتاب 'ہادی الہدایۃ لثربک الموالات' دستیاب نہ ہو سکی۔ ورنہ اس کتاب کے مطالعہ سے ملک العلماء کا سیاسی زاویہ نگاہ سمجھنے میں اور آسانی ہوتی۔ بہر کیف ملک العلماء کا تعلق ہر چند، کہ سرگرم سیاست سے نہیں تھا۔ مگر یہ طے ہے، کہ وہ سیاسی حالات کے مدد و زجر سے بالکل بے خبر بھی نہیں تھے اور جب ضرورت پڑی، تو قوم و وطن کی راست سمت میں رہنمائی ضرور کی۔ اس راہ نمایانہ روش کے پس منظر میں ان کے سیاسی

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رضی اللہ عنہ کی حیات اور علمی خدمات

افکار کو سمجھا جاسکتا ہے۔ اسی نکتہ کی طرف دونوں فاضل مقالہ نگار نے اشارہ کیا ہے۔

اتھار ہواں باب _____ احباب و معاصرین

یہ باب اپنے کیف و کم کے لحاظ سے بڑا اہم ہے۔ اس باب میں بارہ مقالات ہیں۔ بعض طویل و تفصیلی ہیں، بعض اوسط بھی مختصر بھی۔ اس باب کی ہر تحریر اپنی جگہ دلچسپ بھی ہے۔ معلومات افزا بھی۔ اس باب کی نگارشات سے یہ عیاں ہوتی ہے کہ حضرت ملک العلماء کا حلقہ احباب کتنا وسیع اور ہمہ گیر تھا۔ یہ عام بات ہے۔ جب شخصیت بڑی ہوتی ہے، تو مراسم و تعلقات بھی بڑے ہوتے ہیں۔ پھر وہ حلقہ پھیلتا چلا جاتا ہے۔ اس سے جہاں اس شخصیت کی بڑائی سمجھ میں آتی ہے، وہیں اس کی علمیت، مرکزیت، شفقت و محبت، وضع و اخلاق کی وسعت بھی سمجھا جاسکتا ہے۔ اس پہلو سے دیکھیں، تو حضرت ملک العلماء ایک وسیع العلم، وسیع الاخلاق، پیکر شفقت، وضعدار و غمخوار، عالی ظرف بزرگ شخصیت کی صورت میں نظر آتے ہیں۔

انیسواں باب _____ تلامذہ

حضرت ملک العلماء نے تقریباً پچاس پچپن سال تدریس و افادہ کا سلسلہ جاری رکھا۔ لیکن کوئی فہرست یا رجسٹر موجود نہیں، جس سے صحیح تعداد کا علم ہو سکے۔ حیات ظفر میں مفتی سید عزیز حسین رضی ظفری نے کچھ تلامذہ کا ذکر کیا ہے حیات ملک العلماء میں پروفیسر مختار الدین احمد نے بھی بعض اشخاص کی نشاندہی کی ہے۔ جامعہ بحر العلوم کٹیہار میں ملک العلماء کا آخری دور تدریس نہایت کامیاب گذرا۔ اس دور کے تلامذہ میں ابھی کئی حضرات حیات ہیں۔ ان سے پوچھ کر کئی حضرات کا علم حاصل ہوتا ہے۔ یہاں چند تلامذہ کا ذکر کچھ تفصیلاً کچھ اختصاراً کیا گیا ہے۔ لکھنے والوں نے اس باب میں جو کچھ لکھا ہے، شاید پہلی بار ایسا ہوا ہے۔ پہلے معلومات فراہم نہیں تھے۔ اب کام شروع ہوا ہے۔ اب توقع ہو چلی ہے، کہ ملک العلماء کے صحیفہ حیات و خدمات کا ہر گوشہ دھیرے دھیرے اجالے میں آتا رہے گا۔ تلامذہ کی ایک فہرست میں مرتب کر رہا تھا۔ مگر وقت کی تنگی نے اسے یہاں شامل ہونے نہ دیا، اب بعد میں اس پر کام کیا جائے گا۔ پروفیسر مختار الدین احمد صاحب حیات ملک العلماء بسیدہ ترتیب دے رہے ہیں۔ وہ اس باب کو مفصل لکھنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ خیر یہاں چند حضرات تلامذہ کا نامہ احوال حیات درج کیا جاتا ہے۔

بیسواں باب _____ پروفیسر مختار الدین احمد

پروفیسر مختار الدین صاحب حضرت ملک العلماء کے فرزند رشید بھی ہیں، تلمیذ رشید بھی ہیں، ان کے لئے یہ باب خاص کیا گیا ہے، تاکہ ذرا تفصیل سے ان کا ذکر جمیل محفوظ ہو جائے۔ اس کا داعیہ اس وقت پیدا ہوا، جب بزرگ قلم کار ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی نے ان پر کئی

مضامین بھیج دیئے۔ پھر مفتی ارشاد احمد ساحل کی ایک تحریر مل گئی، وہ جوڑ دی گئی۔ بعد میں خاکسار غلام جابر نے کچھ اپنے خیالات و اظہارات کا اضافہ کر دیا۔ مالگاؤں کے جناب غلام مصطفیٰ رضوی نے ایک تحریر بھیج دی۔ یوں یہ باب بھی پانچ مقالوں کو محیط ہو گیا۔

اکسیواں باب ————— عکس نوادرات

تحقیقی کاموں میں نوادرات و مخطوطات کی بڑی اہمیت ہے۔ اسی اہمیت کے پیش نظر اس باب میں بعض نادر و نایاب چیزوں کا عکس رکھا جا رہا ہے۔ اس میں اعلیٰ حضرت، مفتی اعظم ہند، اور دیگر قلمی تحریروں کا عکس شامل ہے۔ خود حضرت ملک العلماء کی قلمی تحریر پیش کی جا رہی ہے۔ دھوپ گھڑی اور سمت قبلہ یہ دو مضامین کا عکس بھی دیا جا رہا ہے۔ اس کی شمولیت امام علم و فن حضرت خواجہ مظفر حسین رضوی کی مشوریت و نشانہ ہی سے ہوئی ہے۔ یہ دونوں بحث حضرت ملک العلماء کی کتاب توضیح التوقیت کے آخر میں موجود ہے۔ جو بہت کیاب ہے۔ الغرض اس باب کو ہر طرح آراستہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

مجموعی تاثر کا پہلا رخ

’جہان ملک العلماء‘ میں مقالہ نگاروں کا مجموعی تاثر یہ ہے۔ حضرت ملک العلماء کا مزاج زندگی کے اول لمحہ سے آخر لمحہ تک دینی مذہبی رہا۔ جس شخص کا بچپن پاکیزہ ہوگا، اس کا اظہار پوری زندگی میں ہوتا رہے گا۔ چنانچہ حضرت ملک العلماء اپنی زندگی کے ہر حصہ میں پاکیزہ پارہا رہے۔ وہ بچپن سے ہی ذہین و فطین تھے اور متین و وجیہ بھی۔ ان کی ذہانت و ذکاوت کا احساس اس وقت ہو گیا تھا، جب وہ مدرسہ غوثیہ حنفیہ بین میں پڑھتے تھے۔ پھر تو منزل بہ منزل ان کا شعور پختہ سے پختہ تر ہوتا چلا گیا۔ امام احمد رضا کی تربیت نے اس کو شعلہ جوالہ اور دکھتا انگار بنا دیا۔ جب عملی زندگی کا آغاز ہوا، تو اس انگار کی تپش ہر ایک نے محسوس کی۔ تا آن کہ وہ اقران و اہل پرگواہی سبقت لے گئے۔ امام احمد رضا کے کثیر در کثیر علوم و فنون کا جو خوانین غما تھا، یوں تو اس پر ہزاروں چھپٹ پڑے۔ لیکن جو سیری و آسودگی ملک العلماء کو حاصل ہوئی، وہ کسی اور کے حصے میں نہیں آئی۔ تعلیم و تربیت کے لئے جتنا وقت امام احمد رضا نے ملک العلماء کو دیا، اس میں بھی وہ طاق تھے۔ جتنے علوم امام احمد رضا جانتے تھے، تمام شاخوں میں بقدر کفاف حصہ ملک العلماء ہی نے پایا۔ شفقت و محبت کا لبالب جام انہی کے حصے میں آیا۔ یہ وہ علمی فنی عرفانی روحانی گہرا تعلق تھا، جس نے ملک العلماء کو فرش سے اٹھا کر عرش پر بٹھا دیا۔ علم و فن، فضل و کمال، بصیرت و دانائی، حکمت و تدبیر اعتبار سے وہ بلند مقام پر فائز رہے۔ باعتبار کثرت علوم، کثرت تصانیف امام احمد رضا کے بعد ملک العلماء کے سوا کوئی دوسرا نہیں۔ فکر و ریاضیات جو آج ایک نوع علم یا فرع علم کے طور پر متعارف ہے۔ اس کی بنیاد ملک العلماء ہی نے رکھی۔ امام احمد رضا کی سیرت، علوم، تصانیف کا تحفظ جس جاں سوزی سے ملک العلماء نے کیا، اس میں ان کا ہمسر کوئی نہیں۔ درسی نصابی کتابیں جتنی انہوں نے

جہان ملک العلماء

حضرت ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی شہکی حیات اولیٰ خدمات

لکھیں، اس میں بھی وہ منفرد ہیں۔ یوہیں درسی نصابی کتابوں کی جو انہوں نے شروحات و تعلیقات قلمبند کیں، اس حوالے سے بھی وہ ممتاز ہیں۔ کتاب پڑھانا اور فن پڑھانا یہ قطعاً الگ باتیں ہیں۔ ملک العلماء فنکار تھے، فن پڑھاتے تھے، کتاب نہیں۔ اس میں بھی ان کی انفرادیت مسلم ہے۔ صلاحیت اور شہرت یہ جداگانہ چیزیں ہیں، کچھ باصلاحیت ہوتے ہیں، مگر مشہور نہیں۔ کچھ لوگ بے لیاقت ہی شہرت پا جاتے، یا شہرت کرا دی جاتی ہے۔ حضرت ملک العلماء باصلاحیت بھی تھے، شہرت یافتہ بھی۔ یہی حال ان کے تلامذہ کا ہے۔ یہاں ایک مثال بس ہے۔ امام علم و فن حضرت خواجہ مظفر حسین رضوی، کیا زمانہ ان کا بدل لاسکتا ہے؟

یہ کہنا، کہ ملک العلماء علوم عقلیہ میں ممتاز تھے، یہ غلط ہے۔ انصاف نہیں۔ حقیقت کی پردہ پوشی ہے۔ حق یہ ہے، جس طرح علوم عقلیہ میں ممتاز تھے، علوم نقلیہ میں بھی منفرد تھے۔ علوم قرآن، علوم حدیث، فقہ و اصول، کلام و مناظرہ، منطق و فلسفہ، سیرت و تاریخ، اخلاق و تصوف، لغت و بیان، فضائل و نصح سیاست و صحافت، مواعظ و خطبات، انساب و شجرات، اوقاف و عملیات، ہیئت و ہندسہ، جفر و تکمیر، اعداد و حروف، مناظر و مرایا، اکرو مثلث و سطح، بلاغت و بدلیح، ادب و ثقافت غرض بیسوں علوم ہیں، جن کو وہ جانتے تھے۔ ان میں تحریری یادگاریں بھی ہیں۔ تو سوال یہ ہے، ان کے ہم عصروں میں پھر کون ہے، جو ان کی برابری میں کھڑا ہو سکتا ہے؟ اس لئے انصاف پسند قاریوں اور قلم کاروں کا عمومی تاثر یہی ہے۔ امام احمد رضا کے بعد ملک العلماء ہی کثیر العلوم، کثیر التصانیف بزرگ تھے۔ ملک العلماء ہی امام احمد رضا کے علمی جانشین تھے۔ وارث علوم امام احمد رضا تھے۔ امام احمد رضا کے فکری ترجمان تھے۔ فکر رضا کے پر جوش نقیب تھے۔ مسلک اعلیٰ حضرت کے پرسوز علمبردار تھے۔ رضویات کے اولین بنیاد گزار تھے۔ کیونکہ ملک العلماء امام احمد رضا کے پیارے بیٹے تھے۔ آنکھوں کی ٹھنڈک تھے۔ جان پر بلکہ از جان بہتر تھے۔ یہ بول یوں ہی نہیں بولے گئے۔ بے وجہ نہیں لکھے گئے۔ کچھ تو تھا، جس کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔

مجموعی تاثر کا دوسرا رخ

’جہان ملک العلماء کے مقالہ نگاروں اور ہندوپاک کے خواص کا عمومی تاثر یہ ہے، کہ ”صحیح الہیاری“ کو مدارس اسلامیہ کے نصاب میں داخل کیا جائے۔ رائے دہندگان کارائے دینا تو آسان ہے۔ مگر عمل کرنا مشکل ہوتا ہے۔“ ”صحیح الہیاری“ کی تالیف و ترتیب کا مقصد ہی یہ تھا، کہ وہ مدارس اہل سنت میں پڑھائی جائے۔ مصنف علام کی حیات ہی میں اس کی بعض جلدیں چھپ گئیں تھیں۔ منظر اسلام بریلی، جامعہ نعیمیہ مراد آباد، مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ میں پڑھائی بھی جاتی تھیں۔ پھر نہ معلوم کب، کیسے اور کیوں موقوف ہو گئیں۔ اب پھر یہ جذبہ بیدار ہو رہا ہے، کہ وہ کتاب ٹھیک ڈھنگ چھپے اور داخل نصاب ہو۔ ۱۹۳۲ء تا ۱۹۳۸ء اس کے بعض حصے آگرہ اور پٹنہ سے شائع ہوئے

تھے۔ علماء و مشائخ کے علاوہ سرفخر الدین اظہر وزیر تعلیم حکومت بہار نے اس کی طباعت میں سرگرمی دکھائی تھی۔ ایک طویل عرصہ بعد دوسری جلد حیدرآباد سندھ سے چھپی۔ اسی کا عکسی ایڈیشن انجمن برکات رضا، پھول گلی، ممبئی نے بھی شائع کیا اور ملک کی اہم درسگاہوں تک مفت پہنچایا۔ دارالعلوم فیضان مفتی اعظم، پھول گلی، ممبئی، جامعہ نوریہ شیام پور، مالدہ، بنگال۔ اس کے علاوہ بھی کہیں کہیں پڑھائی جاتی ہوگی۔ جس کا مجھے علم نہیں۔

.....

احمد رضا الیڈی بری لے سر اراہن علامہ مدنیف رسول، صاحب بیروت اور ان کے شاگردوں نے اس کتاب کو کراچی کے ادارے سے شائع کروا دیا ہے۔

یہ خوش آئند بات ہے۔ ابھی حال ہی میں تاج الشریعہ فخر الازہر ازہری میاں نے اپنے اشاعتی ادارہ المجمع الرضوی سے فتاویٰ ملک العلماء کو پہلی بار شائع کیا ہے۔ اسی طرح بریلی کے چاروں ادارے تمام علمی روحانی شخصیتیں چاہیں، تو ایک جھٹکے میں مذکورہ کتابیں منظر اسلام، مظہر اسلام، جامعہ نوریہ، جامعہ الرضا، مرکز الدراسات الاسلامیہ میں داخل نصاب ہو سکتی ہیں۔ جب مرکز کے مرکزی اداروں میں ”صحیح البہاری عافیہ، وافیہ، تقریب، تہذیب پڑھائی جانے لگیں گی، تو کوئی وجہ نہیں کہ دوسری درسگاہیں شامل نصاب نہ کریں۔ ہمیں قوی امید ہے، مذکورہ ادارے، مذکورہ بلند علمی مرتبہ شخصیتیں ان معروضات پر ضرور توجہ دیں گی۔ آج ہر قوم، ہر جماعت، اپنا نصاب تعلیم، نظام تربیت رکھتی ہے۔ ہر شعبہ میں خود کفیل ہونا چاہتی ہے۔ جماعت اہلسنت کو بھی چاہئے، کہ اس نقطہ نظر سے سوچیں اور آگے بڑھیں۔ ہندوستان میں تو یہ کام، ہندوستانی ادارے کریں۔ پاکستان میں ٹھیک یہی کام، جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور، جامعہ امجدیہ کراچی، جامعہ رضویہ فیصل آباد، جامعہ سعیدیہ کاظمیہ ملتان اور دیگر مرکزی ادارے کریں۔

ضرورت۔ ذاتی ضرورت کی تکمیل تو خود اسی شخص کو کرنا چاہئے، جس کو وہ درپیش ہے۔ مگر بسا اوقات ذاتی ضرورت میں بھی دوسروں کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ انسان ایک سماجی حیوان ہے، سماجیات میں ایک دوسرے کی ضرورت پڑتی رہتی ہے۔ کیونکہ یہ سماجی ضرورت ہے اور سماج سے کٹ کر انسان کیوں کر رہ سکتا ہے۔

ہمیں بات کرنی ہے جماعتی ضرورت پر، جب ذاتی ضرورت پر انسان دوسرے کا محتاج ہوتا ہے، تو جماعتی ضرورت تو تنہا انجام دی ہی نہیں جاسکتی ہے۔ اس ضرورت کی تکمیل کے لئے جماعتی افراد کا تعاون و اشتراک بہرگام ضروری ہے۔ مگر اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں، کہ جو لوگ جماعت کا کام کر رہے ہیں، جماعت کے سارے کاموں کا بار انہی لوگوں کے کاندھے پر ڈال دیا جائے۔ نہ کریں، تو ان سے شکایت کی جائے۔ میرے خیال میں یہ بات درست نہیں، کیونکہ جو لوگ کر رہے ہیں، وہ تو کر ہی رہے ہیں، کریں گے ہی، کرنے والوں کے پاس کاموں کی کثرت ہوتی ہے۔ کچھ ان کی بھی مجبوری ہو سکتی ہے۔ مونو پولی بھی ہو سکتی ہے۔ لیکن سوال یہ ہے، جو لوگ کچھ نہیں کر رہے ہیں۔ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں، وہ اٹھ کھڑے کیوں نہیں ہوتے؟ ان سے شکایت کیوں نہیں؟ ان سے کیوں نہیں کہا جاتا، بہت بیٹھے، بہت ہو گیا آرام، اب اٹھئے، کچھ کام کیجئے، یہ کام ہے، یہ کام ہے۔ کرنے والوں سے نہیں ہو پارہا ہے۔ آپ لوگوں نے ابھی تک کچھ نہیں کیا، آرام کئے، تازہ دم ہیں، لہذا کمر کس کر اٹھئے، آج سے ہی کام شروع کر دیجئے۔

ایک گھر میں چار لوگ ہیں۔ دو خوب کھاتے خوب کھاتے خوب عیش کرتے ہیں۔ دو نکتے کھٹو کا اہل کام چور ہیں، نتیجہ میں بھوکے پیاسے، ننگے کنگال ہیں وہ دو کمانے والے، ان دو کھٹو کو کھلاتے پلاتے ہیں اور اڑھاتے پہناتے رہتے ہیں۔ سوال یہ ہے، وہ کب تک ان دو کام چوروں کو کھلاتے پلاتے، یا اڑھاتے پہناتے رہیں گے۔ جب ان دونوں میں بھی کام کرنے کی بھرپور لیاقت موجود ہے۔ لہذا انصاف، دانشمندی، ہمدردی کا تقاضا ہے۔ ان دو کھٹوں کو کام پہ لگایا جائے، ان کا کما پین دور کیا جائے، بلکہ انہیں خود چاہئے، وہ یہ نیکی عادت چھوڑ دیں۔ آنکھیں مل بیدار ہو جائیں اور مردان کار کی صف میں شامل ہو جائیں۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتے، تو ان دو کما و بابو سے اگر کبھی کمی کو تا ہی، بھول چوک ہو جائے، تو یہ کیا تک ہے۔ ان سے گلے شکوے کئے جائیں۔ ایک بات یہ بھی ہے،

نکوں کو دے دے کر مزید نکمانہ بنایا جائے۔ بلکہ اول روز ہی سے انہیں کام کا اہل بنا دیا جائے۔

یہ تو اس مسئلہ کا ایک پہلو ہوا، لیکن کچھ لوگ وہ ہوتے ہیں، جن کو نکمانہ نہیں کہا جاسکتا، وہ از کار رفتہ ہوتے ہیں۔ علوفہ خوار ہوتے ہیں، علوفہ خوار کا مطلب یہ ہے، کہ وہ کام کے تو نہیں، مگر ان کا طعام و کلام جاری رہتا ہے۔ ہر طرح ان کا خیال رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ ان کے تجربات سے فائدہ اٹھائیے، ان سے دعائیں لیجئے، ان کے مشوروں اور خواہشوں کا احترام کیجئے۔ لہذا جن سے ہمارے تعلق رکھنے والے شکایت کی ہے، یا تعصب کا گلہ کیا ہے۔ ان کو چاہئے، کہ وہ ان علوفہ خواروں کی باتوں کو اسی نقطہ نگاہ سے دیکھیں اور کام کرنے والے کام کر کے ان کی یہ شکایتیں دور کر دیں۔ کیوں کہ حضرت ملک العلماء اس جماعت کی ضرورت ہیں۔ انہوں نے جو کچھ کیا، وہ جماعت کی ضرورت کے تحت کیا۔ چنانچہ ان کی ذات یا خدمات سے صرف نظر کرنا کسی طرح درست نہیں، بلکہ جماعت کے حق میں بسا اوقات نقصان دہ ہو سکتا ہے۔

جہان ملک العلماء کا منصوبہ

ایسا نہیں، کہ لوگ حضرت ملک العلماء کو نہیں جانتے، جانتے ہیں اور خوب اچھی طرح جانتے ہیں، بہتوں سے بہت زیادہ جانتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ کہ بہتوں نے بہت کچھ نہیں کیا۔ جب کہ ملک العلماء نے تنہا بہت کچھ کر دکھایا۔ ڈھیر سارے کام ہیں، جن کی اولیہ کا سہرا ملک العلماء کے سر ہے۔ اس لئے ہو سکتا ہے۔ بہت لوگ بہتوں کو نہ جانتے، مگر ملک العلماء ضرور کو جانتے ہیں۔ کیوں کہ بہت ضرورتوں کا نام ہے ملک العلماء۔ جو لوگ امام احمد رضا پر لکھتے ہیں یا بولتے ہیں، ان کی ضرورت ہیں ملک العلماء۔ ملک العلماء کے بیچ کسی محقق کا قلم چل سکتا ہے۔ نہ کسی مقرر کی زبان کھل سکتی ہے۔ اوقات صوم و صلوة کے مسئلہ میں پورا برصغیر ملک العلماء کا محتاج تھا اور ہے بہت سے کمالات تھے، امام احمد رضا کے اس لاڈلے میں۔ لہذا یہ کہنا، کہ ملک العلماء کو لوگ نہیں جانتے، کیوں کہ درست ہو سکتا ہے۔

حضرت ملک العلماء پر پہلی سوانحی تحریر مولانا الحاج لعل محمد راسی نے لکھی، جو اعلیٰ حضرت کے خلیفہ تھے، پہ سالار تھے۔ ملک العلماء کے دوست تھے، دم ساز تھے۔ دوسری تحریر حیات ظفر، مفتی سید عزیز حسین رضوی ظفری نے لکھی، جو ملک العلماء کے شاگرد تھے۔ تیسری تحریر پروفیسر مختار الدین نے لکھی، جو ملک العلماء کے فرزند نسبی ہیں، فرزند علمی بھی ہیں، گاہ بہ گاہ لکھنے والے مضامین لکھتے رہے۔ جو متعدد در سائل و جرائد میں چھپتے رہے۔ امام احمد رضا پر جتنا علمی کام ہوا، یا ہو رہا ہے، ان تمام کاموں میں ملک العلماء کا ذکر خیر ہوا اور ہو رہا ہے۔ یہ نکتہ بھی عجیب دلچسپ ہے، مرشد و مرید کا ذکر ایک ساتھ ہو رہا ہے۔ کسی کا ذکر ہو یا نہ ہو، ملک العلماء کا ذکر ہونا لازمی امر ہے۔ گویا یہ مرشد گرامی کا دائمی عطیہ ہے، کہ جہاں جہاں مرشد گرامی کا تذکرہ ہوگا، وہاں وہاں اس مرید و مراد کا تذکرہ ہونا واجب الامر ہے۔ یہ صلہ ہے اس مرید صادق کی جاں نثاری و جاں سپاری کا۔

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رضی اللہ عنہ کی حیات اور علمی خدمات

خاکسار غلام جابر کا پسندیدہ موضوع رضویات ہے، یا متعلقات رضویات۔ اس دشت کی سیاحت میں حضرت ملک العلماء کو بھی دیکھا اور پڑھا۔ تو پایا، کہ ملک العلماء رضویات سے ہٹ کر کچھ نہیں، بلکہ وہ رضویات کا دوسرا پارٹ ہیں۔ پچھلے برس اس پارٹ پر خاکسار نے متواتر کئی مضامین لکھے۔ جو دہلی اور ممبئی کے جرائد میں چھپے۔ اہل نظر نے سراہا، پذیرائی کی، میری تحریک تھی، صحیح البہاری کی نصاب مدارس عربیہ میں شمولیت۔ اس حوالہ سے بھی ملک بھر میں بیداری پیدا ہوئی۔ غرضیکہ میری تحریک نقارخانہ میں طوطی کی آواز نہیں، سکوتِ شب میں صورِ اسرائیل ثابت ہوئی اور ہر طرف ہر طرح سے ملک العلماء پر کام کرنے کی فضا ہموار ہوتی چلی گئی۔

پچھلے ہی برس نومبر ۲۰۰۸ء کو میں اپنے وطن پورنیہ گیا۔ پیر طریقت سراج ملت مولینا سید سراج اظہر نوری رضوی صاحب ممبئی کی طرف سے فون آیا۔ میں نے جواب دیا۔ میں وطن میں ہوں۔ بعد واپسی گفتگو ہوگی۔ جب واپس آیا۔ تو کئی بار پھر بلاوا آیا۔ وقت نکال کر حاضر ہوا۔ یہ دسمبر کی ۱۲، ۱۵ تاریخ رہی ہوگی۔ حضرت سید صاحب سے یہ ملاقات میری عرصہ چودہ پندرہ سال بعد ہو رہی تھی۔ ۱۹۹۰، ۹۲ء میں کئی ملاقاتیں ہو چکی تھیں۔ اس عرصہ میں وہ شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ کی 'نزهة القاری' چھپوانے میں خوب دلچسپی لے رہے تھے۔ خیر حاضر ہوا۔ بات ہوئی، معلوم ہوا کہ وہ حضرت ملک العلماء کی حیات و خدمات پر ایک علمی دستاویزی مجلہ ترتیب و طباعت کرنا چاہتے ہیں۔ اس علمی مجلہ کا نام وہ پہلے ہی سے 'جہان ملک العلماء' تجویز کر چکے تھے۔ اس سے پہلے وہ اس کام کے لئے ایک دو آدمی بحال و برطرف کر چکے تھے۔ جب میرے سامنے منصوبہ آیا تو میں نے عرض کیا۔ مجھے آپ ہفتہ، عشرہ کا وقت دیں۔ خاکہ بنا کر دکھاتا ہوں۔ جب خاکہ تیار کر کے ان کے سامنے رکھا گیا۔ تو بعد مطالعہ بے حد خوش ہوئے۔ فرمایا، اس کو اسی طرح تیار کرنا ہے۔ یہ بہت عمدہ خاکہ ہے۔ عمدہ اس لئے تھا، کہ جو کچھ ان کے ذہن میں تھا، وہ تو خاکہ میں تھا ہی، اس کے علاوہ اس میں کئی گنا اضافہ کیا گیا تھا۔

کہنے لگے۔ بس کام شروع کر دیجئے۔ یاد رکھئے، اسی عرس ملک العلماء میں اس کا اجرا ہونا ہے۔ یہ کام آپ ہی کو کرنا ہے۔ ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی، خصوصاً پروفیسر مختار الدین احمد کی فرمائش پر آپ کا انتخاب ہوا ہے۔ میں نے عرض کیا۔ خاکہ کھینچنا آسان ہے۔ اس میں رنگ بھرنا بہت مشکل ہے۔ یوں ہی خواب دیکھنا مشکل نہیں، اس کی حسین تعبیر سامنے لانا بہت مشکل ہے۔ یہ خاکہ و خواب بظاہر حسین ہے۔ مگر حقیقت میں آگ کا دریا ہے، کانٹوں کی کشتی ہے۔ سوار ہو کر عبور کرنا جوئے شیر لانے سے کم نہیں۔ کہنے لگے، جو بھی ہو، جیسے بھی ہو۔ یہ کام کرنا ہے۔ میں نے کہا، اس کے لئے وقت بھی چاہئے اور سرمایہ بھی، کہنے لگے۔ سرمایہ کی فکر نہ کیجئے۔ یہ کام کر کے بتائیے۔ تب عرض کیا! یہ منصوبہ بند طریقہ سے مرحلہ وار ہوگا۔ پہلا مرحلہ تو مواد و مخطوطات کا حصول ہے۔ دوسرا مرحلہ عنوان اور مضمون نگار کا انتخاب کرنا ہے اور اس عنوان سے متعلق مواد مضمون نگار کو ارسال کرنا ہے۔ پھر مسلسل رابطہ و تقاضہ ہے، پھر آگے کے مراحل ہیں۔ مواد و مخطوطات کے لئے علیگڑھ جانا ضروری ہے۔ جہاں ملک العلماء کے

صاحبزادے کے پاس مخطوطات و مطبوعات سب اکٹھے موجود ہیں۔ یہی پہلا مرحلہ ہے۔ اس کے بعد کوئی کام شروع ہوگا۔ فرمانے لگے۔ ارے! اس کی کیا ضرورت ہے۔ مضمون نگاروں کو عنوان روانہ کر دیں۔ وہ خود ہی لکھ لیں گے۔ عرض کیا۔ بغیر مواد کے لوگ کیا لکھیں گے۔ اگر لکھ بھی لئے، تو ان مقالوں کی نہ کوئی علمی حیثیت ہوگی، نہ تحقیقی اہمیت، اگر جہان ملک العلماء کو علمی تحقیقی دستاویزی یادگار بنانا ہے، تو حصول مواد اور تقسیم مواد کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ پروفیسر مختار الدین احمد نے بھی میری تجویز کی تائید کی۔ خیر حضرت سید صاحب بمشکل تمام منصوبہ کے پہلے مرحلہ کے لئے تیار ہو گئے۔ دو آدمی علیکڈھ روانہ فرمایا۔ ان میں ایک تو یہی ناکارہ راقم الحروف تھا۔ دوسرے دارالعلوم فیضان مفتی اعظم کے استاذ مولانا محمد احمد رضوی تھے۔ ۲۴ دسمبر کو علیگڑھ جانا طے ہوا، تو گلبرگہ یونیورسٹی میں حضرت ملک العلماء کی حیات و علمی خدمات پر پی ایچ ڈی کر رہے اسکا لرجنٹ اب کبر علی صاحب بھی تیار ہو گئے۔ ماہنامہ ضیائے صابر، ممبئی کے معاون مدیر مولانا عرشی بھی ساتھ ہو گئے۔ خیر علیگڑھ میں چار پانچ دن قیام کر کے تمام ممکن الحصول مواد حاصل کر لیا گیا۔ حضرت پروفیسر مختار الدین احمد صاحب نے مکمل تعاون فرمایا۔ اس مدت قیام میں حضرت مختار الدین احمد صاحب سے بہت کچھ سننے، سمجھنے، سیکھنے کا موقع ملا۔ پروفیسر موصوف سراپا علم و اخلاق شخصیت ہیں۔ خدا ان کی عمر دراز فرمائے۔

جب علیگڑھ سے واپسی ہوئی، تو حضرت ملک العلماء کے مخطوطات و مطبوعات دیکھ کر حضرت سراج ملت صاحب ایک دفعہ پھر بے حد خوش ہو گئے۔ اب کام کا دوسرا مرحلہ شروع کر دیا گیا۔ عناوین اور مضامین نگاروں کا انتخاب کر کے متعلقہ مواد روانہ کیا گیا۔ یہ کام بھی مرحلہ وار ہوا۔ کبھی تیزی، کبھی سست رفتاری کے ساتھ۔ ارسال مواد، رابطے، تقاضے، حصول مضامین، کتابت، پروف ریڈنگ یہ تمام انتظامی کام میں نے اپنے ذمہ نہیں رکھا۔ یہ کام صاحبزادہ مولینا سید محمد منہاج رضا، مولینا رقیب اعظم، مولینا وحسی احمد برکاتی، مولینا محمد احمد رضوی سرانجام دیتے رہے۔ یہ کام جنوری ۲۰۰۹ء سے شروع ہوا۔ ۲۱ فروری کو میری ماں کا وصال ہوا۔ ان کی علالت و وفات کے دوران بھی میں کام میں مصروف رہا۔ مضامین کی حصولیابی سست رفتاری سے ہوتی رہی۔ تاخیر بھی ہوئی۔ مگر کام چلتا رہا۔ ۴ مارچ کے بعد سے مجھے خبر نہیں، کہ کیا ہوا۔ کتنا ہوا، اس بیچ میری مشغولیات بڑھ گئیں اور میں اس کام سے قریب بے تعلق، بے خبر رہا۔

جون کی ۱۳ یا ۱۵ تاریخ رہی ہوگی، کہ حضرت سراج ملت کا فرستادہ اور فون آیا، کہ اس کام کا آغاز آپ نے کیا ہے، انجام بھی آپ ہی کو دینا ہے۔ آئیے اور انجام تک پہنچائیے۔ پھر وقت نکال کر اتوار کو حاضر خدمت ہوا۔ تو حضرت سراج ملت نے وہی جملہ دہرایا۔ کام کی ابتداء آپ سے ہوئی ہے انتہاء بھی آپ سے ہوگی۔ چلئے۔ بسم اللہ کیجئے۔ منصوبہ ہزار سے بارہ سو صفحات تک تھا۔ اب تک پانچ ساڑھے پانچ سو صفحات ہوئے ہیں۔ اب آپ آگے سنبھالیئے۔ میں نے کہا، آپ دعا کیجئے، آپ کا منصوبہ اپنے ٹارگیٹ تک پہنچ جائے گا۔

خدا کے فضل سے ہوا بھی وہی جو سوچا تھا۔

صاحبزادہ مولانا سید محمد منہاج رضا عرف ہاشمی میاں سے میں نے کہا۔ آپ میرا ساتھ دیجئے۔ جو مواد میرے پاس یا میری نظر میں ہے، میں نشاندہی کرتا ہوں۔ کئی کئی کمپیوٹرنگا کر کمپوزنگ کرائیے اور پروف ریڈنگ ساتھ ساتھ کرائیے۔ جو کام ہو چکا ہے، میرے حوالہ کیجئے۔ بقیہ کام صبح و شام ہوتا رہے۔ صاحبزادہ موصوف جنگلی پیانے پر کام کراتے رہے۔ جیسا جیسا کہتا گیا، وہ کرتے کراتے گئے۔ بذات خود میں بھی ڈوب گیا، مجھے خبر نہیں، میری صبح و شام کب ہوتی ہے، کیسے گذرتی ہے۔ بچے جو چھوٹے ہیں، پوچھتے: ابا کیا کر رہے ہیں، جواب دیتا، آخرت کما رہا ہوں۔ یہ جواب بچوں کی سمجھ سے بالا تر تھا۔ بچے جھلاتے جاتے، میں ہنس دیتا۔ پلٹ کر کام میں غرق ہو جاتا۔ الحمد للہ بیس پچیس دن میں آٹا فانا یہ کام پورا ہو گیا۔ مطلوبہ تعداد صفحات پوری ہو گئی۔ اس میں رنگین صفحات اور عکسی صفحات بھی شامل ہیں۔

نئے خاکہ کی تکمیل

اولاً جو خاکہ بنا تھا۔ اس کے عین مطابق مقالات موصول نہیں ہوئے۔ جو مقالات موصول ہوئے یا لکھے یا لکھوائے گئے۔ ان کے لئے از سر نو خاکہ بنانا پڑا۔ ابواب بندی کی گئی۔ پھر ابواب کے تحت مقالات رکھے گئے۔ کسی باب میں دو مضامین ہیں، تو کسی میں دو سے زیادہ ہیں۔ یہ تعداد کہیں بارہ بھی ہے، تو کہیں پندرہ بھی ہے۔ باب کے ضمن میں مقالوں کی ترتیب میں شخصیت کا لحاظ نہیں رکھا گیا۔ بلکہ مقالہ کے مواد و پیش کش کا اعتبار کیا گیا ہے۔ جب نیا خاکہ مرتب ہوا، تو موصولہ مقالاتی مواد کو اکیس ابواب میں سمونا پڑا۔ پہلا خاکہ محض بارہ ابواب کا تھا۔ ترتیب و پیش کش میں اس بات کا خاص خیال رکھا گیا ہے، کہ خارج از موضوع گفتگو نہ آنے پائے۔ موضوع سے باہر کی ایسی باتوں کو ایڈیٹنگ اور سیٹنگ کے وقت حذف کر دیا گیا ہے۔ میری ترتیب و تہذیب میں اگر چھیڑ چھاڑ نہیں کی گئی ہے، تو اہل نظر کو یہ ترتیب و تدوین ضرور پسند آئے گی۔ ہاں البتہ متعدد مقامات پر مکررات ضرور ہیں۔ جہاں جہاں گنجائش ملی، وہاں وہاں ہم نے مکررات بھی ختم کرنے کی کوشش کی ہے۔ تاہم ایک سے زائد جگہوں پر یہ مکررات ابھی بھی ہیں۔ کہیں مضمون کے ربط و تسلسل کو برقرار رکھنے کے لئے اور کہیں یوں ہی چھوڑ دیا گیا ہے۔ خیر ہم نے تا حد استطاعت جہان ملک العلماء کو سجانے سنوارنے کی کوشش کی ہے۔ اس میں خوبیاں جتنی ہیں، وہ سب سراسر فضل ربی ہیں اور جو خامیاں ہیں، وہ سب میری بے بضاعتی کا نتیجہ ہیں۔ خدا سے دعا ہے ’جہان ملک العلماء‘ دو جہان میں مقبول ہو۔ آمین۔

ایک قابل قدر علمی دستاویز

تیس چالیس برسوں میں یوں تو کئی خصوصی نمبرات شائع ہوئے۔ خصوصی یادگاری اشاعتیں منظر عام پر آئیں۔ مگر جو مقام

ماہنامہ ”المیزان“ ممبئی کے امام احمد رضا نمبر کوملا۔ یا ماہنامہ استقامت کانپور کے ”مفتی اعظم نمبر“ کو حاصل ہوا۔ وہ شاید ہی کسی خاص نمبر یا خاص اشاعت کو حاصل ہوا ہو۔ یہ جہان ملک العلماء قریب اسی نوع کا مقالاتی مجموعہ ہے۔ اس کا کیا مقام یا کیا حیثیت ہے۔ اس کا خاص تعین تو میں نہیں کر سکتا ہوں۔ یہ حق تو اہل علم، اہل الرائے کا ہے۔ یہ حق ہم ان کے حق میں محفوظ کرتے ہیں۔ ہم امید کرتے ہیں، کہ ان کا فیصلہ خاکسار مرتب اور مقالہ نگاروں کے حق میں بہتر ہی آئے گا۔ کیوں کہ ہمیں یقین ہے، کہ یہ اس شخص کا تذکرہ ہے۔ جس کی علمی و روحانی تعلیم و تربیت میں امام احمد رضا نے دن رات وقف کر دیا تھا اور اس شخص نے اپنی زندگی کی تمام کائنات حضرت امام احمد رضا کے نام پر نثار کر دیا تھا۔ اس لئے اس شخص کا تصور رضویات کا تصور ہے۔ جب جب رضویات کا تصور ہوگا۔ لازماً اس شخص کا تذکرہ ہوگا۔ لہذا اگر یہ کہا جائے، تو بے جا نہ ہوگا، جہان ملک العلماء رضویات ہی کا ایک اٹوٹ انگ ہے اور باب رضویات میں ایک اہم تاریخی اضافہ ہے۔

یادگار کارنامہ

حضرت سراج ملت مولانا سید سراج اظہر رضوی صاحب موضع بین کے رہنے والے ہیں۔ حضرت ملک العلماء کی جائے پیدائش موضع رسول پور میجر ہے، یہ دونوں بستیاں جدید ضلع ناندہ بہار میں ہیں۔ موضع بین حضرت ملک العلماء کی ٹیہال ہے۔ اسی وطنی محبت نے سراج ملت کو مجبور کر دیا، کہ وہ حضرت ملک العلماء پر علمی تحقیقی کام کریں اور کرائیں۔ یوں تو وہ برسوں سے حضرت ملک العلماء کا عرس مناتے، کتابیں چھاپتے رہے ہیں۔ مگر یہ جہان ملک العلماء کا انتظام و انصرام ان کا ایک یادگار کارنامہ ہے۔ یہ کارنامہ ان کو زندہ و پائندہ رکھے گا۔

سراج ملت کے والد ماجد حضرت مولانا قاری سید ابوالہاشم رحمۃ اللہ علیہ ناندہ سے ممبئی آئے تھے۔ پھول گلی رضا جامع مسجد میں امامت کرتے تھے۔ خطاب سناتے تھے۔ منبر و محراب کی زینت تھے۔ بعد میں یہ منصب سراج ملت کو سپرد ہوا۔ وہ مولینا ہیں، حافظ و قاری ہیں، پیر طریقت ہیں۔ واعظ و مصلح ہیں، خلوص و جذبات رکھتے ہیں، بڑے بڑے کام سرانجام دیتے ہیں۔ مگر میرا خیال ہے، ان کے تمام کاموں میں جہان ملک العلماء کی ترتیب و طباعت سب سے بڑا کارنامہ ہے۔ جو صرف ان کے لئے نہیں، بلکہ پوری جماعت کے لئے قابل فخر یادگار کارنامہ ہے۔ خدا سے قبول فرمائے اور مزید کاموں کی توفیق از رانی فرمائے۔ آمین۔

سہ ماہی الکوثر سہسرام کا بے مثال ایثار

جہان ملک العلماء کی انجمن میں ہندو پاک کے سو سے زائد قلدکار انجمن آرا ہیں۔ مگر اس بھری انجمن میں ششہ قلم، شائستہ فکر، صاحب نظر مشہور قلدکار مولانا ملک الظفر صاحب کہیں نظر نہیں آتے۔ ان کی غیر موجودگی کا ہمیں شدت احساس ہے۔ ہو سکتا ہے، قارئین بھی یہ کمی محسوس کریں۔ مگر حقیقت یہ ہے، جتنا وہ غائب ہیں، اتنا ہی وہ حاضر بھی ہیں۔ قریب تیس جگہ پہ وہ حاضر ہیں، حیرت نہ

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدنی کی حیات اور علمی خدمات

کریں، حاضری کا قصہ یوں ہے۔

'الکوثر' سہرام جب جاری تھا۔ اس نے 'ملک العلماء نمبر' نکالنے کا اعلان کیا تھا۔ اس کے لئے ادارہ 'الکوثر' نے انتھک کوشش کی تھی۔ ہندوپاک کے قلم کاروں سے رابطہ کر کے مضامین لکھوائے تھے۔ برسوں کی تگ و دو کے بعد 'الکوثر' کو کافی حد تک کامیابی بھی ملی تھی۔ مقالات کی کتابت بھی ہو چکی تھی۔ ساری تیاری کے باوجود نہ معلوم کیوں 'الکوثر' کے زیر اہتمام 'ملک العلماء نمبر' شائع نہ ہو سکا۔ وجوہات جو بھی رہی ہوں۔ 'الکوثر' کا ملک العلماء نمبر نہ چھپنا تھا، نہ چھپ سکا۔ ہندوپاک کے شائقین للچا کر رہ گئے۔ یہ کوئی ۲۰۰۰ء یا بعد کی بات ہے۔ پچھلے برس بارش کے موسم میں علامہ ملک الظفر صاحب ممبئی تشریف لائے۔ رضا اکیڈمی کے دفتر میں ملاقات ہو گئی۔ علیک سلیک کے بعد میں نے پوچھ دیا، 'ملک العلماء نمبر' کا کیا ہوا۔ فرمانے لگے، سب تیار ہے۔ بس کچھ مالی مشکلات ہیں۔ میں نے کہا! آپ چاہیں، تو سارا مواد ہمیں دیدیں، یہاں چھپوانے کی سہیل نکالی جائے گی، یا تو اس اکیڈمی کے روح رواں جناب سعید نوری کو تیار کیا جائے گا۔ ورنہ دوسری صورت بھی ہے۔ فرمانے لگے، ٹھیک ہے، آپ مخلص ہیں، آپ پر بھروسہ ہے۔ آپ جو بھی کریں گے، بہتر کریں گے۔ یہ کہہ کر وہ سہرام لوٹ گئے۔ ان دنوں میں ملک العلماء پر متواتر مضمون لکھ رہا تھا۔ رضویات کے مؤسس اول کے نام سے ایک کتاب بھی زیر ترتیب تھی۔ میں چاہ رہا تھا، کہ وہ ذخیرہ چھپ جائے، تو میں اس سے استفادہ کروں۔ چونکہ مذکورہ کتاب ملک العلماء پر ہی تھی۔

ابھی اسی ادھیڑ بن میں تھا، کہ دو تین مہینے بیت گئے۔ تا آنکہ 'جہان ملک العلماء' کا انقلابی منصوبہ وجود میں آیا۔ میں نے موقع غنیمت سمجھا۔ ادھر حضرت سراج ملت کو تیار کیا، ادھر علامہ ملک الظفر صاحب کو آمادہ کیا۔ جب دونوں تیار ہو گئے، تو طے یہ پایا، کہ 'الکوثر' کے مواد کو ایک الگ حصہ کے طور پر 'جہان ملک العلماء' میں شامل کیا جائے گا اور 'جہان ملک العلماء' کے نام آئے ہوئے مقالات کو ابواب کے ذیل میں رکھا جائے گا۔ مگر ترتیب ابواب کے وقت خلل محسوس ہوا۔ تو پھر میں نے علامہ ملک الظفر سے گزارش کی، کہ وہ مجھے اپنے مواد کو ابواب کے تحت رکھنے کی اجازت دیدیں۔ خدا کے فضل سے انہوں نے بکشادہ پیشانی انشراح صدر کے ساتھ مجھے اجازت مرحمت فرمادی۔ میں نے ان سے یہ بھی کہا تھا، کہ وہ ایک نوٹ یا پیش لفظ لکھ دیں۔ یہ ان کی مہربانی کہ یہ بار انہوں نے مجھی پر ڈال دیا۔ خیر یہ ہے قصہ علامہ ملک الظفر صاحب کی بزم جہان ملک العلماء میں موجود شریک ہونے کا۔ ادارہ 'الکوثر' کے رفقائے توفیق اور بھی تھے یا ہیں۔ مگر روح رواں تو علامہ ملک الظفر صاحب ہی تھے یا ہیں۔ اس لئے ادارہ 'الکوثر' کے تمام رفقائے خصوصاً علامہ ملک الظفر صاحب کا اس بے مثال ایثار و قربانی پر حد درجہ مشکور و ممنون ہوں۔ خدا سے دعا ہے، کہ ایسے ایثار و اخلاص کا مظاہرہ کرنے کی توفیق ہم سب کو عطا فرمائے۔ وعدہ کے مطابق اب ہم یہاں ان کے مرسلہ مواد کی فہرست درج کرتے ہیں۔ تاکہ واضح طور پر معلوم ہو جائے، کہ گرامی قدر موصوف کا مواد کہاں کہاں ہے۔

مواد الکوثر کی فہرست

سید شاہ فرید الحق عمادی، خانقاہ عمادیہ پٹنہ	۱	ملک العلماء: ہمہ گیر علم کے مالک
پروفیسر سید شاہ محمد طلحہ رضوی برق دانا پور	۲	ملک العلماء
مولینا سید ظہیر احمد زیدی قادری علیگڑھ	۳	ملک العلماء: چند تاثرات
مولینا عبدالحمین نعمانی قادری چریاکوٹ	۴	ملک العلماء کا تعلق فی الدین
مفتی عبدالقیوم رضوی ہزاروی لاہور	۵	ملک العلماء: صحیح البہاری کی روشنی میں
مفتی عابد حسین نوری جمشید پور	۶	ملک العلماء کی تقوی شعاری
ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی بریلی	۷	ملک العلماء
مولینا صلاح الدین	۸	ملک العلماء اور صحیح البہاری۔ ایک جائزہ
مفتی محمد نور پرویز کلثیمار	۹	ملک العلماء: علم و فن کے تاجدار
مولینا محمد شرافت حسین رضوی پورنیہ	۱۰	حیات ملک العلماء کے چند گوشے
سید صابر حسین شاہ بخاری اٹک، پاکستان	۱۱	ملک العلماء اور امام احمد رضا
ڈاکٹر اعجاز نجم لطفی بریلی	۱۲	ملک العلماء: ایک عبقری شخصیت
مفتی ارشاد احمد ساحل علیگڑھ	۱۳	سادات مارہرہ اور ملک العلماء
وارث ریاض دیوراج	۱۴	چراغ علم و فن
مولینا شہاب الدین اشرفی کلثیمار	۱۵	ملک العلماء کی زندگی کے چند گوشے
ڈاکٹر صابر سنبھلی مراد آباد	۱۶	ملک العلماء کی ادبی خدمات
مولینا سید احمد رضا پٹنہ	۱۷	ملک العلماء کے رفیق خاص
مولینا قمر الحسن بستوی امریکہ	۱۸	ملک العلماء اور جواہر البیان
ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی ممبئی	۱۹	ملک العلماء: مکتوبات رضا کی روشنی میں
ڈاکٹر سراج احمد قادری سنت کبیر نگر	۲۰	ملک العلماء کی علمی وجاہت

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی دہلی کی حیات اور علمی خدمات

بریلی	ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی	ملک العلماء کی نثر نگاری	۲۱
گھوسی	مفتی آل مصطفیٰ مصباحی	ملک العلماء اور عرس کی شرعی حیثیت	۲۲
منظفر پور	پروفیسر فاروق احمد صدیقی	دلچسپ مکالمہ پراک نظر	۲۳
الہ آباد	ڈاکٹر سید شمیم گوہر	ملک العلماء کے رفیق درس	۲۴
بریلی	سید عبدالنعیم عزیزی	ملک العلماء کی سیاسی بصیرت	۲۵
اورنگ آباد	سید شاہ محمد حماد قادری	علم اور عالم دین	۲۶
کشمیر	پروفیسر ریاض الرحمن	رسالہ ہجرت بنگال	۲۷
دہلی	ڈاکٹر غلام محی النجم	حیات ملک العلماء پر طائرانہ نظر	۲۸
در بھنگہ	علامہ شبنم کمالی	ملک العلماء: میری معلومات میں	۲۹
علی گڑھ	مرتبہ: ڈاکٹر محقر الدین آرزو	تغزیتی خطوط بنام ملک العلماء	۳۰

ملک العلماء یونیورسٹیوں میں

حضرت ملک العلماء جدید و قدیم علوم کے ممتاز فاضل تھے۔ ان کا تعلق جہاں دینیات سے تھا۔ وہیں عصریات سے بھی تھا۔ دینی درسگاہوں، خانقاہوں، بارگاہوں میں وہ جس قدر معتبر و مستند تھے، کالجوں، یونیورسٹیوں، پروفیسروں، دانشوروں، بیرسٹروں، افسروں میں بھی اسی قدر معروف و متعارف تھے۔ ان کا تعلق ہر جگہ کے رجال کار سے تھا۔ مسلم یونیورسٹی علیگڑھ کے وائس چانسلر سر ضیاء الدین نے ان سے ملاقات کی، جب وہ علیگڑھ یونیورسٹی تشریف لے گئے، تو وہاں کے پروفیسروں دانشوروں نے ان کی دعوت و ضیافت کی۔ علمی مذاکرے ہوئے۔ پٹنہ کے وکلاء و افسران ان سے درس قرآن و حدیث سن کر ایمان و اعمال سنوارا کرتے تھے۔ پٹنہ ہائی کورٹ، کلکتہ ہائی کورٹ کے وکلاء و قانون دان ان سے مشورے طلب کرتے تھے۔ برطانوی عہد میں ایک دفعہ وہ برطانوی کچہری بدایوں تشریف لے گئے، تو حاکم و جج سب کھڑے ہو کر ان کا کورٹش بجالایا۔ کیوں کہ ۱۹۱۱ء کو جارج پنجم کی رسم تاج پوشی دہلی میں وہ مہمان خصوصی تھے۔ جس کا دعوت نامہ ان کو مشہور حکیم و سیاست داں حکیم اجمل خان دہلی نے بھیجا اور بلایا تھا۔

یونیورسٹی سطح پو جب سے امام احمد رضا پر کام شروع ہوا ہے۔ تب سے ملک العلماء کا نام عصری دانشگاہوں میں گونج رہا ہے۔ کیوں کہ وہ ملک العلماء ہی تھے۔ جنہوں نے رضویاتی تحقیقات و تحفظات کی نیواٹھائی تھی، لیکن وہاں براہ راست امام احمد رضا پر کام

ہور ہاتھا۔ ضمناً ملک العلماء کا تذکرہ ہور ہاتھا، لیکن وہ مرشد گرامی، جن کے فیض سے ملک العلماء، ملک العلماء بنے تھے۔ ان کی کتب فیضان سے اب اصالتہ ملک العلماء پر ریسرچ ورک شروع ہو گیا ہے۔

پنجاب یونیورسٹی لاہور میں ایم فل

کلیۃ الشرعیہ: یہ مقالہ عربی زبان میں ہے۔ الشیخ محمد ظفر الدین و کتابہ، صحیح البہاری، موضوع ہے۔ اس کا لکھنا جناب محمد صاحب ہیں۔ نگران ڈاکٹر خالق داد ملک ہیں۔ جو پنجاب یونیورسٹی میں شعبہ عربی کے استاد ہیں۔ مقالہ کار جسریشن نمبر ۲۶۱ ہے۔ مقالہ نگاری ۱۹۹۶ء تا ۱۹۹۸ء ہے۔ عربی زبان میں لکھا گیا یہ مقالہ تقریباً دو سو صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ مقالہ کلمۃ الشکر، کلمۃ الإیضات کے بعد ایک مقدمہ اور دو ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلے باب میں حیات، حالات، اساتذہ و شیوخ، احباب و معاصرین، دراسات و تصانیف و وفات و اولاد وغیرہ ضمنی سرخیاں قائم کر کے گفتگو کی گئی ہے۔ دوسرے باب میں 'صحیح البہاری' پر تفصیلی بحث ہے۔ آخر میں کتابیات مراجع کا فہرست ہے۔ کلمۃ الشکر میں جہاں محقق محمد مظفر صاحب نے اپنے نگران و دیگر اساتذہ کا ذکر و شکر ادا کیا ہے، وہیں پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود علامہ عبدالحکیم شرف قادری، علامہ اقبال فاروقی، پروفیسر ڈاکٹر مختار الدین احمد، مفتی ڈاکٹر غلام سرور قادری، مولینا محمد شاہد اقبال، علامہ محمد عیسیٰ رضوی، شیخ محمد عمر فاروق وغیرہم کی خدمت میں تہہ دل سے ہدیہ تشکر پیش کیا ہے۔ ہندوستان میں اس مقالہ کی دو قلمی کاپی پائی جاتی ہے۔ ایک تو پروفیسر مختار الدین احمد علیکڈھ کے ذخیرہ علمیہ میں، دوسری فقیر غلام جابر کے پاس ہے۔

گلبرگہ یونیورسٹی گلبرگہ میں پی ایچ ڈی

ڈاکٹریٹ کا یہ مقالہ ابھی زیر تکمیل ہے۔ ریسرچ اسکالر جناب اکبر علی صاحب ہیں۔ تحقیق کے نگران کار پروفیسر و صدر شعبہ ادب و فارسی گلبرگہ یونیورسٹی عالی جناب ڈاکٹر عبدالحمید اکبر صاحب ہیں۔ رجسٹریشن گزشتہ سال ہی ہوا ہے۔ اس مقالہ کا عنوان ملک العلماء سید محمد ظفر الدین رضوی حیات و علمی ادبی خدمات ہے۔ یہ مقالہ چھ ابواب اور ایک خصوصی ضمیمہ پر مشتمل ہے۔ پہلا باب نقوش حیات ہے۔ اس باب میں ملک العلماء کے احوال حیات پر گفتگو ہوگی، دوسرا باب نقوش تعلیم و تربیت ہے۔ اس باب میں ان کے مشائخ و اساتذہ پر لکھا جائے گا۔ تیسرا باب نقوش درس و افادہ ہے۔ اس میں ان کی تدریسی و افادہ خدمات کا جائزہ لیا جائے گا، چوتھا باب نقوش فکر ہے۔ اس میں ان کے ذہنی و ملی کارناموں پر بحث ہوگی۔ پانچواں باب نقوش قلم ہے۔ اس میں ان کی علمی ادبی خدمات اجاگر کی جائے گی۔ چھٹا باب حاصل مطالعہ ہے۔ آخر میں ایک خصوصی ضمیمہ ہے، یہ ضمیمہ ان کے قابل فخر فرزند پروفیسر ڈاکٹر مختار الدین احمد کے متعلق ہے۔ جس میں ان کے حالات و بین الاقوامی خدمات پر روشنی ڈالی جائے گی۔ پھر آخر میں کتابیات و اشاریہ جات ہوں گے۔ یہ ریسرچ پروجیکٹ خاکسار کی خاص دلچسپی

جہان ملک العلماء

حضرت ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی صاحب کی علمی خدمات

سے زیر تخیل ہے۔ مقالہ نگار اور نگران کار سے قوی امید ہے، کہ یہ کام علمی تحقیقی سطح پر انجام دیا جائے گا۔ واضح رہے کہ یہ مقالہ اردو زبان میں ہوگا۔

انتظار یہ

۱۔ عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد دکن سے عنقریب حضرت ملک العلماء کی صحیح البہاری پر پی ایچ ڈی ہونے جارہی ہے۔ یہ کام عربی زبان میں ہوگا۔ جناب محمد عرفان قادری ریسرچ اسکالر ہوں گے۔ امید ہے، کہ ڈاکٹر مجتبیٰ شریف پروفیسر شعبہ عربی نگران ہوں گے۔ محمد عرفان صاحب عربی زبان میں اچھی دسترس رکھتے ہیں۔ اس کا اندازہ اس مقالہ سے ہوتا ہے، جو حال ہی میں انہوں نے امام احمد رضا کی حدیثی حاشیہ نگاری پر لکھا ہے، جس پر ان کو ایم فل کی سند ملی ہے۔ اس مقالہ ایم فل کے مطالعہ سے اس کا تحقیقی معیار واضح ہوتا ہے۔ اس سے توقع کی جاتی ہے، کہ جناب عرفان صاحب کا مقالہ ڈاکٹریٹ بھی علمی معیار کا ہوگا۔ جناب عرفان صاحب حیدرآباد کے ایک کالج میں لکچرار ہیں۔ آدمی با ذوق محنتی مخلص ہیں۔ خدا ان کا خواب پورا فرمائے اور نمایاں کامیابی سے نوازے۔

۲۔ اسی طرح ایک اور پی ایچ ڈی از ہر یونیورسٹی مصر سے ہونیوالی ہے۔ اس کی تیاری بھی مکمل ہو چکی ہے۔ رجسٹریشن عنقریب ہونے والا ہے۔ یہ پی ایچ ڈی بھی عربی زبان میں ہوگی۔ موضوع وہی صحیح البہاری ہوگا۔ اس تحقیقی کام کے محقق مولینا فیضان الرحمن سجانی ہوں گے۔ موصوف حضرت مفتی عبدالواجد قادری حال مقیم ہالینڈ کے بیٹے ہیں۔ بی۔ اے، ایم اے کئے ہوئے ہیں۔ فی الوقت جامع از ہر مصر میں زیر تعلیم ہیں۔ جناب سجانی میاں محنتی مخلص حساس فعال قابل فاضل نوجوان ہیں۔ حضرت ملک العلماء سے ان کو خاص لگاؤ ہے۔ حضرت پروفیسر ڈاکٹر مختار الدین احمد ان کا علمی تعاون فرمائیں گے۔ خصوصی مشوروں اور دعاؤں سے بھی نوازیں گے۔ خدا وہ دن جلد دکھائے، کہ مولینا فیضان الرحمن، ڈاکٹر فیضان الرحمن بن جائیں۔

خوش خبریاں

۱۔ حیات ملک العلماء، اس عنوان پر تنویر عرب توقیر عجم، پروفیسر ڈاکٹر مختار الدین احمد مدظلہ پہلے ہی مختصر کام کر چکے ہیں۔ اب وہ اس موضوع پر بسط و تفصیل سے لکھنے بیٹھے ہیں۔ یہ حق ان ہی کا تھا، جن کو وہ پورا کر رہے ہیں۔ دنیاے عرب ہو یا دنیاے اردو، ہر دو میدان میں ان کا تحقیقی شعور مسلم ہے۔ اسی لئے محققین نے ان کو تنویر عرب، توقیر عجم کا لقب دیا ہے۔ اتنے گہرے علم، وسیع تجربات کا آدمی جب اپنے پدر بزرگوار کی سوانح لکھے گا، تو اس سوانح کی قدر و قیمت ہی کچھ سوا ہوگی، یہ سوانح حیات تو ہوگی حضرت ملک العلماء کی۔ مگر اس سے رضویات کی بھی تہہ در تہہ معلومات و مباحث سامنے آئیں گی۔ کیوں کہ یہ اس شخص کا قلم ہوگا۔ جس کو امام احمد رضا نے ”نور العین مختار الدین“ فرمایا ہے۔

کچھ اہم تجاویز

۱۔ تجاویز و مشورے قیمتی بھی ہوتے ہیں اور فالتو بھی۔ یوں ہی کچھ لوگ کام کے دھنی ہوتے ہیں اور کچھ لوگ محض بات کے جو لوگ کاموں کے ہوتے ہیں۔ مشورہ انہی کو دیا جاتا ہے، یہ مشورہ قیمتی ہوتا ہے، مشورہ دینے والا، قبول کرنے والا دونوں اجر و ثواب کا مستحق ہوتے ہیں۔ جو لوگ کاموں کے نہیں، صرف باتوں کے دھنی ہوتے ہیں، وہ فالتو ہوتے ہیں۔ ان کو مشورہ دینا بھی فالتو ہوتا ہے۔ گھاس اس گائے کو کھلائی جاتی ہے، جس سے دودھ ملنے کی توقع ہوتی ہے۔ پانی اس پورے کی جڑوں میں ڈالا جاتا ہے، جنھیں کے پھلدار ہونے کی امید ہوتی ہے۔ مریل گائے، چٹیل زمین کے پیچھے محنت کوئی بے وقوف ہی کرے گا۔ یہ بات ماننے جیسی ہے۔ مدارس اہلسنت میں الجلس الاشرافیہ مبارکپور سب سے زیادہ متحرک فعال ادارہ ہے۔ یہاں مجلس البرکات قائم ہے۔ جو درسی کتابوں کے حواشی و تعلیقات پر کام کرتی ہے۔ نصابی کتب کی تیاری پر بھی غور کرتی ہے۔ چند برسوں میں چند اہم کام منظر عام پر بھی آئے ہیں۔ ادارہ اشرفیہ درس نظامیہ کے نصاب میں جدید کاری کی بھی کوشش کرتا ہے۔ ظاہر ہے۔ جو کام کرے گا، اس کو سرمایہ بھی ملے گا۔ واضح بات ہے، اس ادارہ میں افراد بھی ہیں اور سرمایہ بھی۔ کام کرنے یا ہونے کی سہولت بھی زیادہ ہے۔ اس لئے ہم مادر علمی جامعہ اشرفیہ مبارکپور کے ارباب مجاز کو یہ مخلصانہ مشورہ دینا چاہتے ہیں کہ وہ حضرت ملک العلماء کی جتنی نصابی کتابیں ہیں۔ سب پر کام بھی کریں اور نصاب میں داخل بھی کریں۔ اولاً صحیح البہاری ثانیاً اور کتابیں مثلاً فن صرف میں عافیہ، فن نحو میں واقیہ، فن منطق میں تقریب، فن فلسفہ میں تہذیب، یہ سب کتابیں جدید نصاب کے مطابق بالکل لیٹٹ ہیں۔ یوں ہی ملک العلماء درسی کتابوں پر تعلیقات و حواشی بھی قلمبند کئے۔ یہ تمام درسی نصابی سرمایہ وہ اپنی تحویل میں لیں اور اس سے اپنی جماعت کو خوب خوب فائدہ پہنچائیں۔

صحیح البہاری کا منصوبہ چھ جلدوں کا تھا۔ اگر یہ منصوبہ پایہ تکمیل تک پہنچ گیا، تو اس کے بقیہ حصے دریافت کئے جائیں۔ خدا نخواستہ اگر منصوبہ مکمل نہ ہو سکا، تو اسی سنج پر اس کی تکمیل کی جائے۔ مثال اس کی موجود ہے۔ بہار شریعت کا خاکہ بیس حصوں کا تھا۔ ستر ہی ہوئے تھے، کہ مصنف کتاب کا وصال ہو گیا۔ تین حصے بعد میں لکھے گئے۔ بیس کی تکمیل ہو گئی۔ یہی عمل صحیح البہاری کے ساتھ بھی رکھا جائے۔ صحیح البہاری کے داخل نصاب کرنے پر اصرار ہمیں اس لئے ہے کہ اس کتاب میں افادات ڈائریکٹ امام احمد رضا کے ہیں، اس سطح کی کوئی کتاب موجود ہو (اول تو موجود ہی نہیں) یا تیار کر بھی لی جائے، تو یقیناً وہ اس وصف سے خالی ہوگی۔ رضویاتی افادات ہماری اولین ترجیح ہونی چاہئے۔ اگر ایسا نہیں، تو کوئی وجہ نہیں کہ ہر طرح سے اس لائق فائق کتاب سے صرف نظر کیا جائے۔ ہمیں امید نہیں یقین ہے، مادر علمی جامعہ اشرفیہ میں قائم مجلس البرکات اور نصاب کمیٹی کے اصحاب حل و عقد نہ صرف غور کریں گے بلکہ فوری اقدام

جہان ملک العلماء

ضلعک محمداہماہمصریہ محمد ظفر الدین عظیم آبادی شہک حیات اور علمی خدمات

کر کے مذکورہ کتابوں کی افادیت سے اپنے مدارس اور طلبہ مدارس کو مالا مال بھی کریں گے۔

ہندوستان میں تو یہ مشورہ جامعہ منظر اسلام و جامعہ اشرفیہ کے لئے ہے، پاکستان میں ٹھیک یہی مشورہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کے لئے ہے۔ حضرت مفتی عبدالقیوم رضوی ہزاروی اور حضرت علامہ عبدالکیم شرف قادری علیہما الرحمہ کے زمانہ خیر میں صحیح السباری پر کام جامعہ نظامیہ میں شروع ہو چکا تھا، ان دونوں کی وفات سے اس کام میں خلل پڑ گیا۔ اب معلوم نہیں یہ کام کس مرحلہ میں ہے۔ کام تو باہم مشورے اور اشتراک و تعاون سے ہوتا ہے۔ ادارہ اشرفیہ اور ادارہ نظامیہ دونوں مل کر بھی یہ کام کر سکتے ہیں۔ مولانا فیضان الرحمن (جن کا ذکر ابھی ہوا) کو بھی اس میں شامل کیا جاسکتا ہے۔ یہ تو رہی درسی کتابوں کی بات، اور اب غیر درسی تصانیف و تحقیقات:

۲۔ غیر درسی کتابوں میں حضرت ملک العلماء کی گونا گوں تصانیف ہیں۔ ان کی اشاعت ہندوستان میں انجمن برکات رضا، پھول گلی، ممبئی، کرے یا رضا اکیڈمی ممبئی اور پاکستان میں ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی کرے، لاہور میں مرکزی مجلس رضا کے نگران اور مکتبہ نبویہ کے مالک علامہ اقبال احمد فاروقی کریں۔ اول مرحلہ میں درج ذیل کتابیں شائع کی جائیں۔

(۱) حیات ملک العلماء، مرتبہ پروفیسر مختار الدین احمد (۲) مکتوبات ملک العلماء مرتبہ پروفیسر مختار الدین احمد، (۳) خطوط علماء بنام ملک العلماء، مرتبہ ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی، (۴) خطبات ملک العلماء، مرتبہ ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی۔ یہ کتاب حضرت ملک العلماء کی تقاریر معراج کا مجموعہ ہے، جو حضرت ملک العلماء نے پنڈ میں بارہ، چودہ سال تک کی تھی۔ واقعہ معراج پر یہ سب سے زیادہ مستند کتاب ہے۔ اس کتاب سے حضرت ملک العلماء کی خطیبانہ حیثیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ تفاسیر و احادیث کا ایک زبردست خزانہ اس میں چھپا ہوا ہے۔

۳۔ انجمن برکات رضا پھول گلی ممبئی، جو پیر طریقت حضرت مولانا سید سراج اظہر رضوی کی فعال تنظیم ہے۔ حضرت ملک العلماء پر درج ذیل کام آئندہ کرے اور کرائے۔ (۱) ملک العلماء بحیثیت عظیم محدث، یہ کتاب اردو کے ساتھ عربی میں بھی شائع کیا جائے۔ (۲) ملک العلماء کا مفسرانہ مقام، یہ بھی اردو عربی میں شائع ہو، (۳) ملک العلماء فقیہ الہند۔ یہ بھی اردو عربی میں شائع ہو۔ (۴) ملک العلماء

یہ سراسر سچ

مکھی پھولوں کے کھیت کے منڈیڑ پر آ گیا ہو۔ ہوا کے ہلکے جھوکے چل رہے ہیں۔ سورج مکھی پھولوں کے پودے ڈول رہے ہیں۔ پھول سب ادھر ادھر ڈھلک رہے ہیں۔ اس سلام کی لذت و کیفیت سے آج بھی ذہن و دل محمور ہے۔

کاش یہ دارالعلوم مسجد کی چہار دیواری سے نکل کر کسی پر فضا میدان میں منتقل ہو جاتا۔ مولانا سید سراج اظہر صاحب با وسائل آدمی ہیں۔ وہ چاہیں، تو ممبئی کے اطراف میں بڑا پلاٹ لے کر یہ دارالعلوم چلا سکتے ہیں۔ جہاں دارالعلوم ہو، دارالعبادت ہو، دارالاقامہ ہو، دارالصناعت بھی ہو، اسکول ہو، کالج ہو، ماڈرن ٹیکنالوجی کا انسٹی ٹیوٹ ہو، ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ ہو، دینی و عصری تعلیم و ہنر کا مکمل ایک کارخانہ ہو، اندرونی نظام سارا مذہبی ہو، بیرونی ڈھانچہ عصری ہو، تعلیم و تربیت کا سسٹم اتنا معیاری ہو، کہ یہاں کے طلباء آفاق پہ چھا جائیں، شمس و قمر پہ کند ڈال دیں۔ اس پروجیکٹ کے لئے ایک نہیں کئی عمر چاہئے۔ لیکن کوئی شخص کئی عمر لے کر پیدا نہیں ہوتا۔ اسی ایک عمر میں جو کرنا ہے، کر گزرتا ہے۔ خدا سید صاحب موصوف کی عمر میں برکتیں، دست و بازو میں قوتیں دے، کہ وہ یہ مثالی کارنامہ بھی کر گزریں۔

ہدیۂ سپاس

ٹھیک پچاس برس بعد ہی سہی، سراج ملت حضرت مولانا سید سراج اظہر مدظلہ نے حضرت ملک العلماء کے بارے میں ایک تاریخ ساز منصوبہ تیار کیا۔ اس منصوبہ کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کا مجھے موقع عنایت فرمایا۔ وہ تمام مقالہ نگار جنہوں نے خاکسار کے تیار کردہ خاکہ کو اپنی گلریزیوں اور رنگ آمیزیوں سے پر کیا۔ معروف و مخلص قلم کار مولانا ملک الظفر صاحب نے مجھ پر بھرپور اعتماد کیا اور سر مایہ الکوثر، سہرام کے ملک العلماء نمبر کا سارا مواد، جہاں ملک العلماء میں بلا شرط شریک اشاعت کرنے کا جواز فراہم کیا۔ تو عرب تو قیر عجم پر و فیسر مختار الدین احمد صاحب، جن سے میں اس کام کے دوران صبح و شام مواد و مشورہ طلب کرتا رہا۔ امام علم و فن حضرت خواجہ مظفر حسین رضوی، جنہوں نے اہم معلومات و مباحث کی نشاندہی فرمائی۔ جہاں ملک العلماء ٹیم کے سرگرم کارکن صاحبزادہ

جہان ملک العلماء حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی دہلی کی حیات اور علمی خدمات

مولینا سید محمد منہاج رضا عرف ہاشمی میاں، مولینا قاری محمد نظام الدین رضوی، مولینا محمد احمد رضوی اساتذہ دارالعلوم مفتی اعظم پھول گلی، یہ لوگ میرے ڈائریکشن پر کام کرتے کرتے رہے۔ مولینا وحسی احمد برکاتی، مولینا محمد رقیب اعظم رضوی مصباحی، جنہوں نے پروف ریڈنگ کی ذمہ داری نبھائی۔ مولوی محمد زاہد رضا، مولوی محمد ابراہیم رضا، مولوی محمد آصف رضا سلمہم جو رات دن اس کام میں ڈٹے جئے رہے۔ انجمن برکات رضا، پھول گلی، کے وہ تمام اراکین، جنہوں نے اس کام کا بیڑا اٹھا کر جماعت اہل سنت کو ایک مشکبار علمی تحفہ دیا۔ میں بحیثیت خادم 'جہان ملک العلماء' ان جملہ حضرات و اعزہ کی خدمات بابرکات میں ہدیہ سپاس پیش کرتا ہوں اور دعا گو ہوں کہ خداوند قدوس و قدیر ہماری اس مشترکہ کاوش علمی کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور آئندہ اسی طرح مفید کام کرنے کی توفیق از رانی فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ واصحابہ و بزرگ وسلم

دعاء گو و دعا جو

احقر غلام جابر شمس مصباحی

مرکز برکات رضا، میرا روڈ، ممبئی

۲۷/رجب ۱۴۳۰ھ

۳۰ جولائی ۲۰۰۹ء

بوقت شب ۱۱ بجے

☆☆☆☆☆

کوئی مستقل کتاب نظر سے نہیں گذری، لائق مبارکباد ہیں، ناشر مسلک اعلیٰ حضرت پیر طریقت خلیفہ مفتی اعظم سراج ملت حضرت مولانا سید سراج اظہر صاحب، صدر انجمن برکات رضا، جنہوں نے اس موضوع پر صاحبان قلم، عالموں، دانشوروں، صحافیوں، پروفیسروں، مدبروں، کے معلوماتی تاریخی علمی مضامین کا دفتر جمع فرما کر بنام جہان ملک العلماء ایک حسین حیات و خدمات کا مرقع لوگوں کے سامنے پیش فرما کر آپ کو متعارف کرانے اور وقت کی اشد ضرورت پوری کرنے کی انتھک کوشش کی ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ سراج ملت کی عمر میں برکتیں عطا کرے۔ حوصلہ اور بلند فرمائے اور اسے قبول فرما کر مقبول ہر خواص و عام کرے۔ آمین۔

نقطہ

فقیر سید محمد طاہر قادری

سجادہ نشین خانقاہ طیبیہ واحدیہ شہرستان، بلگرام شریف

سید شاہ آل رسول حسنین میاں نظمی برکاتی مارہروی
سجادہ نشین ومتولی، درگاہ عالیہ، برکاتیہ نوریہ، امیریہ مارہرہ مطہرہ، یوپی



بسم الله الرحمن الرحيم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

کچھ لکھنے سے پہلے آئیے، آپ کو ایک نکتہ کا سرنامہ پڑھوائیں، جو اس طرح ہے۔

۳۰ جمادی الآخری ۱۳۳۰ھ

از بریلی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

”ولدی اعزى اعزک اللہ فی الدنیا والدین وجعلک کاسمک ظفر الدین آمین! آمین! آمین!“
کسی مکتوب کو یوں شروع کیا ہے:

”ولدی الاعز ماحی الفتنہ جعلہ المولیٰ تعالیٰ کاسمہ ظفر الدین“
کسی خط میں یوں لکھا ہے:

”ولدی الاعز المکین مولانا المکرم ذی العلم المتین جعلہ کاسمہ ظفر الدین“
مثل مشہور ہے: الولد سرلابیہ “ملک العلماء نے دنیا کو دکھا دیا کہ وہ اپنے روحانی باپ کے علمی ورثہ کے سچے محافظ ہیں۔

جہان ملک العلماء

حضرت ملک العلماء امام احمد سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی شہد کی حیات اور علمی خدمات

دین کی تبلیغ اور جہاد ہاتھ میں وہ اعلیٰ حضرت محقق فاضل بریلوی کے سچے جانشین ثابت ہوئے۔ ان کی لکھی ہوئی کتابوں کی زمانے بھر میں دھوم ہے۔ بڑے درجات کے نصابات میں ان کی تصانیف پڑھائی جا رہی ہیں۔ برصغیر ہندو پاک میں غالباً وہ واحد عالم ہیں، جنہوں نے خالص محدثانہ انداز میں حنفی نقطہ نظر سے ہندوستان میں پہلا مکمل مجموعہ احادیث ترتیب دیا، جو الجامع الرضوی المعروف صحیح البہاری کے نام سے عوام اہلسنت کے ہاتھوں میں پہنچا۔

ملک العلماء سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ کی اولاد سے ہیں۔ آپ کے مورث اعلیٰ مدار الملک سید ابراہیم غزنوی چھٹی پشت میں سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند حضرت سید عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ کی نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔ ملک العلماء کے اجداد آٹھویں صدی ہجری میں غزنی سے ہجرت کر کے ہندوستان پہنچے۔ اس وقت ہندوستان کے تخت پر فیروز شاہ براہمن تھے۔ باپ دہا زندگی بھر جہاد پالیسی کرتے رہے۔ لیکن ان کا یہ سپوت قلم لے کر اٹھا اور دنیائے سنیت کو ایسی ایسی نادر تصانیف عطا کیں، جو آج بھی دینی اور علمی حلقوں میں غزنی سے دیکھی جاتی ہیں۔

سن ۱۳۰۳ھ کے عاشورہ محرم کی صبح صادق کو ملک عبدالرزاق کے آنگن میں ایک سورج طلوع ہوا۔ والد ماجد نے بیٹے کا نام غلام حیدر اور مختار احمد رکھا۔ لیکن گھر کے دوسرے بزرگوں کی فرمائش پر محمد ظفر الدین کے نام سے پکارے جانے لگے۔ آگے چل کر جب وہ بریلی میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی شاگردی میں آئے، تو ظفر الدین سے ظفر الدین ہو گئے اور آخر دم تک اسی نام سے پہنچانے گئے۔ تاریخ ولادت عیسوی سن کے حساب سے ۱۹ اکتوبر ۱۸۸۰ء ہے اور مقام ولادت رسول پور، میجر اضلع پٹنہ، بہار اسٹیٹ ہے۔ آپ اپنے والدین کے اکلوتے فرزند تھے۔

جب ملک العلماء چار سال چار ماہ چار دن کے ہوئے، تو خاندان سادات کے دستور کے مطابق ان کی تسمیہ خوانی ہوئی۔ ایک بڑے بزرگ چاند شاہ صاحب نے بسم اللہ پڑھائی اور اس کے ساتھ ہی یہ سید زادہ مدرسہ العلماء بریلی کی علمی وراثت کی شاہراہ پر چل پڑا۔ ابتدائی تعلیم والد ماجد نے دی، پھر گھر پر ہی رہ کر مختلف اساتذہ بشمول حافظ مخدوم اشرف، مولوی کبیر الدین اور مولوی عبداللطیف سے قرآن مجید اور اردو فارسی کی کتابوں کا درس لیا۔ ماموں کی بیٹی کی شادی کے سلسلے میں موضع بین گئے۔ تو وہاں کے اعضاء نے آگے کی تعلیم کے لئے وہیں روک لیا۔ یہاں مدرسہ غوثیہ حنفیہ میں عربی کی تعلیم اپنے وقت کے عالم اجل مولوی ابراہیم سے حاصل کی۔ اب تک کم و بیش ایک درجن اساتذہ کے آگے زانوئے تلمذ تہہ کر چکے تھے۔ اسی دوران پتہ چلا کہ عظیم علمی مرکز عظیم آباد پٹنہ شہر میں حنفیہ نام کا ایک مدرسہ ہے، جہاں حضرت مولانا شاہ وحی احمد محدث سورتی درس و تدریس کے آسمان پر علم و فضل کا سورج بن کر چمک رہے ہیں۔ خود بھی روشن ہیں اور زمانے کو بھی روشن کر رہے ہیں۔ مدرسہ حنفیہ میں محدث سورتی سے درس حدیث لیا۔ پر آپ کا پورا چلے آئے اور وہاں کے نئے مدارس کے علماء سے اکتساب فیض کیا۔ یہاں سے اپنی علمی پیاس بجھانے کے لئے بانس بریلی پہنچے اور وہاں مدرسہ مصباح التہذیب میں فاضل دیوبند مولوی غلام یاسین صاحب کے درس میں شریک ہوئے۔ حصول علم کے اس طویل سفر میں سید زادے نے گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا تھا، مگر ابھی پیاس باقی تھی۔ اس وقت دنیائے سنیت میں شیخ فاضل بریلی امام احمد رضا کا دور دور تک شہرہ تھا۔ اعلیٰ حضرت کے علم و قلم کی مقناطیسی طاقت نے انہیں اپنی طرف کھینچا اور وہ

جهان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام احمد رضا کی عظمت کا وہی عالمی اعتراف ہے جس نے

ان کی بارگاہ میں پہنچ گئے۔ لیکن وہ یہ دیکھ کر بہت مایوس ہوئے، کہ ان کے مرکز عقیدت اعلیٰ حضرت کے پاس اتنی وقت کی کمی تھی کہ ان سے تکمیل درس کر سکیں۔ دوسری مشکل یہ تھی، کہ اس وقت تک بریلی میں کوئی مدرسہ بھی نہ تھا۔ مگر سید زاہد انیسویں کا پوتہ اعلیٰ حضرت کے چھوٹے بھائی استاذ زین مولانا حسن رضا خاں اور اعلیٰ حضرت کے بڑے بیٹے مولانا حامد رضا خاں اور دوسرے اعلیٰ علم اصحاب کے ساتھ سر جوڑ کر بیٹھے اور ۱۹۰۴ء میں محلہ سوداگران میں مدرسہ منظر اسلام کی بنیاد ڈال دی۔ مدرسہ کا افتتاح صرف طلبہ سے ہوا۔ جن میں سے ایک مولانا سید ظفر الدین خود اور دوسرے ان کے ہم وطن اور دوست مولانا سید عبدالرشید عظیم آبادی مدرسہ کے افتتاح کے ساتھ ہی مولانا ظفر الدین کے ایک دیرینہ خواب کی تکمیل شروع ہوئی۔ یعنی انھوں نے اعلیٰ حضرت سے کئی بخاری کا درس اور فتویٰ نویسی سیکھنی شروع کر دی۔ فاضل بریلوی سے انھوں نے علم ہیئت، ریاضی، توحید، جفر و کیمیا اور تصوف کی کتابوں مثلاً عوارف المعارف اور رسالہ تشریحیہ کا درس بھی لیا۔

پھر وہ دن بھی آ گیا، جو دین کے ہر طالب علم کے لئے اس کے خوابوں کی تعبیر کا دن ہوتا ہے۔ ۱۳۲۵ ہجری کا ماہ شعبان المعظم، علماء و مشائخ کا ایک بڑا مجمع۔ چشتی مشرب کے ایک مشہور بزرگ شیخ العالم حضرت مخدوم احمد عبدالحق ردو لوی قدس سرہی درگاہ کے سجادہ نشین حضرت مخدوم شاہ الثقات احمد نے اعلیٰ حضرت محدث بریلوی کی فرمائش پر مولانا سید ظفر الدین کے سر پر فضیلت کا تاج رکھا اور نہایت شفقت سے سند تدریس و افتا مرحمت فرمائی۔ سونے پر سہاگہ تب ہوا، جب اسی سال اعلیٰ حضرت۔

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی علیہ کی حیات اور علمی خدمات

اور علم کے سمندر سے اپنی پیاس بجھاتے رہے۔ کتنوں نے فیض اٹھایا، اس کا کوئی حساب نہیں۔
دینی و علمی سرگرمیوں میں جوانی کس وقت بڑھاپے میں بدل گئی، اس کا پتہ ہی نہ چلا۔ بڑھاپا آیا ضرور، مگر ملک العلماء نے
اسے اپنے اوپر حاوی ہونے نہیں دیا۔ مدرسے کی انتظامیہ ذمہ داری سنبھالنے کے ساتھ ساتھ آپ روزانہ چھ گھنٹے درس دیتے۔ تفسیر
مدارک، بیضاوی شریف، بخاری، مسلم، ہدایہ آخرین اور مناظرہ رشیدیہ جیسے کلیدی مضامین کی تدریس ملک العلماء نے اپنے ذمہ
رکھی تھی۔ درس و تدریس اور مدرسے کی نظامت سے جو وقت بچتا، وہ فتویٰ نویسی اور تصنیف و تالیف اور تبلیغ کی نذر ہو جاتا۔
ملک العلماء کے لائق و فائق فرزند ڈاکٹر مختار الدین احمد، سابق صدر، شعبہ عربی، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ لکھتے ہیں:

”مجھے یاد آتا ہے کہ میرے بچپن میں وہ (ملک العلماء) آریہ سماجیوں اور مسیحی مبلغین سے مناظرے کیلئے جلسوں میں بھی
تشریف لے جایا کرتے تھے۔ غیر مقلدین وغیرہم سے مناظرہ کے لئے بھی وہ دور دراز کے علاقوں سے مدعو کیے جاتے تھے۔ ایک
مناظرے کے لئے وہ برما بھی تشریف لے گئے تھے۔“

ملک العلماء کی حیات ظاہری کے ۵۵ سال مسلسل تدریس میں گزرے۔ بریلی، بہرام، پٹنہ۔ کلیمار (پورینہ)۔ آراکے
مدارس میں ہزاروں طالبان علم کو اپنی علمی فیوض سے سیراب کیا۔ پڑھنے پڑھانے کے ساتھ ساتھ افتاء و مواظب کا سلسلہ بھی برابر
جاری رہا اور ان ساری مصروفیات کے جلو میں ستر سے زیادہ کتابوں کی تصنیف و تالیف! کیا اسے ایک سید زادے کی کرامت نہیں
کہیں گے؟ لان کے فرزند ڈاکٹر مختار الدین لکھتے ہیں:

”ملک العلماء عرصہ سے فشار الدم کے مرض میں مبتلا تھے اور بہت کم زور ہو گئے تھے۔ لیکن ان کی عبادت و ریاضت میں کبھی کوئی
کمی نہیں آئی۔ نہ ان کے روزانہ کے معمولات میں کوئی فرق۔ زندگی کے آخر دن تک وہ علمی و دینی فرائض حسب معمول انجام دیتے
رہے۔ شب و شنبہ ۱۹ جمادی الآخر ۱۳۸۲ھ ۱۸ نومبر ۱۸۶۲ء کو ذکر جہر اللہ کرتے انھوں نے اپنی جان جان آفرین کو سپرد کی۔ کچھ دیر تک
اہل خانہ کو اس بات کا احساس بھی نہیں ہوا کہ واصل بحق ہو چکے ہیں۔“

ملک العلماء کی نماز جنازہ ان کے مرشد اجازت حضرت شاہ محمد ایوب شاہدی رشیدی سجادہ نشین، خانقاہ اسلام پور، ضلع پٹنہ
نے پڑھائی۔ شاہ صاحب سے ملک العلماء کو فردوسی، شطاری، سہروردی اور کچھ مزید سلسلوں میں خلافت و اجازت حاصل تھی۔
اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت امام احمد رضا محقق بریلی نے ملک العلماء کو ان چودہ ناناؤوں کی خلافت و اجازت مرحمت فرمائی تھی، جو
اعلیٰ حضرت کو ان کے پیر و مرشد حضور خاتم الاکابر سیدنا شاہ آل رسول احمدی اور خاتم الاقطاب ماہرہ مطہرہ حضور سیدنا شاہ ابوالحسین احمد
نوری قدس سرہ سے عطا ہوئے تھے۔ اعلیٰ حضرت کے دل میں ملک العلماء کی بے حد قدر و منزلت اور محبت تھی۔ ملک العلماء کے نام
اپنے ایک مکتوب میں امام عشق و محبت یوں رقم طراز ہیں:

از بریلی، ۴ جمادی الآخری ۱۳۳۳ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

والدی الاعز مولانا مولوی سید محمد ظفر الدین جعلہ اللہ تعالیٰ کا سہمہ ظفر الدین آمین!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

جن امور میں ہوں، اگر آپ کو تفصیل معلوم ہو، تو مجھے عدم تحریر خطوط میں معذور رکھیں گے۔ مگر آپ کی یاد دل کے ساتھ ہے۔ جو عظیم ساعت میسر ہوئی، محض عطائے الہی تھی۔ اس میں یہ نقوش تیار کئے، جو مرسل ہیں۔۔۔۔۔ ان میں دو نقوش میں مکتوب الیہ کے نام کے اعداد بھی داخل کیے جاتے ہیں۔ وقت بہت قلیل تھا صرف پندرہ نام اس کے لئے تجویز کئے ان میں ایک آپ کا بھی نام تھا۔ نقوش حاضر ہیں۔

مولیٰ تعالیٰ مبارک فرمائے۔۔۔۔۔ والسلام

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

اعلیٰ حضرت نے اپنے اکثر خطوط میں شہزادہ حضور غوث اعظم سے اپنے لیے اس طرح دعائے خیر کروائی ہے:

اس فقیر نا کارہ کے لیے عنوعافیت دارین کی دعا فرمائیں، فقیر آپ کی لئے دعا کرے گا اور کرتا ہے۔“

اس چہیتے شاگرد کا استاد محترم کی نظروں میں کیا مقام تھا، اس کا اندازہ اس مکتوب سے لگائیے، جو اعلیٰ حضرت نے ان کے بارے میں خلیفہ تاج الدین احمد ناظم انجمن نعمانیہ ہندلاہور کو اپنی رحلت سے بارہ سال پہلے ۵ شعبان المکرم ۱۳۲۸ء کو تحریر کیا:

”۔۔۔۔۔ مگر مولانا مولوی سید ظفر الدین قادری سلمہ فقیر کے یہاں کے اعز طلبا میں سے ہیں اور میرے بجان عزیز۔ ابتدائی کتب کے بعد یہیں تحصیل علوم کی اور اب کئی سال سے میرے مدرسے میں مدرس اور اس کے علاوہ کار افتاب میں میرے معین ہیں۔ میں نہیں کہتا کہ جتنی درخواستیں آئی ہوں، سب سے یہ زائد ہیں، مگر اتنا ضرور کہوں گا:

(۱) سنی خالص مخلص نہایت صحیح العقیدہ، ہادی مہدی ہیں۔

(۲) عام درسیات میں بفضلہ تعالیٰ عاجز نہیں۔

(۳) مفتی ہیں،

(۴) مصنف ہیں،

(۵) واعظ ہیں،

(۶) مناظرہ بعون تعالیٰ کر سکتے ہیں،

(۷) علمائے زمانہ میں علم و توقیت سے تنہا آگاہ ہیں۔۔۔۔۔

فقیر آپ کے مدرسے کو اپنے نفس پر ایثار کر کے انہیں آپ کے لئے پیش کرتا ہے۔“

سبحان اللہ کتنی اپنائیت کتنی شفقت ہے اس مکتوب میں، اپنے دور کا عظیم روحانی پیشوا اپنے شاگرد کو کتنے بھاری بھارے انداز میں متعارف کر رہا ہے!! کتنا ناز ہے استاد کو اپنے شاگرد پر!!!

اعلیٰ حضرت قدس سرہ تین سو ساٹھ اشعار پر مشتمل اپنے قصیدہ ”الاستمداذ“ میں ملک العلماء کے بارے میں فرماتے ہیں:

میرے ظفر کو اپنی ظفر دے اس سے شکستیں کھاتے یہ ہیں

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی اللہ کی حیات اور علمی خدمات

اس قصیدے میں اپنے سارے خلفاء اور تلامذہ کا ذکر کر کے آخر میں ان سبھوں کے لئے یوں دعائے خیر فرماتے ہیں:

ان پر کرم رکھ، سر پہ قدم رکھ
تیرے ہی کہلاتے یہ ہیں
تیرے گدا ہیں، تجھ پہ ندا ہیں
تیرا ہی کھاتے گاتے یہ ہیں

خانوادہ رضا کی شفقت اور نوازش اس سیدزادے پر اس قدر تھی کہ حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک مکتوب میں لکھا: ”میں آپ کا بریلی رہنمادت سے چاہتا ہوں، کسی طرح ہو۔ خصوصاً اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی تصنیفات اور سوانح کی تیاری کے لئے۔ آپ کو اگر کار تدریس سپرد کیا گیا، تو آپ کا بہت وقت اسی کی نذر ہو جائے گا، اس لئے یہ چاہتا ہوں کہ زیادہ وقت تو آپ کا اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی تصنیفات کے مسودات کی تمییز وغیرہ میں صرف ہو اور ایک دو سبق حدیث کے بھی پڑھادیں، تاکہ مدرسہ بھی آپ کے فیض سے مستفیض ہو۔ رہنے کے لئے یہی گھر ہے، یا یہ ممکن ہے کہ مرزا جی کا مکان درست کر دیا جائے۔ کھانا جو پکے گا، حاضر کیا جائے گا۔ جیسا آپ اپنے زمانہ قیام میں ملاحظہ فرماتے رہے ہیں۔ اس کھانے اور مکان کے ساتھ آپ اپنے لئے کتنا وظیفہ پسند کرتے ہیں، وہ لکھئے اور اگر کھانا مکان کا انتظام آپ خود کرنا چاہیں، تو کیا وظیفہ ہو، وہ لکھئے۔۔۔“

ملک العلماء نے قلم کا سفر ۱۳۲۲ھ میں شروع کیا، جو تقریباً پچاس پچپن سال یعنی ان کی رحلت تک جاری رہا۔ اس عرصہ میں انہوں نے متعدد فتون اور موضوعات مثل حدیث، فقہ، اصول فقہ، تاریخ، سیرت فضائل، مناقب، اخلاق، نصح، صرف، نحو، منطق، فلسفہ، کلام، ہیئت، توقیت، تفسیر، مناظرہ وغیرہ پر ستر سے زیادہ کتابیں لکھیں۔ ان میں سب سے مشہور کتاب ’الجامع الرضوی المعروف بصحیح البہاری‘ ہے۔ اس کتاب کا مختصر تعارف کراتے ہوئے، ملک العلماء کے فرزند سید ڈاکٹر مختار الدین یوں رقم طراز ہیں:

”ہندوستان کے مدارس اسلامیہ میں عام طور پر صحاح ستہ مشکوٰۃ المصابیح اور بلوغ المرام وغیرہ کا درس دیا جاتا ہے۔ درس نظامی میں بھی یہی کتب احادیث رائج ہیں۔ ان کے مؤلفین شافعی المسلک ہیں اور ان کتابوں میں زیادہ تر وہی احادیث ملتی ہیں۔ جو شافعی مسلک کی مؤید ہیں۔ ان میں مختلف فیہ مسائل کے متعلق وہی روایت درج کی گئی ہیں، یا ان کو ترجیح و تقدیم دی گئی ہے، جو ان محدثین کے مسلک کی مؤید تھیں۔ اس طرح غیر منقسم ہندوستان میں کئی صدیوں تک شافعی علماء کے تیار کردہ احادیث کے مجموعوں کی ترویج و اشاعت ہوتی رہی۔“

ملک العلماء فاضل بہار نے احادیث کا سارا ممکن الحصول مجموعہ کھجال کر صرف وہی احادیث صحیح جمع کرنے کا بیڑہ اٹھایا، جو مؤید مسلک اہل سنت و احناف ہوں اور فقہ حنفی کا ماخذ و مصدر۔ انھوں نے وہ تمام روایات جمع کیں، جن پر مذہب حنفی کی عمارت کھڑی کی گئی ہے اور حتی الامکان فقہ حنفی کا شاید ہی کوئی مسئلہ ایسا رہا ہو، جس کی سند استہدایہ میں کوئی خبر اور اثر پیش نہیں کی گئی ہو۔ مختصر لفظوں میں ہم کہہ سکتے ہیں صحیح البہاری کی مطبوعہ جلد تقریباً ایک ہزار صفحات پر مشتمل ہے اور احادیث کی تعداد دس ہزار کے قریب ہے۔“

ملک العلماء کا ایک اور عظیم الشان قلمی کارنامہ ہے۔ ”حیات اعلیٰ حضرت“ جو مجددین و ملت امام احمد رضا محقق بریلی قدس سرہ

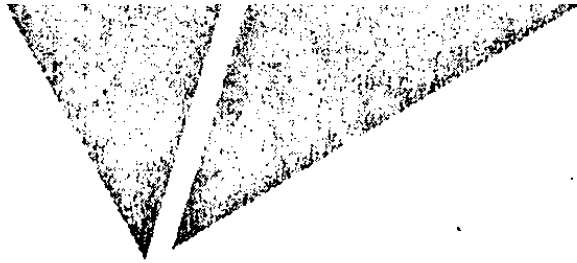
جہان ملک العلماء
حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی دہلی کی حیات اور علمی خدمات



جائیں حضور مفتی اعظم ہند تاج الشریعہ فخر الازہر
حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں صاحب قادری رضوی،
مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا، بریلی شریف

جہان ملک العلماء کی ترتیب اور اس کی طبع کا علم ہوا، میں دعا گو ہوں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے

صلوات و تہنات پر عمل فرمائے۔ آمین۔ صبحہ ناف۔ سر لگا، کہ فائدہ حاصل کرنے کی



جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی شہید کی حیات اور علمی خدمات

امین ملت پروفیسر حضرت سید شاہ محمد امین قادری برکاتی

زیب سجادہ خانقاہ برکاتیہ، مارہرہ شریف



چشم و چراغ خاندان برکات امام اہلسنت اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک بافیض بزرگ تھے۔ ان کے علمی فیوض کے سمندر سے بہت سے دریا رواں ہوئے۔ صدر الشریعہ مفتی امجد علی قادری رضوی، صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی، حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان قادری برکاتی، مفتی اعظم محمد مصطفیٰ رضا خان قادری برکاتی نوری

تحریر فرمایا تھا۔ ان کی یادوں کے بہت سے گوشے ذہن و دماغ میں محفوظ ہیں۔ لیکن انہیں قلم بند کرنے کے لئے جس فرصت کی ضرورت ہے، وہ عنقا ہے۔ فقیر ایک لمبے سفر پر روانہ ہو رہا ہے اور بہت عجلت میں یہ چند کلمات سپرد قلم کر رہا ہوں۔

سید محمد امین

حضرت الحاج الشاه محمد سبحان رضا خاں صاحب سبحانی میاں

صاحب سجادہ آستانہ رضویہ، بریلی شریف



نحمدہ ونصلی علی حبیبہ الکریم. اما بعد.

فقیر قادری کے لئے یقیناً یہ خبر انتہائی فرحت اثر ہے کہ ”انجمن برکات رضا مہمئی“ نے خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ حضرت مولانا الحاج سید سراج اظہر صاحب کی سرپرستی میں سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کے ممتاز شاگرد اور خلیفہ خاص جن کو خود اعلیٰ حضرت نے ”ولدی الاعز“ اور ”جان سے بہتر“ جیسے باعظمت اور قابل فخر کلمات سے یاد فرمایا۔ اعلیٰ حضرت نے جنہیں اپنی صحبت علم سے نواز کر اور علم و فن کا تاج پہنا کر دنیائے علم و حکمت میں مشہور و متعارف کرا دیا۔

یعنی حضور ملک العلماء، مخدوم اہل سنت، پیکر علم و فن، شیدائے اعلیٰ حضرت، محسن سنیہ، حضرت علامہ شاہ سید محمد ظفر الدین قادری رضوی عظیم آبادی (پسند) علیہ الرحمۃ والرضوان کی حیات مبارکہ اور خدمات دینیہ پر ”سلسلہ کار“ کا آغاز ہو چکا ہے۔ حضرت ملک العلماء صرف ایک شخصیت نہیں بلکہ ایک ”عظیم جہان“ ہیں۔ جس میں درجنوں جہان گم ہیں، ان کو سمجھنے اور ان تک پہنچنے کے لئے بڑے علم و دانائی کی ضرورت ہے۔ ان کی ذات خاص کے جس پہلو پر قلم اٹھایا جائے گا ایک عالم آباد نظر آئے گا۔

یادگار اعلیٰ حضرت، مرکز اہل سنت، جامعہ منظر اسلام بریلی شریف کے قیام میں بھی حضور ملک العلماء کی پر خلوص کوششوں کا عمل دخل ہے۔ ۱۹۰۲ء/۱۳۲۲ھ میں منظر اسلام-۱۳۲۲ھ قائم ہوا اور حضرت ملک العلماء نیز موصوف کے ایک ہم وطن دوست حضرت مولانا سید عبدالرشید عظیم آبادی سے مدرسہ منظر اسلام کا افتتاح ہوا۔ ان حضرات نے بہار خطوط لکھ کر مدرسے کے قیام کی اطلاع دی اور دوستوں کو بریلی شریف بلایا۔ ان کی ایک تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۲ جمادی الاخریٰ ۱۳۲۳ھ تک بہار کے مختلف مقامات سے غلام مصطفیٰ محمد ابراہیم اوگانوی، سید شاہ غلام محمد بہاری، سید عبدالرحمن بیٹھوی، مولوی محمد اسماعیل بہاری، محمد نذیر الحق رمضان پوری اور کچھ دوسرے طلباء بہار سے آ کر مدرسہ منظر اسلام میں داخل ہو چکے تھے۔ (حیات ملک العلماء، ص ۱۳)

حضرت ملک العلماء گونا گوں حیثیات کی حامل ایک عبقری شخصیت کا نام ہے۔ یقیناً وہ ان بلند پایہ اور مقبول ہستیوں میں سے ہیں، جن کا تعارف بھی سنیہ کی اہم خدمت ہے۔ ”جهان ملك العلماء“ کا اجمالی خاکہ دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ بارہ ابواب پر مشتمل ایک زبردست علمی کارنامہ انجام پانے والا ہے لہذا اس مبارک اور علمی آغاز پر نیز ”جهان ملك العلماء“ کی ترتیب پر فقیر قادری دلی مسرتوں کا اظہار کرتے ہوئے بارگاہ رب الانام میں دعا گو ہے کہ رب قدیر بظہیر رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اس پر خلوص کاوش کو قبول فرمائے اور مرتب و سرپرست، معاونین و حامیین نیز جملہ اراکین انجمن کو بزرگوں کا فیضان عطا فرمائے اور دارین کی سعادتوں

سے نوازے۔ آمین یا رب العالمین بجاہ سید المرسلین علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم. ☆☆☆



عزیز۔ ابتدائی کتب کے بعد یہیں تحصیل علوم کی اور اب کئی سال سے میرے مدرسہ میں مدرس اور اسکے علاوہ کار افتاب میں میرے معین ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا، کہ جتنی درخواستیں آئی ہوں سب سے یہ زائد ہیں مگر اتنا ضرور کہوں گا!!!

سنی خالص مخلص نہایت صحیح العقیدہ ہادی مہدی ہیں..... عام درسیات میں بفصلہ تعالیٰ عاجز نہیں..... مفتی ہیں..... مصنف ہیں..... واعظ ہیں..... مناظرہ بعونہ تعالیٰ کر سکتے ہیں..... علمائے زمانہ میں علم توقیت سے تنہا آگاہ ہیں۔ امام ابن حجر کی نے رواج میں اس علم کو فرض کفایہ لکھا ہے اور اب ہند بلکہ عام بلاد میں یہ علم علماء، بلکہ عام مسلمین سے اٹھ گیا۔ فقیر نے بتوفیق قدیر اس کا احیا کیا اور سات صاحب بنانا چاہے، جن میں بعض نے انتقال کیا، اکثر اس کی صعوبت سے چھوڑ کر بیٹھے۔ انہوں نے بقدر کفایت اخذ کیا اور اب میرے یہاں کے اوقات طلوع وغروب و نصف النہار ہر روز و تاریخ کیلئے اور جملہ اوقات ماہ مبارک رمضان شریف کے بھی بناتے ہیں۔

فقیر آپ کے مدرسے کو اپنے نفس پر ایثار کر کے انہیں آپ کیلئے پیش کرتا ہے۔ (مکتوبات)

مکتوب کی آخری سطر سے اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں آپ کے مقام کا اندازہ لگانا مشکل نہیں۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی آپ پر نہایت شفقت اور آپ سے بے انتہاء محبت فرماتے تھے۔ اس کا اندازہ ان خطوط سے ہوتا ہے، جس میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے فاضل بہاری کو ”حبیبی..... ولدی..... قرۃ عینی..... ولدی اعزک اللہ فی الدنیا والدین..... ولدی الاعز حامی السنن ماحی الفتن..... جان پدر“ جیسے الفاظ سے یاد کیا اور نظم میں آپ کیلئے یوں دعا فرماتے ہیں!!

میرے ظفر کو اپنی ظفر بنائے اس سے شکستیں کھاتے یہ ہیں

تدریس، مواظب اور فتویٰ نویسی کے علاوہ ستر سے زائد کتب تصنیف فرمائیں، مگر افسوس! کہ یہ تمام کتب شائع نہ ہو سکیں اور جو چھپیں ان میں سے بھی بہت کم مارکیٹ اور لائبریریوں میں دستیاب ہیں۔ اس خصوصی نمبر ”جہان ملک العلماء“ کا اجراء کرنے والے خلیفہ حضور مفتی اعظم حضرت مولانا سید سراج اظہر نوری رضوی دارا کین انجمن برکات رضا ممبئی، اس اشاعت خصوصی کے بعد موصوف کی تصانیف کی اشاعت کا اگر بیڑہ اٹھائیں، تو میں سمجھتا ہوں، یہ ایک بہت بڑی علمی خدمت ہوگی۔ نیز میں ”جہان ملک العلماء“ کی اشاعت پر سراج ملت اور اراکین انجمن کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔



شہزادہ ملک العلماء پروفیسر مختار الدین آرزو صاحب
سابق وائس چانسلر مظہر الحق، عربی و فارسی یونیورسٹی، پٹنہ

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ رب محمد صلی علیہ وسلم

مجھے اس اطلاع سے بے حد مسرت ہوئی کہ انجمن برکات رضا ممبئی، سراج ملت مولانا سید سراج اظہر قادری صاحب کے زیر ہدایت حضرت ملک العلماء مولانا ظفر الدین قادری رضوی علیہ الرحمۃ والرضوان (۱۸۸۰-۱۹۶۲ء) کی حیات و خدمات علیہ کے موضوع پر اہم مقالات، قیمتی تحریرات اور نادر خطوط و دستاویزات کا ایک ضخیم مجموعہ ”جہان ملک العلماء“ مرتب کر کے شائع کر رہی ہے۔ قابل ستائش ہیں وہ اصحاب جو اپنے اسلاف کو نہیں بھولتے، انہیں یاد رکھتے ہیں، انہیں یاد رکھنے کا ذریعہ اور وسیلہ بنتے ہیں اور ”نام نیک رفتگان شائع مکن“ پر ہمیشہ عمل پیرا رہتے ہیں۔

حضرت ملک العلماء کے وصال کو اب تقریباً پچاس سال ہو رہے ہیں، اس طویل عرصے میں نہ ان کی زندگی اور کارناموں پر کسی رسالے کا خصوصی نمبر شائع ہوا، نہ ان پر کوئی جامع مبسوط کتاب لکھی گئی، نہ ان کی بیش بہا مطبوعہ و غیر مطبوعہ تصانیف کی اشاعت کی طرف مناسب توجہ کی گئی۔ اس سلسلے میں یہاں وہاں کچھ کام ضرور ہوا لیکن تشنگان علم کو اس سے تشفی نہیں ہوئی۔ مقام شکر اہتان ہے کہ انجمن برکات رضا، ممبئی، حضرت ملک العلماء کی زندگی اور ان کی علمی کوششوں پر ایک قیمتی مجموعہ مضامین شائع کر رہی ہے۔

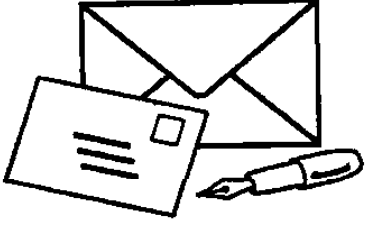
مجھے حضرت سراج ملت سے ملاقات کا شرف حاصل نہیں اور نہ میں نے یہ مجموعہ مضامین دیکھا ہے کہ یہ زیر طباعت ہے، لیکن یقین کامل ہے کہ جو کام انجمن برکات رضا، حضرت سراج ملت کی نگرانی میں کرے گی وہ ہر طرح معتبر، مستند اور قابل تحسین ہوگا۔ دعا ہے کہ اس علمی و دینی کاوش کو قبول عام حاصل ہو اور خدائے عزوجل مرتبین اور ان کے رفقاء کے کار کو جن کی توجہات اور مساعی جلیلہ سے وقیع کارنامہ منظر عام پر آ رہا ہے، اجر جزیل عطا فرمائے۔

مختار الدین احمد

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی دہلی کی حیات اور علمی خدمات

مفسر قرآن حضرت علامہ مولانا محمد فیض احمد اویسی صاحب رضوی
جامعہ اویسیہ رضویہ سیرانی مسجد، بہاولپور، پاکستان



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ
وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْدُ۔

فاضل محترم پاسبان مسلک اعلیٰ حضرت علامہ محمد حسن علی رضوی (میلے) و عزیزم مولانا محمد حامد سرفراز قادری رضوی کے ذریعے یہ خوشخبری ملی، کہ میرے سرکار سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلیفہ حضرت ملک العلماء علامہ محمد ظفر الدین قادری رضوی فاضل بہاری علیہ الرحمۃ الباری پر خصوصی نمبر بنام ”جہان ملک العلماء“ شائع کیا جا رہا ہے۔ فقیر چونکہ گذشتہ ایک سال سے زائد عرصہ ہوا صاحب فراش ہے لکھنے پڑھنے سے قاصر ہے، جی چاہتا تھا، کہ حضرت ملک العلماء نمبر کے لئے ایک طویل مضمون لکھوں، مگر کمزوری کے باعث لکھنا مشکل ہے، یہ چند الفاظ بھی ولدی عزیز محمد فیاض احمد اویسی قادری سلمہ کے ذریعے لکھ دیئے ہیں۔ دعا کرتا ہوں، کہ اللہ تعالیٰ آپ جملہ احباب کو اپنے مشن میں کامیاب فرمائے اور یہ خاص نمبر عوام و خواص میں مقبول ہو۔ آمین بحسرت سید الانبیاء

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

والسلام

مدینے کا بھکاری الفقیر القادری

۲۲ رجب ۱۴۳۰ھ

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی شہد کی حیات اور علمی خدمات

مخدوم اہلسنت حضرت علامہ ابوداؤد محمد صادق قادری رضوی

امیر جماعت رضائے مصطفیٰ، گوجرانوالہ، پاکستان



اخوان طریقت، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بستر علالت پر بیترددہ جانفزا نشاۃ کہ خلفہ حضور مفتی اعظم سراج ملت حافظ مولانا سید سراج الظہر رضوی نوری، خلیفہ اعلیٰ حضرت حضور ملک العلماء فاضل بہاری علیہ الرحمہ کے احوال گرامی پر ایک ضخیم و مفید و جامع مواد منظر عام پر لا رہے ہیں۔ مجھے روحانی مسرت ہے اور فقیر آپ کی کامیابی کے لئے دعا گو ہے۔ مسلک اعلیٰ حضرت تنظیم البرکت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پابندی از حد لازم و ضروری ہے، از رہ کرم کسی قسم کی تصاویر شائع نہ کی جائیں۔ ہم اہلسنت کے عالی تر جہان ماہنامہ رضائے مصطفیٰ، گوجرانوالہ میں آپ کی اس کاوش پر منضیل تبصرہ شائع کریں گے۔ فقیر کی صحت کے لئے خصوصی دعا فرمائیں۔ حضرت ملک العلماء رسالہ رضائے مصطفیٰ کے بہت قدردان تھے۔

فقط والسلام

تلمیذ ملك العلماء حضرت مفتی بلال احمدی نوری صاحب

شیخ الحدیث جامعہ قادریہ اشرفیہ، ممبئی



کام دہ لے لیجئے تم کو جو راضی کرے ٹھیک ہونا رضامتم پہ کروڑوں درود

پیر طریقت ناشر مسلک اعلیٰ حضرت خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند، سراج ملت حضرت علامہ الحاج سید سراج اظہر قادری نوری برکاتی بانی دوسرے اعلیٰ دارالعلوم فیضان مفتی اعظم، ممبئی کا ارسال کردہ دعوت نامہ حکم نامہ موصول ہوا۔ شوق بڑھا، ذوق چلا، لفاظی کھول کر دیکھا۔ مکتوب اور جهان ملک العلماء کا خاکہ پڑھتے ہی دل جھوم اٹھا، سرور و کیف کے بادل چھا گئے، امید و یاس کی برکھالیقین و ایقان کا ابر کرم بن کر رم جھم رم جھم برسنے لگی کہ دنیا نے سنیت کی وہ عظیم ترین علمی و فنی ذات جن پر اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ عنہما تاز کرتے تھے۔ ان کے معاصرین ان پر فخر سے سراونچا کرتے تھے کہ خیابان رضا کی شمع درخشاں حضور ملک العلماء ہمارے درمیان موجود ہیں۔ آج بھی گلستانِ رضا کا ہر پھول ان کی خوشبوؤں سے معطر ہے۔ جو خلفائے اعلیٰ حضرت میں سب سے زیادہ کثیر التصانیف ہیں، جن کو اعلیٰ حضرت نے ملک العلماء کے لقب سے ملقب کیا۔ جن کو ولدی الاعز جان پدر بلکہ از جان بہتر مولانا ظفر کہا، جن سے اعلیٰ حضرت نے خود کیلئے دعا کرائی۔ افسوس کہ ویسی بلند قامت، پر عظمت علمی شخصیت کو لوگوں نے فراموش کر دیا تھا۔

مگر لائق صد تحسین ہیں سراج ملت جنہوں نے اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا فاضل بریلوی اور رضویات کیلئے تن من دھن بچھا کر دیا ہے۔ جن کا اوڑھنا بچھونا مسلک اعلیٰ حضرت ہے، جو سزا یا فیضان اعلیٰ حضرت ہے، جن کا وجود مسعود سرکار مفتی اعظم رضی اللہ عنہ کی منہ بولتی تصویر ہے۔ قابل مبارکباد ہیں سراج ملت کہ انہوں نے دنیا نے سنیت کو ہمیشہ کچھ نہ کچھ نایاب تحفہ دیا ہے اور دیتے رہتے ہیں۔ بروقت حضور ملک العلماء کی ذات اور علمی خدمات پر مشتمل ضخیم و عظیم علمی دستاویز بنام ”جهان ملك العلماء“ دے رہے ہیں۔ یقیناً یہ مجلہ عصر حاضر اور مستقبل میں آنے والی نسلوں کیلئے ایک عظیم مشعلہ راہ رضویات ثابت ہوگا۔ جن کی پُر نور شعاؤں سے عشق و ایمان، قلوب و اذہان مستنیر ہو جائیں گے اور یہ ہمارے اسلاف کے کارہائے جلیلہ کو نگاہوں میں سمیٹ کر ہماری نسلوں کو اسلام و سنیت کا سپوت بنانے میں معین و مددگار ثابت ہوگا۔

مولائے قدیر حضرت سراج ملت کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام

پیشوائے اہل سنت، محترم جناب علامہ سید سراج اظہر صاحب نوری رضوی مدظلہ العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

احقر کو یہ معلوم ہو کر بہت مسرت ہے کہ انجمن برکات رضائے آپ کی سربراہی میں ملک العلماء حضرت علامہ ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ حیات و خدمات، تصنیفات و تالیفات اور فیوض و برکات پر مشتمل ایک مبسوط تذکرہ ”جہان ملک العلماء“ شائع کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ اہل علم کے اس یادگاری تذکرہ کا طویل عرصہ سے انتظار ہے اور اس کی ضرورت شدت سے محسوس کی جا رہی ہے۔ میری طرف سے مبارکباد قبول فرمائیں۔

ملک العلماء کے بارے میں ڈاکٹر حسن رضا عظمیٰ رقمطراز ہیں:

”منظر اسلام کے سب سے پہلے صدر مدرس حضرت مولانا شبیر احمد علی گڑھی تلمیذ رشید حضرت مفتی لطف اللہ علی گڑھی سے بھی آپ اکتساب فیض کیا۔ صحیح بخاری و مسلم از اول تا آخر آپ نے فاضل بریلوی سے پڑھی۔ ۱۳۲۵ھ میں فاضل بہاری اور مولانا عبدالرشید صاحب عظیم آباد جو اس مدرسہ کے سب سے پہلے طالب علم تھے، ان کی دستار بندی ہوئی۔ فاضل بہار اس مدرسہ میں مدرس مقرر کر لئے گئے۔“ (معارف، ص ۱۹۸۹ء: ۲۳۰)

اس میں کوئی شک و شبہ ہی نہیں ہے کہ فاضل بہاری اپنی علمی صلاحیتوں کی وجہ سے حضرت مجدد دین و ملت امام اہل سنت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے منظور نظر تھے۔ اسی وجہ سے ان پر اہل سنت فخر کرتے ہیں۔ ان کی پیش بہا تصانیف بہترین علمی سرمایہ ہیں۔ جن کی اشاعت و نشر کرنے کی ضرورت ہے۔

مجھے یقین ہے کہ انجمن برکات رضائے اس علمی خدمت کو عالمی پیمانے پر گرم جوشی کے ساتھ سراہا جائے گا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اسے نفع فرمائے اور علامہ بہاری کو جنت الفردوس میں رحمت کاملہ سے نوازے۔ آمین۔

والسلام

دستخط دمہر

خلیفہ مجاز سیدنا ملک العلماء حضرت علامہ محمد حسن علی رضوی بریلوی میلیسی
مہتمم جامعہ رضویہ انوار القادریہ، میلیسی



فقیر قادری گدائے رضوی کو عزیزم مولینا محمد حامد سرفراز قادری رضوی سمندری مخلصم محبت محترم عبدالرزاق صاحب رضوی سلمہ نے اچانک بروقت یہ مژدہ جانفزا سنایا اور بشارت روح افزاء سے مطلع فرما کر شاد شاد کیا، کہ فقیر کے شیخ اجازت و خلافت اور خلیفہ اعلیٰ حضرت سیدی ملک العلماء شمس الفعلاء علامہ الشاہ محمد ظفر الدین صاحب قادری رضوی فاضل بہاری قدس سرہ العزیز کی یاد میں ایک طویل و ضخیم جامع یادگار نمبر بنام ”جہان ملک العلماء“ منظر عام پر لایا جا رہا ہے۔ اس باب میں فاضل تھنم مجاہد ستیت بلخ مسلک اعلیٰ حضرت مولینا سید سراج اظہر صاحب قادری رضوی اور انجمن برکات بریلی کی آئینہ جلیلہ لکھنؤ میں واقع ہے۔ حضرت مولینا موصوف رحمہ اللہ و فضلہ اور ان کی انجمن کے رفقاء و احباب و مکتوبیوں کے مبارک مبارک ساد کے مستحق ہیں۔ مولیٰ عزوجل اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیلہ جلیلہ اور مشائخ سلسلہ کی برکت و عنایت اور روحانی تصرف کا مثالی کامیاب سطا فرمائے۔ آمین۔

فقیر کو حضرت اقدس سیدی ملک العلماء فاضل بہاری قدس سرہ نے اپنی خصوصی عنایتوں سے نوازا اور سرفراز فرمایا۔ حضرت مدوح کے خطوط مبارک بھی فقیر کے نام ہیں۔ حضرت مدوح معظم نے ہر کار مفتی اعظم، فقیہ عالم شہزادہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی طرح اپنی اجازت و خلافت اور اسناد و روایات سے بھی شرف فرمایا۔ اگر مجھ فقیر کو ایک ماہ پہلے اطلاع دی جاتی، تو فقیر پندرہ بیس صفحات کا مفصل مقالہ بھی لکھتا اور حضرت سیدی ملک العلماء علیہ الرحمہ کے خطوط کی فوٹو کاپیاں بھی برائے اشاعت حاضر کر دیتا۔

فقیر کی مخلصانہ ملتی پانہ استیعا ہے، اس خاص ایڈیشن اس خاص میگزین میں جو کچھ بھی لکھا جائے، وہ مسلک سیدنا اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت قدس سرہ کے مسلک حق کی حدود و قیود میں تحقیقات سیدنا سرکار مفتی اعظم قدس سرہ کے زیر سایہ لکھا جائے۔ مولیٰ عزوجل آپ کو اپنے نیک مشن میں کامیاب فرمائے آمین۔ والسلام

محبوب العلماء حضرت مفتی محبوب رضاروشن القادری پوکھر بروی

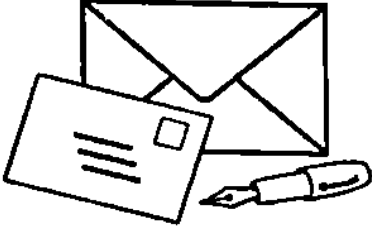
شیخ الحدیث، دارالعلوم فیضان مفتی اعظم پھول گلی ممبئی ۳



حضرت ملک العلماء کی عبقری شخصیت اور آپ کی ہمہ گیر ناقابل فراموش صلاحیت طلب صادق کی جیتی جاگتی تصویر ہے۔ اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، مجدد اعظم دین و ملت امام اہلسنت سیدنا امام احمد رضا فاضل بریلوی کی باکرامت فیاضی کا بادل ان کے مزرع کشت علم و عمل پر اس قدر جھوم کر برساکہ انہیں سلطنت علم ظاہری و باطنی کا تاجدار بنا دیا۔ تفسیر و حدیث، فقہ و اصول، نحو صرف، معانی و بیان، منطق و فلسفہ، ہیئت و ہندسہ، ریاضی و معقولات، توحیت و فلکیات، جغرافیہ و کسیر، وغیرہ علوم کے جہاں یہ خورشید تاباں نظر آتے ہیں، وہیں معرفت اسرار میں عالم تجلیات ملکوتی کی سیر کا شہباز دکھائی دیتے ہیں۔ وہ اپنے شیخ و استاذ شفیق کا کتبا پیارا ہوگا، جسے ولدی الاعز، قرۃ عینی، جان پدر بلکہ از جان بہتر، عزیز بجان وغیرہ کہہ کے پکارا جاتا ہو اور ملک العلماء کے خطاب سے نوازا جاتا ہو۔ مناظر، مفتی، یکتائے روزگار کے القابات اور پیاری پیاری دعاؤں



مفتی محمد منیر برکاتی
کراچی، پاکستان



بسم الله الرحمن الرحيم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

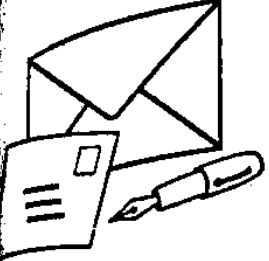
حضرت علامہ مولانا ملک العلماء ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فضائل و برکات مجھ جیسا ناچیز کیا بیان کر سکتا ہے ملک العلماء کے فضائل تو اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت محدث اعظم امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمائی ہیں اور اپنے خط میں ان القابات سے نوازا، حبیبی و ولدی و قرۃ عینی مولانا مولوی محمد ظفر الدین صاحب قادری رحمۃ اللہ کا سہ ظفر الدین السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، یعنی اے میرے محبوب اور میرے بیٹے اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک مولانا مولوی محمد ظفر الدین صاحب، اللہ تعالیٰ ان کو ایسا بنا لیں جیسا ان کا نام ظفر الدین ہے۔

ملک العلماء علامہ ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ اعلیٰ حضرت کے خاص شاگرد تھے اور اعلیٰ حضرت کی خاص نظر کرم سے علامہ ظفر الدین ملک العلماء قرار پائے اور علم کا وہ نور جو اعلیٰ حضرت نے ملک العلماء کو عطا فرمایا، اس نور کو پھیلانے کا صحیح حق ادا کیا ملک العلماء ایک مناظر بھی تھے۔ وہابیوں کو کئی جگہ پر مناظرے میں شکست دی۔ ملک العلماء ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ ماہر علم فقہ و ماہر علم فلسفہ و ماہر علم حدیث و ماہر علم تفسیر و ماہر اصول فقہ و ماہر علم بلاغت و فصاحت تھے اور حقیقی ماہر رضویات تھے اور ملک العلماء نے اعلیٰ حضرت کی سیرت پر کتاب حیات اعلیٰ حضرت لکھ کر عوام اہلسنت اور علمائے اہلسنت پر ایک عظیم احسان کیا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے محبوب بندے حبیب اعلیٰ حضرت ملک العلماء ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ کے مزار پر انوار پر کڑوڑوں رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائے۔

میں جہان ملک العلماء کی اشاعت پر حضرت سراج ملت علامہ سید سراج اظہر رضوی نوری صاحب دارالکین اجمین برکات رضا کو تہہ دل سے مبارکباد پیش کرتا ہوں، کہ انہوں نے وقت کی اہم ضرورت کو پورا کرنے کی کامیاب کوشش کی۔ اللہ رب العزت اس کاوش کو قبول فرمائے اور اسے ہم سب کے لیے توشیحہ آخرت ذریعہ نجات بنائے۔ آمین

مفتی محمد قمر الزماں النوری رضوی

جامعہ حضرت بلال بنگلور



ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

حضور ملك العلماء، سند الفصلا، اكل الكملا، آسمان علم و فن کے نیر تاباں، صاحب تصانیف کثیرہ، رہبر شریعت، واقف اسرار حقیقت، خلیفہ اعلیٰ حضرت، حضرت علامہ الشاہ سید ظفر الدین رضوی القادری البہاری علیہ الرحمۃ والرضوان کی علمی، روحانی، عبقری شخصیت سے کون اہل علم واقف نہیں؟ جہاں علم و فن میں ان کے کمالات کی برتری آفتاب نیم روز کی طرح روشن و تابناک ہے۔

حضور ملك العلماء کی ذات بابرکات وہ ہے، جس پر ان کے استاذ گرامی امیر کشور علوم و فنون، مجدد و عظیم سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کونا تھا۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ سرکار اعلیٰ حضرت کے تلامذہ میں سے ان کے علوم و فنون کے بالخصوص غیر مزبورہ فنون کے سچے وارث و امین حضور ملك العلماء تھے۔ حضور ملك العلماء کو اللہ تعالیٰ نے بے شمار خوبیوں سے نوازا تھا۔ وہ جامع الصفات اور ہمہ گیر شخصیت کے مالک تھے۔ حضور ملك العلماء نے مروجہ و غیر مروجہ اکثر فنون میں کتابیں بھی تصنیف کی ہیں اور باکمال و ہنرمند تلامذہ بھی پیدا کیا۔ مگر افسوس صد افسوس کہ لوگوں نے امام اہلسنت سرکار اعلیٰ حضرت کی ایسی عظیم یادگار و نابغہ روزگار شخصیت کو فراموش کر دیا۔ مگر کہنے والے نے سچ کہا ہے

آفاق میں پھیلی گی کب تک نہ مہک تیری

گھر گھر لئے پھرتی ہیں پیغام صبا تیرا

قابل صد تحسین و آفریں و لائق صد مبارک باد ہیں حضور سراج ملت، ناشر مسلک اعلیٰ حضرت، قائد اہلسنت، پیر طریقت، خلیفہ حضور مفتی اعظم حضرت علامہ الشاہ سید سراج انظر قادری رضوی دامت برکاتہم العالیہ، مہتمم دارالعلوم فیضان مفتی اعظم ممبئی کہ جنہوں نے 'جهان ملك العلماء' جو حضور ملك العلماء کی حیات و خدمات پر مشتمل ہے، مرتب کر کے پھر اس کو طباعت کی منزل سے گزار کر ایک عظیم اور تاریخی کارنامہ انجام دیا۔ یوں تو حضور سراج ملت اس سے قبل بھی حضور ملك العلماء پر بہت کام کیا اور حضور ملك العلماء کی تصانیف سے کئی اہم کتابیں جن میں خاص کر الجامع الرضوی المعروف بصحیح

کرنے کا علم دیا۔ اس طرح چند سطریں صفحہ فرطاس کے حوالے لے کر کے حضور ملک العلماء کی بارگاہ میں حراج سعیدت پیش کرنے کا مجھے بھی شرف حاصل ہو گیا۔

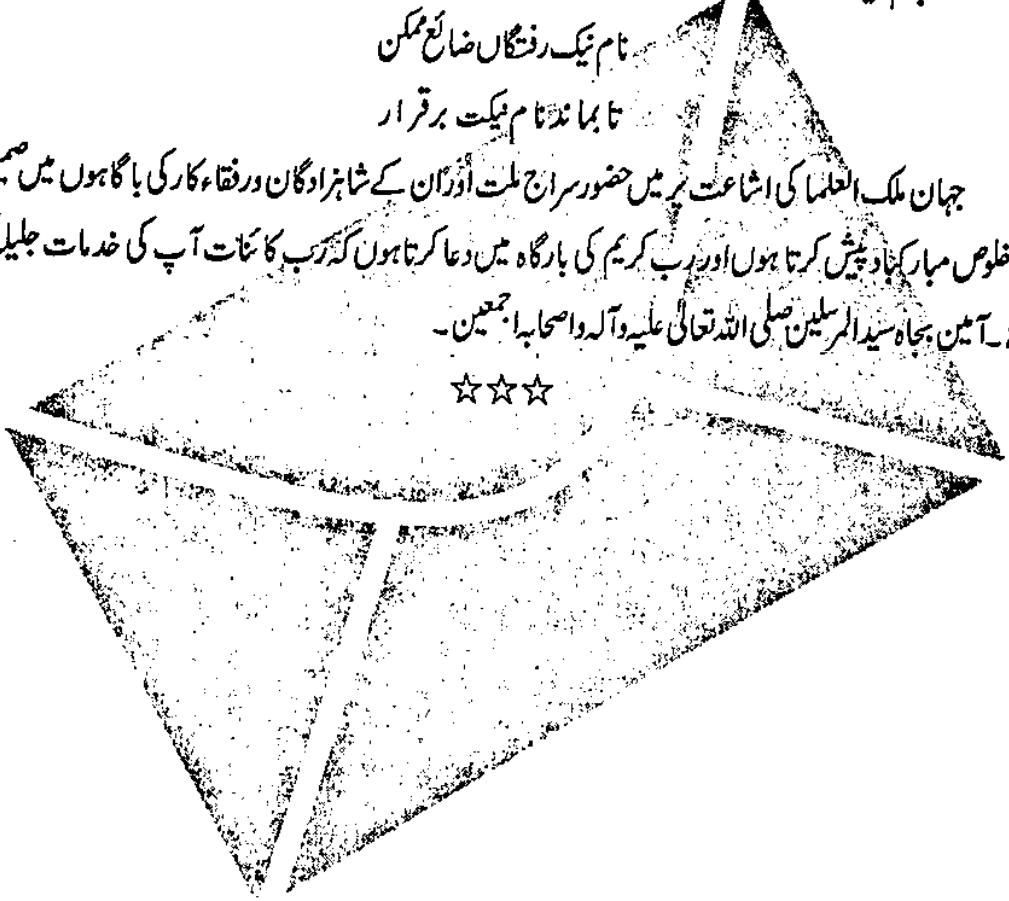
جہان ملک العلماء کی اشاعت وقت کی اہم ضرورت تھی۔ جسے پورا کر کے حضور سراج ملت نے بلاشبہ ایک عظیم تاریخی کارنامہ انجام دیا اور اس شعر کے مصداق ہو گئے جو حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا ہے:

نام نیک رفتگاں ضائع ممکن

تا بماند نام نیکت برقرار

جہان ملک العلماء کی اشاعت پر میں حضور سراج ملت اُورگان کے شاہزادگان و رفقاء کار کی باگاہوں میں صمیم قلب سے پر خلوص مبارکباد پیش کرتا ہوں اور رب کریم کی بارگاہ میں دعا کرتا ہوں کہ رب کائنات آپ کی خدمات جلیلہ کو قبول فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین۔

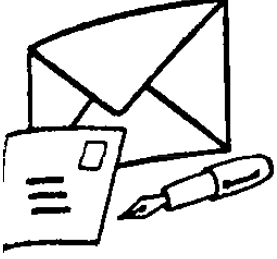
☆☆☆



جہان ملک العلماء
حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی شہک حیات اور علمی خدمات

حضرت مولانا شبیر القادری پوکھریوی

مہتمم فوٹو الوری عربی کالج سیوان، بہار



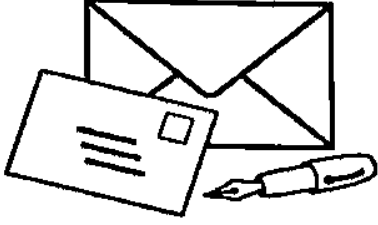
ہمیں اس بات سے بے حد خوشی حاصل ہوئی کہ حضرت سراج ملت، ناشر مسلک اعلیٰ حضرت خلیفہ
حضور مفتی اعظم مولانا الحاج الشاہ سید سراج اظہر صاحب قبلہ بانی و سربراہ اعلیٰ دارالعلوم فیضان مفتی اعظم،
پھول گلی ممبئی نے ”جہان ملک العلماء“ کو منظر عام پر لا کر حضرت ملک العلماء خلیفہ و شاگرد رشید اعلیٰ حضرت

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی شاہکی حیات اور علمی خدمات

اسیر مفتی اعظم الحاج محمد سعید نوری

بانی رضا اکیڈمی، ممبئی



میں تو کہا ہی چاہوں کہ بندہ ہوں شاہ کا
پر لطف جب ہے کہہ دیں اگر وہ جناب ”ہوں“

یوں تو ہر مرید کہتا ہے کہ یہ میرے پیر ہیں۔ ہر شاگرد کہتا ہے کہ یہ میرے استاد ہیں۔ ہر محبت یہ کہتا ہے کہ یہ میرا محبوب ہے، ہر اولاد یہ کہتی ہے کہ یہ میرا باپ ہے۔ مگر جب پیر یہ کہے کہ یہ میرا مرید ہے، استاذ یہ کہے کہ یہ میرا شاگرد ہے، تو پھر شاگرد کو مرید کو کیا لطف ملتا ہوگا، وہ تو وہی جانتا ہوگا۔ قربان جائیے علیحضرت امام احمد رضا قادری پر کہ انہوں نے اپنے شاگردوں اور مریدوں کو اس طرح نوازا کہ:

میرے ظفر کو اپنی ظفر دے . اس سے نکسین کھاتے یہ ہیں
میرا امجد مجد کا پکا . اس سے بہت کچیا تے یہ ہیں
میرے نعیم لعنت جس سے . اس سے بلا میں ساتے یہ ہیں

جب ان حضرات نے یہ سنا ہوگا کہ علیحضرت نے ہمارے لئے یہ ”میرا“ یا ”میرے“ فرمایا ہے، تو ان حضرات کی خوشی اور شادمانی کا کیا عالم ہوگا۔ سبحان اللہ! حضرت ملک العلماء کے اور میرے پیر و مرشد سیدنا سرکار حضور مفتی اعظم کے کیسے تعلقات تھے اور کیسی محبت تھی اس کا اندازہ ان خطوط سے لگایا جاسکتا ہے، جو حضرت نے ملک العلماء کے نام تحریر فرمائے ہیں۔ ”جہان مفتی اعظم“ میں چند خطوط شائع بھی ہو چکے ہیں اور علیحضرت امام ہلسنت کی کرم فرمائی اور ملک العلماء پر ان کی نوازشات کا تو کوئی اندازہ ہی نہیں ہوتا ہے۔ دیکھئے ”کلیات مکاتیب رضا“ جس میں علیحضرت نے ملک العلماء کے نام جو خطوط تحریر فرمائے، ان میں کیسے کیسے القابات سے ان کو نوازا ہے پڑھئے۔ القاب: جیسی ولدنی وقرۃ عینی، ولدنی وزیرنی وقرۃ عینی برادر دینی ویقینی، ولدنی اعزنی اعزک اللہ فی الدنیا والدین و جہلک کاسمک ظفر الدین آمین آمین، ولدنی الاعز جہلک اللہ تعالیٰ کاسمک ظفر الدین۔ آمین، حامی السنتہ ماجی الفتنتہ جعلہ المولیٰ تعالیٰ کاسمہ ظفر الدین، ولدنی الاعز جعلہ المولیٰ سبحانہ و تعالیٰ، ولدنی الاعز مولیٰ المکرّم جعلہ اللہ تعالیٰ کاسمہ ظفر الدین۔ اس سے علیحضرت کی محبت اور شفقت کا اندازہ ہوتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بارگاہ رضا میں ملک العلماء کا کیا مقام و منصب ہے۔

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی دہلی کی حیات اور علمی خدمات

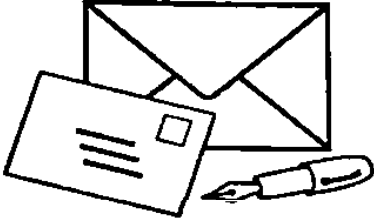
میں رضا اکیڈمی کی جانب سے حضرت علامہ مولانا سید سراج اظہر صاحب قادری برکاتی رضوی نوری دامت برکاتہم العالیہ کو مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے ”جہان ملک العلماء“ شائع فرما کر ہم نوری رضوی برادران ہی نہیں، بلکہ جماعت اہلسنت پر جو ایک فرض کفایہ تھا، اس کو ادا فرما کر پوری جماعت کو سرخ رو فرمایا ہے۔ میری حضرت سے یہ گزارش ہے کہ جہان ملک العلماء کا اجراء وہ ایک شاندار ملک العلماء کا نفرنس میں حضرت کے صاحبزادے پروفیسر مختار الدین صاحب آرزو جو اس وقت اعلیٰ حضرت کی یادگار ہیں کہ ان کا نام اعلیٰ حضرت نے رکھا ہے، یہ ہم عقیدتمندوں کے لئے ایک تہکک ہیں کے ہاتھوں کروائیں۔ حضرت کی مشہور زمانہ کتاب صحیح البہاری کا اردو ترجمہ کروا کر شائع کروائیں۔ ملک العلماء کی مطبوعہ وغیر مطبوعہ کتابوں کو شائع فرمائیں۔ ملک العلماء کے نام سے مدارس اور اسکولوں، کالجوں کے طلباء کو اسکالرشپ جاری کروائیں۔ رضا اکیڈمی ہر قدم پر آپ کے ساتھ ہے جہاں بھی آپ ضرورت محسوس کریں یا صرف اشارہ فرمادیں ہم ملک العلماء کے پیغام کو پوری دنیا میں پہنچانے میں آپ کے ساتھ ہیں۔

ملک العلماء کا پیغام اعلیٰ حضرت کا پیغام ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک کے صدقے اور ہمارے مرشد حضور مفتی اعظم کے فیضان سے ہم لوگوں سے دین و سنت کی خدمت لیتا رہے اور اسے قبول فرمائے۔ آمین

☆☆☆

حضرت عثمان غنی رضوی صاحب قبلہ

بانی و مہتمم دارالعلوم انوار مصطفیٰ، دھروال، گجرات



قدیم روایت کے مطابق ہر قوم اور ہر قبیلہ میں ماضی کے واقعات و روایات، اپنے سرداروں کی بہادری و شجاعت کے کارناموں، قومی ملی، دینی و مذہبی رہنماؤں کی خدمات اور اقوال زریں کار یکار ڈر کھنے، کسی مخصوص شاہی خاندان کے تاریخ دار واقعات، سوانح عمریاں اور ارشادات و فرمودات مرتب کرنے کی یونہی سیاسی واقعات، شجرہ اور مفید حکایتوں کو قید تحریر میں لانے کا رواج ہے اور ہونا بھی چاہیے۔ کیوں کہ تعلیم و تربیت، تعمیر و ترقی، اصلاح و فلاح، ارشاد و رہنمائی اور راہ راست پر ثابت قدمی کے لیے ضروری ہے کہ بڑے دماغوں کے تجربات، انبیا و اولیا اور علما و مشائخ کے سیر و سوانح اور ان کے ارشادات و فرمودات سے استفادہ کریں۔

ملك العلماء ابوالبركات حضرت مولانا سيد ظفر الدين قادري رضوي عليه الرحمة والرضوان جیسی عظیم شخصیت جو محاسن و کمالات کا ایک جہان معلوم و معارف کا ایک کوہ گراں، ایک بانغ نظر فقیہ، ماہر مشقی، جلیل القدر محدث و مفسر، عظیم مصنف و مدرس و شارح، زبردست متکلم و مناظر، داعی، مصلح و مبلغ، ایک مفکر، دانشور و محقق، سلوک و تصوف کا ترجمان، ایک عابد شب زندہ دار و طاعت شعار، سچا عاشق رسول، اور تفسیر، اصول تفسیر، تجوید، قرأت، حدیث اصول حدیث، فقہ اصول فقہ، عقائد، تصوف، بلاغت، عروض، ادب، لغت، نحو و صرف، معانی و بیان، نجوم و ہیئت، توحید و جبر، تکسیر، جفر، رمل، اوقاف و اعداد، منطق و فلسفہ، اور ریاضی جیسے دو درجن سے زائد علوم قدیم و جدید کے جامع، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بزیلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علوم کثیرہ کے سچے امین اور تلامذہ اعلیٰ حضرت میں بے مثل اور ممتاز و مفرد ہیں اور جن کے بارے میں خود اعلیٰ حضرت نے فرمایا ہو...

”سنی خالص مخلص، نہایت صحیح العقیدہ، ہادی مہدی ہیں۔ عام درسیات میں بفضلہ تعالیٰ عاجز نہیں، مفتی ہیں،

مصنف ہیں، واعظ ہیں، مناظرہ بعون تعالیٰ کر سکتے ہیں۔ علمائے زمانہ میں علم توحید سے تنہا آگاہ ہیں۔“

اور جنہیں اعلیٰ حضرت ہی نے جیبی، ولدی، ولدی الاعز، قرۃ عینی، جان پدر، از جان بہتر، حامی السنن اور ماجی الفتن جیسے بھاری بھر کم پیار بھرے القاب سے نوازا ہو، یقیناً ان کا حق ہے کہ ان کے علمی و عملی اور روحانی و اخلاقی نقوش کی یادیں تازہ کی جائیں اور باقی رکھی جائیں۔ تاکہ اہل نظر و فکر ان سے مستفید و مستفیر ہوں اور اپنے اوپر ان کے احسانات کا کچھ

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدظلہ کی حیات اور علمی خدمات

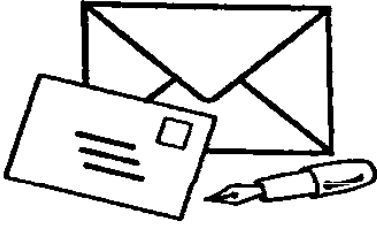
حق بھی ادا ہو۔ لیکن شوخی قسمت کہ آپ کی وفات کو تقریباً نصف صدی ہونے کو ہے۔ اب تک آپ کی حیات و خدمات پر کوئی قابل قدر کام نہ ہو سکا۔ چند مضامین، تاثرات یا مختصر کتابچے سے ظاہر ہے کہ اعلیٰ حضرت کے اس ممتاز و منفرد تلمیذ اور عبقری شخصیت کا کیا تعارف ہو سکتا ہے۔

بڑی مسرت و شادمانی کی بات ہے کہ جمود و تعطل کو توڑتے ہوئے ”اراکین انجمن برکات رضا ممبئی“ نے پیر طریقت، رہبر شریعت، حضور سراج ملت الحاج سید سراج اظہر رضوی خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند (بانی و سربراہ اعلیٰ دارالعلوم فیضان مفتی اعظم پھول گلی ممبئی سی) جیسی عظیم ہستی کی سرپرستی میں ”ملک العلماء“ کی حیات و خدمات پر مشتمل ”جہان ملک العلماء“ نکالنے کا منصوبہ بنایا ہے۔ مختلف رسائل و جرائد میں اس کا اعلان بھی ہو چکا ہے اور اصحاب قلم کی ایک ٹیم بھی اس طرف متوجہ ہو چکی ہے اور اس کی ترتیب و تہذیب کے لیے ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی جیسے معروف محقق، ماہر رضویات، امیر لوح و قلم کا انتخاب کیا گیا ہے۔ یقیناً یہ ٹیم ایک علمی شاہکار اور تاریخی دستاویز ہوگا، جیسا کہ اس کے اجمالی خاکہ سے ظاہر ہے۔ بلاشبہ جماعت اہلسنت کی طرف سے اراکین انجمن برکات رضا، حضرت سراج ملت صاحب قبلہ، ڈاکٹر موصوف صاحب، ان کے معاونین و موافقین اور اصحاب قلم تہنیت و شکر یہ کے مستحق اور لائق صد تعریف و توصیف ہیں۔ اور ان حضرات کا یہ کارنامہ قابل قدر اور قابل تقلید بھی ہے۔ فجز اہم اللہ تعالیٰ خیر الجزاء فی الدنیا و العقبی



افضل مصباحی

ایسوسی ایٹ ایڈیٹر، روزنامہ ”ہمارا سماج“۔ دہلی



ملک العلماء حضرت علامہ مولانا سید محمد ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ کی ذات بابرکات کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کے چند خاص تلامذہ میں انتہائی قریب حضرت ملک العلماء کی شخصیت تھی۔ سچائی یہ ہے کہ آج ہم جیسے مبتدی کو انہی کی تصنیف کردہ کتاب حیات اعلیٰ حضرت کے ذریعہ مجددین و ملت کی شخصیات اور ان کے کارناموں سے آگاہی ہوئی۔ آج کوئی بھی اسکالر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں کی شخصیت پر کوئی ریسرچ پیپر تحریر کرنے کا خواہاں ہوگا تو اسے سب سے زیادہ تحقیقی معلومات انہی کی تصنیف کردہ کتاب کے ذریعہ ملے گی۔ حضرت ملک العلماء نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کو انتہائی قریب سے دیکھا، ان کے علمی کارناموں میں ہاتھ بٹایا، ان کی دینی خدمات میں ان کا ساتھ دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ ملک العلماء کے خطاب سے نوازے گئے۔

سچائی یہ ہے کہ تاریخ میں کسی بھی شخصیت نے اگر کوئی کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں تو اس میں ان کے رفقاء، قریبی تلامذہ اور ارد گرد رہنے والے ہی خواہوں کا بڑا رول ہوتا ہے۔ اس کے بغیر انسان کوئی بھی کام بڑے پیمانے پر انجام نہیں دے سکتا۔ اعلیٰ حضرت کے انتہائی قریب رہنے والوں میں ایک طرف ملک العلماء تھے تو دوسری طرف صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کی ذات تھی۔ حضرت ملک العلماء کی شخصیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے انہیں اپنا خلیفہ خاص بنایا۔ اپنے وقت کا مجدد اگر کسی شخصیت کو اپنا خلیفہ خاص بناتا ہے تو سب سے پہلے وہ اس کی خوبیوں کو دیکھتا ہے، پھر اس کے علمی کمالات کو نظر میں رکھتا ہے، پھر اس کے اعمال اور افکار و نظریات کو دیکھتا ہے، جب اس کی تمام حرکات و سکنات کو ظاہری و باطنی نگاہوں سے دیکھ لیتا ہے تب کسی کو اپنا خلیفہ بناتا ہے۔ اعلیٰ حضرت مجددین و ملت امام احمد رضا خاں نے انہیں اپنا خلیفہ خاص بنا کر گویا ان کی علمی، فکری، ذہنی، اخلاقی تمام خوبیوں کی ضمانت دے دی۔ چنانچہ حضرت ملک العلماء کی 70 سے زائد تصنیفات اور علمی کارنامے اس کے بین ثبوت ہیں۔ حضرت ملک العلماء کو مجددین و ملت کا سب سے پہلا شاگرد ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔

اہل سنت و جماعت کے قلم کاروں اور دانشوروں کو یہ تلخ حقیقت تسلیم کرنی چاہیے کہ حضرت ملک العلماء کی جو شخصیت ہے اور انہوں نے مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج و اشاعت میں جو کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں انہیں اب تک نظر انداز کیا جاتا رہا ہے۔ انجمن برکات رضا مہینی نے ان کی شخصیت پر جو تحقیقی کتاب شائع کرنے کا فیصلہ کیا ہے اسے کسی حد تک بھرپائی تو ہو سکتی

ہے لیکن ضرورت اس بات کی ہے کہ اہل سنت و جماعت کی اس بلند پایہ شخصیت کی خدمات کو زیادہ سے زیادہ عام کیا جائے۔ تا کہ نئی نسل کو اس سے سیکھنے کا موقع مل سکے۔ آج ہوتا یہ ہے کہ جو شخصیتیں اس لائق ہوتی بھی نہیں ہیں جن پر ایک مقالہ یا مختصر مضمون ہی تحریر کیا جاسکے اگر وہ اثر و رسوخ والی شخصیتیں ہیں اور مریدین کا حلقہ دستع ہے، ساتھ ہی ان میں کچھ مالدار بھی ہوں تو پھر ایسی شخصیتوں پر خصوصی نمبر، کتابیں وغیرہ شائع ہو جاتی ہیں اور ان کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیے جاتے ہیں، لیکن جو شخصیتیں حقیقت میں اس کی حقدار ہیں کہ جن پر تحقیقی کام کیا جائے، انہیں نظر انداز کیے جانے کا سلسلہ ہمارے یہاں دراز ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایسی شخصیتیں آہستہ آہستہ غروب ہوتی جا رہی ہیں اور ان کے علمی کارنامے لائبریریوں کی زینت بنتے جا رہے ہیں۔ چنانچہ سراج ملت حضرت مولانا الشاہ سید سراج الطہر قادری صدر انجمن برکات رضا ممبئی نے جو بیڑا اٹھایا ہے یہ تاریخ میں شہرے لفظوں میں لکھا جائے گا اور آئندہ جب بھی کوئی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ اور ان کے خلیفہ حضرت ملک العلماء کی شخصیت پر کچھ تحریر کرنے کا خواہاں ہوگا تو اسے اس کتاب کا حوالہ دینا پڑے گا، جس کو عوام تک پیش کرنے میں حضرت سراج ملت مدظلہ العالی اور ڈاکٹر غلام جاہر شمس مصباحی و اراکین انجمن برکات رضا نے محنت شاقہ سے کام لیا ہے۔ آج جلسے، جلوس، عرس اور دیگر تقریبات میں اہل سنت و جماعت کی شخصیات لاکھوں اور کروڑوں خرچ کر دیتی ہیں لیکن کتاب، رسالہ، اخبارات اور دیگر تحقیقی کاموں کے لئے ان کے پاس پیسوں کی کمی پڑ جاتی ہے، اس روش کو ختم کرنے کی ضرورت ہے۔ تقریر، جلسے، جلوس وغیرہ سے لاکھوں روپے بہتر دینی خدمات کتابوں، رسالوں اور اخبارات وغیرہ سے انجام دی جاسکتی ہیں۔ حضرت سراج ملت، مولانا شمس مصباحی اور ان کے دیگر رفقاء کے کارناموں کے لئے صمیم قلب سے مبارکباد کے مستحق ہیں۔

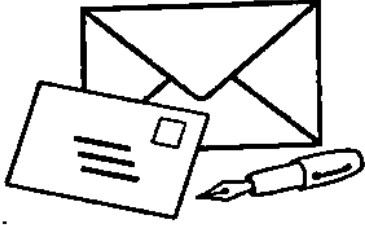
میں بے حد شرمندہ ہوں کہ برادر محترم عالی جناب ڈاکٹر غلام جاہر شمس مصباحی اور مولانا نظام الدین قادری صاحبان نے متعدد بار ٹیلی فون پر حضرت ملک العلماء کی شخصیت پر ”حضرت ملک العلماء اور خانقاہ مونیہ“ کے حوالہ سے مقالہ تحریر کرنے کا حکم دیا لیکن یہ اپنے آپ میں ایک ریسرچ کا موضوع تھا جس کے لئے خانقاہ مونیہ کا سفر انتہائی ناگزیر تھا، ان دنوں چونکہ میں اپنی حالیہ منظر عام پر آئی کتاب ”اکیسویں صدی کے سیاسی اور سماجی مسائل“ کو پایہ تکمیل تک پہنچانے اور اپنے ریسرچ ورک ”آزادی کے بعد ہندوستان میں اردو صحافت“ میں بے انتہا مصروف ہوں، اسے دو ماہ کے اندر یونیورسٹی میں پیش کرنا ضروری ہے، اس لئے میں ان کے حکم پر عمل نہیں کر سکا لیکن ان شاء اللہ آئندہ ماہنامہ ”ماذور“ دہلی میں حضرت ملک العلماء کی شخصیت پر مقالات اور مضامین تحریر کر کے اس کا ازالہ کرنے کی کوشش کروں گا۔

کسی بھی نوعیت کی تحریری خدمات انجام دینے میں کن پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اس تجربے سے میں گزر رہا ہوں۔ اس لئے تقریباً 1200 صفحات پر مشتمل حضرت ملک العلماء کی شخصیت پر ایک تحقیقی کتاب منظر عام پر لانا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ اس کام کے لئے محنت، لگن، خلوص و محبت اور روحانی قوت درکار ہے۔ یہ حضرت ملک العلماء کا روحانی فیضان ہے کہ انجمن برکات رضا ممبئی کے ذمہ داران یہ کام کرنے میں کامیاب ہوئے۔ میں دعا گو ہوں کہ اللہ رب العزت اس تحقیقی

کام کو قبول فرمائے۔ آمین! ☆☆☆

مولانا طارق انور مصباحی

اڑنی کرناٹک



تلیمات و قد مبوی

مزان عالی! امید کہ بخیر و عافیت ہونگے۔

”جہان ملک العلماء“ جو برسوں سے علماء کرام کا ایک حسین خواب تھا۔ آپ نے اس کی دلکش تعبیر قوم کے روبرو لانے کا عزم مصمم فرمایا۔ لاریب آپ اہلسنت و جماعت کی جانب سے صد ہزار ہدیہ تہریک کے مستحق اور آپ کی یہ خدمت عظمیٰ قابل صد تحسین و آفریں ہے۔

جناب ممدوح کی ذالت گرامی علماء کرام کے لئے ایک مثالی نمونہ ہے۔ دارالعلوم فیضان مفتی اعظم، انجمن برکات رضا ممبئی، سنی تبلیغی جماعت وغیرہ جتنے ادارے اور تحریکیں آپ کی ضیاء پاشیوں سے منور و درخشاں اور آپ کے چشمہ کرم سے فیض یافتہ ہیں۔ ”صحیح البہاری“ جو محضر حاضر میں اہلسنت کی ایک اہم ضرورت ہے۔ مخدوم گرامی التفات کامل فرمائیے تو رحمت الہی سے امید کہ یہ خزینہ احادیث زیور طباعت سے آراستہ ہو کر ارباب علم و دانش کے سامنے جلوہ نما ہو۔ مسائل حنفیہ پر سلفیوں اور مودودیوں کی تنقید کا جواب ہمارے لئے سہل ہو جائے اور دیگر بدمذہبوں کو بھی ساکت و خاموش ہو جانا پڑے۔ جلد اول ابواب عقائد پر مشتمل ہے۔ اس میں جو علمی جواہرات ہیں، ہم آج تک اس سے نا آشنا ہیں۔ عہد رواں میں قوم کی بہت سی رقم ایسی کتابوں کی طباعت پر صرف ہو جاتی ہے۔ اہل مسلک کو جس سے زیادہ فائدہ نہیں۔ جن کتابوں کی اہم ضرورت ہے، وہ تہہ خانہ میں تڑی ہوئی ہیں۔ ایک طویل مدت بعد ”المعتمد المستند“ رضا اکیڈمی ممبئی نے شائع کیا۔ بعد اس کے نسخے بھی نایاب ہو گئے۔ ایک عرصے بعد صحیح البہاری کی جلد دوم حضرت موصوف نے ہندوستان میں شائع فرما کر علمی اداروں اور علماء میں تقسیم کیا۔ جب کہ بقیہ پانچ جلدیں ابھی بھی طباعت و اشاعت کی منتظر ہیں۔

ہر صاحب تصنیف کی تصنیفات و تالیفات مختلف درجات کی ہوتی ہیں۔ بعض بہت اہم اور وقت کی بڑی ضرورت۔ صحیح البہاری بھی اسی معیار کی ایک شہرت یافتہ مجموعہ احادیث ہے۔ آج کل غیر معیاری کتابوں کا مطالعہ ہمارا شعار ہو چکا ہے۔ ہمارے خطبات غیر معتبر و غیر مستند حوالوں پر مشتمل ہوتے ہیں۔ ہم دانستہ یا نادانستہ اس راہ غلط کو اپنا چکے ہیں۔ اسلاف کرام کی مدح و ستائش میں ہم رطب اللسان رہتے ہیں اور ان کے نقوش قدم سے گریزاں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں فکر صحیح کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

”جہان ملک العلماء“ کے منتخب کردہ عنادین سے عیاں ہے کہ یہ مجموعہ متنوع الجہات معلومات کا ایک نادر روزگار دفتر ہے اور

اکابرین امت و دانشوران قوم و ملت کے نوع بہ نوع مضامین اور علم افزا تحریروں کا ایک خوشنما ذخیرہ ہوگا۔ ☆ ☆ ☆

جہان ملک العلماء

جنور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی علیہ السلام کی حیات اور علمی خدمات

مولانا محمد احمد رضوی

استاد دارالعلوم فیضان مفتی اعظم، پھول گلی، ممبئی



رضویات کے مؤسس اڈل، خلیفہ علیحضرت، فیض یافتہ تلمیذ و مستر شد شاگرد علیحضرت، مناظر اہلسنت، حضرت علامہ سید محمد ظفر الدین قادری رضوی مصنف صحیح اہبہاری وغیرہ عظیم آبادی علیہ الرحمہ کی حیات و خدمات پر ایک علمی دستاویز بنام ”جہان ملک العلماء“ منظر عام پر لانے کی سعی ناشر مسک علیحضرت، پیر طریقت خلیفہ حضور مفتی اعظم سراج ملت حضرت علامہ سید سراج اظہر رضوی نوری دامت برکاتہم القدسیہ نے فرمائی۔ جس کے مواد کی فراہمی و حصول یابی کیلئے مجھ حقیر سر ابا تقصیر محمد احمد رضوی کو موصوف کے نامور شہزادے ڈاکٹر مختار الدین احمد قادری رضوی، سابق صدر شعبہ عربی، مسلم یونیورسٹی کے پاس علی گڑھ رخصت فرمایا۔ اسی سفر کی کچھ یادگاری جھلکیوں کو صفحہ قرطاس پر بکھیرنے کی کوشش کروں گا۔ ۲۳ دسمبر ۲۰۰۸ء کو میرا یہ علمی سفر رضا جامع مسجد پھول گلی ممبئی سے حضور سراج ملت کی قدم بوسی کے بعد شروع ہوا۔ گولڈن ٹیمپل سے ۲۵ دسمبر کی سرشام نظام الدین دہلی پہنچا۔ اسٹیشن پر قدم رکھتے ہی جاء البرود و البجات جو میں نے بچپن میں پڑھا تھا۔ اس کا مصداق کپکپا دینے والا برتھر منظر برسوں بعد دیکھنے کو ملا۔ ۲۶ صبح ۱۰ بجے علی گڑھ ڈاکٹر صاحب کے کاشانہ نوری پر پہنچا۔ موصوف نے جب یہ جانا کہ میں ممبئی سے آیا ہوں اور جہان ملک العلماء کے تعلق سے مواد کی حصول یابی کے لیے آیا ہوں، تو مارے خوشی کے چل اٹھے اور پر غم آنکھوں سے کہا کہ مجھے یقین نہیں آ رہا ہے کہ میں ان پر بہاروں کو چشم سرد کھیر رہا ہوں والد ماجد جیسی ذوجہات پر عظمت و فراموش کردہ عملی شخصیت کوئی زندگی و تابندگی دینے کی تحریک عملی جامہ پہننے کے لیے میری دلنیز پر موجود ہے۔

خاطر مدارت کے بعد ان کے ایما پر الرجم لاج میں قیام پذیر ہوا، جس کا محل وقوع بیگم بازار ہے۔ واقعتاً یہ اسم با مسخ ہے۔ تنگ گلی کے دونوں بازوؤں پر پرکشش دکانیں نئی نوپلی دہلی کی طرح سج سج کر ضیا پاش پر حسین نظارہ پیش کرتی ہیں۔ جہاں سے محلے اور یونیورسٹی کے طلبہ و طالبات کا اکثر و بیشتر گزر ہوتا ہے۔ جس سے ان کے حسن اور رونق میں چار چاند لگ جاتا ہے۔ نوجوان طبقہ میں خصوصاً یہ تہذیب مہذب عموماً دیکھنے کو ملا کہ ہر کس و نا کس کے روبرو ہوتے ہی پہلے سلام کرتے ہیں۔ جس سے ان کی محبت از خود پیدا ہو جاتی ہے۔ جس میں اسلام کی روحانیت کا فرما ہے۔ اللہ کرے یہ سنت رسول ہم میں بھی عام ہو جائے۔ بہر کیف ۲۷ صبح کھرا اور گھنے بادل کے ساتھ نمودار ہوئی چاشت سے فراغت ہوئی۔ اب لائبریری جا کر دہلا دینے والی ٹھنڈک میں مواد کی حصول یابی کا پراہتا مرحلہ تھا صبح کے گیارہ بج چکے تھے۔ زمین کا ذرہ ذرہ سورج کی ضیاء پاشی کا

شدت سے منتظر تھا۔ مگر اپنا فرحت بخش روشن و تاباں چہرہ چھپائے ہوئے بیٹھا تھا بہت اضطراب و انتظار کے بعد ہلکا سا رخ پر نور سے نقاب کشائی کے بعد نور اور ٹھٹھے داماد کی طرح منہ پھیر لیا، پھر وہی ابر آلود نضا، برودت افزاء ہوا اپنی شدت برودت سے دل دہلانے لگی۔ قدم بڑھاتا، مگر کش مکش کا عالم طاری ہو جاتا۔ کبھی جی چاہتا، کہ چلو گرم بیڈ اور نرم لحاف کا مزہ لیں۔ مگر نہ جانے کون غیبی طاقت ہمیں جھنجھوڑتی اور ہمارے ٹوٹے ٹوٹے حوصلوں کو سہارا دے جاتی اور میں ایک بار پھر عزم بالجزم کے ساتھ مستعد ہو جاتا۔

بہر کیف یہ فقیر چار دن اس انتہا کی ٹھنڈک میں رہا اور ڈاکٹر صاحب کی فیاضی، کرم نوازی، رہنمائی سے حضور ملک العلماء کی تقریباً ۵۰ تصانیف مطبوعہ وغیرہ مطبوعہ حاصل کر لیا۔ جس میں چند نادر و نایاب یادگاریں بھی شامل ہیں۔ مثلاً اعلیٰ حضرت کے دستخط ان کی تحریر اور حضور ملک العلماء کا روحانی علاج کا قلمی مجموعہ غیر مستی پانچ کتابیں اور اوراد و وظائف کے دستیاب ہوئے۔ اگر ان کو ترتیب دی جائے، تو یقیناً یہ خود ضخیم مجموعہ اعمال ملک العلماء ہو جائے گا۔ ۲۷ کروڈا ڈاکٹر خورشید احمد اور صدر شعبہ اردو مسلم یونیورسٹی سے بالمشافہ ملاقات ہوئی۔ بڑے پر تپاک انداز میں انہوں نے خیر مقدم کیا اور حضور ملک العلماء پر مقالہ نگاری کا دعوت نامہ لے کر حضور اٹھے اور نرم دیدہ ہو کر فرمایا، محترم قابل صدمہ مبارکباد ہیں، حضور سراج ملت جنہوں نے دنیائے سنی کی اس عظیم علمی شخصیت جو واقعتاً رضویات کے مؤسس اول ہیں اور اعلیٰ حضرت کے تمام خلفاء شاگردوں میں سب سے بڑے مصنف، سب سے بڑے محقق، سب سے بڑے مفکر، سب سے بڑے مدبر، سب سے بڑے مفسر، سب سے بڑے مقرر، سب سے بڑے مناظر، سب سے بڑے متقی، سب سے بڑے مخلص، سب سے بڑے محرک و مدرس تھے۔ ان کی فراموش کردہ مظلوم شخصیت کو نئی زندگی دینے کی کوشش کی ہے اور ان کے طفیل خود بھی امر ہو جائیں گے۔ انہوں نے کہا کہ حضور ملک العلماء کو حاسدین، مخاندین اور متعصبین نے فراموش کرنے کی سعی کی اور بہت حد تک کامیاب بھی ہوئے، مگر جس کو اللہ رکھے اس کو کون چکھے۔ بلاشبہ یہ فیضانِ رضا ہے جو اپنے چہیتوں کو کبھی بے نشان ہونے نہیں دیتا۔ پھر جذباتی انداز میں یہ شعر بڑھ کر سنایا۔

بے نشانوں کا نشان مٹا نہیں مٹتے مٹتے نام ہو ہی ہو جائے گا

نماز مغرب سے ذرا پہلے البرکات ایجوکیشنل ٹرسٹ پانچا۔ جناب احمد مجتبیٰ صدیقی صاحب نے پر جوش استقبال کیا اور ہر تکلف دسترخوان سجایا۔ پھر جامع البرکات کی حسین ترین فلک بوس عمارتوں اور اعلیٰ معیار بلند ترین تعلیمات عصری کورسز کی تفصیلات بتلائی۔ البرکات دنیائے سنی میں اپنے عقائد کے تشکلات کے ساتھ ایک عظیم عصری تعلیم کار روشن مینار ہے۔ جس کے آگے بدنہ ہب شرمسار ہے۔ اللہ اس مشن کو اوج ثریا کی بلندی عطا فرمائے، اور ہمیں ان کے نقوش قدم پر گامزن ہونے کی توفیق فرمائے۔

شہر کے بڑے بڑے ادا، محققین، دانشوران سے ملاقات ہوئی مثلاً ڈاکٹر عبدالسلام جیلانی استاد شعبہ تاریخ مسلم یونیورسٹی، ڈاکٹر شجاع الدین استاد مسلم یونیورسٹی دینیات، ڈاکٹر سید امین اشرف الجیلانی سابق پروفیسر شعبہ انگریزی مسلم یونیورسٹی، ڈاکٹر نوشاد عالم چشتی وغیرہ سبھی حضرات کی خدمت میں دعوت نامہ پیش کیا۔ سب نے بسر و چشم دعوت نامہ قبول

جہان ملک العلماء

حضرت صدر اسلام حضرت محمد ﷺ کی شان کی شکر و تحسین کا شکر ہے

کرتے ہوئے انہی دست پر۔
 میں نے میں میں پیش سنی تھو تو جو میں بگھتے پہن آمل رسول کا دیار و طویل ملاقات رہی جن کو چاہے ہوئے
 بھی نہیں بھول سکے ہر وہ کوئی ہر شے ڈاکٹر صاحب کے نواسے ڈاکٹر سید یا سراجہ صاحب جو ظاہری و باطنی خوبیوں کا حسین پیکر
 ہیں۔ اہل ہندوستان میں شہرت یافتہ تھی کے تہ سسر پھر ہیں۔ وہاں سے ان کی عاجزی و انکساری، شیریں بیانی، اخلاقیاتی
 و تہذیبی اہلی ہر وہ کوئی ہر شے ڈاکٹر صاحب کے نواسے ڈاکٹر سید یا سراجہ صاحب جو ظاہری و باطنی خوبیوں کا حسین پیکر
 آہستہ آہستہ پائے تہ پھر بھی وہ ہر شے ڈاکٹر صاحب کے نواسے ڈاکٹر سید یا سراجہ صاحب جو ظاہری و باطنی خوبیوں کا حسین پیکر
 ملک آریں ملک مہم ہوتے ہیں کی ہے۔ ہر نمونہ پر راست الرسول صلو اللہ علیہ و آلہ وسلم انہی کو انہی اسلاف کی
 نصرتوں پر توفیق دینا۔ پھر ان ہونے کی توفیق فرمائے۔ ۳۰ و ۳۱ کو تھی ایک پیریس سے چل کر رات ولی پہنچا۔ ۳۱ دسمبر کو فریب
 دہ سے شام پھر ۱۰ اگست پر چل کر نئے اسلامی سال ۱۳۳۰ھ کی پہلی تاریخ کو قبل نماز ظہر میں حضور ملک العلماء کا علمی تہذیبی
 دہلی کے لئے جاری کا بیت تہذیبی۔



جهان ملك العلماء
حضور ملك العلماء امام العصر سيد محمد ظفر الدين عظيم آبادی دہلی کی حیات اور علمی خدمات

جملہ اراکین، مخدوم اشرف مشن

مالدہ، بنگال



فانوس بن کر جس کی حفاظت ہو کرے
وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے

مجدد مآۃ حاضرہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کے تلامذہ میں قریب ترین جلیل القدر تلمیذ و خلیفہ ملک العلماء حضرت علامہ سید محمد ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ کی ذات بین الاقوامی شہرت کی حامل ہے۔ لیکن صد حیف ایسی عظیم شخصیت پر آج تک کوئی مبسوط کتاب و رسالہ منظر عام پر نہ آسکا۔ پر اب جب کہ ان کے مخلص نیاز مند خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند سراج ملت حضرت مولانا سید سراج اظہر صاحب قبلہ دام فیوضہ علینا نے اس جمود و تعطل کو توڑ کر ان کی مبسوط سیرت و سوانح کو بشکل ”جهان ملك العلماء“ منظر عام پر لانے کا عزم مصمم کیا ہے، تو اس عظیم پیش رفت پر ہم اراکین تاج الاصفیاء دارالمطالعہ مخدوم اشرف مشن حضرت سراج ملت مدظلہ العالی کو خصوصاً اور جملہ اراکین کو عموماً دل کی اتھار گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ مولیٰ تعالیٰ اس رسالہ کو مقبول خواص و عام بنائے اور اس کے ذریعہ اہل سنت و جماعت پر حضور ملک العلماء کے فیضان کی بارش عطا کرے۔ آمین

محمد زبير قادري

ميمبئي



جب دنيا ميں افراتفرى كا عالم تھا۔ ہندوستان انگریزوں كى غلامى كے دور سے گزر رہا تھا۔ انگریزوں نے اس ملك كے خزانوں كو تلوٹ ہی لیا تھا، مگر وہ ہندوستان جنت نشان كے باشندوں كو ہمیشہ ہمیشہ كے لیے اپنی ذہنی غلامی اور محكومی ميں ركھنا چاہتے تھے۔ یہی وجہ ہے كہ اُس نے ”لڑاؤ اور حكومت كرو“ كى پالیسی كے مطابق مسلمانوں كو غیر مسلموں سے تو لڑایا ہی، خود مسلمانوں ميں فرقہ بندی كرنے كے پھوٹ ڈال دی۔ تن كے گورے، من كے كالے انگریزوں نے اپنے عہد حكومت ميں ہندوستان ميں مسلمانوں كے درميان جو فتنہ و فساد كے بیج بودیئے تھے، اس كے بُرے اثرات گھر گھر، وِردَر ميں جنگل كى آگ كى طرح تیزی سے پھیل رہے تھے۔ قادیانی، وہابی، نام نہاد اہل حدیث، اہل قرآن، صلح نكلی، انجیری، مہدوی..... فرقوں كى انگریزوں نے پشت پناہی كرنے كے سوا ادا عظم كے خلاف متحدہ محاذ بنا لیا تھا۔ چہار جانب سے سوا ادا عظم اہل سنت پر یلغار ہو رہی تھی۔ اس ماحول اور حالات ميں سب سے بڑا خطرہ دین و ایمان كو تھا۔ مسلمان حیران و پریشان سرگرداں تھے۔ ایک طرف غلامی كى زندگی تو دوسرى طرف ایمان كى سلامتی كى فكر۔

ایسے ميں اللہ رب العزت كى رحمت جوش ميں آئی اور اُس نے اپنے بندوں كى سبائی كے لیے اپنے مخصوص بندے كو بھیجا جس نے تن تہا حالات كا مقابلہ كیا۔ باطل طاغوتى طاقتوں كے ساتھ اُن كى ذریت یعنی اُن كے پیدا كردہ فرقوں اور فتنوں كا سد باب كیا۔ ہر اُس باطل فكر كا رد كیا جس سے مسلمانوں كو خطرہ درپیش تھا۔ اُس نے اپنے قلم كے ہتھیار سے ان فرقوں پر وہ یلغار كى كہ وہ اپنے محدود دائرے ميں سمٹ كر رہ گئے۔ اور اس طرح مسلمانوں كے دین و ایمان كو بچا لیا۔ مسلمانوں كے ہمیشہ كے لیے جہنم كا ایندھن بننے سے بچا لیا۔

آج برصغیر ہند و پاك و بنگلہ دیش ميں سوا ادا عظم كى جو آن بان اور شان ہے یہ سب اُسی فرد فرید كے دم قدم

سے ہے۔ اُس ایک شخص میں کیا کیا کمالات پوشیدہ نہ تھے، کیا کیا علوم مجتمع نہ تھے۔ اُس نے اپنی مختصر سی حیات مستعار میں اتنا کام کیا کہ آج دنیا بھر کے بے شمار ادارے بھی اُسے سمیٹ نہیں پارہے ہیں۔ اُس نے جو کام کیا وہ اپنے عہد اور آنے والے کئی عہدوں کے لیے کافی ہے۔ اُس کی نگاہ آنے والے زمانے کو بھی دیکھتی ہوگی جسمی تو اُس نے کئی مجددوں کا کام تین تہا انجام دیا۔..... آج دنیا کا کسی ایک مجدد پر اجماع نہیں ہے۔ ہر گروہ اپنے پیر کو مجدد کہہ رہا ہے۔..... ایسے میں وہ اتنا علمی سرمایہ چھوڑ گیا جو کئی صدیوں کے لیے کافی ہے۔ اُس کی ایک ایک کتاب پھیل کر کئی کئی کتابوں کی صورت میں آ رہی ہے۔

اُس کی کتابوں اور فتاویٰ کی اُس قدر شہرت ہوگئی کہ دنیا بھر سے لوگ اُس سے اپنے ہر پیچیدہ مسئلے کے لیے رجوع کرتے۔ عمومی مسائل کا حل تو کوئی بھی مفتی بنا سکتا ہے۔ جب بڑے بڑے علماء کسی مسئلے کے حل کے لیے عاجز آجاتے تو اُس سے رجوع کرتے۔ اور اُس کے جواب سے اس قدر مطمئن ہوتے کہ پھر کسی سے پوچھنے کی حاجت نہ رہتی۔ اُس نے صرف کتابیں ہی تصنیف نہیں کیں، صرف فتاویٰ ہی تحریر نہیں کیے، بلکہ افراد بھی تیار کیے..... افراد بھی ایسے کہ ایک ایک فرد بیسیوں افراد پر بھاری ہوتا۔ کوئی ملک العلماء، کوئی صدر الافاضل، کوئی مفتی اعظم، کوئی صدر الشریعہ، کوئی مبلغ اسلام، کوئی محدث اعظم..... وغیرہ

وہ شخصیت تھی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا مجدد بریلوی عالیہ الرحمۃ والرضوان کی، جن کا ذکر اب تک آپ پڑھتے آرہے تھے۔ اب تک ان پر بہت لکھا جاچکا، لیکن پھر بھی لکھنا باقی ہے۔ اب تک بہت سے فضلاء نے ان پر ایم فل اور پی ایچ ڈی کی ڈگریاں لی ہیں، اس کے باوجود ان کے گوشہ حیات کے بے شمار پہلو پر ابھی تک قلم بھی نہیں اٹھایا گیا۔ سچ بات تو یہ ہے، کہ آج کے دور نفسا نفسی میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا پر خلوص و جاں فشانی سے کام کرنے والے خال خال ہی موجود ہیں۔ لکھنے والوں کی اکثریت آسان موضوعات پر قلم تھکتی ہے اور اپنا نام بھی لہو لگا کر شہیدوں کی فہرست میں شامل کر لیتی ہے۔ وہ جانتے ہیں، کہ جس نے بھی اعلیٰ حضرت پر کچھ لکھ دیا، وہ اُن کے ساتھ امر ہو گیا۔ ورنہ سو سال کا عرصہ کچھ کم نہیں ہوتا، لیکن اب تک اُن پر کوئی مبسوط اور جامع سوانح عمری مرتب کر کے شائع نہ کی جاسکی۔ خدا خدا کر کے بڑی مشکوں اور تک و دو کے بعد تو اعلیٰ حضرت کی اذیلین سوانح "حیات اعلیٰ حضرت" چھپ کر منظر عام پر آئی ہے، جو بنیادی یا خدکی حیثیت رکھتی ہے۔

ہاں تو ذکر ہو رہا تھا، کہ اعلیٰ حضرت نے صرف کتابیں ہی تصنیف نہیں کیں، ایسے افراد بھی تیار کیے، جو اُن کے

جهان ملك العلماء

حضرت ملك العلماء امام العصر سيد محمد ظفر الدين عظيم آبادی بھٹک حیات اور علمی خدمات

علم کو دنیا بھر میں پھیلا سکیں، جو افراد و اداروں کی شکل میں ان کے مشن کو آگے جاری و ساری رکھ سکیں۔ ان ہی میں ایک نمایاں نام ہے ملک العلماء حضرت مولانا سید شاہ محمد ظفر الدین قادری رضوی عظیم آبادی کا۔ یوں تو اعلیٰ حضرت کے کئی خلفا دین و سنت کی ترویج و اشاعت میں ان کے دست و بازو بنے، لیکن حضرت ملک العلماء اپنی بے شمار انفرادی خصوصیات کی بنا پر ان کے دستِ راست کہلانے کے مستحق ہیں۔ جیسی تو امام احمد رضا نے ان کو ”ملک العلماء“ کے لقب سے نوازا۔

۱۳۰۳ھ میں حضرت ملک العلماء کی ولادت ہوئی۔ مختلف مدارس میں تعلیم حاصل کی۔ امام احمد رضا کے نام کا شہرہ سنا تو ۱۸ برس کی عمر میں ۱۳۲۱ھ میں بریلی شریف وارد ہوئے۔ ملک العلماء امام احمد رضا کی شخصیت سے اتنے متاثر ہوئے، کہ پھر بریلی کے ہی ہو کر رہ گئے۔ دوسری طرف چند دنوں میں ہی وہ اپنی علمی شوق و جستجو، ذہانت و متانت، بلند اخلاق، حسن عمل اور فکری اُڑان کی بنا پر امام احمد رضا کے دل میں گھر کر گئے۔ امام احمد رضا کی جو ہر شناس نگاہوں نے نظر اُڑا ہی میں انھیں پہچان لیا۔ محرم الحرام ۱۳۲۲ھ ۱۹۰۴ء میں ملک العلماء، اعلیٰ حضرت کے دستِ اقدس پر بیعت ہو گئے۔ ملک العلماء کو شوق پیدا ہوا کہ درسیات کی تکمیل امام احمد رضا سے کریں، لیکن وہ ہر وقت مطالعہ و تصنیف میں مصروف رہتے تھے، نیز ان کے یہاں کوئی مدرسہ بھی نہ تھا۔ بریلی شریف میں علم کا سمندر تو موجود تھا، لیکن ایسا کوئی منبع نہ تھا، جہاں سے تشنگانِ علوم اپنی پیاسیں بجھاتے اور اکنافِ عالم کو بھی سیراب کرتے۔ حضرت ملک العلماء نے اعلیٰ حضرت کی توجہ بریلی شریف میں ایک مدرسے کے قیام کی طرف مبذول کرائی۔ پھر آپ کی تحریک و تجویز پر جب ”جامعہ منظر اسلام“ قائم ہو گیا، تو اس کے اولین طلباء میں ملک العلماء ہی سرفہرست نظر آتے ہیں۔ اس طرح ۱۳۲۲ھ میں جامعہ منظر اسلام بریلی کے قیام کا سہرا ملک العلماء کے سر جاتا ہے۔

ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی رقم طراز ہیں:

”منظر اسلام“ قائم ہو گیا۔ ملک العلماء پڑھتے، امام احمد رضا کے مشاغلِ علمیہ میں ہاتھ بٹاتے، نقل و تمہیض کرتے، حوالہ جات نکالتے، حوادثِ زمانہ پر گہری نظر رکھتے، وقت کے سرکشوں کو کراہی جواب دیتے، الصحیۃ مؤثرہ کے بموجب راہوارِ قلم کو ہمیز لگ چکی ہوتی ہے، لہذا وہ تصنیف و تالیف بھی کرتے، عہد طالب علمی ہی کی یہ پانچ کتابیں یادگار ہیں: (۱) ظفر الدین الجید ۱۳۲۳ھ (۲) مواہب ارواح القدس لکشف حکم العروس ۱۳۲۳ھ (۳)

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رضی اللہ عنہ کی حیات اور علمی خدمات

الحسام المسلول علی منکر علم الرسول ۱۳۲۳ھ (۴) شرح کتاب الشفاء بتعريف حقوق المصطفى ۱۳۲۳ھ (۵) مبین الهدی فی نفی امکان المصطفى ۱۳۲۳ھ۔
امام احمد رضا کو اپنے اس شاگرد پر بے حد ناز تھا۔ اس کا اظہار اُن کے مکتوبات سے بھی ہوتا ہے۔ امام احمد رضا کے علوم و فنون کے وہ سچے جانشین تھے، افکار و نظریات کے بے باک ترجمان تھے، اُن کی تصانیف و تحقیقات اور منہج و

وصوم و سحر کو وہی تیار کریں۔ طالب علمی کے دور میں شروع کیا گیا یہ کام ملک العلماء زندگی بھر کرتے رہے اور ہندوستان کے متعدد شہروں کے اوقات صلوٰۃ و صوم مرتب کیے، جو آج بھی رائج ہیں۔ بلکہ اکثر بد مذہب بھی ملک العلماء کے مرتب کردہ مؤذن الاوقات سے ہی استفادہ کرتے ہیں۔

ڈاکٹر عبدالنعیم عزیز ی رقم طراز ہیں:

”امام احمد رضا جیسے دینی، روحانی اور علمی پیشوا، ایک عبقری اور ہمہ جہت شخصیت کے سچے نائب و مظہر میں جو خوبیاں ہونی چاہیے تھیں، وہ سبھی ملک العلماء میں موجود تھیں، خلفائے امام احمد رضا میں ملک العلماء سے زیادہ کثیر التصانیف دوسرا کوئی نہیں ہے۔ جہان سُنیت اور دنیائے علم و ادب کو سیدنا امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کی حیات و شخصیت اور کارناموں سے روشناس کرانے والی پہلی شخصیت سیدنا ملک العلماء ہی کی ہے۔ آج گلشن رضویات کی توسیع اور تزئین اور آرائش کے جو باغبان و پاسبان مصروف عمل ہیں، انہیں عزم و حوصلہ عطا کرنے، گلشن کی آبیاری اور چمن بندی کا انداز سکھانے والوں میں پہلا

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی صاحب کی حیات اور علمی خدمات

نام انہیں ملک العلماء کا ہے۔“

(ماہنامہ ”جہان رضا“ لاہور دسمبر ۱۹۹۵ء ص: ۱۳۱۲)

قارئین محترم! یہ تھا حضرت ملک العلماء کی زندگی کا مختصر پس منظر۔ مفصل حالات اور کارہائے نمایاں جاننے کے لیے آپ اس ضخیم و عظیم ”جہان ملک العلماء“ کا مطالعہ کریں، جس میں بڑے بڑے علماء و محققین حضرات نے حضرت ملک العلماء کی شخصیت پر عمدہ مقالے لکھ کر خراج عقیدت پیش کیا ہے۔ احقر اپنے آپ کو اس قابل نہیں سمجھتا کہ اتنی بڑی شخصیت پر کچھ خامہ فرسائی کر سکے، یہ چند سطریں حضرت سراجِ ملت کے حکم پر تحریر کر دیں۔ ورنہ من آئم کہ نمی دانم۔

لیکن حیرت در حیرت اس بات پر ہے، کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے اس اولین شاگرد، شارح اور سوانح نگار پر اب تک کوئی جامع و مبسوط کام سامنے نہ آسکا۔ اب تک صرف چند مقالے یا کتابیں ہی منظر عام پر آئیں، جو ان کے شایانِ شان نہ تھیں۔ حضرت ملک العلماء کی مرتبہ اعلیٰ حضرت کی سوانح ”حیاتِ اعلیٰ حضرت“ بھی بڑی کد و کاوش اور تگ و دو سے عرصہ تیس سال بعد منظر عام پر آئی۔ اسی طرح چند برسوں قبل سہرام بہار سے علامہ ملک الظفر نے اپنے سہ ماہی رسالے ”الکوش“ کے ملک العلماء نمبر کا اعلان کیا تھا۔ کافی محنت، تگ و دو اور دنیا بھر میں رابطے کر کے بے شمار علمی، تحقیقی اور بہترین مقالے جمع کیے، کمپوزنگ بھی ہو گئی۔ لیکن نامساعد حالات کا شکار ہو کر وہ بھی شائع نہ کیے جاسکے۔

شاید قدرت کو بھی یہ منظور تھا، کہ اس کارہائے نمایاں کا سہرا ناشر مسلکِ اعلیٰ حضرت سراجِ ملت حضرت سید سراجِ اظہر قادری رضوی کے سر بندھے، ان کے سر ہی اس کارنامے کی کلاہ افتخار سجے۔ ورنہ اب تک اس جانب کی جانے والی کوششیں ضرور پایہ تکمیل تک پہنچتیں۔

”جہان ملک العلماء“ کا عظیم، ضخیم اور گراں قدر شمارہ آپ کے ہاتھوں کی زینت ہے۔ یوں تو یہ کام عرصہ پہلے ہی ہو جانا چاہیے تھا۔ لیکن کبھی کبھی دیر آید درست آید کے مصداق کاموں میں تاخیر ہونا باعثِ مصلحت ہوا کرتا ہے۔ ویسے بھی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے الفاظ میں۔

اے رضا ہر کام کا ایک وقت ہے

دل کو بھی آرام ہو ہی جائے گا

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی دہلی کی حیات اور علمی خدمات

ان شاء اللہ اس کام سے ضرور ہمارے دلوں کو آرام اور روح کو سکون ملے گا۔

اس گراں قدر ”جہان ملک العلماء“ کی تیاری میں ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی نے اپنی تمام تر صلاحیتیں از ابتدا تا انتہا صرف کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کی عمر، علم اور عمل میں برکتیں نازل فرمائے اور اُن سے خوب خوب مسلکِ اعلیٰ حضرت کا کام لیتا رہے۔ حضرت سراجِ ملت کے شہزادگان خصوصاً مولانا سید منہاج عرف ہاشمی میاں نے خصوصی دل چسپی سے اس کی ترتیب و اشاعت میں توجہ فرمائی۔ حضرت سراجِ ملت کے زیر اہتمام چلنے والے دارالعلوم فیضانِ مفتی اعظم، پھول گلی ممبئی ۳، کے اساتذہ نے بھی اس کی پروف ریڈنگ پر محنت کی۔

حضور سراجِ ملت کے قائم کردہ ادارے انجمن برکاتِ رضوانے گا ہے بگا ہے ذین و سنیت کا گراں قدر لٹریچر شائع کر کے عام کیا۔ بہارِ شریعت انگلش حصہ اول، جامع الرضوی المعروف بہ صحیح البہاری، پرنسپل آف اسلام، فتاویٰ برکاتِ مصطفیٰ، فتاویٰ ممبئی، تنویر المصباح للقیام عند حلی علی الفلاح، قصیدہ نعمانیہ مع عظمتِ امام اعظم، خلافت سیدنا صدیق و علی، حیات ملک العلماء، حیات ظفر، حالات امام بخاری، فتاویٰ نورانی ٹی وی اشارتِ نعت خوانوں کی نعت

الاؤل، ربیع الآخر اور مخصوص ایام میں بھنڈی بازار امام احمد رضا چوک ممبئی ۳ پر تقاریر کے پروگرام کا سلسلہ جاری ہے۔ جس میں ملک بھر سے جید علمائے کرام کی خدمت حاصل کی جاتی ہے۔ جو اپنی پُر مغز تقاریر سے قوم کی ذہن سازی میں نمایاں کردار ادا کرتے ہیں۔ بھنڈی بازار پر لٹل بلڈنگ کے نزدیک چوراہا امام احمد رضا چوک وہ تاریخی حیثیت رکھتا ہے، جہاں کئی تاریخی اور یادگار پروگرام منعقد کیے جا چکے ہیں۔ سنیت کی تاریخ مرتب کرنے والوں کو چاہیے، کہ یہاں کی تاریخی محافل

اور علمی مجالس کو محیط تحریر میں لا کر آئندہ نسلوں کے لیے محفوظ کر لیں۔ یہ چیزیں مستقبل میں سنیوں کے لیے بہت کارآمد ثابت ہوں گی۔

غرض کہ حضور سراجِ ملت کے زیر سایہ، دین کی خدمت کا وہ کام ہو رہا ہے، جو دیگر جگہوں پر کم ہی نظر آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کا سایہ ہم سنیوں پر دراز فرمائے اور ان سے یونہی دین و سنت کی خدمت لیتا رہے۔ انجمن برکاتِ رضا کے فیوض و برکات جاری و ساری رہیں اور ان کے فیضان سے ہم سنیوں کو مالا مال کرتا رہے۔ آمین، بجاہ النبی الامین الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔

آخر میں یہ احقر اپنے لیے یہ دعا کرتا ہے کہ۔

خدا ایسی قوت دے میری زباں میں

کہ بد مذہبوں کو سدھارا کروں میں



سیرت

حضرت سید ابراہیم ملک بیو قدس سرہ

از قلم: علامہ ضیا جالوی، در بھنگہ

ملک ابراہیم بیو بن ابو بکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سیدنا غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ کے آبا و اجداد بغداد شریف سے ترک وطن کر کے افغانستان آئے اور غزنی میں مقیم ہو گئے، جب آپ کا وقت آیا تو غزنی کی سکونت ترک کر کے ہندوستان چلے آئے۔ اس وقت دہلی کے تخت پر فیروز شاہ تغلق جلوہ افروز تھا۔ اس نے آپ کے فنی جوہر اور شجاعانہ صلاحیتوں کا اندازہ کر کے آپ کو فوج کا سپہ سالار بنا دیا اور حقیقت یہ ہے کہ آپ نے فوج کی سپہ سالاری قبول کر کے نہ صرف اس منصب کا بھرم رکھ لیا، بلکہ اس کی عزت افزائی فرمائی۔ ملک بیو کے نام سے شہرت پانے کی وجہ یہ ہوئی کہ جب آپ بہار سے مظفر و منصور دہلی پہنچے، تو فیروز شاہ نے ”ملک بیو بہ نشیں“ کہہ کر پکارا۔ کثرت استعمال سے آخری جزو بہ نشیں حذف ہو کر ”ملک بیو“ گیا۔ ملک بیو ہی کی بدلی ہوئی صورت ہے۔ آپ نے بہار میں کئی مرتبہ فوج کشی کی اور ہر مرتبہ فتیاب ہوئے۔ پہلی مرتبہ ٹھٹھل نامی ایک ہندو صوبہ دار سے نبرد آزما ہوئے۔ اس صوبہ دار نے قوم متھرا (ماتھر) کے مہوری ہندو سوداگروں پر

آپ ان چند گنے چنے لوگوں میں تھے، جن کی نگاہ لطف سے اگر ایک طرف ٹوٹے ہوئے دل جڑ جاتے ہیں، تو دوسری طرف ان کی نگاہ خشمگیں پتھروں کے بھی کلیجے شق کر ڈالتی ہیں۔ جن کی جانیں اس وقت کوئی قیمت ہی نہیں رکھتیں، جس وقت ایک مظلوم کو ان کی ضرورت ہوتی ہے، لیکن جب مقابلہ ظالموں سے ہو، تو اس وقت جان تو کیا، ان کے خون کا ایک قطرہ بھی اتنا گراں مایہ ہو جاتا ہے کہ کئی انسانی گردنیں ہی اس کی قیمت چکا سکتی ہیں۔ جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان

ہو حلقہ یاراں تو بریشم کی طرح نرم رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن وہ اگر چہ نیچیف و نزار ہوتے ہیں، مگر جب ان کی تلوار میان سے نکل پڑتی ہے، تو اس وقت تک میان کے اندر نہیں جاتی، جب تک کہ شام کی دہن اپنی مانگ میں شفق کا سیندور نہ بھر لے۔ یا جب تک دن رات کا سیاہ مامی لباس نہ پہن لے، جو اگر چہ خرقہ پوش

وفات کی تاریخ پر ان کی برسی مناتی ہے اور نہایت ہی دھوم دھام سے عرس کرتی ہے۔

اس واقعہ کو مولانا عبدالمتین صاحب بہاری نے اپنی کتاب ”تحفہ بہار“ میں منشی شری رام گیانی کی مشہور کتاب ”تاریخ شری مہوری گیان“ مطبوعہ نول کشور لکھنؤ کے حوالے سے درج کیا ہے۔

ملک بیو کے بہار پر دوسری مرتبہ حملہ کرنے کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ جس زمانے میں دہلی کے تخت پر فیروز شاہ تغلق متمکن تھا۔ انہی دنوں بہار میں راجہ ہنس کمار راج کرتا تھا۔ راجہ ہنس کمار غایت درجہ متعصب تھا اور مسلمانوں کا سخت ترین دشمن تھا۔ اس کی مسلم دشمنی اور زور و ظلم کی شکایتیں فیروز شاہ کے دربار میں اکثر پہنچتی رہتی تھیں۔ نالندہ بہار شریف سے کچھ ہی فاصلہ پر واقع ہے۔

یہاں پہلے بودھ مذہب کی بہت بڑی دانش گاہ اور ساتن دھری ہندوؤں کی پرستش گاہ تھی۔ کچھ مسلمان بھی یہاں آکر بس گئے تھے۔

ایک دن سیدہ نامی ایک مسلمان عورت نے اپنے پوتے کی شادی میں ایک گائے ذبح کی جس کی ایک ہڈی چیل یا کوئے نے راجہ کے قریب لیجا کر گرادیا اس پر راجہ سخت غضبناک ہوا۔

پجاریوں نے اس کے غصہ کی آگ کو اور ہوادی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس نے سیدہ کے پوتے کو عین حالت عروسی میں قتل کر دیا۔ مظلوم سیدہ فیروز شاہ کی دربار میں فریاد لیکر پہنچی اور اپنے پوتے کے بے گناہ قتل کئے جانے کا واقعہ اس دردناک طریقہ سے بیان کیا کہ بادشاہ مضطرب ہو گیا اور چونکہ وہ علم نجوم کا بھی قائل تھا اس لئے اس نے فوراً نجومیوں کو طلب کیا اور پوچھا ”بتاؤ کہ راجہ ہنس کمار کی سرکوبی کے لئے فوج کس کی قیادت میں بھیجی جائے؟“

اس کے جواب میں نجومیوں نے کہا کہ ”آج کی رات تمام سپہ سالاروں کو ایک ایک چراغ دے کر اس کی روشنی میں قرآن مجید

خرید لیا، جس کی قیمت اس نے دی ہی نہیں۔ صرف وعدہ کرتا رہا اور آخر میں قیمت دینے سے صاف انکار کر دیا۔ چونکہ اس کی اس حرکت سے ہندو سوداگروں کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا تھا۔ اس لئے ان لوگوں نے دہلی جا کر فیروز شاہ کی خدمت میں استغاثہ پیش کر دیا اور اس سے انصاف کی بھیک مانگی۔ فیروز شاہ ان غریب الدیار اور مظلوم ہندوؤں کی حالت زار دیکھ کر بہت متاثر ہوا اور اسی وقت اس نے ملک ابراہیم بیورجہ اللہ تعالیٰ علیہ کی ماتحتی میں فوج کا ایک دستہ روانہ کیا۔ فوجیوں کو ہدایت کر دی گئی تھی کہ ٹھل صوبہ دار کو اس حکم سے آگاہ کیا جائے کہ وہ سوداگروں سے لی گئی تمام چیزوں کی واجب قیمت ادا کر دے۔ بہ صورت انکار اسے سمجھایا جائے اور جب تمام تدبیریں بے سود ہو جائیں، تو مناسب سزا دی جائے۔

اگر جز بکام من آمد جواب

من وگرمیدان وافر سیاب

ملک ابراہیم بیورجہ کو لئے ہوئے بھاگ بھاگ بہار

پہنچے۔ ٹھل صوبہ دار سے ملاقات کی اور شاہی حکم سنایا۔ ٹھل نے

کہا، اول تو سوداگروں کا دعویٰ ہی غلط ہے اور اگر اس کو صحیح بھی تسلیم

کر لیا جائے تو چونکہ شاہی حکم یک طرفہ ہے۔ اس لئے میں اس

کو ماننے کے لئے قطعی تیار نہیں۔ اب ملک بیورجہ حکم بجالانے

کے لئے مجبور تھے۔ ٹھل تو جنگ کرنے کے لئے پہلے ہی سے تیار

تھا۔ آخر دونوں طرف سے لڑائی ٹھن گئی۔ پھر ایسا ہوا کہ ٹھل کی فوج

مقابلہ کی تاب نہ لا کر میدان جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی اور ٹھل

میدان جنگ میں لڑتا ہوا مارا گیا۔ اس کے بعد ملک بیورجہ نے اموال

غنیمت سے مہوری سوداگروں کے مال اور اسباب کی قیمت معہ

تاوان دلوا دی۔ اس واقعہ کے بعد سے مہوری قوم بہار ہی میں مقیم

ہو گئی۔ مہوری قوم ہندو ہونے کے باوجود آج بھی حضرت ملک بیو کی

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رضی اللہ عنہ کی حیات اور علمی خدمات

تلاوت کرنے کا حکم فرمایا جائے، رات کے کسی حصہ میں آندھی آئے گی جس سے تمام چراغ بجھ جائیں گے، مگر اس سپہ سالار کا چراغ جلتا رہے گا۔ جس کے ہاتھ سے بہار فتح ہوگا۔“ چنانچہ بادشاہ کے حکم سے تمام سپہ سالار تلاوت میں مشغول ہوئے، جس کی نگرانی خود بادشاہ کرتا رہا۔ جب آندھی آئی۔ تو ملک بیو کے چراغ کے سوا سارے چراغ بجھ گئے۔

شاہی حکم کے مطابق جب ملک بیو بہار پہنچے، تو معلوم ہوا کہ راجہ ان دنوں بڑگاؤں (نالندہ) ہی میں مقیم ہے۔ آپ نے اس کو بلوا بھیجا، تو وہ نہیں آیا۔ آخر آپ نے اس پر چڑھائی کر دی۔ معمولی جھڑپ کے بعد راجہ اپنی فوج کے ساتھ بھاگ کھڑا ہوا۔ آپ اس کا تعاقب کرتے ہوئے رہتاس گڈھ تک پہنچ گئے۔ راستہ میں پانچ پانچ جگہ مقابلہ ہوا اور یہ مقام پر راجہ کو شکست ہوئی۔ مگر رہتاس گڈھ میں اس نے پہلے ہی سے کافی تیار کر رکھی تھی۔ یہاں مقابلہ سخت تھا۔ اس لئے گھمسان کارن پڑا اور میدان لاشوں سے پٹ گیا، جنگ کا یہ نقشہ دیکھ کر ملک بیو فیصلہ کن جنگ کے لئے آگے بڑھے، پھر جنگ شدت کی ہونے لگی۔ راجہ نے دیکھا، تو خود تلوار لیکر میدان میں کود پڑا۔ مگر قضا اس کی پہلے ہی سے انتظار کر رہی تھی، ایک بہادر مسلمان نے ایک ہی وار میں اس کا سر تن سے جدا کر دیا۔

راجہ کی موت کی خبر سنتے ہی اس کی فوج کے قدم اکھڑ گئے اور اس نے بھاگ کر قلعہ میں پناہ لی۔ مسلمان لڑتے بھرتے قلعہ

میں داخل ہو گئے اور وہاں اپنا جھنڈا نصب کر دیا۔ جب کسی قسم کا خطرہ باقی نہ رہا اور بظاہر ہر طرف امن و سکون ہو گیا، تو ملک بیو قطعہ سے باہر ہوئے۔ آپ قلعہ سے باہر ہو ہی رہے تھے کہ چند دشمنوں نے پہلے سے چھپے بیٹھے ہوئے تھے، اچانک حملہ کر کے آپ کو شہید کر ڈالا۔ شہادت کی تاریخ ۱۳ رزی الحجہ ۷۵۳ھ روز یکشنبہ ہے۔

تاریخ آفتاب کہ یکشنبہ از جہاں چو لعل رفت در دل سنگ از برائے خواب بود از مہ معظم ذی الحجہ سیزدہ از سال بود ہفصد و پنچہ سہ در حساب لاش رہتاس گڑھ سے بہار شریف لائی گئی اور محلہ بڑی پہاڑی میں پہاڑی کی چوٹی پر دفن کر دی گئی۔ قبر شریف پر فیروز شاہ نے ایک عظیم الشان گنبد تعمیر کرایا۔ پہلے قبر کے پاس ایک کتبہ تھا اور اس میں یہ قلعہ تاریخ مندرج تھا۔

بعہد دولت شاہ جہانگیر کہ باد اور جہان ملک نوروز شہنشاہ جہاں فیروز سلطان کہ برشاہان گیتی گشت فیروز (کنز الانساب، ص ۱۸۹، الی آخرہ آثار شرف ص: ۶۰) لیکن اب یہ کتبہ کلکتہ کے عجائب خانہ کی زینت ہے۔ ☆☆☆

ایک دن سیدہ نامی ایک مسلمان عورت نے اپنے پوتے کی شادی میں ایک گائے ذبح کی جس کی ایک ہڈی چیل یا کومے نے راجہ کے قریب لیجا کر گرادیا اس پر راجہ سخت غضبناک ہوا۔ پجاریوں نے اس کے غصہ کی آگ کو اور ہوادی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس نے سیدہ کے پوتے کو عین حالت عروسی میں قتل کروادیا۔ مظلوم سیدہ فیروز شاہ کی دربار میں فریاد لیکر پہنچی اور اپنے پوتے کے بے گناہ قتل کئے جانے کا واقعہ اس دردناک طریقہ سے بیان کیا کہ بادشاہ مضطرب ہو گیا اور چونکہ وہ علم نجوم کا بھی قائل تھا اس لئے اس نے فوراً نجومیوں کو طلب کیا اور پوچھا "بتاؤ کہ راجہ ہنس کمار کی سرکوبی کے لئے فوج کس کی قیادت میں بھیجی جائے؟" (ضیاء جالوی)

فاضل بہار سے فاتح بہارت تک

از قلم: مولانا طارق انور مصباحی نوادہ۔ بہار

معانی آثار، یا شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی تصنیف ”فتح السمان فی مذہب ابی حنیفۃ النعمان“ فقہ احناف کی تمام احادیث پر مشتمل نہیں۔ حضرت ملک العلماء علیہ الرحمہ کے ذخیرہ احادیث کی طباعت کب ہوگی؟ اہل سنت و جماعت کی اس خدمت عظمیٰ کا سہرا کس کے سر ہوگا؟ آنے والا وقت ہی اس کا جواب دیگا۔ حضرت سراج ملت دام ظلہ الاقدس جو حضور ملک العلماء علیہ الرحمہ کے ہم وطن اور ان کے خانوادے سے تعلق رکھتے ہیں اور چند سال پیشتر ”صحیح البہاری“ جلد دوم کی طباعت کا قابل رشک کارنامہ موصوف کے ہاتھوں انجام پذیر ہو کر جلد دوم ہند و بیرون ہند کے صاحبان علم و فضل کو باصرہ نواز ہو چکی ہے، اگر جناب مخدوم گرامی اعلیٰ اللہ درجہ تہ مکمل صحیح البہاری کی طباعت کی ذمہ داری قبول فرمائیں تو انشاء اللہ العزیز رفتہ رفتہ کیے بعد دیگرے تمام جلدیں مطبوع ہو کر کل جہاں کے احناف کے لئے ایک لاثانی تحفہ ہو جائے معاً فقہ حنفی کی مؤید احادیث پر مسلک اہل حدیث کی ریشہ دوانیوں کے پیش نظر ”صحیح البہاری“ کی احادیث پر فن رجال اور فن جرح و تعدیل کی روشنی میں تشبیہ نگاری بھی کی جائے۔ صاحبزادہ ملک العلماء عزت مآب پروفیسر مختار الدین آرزو (علی گڑھ) صحیح البہاری پر تبصرہ نگاری کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

”حسب الامکان فقہ حنفی کا شاید ہی کوئی مسئلہ ایسا رہا ہو جس

عہد قدیم کے ہادیان دین و ملت بنی نوع انسانی کی ہدایت و رہنمائی کا فریضہ انجام دیتے آئے ہیں ان میں سے اکثر امتداد روزگار کی روشنی میں روپوش ہوتے چلے گئے تاہم بعض رہنمایان قوم اپنی تابندہ نشانیوں کی وجہ کر ابد تک کے لئے زندہ جاوید ہوتے چلے گئے۔ حضرت ملک العلماء مولانا مفتی سید محمد ظفر الدین علیہ الرحمۃ والرضوان کی تصنیف لطیف ”صحیح البہاری“ اگر طبع ہو کر اہل علم کے ہاتھوں پہنچی تو ادوار مابعد میں مشاہیر محدثین میں آپ کا شمار ہوگا۔ شیخ محقق علامہ عبدالحق محدث دہلوی کے بعد محدثین ہند میں آپ کا اسم گرامی سرفہرست ہوگا۔

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ دور حاضر میں تصنیف و تنقیح فقہ حنفیہ کے لئے جو مرتبہ فتاویٰ شامی کو حاصل ہے، اولاً احناف کے لئے ”صحیح البہاری“ اسی درجہ کی حامل ہے۔ خدا نخواستہ اگر یہ نسخہ قلمی ہو کر کسی لائبریری کی زینت بن گیا، جیسا کہ تادم تحریر صحیح البہاری کی چھ ضخیم جلدوں میں سے پانچ قلمی صورت میں ہیں، تو ارباب علم و دانش، بخوبی واقف ہیں، کہ عدم افادہ کے باب میں قلمی نسخہ جات اور ضائع شدہ کتابوں کا مقام قریباً مساوی ہے۔ مسلک اہل حدیث کی جانب سے ہر مسئلہ پر قرآن و حدیث کا مطالبہ اور صحیح البہاری کا غیر مطبوع ہونا ہمارے عدم تدریک کی ایک عجیب مثال ہے۔ علماء محققین سے یہ بات پوشیدہ نہیں کہ امام ابو جعفر طحاوی التوفیٰ ۳۲۱ھ کی ”شرح

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رضی اللہ عنہ کی حیات اور علمی خدمات

کی سند و اشتہاد میں کوئی خبر اور اثر پیش نہیں کی گئی ہو۔ حضور ملک العلماء نے اس کتاب کی جمع و تبویب میں عمر کا خاصہ حصہ صرف کیا۔ فقہی ابواب کی ترتیب پر انہوں نے اسے چھ جلدوں میں مکمل کرنے کا منصوبہ بنایا اور اس کا نام ”الجامع الرضوی المعروف بفتح البہاری“ اور مورث اعلیٰ خاندان ملک صوبہ بہار الشہید ۱۳۵۳ھ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد کرام سے ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب ساتویں پشت میں حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتا ہے۔ ملک موصوف کا نسب نامہ ذیل میں درج ہے:

یگانہ روزگار علماء و افاضل سے اکتساب علم و فضل فرمایا تھا۔ (۳) ”ملک العلماء“ اور ”فاضل بہار“ ہر دو خطاب، صاحب تاریخ کے استاذ شریعت و طریقت، تاجدار اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عطا کردہ ہیں۔ ”ملک العلماء“ اس مناسبت سے کہ آپ کا خاندان صوبہ بہار میں ”ملک“ کے لقب سے متعارف ہے اور ”فاضل بہار“ اس لئے کہ آپ کا وطن ”بہار“ ہے اور صوبہ بہار آپ کے جد اعلیٰ حضرت سید ابراہیم ملک بیا غازی علیہ الرحمہ کی جاگیر بھی۔ سلطنت تعلقہ کی جانب سے فتح بہار کے صلے میں انہیں یہ جاگیر ملی تھی۔ آپ غزنی سے ہجرت فرما کر وارد ہند ہوئے تھے اور سلطان محمد شاہ تغلق کے سپہ سالار تھے۔ ملک موصوف کی حیات اور کارناموں کی قدرے تفصیلات ذیل میں مرقوم ہیں:

ملک بیو بہاری:- فاتح بہار حضرت سید ابراہیم ملک بیا غازی سپہ سالار اعلیٰ افواج شاہی سلطان محمد شاہ تغلق بادشاہ ہند

نظامیہ میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد بغداد ہی میں سلونٹ پذیر ہوئے اور وہیں اپنی زندگی کے شب و روز گزار کر ۱۳۶۱ھ میں عالم فانی سے دارالبقا کی طرف کوچ کر گئے۔ بغداد میں آپ کا روضہ مبارکہ مرجع خلائق اور دنیائے اسلام کے لئے منبع فیوض و برکات ہے۔ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے فرزند ان گرامی میں سے بعض حضرات بغداد ہی میں رہے اور بعض صاحبزادگان بغداد سے ہجرت فرما کر دوسرے اسلامی شہروں میں جا بے (۵) آپ کی اول اولاد میں سے بعض حضرات بغداد سے ترک وطن کر کے افغانستان چلے گئے تھے، انہیں میں سے ایک بزرگ حضرت سید ابو بکر غزنوی تھے جو حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے پوتے سیدنا ابو منصور صفی الدین عبدالسلام بن سیدنا سیف الدین عبدالوہاب جیلانی کے پوتے تھے۔ آپ کا وطن ”بت نگر“ تھا۔ بت نگر افغانستان کے قدیم دارالسلطنت ”غزنی“ سے تین فرسنگ کی دوری پر پورب سمت آباد

ہے۔ (۶) حضرت سید ابوبکر غزنوی کی وفات بت مگر ہی میں ہوئی اور وہیں آپ کا حزار ہے۔ آپ کے دو صاحبزادے تھے۔ سید ابراہیم ملک بیاغازی اور سید ابو مبارک علی۔ سید ابراہیم ملک بیاغازی اپنے خاندان کے ساتھ افغانستان سے ہجرت فرما کر ہندوستان چلے آئے (۷) ہندوستان میں اس وقت تعلق خاندان کی بادشاہت تھی۔ مہد الخلیفہ خوجہ پوری اور سید قیام الدین نظامی نے لکھا ہے کہ سید ابراہیم ملک بیاغازی، سلطان محمد شاہ تغلق بادشاہ ہند کے مہد میں ہندوستان آئے (۸) حضرت سید ابراہیم ہند آ کر سلطنت تغلقیہ کی شاہی فوج میں شامل ہو گئے۔ آپ نے بہت سے معرکوں میں شرکت فرمایا اور میدان جنگ میں استقلال و جواں مردی، ہمت و جرات اور خداداد شجاعتوں اور بہادری کے ایسے جوہر دکھائے کہ سلطان محمد شاہ تغلق بادشاہ ہند نے آپ کے بے مثال کارناموں، خون جنگ کی مہارت اور آپ کی تعمیر المعقول شجاعت و بہادری کو دیکھ کر شاہی لشکر کی سپہ سالاری کا عہدہ آپ کو عطا کیا۔ سپہ سالار کے عہدہ پر فائز ہونے کے بعد آپ نے صوبہ بہار اور جہار کھنڈ کو فتح فرمایا۔

بہار پر پہلا حملہ :- سلطنت تغلقیہ کی زمانے میں بہار پر ہندو راجاؤں اور مہاراجاؤں کی حکمرانی تھی۔ یہ راجے، مہاراجے دہلی کی اسلامی سلطنت سے برگشتہ ہو کر خود مختارانہ حکومت کیا کرتے تھے اور رعایا پر بہت ظلم و ستم ڈھایا کرتے تھے۔ عبد الخلیفہ خوجہ پوری، مفتی عبد العزیز بہاری، ڈاکٹر حسن رضا خاں پی۔ ایچ۔ ڈی پنڈہ پروفیسر مجیب الرحمن اور سید قیام الدین نظامی بہار پر ملک بیاغازی

سامان خریداری کے بہانہ سے لے لیا اور اس کی قیمت آئندہ دینے کا وعدہ کیا۔ مہوری سوداگروں نے کئی بار صوبہ دار سے اپنے مال و اسباب کی قیمت کا مطالبہ کیا مگر راجہ بھٹل نے ان مہوری سوداگروں کو کچھ نہ دیا اور آخر کار صاف لفظوں میں یہ کہہ کر اپنے دربار سے باہر نکلوا دیا کہ جاؤ کچھ نہ ملے گا۔ جب مہوری سوداگروں کو کوئی تدبیر نظر نہ آئی تو ان لوگوں نے دہلی کے بادشاہ سلطان محمد شاہ تغلق کے دربار میں راجہ بھٹل کے ظلم و ستم کی شکایت کی اور انصاف طلب کیا۔ سلطان محمد شاہ تغلق نے اسی وقت اپنے سپہ سالار سپہ ابراہیم ملک بیاغازی کو یہ مہم سر کرنے کے لئے لشکر شاہی کے ساتھ بہار جانے کا حکم دیا اور کہا کہ پہلے راجہ بھٹل سے مہوری سوداگروں کے سامان تجارت کی قیمت کا مطالبہ کرو، اگر وہ نہ مانے تو اس و مناسب سزا دو۔ سپہ سالار سید ابراہیم ملک بیاغازی اسلامی لشکر کے ساتھ بہار آئے اور بادشاہ دہلی کے حکم کے مطابق پہلے راجہ بھٹل سے مہوری سوداگروں کے مال و اسباب کی قیمت دینے کو کہا۔ راجہ بھٹل نے مال و اسباب کی قیمت دینے سے انکار کر دیا۔ اب سپہ سالار ملک بیاغازی بادشاہ ہند کا حکم بجالانے کے لئے تیار ہو گئے، بھٹل صوبہ پہلے ہی سے ہوشیار تھا، وہ بھی مقابلے کے لئے تیار ہو گیا اور دونوں طرف سے گھمسان کی جنگ ہونے لگی۔ بھٹل صوبہ دار کی فوج مقابلہ نہ کر سکی اور شکست کھا کر میدان جنگ سے بھاگ کر فرار ہوئی۔ راجہ بھٹل معرکہ جنگ میں لڑتے ہوئے مارا گیا۔ سپہ سالار سید ابراہیم ملک بیاغازی کو فتح نصیب ہوئی۔ بہار پر اور راجہ بھٹل

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی دہلی کی حیات اور علمی خدمات

کی حکمرانی قائم ہو گئی۔ علی محمد شاد عظیم آبادی لکھتے ہیں ”ضلع ہزاری باغ کا قدیم نام جھاڑکھنڈ تھا۔ یہ قصبہ عین بندھیا چل کے گنجان پہاڑوں کے دامن میں ہے۔ محمد ابن تغلق بادشاہ کے وقت میں اس کے سپہ سالار ”ابراہیم“ نے اس کو فتح کیا۔ یہ واقعہ ۱۳۴۰ء کا ہے

مہوری سوداگران ریشم کے کپڑے، جواہرات، سونے اور چاندی کے زیورات، اونی شمال اور دو شالے، چوڑیاں، انگوشی اور گھوڑے وغیرہ کی تجارت کیا کرتے تھے (۱۰) فتح جھاڑکھنڈ:۔ پرانے زمانے میں ہزاری باغ کا رقبہ بہت بڑا تھا اور بہت سے علاقے اس کے

ہے۔ عبدالعظیم سوجہ پورں جہان آباد، ن سید اس جہاں پروفیسر مجیب الرحمن، سید قیام الدین نظامی اور ڈاکٹر حسن رضا خاں پٹنہ لکھتے ہیں کہ راجہ ہنس کمار کے ظلم و جبر کی شکایت کئی بار دہلی کے بادشاہ کے دربار میں پہنچ چکی تھی۔ ایک مرتبہ اس نے نالندہ میں بڑا ظلم ڈھایا۔ نالندہ، بہار شریف سے دکن چھ میل کے فاصلے پر ایک مشہور مقام ہے جو پرانے زمانے میں بڑگاؤں کہلاتا تھا۔ نالندہ میں بودھ مذہب کی بہت بڑی تعلیم گاہ تھی اور ساتن دھرم ہندوؤں کی ایک بہت بڑی پرستش گاہ بھی۔ راجہ ہنس کمار اکثر وہاں آیا جایا کرتا تھا۔ اس وقت وہاں کچھ مسلمان بھی آباد تھے۔ ایک روز بڑگاؤں میں ایک مسلمان عورت نے جس کا نام سیدہ تھا، اپنے پوتے کی شادی میں ایک گائے ذبح کیا۔ راجہ ہنس کمار ان دنوں پوجا کے لئے بڑگاؤں آیا ہوا تھا۔ گائے کی ایک ہڈی چیل یا کوے نے راجہ ہنس کمار کے قریب گر دیا۔ پجاریوں نے یہ دیکھ کر راجہ کو خوب ابھارا۔

قلعہ میں رہتا تھا۔ سال ۱۳۴۰ء مطابق ۷۷۱ھ سپہ سالار سید ابراہیم نے علاقہ جھاڑکھنڈ پر حملہ کیا، جب راجہ جاگیر کو معلوم ہوا کہ مسلمانوں کا لشکر سپہ سالار سید ابراہیم ملک بیاغازی کی قیادت میں بڑھتا آرہا ہے تو وہ اپنے اہل خاندان کے ساتھ ایک کوں میں کود گیا۔ اس طرح راجہ جاگیر نے خود اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو اور اپنے اہل خاندان کو ہلاک کر دیا (۱۲) یہ کوں آج بھی چھائی چمپا میں موجود ہے۔ آج کل چھائی چمپا ”چے چو پارن“ کے نام سے جانا جاتا ہے۔ راجہ جاگیر کے قلعہ پر قبضہ ہو جانے کے بعد سپہ سالار سید ابراہیم نے حضرت فتح خاں دولہ رحمۃ اللہ علیہ کو چھائی چمپا کا حاکم مقرر کیا۔ (۱۳) جھاڑکھنڈ کا دوسرا سنہ تالی سردار مان سنگھ سپہ سالار سید ابراہیم اور ان کے لشکر کی آمد کی خبر سن کر مقابلہ کئے بغیر اپنے قلعہ کو چھوڑ کر بھاگ گیا۔ اس قلعے پر بھی ملک بیاغازی نے قبضہ کر لیا۔ (۱۴) اس طرح بغیر کسی خون ریزی کے جھاڑکھنڈ پر مسلمانوں

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدظلہ کی حیات اور اس خدمات

معلوم ہوا کہ راجہ ہنس کمار بڑگاؤں (نالندہ) میں ہے۔ سپہ سالار ابراہیم نے راجہ کو کہلا بھیجا کہ تم ابھی فوراً میرے پاس حاضر ہو ورنہ تم پر حملہ کر دیا جائے گا۔ راجہ نے اس حکم کو نہ مانا، آپ نے اس حملہ کر دیا اور بڑگاؤں کے سورج پوکھر نامی تالاب کے پاس لشکر میں جنگ ہونے لگی۔ راجہ ہنس کمار شکست کھا کر اپنی فوج ساتھ میدان جنگ سے بھاگ گیا مگر آپ نے اس کا پھینچا چھوڑا اور پانچ مقام پر راجہ اور اس کے لشکر کو گھیرا۔ راجہ ہر جگہ گھس کھاتا ہوا اور اپنی جان بچاتا ہوا رہتا اس گڑھ اپنے قلعہ میں پناہ لیا۔ راجہ پہلے ہی رہتا اس گڑھ کے سپہ سالار کو لڑائی کی تیاری کی خبر پہنچ گئی تھی، اس لئے قلعہ رہتا اس گڑھ میں جنگ کی پوری تیاری کر لی۔ سالار سید ابراہیم ملک بیاعازی راجہ ہنس کمار کا تعاقب کرتے ہوئے جب رہتا اس گڑھ پہنچے تو راجہ کی فوج بھی مقابلہ کے لئے میدان جنگ میں آگئی، دونوں طرف سے فوج آگے بڑھی اور فوج بڑھتی ہونے لگی، تلواریں بجلی کی طرح چمکنے لگیں، ہزاروں کے سرجم سے جدا ہو گئے اور میدان کارزار خون سے سرخ ہو گیا، دونوں طرف لڑائی کا پلہ برابر تھا۔ جنگ کا یہ نقشہ دیکھ کر سپہ سالار اعظم نے ”اکبر“ کا نعرہ لگایا اور دشمن کی فوج پر ایسا زوردار حملہ کیا کہ راجہ ہنس کمار کی فوج بے ترتیب ہو گئی اور جنگ بڑی شدت کی ہونے لگی۔ راجہ ہنس کمار خود تلوار لے کر میدان جنگ میں کود پڑا۔ ایک بہادر مسلمان سپاہی سے راجہ ہنس کمار کا مقابلہ ہوا، اس نے راجہ کو ایسی تلوار مار دی کہ راجہ کا سرتن سے جدا ہو گیا۔ ہندو-پاہیوں کو جب معلوم ہوا کہ ہمارا راجہ مارا جا چکا ہے تو ان کی ہمت پست ہو گئی اور قدم اکٹھے اور وہ لوگ قلعہ کی طرف بھاگے۔ مسلمان فوج اپنے سپہ سالار سید ابراہیم کی قیادت میں قلعہ کے دروازے تک پہنچ گئی اور لاتی بھڑی قلعہ کے اندر داخل ہو گئی اور مسلمانوں کے لشکر نے رہتا اس گڑھ کے

راجہ متعصب تھا۔ غصہ میں آ کر سیدہ کے پوتے کو جو ابھی دولہا بنا ہوا تھا، شہید کر دیا۔ مظلوم سیدہ مسلمانوں کی مدد سے سلطان محمد شاہ تعلق بادشاہ ہند کے دربار میں پہنچی اور اپنے پوتے کے بے گناہ قتل کئے جانے کا واقعہ بیان کی۔ راجہ ہنس کمار کے اس دل دہلا دینے والے ظلم کو بادشاہ برداشت نہ کر سکا اور بے اختیار ہو گیا اور چونکہ محمد شاہ تعلق علم نجوم کا معتقد تھا اس لئے اس نے فوراً نجومیوں کو بلا کر دریافت کیا کہ راجہ ہنس کمار کی سرکوبی اور سزا کے لئے کون شخص بہتر رہے گا جس کو فوج کا سپہ سالار بنا کر بہار بھیجا جائے۔ تمام نجومیوں نے بالاتفاق کہا کہ یہ کام سید ابراہیم ملک بیاعازی سے ہوگا اور یہ روایت بھی تاریخوں میں درج ہے کہ بادشاہ نے جب نجومیوں سے پوچھا کہ راجہ ہنس کمار کی سزا کے لئے کس سپہ سالار کو بہار بھیجا جائے تو نجومیوں نے کہا کہ آج کی رات تمام سپہ سالاروں کو ایک ایک چراغ دیکر اس کی روشنی میں قرآن مجید تلاوت کرنے کا حکم دیا جائے۔ رات کے کسی حصے میں آندھی آئے گی جس سے تمام چراغ بجھ جائیں گے مگر اس سپہ سالار کا چراغ جلتا رہے گا جس کے ہاتھ سے بہار فتح ہوگا۔ چنانچہ بادشاہ کے حکم سے تمام سپہ سالار رات کو قرآن حکیم کی تلاوت میں مشغول ہوئے اور سلطان محمد شاہ تعلق خود گمرانی میں رہے۔ رات کو جب آندھی آئی تو تمام چراغ بجھ گئے مگر سید ابراہیم ملک بیاعازی کا چراغ جلتا رہا۔ بادشاہ نے سپہ سالار سید ابراہیم ملک بیاعازی کو بلایا اور بہار جانے کا حکم دیا اور کہا کہ راجہ ہنس کمار کے ظلم و شرارت کی بار بار شکایت آچکی ہے اور اب اس کے ناحق خون کرنے کی بھی خبر ملی ہے لہذا اس بے گناہ کے خون کا بدلہ لینا بہت ضروری ہے۔ سپہ سالار سید ابراہیم ملک بیاعازی بادشاہ کے حکم کے مطابق لشکر جزار لے کر اپنے اہل خاندان کے ساتھ بہار کی طرف روانہ ہو گئے اور منزل طے کرتے ہوئے جب بہار پہنچے تو

حضور ملک العلماء امام احمد رضا کی نظر میں

جہان ملک العلماء

حضرت ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدظلہ کی حیات اور علمی خدمات

جا کر رکھ دیا۔ (۲۱) راجہ ہنس کمار کا سر اور اس کے مارے جانے والے سپاہیوں کا زناں جس کا وزن سوا من تھا، مقبرہ ملک بیازا غازی کے احاطہ کے باہر دکن جانب مغربی سمت ایک کواں میں ڈال دیا گیا۔ یہ کواں آج بھی موجود ہے اور ”مند مالا“ کے نام سے مشہور ہے۔ آج کل اس کا منہ ایک پتھر سے ڈھکا ہوا ہے۔ (۲۲) مشہور مؤرخ مسٹر طامس ولیم بل لکھتے ہیں ”در بہار بفاصلہ یک کردہ مغرب از شہر کوہ ہے است خورد کہ آں را پیر پہاڑی می گویند، بالائے آں کو چھ مزار ملک ابراہیم بیوکہ در زمان سلطان فیروز شاہ دہلوی فوت کردہ، موجود است۔ وفاتش در سنہ ۷۵۳ ھفت صد و پنجاوسہ بوتوق آمدہ و ایں تاریخ بر ترتب او مرقوم است“۔ (۲۳) بہار میں شہر سے پچھتم ایک کوس کے فاصلے پر ایک چھوٹا سا پہاڑ ہے جسے پیر پہاڑی کہتے ہیں، اس پہاڑی پر ملک ابراہیم بیوکہ جو سلطان فیروز شاہ دہلوی کے زمانے میں وفات پائے ہیں، کا مزار موجود ہے۔ ان کی وفات ۷۵۳ ھ میں واقع ہوئی یہ تاریخ ان کے قبر پر لکھی ہوئی ہے۔

عرس مبارک: آپ کی تاریخ وفات ۱۳ ارزی الحجہ کو ہر سال آپ کا عرس ہوتا ہے جس میں بلا تفریق مذہب و ملت معتقدین شریک عرس ہو کر فیضان ملک بیازا غازی سے مالا مال ہوا کرتے ہیں۔ مہوری قوم بھی جن کی خاطر حضرت ملک بیازا غازی نے بہار پر پہلا حملہ کیا تھا، احسان شناسی کا ثبوت پیش کرتے ہوئے اپنی روایتی شان و شوکت اور دھوم دھام کیساتھ ہر سال ۱۳ ارزی الحجہ کو سپہ سالار سید ابراہیم ملک بیازا غازی کا عرس منایا کرتی ہے (۲۴)

القاب و خطابات: سپہ سالار سید ابراہیم ملک بیازا غازی کو بادشاہ دہلی نے قریباً نصف درجن خطابات عطا کئے تھے۔ (۱) ملک سیف دولت (۲) مدار الملک (۳) ملک بیا (۴) ملک غازی (۵) ملک (۶) بیازا غازی۔ اسی طرح مصنفین و مؤرخین آپ کو فاتح

اس عظیم الشان قلعہ پر اپنا جھنڈا لہرایا۔ قلعہ کے اندر راجہ ہنس کمار کی فوج نے اسلامی لشکر کے آگے ہتھیار ڈال دیا۔ اسی طرح ایک لمبے عرصے کی بڑی خون ریز جنگ کے بعد قلعہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ اور صوبہ بہار سے ہندوؤں کی سب سے بڑی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔

(۱۶) **سپہ سالار اعظم کی شہادت:** جب قلعہ رہتاس گڑھ پر مسلمانوں کا مکمل قبضہ ہو گیا، جنگ ختم ہو گئی اور ہر طرف امن و امان کا ماحول پیدا ہو گیا۔ اب کسی طرح کا کوئی خوف یا خطرہ نہیں رہا تھا، اسی درمیان سپہ سالار اعظم سید ابراہیم ملک بیازا غازی قلعہ سے باہر آرہے تھے اور راجہ ہنس کمار کی فوج کے چند شکست خوردہ سپاہی گھات لگا کر چھپ کر بیٹھے ہوئے تھے۔ سالار اعظم سید ابراہیم کو آتا دیکھ کر ان لوگوں نے بے خبری میں اچانک آپ پر حملہ کر دیا جس سے آپ کی شہادت واقع ہو گئی۔ (۱۷) چونکہ آپ نے وصیت فرمائی تھی کہ مجھے بہار شریف پیر پہاڑی پر دفن کیا جائے جہاں حضرت سید احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا روضہ مبارک ہے اس لئے رہتاس گڑھ سے فاتح بہار کی نعش مبارک بہار لائی گئی (۱۸) اس میں مہوری قوم نے بھی شرکت کیا (۱۹) مخدوم بہار حضرت شیخ شرف الدین احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور آپ کو بہار کے پیر پہاڑی کی چوٹی پر دفن کیا گیا۔ سلطان فیروز شاہ تغلق بادشاہ ہند نے آپ کا عالی شان مقبرہ تعمیر کرایا جو آج تک جوں کا توں موجود ہے اور آپ کے مقبرہ میں پتھر کے تین کتبے لگوائے جن میں فارسی زبان میں چھ اشعار کے نظم لکھی ہوئی ہے۔ (۲۰) دو کتبے آج تک مقبرہ میں موجود ہے ایک کتبہ جو مقبرہ کے صدر دروازے پر تھا، دیوار بوسیدہ ہونے کی وجہ سے گر گیا تھا۔ انگریزی حکومت نے اسے کلکتہ انڈین ہوزیم (جادو گھر) میں لے

عہد مذکور ہے۔ اس لئے راقم نے اس کا زمانہ فیروز شاہ کی تخت نشینی سے شمار کیا ہے۔ اگرچہ اغلب ہے کہ یہ محمد تغلق کے عہد سے مقطع بہار (حاکم بہار) ہو۔ حاجی الیاس نے ملک ابراہیم حاکم بہار پر فوج کشی بھی کی تھی۔ (۲۹) مولوی عبدالرحیم صادق پوری عظیم آبادی نے لکھا ہے، جس زمانہ میں حضرت میر معز الدین دیوروی جن کا اصل وطن بخارا تھا، دو ڈھائی سو آدمی مع اپنے قبائل ہندوستان تشریف لائے اس وقت ”ملک بیا“ محمد تغلق شاہ فرمانروائے دہلی کی طرف سے بہار میں صوبہ دار تھے۔ (۳۰) موصوف نے اور دوسرے مقام پر بھی آپ کو ”حاکم صوبہ بہار“ لکھا ہے۔

جاگیر: عبدالحلیم خواجہ پوری اور مفتی عبدالمتین بہاری نے لکھا ہے کہ آپ کو صوبہ بہار بطور جاگیر عطا کیا گیا تھا۔ (۳۱)

اولاد کرام: حضرت ملک بیا غازی رحمۃ اللہ علیہ کی نو اولادیں تھیں۔ سات بیٹے اور دو بیٹی۔ بیٹوں کے نام یہ ہیں: ملک داؤد، ملک محمد الیاس، ملک بدر الدین، ملک محمد محسن، ملک عثمان، ملک سلطان۔ (۳۲) آپ کی بڑی بیٹی بی بی منہیا کی شادی حاجی الحرمین حضرت مخدوم صدر الدین ظفر آبادی چراغ ہند رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی اور آپ کی دوسری صاحبزادی کی شادی آپ کے حقیقی بھتیجے سید مبارک علی سے ہوئی۔ (۳۳)

خانوادہ ملک کی آبادیاں: سپہ سالار سید ابراہیم ملک بیا غازی کو بادشاہ دہلی نے بہار فتح فرمانے کے صلہ میں صوبہ بہار بطور جاگیر عطا کیا تھا، اس لئے آپ کی شہادت کے بعد آپ کے شہزادگان بہار ہی میں آباد ہو گئے پھر جب آبادی بڑھی تو بہار سے نکل کر قرب وجوار کے قصبات و موضع میں آباد ہوتے گئے اور بہت سی بستیاں اور گاؤں بھی آباد کئے۔ ملک زادگان قصبہ بہار سے نکل کر سب سے پہلے مندرجہ ذیل آبادیوں میں منتقل ہوئے۔

بہار کے نام سے یاد کیا کرتے ہیں اور باشندگان صوبہ بہار کے عرف میں آپ ملک یو بہاری کے نام سے مشہور ہیں۔ (۲۵) عبد الحلیم خواجہ پوری، مفتی عبدالمتین بہاری اور ڈاکٹر حسن رضا خان پی۔ ایچ۔ ڈی پٹنہ لکھتے ہیں کہ آپ ایک بہادر جنگجو اور میدان جنگ کے بے مثال غازی ہونے کے ساتھ ہی ایک باکرامت، روحانی بزرگ، عبادت گزار، شب بیدار اور اپنے وقت کے ایک عظیم ولی تھے۔ (۲۶)

عہدہ سپہ سالاری و صوبہ داری: حضرت

سید ابراہیم ملک بیا غازی سلطان محمد شاہ تغلق بادشاہ ہند کے افواج شاہی کے سپہ سالار اور صوبہ بہار کے حاکم و صوبہ دار تھے۔ سید قیام الدین نظامی لکھتے ہیں: ”آپ پیشہ کے لحاظ سے ایک سپاہی تھے اور سلطان محمد تغلق کی فوج کے سپہ سالار تھے لیکن اہل بہار حضرت سید ابراہیم ملک بیا کو ایک صوفی بزرگ کی حیثیت دیتے ہیں اور آپ سے بڑی عقیدت رکھتے ہیں۔ سلطان دہلی کی طرف سے آپ کو اور آپ کے ورثاء کو بہار کی صوبہ داری بھی عطا ہوئی۔ کپری ہینسو مسٹری آف بہار میں سلطان محمد شاہ تغلق کے زمانہ میں صوبہ بہار کے صوبہ داروں کی جو فہرست دی گئی ہے اس میں آپ کا اور آپ کے ورثاء کا نام موجود ہے۔“ (۲۷) دوسری جگہ لکھتے ہیں، کپری ہینسو مسٹری آف بہار میں بحیثیت صوبہ دار بہار آپ کا اور آپ کے ورثاء کے نام آئے ہیں۔ (۱) ملک ابراہیم بیا (۲) داؤد خان ولد ابراہیم ملک بیا (۳) خانزادہ سلیمان ولد داؤد“ (۲۸) مولوی فصیح الدین بلخی عظیم آبادی لکھتے ہیں: ”فیروز تغلق کے حکومت کے ابتدائی زمانے میں ملک ابراہیم یو بن ابو بکر اقطاع بہار کا حاکم تھا۔ اس کا حال پیر پہاڑی کے کتبوں سے دریافت ہوا ہے۔ ان کتبوں میں اس کو مقطع بہار اور مدار الملک لکھا ہے اور اس میں فیروز تغلق کا

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رحمہ اللہ کی حیات اور علمی خدمات

ملک بیاغازی کو سلطنت تغلقیہ کی جانب سے ”ملک“ کا ایک بلند مرتبہ شاہی خطاب عطا ہوا تھا، اس لئے آپ کی اولاد ”سید“ کے بجائے اپنے مورثی خطاب ”ملک“ کو اپنے ناموں کے ساتھ لکھنے اور بولنے لگی۔ (۳۸) اس طرح آپ کی نسل پاک ”خانوادہ ملک“ کے نام سے مشہور و معروف ہو گئی۔ ”ملک“ ایک شاہی خطاب ہے۔ (۳۹) سلاطین ماضی کے زمانے میں ”ملک“ ایک فوجی عہدہ تھا۔ (۴۰) مولوی محمد حسین سابق ڈسٹرکٹ جج فیروز پور جنہوں نے سفر نامہ ابن بطوطہ کا انگریزی ترجمہ کیا ہے، اس میں انہوں نے اپنا ایک وضاحت نوٹ اس طرح لکھا ہے:- The nobles of the court rank thus the highest rank is that of amir khans second that of maliks and third of amirs the first have ten thousand soldiers under them and maliks have one thousand soldiers the amir khan get jagir yielding an income of two lakhs tanka (every tanka is worth half of a guinea) the malik have jagirs yeilding fifty to sixty thousand rupees a year the soldiers are paid by the king some maliks have ariur to the rank of amir khans but are known as maliks (14) آنجہانی تاریخچند ایم اے سابق پرنسپل الہ آباد کالج نے اپنی تاریخ ہند میں لکھا ہے کہ شاہانِ خلیج و تغلق کے زمانہ میں فوجی عہدہ داروں کے تین درجے تھے خان، ملک اور امیر۔ یہ لوگ مقررہ تعداد کی فوجوں کے افسر ہوتے تھے۔ یہ افسران ملکی اور فوجی دونوں

(۱) اسلام پور (۲) پچاسا (۳) بڑارہ (۵) اجنورہ (۶) کھیرا (۷) میڑھی (۸) سونانواں (۹) گوندبگہ (۱۰) سوگاؤں (۱۱) بارا (۱۲) جمناپور (۳۳) پھر چونکہ ملک زادگان حکمران خاندان کے افراد تھے، حضرت ملک بیاغازی کے بعد ان کے بڑے صاحبزادے ملک داؤد فوج کے سپہ سالار اور بہار کے صوبہ دار مقرر ہوئے، اسی طرح اس خانوادے کے بہت سے افراد فوج کی سالاری، لشکر کی افسری اور سلطنت ہند کے دوسرے اہم عہدوں پر فائز ہوتے رہے یہاں تک کہ خانوادہ ملک کے نامور سپوت بارہویں صدی ہجری کے مجدد حضرت علامہ قاضی محبت اللہ بہاری الملقب بہ فاضل خاں صاحب سلم العلوم و مسلم الثبوت المتوفی ۱۱۱۹ھ سلطان شاہ عالم بن سلطان اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ ہند کے عہد میں ۱۱۱۸ھ میں کل ہند کی صدارت عالیہ کے منصب عالی پر فائز ہوئے۔ موصوف ہمدرد ہند ہونے سے پہلے لکھنؤ، حیدرآباد اور کابل کے قاضی بھی رہ چکے تھے۔ (۳۵) المختصر یہ کہ سلطنت و حکومت کے اعلیٰ عہدوں پر فائز ہونے کی وجہ کہ ملک زادگان کو بادشاہ وقت کی جانب سے جہاں جاگیر ملی وہاں جا کر آباد ہوتے گئے، یہاں تک کہ بہار کے قدیم اضلاع میں سے چار ضلع (۱) پٹنہ (۲) گیا (۳) مونگیر (۴) شاہ آباد تک ملک حضرات کی آبادی پھیل گئی۔ (۳۶) یہ چاروں اضلاع اب قریباً دس سے زائد ضلعوں میں تقسیم ہو چکے ہیں اور ان میں سے اکثر ضلعوں میں ملک زادگان کثیر تعداد میں آباد ہیں اور آج بھی بہت سے ملک حضرات کے پاس پرانی جاگیریں اور زمینداروں کے حصے کی زمینیں اور جائیدادیں موجود ہیں۔ تقسیم ہند کے وقت ۱۹۴۷ء میں خانوادہ ملک کا ایک بڑا طبقہ ہندوستان سے ہجرت کر کے پاکستان جا کر آباد ہو گیا۔ (۳۷) جن سے آج تک شادی بیاہ کے مراسم قائم ہیں۔ خاندان ملک :- چونکہ سپہ سالار سید ابراہیم

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدنی کی حیات اور علمی خدمات

شرف کو کمال نادانی سے ضائع کر ڈالا ہے۔ یہ قوم اس دیار میں ”ملک“ کہلاتی ہے۔ اس قوم کے بزرگان شاہی زمانہ میں بڑے اہل حکم و رقم تھے چنانچہ ان میں سے ایک صاحب ”سید ابراہیم“ نامی بڑے صاحب ثروت تھے یہ صاحب قصبہ بہار میں آسودہ ہیں۔ ان کو ”ملک“ کا خطاب بادشاہ کے حضور سے ملا تھا اس لئے ملک بیو کے نام سے آج تک مشہور دیار و امصار ہیں۔ ان کی اولاد خطاب مورث کے سبب سے ملک کہلاتی ہے اور اس ملک کے سکینی ناواقفیت کے باعث قوم ملک کو مجہول قوم سمجھتے ہیں حالانکہ یہ لوگ سادات سے ہیں۔ علم الاقوام کی رو سے بھی یہ قوم بہت کچھ بنی ہاشم کا انداز رکھتی ہے۔ یہ لوگ نہایت مہمان نواز، شجاع اور خوش خلق ہیں اور ان کی وجاہت ظاہری ان کے علو قومیت کی خبر دیتی ہے (۴۷) بلگرام (اتر پردیش) کے علاقوں میں بعض لوگ ”ملک“ کہلاتے ہیں جو نسب کے اعتبار سے انصاری ہیں، میر غلام علی آزاد بلگرامی ان لوگوں کے ملک کہلانے کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں، ”ملک بہاء الدین ساکن محلہ خورد پورہ معروف بہ ملک بھلی انصاری الاصل است از مریدان شیخ الاسلام خواجہ عبداللہ قدس سرہ، دودمان او بہ ملک اشتہار دارد وجہ لقب از ملک فیض اللہ کہ از بنی اعمام ملک بہاء الدین است، استفسار رفت، گفت کہ بزرگان ماراد فرامین و جلالت ملک الامراء نوشتہ اند“۔ (۴۸) ملک بہاء الدین عرف ملک بھلی ساکن محلہ خورد پورہ نبأ انصاری اور شیخ الاسلام خواجہ عبداللہ قدس سرہ کے مریدوں میں سے ہیں ان کا خاندان ”ملک“ سے متعارف ہے جب ان کے چچیرے بھائی ملک فیض اللہ سے ان کے ملک کہلانے کا سبب پوچھا گیا تو انہوں نے بتلایا کہ چونکہ فرامین اور ویشیوں میں ہمارے بزرگوں کو ”ملک الامراء“ لکھا گیا ہے محلہ خورد پورہ قصبہ بلگرام میں ایک محلہ ہے۔

فرائض انجام دیتے تھے۔ انہیں تنخواہ کے بدلے جاگیریں دی جاتی تھیں (۴۲) سلطنت تعلقہ کے مشہور مؤرخ مولانا ضیاء الدین برنی نے تاریخ فیروز شاہی ص ۱۳۵۔ پر لکھا ہے کہ ”ملک“ ایک فوجی عہدہ ہے خطاب ملک کی مکمل تحقیق ”کشف الاسرار فی مناقب فاتح بہار“ مقالہ سوم میں مندرج ہے۔ المختصر یہ کہ ”ملک“ کوئی برادری نہیں ہے۔ (۴۳) ڈاکٹر حسن رضا خان پی۔ ایچ۔ ڈی۔ پٹنہ لکھتے ہیں کہ ”ملک“ کسی خاص برادری کی علامت نہیں ہے۔ (۴۴) دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ ”ملک“ لکھتے ہیں کہ خان بہادر علی محمد شاد نے اپنی کتاب ہسٹری آف بہار میں لکھا ہے کہ سید ابراہیم ملک بیا کے نام سے ظاہر ہوتا ہے کہ ”ملک“ کسی ایک برادری کا نام نہیں ہے۔ (۴۵) مؤرخ بہار علی محمد شاد عظیم آبادی لکھتے ہیں ”ملک کوئی ذات نہیں ہے جیسا کہ عوام نے سمجھا ہے یہ خطاب ہے جو بڑے فاتحوں اور اولوالعزموں کو خلفائے بغداد دیا کرتے تھے۔ اس میں بیشتر سادات ہی ہیں جیسے ملک سید ابراہیم وغیرہ۔ اب بھی خدا کے فضل سے ملک صاحبوں میں اگلی بوباس باقی ہے اور بہت کچھ زمیندار یوں کو سنبھالا ہے (۴۶) صوبہ بہار کے ملک حضرات حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی اولاد کرام و سادات عظام میں سے ہیں۔ حضور ملک العلماء حضرت علامہ سید محمد ظفر الدین فاضل بہاری علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب ”خیر السلوک فی نسب الملوک“ میں ۲۳ قصبات و مواضع کے ملک خاندانوں کا شجرہ نسب لکھا ہے اور بہت سے ملک خاندانوں کا نسب نامہ میری زیر ترتیب کتاب ”تحفۃ الاحباب فی تذکرۃ الانساب“ میں درج ہے۔ مولوی امداد امام بہاری الخاطب بخطاب شمس العلماء اپنی تصنیف ”بہارستان سخن“ کے باب سادات کرام میں رقمطراز ہیں، ”راقم کو اپنی ایک جواری قوم پر نہایت افسوس آتا ہے کہ اس نے اپنے خاندان سیادت کے

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی نقشبندی کی حیات اور علمی خدمات

گیلری کلکتہ، محمد عالم شمسی، محمد کمال احمد، محمد ہشام، محمد ضیاء اللہ وغیرہم ساکنان موضع بمھنور ضلع نوادہ بہار نے انجام دئے اور رب تعالیٰ سے دعاء ہے کہ جشن دوم کے لئے بھی ان کے جذبات سلامت رہیں۔ اس دعاء از من واز جملہ جہاں آمین باد۔

دوشن ستارہ :- خانوادہ ملک بیازاری میں بہت سے یکتائے روزگار علمائے کرام، بلند مرتبہ دانشوران و سیاستداں اور بہت سے نامور افراد پیدا ہوئے۔ ان میں سے بعض کے اسمائے گرامی یہاں تحریر کئے جاتے ہیں۔ صدر مملکت مغلیہ، مجدد صدی دوازدہم، قاضی القضاة حضرت علامہ محبت اللہ بہاری صاحب سلم العلوم و مسلم الثبوت التوفیقی ۱۱۱۹ھ، حضور ملک العلماء حضرت علامہ مفتی سید محمد ظفر الدین بہاری صاحب صحیح البہاری التوفیقی ۱۹۶۲ء (پٹنہ) پیر سڑ محمد یونس سابق وزیر اعلیٰ بہار، پروفیسر عبد البہاری شہید لیڈر لبرل یونین جمشید پور (ٹانا) پروفیسر ابو بکر احمد حلیم سابق وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ و سابق وائس چانسلر سندھ یونیورسٹی و کراچی یونیورسٹی (پاکستان) سیف الجہادین حضرت مولانا عبد الشکور شمسی الشہید ۱۹۸۷ء موضع بمھنور (نوادہ) حضرت قاری سید ابوالہاشم اشرفی مرحوم موضع بین (نالندہ) حضرت مولانا قمر الدین نعیمی مرحوم خانقاہ شدن پور (نوادہ) حضرت مولانا جمال الدین مرحوم کبیر انوار ضلع نوادہ بانی مدرسہ جمالیہ کلکتہ، حضرت مولانا سید اکمل الدین حیدر مرحوم التوفیقی ۲۰۰۳ء (پٹنہ) پیر طریقت ناشر مسلک اعلیٰ حضرت حضرت علامہ سید سراج اظہر قادری رضوی دام ظلہ العالی (ممبئی) پروفیسر مختار الدین احمد آرزو سابق صدر شعبہ اسلامیات مسلم یونیورسٹی (علیگڑھ) وائس چانسلر مظہر حق عربی و فارسی یونیورسٹی پٹنہ۔

علامہ قاضی محبت اللہ بھاری الملقب بہ فاضل خان : آپ صوبہ بہار کے کڑاہ ضلع پٹنہ میں پیدا ہوئے۔ آپ خطہ بہار

فاتح بہار کانفرنس : حضرت سید ابراہیم ملک بیازاری علیہ الرحمۃ والرضوان کی یاد میں ایک تاریخی اجلاس بنام ”فاتح بہار کانفرنس“ ۲۸ نومبر ۲۰۰۳ء مسلم انسٹی ٹیوٹ کلکتہ میں ہماری قائم کردہ تنظیم ”ملک بیازاری ایجوکیشنل اینڈ کلچرل سوسائٹی کلکتہ“ کے زیر اہتمام عالی جناب ممتاز عالم صاحب سابق کونسلر و سابق وائس پریسیڈنٹ مسلم بیریل گراؤنڈ کلکتہ کی صدارت میں انعقاد پذیر ہوا۔ عزت مآب پروفیسر سید جمال الدین صاحب برکاتی سابق ہیڈ آف ہسٹری ڈپارٹمنٹ جامعہ ملیہ دہلی و سابق پروفیسر ال بیت یونیورسٹی چارڈن و پرنسپل البرکات ایجوکیشنل انسٹی ٹیوٹ علی گڑھ بحیثیت چیف گیٹ تشریف فرما ہوئے۔ اس پروگرام کے تمام حروف تہجی کی تزئین کاری پروفیسر مدوح کی رہین منت ہے حتیٰ کہ ہمارے آرگنائزیشن کا ٹائٹل ”ملک بیازاری یگ بوائز فیڈریشن“ کے بجائے ”ملک بیازاری ایجوکیشنل اینڈ کلچرل سوسائٹی“ آپ ہی کا تجویز کردہ ہے جب کہ غالبانہ طور پر ہماری رہنمائی نقیہ ہند حضرت علامہ مفتی مطیع الرحمن رضوی مضطر سابق چیف قاضی ادارہ شرعیہ پٹنہ و بنگلور نے فرمائی۔ اسی دوران آپ نے کشف الاسرار فی مناقب فاتح بہار مطبوعہ ۲۰۰۱ء کی تصحیح و نظر ثانی فرما کر ہمیں ممنون کرم فرمایا۔ شہر کلکتہ کے بہت سے علماء و دانشوران شریک جشن ہوئے۔ محبت گرامی حضرت مولانا حافظ شاہد رضا خاں جہان آبادی نقیب اجلاس تھے۔ اسی تقریب کے موقع پر کشف الاسرار مطبوعہ ۲۰۰۱ء اور تذکرہ فاتح بہار مطبوعہ ۲۰۰۳ء و ۲۰۰۴ء معززین و مشتبہین کو تحفہ دی گئیں۔ پھر انشاء اللہ الرحمن صدی رواں کے عشرہ دوم میں اپنے جلوہ زیبیا کے ساتھ یہ فینکشن منعقد ہوگا۔ سرزمین کلکتہ پر حضرت ملک بیازاری رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں منعقد ہونے والا یہ پہلا اجلاس تھا جس کے انتظام و انصرام کے فرائض الحاج محمد قمر الدین صاحب آئز کاشن

جہان ملک العلماء

حضرت ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی دہلی کی حیات اور علمی خدمات

سلطنت مغلیہ کی جانب سے ”فاضل خاں“ کا خطاب عطا کیا گیا تھا۔ (۵۲) سید قیام الدین نظامی لکھتے ہیں: ”چاند پورہ بہار میں خانقاہ طویلہ بخش بہت مشہور ہے۔ دنیائے اسلام میں علم فقہ اور منطق کے مشہور عالم دین حضرت محبت اللہ بہاری آپ ہی کے خاندان میں مرید ہوئے اور احاطہ خانقاہ طویلہ بخش چاند پورہ میں آسودہ خاک ہیں۔“ (۵۳) حسان الہند میر غلام علی آزاد بلگرامی کی تصنیف ”سبحۃ المرجان فی اثار ہندوستان“ کے حوالے سے مولوی حنیف استاذ دارالعلوم دیوبند نے لکھا ہے: ”آپ کا نام محبت اللہ ہے اور والد کا نام عبدالشکور۔ مولانا آزاد نے سجتہ المرجان میں لکھا ہے کہ صوبہ بہار میں کثرہ نامی گاؤں جو محبت علی پور پرگند سے تعلق رکھتا ہے، یہاں آپ پیدا ہوئے۔ آپ کا تعلق بہار کی ایک شریف قوم ”ملک“ سے تھا۔ جس کی اس زمانہ میں بھی اس صوبہ میں معقول

کے ایک یگانہ روزگار اور منفرد المثل فرد ہیں۔ تذکرہ کاملان بہار مطبوعہ خدابخش لائبریری پٹنہ میں آپ کے تذکرہ نگار نے کچھ اس طرح خامہ فرسائی کی ہے: ”صوبہ بہار کی سرزمین کو یہ فخر حاصل ہے کہ یہاں ایک عظیم الشان اور شہرہ آفاق ہستی پیدا ہوئی جو فلسفہ و منطق میں منفرد ویگانہ گذری۔ اس کے نصیب میں وہ شہرت و عظمت آئی جو نہ اس سے پہلے کسی کو حاصل ہوئی اور نہ بعد میں آج تک کسی کو ایسی قدر و منزلت حاصل ہوئی۔ اس نے اپنے نام کے ساتھ ”بہاری“ وابستہ کر کے بہار کے نام کو تابندہ و پائیدہ بنا دیا۔ اس نادر روزگار ہستی کا نام قاضی محبت اللہ بن عبدالشکور بہاری ہے۔“ (۴۹) شیخ محمد اکرام نے سلطان اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ بادشاہ ہند کے عہد کے مشاہیر علوم و فنون کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا

انڈینڈ پینڈنٹ پارٹی) مسٹر محمد یوس صوبہ بہار لے ایک مانیہ نازسیا رہنما اور ایک عظیم علمی شخصیت کا نام ہے۔ آپ موضع نہر اضلع پٹنہ میں ۴ مئی ۱۸۸۳ء کو پیدا ہوئے۔ آپ نے بیرسٹری کی ڈگری حاصل کیا تھا۔ جب پٹنہ ہائی کورٹ قائم ہوا تو مسٹر یوس ہائی کورٹ (پٹنہ) کے بیرسٹر مقرر ہوئے۔ آپ بیرسٹری کے ساتھ ہی ساتھ مختلف سیاسی اور سماجی کاموں میں حصہ لیا کرتے تھے۔ موصوف کئی

مستعمل ہیں۔ مسلم الثبوت فقہ اور اصول فقہ کے متعلق آپ کی ایک بلند پایہ کتاب ہے اور علامہ بحر العلوم اور دوسرے علماء نے اس پر حاشیے لکھیں ہیں۔ منطق میں آپ کی مشہور کتاب سلم العلوم ہے۔ ان کے علاوہ افادات، جوہر فرد اور دوسرے رسائل آپ کی یادگار ہیں۔“ (۵۰) آپ کے بارے میں ایک مقولہ بہت مشہور ہے۔ ”بحرے است از علوم و بدرے است بین الخوم“۔ (۵۱) آپ کو

تائید میں مسٹر یونس نے ایک جامع اور نکتہ رس تقریر کی۔ اسی طرح اگر یکپہلو انکم ٹیکس بل کے تحت مسٹر یونس کی کوششوں سے مسلم اوقاف کو ٹیکس سے مستثنیٰ قرار دیا گیا۔ اولاً آپ کی ترمیم پر اسمبلی میں چار دنوں تک بہت زوردار بحثیں ہوتی رہیں بالآخر مسٹر ابوالکلام آزاد بذات خود اس پیچیدہ مسئلہ کو سلجھانے کے لئے پیش آئے اور انہوں نے مسٹر یونس کی ترمیم کی معقولیت تسلیم کر لی اور مسلم اوقاف کو ٹیکس سے مستثنیٰ قرار دے دیا گیا۔ (۵۶)

پروفیسر ابوبکر احمد حلیم: آپ ۱۹۰۱ء میں ارکی ضلع جہان آباد میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام عبدالحلیم تھا۔ ضلع اسکول گیا سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد علیگڑھ مسلم یونیورسٹی سے بی۔ اے کیا۔ پھر آکسفورڈ یونیورسٹی (انگلینڈ) سے بی۔ اے کیا۔ آپ کا پسندیدہ مضمون تاریخ تھا۔ اس میں آپ کا مطالعہ بہت وسیع تھا۔ اسی لئے مسلم یونیورسٹی علیگڑھ میں ۱۹۲۱ء میں آپ تاریخ کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ کچھ دنوں بعد مسلم یونیورسٹی میں شعبہ تاریخ اور شعبہ پالیٹیکل سائنس کے صدر (ہیڈ آف ڈپارٹمنٹ) ہو گئے۔ اس وقت دونوں شعبے ساتھ تھے۔ کچھ عرصہ بعد آپ کو یونیورسٹی کا پروو وائس چانسلر منتخب کیا گیا۔ آپ کا سیاست سے بھی تعلق تھا۔ یو پی اسمبلی کیلئے علیگڑھ حلقہ سے ممبر منتخب ہوئے۔ ہم عصر بڑی شخصیتوں سے آپ کے اچھے مراسم تھے۔ تاریخ داں کی حیثیت سے بہت مشہور ہوئے اور کئی کتابیں بھی تصنیف کیں اور بہت سے مقالے بھی لکھے۔ تقسیم ہند سے پہلے آپ کو ایک یونیورسٹی کے قیام کیلئے سندھ بھیجا گیا۔ سندھ یونیورسٹی کے قیام کے بعد آپ کراچی چلے گئے۔ وہاں آپ کی انتھک کوششوں سے کراچی یونیورسٹی کا قیام عمل میں آیا۔ آپ نے پاکستان میں رہ کر عملی سرگرمیاں قائم رکھیں۔ پروفیسر موصوف انسٹی ٹیوٹ آف انٹرنیشنل افیئرس کراچی اور موتر عالم اسلامی کی پاکستانی شاخ کے

سالوں تک بہار اسٹوڈنٹس ایسوسی ایشن کے صدر رہے۔ ۱۹۰۸ء میں لاہور کے کانگریس سیشن میں ڈپٹی گیٹ کی حیثیت سے آپ نے شرکت کی۔ ۱۹۱۶ء میں امپیریل کالج یونیورسٹی کے ممبر ہوئے۔ ۱۹۲۱ء اور ۱۹۳۱ء میں بہار کالج یونیورسٹی کے ممبر ہوئے۔ آپ کی سرپرستی میں ایک انگریزی روزنامہ ”پنڈہ ٹائمز“ نکلا کرتا تھا۔ جس کے ذریعہ آپ بہار اور ہندوستانی عوام کی آواز کو فرنگیوں تک پہنچاتے تھے اور آزادی کے لئے فضا ہموار کرتے تھے۔ ۱۹۳۷ء میں جب کانگریس نے وزارت سازی سے انکار کر دیا تو مسلم انڈپینڈنٹ پارٹی نے مسٹر یونس کو اپنا لیڈر منتخب کیا اور اس طرح بہار کے آپ پہلے وزیر اعلیٰ ہوئے۔ ۱۹۳۵ء کے ایفارم کے مطابق جداگانہ انتخاب رائج تھا۔ اگر آپ چاہتے تو صرف مسلم ممبران اسمبلی کو ہی کابینہ میں شامل کرتے مگر آپ نے دورانہ لٹری کی ثبوت دیتے ہوئے اپنی کابینہ میں ہندو ممبران اسمبلی کو بھی شامل کیا اور ان کو اہم محکمے سپرد کئے۔ مسٹر کمار اجیت پر ساد سنگھ اور بابو گر سہائے لال ایڈوکیٹ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ مسٹر یونس نے ہندو مسلم اتحاد اور میل ملاپ کے لئے بہت کوششیں کیں اور تادم حیات میل ملاپ ایسوسی ایشن کے صدر رہے۔ موصوف نے اپنا ایک ذاتی مکان بھی میل ملاپ کے دفتر کے لئے وقف کر رکھا تھا۔ سابق وزیر اعلیٰ بہار شری مہا مایا پر ساد اس کے سکریٹری تھے۔ اس ادارہ کے زیر اہتمام میل ملاپ نام کا ایک رسالہ بھی نکلتا تھا۔ اس رسالے کی خصوصیت یہ تھی کہ اس کا آدھا حصہ اردو اور آدھا حصہ ہندی میں شائع ہوا کرتا تھا۔ مسٹر یونس نے دستور جدید یعنی انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء کی خامیوں کے پیش نظر ایک ترمیمی بل پیش کیا جس پر کئی روز کی گرما گرم بحث کے بعد کانگریس وزارت نے مسٹر محمد یونس سے مفاہمت کی اور ان کی پیش کردہ ترمیم منظور کر لی۔ ترمیم شدہ بل کی

جہان ملک احمد

ماخذ و مراجع

(۱) تذکرہ کاتبان بہار میں ۱۹۱۲ء شمس الجہان سہری میں ۱۲۱۲ ہجری قمریہ
 حصہ میں ۱۹۱۲ (۲) تذکرہ کاتبان بہار میں ۱۹۱۲ ہجری قمریہ
 سطور ۱۲۱ میں ۱۹۱۲ شمس الجہان سہری میں ۱۲۱۲ (۳) تذکرہ کاتبان
 سہریہ در مولانا محمود احمد قادری میں ۱۹۱۲ ہجری قمریہ
 تذکرہ کاتبان بہار میں ۱۹۱۳ (۴) تاریخ ملک احمد اعظمی طبع ہونے میں
 تاریخ جنت المہر میں ۱۹۱۳ اسلام از انظر حسن رضا خان پند
 میں ۱۹۱۳ شمس الجہان سہری میں ۱۹۱۳ شمس الجہان سہری
 تاریخ شمس الجہان سہری میں ۱۹۱۳ شمس الجہان سہری
 ۱۹۱۳ شمس الجہان سہری میں ۱۹۱۳ شمس الجہان سہری
 تاریخ شمس الجہان سہری میں ۱۹۱۳ شمس الجہان سہری
 تاریخ شمس الجہان سہری میں ۱۹۱۳ شمس الجہان سہری
 تاریخ شمس الجہان سہری میں ۱۹۱۳ شمس الجہان سہری
 تاریخ شمس الجہان سہری میں ۱۹۱۳ شمس الجہان سہری
 تاریخ شمس الجہان سہری میں ۱۹۱۳ شمس الجہان سہری
 تاریخ شمس الجہان سہری میں ۱۹۱۳ شمس الجہان سہری
 تاریخ شمس الجہان سہری میں ۱۹۱۳ شمس الجہان سہری

صدا ہے۔ کوئی اور نسخہ ہائوں اور شیوں کے ایک وقت
 مانس جو نسخہ ہے۔ جو جمع کلمہ ہائیں میں پانچ صاحب
 و کتب کی کتب سے نکالی ہوئی تھی۔ آپ کے ہونے اور شیوں
 ۱۹۱۳ ہجری قمریہ میں ۱۹۱۳ شمس الجہان سہری میں

حضور ملک العلماء علامہ مفتی

سید محمد ظفر الدین فاضل بہاری

آپ کا جن ہوائی مکہ (پند) نور محمد محمد محمد
 آپ کی ولادت ہوئی۔ آپ نے ابتدائی تعلیم آپ والد ماجد سے
 حاصل کیا۔ اور پھر آپ نے جامعہ اسلامیہ میں فریاد
 آپ حضور اوصیاء کے جامع ہے۔ آپ ایک مدرس تھے اور
 ایک مفتی تھے۔ آپ کا طریق تدریس اور تہذیب علمی اور عقیدہ کے اور
 بھی اور ایک مصنف تھے۔ آپ کی مطبوعہ تصنیف میں آیات
 التفسیرات، التفسیرات کی حامل ہے، "بیت السحور" اور
 والوالت فی علم التوفیق، "الفتوح الاثر فی مہاجرہ" کے
 شعبہ تحقیق میں داخل درس ہے۔ آپ کی سب سے بڑی بدکار
 "صحیح الہدای" قلمی صورت میں انارہوں میں بند ہے۔ ۱۹۱۲
 فقہ احناف کی تحقیق و اثبات اور سنیوں کے دفاع کے لئے علمی
 مدارس میں اس کا داخل نصیب ہونا از حد ضروری ہے۔ شیخ عبد حق
 محدث دہلوی کا قلم رجحان مسک حنفی سے بد گشت ہو کر مذہب
 شافعی کی جانب اسی لئے ہوا تھا کہ احناف کی مؤید اور دینت کچھ نہ

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رحمہ اللہ کی حیات اور علمی خدمات

- کشف الاسرار ص: ۸۱ (۱۳) التھولوجی آف بنگال ص: ۲۱۱ تاریخ ملک
ص: ۳۶ کشف الاسرار ص: ۸۱ (۱۵) تاریخ صوبہ بہار از شاد عظیم آبادی
ص: ۱۰۲ (۱۶) تاریخ ملک ص: ۲۱ ۲۲ ۲۳ شرفا کی نگری ص: ۱۲۲ تاریخ
بارہ گاواں، تحفہ بہار ص: ۲۰ ۲۱ پاسبان ملت ص: ۲۳ کشف
الاسرار ص: ۸۷ ۸۸ (۱۷) تحفہ بہار ص: ۲۳ تاریخ ملک ص: ۲۳ کشف
الاسرار ص: ۸۹ تاریخ بارہ گاواں، شرفا کی نگری ص: ۱۲۲ (۱۸) تحفہ
بہار ص: ۲۳ تاریخ ملک ص: ۲۳ کشف الاسرار ص: ۱۸۳ (۱۹) تاریخ ملک
ص: ۳۹ (۲۰) مفتاح التواریخ از مشرطاس ولیم بل ص: ۹۰ پاسبان ملت
ص: ۲۵ ۲۶ تحفہ بہار ص: ۲۵ تاریخ ملک ص: ۲۶ ۲۷ ۲۸ حیات
اعلیٰ حضرت ص: ۹ کشف الاسرار ص: ۹۳ ۹۵ ۹۷ (۲۱) تاریخ ملک
ص: ۲۶ کشف الاسرار ص: ۱۹۲ ماہنامہ اشرفیہ فروری ۱۹۷۷ء، تحفہ بہار
ص: ۲۶ پاسبان ملت ص: ۲۵ (۲۲) تاریخ ملک ص: ۲۳ (۲۳) مفتاح
التواریخ ص: ۹۰ (۲۴) تاریخ ملک ص: ۲۳ تحفہ بہار ص: ۲۰ کشف
الاسرار ص: ۱۹۴ (۲۵) ماخوذ از تاریخ ملک، تحفہ بہار، کشف الاسرار،
پاسبان ملت، حیات اعلیٰ حضرت، حیات ملک العلماء، مقدمہ صحیح البہاری،
شارٹ ہسٹوری آف تاریخ ملک، فقیہ اسلام از ڈاکٹر حسن رضا خاں پٹنہ،
تذکرہ کاملان بہار اول، تذکرہ علمائے اہلسنت، تاریخ الاولیاء از مفتی شفیق
احمد شریفی، تاریخ گدھ وغیرہ (۲۶) تاریخ ملک ص: ۲۹ تحفہ بہار ص: ۲۶
پاسبان ملت ص: ۲۷ کشف الاسرار ص: ۱۱۱ (۲۷) شرفا کی نگری ص: ۱۲۲
(۲۸) شرفا کی نگری ص: ۱۲۳ (۲۹) تاریخ گدھ ص: ۱۱۹ (۳۰)
الدرالمثور از مولوی عبدالرحیم صادق پوری ص: ۱۹۸ (۳۱) تاریخ ملک ص:
۲۵ تحفہ بہار ص: ۲۳ (۳۲) شارٹ ہسٹوری آف تاریخ ملک، پاسبان
ملت ص: ۲۷ تحفہ بہار ص: ۲۳ کشف الاسرار ص: ۱۱۳ تاریخ ملک ص: ۲۲
شرفا کی نگری ص: ۱۲۳ (۳۳) پاسبان ملت ص: ۲۸ کشف الاسرار ص: ۱۱۴
تاریخ ملک ص: ۲۲ (۳۴) تاریخ ملک ص: ۲۷ کشف الاسرار ص: ۱۱۹
- (۳۵) تاریخ اسلام از کبیر الدین دانا پوری ص: ۶۶۵ مصباح الثبوت
شرح مسلم الثبوت ص: ۳ (۳۶) تاریخ ملک ص: ۹۱ حیات ملک العلماء
ص: ۱۱ تذکرہ کاملان بہار اول ص: ۲۳۳ مقدمہ صحیح البہاری ص: ۱۱ کشف
الاسرار ص: ۱۲۰ (۳۷) تاریخ ملک ص: ۹۱ تذکرہ کاملان بہار ص: ۳۳۲
حیات ملک العلماء ص: ۱۱ مقدمہ صحیح البہاری از پروفیسر مختار الدین آرزو
ص: ۱۱ (۳۸) تاریخ ملک ص: ۶۷ حیات ملک العلماء ص: ۹ مقدمہ صحیح
البہاری ص: ۳ تذکرہ کاملان بہار اول ص: ۳۱۶ کشف الاسرار ص: ۱۳۸
(۳۹) تاریخ ملک ص: ۱۳ ۱۴ ۱۵ کشف الاسرار مقالہ سوم مکمل، تحفہ
بہار ص: ۲۱ پاسبان ملت ص: ۲۳ شارٹ ہسٹوری آف تاریخ ملک
مطبوعہ ۱۹۲۷ء از ایم یاسین یوسف ص: ۱۵ شارٹ ہسٹوری آف دی
سر انس از جسٹس امیر علی بنگالی ص: ۱۱۴ (۴۰) تاریخ ملک ص: ۲۳ ۲۵
کشف الاسرار مقالہ سوم مکمل، پاسبان ملت ص: ۲۲ شارٹ ہسٹوری آف
تاریخ ملک ص: ۵ (۴۱) سفر نامہ ابن بطوطہ انگریزی ترجمہ از مولوی محمد
حسین سابق ڈسٹرکٹ جج فیروز پور جلد دوم باب ۵ فصل ۵ (۴۲) تاریخ
ہند تارا چند ص: ۲۱۳ (۴۳) تاریخ ملک ص: ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰ کشف
الاسرار ص: ۱۲۵ (۴۴) پاسبان ملت ص: ۲۱ (۴۵) پاسبان ملت ص: ۲۲
(۴۶) تاریخ صوبہ بہار ص: ۱۶۳ (۴۷) بہارستان سخن بیان سادات کرام
ص: ۶۹ (۴۸) آثار الکرام از سید غلام علی آزاد بنگرامی ص: ۲۳۸ (۴۹)
تذکرہ کاملان بہار دوم ص: ۵۲۸ (۵۰) رود کوثر از شیخ محمد اکرام ص: ۶۷
(۵۱) مصباح الثبوت ص: ۳ (۵۲) تاریخ اسلام دانا پوری ص: ۶۶۵
مصباح الثبوت ص: ۳ (۵۳) شرفا کی نگری ص: ۱۲۶ (۵۴) ظفر
المصنفین فی احوال المصنفین ص: ۲۹ (۵۵) سوانح اعلیٰ حضرت از مولانا
بدر الدین احمد قادری ص: ۱۳ حیات ملک العلماء ص: ۳۳ تذکرہ کاملان
بہار اول ص: ۳۱ مقدمہ صحیح البہاری ص: ۲۸ (۵۶) ماہنامہ افکار ملی دہلی۔
بہار نمبر جولائی ۲۰۰۰ء ص: ۲۳۸ (۵۷) تذکرہ کاملان بہار اول ص: ۱۹

ملک العلماء کا آئینہ ایام

از قلم: نبیرہ ملک العلماء پروفیسر طارق مختار شعبہ عربی، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

- ۵۱۳۰۳ ز ولادت ۱۰ محرم الحرام
- ۵۱۳۰۷ نر بسملہ خوانی
- ۵۱۳۱۲ : مدرسہ غوثیہ حنفیہ، موضع بین، پٹنہ میں داخلہ لیا اور متوسطات کی تعلیم حاصل کی۔
- ۵۱۳۲۰ : ۲۵ جمادی الآخر کو مدرسہ حنفیہ پٹنہ میں داخلہ لیا اور حضرت محدث سورتی (م ۱۳۳۲ھ) سے مسند امام اعظم، مشکوٰۃ شریف وغیرہ کی تعلیم حاصل کی۔
- ۵۱۳۲۰ : مدرسہ امداد العلوم، بانس منڈی، کانپور میں حاضر ہوئے، اسی دوران اس ادارے کے علاوہ احسن المدارس، کانپور اور ایک دارالعلوم کے اہل علم سے بھی استفادہ کرتے رہے پھر پہلی بھیت آگئے۔
- ۵۱۳۲۱ : مدرسہ مصباح التجذیب، بانس بریلی میں مولوی غلام یونس دیوبندی کے درس میں شریک ہوئے۔
- ۵۱۳۲۱ : امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ کی بارگاہ میں حاضری۔
- ۵۱۳۲۲ : ملک العلماء کی خواہش اور کوشش سے بدست اعلیٰ حضرت دارالعلوم منظر اسلام کا قیام۔
- ۵۱۳۲۲ : اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی بارگاہ میں بخاری شریف کا درس اور فتویٰ نویسی کی مشق کا آغاز
- ۵۱۳۲۲ : ۸ رمضان المبارک کو پہلا فتویٰ تحریر فرمایا۔
- ۵۱۳۲۳ : الحسام المسلمون علی منکر علم الرسول (عقائد و مناظرہ) کی تصنیف۔
- ۵۱۳۲۳ : مواہب رواح القدس لکشف حکم العرس (فقہ) تصنیف
- ۵۱۳۲۳ : ظفر الدین الجید (مناظرہ) کی تصنیف
- ۵۱۳۲۳ : شرح کتاب الشفاء تعریف حقوق المصطفیٰ (سیرت) کی تصنیف کا آغاز
- ۵۱۳۲۳ : مبین الہدیٰ فی نفی امکان مثل المصطفیٰ (عقائد) کی تصنیف

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی علیہ السلام کی حیات اور علمی خدمات

- ۵۱۳۲۵ : دستار فضیلت اور سند درس وافتاء سے سرفرازی
- ۵۱۳۲۵ : وسط شعبان المعظم میں اعلیٰ حضرت نے اپنی اجازت و خلافت عطا فرمائی اور فاضل بہار کا لقب عطا کیا۔
- ۵۱۳۲۵ : التعلیق علی القدری (فقہ) کی تصنیف
- ۵۱۳۲۵ : اعلام الساجد بصرف جلوہ والاخصیۃ الساجد (فقہ) کی تصنیف
- ۵۱۳۲۶ : دارالعلوم منظر اسلام میں درس وافتاء کا آغاز
- ۵۱۳۲۶ : بسط الراحة فی الخطر والاباحۃ (فقہ و اصول) کی تصنیف
- ۵۱۳۲۶ : الفیض الرضوی فی تکمیل الحموی (فقہ و اصول) کی تصنیف
- ۵۱۳۲۶ : نکست سفاہت (مناظرہ) کی تصنیف
- ۵۱۳۲۷ : المجمل المعد و تالیف الجید (تاریخ) کی تصنیف
- ۵۱۳۲۷ : ظفر الدین الطیب (مناظرہ) کی تصنیف
- ۵۱۳۲۸ : بحم الکثرہ علی الکلاب الممطرہ (مناظرہ) کی تصنیف
- ۵۱۳۲۸ : شوال میں اعلیٰ حضرت کے حکم پر انجمن نعمانیہ ہند، لاہور تشریف لے گئے۔
- ۵۱۳۲۹ : سال کے آغاز میں معززین شملہ کی پراسرار طلب پر شملہ تشریف لے گئے۔
- ۵۱۳۲۹ : النیر اس لدفع ظلام المنہاس (مناظرہ) کی تصنیف
- ۵۱۳۳۰ : اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی ایما پر مدرسہ خفیہ ضلع آرہ (بہار) تشریف لے گئے۔
- ۵۱۳۳۰ : الجواہر والیواقیت فی علم التوقیت (توقیت و ہیئت) کی تصنیف
- ۵۱۳۳۰ : التحقیق المبین لکلمات التوہین کی تصنیف
- ۵۱۳۳۰ : الطیب الاکسیر فی علم التفسیر کی تصنیف
- ۵۱۳۳۰ : سال کے اخیر میں سیشن جج مسٹر سید نور الہدیٰ کے قائم کردہ مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ، پٹنہ میں صدر مدرس کی حیثیت سے تشریف لے گئے۔
- ۵۱۳۳۱ : التعلیق علی شروح المغنی (نحو) کی تصنیف

- جواہر البیان فی ترجمہ خیرات الحسان (مناقب) کی تصنیف : ۵۱۳۳۳
- خانقاہ کبیرہ شہرام کے سجادہ نشین شاہ علیح الدین صاحب کی فرمائش پر صدر مدرس کی حیثیت سے شہرام تشریف لے گئے۔ < ۵۱۳۳۴
- کشف الستور عن مناظرۃ رامپور کی تصنیف : ۵۱۳۳۴
- گنجینہ مناظرہ (کلکتہ کے مناظرے کی روداد) کی تصنیف : ۵۱۳۳۴
- تقریب (منطق) کی تصنیف : ۵۱۳۳۵
- تذہیب (فلسفہ) کی تصنیف : ۵۱۳۳۵
- وافیہ (نحو) کی تصنیف : ۵۱۳۳۵
- بدر السلام لمیقات کل الصلوٰۃ والصیام (توقیت) کی تصنیف : ۵۱۳۳۵
- مؤذن الاوقات (دس شہروں کے اوقات صوم و صلوٰۃ کی تخریج) : ۵۱۳۳۵
- عافیہ (صرف) کی تصنیف : ۵۱۳۳۵
- تحفۃ الاحباب فی فتح الکوۃ والباب (کھڑکی کا فیصلہ، نقہ) کی تصنیف۔ : ۵۱۳۳۶
- نظم المبانی فی حروف المعانی (نحو) کی تصنیف : ۵۱۳۳۷
- تحفۃ الاحبار فی اخبار الاخیار (مناقب) کی تصنیف : ۵۱۳۳۷
- الاکسیر فی علم التفسیر کی تصنیف : ۵۱۳۳۷
- صحیح البہاری کی تصنیف کا آغاز : ۵۱۳۳۷
- سرور القلب المحزون فی الصبر عن نور العیون (اخلاق) کی تصنیف : ۵۱۳۳۸
- ندوة العلماء (مناظرہ) کی تصنیف : ۵۱۳۳۸

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رحمہ اللہ کی حیات اور علمی خدمات

جہان ملک العلماء

- جب مدرسہ اسلامیہ الہدیٰ پٹنہ، حکومت کے زیر انتظام آ گیا تو ذمہ داروں کی طلب پر آپ سینئر مدرس کی حیثیت سے پٹنہ تشریف لے گئے۔ : ۵۱۳۲۸
- ہادی الہدایۃ الترمذیۃ (سیاست) کی تصنیف : ۵۱۳۳۹
- توضیح الافلاک معروف بہ سلم السماء (ہیئت) کی تصنیف : ۵۱۳۴۰
- اعلام الاعلام باحوال العرب قبل الاسلام (تاریخ) کی تصنیف : ۵۱۳۴۱
- نہایۃ المنتہی فی شرح ہدایۃ المبتدی (فقہ) کی تصنیف : ۵۱۳۴۳
- الافادات الرضویہ (اصول حدیث) کی تصنیف : ۵۱۳۴۴
- جامع الرضوی المعروف بہ صحیح الہدیٰ جلد اول (کتاب العقائد) کی تصنیف : ۵۱۳۴۵
- دلچسپ مکالمہ (نصائح) کی تصنیف : ۵۱۳۴۷
- جامع الرضوی (جلد دوم) کے چاروں حصوں کی تکمیل ہوئی۔ : ۵۱۳۴۷
- تسہیل الوصول الی علم الاصول (فقہ و اصول) کی تصنیف : ۵۱۳۴۸
- نافع البشر فی فتاویٰ ظفر (فقہ) : ۵۱۳۴۹
- تنویر السراج فی ذکر المعراج (سیرت) کی تصنیف : ۵۱۳۵۳
- نصرۃ الاصحاب باقسام ایصال الثواب (فقہ) کی تصنیف : ۵۱۳۵۳
- الانوار اللامعۃ من الشمس البازغہ (فلسفہ) کی تصنیف : ۵۱۳۵۷
- الفوائد التامۃ فی اجوبۃ الامور العامہ (عقائد و کلام) کی تصنیف : ۵۱۳۵۷
- جامع الاقوال فی رویۃ الہلال (فقہ) کی تصنیف : ۵۱۳۵۷
- مشرقی اور سمت قبلہ (ہیئت) کی تصنیف : ۵۱۳۵۸
- مولود رضوی (سیرت) کی تصنیف : ۵۱۳۶۰
- تحفۃ العظماء فی فضل العلماء (فضائل) کی تصنیف : ۵۱۳۶۵
- سدا الفرار المہاجر بہار (نصائح/سیاست) کی تصنیف : ۵۱۳۶۶

میں مصروف رہتے۔

عید کا چاند (فقہ) کی تصنیف : ۵۱۳۷۰

تنویر المصباح للقیام عندی علی الفلاح (فقہ) کی تصنیف : ۵۱۳۷۱

شاہ شاہد حسین درگاہی میاں سجادہ نشین بارگاہ عشق متین گھاٹ، پنڈہ کی استاد عا پر کٹیہار (بہار) تشریف لے گئے جہاں جامعہ لطیفیہ بحر العلوم کا افتتاح فرمایا۔

کٹیہار سے ظفر منزل تشریف لائے۔ : ۵۱۳۸۰

وصال سے پہلے ”النور الضیائی سلاسل الاولیاء“ تصنیف فرمایا۔ : ۵۱۳۸۳

۱۹ جمادی الآخرہ ۱۳۸۲ھ / ۱۸ نومبر ۱۹۶۲ء کو ذکر بالجہر کرتے ہوئے رب کریم کے حضور حاضر ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ ان

کے درجات بلند فرمائے اور متعلقین و معتقدین کو ان کے فیوض و برکات سے بہرہ مند فرمائے۔ آمین۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت ملک العلماء کی مختصر سوانح

از قلم: مولانا الحاج لعل محمد خان مدداری، کلکتہ

خلیفہ اعلیٰ حضرت مولانا الحاج لعل محمد مدداری علیہ الرحمہ ملک العلماء کے خاص الخاص دوست تھے۔ الحاج موصوف ہی کی فرمائش پر ملک العلماء نے ’الخیرات الحسان‘ کا اردو ترجمہ جواہر البیان کے نام سے کیا تھا۔ ۱۳۳۳ھ یا ۱۳۳۴ھ کو جب یہ ترجمہ طباعت کے لیے تیار ہوا، تو الحاج موصوف نے مترجم علیہ الرحمہ کے کچھ مشاہداتی احوال حیات قلمبند کیے مگر طباعت کتاب کے وقت یہ احوال نامہ چھپنے سے رہ گیا۔ جواہر البیان ہندوستان پاکستان، استنبول سے متعدد بار چھپی، مگر کسی میں شامل نہیں۔ پروفیسر مختار الدین صاحب نے مجھے اس کا پتہ بتایا، جو جواہر البیان کی ایک قلمی کاپی کے اخیر اوراق میں یہ تحریر مختصر سوانح مصنف... کے عنوان سے ہے۔ چونکہ یہ تحریر ایک حال آشنا کے قلم سے ہے۔ اس وقت ملک العلماء کی عمر تیس برس رہی ہوگی، اس لیے یہ اب پہلی بار یہاں پیش کی جا رہی ہے۔ ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی

۹ محرم الحرام روز جمعہ ۱۳۰۴ھ مطابق ۱۸ اکتوبر ۱۸۸۰ء کو اپنے وطن مالوف موضع میجر اڈا کھانہ بین تھانہ سیلاوس ڈوین بہار ضلع پٹنہ صوبہ بہار واڑیہ میں ۱۱ بجے دن کو پیدا ہوئے۔ بعض معززین نے آپ کا نام عبدالکیم تجویز کیا۔ بعض تاریخ دانوں نے تاریخی نام سے فصلی سے کہ یہاں توں میں اس کا رواج رہا ہے، مختار احمد رکھا اور والد ماجد صاحب قدس سرہ نے ظفر الدین پسند فرمایا۔ لوریکی نام مشہور ہوا۔ اس کے بعد اعلیٰ حضرت مجدد ماتہ حاضرہ مدظلہم الاقدس نے بحذف حرف یا محمد ظفر الدین بتایا اور یہی مہر و دستخط میں ہے۔

آپ قوم ملک سے ہیں، جو صوبہ بہار میں ایک نہایت ہی مشہور معزز قوم ہے اور عام خیالوں میں سادات کرام کے بعد اسکا درجہ ہے۔ اگرچہ بعض لوگوں نے ثابت کیا ہے کہ ملک دراصل سید ہیں اس لئے کہ ملک کا نسب حضرت ابراہیم ”ملک بیا“ غازی تک

قلمی ہوتا ہے۔ جن کا سزا پر انوار قبضہ بہار شریف میں فیض بخش حاجات ہے اور حضرت ”ابراہیم ملک بیا“ غازی حسب تصریح کتب تواریخ سید ہیں اور اسی وجہ سے اب بعض بعض شادیاں ملکوں کی سیدوں کے یہاں ہونے لگی ہیں، ورنہ پہلے اس کا دستور نہ تھا۔ آپ کا سلسلہ نسب اس طرح ہے مولوی ملک ظفر الدین بن ملک محمد عبدالرزاق بن ملک کرامت حسین بن ملک احمد علی روح لندز روجم و نور ضرحم مفصل حال قوم ملک و سلسلہ نسب و دیگر تعلقات مصنف کے رسالہ خیر السلوک فی نسب الملوک میں تفصیل سے درج ہے۔

آپ نے ۴ برس چار مہینہ ۴ دن کی عمر میں ۱۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۷ھ کو اپنے والد ماجد قدس سرہ سے پڑھنا شروع کیا اور قواعد بغدادی اور ڈھائی پارہ قرآن شریف پڑھنے کے بعد جناب حافظ مخدوم اشرف صاحب میجر دی مرحوم مغفور قرآن شریف نم

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی لشکر کی حیات اور علمی خدمات

قدس سرہ العزیز سے میرزا ہدیر رسالہ تفسیر بیضاوی پڑھنا شروع کیا۔ کانپور آئے ہوئے ایک سال بھی نہ ہوا تھا۔ حسن اتفاق سے حضرت محدث سورتی صاحب قدس سرہ کانپور تشریف لائے۔ مولوی صاحب مدوح قدم بوسی کے لئے حاضر خدمت ہوئے۔

اثنائے ذکر میں مدرسۃ الحدیث پبلی بھیت کا تذکرہ آیا۔ وہاں کی تعلیم کی حالت مفصل معلوم ہوئی، تو ہر کاب حضرت محدث سورتی صاحب پبلی بھیت نہضت فرمائی اور بدستور حمد اللہ وغیرہ پڑھنے لگے۔ عجب اتفاق، کہ حضرت محدث صاحب کو بتقریب شرکت ایک مذہبی جلسہ پٹنہ تشریف لے جانا پڑا وہاں خلاف امید زیادہ دن رہنا ہوا، جس کی وجہ سے اسباق میں بہت ہرج ہوئے۔ جس سے آپ کی طبیعت بہت گھبرائی۔ اسی پریشانی میں مولوی عبدالحق صاحب ساکن دہکا ضلع پبلی بھیت سے ملاقات ہوئی۔ مولوی صاحب موصوف اس زمانہ میں بریلی شریف مدرسہ اشاعت العلوم سرانے خام میں مدرس تھے، ان کی تحریک سے بریلی شریف کا قصہ اور مدرسہ اشاعت العلوم میں (۱۳) مولوی عبدالحق صاحب سے مشکوٰۃ شریف وغیرہ اور (۱۴) مولوی محمد یاسین صاحب سے حمد اللہ پڑھنا شروع کیا۔ مولوی عبدالحق صاحب کے علیحدہ ہونے کے بعد (۱۵) مولوی احمد حسن صاحب بجنوری سے جو مولوی اصغر علی خان صاحب رئیس شہر کہنہ کے لڑکوں کو پڑھانے کے لئے مقرر تھے، کچھ اسباق مشکوٰۃ شریف کے پڑھے اور (۱۶) مولوی محمد الدین صاحب پنجابی سے قاضی مبارک تمام کیا۔

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد ماتہ حاضرہ مؤولت طاہرہ شیخ الاسلام والمسلمین مولانا مولوی حاجی قاری محمد احمد رضا خان صاحب قادری برکاتی قدس سرہ بطول بقائہم کے نام نامی اسم گرامی اور ان کے علمی پایہ سے تو ۱۳۱۸ھ (جس سال ندوہ و مصلحین ندوہ کے جلسے پٹنہ میں ہوئے تھے) واقفیت ہو چکی تھی۔ پھر پٹنہ مدرسہ

کیا۔ پھر مولوی عبدالکبیر صاحب مرحوم مغفور سے پڑھنے کے بعد اس خیال میں تھے کہ گلستاں بوستاں شروع کریں کہ ایک تقریب میں نانہال موضع بین جائیکا اتفاق ہوا وہاں حسب مشورہ بزرگان والد ماجد نے مدرسہ غوثیہ میں داخل کیا اور مطابق نصاب مدرسہ (۱) مولوی مہدی حسن صاحب ساکن تتریا حال مقامی۔ مجر مدرس مدرسہ غوثیہ (۲) مولوی شیخ اکرم صاحب (۳) مولوی شیخ محمد منعم صاحب مدظلہما (۴) مولانا مولوی شیخ فخر الدین حیدر صاحب (۵) مولوی شیخ محی الدین اشرف صاحب مرحوم (۶) مولوی شیخ بدر الدین اشرف صاحب مرحوم (۷) مولوی شیخ اظہر صاحب مرحوم رؤسائے بین حامیان مدرسہ سے حساب اردو فارسی متوسطات عربی تمام کر کے

(۸) مولوی ابو نعیم محمد ابراہیم صاحب مرحوم ساکن مولانا بھنجن ضلع اعظم گڑھ مدرس اول مدرسہ غوثیہ سے تفسیر جلالین سببعہ معلقہ ملا جلال ختم کرنے کے بعد ۱۳۲۰ھ میں مدرسہ حنفیہ بخشئی محلہ میں داخل ہو کر در (۹) جبل الاستقامہ کنز الکرامہ حضرت والا درجت مولانا وصی احمد صاحب پبلی بھیتی محدث سورتی قدس سرہ العزیز سے مسند امام اعظم مشکوٰۃ شریف ہدایہ وغیرہ پڑھنا شروع کیا ماہ شعبان میں مدرسہ بند ہوا۔ مکان واپس آئے شوال میں جب پھر پٹنہ پہنچے معلوم ہوا، کہ حضرت محدث سورتی صاحب بوجہنا موافقت آب و ہوا تشریف نہ لائینگے۔

اس لئے پبلی بھیت کا قصد کیا۔ مگر بعض احباب کے مشورہ نے اس رائے کو بدلا اور کانپور روانہ ہوئے وہاں مدرسہ امداد العلوم بانسمنڈی میں (۱۰) حضرت مولانا عبد الرزاق صاحب دامت فیوضہ سے توضیح حمد اللہ اور مدرسہ دارالعلوم مسجد رنگیان میں (۱۱) حضرت مولانا عبد اللہ صاحب دامت فیوضہ سے ہدایہ آخرین اور (۱۲) حضرت والا درجت مولانا مولوی صوفی احمد حسن صاحب

جهان ملك العلماء

حضرت ملك العلماء امام العصر سيد محمد ظفر الدين عظيم آبادي ديبلي كى حيات اور علمى خدمات

صاحب نے سارا واقعہ اور اپنی حیرانی و پریشانی مفصل بیان کر دی۔ حسن اتفاق کہ اس جلسہ میں حضرت گرامی قدر سید امیر احمد صاحب و جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب و جناب مولوی محمد حسن رضا خان صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ بھی تشریف فرما تھے۔ اس کو سن کر یہ لوگ بہت متاثر ہوئے اور گرامی جناب حضرت سید امیر احمد صاحب مرحوم مغفور نے فرمایا، کہ اگر قیامت کے دن مجھے خداوند عالم دریافت فرمائے گا، کہ اس قدر لوگ کیوں گمراہ ہوئے، تو میں بھی کہوں گا، چونکہ مولوی احمد رضا خان صاحب نے تو کوئی مدرسہ اہلسنت جاری نہ فرمایا، اسی وجہ سے لوگ مدارس و ہابییہ میں پڑھنے کو گئے اور وہیں پھنس گئے۔ ان کے اس کہنے سے جملہ حاضرین متاثر ہوئے اور اسی وقت قطعی بات قرار پائی، کہ بہت جلد ایک مدرسہ قائم کرنا چاہیے۔

چنانچہ جناب تحصیلدار محمد رحیم یار خان صاحب رئیس اعظم بریلی کے مکان محلہ گلاب نگر میں مدرسہ اہلسنت و جماعت معروف بنام تاریخی ”منظر اسلام“ قائم ہوا۔ مولوی صاحب اس مدرسہ میں (۱۹) جناب مولوی حافظ امیر احمد صاحب بریلوی مرحوم و مغفور (۲۰) جناب مولانا مولوی حامد حسن صاحب دامت فیوضہم سے تفسیر مدارک و ترمذی وغیرہ شروع کیا اور نہایت ہی دلچسپی سے پڑھے۔ اعلیٰ حضرت مدظلہا لا قدس نے بھی اپنی عنایات سے عزت افزائی فرمائی اور بخاری شریف پڑھنے کے لئے بعد ظہر کا وقت عنایت فرمایا۔ اسی زمانہ میں آپ کو حلقہ بگوشان سلسلہ عالیہ قادریہ

حنفیہ کا پور، مدرسہ امداد العلوم و دارالعلوم پبلی بھیت مدرسۃ الحدیث کے مدرسین کرام کو اعلیٰ حضرت کا بغایت مداح ووصاف دیکھ کر خاص انس و عقیدت ہو چکی تھی، بریلی پہنچنے پر یہ عادت ٹھہرا لی، کہ ہفتہ میں ایک یا دو مرتبہ بعد عصر اور کبھی بعد عشاء دربار رضوی میں حاضر ہوا کرتے اور مسائل دینیہ خصوصاً مسائل مختلف فیہا کی تحقیق فرمایا کرتے۔ ۱۳۲۱ھ کا اخیر مہینہ تھا، کہ مولوی محمد یاسین صاحب کے یہاں بخاری شریف کا سبق ہو رہا تھا، کہ حدیث سوال جبرئیل کی تقریر میں مسئلہ علم غیب کے متعلق گفتگو چھڑ گئی۔ مولوی محمد یاسین صاحب اپنی پوری قوت اس بات میں صرف کر دی کہ جس طرح ہو سکے علم غیب کی نفی ثابت کر دیں۔ مگر حسن اتفاق جس درجہ مولوی صاحب اپنے دعوے کو قوی کرنا چاہتے تھے، تقریر کمزور ہوتی جاتی تھی، جس سے طلباء بد دل ہو گئے۔ خصوصاً مولوی صاحب ممدوح کہ اعلیٰ حضرت مجدد ماتہ حاضرہ مدظلہ الاقدس کی تقریر پر تاثیر کی وجہ سے ان کے دل پر دیگر مسائل حقہ کی طرح سے یہ مسئلہ بھی مثبت ہو چکا تھا۔ مولوی صاحب کی تقریر اور نفی علم غیب کے متعلق زور آزمائی سے سخت رنجیدہ ہوئے اور ارادہ کر لیا، کہ آپ اس مدرسہ میں نہیں پڑھینگے۔

لیکن ایک سخت مجبوری یہ پیش آئی، کہ اگر کسی دوسرے شہر میں جاتے ہیں، تو ان جیسے مدارس تو ملینگے، مگر اعلیٰ حضرت کہاں؟ اور اگر بریلی میں رہتے ہیں تو اعلیٰ حضرت قبلہ کے فیوضات سے بہرہ اندوز ہونے کی سعادت حاصل ہوتی ہے۔ مگر کتابیں تمام نہیں

دور ہونے کی وجہ سے بہت تھک جاتا تھا۔

مگر جب سبق پڑھ لیتا تو وہ تکلیف راحت ہو جایا کرتی تھی۔ مگر مولوی صاحب کو دیکھتا کہ موقع بے موقع اعلیٰ حضرت قبلہ کے دوران گفتگو کچھ نہ کچھ کہہ دیا کرتے، جس سے بہت رنج ہوتا۔ اور میں شاگرد ہونے کی وجہ سے چپ رہ جایا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ مجھے یقین ہو گیا، کہ یہ باتیں محض تعصب اور عناد سے کہتے ہیں۔ میں نے سمجھ لیا، کہ اب ان سے پڑھنا ہو چکا۔ ایک دن جب سبق پڑھا چکے، تو کہنے لگے، مولوی ظفر الدین تمہیں کچھ معلوم ہے؟ میں نے بہت شوق سے پوچھا کیا؟ بولے، کہ تمہارے مولوی احمد رضا خاں نے سود کی حلت کا فتویٰ دیا ہے۔ میں تو اس گڑھت کو سن کر جل گیا اور کہا کہ اس فتویٰ پر مولوی رشید احمد صاحب کی بھی تو مہر ہے۔ مولوی صاحب نے کہا نہیں۔ میں نے کہا، کہ آپ نے اعلیٰ حضرت کا فتویٰ دیکھا اور مولوی رشید احمد صاحب کی تصدیق نہ دیکھی؟ بولے میں نے وہ فتویٰ دیکھا نہیں ہے، سنا ہے کہ انہوں نے ایسا فتویٰ دیا ہے۔ میں نے کہا، تو آج آپ نے یہ بھی سن لیا کہ اس فتویٰ پر گنگوہی صاحب کی تصدیق ہے، اب جس سے بیان کیجیے، تو یہ کہیے گا، کہ مولوی احمد رضا خان صاحب نے سود کی حلت کا فتویٰ دیا ہے اور مولوی رشید احمد صاحب نے اس کی تصدیق کی ہے۔ اس پر مولوی صاحب خاموش ہو گئے۔ پھر میں ان سے پڑھنے کو نہ گیا۔

دوسرا واقعہ مولوی عبدالحق صاحب دہکا والے کا ہے، کہ وہ مجھے بہت مانتے تھے اور میں بھی استاذ ہونے کی وجہ سے ان کی بہت عزت کرتا تھا۔ بریلی مدرسہ اشاعت العلوم سے ترک تعلق کے بعد بھی جب کبھی بریلی آتے تو مجھے مدرسہ اہلسنت سے بلوا بھیجتے اور اگر کسی اور شخص سے مجھے ان کے آنے کی خبر معلوم ہوتی، تو میں خود آ کر ان سے ملاقات کرتا، تاکہ ایک دن وہ بریلی آئے اور

پھر اعلیٰ حضرت نے بعد عشاء کا وقت رسالہ قشیر یہ پڑھنے کو دیا اور تعویذ لکھ کر دینے کی خدمت آپ کے متعلق ہوئی۔ غرض مابین المغربین کے سوا ظہر سے لے کر ۱۰ بجے شب تک اعلیٰ حضرت کا کل وقت مولوی صاحب کی تعلیم کے لئے تھا۔ اگرچہ اسباق میں اور لوگوں کی بھی شرکت تھی۔ خصوصاً صحیح بخاری شریف میں تو ۱۶/۱۵ تک کی تعداد پہنچ گئی تھی۔ مگر شارع وقاری مولوی صاحب ہی تھے۔ جب مولانا مولوی حامد حسن صاحب رامپور واپس تشریف لے گئے اور جناب مولانا مولوی سید بشیر احمد صاحب علیگزہی مدرسہ انظر اسلام کے مدرس اول مقرر ہوئے، تو مولوی صاحب نے بقیہ درسی کتابیں ان سے ختم فرمائیں۔ اسی سال ۱۳۲۵ھ کو آپ کی دستار بندی کا جلسہ مسجد بی بی جی واقع محلہ بہاری پور میں نہایت ہی دھوم دھام اور حسن انتظام سے ہوا اور گرامی جناب سید شاہ التفات احمد صاحب سجادہ نشین ردولی شریف قدس سرہ نے حسب تحریک اعلیٰ حضرت مجددانہ حاضرہ مدظلہم الاقدس آپ کے سر پر دستار فضیلت باندھی۔

دستار بندی کے بعد اگرچہ مدرسہ میں درس کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ مگر اعلیٰ حضرت مدظلہم الاقدس کے یہاں دیگر علوم و فنون، اوقاف، اعمال، تفسیر جفر، تجوید وغیرہ حاصل کرنے کا سلسلہ بدستور باقی رہا اور آپ نے وہ حاصل فرمائے۔ جن سے اکثر ابنائے زمانہ اکثر بے خبر ہیں۔ والحمد للہ علی ذالک آپ کے اساتذہ کا سلسلہ شروع سے آخر تک پورا موافق مضمون یعنی سب کے سب سنی حنفی قادری ہیں۔ سوا گنتی کے چند صاحبوں کے انہیں وہابیت کا کچھ اثر ہے۔ اسی لئے مولوی صاحب سے اور ان سے آخر تک بہ منتہی مولوی یاسین صاحب کا واقعہ اوپر گذرا۔ مولوی صاحب فرماتے تھے کہ میں جب مدرسہ اشاعت العلوم سے شہر کہنہ مولوی احمد حسن صاحب بجنوری سے مشکوٰۃ شریف پڑھنے کے لئے جایا کرتا تھا، تو

پھر اعلیٰ حضرت نے بعد عشاء کا وقت رسالہ تشریح پڑھنے کو دیا اور تعویذ لکھ کر دینے کی خدمت آپ کے متعلق ہوئی۔ غرض مابین المغربین کے سوا ظہر سے لے کر ۱۰ بجے شب تک اعلیٰ حضرت کا کل وقت مولوی صاحب کی تعلیم کے لئے تھا۔ اگرچہ اسباق میں اور لوگوں کی بھی شرکت تھی۔ خصوصاً شیخ بخاری شریف میں تو ۱۵/۱۶ تک کی تعداد پہنچ گئی تھی۔ مگر شارع وقاری مولوی صاحب ہی تھے۔ جب مولانا مولوی حامد حسن صاحب رامپور واپس تشریف لے گئے اور جناب مولانا مولوی سید بشیر احمد صاحب علیگز می مدرسہ انظر اسلام کے مدرس اول مقرر ہوئے، تو مولوی صاحب نے بقیہ درسی کتابیں ان سے ختم فرمائیں۔ اسی سال ۱۳۲۵ھ کو آپ کی دستار بندی کا جلسہ مسجد بی بی جی واقع محلہ بہاری پور میں نہایت ہی دھوم دھام اور حسن انتظام سے ہوا اور گرامی جناب سید شاہ التفات احمد صاحب سجادہ نشین ردولی شریف قدس سرہ نے حسب تحریک اعلیٰ حضرت مجدد ماتہ حاضرہ مدظلہم الاقدس آپ کے سر پر دستار فضیلت باندھی۔

دستار بندی کے بعد اگرچہ مدرسہ میں درس کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ مگر اعلیٰ حضرت مدظلہم الاقدس کے یہاں دیگر علوم و فنون، اوقاف، اعمال، تکسیر جفر، تجوید وغیرہ حاصل کرنے کا سلسلہ بدستور باقی رہا اور آپ نے وہ حاصل فرمائے۔ جن سے اکثر اثنائے زمانہ اکثر بے خبر ہیں۔ والحمد لله علی ذالک آپ کے اساتذہ کا سلسلہ شروع سے آخر تک پورا موافق مضمون یعنی سب کے سب سنی حنفی قادری ہیں۔ سوا کنتی کے چند صاحبوں کے انہیں وہابیت کا کچھ اثر ہے۔ اسی لئے مولوی صاحب سے اور ان سے آخر تک بہ منتہی مولوی یاسین صاحب کا واقعہ اوپر گذرا۔ مولوی صاحب فرماتے تھے کہ میں جب مدرسہ اشاعت العلوم سے شہر کہنہ مولوی احمد حسن صاحب بجنوری سے مشکوٰۃ شریف پڑھنے کے لئے جایا کرتا تھا، تو

دور ہونے کی وجہ سے بہت تھک جاتا تھا۔

مگر جب سبق پڑھ لیتا تو وہ تکلیف راحت ہو جایا کرتی تھی۔ مگر مولوی صاحب کو دیکھتا کہ موقع بے موقع اعلیٰ حضرت قبلہ کے دوران گفتگو کچھ نہ کچھ کہہ دیا کرتے، جس سے بہت رنج ہوتا۔ اور میں شاگرد ہونے کی وجہ سے چپ رہ جایا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ مجھے یقین ہو گیا، کہ یہ باتیں محض تعصب اور عناد سے کہتے ہیں۔ میں نے سمجھ لیا، کہ اب ان سے پڑھنا ہو چکا۔ ایک دن جب سبق پڑھا چکے، تو کہنے لگے، مولوی ظفر الدین تمہیں کچھ معلوم ہے؟ میں نے بہت شوق سے پوچھا کیا؟ بولے، کہ تمہارے مولوی احمد رضا خاں نے سود کی حلت کا فتویٰ دیا ہے۔ میں تو اس گڑھت کو سن کر جل گیا اور کہا کہ اس فتویٰ پر مولوی رشید احمد صاحب کی بھی تو مہر ہے۔ مولوی صاحب نے کہا نہیں۔ میں نے کہا، کہ آپ نے اعلیٰ حضرت کا فتویٰ دیکھا اور مولوی رشید احمد صاحب کی تصدیق نہ دیکھی؟ بولے میں نے وہ فتویٰ دیکھا نہیں ہے، سنا ہے کہ انہوں نے ایسا فتویٰ دیا ہے۔ میں نے کہا، تو آج آپ نے یہ بھی سن لیا کہ اس فتویٰ پر گنگوہی صاحب کی تصدیق ہے، اب جس سے بیان کیجیے، تو یہ کیسے گا، کہ مولوی احمد رضا خان صاحب نے سود کی حلت کا فتویٰ دیا ہے اور مولوی رشید احمد صاحب نے اس کی تصدیق کی ہے۔ اس پر مولوی صاحب خاموش ہو گئے۔ پھر میں ان سے پڑھنے کو نہ گیا۔

دوسرا واقعہ مولوی عبدالحق صاحب دیکا والے کا ہے، کہ وہ مجھے بہت مانتے تھے اور میں بھی استاذ ہونے کی وجہ سے ان کی بہت عزت کرتا تھا۔ بریلی مدرسہ اشاعت العلوم سے ترک تعلق کے بعد بھی جب کبھی بریلی آتے تو مجھے مدرسہ اہلسنت سے بلوا بھیجتے اور اگر کسی اور شخص سے مجھے ان کے آنے کی خبر معلوم ہوتی، تو میں خود آ کر ان سے ملاقات کرتا، تاکہ ایک دن وہ بریلی آئے اور



حضور ملك العلماء امام العصر سيد محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدنی کی حیات اور علمی خدمات

آپ نے اعلیٰ حضرت قبلہ کو چھوڑ کر جانا پسند نہ فرمایا یہاں تک کہ
 اواخر ۲۸ھ میں مدرسہ نعمانیہ لاہور کو مدرس کی ضرورت ہوئی۔ گرام
 جناب حامی دین متین خلیفہ تاج الدین صاحب نے آپ کے محتفل
 اخباروں میں اعلان کیا اور اعلیٰ حضرت قبلہ و کعبہ مد ظہم الاقدس کو خاص
 طور پر تحریر فرمایا کہ اپنے تلامذہ میں سے کسی کو اس مدرسہ کے لئے
 بھیجیں۔ اعلیٰ حضرت نے جناب خلیفہ صاحب کے نام والا نامہ
 روانہ فرمایا، اس کی نقل ناظرین کی دلچسپی کے لئے حوالہ قلم کی جاتی ہے:
 بسم اللہ الرحمن الرحیم محمد و نصلی علی رسولہ الکریم

بملا خطہ مکرم ذی الحجہ والکرم حامی ہیلت ما حی بدعت
 جناب خلیفہ تاج الدین احمد زید کریم السلام و علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ برکاتہ
 مولوی محمد ظفر الدین صاحب قادری فقیر کے یہاں از
 طلبہ سے ہیں اور میرے بجان عزیز۔ ابتدائی کتب کے بعد
 یہیں تحصیل علوم کی اور اب کئی سال سے میرے مدرسہ میں مدرس ہیں
 اور اس کے علاوہ کار افتاء میں میرے معین۔ میں نہیں کہتا کہ جتنی
 درخواستیں آئیں ان سب سے یہ زائد ہیں، مگر اتنا ضرور کہوں گا کہ
 (۱) سنی خالص مخلص نہایت صحیح العقیدہ ہادی مہدی ہیں (۲) عام
 درسیات میں بفضلہ تعالیٰ عاجز نہیں (۳) مفتی ہیں (۴) مصنف
 ہیں (۵) داعظ ہیں (۶) مناظرہ بعونہ تعالیٰ وہابیہ سے کر سکتے
 ہیں (۷) علمائے زمانہ میں علم توقیت سے تنہا آگاہ ہیں۔

امام ابن حجر مکی نے زواج میں اس علم کو فرض کفایہ لکھا ہے اور اب
 ہند بلکہ عام بلاد میں یہ علم علماء بلکہ عام مسلمین سے اٹھ گیا۔ فقیر نے
 بتوفیق قدری اس کا احیا کیا اور سات صاحب بنانا چاہے۔ جس میں
 بعض نے انتقال کیا، اکثر اس کی صعوبت سے چھوڑ بیٹھے۔
 انہوں نے بقدر کفایت اخذ کیا اور اب میرے یہاں کے اوقات
 طلوع وغروب و نصف النہار ہر روز تاریخ کے لئے اور جملہ

جعفر خان کے مکان پر ٹھہرے اور مجھے بلوا بھیجا، میں اس وقت
 اعلیٰ حضرت قبلہ کا رسالہ جزاء اللہ عدوہ بانہ ختم النبوءہ دیکھ
 رہا تھا، اس کو لئے ہوئے ان کے پاس پہنچا۔ مولوی صاحب اپنی
 قدیمی مہربانی سے بہت تپاک سے ملے۔ خیریت وغیرہ دریافت
 کرنے کے بعد پوچھا؟ یہ کون کتاب ہے؟ میں نے نام بتایا اور رسالہ
 ان کے حوالہ کیا الٹ پلٹ کر چند جگہ سے دیکھا اور بہت ناخوش ہوئے
 اور کہا، کہ یہ کیا مہمل کتاب دیکھتے ہو۔ اس میں میرے استاد مولوی محمد
 قاسم صاحب کو کافر بتایا ہے۔ میں نے کہا مولانا آپ کے استاد سے
 ان کو کیا رنج ہے، انہوں نے تو ان مولوی قاسم کی تکفیر کی ہے،
 جنہوں نے ختم نبوت کا انکار کیا۔ خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین
 ماننا عوام کا خیال بتایا ہے۔ مولوی صاحب نے کہا کہ وہی مولوی محمد
 قاسم صاحب تو میرے استاذ ہیں، جنہوں نے ایسا لکھا ہے۔ میں نے
 کہا، تب تو وہ اپنے لکھنے کی وجہ سے کافر ہیں۔ مولانا احمد
 رضا خان صاحب نے انہیں کہاں کافر بتایا۔ اس کے بعد سے پھر مولوی
 صاحب نہ کبھی ملنے کو گئے اور نہ کبھی انہوں نے بلوا بھیجا۔

مولوی صاحب کی دستار بندی اگرچہ ۱۳۲۵ء میں ہوئی۔ مگر
 ابتدا سے پڑھانے میں آپ کو ایک خاص دلچسپی تھی ۱۳۱۷ء سے بین
 ہی میں پڑھانے کا سلسلہ شروع کر دیا تھا اور پٹنہ کانپور پہلی بھیت
 بریلی مدرسہ اشاعت العلوم تک برابر مستمر رہا۔ مدرسہ منظر اسلام
 میں آکر تو وہ مستقل مدرس ہوئے اور ۱۳۳۵ھ کہ دستار بندی کا سال
 تھا، مشکوٰۃ شریف، ہدایہ اولین، تفسیر جلالین وغیرہ پڑھایا کرتے تھے۔
 آپ کی دستار بندی کے بعد ہی اکثر جگہ سے خطوط آپ کی طلبی کے
 آنے شروع ہو گئے۔ جناب مولوی حکیم عبدالوہاب صاحب الہ آبادی
 نے مدرسہ فیض الغریب، آرہ کے لئے بلایا، پھر گورکھ پور سے طلبی آئی، پھر
 سر قاضی عبدالغفار صاحب نے معسکر بنگلور سے طلب فرمایا۔ مگر

جہان ملک العلماء

حضرت ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رحمہ اللہ کی حیات اور علمی خدمات

سید فصیح احمد صاحب مختار کیم نومبر ۱۹۱۲ء مطابق ۲۰ ذیقعدہ ۱۳۰ھ کو مدرس الحدیث (مدرس سوم) مقرر ہوئے، اسے ایک سال بھی نہ ہوا تھا کہ مدرس الفقہ (مدرس دوم) ہوئے، اس کے بعد مدرس تفسیر (مدرس اول) ہوئے۔

آپ کی طبیعت کار حجان اگرچہ جانب تعلیم ہے اور اس سے خاص دلچسپی تھی۔ مگر وعظ، تصنیف، مناظرہ، تعویذات، اعمال، استخراج اوقات صوم و صلوة، افتاء وغیرہ کا سلسلہ بھی برابر رہتا ہے اور اطراف و اکناف سے فتاویٰ آیا کرتے ہیں، جن کے جوابات بایں مشغولیات بھی آپ اپنا فرض منصبی سمجھتے ہیں زمانہ قیام مدرسہ شمس الہدیٰ بانگی پور میں برٹش گائنا جنوبی امریکہ سے ایک استفاء آیا۔ یہاں اتفاق وقت مجھے اس کا الفاظ مل گیا۔ اس کے بعد جب مدرسہ عالیہ خانقاہ بہرام میں مدرس اول کی ضرورت ہوئی، تو گرامی جناب والا القاب حضرت سید شاہ سلج الدین احمد صاحب سجادہ نشین دام اقبالہ نے آپ کی طلبی کا خط اور تار بھیجا۔ تار پہونچنے پر آپ بہرام پہنچے۔ ۲۰ رزی الحجہ ۱۳۳۲ھ مطابق ۱۹ اکتوبر ۱۹۱۶ء کو چارج لیا اور تدریس و اضافہ و افادہ طلبہ میں مشغول ہیں بارک اللہ فی عمرہ و فضلہ و نفع الخلاق بفضلہ و فضلہ ع اس دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد۔

تصنیفات کی طرف توجہ ابتدا سے ہی تھی۔ موضع بین ہی میں آپ نے شرح تہذیب کی شرح اردو میں لکھی تھی۔ مگر صرف چند ورق لکھا تھا، درمیان میں یہ سلسلہ منقطع ہو گیا۔ آخر ۱۳۲۳ھ میں ظفر الدین الجید شائع کیا۔ اس کے بعد سے اس وقت تک تصنیفات کا سلسلہ برابر قائم ہے۔

☆☆☆

اوقات ماہ مبارک رمضان شریف کے لئے یہی بناتے ہیں۔ فقیر آپ کے مدرسہ کو اپنے نفس پر ایثار کر کے انہیں آپ کے لئے پیش کرتا ہے۔ اگر منظور ہو، تو فوراً اطلاع دیجئے کہ اپنے ایک اور دوست کو میں نے روک رکھا ہے کہ آپ کی جگہ مقرر کروں۔ اگرچہ دو عظیم کام یعنی افتاء و توقیت اور ان سے اہم تصنیف میں وہ ابھی ہاتھ نہیں بٹا سکتے۔ اسی طرح واعظ و مناظرہ مگر یہ وہاں گئے، تو جس نے ان کو ان کاموں کا اپنے کرم سے بنایا ہے، وہ ان کو بھی بنا سکتا ہے۔ والسلام فقیر احمد رضا عفی عنہ بقلم خود ۵ شعبان المعظم یوم الخمیس“

اعلیٰ حضرت قبلہ نے تویہ والا نامہ روانہ فرمادیا، اب جو ممبران مدرسہ کو خبر ملی۔ سب نے ایک زبان ہو کر عرض کی کہ ہم مولوی ظفر الدین صاحب کو صاحب کو جانے نہیں دیں گے۔ اگر مولوی صاحب زیادتی مشاہرہ کی وجہ سے جاتے ہیں، تو ہم لوگ مشاہرہ آگے بڑھانے کے لئے موجود ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا ”خیر آپ لوگوں کی خوشی“ اس واقعہ کو چھ مہینے بھی نہ ہونے پائے تھے کہ معززین شملہ خصوصاً حامی دین متین جناب منشی عزیز الدین صاحب رضوی کی غایت کوشش اور اور نہایت اصرار کی وجہ سے آپ کو شملہ جانا پڑا۔ ایک سال قریب ان کا قیام شملہ میں جب دسمبر ۱۹۱۱ء میں دہلی دربار ہوا اور ہندوستان کے خاص خاص علماء شریک دربار ہوئے تھے۔ اسی تقریب میں آپ بھی دہلی تشریف لائے اور شریک دربار ہوئے اور وہاں سے مکان آنا، مکان سے بہت دور ہونے کی وجہ سے اعز واقارب کی رائے نہ ہوئی کہ پھر دوبارہ تشریف لے جائیں۔ آخر ماہ ربیع الاول ۱۳۳۰ھ مدرسہ حنفیہ آ رہے میں مقرر ہوئے۔

جب ماہ ذیقعدہ ۱۳۳۰ھ میں بانگی پور محلہ مصلح الدین میں مدرسہ شمس الہدیٰ کھلا۔ حسب تحریک گرامی جناب مولوی

حیاتِ ظفر

از قلم: تلمیذ و مرید خاص ملک العلماء حضرت علامہ مفتی عزیز حسن صاحب علیہ الرحمۃ، بھاگلپوری

اعلیٰ حضرت کے خلیفہ اجل مولانا نعل محمد خاں مدراسی ثم کلکتوی علیہ الرحمہ نے حضرت ملک العلماء کا سوانحی خاکہ سب سے پہلے لکھا۔ پھر حضرت مولانا سید عزیز حسین رضوی ظفری بھاگل پوری نے حضرت ملک العلماء کی سیرت سوانح پر قلم اٹھایا۔ سید والا موصوف حضرت ملک العلماء کے تلمیذ و مرید خاص تھے۔ 'حیاتِ ظفر' کے عنوان سے ان کی یہ تحریر ۱۳۴۷ھ کی ہے۔ جب ملک العلماء اپنی عمر کی چوالیسویں بہار سے گذر رہے تھے۔ یہ تحریر چونکہ حاضر باش کی ہے۔ کچھ تو مشاہدات ہیں۔ کچھ مسموعات ہیں، اور بہت ممکن ہے۔ بہت کچھ انہوں نے صاحب سیرت سے پوچھ پوچھ کر لکھا ہو۔ اس لئے تحریر کی استنادی حیثیت علم ہے۔ یہ تحریر بھی عرصہ دراز تک خستہ بوسیدہ رہی۔ اب جبکہ یہ رُجھان ملک العلماء میں کھل گئی، تو خوبی قسمت کہ عین اسی موقع سے اس کا ایسلا انڈیا گیا۔ تاہم اس کی اہمیت اپنی جگہ برقرار ہے۔ یہ تمام نادر تحریریں ہمیں اتفاقاً کرم فرما پروفیسر مختار الدین احمد کی عنایت سے ملتی رہی ہیں۔ میں بذات خود اور جہان ملک العلماء کا پورا قبیلہ ان کا شکر گزار ہے۔ غلام جابر شمس مصباحی

ملک عبدالرزاق قدس سرہ نے محمد ظفر الدین رکھا اور یہی نام ۱۳۲۲ھ تک مشہور رہا، اس کے بعد جب آپ بریلی شریف حاضر ہوئے تو امام اہلسنت علیہ السلام حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بحذف حرف علت یا "محمد ظفر الدین" پند فرمایا اور یہی نام اس وقت سے مشہور اور مہر کندہ ہے، ابتدا میں آپ ابو البرکات کنیت کرتے تھے مگر برادر محمد معروف بہ مختار الدین سلمہ کی ولادت کے بعد ابو محمد لکھتے ہیں۔

نسب و قومیت: آپ کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ محمد ظفر الدین بن منشی محمد عبدالرزاق مرحوم بن حاجی کرامت حسین بن احمد

ولادت باسعادت: حضرت استاذی و ملاذی

حضور ملک العلماء فاضل بہار جناب مولانا سید محمد ظفر الدین صاحب قادری برکاتی رضوی متع اللہ المسلمین بطول بقائہ ۹ محرم الحرام ۱۳۰۴ھ بروز جمعہ مطابق ۸ اکتوبر ۱۸۸۶ء موافق ۲۵ کاتک ۱۲۹۳ فصلی ۱۱ بجے دن کو اپنے وطن مالوف موضع میجر (رسول پور) سب ڈویژن بہار شریف ضلع پٹنہ صوبہ بہار میں پیدا ہوئے۔

نام و کنیت:

گاؤں کے بعض معززین نے آپ کا نام عبدالکیم تجویز کیا اور بعضوں نے تاریخی نام سنہ فصلی سے کہ قریات میں اس کا رواج زیادہ ہے مختار احمد رکھا اور حضرت کے والد ماجد

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی دہلی کی حیات اور علمی خدمات

خاص و عام ہے اور سابق مکانوں کے کھنڈر، قدیم عمارتوں کی وسیع پختہ دیواریں، دو گز سے زیادہ چوڑی بنیادیں وال ہیں۔
از نقش و نگار درود یوار شکستہ آثار پدیدست صناید عجم را

وتلك الايام نداولها بين الناس

حلیہ ولباس: رنگ گورا، کشیدہ قامت، گداز بدن، آنکھیں بڑی بڑی، پیشانی بہت فراخ، دونوں بھنویں علاحدہ، داڑھی رسولی بھر، کلہ چار انگشت، موچھیں بقدر لب، بچی کے بال نہیں ترشواتے، رخساروں کے فاضل بال ترشواتے ہیں، بھر سینہ بال، تمام بدن میں بھی بال ہیں، سر کے بال چھوٹے چھوٹے رکھتے ہیں، عرصہ سے چشمہ لگایا کرتے ہیں۔ ایک زمانے تک سنہری کمائی استعمال کرتے تھے۔ اس کے بعد اس خیال سے کہ گولڈن کا کہلاتا ہے، احتیاطاً ترک کر دیا اور نکل کا فریم استعمال فرمانے لگے، پھر تحقیق کی تو اس کا سونا ہونا ثابت نہیں ہوا اور نہ اس قدر ستا ہرگز نہ ملتا، معلوم یہ ہوا، کہ ایک قسم کی دھات ہے۔ جس کو گولڈن کہتے ہیں یا سونے کا جز ہے، تو محض مغلوب دوسرا جز غالب ہے۔ اس لئے اب پھر سنہری کمائی استعمال کرتے ہیں۔ لباس متوسط درجہ کا استعمال کرتے ہیں نہ بہت ہی معمولی نہ بہت قیمتی۔ عام طور پر مارکین کا شرعی پانجامہ اور جاپانی نین سکھ کا ۱۸ گرہ لانا، سیدھے پٹ کا کرتا، جس میں تین بٹن ہوتے ہیں اور کبھی نین کلاٹ کا پانجامہ کبھی ملل یا اڑھی کا بھی کرتا پہنتے ہیں۔ ٹوپی کے لئے عموماً لکھنؤ کا پلہ استعمال کرتے ہیں اور یہی آپ کا شب و روز کا لباس ہے۔ ترکی ٹوپی باوجود جائز سمجھنے کے کبھی نہیں پہنی نہ سو ایک شیروانی کے کبھی شیروانی پہنی، پرانے وضع کی اچکن بٹن دار پہنتے ہیں۔ جوتا برابر سلیم شاہی پھول کا استعمال کرتے تھے۔ مگر بائگی پور کی سڑک بریلی شریف کی طرح صاف ستھری نہیں ہوتی، بلکہ پتھروں کے روڑوں کی ہوتی

علی بن غلام قادر بن سعادت یار بن عبدالحمید بن ملک رضا بن ملک علی بن ملک فتح اللہ روح اللہ روحہم و نور ضریحہم۔
ملک فتح اللہ اس طرف سے ان مشاہیر سے، ہیں جن کی اولاد سے اس طرف کی متعدد بستیاں آباد ہیں اور اطراف میجر کے تقریباً سب لوگوں کا سلسلہ ان تک پہنچتا ہے۔

آپ کی قوم 'ملک' کے معزز خطاب سے مخاطب و ممتاز ہے اور سلسلہ نسب اس کا حضرت سید ابراہیم غازی مشہور بہ "ملک بیا" تک پہنچتا ہے۔ جن کا مزار پر انوار قصبہ بہار شریف میں معروف و مشہور ہے۔ اور فیض بخش اہل حاجات ہے۔ یزار ویتبرک بد۔ ملک قوم کے حالات میں یوں تو متعدد کتابیں لکھی گئی ہیں مگر ان سب میں مشہور وہ ذخیرہ ہے، جو جناب ملک محمد نعیم صاحب ساکن موضع کہنڈہ (ضلع پٹنہ) نے جمع کیا ہے۔ جس میں شاہی فرامین اور تاریخی شہادتوں سے ثابت کیا ہے کہ بہار کے 'ملک' حضرت سید ابراہیم غازی مخاطب بہ "ملک بیا" کی اولاد و امجاد میں ہیں۔ یہ شاہی خطاب حضرت سید ابراہیم کو اس درجہ پسند آیا کہ آپ کی شہرت "ملک بیا" سے ایسی ہوئی، کہ گویا یہی نام ہو گیا اور ان کی اولاد و احفاد نے بھی اسے مایہ فخر و سرمایہ امتیاز جانا، کہ اس وقت سے اس وقت تک اس قوم کے افراد بجائے سید، ملک، ہی کے ساتھ مشہور ہیں اور اس کو باعث فخر سمجھتے ہیں۔

بعض لوگ حضرت کے نام نامی کے اعتبار سے اپنے کو "ابراہیمی" بھی لکھا کرتے ہیں۔ آپ کی نیہال موضع 'بین' میں ہے جو میجر سے سمت شمال ایک کوس کے فاصلے پر آباد ہے۔ آپ کے نانا صاحب کا نام ملک مبارک حسین تھا۔ جو موضع بین کے زمین داروں میں تھے۔ جس طرح حضرت کے جد اعلیٰ اور ان کے آباؤ اجداد میجر امحال کے نو/۹ کے مالک تھے جو اس وقت تک زبان زد ہر

ہے۔ اس لئے پمپ شو استعمال کرتے ہیں۔ عمامہ اکثر بنارس استعمال کرتے ہیں اور عبا سیاہ رنگ کا ہوتا ہے۔ عبا پانچابہ صرف جاڑوں میں پہنتے ہیں۔ آپ کا روزمرہ گھر کا لباس کرتا پانچابہ ٹوپی ہے، جب باہر جاتے ہیں تو اچکن بھی زیب تن کرتے ہیں، عیدین، وعید و مناظرہ کے مجمع میں عمامہ اور عبا بھی پہنتے ہیں۔

رہائش و خوراک : کھانے کے آپ شوقین نہیں۔ جو کچھ پک گیا، بے عذر خوشی سے کھا لیتے ہیں، کبھی کسی کھانے کی فرمائش نہیں فرماتے ہیں، ہاں بچوں کی خاطر یا کوئی مہمان آ گیا، تو اس کی خواہش کے مطابق کھانا پکوانے کی کوشش کرتے ہیں۔ کسی کھانے کی برائی نہیں کرتے۔ اگر کھانا بہت مزیدار ہو تو تعریف کی، ورنہ خاموش رہ جاتے ہیں۔ ویسے گیہوں کی روٹی اور بکرے کا قورمہ بہت پسند کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہ اعلیٰ حضرت کی غذا تھی۔ آپ اکثر فرماتے ہیں، کہ مجھے پر تکلف کھانوں سے تکلیف ہوتی ہے۔ دو تین غایت درجہ چار پانچ قسم کی چیزیں دسترخوان پر اچھی معلوم ہوتی ہیں اور بہت زیادہ چیزوں سے وحشت ہوتی ہے۔ ایسے کھانے کم مصرف میں آتے ہیں زیادہ ضائع ہوتے ہیں۔ آپ حقہ بھی کبھی نہیں پیتے ہاں پان کھا لیتے ہیں، مگر بغیر تمباکو کے، ہاں دو تین پتی کا مضائقہ نہیں، ذرا زیادہ کھالیں تو سر چکرانے لگتا ہے۔ شب کو کھانا کھانے کے بعد پان نہیں کھاتے، فرماتے ہیں، کہ اس وقت کا پان بہت مضر ہوتا ہے، چونکہ دانت خراب کر دیتا ہے۔ اگر کوئی کھائے تو اس کو چاہیے کہ سونے کے قبل خوب اچھی طرح دانت مل کر سوئے۔ چائے برسات اور جاڑے میں پیا کرتے ہیں اور بیک وقت دو پیالی تک پیتے ہیں۔ مگر گرمی میں خصوصاً سادی چائے سے احتیاط کرتے ہیں۔ ہاں اگر کبھی کسی نے بہت اصرار کیا تو ایک پیالی میں مضائقہ نہیں جانتے۔ پھلوں کے حتیٰ کہ آم کے بھی خواہش مند نہیں

ہیں، بچوں کی فرمائش پر ہر موسم میں پھل آیا کرتا ہے، اگر وہ فرمائش کریں، تو شاید یہ معلوم بھی نہ ہو، کہ آج کل کس پھل کا زمانہ ہے۔ گوشت اگر چہ پسندیدہ غذا ہے، مگر مچھلی کی طرف میلان زیادہ ہے۔ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں اس کی تعریف فرمائی ہے۔ اسے لچمٹا طریاً کہا جاتا ہے۔ جنتیوں کی میزبانی اس سے ہوتی۔ آپ جہاں جہاں دین کی خدمت کرتے رہے، متعلقین کے ساتھ رہے، آپ اکثر فرماتے ہیں کہ ”ہر کہ نہ ندراد آرام تن ندراد“ حدیث شریف میں نکاح کو اغضض المسلمین فرمایا، یہ اسی وقت ہوگا جب زن و شوہر یکجا رہتے ہوں، ورنہ شوہر کے سال سال بھریا چھ چھ مہینہ علاحدہ رہنے سے یہ بات حاصل نہیں ہو سکتی۔ صحابہ کرام سے زیادہ محتاط کون جماعت ہوگی۔ لوگوں کے لئے بھی حضور اقدس ﷺ متعلقین سے علاحدہ رہنا چاہیے نہیں فرماتے تھے، بعض لوگوں کو آپ نے فرمایا، کہ تمہیں گھر سے ہونے زیادہ دن ہو گئے، اب تم لوگ گھر واپس جاؤ۔ بستر اور اور میں کبیل استعمال کرتے ہیں، موسم سرما میں نیچے درمی پھر کبیل تکیہ رکھتے ہیں اور برسات اور گرمی میں نیچے کبیل پھر درمی وغیرہ اور کھڑی چار پائی پر بھی آرام کر لیتے ہیں۔ مکان کا آپ کو بہت شوق ہے عمدہ مکان صاف سہرا ہوا دار آپ کو بہت پسند ہے۔ بد قطع اور ڈھنگ مکان سے آپ کو سخت کوفت اور وحشت ہوتی ہے اپنے وطن میجر میں آپ نے وسیع عالیشان نہایت خوش قطع مکان بنایا ہے اور قدرت نے بلند جگہ اور بستی کے کنارے کی جانب جنوب میں اس کو جگہ دے کر اور زیادہ بہر بہار بنا دیا ہے۔ آپ اکثر فرماتے ہیں کہ بعضوں کو عمدہ کھانے کا بہت شوق ہوتا ہے بعضوں کو اچھے کپڑوں کا، اللہ نے مجھے آرام و عافیت والے مکان کا شوق دیا ہے اور مجھے اپنے رب جل و علا کے فضل و کرم سے بہت

جہان ملک العلماء

حضرت ملک العلماء امام احمد رضا کی نظر میں عظیم آبادی شہر کی حیات اور علمی خدمات

وما ذلک علیک بعزیز انک علی کل شئی قلیب

لعل رحمة ربی حین یقسما

فانی علی حسب العصیان فی القسم

یارب واجعل رجائی غیر منعکس

لذیک واجعل حسابی غیر منخزم

آمین آمین الہ الحق آمین بحرمة طہ و یسین ﷺ

درس و تحصیل علم: استاذ کرم نے چار برس چار مہینہ

چاردن کی عمر میں ۱۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۸ھ روز شنبہ مطابق ۱۳

جنوری ۱۸۹۱ء کو اپنے والد ماجد ملک عبدالرزاق سے پڑھنا شروع

کیا اور قواعد بغدادی اور ڈھائی پارہ قرآن شریف پڑھنے کے بعد

جناب حافظ مخدوم اشرف صاحب میجروی مرحوم سے قرآن شریف

ختم کیا۔ پھر مولوی عبدالکبیر صاحب مرحوم سے کریم وغیرہ پڑھنے

کے بعد آپ اس خیال میں تھے، کہ گلستان اور بوستاں شروع کریں

، کہ ماموں زاد بہن کی تقریب شادی میں اپنی نانہیالی موضع 'بین'

جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں حسب مشورہ اقربا جناب والد ماجد

صاحب نے ۱۳۱۳ھ میں مدرسہ غوثیہ حنفیہ میں داخل کر دیا اور

مطابق نصاب مدرسہ جناب مولوی محمد مہدی حسن صاحب مرحوم

ساکن موضع تریا حال مقامی موضع میجر مدرسہ غوثیہ و مولوی

محمد اکرام الحق صاحب و مولوی محمد منعم صاحب و مولانا مولوی

فخر الدین حیدر صاحب و مولانا مولوی محی الدین اشرف صاحب و

مولانا مولوی بدر الدین اشرف صاحب و مولانا مولوی معین اظہر

صاحب روسائے موضع 'بین' و مدرسین مدرسہ غوثیہ سے حساب اردو

فارسی دینیات اور متوسطات عربی تمام کر کے جناب مولانا مولوی ابو

نعیم محمد ابراہیم صاحب ساکن منوناتھ بھنجن ضلع اعظم گڑھ مدرس اول

مدرسہ غوثیہ حنفیہ سے تفسیر جلالین، سبہ معلقہ، ملا جلال وغیرہ ختم

ہے، کہ میرے شوق و پسند کا لحاظ فرما کر ازراہ بندہ پروری و ذرہ نوازی

بحسب حدیث عند ظن عبدی بی ضرور بہترین آرام و عافیت کا

مکان جنت میں عنایت فرمائے گا۔ بحر مقلبی و آلہ الامجاد و

صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علی آلہ و صحبہ بعدد کل ذرہ

الف مرة منحین خلقت الدنیا الی یوم ینادی المناد .

ایک موقع پر استاد گرامی نے دوران درس ایک روایت بیان

فرمائی، کہ کسی نے یحییٰ بن اسلم کو خواب میں دیکھا، پوچھا: جناب

باری نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا، بولے جب میں حاضر بارگاہ

ایزدی ہوا۔ مجھ سے فرمایا، اے شیخ تو نے یہ کام کیا، یہ کام کیا اس

وقت کمال ہر اس اور خوف مجھ پر غالب ہوا عرض کیا مجھے عبدالرزاق

نے معمر سے معمر نے زہری سے انہوں حضرت انس سے، انہوں

نے حضور اقدس ﷺ سے، حضور اقدس ﷺ نے جبرئیل امین سے،

جبرئیل امین نے تجھ سے خبر دی، کہ تو نے فرمایا، انا عند ظن

عبدی بی (میں بندہ سے وہ کرتا ہوں جو کچھ بندہ مجھ سے امید رکھتا

ہے) اور میں تجھ سے امید رحمت و کرامت کی رکھتا تھا، نہ حساب میں

سختی کی۔ فرمایا، جبرئیل نے سچ کہا انس نے سچ کہا زہری نے سچ کہا

معمر نے سچ کہا۔ عبدالرزاق نے سچ کہا، میں نے تجھ پر رحم کیا۔ یحییٰ

کہتے ہیں، پھر رحمت و کرامت کا خلعت مجھ پر عنایت ہوا اور بہشت

کے خدام میرے سامنے کھڑے ہوئے۔

حضرت الاستاذ فرماتے ہیں، یہ روایت پڑھ کر اس وقت مجھے

ایسی خوشی ہوئی کہ کبھی نہ ہوئی تھی۔ حضرت الاستاذ یہ روایت بیان

کرنے کے بعد کلاس ہی میں بلند آواز سے دعا مانگنے لگے: خداوند ا

تیرا یہ ناپ چیز گنہگار بندہ تیرے فضل و کرم کا امیدوار بندہ یقین کرتا ہے

کہ تو اپنی شان رحیمی و کریمی سے میرے گناہوں کو بخش کر جنت میں

آرام و عافیت کا مکان عنایت فرمائے گا۔

فرمایا۔

اس کے بعد ۱۳۲۰ھ میں آپ مدرسہ حنفیہ واقع بخشی محلہ پٹنہ میں داخل ہوئے اور جناب مولانا مولوی وصی احمد صاحب پبلی بھیتی محدث سورتی مصنف الدرۃ فی وضع الایدی تحت السرہ و التعلیق المجلی لمافی منیة المصلی و محشی طحاوی شریف و مشکوٰۃ شریف و نسائی شریف و بخاری شریف وغیرہ سے مسند امام اعظم، مشکوٰۃ شریف ہدیہ پڑھنا شروع کیا، ماہ شعبان میں مدرسہ میں تعطیل ہوئی، تو اپنے وطن واپس ہوئے۔ شوال میں جب پھر پٹنہ پہنچے، تو معلوم ہوا کہ حضرت محدث سورتی صاحب بوجہ نا موافقت آب و ہوا پٹنہ تشریف نہیں لائیں گے۔ اسی وقت پبلی بھیتی کا قصد کیا مگر بعض احباب کے مشورے سے رائے تبدیل کی اور کانپور روانہ ہو گئے، وہاں پہنچ کر مدرسہ امداد العلوم بانس منڈی میں آپ نے حضرت مولانا حاجی حافظ عبدالرزاق صاحب سے توضیح صدرا اور مدرسہ دارالعلوم مسجد رنگیان میں مولانا شاہ عبداللہ صاحب قدس سرہ سے ہدیہ آخرین اور حضرت والا درجت پیشوائے اہل سنت جناب مولانا مولوی صوفی احمد حسن صاحب قدس سرہ العزیز سے میر زاہد رسالہ اور تفسیر بیضاوی پڑھنی شروع کی۔ کانپور آئے ہوئے ایک سال بھی نہیں ہوا تھا، کہ حسن اتفاق سے حضرت محدث سورتی صاحب اپنے ہم زلف جناب مولانا مولوی احمد حسن صاحب کانپوری سے ملنے کانپور تشریف لائے، تو استاذ گرامی مولانا ممدوح کی قدم بوسی کے لئے حاضر ہوئے۔ اثنائے گفتگو میں مدرسہ الحدیث پبلی بھیتی کا تذکرہ آیا۔ وہاں کی تعلیمی حالت مفصل معلوم ہوئی، تو آپ ہر کاب حضرت محدث سورتی صاحب نہضت فرمائے پبلی بھیتی روانہ ہوئے اور بدستوران سے حمد اللہ وغیرہ پڑھنا شروع کیا۔

عجب اتفاق کہ حضرت محدث صاحب کو بقریب شرکت

جلسہ دیدیہ پٹنہ تشریف لانا ہوا۔ پھر آپ مظفر پور تشریف لے گئے جس کی وجہ سے اسباق کا بہت حرج ہوا اور آپ بہت پریشان ہوئے اسی پریشانی میں مولوی عبدالحق صاحب ساکن دیبا ضلع پبلی بھیتی سے ملاقات ہوئی۔ مولوی صاحب موصوف اس زمانے میں مدرسہ اشاعت العلوم محلہ سرائے خام بریلی میں مدرس تھے، ان کی تحریک سے بریلی شریف کا قصد کیا اور مدرسہ اشاعتہ العلوم میں جناب مولوی عبدالحق صاحب موصوف سے حدیث شریف اور مولوی محمد یاسین صاحب مدرس اول و مہتمم مدرسہ سے حمد اللہ وغیرہ پڑھنا شروع کیا اسی زمانے میں مولوی احمد حسن صاحب بجنوری سے کہ آرنیبل مولوی اصغر علی خاں صاحب رئیس شہر کہنہ بریلی کے لڑکوں کو پڑھانے کے لئے مقرر تھے۔ مشکوٰۃ شریف کے آخری حصے کو جرد گئی تھی تمام کیا۔ حمد اللہ ختم کرنے کے بعد جناب مولوی محمد الدین پنجابی تلیڈر رشید حضرت مولانا احمد حسن صاحب کانپوری مدرس مدرسہ اشاعت العلوم سے قاضی مبارک پڑھی۔

امام اہلسنت اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب قادری برکاتی فاضل بریلوی قدسنا اللہ باسراہ کے نام نامی واسم گرامی اور ان کی علمی بلند پایہ ہستی اور علمائے ہند میں ان کے اقتدار و عظمت سے تو آپ ۱۳۱۸ھ ہی سے (جس سال ندوہ و مصلحین ندوہ کے جلسے پٹنہ میں ہوئے تھے) واقف ہو چکے تھے۔ پھر مدرسہ حنفیہ و امداد العلوم و دارالعلوم کانپور و مدرسہ الحدیث پبلی بھیتی کے جملہ مدرسین کرام کو اعلیٰ حضرت کا نہایت جاں نثار اور مداح ووصاف دیکھ کر غایت درجہ عقیدت ہو چکی تھی۔ آپ نے بریلی پہنچنے پر یہ عادت ٹھہرائی کہ ہفتہ میں دو مرتبہ بعد عصر اور کبھی بعد عشاء بارگاہ رضوی میں حاضر ہوا کرتے اور مسائل دیدیہ کی تحقیق فرمایا کرتے اور اعلیٰ حضرت کے اقادات و افاضات سے استفادہ کیا کرتے۔

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدنی کی حیات اور علمی خدمات

مولوی محمد حسن رضا خاں صاحب حسن رحمہم اللہ تعالیٰ بھی تشریف فرما تھے۔ حالات سن کر یہ لوگ بہت متاثر ہوئے اور گرامی جناب سید امیر احمد صاحب نے فرمایا، کہ اگر قیامت کے دن خداوند عالم مجھ سے پوچھے گا، کہ لوگ کیوں گمراہ ہوئے، تو میں یہی کہوں گا کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب نے کوئی مدرسہ اہلسنت قائم نہیں فرمایا، اسی وجہ سے طلباء بد مذہبوں کے مدرسوں میں پڑھنے گئے اور بد مذہب ہو گئے۔ اس جملہ کا تمام حاضرین پر بہت گہرا اثر پڑا اور جناب مولانا مولوی حسن رضا خاں صاحب برادر اوسط اعلیٰ حضرت نے قصد مصمم فرمایا، کہ بہت جلد ایک مدرسہ قائم کرنا چاہیے۔

چنانچہ یکم محرم الحرام روز شنبہ ۱۳۲۲ھ بمطابق ۱۹ مارچ ۱۹۰۵ء کو جناب تحصیلدار رحیم یار خاں صاحب رئیس اعظم بریلی کے عالی شان مکان پر واقع گلاب محلہ نگر میں مدرسہ اہلسنت والجماعت قائم ہوا۔ اعلیٰ حضرت نے اس کا تاریخی نام منظر اسلام رکھا۔ مولانا مولوی حسن رضا خاں صاحب بریلوی اس مدرسے کے منتظم قرار پائے اور جناب مولانا شاہ محمد حامد رضا خاں صاحب مدظلہ مہتمم جن کے اہتمام و نگرانی میں یہ مدرسہ کمال و ترقی کے مراتب طے کرتا ہوا اس وقت بہت اچھی حالت میں طلاب علم دین کے لئے سرچشمہ ہدایت ہے۔ یہ مدرسہ ایک زمانے تک تو گلاب نگر ہی رہا، مگر چونکہ وہ محلہ شہر کے کنارے پر واقع تھا اور طلباء کو وہاں پہنچنے میں دقت ہوتی تھی اس لئے مدرسہ کچھ دنوں کیلئے محلہ بہاری پور مسجد بی بی میں منتقل ہوا اس کے بعد ایک زمانہ تک جناب مولوی شاہد علی خاں صاحب ہمشیرہ زادہ اعلیٰ حضرت کے مکان واقع محلہ سوداگران میں رہا پھر مدرسے کے لئے مستقل مکان خرید لیا گیا اور اب مدرسہ اپنے ذاتی مکان میں ہے علاوہ اور عوامی چندہ کے ریاست حیدرآباد سے مبلغ دو ہزار چار سو سالانہ مقرر ہے۔

حضرت الاستاد فرماتے ہیں کہ ۱۳۲۱ھ کا خیر مہینہ تھا۔ جناب مولوی محمد یونس صاحب کے یہاں بخاری شریف کا سبق ہو رہا تھا کہ سوال جبریل والی حدیث ماالمسئول عنہ با علم من المسائل کی تقریر میں جناب مولوی محمد یونس صاحب نے اپنی پوری قوت اس بات پر صرف کر دی کہ جس طرح ہو سکے عالم ماکان و مایکون ﷺ کے علم کی نفی ثابت کریں۔ مگر خدا کی شان کہ جس درجہ مولوی صاحب اپنے دعویٰ قوی کرنا چاہتے تھے۔ تقریر کمزور ہوتی تھی۔ جس سے اکثر طلبہ بد دل ہو گئے۔ خصوصاً حضرت استاذ مدظلہ کو (اعلیٰ حضرت کی تقریر پر تاثر کی وجہ سے یہ مسئلہ بھی علم الیقین کے مرتبہ سے عین الیقین کے مرتبہ میں آچکا تھا) جناب مولوی محمد یونس صاحب کی تقریر اور وسعت علم کی نفی کے لئے زور آزمائی سے سخت تکلیف پہنچی اور ارادہ کر لیا کہ اب اس مدرسے میں وہ نہیں پڑھیں گے۔

لیکن دقت یہ تھی، کہ اگر کسی دوسرے شہر میں جاتے ہیں، تو سنی مدارس ملیں گے، مگر اعلیٰ حضرت کہاں اور اگر بریلی میں رہتے ہیں، تو اعلیٰ حضرت قبلہ کے فیوضات و افادات سے بہرہ اندوز ہونے کی سعادت حاصل ہوتی ہے۔ مگر کتابیں تمام نہیں ہو سکتیں۔ اسی ادھیڑ بن میں ایسے پھنسے اور متفکر و متردد ہوئے، کہ ایک یا دو ہفتہ بار گاہ رضوی میں حاضری نہ ہو سکی۔ ہزار ہزار شکر کہ حضرت عزت حق سبحانہ و تعالیٰ شانہ نے غیب سے اس کا ایسا سامان فرمادیا کہ وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ دو ہفتہ بعد جب حاضر بار گاہ رضوی ہوئے، تو اعلیٰ حضرت قبلہ نے اپنی کمال بندہ نوازی سے غیر حاضری کا سبب دریافت فرمایا، تو حضرت الاستاذ نے سارا واقعہ اور اپنی حیرانی و پریشانی مفصل بیان کی۔

حسن اتفاق کہ اس نشست میں گرامی قدر حضرت سید امیر احمد صاحب و گرامی جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب اور جناب مو

حضرت استاذ نے اس مدرسے میں جناب مولانا مولوی حافظ حاجی حکیم امیر اللہ صاحب بریلوی مرحوم مغفور سے تفسیر مدارک و جناب مولانا مولوی حامد حسن صاحب ارشادی راپوری سے ترمذی شریف وغیرہ پڑھنی شروع کی۔ جب جناب مولانا حامد حسن صاحب راپور تشریف لے گئے، تو عالیجناب حضرت مولانا سید بشیر احمد صاحب علی گڑھی تلمیذ رشید حضرت مولانا مولوی لطف اللہ علی گڑھی مدرسہ منظر اسلام میں مدرس اول مقرر ہوئے، تو موصوف نے بقیہ درسی کتابیں سوا بخاری شریف کے انہی سے ختم فرمائی۔ مدرسہ اہلسنت منظر اسلام میں پڑھنے کے زمانے میں اعلیٰ حضرت سے استفادہ و استفاضے کا کوئی خاص دن یا وقت مقرر نہ تھا۔ ہر وقت کی حاضری تھی اور ہر وقت افادہ و افاضے کا دروازہ کھلا تھا۔ جو مسئلہ چاہا پوچھا جو شبہ ہوا حل کیا۔

اگرچہ اعلیٰ حضرت نے پہلے ایک زمانہ دراز تک تدریس و تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا تھا اور اطراف و اکناف کے طلبائے علوم دینیہ کا مرجع و مادی آپ کی بارگاہ تھی۔ مگر جیسے جیسے افتاء و تصنیفات میں وقت زیادہ صرف ہونے لگا۔ تدریس و تعلیم میں کمی ہوتی گئی۔ یہاں تک کہ ۱۳۲۱ھ میں یہ سلسلہ بالکل منقطع ہو گیا تھا۔ مگر اعلیٰ حضرت نے حضرت الاستاذ مدظلہ الاقدس کے لئے اس سلسلے کو از سر نو جاری فرما دیا اور بخاری شریف کے درس کے لئے بعد ظہر کا وقت عنایت فرمایا۔ پھر مولوی صاحب کی سلامت روی اور استقامت مذہبی و ذہانت و شوق علمی ملاحظہ فرما کر اعلیٰ حضرت کے انعامات و احسانات کا دریا جوش میں آیا اور بعد عصر کا وقت بھی آپ کو عنایت ہوا، اس وقت میں آپ نے تحریر اقلیدس چھ مقالہ تصریح شرح چمنی پڑھی اور علم توقیت حاصل کیا اور بعد ظہر کا وقت تقریباً ڈھائی سال تک برابر بخاری شریف کے لئے خاص رہا۔

حضرت مولانا فرمایا کرتے کہ یوں تو تمام اساتذہ ہر سادہ حد سے زیادہ مشفق اور مجھ پر مہربان تھے اور ہر ایک اپنے اپنے انداز تعلیم میں ایک سے ایک تھے۔ مگر اعلیٰ حضرت کے پڑھانے کا طریقہ ان سب سے جدا تھا۔ میں نے بخاری شریف کی ایک حدیث پڑھی۔ پہلے آپ سند کے متعلق گفتگو فرماتے مگر کم، اس کے بعد ایک مسلسل تقریر شروع فرماتے، جس میں پہلے نفس حدیث کا مطلب بیان کرتے، اس کے بعد ارشاد ہوتا، کہ اس حدیث سے یہ یہ مسائل مستنبط ہوتے ہیں اور لفظ لفظ سے جو مسئلے نکلتے، ان کو بیان فرماتے، جو حدیث میں ایسی آتیں، جن سے مخالفین اہلسنت، حضرات اہلحدیث اپنے مذہب پر استدلال کرتے ان کی تقریر و طریقہ استدلال کو نہایت ہی وضاحت کے ساتھ غیر متعصبانہ طریقہ پر ظاہر فرماتے، جس سے سننے والا سمجھتا کہ ان کا استدلال بہت ہی ٹھیک اور واضح ہے۔ اس کے بعد اس کا لا نہایت ہی وضاحت کے ساتھ مفصل ارشاد فرماتے۔ اس وقت ماہ معلوم ہو جاتا، کہ اس حدیث سے اس مسئلے پر استدلال ہرگز صحیح نہیں۔

اعلیٰ حضرت کی تقریر و درس میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے اس کلام صداقت التیام کا جلوہ آنکھوں کے سامنے آ جاتا۔ جو انہوں نے امام اعظم قدس سرہ کے حق میں فرمایا تھا کہ وہ اس پائے کے ہیں کہ اگر اس ستون کو سونے کا ثابت کرنا چاہیں، تو دلیل سے ثابت کر دیں۔ مولانا کی علمی خدمات اور شوق و محنت کو دیکھ کر اعلیٰ حضرت نے دارالافتاء و کارافتاء بھی آپ کے متعلق کر دیا۔ اس کے بعد عشاء وقت رسالہ تشریح و علم تفسیر و جفر کے لئے آپ نے عنایت فرمایا۔ غرض مابین المغربین کے سوا ظہر سے دس بجے شب تک اعلیٰ حضرت کا کل وقت آپ کی تعلیم کے لئے تھا۔ اگرچہ اسباق میں اور لوگوں کی بھی شرکت تھی خصوصاً صحیح بخاری شریف کے درس میں تو شریک ہونے والوں کی تعداد انیس بیس تک پہنچ گئی تھی مگر شارع و قانا

جہان ملک العلماء

حضرت ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رحمہ اللہ کی حیات اور علمی خدمات

حضرت الاستاذ ہی ہوتے اور لوگ محض سامع تھے۔

این سلسلہ از طلائے تاب است

این خانہ تمام آفتاب است

سنی حنفی قادری ہیں۔ الاما شاء اللہ، مگر سب کے سب اپنے اپنے موقع پر درس و تدریس میں یکتا اور تعلیم و تربیت میں یگانہ روزگار تھے پھر یہی مضمون۔

خدا بیخ انگشت یکساں نکرد

فرق مراتب ضرور تھا، حضرت الاستاذ اپنے استاذہ کرام کے اسمائے گرامی بڑے ادب سے یوں لیا کرتے ہیں: اعلیٰ حضرت عظیم البرکۃ امام اہلسنت شیخ الاسلام والسلمین جناب مولانا احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی، حضرت کنز الکریمۃ جبل الاستقامۃ جناب مولانا مولوی وحی احمد صاحب محدث سورتی پہلی بھیتی حضرت شیر پیشہ اہلسنت عالی جناب مولانا مولوی عبید اللہ صاحب پنجابی اللہ آبادی کانپوری، حضرت والا درجت جامع شریعت و طریقت جناب مولانا مولوی قاری حافظ حکیم حاجی امیر اللہ صاحب بریلوی حضرت سامی مرتبت جناب مولانا مولوی سید بشیر احمد صاحب علی گڑھی، حضرت ناصر دین و ملت جناب مولانا مولوی حامد حسین صاحب رامپوری، نور اللہ ضریحہم و نفعنا بعلومہم۔

حضرت مولانا اگرچہ اپنے تمام استاذہ کرام کی بے حد عزت و قدر کرتے اور کسی کا نام بغیر تعظیمی الفاظ کے لینا خلاف تہذیب جانتے۔ مگر وہ جس قدر عزت و توقیر اعلیٰ حضرت کی فرماتے اور دل میں جیسی عظمت اعلیٰ حضرت کی تھی، میں خیال کرتا ہوں کہ اس کی نظیر مشکل سے ملے گی۔

باوجود غایت ادب و متانت اور سنجیدگی کے اگر کوئی اعلیٰ حضرت کے خلاف کچھ کہتا، تو بغیر جواب دیئے نہ رہتے۔ فرماتے کہ میں جب مدرسہ اشاعت العلوم سے شہر کہنہ جناب مولوی احمد حسن

جب اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کے یہاں بخاری شریف بھی تمام ہو چکی تو ۲۵ شعبان ۱۳۲۵ھ بروز پنج شنبہ مطابق ۱۲ اکتوبر ۱۹۰۷ء کو آپ کی دستار بندی کا جلسہ مسجد بی بی مرحومہ واقع بہاری پورہ میں نہایت ہی دھوم دھام اور غایت تزک و احتشام و نہایت حسن انتظام سے ہوا اور گرامی جناب اعلیٰ حضرت سید شاہ التفات احمد صاحب سجادہ نشین ردولی شریف نے حسب تحریک اعلیٰ حضرت آپ کے سر پر دستار فضیلت باندھی۔ آپ کے ساتھ تین حضرات اور بھی فارغ التحصیل ہوئے تھے۔ اسی جلسے میں ان کی بھی دستار بندی ہوئی۔ جناب مولانا مولوی سید شاہ غلام محمد صاحب ساکن درگاہ کلاں بہار شریف و جناب مولوی سید عزیز غوث صاحب محلہ بہاری پورہ بریلی جناب مولانا مولوی عبدالکریم صاحب ارکانی، یہ جلسہ دستار بندی کا تھا جو مدرسہ اہلسنت و جماعت منظر اسلام بریلی میں ہوا تھا۔

اعلیٰ حضرت نے اس جلسہ میں نہایت ہی موثر اور پر از معلومات تقریر فرمائی۔ جس میں علم و علماء کی فضیلت، لوگوں کو علم دین کی ترغیب، علماء کو ان کے فرائض شناسی کی جوان پر اللہ تعالیٰ نے عالم ہونے کی حیثیت سے مقرر فرمائی ہے، ہدایت کی اور جلسہ بخیر و خوبی ختم ہوا۔

دستار بندی کے بعد اگرچہ مدرسے میں درس کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ مگر اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے یہاں اوقات و اعمال تفسیر و تجوید و جفر وغیرہ حاصل کرنے کا سلسلہ جاری رہا اور آپ نے وہ علوم و فنون حاصل فرمائے۔ جن سے اکثر اپنائے زمانہ محض بے خبر ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

استاذ گرامی کے سلسلہ درس میں مفصل حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے چوبیس استاذہ کرام سے علوم و فنون حاصل کئے اور یہ سب حضرات مضمون۔

جهان ملك العلماء

حضور ملك العلماء امام العصر سيد محمد ظفر الدين عظيم آبادی شہد کی حیات اور علمی خدمات

خاں صاحب کے مکان پر ٹھہرے، انہوں نے مولانا کو بلوا بھیجا، مولانا اس وقت اعلیٰ حضرت کا رسالہ مبارکہ الکوثر الشہابیہ مطالعہ کر رہے تھے اسی طرح اس کو لئے ہوئے ان کے پاس پہنچے تو مولوی صاحب اپنی قدیمی مہربانی سے پر تپاک سے ملے، خیریت دریافت کی، اس کے بعد پوچھا یہ کون سی کتاب ہے؟ مولانا نے رسالہ بیضا دیا۔ چند جگہ سے کچھ دیکھا اور بہت ناخوش ہوئے اور بولے کہ یہ کیا واہیات کتاب دیکھتے ہو اس میں مولانا اسماعیل شہید کے بارے میں کس قدر سخت لکھا ہے۔

حضرت مولانا نے فرمایا: حضور یہ تو دیکھیں انہوں نے حضرات انبیائے کرام علیہم السلام و اولیائے عظام علیہم الرضوان کی شان میں کیسے کیسے کلمات لکھے ہیں۔ مولانا نے گفتگو کا رخ دوسرے موضوعات کی طرف پھیر دیا۔ حضرت الاستاذ فرماتے تھے کہ جس طرح انہیں اعلیٰ حضرت سے زیادہ محبت تھی، اعلیٰ حضرت قبلہ بھی آپ پر بہت ہی شفقت فرماتے، آپ کا بریلی رہنا عام طلباء کی طرح نہ تھا۔ بلکہ اعلیٰ حضرت کے یہاں رہنا، سہنا، کھانا پینا شفقت و محبت ایسی تھی، جیسے خاندان کا کوئی خاص فرد ہو۔ بلکہ یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ اعلیٰ حضرت آپ کو مثل اولاد کے مانتے تھے۔ چالیس سے زیادہ گرامی نامے اعلیٰ حضرت کے مولانا کے نام تشریف لائے ہیں۔ ان میں آپ کو بایں القاب یاد فرماتے ہیں۔ ”ولدی الاعز ظفر الدین“ ایک گرامی نام کی ابتداء ان لفظوں سے ہے۔ ”جان پدر بلکہ از جان بہتر ولدی الاعز مولانا ظفر الدین جعلہ اللہ تعالیٰ کا سمہ ظفر الدین آمین۔

۱۳۲۳ھ میں اہل خاندان سے ایک شخص نے ظفر الدین کہہ دیا۔ اعلیٰ حضرت بہت ناخوش ہوئے اور فرمایا مولانا کہتے ہوئے شرم معلوم ہوتی ہے۔ ۱۳۲۴ھ میں صاحبزادہ والا شان عالیجناب مولانا حامد رضا خاں صاحب قبلہ ہم رکاب اعلیٰ حضرت سفر حج میں تھے

صاحب بجنوری سے مشکوٰۃ شریف پڑھنے جایا کرتا، تو دور ہونے کی وجہ سے بہت تھک جاتا، مگر جب سبق پڑھ لیتا، تو وہ تکلیف راحت بن جاتی، مگر مولوی صاحب کو دیکھتا کہ موقع بے موقع اعلیٰ حضرت کے خلاف کچھ نہ کچھ ضرور کہہ دیا کرتے ہیں۔ جس سے بہت رنج ہوتا۔ مگر استاذ کے مرتبے کا خیال کر کے چپ رہ جاتا۔ یہاں تک کہ مجھے یقین کامل ہو گیا کہ یہ باتیں وہ محض تعصب و اختلاف کی وجہ سے کہتے ہیں۔

ایک دن جب سبق پڑھا چکے، تو کہنے لگے، مولوی ظفر الدین تمہیں کچھ معلوم ہے کہ تمہارے مولوی احمد رضا خاں نے سود کی حلت کا فتویٰ دے دیا ہے۔ فرمایا میں تو سمجھ گیا، کہا کہ اس فتویٰ پر تو مولوی رشید احمد صاحب کی بھی مہر لگی ہے۔ مولوی صاحب نے فرمایا، نہیں، میں نے کہا، تعجب ہے کہ اعلیٰ حضرت کا فتویٰ آپ نے دیکھا اور مولوی رشید احمد صاحب کی مہر نہ دیکھی۔ بولے میں نے فتویٰ خود دیکھا نہیں سنا ہے۔ میں نے کہا تو آج آپ نے یہ بھی سن لیا، کہ اس پر مولوی رشید احمد صاحب کی مہر ہے، اب جس سے بیان کیجیے، تو یہ فرمائیے، کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب نے سود کی حلت کا فتویٰ لکھا ہے اور مولوی رشید احمد صاحب نے اس کی تصدیق کی ہے اور اس پر مہر فرمائی ہے۔ اس پر مولوی صاحب خاموش ہو گئے۔

دوسرا واقعہ جناب مولانا مولوی عبدالحق صاحب دہکادی کا یہ ہے کہ وہ حضرت الاستاذ کو بہت چاہتے تھے اور حضرت بھی استاذ ہونے کی وجہ سے ان کی بہت قدر و منزلت کرتے تھے۔ مدرسہ اشاعت العلوم بریلی سے ترک تعلق کے بعد بھی جب وہ کبھی بریلی تشریف لاتے، تو استاد گرامی کو بلوا بھیجتے یا انہیں اپنے استاذ کی بریلی شریف لانے کی خبر معلوم ہو جاتی تو ان کی ملاقات کے لئے ضرور حاضر ہوتے۔ ایک دن مولانا موصوف بریلی تشریف لائے اور جعفر

علی حضرت کے حقیقی بھائی علی حضرت سے صرف چار سال چھوٹے، جانثار اور نہایت ہی فرمانبردار بھائی۔ مگر اس تحریر سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مولانا پر کس قدر شفقت اعلیٰ حضرت کی تھی۔

اواخر ۱۳۲۲ء میں حضرت مولانا نے سب سے پہلے استفتا کا جواب تحریر فرمایا اور اعلیٰ حضرت کے یہاں تصحیح کے لئے بھیجا، اعلیٰ حضرت وہ فتویٰ بعد تصحیح خود لیتے ہوئے اندرون خانہ سے باہر تشریف لائے اور ہاتھ میں ایک روپیہ تھا، فرمایا، کہ میں نے جب پہلے پہل ایک استغشی کا جواب لکھا، تو حضرت استاذی والد ماجد صاحب قدس سرہ العزیز نے مجھے شیرینی کھانے کے لئے انعام دیا تھا۔

آج یہ پہلا جواب آپ کا ہے اور ماشاء اللہ صحیح ہے اسی اتباع سے یہ ایک روپیہ آپ کے لئے لایا ہوں لیجیے اور خوب شوق سے افتا کا کام کیجئے۔ اعلیٰ حضرت نے ۱۳۳۶ھ میں آپ کو ”فاضل بہار“ کے ممتاز خطاب سے مخاطب فرمایا۔ فتاویٰ رضویہ جلد اول ص ۸۱۱ میں آپ کو ان قیمتی لفظوں سے یاد فرمایا ہے۔ ”ولد اعز ذوالعلم والتمیز فاضل بہار مولوی محمد ظفر الدین وفقہ اللہ لِحماۃ الدین و نکایۃ المفسدین و جعلہ کاسمہ ظفر الدین۔“

۱۳۳۷ھ میں جب الاستاذ مدرسہ کبیر یہ سہرام میں صدر مدرس تھے۔ حاضر بارگاہ کا شرف انہیں حاصل ہوا اسی زمانے میں اعلیٰ حضرت نے رسالہ مبارکہ الاستمداد تحریر فرمایا تھا۔ مسودہ ہی تھا کہ مولانا نے اس کی ایک نقل اپنے لئے کر لی، ایک شعر کے متعلق یہ عرض کیا کہ اگر یہ مصرعہ اس طرح کر دیا جائے، تو کیا حرج ہے۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا، مناسب ہے اس کے تھوڑی دیر کے بعد علماء کی جماعت نے اپنی سفارشات دربارہ خطاب علماء پیش کیں۔ جس میں حضرت مولانا کے لئے ”ملک العلماء“ کا خطاب تھا۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا اور

جناب مولانا انچارج مہتمم کسی انتظامی امر سے متعلق مدرسے میں مولانا اور حضرت والا درجت جناب مولانا مولوی حسن رضا خاں صاحب حسن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے درمیان کچھ اختلاف ہو گیا اور کئی مرتبہ خط و کتابت کی نوبت آئی، مگر معاملہ نہ سلجھا۔ آخر اعلیٰ حضرت کی تشریف آوری پر اس کا فیصلہ رکھا گیا۔ جب اعلیٰ حضرت واپس تشریف لائے، تو وہ سب تحریرات ان کی خدمت میں پیش کی گئیں۔ اعلیٰ حضرت نے اس پر یہ تحریر فرمایا:

”یکشنبہ ۵ رجب مبارکہ وقت صبح جلسہ ہونا ضرور ہے، اس میں بہت سے امور کا تصفیہ ہونا ہے۔ مولانا مولوی ظفر الدین صاحب کی پہلی عرضی مع جواب منتظم صاحب سلمہ پیش ہو۔ جواب الجواب کی نہ حاجت تھی نہ پیش ہونے کی ضرورت، نہ مولانا کو منتظم کے ساتھ اس قدر اطاعت سخن کی احتیاج تھی بلکہ منتظم نے ہی یہ بلا وجہ لکھا کہ اس کا جواب درکار ہے۔ میں شکر کرتا ہوں کہ مولوی ظفر الدین صاحب کی تحریر علم شریعت و فن مناظرہ دونوں کے قواعد پر ٹھیک منطبق ہے مگر بمقابلہ شان منتظم اقامت مناظرہ پسندیدہ نہ تھی، جیسا کہ میری رائے ناقص میں منتظم کو ایسے امور اہم میں مصالحت نہیں چاہیے تھی۔ میں امید کرتا ہوں کہ اگر ان تحریرات سے منتظم سلمہ کی خاطر پر کوئی گرانی ہوئی ہو تو مولانا ظفر الدین صاحب ان سے معافی چاہ لیں اور منتظم سلمہ کے رقعے کا جواب مولوی ظفر الدین نے کچھ دیا ہو تو وہ بھی جلسہ میں پیش کریں اور اگر نہ دیا ہو تو جواب نہ مانگنے کی وجہ بیان کرنی چاہیے۔“

والسلام فقیر

احمد رضا قادری غفرلہ، ۲ رجب ۱۳۲۴ھ

مولانا کی حیثیت اس وقت ایک طالب علم کی تھی یا نیم مہتمم کی اور حضرت مولانا حسن رضا خاں صاحب مرحوم منتظم مدرسہ

تعریف فرمائی اور ارستاد فرمایا کہ ماساء اللہ بہت خوب صاحب سلسلہ سخن میں فرمایا ”انی احب لک ما احب لنفسی“ تفعنا اللہ بعلومہ و برکاتہ و فیوضہ و افاداتہ ، آمین ۔

تدریس و تعلیم : حضرت الاستاذ دامت فیوضہ کی دستار بندی اگرچہ ۱۳۲۵ھ میں ہوئی، مگر تدریس سے آپ کو ابتداء ہی سے خاص دلچسپی تھی۔ ۱۳۱۷ھ سے جب وہ مدرسہ حنفیہ ”بین“ میں زیر تعلیم تھے۔ انہوں نے طلبا کو پڑھانے کا سلسلہ شروع کر دیا تھا اور پڑھنے، کانپور، پبلی بھیمت اور مدرسہ اشاعت العلوم (بریلی) میں برابر ان کا یہ طریقہ رہا کہ اپنے سے نیچے درجے کے طلبا کو برابر پڑھایا کرتے۔ مدرسہ منظر اسلام میں ۱۳۲۳ھ سے تو مستقل مدرس ہوئے اور ۱۳۲۵ھ میں کہ دستار بندی کا سال تھا مشکوٰۃ شریف، جلالین شریف، ہدایہ وغیرہ پڑھاتے تھے۔ آپ کی دستار بندی کے بعد ہی مختلف مدارس میں آپ کی طلبی کے خطوط آنے شروع ہو گئے۔ جناب مولوی حکیم عبدالوہاب صاحب الہ آبادی آروی نے مدرسہ حنفیہ آرہ کے لئے بہت اصرار و الحاح سے طلب فرمایا، پھر گورکھپور سے طلبی آئی۔ اس کے بعد سر قاضی مولوی شاہ عبدالغفار صاحب نے معسکر بنگلور سے طلب فرمایا مگر آپ نے اعلیٰ حضرت کو چھوڑ کر جانا پسند نہ فرمایا۔

یہاں تک کہ ۱۳۲۸ھ میں مدرسہ نعمانیہ لاہور کو مدرس کی ضرورت ہوئی، گرامی جناب حامی دین متین حاجی خلیفہ تاج الدین احمد صاحب سابق وکیل و دبیر انجمن نعمانیہ لاہور نے اس کے متعلق

بسم اللہ الرحمن الرحیم حمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم، بسلامت مکرم ذی الحجہ و الکریم حاجی سنت حاجی بدعت جناب خلیفہ تاج الدین احمد صاحب زید کریم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔
مجھی مولوی محمد ظفر الدین صاحب قادری کہ فقیر کے یہاں کے اعز طلبہ سے ہیں اور مجھے بجان عزیز، ابتدائی کتب کے بعد یہیں تحصیل علوم کی، اب کئی سال سے میرے مدرسے میں مدرس ہیں اور اس کے علاوہ کار افتاء میں بھی میرے معین۔ میں نہیں کہتا کہ جتنی درخواستیں آئیں گی، ان سب سے یہ زائد ہیں، مگر اتنا ضرور کہوں گا، کہ (۱) سنی خالص مخلص نہایت صحیح العقیدہ ہادی مہدی ہیں۔ (۲) عام درسیات میں بفضلہ تعالیٰ عاجز نہیں۔ (۳) مفتی ہیں۔ (۴) مصنف ہیں۔ (۵) واعظ ہیں۔ (۶) مناظرہ بھی بعون تعالیٰ وہابیہ سے کر سکتے ہیں۔ (۷) علمائے زمانہ میں علم توقیت سے تنہا آگاہ ہیں۔ امام ابن حجر مکی نے زواجر میں اس علم کو فرض کفایا کہ اور اب ہند بلکہ عام بلاد میں یہ علم علماء بلکہ عام مسلمین سے اٹھ گیا۔ فقیر نے بتوفیق قدیر اس کا احیا کیا اور سات صاحب بنانا چاہے۔ جس میں بعض نے انتقال کیا اکثر اس کی صعوبت سے چھوڑ بیٹھے انہوں نے بقدر کفایت اخذ کیا اور اب میرے یہاں کے اوقات طلوع و غروب و نصف النہار ہر روز و تاریخ کے لئے اور حملہ اوقات ماہ مبارک رمضان شریف کے لئے یہی بناتے ہیں۔ فقیر آپ کے مدرسے کو اپنے نفس پر ایثار کر کے انہیں آپ کے لئے پیش کرتا ہے

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی علیہ السلام کی حیات اور علمی خدمات

اگر منظور ہو، تو فوراً اطلاع دیجئے کہ اپنے ایک اور دوست کو میں نے روک رکھا، یہ کہ ان کی جگہ مقرر کروں۔ اگرچہ دو عظیم کام یعنی افتاء و توقیت اور ان سے اہم تصنیف میں وہ ابھی ہاتھ نہیں بنا سکتے۔ اسی طرح واعظ اور مناظر بھی نہیں، مگر وہاں گئے، تو جس نے ان کو ان کاموں کا اپنے کرم سے بنا دیا۔ وہ ان کو بھی بنا سکتا ہے۔

والسلام فقیر

احمد رضا قادری غفرلہ

بقلم خود، ۵ شعبان یوم الخمیس ۱۳۲۸ھ

اعلیٰ حضرت قبلہ نے تو یہ والا نامہ روانہ فرما دیا۔ اب جو ممبران مدرسہ منظر اسلام کو خبر ہوئی سب نے ایک زبان ہو کر کہا کہ ہم مولوی ظفر الدین صاحب کو ہرگز نہ جانے دیں گے۔ حضرت والا درجت سید شاہ محمد ابراہیم صاحب رضوی طرابلسی دمشقی اگرچہ ممبر مدرسہ نہ تھے مگر جلسہ میں تشریف فرما تھے، بولے کہ آپ لوگوں کو اپنے فائدے کے مقابل دوسرے کے نفع کا بھی خیال چاہئے یا نہیں۔ ممبران مدرسہ نے کہا، کہ وہاں جیسا مشاہرہ تو ہم نہیں دے سکتے مگر ترقی دینے کو موجود ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا۔ ”خیر جیسی آپ لوگوں کی خوشی۔“

اس واقعہ کو چھ مہینے بھی نہ ہونے پائے تھے کہ معززین شملہ خصوصاً حامی دین متین جناب منشی عزیز الدین صاحب رضوی بریلوی شملوی کے غایت اسرار اور نہایت کوشش کی وجہ سے صفر ۱۳۲۹ھ میں آپ کو شملہ جانا پڑا۔ ایک سال کے قریب آپ کا قیام شملہ میں رہا۔ جب دسمبر ۱۹۱۱ء میں دہلی میں تاج پوشی کا دربار ہوا اور ہندوستان کے مشاہیر علمائے کرام بھی اس میں مدعو ہوئے۔ نواب فتح علی خاں قزلباش لاہور اور مسیح الملک حکیم اجمل خاں صاحب دہلی کا گرامی نامہ آپ کے پاس پہنچا۔ اس موقع پر آپ

دہلی تشریف لائے اور شریک دربار ہو کر وہاں سے بریلی ہوتے ہوئے وطن تشریف لائے، تو شملہ کے دور ہونے کی وجہ سے اعزہ و اقارب کی رائے نہ ہوئی کہ پھر دوبارہ وہاں تشریف لے جائیں۔ جناب مولانا مولوی حکیم عبدالوہاب صاحب الہ آبادی مہتمم مدرسہ حنفیہ آ رہ کو ایک زمانے سے تمنا تھی کہ آپ میرے مدرسے میں تشریف لائیں، انہوں نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور آپ آخر ماہ ربیع الاول ۱۳۳۰ھ کو مدرسہ حنفیہ آ رہ میں استاد مقرر ہوئے۔ جب بانکی پور محلہ مصلح پور میں عالیجناب سید حاجی نور الہدیٰ صاحب سی آئی ای ریٹائرنگ نے اپنی معقول جائداد وقف کر کے مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ قائم کیا تو گرامی جناب مولوی سید فصیح احمد صاحب مختار بانکپور کی تحریک و سعی سے یکم نومبر مطابق ۲۰ ربیٰ قعدہ ۱۳۳۰ھ کو یوم افتتاح مدرسہ تھا آپ مدرس حدیث (مدرس سوم) مقرر ہوئے۔ ابھی ایک سال بھی نہ ہوا تھا کہ جناب مولوی محمد شریف صاحب مدرس الفقہ (مدرس دوم) بوجہ نا موافقت آب و ہوا بعد تعطیل رمضان تشریف نہ آئے۔ اس کے لئے آپ کی جگہ پر مدرس فقہ (مدرس دوم) ہوئے۔ اس کے کچھ دنوں کے بعد جناب مولانا مشتاق صاحب کانپوری نے بھی اہل کانپور کے اصرار پر کانپور کا چھوڑنا پسند نہیں کیا اور یہاں تشریف نہ لائے تب آپ ان کی جگہ پر مدرس تفسیر (مدرس اول) مقرر ہوئے۔ آپ کے مدرس اول ہونے کے ایک یا ڈیڑھ سال بعد مدرسہ شمس الہدیٰ کے فارغ التحصیل طلبا کی پہلی دستار بندی ۱۳۳۳ھ میں ہوئی۔ اسی سال آپ کے پاس تلامذہ میں مولوی حافظ عبدالرحیم صاحب محلہ کچی باغ بنارس، مولوی محمد حسین صاحب محلہ رسو پور بنارس، مولوی محمد نعیم الدین صاحب در بھنگوی وغیرہ کی دستار بندی ہوئی تھی اس کے بعد جب مدرسہ عالیہ خانقاہ سہرام ناصر الحکام میں مدرس اول کی ضرورت ہوئی تو

جهان ملك العلماء

حضور ملك العلماء امام العصر سيد محمد ظفر الدين عظيم آبادى شيخى حيات اور علمى خدمات

جناب والا القاب حضرت سيد شاه شيخ الدين احمد صاحب سجادہ نشین دام اقبالہ نے آپ کی طلبی کا خط اور تاریخ بھیجا۔ آپ بہرام پانچے اور ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۳۲ھ مطابق ۱۹۱۶ء کو آپ نے مدرسہ کا چارج لیا اور آپ کی جگہ پر مدرسہ شمس الہدیٰ میں جناب مولوی شاہ محمد الیاس صاحب مونگیری مقرر ہوئے۔ جب ۱۹۲۰ء میں مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ گورنمنٹ عالیہ کے زیر نگرانی کیا گیا اور گورنمنٹ کے اپنے اصول کے مطابق نظم و نسق شروع ہوا، تو تمام مدرسین کو صحت کی سرٹیفکیٹ داخل کرنے کا حکم ہوا، تو مولوی محمد الیاس صاحب کو ڈاکٹر نے انفٹ کر دیا۔ اس وقت پھر استاذ نا الہکترم یکم اگست ۱۹۲۱ء کو اس مدرسے میں واپس تشریف لے آئے۔ اور اپنی جگہ مدرسہ عالیہ خانقاہ بہرام میں حامی دین متین جناب مولوی قاضی رحم الہی صاحب مظفر نگری مدرس عالیہ اہلسنت و جماعت منظر اسلام بریلی کو مقرر کر دیا۔

حضرت مولانا جس وقت مدرسہ شمس الہدیٰ تشریف لائے تھے مدرسے کی حالت ایک عربک اسکول کی تھی۔ اس کے یونانیوں میں ترقی شروع ہوئی اور ہر سال ایک ایک درجہ کھلنا شروع ہوا۔ یہاں تک کہ پورے پندرہ سال کی مکمل پڑھائی ہو گئی اور اب یہ مدرسہ فقط صوبہ بہار بلکہ مجموعی طور پر ہندوستان میں گورنمنٹ کا واحد مدرسہ جس میں تاریخ، جغرافیہ، حساب، انگریزی کے علاوہ عربی ادب اور درس نظامی کی تمام کتابیں قدیم طرز پر پڑھائی جاتی ہیں۔ ایسا مکمل نصاب نہ کسی قومی مدرسہ کا ہے نہ کسی حکومت کی تعلیم گاہ کا یہی

کے واسطے الگ الگ عمارت ہے۔ ایک اسکول کلاس جہاں امتحان سے نو سال کی پڑھائی ہوتی ہے، نویں سال کے ختم ہونے پر ایک پبلک امتحان ہوتا ہے، جس کے پاس کرنے والوں کو ٹاپ کی سند ملتی ہے۔ اس کے اوپر چھ سال کی پڑھائی ہے۔ جو دو سال کے نئے حصوں میں تقسیم ہے اور ہر دوسرے سال پر ایک پبلک امتحان ہوتا ہے۔ جن میں کامیاب ہونے والوں کو علی الترتیب مولوی عالم نامی کی سندیں ملتی ہیں۔ یہ سب امتحانات حسب تصریح وزیر تعلیمات بہار، اڑیسہ، میٹریکولیشن، اف اے، بی اے اور ایم اے کے ہیں۔ کالج کلاسوں میں بتدریج و تفصیل ذیل آٹھ مدرسے ہیں جناب مولانا مولوی محمد سہول صاحب عثمانی بھاگلپوری پرنسپل، جناب مولوی اصغر حسین صاحب بہاری پروفیسر حدیث، جناب مولوی دیانت حسین صاحب قادری در بھنگوی پروفیسر فقہ، ملک العلماء جناب مولانا مولوی سید محمد ظفر الدین صاحب قادری رضوی پروفیسر حدیث حدیث، جناب مولانا مولوی عبدالشکور صاحب مظفر پوری پروفیسر معقولات و حدیث جناب مولانا مولوی سید شاہ عبداللہ صاحب قاضی اجمری گیادی پروفیسر تفسیر، جناب مولانا مولوی سید عبدالسبحان صاحب دیسوی، پروفیسر عربی ادب، جناب ماسٹر سید محمد یوسف الدین صاحب ملخی استاذ زبان انگریزی۔

اسکول کلاسوں کے بارہ مدرسین ہیں۔ جن کے اساتذہ حسب ترتیب و تفصیل یہ ہیں، جناب مولوی سید اقبال حسین صاحب، پید آبادی گیادی، جناب مولوی حافظ سید عبدالرشید صاحب کوادی،

جهان ملك العلماء

حضور ملك العلماء امام احمد رضا سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدنی حیات اور علمی خدمات

مولوی حافظ عبدالرحیم صاحب، بہاری مولوی حکیم محمد حسین صاحب، بہاری مدرس مصباح العلوم الہ آباد، مولوی سید نیاز الدین صاحب اسد رحمتی ہیڈ مولوی موڈل اسکول آرا، مولوی سید انوار حسین صاحب رحمتی، ہیڈ مولوی انگلش ہائی اسکول ڈائین سنج، مولوی سید انیس احمد صاحب، سکٹڈ مولوی ہائی اسکول ڈائین سنج، مولوی سید افضل حسین صاحب ہیڈ مولوی ہائی اسکول راج محل، مولوی سید امتیاز احمد صاحب رحمتی ہیڈ مولوی ڈل اسکول، مولوی سید ثار الدین صاحب، ہیڈ مولوی ہائی اسکول وارث علی سنج ضلع گیا، مولوی سید عزیز حسین صاحب ساکن موضع لکھن پور ڈاکخانہ اثر سنج مدرس اول مدرسہ اسلامیہ بھاگلپور، خاکسار محمد عزیز الدین ابراہیم پور بھاگلپور، مولوی سید عبدالرحیم صاحب در بھنگوی انسپکٹنگ، مولوی در بھنگہ مولوی غیاث الدین صاحب مہتمم و مدرس اول مدرسہ حنفیہ موضع ہفنیہ پورنیہ، مولوی رشید احمد صاحب بہاری مدرس مدرسہ قومیہ بہار شریف، مولوی ابو اختر محمد اصغر صاحب بہاری، سکٹڈ مولوی ہائی اسکول رانچی ضلع ہزاری باغ، مولوی عبدالغفور صاحب در بھنگوی ہیڈ مولوی ہائی اسکول دانا پور مولوی وصی الدین صاحب پورنیہ مولوی محمد ابراہیم صاحب احمد آبادی مدرس اول مدرسہ دانا پور ضلع پٹنہ مولوی حافظ شمس الحق صاحب موگیری مولوی حافظ محمد صدیق صاحب بتیادی، مولوی حافظ محمد حنیف صاحب انسپکٹنگ مولوی مان بھوم مولوی محمد صاحب آروی انسپکٹنگ مولوی ہزاری باغ، مولوی محمد ریاض الحق صاحب مدرس مدرسہ قادر یہ کارہ ضلع گیا، مولوی سید محمد ایوب صاحب مدرس اورنگ آباد، مولوی محمد میر صاحب اورنگ آبادی مدرس مدرسہ خانقاہ بہرام، مولوی عبدالقیوم صاحب ہیڈ مولوی مدرس مدرسہ ناصری سنج، مولوی مصلح الدین صاحب، مدرس اول مدرسہ وارث العلوم چھپرا، مولوی محمد خلیل الرحمن

جناب مولوی حافظ نور الحق صاحب، مظفر پوری، جناب مولوی ملک محمد عبدالرحمن صاحب بنوی بہاری، جناب مولوی سید محمد ظہور احمد صاحب، عظیم آبادی۔ بارک اللہ فی افادہ تم و افاقتھم۔

تلامذہ و اصحاب : حضرت ملک العلماء نے جس وقت سے تعلیم و تدریس کی طرف توجہ فرمائی اور جن جن حضرات نے آپ سے استفادہ کیا۔ اس کی ایک بڑی طویل فہرست ہے۔ آپ نے ۱۳۱۷ھ سے موضع بین میں پڑھنا شروع کیا اور جہاں تک مجھے خیال آتا ہے، سید شاہ حکیم محمد الیاس صاحب صاحبزادہ جناب حضور سید شاہ امین احمد صاحب سجادہ نشین بہار شریف قدس سرہ و جناب محمود عالم صاحب ساکن موضع کہنہ، ہیڈ مولوی ہائی انگلش اسکول گیا کی جماعت کو سب سے پہلے آپ نے پڑھانا شروع کیا تھا۔ اس وقت سے برابر یہ سلسلہ جاری رہا جسے اب ۳۱ سال ہوتے ہیں۔ اس مدت طویل میں سوائے ایام تعطیل یا کسی خاص مجبوری کے ایک دن بھی ایسا نہیں ہوگا، کہ آپ نے درس و افادہ نہ فرمایا ہو اور طلبہ دینی اس چشمہ ہدایت سے سیراب نہ ہوئے ہوں۔ مگر جن طلبہ کی آپ کے ہاتھوں دستار بندی ہوئی یا مقررہ نصاب کی کتابیں اختتام کو پہنچیں ان کا سلسلہ ۱۳۳۲ھ سے شروع ہوتا ہے، جس وقت آپ مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ میں مدرس تفسیر (مدرس اول) تھے۔ خدا کا شکر ہے کہ اس کے فضل سے اس وقت سے اس وقت تک برابر ہر سال طلباء فارغ التحصیل ہو رہے ہیں۔ جن کی تعداد ۵ سے ۱۵ بلکہ ۱۹ تک رہی ہے اگر اوسط ان کا ۸ بھی مانا جائے تو اس عرصہ میں ۱۰۰ سے متجاوز ہوتی ہے۔ اگر ان سب کے نام لکھے جائیں تو بھی ایک لمبی فہرست ہو جائے۔ مگر خاص خاص حضرات جن سے اس وقت سلسلہ درس، تدریس و رشد و ہدایت جاری ہے، ان کے نام حسب ذیل ہیں:

صاحب رضوی ساکن ملک چک ضلع پٹنہ، مولوی سید احمد صاحب گیاوی، مولوی محمد زبیر صاحب مدرس اول مدرسہ غوثیہ حنفیہ بین ضلع پٹنہ، مولوی محمد محی الدین صاحب اورنگ آبادی، مولوی محمد نور عالم صاحب مطیر چشتی بہاری، مولوی محمد زکریا صاحب بہرامی، مولوی قمر الدین خان صاحب بہرامی، مولوی ولی عالم صاحب مظفر پوری، مولوی سید محمد ابراہیم صاحب نجم عظیم آبادی وغیرہ وغیرہ۔

افتاء وتصنیف: اگرچہ بریلی شریف پہنچنے کے وقت آپ کا نصب العین علوم دینیہ حاصل کرنا پھر بذریعہ تعلیم و تدریس اس کی اشاعت کرنا تھا۔ مگر جب بارگاہ رضوی میں حاضری ہوئی تو اس سرکار کو مرجع الخلائق پایا اور خصوصاً افتاء کا کام جس طرح وہاں ہوتا ہے اس توجہ و تحقیق کے ساتھ تو نہ صرف اس زمانہ میں بلکہ شاید کہیں بھی کسی زمانے میں نہ ہوا ہوگا۔ میرے پیش نظر اس وقت متقدمین علماء کے فتاویٰ بھی ہیں اور متاخرین اور زمانہ حال کے بھی۔ عام طور پر مفتی حضرات اپنا فرض فقط یہ جانتے ہیں کہ سوال کا جواب لایا نعم، بجزو یا لا بجزو میں دے دیا جائے۔ بعض لوگ جو کچھ محتاط ہوئے اپنے دعوے کے ثبوت میں فقہ کی کوئی ایک آدھ عبارت نقل کر دینا کافی سمجھتے ہیں۔

مگر یہ بریلی شریف ہی کی خصوصیات سے ہے کہ جو مسئلہ آیا اس کی پوری تحقیق اور چھان بین کر کے مسئلہ کا جواب دیا جاتا ہے۔ اس کے متعلق فقہ کی عبارتوں سے استناد کیا جاتا ہے۔ فقہ کی کتابوں میں تعبیر و طرز ادا میں اگر کچھ اختلاف واقع ہو، تو اس کا

پوری توسیع و تشریح کر دی جائے، جتنے مسائل محرکۃ الآمان کے کثرت اختلافات و اضطرابات یا متغیخ الحجت ہوتے ہیں، بقول تعالیٰ اس طرح صاف و متغیخ کئے جاتے ہیں کہ ان کی قدر رائل طریق جانتے ہیں اور پھر اباحت زائد فرمائے جاتے ہیں تو متغیخ مسائل کی تحقیق دلائل سے متعلق ہوتے ہیں جیسا کہ اعلیٰ حضرت قبلہ کو جس کے فتاویٰ مسمیٰ بہ العطا یا النبویۃ فی الفتاویٰ الرضویۃ کے مطالعے سے ظاہر ہوتا ہے یہ فتاویٰ حدیثیہ کی سختی پر بارہ جلدوں میں ہے ہر جلد آٹھ سو صفحے کی ہے، جس کے پاس فتاویٰ رضویہ کی تمام کمال جلدیں ہوں۔ اس کو فقہ میں پھر کسی دوسری کتاب کی حاجت نہیں۔

غرض اس امر کو دیکھ کر آپ نے بھی افتاء کی طرف توجہ فرمائی اور صاف صاف واضح مسائل کے جواب میں ایک دو عبارتوں پر اکتفا اور ذرا پیچیدہ مختلف فیہ مسئلہ ہوا، اس کے جواب میں شرح و بسط سے کام لینا شروع کیا اور بعض مسائل میں مستقل رسالہ تصنیف فرمایا۔ جب تک آپ بریلی شریف میں رہے، اگرچہ افتاء و تصنیف دونوں کا سلسلہ رہا، مگر اصل کام فتویٰ نویسی تھا۔ ضمن میں کوئی رسالہ تصنیف فرمایا جاتا تھا، ان سب فتاویٰ کی نقل خود ایک مستقل کتاب کی حیثیت رکھتی ہے۔ بریلی شریف سے واپسی کے بعد شملہ، آرہ، بہرام، پٹنہ کے قیام کے زمانے میں تصنیف و تالیف کی طرف توجہ زیادہ رہی۔ اگرچہ اس وقت بھی دور دور سے استفتاء آپ کے پاس آیا کرتے اور آپ ان کے جواب دیا کرتے تھے۔

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی شہکی حیات اور علمی خدمات

نمبر شمار	سن تصنیف	نام کتاب	مضمون	کیفیت
۱	۱۳۲۳ھ	ظفر الدین الجید	مشاہیر علمائے دیوبند سے فیصلہ کن سوالات	مطبوعہ
۲	۱۳۲۳ھ	الحسام المسلمون علی منکر علم الرسول	نام سے ظاہر ہے	مبیضہ
۳	۱۳۲۴ھ	مواہب ارواح القدس لکشف حکم العرس	نام سے ظاہر ہے	مطبوعہ
۴	۱۳۲۴ھ	مبین الہدی فی نفی امکان مثل المصطفیٰ	نام سے ظاہر ہے	مطبوعہ
۵	۱۳۲۵ھ	التعلیق الضروری علی القدوری	قدوری کی عربی شرح	غیر مکمل
۶	۱۳۲۵ھ	اعلام الساجد یصرف جلود الاضحیۃ الی المساجد	قربانی کی کھال کا صدقہ ناقلہ ہے اور اس کے احکام	مبیضہ
۷	۱۳۲۶ھ	بسط الراحة فی الخطر والاباحہ	اعلیٰ حضرت کے فتاویٰ کتاب الخطر والاباحہ کا اختصار	مبیضہ
۸	۱۳۲۶ھ	الفیض الرضوی فی تکمیل الحموی	اشاہہ والنظار کی شرح علامہ حموی نے لکھی مگر چند ورق بغیر شرح کے ہیں اسکی تکمیل	مسودہ
۹	۱۳۲۶ھ	شکست سفاہت	تحصیل نوح ضلع گرگانوں میں دوہائیہ سے مناظرہ	مطبوعہ
۱۰	۱۳۲۷ھ	المجمل المعدد لتصانیف المجدد	اعلیٰ حضرت اور ان کے خاص تلامذہ کی تصنیفات جن پر اعلیٰ حضرت کی اصلاح ہے	مطبوعہ
۱۱	۱۳۲۸ھ	سجم الکثرہ علی الکلاب الممطرہ	حرم مستقرہ کا رد جواب	مبیضہ
۱۲	۱۳۲۹ھ	النبر اس لنفع ظلام المنہاس	شملہ کی تقریر پر منہاس صاحب کے اعتراض کا رد	مبیضہ
۱۳	۱۳۳۰ھ	التحقیق المبین لکلمات التوہین	کس قسم کے کلمات کس کے لئے توہین ہیں	مبیضہ
۱۴	۱۳۳۱ھ	رفع الخلاف من بین الاحناف	علمائے بریلی، دیوبند کے مسائل کا تصفیہ	مبیضہ
۱۵	۱۳۳۲ھ	التعلیق المقنی عن شروح المغنی	معنی اللب کا حاشیہ عربی	مسودہ
۱۶	۱۳۳۲ھ	نزول السکینۃ باسانید الازات المتینۃ	رسالہ مبارکہ الاجازات المشیئۃ کی اسانید	مسودہ
۱۷	۱۳۳۳ھ	خیر السلوک فی نسب الملوک	قوم ملک کا شجر نسب	مسودہ
۱۸	۱۳۳۳ھ	جواہر البیان فی ترجمۃ خیرات الحسان	ایام اعظم رحمۃ اللہ کی سوانح عمری	مطبوعہ
۱۹	۱۳۳۳ھ	القول الاظہر فی کون الاذان بین یدی المنبر	اذان ثانی جمعہ کہاں ہونا چاہیے	مسودہ
۲۰	۱۳۳۴ھ	کشف الستور عن مناظرۃ رامپور	حکیم برکات احمد صاحب ٹونگی اور مولانا عبد الوہاب صاحب بہاری کے مناظرہ کا نفیس فیصلہ	مبیضہ

مطبوعہ	ہندوستان بھر کے لئے روزہ نماز کے اوقات	موزن الاوقات	۱۳۳۵ھ	۲۵
مسودہ	علم منطق میں جامع رسالہ	تقریب	۱۳۳۵ھ	۲۶
مسودہ	علم فلسفہ کا اردو میں بہترین رسالہ	تذہیب	۱۳۳۵ھ	۲۷
مبیطہ	اپنے مکان میں درپہنچی کھولنے کے بارے میں مولانا قادر بخش صاحب بہرائی مرحوم کے فیصلے کا جواب	تحفة الاحباب فی فتح الکوفۃ والباب	۱۳۳۶ھ	۲۸
مسودہ	معنی الملیب کی تلخیص	القصر المبنى على بناء المعنى	۱۳۳۶ھ	۲۹
مبیطہ	حروف معانی کا نہایت ہی مبسوط بیان	نظم المبانى فى حروف المعانى	۱۳۳۶ھ	۳۰
مسودہ	بزرگان برکاتہ رضویہ کے حالات	تحفة الاحبار فى اخبار الاخيار	۱۳۳۷ھ	۳۱
مبیطہ	علم تکسیر میں نہایت نفیس عربی کتاب	الاكسیر فى علم التکسیر	۱۳۳۷ھ	۳۲
مبیطہ	ندوة العلماء کی کارگزاریاں	ندوة العلماء	۱۳۳۸ھ	۳۳
مبیطہ	موت اور اس کے بعد کے واقعات	سرور المحزون فى الصبر عن نور العيون	۱۳۳۸ھ	۳۴
مبیطہ	ترک موالات سے متعلق نفیس رسالہ	هادى الهداة لترك الموالات	۱۳۳۹ھ	۳۵
مبیطہ	ایک مسئلہ نکاح میں مولوی سعید الدین صاحب راجپوری کے رسالہ الايضاح کا رد	الاصلاح لاغلاط الايضاح	۱۳۳۹ھ	۳۶
مبیطہ	علم ہیئت میں بہت ہی کارآمد رسالہ	توضیح الافلاک معروف بسلام السماء	۱۳۴۰ھ	۳۷
مبیطہ	قبل اسلام اہل عرب کے تاریخی حالات	اعلام الاعلام فى احوال العرب قبل الاسلام	۱۳۴۱ھ	۳۸
مبیطہ	بے مدد استاد علم توقیت سکھانے والا رسالہ	توضیح التوقيت	۱۳۴۲ھ	۳۹
نا تمام	ہدایہ کی عربی شرح، مبسوط و ہدایہ سے ماخوذ	نهاية المنتهى شرح هداية المبتدى	۱۳۴۳ھ	۴۰
مبیطہ	علم حدیث کے متعلق نفیس و کارآمد افادات	الافادات الرضویہ	۱۳۴۳ھ	۴۱

جهان ملك العلماء

حضور ملك العلماء امام العصر سيد محمد ظفر الدين عظيم آبادی شہد کی حیات اور علمی خدمات

۴۲	۱۳۳۵ھ	الجامع الرضوی المعروف بصحيح البهاری	اہلسنت حنفی مذہب کی تائید میں تقریباً پچاس ہزار حدیثوں کا نایاب ذخیرہ	زیر تصنیف
۴۳	۱۳۳۶ھ	تربیت الیتامی فی زواج الایامی	بیوہ عورتوں کی شادی کا بیان	مبیعہ
۴۴	۱۳۳۷ھ	دلچسپ مکالمہ معروف بہ تدبیر اکثریت	مسلمانوں کی اکثریت کا راز	مطبوعہ
۴۵	۱۳۳۸ھ	الانہار فی اجوبۃ نور الانوار	نور الانوار باب الایجاب والقیاس کے متعلق تمام مضامین بطور سوال و جواب	مبیعہ

لینا مستحب ہے اور اس میں ایک باب مس الذکر کا بھی بیان کیا اور اس میں وہ سب حدیثیں لکھیں جن میں مس الذکر سے وضو کرنے کا بیان ہے وہی ہذا القیاس۔

غرض اس کی ترویج و ترتیب ایسے نفیس طریقے پر کی گئی ہے کہ اسی سے تمام شبہات شکوک و تعارض دفع ہو جاتے ہیں اور طالب علم کو کوئی الجھن نہ ہوگی۔ پھر ہر باب میں جتنی حدیثیں ہیں ان میں خاص ترتیب ہے، پہلے وہ حدیثیں ہوتی ہیں، جنہیں ائمہ اربعہ مجتہدین کرام امام الائمہ امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام یوسف، امام محمد نے روایت کی ہیں۔ پھر جسے امام بخاری، امام مسلم، صاحب ترمذی، صاحب ابی داؤد و سنن نسائی و ابن ماجہ نے اپنی کتابوں میں لکھیں۔ پھر جسے دیگر محدثین عظام نے روایت کیا ہے۔ غرض سنیوں، حنفیوں کے لئے یہ کتاب ایک ایسا نفیس و نایاب ذخیرہ ہے، جس کی حد سے زیادہ ضرورت تھی اور باوجود ضرورت شدیدہ اب تک کسی نے اس کی طرف توجہ نہیں کی تھی۔ الحمد للہ کہ حضرت استاذنا العلامة کو اللہ تعالیٰ نے اس کی توفیق بخشی۔ آپ کی تصانیف میں اگرچہ سب سے پہلی تصنیف تہذیب کی اردو شرح ہے۔ مگر نہ وہ مکمل ہوئی تھی، نہ سلسلہ تصنیف کا مسلسل رہنا اس وقت وہ میرے پیش نظر ہے۔ اس لئے ۱۳۳۳ھ سے کہ آپ نے ”ظفر الدین الجید“ تحریر فرمائی اور اس وقت

کتاب کی پانچ جلدیں ہوں گی، جلد اول باب العقائد، دوم کتاب الطہارۃ تا کتاب الحج، جلد سوم کتاب النکاح تا کتاب الوقف، جلد چہارم کتاب البیوع تا کتاب الغصب، جلد پنجم کتاب الشفیعہ تا کتاب الفرائض۔ حسن ترتیب و ترویج اس کتاب کی خاص خصوصیت ہوں گی۔ ابواب فقہیہ ہدایہ کی ترتیب پر ہیں۔ ہر باب میں وہی حدیثیں ہوں گی، جن حدیثوں میں تعارض معلوم ہوتا ہے ان کو الگ الگ دو بابوں میں بیان کیا جائے گا۔ جس سے تعارض کا وہم تک نہ ہوگا۔

مثلاً محدثین کرام باب الوضوء میں مس الذکر کے ضمن میں دونوں قسم کی حدیثیں لکھتے ہیں۔ ایک جن میں وضو کرنے کا بیان ہے دوسری وہ حدیثیں جن میں وضو نہ کرنے کا بیان ہے اس سے طالب علم کو پریشانی ہوتی ہے، وہ دونوں حدیثوں میں تعارض سمجھتا ہے اسے اس کے دفع کی فکر ہوتی ہے۔ خود اساتذہ دفع تعارض کی تقریر کرتے ہیں، صحیح البہاری شریف میں ابواب حلالا بنقض الوضوء منہ کے تحت ان تمام اشیاء کو باب باب کر کے گنایا گیا ہے جن سے وضو ٹوٹتا، ان میں سے مس الذکر کا بھی ایک باب لکھا اور اس میں وہ سب حدیثیں جن میں وضو ٹوٹنے کا بیان ہے۔ معلوم ہوا کہ اس سے وضو نہیں ٹوٹتا، پھر اپنے موقع پر ابواب الوضوء المستحب کی سرخی سے وہ تمام اشیاء باب باب کر کے گنائی ہے جس سے وضو کر



حضرت ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی دہلی کی حیات اور علمی خدمات

سے اس وقت تک سلسلہ تصنیف و تالیف برابر جاری ہے۔ اس لئے میں تصنیفات کی فہرست اسی سے شروع کرنا مناسب جانتا ہوں۔

ان کتابوں کے علاوہ حضرت کے فتاویٰ اور مکتوبات کی ترتیب و تبویب بھی زیر غور ہے۔ اصل مستقل کام اب صحیح الہماری کا تمام کرنا ہے اور فاضل اوقات اسی پر صرف کئے جاتے ہیں مگر پھر خاص ضرورت کے تقاضے سے جس کتاب یا رسالہ کی تصنیف و تالیف کی ضرورت سمجھی جاتی ہے۔ اس کی طرف توجہ کی جاتی ہے۔ عجب کیا کہ چھیا لیسواں نمبر فتاویٰ مسمی بہ نافع البشر فی فتاویٰ ظفر اور بیتا لیسواں نمبر حضرت کے مکاتیب کا ہو۔ نفعنا اللہ بحیاتیہ بفیوضہ و افادتہ آمین

وعظ و ہدایت : مدرسہ اشاعت العلوم بریلی میں تعلیم کے

زمانے میں آپ نے دیکھا کہ پڑھنے پڑھانے کا طریقہ اگرچہ وعظ سے زیادہ مفید ہے، مگر عام فائدہ وعظ و ہدایت کی طرح اس کا نہیں ہے۔ مثلاً کسی جگہ عالم صاحب پہنچیں، وہاں کے لوگ صدرا، شمس

بازغہ، بخاری، بضاوی لے کر تو آنے سے رہے، جو ان مولوی صاحب سے ان کو کچھ فائدہ پہنچے، تو ان لوگوں کے لئے ان عالم

صاحب کا وجود عدم برابر رہا۔ بخلاف اس کے اگر کسی جگہ واعظ کا گزر ہو، تو ضرور اپنی تقریر و وعظ سے لوگوں کو کچھ نہ کچھ فائدہ پہنچا ہی

کر چھوڑے گا اور ایک حق بات لوگوں کے کانوں تک پہنچا دے گا۔ اسی لئے آپ نے اسی زمانے میں تقریر و وعظ نصیحت کی طرف توجہ کی

اور ۱۳۲۱ھ کے مدرسہ اشاعت العلوم کے سالانہ جلسہ میں آپ نے ایک پرزور تقریر فرمائی جسے لوگوں نے بہت ہی پسند کیا۔ اس کے بعد

یہ سلسلہ برابر جاری رہا اور کم از کم مہینے میں ایک یا دو دفعہ تقریر ضرور کسی مسجد میں یا کسی جلسے میں کر لیا کرتے تھے۔ کچھ دنوں کے بعد

پھر دوسرے شہروں میں جانے لگے، جلسوں اور دستار بندیوں میں

اطراف و اکناف سے آپ کی طلبی آنے لگی اور اسی سلسلہ میں نے ہندوستان کے تقریباً تمام مشہور شہروں کی سیاحت کی۔ حضرت استاذنا العلام ہر چند وعظ میں مشنوی شریف میں

نہیں پڑھتے تھے۔ مگر مضمون اس درجہ واضح اور نفیس مفید و کارآمد بیان فرماتے ہیں، کہ اہل علم اور تعلیم یافتہ طبقے میں آپ کا وعظ ہر

مقبول ہے۔ آپ تقریروں میں سیرت نبوی علی صاحبہ افضل السلام و فرائض و احکام شرع اور بزرگان دین کے حالات بیان فرماتے

ہیں۔ مسائل مختلف فیہا کا تذکرہ نہیں فرماتے اور اگر کبھی موقع آتا اس انداز سے بیان فرماتے ہیں، کہ عوام یہ نہ سمجھیں کہ یہ کوئی

مسئلہ ہے۔ اس سے پریشان خاطر نہ ہوں۔ واعظان زمانہ کی تقریر کبھی یاد نہیں کی کہ اسی کو ہر جگہ سنا دیا کرتے ہوں، بلکہ ہر تقریر

نئے مضامین، نئے الفاظ، نئی تراکیب، نئی بندش ہوتی ہے۔ ۱۳۲۷ھ میں آپ رنگون تشریف لے گئے تھے۔ تقریباً

ہفتہ رہنا ہوا۔ ہر روز وہاں وعظ ہوتا تھا بلکہ بعض دن دو دو مقامات پر تقریر کرنے کا اتفاق ہوا، مگر جو مضمون ایک جگہ بیان فرمایا،

دوسری جگہ اس کا اعادہ نہ کیا۔ سات آٹھ سال سے بہار شریف دائرہ میں ماہ رجب میں معراج شریف کے واقعات بیان فرماتے

ہیں، موضوع وہی واقعہ معراج ہوتا ہے۔ ہر سال ایک آیت سبحن الذی اسری بعبدہ تلاوت کرتے ہیں۔ مگر مضمون

ہر سال نرالا اور بیان معراج ہی کا ہوتا ہے۔ اس امر کا بھی توجہ درجہ لحاظ رکھتے ہیں کہ آپ کی تقریر کبھی موضوع سے باہر نہ ہو۔

جدل و مناظرہ : قیام بریلی کے زمانے میں ایک دن توالی و تحصیل کے پاس والے گرجا پر آپ کا گزر ہوا۔ دیکھا کہ ایک

بوڑھا سفید ریش آدمی لمبا کرتا گیر وارنگ کا پنپے ہوئے تقریر کر رہا ہے اور چاروں طرف مجمع لگا ہوا ہے۔ آپ بھی کھڑے ہوئے

ہے اور چاروں طرف مجمع لگا ہوا ہے۔ آپ بھی کھڑے ہوئے

۷۰
۷۱
۷۲
۷۳
۷۴
۷۵
۷۶
۷۷
۷۸
۷۹
۸۰
۸۱
۸۲
۸۳
۸۴
۸۵
۸۶
۸۷
۸۸
۸۹
۹۰
۹۱
۹۲
۹۳
۹۴
۹۵
۹۶
۹۷
۹۸
۹۹
۱۰۰
۱۰۱
۱۰۲
۱۰۳
۱۰۴
۱۰۵
۱۰۶
۱۰۷
۱۰۸
۱۰۹
۱۱۰
۱۱۱
۱۱۲
۱۱۳
۱۱۴
۱۱۵
۱۱۶
۱۱۷
۱۱۸
۱۱۹
۱۲۰
۱۲۱
۱۲۲
۱۲۳
۱۲۴
۱۲۵
۱۲۶
۱۲۷
۱۲۸
۱۲۹
۱۳۰
۱۳۱
۱۳۲
۱۳۳
۱۳۴
۱۳۵
۱۳۶
۱۳۷
۱۳۸
۱۳۹
۱۴۰
۱۴۱
۱۴۲
۱۴۳
۱۴۴
۱۴۵
۱۴۶
۱۴۷
۱۴۸
۱۴۹
۱۵۰
۱۵۱
۱۵۲
۱۵۳
۱۵۴
۱۵۵
۱۵۶
۱۵۷
۱۵۸
۱۵۹
۱۶۰
۱۶۱
۱۶۲
۱۶۳
۱۶۴
۱۶۵
۱۶۶
۱۶۷
۱۶۸
۱۶۹
۱۷۰
۱۷۱
۱۷۲
۱۷۳
۱۷۴
۱۷۵
۱۷۶
۱۷۷
۱۷۸
۱۷۹
۱۸۰
۱۸۱
۱۸۲
۱۸۳
۱۸۴
۱۸۵
۱۸۶
۱۸۷
۱۸۸
۱۸۹
۱۹۰
۱۹۱
۱۹۲
۱۹۳
۱۹۴
۱۹۵
۱۹۶
۱۹۷
۱۹۸
۱۹۹
۲۰۰
۲۰۱
۲۰۲
۲۰۳
۲۰۴
۲۰۵
۲۰۶
۲۰۷
۲۰۸
۲۰۹
۲۱۰
۲۱۱
۲۱۲
۲۱۳
۲۱۴
۲۱۵
۲۱۶
۲۱۷
۲۱۸
۲۱۹
۲۲۰
۲۲۱
۲۲۲
۲۲۳
۲۲۴
۲۲۵
۲۲۶
۲۲۷
۲۲۸
۲۲۹
۲۳۰
۲۳۱
۲۳۲
۲۳۳
۲۳۴
۲۳۵
۲۳۶
۲۳۷
۲۳۸
۲۳۹
۲۴۰
۲۴۱
۲۴۲
۲۴۳
۲۴۴
۲۴۵
۲۴۶
۲۴۷
۲۴۸
۲۴۹
۲۵۰
۲۵۱
۲۵۲
۲۵۳
۲۵۴
۲۵۵
۲۵۶
۲۵۷
۲۵۸
۲۵۹
۲۶۰
۲۶۱
۲۶۲
۲۶۳
۲۶۴
۲۶۵
۲۶۶
۲۶۷
۲۶۸
۲۶۹
۲۷۰
۲۷۱
۲۷۲
۲۷۳
۲۷۴
۲۷۵
۲۷۶
۲۷۷
۲۷۸
۲۷۹
۲۸۰
۲۸۱
۲۸۲
۲۸۳
۲۸۴
۲۸۵
۲۸۶
۲۸۷
۲۸۸
۲۸۹
۲۹۰
۲۹۱
۲۹۲
۲۹۳
۲۹۴
۲۹۵
۲۹۶
۲۹۷
۲۹۸
۲۹۹
۳۰۰
۳۰۱
۳۰۲
۳۰۳
۳۰۴
۳۰۵
۳۰۶
۳۰۷
۳۰۸
۳۰۹
۳۱۰
۳۱۱
۳۱۲
۳۱۳
۳۱۴
۳۱۵
۳۱۶
۳۱۷
۳۱۸
۳۱۹
۳۲۰
۳۲۱
۳۲۲
۳۲۳
۳۲۴
۳۲۵
۳۲۶
۳۲۷
۳۲۸
۳۲۹
۳۳۰
۳۳۱
۳۳۲
۳۳۳
۳۳۴
۳۳۵
۳۳۶
۳۳۷
۳۳۸
۳۳۹
۳۴۰
۳۴۱
۳۴۲
۳۴۳
۳۴۴
۳۴۵
۳۴۶
۳۴۷
۳۴۸
۳۴۹
۳۵۰
۳۵۱
۳۵۲
۳۵۳
۳۵۴
۳۵۵
۳۵۶
۳۵۷
۳۵۸
۳۵۹
۳۶۰
۳۶۱
۳۶۲
۳۶۳
۳۶۴
۳۶۵
۳۶۶
۳۶۷
۳۶۸
۳۶۹
۳۷۰
۳۷۱
۳۷۲
۳۷۳
۳۷۴
۳۷۵
۳۷۶
۳۷۷
۳۷۸
۳۷۹
۳۸۰
۳۸۱
۳۸۲
۳۸۳
۳۸۴
۳۸۵
۳۸۶
۳۸۷
۳۸۸
۳۸۹
۳۹۰
۳۹۱
۳۹۲
۳۹۳
۳۹۴
۳۹۵
۳۹۶
۳۹۷
۳۹۸
۳۹۹
۴۰۰
۴۰۱
۴۰۲
۴۰۳
۴۰۴
۴۰۵
۴۰۶
۴۰۷
۴۰۸
۴۰۹
۴۱۰
۴۱۱
۴۱۲
۴۱۳
۴۱۴
۴۱۵
۴۱۶
۴۱۷
۴۱۸
۴۱۹
۴۲۰
۴۲۱
۴۲۲
۴۲۳
۴۲۴
۴۲۵
۴۲۶
۴۲۷
۴۲۸
۴۲۹
۴۳۰
۴۳۱
۴۳۲
۴۳۳
۴۳۴
۴۳۵
۴۳۶
۴۳۷
۴۳۸
۴۳۹
۴۴۰
۴۴۱
۴۴۲
۴۴۳
۴۴۴
۴۴۵
۴۴۶
۴۴۷
۴۴۸
۴۴۹
۴۵۰
۴۵۱
۴۵۲
۴۵۳
۴۵۴
۴۵۵
۴۵۶
۴۵۷
۴۵۸
۴۵۹
۴۶۰
۴۶۱
۴۶۲
۴۶۳
۴۶۴
۴۶۵
۴۶۶
۴۶۷
۴۶۸
۴۶۹
۴۷۰
۴۷۱
۴۷۲
۴۷۳
۴۷۴
۴۷۵
۴۷۶
۴۷۷
۴۷۸
۴۷۹
۴۸۰
۴۸۱
۴۸۲
۴۸۳
۴۸۴
۴۸۵
۴۸۶
۴۸۷
۴۸۸
۴۸۹
۴۹۰
۴۹۱
۴۹۲
۴۹۳
۴۹۴
۴۹۵
۴۹۶
۴۹۷
۴۹۸
۴۹۹
۵۰۰
۵۰۱
۵۰۲
۵۰۳
۵۰۴
۵۰۵
۵۰۶
۵۰۷
۵۰۸
۵۰۹
۵۱۰
۵۱۱
۵۱۲
۵۱۳
۵۱۴
۵۱۵
۵۱۶
۵۱۷
۵۱۸
۵۱۹
۵۲۰
۵۲۱
۵۲۲
۵۲۳
۵۲۴
۵۲۵
۵۲۶
۵۲۷
۵۲۸
۵۲۹
۵۳۰
۵۳۱
۵۳۲
۵۳۳
۵۳۴
۵۳۵
۵۳۶
۵۳۷
۵۳۸
۵۳۹
۵۴۰
۵۴۱
۵۴۲
۵۴۳
۵۴۴
۵۴۵
۵۴۶
۵۴۷
۵۴۸
۵۴۹
۵۵۰
۵۵۱
۵۵۲
۵۵۳
۵۵۴
۵۵۵
۵۵۶
۵۵۷
۵۵۸
۵۵۹
۵۶۰
۵۶۱
۵۶۲
۵۶۳
۵۶۴
۵۶۵
۵۶۶
۵۶۷
۵۶۸
۵۶۹
۵۷۰
۵۷۱
۵۷۲
۵۷۳
۵۷۴
۵۷۵
۵۷۶
۵۷۷
۵۷۸
۵۷۹
۵۸۰
۵۸۱
۵۸۲
۵۸۳
۵۸۴
۵۸۵
۵۸۶
۵۸۷
۵۸۸
۵۸۹
۵۹۰
۵۹۱
۵۹۲
۵۹۳
۵۹۴
۵۹۵
۵۹۶
۵۹۷
۵۹۸
۵۹۹
۶۰۰
۶۰۱
۶۰۲
۶۰۳
۶۰۴
۶۰۵
۶۰۶
۶۰۷
۶۰۸
۶۰۹
۶۱۰
۶۱۱
۶۱۲
۶۱۳
۶۱۴
۶۱۵
۶۱۶
۶۱۷
۶۱۸
۶۱۹
۶۲۰
۶۲۱
۶۲۲
۶۲۳
۶۲۴
۶۲۵
۶۲۶
۶۲۷
۶۲۸
۶۲۹
۶۳۰
۶۳۱
۶۳۲
۶۳۳
۶۳۴
۶۳۵
۶۳۶
۶۳۷
۶۳۸
۶۳۹
۶۴۰
۶۴۱
۶۴۲
۶۴۳
۶۴۴
۶۴۵
۶۴۶
۶۴۷
۶۴۸
۶۴۹
۶۵۰
۶۵۱
۶۵۲
۶۵۳
۶۵۴
۶۵۵
۶۵۶
۶۵۷
۶۵۸
۶۵۹
۶۶۰
۶۶۱
۶۶۲
۶۶۳
۶۶۴
۶۶۵
۶۶۶
۶۶۷
۶۶۸
۶۶۹
۶۷۰
۶۷۱
۶۷۲
۶۷۳
۶۷۴
۶۷۵
۶۷۶
۶۷۷
۶۷۸
۶۷۹
۶۸۰
۶۸۱
۶۸۲
۶۸۳
۶۸۴
۶۸۵
۶۸۶
۶۸۷
۶۸۸
۶۸۹
۶۹۰
۶۹۱
۶۹۲
۶۹۳
۶۹۴
۶۹۵
۶۹۶
۶۹۷
۶۹۸
۶۹۹
۷۰۰
۷۰۱
۷۰۲
۷۰۳
۷۰۴
۷۰۵
۷۰۶
۷۰۷
۷۰۸
۷۰۹
۷۱۰
۷۱۱
۷۱۲
۷۱۳
۷۱۴
۷۱۵
۷۱۶
۷۱۷
۷۱۸
۷۱۹
۷۲۰
۷۲۱
۷۲۲
۷۲۳
۷۲۴
۷۲۵
۷۲۶
۷۲۷
۷۲۸
۷۲۹
۷۳۰
۷۳۱
۷۳۲
۷۳۳
۷۳۴
۷۳۵
۷۳۶
۷۳۷
۷۳۸
۷۳۹
۷۴۰
۷۴۱
۷۴۲
۷۴۳
۷۴۴
۷۴۵
۷۴۶
۷۴۷
۷۴۸
۷۴۹
۷۵۰
۷۵۱
۷۵۲
۷۵۳
۷۵۴
۷۵۵
۷۵۶
۷۵۷
۷۵۸
۷۵۹
۷۶۰
۷۶۱
۷۶۲
۷۶۳
۷۶۴
۷۶۵
۷۶۶
۷۶۷
۷۶۸
۷۶۹
۷۷۰
۷۷۱
۷۷۲
۷۷۳
۷۷۴
۷۷۵
۷۷۶
۷۷۷
۷۷۸
۷۷۹
۷۸۰
۷۸۱
۷۸۲
۷۸۳
۷۸۴
۷۸۵
۷۸۶
۷۸۷
۷۸۸
۷۸۹
۷۹۰
۷۹۱
۷۹۲
۷۹۳
۷۹۴
۷۹۵
۷۹۶
۷۹۷
۷۹۸
۷۹۹
۸۰۰
۸۰۱
۸۰۲
۸۰۳
۸۰۴
۸۰۵
۸۰۶
۸۰۷
۸۰۸
۸۰۹
۸۱۰
۸۱۱
۸۱۲
۸۱۳
۸۱۴
۸۱۵
۸۱۶
۸۱۷
۸۱۸
۸۱۹
۸۲۰
۸۲۱
۸۲۲
۸۲۳
۸۲۴
۸۲۵
۸۲۶
۸۲۷
۸۲۸
۸۲۹
۸۳۰
۸۳۱
۸۳۲
۸۳۳
۸۳۴
۸۳۵
۸۳۶
۸۳۷
۸۳۸
۸۳۹
۸۴۰
۸۴۱
۸۴۲
۸۴۳
۸۴۴
۸۴۵
۸۴۶
۸۴۷
۸۴۸
۸۴۹
۸۵۰
۸۵۱
۸۵۲
۸۵۳
۸۵۴
۸۵۵
۸۵۶
۸۵۷
۸۵۸
۸۵۹
۸۶۰
۸۶۱
۸۶۲
۸۶۳
۸۶۴
۸۶۵
۸۶۶
۸۶۷
۸۶۸
۸۶۹
۸۷۰
۸۷۱
۸۷۲
۸۷۳
۸۷۴
۸۷۵
۸۷۶
۸۷۷
۸۷۸
۸۷۹
۸۸۰
۸۸۱
۸۸۲
۸۸۳
۸۸۴
۸۸۵
۸۸۶
۸۸۷
۸۸۸
۸۸۹
۸۹۰
۸۹۱
۸۹۲
۸۹۳
۸۹۴
۸۹۵
۸۹۶
۸۹۷
۸۹۸
۸۹۹
۹۰۰
۹۰۱
۹۰۲
۹۰۳
۹۰۴
۹۰۵
۹۰۶
۹۰۷
۹۰۸
۹۰۹
۹۱۰
۹۱۱
۹۱۲
۹۱۳
۹۱۴
۹۱۵
۹۱۶
۹۱۷
۹۱۸
۹۱۹
۹۲۰
۹۲۱
۹۲۲
۹۲۳
۹۲۴
۹۲۵
۹۲۶
۹۲۷
۹۲۸
۹۲۹
۹۳۰
۹۳۱
۹۳۲
۹۳۳
۹۳۴
۹۳۵
۹۳۶
۹۳۷
۹۳۸
۹۳۹
۹۴۰
۹۴۱
۹۴۲
۹۴۳
۹۴۴
۹۴۵
۹۴۶
۹۴۷
۹۴۸
۹۴۹
۹۵۰
۹۵۱
۹۵۲
۹۵۳
۹۵۴
۹۵۵
۹۵۶
۹۵۷
۹۵۸
۹۵۹
۹۶۰
۹۶۱
۹۶۲
۹۶۳
۹۶۴
۹۶۵
۹۶۶
۹۶۷
۹۶۸
۹۶۹
۹۷۰
۹۷۱
۹۷۲
۹۷۳
۹۷۴
۹۷۵
۹۷۶
۹۷۷
۹۷۸
۹۷۹
۹۸۰
۹۸۱
۹۸۲
۹۸۳
۹۸۴
۹۸۵
۹۸۶
۹۸۷
۹۸۸
۹۸۹
۹۹۰
۹۹۱
۹۹۲
۹۹۳
۹۹۴
۹۹۵
۹۹۶
۹۹۷
۹۹۸
۹۹۹
۱۰۰۰

مولانا نے اس کے بعد تقریر لہو سے سنا شروع کیا اور جو جو بات اسلام کے خلاف معلوم ہوئی۔ اس کو ایک کاغذ پر نوٹ کر لیتے۔ جب پنڈت جوالا پر شاد تقریر ختم کر چکے اور اعلان کیا، کہ جن صاحبوں کو کچھ اعتراض، ہو بلا تامل سوال کر سکتے ہیں۔ جناب مولانا آگے بڑھے اور اعتراضات کرنا شروع کیا۔ اس کے بعد آپ نے اپنا معمول کر رکھا کہ عیسائیوں کی اور ان کے رد کی کتابیں دیکھا کرتے اور ہر اتوار کو گر جا کے قریب جاتے اور جوالا پر شاد کی تقریر سن کر اس پر اعتراضات کرتے اور مذہب اسلام پر ان کے اعتراضات کا جواب دیتے۔ اس طرح آپ نے عیسائیوں کی رد

اب یقیناً آپ لوگوں کو پنڈت صاحب کے سوال کا جواب بھی معلوم ہو گیا ہوگا کہ چونکہ ابتدائے آفرینش میں انسان کے قوائے روحانی اس قابل نہیں تھے کہ اس پر ایسی کامل کتاب اتاری جاسکے اس لئے پہلے صحیفے نازل ہوتے تھے اور صحیفوں کے ذریعہ ان کی قوائے روحانی کو نشوونما دیا گیا، پھر کچھ صلاحیت آگئی تو اس سے بڑی کتابیں تو ریت انجیل زبور دی گئیں۔ جب توئی کی تکمیل بروجہ کمال ہوگئی، تو اسے مکمل اکمل کتاب قرآن شریف دے کر ارشاد فرمایا گیا ”الیوم اکملت لکم دینکم“

پڑھتے ہیں۔ آریوں میں آپ بہت بڑے مقرر و مناظر مانے جاتے ہیں اور اس کو آپ مختصر لفظوں میں یوں سمجھ سکتے ہیں کہ بریلی شریف کوئی معمولی دیہات یا قصبہ یا ادنیٰ درجے کا ضلع نہیں بلکہ کمیشنری ہے۔ مگر آپ دہلی سے بلوائے گئے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے، کہ کمیشنری بھر میں کوئی آپ جیسا مقرر اور مناظر نہیں ہے، ورنہ آپ کو دہلی سے زحمت کرنے کی ضرورت نہ ہوتی۔

شاید آپ جوابی تقریر میں میرے متعلق بھی یہی رائے قائم کریں، اس لئے میں اپنے متعلق یہ عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں

اپ ساس ہو لرائے ہیں، سوال کرنے پر اگرچہ سوال کتنا ہی پیچیدہ اور مشکل ہو سوال کرنے والے کی تعریف کرنا بے معنی امر ہے۔ آپ خود غور کریں ایک شخص آئے اور کہے کہ لوگو آپ سے پانچ لاکھ

سے جوانی اور اس وقت سے بڑھاپے تک کام میں آتی ہے تو کیا وجہ ہے کہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اسے ایک روٹی اور ایک بوٹی کیوں

ورنہ یہ دونوں دلیلیں ابطال تناخ کی ہیں، نہ اثبات کی۔ آپ حضرات ذرا غور سے سنیں۔ آیت کریمہ اس مضمون کا بیان ہے، کہ یہودیوں نے جب سبت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم بندر ہو جاؤ، تو اللہ کے اس کہنے سے وہ بندر ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ کا قلنا لہم فرمانا ہی واضح دلیل ہے کہ یہ قوم اللہ تعالیٰ کے حکم سے بندر ہو گئی نہ بطریق جرمی عادت گناہ کی پاداش میں۔

اس امر کو واضح کرنے کے لئے میں ایک مثال دینا چاہتا ہوں کہ کوئی صوفی بزرگ یا سنیا سی فقیر پتھر کنکر چن کر ایک ہانڈی میں جمع کرے، چولہے پر چڑھا کر کہے، کچھڑی پک جا اور ان کے کہنے سے کچھڑی پک کر تیار ہو جائے، تو ہر عقلمند یہی کہے گا کہ یہ ان بزرگ کی کرامت ہے، لیکن جو شخص اس سے یہ نتیجہ نکالے گا کہ جب پتھر کنکر چن کر نیچاس کے آگ جلانی جائے، تو کچھڑی پک جاتی ہے، تو اس کا یہ خیال محض باطل ہو گا۔ اس لئے کہ وہاں محض کہنے سے ہوا، نہ بطریق جرمی عادت۔ اب اس واقعہ کو مطابق سمجھئے کہ اگر عادت اللہ بھی جاری ہوتی تو جو شخص نافرمانی کرتا، وہ بندر ہو جاتا، نہ کہ خاص ایک گروہ اور وہ بھی خاص حکم فرمانے کے سبب سے۔ معلوم ہوا کہ اس آیت کو تناخ سے کوئی تعلق نہیں۔ بلکہ تناخ کا رد ہے کہ اگر ایسا ہوا ہی کرتا تو قلنا کی ضرورت ہی نہ تھی۔

اسی طرح شعر کا مفہوم سمجھنے میں ہمارے پنڈت جی کو چوک ہوئی۔ اگر یہ شعر مثنوی کا ہو، تو مولانا روم اس شعر میں جس مسئلہ تصوف کی طرف اشارہ فرماتے ہیں، اس کے بیان کا یہ موقع نہیں رہا۔ ظاہری مطلب شعر کا جس سے استدلال کیا گیا، وہ بالکل رد تناخ ہے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ میں نے سات سوستر قالب دیکھے ہیں اور جس طرح سبزہ اگتا ہے اسی طرح میں بارہا اگا ہوں، تو غور طلب یہی امر ہے کہ سبزہ کس طرح اگا کرتا ہے۔ آپ حضرات کا مشاہدہ ہے کہ درختوں میں آم، امرود، بڑھ، بانکڑ، پیپل وغیرہ

روپیہ کا سوال ہے، تو آپ اس کی تعریف کریں گے، کہ واہ واہ خوب مانگا کتنا اچھا سوال کیا۔ برخلاف اس کے کہ سائل کے جواب میں کوئی شخص کہے کہ لویہ پانچ لاکھ حاضر ہیں، تو جملہ حاضرین کی زبان سے بے ساختہ صدائے واہ واہ نکلے گی۔ اس پر وہ لوگ خاموش ہو گئے اور تقریر کا سلسلہ فریقین میں جاری رہا۔ چونکہ میں رواد مناظرہ نہیں لکھ رہا ہوں۔ اس لیے ان سب باتوں کو قلم انداز کرتا ہوں۔

ہاں اس سلسلے میں ایک بات کا لکھنا ضروری خیال کرتا ہوں، پنڈت جی نے ایک موقع پر کہا، کہ صاحب مسلمان تناخ پر اعتراض کرتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ تناخ تو قرآن شریف سے اور خود بزرگوں کے اقوال سے ثابت ہے۔ چنانچہ قرآن شریف میں ہے

وقلنا لہم کونوا قردة خاسنین اور جناب مولانا روم صاحب رحمۃ اللہ علیہ مثنوی شریف میں فرماتے ہیں۔

ہم چو سبزہ بارہا روئیدہ ام ہفصد و ہفتاد و قالب دیدہ ام

حضرت مولانا نے اپنی تقریر میں فرمایا، حضرات! پنڈت جی نے آج ایک انوکھا دعویٰ کیا ہے۔ وہ یہ کہ تناخ قرآن مجید سے ثابت ہے، کہ اقوال بزرگوں دین سے ثابت ہے۔ میں آپ حضرات کو صرف ایک امر کی طرف متوجہ کر دینا کافی سمجھتا ہوں۔ وہ یہ کہ قرآن شریف کے ماننے والے مسلمان ہیں، نہ کہ آریہ سماج، تو اگر تناخ قرآن شریف سے ثابت ہوتا، تو مسلمان تناخ کے قائل ہوتے، نہ کہ آریہ، آخر اسلام قرآن شریف سے ثابت ہے۔ نماز قرآن شریف سے ثابت ہے۔ حج قرآن شریف سے ثابت ہے، تو ان سب باتوں کو مسلمان مانتے ہیں یا آریہ سماج۔ اگر تناخ کا مسئلہ قرآن شریف سے ثابت ہوتا، تو یہ مسلمانوں کا مسئلہ ہوتا، نہ کہ آریوں کا۔ یہ تو ان کے دعوے کا رد ہوا۔ رہی دلیل تو سوائے اتفاق سے جناب پنڈت جی نے اس آیت شریفہ اور اس شعر پر غور نہیں کیا۔

یا توں میں گلڑی کھیرا، کدو، تر بوز وغیرہ ان میں جس چیز کی بیج لگائی جائے گی۔ وہی اگے گی، وہی چیز پھلے گی۔ آپ لوگوں نے کبھی یہ دیکھا ہے کہ آم کی گٹھلی بونے سے دوسرے سال امرود پھلے، اس کا بیج لگانے سے تیسرے سال پپیل اگ جائے، اس کا تخم بونے سے چوتھے سال شیشم کا پودا نکل جائے، کھیرا گلڑی کے بیج سے ہمیشہ کھیرا گلڑی ہی پیدا ہوتی ہے یا کھیرے کا بیج بونے سے دوسرے سال گلڑی ہو جائے۔ تیسرے سال کدو چوتھے سال تر بوز وغیرہ تو تجدد امثال بروز زماں کی وجہ سے ایک شخص کتنے اصلاب کتنے ارحام میں آتا ہے۔ کس کس نام سے کس کس زمانے میں پکارا جاتا ہے مگر رہتا وہ انسان ہی ہے نہ، کہ انسان سے بکری ہو، بکری سے گائے بیل اس سے بھینس پھر ہاتھی پھر چوہا پھر بلی پھر بندر کتا وغیرہ۔

آپ لوگ اس تشبیہ کو غور کریں اور سمجھیں، اتنے تغیرات و انتقالات کو مولانا فرماتے ہیں، کہ جس طرح سبزہ اگتا ہے، اسی طرح میں بارہا اگا ہوں۔ اب ہر شخص سبزہ اگنے کو دیکھے اور جناب پنڈت صاحب کے استدلال کو سمجھے کہ واقعیت سے کتنے درجے دور ہے۔ غرض اسی طرح قریب ۱۲ بجے شب کے وہ جلسہ تمام ہوا اور دوسرے دن مسلمان آریوں کے انجمن میں ان پر اعتراضات کے لئے گئے۔ مگر آریہ صاحبان جواب سے ایسے عاجز ہوئے کہ پھر زیادہ دنوں تک اس سلسلے کو جاری رکھنا انہوں نے خلاف مصلحت سمجھا۔

دقادیانی: بریلی شریف میں تو قادیانی تھے نہیں۔ سوائے ایک تصور حسین نچہ بند کے۔ وہ کوئی اہل علم نہ تھا۔ مگر اس نے ریشہ دوانی بہت کی اور دوسرے دوسرے شہروں سے قادیانی مقرر کو بلوا کر اس کی بہت تبلیغ کوشش کی، کہ کسی طرح یہاں قادیانیت پھیلے۔ مگر اعلیٰ حضرت کی تحریرات اور حضرت مولانا و دیگر تلامذہ اعلیٰ حضرت کی تقریرات کا یہ اثر ہوا کہ وہاں قادیانی اپنے ارادوں میں

خائب و خاسر رہے۔ اسی لئے بریلی میں قادیانیوں سے مناظرے کی نوبت نہیں آئی۔ مگر بیسوں جگہ ان کے رد میں آپ نے تقریریں کیں۔ ہاں آنولہ ضلع بریلی میں ایک قادیانی مبلغ آ گیا تھا۔ کئی شخصوں کو قادیانی بنا لیا تھا۔ مسلمانان آنولہ اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اعلیٰ حضرت نے استاذ مکرم کو وہاں بھیجا اور اس مبلغ سے باضابطہ مناظرہ ہوا۔ مولانا نے منجملہ اعتراضات کے یہ اعتراض فرمایا کہ مرزا غلام احمد قادیانی اپنی نبوت کا مدعی ہے۔ حالانکہ نبوت ختم ہو گئی ہے۔ ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین؛ خود حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں۔ لانسبی بعدی (میرے بعد کوئی نبی نہیں) قادیانی مقرر نے کہا کہ انہوں نے اپنے کو نبی کہا ہے مگر اس سے مدعی نبوت ہونا کہاں ثابت ہوا۔ اس لئے غیر نبی بھی اپنے کو نبی کہہ سکتا ہے۔۔ چنانچہ جو لوگ کہ بزمانہ نبوت حضرت عیسیٰ علیہ السلام انطاکیہ کی طرف بھیجے گئے تھے انہوں نے اپنے کو نبی کہا۔ قالوا انما الیکم مرسلون؛ حضرت مولانا نے فرمایا کہ آپ کے دعوے کے دو جز ہیں۔ اور دلیل صرف ایک ہی جز پر آپ نے دی۔ اس کا کیا ثبوت ہے کہ وہ غیر نبی تھے۔ اس مقرر نے کہا کہ نبوت تو حضرت عیسیٰ علیہا السلام کی تھی۔ فرمایا اگلے زمانے میں ایک وقت میں دو دونی ہوتے تھے، دیکھئے حضرت موسیٰ و ہارون علیہ السلام دونوں ایک زمانے میں نبی تھے یوں ہی حضرت داؤد حضرت سلیمان علیہما السلام دونوں ہی نبی ایک زمانے میں تھے۔ حضرت یعقوب و حضرت یوسف علیہما السلام دونوں ایک زمانے میں تھے۔ یوں ہی حضرت عیسیٰ و حجی علیہما السلام دونوں ایک زمانے میں نبی تھے۔

اس پر وہ شخص بولا، کہ یہ تو آپ کو ثابت کرنا چاہیے، اس لئے آپ مدعی ہیں اور میں منکر نبوت۔ مولانا نے فرمایا، کہ یہ کوئی میں دعویٰ کی حیثیت سے پیش نہیں کرتا ہوں، بلکہ آپ کی دلیل پر

دس۔ س۔ یوں س۔ ر۔ ہ۔ پ۔ س۔ س۔ س۔ یوں، یہ سیاں ر کے اس نے کہا، کہ اگر اس کا ثبوت آپ بھی دے دیں کہ وہ نبی تھے، تو میں ابھی ہار مان لیتا ہوں، مولانا نے فرمایا کہ میرا یہ مناظرہ کرنا ہار جیت سے بالاتر ہے۔ ہاں اس کا اقرار کیجئے کہ ابھی تو بہ کر لوں گا، تو اگرچہ مجھے اس کی دلیل پیش کرنے کی ضرورت نہیں، مگر آپ کو راہ راست پر لانے کے لئے ضرور پیش کر دوں گا۔

چونکہ قادیانی اصحاب خاصے لفاظ و لسان ہوتے ہیں۔ دعوے آسمان سے زیادہ بلند کرتے ہیں اور دلیل زمین کی تہہ میں۔ اسی طرح دوسروں کو بھی اپنے اوپر قیاس کر کے یہی سمجھ لیتے ہیں کہ محض چرب زبانی کر رہے ہیں۔ اس نے اقرار کر لیا کہ اگر مستند کتاب سے ان لوگوں کے نبی ہونے کا ثبوت دیجئے، تو میں ابھی آپ کے ہاتھ پر توبہ کر لیتا ہوں۔ مولانا نے فرمایا، حاضرین آپ غور سے سنیں، گزشتہ واقعات یا تو تاریخی روایت سے ثابت ہوتے ہیں یا حدیث کی شہادت سے یا قرآنی آیات سے۔ میں اس پر زور دعویٰ کے لئے تاریخ یا حدیث کو نہیں پیش کروں گا۔ بلکہ وہ خداوندی شہادت پیش کرتا ہوں۔ جس کے بعد کچھ کہنے کی گنجائش ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اذارسلنا الیہم اثنین فکذبو ہما فعزنا بنالث فقالوا انا الیکم مرسلون؛ دیکھئے خداوند عالم خود ان کی نبوت و رسالت کی گواہی دیتا اور ارشاد فرماتا ہے کہ جب ہم نے ان کی طرف دو شخصوں کو رسول بنا کر بھیجا، تو لوگوں نے انہیں جھٹلایا، تو ہم نے انکو توت دی۔ تیسرے کے ساتھ۔ پس ان لوگوں نے کہا کہ

ورنہ ہرگز ایسا دعویٰ نہ کرے جھٹا۔

جب مجمع نے اتنا واضح استدلال سنا تو حد سے زیادہ مسرور ہوئے اور اللہ اکبر کا نعرہ بلند کرنے پر مجبور ہو گئے۔ وہ قادیانی تو ختم اللہ کا مصداق تھا ادھر ادھر بغل جھانکنے لگا مگر جن تین شخصوں کو اس نے پھانسا تھا وہ آگے بڑھے اور انہوں نے صدق دل سے توبہ کیا اور تمام حاضرین نے قادیانی مبلغ پر لعن و طعن کی۔

دوہا بیہ: وہابیوں سے تو مناظرے کا بارہا اتفاق ہوا۔ مگر ان میں زبردست مناظرہ وہ تھا، جو ۱۳۲۶ھ میں ضلع گڑگاؤں میں ہوا۔ اس مناظرے میں اہلسنت کی طرف سے جناب والامد ظلہ کے علاوہ جناب مولانا مولوی شاہ رکن الدین الوری، جناب مولانا شاہ ارشاد علی صاحب الوری، جناب مولانا مولوی صونی احمد حسین خاں صاحب رامپوری ثم اجمیری تھے۔ اس مناظرے کی مفصل روداد رسالہ شکست سفاہت ۱۳۲۶ھ میں طبع ہو چکی ہے۔ اسی مناسبت سے جناب مولانا مولوی حسن رضا خاں صاحب حسن مرحوم مغفور نے اس کا تاریخی نام ”کے نجدیہ کا چپ مناظرہ ۱۳۲۶ھ“ رکھا تھا۔ اس کے بعد ۱۳۲۹ھ میں جب آپ کا قیام شملہ میں تھا مولوی مرتضیٰ حسن صاحب چاند پوری درہنگی سے تحریری مناظرہ ہوا۔ جس کی تفصیل مع نقل خطوط فریقین رسالہ التحقیق المبین لکلمات التوہین میں ہے۔ پھر ۱۳۳۲ھ میں مولوی ولی اللہ مارواڑی سے مناظرہ کے لئے آپ کلکتہ تشریف لے گئے۔ جس کا مفصل حال رسالہ گنجینہ مناظرہ ۱۳۳۲ھ میں چھپ چکا ہے۔

شب کے تین بجے گاڑی سے روانہ ہو جائیں تو وقت پہنچ سکتے ہیں۔
عجب اتفاق کہ اس مناظرے میں بھی غیر مقلدین سے
سرکردہ مولوی عبد النور صاحب تھے اور ان کے نائب مولانا
ابوالقاسم صاحب بنارسی۔ مولوی عبد النور صاحب کو چند روز
مناظرے کے بعد بھارت چھوڑنا پڑا۔

دغیر مقلدین: غیر مقلدین سے مناظرہ کا اتفاق تو بزمانہ
قیام بریلی شریف نہیں ہوا۔ لیکن جب آپ سہرام میں مدرس اول تھے
تو چند ہوس ضلع پٹنہ میں غیر مقلدین نے بہت اودھم مچا رکھی تھی اور
مناظرہ کے لئے گاہے بگاہے جنگ بجایا کرتے تھے۔ آخر ایک
دن حضرت نے بھارت چھوڑنا پڑا۔

مولوی حبیب الرحمن صاحب منبر رسالہ شریعت کلکتہ آپ کے پاس
تشریف لائے اور بیان کیا کہ جے پور ہاٹ ضلع بوگرا میں غیر
مقلدین نے بہت ہی سراٹھایا ہے اور برابر اہلسنت و جماعت کے
خلاف تقریریں کرتے ہیں اور مناظرے کا اعلان کرتے ہیں۔ آپ
کا تشریف لے جانا بہت ضروری ہے۔ دوسرے دن ۱۰ ارشوال روز
شنبہ کو جے پور ہاٹ روانہ ہو گئے۔ یہاں پہنچے تو معلوم ہوا کہ کوئی
صاحب ابوالسعادات سیف الاسلام نامی مناظر ہیں۔ یہ اپنے
کو بہت ہی بوا عربی داں جانتے تھے اور عربی تقریر و تحریر کے بارے
خیال کئے ہوئے تھے۔ سمجھے ہوئے تھے کہ کوئی شخص میرے مقابل
عربی میں خط و کتابت کر ہی نہیں سکتا، اسی خیال سے آپ نے ایک
تحریر عربی میں بھیجی اور لوگوں سے کہا کہ مجال نہیں کہ احناف عربی میں
جواب دیں۔ آخر اسی کو میں لمن الملك الیوم میں تھے کہ اس طرف
سے فوری جواب عربی میں بھیجا گیا اور اس کے ساتھ ان کی عربی دانی

مناظرہ کے بعد اور مولوی عبد النور کے چلے جانے کے بعد جناب
مولوی عبد الواحد خاں صاحب رام پوری مہتمم بانی مدرسہ فیض رسول
بہار شریف بھی مناظرہ میں شرکت کے لئے کلکتہ سے تشریف لے
آئے تھے لیکن وہ گاڑی چھوٹ جانے کی وجہ سے وقت پر نہ پہنچ سکے۔
اس کے بعد بزمانہ قیام بانگی پور ۱۳۳۲ھ میں غیر مقلدین نے
مالدہ (بنگال) میں شور مچایا اور صل من مبارز کا نعرہ بلند کیا۔ مولوی ہدایت
اللہ صاحب حنفی ایک مناظر کی طلب میں دیوبند گئے۔ وہاں سے کوئی
صاحب نہ آسکے، تو انہوں نے جناب مولوی محمد سہول صاحب پرنسپل
مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ کو خط لکھا کہ آپ جائیے اور غیر مقلدین سے
مناظرہ کیجئے۔ مگر وہ بھی کثرت کار ہائے متعلقہ کی وجہ سے نہ جاسکے
۔ آخر مولوی ہدایت اللہ صاحب قریب نو بجے شب کے حضرت مولانا
کے پاس آئے اور تمام واقعات من و عن بیان کئے۔ آپ نے دریافت
فرمایا کہ کب جانا ہوگا، مولوی ہدایت اللہ صاحب نے فرمایا، کہ آج ہی

جہان ملک العلماء

حضرت ملک عبدالملک صاحب سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی شہک حیات اور علمی خدمات

کے چارہ نہیں۔ اس کے بعد کئی حضرات داخل سلسلہ کا درجہ برضوع ہوئے۔ والحمد لله للعلی ذلک۔

مولانا روح الامین صاحب، خلیفہ صوفی ابو بکر صاحب جس کی کوشش و تحریک سے یہ مناظرہ ہوا تھا اور جناب مولانا تشریف لے گئے تھے، حد سے زیادہ سرور ہوئے اور فرط مسرت سے فرماتے تھے، کہ مولانا نے اپنے خفیوں کی عزت رکھی۔ بلکہ حقیقت کے بار آور درخت کو از سر نو اس طرف ایسا مضبوط کر دیا، کہ انشاء اللہ تعالیٰ باد مخالف کے جموں کوں کا اب اس پر اثر نہیں ہو سکتا۔ یہ تو وہ مناظرے ہیں، جن کو لوگ مناظرہ سمجھتے ہیں، ورنہ درحقیقت مخالفین سے ساری باتیں آپ کے مناظرے کے انداز ہی کی ہوتی ہیں۔

حضرت مولانا کی ایک خاص خصوصیت جسے میں دیگر علماء میں کم پاتا ہوں کہ آپ فریق کا اس طرح رد فرماتے ہیں کہ بادی النظر میں وہ رد نہیں سمجھتا۔ بلکہ اس کو تائید خیال کرتا ہے اور بات اس درجہ مدلل ہوتی ہے کہ سوائے تسلیم و سکوت کے اس کو چارہ نہیں۔ جس طرح بلاغت میں ایک صفت الذم بما يشبه المدح ہے۔ اسی طرح مناظرے میں آپ کی جدت الرؤیما يشبه التالیف ہے۔ اس جگہ اگر میں چند واقعات نقل کروں، تو لطف سے خالی نہ ہوگا۔ اس طرح بعض مسائل پر روشنی بھی پڑے گی۔ اقول وباللہ التوفیق۔

حضرت الاستاذ جس زمانے میں شملہ میں تھے وہاں لاہور کے رہنے والے ایک حکیم چراغ الدین صاحب الحمدیث نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں آیا کرتے تھے۔ اس لئے حضرت مولانا سے مراسم ہو گئے تھے۔ ایک دن مسجد کے قریب ہی کسی بزرگ کا عرس تھا۔ اتفاق وقت کہ حکیم صاحب بھی اس طرف کسی ضرورت سے گئے ہوئے تھے، دیکھا کہ لوگ چادر لئے ہوئے مزار پر جا رہے ہیں۔ حکیم صاحب سے نہ رہا گیا اور وہ مجمع پر ٹوٹ پڑے اور بولے

کی قسمی بھی کھولی گئی تھی۔ اس کی غلطیوں کو بھی شمار کر کے لکھ دیا گیا تھا اس تحریر کو دیکھ کر وہ مبہوت ہو گئے۔ مگر دوسری تحریر بھی عربی میں ہی بھیجی اس کا بھی جواب عربی میں ہی دیا گیا۔ غرض اسی طرح آٹھ دس تحریرات فریقین میں آئیں گئیں۔ یہ سب تحریرات عینہ موجود ہیں۔

ادھر سے برابر لکھا گیا کہ تحریر میں وقت ضائع نہ کیجئے۔ شرائط مناظرہ اور اس کے متعلق تمام باتیں جملے میں طے ہو جائیں گی۔ جلسہ گاہ میں تشریف لائیے اور اگر عربی دانی کا اب بھی غرہ ہے تو تحریر کا لطف دیکھ چکے، عربی تقریر کا بھی کچھ مزہ چکھ لیجئے۔ جو کچھ فریقین کو کہنا ہو، عربی میں کہیں، پھر مترجم اس کو بنگلہ میں ترجمہ کر کے سجا دے گا۔ اس تحریر کا جانا تھا، کہ پریشان ہو گئے اور مظہر العجائب کی شان کا جلوہ اس طرح ظاہر ہوا، کہ مناظر مع مناظرہ غائب دو بجے کا وقت بچے پور ہاٹ میں مناظرے کا مقرر تھا۔ حنفی حضرات ایک ہی بجے وہاں پہنچ گئے۔ غیر مقلدین کی مختلف ٹکڑیاں جلسہ گاہ میں پہنچ گئی تھیں مگر مناظر صاحب کا پتہ نہیں۔ لوگوں نے جب کہا، کہ دو بج گئے، مگر اب تک وہ لوگ نہیں آئے۔ مولانا نے فرمایا کہ ان لوگوں کے یہاں تعین نا جائز ہے۔ اس لئے وقت کے بعد شام ہوتے ہوتے آجائیں گے، لیکن آنا ہوتا تو پہلے ہی آجاتے۔ آخر شام تک ان کا انتظار کیا گیا۔

جب مناظر صاحب نہیں آئے، تو حضرت مولانا نے فرمایا کہ بعد عصر وعظ کا اعلان کیا جائے، چنانچہ عصر کے بعد آپ نے وعظ فرمانا شروع کیا، نماز مغرب کے لئے جلسہ ملتوی کیا گیا، پھر بعد نماز مغرب آپ نے تقریر شروع کی، قریب نو بجے تک سلسلہ وعظ جاری رہا، اس جلسے میں آپ نے تقلید، آئین، رفع یدین سارے مسئلوں پر اچھی طرح روشنی ڈالی اور عقلی و نقلی دلائل سے اس درجہ مدلل اور مبرہن فرمایا اور اس درجہ دل نشیں پیرایہ میں سمجھایا کہ غیر مقلدین اصحاب نے اپنی آزار دہی سے توبہ کیا اور اعلان کیا کہ واقعی بغیر تقلید

میں سردار ہوں، یہ لوہ ایک بر پر چادر پر ہائے جا رہے ہے۔ ان کو میں آپ کے پاس لے آیا ہوں۔

حضرت مولانا ان لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور بولے کیوں بھائیو! تم لوگ کیوں شرک کرتے ہو؟ تم لوگ پختہ عمر کے ہو گئے ہو، لیکن اب تک تمہیں یہ نہیں معلوم کہ چادر اللہ کی قبر کے سوا کسی کی قبر پر چڑھانا جائز نہیں، یہ شرک ہے۔ حکیم صاحب پہلے جملوں کو سن کر تو بہت خوش ہوئے، مگر جب شرک کی دلیل میں یہ بتایا گیا، کہ اللہ کی قبر پر چادر چڑھانی چاہئے اوروں کے لئے یہ شرک ہے۔ یہ سن کر حکیم صاحب ہکا بکا سے ہو گئے اور بولے کہ مولانا یہ اللہ کی قبر کیسی اور اس پر چادر چڑھانا کیا معنی؟ فرمایا، آخر چادر چڑھانا شرک کیسے ہوگا؟ جب تک یہ اللہ کے لئے مخصوص نہ ہو۔ تقویت الایمان میں یہی لکھا ہے کہ جو کام اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے لئے مخصوص کیا ہے وہ کسی اور کے لئے کرنا شرک ہے۔ تو جب تک قبر پر چادر چڑھانا اللہ کے لئے خاص نہ ہوگا تو دوسرے کے لئے شرک کیوں کر ہوگا؟

شملہ کا دوسرا واقعہ یہ ہے کہ وہاں ایک صاحب مولوی عمر الدین نامی علمائے دیوبند کے ہم خیال تھے۔۔ پہلے تو مولانا سے تپاک سے ملتے تھے۔ جب معلوم ہوا کہ یہ مستفیدان بارگاہ رضوی سے ہیں، تو مخالف ہو گئے اور لوگوں میں مولانا کے متعلق غلط فہمیاں پھیلائی انہوں نے اپنا شعار بنا لیا۔ یہاں تک کہ لوگوں میں یہ مشہور کیا کہ مولانا ظفر الدین صاحب نے مولوی رشید احمد صاحب کے

سوں سردار الدین صاحب بولے کہ کیا آپ نے مولانا رشید احمد صاحب کے کفر کا فتویٰ دیا ہے۔ حضرت مولانا نے فرمایا کہ نہیں میں نے تو کوئی فتویٰ نہیں دیا ہے، بولے آپ کے پیرو مرشد مولانا احمد رضا خاں صاحب نے فتویٰ دیا ہے۔ حضرت نے فرمایا۔ جی ہاں پوچھا اس فتویٰ کو آپ صحیح جانتے ہیں۔ مولانا نے فرمایا: مہربان من صحیح جانتے ہیں ایک میں ہی کیا صحیح جانتا ہوں۔ اس فتویٰ کو علمائے عرب صحیح جانتے ہیں علمائے عجم صحیح جانتے ہیں۔ عمر بھر مولوی رشید احمد صاحب صحیح جانتے رہے۔ مولوی اشرف علی صاحب صحیح جانتے ہیں مولوی خلیل احمد صاحب صحیح جانتے ہیں۔ علمائے دیوبند صحیح جانتے ہیں۔ بولے کیا یہ لوگ اس فتویٰ کو صحیح جانتے ہیں۔ مولانا نے فرمایا، یہ تو کھلی ہوئی بات ہے۔ آپ لوگ مولوی اشرف علی صاحب کے علم سے واقف ہیں، عورتوں کے لئے گیارہ جلدوں میں بہشتی زیور لکھ دی۔ جس کی کسی کتاب میں غلطی معلوم ہوئی فوراً اس کی اصلاح لکھی۔ آپ خود خیال کریں کہ اگر اس فتویٰ میں ذرہ بھر غلطی ہوتی، تو بیس رداس کا وہ کرچکے ہوتے۔

آپ غور کیجئے کہ مدرسہ دیوبند کتنا بڑا مدرسہ ہے۔ کتنے طلبہ سال فارغ التحصیل ہو کر نکلتے ہیں۔ اگر اس فتویٰ میں کچھ بھی غلطی ہوتی، تو ان فضلاء کو بمجملہ اور نصیحتوں کے ایک نصیحت ضرور کی ہوتی کہ دنیا میں کوئی کام کرو یا نہ کرو، مگر مولانا احمد رضا خاں صاحب کے اس فتویٰ کا رد ضرور کرنا،۔ مگر آپ جانتے ہیں کہ آج تک اس کا کسی نے کہیں سے کوئی رد نہیں کیا۔ بولے ہاں رد تو کسی نے نہیں کیا۔

ورنہ سرے سے یہ قصہ ہوتا ہی نہیں۔

اتنا سننا تھا، کہ بہت خوش ہوئے اور مسرت کے آثار ان کے چہرے سے نمایاں ہونے لگے اور سمجھے کہ اس مسئلے میں تو مولانا بالکل ہمارے ہم خیال ہیں۔ اس کے بعد مولانا نے فرمایا، مگر اس کا باعث حضرت ابو بکر صدیق کی غایت دیانت داری اور امانت داری اور ع و تقویٰ تھا، ورنہ اگر ذرہ بھر ان میں دنیا داری ہوتی تو سارا باغ فدک باستغراق دین مہر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور دیگر ازواج مطہرات کو دے دیتے اور حضرت فاطمہ سے صاف فرمادیتے، کہ بیٹی تم کو مسئلہ معلوم ہے۔ اول دین بعدہ ترکہ، پہلے تمام ازواج مطہرات کا دین ادا کرو، پھر ترکہ کا مطالبہ کرنا۔

پوری تقریر سن کر وہ شیعہ صاحب سخت بھونچال میں آئے، کہ یہ کیا ہوا، کہ میں کچھ اور ہی سمجھا تھا، نتیجہ اور ہی نکلا۔ بولے اس وقت دین مہر تو زیادہ ہوتا نہیں تھا، نتیجہ اور ہی نکلا۔ کیا حضرت عائشہ وغیرہا کا مہر اس زمانے کی عورتوں کی طرح ۴۱ ہزار، ۵۱ ہزار ہوتا تھا۔ حضرت مولانا نے فرمایا، کہ کھجور کا باغ کیا کشمیر کے زعفران کی کاشت تھی یا شملہ کی قیمتی زمین؟ مہر بھی کم ہی ہوتا تھا اور زمین کی قیمت بھی کم ہی تھی، اس کو سن کر وہ صاحب خاموش ہو گئے۔

چوتھا واقعہ بھی شملہ ہی کا ہے ایک قادیانی صاحب پنچے اور باتوں بات میں انہوں نے وفات حضرت مسیح علیہ السلام پر بہت زور دیا اور کہا کیوں مولانا اس بارے میں آپ کا کیا خیال ہے مولانا نے فرمایا یہ تو موٹی سی بات ہے، اگر حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات نہ ہوئی ہوتی، تو مرزا جی نبی کیسے بنتے، جس طرح بادشاہ ایدورڈ ہفتم کا انتقال، بعد کے لوگوں کی سلطنت و ملوکیت کو ستلزم ہے۔ یوں ہی حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات مرزا جی کی نبوت کو قادیانی صاحب بولے یہ کیا۔ حضرت مولانا نے فرمایا، آپ لوگوں کا دعویٰ مرزا جی کی

حضرت مولانا نے فرمایا کہ بس آپ خود سمجھ جائیں کہ اس میں کیا راز ہے آخر مہر سکوت بر زبان کی کوئی وجہ ہے نا۔

یہ سن کر وہ لوگ مولوی عمر الدین صاحب کو کہنے لگے کہ مولانا نے ٹھیک فرمایا، اگر فتویٰ غلط ہے تو علمائے دیوبند رد کیوں نہیں کرتے، حضرت مولانا کے اس جواب میں خاص لطف ہے کہ، اگر اس کا جواب واقعہ کے مطابق یہ دیتے ہیں، کہ کسی نے اس کا رد نہیں کیا، تو الزام ظاہر ہے، کہ آخر کوئی وجہ ہی تو ہے۔ جس کی وجہ سے خاموشی ہے اور اگر بات بالارکھنے کو خلاف واقعہ کہتے ہیں، کہ ہاں اس کا کسی نے رد کیا ہے یا اس کا رد ہو چکا ہے، تو جھگڑا ختم۔ اعلیٰ حضرت نے فتویٰ دیا ادھر سے اس کا رد ہو گیا ہے۔ عوض معوض گلہ نادر پھر شکوہ کیا معنی اور شکایت کیسی۔

شملہ بھی تو عجیب جگہ ہے۔ وہاں ہر طبقے کے لوگ ہر خیال کے انسان ہیں جیسے دینی اعتبار سے مختلف حیثیت کے اشخاص ہیں۔ یوں ہی دینی حیثیت سے بھی ہر مسلک کے لوگ ہیں۔ آپ کے یہاں اہلسنت و جماعت کے علاوہ جس طرح غیر مقلدین وغیرہ آتے جاتے تھے۔ اسی طرح بعض شیعہ صاحبان بھی آیا کرتے تھے اور کبھی کبھی مذہبی باتیں بھی ہوا کرتی تھیں۔ حضرات اہلسنت رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ آپ کی محبت اور شفقت اور مولائے کائنات کی تعریف و مدحت آپ کی زبان سے بکرات و مرآت سن کر ایک دن جرأت کر کے بولے، جناب مولانا آپ کسی اور مسئلے میں ہمارے ساتھ ہوں یا نہ ہوں۔ مگر باغ فدک کے مسئلے میں تو غالباً آپ ہم لوگوں کے ہم خیال ہوں گے۔ ابو بکر صاحب سے اس بارے میں غلطی ہوئی۔ حضرت مولانا نے فرمایا کہ واقعی حضرت صدیق اکبر سے اس بارے میں غلطی ہوئی اور اسی غلطی کا نتیجہ ہے کہ آج تک شیعہ اور سنی میں اس بارے میں اختلاف چلتا آ رہا ہے

ہوئے اور پوچھا کہ یہ کیا حرکت ہے؟ وہ بولے یہ ہمارا مذہب ہے۔ یہاں
 کر مولانا دعا کے لئے قبلہ رو ہو گئے اور دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے لگے

یا الہی رحم فرما مصطفیٰ کے واسطے

یا رسول اللہ کرم کیجئے خدا کے واسطے

مشکلین حل کر شہ مشکل کشا کے واسطے

کر بلائیں رد شہید کر بلا کے واسطے

بے چارے، یا رسول اللہ، شہ مشکل کشا سن کر سخت مشکل میں

پھنسے، شہید کر بلا سن کر بہت ہی کرب و بلا میں مبتلا ہوئے دعا کے بعد

دریافت کیا، کہ مولانا یہ کیسی دعا؟ حضرت نے فرمایا، اپنا مذہب ہے

بھائی۔ تمہارا مذہب نماز میں بھی تمہارا پیچھا نہیں چھوڑتا، ہر وقت تم پر سوار ہوتا

ہے۔ ہمارا مذہب اگر نماز کے بعد ہمارے پاس آیا، تو آپ کیوں پریشان

ہوتے ہیں۔ آخر تمام نمازیوں نے ان کو بہت ملامت کی، کہ تم اپنی حرکت

سے جماعت توڑنی چاہتے ہو، مسلمانوں میں پھوٹ ڈالتے ہو یہ کون سا

دعا ہے؟

نبوت کا ہے۔ اس کو ثابت کرنا چاہیے، نہ کہ وفات مسیح علیہ السلام کے

پیچھے پڑنا۔ اگر بالفرض تسلیم بھی کر لیں، کہ حضرت مسیح کی وفات ہو گئی

تو اس سے مرزا جی کی نبوت کیسے ثابت ہوگی؟ کیا اس بات کے ثابت

ہونے سے ایڈورڈ ہفتم کا انتقال ہو گیا۔ آپ ہندوستان کے بادشاہ ہو

جائیں گے، اس کو سن کر بولے اچھا، پھر کسی وقت حاضر ہوں گے۔

جس زمانے میں آپ کا قیام ہسرام میں تھا۔ آپ نے دیکھا

کہ خانقاہ کی مسجد بھی عام مساجد کی طرح ہو رہی ہے۔ حضرت نے

عام لوگوں کو اپنے سوا عظیم حسنہ سے مدرسہ کے طلبہ پر زور دے کر مسجد کو

آباد کیا اور پانچوں وقت کی نماز اور بڑی جماعت سے ادا ہونی لگی۔

جناب سجادہ نشین صاحب کی برداری کے بعض صاحبان قصبہ رجعت

(ضلع گیا) اہل حدیث ہو گئے ہیں۔ کسی زمانے میں بعض اختلافی

مسائل مثلاً آمین بالجبر پر ہنگامہ کھڑا ہوا تھا۔ اس لئے عرصہ سے وہ

لوگ مسجد میں نہیں آیا کرتے۔ جب ہسرام پہنچتے ہیں گھر ہی پر نماز پڑھ

لا کر تہجد پڑھتے ہیں۔ یہ بات ان لوگوں کی جھڑپوں کی اور وہ

لوگ بھی شریک ہونے لگے۔ جماعت اور بڑی ہونے لگی، مگر مثل

مشہور ہے کہ منہ لگی کب چھوٹی ہے۔ ایک دن ایک صاحب نے باواز

بلند آمین ڈانٹ ہی دیا۔ حضرت مولانا سلام کے بعد ان کی طرف متوجہ

اسی زمانے میں آپ اپنے وطن میجر رسول پور تشریف لے

جا رہے تھے، کہ کسی ضرورت سے بہار شریف اسٹیشن پر اترنا ہوا،

وہاں ایک صاحب سے ملاقات ہوئی، ادھر ادھر کی باتوں کے بعد

جب انہیں معلوم ہوا، کہ آپ بریلی شریف کے متوسلین سے ہیں،

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام احمد رضا کی نظر میں عظیم آبادی کی حیات اور علمی خدمات

۱۶ اس لئے کہ میں ان کا شاگرد ہوں اور ۱۶ اس وجہ سے کہ میں مرید ہوں۔ بولے، وہ تو سب لوگوں کو کافر کہتے ہیں۔ حضرت مولانا نے فرمایا، آپ کے کفر کا فتویٰ آگیا یا ابھی تک نہیں پہنچا ہے، بولے واہ، مجھے کیوں کافر کہنے لگے۔ مولانا نے فرمایا جزاک اللہ، معلوم ہو، اکہ وہ بغیر کیوں یعنی علت کے کافر نہیں کہتے، ورنہ سب میں تو آپ بھی داخل ہیں، بولے کہ ہم کیا انہوں نے تو ہمارے بڑوں کو کافر کہا ہے۔ فرمایا کہ آپ نے اپنے بڑوں کے اقوال بھی دیکھے یا نہیں بولے نہیں، فرمایا، آپ ان کو دیکھئے اور انصاف کیجئے، کہ کیا کوئی آپ کو کہے تو آپ برداشت کر سکتے ہیں، ہرگز نہیں، بلکہ یقین ہے، کہ اگر آپ لڑنے مرنے کو تیار ہو جائیں گے۔ اس کے بعد مولانا نے حفظ الایمان کی عبارت پڑھی۔ سب لوگ حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے اور کہا معاذ اللہ یہ تو سرور کائنات کی کھلی ہوئی توہین ہے۔

اسی زمانے میں جہان آباد ضلع گیا کے ایک مختار صاحب سہرام پنچے، نان کو آپریشن کا اس زمانے میں بہت زور تھا۔ جو شخص اس کے خلاف بولتا، طرح طرح سے بدنام کیا جاتا اور لوگ اس کو ہر طرف ہدف علامت بناتے۔ ہر جگہ یہی جہ چا تھا، ہر زبان پر یہی تذکرہ۔ بریلی شریف سے اس ہندو مسلم اتحاد کے خلاف اور ان لوگوں کے خلاف شرعی کاموں کے متعلق کئی اشتہار نکل چکے تھے۔ حضرت مولانا اپنے عزیز، جناب ڈاکٹر حبیب الرحمن صاحب ساکن ہارکی (ضلع گیا) کی ملاقات کو پنچے دیکھا کہ وہ موجود نہیں ہیں۔ مختار صاحب سے ہی بات چیت کرنے لگے۔ مختار صاحب ذرا زیادہ جوشیلے تھے، کانگریس کے مخالفوں سے بہت ہی کبیدہ رہتے۔ کہنے لگے مسلمانوں میں ایک بریلوی جھٹی ہے کہ کانگریس کے خلاف میں سخت تحریریں لکھا کرتا ہے۔ ایک مہاتما جی کو دیکھئے کہ کس قدر نرم اور خلیق ہیں کہ مخالفین کو بھی برا نہیں کہتے۔

آدمی بہت کھڑے تھے، بولے میں نے سنا ہے، کہ خاں صاحب قبر پرستی کی بدعت میں مبتلا ہیں۔ مولانا نے فرمایا، کہ قبر پرستی کی بدعت میں تو کوئی مبتلا ہو ہی نہیں سکتا، انہوں نے کہا، میں نے سنا ہے، فرمایا مجال بات سن کر تصدیق کرنا کیا معنی، بولے مجال کیوں ہے، فرمایا جو شخص قبر کو پوجے مشرک ہے۔ اسے بدعتی نہیں کہتے اور اگر صرف بدعتی ہیں، تو غیر خدا کو نہ پوجتے ہوں گے۔ اس پر وہ بہت خفیف ہوئے اور بولے کہ شیخ سدو کا بکرا شیخ مدار کا مرغا جائز جانتے ہیں، فرمایا، زید کی گائے بکری بکری خالد کی مرغی جائز ہے اور شیخ سدو کا بکرا شیخ مدار کا مرغا ناجائز ہے۔ سب لوگوں کی گائیں، بکریاں، مرغی، مرغیاں سب ناجائز ہیں۔ بولے یہ اضافت تو ہے، اس کے علاوہ ملک ہی میں اضافت منحصر نہیں بولے وہاں ماہل بہ لغیر اللہ ہے، فرمایا غیر خدا کا نام لگ جانا مطلقاً باعث حرمت ہے تو زید، عمر خالد کیا عین خدا ہیں، کہ ان کی گائیں، بکریاں، مرغی نام لگنے پر بھی جائز رہیں گے اور شیخ سدو اور شاہ مدار کا نام لگنے سے حرام اور اگر غیر خدا کے نام پر ذبح کرنا حرام ہے، تو اس میں شیخ سدو اور شاہ مدار کی خصوصیات نہیں، آپ کے ہی نام پر اگر کوئی شخص جانور ذبح کرے، تو قطعاً حرام ہوگا۔

آپ موضع استھانوان میں اپنے عزیزوں کے پاس قیام فرما تھے وہاں کے رئیس جناب حافظ شرف الدین صاحب کے یہاں ایک مولوی صاحب آئے ہوئے تھے۔ آپ حافظ صاحب کی ملاقات کو تشریف لے گئے، تو انہوں نے مولوی صاحب سے آپ کا تعارف کرایا اور فرمایا کہ آپ میرے عزیز ہیں۔ اس پر مولوی صاحب بہت تپاک سے ملے۔ باتوں بات میں جب معلوم ہوا کہ آپ فاضل بریلوی کے شاگرد ہیں، تو پوچھا کہ کیا آپ ان کے صرف شاگرد ہی ہیں یا عقیدے میں بھی ان کے موافق ہیں؟ حضرت مولانا نے فرمایا کہ کل موافقت ۱۶ میں ۱۶ رکھی جاتی ہے اور میں اعلیٰ حضرت کا موافق ۳۲ آنہ ہوں،

عالم کا شکر یہ ادا کرتا ہوں۔ مگر کل میں نے اسی لئے ظاہر نہ کیا کہ آپ
لا علمی میں کیا کچھ کہہ گئے ہیں۔ جب آپ کو معلوم ہو گا کہ میں اعلیٰ
حضرت کا شاگرد ہوں، تو آپ کو ایک قسم کی ندامت ہوگی اور میں
نہیں چاہتا کہ اپنے ملنے والوں کو نادم کروں، اسی لئے میں برابر نال
گیا۔ اس کے بعد مختار صاحب قریب دو ہفتہ ٹھہرے۔ روزانہ خوب
خوب باتیں رہتی تھیں۔ اسی اثناء میں انہوں نے اعلیٰ حضرت کی کل
کتابیں مطالعہ کیں اور اعلیٰ حضرت کے معتقد اور مداح ہو گئے۔

اسی زمانے میں جب کہ ملک میں نان کو آپریشن (حکومت
سے عدم تعاون) کا بہت زور تھا۔ ایک صاحب جو ہر وقت خلافت
اور کانگریس کا راگ الاپتے رہتے تھے اور ہمیشہ ہوم رول (سلف
گورنمنٹ) کا وظیفہ پڑھا کرتے تھے۔ مولانا کے پاس تشریف
لائے اور فرمایا کہ مولانا آپ نان آپریشن میں حصہ کیوں نہیں لیتے۔
فرمایا اگر ہندوستان کا ایک آدمی بھی اس میں حصہ لے تو میں لیتا
ہوں ورنہ جب کوئی اس میں حصہ نہیں لیتا، تو مجھے کیا پڑی ہے، کہ
میں ہی ٹکوں بنوں۔ بولے واہ نان کو آپریشن کا تو بہت زور و شور ہے اور

سب سے بڑے، عزت و وقار میں اونچے، ایک زبردست عالم و فاضل کو
محض سیاسی اختلاف کی وجہ سے اس قدر سخت دست کہہ رہے ہیں
۔ اسی لئے میں نے اندازہ کیا ہے، کہ آپ بھی انہی بریلوی صاحب
کے رنگ میں سخت ہیں، اس جواب کو سن کر کچھ سمجھے اور بولے، کہ
جناب نے کہاں تعلیم پائی ہے، مولانا نے ادھر ادھر کی باتیں کیں۔ مگر
اس کا جواب نہیں دیا، مگر تھوڑی دیر بعد پھر انہوں نے پوچھا، پھر مولانا
نال گئے، اسی طرح انہوں نے تیسری مرتبہ دریافت کیا، جب بھی
آپ نے جواب نہیں دیا اور آپ دوسری باتیں کرتے رہے۔

پھر ڈاکٹر صاحب سے ملاقات کر کے واپس آ گئے مولانا کے
تشریف لے آنے کے بعد مختار صاحب نے ڈاکٹر صاحب سے
مولانا کی تعریف پوچھی، ڈاکٹر صاحب نے فرمایا یہ ہمارے رشتہ دار
ہیں۔ جناب مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے شاگرد رشید
اور مرید ہیں، یہاں خانقاہ میں مدرس اول ہیں۔ یہ سن کر مختار
صاحب دل ہی دل میں بہت پشیمان ہوئے اور مولانا کی متانت
سے متعجب ہوئے اور سمجھا کہ اب مولانا نہیں آئیں گے، مگر اس سے
زیادہ تعجب اس وقت ہوا جب دیکھا کہ مولانا دوسرے روز پھر آئے

حالا نكه اسى مى ملك كى تباى و بربادى هه اور جو تعلقات بىچاره غرباء كه هى۔ اس كو پاس كر كه ايك هنگامه مچاتے هى۔ اسى زمانه مى ايك بڑه جو شيله سىاسى كاركن صاحب آئے اور اپنے كارنايه گمانه لگه كه مى قوم كه لئے يه كر رها هوں، وه كر رها هوں، جلے كيا كرتا هوں، چنده كيا كرتا هوں۔ مولانا

رہے هى۔ اخبار كه تعلقات گورنمنٹ كه ساتھ ملازمت سه بهت بڑه كر هوتے هى۔ ايسه تعلق والے نان كو آپريٲيو كيسه هوءے، بولے اس كه بغير تو كام هى نهى چل سكتا۔ فرمايا هر شخص اپنے تعلقات مى هى عذر ركهتا هه۔ آج لاکهوں كيا كر وڑوں انسان ايسه هى، جنهوں نه نه كوئى اخبار نكالا اور نه كوئى اخبار پڑهائنه كسھى تار ديا، نه ريل پر چڑھے، كيا

پر كچه توجه نهى كرتے۔ مولانا نه فرمايا كيا؟ بولے يه كيا واہيات بات هه، كه لوگ كهانا آگه ركه كر فاتحه كرتے هى۔ حضرت مولانا نه فرمايا كه آپ كس كى بات كه مخالف هى، ايصال ثواب كه يا نياز كى چيزى آگه ركه كر فاتحه پڑهنه كه؟ بولے كه مى كهانا آگه ركه كر فاتحه كا مخالف هوں۔ فرمايا مشهور جہتيس چھ هى۔ كهانا آگه ركه كر فاتحه كه مخالف هى، تو كيا جناب كه نزديك كهانا بچھے ركه كر فاتحه دينا چاهئے، يادائى يابائى ياسر پر ياباؤں كه نيچے، بقيه پاؤچ جہتيس يهى هى۔ آپ كس طرف فاتحه كى چيزى ركهنه كو فرماتے هى۔ اس لئے كه كهانا پر فاتحه پڑهنه كه تو آپ مخالف نهى۔ بولے آخر آگه ركهنه كى كوئى وجھ؟ فرمايا كه وجھ تو ظاھر هه كه كهانا كهانه كى چيز هه اور كهانه كى چيزى آگه هى ركهى جاتى هى۔

فرمايا، وهى حق جو آپ كو حاصل هه مى اسى مى ملك و قوم كا نفع ديكھتا هوں اور جو شخص سمجھنا چاهه اس كو سمجھانه كو تيار هوں۔ ميرى گذارش يه هه، كه اگر نان كو آپريشن كه معنى بعض تعلقات كو قطع كرنا هه، تو هندوستان كا هر شخص نان كو آپريٲيو هه۔ اس لئے كه كوئى بهى ايسا نهى، كه جتنه تعلقات هوسكتے هى سبهى گورنمنٹ كه ساتھ ركهتا هو اور اگر اس كه معنى تمام تعلقات كا قطع كرنا هه، تو كوئى شخص نان كو آپريٲيو نهى۔ اس لئے كه هندوستان مى ره كر هر قسم كه تعلقات كا گورنمنٹ سه ترك كر دينا ناممكن هه۔ رها بعض مخصوص تعلقات كا ترك كرنا، اس مى هر شخص كو اختيار هه، كه جن جن چيزوں كا وه چاهه اپنے لئے تعين كره، يه ان لوگوں كى خالص عيارى هه، كه جو جو تعلقات اپنے هى اس كو تو رهنه ديتے هى،

اسی زمانے میں ایک صاحب تشریف لائے اور قبر پر چادر چڑھانے کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے بولے۔ لوگ قبر پر چادر کیوں چڑھاتے ہیں؟ کیا قبروں کو جاڑا معلوم ہوتا ہے؟ مولانا نے فرمایا کہ جاڑا کیا معلوم ہوتا ہوگا۔ ایسا ہوتا، تو صرف موسم سرما میں چادر چڑھائی جاتی۔ علم جمادات کے ماہرین نے تو تحقیق کی ہے کہ جمادات میں صرف خانہ کعبہ کو گرمی میں بھی سردی معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے ہر موسم میں اس پر غلاف چڑھا رہتا ہے۔ بولے وہاں تو احترام کے لئے ہے۔ مولانا نے فرمایا، کہ اگر یہ وجہ معقول ہو سکتی ہے، تو یہ وجہ یہاں بھی نکل سکتی ہے۔ اس لئے کہ مسلمانوں کا احترام خصوصاً اولیاء اللہ کا تو زندگی میں اور بعد وصال ہر وقت ہے۔ بولے یہ، تو خانہ کعبہ کی برابری ہوئی۔ فرمایا اس میں برابری کی کیا بات ہے۔ لوگ تلوار کی کاٹھی پر بھی غلاف چڑھاتے ہیں۔ بسکوں، صندوقوں، عطر دانوں، قلمدانوں پر غلاف چڑھاتے ہیں۔ یہ لوگ قرآن شریف اور وظیفے کی کتابوں پر بھی غلاف چڑھاتے ہیں، تو کیا ان سب چیزوں کو جاڑا معلوم ہوتا ہے؟ کیا یہ سب چیزیں خانہ کعبہ کے برابر ہیں؟

سے باہر ہو گئے اور تعریض کے بدلے صاف تصریح پر آ گئے۔ بولے، معاف فرمائیے گا۔ یہ تو ظاہر ہے، کہ جس قدر علمائے بریلوی اور بدایوں نے کافر بنایا ہے، کسی نے بھی نہیں بنایا ہوگا۔

مولانا نے فرمایا: مہربان علمائے بریلی و بدایوں کافر بنانے میں البتہ کافر بتاتے ہیں، جو کافر ہوتا ہے۔ اس کو بتایا ضرور کرتے ہیں۔ اگر بالفرض یہی صحیح کہ کافر بتاتے ہیں، تو انصاف شرط ہے۔ بیڑا برس تک آپ لوگ ہمیں مشرک بتاتے رہے۔ نمازی مسلمان، بیڑا نماز باجماعت کا پابند، مسجد سے نماز پڑھ کر باہر آیا، ہاتھ میں تسبیح ہے قل ہو اللہ کا ختم کر رہا ہے، کہ زبان سے نکلا یا علی، بے دھڑک کہ دیا شرک۔ اتنا بھی خیال نہ کیا کہ علی اللہ کا نام بھی تو ہے۔ یا رسول اللہ نبی اللہ کسی نے کہا فوراً مشرک بنا دیا۔

ایک اہل حدیث صاحب جناب مولانا کی خدمت میں بہت آتے جاتے تھے۔ متفقہ مسائل میں کبھی گفتگو بھی کر لیا کرتے تھے مگر اپنے مسائل نہیں چھیڑتے تھے۔ ایک دن ان سے رہانہ پلہ آخر بول ہی اٹھے کہ مسلمانوں کی تباہی و بربادی آج کل جو ہو رہی ہے۔ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ توحید کی دولت جاتی رہی، شرک ان میں بہت پھیل گیا ہے۔ حضرت مولانا نے فرمایا: واقعی آج کل شرک بہت پھیل گیا ہے۔ اس پر مسرت کے لہجے میں پوچھا: کس طرح؟ (خیال میں ہوگا کہ ضرور انھیں باتوں کو گنائیں گے، جن کو ہم لوگ شرک کہا کرتے ہیں) مولانا نے فرمایا: اس طرح کے پہلے شرک کہ صرف ایک صورت تھی کہ خداوند عالم کے اوصاف میں کسی کو شریک کرنا اور اس کی صفاتیں دوسرے میں ماننا، اب شرک کی ایک اور صورت یاروں نے نکالی ہے، کہ بندوں کی صفت میں خدا کو شریک کرنا۔ بیڑا جو باتیں کہ بندوں ہی کے لئے مخصوص ہیں۔ خدا کے لئے ممکن تو نہیں، اسے بھی خواہ مخواہ شرک قرار دیا جاتا ہے۔ تو یقینی شرک کرنے

پنشنہ میں انجمن محمدیہ کا جلسہ تھا۔ یہ انجمن آریہ کے خلاف تبلیغ اسلام و رد آریہ کے لئے قائم کی گئی ہے۔ اسلام کے ہر فرقے کے لوگ اس میں اسی غرض سے شریک ہوتے ہیں۔ آپس کے اختلافی مسائل کا اس میں کوئی تذکرہ نہیں ہوتا۔ اصول انجمن کا تو یہ ہے، مگر بعض لوگ اپنی فطرت سے مجبور ہوتے ہیں۔ بغیر چھیڑ چھاڑ ان کو لطف نہیں آتا۔ ایک صاحب نے جناب مولانا کو دیکھ کر بطور تعریض کہا: آج کل تو کفر نکلے نکلے ہو گیا ہے۔ مولانا نے ان کی تائید کی اور فرمایا: بلکہ اس سے بھی سستا۔ کافر ہونے پر اگر کوئی نکلے بھی دے، تو ایک بات ہے۔ یہاں تو یہ حالت ہے کہ کوئی نکلے بھی نہیں دیتا ہے، مگر پھر بھی یار لوگ کافر ہو رہے ہیں۔ اس بھر پور جواب کو سن کر وہ آپے

جهان ملك العلماء

حضور ملك العلماء امام العصر سيد محمد ظفر الدين عظيم آبادی اللہ کی حیات اور علمی خدمات

حاضر ہوا کرتے اور ان کے فیوض سے مستفید ہوتے تھے اور ایک طرح سے اپنے کو مرید و حلقہ بگوش سمجھا کرتے۔ مگر روز بروز جذبہ شوق اور تیز ہوتا گیا اور دل کی تمنا یہ ہوتی، کہ باقاعدہ بیعت کا شرف حاصل کریں اسی کا اثر یہ ہوا، کہ آپ نے یکم محرم الحرام ۱۳۲۲ھ کو اپنے آپ کو حلقہ بگوشان اعلیٰ حضرت میں شامل کیا اور رسالہ مبارکہ کشف القلوب مصنفہ حضرت خاتم الاولیا سلالہ، خاندان برکاتیہ تاجدار مارہرہ مطہرہ اعلیٰ حضرت جناب مولانا سید شاہ ابوالحسین احمد نوری قدسنا اللہ سرہ اور رسالہ غوارف المعارف و رسالہ قشیریہ و رسالہ اعراف لمعرفۃ التصوف مصنفہ حضرت ابراہیم کلاباذی بخاری اعلیٰ حضرت سے پڑھنا شروع کیا اور حسب تعلیم وظائف و اعمال قادریہ برکاتیہ میں مشغول ہوئے۔

جب ان چیزوں کو بقدر ضرورت حاصل کر لیا، تو اعلیٰ حضرت نے ۱۳۲۵ھ میں بزمانہ عرس سراپا قدس اعلیٰ حضرت عظیم البرکۃ سیدنا

والے افراد زیادہ ہو جائیں گے اور شرک پھیل جائے گا۔

مولوی شاہ محمد نعیم صاحب منیر شریف کے رہنے والے بائگی پور کالجیٹ اسکول میں ہیڈ مولوی ہیں۔ منیر شریف سے ان کے پاس خربوزے آئے ہوئے تھے۔ چند احباب ان کے یہاں پہنچے، انہوں نے کہا منیر شریف سے خربوزے آئے ہوئے ہیں، کہیے تو منگوائیں۔ ایک صاحب بادۂ توحید سے سرمست تھے، بولے میں تو نہیں کھاؤں گا۔ اس نسبت کی وجہ سے آپ لوگوں کے دلوں میں اس کی عزت و قدر معلوم ہوتی ہے، اسے میں ناجائز سمجھتا ہوں۔ وہاں جو لوگ موجود تھے، ان میں اس مسئلہ پر خوب بحث رہی۔ خیر یہ بات ختم ہو گئی۔

مجمع اسی طرح جما ہوا تھا کہ حضرت مولانا بھی تشریف لے آئے۔ مولوی شاہ محمد نعیم صاحب آپ کی حاضر جوابی اور مدلل گفتگو کے بہت قائل تھے، اس لئے ان سے پوچھا کہ کیا کسی چیز میں کسی جگہ کے انتساب سے اس کی عزت و قدر بڑھ جاتی ہے۔ مولانا نے

میں پچیس طالبان حق کو داخل سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ کیا اور پھر برابر اس سلسلے کو جاری رکھا۔ جب وہاں سے واپس تشریف لانے لگے، تو ان لوگوں کا اصرار ہوا کہ کم از کم سال میں ایک مرتبہ تو ضرور تشریف لایا کیجئے

جی بیعت اور مدرسہ امداد سوم پورے مدرسے کے اساتذہ و شاگردوں کی عزت و تکریم کے لئے ہی اعلیٰ حضرت کی عزت و مرتبت ان کے دل میں بیٹھ چکی تھی، اسی لیے مدرسہ اشاعت العلوم میں پڑھنے کے زمانے میں بھی برابر آپ اعلیٰ حضرت کی خدمت میں

باجماعت نوری مسجد میں ادا کرتے ہیں، پھر بقیہ اسباق میں مشغول ہوتے ہیں۔ شام کو جب ۴ بجے مدرسہ بند ہوتا ہے عصر کی نماز نوری مسجد ہی میں باجماعت پڑھ کر گھر واپس جاتے ہیں۔ ہلکا سا تاشتر کر کے احباب سے ملنے باہر چلے جاتے ہیں یا اگر کوئی صاحب ملے آگئے تو ان سے ملاقات کرتے ہیں۔ مغرب کی نماز مسجد میں باجماعت ادا کر کے صلاۃ الاوابین پڑھ کر مکان واپس آتے ہیں۔

بعد مغرب پھر مختار الدین سلمہ، کو تفسیر و حدیث پڑھاتے ہیں۔ ان دو سبقوں کے علاوہ مولانا نے فارسی اور انگریزی کے اسباق مختار الدین کے اپنے شاگردوں کے متعلق کر دیا ہے۔ عشاء کی نماز باجماعت پڑھ کر اور اد خاندانی میں مشغول رہا کرتے ہیں۔ ۱۰ اور ۱۱ کے درمیان سونے کا تہیہ کرتے ہیں اور اس وقت جو دعائیں احادیث میں وارد ہوئی ہیں پڑھ کر ذکر خفی کرتے ہوئے سو جاتے ہیں۔ جب آنکھ ایسے وقت کھلتی ہے کہ تہجد پڑھنے کے بعد جاگتے رہیں اور فجر کی نماز ماجامعہ

کہ ہم لوگوں کو رشد و ارشاد اور تعلیم و تربیت کا موقع ملے۔ آپ نے ان لوگوں کی تعلیم و تربیت جناب مولانا نورا احمد صاحب کے ذمہ کر کے عذر کیا، کہ تعلیم و درس کے فرائض میرے ذمہ ایسے ہیں، کہ ان کو چھوڑ کر مرید آباد بسانے اور اس میں گھومنے کی فرصت نہیں پاتا۔

اس کے بعد بریلی شریف میں کئی صاحبوں کو بہ نیابت اعلیٰ حضرت داخل سلسلہ عالیہ کیا، پھر جب ۱۳۴۳ھ میں بوگرا مناظرہ کے لئے تشریف لے گئے تو پندرہ اشخاص کو داخل سلسلہ رضویہ کیا۔ اگرچہ اب بھی برابر احباب و مخلصین کا اصرار یہی رہتا ہے، کہ اعلیٰ حضرت کے فیوض و برکات باطنی کو بھی لوگوں کو پہنچانا ضروری ہے اور بیعت و ارشاد کے طریقے کو جاری کرنا چاہئے۔ مگر آپ نے زمانے کے حالات کو دیکھ کر کہ لوگوں نے منجملہ ذرائع معیشت و آمدنی ایک ذریعہ پیری و مریدی کو بھی قرار دے رکھا ہے، ایسی حالت میں آپ کو اس سے احتراز و احتیاط ہی بہتر معلوم ہوا۔

حیات ملک العلماء

از قلم: شہزادہ ملک العلماء ڈاکٹر مختار الدین احمد آرزو صاحب، سابق صدر شعبہ عربی مسلم علی گڑھ یونیورسٹی، علی گڑھ

پروفیسر ڈاکٹر مختار الدین احمد کا یہ مقالہ کوئی نیا نہیں ہے۔ وہی ہے، جو انہوں نے ۱۹۹۲ء میں لکھا تھا اور صحیح بہاری، جو حیدرآباد سندھ سے چھپ رہی تھی، اس پر بطور مقدمہ تحریر کیا تھا۔ اولاً تو یہ مقالہ کتاب مذکور کے ساتھ ہی شائع ہوا تھا۔ مگر اس کی اہمیت و افادیت کے پیش نظر لاہور، پھر ممبئی سے کتابی شکل میں چھاپا گیا۔ یہ مقالہ مختصر ضرور ہے، مگر جامعیت میں اپنی نظیر آپ ہے اور بہت حد تک حضرت ملک العلماء کا جامع کامل تعارف ہے۔ ڈاکٹر موصوف کے شکر یہ کے ساتھ ہم یہاں شریک اشاعت کر رہے ہیں۔ گویا یہ اس مقالہ کی چوتھی اشاعت ہے۔ غلام جابر شمس مصباحی

حیات:

شریعت کے سخت پابند، طریقت کی راہ کے مجاہد، اور حب رسول میں سرشار۔ ان کی زندگی کا نظام الاوقات سخت منضبط تھا۔ انہوں نے اپنے اوقات اس طرح تقسیم کر رکھے تھے کہ گونا گوں مشغولیات کے باوجود ان کا خاصا وقت و وظائف و اور ادا اور یاد الہی کے لئے مخصوص تھا۔ ان کے اساتذہ میں اگر ایک طرف حضرت مولانا وحی احمد محدث سورتی اور حضرت مولانا احمد حسن کانپوری رحمہما اللہ تعالیٰ تھے تو دوسری طرف لطف اللہ علیگرھی اور حضرت مولانا شاہ ارشاد حسین فاروقی کے تلامذہ خاص، مولانا سید بشیر احمد علیگرھی اور مولانا حامد حسن رامپوری کے اسمائے گرامی بھی نظر آتے ہیں۔ لیکن جس ذات گرامی سے انہوں نے سب سے زیادہ علمی فیوض حاصل کئے وہ علیحضرت مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ جن کی صحبت بابرکت میں وہ برسہا برس رہے اور جن سے یہ عزیزوں کی طرح ملتے رہے اور وہ خاندان کے بزرگوں کی طرح

ملک العلماء فاضل بہار حضرت مولانا شاہ محمد ظفر الدین قادری رضوی ہندوستان کے ان عالموں اور مصنفوں میں تھے جن کی علمی شہرت دور دور تک پھیلی اور جن کی تصانیف سے ہندوستان اور پاکستان کے رہنے والے بڑی تعداد میں مستفید ہوئے۔ وہ ٹھوس علمی صلاحیت رکھنے والے کامیاب اور شفیق استاد، علمی تقریر کرنے والے شگفتہ بیان مقرر، دل نشیں باتیں کرنے والے مؤثر واعظ، اپنے منطقی و علمی استدلال سے فریق کو لا جواب کر دینے والے مناظر، اور پچاسوں کتابوں کے نامور مصنف تھے۔ جن کی تالیفات و تصنیفات کا دائرہ وسیع تھا اور بہت سے علوم و فنون پر مشتمل۔ اگر وہ کم عمری میں ذہین، طباع اور سخت جدوجہد کرنے والے طالب علم تھے تو اپنے عہد شباب و کہولت بلکہ کبر سن میں بھی جفاکش استاد اور سرگرم عمل مصنف رہے۔ وہ عالم باعمل تھے،

اور اب ہند بلکہ عام بلاد میں یہ علم، علماء، بلکہ عام مسلمین سے اظہار کیا ہے۔ فقیر نے بتوفیق قدر اس کا احیا کی اور سات صاحب چاہے، جن میں بعض نے انتقال کیا، اکثر اوس کی صعوبت سے چھوڑ کر بیٹھے۔ انہوں نے بقدر کفایت اخذ کیا اور اب میر سے یہاں کے اوقات طلوع وغروب و نصف النہار ہر روز و تاریخ کے لئے جملہ اوقات ماہ مبارک رمضان شریف کے بھی بناتے ہیں۔ فقیر آپ کے مدرسے کو اپنے نفس پر ایثار کر کے انہیں آپ کے لئے پیش کرتا ہے۔ (مکاتیب ملک العلماء قلمی)

ایک بار یہ عزیز شاگرد دستر شد جب بعض خاندانی معاملات اور دنیوی مصائب میں گرفتار تھے، اپنے استاد اور پیر و مرشد سے اپنی پریشانیوں کا اظہار کرتے ہیں تو وہ ان الفاظ میں تسلی دیتے ہیں۔۔۔۔۔ ”آپ کا خط دربارہ پریشانی دنیا آیا تھا۔ اوس خط کے جواب میں یہ چاہا تھا، کہ آیات و احادیث دربارہ ذم دنیا و مع التفات بہ تمول اہل دنیا لکھ کر بھیجوں، مگر وہ سب بفضلہ تعالیٰ آپ کے پیش نظر ہیں، فلاں کو دست غیب ہے، فلاں کو حیدر آباد میں رسوخ ہے، یہ تو دیکھا مگر یہ نہ دیکھا، کہ آپ کے پاس بعونہ تعالیٰ علم نافع ہے، ثبات علی السنتہ ہے، اون کے پاس علم نہیں، یا علم منصر ہے۔ اب کون زائد ہے؟ کس پر نعمت حق بیشتر ہے، بشرط ایمان وعدہ علو و غلبہ باعتبار دین ہے نہ یہ کہ دنیوی امور میں مومنین کو تفوق رہے۔ دنیا جن مومن ہے، جن میں جتنا آرام مل رہا ہے، کیا محض فضل نہیں۔ دنیا فاحشہ ہے، اپنے طالب سے بھاگتی اور ہار بکے پیچھے دوڑتی ہے۔ دنیا میں مومن کا قوت کفاف بس ہے۔“ (مکاتیب ملک العلماء قلمی)

شفیق استاد و مرشد اسی پر بس نہیں کرتا، وہ کچھ رقم بھی اخراجات کے لئے بھیجتے ہوئے لکھتا ہے۔۔۔

شفقت فرماتے رہے۔ ان دونوں کے گہرے تعلقات اور قلبی روابط کا اندازہ کچھ ان مکاتیب و مفاوضات سے ہو سکتا ہے جو شفیق استاد نے اپنے لائق شاگرد کو لکھے ہیں اور جن میں وہ انہیں کبھی ولسدی الاعسز (میرے عزیز ترین بیٹے) لکھ کر مخاطب کرتے ہیں، کبھی انہیں ”حبیبی و ولدی و قرۃ عینی“ کبھی ”ولدی و قرۃ عینی“ برادر دینی و یقینی“ کبھی ”ولدی اعزک اللہ فی الدنیا والدین“ لکھتے ہیں تو بعض خطوں میں ”ولدی الاعسز حامی السنۃ ماحی الفتن“۔ ایک خط میں ”جان پدر بلکہ از جان بہتر“ لکھ کر خطاب فرماتے ہیں۔

فاضل بریلوی کے دل میں اپنے شاگرد کی کیا قدر و عزت اور کیسی محبت تھی، اس کا اندازہ ان کے اس مکتوب سے ہوتا ہے، جو انہوں نے ان کے بارے میں خلیفہ تاج الدین احمد ناظم انجمن نعمانیہ ہند لاہور کو اپنی رحلت سے بارہ سال پہلے ۱۲۸۵ھ کو تحریر کیا ہے۔۔۔

”.... مکرئی مولانا مولوی محمد ظفر الدین صاحب قادری سلمہ فقیر کے یہاں کے اعز طلباء سے ہیں۔ اور میرے بجان عزیز۔ ابتدائی کتب کے بعد یہیں تحصیل علوم کی اور اب کئی سال سے میرے مدرسے میں مدرس اور اس کے علاوہ کار افتاء میں میرے معین ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ جتنی درخواستیں آئی ہوں، سب سے یہ زائد ہیں۔ مگر اتنا ضرور کہوں گا کہ: (۱) سنی خالص مخلص نہایت صحیح العقیدہ، ہادی مہدی ہیں، (۲) عام درسیات میں بفضلہ تعالیٰ عاجز نہیں (۳) مفتی ہیں (۴) مصنف ہیں (۵) واعظ ہیں (۶) مناظرہ بعونہ تعالیٰ کر سکتے ہیں (۷) علمائے زمانہ میں علم توقیت سے تہا آگاہ ہیں۔“

امام ابن حجر مکی نے زواجر میں اس علم کو فرض کفایہ لکھا ہے

برکات وافرہ عطا فرمائے، اور اور آپ کو دین سے اور دین کو آپ سے نصرت و پناہ دے۔ آمین آمین بجاء الکریم المعین علیہ و علی الہ و أصحابہ الصلاة و التسليم.

یہ تو نثر ہوئی اب نظم دیکھئے۔ فاضل بریلوی کا رسالہ الاستمداد (۱۳۳۳ھ) تین سو ساٹھ اردو اشعار کا قصیدہ ہے جس میں ۱۳۲ قافیے تو اصلاً مکرر نہیں، باقی میں یہ التزام ہے کہ کوئی قافیہ نو شعر سے پہلے مکرر نہ ہو۔ اس میں عنوان ”ذکر اصحاب و دعائے احباب“ کے تحت ۱۳ شعر درج ہیں جن میں اپنے مخصوص خلفاء و تلامذہ کا ذکر ہے۔ چند شعر یہ ہیں:

تیرے رضا پر تیری رضا ہو	اس سے غضب تھراتے یہ ہیں
بلکہ رضا کے شاگردوں کا	نام لئے گھبراتے یہ ہیں
حامد منی انا من حامد	حمد سے ہمد کھاتے یہ ہیں
عبد سلام سلامت جس سے	سخت آفات میں آتے یہ ہیں
میرے ظفر کو اپنی ظفر دے	اس سے شکستیں کھاتے یہ ہیں

حجیہ الاسلام مولانا حامد رضا خاں، مولانا ”عید السلام“ عبد السلام جبل پوری کے بعد ملک العلماء فاضل بہار کا ذکر انہوں نے فرمایا ہے۔ ان تین ناموں کے بعد علی الترتیب صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی، سید العلماء مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی اور پھر مولانا احمد اشرف، مولانا دیدار علی شاہ، مولانا احمد مختار، مولانا عبد العظیم صدیقی میرٹھی، مولانا عبد الاحد پبلی بھتی، مولانا رحیم

تیرے گدا ہیں تجھ پہ فدا ہیں تیرا ہی کھاتے گاتے یہ ہیں مولانا ظفر الدین قادری کے مورث اعلیٰ سید ابراہیم بن سید ابوبکر غزنوی ملقب بہدار الملک و مخاطب بملک بیا ہیں۔ (کہا جاتا ہے کہ سید ابراہیم کو ”ملک بیا“ (جو عوام میں ”ملک بیو“ ہو گیا ہے) کا خطاب بادشاہ وقت کا دیا ہوا ہے۔ اس خانوادے کے لوگ اسی زمانے سے اپنے کو سید کے بجائے ملک کہلانا پسند کرتے ہیں۔ ملکوں میں کچھ لوگ ”ابراہیمی“ لکھتے ہیں۔ والد نے ایک خط مجھے لکھا تھا: حضرت سید ملک بیا غازی کے والد ماجد غزنوی تھے اور حضرت سید ابراہیم بھی غزنی ہی سے تشریف لائے تھے، اس لئے اگر ملک حضرات ”ابراہیمی“ لکھنے کے عوض ”غزنوی“ لکھیں تو مضا لفقہ ہے)۔ (مکاتیب ملک العلماء قلمی) ان کا نسب نامہ ساتویں پشت میں حضرت محبوب سبحانی، قطب ربانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ سید ابوبکر غزنی کے رہنے والے تھے، وہ غزنی کے تین فرسنگ کے فاصلے پر بمقام بت نگر مدفون ہیں۔ سید ابراہیم، غزنی سے سلطان فیروز شاہ کے عہد (۷۵۲-۷۹۰) میں ہندوستان پہنچے اور یہاں آکر شاہی فوج میں ملازم ہو گئے۔ وہ عمر بھر جنگی سرگرمیوں میں حصہ لیتے رہے۔ اور بالآخر ۱۳۳۲ھ کو قلعہ رہتاس (شاہ آباد، بہار) کی جنگ میں شہید ہوئے۔ قصبہ بہار شریف (جہاں حضرت شیخ شرف الدین احمد تکی منیری رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۸۱۲ھ آسودہ ہیں) کی ایک بلند پہاڑی پر سید صاحب کا مقبرہ



ہے۔ جس پر قدیم عالیشان گنبد تعمیر ہے۔ یہ جگہ اب بھی زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ مقبرے کی دیواروں پر فارسی کے دو قدیم تاریخی قطعات منقوش ہیں۔ سید ابراہیم کا سلسلہ چھ واسطوں سے حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ تک اس طرح پہنچتا ہے:- سید ابو بکر غزنوی بن سید ابوالقاسم عبداللہ بن سید محمد فاروق بن سید ابوالمنصور عبدالسلام بن سید عبدالوہاب بن شیخ محی الدین عبدالقادر حسنی و حسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

مولانا کا خاندان عرصے سے ناندہ اور راجکیر کے قریب رسول پور، میجر میں آباد ہو گیا تھا۔ ان کے والد ملک عبدالرزاق، دادا ملک کرامت حسین، پردادا ملک احمد علی اور چچا دادا ملک غلام قادر سب وہیں کے قبرستان میں آسودہ ہیں۔ ملک غلام قادر کی بلند پختہ قبر ابھی حال تک موجود تھی، افسوس اس کا کتبہ باقی نہیں رہا، جس سے تاریخ و وفات معلوم ہوتی۔ آباد اجداد کی وسیع اور شاندار حویلی کی بنیادیں اور کچھ آثار ۱۹۴۷ء تک محفوظ تھے۔ ملک عبدالرزاق کے اولاد مزینہ میں صرف محمد ظفر الدین تھے، جو بعد کو ملک العلماء فاضل بہار مولانا ظفر الدین قادری رضوی کے نام سے مشہور ہوئے۔

محمد ظفر الدین، رسول پور میجر ضلع پٹنہ (اب ضلع ناندہ) صوبہ بہار میں ۱۰ محرم الحرام ۱۳۰۳ھ مطابق ۱۹ اکتوبر ۱۸۸۰ء کو صبح صادق کے وقت پیدا ہوئے۔ (ان کی کتاب یادداشت میں ایک جگہ ان کے قلم سے تاریخ ولادت ۱۴ محرم الحرام مطابق ۱۲۳ اکتوبر لکھا ہوا ملتا ہے، جو مشہور تاریخ ولادت سے ۴ دنوں کا فرق ظاہر کرتا ہے)۔ خاندان کے بعض لوگوں نے عبدالجلیم نام تجویز کیا، والد ماجد نے جو بچوں کے نام رکھنے کا ذوق اور فن تاریخ گوئی میں اچھی لیاقت رکھتے تھے، باعتبار سنہ فصلی کہ نواح عظیم آباد پٹنہ میں زیادہ تر وہی رائج تھا، تاریخی نام غلام حیدر اور مختار احمد تجویز کئے۔ دوسرے اعزاک

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدظلہ کی حیات اور علمی خدمات

خواہش تھی، کہ ہمارے رکھے ہوئے نام سے پکارے جائیں۔ آخر ان تعارضات کا قضا پر عمل ہو کر ظفر الدین نام پر اتفاق رائے ہوا۔ وہ عرصے تک اسی نام سے پکارے جاتے رہے۔ جب وہ داخل بریلوی مولانا احمد رضا خاں قدس سرہ العزیز کے شاگرد ہوئے تو انہوں نے ظفر الدین پر ظفر الدین کو ترجیح دی۔ رسالہ اقلیدس کا نثری نسخہ کتب خانہ خاص میں محفوظ ہے۔ جو شعبان ۱۳۲۲ھ کا مکتوبہ ہے۔ ان کے قلم کی ایک تحریر میں ”ظفر الدین احمد“ درج ہے۔ بعد کو ”محمد ظفر الدین“ لکھتے رہے اور اسی نام سے مشہور ہوئے۔ ان کی کنیت ابو البرکات ہے۔ جیسا کہ متعدد استفتاء کے جوابات اور ان کی مکتوبہ کتابوں میں ثبت کی ہوئی مہر سے معلوم ہوتا ہے۔ بریلی کے قیام کے دوران کی تحریروں میں کہیں کہیں عبیدالمصطفیٰ کا اضافہ بھی نظر آتا ہے۔ مولانا کے والد ماجد ملک عبدالرزاق اشرفی اپنے گاؤں میں پابندی صوم و صلوة اور ریاضت و مجاہدے میں مشغول رہنے کے سبب بہت قدر و عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ وہ حضرت شاہ چاند پتھوی کے مریدین و مستفیدین میں تھے۔ وہ اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں: (مکتوب العلماء مورخہ ۶ جون ۱۹۳۵ء ص ۱۱) سید شاہ ارشاد حسین سجادہ نشین خانقاہ سجادہ سیش گڑھ ضلع بریلی۔ ”حضرت شاہ غلام رسول، حضرت سلطان اشرف جہانگیر کے اولاد میں تھے، ان کے صاحب سجادہ شاہ چاند صاحب تھے، جو میرے والدین رحمہما اللہ کے پیر و مرشد تھے“۔ (مکاتیب ملک العلماء قلمی) وہ فارسی کے دبیر تھے، ان کا عربی خط بھی بہت اچھا تھا، ان کی اور ان بزرگوں کی کچھ تحریریں، خاندان میں اب بھی محفوظ ہیں ملک صاحب نے کبھی ملازمت نہیں کی۔ وہ اپنی باقی مندرہ مختصری جاگیر پر، جو شاہی عہد میں ان کے بزرگوں کو ملی تھی، قانع رہے اور

جهان ملك العلماء

حضرت ملك العلماء امام العصر سيد محمد ظفر الدين عظيم آبادی مدنی کی حیات اور علمی خدمات

سے ان پر بہت شفقت فرماتے تھے کبھی ایسا نہیں ہوا، کہ سبق یاد نہ کرنے کی وجہ سے اساتذہ ان سے ناخوش ہوئے ہوں۔

مدرسہ غوثیہ حنفیہ میں عربی کی کتابیں زیادہ تر مولوی محمد ابراہیم سے پڑھیں جو مصلح اعظم گڑھ کے معزز روشن خیال اور عالم باعمل تھے۔ وہ اشرف علی تھانوی کے شاگرد رشید، جامع العلوم کانپور کے فارغ التحصیل، بہت سخت حنفی اور پکے سنی تھے۔ یہ مدرسہ غوثیہ کے مدرس بھی تھے اور فاضل اوقات میں مطب بھی کرتے تھے۔ وہ فن طب میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے۔ شاید ہی کوئی شخص ایسا ہو جس کا علاج انہوں نے خاص توجہ سے کیا ہو اور رب العزت نے اسے شفانہ بخشا ہو۔

مولانا کے اس زمانہ کے رفقاء میں منشی اکرام الحق کے صاحبزادے مولوی شرف الحق بھی تھے، شرح و قایہ، مختصر المعانی، ملا حسن تک دونوں ساتھ رہے۔ ان کا انتقال صفر المظفر ۱۳۱۸ھ میں بعارضہ طاعون ہوا۔ دوسرے ہم جماعت طلباء میں حکیم ابوالحسن (میں نے حکیم صاحب کو دیکھا، پٹنہ کے قیام کے زمانے میں اکثر تشریف لاتے تھے۔ بڑے وجیہ اور خوبصورت آدمی تھے کچھ عرصہ مولوی عبدالحمید کٹھوی کیٹلا گر کتب خانہ خدابخش کے ساتھ کتب خانے سے متعلق بھی رہے تھے۔ پھر یتیم خانہ انجمن اسلام پٹنہ سٹی کے ناظم مقرر ہو گئے تھے۔ ہاتھ میں تسبیح لئے کچھ پڑھتے رہتے تھے اور باتیں بھی کرتے جاتے تھے۔ گفتگو میں ظرافت کا عنصر خاصہ ہوتا تھا، جس کی وجہ سے حالات کی ناسازگاری کے باوجود وہ ہمیشہ شگفتہ مزاج رہے۔ ایک دن کہنے لگے میں ہزار کشائش رزق کے لئے دعائیں پڑھوں، لیکن مقدر میں وہی پچیس روپے ماہانہ لکھے ہیں۔ کتب خانہ خدابخش سے پچیس روپے ملتے تھے، کسی نے کہا مطب کر لو، مطب کیا، آمدنی وہی پچیس رہی، اب یتیم خانے کا نگران ہو گیا ہوں۔ میں نے پوچھا اور تنخواہ؟ ہنس کر بولے وہی

کاشت کی زمینوں پر گزر اوقات کرتے رہے۔ قرآن ہیں کہ ان کی وفات ۱۳۱۲ھ کے کچھ بعد ہوئی ہوگی۔

والدہ ماجدہ شیخ مبارک حسین (جو موضع بین ضلع پٹنہ کے زمینداروں میں تھے) کی چھوٹی صاحبزادی تھیں جو حضرت شیخ چاند صاحب سے طریقہ قادریہ میں شرف بیعت رکھتی تھیں۔ وہ ہر سال گیارہویں شریف کا بڑا اہتمام کرتی تھیں۔ وہ ۱۱ ربیع الآخر ۱۳۱۲ھ کو داعی اجل کو لبیک کہہ کر عازم جنت الفردوس ہوئیں۔

چار سال کی عمر میں ۱۳۰۷ھ میں ان کے والد ماجد نے ان کی تعلیم شروع کرادی۔ رسم بسم اللہ حضرت شاہ چاند صاحب کے مبارک ہاتھوں انجام پائی۔ ابتدائی تعلیم والد ماجد نے دی، پھر قرآن مجید اور اردو فارسی کی کتابیں اپنے گھر پر حافظ مخدوم اشرف، مولوی کبیر الدین اور مولوی عبد اللطیف سے پڑھیں۔ ۱۳۱۲ھ میں بتقریب نکاح خواہر ماموں زاد موضع بین جانے کا اتفاق ہوا۔ بعد انجام تقریب مولوی شیخ بدر الدین اشرف، مولوی محی الدین اشرف صاحبزادگان ”رئیس دیندار والا تبار عالی جناب شیخ رمضان علی مرحوم“ نے روک لیا اور فرمایا کہ اب تمہاری تعلیم یہیں ہوگی۔ وہاں کئی سال رہ کر مدرسہ غوثیہ حنفیہ میں تفسیر جلالین، میرزا ہد وغیرہ تک کا درس انہوں نے لیا۔ ان کے وہاں کے اساتذہ میں مولوی شیخ محی الدین اشرف، (والد صاحب ان کی محنت و شفقت کے بڑے معترف تھے۔ انہوں نے اپنی یادداشت میں لکھا ہے: ”میں ان کے احسانات میں ازسرتا پانقرق ہوں“) مولوی شیخ بدر الدین اشرف کے علاوہ حضرات ذیل خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں:۔ مولوی مہدی حسن میجر وی، جناب حافظ محمد اسماعیل بہاری، جناب مولانا فخر الدین حیدر، مولوی محمد منعم، منشی اکرام الحق، مولوی معین اطہر رئیس بین۔ اساتذہ، ان کی ذہانت و شوق علمی کی وجہ

جهان ملك العلماء

حضرت ملك العلماء امام العصر سيد محمد ظفر الدين عظيم آبادي صاحب كرامت اور حيات علمي خدمات

ملك العلماء، پبلي بھيت سے واپس چلے گئے۔ فاضل بہاری کے کتب خانے میں، جیسا کہ اس کی فہرست سے معلوم ہوتا ہے، کہاں کی دس جلدیں (۱۳۱۵-۱۳۲۳) تھیں۔ کچھ مجلدات قاضی عبدالودود مرحوم کے ذخیرہ کتب میں تھے۔ جوان کے ادارہ تحقیقات اردو میں رہے اور اب کتب خانہ خدا بخش میں محفوظ ہیں۔ خوبہ رضی حیدر صاحب کی اطلاع کے مطابق تحفہ حنفیہ کے مکمل سیٹ کی عکسی نقل قائمہ اعظم اکادمی، کراچی کے کتب خانے میں محفوظ ہے۔

اس مدرسے کے ایک استاد حضرت مولانا شاہ وصی احمد محدث سورتی (متوفی ۱۳۳۴ھ) کی علمی شہرت سن کر مولانا ۲۵ جمادی الاخریٰ ۱۳۲۰ھ کو مدرسہ حنفیہ بین سے مدرسہ حنفیہ پٹنہ آگئے۔ جہاں انہوں نے مسند امام اعظم، مشکوٰۃ شریف اور ملاحال پڑھی۔ کچھ ہی دنوں کے بعد محدث صاحب نے

چھپس روپے۔ تقسیم ہند کے بعد انہوں نے سفر آخرت اختیار کیا۔ ان کے نام متعدد خطوط مکاتیب کے مجموعے میں محفوظ ہیں) خلف سید شاہ مظفر حسین، مولوی عبدالقدوس، مولانا حکیم وصی احمد، مولوی حکیم محمد رضا خاں، (والد مرحوم کے عزیزوں میں بھی تھے دبلے پتلے دھان پان خوبصورت آدمی تھے اپنے گاؤں ”بین“ کے زمینداروں میں تھے مقدمات اور دوسری ضرورتوں سے پٹنہ آتے تو ”ظفر منزل“ ضرور تشریف لاتے) مولوی عبدالماجد (برادر ماموں زاد)، مولوی محمد سعید، مولوی محمود عالم کہنوی قابل ذکر ہیں۔

اس زمانے میں عظیم آباد (پٹنہ) علم و فن کا مرکز تھا، جہاں متعدد دینی مدارس قائم تھے، جن میں مدرسہ حنفیہ واقع بخشی محلہ پٹنہ سیٹی ممتاز حیثیت رکھتا تھا، اس مدرسے کے بانی فارسی وارد کے مشہور محقق قاضی عبدالودود بی اے کینٹب، بار ایٹ (۱۸۹۶-۱۹۸۴) کے

امداد اللہ کی کے مرید اور مولانا احمد حسن کانپوری کے شاگرد تھے، کے سلسلہ تلامذہ میں داخل ہو کر درس لینا شروع کیا۔ مدرسہ امداد العلوم کے علاوہ بعض اسباق مدرسہ احسن المدارس اور بعض دارالعلوم میں پڑھتے رہے۔ گویا کانپور کے تینوں مدارس کے اساتذہ سے انہوں نے علمی فیوض حاصل کئے۔ وہاں کے مشہور استاذ مولانا احمد حسن

۱۳۲۵ھ سے نکلنا شروع ہوا، ورنہ کی وفات ۱۳۲۶ھ کے کچھ دنوں کے بعد جب مدرسہ حنفیہ کا انتظام وانصرام کرنے والا کوئی موزوں شخص نہ رہا، تو مدرسے کے ساتھ اس رسالے کی اشاعت بھی بند ہوگئی، مولانا قاری ابوالساکین ضیاء الدین قادری جو اس کے ایڈیٹر تھے وفات اوخر دسمبر ۱۳۴۳ء یا اوائل جنوری ۱۳۴۵ء میں ہوئی۔ مکاتیب

حضرت ملك العلماء امام احمد رضا کی نظر میں

جہان ملک العلماء حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی علیہ السلام کی حیات اور علمی خدمات

کانپوری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۳ صفر ۱۳۲۲ھ) (ان کی بعض تحریرات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ۱۳۲۱ھ میں بریلی پہنچ گئے تھے۔ ان کے قلم کی لکھی ہوئی دو کتابیں تعلیقات احمد حسن (مولانا احمد حسن کانپوری کے تعلیقات (شرح مسلم پر) مکتوبہ شنبہ ۶ شوال اور شرح حمد اللہ معروف بہ تعلیقات اسعد اللہ دونوں کتابیں انہوں نے اپنے

(۱۳۷۶-۱۳۲۶ھ)، بڑے صاحبزادے مولانا حامد رضا خاں (۱۳۹۲-۱۳۶۲ھ) مولانا حکیم سید امیر اللہ شاہ بریلوی اور دوسرے اصحاب سے ملے اور ان لوگوں کے مشورے اور مساعی سے ایک مدرسہ قائم کرنے کے لئے راہ ہموار ہوئی وہ فرماتے تھے، کہ مدرسے کے قیام میں حضرت مولانا حسن رضا خاں اور مولانا سید محمد امیر اللہ

کانپور میں سن رکھا تھا وہاں گئے اور مولوی غلام یسین صاحب کے درس میں شریک ہوئے جو مدرسہ دیوبند کے تعلیم یافتہ تھے۔ آخر خوب سے خوب تر کی تلاش انہیں علیحضرت امام اہلسنت مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی (۱۲۷۲-۱۳۴۰ھ) تک لے گئی جن کے علم اور قلم کی طاقت کی شہرت دور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ وہ پہلے ہی ملاقات میں ان سے ملکر بہت متاثر ہوئے۔ وہ ان سے فیض اٹھانا چاہتے تھے اور ان کے علم سے متمتع ہونا چاہتے تھے اور درسیات کی تکمیل بھی، لیکن فاضل بریلوی ہمہ وقت مطالعہ اور تالیف و تصنیف میں مشغول رہتے تھے۔ ان کے یہاں نہ درس و تدریس کا کوئی سلسلہ تھا اور نہ اس وقت کوئی مدرسہ قائم تھا۔ مولانا ظفر الدین، علیحضرت کے چھوٹے بھائی مولانا حسن رضا خاں حسن بریلوی

شاہ عزیز احمد، خانقاہ ابوالعلائی، الہ آباد کے سجادہ نشین ہیں) آگئے تھے۔ انہیں صرف دو طالب علموں سے مدرسے کا افتتاح ہوا۔ انہوں نے بہار خطوط لکھ کر مدرسے کے قیام کی اطلاع دی اور دوستوں کو بریلی بلایا۔ ان کی ایک تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۲ جمادی الاخریٰ ۱۳۲۳ھ تک بہار کے مختلف مقامات سے غلام مصطفیٰ محمد ابراہیم ادگانوی، سید شاہ غلام محمد بہاری، سید عبدالرحمن پتھوی، مولوی محمد اسماعیل بہاری، محمد نذیر الحق رضوانپوری (ادگانواں، رمضانپور، بہار شریف سب ڈویژن کے مشہور قصبات ہیں۔ پاس ہی استھانواں، دسٹہ گیلائی، شکرانولہ کے مردم خیز قصبات واقع ہیں، جہاں متعدد علماء پیدا ہوئے اور جنہوں نے بڑی شہرت حاصل کی۔ پتھو شریف ضلع گیا میں واقع ہے۔ یہ حضرات اگر بریلی شریف سے فارغ التحصیل ہو کر

بہار واپس آئے، تو بچپن میں بھی نہ کبھی ان کا ذکر سنا اور نہ کبھی دیکھا اور کچھ دوسرے طلباء بہار سے آ کر مدرسہ منظر اسلام میں داخل ہو چکے تھے۔

مولانا نے فاضل بریلوی سے صحیح بخاری شریف پڑھنی اور فتویٰ نویسی سیکھنی شروع کی۔ انہوں نے فاضل بریلوی کے کچھ فتاویٰ جنہیں ظاہر اودہ املا کر دیتے تھے، ایک مجموعے میں جمع کرنا شروع کئے تھے۔ جس کے کچھ اوراق اس وقت پیش نظر ہیں۔

اس میں پہلا فتویٰ ۸ رمضان ۱۳۲۲ھ کا تحریر کردہ ہے۔ بعد کو جب مدرسے میں کچھ جدید علماء اور مستند مدرسین کی خدمات حاصل کی گئیں، تو انہوں نے مولانا حکیم محمد امیر اللہ شاہ بریلوی، مولانا حامد حسن رامپوری، تلمیذ خاص مولانا شاہ ارشاد حسین فاروقی رامپوری (۱۳۲۸ھ۔

۱۳۱۱ھ) مولانا سید بشیر احمد علیگڑھی تلمیذ رشید استاذ الاساتذہ حضرت مولانا لطف اللہ علیگڑھی (۱۳۲۳-۱۳۳۳ھ) سے مسلم الثبوت، صحیح مسلم شریف اور دوسری کتب درسیات کی تکمیل کی۔

فاضل بریلوی سے انہوں نے صحیح بخاری، اقلیدس کے چھ مقالے، تشریح تشریح الافلاک، شرح چھمنی تمام کر کے علم ہیئت، ریاضی، توفیق، جغرافیہ وغیرہ فنون حاصل کئے۔ تصوف کی کتابوں میں ان سے عوارف المعارف اور رسالہ قشیریہ کا درس بھی لیا۔ بخاری شریف کے اسباق میں طلباء کے علاوہ علماء کی جماعت بھی شریک ہوتی تھی۔

کتب خانے کی ایک مجموعہ تحریرات میں ان کے قلم سے ان کتابوں کے نام لکھے ہوئے ملے ہیں جن کا مختلف سنین میں مختلف اساتذہ سے انہوں نے درس لیا:

۱۳۲۲ھ عروض المفاتیح، مقابلات (حریری) میرزا ہد رسالہ، ملا جلال، بخاری شریف، نسائی شریف، جبر و مقابلہ، مساحت، اقلیدس۔

۱۳۲۳ھ دیوان متنی، مطول، حمد اللہ، قاضی مبارک، تفسیر مدارک، تاریخ یمنی، تشریح، شرح چھمنی، سبع شہادہ، مسلم الثبوت۔

۱۳۲۲ھ سبع معلقہ، مقامات (بدیع الزماں ہمدانی) صدقات بازنہ، ہدایہ آخرین، شرح عقائد، نفسی مع خیالی، صحیح مسلم۔

۱۳۲۵ھ التوضیح والتلویح، بیضاوی شریف، شرح موافق، عامہ، عبد العالی، میرزا ہد، ابوداؤد، ابن ماجہ، موطا امام مالک، موطا امام محمد، (یہ بات دلچسپ ہے کہ موطا امام محمد، آخر میں تکمیل کے

انہوں نے پڑھی، لیکن کوئی وجہ ہوگی جس کی بنا پر مجھے حدیث کی کتابوں میں موطا امام محمد سب سے پہلے پڑھوائی اور اس کا درس دیا۔ انہوں نے دیا۔ اس وقت میری عمر صرف گیارہ سال تھی۔ خوب یاد ہے، کہ باب اسح علی الخفین پڑھتے وقت بہت الجھتا تھا، کہ خفین اتار کر لوگ پاؤں کیوں نہیں دھو لیتے، یہ تین تین دن تک چڑسے

کے موزے پہنے رہنے کا کیا شوق ہے) طحاوی شریف، در مختار۔ افسوس ہے، کہ اس تحریر میں اس امر کا ذکر نہیں، کہ اساتذہ سے انہوں نے کن کتابوں کا درس لیا۔ راقم الحروف کو ان کی

تحریروں اور یادداشتوں سے صرف چند کتابوں اور ان کے اساتذہ کا علم ہو سکا ہے جن کا ذکر اجمالاً اوپر گذرا۔

ماہ شعبان ۱۳۲۵ھ کی کسی تاریخ کو علماء کے ایک بڑے مجمع میں فاضل بریلوی کی درخواست پر چشتی مشرب مشہور بزرگ شیخ العالم حضرت مخدوم احمد عبدالحق ردولوی قدس سرہ کی درگاہ کے سجادہ نشین حضرت مخدوم شاہ التفات احمد قدس سرہ سجادہ نشین خانقاہ ردولوی شریف نے ان کے سر پر دستار فضیلت باندھی اور سند تدریس و افتاء مرحمت فرمائی۔ اعلیٰ حضرت نے اسی سال آپ کو اپنے سلاسل عالیہ کی

اجازت و خلافت عطا فرمائی اور ملک العلماء "فاضل بہار" کا خطاب۔ ان کی تدریسی زندگی کا آغاز بھی مدرسہ منظر اسلام بریلی ہی سے ہوا، جہاں ان کی تعلیم کی تکمیل ہوئی۔ تقریباً چار سال تک وہ وہاں درس دیتے رہے اور فاضل بریلوی کی ہدایت پر فتویٰ نویسی کی

۱۳۲۲ھ عروض المفاتیح، مقابلات (حریری) میرزا ہد رسالہ، ملا جلال، بخاری شریف، نسائی شریف، جبر و مقابلہ، مساحت، اقلیدس۔

۱۳۲۳ھ دیوان متنی، مطول، حمد اللہ، قاضی مبارک، تفسیر مدارک، تاریخ یمنی، تشریح، شرح چھمنی، سبع شہادہ، مسلم الثبوت۔

۱۳۲۲ھ عروض المفاتیح، مقابلات (حریری) میرزا ہد رسالہ، ملا جلال، بخاری شریف، نسائی شریف، جبر و مقابلہ، مساحت، اقلیدس۔

۱۳۲۳ھ دیوان متنی، مطول، حمد اللہ، قاضی مبارک، تفسیر مدارک، تاریخ یمنی، تشریح، شرح چھمنی، سبع شہادہ، مسلم الثبوت۔

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام احمد رضا محمد ظفر الدین عظیم آبادی صاحب کی حیات اور علمی خدمات

کبیر یہ (شاہ کبیر الدین درویش بارہویں صدی ہجری کے بزرگ گزرے ہیں۔ ان کا سال ولادت ۱۱۳۸ھ ہے) سہرام کی فرمائش پر وہ صدر مدرس ہو کر سہرام (ضلع شاہ آباد، بہار) چلے گئے جہاں وہ پانچ چھ سال تک مقیم رہے۔ وہاں ان کے رفقاء مدرسہ میں مولانا سید ابوالحسن خوشدل سہرامی (۱۸۶۱ء۔ ۱۹۳۵ء) مولانا رحم الہی مظفر گمری (متوفی ۱۳۶۳ھ) مولوی سید غیاث الدین چشتی ابوالعلائی نظامی زنجپتی کے اساتذہ گرامی قابل ذکر ہیں۔ مولانا سید محمد موسیٰ رضا کا کوئی بھی اس زمانے میں وہاں درس دے رہے تھے، وہ وہاں مدرسہ سوم تھے۔ ۱۳۲۸ھ ۱۹۲۱ء میں جب مسٹر سید نور الہدیٰ مرحوم و مغفور نے مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کو حکومت بہار کے انتظام میں دیدیا اور حکومت نے اس مدرسے کا نظم اپنے ہاتھ میں لیکر اس کی تنظیم جدید کی اور نئے تقررات کئے تو مولانا ظفر الدین قادری وہاں سینئر مدرس ہو کر آگئے۔ ۱۹۳۸ء میں وہ پرنسپل کے عہدے پر سرفراز ہوئے اور ۱۹۵۰ء میں تقریباً تیس سال علمی خدمات انجام دے کر انہوں نے سبکدوشی حاصل کی۔ ان کے رفقاء میں مولانا محمد سہول عثمانی بھاگلپوری، مولانا محمد اصغر حسین بہاری، مولانا سید دیانت حسین در بھنگوی، مولانا عبدالشکور مظفر پوری، مولانا سید شاہ عبید اللہ قادری اجمری (۱۵ جمادی الاخریٰ ۱۳۵۸ھ)، مولانا سید عبدالسبحان دسنوی بھی تھے۔ مولوی حاجی معین الدین ندوی (متوفی ۳۳ سنہ ۱۹۴۱ء) آخر زمانے کے رفقاء میں تھے۔ ابتداء میں کچھ عرصے کے لئے فخر زمن علامہ احمد حسن کانپوری کے خلف ارشد مولانا مشتاق احمد کانپوری (متوفی ۱۳۰۳ھ) مولانا مقبول احمد خاں در بھنگوی، اور مولانا شاہ محمد الیاس موگیری بھی مدرسہ شمس الہدیٰ سے منسلک رہے۔ پھر مولانا مشتاق احمد، صدر مدرس ہو کر مدرسہ عالیہ کلکتہ مولانا مقبول احمد خاں ناظم ہو کر مدرسہ حمیدیہ در بھنگہ (بہار) چلے گئے۔ اور

خدمات بھی انجام دیتے رہے۔ اس زمانے میں جو فتاویٰ انہوں نے لکھے، ان میں سے کچھ کی نقلیں نافع البشر فی فتاویٰ ظفر میں موجود ہیں۔ اس زمانے کے مدرسے کے رفقاء کار اور ان کے حلقہ کا کچھ حال معلوم نہ ہو سکا، کہ چار سال کے عرصے میں خاصی تعداد میں طلباء نے شرف تلمذ حاصل کیا ہوگا۔ ۱۳۲۸ھ میں خلیفہ تاج الدین احمد دبیر انجمن نعمانیہ ہند لاہور کو ان کے مدرسے کے لئے ایک استاد کی ضرورت تھی۔ اس سلسلے میں انہوں نے فاضل بریلوی کو لکھا، جنہوں نے ان کے مدرسے کے لئے ”اپنے نفس پر ایثار کر کے“ انہیں لاہور بھیجنے پر آمادگی ظاہر فرمائی۔ لیکن شاید ان کے اعزہ و احباب کو ان کا اس قدر دور جانا منظور نہ ہوا اور وہ ہیں مدرسہ منظر اسلام میں درس دیتے رہے۔ ۱۳۲۹ھ میں معززین شملہ کے اصرار و طلب پر اعلیٰ حضرت کے حکم پر عالم و خطیب کی حیثیت سے وہ شملہ گئے۔ اگلے سال مولانا عبدالوہاب الہ آبادی نے اپنے قائم کردہ مدرسہ حنفیہ کے لئے جو آراء، (ضلع شاہ آباد، بہار) میں قائم ہوا تھا، فاضل بریلوی کو لکھا کہ وہ مولانا ظفر الدین کو صدر مدرس کا عہدہ پیش کرنا چاہتے ہیں، آپ انہیں آمادہ کریں۔ صرف اس خیال سے کہ نئے دینی مدارس کا قیام اور اس کی ترقی بھی ضروری ہے، انہوں نے وہاں جانے کی اجازت دیدی۔ اس طرح وہ منظر اسلام بریلی سے مدرسہ حنفیہ آراء، (ضلع شاہ آباد، بہار) تشریف لے گئے جہاں وہ کئی سال اپنے فرائض انجام دیتے رہے۔ ۱۳۳۰ھ ۱۹۱۲ء میں عظیم آباد پٹنہ میں مسٹر سید نور الہدیٰ ڈسٹرکٹ سیشن جج نے اپنے والد ماجد سید شمس الہدیٰ کے نام پر مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ قائم کیا تو اس میں بحیثیت مدرس اول ان کا تقرر عمل میں آیا، جہاں وہ تفسیر و حدیث وفقہ کا درس دینے لگے۔ ۱۳۳۳ھ/۱۹۱۶ء میں سید شاہ ملیح الدین احمد سجادہ نشین خانقاہ

آخر الذکر بھی صحت کی خرابی کے بنا پر مدرسے سے تعلق قائم نہیں رکھ سکے۔ مدرسے کے جو نیرھے میں مولوی سید عبدالرشید صاحب قابل ذکر ہیں جو فاضل بریلوی کے شاگرد اور بریلی میں مولانا کے معاصر تھے۔

حکومت بہار کی ملازمت سے متقاعد ہونے کے بعد انہیں ذہنی سکون و اطمینان قلب بھی ملا اور فراغت کا وقت بھی۔ اب وہ اطمینان سے اپنے دینی و علمی مشاغل میں مصروف ہو گئے، کچھ

تدریس کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ سید شاہ احسن الہدیٰ جو بعد کو اپنے والد ماجد حضرت مولانا شاہ قمر الہدیٰ کی رحلت (۲۹ رمضان المبارک ۱۳۸۵ھ) کے بعد خانقاہ شاہ کریم پند شریف ضلع مونگیر کے سجادہ نشین ہوئے، عرصے تک پہلے ہی ظفر منزل میں رہ کر آپ

سے علوم شرعیہ کا درس لیتے رہے تھے، سید شاہ فرید الحق عمادی اور سید شاہ عاشق حسین فاضل شمس (متولد ۲۸ جمادی الثانی ۱۳۳۹ھ)،

مولانا کے آخری زمانے کے ان شاگردوں میں ہیں جو ظفر منزل آ کر ان سے درس لیا کرتے تھے۔ اول الذکر بعد کو حضرت سید شاہ صبح الحق عمادی کی رحلت کے بعد خانقاہ عمادیہ منگل تالاب پٹنہ سٹی کے سجادہ

نشین ہوئے، اور آخر الذکر اپنے بھائی سید شاہ حامد حسین کی وفات (۱۱ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۷ھ) کے بعد درگاہ شاہ ارزاں کے۔ الحمد

لہذا کہ یہ تینوں شاگرد و فارغ التحصیل ہیں اور اب تین خانقاہوں میں اپنے بزرگوں کے جانشین ہیں، اور لوگوں کو فیض پہنچا رہے ہیں۔

شاہ شاہد حسین عرف درگاہی میاں خلف سید شاہ حمید الدین، (ملك العلماء اپنے ایک خط مورخہ ۳ شوال ۱۳۶۳ھ میں

استاذ العلماء مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی کو تحریر فرماتے ہیں: ”جناب کا کرامت نامہ آیا۔ ۲۳ رمضان المبارک شب کے ایک

بجے محبت سنت و علمائے سنت مخلصی جناب سید شاہ حمید الدین صاحب سجادہ نشین تکیہ شریف متن گھاٹ پٹنہ جن کے یہاں جلسہ

کبریٰ اور دوسری انتظامی ذمہ داریوں کے باوجود ملک العلماء روزانہ چھ گھنٹے پڑھاتے تھے۔ مدرسے کا نظام الاوقات دیکھنے سے معلوم ہوا کہ انہوں نے اپنے ذمے تفسیر مدارک، بیضاوی شریف، بخاری، مسلم، ہدایہ آخرین اور مناظرہ رشیدیہ کی تدریس رکھی تھی۔ مدرسے کے نظامت و تدریس کے ساتھ فتویٰ نویسی، تالیف و تصنیف اور مواعظ حسنہ کا سلسلہ بھی انہوں نے جاری رکھا۔

سالانہ جلسہ دستار بندی کے موقع پر وہ نامور علماء و مقررین کو مدعو کرتے رہے۔ حضرت مولانا سید محمد کچھوچھوی، مفسر قرآن مولانا ابراہیم رضا خاں (جیلانی میاں) اور دوسرے علماء کے مواعظ حسنہ سے بھی مدرسے کے طلباء اور اساتذہ مستفید ہوتے رہے۔

رجبی شریف میں دو مرتبہ جناب تشریف لائے تھے۔ ان کا انتقال سال لال ہوا۔ اس حادثے نے میری کمر توڑ دی۔ آل انڈیا سائنس کانفرنس کی شاخ صوبائی کانفرنس کی کامیابی کا اعتماد انہی کے بازو سے بھروسہ پر تھا۔ یہاں مشائخ و علماء ہیں لیکن ایسا شیر دل باہمت کوئی نہیں رہا۔

(مکاتیب ملک العلماء) سجادہ نشین تکیہ حضرت شاہ رکن الدین عشق (۱۲۰۳ھ) کی استاد عا پر ۲۱ شوال ۱۳۷۱ھ کو کئیہار ضلع پونہ (بہار) میں جامعہ لطیفیہ بحر العلوم کا انہوں نے افتتاح فرمایا اور

صدر مدرس کے عہدے کو رونق بخشی۔ صرف اس بنا پر کہ اس علاقے میں مسلمانوں کی خاصی آبادی کے باوجود کوئی قابل ذکر دینی مدرسہ نہ تھا۔ انہوں نے مدرسے کے لئے اچھے اساتذہ کا انتخاب کیا جن

میں مولانا احسان علی مظفر پوری، سابق استاد مدرسہ منظر اسلام بریلی، مولانا محمد یوسف، مولانا محمد مشتاق، مولانا شہاب الدین، مولانا

محمد سلیمان رضوی کے نام یاد آتے ہیں۔ مولانا شاہ عبدالمنان قادری چشتی فردوسی سابق مدرس مدرسہ عربیہ محمدی جان پٹنہ سٹی نے بھی کچھ

عرصہ اس مدرسے میں تدریسی فرائض انجام دئے۔ کبر سنی اور دوسری انتظامی ذمہ داریوں کے باوجود ملک

العلماء روزانہ چھ گھنٹے پڑھاتے تھے۔ مدرسے کا نظام الاوقات دیکھنے سے معلوم ہوا کہ انہوں نے اپنے ذمے تفسیر مدارک، بیضاوی شریف، بخاری، مسلم، ہدایہ آخرین اور مناظرہ رشیدیہ کی تدریس رکھی تھی۔ مدرسے کے نظامت و تدریس کے ساتھ فتویٰ نویسی، تالیف و تصنیف اور مواعظ حسنہ کا سلسلہ بھی انہوں نے جاری رکھا۔

سالانہ جلسہ دستار بندی کے موقع پر وہ نامور علماء و مقررین کو مدعو کرتے رہے۔ حضرت مولانا سید محمد کچھوچھوی، مفسر قرآن مولانا ابراہیم رضا خاں (جیلانی میاں) اور دوسرے علماء کے مواعظ حسنہ سے بھی مدرسے کے طلباء اور اساتذہ مستفید ہوتے رہے۔

العلماء روزانہ چھ گھنٹے پڑھاتے تھے۔ مدرسے کا نظام الاوقات دیکھنے سے معلوم ہوا کہ انہوں نے اپنے ذمے تفسیر مدارک، بیضاوی شریف، بخاری، مسلم، ہدایہ آخرین اور مناظرہ رشیدیہ کی تدریس رکھی تھی۔ مدرسے کے نظامت و تدریس کے ساتھ فتویٰ نویسی، تالیف و تصنیف اور مواعظ حسنہ کا سلسلہ بھی انہوں نے جاری رکھا۔

سالانہ جلسہ دستار بندی کے موقع پر وہ نامور علماء و مقررین کو مدعو کرتے رہے۔ حضرت مولانا سید محمد کچھوچھوی، مفسر قرآن مولانا ابراہیم رضا خاں (جیلانی میاں) اور دوسرے علماء کے مواعظ حسنہ سے بھی مدرسے کے طلباء اور اساتذہ مستفید ہوتے رہے۔

العلماء روزانہ چھ گھنٹے پڑھاتے تھے۔ مدرسے کا نظام الاوقات دیکھنے سے معلوم ہوا کہ انہوں نے اپنے ذمے تفسیر مدارک، بیضاوی شریف، بخاری، مسلم، ہدایہ آخرین اور مناظرہ رشیدیہ کی تدریس رکھی تھی۔ مدرسے کے نظامت و تدریس کے ساتھ فتویٰ نویسی، تالیف و تصنیف اور مواعظ حسنہ کا سلسلہ بھی انہوں نے جاری رکھا۔

سالانہ جلسہ دستار بندی کے موقع پر وہ نامور علماء و مقررین کو مدعو کرتے رہے۔ حضرت مولانا سید محمد کچھوچھوی، مفسر قرآن مولانا ابراہیم رضا خاں (جیلانی میاں) اور دوسرے علماء کے مواعظ حسنہ سے بھی مدرسے کے طلباء اور اساتذہ مستفید ہوتے رہے۔

العلماء روزانہ چھ گھنٹے پڑھاتے تھے۔ مدرسے کا نظام الاوقات دیکھنے سے معلوم ہوا کہ انہوں نے اپنے ذمے تفسیر مدارک، بیضاوی شریف، بخاری، مسلم، ہدایہ آخرین اور مناظرہ رشیدیہ کی تدریس رکھی تھی۔ مدرسے کے نظامت و تدریس کے ساتھ فتویٰ نویسی، تالیف و تصنیف اور مواعظ حسنہ کا سلسلہ بھی انہوں نے جاری رکھا۔

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی دہلی کی حیات اور علمی خدمات

انہوں نے کوئی پچپن سال تک مسلسل تدریس کا سلسلہ قائم رکھا، اور بریلی، آرا، سہرام، پٹنہ اور کٹیہار (پورنیہ) کے مدارس میں ہزاروں طالبان علم کو اپنے علمی فیوض سے سیراب کیا۔ تدریس کے ساتھ افتاء و مواظظ کا بھی سلسلہ جاری رہا۔

مجھے یاد آتا ہے کہ میرے پچپن میں وہ آریہ سماجیوں اور

جامعہ لطیفیہ کے قیام سے شمالی بہار کے مسلمانوں کو بہت فائدہ پہنچا اور اس علاقے میں دین کو فروغ ہوا۔ سیکڑوں طلباء وہاں سے فارغ ہو کر دور دراز علاقوں میں پھیل گئے، بعضوں نے نئے مدارس بھی قائم کئے، کچھ اصحاب نے مواضع و قصبات کے ان مدارس کو اپنی خدمات سے ترقی دی، جہاں اب تک محدود پیمانے پر

کے ایک پیچیدہ مسئلے کے بارے میں تھا۔

ملک العلماء عرصے سے فشار الدم کے مرض میں مبتلا تھے اور بہت کمزور ہو گئے تھے، لیکن ان کی عبادت و ریاضت میں کبھی کوئی کمی نہیں آئی نہ ان کے روزانہ کے معلومات میں کوئی فرق۔ زندگی کے آخری دن تک وہ علمی و دینی فرائض حسب معمول انجام دیتے رہے۔ شب دوشنبہ ۱۹ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۲ھ ۱۸ نومبر ۱۹۶۲ء کو ذکر جبر اللہ اللہ کرتے انہوں نے اپنی جان، جان آفریں کو اس طرح سپرد کی کہ کچھ دیر تک اہل خانہ کو اس بات کا احساس بھی نہیں ہوا، کہ وہ واصل بحق ہو چکے ہیں۔ دوسرے دن حضرت شاہ محمد ایوب شاہدی رشیدی سجادہ نشین خانقاہ اسلام پور ضلع پٹنہ، جن سے انہیں فردوسی، خطاری، سہروردی اور کچھ مزید سلسلوں

اسلامیہ حمس الہدیٰ کے محترمین کی تعداد ہزاروں تک پہنچی۔

متحدہ ہندوستان کے مختلف مقامات سے فنون ہیئت و توقیت سے دلچسپی رکھنے والے حضرات خاصی تعداد میں مولانا سے بذریعہ خط کتابت اپنا علمی شوق پورا کرتے رہے۔ ان میں مولانا مفتی محمد عمیم الاحسان استاد مدرسہ عالیہ ڈھاکا، حاجی محمد ظہور نعیمی مراد آباد (مرید سید العلماء مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی) کے استفسارات کے جواب میں متعدد خطوط مجموعہ مکتوبات میں محفوظ ہیں۔ جن علماء نے پٹنہ میں قیام کر کے ان سے یہ علوم سیکھے ان میں مولانا حافظ عبدالرؤف مدرس مدرسہ مظہر اسلام بریلی نائب شیخ الحدیث مدرسہ اشرفیہ مبارکپور (متوفی ۱۹۷۱ء) مولانا نظام الدین بلیاوی مدرس مدرسہ سبحانیہ آباد اور مولانا سخی بلیاوی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

مؤرخ ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی اللہ کی حیات اور خدمات

میں خلافت و اجازت حاصل تھی، حسن اتفاق سے تشریف لے آئے اور انہی نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ دسویں گیارہویں صدی ہجری کے مشہور بزرگ حضرت شاہ ارزاں (متوفی ۱۰۲۸ھ) کی درگاہ سے متصل شاہ گنج، پٹنہ کے قبرستان میں تدفین عمل میں آئی، جہاں ہر سال ان کے اعزہ و معتقدین و تلامذہ ان کے وصال پر فاتحہ خوانی اور عرس و مواعظ حسنہ کا اہتمام کرتے ہیں۔ خدا ان کی مغفرت فرمائے، ان کی تربت ٹھنڈی رکھے اور انہیں جنت الفردوس میں جگہ دے۔

تصانیف:

ملک العلماء کی تالیفات و تصنیفات کی تعداد بے ستر سے زائد ہے۔ تصانیف کا سلسلہ ۱۳۲۳ھ سے شروع ہو کر تقریباً ان کی رحلت ۱۳۸۴ھ یعنی پچاس پچپن سال تک جاری رہا۔ کچھ کتابیں عربی زبان میں ہیں لیکن زیادہ تر، افادہ عام کی خاطر اردو میں لکھی گئیں ہیں۔ یہ متعدد فنون اور موضوعات: حدیث، اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ، تاریخ، سیرت، فضائل، مناقب، اخلاق، نصح، صرف، نحو، منطق، فلسفہ، کلام، ہیئت، توقیت، تفسیر اور مناظرہ پر مشتمل ہیں۔ کچھ اب تک غیر مطبوعہ ہیں اور کچھ یورپ سے آراستہ ہو کر شائع ہو چکی ہیں۔ پہلے ان کی غیر مطبوعہ تصانیف کا ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) شرح کتاب الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ: (سال تصنیف ۱۳۲۲ھ)

قاضی عیاض بن موسیٰ غرناطی مالکی (متوفی ۵۴۳ھ) کی سیرت نبویہ پر مشہور تصنیف کتاب الشفا کی عربی زبان میں شرح۔ آغاز ۱۳ ربیع الاول شریف یوم چہار شنبہ ۱۳۲۲ھ غیر مکمل بخط مصنف محفوظ۔

(۲) التعلیق علی القدری: (۱۳۲۵ھ)

فقہ کی مشہور کتاب پر تعلیقات عربی زبان میں۔

(۳) التعلیق علی شروح المغنی: (۱۳۳۱ھ)

علم نحو کے مشہور رسالے المغنی السلب کی تعداد

(۴) خیر السلوک فی نسب الملوک: (۱۳۳۳ھ)

صوبہ بہار ملک خاندان کے مورث اعلیٰ کے نام سے

معروف بملک پو کہے جاتے ہیں جو سلطان فیروز شاہ

عہد (۷۵۲-۷۹۰ھ) میں شاہی فوج میں اچھے عہدے پر فائز

تھے اور قلعہ رہتاس (بہار) کی جنگ میں ۱۳ ربیع الثانی ۵۳۳ھ

شہید ہوئے۔ لغش مبارک وہاں سے قصبہ بہار شریف لائی گئی

ایک اونچی پہاڑی پر مدفون ہوئی۔ مزار شریف پر عالیشان قدم

بنا ہوا ہے جو زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ آپ کا نسب نامہ ساتویں

پشت میں حضرت قطب ربانی، غوث صمدانی سیدنا شیخ محی الدین

القادر حسنی و حسینی جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ (حیات

علی حضرت ص: ۹) ملک خانوادے زیادہ تر بہار کے اضلاع پٹنہ، گیارہ

موتگیر وغیرہ میں آباد ہیں۔ دوسرے اضلاع میں ان کی تعداد بہت

کم ہے۔ تقسیم ہند کے بعد کچھ خانوادے مشرقی پاکستان (اب بنگلہ

دیش) منتقل ہو گئے اور خاصی تعداد میں مغربی پاکستان جا کر آباد ہو

گئے۔ اس کتاب میں ۲۴ قصبات و مواضع کے ملک حضرات کا شمار

نسب درج کیا گیا ہے۔ صفحات ۲۳۔ مسودہ مصنف محفوظ۔

(۵) تقریب: (۱۳۳۵ھ)

مصنف کا علم منطق میں مفید رسالہ، صغریٰ سے سلم تک

کے مسائل کو جامع ہے۔

(۶) تذہیب: (۱۳۳۵ھ)

اردو میں علم فلسفہ میں یکتا رسالہ جو ابتدائی جملہ مسائل کو

حاوی ہے۔ ۱۳۳۳ھ میں اطلاع چھپی تھی کہ زیر طبع ہے لیکن اس کا

کوئی نسخہ نہ مل سکا۔ فاضل بریلوی کے ایک مکتوب میں یہ فقرہ ملتا

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام احمد رضا کا علمی حیات اور علمی خدمات

ہیں۔ خصوصاً عصر و عشاء میں تو قبل از وقت خفی نماز پڑھنا ہندوستان میں عام طور پر رائج ہو گیا ہے۔ انہی ضرورتوں کے پیش نظر میں نے ایک رسالہ سنی بنام تاریخی "بدر الاسلام لمیقات کل الصلوٰۃ والصیام" تصنیف کیا ہے جسے علاوہ تمہید تین مقاصد اور ایک خاتمہ پر ترتیب دیا۔

مقصد اول: قواعد استخراج اوقات و بیان کتب ضروریہ،

مقصد دوم: میل کلی ۲۳ درجے سے ۲۷ دقیقے مان کر پٹنہ کے لئے روزوں اور نمازوں کے اوقات جو تقریباً پچاس سال کے لئے کارآمد ہونگے۔

مقصد سوم: عرض ۵ درجے سے ۲۶ درجے تک جملہ بلاد و قصبات و مشہور قریات کا پٹنہ سے فصل طول کا اس قدر منت سکنڈ گھٹانے یا بڑھانے سے ان تمام آبادیوں کے لئے وہی وقت کارآمد ہوگا۔

خاتمہ: میں فن زین و توقيت کے نہایت نایاب و قیمتی مسائل، جن کا چنانچہ مسلمانوں کو از بس ضروری دعایت و رہنمائی ہے۔ یہ رسالہ تقریباً ۷۷ جزو میں ہے۔ اقتباس از تمہید مخرہ ۲۵ رذوالحجہ ۱۳۳۵ھ مکمل رسالہ شائع نہیں ہو سکا۔

(۹) مؤذن الاوقات: (۱۳۳۵ھ و بعد)

ہندوستان کے لئے ۱۲ درجہ عرض سے ۳۳ درجہ عرض تک ۲۳ رسالوں کو مرتب کرنے کی ضرورت تھی، جیسے جیسے ضرورت داعی ہوتی ہوگی، فاضل مصنف رسالے مرتب کرتے رہے۔ سب سے پہلے بہار شریف عرض ۲۵ کے لئے رسالہ مرتب ہوا۔ مصنف تمہید میں تحریر فرماتے ہیں:

"یورپ کی جنگ کے باعث کاغذ کی گرانی کی وجہ سے فی الحال مقصد دوم" کو کہ وہی اہم مقصود اعظم ہے باقی بہار شریعت محول کر کے بنام تاریخی مؤذن الاوقات شائع کیا جاتا ہے اور باقی

ہے۔" مذہب کا حرف بحرف قبل طبع دکھالینا فرض اہم ہے۔ مولانا کسی وقت اپنے آپ کو مشورہ احباب سے مستغنی نہ کرنا بہت مفید فی الدین ہے۔" (حیات العظیم حضرت ص: ۲۸۰)

(۷) والیہ: (۱۳۳۵ھ)

علم نحو میں بے مثل عام فہم رسالہ جس میں نحو میرے معنی السلیب تک کے مسائل موجود ہیں۔ اس کا ایک قلمی خوشخط نسخہ ۱۲۸ صفحات پر مشتمل محفوظ ہے۔

فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ایک مکتوب بنام مصنف (مورخہ ۲۲ رجب المرجب ۱۳۳۶ھ) میں تحریر فرماتے ہیں:

"آپ کی تصانیف عافیہ، وافیہ، تقریب پر خوشی ہوئی مگر کاش یہ وقت آپ نے بہشتی زیور و گوہر کی قلمی کھولنے میں صرف کیا ہوتا، تو عمدہ ذخیرہ عقلمانی ہوتا۔ جہاں ان کتابوں سے گمراہ ہوئے جاتے ہیں و حسبنا المولسی و نعم الوکیل" (حیات العظیم حضرت ص: ۲۷۹) علم صرف میں رسالہ عافیہ تو کسی طرح چھپ گیا، لیکن وافیہ (علم نحو) تقریب (منطق) اور تمہذیب (فلسفہ) وغیرہ کی عدم اشاعت میں مصنف پر مذکور بالا مکتوب کا رد عمل رہا تو عجب نہیں۔

(۸) بدر الاسلام لمیقات کل الصلوٰۃ والصیام: (۱۳۳۵ھ)

مصنف تمہید میں رقم پرداز ہیں: "تقریباً گیارہ سال سے خاکسار، برادران دینی کی خدمت اور ان کے روزوں درستی و صحت کے لئے ہر سال رمضان شریف کے نقشہ اوقات صوم و صلوٰۃ زین و توقيت کے قواعد خاصہ سے ترتیب دیتا ہے اور مخلص قدیم حاجی محمد لعل خاں صاحب مدراسی شائع کرتے ہیں۔ باقی گیارہ مہینوں میں نماز کی ابتری دیکھ کر دل پریشان ہوتا تھا کہ اوقات نماز صحیح طور پر نہ معلوم ہونے کے سبب بعض لوگ تاخیر کو انتہا تک پہنچا دیتے ہیں اور اکثر لوگ جلدی کرتے ہیں کہ قبل از وقت نماز پڑھ لیتے

حضرت ملك العلماء امام العصر سيد محمد ظفر الدين عظيم آبادي دہلی کی حیات اور خدمات

مشہور شہروں کا جو ایک ایک منٹ کے فاصلے پر واقع ہیں تقاضا دے دیا جاتا ہے کہ اس قدر کم یا زیادہ کرنے سے ان تمام شہروں کے ریلوے اوقات حاصل ہوں گے۔

منتہائے سحری: وقت طلوع صبح صادق ہے جو ابتدائے وقت فجر ہے اور انتہائے وقت طلوع آفتاب۔

ضحوہ کبریٰ: وہ وقت ہے کہ اس سے لے کر نصف النہار تک نماز نہیں۔ رمضان یا روزہ نفل میں اس وقت سے پہلے نیت کرے تو روزہ ہو جائے گا ورنہ نہیں۔

نصف النہار: ابتدائے وقت ظہر ہے۔

عصر حنفی: انتہائے ظہر خفی (مثل دوم علاوہ سایہ اصلی) ابتدائے عصر ہے۔

غروب آفتاب: انتہائے عصر و ابتدائے مغرب و وقت افطار، اگرچہ عصر کی نماز غروب تک پڑھ سکتے ہیں مگر کم سے کم ۲۵ منٹ قبل غروب آفتاب پڑھ لینا چاہئے، ورنہ وقت مکروہ ہو جائے گا۔

عشائے حنفی: انتہائی وقت مغرب (غروب شفق سفیدی) و ابتدائے وقت عشاء ہے، اس وقت سے لے کر منتہائے سحری تک نماز عشاء درست ہے، مگر تہائی رات سے زیادہ تاخیر پسندیدہ نہیں۔ حسب ذیل دس شہروں کے اوقات صلوة وصیام مختلف احباب کی فرمائش پر مرتب ہوئے:-

بہمنی۔۔۔۔۔ عرض ۲۲ درجہ حسب فرمائش مولانا ابوالفتح محمد شہت علی خان قادری رضوی۔ تاریخ استخراج ذوالحجہ ۱۳۶۷ھ نسخہ خطیہ۔ بخط مصنف محفوظ۔

کلکتہ۔۔۔۔۔ عرض ۲۲ درجہ حسب فرمائش حاجی محمد لعل خاں مرحوم، زکریا اسٹریٹ، کلکتہ، بخط مصنف محفوظ۔

بہار شریف۔۔۔۔۔ عرض ۲۵ درجہ۔۔۔۔۔ بخط مصنف محفوظ۔

کانپور۔۔۔۔۔ عرض ۲۶ درجہ۔۔۔۔۔ بخط مصنف محفوظ۔
گوالیار۔۔۔۔۔ عرض ۲۶ درجہ حسب فرمائش مولوی امجد رضا خان قادری برکاتی تاریخ ترتیب یکم عید الفطر ۱۳۵۳ھ۔
بریلی۔۔۔۔۔ عرض ۲۹ درجہ حسب فرمائش مولانا حسین رضا خاں حضرت حسن بریلوی۔

نئی تال۔۔۔۔۔ عرض ۲۹ درجہ حسب فرمائش مولانا قاری شاہ محمد رضا خاں قادری نوری رضوی۔

ملتان۔۔۔۔۔ عرض ۳۰ درجہ حسب فرمائش جناب نیاز احمد قادری مولانا دروازہ ملتان۔

لاہور۔۔۔۔۔ عرض ۳۱ درجہ حسب فرمائش مولانا ابوالحسنات سید احمد حزب الاحناف لاہور، بخط مصنف محفوظ۔

ان میں صرف چند رسالے شائع ہو سکے۔ تصنیف بہار شریف کے لئے جو رسالہ مرتب ہوا، اس کے دس بارہ ایڈیشن نکلتے اور پٹنہ میں چھپے، گوالیار کے لئے ۱۳۶۳ھ میں طبع ہوا۔ بریلی اور نئی تال کے لئے رسالے مطبع حسنی بریلی نے ۱۳۳۷ھ میں شائع کئے۔

(۱۰) تحفة الاحباب فی فتح الکوة و الباب: (۱۳۳۶ھ) ۱۹۱۸ھ میں تصنیف بہرام ضلع شاہ آباد (بہار) میں ایک صاحب نے دو منزلہ مکان کے ایک حصے کو سہ منزلہ بنوایا۔ زمانہ

مکان ہونے کی وجہ سے تین طرف پر دے کی دیوار کھینچوائی۔ ہوا کی آمد و رفت کے لئے چوتھی سمت ایک کھڑکی لگوائی۔ اس پر ایک پڑوسی نے اعتراض کیا اور عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا۔ فیصلہ مدعی کے خلاف ہوا۔ ایک صاحب کو ثالث مقرر کیا گیا کہ خوش اسلوبی سے مسئلہ طے ہو جائے۔ انہوں نے مدعی کی حمایت کی اور فیصلہ

لکھا کہ کھڑکی بند کر دی جائے اور چھت پر جانے کی ممانعت کر دی۔ شہر کے بعض اصحاب نے ملک العلماء سے فقہی مسئلہ پوچھا۔ انہوں

نے فرمایا کہ اگرچہ یہ مسئلہ فقہی ہے مگر اس میں کوئی شک نہیں ہے۔

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رضوی کی حیات اور علمی خدمات

اسلام کی حمایت اور امان مقدسہ کی حفاظت جن کا پس ردا گاندھی کو ادعا ہے کیا کوئی دنیوی کام ہے؟ اور وہ تو یہاں تک اونچے اڑ رہے ہیں کہ جو اس میں شرکت نہ کرے مسلمان ہی نہیں، تو اسے نہ صرف کار دین بلکہ ضرور یا تدرین جانتے ہیں۔ بحر حال اسے دیکھ کر اللہ چاہے تو جلد واپس کرنے کا ارادہ ہے، اس کا قلمی نسخہ بخط مصنف محفوظ ہے۔

(۱۳) توضیح الافلاک معروف بسلم السماء: (۱۳۴۰ھ)

علم ہیئت کا یہ رسالہ ایک مقدمہ پانچ ابواب اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔ ابتدا امام غزالی کے اس قول سے ہوتی ہے۔ من لم يعرف الهيئة والتشريح فهو عين في معرفة الله تعالى۔ صفحات ۷۷۔ بخط مصنف محفوظ۔

(۱۴) الافادات الرضویہ: (۱۳۴۴ھ)

فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اصول حدیث سے متعلق وہ علمی فوائد جو مولف نے ان سے سن کر قلمبند کئے۔ منشر اور اراق۔

(۱۵) جامع الرضوی المعروف بصحیح البہاری: (۱۳۴۵ھ)

اس کا ذکر تفصیل سے آگے آئے گا۔

(۱۶) نافع البشر فی فتاویٰ ظفر: (۱۳۴۹ھ)

۱۵۷۳ استفتا اور ان کے جوابات۔ تفصیل یہ ہے: کتاب الطہارۃ، تعداد استفتا و جوابات ۹۰، صفحات ۲۲، کتاب الصلوٰۃ تعداد

جواب ۴۳۱، صفحات ۹۱، کتاب الزکوٰۃ، جواب ۴۵، صفحات ۲۶۔ کتاب الصوم، جوابات ۷، صفحات ۳۔ ایک استفتا اور اس کے

جواب پر جو بعد کو نقل کیا گیا ہے تاریخ ۲۱ شوال ۱۳۳۱ھ درج ہے۔ جوابات عام طور پر مختصر ہیں۔ راقم کا خیال ہے کہ مستفتی کو

نے ۲۳ فیصلوں میں ثالث صاحب کے فیصلے کے اغلاط شرعیہ وادہام باطلہ ظاہر کر کے علمائے کرام و فقہائے عظام کی تصانیف سے فیصلے کار دیا اور ثابت کیا کہ یہ امام اعظم، امام ابو یوسف، امام محمد، امام زفر، امام حسن بن زیاد رضی اللہ عنہم اجمعین کے مسلک کے خلاف، ظاہر الروایۃ کے خلاف اور درایت کے خلاف ہے۔

یہ رسالہ ۴۶ صفحات پر مشتمل بخط مصنف محفوظ ہے اور اس پر فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اصلاحات و ترمیمات ان کے قلم سے درج ہیں۔

(۱۱) القصر المبنی علی بیان المغنی: (۱۳۳۶ھ)

علم نحو میں یہ رسالہ مغنی اللیب کی عربی میں شرح ہے جو غیر مکمل حالت میں ملی ہے۔ ابتدا میں کوئی مقدمہ یا تمہید موجود نہیں ہے نسخہ ناقص الآخر ہے۔ اصل مسودے سے مصنف کے قلم کی تمییز مکمل نہ ہو سکی۔ تاریخ تحریر ۲۴ محرم الحرام ۱۳۶۰ھ۔

(۱۲) ہادی الہدایۃ لترك الموالاة: (۱۳۳۹ھ)

۱۹۲۰ء میں برطانوی حکومت سے ترک موالات کی تحریک کا شور پورے ہندوستان میں گونج رہا تھا۔ اس کے رد میں یہ رسالہ تصنیف ہوا، جس میں اس تحریک کے مضرات کی نشاندہی کی گئی تھی۔ جو بعد کو صحیح نکلی۔ اس میں مسئلہ خلافت پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے جس کا اس زمانے میں بہت زور تھا۔

فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مصنف علام کو ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:

”آپ کا رسالہ اب تک نہ دیکھ پایا، متفرق مقامات سے کچھ کچھ دیکھا ہے جزاکم اللہ تعالیٰ خیراً کثیراً۔ اچھا ہے۔ مگر مشائخ بہار کے طرف سے یہ تاویل کے انہوں نے کوئی دنیوی کام سمجھ کر اتباع رائے مشرک جائز رکھا ہے، میری سمجھ میں نہ آئی سلطنت

جهان ملك العلماء

حضور ملك العلماء امام العصر سيد محمد ظفر الدين عظيم آبادي ديشيكي حيات اور شى خدمات

مسلسل تين سال كے جلسوں ميں صرف بسعدہ پر تقرير كا سلسلہ جاري رها (جلسہ ہشتم ميں ليلا كے متعلق گفتگو ہوئی، جلسہ نهم ميں ليلا كے متعلق اور جلسہ دهم ميں صرف حرف مسن پر تقرير ہوئی۔ جلسہ يازدہم ميں بھی پوري تقرير حرف من كے متعلق ہوئی اور اس ضمن ميں آقائے دو عالم صلى الله تعالى عليه وسلم كے فضائل وكمالات كا اظہار كيا گیا۔ جلسہ دوازدهم كے تقرير كا مسودہ نہ مل سكا، يہ تقرير اشاعت كے ليے انجمن حزب الاحناف لاہور كو بھجوا ديا گئی تھی اور جلسہ سيزدهم كا مسودہ غير مكمل حالت ميں ملا۔ قیاس ہے كہ جلسہ دوازدهم اور بعد جلسوں ميں المسجد الحرام اور الی المسجد الاقصیٰ پر تقرير ہوئی ہوں گی۔

يہ تقريریں غير مطبوعہ ہيں صرف جلسہ يازدہم (۱۳۶۵ھ) کی تقرير مولوی عبدالرئضی سيد محمد شمس العظمیٰ عظيم آبادي كے زير اہتمام رضوی دارالكتب سرائے سلطان لاہور نے قلمبندی پر ننگ پريس لاہور سے شائع كی تھی، يہی تقرير ذكر معراج كے نام سے ادارہ روضۃ المعارف گھوسی ضلع اعظم گڑھ سے ۱۹۷۸ء ميں اشاعت پذير ہوئی۔ مولوی شمس العظمیٰ صاحب نے اپنے ايڈيشن ميں اطلاع دی تھی كہ پہلے دس سال كی تقريریں لاہور ميں زير طبع ہيں، ليكن يہ غالباً شائع نہ ہو سكيں۔

ملك العلماء نے شاہ حميد الدين مرحوم و مغفور كو اس بات پر آمادہ كر ليا تھا كہ ميں ضرور تقرير كروں گا بشرطيكہ ہر سال ہندوستان

مفصل جواب مع نقل عبارت فہميه وحوالہ جات (جيسا كہ مصنف كا عام دستور تھا) بھيجا جاتا رہا ہوگا، اور اس مجموعے ميں جوابات كے خلاصے لكھ ليے جاتے ہوں گے۔ نقل كسی اور كے قلم كی لكھی ہوئی كتاب خانے ميں محفوظ۔

(۱۷) تنوير السراج في ذكر المعراج: (۱۳۵۳ھ و بعد)
سيد شاہ حميد الدين (متوفى ۲۳ رمضان المبارك ۱۳۶۲ھ) سجادہ نشين تكيہ حضرت شاہ ركن الدين عشق رحمۃ اللہ تعالى عليه (متوفى ۱۲۰۳ھ) نے اپنی خانقاہ ميں ۲۷ رجب المرجب كو رجبى شريف كی تقريروں كا اہتمام كيا اور حضور ملك العلماء كو تقرير پر آمادہ كيا يہ جلسہ ۱۳۵۳ھ/۱۹۳۳ء سے شروع ہوا اور ۱۳ سال يعني ۱۳۶۵ھ/۱۹۴۶ء تک يقيناً جاري رها۔ ممكن ہے اس كے بعد بھی جلسے ہوتے رہے ہيں۔ يہ تقريریں ہر سال افاديت عام كے خيال سے قلمبند كر لی جاتی تھيں اور جس پر حضور ملك العلماء ايک نظر ڈال ليے تھے، جلسہ سيزدهم كے بعد كی تقريروں كے مسودات و مبيہات نہيں ملے، ممكن ہو يہ قلمبند نہيں كی جاسكى ہوں۔ ايک كے سوا ساری تقريریں غير مطبوعہ ہيں، بيشر كے مسودات محفوظ ہيں۔

تنوير السراج، واقعات و حقائق و معارف معراج پر ايک مسلسل بيان ہے جس ميں ہر سال ايک كڑی كا اضافہ ہو جاتا تھا۔ پہلے سال صرف بسم اللہ الرحمن الرحيم پر دو ڈھائی ڈھائی گھنٹے تقرير ہوئی، دوسرے سال لفظ سبحن پر، تيسرے سال الذى، چوتھے سال...

جهان ملك العلماء

حضور ملك العلماء امام العصر سيد محمد ظفر الدين عظيم آبادي دہلوی کی حیات اور علمی خدمات

۱۱۔ جماد الثانی ۱۳۸۷ھ (۱۷ ستمبر ۱۹۶۷ء) کی فرمائش پر خواتین اور عام لوگوں کے لئے عام فہم زبان میں یہ میلاد نامہ لکھا گیا، اس میں حضرت حسن بریلوی (متوفی ۱۳۲۶ھ) شاگرد داغ اور فاضل بریلوی کی نعتوں کے ساتھ شاہ صاحب کا نعتیہ کلام اور ان کا لکھا ہوا سلام بھی درج ہے۔ آخر میں حضرت فاضل بریلوی کی لکھی ہوئی **مشہور مناجات**: ”یا الہی ہر جگہ تیری عطا کا ساتھ ہو“ درج کتاب ہے۔ تاریخ تصنیف ۱۴ محرم الحرام ۱۳۶۰ھ، صفحات ۲۲، اس کے دو نسخے بخط مصنف محفوظ ہیں۔ یہ میلاد نامہ شائع تو نہیں ہوا لیکن اس کی نقلیں اس زمانے میں شائقین نے لے لی تھیں۔

(۲۱) تحفة العظماء فی فضل العلماء: (۱۳۶۵ھ)

یہ رسالہ علم اور علماء کی فضیلت کے بیان میں تصنیف ہوا، اس کا کوئی نسخہ علی گڑھ میں محفوظ نہیں۔

(۲۲) حیات اعلیٰ حضرت: (۱۳۶۹ھ)

کتاب کا یہ تاریخی نام ہے جس سے ۱۹۳۸ء کے اعداد نکلتے ہیں، اس کا دوسرا تاریخی نام مظہر المناقب ہے جس سے ۱۳۶۹ء کے اعداد مستخرج ہوتے ہیں یہ حضرت مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی مفصل سوانح حیات ہے اور ان کی تصانیف کا مکمل تذکرہ جو چار جلدوں پر مشتمل ہے مبیضہ ۲۱ رشعبان المعظم ۱۳۶۹ھ کو تمام ہوا، جلد اول ۳۶۰ پر مکتبہ رضویہ فیروز شاہ اسٹریٹ، آرام باغ، کراچی سے عرصہ ہوا مولوی سید ایوب علی رضوی، ریلوے، نہ شائع کر آیا، جلد ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶،

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی شہد کی حیات اور علمی خدمات

نہیں ہو سکی اب سنا ہے کہ پٹنہ میں زیر طباعت ہے۔

(۲۳) مشرقی کاغذ مسلک: (۱۳۸۴ھ)

عنایت اللہ خاں شرقی (۱۹۶۳ء) کے رسالہ مولوی کا غلط مذہب نمبر ۹ کے جواب میں سپرد قلم ہوا، جس میں ان کے یہ دعوے کا علمی انداز میں ابطال کیا گیا کہ متحدہ مسلمان کی ساری مساجد کا سمت قبلہ غلط ہے۔ تاریخ تصنیف ۱۱ شعبان المعظم ۱۴۲۲ھ روز سہ شنبہ مطابق ۲۶ ستمبر ۱۹۳۹ء سید سلیمان ندوی (متوفی ۱۹۵۳) نے اہمیت کی بنا پر اس کا اختصار رسالہ معارف (اعظم گڑھ) کے دو شماروں (جنوری، فروری ۱۹۴۰ء) میں "مشرقی اور سمت قبلہ" کے عنوان سے شائع کیا۔ رسالہ کتابی شکل میں اب تک زیور طبع سے آراستہ نہ ہو سکا۔ بخط مصنف محفوظ۔

(۲۴) النور والضياء فى سلاسل الاوليا:

صوفیائے کرام اور بزرگان دین کے ان ۱۶۲ سلسلوں کا شجرہ اور ان کے اسمائے گرامی درج ہیں جن میں حضور ملک العلماء کو بیعت و اجازت حاصل تھی۔ پہلا شجرہ سلسلہ عالیہ قادریہ طیبہ مبارکہ رضویہ کا ہے اور آخری سلسلہ عالیہ فردوسیہ معتمدیہ شاکریہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا پہلے سلسلے میں حضور سرکار کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور مصنف کے درمیان ۳۸ واسطے ہیں۔ اور آخری سلسلے میں ۳۱ صفحات ۳۰۹ بخط مصنف محفوظ۔ یہ ان کے آخری زمانے کی کوشش ہے۔

(۲۵) مکاتیب فاضل بہاری:

علماء احباب، مخلصین، تلامذہ و اعزاء کے نام تقریباً پانچ سو خطوط کا مجموعہ۔ حضرت ملک العلماء کثرت سے خطوط لکھا کرتے تھے اور خطوط کے جواب فوراً دینے کی عادی تھے۔ روزانہ تین خطوں کا اوسط ضرور رہا ہوگا جس رات انہوں نے رحلت فرمائی، اس شام

بھی انہوں نے چار خط تحریر فرمائے تھے جس میں ایک طویل خط وراثت کے ایک پیچیدہ مسئلے کے سلسلے میں تھا۔ انہوں نے طویل عمر پائی، اس عرصے میں معلوم نہیں انہوں نے کتنے ہزار خطوط لوگوں کو لکھے ہونگے۔ اگر نصف خطوط کی بھی نقلیں رکھنے کا التزام کیا جاتا تو یہ خطوط متعدد مجلدات میں مرتب ہوتے۔ آخر زمانے میں بعض اعزہ کو اس کا خیال پیدا ہوا، چنانچہ ایک مختصر سا مجموعہ ان کے خطوط کا خاندانی کتب خانے میں محفوظ ہے ان کے کچھ خطوط اخبار دہلیہ سکندری (راپور) اخبار مشرق (گورکھپور) صدق جدید (لکھنؤ) رسالہ معارف (اعظم گڑھ) اور دوسرے اخبارات و کتب و رسائل میں شائع ہوئے تھے، اگر انہیں بھی جمع کر لیا جائے تو بہت اچھا اور مفید مجموعہ مرتب کر کے شائع کیا جاسکتا ہے۔

ان کے علاوہ ملک العلماء کی کچھ تصانیف حسب ذیل ہیں جنکا ذکر ان کی کتابوں میں ہے، لیکن ان کا کوئی مطبوعہ یا قلمی نسخہ مضمون کی تحریر کے وقت راقم کی ذخیرہ کتب میں دستیاب نہ ہو سکا۔ ان کی فہرست بقید سنین تالیف ذیل میں درج کی جاتی ہے:

(۲۶) ۱۳۲۳ھ الحسام المسلول علی منکر علم الرسول (فن مناظرہ)

(۲۷) ۱۳۲۳ھ مواہب ارواح القدس لكشف حکم العرس (فقہ)

(۲۸) ۱۳۲۳ھ مبین الہدی فی نفسی امکان مثل المصطفی (فضائل)

(۲۹) ۱۳۲۵ھ اعلام المساجد بصرف جلود الاضحیة فی المساجد (فقہ)

(۳۰) ۱۳۲۶ھ بسط الراحة فی الحضرة والاباحة (فقہ)

(۳۱) ۱۳۲۶ھ الغیض الرضوی فی تکمیل الحمیری، فقہ

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدظلہ کی حیات اور علمی خدمات

تھانوی کی خدمت میں بریلی میں پیش کیے۔ اس رسالے میں ان سے ملاقات کا حال اور دوسرے بعد کے کوائف بھی درج ہیں۔ یہ رسالہ انہوں نے ۱۳/ جماد الاخریٰ ۱۳۲۳ھ کو اپنی طالب علمی کے زمانے میں مرتب کیا تھا۔

قلمی نسخہ بخط مصنف کتب خانہ مختار الدین احمدی میں محفوظ ہے، صفحات ۱۹، یہ رسالہ اسی زمانے میں بریلی سے چھپ کر شائع ہوا۔ (۳۵) شکست سفاہت: ۱۳۲۶ھ (مناظرہ)

میوات، نواج فیروز پور جھرکا کے مناظرے کی روئداد۔ مولانا شاہ رکن الدین الوری، (مولانا شاہ رکن الدین مجتہد دی الوری) (متوفی ۲۰ شوال ۱۳۵۵ھ/ ۱۹۳۶ء) کا سلسلہ نسب شیخ الاسلام حضرت شیخ عبداللہ انصاری مدنی تک پہنچتا ہے۔ ولادت دہلی کے قریب ضلع گڑگاؤں کے ایک موضع میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے ماموں شیخ فرید الدین مرحوم سے الوری میں پائی۔ شیخ صاحب فارسی کے استاد کامل تھے۔ کہا جاتا ہے، کہ مرزا غالب سے بھی ان کی مراسلت تھی۔ کتب خانے میں بہت سے خطوط محفوظ تھے جو ۱۹۴۷ء کے ہنگامے کی نذر ہو گئے۔ علوم و فنون کی تکمیل کے بعد آپ کے دل میں طلب حق پیدا ہوئی اور دل خدا جوئی میں مصروف ہو گیا۔ ۱۳۰۴ھ میں انہوں نے اعلیٰ حضرت مولانا شاہ رحیم بخش معروف بمسعود شاہ فاروقی نقشبندی (۱۲۵۰-۱۳۰۹ھ/ ۱۸۳۲-۱۸۹۲ء) سے شرف بیعت حاصل کیا اور حضرت خواجہ ضیاء معصوم سے چشتیہ قادریہ سلسلے میں اجازت حاصل کی۔ سینکڑوں ویران مساجد کو آباد و معمور کیا اور تبلیغ اسلام کی طرف توجہ کی۔ آج سے پچاس ساٹھ سال پیشتر پورا علاقہ میوات کا آپ کے فیوض و برکات سے مالا مال تھا۔ آپ کے خلفاء میں مشہور مصنف و محقق برادر گرامی پروفیسر مسعود احمد قادری کے والد ماجد حضرت مفتی اعظم مولانا محمد مظہر اللہ خطیب

(۳۲) ۱۳۲۸ھ سجم الكنزہ علی الکلاب الممطرہ. مناظرہ

(۳۳) ۱۳۲۹ھ النبراس لدفع ظلام المنہاس. مناظرہ

(۳۴) ۱۳۳۲ھ رفع الخلاف من بین الاحناف. مناظرہ

(۳۵) ۱۳۳۳ھ نزول السکینہ باسانید الاجازات

المتینہ. حدیث

(۳۶) ۱۳۳۳ھ القول الاظہر فی الاذان بین یدی

المنبر. فقہ

(۳۷) ۱۳۳۳ھ کشف الستور عن مناظرہ

رامپور. مناظرہ

(۳۸) ۱۳۳۷ھ نظم المبانی فی حروف المعانی. نحو

(۳۹) ۱۳۳۷ھ تحفة الاحبار فی اخبار الاخيار. مناقب

(۴۰) ۱۳۳۷ھ الکسیر فی علم التکسیر. فن تکسیر

(۴۱) ۱۳۳۷ھ اعلام الاعلام باحوال العرب قبل الاسلام. تاریخ

(۴۲) ۱۳۳۳ھ نہایة المنتہی فی شرع

ہدایة المبتدی. فقہ

(۴۳) ۱۳۲۸ھ تسہیل الاصول الی علم الاصول. اصول فقہ

اب ذیل میں ملک العلماء کی ان مطبوعہ تصانیف کا ذکر کیا جاتا ہے جن کے نسخے اپنے کتب خانے میں تلاش سے مل گئے ممکن ہے کچھ اور کتابیں بھی شائع ہوئی ہوں اور وہ میرے پاس محفوظ نہ رہ سکی ہوں۔

(۴۴) ۱۳۲۳ھ (مناظرہ)

کذب باری سبحانہ و تعالیٰ، علم غیب اور دوسرے کے متعلق جن میں علمائے بریلی اور علمائے دیوبند میں اختلافات ہیں بیس سوالات جسے مولانا ظفر الدین قادری نے مرتب کر کے اشرف علی



حضرت ملك العلماء امام العصر سيد محمد ظفر الدين عظيم آبادی رضی اللہ عنہ کی حیات اور خدمات
(۴۶) المجمع المعداد للمفسر
المجدد: ۱۳۲۷ھ (تاریخ)

اس رسالے میں جو مولانا عبدالجبار حیدر آبادی کی فرمائش پر مرتب کیا گیا ۱۳۲۷ھ/۱۹۰۹ء تک کی کئی نئی حاصل بریلوی کی ساڑھے تین سو تصانیف کا ذکر ہے۔ اب تصانیف کی تعداد ایک ہزار کے قریب پہنچتی ہے جو پچاس سے زائد علوم و فنون پر مشتمل ہیں۔ یہ رسالہ ۱۳۲۷ھ کا مرتب کردہ ہے، اعلیٰ حضرت اس کے بعد ۱۳ سال زندہ رہے اور برابر سلسلہ تصانیف و تالیف جاری رہا، ۱۹۳۴ء میں اس بات کی ضرورت محسوس کی گئی کہ ان کے مسودات درست کیے جائیں اور بعض اہم تصانیف شائع کی جائیں۔ مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۰۳ھ/۱۹۸۷ء) کے اصرار پر ملک العلماء بریلی تشریف لے گئے اور تین ماہ وہاں رہ کر بہت محنت و توجہ سے منتشر مسودات مرتب کیے جو بیشتر اوراق پریشاں کی صورت میں تھے۔ جو مسودات مکمل تھے ان کی مبیعات تیار کیے۔ اب انہوں نے تصنیفات کی نئی فہرست تیار کی تو اندازہ ہوا کہ ان کی تعداد اس سے کہیں زیادہ ہے جو عام طور پر سمجھی جاتی ہے۔ اس میں کتابیں بھی تھیں اور مختصر رسالے بھی عربی اور فارسی زبان میں بھی تھیں اور اردو میں بھی۔ انہوں نے فہرست تصانیف اعلیٰ حضرت مرتب کر کے اشاعت کے لیے تیار کر دی تھی، فہرست کتابی شکل میں اب تک نہیں شائع ہو سکی لیکن غنیمت ہے کہ ماہنامہ اعلیٰ حضرت (بریلی) میں ۳۱۰ مزید تصانیف کی فہرست چھپ گئی ہے۔ اب اعلیٰ حضرت کی کتب و رسائل کی تعداد ۷۶۰ ہو گئی، کچھ رسالے کے مسودات انہیں بعد کو ملے اب سبھی کی مکمل فہرست ترتیب دیکر انہوں نے بریلی کے ارباب حل و عقد کے حوالے کی یہ فہرست المجمع المعداد کے ترمیم و اضافہ شدہ ایڈیشن کے طور

شاهی مسجد جامع فتح پوری دہلی (۱۳۰۳-۱۳۸۶ھ) ۱۸۸۶-۱۹۶۶ء) اور ان کے صاحبزادے مولانا مفتی محمد محمود (متوفی ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۳ء) قابل ذکر ہیں۔ تصانیف میں چھ رسالے چھپ کر شائع ہو چکے ہیں، جن میں رسالہ رکن الدین، توضیح العقائد اور مولود محمود قابل ذکر ہیں۔ (تذکرہ مظہر مسعود، مؤلفہ پروفیسر محمد مسعود احمد، ص ۱۰۱-۱۱۸، (کراچی ۱۹۶۹)) تذکرہ صوفیائے میوات، مؤلفہ محمد حبیب الرحمن خاں میواتی، ص ۶۳۲-۶۳۸ (دہلی، ۱۹۸۵) مزید حالات کے لئے دیکھئے مصباح السالکین فی احوال رکن الملة والدين از مولانا مفتی محمد محمود (دہلی، ۱۳۵۵)، معیار السلوک و دافع الارہام والشکوک، از مولانا ہدایت علی نقشبندی (طبع کراچی) مولانا احمد حسین خاں رام پوری مقیم درگاہ اجیر شریف کی استاد عارف فاضل بریلوی نے مولانا ظفر الدین قادری کو مناظرے اور تقریر کے لیے بھیجا۔ وہ تحریر فرماتے ہیں: ”اس موقع پر اعلیٰ حضرت نے ایک اونٹنی جبہ عنایت فرمایا اور ارشاد فرمایا یہ مدینہ طیبہ کا ہے۔ میں نے اسے دونوں ہاتھوں سے لیکر سر پر رکھا اور آنکھوں سے لگایا“ (حیات اعلیٰ حضرت ص ۵۵) وہاں مولانا شاہ رکن الدین اور مولوی شاہ ارشاد علی الوری (مولانا ارشاد علی، الوری کے علماء و مشائخ میں تھے، انہیں حضرت مسعود شاہ نقشبندی دہلوی سے شرف بیعت حاصل تھا اور مولانا رکن الدین شاہ سے انہیں سند خلافت ملی تھی۔ اردو میں انکا نظم کیا ہوا شجرہ طریقت مولانا رکن الدین شاہ، پروفیسر محمد مسعود احمد نے تذکرہ مظہر مسعود، ص ۵۳۰ میں درج کر دیا ہے۔) بھی ان کیساتھ مجلس مناظرہ میں شریک ہوئے۔ میوات کے لوگوں کو خواہش ہوئی کہ فتح کے روداد اور مناظرے کے پورے حالات کتابی شکل میں شائع کر دیے جائیں۔ یہ رسالہ اسی زمانے میں مرتب ہوا اور چھپ کر شائع ہوا۔

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدظلہ کی حیات اور علمی خدمات

علوم و فنون سے متمتع ہونے کا موقع دیا۔

میرے بریلی سے آنے کے بعد سے اس وقت تک ربیع الاول تا رمضان شریف تین رسالے چھپے ہیں، ایک تو وہی نشاط السالکین جس کی نصف سے زیادہ کاپیاں میرے سامنے لکھی جا چکی تھیں، اور دوسرا رسالہ الاسد السنول، تیسرا اغایۃ التحقیق۔ یہ سب رسالے نمبر ۱۳۱۳ تک میں نے منگوائے ہیں۔ افسوس ہے کہ ۵، ۴، ۳ جولاءِ ہور میں چھپنے کے واسطے بھیجے تھے، معلوم ہوتا ہے کہ اب تک انہوں نے چھپوا کر نہیں بھیجا۔ مولوی ابوالبرکات سید احمد صاحب سے ایسی توقع نہ تھی۔ اور تین رسالے نمبر ۱۱، ۱۲، ۱۳ بہت خراب چھپے ہیں، صحت کا بھی التزام نہیں کیا ہے۔ بریلی شریف والے منشی صاحب جنہوں نے رسالہ ۱۰ تا ۱۰ کی کتابت کی تھی بہت ہی خوشخط ہیں۔ یہ بیچارے بدایونی صاحب ٹھیک نہیں ہیں، بہتر ہے کہ انہیں منشی صاحب سے کتابت کا کام لیا جائے خدا جناب کو اپنے مقصد عالی میں کامیاب کرے تاکہ تصنیفات (کی اشاعت) کا کام حسب خواہش انجام پائے“ (مکاتیب ملک العلماء، قلمی ص ۱۵۱۳)

مولانا تقدس علی خاں رضوی (متوفی ۱۹۸۸ء) کو لکھتے ہیں:

”ابھی تک آپ نے وظیفہ کریمہ نہیں بھیجا جس کی سخت ضرورت ہے۔ اسی کے ساتھ دو نسخے النہی الاکید اور ایک نسخہ احسن الوعا اور چار نسخے وظیفہ کریمہ کے رجسٹری یادوی پی کر کے بھیج دیجئے، ایک ایک نسخہ ان سب کتابوں کا بھی جو جدید طبع ہوئی ہیں یعنی رفیق الحقائق اور حجب العوار وغیرہ ایک نمبر سے ۱۳ نمبر تک کل کتابیں نور الادلہ اور کشف العللہ وغیرہ بھی لاہور سے آگئی ہیں۔“ (مکتوب مورخہ جمعہ ۱۳ اکتوبر ۱۹۴۳ء، ۲۴ شوال ۱۳۶۳ھ)۔

(مکاتیب ملک العلماء، ص ۲۱)

سید پیارے علی بریلوی اور مولانا تقدس علی خاں کے نام

پر بریلی سے ۱۹۴۳ء میں چھپنے والی تھی۔ مفتی اعجاز ولی خاں بریلوی، پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد (جنہوں نے تصانیف کی تعداد ۸۴۳ بتائی ہے) اور مولانا عبدالمبین نعمانی کے پیش نظر ملک العلماء کی المجممل المعدد کے اضافہ شدہ نسخے کا تعجب نہیں قلمی یا مطبوعہ نسخہ رہا ہو۔ حیات علیحضرت (جلد دوم) میں بھی تصانیف کا تفصیلی ذکر ہے۔ انہوں نے میں پچیس اہم تصانیف کا انتخاب کر کے ایسی صاف ستھری نقلیں بھی تیار کر دی تھی جو مطبع کو فوراً بھیجی جاسکتی تھیں، بلکہ متعدد رسالوں کی کتابت و طباعت انہوں نے بریلی میں اپنے قیام کے دوران میں شروع بھی کرادی تھی ان میں سے کچھ رسالے بریلی اور لاہور سے ۱۳۶۳ھ ۱۹۴۳ء میں شائع بھی ہوئے۔

اس سلسلے میں ان خطوط کا مطالعہ مفید ہوگا جو ملک العلماء نے اس زمانے میں اپنے بعض احباب و اعزہ کو لکھے ہیں اور حسن اتفاق سے جن کی نقلیں میرے پاس محفوظ ہیں۔ یہاں بعض اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں جن سے تصانیف علیحضرت کی بازیافت، ترتیب، تمییز و اشاعت پر کچھ روشنی پڑتی ہے۔ ملک العلماء، مولانا امجد رضا خاں صاحب نوری مقیم گوالیار کو اپنے مکتوب (مورخہ ۲۹ رمضان المبارک ۱۳۶۳ھ میں تحریر فرماتے ہیں):

”اس وقت علیحضرت قدس سرہ العزیز کی جملہ تصنیفات و تالیفات و تحریرات چھپ جائیں تو سنتوں کو کسی دوسری کتاب کی ضرورت نہ ہوگی۔ تفسیر، حدیث، فقہ، تصوف، عقائد، اخلاق کے علاوہ تاریخ، جغرافیہ، ہیئت، توقیت، حساب، جبر و مقابلہ، تکسیر، جفر، زائچہ کون سے علوم ہیں جن میں علیحضرت کی تصنیف نہیں جس وقت یہ کتابیں جناب کی ہمت و محنت و توجہ سے چھپ جائیں گی، اس وقت لوگوں کی آنکھیں کھلیں گی کہ علیحضرت کیا تھے۔ واقعی جناب نے انہیں حیات جاوید بخشی اور ہر شخص کو ان کے

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی کی علمی حیات اور علمی خدمات

کے مسئلے میں اس کتاب کو دیکھ کر کسی کو شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ اس قدر مواد جمع کر دیا ہے کہ شاید و باید، وہ کتاب اگر چھپ جائے تو سخن اللہ و بجمہ۔“ (مکاتیب ملک العلماء ص: ۳۲)

انہی سے ۲۲ جون ۱۹۲۵ء کے ایک خط میں پوچھتے ہیں: ”بریلی سے کون کون سے رسالے چھپنے کو آئے ہیں، مطلع کیجئے۔“ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہیں تصانیف اعلیٰ حضرت کی اشاعت کا کس درجہ خیال تھا وہ چاہتے تھے کہ ساری تصانیف یا کم از کم اہم منتخب کتابیں بریلی سے جلد از جلد شائع کر دی جائیں، اس کام میں تاخیر ہونے لگی تو انہیں ملال ہوا۔ بریلی کے ایک تخلص دوست کو لکھتے ہیں:

”میں نے تین مہینے کس جاں فشانی سے کام کیا اور خدا کا شکر ہے کہ اعلیٰ حضرت کی تصانیف کو ضائع ہونے سے بچایا مگر جو قدر دانی کی گئی وہ آپ کے اور سب کے پیش نظر ہے اگر تصنیفات کی اشاعت کا سلسلہ جاری ہوتا تو دینی فائدہ کثیر ہوتا۔“ مکتوب مورخہ ۲۶ نومبر ۱۹۲۵ء (مکاتیب ملک العلماء قلمی)

المجمل المعدد کا پہلا ایڈیشن مدت ہوئی قاضی محمد عبد الوحید صدیقی فردوسی عظیم آبادی (متوفی ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء) کے مطبع حنفیہ پٹنہ سے ۱۳۲۷ھ میں نکلا، دو ایڈیشن مرکزی مجلس رضا لاہور نے شائع کیا۔ اب تک یہ ادارہ، جو بہت مفید کام کر رہا ہے، اس رسالے کے مزید تین چار ایڈیشن شائع کر چکا ہے جن میں سے ایک ایڈیشن ۱۳۹۳ھ/۱۹۷۴ء کا میرے کتب خانے میں موجود ہے۔ لیکن یہ ساری اشاعتیں غالباً طبع اول (۱۳۲۷ھ) ہی کی نقلیں ہیں جن میں ساڑھے تین سو تصانیف کا ذکر ہے۔ ملک العلماء نے ۱۹۳۳ء میں جو فہرست تصانیف کی بنائی تھیں وہ غالباً اب تک شائع نہیں ہوئی یا کم از کم میری نظر سے نہیں گزری، اگر شائع نہیں ہوئی

ایک مکتوب ۱۵ محرم الحرام ۱۳۶۵ھ یکم جنوری ۱۹۴۵ء میں یہ سطوریں ملتی ہیں:

”خداوند عالم نعمانی میاں صاحب کو قدرت دے کہ صرف ترجمہ الدولۃ المکیہ کیا جملہ تصنیفات حضرت حجۃ الاسلام بلکہ تمام تصنیفات اعلیٰ حضرت امام اہلسنت شائع فرمائیں۔“ (مکاتیب ملک العلماء، قلمی ص: ۲۳)

مولوی سید شمس العظمیٰ عظیم آبادی معلم دارالعلوم حزب الاحناف ہند لاہور کے نام مکتوب مورخہ ۳۱ جنوری ۱۹۴۵ء، میں حسب ذیل سطور ملتی ہیں:

”سید عرفان علی صاحب (قادری رضوی بیل پوری) کا خط آیا ہے کہ اعلیٰ حضرت کی تصانیف کی مکمل فہرست چھپ رہی ہے تاکہ معلوم ہو ان کی کیا کیا کتابیں ہیں اور کس کس فن میں۔ یہ سب میں نے مکمل کر دیا ہے، صرف چھینا باقی ہے، اب وہ چھپ رہی ہے۔ یقین ہے کہ عرس شریف کے قبل چھپ کر شائع ہو جائے گی، اسے دیکھ کر کتاب آپ اشاعت کے لئے پسند کر لیجئے گا۔“ (مکاتیب ملک العلماء، قلمی ص: ۵۷)

انہی کو ایک دوسرے خط میں تحریر فرماتے ہیں:

”مولانا (مصطفیٰ رضا خاں) صاحب یقیناً اپنے سفر سے بریلی شریف پہنچ گئے ہوں گے۔ وہ اعلیٰ حضرت کی تصنیفات اگر طباعت کے لئے تم عزیز کو روانہ فرمائیں تو ازیں چہ بہتر۔ سلطنتہ المصطفیٰ میں نے بہت تلاش کی تھی کہیں پتا نہیں چلا۔ ہاں علوم الغیب کا مسودہ مجھے ملا تھا جس کو بڑی محنت و کاوش سے مبیضہ کر کے اور جو یہ اس کی کر کے جلد کرا کے الماری میں رکھوا دیا ہے۔ مفتی اعظم صاحب سے اس کے متعلق خط کتابت کیجئے کہ وہاں سے روانہ فرمادیں واقعی عجیب و غریب کتاب ہے علم غیب

سمت قبلہ نہیں ہوئی ہیں۔ مسجدوں کو جانچنے کے لئے بھی اس علم کی ضرورت ہے۔ کیا سفر حج میں کوئی شخص بغیر اس فن کی مدد کے سب نمازیں صحیح سمت پڑھ سکتا ہے؟ عام لوگوں کا خیال ہے کہ مکہ معظمہ ہندوستان سے پچھتم ہے اسی طرف جہاز جا رہا ہے وہی سمت قبلہ ہے، حالانکہ ایسا نہیں۔ جو جہاز ممبئی سے جدہ جاتا ہے دکن مڑتا ہوا پچھتم کی طرف جاتا ہے، یہاں تک کہ محاذات مکہ معظمہ سے اور آگے نکل جاتا ہے تب جدہ میں آ کر ٹھہرتا ہے، جہاں سمت قبلہ بالکل مشرق کی طرف ہوتا ہے اور جو جہاز ممبئی سے کراچی ہو کر جدہ جاتا ہے ممبئی اتر آتا ہے پھر دکن کی طرف ہوتا ہوا جدہ پہنچتا ہے۔ تو ممبئی سے روانگی کے وقت سمت قبلہ پچھتم ہے اور جدہ پہنچ کر پورب کی طرف۔ راستے میں نصف دور قطع کرنا پڑتا ہے۔ غیر ہیئت داں کیا بتا سکتا ہے کہ کس دن کتنا انحراف کرنا ہوگا، اور کہاں پر کس جانب مڑنا ہوگا۔ کیا صرف قطب نما رکھ لینا کافی ہوگا؟ وہ تو صرف سمت کو بتائے گا، مگر آج کس قدر انحراف کی ضرورت ہے، کل کس قدر بغیر ہیئت و توقیت جانے معلوم نہیں ہو سکتا۔

کیا کوئی شخص بغیر اس علم کے صحیح منہائے سحری، ضحوة کبریٰ، غروب آفتاب، جن تین وقتوں کی روزے میں حاجت ہوتی ہے بتا سکتا ہے؟

کیا کوئی شخص بغیر علم ہیئت جانے ہوئے صحیح صادق،

”مجھے یہ کہنے میں باک نہیں کہ اہلسنت و جماعت نے تصنیف و اشاعت کے بارے میں جس قدر بے اعتنائی سے کام لیا ہے، کسی فرقے نے نہیں لیا۔ اس غفلت شعار قوم سے آج تک نہ امام احمد رضا کی تصانیف کی اشاعت کا اہتمام ہو سکا اور نہ وہ گراں قدر ذخیرہ کتب پوری طرح محفوظ رہ سکا، اس لئے محقق کتنی ہی محنت کیوں نہ کرے جامع اور مکمل فہرست تیار نہیں کر سکتا۔“

اندھیرے سے اجالے تک، ص: ۱۷۶ (لاہور ۱۹۸۵ء)

(۲۷) الجواہر والیواقیت فی علم التوقیت معروف بتوضیح التوقیت: ۱۳۳۰ھ (توقیت)

یہ کتاب فن توقیت میں ہے نصف النہار طلوع وغروب ضحوة کبریٰ، عصر، ضرب ستینی، تقسیم ستینی، کشور اعشاریہ، حبیب لوگاشی، دھوپ گھڑی، سمت قبلہ اور دوسرے اہم اور علمی مسائل، نسبت سیدی سادی زبان میں لکھی گئی ہے۔ توضیح و تشریح کے لئے مثالیں دی ہیں اور متعدد جد اول بھی درج کئے ہیں۔ علم توقیت کی اہمیت ظاہر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

”یہ وہ علم ہے کہ نماز کی صحت روزے کی درستی اسی پر موقوف ہے۔ مسائل نکاح و طلاق میں اس کی ضرورت ہے۔ احکام فرائض میں اس کی حاجت ہے۔ حج کے راستے میں اس کی طرف محتاجی ہے، کیا بغیر اس علم کے اس دور تمدن و ترقی میں کے نظم اوقات

طلوع شمس، نصف النہار، ایک مثل، دو مثل، غروب شمس، غروب

شفق جن کی ضرورت نمازوں میں ہوتی ہے بتا سکتا ہے؟

کیا کسی شخص سے یہ سوال ہو کہ ہندہ کا انتقال فلاں شہر

میں طلوع آفتاب کے وقت ہو اور اس کے شوہر نے دوسرے شہر

میں اس کی حقیقی بہن سے طلوع آفتاب کے وقت اسی دن نکاح کیا

تو یہ نکاح ہوا یا نہیں؟ یا ہندہ حاملہ کو اس کے شوہر نے کسی شہر میں

طلوع آفتاب کے وقت طلاق دی اور ہندہ دوسرے شہر میں طلوع

آفتاب کے وقت لڑکا جنی تو عدت منقضى ہوئی یا نہیں۔

یا زید کا انتقال ایک شہر میں طلوع آفتاب کے وقت ہوا

اور اس کے بیٹے نے دوسرے شہر میں طلوع آفتاب کے وقت انتقال

کیا تو کس کا ترکہ کس کو ملے گا۔ پھر ان دونوں شہروں میں تفاوت

اگر فقط طول میں ہے یا فقط عرض میں یا طول عرض دونوں میں تفاوت

ہے تو اس نکاح و طلاق و عدت و ترکہ کے حکم میں کیا فرق ہوگا۔

نیز اگر یہی صورتیں غروب شمس کے وقت ہوں تو کس

صورت میں کیا حکم ہوگا، اور اگر نصف النہار کے وقت ہوں تو اس کا

کیا حکم ہوگا۔ پھر اگر زائد العرض بلد میں نکاح و طلاق اور باپ کی

موت واقع ہو تو کیا حکم ہوگا، اور ناقص العرض شہر میں ہونے سے

کیا فرق پڑے گا۔

نیز، اگر یہی سب صورتیں دو شہروں میں مثلاً چھ بجے واقع

ہوں تو اگر دو شہروں کا وقت کمپاس ناظم سے ہے تو کیا حکم ہوگا، لوکل

ناظم ہے تو کیا فرق ہوگا، اور ریلوے ناظم ہونے کی صورت میں مسئلہ

کا کیا جواب ہوگا۔ اور اگر ان دو شہروں میں اوقات مختلف رائج

ہیں، ایک میں لوکل ناظم دوسرے میں ریلوے یا کمپاس ناظم تو مسئلہ

پر اس کا کیا اثر پڑے گا۔ پھر اگر تعدیل الایام زائد متزاید یا زائد

متناقص ہے تو کیا حکم ہوگا، اور اگر ناقص متزائد یا ناقص متناقص ہے تو

کیا جواب ہوگا۔
کیا کوئی شخص ان مسائل اور اسی قسم کے دیگر مسائل میں
جن کا تعلق وقت سے ہے بغیر ہیئت و توقیت جانے صحیح و غلط
جواب دے سکتا ہے، ہرگز نہیں۔“

ملک العلماء اس کتاب کی ترتیب کے سلسلے میں
ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

”اعلیٰ حضرت قبلہ نے علم توقیت کے قواعد کتابی شکل میں
مدون نہیں فرمائے، بلکہ میری تعلیم کے زمانے میں قواعد زبانی لفظاً
کرتے تھے جس کو میں اردو زبان میں لکھ لیتا اور میرے دست و پا
سبق حکیم سید عزیز غوث صاحب بریلوی (مولانا حکیم سید عزیز غوث
صاحب، والد رحمۃ اللہ علیہ کے دوستوں اور رفیقوں میں تھے
علی حضرت کے ان تلامذہ میں جنہوں نے ان سے فن ہیئت و توقیت
سیکھی۔ جب والد صاحب، اعلیٰ حضرت کی تصانیف و مسودات کی
تبویض کے سلسلے میں بریلی میں مقیم تھے، میں علی گڑھ سے ان کی خدمت
میں حاضر ہوا تھا۔ ایک بار جب وہ حکیم صاحب سے ملنے گئے تو
میں ساتھ تھا، مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور بڑے شفقت سے
پیش آئے۔ عمر اس وقت کوئی ساٹھ سال ہوگی۔ (فارسی میں لکھ
لیا کرتے اور شرکائے درس میں کوئی ان سے کوئی مجھ سے سیکھا
کرتا۔ بہر کیف ایک زمانے تک وہ سب ردی پرزے کی شکل میں
رہے اس کے بعد میں نے بعض احباب کی فرمائش سے ان سب کو
کتابی شکل میں جمع کر دیا، اور اس کو آسان سے آسان تر کرنے کے
لئے مثالوں کے علاوہ تشریح مقامات متعلقہ کے عنوانات سے ہر
قاعدے کو اتنا واضح کر دیا کہ اس کتاب کو پیش نظر رکھ کر ہر شخص اس
فن کو باسانی گھر بیٹھا سیکھ سکتا ہے۔ کہیں شبہ ہو تو بذریعہ خط دریافت
کر لینا کافی ہے۔“ مکتوب مورخہ ۱۰ محرم الحرام ۱۳۶۹ھ مطابق

جهان ملك العلماء

حضور ملك العلماء امام العصر سيد محمد ظفر الدين عظیم آبادی صاحب کی حیات اور علمی خدمات

یکم نومبر ۱۹۴۹ء (مکاتیب ملک العلماء قلمی)۔

قیمت کے تقسیم کرتے ہیں۔

یہ کتاب جس کا تہد یہ انہوں نے اپنے مخلص دوست استاذ العلماء مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی (متوفی ۱۳۶۷ھ / ۱۹۴۸ء) بانی جامعہ نعیمیہ مراد آباد کے نام کیا ہے، حاجی محمد ظہور نعیمی کے زیر اہتمام اہلسنت برقی پریس مراد آباد سے جنوری ۱۹۴۳ء میں شائع ہوئی۔

(۲۸) جواہر البیان: ۱۳۳۳ھ (تاریخ)

سیرت سرکار اعظم رضی اللہ عنہ پر علامہ شیخ شہاب الدین احمد بن حجر کی (متوفی ۹۷۳ھ) کی تصنیف الخیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفۃ النعمان کا اردو ترجمہ جو حاجی محمد لعل خاں صاحب قادری برکاتی رضوی کی فرمائش پر کیا گیا تھا۔ اس کا پہلا ایڈیشن انہی کے مطبع اہلسنت وجماعت زکریا اسٹریٹ کلکتہ سے ۱۳۳۳ھ میں یا اس کے کچھ بعد نکلا۔ اصل نسخے کے آخر میں حاجی لعل خاں صاحب مرحوم کی لکھی ہوئی چند اوراق میں مترجم کتاب کی سوانح عمری بھی ہے جو کسی وجہ سے شائع نہیں ہو سکی۔ ملک العلماء اور حاجی صاحب کے بہت گہرے تعلقات اور دیرینہ مراسم تھے۔ اس لئے یہ مستند سوانح حیات ہے جس میں ۱۳۳۳ھ تک کے حالات درج ہیں اور ان کی تصانیف کی فہرست بھی۔ دوسرا ایڈیشن ۱۱ صفحات پر مشتمل بھی ضرور شائع ہوا جیسا کہ مسودہ مصنف پر کسی مطبع کے کاپی نویس کے اشاروں سے ظاہر ہوتا ہے لیکن سال و مقام طباعت کے متعلق مجھے کوئی اطلاع نہیں مل سکی۔ تیسرا ایڈیشن پاکستان سے غالباً مکتبہ نور یہ رضویہ گلبرگ، لائل پور نے چھاپا، اسی طباعت کا عکس ایڈیشن استانبول، ترکی سے حسین علی بن سعید استانبولی نے ۱۳۹۶ھ / ۱۹۷۶ء میں شائع کیا جو علمائے احناف کی تصانیف ہزاروں کی تعداد میں چھاپ کر بغیر کسی

(۳۹) گنجینہ مناظرہ: ۱۳۳۴ھ (مناظرہ)

کلکتہ کے ایک عالم مولوی ولی اللہ صاحب نے ۱۳۳۴ھ میں حنفیوں کو مناظرے کا چیلنج دے رکھا تھا۔ حاجی محمد لعل خاں صاحب مدراسی نے فاضل بریلوی کو لکھ کر مولانا ظفر الدین قادری کو مناظرے کے لئے بلوایا۔ اس رسالے میں اسی کی روداد ہے جسے حاجی عبدالرحمن ڈواری نے کلکتہ سے اسی زمانے میں شائع کیا۔ یہ رسالہ اب نایاب ہے۔

(۵۰) مؤذن الاوقات: ۱۳۳۵ھ (توقیت)

ہندوستان کے لئے ۱۲ درجہ عرض سے ۳۴ درجہ عرض تک ۲۳ رسالوں کو مرتب کرنے کی ضرورت تھی۔ مصنف نے دس رسالے مرتب کر دیئے تھے جن میں کلکتہ، بہار شریف، گوالیار، بریلی اور نئی تال کے رسالے شائع ہو چکے ہیں۔ بقیہ غیر مطبوعہ ہیں۔ کلکتہ کے لئے رسالہ حاجی محمد لعل خاں نے کلکتہ سے شائع کیا، بہار شریف کے لئے رسالے کے دس بارہ ایڈیشن نکلے اور مؤذن الاوقات برائے بریلی اور نئی تال مولوی حسنین رضا خاں قادری نے مطبع حسنی بریلی سے ۱۹۴۷ء میں شائع کیا۔

(۵۱) عافیہ: ۱۳۳۵ھ (صرف)

علم صرف میں ایک مقبول و عام پسندیدہ تصنیف، میزان سے شافیہ تک کے سب مسائل کو جامع۔ مطبع حسنی واقع آستانہ عالیہ رضویہ محلہ سوداگران بریلی سے ۱۹۴۶ء میں شائع ہوئی۔ صفحات ۶۰ (۵۲) سرور القلب المحزون فی الصبر عن نور العیون: ۱۳۳۸ھ (اخلاق)

علامہ جلال الدین سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ) کی شرح

الصدور فی شرح حال الموتی فی القبور کا اردو زبان میں ترجمہ جو اواخر ۱۳۳۸ھ میں تمام ہوا، رجب ۱۳۴۶ھ میں

دوسرا ايڈیشن بھی اس مطبع سے سيد منظر علي ندوى کے زیر اہتمام ۱۳۵۵ھ / جنوری ۱۹۳۷ء میں نظر ثانی کے بعد اشاعت پانچ ماہ بعد (صفحات ۳۳)

(۵۵) تنوير السراج فى ذكر المعراج: ۱۳۵۳ھ (سیرت) جلسہ رجبى شريف کے سلسلے میں واقعات و حقائق معراج

پر ایک سلسلہ تقاریر، رسالے کی شکل میں۔ یہ رسالہ ۱۳۵۳ھ / ۱۹۳۳ء میں شروع ہوا اور ۱۳۶۵ھ / ۱۹۴۶ء کے بعد کوئی پندرہ سال جاری رہا۔ ساری تقریریں غیر مطبوعہ ہیں، صرف جلسہ یازدہم

(رجب ۱۳۶۳ھ) کی تقریر مولوی عبدالرئیس سید محمد شمس الضحیٰ عظیم آبادی کے زیر اہتمام رضوی دارالکتب سرائے سلطان لاہور نے

تعلیمی پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر شائع کی۔ یہی رسالہ ذکر معراج کے نام سے ادارہ روضۃ المعارف گھوسی اعظم گڑھ نے

۱۹۷۸ء میں شائع کیا۔

(۵۶) نصرة الاصحاب باقسام ایصال الثواب: ۱۳۵۳ھ (فقہ) تمنا عمادی مجیبی پھولاروی کے چار سوالوں کے جواب

میں تصنیف کیا گیا تھا۔ سوالات یہ تھے: (۱) ایصال ثواب کا کوئی طریقہ قرآن پاک میں بتایا گیا ہے یا نہیں، اگر ہے تو وہ

کیا ہے؟ (۲) آپ کے اور خلفائے راشدین کے عہد ہائے مبارک میں مردوں کے لئے ایصال ثواب کا کوئی معمول یا دستور تھا یا

نہیں؟ (۳) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اہل بیت و اصحاب میں سے جو وفات پاتے گئے مثلاً حضرت

خدیجہ الکبریٰ، حضرت رقیہ، حضرت ام کلثوم، حضرت خبیب، حضرت حمزہ، حضرت جعفر طیار و دیگر شہدائے جنگ بدر و خنین و تبوک

وغیرہا، ان کے لئے آپ خود یا آپ کے حکم مبارک سے اور صحابہ کرام یا اہل بیت نے کبھی ایصال ثواب کیا یا نہیں؟ اگر کیا تو کس

مصنف کے دوستوں مولوی نعیم الحق ساکن منیر شریف ضلع پٹنہ اور حکیم محمد ہاشم کی فرمائش پر چند ضروری مسائل بطور تتمہ کا اضافہ کیا گیا۔ تاریخ تکمیل ۲۵ رجب المرجب ۱۳۳۶ھ میں صفحات ۹۷

بخط مصنف محفوظ، دوسرا نسخہ مع اضافہ صفحات ۱۱۲ سبھی کتاب خانے میں محفوظ ہے۔

یہ رسالہ، والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے رحلت کے بعد ان کے جاں نثار معتقد و مسترشد حافظ عبدالحفیظ اشرفی صاحب صدر مدرس مدرسہ ادارہ شرعیہ پٹنہ نے ربیع الاول شریف ۱۴۰۳ھ میں

پٹنہ سے شائع کر دیا ہے، لیکن وجہ تالیف و ترجمہ پر مشتمل اوراق جو ضروری تھے، حذف کر دیئے گئے ہیں۔

(۵۳) جامع الرضوی المعروف بصحيح البهاری: ۱۳۳۵ھ (حدیث) اس کا ذکر آگے آئے گا۔

(۵۴) دلچسپ مکالمہ: ۱۳۳۷ھ (نصائح) دینی و اخلاقی مسائل پر مشتمل بعض موضوعات مصنف

کے ذہن میں تھے جن پر وہ رسائل لکھتا چاہتے تھے، ان میں ایک اہم مسئلہ عقد بیوگان کا تھا۔ ۱۹۲۱ء کی مردم شماری سے معلوم ہوا تھا کہ

ہندوستان میں مسلمان بیوہ عورتوں کی تعداد ۲۵ لاکھ سے زیادہ ہے۔ ان میں سے بیشتر غربت و پریشانی میں زندگی گزار رہی تھیں۔

۳۱ء کی مردم شماری میں تعداد ۵۰ لاکھ سے زائد ہو گئی ہوگی، پہلے انہوں نے ۱۳۳۵ھ میں زواج الایامی لکھی، جس کا کوئی نسخہ مجھے نہیں

مل سکا، پھر بہت عام فہم زبان میں قصے کے طور پر، کہ کم تعلیم یافتہ عورتیں بھی دلچسپی سے پڑھ سکیں، انہوں نے یہ رسالہ لکھا۔ جس

کا نام تدبیر اکثریت ہے۔ اس کا پہلا ایڈیشن ۱۳۳۷ھ میں برقی پریس، سبزی باغ، بانگی پور پٹنہ سے شائع ہوا (صفحات ۳۹) اور

۱۳۳۷ھ میں برقی پریس، سبزی باغ، بانگی پور پٹنہ سے شائع ہوا (صفحات ۳۹) اور

۱۳۳۷ھ میں برقی پریس، سبزی باغ، بانگی پور پٹنہ سے شائع ہوا (صفحات ۳۹) اور

اسے ان جہاں سے لکھا جائے گا۔ انہوں نے آخر میں تحریر کیا کہ ”آپ ہوگا، بیزار ہونے لگیں گے۔“ خوف اور ہراس سے بھاگ کر اپنے اسلاف کے کارناموں پر پانی پھیر رہے ہیں، اپنی قوم کو ہمیشہ کے لئے ذلیل و خوار کر رہے ہیں، مسلمانوں کو جو یہاں اقلیت میں ہیں ان کو اقلیت در اقلیت میں مبتلا کر رہے ہیں۔ کیا آپ کی غیرت اس کی متقاضی ہے کہ آپ کے آباؤ اجداد نے تو دارالکفر میں آکر اسلام کا چراغ روشن کر کے خدا کے یہاں سرخروئی حاصل کی تھی، آپ اپنے اس فعل سے دارالاسلام سے اسلام کا چراغ بجھا کر اس کو دارالکفر بنا رہے ہیں۔ کیا آپ کی غیرت اس کی اجازت دیتی ہے کہ وہ مساجد جہاں آپ اور آپ کے آباؤ اجداد اپنی پیشانیاں گھسا کرتے تھے ان کو ویران کر کے چھوڑ جائیں۔ کیا آپ کی غیرت اس کی اجازت دیتی ہے

سبیل سے ڈر لیا لیا، اسی سرے سے سو اس ۵ جواب ۶ میں اور چوتھے سوال کا جواب دس میں مفصل طور پر دے کر مستفتی کے سارے شبہات کے ازالے کی کوشش کی گئی۔ یہ کتاب پہلی بار پٹنہ سے شائع ہوئی اور دوسری بار روضۃ المعارف گھوسی ضلع اعظم گڑھ سے اشاعت پذیر ہوئی، اب یہ بھی کیا ہے۔ ملک العلماء کے ایک مکتوب بنام مولوی سید شمس العظمیٰ آبادی مدرسہ حزب الاحناف لاہور (مورخہ ۱۷ جنوری ۱۳۵۵ء) سے معلوم ہوتا ہے کہ نصرۃ الاصحاب کا مسودہ چھپوانے کے لئے انہوں نے لاہور بھیجا تھا، ۲۳ جون ۱۱ رجب ۱۳۶۲ء کے خط میں بھی اس کا ذکر ملتا ہے۔

(۵۷) مشرقی اور سمت قبلہ: ۱۳۵۸ھ (ہیئت)

خاکسار تحریک کے بانی عنایت اللہ خاں مشرقی (۱۸۸۸ء-۱۹۶۳ء) کے رسالہ مولوی کا غلط مذہب نمبر ۹ کے رد میں

جہان ملک العلماء

حضرت ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی انصاری کی حیات اور علمی خدمات

کہ بزرگوں کے مزارات جن پر آپ سندل لگا کر اور چادر چڑھا کر اپنی سعادت اور قلب و ایمان کی ٹھنڈک محسوس کرتے ہیں۔ آپ بھاگ کر ان کو کفار و مشرکین کی پامالی اور تذلیل کے لئے چھوڑ جائیں کہ ان کے جانور انہیں ناپاک کریں!“

یہ رسالہ ۲ ربیع الاول شریف ۱۳۶۶ھ کو تحریر کیا گیا اور اسی مہینے پٹنہ میں دو ہزار کی تعداد میں چھپوا کر دور دور تک تقسیم کرایا گیا۔ مطبوعہ لیتھو آرٹ پریس دریا پور پٹنہ۔ صفحات ۳۳۔ (۵۹) جو دھویں صدی کے مجدد: ۱۳۶۷ھ (تاریخ)

اس رسالے میں حدیث شریف ان اللہ تعالیٰ یبعث لہذہ الامۃ علی راس کل منۃ سنۃ من یجدد لہا دینہا کی صحت کی تصریح سنن ابی داؤد، مستدرک حاکم، معارفہ بہیقی، جامع صغیر سیوطی، مسند بزاز، معجم طبرانی، کامل ابن عدی اور حلیہ ابو نعیم سے کرنے کے بعد ابوالفضل عراقی اور ابن حجر کے اقوال سے اس حدیث کی مزید توثیق کی گئی ہے، پھر تجدید دین کا مفہوم واضح کرنے کے بعد مجدد کے اوصاف، مجدد کے اقسام اور مجدد کی شناخت بیان کی گئی ہے۔ اس کے بعد مولانا عبدالحی فرنگی محلی کی ایک تحریر کے حوالے سے ابن حجر عسقلانی کے رسالہ الفوائد الحجة فی من یبعث اللہ لہذہ الامۃ اور سیوطی کی اسی موضوع پر ایک تصنیف سے دسویں صدی ہجری تک کے مجددین کے اسمائے گرامی درج کئے ہیں۔ مصنف علام نے گیارہویں صدی کے مجددین میں حضرت شیخ احمد سرہندی فاروقی (متوفی ۱۰۳۳ھ)، حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی (متوفی ۱۰۵۲ھ)، میر عبدالواحد بنگرامی (متوفی ۱۰۷۱ھ)، بارہویں صدی کے مجددین میں سلطان دین پرور ابوالمظفر محی الدین اورنگ زیب عالمگیر (متوفی ۱۱۱۷ھ)، حضرت شاہ کلیم اللہ چشتی دہلوی (متوفی ۱۱۳۳ھ)، قاضی ملک محبت

اللہ بہاری (متوفی ۱۱۱۹ھ) کے اسمائے گرامی لکھے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی (متوفی ۱۱۱۳ ۱۱۷۴ھ) کو کچھ اصحاب بارہویں صدی کا مجدد کہا ہے۔ لیکن تردد یہ ہے، کہ مجدد کی اس صفت یہ کہ ایک صدی کے آخر اور دوسری صدی کے اول میں اس کے افاضہ و افادہ کا شہرہ ہو، حمایت دین و نکایت مفسدین موصوف و مشہور ہو۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شہرت علمی و دینی صدی میں ہوئی، نہ کسی صدی کا آخر پایانہ کسی صدی کا آغاز ہے۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مقام و مرتبت کی عظمت و جلال ظاہر ہے، اسی لئے انہوں نے لکھا ہے کہ: ”پھر ایسا بھی ہوتا ہے کہ صدی کے درمیان کوئی ایسا شخص بھی ہو جو مجدد سے افضل ہو، لیکن مجدد جیسا ہوگا، راس الامۃ پر ہوگا“ مصنف علام، حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ (۱۱۵۹-۱۳۳۹ھ) سے بہت متاثر ہیں لکھتے ہیں: ”البتہ مجدد مئۃ ثالث عشر، ان (شاہ ولی اللہ) کے فرزند ولید و شاگرد و شاگرد و مرید و مستفید و خلیفہ و جانشین حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ہیں، اس لئے کہ مجدد کی ساری صفات ان میں پائی جاتی ہے۔ وہ بارہویں صدی کے آخر میں صاحب علم و فضل و زہد و تقویٰ، مشہور دیار و اطراف تھے اور تیرہویں صدی کے آغاز میں ان کا طوطی ہندوستان میں بولتا تھا اور ساری عمر دینی خدمت میں و تدریس، افتاء و تصانیف، وعظ و ہند، حمایت دین و نکایت مفسدین میں صرف اوقات فرماتے رہے۔“

چودہویں صدی کے مجدد، اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی ہیں ”جنہوں نے تیرہویں صدی کے ۲۸ سال پائے اور علم و فنون، درس و تدریس، تالیف و تصنیف، وعظ و تقریر میں مشہور دیار و امصار ہوئے اور چودہویں صدی کے ۳۹ سال بائے جس میں حمایت دین و نکایت مفسدین، احقاق حق و اذہان باطل

تھی۔ اس ضرورت کو محسوس کر کے والد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان کی سوانح حیات اور انکی علم کارناموں پر ایک کتاب لکھنے کا ڈول ڈالا۔ بریلی اور دوسرے مقامات پر اعلیٰ حضرت کے اعزہ و تلامذہ و معتقدین کو خطوط لکھے کہ ان کے پاس جو کچھ معلومات یا تحریرات و مکاتیب اس سلسلے میں ہوں ان سے آگاہی بخشیں۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے صرف مولوی سید ایوب علی قادری بریلوی (متوفی ۱۹۷۰ء) نے جو والد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بڑے مخلص دوستوں میں تھے اور اعلیٰ حضرت کے مسترشد اور گہرے عقیدت مند، تعاون کا ہاتھ بڑھایا۔ نہ صرف یہ کہ دوسروں سے بھی کچھ لکھوا کر بھیجا، بلکہ ان کے پاس جو معلومات تحریری شکل میں تھے وہ بھی پیش کر دیئے یہ مفید معلومات ان اصحاب کے حوالے سے کتاب میں درج کئے گئے ہیں۔ ملک العلماء کے ایک مکتوب (مورخہ ۵ شوال ۱۳۶۴ھ ۱۳/ ستمبر ۱۹۴۵ء) سے معلوم ہوتا ہے کہ ہزاری باغ (بہار) کے ایک صاحب جناب خورشید احمد، آفتاب ہدایت کے نام سے اعلیٰ حضرت کی سوانح حیات مرتب کرنے کی فکر میں تھے۔ خورشید احمد صاحب یا ان کی کتاب کے بارے میں پھر کوئی اطلاع نہیں ملی غالباً کتاب مرتب اور شائع نہیں ہو سکی۔ ۱۲ رسال کی محنت کے بعد یہ کتاب چار جلدوں میں مکمل ہو گئی، اس کی ابتدا ۱۳۵۷ھ ۱۹۳۸ء میں ہوئی اور اختتام ۱۳۶۹ھ ۱۹۵۱ء میں۔ باعتبار ختم تالیف تاریخی نام مظہر المناقب تجویز ہوا۔ جداول کا مبیضہ ۲۱ شعبان المعظم ۱۳۶۹ھ کو مکمل ہوا۔ یہ جلد مولوی سید ایوب علی مرحوم کی توجہ سے مکتبہ رضویہ کراچی سے جولائی ۱۹۵۵ء میں شائع ہوئی، باقی جلدیں اب تک اشاعت پذیر نہ ہو سکیں۔ چاروں جلدوں کا مبیضہ بخط مصنف مولانا محمود قادری صاحب (خانقاہ قادریہ اشرفیہ، بھوانی پور، ضلع مظفر پور، بہار) کوئی بیس سال ہوئے اشاعت کے

اعانت سنت و امامت بدعت میں جان و مال، علم و فضل صرف کیا، اور جس طرح بنا، ہمیشہ شرع و مذہب کی نصرت اور مخالفین دین متین کا رد و طرد کیا، اور اس میں کبھی نہ لومۃ لائم کی پروا کی اور نہ کسی بڑی شخصیت کا خیال آڑے آیا۔ نہ کبھی شہرت و مدح کی پروا کی، نہ کسی طعن و قدح کے خیال سے حق کہنے میں کوتاہی فرمائی۔ پھر مصنف نے ذیلی عنوانات امام احمد رضا کا علمی مقام، امام احمد رضا مرجع العلماء، وعظ کی ہمہ گیری، حق و صداقت کا کوہ بلند کیا، حقیقت تبلیغ قائم کر کے مزید توضیح کی ہے۔ انہوں نے پھر ہندوستان کے ان ۱۲۷ ہم علمی شہرت رکھنے والے علمائے عرب و عجم کے اسمائے گرامی درج کئے ہیں جو فاضل بریلوی کو اس صدی کا مجدد مانتے تھے۔ آخر میں علامہ جلیل حضرت سید اسماعیل خلیل مکی کی تحریر کا ایک حصہ نقل فرمایا ہے:

کیف لا وقد شهد له عالموا مکة بذلک ولم یکن بالمحل الرفع لما وقع منهم ذلک بل اقول: لوقیل فی حقہ انه مجدد هذا القرن لکان حقاً و صدقاً ع

ولیس علی اللہ بمستنکرا ان یجمع العالم فی واحد "اخبار دہ بدہ سکندری رامپور نے چھ قسطوں میں (۳۰ اپریل ۱۳۵۷ء تا ۱۱ اکتوبر ۱۳۸۸ء) اس مضمون کو شائع کیا تھا، پھر مولانا جلال الدین قادری رضوی کی تقدیم و تحشیے اور پروفیسر محمد مسعود احمد کی تمہید کے ساتھ مکتبہ رضویہ لاہور سے ۱۹۸۰ء میں رسالے کی شکل میں شائع ہوا۔

(۶۰) حیات اعلیٰ حضرت: ۱۳۶۹ھ (سیرت)

فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی حالات زندگی پر ان کی رحلت کے ۱۷ رسال بعد تک بھی کوئی کتاب نہیں لکھی گئی

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی دہلی کی حیات اور علمی خدمات

مکمل معلومات حاصل نہیں ہو سکیں۔

(۶۳) ظفر الدین الطیب: (مناظرہ)

یہ رسالہ ظفر الدین الجید کی اشاعت کے بعد مرتب ہوا جیسا کہ مصنف کی ایک تحریر سے ظاہر ہوتا ہے۔

(۶۴) اصلاح الايضاح: (فقہ)

اس رسالے کے کچھ اوراق دستیاب ہوئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی رسالہ الايضاح کے رد میں ہے۔ اس کی ابتدائی سطریں یہ ہیں:

”میں اس تحریر کو گیارہ حصوں: ایک تمہید، نو فصول اور

ایک خاتمے پر ترتیب دیتا ہوں اور آزاںجا کہ یہ رسالہ مولوی صاحب

کے رسالہ الايضاح کی اصلاح ہے اس لئے اس کا نام اصلاح

الايضاح رکھتا ہوں۔ مولیٰ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کو عام مسلمان

یہ اسکا کہ لے ہا فہم اور مہلہ اور احسن کہ اسکا کہ لے ہا فہم اور مہلہ اور احسن کہ اسکا کہ لے ہا فہم اور مہلہ اور احسن

فتاویٰ کی ایک اور جلد مل گئی ہے۔ اس کی سات ابتدائی سطریں ملک العلماء رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے لکھی ہوئی ملتی ہے۔ حمد و نعت کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

”فقیر بارگاہ رضوی محمد ظفر الدین بہاری میجر وی قادری

برکاتی غفرلہ مامضی و ماسیاتی ملتئم کہ یہ چند استفتاء

جوابات ہیں جو بزمانہ قیام بریلی شریف سائلوں کے جواب میں

لکھے گئے۔ عام مسلمانوں کے فائدے کے لئے کتابی شکل میں ایک

جگہ جمع کئے گئے۔ اللہ تعالیٰ اس کی اشاعت کی توفیق بخشے اور اس

سے مسلمانوں خصوصاً حنفی بھائیوں کو فائدہ پہنچائے۔ وما ذلک

علی اللہ بعزیز و هو حسبی و نعم الوکیل“۔

یہ پورا مجموعہ مجھ کم سواد کا، نو عمری کے زمانے کا نقل

کیا ہوا ہے جب عربی و فارسی کی ابتدائی کتابیں زیر درس تھیں اور

جنہاں سے یہ لکھا گیا ہے، بہت اچھا ہے، اتنا ہی صفحات میں احاطہ ملک

خاں صدر جمیعت اہلسنت والجماعۃ بنگلور جنوبی ہند کے جواب میں

۱۲ ربیع الثانی ۱۲۹۹ھ مطابق ۳۱ جنوری ۱۹۰۰ء کا تحریر کردہ ہے۔ یہ اعزہ

میں کسی کا نقل کردہ ہے۔ صرف آخری دو استفتاء اور ان کے جوابات

بعد کے ہیں ورنہ پورا مجموعہ ۲۳ھ اور ۲۴ھ کے فتاویٰ پر مشتمل ہے۔

ہے، اور اب بھی اسی جگہ اسی قدیم عمارت میں واقع ہے۔ یہ حکومت

کے مدرسہ ایجوکیشن بورڈ کی نگرانی میں چل رہا ہے۔ مسئلے کا تعلق

کتاب النکاح سے ہے۔

(۶۵) مجموعۃ فتاویٰ: (فقہ)

ہو گیا تھا۔

یہ اس زمانے کی تحریرات ہیں جب والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فارغ التحصیل نہیں ہوئے تھے، درس لے رہے تھے اور اعلیٰ حضرت سے فتویٰ نویسی سیکھ رہے تھے۔ اس مجموعے میں دو تین مختصر فتاویٰ اعلیٰ حضرت کے لکھے ہوئے بھی ملتے ہیں۔ افسوس ہے کہ اصل مسودات جن سے بحار، ساٹھ سال پہلے میں نے یہ نقل تیار کی تھی، تلاش کے باوجود

یہاں ملک العلماء کے مرتب کئے ہوئے ایک اور رسالے کا ذکر نہ کرنا مناسب نہ ہوگا۔
(۷۰) جامع الاقوال فی روایۃ الہلال: ۱۳۵۷ھ (فقہ)
مسئلہ رویت ہلال، اختلاف مطالع طریق موجب عدم

جوابات ہدیہ ناہرین سے لے ہیں۔ حاتمہ میں سمریہ و شکایت ہے اس میں استاذی حضرت مولانا سید شاہ عبید اللہ قادری الجبری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۱۳۵۸ھ) سابق استاذ تفسیر مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ کے رسالہ احسن المقال فی رویت الہلال (پٹنہ ۱۳۵۷ھ) کا علمی رد ہے اور آخر میں معاصرانہ چشمک اور قدیم رفاقت و بے تکلفی کی وجہ سے کچھ شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے لکھا تھا۔ اس کا دلچسپ جواب ان کی رحلت کے بعد ان کے صاحبزادے اور میر نے بزرگ دوست مولانا سید احمد عروج قادری مرحوم (متوفی ۱۹۸۶ء) نیا سے دوبارہ پٹنہ سے ۱۳۶۶ھ میں چھاپا، تو انہوں نے انھی کے لفظوں میں ”پہلی اشاعت کی وہ تمام عبارتیں، جو وقتی تھیں اور اصل موضوع سے ان کا کچھ تعلق نہ تھا، اس اشاعت میں نکال دی ہیں۔“

معلوم ہوتا ہے کہ ۳۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۷ھ تک (جب وہ مدرسہ کبیر یہ بہرام کے سربراہ تھے) ۳۵ کتابیں تصنیف و تالیف کر چکے تھے۔ ان میں حسب ذیل تین کتابوں کے نام درج ہیں، جن کا ذکر کہیں اور نہیں ملا۔

(۶۶) التحقیق المبین لکلمات التوبین: ۱۳۳۰ھ

(۶۷) اطیب الاکسیر فی علم التفسیر: ۱۳۳۰ھ یہ رسالہ نمبر (۴۰) کا ممکن ہے نقش اول ہو۔

(۶۸) ندوۃ العلماء: ۱۳۳۸ھ

(۶۹) رسالہ :

ملک العلماء کے ایک علمی و دینی رسالے کا مسودہ ان کی رحلت کے بعد بعض اعزہ کو کتب خانے میں ملا تھا۔ یہ رسالہ جامعہ اشرفیہ مبارک پور سے شائع ہونے والے رسالہ اشرفیہ میں شائع

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی صاحب کی حیات اور علمی خدمات

ہندوستان میں کئی صدیوں تک شافعی علماء کے تیار کردہ احادیث کے مجموعوں کی ترویج و اشاعت ہوتی رہی۔

گیارہویں صدی ہجری میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۹۵۸-۱۰۵۲ھ) شاید پہلے حنفی عالم ہیں جنہوں نے مسلک احناف کی تائید میں ایک مجموعہ احادیث فتح المنان فی تائید مذهب النعمان کے نام سے مرتب کیا۔ اس کے بعد علامہ سید مرتضیٰ زبیدی بگرام (۱۱۲۵-۱۲۰۵) نے عقود الجواہر المنیفہ فی ادلة امام ابی حنیفہ تصنیف کی۔ یہ دونوں رسالے مسلک حنفی کی تائید میں لکھے گئے۔

خالص محدثانہ انداز میں حنفی نقطہ نظر سے ہندوستان میں جو پہلا مجموعہ احادیث مرتب ہوا وہ ظہیر احسن شوق نیوی بہاری (۱۲۷۸-۱۳۲۲ھ) کی آثار السنن ہے۔ یہ کتاب ۱۳۱۸ھ میں ۳۱۱ صفحات رقومی ریس لکھنؤ میں چھپی، افسوس کہ یہ مکمل نہ ہو سکی، کتاب

جامع الاقوال کا مسودہ بخط ملک العلماء کتاب خانے میں محفوظ ہے۔ بعض وجوہ کی بنا پر یہ رسالہ شاہ محمود حسین (عرف شاہ بودا) برادر شاہ حامد حسین سجادہ نشین درگاہ شاہ ارزاں کی طرف سے شائع کیا گیا ہے۔ مطبوعہ شمسی پریس گورہٹ پٹنہ شی ۱۳۵۷-صفحات ۱۹۱۔

مولانا محمود احمد قادری (مصنف تذکرہ علمائے اہلسنت) نے ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور میں چار قسطوں میں ایک مضمون ملک العلماء کی خدمت حدیث پر ۱۹۷۹ء میں شائع کیا تھا۔ مجھے اس کی صرف دو قسطیں دیکھنے کو ملیں۔ اس میں انہوں نے ملک العلماء کی کل تصانیف کی تعداد ایک سو ساٹھ لکھی ہے۔ مجھے فی الحال ان کی انہی تصانیف کا علم ہو سکا جن کا ذکر اوپر گزرا۔

اب کچھ ذکر اس کتاب کا ہوتا ہے، جو ان کی تصانیف میں سب سے زیادہ اہم سے اور جس رعب کا بڑا حصہ انہوں نے

ضرورت پوری نہیں ہوتی ہے، ملک العلماء فاضل بہار نے احادیث کا سارا ممکن الحصول مجموعہ کھنگال کر صرف وہی احادیث صحیحہ جمع کرنے کا بیڑا اٹھایا، جو موید مسلک اہلسنت و احناف ہوں اور فقہ حنفی کا ماخذ و مصدر۔ انہوں نے وہ تمام روایات جمع کیں، جن پر مذہب حنفی کی

محدثین کے مسلک کی موید تھیں۔ مختارات مذہب حنفی کی بنیاد جن اخبار و آثار پر ہے ان کا ذکر نہیں کیا گیا یا کیا گیا تو رد و انکار کے ساتھ "شرحیں اور حواشی بھی انہی کتابوں کے لکھے گئے اور کچھ اردو ترجمے بھی ہوئے تو انہی کتب حدیث کے۔ اس طرح غیر منقسم

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رضی اللہ عنہ کی حیات اور خدمات

عمارت کھڑی کی گئی ہے اور حتی الامکان فقہ حنفی کا شاید ہی کوئی مسئلہ ایسا رہا ہو، جن کی سند و استشہاد میں کوئی خبر اور اثر پیش نہیں کی گئی ہو۔

ملک العلماء نے اس کتاب کی جمع و تبویب میں عمر کا خاصا حصہ صرف کیا ہے۔ فقہی ابواب کی ترتیب پر، انھوں نے اسے چھ جلدوں میں مکمل کرنے کا منصوبہ بیایا اور اس کا نام الجامع الرضوی المعروف بصحیح البہاری (جلداول) (کتاب العقائد) کے اس نسخہ پر جو بخط مصنف محفوظ ہے، جلی قلم سے نام سنن الرضوی لکھا ہوا ہے، ممکن ہے پہلے ہی نام رکھا ہو، لیکن جب کام زیادہ پھیلا تو ”سنن“ پر ”جامع“ کو ترجیح دیکر مؤلف علیہ الرحمہ نے نام الجامع الرضوی رکھ دیا ہو۔ جلد اول کا مسودہ بخط مؤلف رحمۃ اللہ علیہ راقم کے ذاتی کتب خانہ میں محفوظ ہے۔

صفحات ۲۶۱، سطور ۲۱ فی صفحہ۔ اس میں تقریباً ۶۰۰ ابواب ہیں۔ اور احادیث کی تعداد کا تخمینہ ۳۰۰۰ کے قریب ہے۔ اس جلد کی ترتیب کی ابتداء ۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۱ھ کو ہوئی۔ (رکھا ترتیب اس طرح تھی۔ جلد اول: کتاب العقائد۔ جلد دوم: کتاب الطہارت، کتاب الصلوٰۃ۔ جلد سوم: کتاب الزکوٰۃ، کتاب الحج، کتاب الصوم، جلد چہارم: کتاب النکاح تا کتاب الوقف۔ جلد پنجم: کتاب البیوع تا کتاب الغضب۔ جلد ششم: کتاب الشفعہ تا کتاب الفرائض۔ ہر جلد ایک ہزار صفحات پر مرتب کرنے کا خیال تھا۔ جلد اول یعنی کتاب العقائد میں اختلافی مسائل تھے اس لئے اسے پہلے نہ شائع کر کے دوسری اور تیسری جلد جو طہارت، نماز، روزہ، زکوٰۃ و حج پر مشتمل تھی شائع کرنے کا منصوبہ فاضل مؤلف نے بنایا، اس لئے کے عام مسلمانوں کو ان مسائل کی واقفیت کی زیادہ ضرورت ہے۔

صحیح البہاری کی جلد دوم جو طہارت و صلوٰۃ کی احادیث پر مشتمل ہے، آسانی کے لئے چار حصوں میں شائع کی گئی

پہلا حصہ یعنی کتاب الطہارت ۲۲۰ صفحات پر مشتمل ہے اور اس میں ۲۲۳۳ احادیث درج ہیں۔ یہ حصہ شیخ غفور بخش کے ابو العالی الکرک پر پریس آگرہ سے ۱۹۳۱ء میں چھپا۔ بقیہ تین حصے جو کتاب الصلوٰۃ پر مشتمل ہیں۔ سید منظر علی دسنوی کے برقی پریس، سبزی باغ پٹنہ سے ۱۹۳۲ء میں چھپنے شروع ہوئے اور ۱۹۳۷ء میں اختتام پذیر ہوئے۔ دوسرا حصہ ۲۸۸ صفحات پر مکمل ہوا، اس میں ۳۰۶۸ حدیثیں ہیں۔ تیسرے حصے کے صفحات ۲۱۶ ہیں اور حدیثوں کی تعداد ۲۱۳۶ ہے۔ چوتھے حصے کے صفحات کی تعداد ۲۳۹ ہے اور یہ ۱۸۴۹ احادیث پر مشتمل ہے۔ مکمل جلد کے صفحات ۹۶۰ ہیں اور احادیث کی مجموعی تعداد ۹۲۸ تک جا پہنچتی ہے۔ مختصر لفظوں میں ہم کہہ سکتے ہیں، صحیح البہاری کی مطبوعہ جلد تقریباً ایک ہزار صفحات پر مشتمل ہے اور احادیث کی تعداد دس ہزار کے قریب ہے۔

مقدمہ جو ۲۵ صفحات پر پھیلا ہوا ہے ہر طرح قابل قدر ہے۔ اس میں اصول حدیث کی ضروری فوائد ۳۲ فصلوں میں لکھے گئے ہیں جن میں نہایت قیمتی علمی معلومات درج ہیں۔ جن کا جاننا حدیث شریف کے مطالعہ کرنے والوں کے لئے بحد ضروری ہے۔ مقدمہ تحریر کر کے وقت مؤلف علام کے پیش نظر اصول حدیث کی اہمیت کتب تھیں لیکن سب سے زیادہ استفادہ انھوں نے اعلیٰ حضرت کے ان تفرقات سے کیا ہے جنھیں برسوں پہلے انھوں نے بڑی توجہ و انہماک سے جمع کر کے الافادات الرضویہ کے نام سے مرتب فرمایا تھا۔

صحیح البہاری کی اشاعت کے بعد اسے عظیم الشان علمی و دینی کارنامہ قرار دیا گیا اور ہر مدرسہ فکر کے لوگوں نے اس کتاب کی پذیرائی کی۔ علماء نے اس پر تقریظات لکھیں، اور علمی و دینی اخبارات و رسائل میں بہت اچھے تبصرے شائع ہوئے اور اس کتاب کی علم حدیث و فقہ حنفی کی بہت مفید خدمت بتائی۔

حضور ملک العلماء امام احمد رضا کی نظر میں

جہان ملک العلماء حضور ملک العلماء امام احمد رضا کی نظر میں عظیم کباری شہدک حیات اور علمی خدمات

صحيح البهاری آج سے نصف صدی پہلے شائع ہوئی تھی۔ اس کے نسخے کیاب ہی نہیں اب تاياب ہو گئے تھے دوسری اڈیشن شائع کرنے کی عرصے سے ضرورت محسوس کی جا رہی تھی لیکن کمال امر مرهون باوقاته احادیث نبوی کی وسیع پیمانے پر اشاعت کی سعادت، یعنی بلّغوا عنتی ولوا یتہ (بخاری) والے ارشاد گرامی کی تعمیل، پاکستان کے چند عزیز کرم فرما حضرات کے لئے مقدر ہو چکی تھی، جن کی توجہ و عنایت سے یہ کتاب دوبارہ شائع ہو کر منظر عام پر آ رہی ہے۔ خدا نہیں جزائے خیر دے اور انھیں توانا

وتدرست رکھے کہ وہ بدستور دینی و علمی خدمات انجام دیتے رہیں۔ یہ چند صفحات مصنف علام ملک العلماء فاضل بہار پر (بعض حضرات کی فرمائش پر) جن میں صرف ان کی زندگی اور تصانیف پر گفتگو کی گئی ہے، ارتجالاً لکھ دیئے گئے ہیں، یہ اوراق انشاء اللہ ایک مکمل سوانح عمری کے لئے، جس کی ترحیب و اشاعت کی ضرورت ہے، پیش خیمہ ثابت ہو گئے۔

☆☆☆

سرزمین ممبئی پر علم کا مینارہ نور

دارالعلوم فیضان مفتی اعظم

جہاں طلبا کو عالم، حافظ و قاری بنانے کے ساتھ مسلک اعلیٰ حضرت کا سچا نقیب و پاسبان بنایا جاتا ہے۔

پتہ: سید ابوالہاشم اسٹریٹ، پھول گلی، ممبئی ۴۰

رابطہ نمبر: 02265787841 09821178669 09869197521

تعزیت نامہ

مرسلہ: شہزادہ ملک العلماء ڈاکٹر پروفیسر مختار الدین احمد آرزو، سابق صدر شعبہ عربی مسلم علی گڑھ یونیورسٹی، علی گڑھ

حضرت ملک العلماء علیہ الرحمۃ کے وصال (۱۹ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۲ھ / ۱۸ نومبر ۱۹۶۲ء) پر ہندو بیرون ہند سے میرے نام جو تعزیتی خطوط آئے تھے، ان کا انتخاب رسالہ الکوثر (سہرام) کے ”ملک العلماء نمبر“ میں شائع ہونے والا تھا۔ اس خصوصی شمارے کے چار پانچ سو صفحات اس کے لائق و فائق ایڈیٹر مولانا ملک الظفر سہرامی نے کمپوز کرائے تھے اور اس کے متعدد مضامین میری نظر سے بھی گزرے تھے، پھر کچھ ایسے حالات ہوئے کہ رسالہ بند ہو گیا اور ملک العلماء پر یہ خصوصی نمبر شائع نہ ہو سکا۔ کچھ منظوم و منثور تعزیت نامے مجھے کاغذات میں بعد کو ملے، ان میں سے چند یہاں پیش کیے جاتے ہیں:



مکتوب گرامی حضرت مفتی اعظم مولانا محمد مصطفیٰ رضا خان قادری نوری بریلوی
سجادہ نشین آستانہ عالیہ رضویہ، بریلی

بریلی شریف

۲۸ رمضان ۱۳۸۲ھ

السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ

عزیز مکرم صاحبزادہ مختار الدین احمد صاحب سلمۃ المولیٰ تعالیٰ

طالب بخیر بجمہ تعالیٰ پہلے سے اچھا ہے، دو ماہ سے سلسلہ علالت چل رہا ہے، علاج و پرہیز جاری ہے۔ آپ کے والد محترم حضرت مولانا ظفر الدین صاحب علیہ الرحمۃ کے وصال کی اطلاع فقیر کو تاخیر کے ساتھ اندور میں ملی، سفر میں مجھے آپ کا پتہ یاد نہ تھا اس لئے فوراً تحریری تعزیت نہ کر سکا، پھر کچھ چھ شریف سے ارادہ تھا کہ پٹنہ حاضر ہو جاؤں مگر وہیں ایک صاحب نے بتایا کہ آپ مکان پر موجود نہیں ہیں اس لئے حاضری ملتوی کر دی۔ میں حضرت مولانا علیہ الرحمۃ کے مزار شریف پر فاتحہ پڑھنا چاہتا ہوں، تحریر کریں کہ آپ مکان پر کب موجود ہیں گے، میں دس سوال کونا گور کا ارادہ کرتا ہوں اس سے پہلے یا بعد کی تاریخ سے مطلع کریں تاکہ میں آپ کے مکان آ کر فاتحہ پڑھ سکوں، معالج اگر اجازت دیں گے تو میں سفر کر سکوں گا، مولیٰ عز جلالہ آپ کے والد ماجد کو جو رحمت میں جگہ دے اور آپ سب کو صبر جمیل و اجر عظیم اور برکات دیں۔

فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہ

بمطالعہ ساطعہ برادر عزیز صاحبزادہ جناب مختار الدین احمد صاحب سلمۃ

ظفر منزل، محلہ شاہ گنج، ڈاکخانہ مہندرو، پٹنہ

عجم انجمن علم و حکمت، اے سند الاسناد، اے شیخ المشائخ، تو نے اپنی مفارقت سے وہ خلا پیدا کر دیا ہے۔ جس کے متعلق قدرت خداوندی نہیں بلکہ رفتار روزگار کی یہی پکار ہے کہ اس کا پڑھنا عقلاً نہیں تو عادتاً ضرور محال ہے، غم و اندوہ نے آبتار قلب میں کچھ ایسی جنبش دی ہے جس کی کمی چشم و ابرو پر تا حد غیر محدود و اثر انداز نظر آرہی ہے۔

تیری قومی دینی، تقریری تحریری خدمات کی وہ طویل فہرست ہے جس کی نظیر پیش کرنے سے دور حاضر قاصر ہے۔ دعا ہے کہ تجھے آغوش رحمت باری میں بے پناہ نعمتیں میسر ہوں اور پسماندگان کو صبر جمیل۔ آمین ثم آمین۔

عارف کامل و ولی و فقیہ شاہ اقلیم علم و تحت نشیں
روشن از آفتاب، تفسیرش نغز گو، شارح کتاب میں
فخر مسلم، بخاری دوراں نور علم الیقین عیاں ز جبیں
شمع راہ ہدی، تصانیفش لوح دل را از اوست نقش یقین
از صحیح بہاری اش روشن نام او تابہ اوج عرش بریں
کاشف باب معنی و افقا قول او قاطع چنان و چینیں
مصدر خلق و صاحب باطن لفظ لفظش اساس کشور دیں
قلم او کلید قفل بیاں کہکشاں سطر، نقطہا پرویں
ندارد شمار تلمیذش بہرہ یافت زو کہین و مہیں
قادری نسبت خلافت داشت از بریلی شدہ بہ کنز امیں
باوقار و وجیہ و مصدر فیض منبع حلم و صاحب تمکین

چہ تو ان گفت از کمالاتش بہ زبان ملک شنو تحسین
لحد بہ بستم جمادی الآخری آن سپہ علوم زیز زمیں
قدسیان اشک خوں ز چرخ بریخت ہمہ سگان فرش اند حزین
منج فیض، روح پاکش باد مرکز رحم، قبر او، آمیں
باد فضل خدا بہ اعقابش قلب مختار را شود تسکین
بہ ضربش قتل خستہ نوشت

لحد زیب حملہ ظفر الدین

۵ ۱ ۳ ۸ ۲

﴿۵﴾

قطعه تاریخ وفات از حضرت سید شاہ ابو محمد عبداللہ قادری چشتی

سجادہ نشین درگاہ قادریہ غوثیہ، عالی کدل سرینگر، کشمیر.

(۱)

(۱)

از جہاں رفت چو ایں پاک سرشت ظفر الدین بسوی دار بہشت
بہر تاریخ وفاتش ملہم شام غم از سر افسوس نوشت
۱۳۸۲ھ

(۳)

درواہِ جمید دو میں رفت علامہ ظفر ز داؤ فانی
تاریخ فیض ایتما گفت جبرئیل بگوش من نہانی
۱۳۸۲ھ

وائے علامہ زین جهان فنا رفت آرز حکم حق بہ بہشت
سال تاریخ رحلتش ہائے ظفر الدین ادیب ملک نوشت
۱۳۸۲ھ

﴿۶﴾

قطعہ تاریخ وفات از قلم شاہ فدا حسین فدا، لاہور

حضرت والا گہر، ظفر المظفر، مرد حق
شاہد و ساجد ابد تک نور مطلق آپ ہیں
دور حاضر میں کہاں ہے آپ کا کوئی مثیل؟
تو چمن زارِ محمد کا معطر اک گلاب
مسک احمد رضا کا آج بھی جاری ہے فیض
ذخرہ عقبی ہے ان کا عشقِ ختمی مرتبت

نور انوار نبی سے ہیں حبیب آسماں
بندگی کی شان، اُن کی زندگی جاوداں
عکسِ روئے مصطفیٰ، اے عبقری ہر زماں
بسد ملت میں ہے تو اک موجہ روح رواں
آج بھی ازبر ہے مومن کو حدیث دلبراں
”مرحبا“ مرقد پہ پڑھتا ہے ہجوم قدسیاں

آج ظفر الدین بہاری کا فدا سال وصال
کر رقم تو ”نائب احمد رضا بدرجہاں“
۱۳۸۲ھ

﴿۷﴾

مفتی محمد محبوب علی قادری رضوی، ممبئی

۲ رجب ۱۳۸۲ھ

فقیر کو علالت میں ہی یہ المناک دروہ فرسا خبر غم اثر ملی کہ شبِ دو شنبہ ۲۰ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۲ھ کو حضرت مولانا مولوی مفتی شاہ

مجھے یقین ہے کہ آپ کی اعلیٰ تعلیم آپ کو صرف پوت نہیں سپوت بنائے گی۔ بلاشبہ اس وقت آپ کے کاندھوں پر ذمے داری کا بڑا بوجھ آئے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے نبھادے گا۔ میری دعائیں آپ سبھوں کے ساتھ ہیں۔

والسلام
محمد جعفر پھلواری

﴿۹﴾

حضرت سید شاہ محمد عبداللہ قادری

سری نگر، کشمیر

عالیجناب محترم سلمکم اللہ تعالیٰ وسلم
بعداً لتسلیم والتمجید والتکریم۔ سنا گیا کہ جناب کے والد محترم حضرت مولینا ظفر الدین صاحب قادری بہاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس
دار فانی سے..... ہو کر داعی اجل کو لبیک فرما گئے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ سکر آرام وقرار کھو گیا۔ نہایت.... وطمال و بے صبری لاحق
ہوئی۔ خدائے ذوالجلال والا کرام ان کو جنت الفردوس نصیب کرے اور جناب کو بالخصوص اور انکے پس ماندگان کو اجر جزیل و مہر جمیل
عطا فرماوے آمین۔ مرحوم نے باپتہ ارسا لگی مجموعہ وظائف راقم کو وعدہ فرمایا تھا۔ امید ہے کہ آپ اس کا ایفا فرماویں منتظر ہوں۔

والسلام والا کرام

الراقم: سید محمد عبداللہ قادری سجادہ نشین درگاہ قادریہ غوثیہ سری نگر، کشمیر

﴿۱۰﴾

مولانا سید ابوالحسین علی ندوی

ندوة العلماء لکھنؤ

۱۹ دسمبر ۱۹۶۲ء

محبت محترم زید لطفہ

حضور ملک العلماء امام احمد رضا کی نظر میں

جہان ملک العلماء

حضرت ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدظلہ کی حیات اور علمی خدمات

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ابھی حال میں صدق میں یہ پردھکر بڑا افسوس اور قلق ہوا کہ آپ کے والد ماجد کا انتقال ہو گیا۔ معاصر علمائے اہل علم خاص طور پر فہم حدیث کے واقفین اور مصنفین میں ان کی بڑی شخصیت تھی۔ مجھے ذاتی طور پر تو نیاز کا شرف نہیں حاصل ہوا۔ لیکن اہل علم سے ان کا تذکرہ اور ان کی علمی کمالات و خدمات کا ذکر سنتا رہا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ان کو اپنی رحمت و مغفرت سے نوازے اور ان کے درجہ بلند فرمائے۔ میری طرف سے مخلصانہ تعزیت قبول فرمائیے۔ ومامات من کانت بقایاہ مثلکم۔
مخلص ابوالحسن علی

۲۱ رجب المرجب ۱۴۲۵ھ



مولانا عبد الماجد دریا آبادی

دریا آباد، بارہ بنکی

۳۰ دسمبر ۱۹۶۲ء

برادر مکرم۔ وعلیکم السلام

انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہم اغفر لہ وارحمہ۔ بیشک مرحوم دین کے بڑے خادم تھے۔ آپ کے تو خیر والد ماجد ہی تھے۔ باپ کا سہارا بڑا سہارا ہوتا ہے۔ صبر جمیل سے کام لیجئے اور دوسرے متعلقین کو بھی تسکین دیجئے۔ اللہ اللہ کہتے ہوئے جان دینا تو ایک قابل رشک علامت ہے۔

صدق کا یہ نمبر تو مرتب ہو گیا۔ اب اس کے بعد والے نمبر میں بجائے مراسلہ کے خود ایک مختصر نوٹ دے دوں گا۔

والسلام

عبد الماجد



پروفیسر محمد زبیر صدیقی

پی ۴ سہروردی او بیٹو، کلکتہ ۱

۵ دسمبر ۱۹۶۲ء

جهان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی صاحب کی حیات اور علمی خدمات

پرانے مخلص احباب، جو قدیم تہذیب اور اسلامی مودت، الحب للہ کے نمونہ اور تعلیم اسلامی کی جیتی جاگتی، چلتی پھرتی تصویر تھے۔ کیے ہر دیگرے اٹھے جاتے ہیں، اور عموماً ان کی جگہ لینے والا کوئی نظر نہیں آتا۔ لیکن مولانا مرحوم کی جگہ لینے کیلئے خدا نے آپ جیسے بچے اور بچے مسلمان جانشین کو پہلے ہی تیار کر دیا ہے۔ خدا آپ کی عمر دراز فرمائے اور اسلامی علوم اور تہذیب کی خدمت کرنے کا زیادہ سے زیادہ عمل بنائے اور دور جدید کے افسوسناک اثرات سے آپ کو ہمیشہ دور رکھے۔

معلوم نہیں آج کل آپ کہاں ہیں، لیکن امید ہے، آپ اب تک علیگڑھ واپس پہنچ گئے ہونگے، اس لئے یہ خط وہیں کے پتے سے لکھ رہا ہوں آپ یقین کریں کہ اس صدمہ میں میں آپ کا پورا شریک ہوں۔ آپ کا خط پڑھ کر میری آنکھوں کے سامنے مدرسہ حنفیہ پنشنر مولانا احمد رضا خان مرحوم، قاضی عبدالوحید صاحب مرحوم، مولانا عبدالعزیز سہارنپوری مرحوم وغیرہ کی تصویریں آنکھوں کے سامنے پھر گئیں۔ ان سبھوں کو غریقِ رحمت فرمائے۔ آج کل ان بزرگوں پر ہر طرح کی تشدید کی جاتی ہے، لیکن ان کا کیرکٹر، ان کا خلوص اور ان کی لہرت تو بالکل ہی مفقود ہے۔ خدا ہم لوگوں کو توفیق دے کہ ان بزرگوں کے نمونے دنیا کے سامنے پیش کر سکیں۔

آخر میں میں پھر دعا کرتا ہوں کہ خدا مرحوم کو غریقِ رحمت فرمائے اور آپ لوگوں کو صبرِ جزیل عطا فرمائے۔

والسلام و فائز

محمد زبیر صدیقی

﴿۱۳﴾

۷۸۶

مولانا سعید احمد اکبر آبادی

میگ گل یونیورسٹی، مونٹریال، کینیڈا

۲۳-۱۲-۱۹۶۲

محبت محترم و مکرم! السلام علیکم

اظہار صاحب کے خط سے یہ معلوم کر کے بہت افسوس اور صدمہ ہوا کہ آپ کے والد ماجد اچانک دنیا سے رخصت ہو گئے ان اللہ وانا الیہ راجعون آپ کو تو والد صاحب کی وفات حسرت کا جتنا بھی غم ہو، کم ہے، کیوں کہ دنیا میں ہر چیز کا بدل مل سکتا ہے، مگر نہیں مل سکتا، تو ماں باپ کا۔ وہ خواہ کتنے ہی ضعیف اور کمزور ہو جائیں اور اولاد لکھ پڑھ کر کتنا ہی قابل، لائق اور کماؤ بن جائے۔ لیکن ان کے دل کی گہرائی سے ہر وقت نکلنے والی دعائیں وہ سچی اور اور مشفقانہ نظر ہائے جان نواز، وہ خلوص میں ڈوبے ہوئے ہر وقت کے تیور اور ادائیں اگر انسان محسوس کرے تو یہ اس قدر گراں بہا خداوندی نعمتیں ہیں۔

حضور ملک العلماء امام احمد رضا کی نظر میں

﴿۱۴﴾

جناب ڈاکٹر برکات احمد

سڈنی، آسٹریلیا

۳۰ دسمبر ۱۹۶۲ء

مکرمی و محترمی ۱۴ دسمبر کا صدق جدید ابھی ملا ہے۔ اس میں آپ کے والد کے انتقال کی خبر پر دھکر قلق ہوا۔ مرحوم سے ذاتی واقفیت تو نہ تھی، البتہ ایک مشہور عالم دین کی حیثیت سے ضرور جانتا تھا اور آپ سے جو دلی تعلق ہے اس کے پیش نظر طبیعت کو رنج پہنچنا لازمی تھا۔ خدا تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند کرے۔ خدا تعالیٰ نے جس طریقے پر موت دی ہے وہ واقعی ایک مومن کا حصہ ہے۔ باپ کی موت خواہ وہ کسی عمر میں ہو، ایک زبردست خلا پیدا کر دیتی ہے۔ مگر کیا کہئے زندگی ایسے صدموں کا ہی نام ہے۔ میرے والد کے انتقال کو بیس سال سے زائد ہو گئے۔ لیکن ان کی موت ابھی تک میرے دل میں تازہ ہے۔ زندگی گزر رہی جاتی ہے۔ اس وقت تو فیصلہ کیا تھا کہ اب ہستی کے فریب میں کبھی نہیں آؤں گا، مگر وہی حلقہ دام خیال ہے اور میں ہوں۔ خدا تعالیٰ آپ کو اور حضرت مولانا مرحوم کے سب لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

مخلص

برکات احمد

﴿۱۵﴾

مولانا محمد حسن علی رضوی میلسی

جامعہ غوثیہ رضویہ، ضلع ملتان، پاکستان۔ ۲۷ جمادی الثانی ۱۳۸۲ھ

آقائے نعمت حضرت ملک العلماء کے حضور میں

ترس رہی ہیں تیری دید کو جو مدت سے

وہ بے قرار نگاہ ہیں سلام کہتی ہیں

بخدمت اقدس صاحبزادہ والا جاہ سلمہ سلام مسنون۔ دعیمہ خلوص مشخون۔

خط آیا اور اس میں آقائے نعمت نازش اہلسنت حضرت ملک العلماء مولانا شاہ محمد ظفر الدین صاحب قادری رضوی علیہ الرحمہ

آہ ”رحمۃ اللہ علیہ“ کے وصال شریف کی اندوہناک خبر سے دل و دماغ لرزہ بر اندام ہو گئے۔

حضور ملک العلماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی رحلت بلاشبہ دنیائے اہلسنت کے لئے ایک ناقابل تلافی عظیم حادثہ ہے۔ حقیقتاً ان کا نظیر

نظر نهى آتا۔ آسان رضويت كے چمكتے آفتاب تھے۔ اس حقير پر جس قدر بے پناه عنایتیں تھیں، وہ زندگی بھر تو بھول نہیں سكتا۔
ع نہ بھولوں بھول کر بھی یاد تیری

سلطان المناظرین حضرت شیر شیعہ اہلسنت مولانا محمد حشمت علی خان صاحب الرضوی امام المتکلمین حضرت علامہ ابوالخالد سید محمد شاہ محدث الاعظم ہند قدس سرار ہم كے غم میں ابھی آنکھیں پر نم ہی تھیں کہ حضور پر نور اعلیٰ حضرت مجددین و ملت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک اور نشانی بھی ہماری نظروں سے غروب ہو گئی، اے مولیٰ! یہ کیا ہوا، تیرا دین اعدائے دین كے نرغے میں ہے۔ ایسے گمراہ کن دور میں حضرت ملك العلماء علیہ الرحمہ مذہب حقہ کی چمکتی ہوئی دلیل تھے۔ مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام كے صدقہ اطہر سے حضور پر نور غوث اعظم و حضور پر نور مجدد اعظم كے فیض سے اس عظیم ضلّا کو پر فرمائے اور حضرت کی اولاد امجاد میں ان جیسا صاحب علم و عمل جری نڈر چاہے مرد میدان عالم با عمل بنائے آمین۔ حضرت کی خدمت میں خط لکھنے والا ہی تھا کہ آپ نے یہ خبر دی، جس سے از حد صدمہ ہوا۔ مجھے حضرت كا آخری نوازش نامہ گزشتہ محرم الحرام میں ملا، جس میں ایک ضروری مسئلہ تحریر فرما کر سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ كے اوراد شریفہ کی اجازت سے مشرف فرمایا۔

اخبارات انجام کراچی: کوہستان ملتان: امروز ملتان: رضوان لاہور ماہ طیبہ کوٹلی لوہاران، نوائے وقت ملتان میں یہ خبر دی گئی ہے۔ فاتحہ خوانی کی محفل بھی منعقد ہو گئی، امید ہے، چہلم تک جلسہ بھی حضرت کی یاد میں ہوگا۔ آپ حضرت کی سوانح عمری تیار کریں۔ مولیٰ تعالیٰ آپ کو صبر جمیل عطا فرمائے اور حضرت كا صحیح جانشین بنا کر ہمارے سروں پر سلامت رکھے۔ حضرت خدومہ والدہ ماجدہ صاحبہ کی خدمت میں تعزیت و صبر کی تلقین اجر کی دعا۔ تفصیلی حالات سے مطلع فرمادیں، انتظار کروں گا آہ ع خاموش ہو گیا ہے چمن بولتا ہوا
حضرت كے مزار پر نور پر سلام ع آسان ان کی لحد پر شبنم افشانی کرے۔
ادنیٰ خادم الفقیر القادری محمد حسن علی الرضوی، چوک غوثیہ رضویہ، ٹلی، ضلع ملتان شریف

﴿۱۶﴾

مولینا محمد حبیب الجبار قادری

۲۲ جمادی الآخر ۱۳۸۲ھ

ذوالعالی والا کرام دامت اقبالہم سلام مسنون قبولباد

خبر حسرت آیات ملتے ہی آلام و مصائب کی گھٹائیں چھا گئیں۔ افسوس کہ علم و عمل کا چمکتا آفتاب ہماری ظاہری نظروں سے اوجھل فرما گیا۔ اب ہم میں نہ کوئی رہبر کامل رہا نہ دلبر ماہر علوم ہیأت و اقلیدس و رطل وغیرہ سب سپرد خاک ہو گئے اور گلشن اسلام ایک گراں قدر مال

حضور ملك العلماء امام احمد رضا کی نظر میں

جہان ملک العلماء

حضرت ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رحمہ اللہ کی حیات اور علمی خدمات

کی آپاشی کے محروم ہو گیا جن کی زکسین پھٹی پھٹی نگاہوں سے دیکھ رہی ہیں کہ موت العالم موت العالم کا پورا پورا مصداق بن کر خدا کے ایک محبوب خدائے عزوجل سے جا ملے اور ہم سھوں کو مولیٰ تبارک وتعالیٰ کے رحم و کرم اور پیارے مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چشم عنایت پر چھوڑ گئے ہمیں تو یقین ہی نہیں ہوتا کہ آج حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہم میں نہیں ہیں، اگرچہ اسباب ظاہرہ ہمارے یقین کی بنیاد کو متزلزل کر رہے ہیں اناللہ وانا الیہ راجعون۔ مگر اس سے ہماری عقیدت میں کوئی تنازع نہیں ہے۔ کیوں کہ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی روحانیت اب بھی ہمارے ساتھ ہے مولیٰ تبارک وتعالیٰ امی جان اور آپ سب حضرات کو صبر عجزیل عطا فرمائے آمین۔

مجھے اس سانحہ عظیم کی خبر آج ۲۲ جمادی الاخریٰ کو ہوئی ایصال ثواب کے سلسلہ میں پانچ ختم قرآن مجید کے ہوئے اور پھر قل پڑھ کر ثواب ہدیہ روح حضرت رحمۃ اللہ علیہ کیا گیا۔ مولیٰ تبارک وتعالیٰ اپنے پیارے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جوار رحمت میں مقام اعلیٰ عطا فرمائے آمین ثم آمین۔ آپ حضرات کی خدمات میں ناچیز ہدیہ سلام پیش کرتا ہے۔ ناچیز کو حضرت علیہ الرحمہ کی شاگردیت اور ختم شاگردیت کا شرف حاصل ہے گزشتہ رمضان المبارک میں ناچیز ہی لامع النور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قدم بوس تھا۔ فقط والسلام مع الاکرام۔

میرے ساتھ مولوی محمد فیض الرحمن صاحب سلام کہتے ہیں اور غم و الم میں وہ بھی شریک ہیں فقط۔
حقیر فقیر محمد حبیب الجبار قادری
۲۲ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۲ھ

﴿۱۷﴾

جناب مالک رام

سفارت خانہ ہند، برسلز، بلجیم

۱۳ دسمبر ۱۹۲۶ء

مکرمی جناب، ابھی ابھی جناب قاضی عبدالودود صاحب کے گرامی نامے سے آپ کے والد ماجد کے افسوسناک انتقال کی خبر ملی۔ ان اللہ وانا الیہ راجعون۔ مجھے معلوم نہیں ان کی عمر کیا تھی یا موت کا کیا بہانہ ہوا۔ لیکن آپ کی عمر سے انداز کر سکتا ہوں کہ وہ زیادہ کبیر السن نہیں ہو سکتے۔ لیکن موت کا کوئی بھی باعث ہوا ہو، یہ تو اپنے وقت پر آ کے رہے گی۔ اگر دنیا میں کوئی چیز لا بد ہے، جو کسی عنوان سے نکل نہیں سکتی، تو یہ موت ہے۔ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو اس دن اور اس سفر کیلئے تیاری کرتے رہتے ہیں۔ پس ماندگان کو اس دائمی جدائی کا قلق اور ملال لازمی ہوگا۔ کیونکہ وہ ان کی سرپرستی، مشورے، دعا سے محروم ہو گئے، لیکن انھیں بھی آخر کار صبر کرنا ہی پڑے گا۔ اب ہمارا فرض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ محروم کو اپنے فضل و کرم کی چادر میں ڈھانپ لے اور ان سے غم و عافیت، سلوک کر کے اس جوار میں جگہ ارزانی فرمائے۔ آمین۔ والسلام دلاکرام

خاکسار

مالک رام

جناب شاہ صابر حسن صابری دہلی

شنبہ ۱۹۶۲ء

مرشدزادہ آفاق حضرت مولانا مختار الدین احمد صاحب آرزو زاد افاضیہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہم۔ ۲۱ نومبر کا کارڈ ملا۔ کس دل سے پڑھا؟ کیسے پڑھا؟ اس کو رب العزت جل جلالہ جانتا ہے ظاہری دنیا میں اگرچہ انقلاب عظیم محسوس کر رہا ہوں۔ حضرت کی ظاہری برکات سے، سایہ عاطفت، آئینہ رحمت سے ہم آپ سب محروم ہو گئے۔ یہ ہماری بدبختی، اور کم نصیبی ہے۔ لیکن الحمد للہ تم الحمد للہ کہ ان کی روحانی اور باطنی توجہات، عنایات اور نوازشات ہمارے شامل حال ہیں۔ حضرت کی ظاہری مفارقت بلاشبہ موت العالم موت العالم کے مصداق ہے۔ لیکن الحمد للہ کہ آپ کی ذات گرامی دسالیہ باقیات الصلحات کا سچا نمونہ ہے۔ ہم سیاہ بخت بظاہر حضرت کی ذات اقدس سے واقعی محروم ہو گئے۔ لیکن یہ بطائن ہماری انگلیں آنکھیں حضرت کے تورات دینیہ، فیوض و برکات اسلامیہ کا بھج لکھ کریم مشاہدہ کر رہی ہیں۔ تاحیات کرتی رہیں گی اور یہ فیوض رضویہ ظفریہ نشاء اللہ الکریم تاقیامت جاری رہیں گی۔

آپ کا گرامی نامہ الم شامہ پڑھتے ہی احباب و مخلصین کرام کو ہندوستان، پاکستان اور احباب افریقہ کو مطلع کر دیا ہے کہ قرآن پاک کے ختم شریف پڑھ کر حضرت ملک العلماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی روح اطہر کو مسرور کریں اور تاحیات ہر ماہ کی ۲۰ تاریخ کو فاتحہ شریف کیا کریں۔ ہماری ظاہری دنیا اگرچہ بے نور ہو گئی۔ مگر روحانی دنیا کو بھج لکھ لکھ تعالیٰ چار چاند لگ گئے۔ جس طرح اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو ہم محروم نہیں تصور کرتے۔ اسی طرح حضرت ملک العلماء علیہ الرحمہ کی ذات مبارکہ کو بھی بقید حیات ہی تصور کرتے ہیں کہ حضرت کا فیض بیکراں ہم مسکینوں پر جاری و ساری ہے اور تاحیات بلکہ تاقیامت انشاء اللہ جاری رہے گا۔ حضرت کا قیام آج کہاں ہے؟ اکثر یہ کسی کو نہیں معلوم؟ لیکن بعونہ تعالیٰ اکثر حضرت کے کفش برداران اور آپ کے تابعدار حضرت کے مقام قیام کو سمجھتے ہیں اور آپ بھی جانتے ہیں۔

مجھے ظاہری اضحلال ضرور ہے۔ مفارقت کا صدمہ لازمی ہے۔ دل بھی روتا ہے۔ مگر اپنے حالات کے لئے۔ گو۔ انا للہ وانا الیہ راجعون سے تسکین ہو جاتی ہے۔ پھر بھی جی چاہتا ہے کہ سلسلہ مراسلات جاری رہے تاکہ دل کی دنیا اور منور ہو۔ اس لئے استدعا ہے کہ جواب سے ضرور مطلع فرمادیا کیجئے۔ مجھے یقین ہے کہ جناب میری اس استدعا کو قبول فرمائیں گے؟

ظفر منزل پر کس نام سے عریضہ حاضر کیا کروں؟ جناب تو علیگڑھ تشریف لے جائیں گے؟ یا لے گئے ہوں گے؟ پھر جواب کیے ملے گا؟ حضرت ملک العلماء علیہ الرحمہ کے آخری گرامی نامہ کا جواب بھی مجھ پر واجب ہے اور حضرت نے ایک کتاب ”حقیقت گزار صابری“ مرحمت فرمانے کا وعدہ فرمایا تھا؟ یہ عطا فرمانا ہے۔ اب آپ کی ہی جانب سے مفصل گرامی نامہ تشریف لائے تو تفصیلات سے احقر بھی مطلع کرے۔ راپور میں خانقاہ صابریہ میں اور حقیر کے کلیہ احزان میں، قرآن پاک کے ختم شریف ہو رہے ہیں، اور روح منور کو بظاہر تاجدار کو نبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسرور کیا جا رہا ہے۔ چہلم کا پروگرام مرتب فرما کر مسرور فرمائیے۔ علیا حضرتہ والدہ مکرمہ سے، بہنوں سے،

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدظلہ کی حیات اور علمی خدمات

بہنیوں سے، نیز جملہ اصحاب و اصغر کرام سے مخلصانہ، مؤدبانہ سلام مسنون۔ باقی آئندہ حقیر تابعدار۔

صابر حسن صابری

﴿۱۹﴾

حضرت راز یزدانی، راجپور

۶ دسمبر ۱۹۶۲ء

مشفق و محترمی۔ تسلیم و نیاز

کل باتوں باتوں میں عرشی صاحب نے آپ کے والد کے حادثہ انتقال پر طلال کی خبر دی اور مرحوم کے اوصاف حمیدہ سے بھی واقف کیا۔ افسوس صد افسوس موت کیسے کیسے برگزیدہ اصحاب کو بیدردی کے ساتھ ہم سے چھین رہی ہے اور ہم ناچار دعائے مغفرت اور تلقین صبر ہی کر سکتے ہیں۔ حالانکہ میں تجربا جانتا ہوں والد بزرگ اور والدہ محترمہ کا انتقال کیا معنی رکھتا ہے۔ خدا آپ کو صبر عطا فرمائے۔ آمین اور مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں مقام عالی۔ ثم آمین۔ مجھے صحیح تاریخ انتقال سے مطلع فرمائیں اور اس جانکاہ غم میں شریک تصور کریں۔

والسلام سوگوار

راز یزدانی

﴿۲۰﴾

۷۸۶

مفتی محمد زین الدین قادری

مدرس مدرسہ جامعہ عزیز العلوم نانپارہ ضلع بہرائچ شریف

۱۱ رجب ۱۳۸۲ھ

حضرت مخدومی مولانا لکھنوی دامت فیوضہم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت ملك العلماء امام العصر سيد محمد ظفر الدين عظيم آبادى دہلي کی حيات اور علمى خدمات

حضرت عليه الرحمہ کا سایہ ظاہری ہمارے سروں سے اٹھ گیا دنیاے سنیت میں ایک بہت بڑی کمی ہو گئی۔ مدرسہ عزیز العلوم نانپارہ میں حضرت عليه الرحمہ کے ایصالِ ثواب کے لئے ایک مجلس منعقد ہوئی۔ تلاوت قرآن پاک کے بعد فاتحہ ہوا۔ آپ سے معروض کہ صبر فرمائیں اور مخلصین کو صبر کی تلقین فرمائیں۔ مولیٰ تعالیٰ ہی کا ہے جو اس نے عطا فرمایا اور اسی کا ہی ہے جو اس نے لیا۔ ہر شئی کی اس کے یہاں ایک عمر مقرر ہے جس میں کی بیشی نامتصور۔ ہم سب خدام کی ہمدردیاں آپ کے ساتھ ہیں گزارش کہ مستقبل قریب ہی میں حضرت مرحوم کی سیرت عالیہ کے مضامین سے جرائد اور رسائل کے ذریعہ اہلسنت کو باخبر فرمایا جائے اور حضرت کے مخصوص علمی کارناموں سے استفادہ کا موقع بخشا جائے۔ مولانا رجب علی صاحب بانی مدرسہ عزیز العلوم اور اساتذہ و طلاب مدرسہ اور دیگر اہلسنت و منتظمین عزیز العلوم کی طرف سے سلام مسنون معروض ہے۔

والسلام

آپ کا مخلص محمد زین الدین غفرلہ قادری بہاری

﴿۲۱﴾

جناب محمد چراغ قادری رضوی جالندھری

لاٹل پور، فیصل آباد، پاکستان

۷۸۶

عالیجناب حضرت العلام ڈاکٹر محمد مختار الدین صاحب مدظلہ العالی۔

والدین ملک العلماء رحمہ اللہ کے انتقال پر ملال کی خبر پڑھ کر از حد صدمہ ہوا۔ پروردگار عالم حضرت مرحوم و مغفور کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ آپ کو صحیح معنوں میں حضرت کا جانشین بنائے آمین ثم آمین۔ حضرت قبلہ عالم گلشن رضویت کے مہکتے ہوئے پھول تھے۔ جن کی علمی و عملی خدمات کو دنیاے سنیت کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمہ اللہ کی شفقت و کرم سے جو ان کا آپ کے ساتھ تھا۔ ان کی قدر و منزلت تو امتیازی سے رنگ میں پیش کرتا ہے۔ حضرت کی معرکہ آرا تصنیف ”حیات اعلیٰ حضرت“ کئی روز سے زیر مطالعہ ہے۔ سبحان اللہ کتاب کی تالیف حضرت کی علمی منزلت بیان کر رہی ہے۔ سنیوں کے لئے ایک انمول علمی مجموعہ ہے۔ بار بار زبان سے یہی نکلتا ہے۔ آہ قطب الارشاد گذشت۔ ہم آپ کے اس عظیم غم میں برابر کے شریک ہیں۔ اللہ تعالیٰ صبر جمیل عطا فرمائے۔

حضرت ملك العلماء امام احمد رضا کی نظر میں

آخر میں ایک عرض پیش کرنی ضروری سمجھتا ہوں۔ امید ہے کہ آپ اس کو قبول فرماویں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ یہ کہ حضرت کی سوانح حیات کی تالیف کا کام اپنے اوپر ضرور لازم فرماویں گے۔ اس فقیر پر تقریر کو مطلع فرماویں گے۔ تاکہ سنی حضرات جو حضرت کی حیات ظاہری میں ان کی زیارت سے محروم رہے۔ ان کے اقوال و افعال سے استفادہ کر سکیں۔ لہذا میں پر زور اپیل کروں گا، آپ سے اس اپیل کے بارے میں میں پاس نہیں رہوں گا۔ آپ ایک اعلان کے ذریعے ضرور مواد حاصل کریں۔ جس سے یہ کہ حضرت کی عملی، علمی زندگی پر دلالت کرتا ہو۔ سب جمع فرما کر اجر عظیم حاصل کریں۔ جس طرح سے والد ماجد رحمہ اللہ نے اعلیٰ حضرت کی حیات لکھ کر سنیوں پر ایک احسان عظیم کیا ہے۔ اسی طرح سے آپ سوانح ملک العلماء رحمہ اللہ لکھ کر مشکور ممنون ہونے کا موقع دیویں۔ میری اس رائے کو عملی جامہ پہنانے کے لئے مجھے بواپسی اور سے ڈاک ضرور تحریر فرماویں۔ میں یہاں پاکستان میں کسی رسالے میں آپ کے جواب آنے پر اشتہار دوں گا۔ تاکہ آپ کو زیادہ سے زیادہ مواد بہم پہنچایا جاسکے۔ خط کا جواب جلدی دیویں۔ سب مجلس احباب کو سلام مسنون۔

والسلام

خادم اہل سنت فقیر محمد چراغ قادری رضوی عفی عنہ جالندھری ثم لایلمپوری مغربی پاکستان۔

﴿۲۲﴾

پروفیسر خواجہ احمد فاروقی

وسکون یونیورسٹی امریکہ

۱۱ اربو ستمبر ۱۹۶۲ء

محبت مکرم!

ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی صاحب کے خط سے یہ معلوم کر کے کہ آپ کے والد ماجد کا انتقال ہو گیا، بے حد رنج اور افسوس ہوا۔ میں سایہ پداری سے محروم ہو چکا ہوں اور آپ کے غم کا اندازہ کر سکتا ہوں۔ عجیب معاملہ ہے، اس واقعہ پر پندرہ سال گزر چکے ہیں لیکن اب بھی ان کا خیال آتا ہے تو آنکھیں نمناک ہو جاتی ہیں۔ نباشد ہوش از جانم فراموش اللہ تعالیٰ آپ کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ امید ہے کہ مزاج بخیر ہوگا۔

خواجہ احمد

پروفیسر ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی، صدر شعبہ اردو، ملی یونیورسٹی

﴿۲۳﴾

پروفیسر گوپی چند تارک

نئی دہلی۔ ۵

۱۷ دسمبر ۱۹۶۲ء

مکرمی آرزو صاحب تسلیم!

آپ کے والد ماجد کے انتقال کا معلوم ہو کر سخت رنج ہوا۔ موت برحق ہے اور جانا سب کو ہے، لیکن والدین، والدین ہیں اور کاہر اسہارا ہوتا ہے۔ ان کی ذات محبت و شفقت کا لازوال سرچشمہ ہوتی ہے۔ ہم سب علاقے کے شکنجے میں کے ہوئے ہیں، ایک تہلے ٹوٹا ہے، سو جڑتے ہیں، لیکن والدین کی سی بات کہاں! خدا انہیں آخرت کی بلندیوں سے سرفراز کرے اور آپ کو صبر دے کہ دنیا میں ”مجبوروں“ کا آخری سہارا ہے۔

میں آخری جنوری میں امریکہ کے لئے روانہ ہو رہا ہوں۔ کوشش کروں گا کہ جانے سے پہلے ایک روز کے لئے علیگڑھ آؤں۔ دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔

خاکسار

گوپی چند تارک

﴿۲۴﴾

پروفیسر نثار احمد فاروقی

انداراں کنواں گلی قاسم جاں، دہلی

۱۵ دسمبر ۱۹۶۱ء

برادر مکرم۔ تسلیمات!

آج ہی ہفتہ وار ”صدق“ کے ایک شذرہ سے یہ اندوہناک خبر ملی کہ آپ کے والد بزرگوار رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہو گیا۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جو رحمت میں جگہ دے اور عقبی کے مدارج عالیہ پر فائز فرمائے۔ ان کے لئے اب بہترین نذرانہ دعائے مغفرت ہی ہو سکتی ہے۔ والدین اللہ کی اتنی بری رحمت ہیں کہ دنیا میں ان کا کوئی بدل ممکن نہیں۔ ان کی شخصیت میں

حضرت ملك العلماء امام احمد رضا کی نظر میں

جہان ملک العلماء حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی الشہکی حیات اعلیٰ خدمات

ربوبیت کی شان ہوتی ہے۔ اور ان کا سایہ زندگی کا سب سے بڑا سایہ ہوتا ہے۔ شیخ سعدی نے تو کیسے اثر انگیز الفاظ میں لکھا ہے۔

من آں دم سرتاجور داشتم کہ سر درکنار پدر داشتم
اگر بر وجودم نشستی مگس پریشاں شدے خاطر چند کس
کنوں دشمنان گر برندم اسیر نباشد کس از دوستم نصیر

میں ایسے بڑے سانچے پر کن الفاظ میں اظہار ہمدردی کروں۔ رسم کے طور پر کچھ لکھنا بے معنی سی بات ہے۔ آپ کو جو صدمہ ہوا ہوگا، اس کا کون اندازہ کر سکتا ہے۔ میں تو یہ سوچتا ہوں کہ ان کی شخصیت کیسی دلنواز، پرسوز اور بلند و بالا رہی ہوگی۔ جس کا ایک پر تو آپ کی زندگی میں نظر آتا ہے۔ یہ دنیا آنی فانی ہے اور مرگ عجب استحالہ ایست کہ درپیش است مگر رنج ہونا بھی تقاضے سے بشریت ہے۔ اب یہی عرض کر سکتا ہوں کہ صبر کیجئے اور ان کے لئے دعا فرمائیے۔ مجھے تو ایسے بزرگوں کی موت پر بھی رشک آتا ہے، جنہوں نے استقامت، استواری اور ثابت قدمی کے ساتھ اپنی سچ دھج اور آن بان پر قائم رہ کر اتنی طویل عمریں گزاریں اور انسانیت کی سچی مثال بن کر رہے۔ ہم لوگ تو بے غیرتی سے زندہ ہیں اور کتنے ہی امتحان ایسے آتے ہیں، جہاں ہمارے قدم لڑکھڑانے لگتے ہیں۔ غالب نے تو اپنے کسی دوست کو تعزیت میں یہی لکھا تھا کہ اگلوں میں سے جو مر گئے، اچھے رہے۔ اگر اس زمانے میں ہوتے، تو اپنی آبرو دکھوتے۔ اللہ بس باقی ہوں۔

والسلام

نثار احمد فاروقی

﴿۲۵﴾

ڈاکٹر صبیح احمد کمالی

علی گڑھ

۲ دسمبر ۱۹۶۲ء

محبی آرزو صاحب سلام مسنون

آپ نے علیگڑھ سے روانگی سے پہلے جس سانحہ کی اطلاع دی تھی اس پر ایک بار پھر اظہار افسوس کرنے کے لئے میں یہ خط لکھ رہا ہوں۔ آپ اپنے والد صاحب مرحوم کے تعلق سے اور مراسم کی جو تفصیل کبھی بتائی تھی، اس کی بنا پر میں انہیں اپنے ان بزرگوں میں شمار

کرتے ہوئے جن کو راغب صاحب سے ربط تھا اور جو میرے لئے قابل احترام تھے۔

آپ کو بھی اس واقعہ کی اطلاع اچانک لکھی تھی، چنانچہ آپ کو اس خط سے اور بھی زیادہ صدمہ ہوا ہوگا۔ دعا ہے کہ اس مرنے والے خدا نے آپ کو اور آپ کے سب عزیزوں کو صبر جمیل کی توفیق دہی ہو۔ آپ نے روانگی کے وقت جن امور کے متعلق تاکید کی تھی وہ ٹھیک سے تکمیل تک پہنچے ہیں۔

والسلام
صبح احمد کمالی

﴿۲۶﴾

موت العالم کموت العالم

برادران ملت! آج دنیا اندوہناک بربادیوں ہولناک پستیوں کا مظاہرہ کر رہی ہے۔ جس کی تلافی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ یعنی ۲۲ نومبر کو حضرت ملک العلماء مولانا ظفر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس دنیائے فانی سے روپوش کی المناک خبر سن کر ہم طلبہ دارالعلوم منظر اسلام کو از حد صدمہ ہوا۔ ہر سننے والا غم و اندوہ کے اثر سے اشکبار ہو گیا۔ دارالعلوم ہذا میں تعطیل کر دی گئی۔ جمع طلباء قرآن خوانی میں مصروف ہو گئے۔ قرآن مجید کے کثیر ختم ہوئے۔ مہتمم دارالعلوم مفسر اعظم حضرت جیلانی میاں مولانا محمد ابراہیم رضا خاں صاحب مدظلہ کی طرف سے شیرینی منگائی گئی۔ بعد فاتحہ حضرت ملک العلماء کی روح پاک کو ایصال ثواب کیا گیا۔ آج ہم سے حضرت ایسے پر فتن دور میں جدا ہو گئے۔ جب کہ حضرت کی ذات کی اشد ضرورت محسوس کی جا رہی تھی۔ ہمیں حضرت کی ذات کا روشنائے نہیں کرانا ہے۔ ہر مذہب و فرقہ کے افراد اس عنقا مثال ذات سے ضرور روشناس ہیں۔ حضرت کے انتقال سے ایک عالم کی موت ہو گئی۔ کیوں نہ ہو موت العالم کموت العالم جزا دے۔ آمین ثم آمین۔

محمد قمر الزماں رشیدی۔ انجمن اصلاح البنات، محلہ ذخیرہ معلم مدرسہ دارالعلوم منظر اسلام بریلی
(ماہنامہ علی حضرت، بریلی شمارہ فروری ۱۹۶۲ء ص ۳۵)

ملك العلماء حضرت مولانا ظفر الدين بهارى عليه الرحمہ

۱۱

احمد رضا خاں بریلوی سے وابستہ ناسا سردھے۔

امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی یہ کرامت ہی کہیے، یہ ان کے تلامذہ اور خلفاء نہ صرف علم و فضل بلکہ صلابت دینی میں بھی ان کے مظہر تھے۔ ان میں سے ایک ممتاز ہستی حضرت مولانا علامہ ملک العلماء مولانا محمد ظفر الدین قادری تھے۔ انہوں نے اپنے دور کے باکمال اساتذہ مثلاً حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی اور حضرت مولانا احمد حسن کانپوری سے اکتساب فیض کیا۔ مولانا لطف اللہ علی گڑھی اور حضرت مولانا ارشاد حسین رامپوری کے خاص تلامذہ مولانا سید بشیر احمد علی گڑھی اور مولانا حامد حسن رامپوری کے سامنے بھی زانوئے تلمذ طے کیا۔ تاہم جس ہستی سے سب سے زیادہ مستفیض اور متاثر ہوئے وہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ العزیز تھے۔

پھولے بھائی حضرت مولانا سن رضا بریلوی اور بڑے صاحبزادے حجۃ الاسلام حضرت مولانا حامد رضا خاں بریلوی اور حضرت مولانا حکیم سید محمد امیر اللہ شاہ بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ کو تیار کیا اور ان کی کوشش سے امام احمد رضا خاں بریلوی کو مدرسہ منظر اسلام، محلہ سودا گراں، بریلی شریف قائم کرنے پر راضی کیا۔ مدرسہ کا نام تاریخی ہے جس کا شمار ۱۳۲۲ء برآمد ہوتے ہیں۔ اسی سال یہ مدرسہ قائم کیا گیا۔ مولانا ظفر الدین بہاری اور ان کے ہم وطن دوست مولانا سید عبدالرشید عظیم آبادی ان دو طالب علموں سے مدرسے کا افتتاح ہوا۔

ملك العلماء نے امام احمد رضا خاں بریلوی سے ”صحیح بخاری شریف“ ”اوقلیدس“ کے چھ مقالے ”تصریح“ ”شرح پنجمینی“ ”مکمل کر کے علم توقیت، جفر اور تکسیر وغیرہ فنون حاصل کئے، تصوف کی کتابوں ”عوارف المعارف“ اور ”رسالہ شیریہ“ کا بھی درس

جہان ملک العلماء

حضرت ملک العلماء امام احمد سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی شہید حیات اور علمی خدمات

لیا۔ شعبان ۱۳۲۵ھ ۱۹۰۷ء میں علماء کے جم غفیر میں امام احمد رضا خاں بریلوی کی فرمائش پر حضرت مخدوم شاہ حیات احمد قدس سرہ سجادہ نشین ردولی شریف نے دستار فضیلت باندھی اور سند عطا کی، تحصیل علوم سے فراغت کے بعد امام احمد رضا خاں بریلوی نے آپ کو تمام سلاسل میں خلافت و اجازت مطلقہ سے نوازا اور ”ملک العلماء“ کا لقب عطا فرمایا۔

امام احمد رضا خاں بریلوی کے عزیز ترین اور مایہ ناز شاگرد اور خلیفہ تھے، کبھی اپنے مکتوبات میں انہیں لکھتے ”جبیبی و ولدی و قرة عینی“

(میرے پیارے، میرے بیٹے، میری آنکھوں کی ٹھنڈک) اور کبھی یوں تحریر فرماتے ”جان پدہ بلکہ از جان بہتر“

ملک العلماء کے بارے میں امام رضا خاں بریلوی کے تاثرات کا مرقعہ لکھتے ہیں: رحمہ اللہ! زما جمعہ نواہی...

سوساٹھ اشعار پر مشتمل ایک قصیدہ لکھا، جس میں ذکر صحابہ و اہل بیت کے احباب کے عنوان سے اپنے خلفاء اور خصوصی احباب کا تذکرہ کیا گیا۔ تیسرے نمبر پر ملک العلماء فاضل بہار کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا گیا: میرے ظفر کو اپنی ظفر دے اس سے ٹھکتیں کھاتے یہ ہیں غرض یہ کہ ملک العلماء اپنے استاذ اور مرشد گرامی کے چہیتے اور خاص احباب میں سے تھے۔ وہ اس دور کے مروج علوم و فنون کے علاوہ علم جفر، تفسیر اور توحیت میں امام احمد رضا کے عظیم شاگرد تھے بلکہ توحیت میں تو بقول امام احمد رضا تھا آگاہ تھے یعنی پورے ہندوستان میں ان کے پائے کا دوسرا عالم نہ تھا۔ بریلی شریف میں جو نقشہ اوقات نماز شائع ہوتا تھا وہ ملک العلماء ہی تیار کرتے تھے۔ حضرت مفتی اعظم پاکستان علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری رحمہ اللہ تعالیٰ کی فرمائش پر ملک العلماء نے لاہور اور اس کے ارد گرد ڈیڑھ سو...

جہان ملک العلماء

حضرت ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی شعبہ کی حیات اور علمی خدمات

شہروں کا جنوبی ہونا چاہئے۔

نیز وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ سمت قبلہ میں عرض حرم سے عرض البلد کے زائد یا کم ہونے کا اعتبار نہیں، بلکہ عرض موقع کے زائد یا کم ہونے پر انحراف کا مشاد ہے عرض موقع کیا چیز ہے؟ اور سمت قبلہ نکالنے کا کیا قاعدہ ہے؟

یہ استفتاء درج ذیل مشاہیر کو ارسال کیا گیا:

- ۱۔ مولانا سید سلیم احمد صاحب، ریاست ٹونک
- ۲۔ مولانا محمد فضل حق صاحب، پرنسپل مدرسہ عالیہ، ریاست راجپور
- ۳۔ مولانا محمد صاحب، رائی بیٹھ، مدراس
- ۴۔ مولانا حفیظ اللہ صاحب، ندوۃ العلماء لکھنؤ
- ۵۔ مولوی انور شاہ صاحب، صدر المدرسین، دیوبند
- ۶۔ مولوی سید سلیمان ندوی صاحب، دارالمصنفین، اعظم گڑھ
- ۷۔ مولوی ابوالکلام آزاد صاحب، کلکتہ
- ۸۔ مولوی کفایت اللہ صاحب، دہلی
- ۹۔ مولوی باجد علی صاحب، مدرس مدرسہ عالیہ، کلکتہ
- ۱۰۔ مولوی عبداللطیف صاحب، مدرسہ مظاہر العلوم، سہارنپور
- ۱۱۔ مولوی ثناء اللہ صاحب، ایڈیٹر 'المحدث' امرتسر
- ۱۲۔ مولوی اشرف علی صاحب، تھانہ بھون، ضلع مظفرنگر

لیکن حیرت کی بات ہے کہ ان مشاہیر میں سے اکثر نے خاموشی اختیار کی۔ بعض نے اس فن کے ساتھ دلچسپی نہ ہونے کا ذکر کیا اور جن بعض نے جواب دیا وہ بھی اگر خاموشی اختیار کرتے یا معذرت کر دیتے تو بہتر تھا۔ ان کے جوابات پر ملک العلماء نے جو تبصرہ کیا ہے وہ پڑھنے کے لائق ہے اور "الجواہر والیواقیت" میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ سب سے پہلے مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کا جواب آیا۔ انہوں نے لکھا کہ میں سوال ہی نہیں سمجھا (جواب کیا دوں؟)

ترتیب دے کر طبع فرمایا تھا، میں اس جگہ بعینہ اس کو درج کر دینا مناسب سمجھتا ہوں تاکہ اس فن کے شائقین کو اعلیٰ حضرت کے فیض و برکت سے بہت آسانی ہو۔

"صحیح البہاری" کے مقدمہ کی ابتداء میں فرماتے ہیں:

ہم مقصد میں شروع ہونے سے پہلے ایک مقدمہ لاتے ہیں جو متعدد فوائد پر مشتمل ہے۔ یہ فوائد ہم نے علماء کرام خصوصاً سیدی و ملازی شنی و استاذی، شیخ الاسلام و المسلمین، وارث علوم سید المرسلین، موید الملتہ الطاہرہ، مجدد الملتہ الحاضرۃ مولانا الشاہ احمد رضا خاں قادری برکاتی بریلوی، اللہ تعالیٰ ہمیں دنیا و آخرت میں ان کی برکات سے نفع عطا فرمائے کی تصانیف سے چنے ہیں۔ (اردو ترجمہ)

اس سے پہلے بیان کیا گیا ہے کہ ملک العلماء علم ہیئت اور توحیت میں خصوصی مہارت کے حامل تھے اور ان علوم میں ہندوستان میں ان کا کوئی معاصر نظر نہیں آتا۔ اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے کہ انہوں نے "شرح خمینی" پڑھاتے ہوئے قوم سمت کے بیان میں سمت قبلہ کا تذکرہ کرتے ہوئے بیان کیا کہ جو علماء اپنے آپ کو اس فن کا جاننے والا سمجھتے ہیں، ان میں سے بعض یہ کہتے ہیں کہ اگر کسی جگہ کا عرض البلد مکہ معظمہ سے زائد ہو، تو اس جگہ کے لوگ کسی قدر جنوب کی طرف جھک کر کھڑے ہوں اور اگر عرض البلد کم ہو، تو شمال کی طرف جھکتے ہوئے کھڑے ہونا کافی ہے حالانکہ یہ غلط ہے۔ بعض طلباء کو یہ مسئلہ سمجھنے میں دشواری پیش آئی۔ انہوں نے اس وقت کے مشہور علماء کے پاس درج ذیل استفتاء بھیجا:

"کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کلکتہ، پٹنہ، گیا، الہ آباد کا سمت قبلہ شمالی ہے یا جنوبی؟ ایک مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ ان سب جگہوں کا قبلہ شمالی ہے چونکہ یہ سب شہر مکہ معظمہ سے زائد العرض ہیں اس لئے خیال ہوتا ہے کہ سمت قبلہ ان

جهان ملك العلماء

حضور ملك العلماء امام العصر سيد محمد ظفر الدين عظيم آبادي ديشيكي حيات اور علمي خدمات

میں جامعہ نمس الہدیٰ، پٹنہ میں مدرس مقرر ہوئے۔ ۱۹۱۶ء میں حضرت سید شاہ علیخ الدین احمد، سجادہ نشین خانقاہ کبیرہ بہرام کے مدرسہ میں مدرس اول ہو کر ۱۳۳۸ھ / ۱۹۲۱ء میں جب جامعہ نمس الہدیٰ پٹنہ گورنمنٹ کے زیر انتظام آیا تو سینئر مدرس ہو کر واپس آئے۔ ۱۳۶۵ھ / ۱۹۴۸ء کو جامعہ کے پرنسپل ہوئے۔ ۲۲ نومبر ۱۹۳۹ء کو رخصت لے کر آرام کیا اور ۱۹۵۰ء میں پرنسپل کے عہدے سے سبکدوش ہوئے۔ ۱۳۶۷ھ سے ۱۳۷۰ھ تک ظفر منزل، شاہ گنج، پٹنہ میں مقیم رہے۔ حضرت سید شاہ شاہد حسین سجادہ نشین مکہ حضرت شاہ رکن الدین عشق کی استدعا پر ۲۱ شوال المکرم ۱۳۷۱ھ میں کٹیہار میں جامعہ لطیفیہ بحر العلوم کا افتتاح کیا اور صدر مدرس کی مسند کو زینت بخشی۔

اور سمت قبلہ نکالنے کا قاعدہ کسی ہیئت داں سے پوچھا جاوے۔ شاید مدرسہ دیوبند سے اس کو جواب موصول ہو سکے۔ اشرف علی

ملك العلماء مولانا محمد ظفر الدین بہاری نے ”الجواہر والیواقیت“ میں متحدہ ہندوستان کے اضلاع کی سمت ہائے قبلہ بیان کی ہیں اور ہر شہر کا طول بلد، عرض بلد، قوس انحراف اور نقطہ مغرب سے سمت انحراف بیان کی ہے، فرماتے ہیں:

”فقیر اپنے مسلمان بھائیوں کی نفع رسانی اور مساجد و صلاۃ کی صحت و درستی کے خیال سے صوبہ جات بنگال، بہار، ممالک مغربی و شمالی پنجاب کے جملہ اضلاع کے سمت قبلہ نکال کر ایک جدول میں یہ ترتیب حروف تہجی مع طول و عرض بلد لکھ دیتا ہے کہ جو صاحب خود نکالنا چاہیں ان کو سہولت ہو“

اس سے پہلے امام احمد رضا بریلوی کے بیان کردہ دس قواعد بیان کئے ہیں ان قواعد کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”اس جگہ میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز کے رسالہ قبلہ سے باب دوم پر اکتفا کروں جس کے قواعد تمام روئے زمین زیر و بالا، بحر و بر، سہل و جبل، آبادی و جنگل سب کو محیط ہیں کہ جس مقام کا عرض و طول معلوم ہونہایت آسانی سے اس کی سمت قبلہ نکل آئے۔ آسانی اتنی کہ ان سے سہل تر بلکہ ان کے برابر بھی اصلاً کوئی قاعدہ نہیں اور تحقیق ایسی کہ عرض و طول اگر صحیح ہوں اور ان قواعد سے سمت قبلہ نکال کر استقبال کریں اور پردے اٹھادیئے جائیں تو کعبہ کو خاص رو برو پائیں“ ۸

حضرت ملك العلماء ۱۳۲۶ھ / ۱۹۰۸ء میں مدرس مقرر ہوئے۔ ۱۳۲۹ھ / ۱۹۱۱ء تک یہیں فرائض تدریس انجام دیئے۔ اسی سال شملہ کی جامع مسجد کے خطیب مقرر ہو کر گئے۔ پھر مدرسہ حنفیہ، آرہ میں بحیثیت صدر مدرس تشریف لے گئے۔ ۱۳۳۱ھ / ۱۹۱۳ء

غرض یہ تمام زندگی تعلیم، تبلیغ و تصنیف اور خدمت دین میں بسر فرمائی۔ اور قابل صد فخر کارنامے انجام دیئے۔

ملك العلماء کی زندگی کے آخری دو سال تصنیف و تالیف، وعظ و ہدایت اور فتویٰ نویسی میں صرف ہوئے جس رات ان کی رحلت ہوئی اس رات بھی آپ نے چار خطوط تحریر کئے۔ وہ بلڈ پریشر کے مریض تھے اور بہت کمزور ہو گئے تھے لیکن ان کے روزانہ کے دینی معمولات میں کوئی فرق نہ آیا۔ ۱۹ جمادی الاخرہ ۱۳۸۲ھ / ۱۸ نومبر ۱۹۶۲ء کی رات ذکر جہر اللہ کرتے ہوئے جاں آفریں کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے رحمہ اللہ تعالیٰ دسویں گیارہویں صدی ہجری کے مشہور بزرگ حضرت شاہ ارزاں رحمہ اللہ تعالیٰ (متوفی ۱۰۲۸ھ) کی درگاہ سے متصل شاہ گنج کے قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔ ۱۰

حضرت ملك العلماء کے فرزند ارجمند اور ہندوستان میں جدید ادب عربی کے معدودے چند فضلاء میں سے ایک فاضل ڈاکٹر

حضور ملك العلماء امام احمد رضا کی نظر میں

جہان ملک العلماء حضور ملک العلماء امام احمد رضا کی نظر میں تہذیبی حیات اور علمی خدمات

- ۹۔ "تنویر السراج فی ذکر المعراج" (۱۳۵۳ھ و بعد) حضرت سید شاہ حمید الدین سجادہ نشین نگہ حضرت شاہ رکن الدین عشق رحمہ اللہ تعالیٰ نے ۲۷ رجب کو رجبی شریف کے جلسوں کا اہتمام کیا اور تقریر کے لئے حضرت ملک العلماء کو دعوت دی۔ یہ جلسے ۱۳۵۳ھ/۱۹۳۳ء سے شروع ہو کر ۱۳۲۵ھ/۱۹۳۶ء تک جاری رہے۔ ممکن ہے کہ بعد میں بھی جاری رہے ہوں۔ ہر سال یہ تقریریں قلم بند کر لی جاتیں اور ملک العلماء ان پر نظر ثانی ڈال لیتے تھے۔ "تنویر السراج" اسی سلسلہ تقاریر کا نام ہے۔ پہلے سال "بسم اللہ شریف" پر اڑھائی گھنٹے تقریر ہوئی۔ دوسرے سال کلمہ "سبحان" پر تیس سال کلمہ "الذی" پر غرض یہ کہ ایک ایک اور ایک حرف پر سال بسال تقریریں ہوتی رہیں اور یہ سلسلہ تیرہ سال تک جاری رکھا۔ ہمارے عزیز دوست مولانا حافظ محمد شاہد اقبال نے انجمن نوجوانان اہل سنت، بھائی گیٹ، لاہور کی طرف سے انہی تقاریر پر مشتمل دو تین رسائل شائع کر دیئے ہیں۔
- ۱۰۔ "حیات اعلیٰ حضرت" (۱۳۶۹ھ) سن عیسوی کے اعتبار سے اس کا تاریخی نام "حیات اعلیٰ حضرت" (۱۹۳۸ء) اور ہجری کے اعتبار سے "منظر المناقب" (۱۳۶۹ھ) ہے۔ امام احمد رضا خاں بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ پہلا مستند تذکرہ ہے جو چار جلدوں پر مشتمل ہے اب تک امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ پر جو کچھ لکھا گیا ہے اس کی بنیاد یہی کتاب ہے۔ اس کی ایک جلد مکتبہ رضویہ، کراچی سے چھپ چکی ہے۔ افسوس کہ باقی جلدیں مولانا شاہ محمود احمد قادری مولف "تذکرہ علماء اہل سنت" حضرت ملک العلماء کے صاحبزادہ صاحب سے لے گئے تھے جو نا حال شائع نہیں ہوئی۔
- جناب سید صابر حسین شاہ بخاری، ناظم امام اہلسنت لاہوری، برہان ضلع انک، پنجاب "حیات اعلیٰ حضرت" کی مکمل
- مختار الدین احمد مدظلہ ہیں۔ جو مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ کے شعبہ عربی کے صدر رہ چکے ہیں۔ اس وقت علی گڑھ ہی میں قیام پذیر ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں سلامت باکرامت رکھے۔ آمین۔
- جناب پروفیسر ڈاکٹر مختار الدین احمد مدظلہ نے ملک العلماء کی ستر تصانیف کے نام اور ان کا تعارف پیش کیا ہے۔ تفصیل کے "حیات ملک العلماء" مطبوعہ ادارہ معارف نعمانیہ، لاہور ملاحظہ ہو۔ درج ذیل سطور میں ان کی چند منتخب تصانیف کی فہرست پیش کی جاتی ہے۔
- ۱۔ "شرح کتاب الشفاء تعریف حقوق المصطفیٰ" (سال تصنیف ۱۳۲۳ھ سیرت طیبہ امام قاضی عیاض رحمہ اللہ علیہ کی شفاء شریف کی (تاکمیل) شرح
- ۲۔ "التعلیق علی القدری" (۱۳۲۵ھ) مشہور درسی کتاب قدوری پر عربی حاشیہ (فقہ)
- ۳۔ "تقریب" علم منطق میں مفید رسالہ صغریٰ سے سلم تک کے مسائل کا جامع (منطق)
- ۴۔ "دافیہ" (۱۳۳۵ھ) نحو میر سے معنی الملیب تک کے مسائل کا جامع رسالہ (نحو)
- ۵۔ "موزن الاوقات" (۱۳۳۵ھ اور کے بعد) مختلف شہروں کے اوقات نماز، سحری و افطاری انتہاء سحر اور ضحوة کبریٰ کا بیان (متعدد رسائل) (توقیت)
- ۶۔ "ہادی الداء لترك الموالات" (۱۳۳۵) تحریک ترک موالات کے رد میں (سیر)
- ۷۔ "جامع الرضوی" المعروف بہ "صحیح البہاری" (۱۳۳۵ھ) (حدیث) تعارف آئندہ سطور میں آئے گا۔
- ۸۔ "نافع البشر فی فتاویٰ ظفر" (۱۳۳۹ھ) ملک العلماء کے فتوؤں کا مجموعہ (فتاویٰ)



حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی صاحب کی حیات اور علمی خدمات

اشاعت کے بارے میں ملک العلماء علامہ محمد ظفر الدین رضوی الہامی کے تحت جبرڈاکٹر مختار الدین احمد اور (وائس چانسلر مولانا مظہر الحق عربی فارسی، یونیورسٹی، پٹنہ، ہندوستان) سے یوں استفسار کرتے ہیں۔

”حیات اعلیٰ حضرت کی باقی جلدیں بھی آپ نے چھپوانے کا وعدہ کیا تھا لیکن..... نہ چھپ سکیں۔ آخر یہ باقی جلدیں کہاں گئیں..... انہیں زمین کھا گئی یا آسمان! آخر ماجرا کیا ہے؟“

پروفیسر ڈاکٹر مختار الدین احمد صاحب ان کے جواب میں لکھتے ہیں:

ماجرا یہ ہے کہ اس کتاب کے مصنف ملک العلماء

حضرت علامہ محمد ظفر الدین قادری رضوی رحمہ اللہ علیہ (متوفی

۱۳۸۲ء - ۱۹۶۲ء) نے برسوں کی محنت کے بعد ”حیات اعلیٰ

حضرت!“ چار جلدوں میں (۱۳۶۹-۱۹۳۸) میں مرتب کی۔ پہلی

اور دوسری جلد کا مسودہ انہوں نے مولانا سید ایوب علی رضوی بریلوی

کو (اشاعت کے لئے) کراچی بھیجا۔ انہوں نے پہلی جلد ہیکتہ

رضویہ کراچی سے جولائی ۱۹۵۵ء میں شائع کی۔ پھر اس کو آپ

(علامہ اقبال احمد فاروقی) نے اپنے اہتمام میں تین حصوں میں

مرکزی مجلس رضا، لاہور سے ۱۹۹۲ء میں دوبارہ چھاپ کر عام کیا۔

دوسری جلد کے بارے میں مولانا سید ایوب علی مرحوم نے قلت

وسائل کا شکوہ کیا اور لکھا کہ پہلی جلد کی آمدنی سے دوسری اور اسی

طرح ساری جلدیں چھاپ دی جائیں گی۔ غالباً سنیوں اور

رضویوں کی بے حسی اور عدم دلچسپی کے بناء پر سید صاحب کے پاس

انتاسر مایہ کبھی جمع نہ ہو سکا کہ وہ دوسری جلد کی اشاعت کا بیڑا اٹھا

سکتے۔ کچھ دنوں بعد سید صاحب کا وصال ہو گیا۔ ان دنوں ”حیات

اعلیٰ حضرت“ پاکستان میں نہ چھپ سکی تو ہندوستان میں کیا چھپتی۔

..... کے) علی گڑھ کے ایک سنی عالم اور طبیب

حازق جناب پروفیسر حکیم خلیل احمد صاحب جاسی (استاذ

کالج، مسلم یونیورسٹی) کو ساتھ لے کر مجھ سے ملنے آئے۔

ہوا تو معلوم ہوا سنی رضوی عالم ہیں۔ حضرت جیتہ الاسلام کے شاگرد

ہیں۔ مدرسہ منظر اسلام بریلی کے تعلیم یافتہ ہیں اور مشہور عالم

مفتی شاہ رفاقت حسین (استاد مدرسہ کانپور) کے صاحبزادے

ہیں۔ ان کی زیر تالیف کتاب ”تذکرہ علماء اہلسنت“ کا بھی ذکر

رکھا تھا۔ انہوں نے فرمایا ”حیات اعلیٰ حضرت“ کا مسودہ دیکھنا چاہتا

ہے۔ انہیں دکھایا گیا۔ پھر انہوں نے کہا آپ کی اجازت ہو تو

اسے شائع کر دوں۔ حکیم صاحب نے ان کی تائید بلکہ سفارش کی۔

میں کہا سبحان اللہ! اس سے اچھی بات اور کیا ہوگی کہ یہ سوانح عمری

زیور طبع سے آراستہ ہو جائے۔ میں نے مشورہ دیا کہ پہلی جلد چھپ

چکی ہے اسے فی الحال نہ چھاپئے دوسری جلد شائع کیجئے۔ اور اس کا

مسودہ وہ مجھ سے لے گئے۔ کچھ دنوں کے بعد ان کا کٹا آیا کہ سلسلہ

کلام دیکھنے کے لئے اور جلدوں کی ضرورت ہوگی۔ چنانچہ کتاب کی

چاروں جلدوں کا مسودہ ان کے حوالے کر دیا۔ انہوں نے میرا

مشورہ نہ مان کر پہلی جلد کی کتابت شروع کرادی چھوٹی تقطیع کے

۶۶ صفحاتوں کے پروف میری نظر سے گزرے تھے پھر معلوم نہیں کیا

آفت بے چارے پر پڑی کہ اس کی طباعت رک گئی۔ اس زمانے

میں برابر ان سے خط و کتابت ہوتی رہی پھر آہستہ آہستہ کم ہو گئی۔

برسوں کے بعد انہوں نے اطلاع دی اس کی کتابت کانپور میں

ہورہی ہے۔ مدت گزر گئی کتابت نے طباعت کی شکل نہیں دیکھی۔

استفسار حال کیا جواب نہ آیا۔ خطوط لکھتا رہا جواب میں خاموشی

رہی۔ پھر دہلی کے ایک رسال میں اعلان ہوا کہ ”حیات اعلیٰ

حضرت“ پٹنہ سے چھپ رہی ہے۔ برسوں گزر گئے کتاب غیر شائع

شدہ رہی۔ مولانا مفتی محمد میاں عالم ہیں، مفتی ہیں، پیر ہیں، اس

حضور ملک العلماء امام احمد رضا کی نظر میں

احساس کریں گے اور یا تو وہ کتاب شائع کریں گے یا مسودہ واپس کر دیں گے۔ لیکن آج سید صابر حسین شاہ صاحب کی مندرجہ بالا سطریں (”جہاں رضا“ شماره جولائی ۹۸ء صفحہ ۱۰) اور اسی رسالے کے اگست ۹۸ء کے شمارے صفحہ نمبر ۱۹ میں آپ کے نام صاحبزادہ محمد الیاس قادری فاضل صاحب (چکوال، گجرات) کے مکتوب گرامی کی یہ عبارت دیکھ کر یارائے صبر نہ رہا جس میں تحریر فرماتے ہیں:

”چند سال پیشتر آپ نے ”حیات اعلیٰ حضرت“ ۸۸ حصوں میں مرکزی مجلس رضا، لاہور کی جانب سے طبع کروانے کا اعلان فرمایا تھا جس میں تین حصے پہلی جلد کے ملے باقی کیا ہوئے۔ غالباً انڈیا کے کسی مفتی نے تین حصے دبائے ہوئے ہیں۔ افسوس صد افسوس کہ کسی نے اس سے واپس لینے کی ہمت نہیں کی اور تو اور پروفیسر مختار الدین احمد آرزو صاحب قبلہ بھی بے بس نظر آتے ہیں اور بریلی شریف والے بھی خاموش ہیں۔ کیا وہ مفتی اتنا طاقتور ہے؟ کیا کوئی ہمت والا اس سے کتاب بازیافت نہیں کروا سکتا۔ کسی ادارے میں اس مسئلے پر بحث فرمائیں اور اچھی طرح فرمائیں۔“

صاحبزادہ صاحب کی یہ سطریں پڑھ کر ضبط کا بند ٹوٹ گیا اور یہ سرگزشت آپ کو لکھ دی کہ آپ صورت حال سے واقف ہو جائیں۔ مفتی صاحب کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ کبھی کبھی وعظ و نصیحت، تبلیغ و ارشاد کے لئے اپنے وطن سے باہر تشریف لے جاتے ہیں۔ لیکن زیادہ تر اپنے وطن مالوف (خانقاہ قادریہ اشرفیہ

احمد فاروقی) لاہور سے اور کئی اصحاب پاک و ہند، اس کی اشاعت کے لئے تیار ہوئے اور مسودے کے بدلے ان کو رقم دینے کے لئے بھی تیار ہوئے۔ لیکن مفتی صاحب نے توجہ نہیں فرمائی۔ چاہتے ہوں گے کہ جب مسودہ مجھ سے مانگ کر وہ لے گئے ہیں شائع بھی وہی کریں۔ یہ تکلف محض ہے۔ انہیں اندازہ نہیں سنیوں کا کس قدر نقصان انہوں نے کیا ہے۔ تیس سال پہلے یہ کتاب چھپ جاتی تو اب تک اس کے متعدد ایڈیشن نکل گئے ہوتے اور علمی دنیا چودھویں صدی ہجری کے ایک مقدر عالم اور بے مثال مصنف سے کما حقہ، واقف ہوتی۔

حکیم خلیل احمد اور مولانا ارشد القادری نے مسودے کی واپسی کی بہت کوشش کی۔ کامیابی نہیں ہوئی۔ کئی سال ہوئے میرے ایک عزیز نسیم الحق (ایگزیکٹو انجینئر، بہار) مفتی محمود احمد کے گاؤں (بھوانی پور، مظفر پور) جا کر رمضان کے زمانے میں صبح سے شام تک ان کے گھر ملاقات کے لئے بیٹھے رہے۔ عصر کے بعد گھر سے رقعہ آیا کہ میری طبیعت علیل ہے۔ اگر آپ لوگ ”حیات اعلیٰ حضرت“ کے مسودے کے لئے بیٹھے ہیں تو اطلاع دیتا ہوں کہ کتاب کانپور میں چھپ رہی ہے۔ اس بات کو بھی دس سال ہو گئے اور ہوز روز اول ہے۔ نسیم الحق صاحب کے ساتھ بہار کے ایک مستعد عالم علی احمد سیوانی بھی تھے۔

اب آپ ”جہاں رضا“ کے ذریعے عالمی اور دینی دنیا کی

جهان ملك العلماء

حضرت ملك العلماء امام العصر سيد محمد ظفر الدين عظيم آبادي شہر کی حیات اور علمی خدمات

بھوانی پور، ضلع مظفر پور، بہار ہندوستان) میں مقیم رہتے ہیں۔ انہیں خطوط لکھتے لکھواتے رہے اور ان کے لئے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اس بات کی توفیق دے کہ وہ مسودہ واپس کر دیں میں ان کا بہت شکر گزار ہوں گا۔

علامہ ارشد القادری نے ایک ملاقات میں مجھ سے فرمایا تھا کہ اس کا بھی امکان ہے کہ ”حیات اعلیٰ حضرت“ مصنف ملک العلماء فاضل بہار حضرت علامہ ظفر الدین قادری رضوی کچھ دنوں بعد کسی اور نام سے شائع ہو جائے۔ کتب کے چاروں حصوں میں ”حصہ دوم“ اس لحاظ سے سب سے اہم ہے کہ اس میں تصانیف اعلیٰ حضرت کا مفصل ذکر ہے۔ جن کتابوں سے ہم لوگ واقف نہیں ہیں بلکہ جن کے نام بھی ہم نے نہیں سنے ہیں توقع ہے کہ اس حصے میں ایسی نادر کتابوں کا ذکر ہوگا۔

کراچی کے اہل علم کے لئے خوشخبری یہ ہے کہ ”حیات اعلیٰ حضرت“ حصہ دوم کا ایک نسخہ بہ خط مصنف مولانا سید ایوب علی رضوی کے خانوادے میں کہیں دبا ہوا ہے۔ مل کر علماء نے یہ حصہ اشاعت کے لئے انہیں بھیجا تھا۔ اس کی رجسٹری کی رسید میرے پاس موجود ہے۔ احباب سے التماس ہے کہ سید صاحب کے خانوادے سے جو کراچی میں ہیں، رابطہ کر کے مسودے کا پتہ چلائیں۔ پروفیسر مسعود احمد صاحب اور ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی کے سکریٹری جنرل پروفیسر مجید اللہ قادری خاص طور پر توجہ فرمائیں۔

میرے پاس مفتی محمود احمد قادری صاحب کے ساتھ خطوط محفوظ ہیں۔ ان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ذوق و شوق سے انہوں نے اس کتاب کی اشاعت کا بیڑا اٹھایا تھا۔ پھر کیا ہوا کہ انہوں نے سخت سرد مہری اختیار کر لی۔ بہر حال اللہ تعالیٰ مقلب

القلوب ہے ہمیں توقع رکھنی چاہئے کہ کسی دن مسودہ واپس آئے اور انشاء اللہ پوری کتاب شائع ہوگی اسی طرح جس طرح ان علماء نے لکھی تھی۔

بحوالہ..... ماہنامہ ”جهان رضا“ لاہور اکتوبر نومبر ۱۹۸۸ء اہلسنت وجماعت کا یہ اجتماعی فریضہ ہے کہ حیات امام احمد رضا خاں بریلوی کے اس بنیادی ماخذ کو مولانا شاہ محمود احمد قادری سے حاصل کر کے منظر عام پر لائیں جس طرح بھی ممکن ہو۔

۱۱۔ ”مشرقی کاغذ مسلک“ عنایت اللہ معرقی کے رسالہ ”مولوی کاغذ مذہب نمبر ۹“ کے جواب میں لکھا، جس میں ان کے اس دعوے کا علمی انداز میں جواب دیا گیا کہ متحدہ ہندوستان کی تمام مسجدوں کی سمت قبلہ غلط ہے۔

۱۲۔ ”المجلد المعد و التالیفات المجدد“ (۱۳۲۷ھ) سن مذکورہ تک امام احمد رضا خاں بریلوی کی لکھی ہوئی ساڑھے تین سو تصانیف کا تعارف، اس کے بعد سینکڑوں چھوٹی بڑی تصانیف ان کے قلم سے تیار ہوئیں۔

۱۳۔ ”الجواہر والیواقیت“ (۱۳۳۰ھ) طلوع و غروب، نصف النہار، ضحوة کبری، وقت عصر، ضرب ستینی، کسور اعشاریہ، حبیب ابو گارٹی وغیرہ اہم مسائل آسان زبان میں بیان کئے ہیں افسوس کہ اس ضروری علم کے جاننے والے اس وقت ہمارے ہاں خال خال رہ گئے ہیں۔

۱۴۔ ”جواہر البیان“ (۱۳۳۳ھ) علامہ ابن حجر کی رحمہ اللہ تعالیٰ کی بابرکت کتاب ”الخیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفۃ العمان“ کا اردو ترجمہ (تذکرہ)۔

۱۵۔ ”نصرۃ الاصحاب باقسام ایصال الثواب“ (۱۳۵۴ھ) فقہ کی یہ کتاب بہار کے مشہور اہل قرآن عالم سید محی الدین تمنا عمادی کے

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رحمہ اللہ کی حیات اور علمی خدمات

درج ذیل سوالات کے جوابات میں لکھی گئی۔

کی توجہ بھی ان احادیث کے جمع اور مرتب کرنے کی طرف ہوئی جو احناف کی دلیلیں ہیں۔

۱۔ ایصال ثواب کا کوئی طریقہ قرآن پا میں بتایا گیا ہے یا نہیں؟

شیخ محقق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ (م۔ ۱۰۵۲ھ) نے ”فتح المنان فی تائید مذہب العثمان“ کے نام سے ایک مجموعہ احادیث مرتب کیا جن سے آئمہ احناف سے

۲۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے عہد میں ایصال ثواب کا کوئی دستور تھا یا نہیں؟

استدلال کیا ہے اس کے بعد علامہ سید مرتضیٰ زبیدی (م۔ ۱۲۰۵ھ) نے ”عقود الجواہر الخفیة فی ادلة الامام ابی حنیفہ“ لکھی۔

۳۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اہل بیت اور صحابہ کرام جو وفات پاتے گئے ان کے لئے آپ نے یا آپ کے حکم سے صحابہ یا اہل بیت نے کبھی ایصال ثواب کیا یا نہیں؟ اگر کیا تو کس طریقے سے؟ پھر ایک بار کیا یا بار بار؟

ان کے بعد علامہ ظہیر احسن شوق المیوی بہاری (م۔ ۱۳۲۲ھ) نے ایک مجموعہ احادیث ”آثار السنن“ کے نام سے مرتب کیا لیکن یہ کتاب مکمل نہ ہو سکی اور باب فی زیارة قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی۔

۴۔ فقہ حنفی میں ایصال ثواب کا طریقہ لکھا ہے یا نہیں؟ خود حضرت امام اعظم اور صاحبین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے کوئی روایت منقول ہے یا نہیں؟

ملک العلماء نے احادیث شریفہ کا ایسا مجموعہ تیار کرنے کا پروگرام بنایا جس میں وہ احادیث جمع کر دی جائیں جن سے مسلک اہل سنت و جماعت اور مذہب حنفی میں استدلال کیا جاتا ہے۔ ان کا منصوبہ فقہی ابواب کی ترتیب کے مطابق چھ جلدوں میں کتاب مکمل کرنے کا تھا ترتیب اس طرح رکھنا چاہتے تھے:

ان سوالات کے جواب میں حضرت ملک العلماء نے ایک مبسوط کتاب سپرد..... اور ہر سوال کا تسلی بخش جواب دیا.....

۱۶۔ ”چودہویں صدی کے مجدد“ (۱۳۶۷ھ) تیرہ صدیوں کے مجددین کی فہرست اور چودہویں صدی کے مجدد امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ کا تفصیلی تذکرہ و تعارف۔

حضرت ملک العلماء کی تصانیف کی فہرست میں چند منتخب کتب کا ذکر کیا گیا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ ان کی تمام تصانیف ہی منتخب ہیں۔

- ۱۔ کتاب العقائد
- ۲۔ کتاب الطہارۃ، کتاب الصلوٰۃ
- ۳۔ کتاب الزکوٰۃ، کتاب الحج، کتاب الصوم
- ۴۔ کتاب النکاح تا کتاب الوقف
- ۵۔ کتاب البیوع تا کتاب العصب
- ۶۔ کتاب الشفیعہ تا کتاب الفرائض

صحیح البہاری

پاک و ہند بلکہ دیگر بلاد اسلامیہ میں عام طور پر صحاح ستہ، مشکوٰۃ شریف اور ”بلوغ المرام“ ”اربعین نووی“ وغیرہ کتب پڑھائیں جاتی ہیں۔ ان کتابوں میں عموماً اور بالقصد وہی احادیث درج کی گئیں ہیں جو مذہب شافعی کی تائید کرتی ہیں۔

پہلے دوسری جلد کی اشاعت کا منصوبہ بنایا گیا یہ جلد ۱۹۶۰ صفحات اور ۱۹۲۸ احادیث پر مشتمل تھی اور چار حصوں میں شائع کی گئی۔ ۱۲۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اگر کتاب مکمل ہوتی تو

صدیوں تک ہندوستان میں شافعی علماء کے تیار کردہ احادیث کے مجموعے ہی پڑھائے جاتے رہے۔ بالآخر علماء احناف

جہان ملک العلماء



حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدظلہ کی حیات اور خدمات

پچاس ہزار سے زیادہ احادیث پر مشتمل ہوتی ۱۹۹۲ء میں ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں ریٹائرڈ پروفیسر حیدرآباد یونیورسٹی نے اسی جلد کا فوٹو لے کر اشاعت کی۔ پہلی جلد جو عقائد پر مشتمل ہے اس کی فوٹو کاپی جناب ڈاکٹر مختار الدین احمد مدظلہ نے جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں بھجوائی اس جلد پر تخریج اور تکمیل کا کام جناب محترم مولانا عباس رضوی (گوجرانوالہ) انجام دے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کی اشاعت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

حضرت مفتی اعظم پاکستان علامہ ابو البرکات سید احمد قادری رحمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں سنا کہ وہ فرماتے تھے: ملک العلماء نے امام احمد رضا خاں بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصانیف سے احادیث مبارکہ لے کر انہیں ابو حنیفہ کے مطابق مرتب کیا اور حدیث کی دیگر کتابوں سے بھی استفادہ کیا۔ اس کی تائید صحیح البہاری کی پہلی جلد کے مطالعہ سے ہوتی ہے۔ ملک العلماء نے امام احمد رضا خاں بریلوی کی ان تصانیف کی نشاندہی کی ہوئی ہے جن سے انہوں نے احادیث حاصل کی ہیں۔ امام احمد رضا خاں بریلوی نے اگر کسی حدیث راوی صحابی کا ذکر نہیں کیا تو اس کتاب میں صحابی کے نام کی جگہ خالی چھوڑی ہوئی ہے اور اگر اس کے ماخذ کا ذکر نہیں کیا تو اس میں ماخذ کی جگہ خالی چھوڑی ہوئی ہے اسی خلاء کو مولانا محمد عباس رضوی پر کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

اس کتاب کو موافق و مخالف علمی حلقوں میں قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا گیا، سید شاہ محی الدین سجادہ نشین درگاہ مجیبہ پھولاری شریف لکھتے ہیں:

”بمجد اللہ یہ تصنیف مذہب حنفیہ پر اغیار کے اس غلط التزام کا کہ یہ لوگ اقوام منصوصہ کو چھوڑ کر اقوال امام اعظم پر عمل کرتے ہیں بہت کافی دشانی جواب ہوگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ“ ۱۳

ماہنامہ ”معارف“ اعظم گڑھ نے شمارہ جولائی ۱۹۳۲ء میں تو

”جامع الرضوی معروف بہ صحیح البہاری“ کے نام سے حدیث کا ایک ضخیم مجموعہ مذہب حنفی کو سامنے رکھ کر تیار کیا ہے جو فقہی ابواب کی ترتیب پر چھ جلدوں میں تقسیم ہے۔ اس کی ابتداء علم فن حدیث پر حنفی نقطہ نظر سے ایک بسیط مقدمہ لکھا گیا ہے یہ علم حدیث و فقہ کی ایک مفید خدمت انجام دی گئی ہے۔ ۱۳ اخبار اہل حدیث امرتسر نے ۱۹ جولائی ۱۹۳۳ء کے شمارے میں لکھا:

”صحیح البہاری“ یہ حدیث کی ایک جدید کتاب جو ایک حنفی عالم نے تخریج زبیلی وغیرہ سے ماخوذ کر کے لکھی ہے۔ ہمارے خیال میں حنفیہ کرام میں احادیث کا رواج ہونے سے قبل اہل حدیث میں جو خلج ہے وہ کم ہو جائے گی۔ اس لئے فاضل مولف کی محنت قابل داد ہے“ ۱۵

اس جگہ محدث دکن حضرت مولانا سید ابوالحسنات عبداللہ شاہ نقشبندی قادری رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۱۸ / ربیع الثانی مطابق ۱۳۳۳ھ / ۱۲ اگست ۱۹۸۴ء) کی تصنیف لطیف ”زجاجہ المصاحح کا تذکرہ فائدے سے خالی نہیں۔ یہ کتاب پانچ جلدوں پر مشتمل اور احناف کے لئے مشکوٰۃ المصاحح کے متبادرہ بہترین ذخیرہ احادیث ہے۔ مشکوٰۃ شریف مذہب شافعیہ کے مطابق مرتب کی گئی ہے اور ”زجاجہ“ میں مذہب حنفی کے دلائل جمع کر دیئے گئے ہیں۔ یہ کتاب پاک و ہند میں چھپ کر قبولیت حاصل کر چکی ہے۔ مولانا حافظ محمد شاہد اقبال کی نگرانی میں اردو ترجمہ کے ساتھ فرید بک سٹال، لاہور کی طرف سے چھپ رہی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اسے دینی مدارس کے نصاب میں شامل کیا جائے۔ ☆☆☆

ملک العلماء مولانا محمد ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ

از قلم: پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد علیہ الرحمہ، کراچی

العلماء مولانا لطف اللہ علی گڑھی (م۔ ۱۳۳۳ھ/ ۱۹۱۶ء) کے شاگرد اور شاہ فضل الرحمن گنج مراد آبادی (م۔ ۱۳۱۳ھ/ ۱۸۱۹ء) کے خلیفہ شیخ الحدیث علامہ وصی احمد محدث سورتی (م۔ ۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۶ء) صدر مدرس تھے۔ فاضل رضوی یہاں ۱۳۲۰ھ/ ۱۹۰۲ء تک تعلیم حاصل کرتے رہے۔ پھر ۱۳۲۱ھ/ ۱۹۰۳ء میں کانپور جا کر مولانا احمد حسن کانپوری (م۔ ۱۳۱۳ھ/ ۱۸۹۶ء) سے علوم و فنون کی امہات الکتب کا درس لیا۔ ان کے علاوہ دوسرے علماء سے بھی کانپور سے پھر علامہ وصی احمد محدث سورتی کی خدمت میں پبلی بھیت حاضر ہوئے جو پہلے ہی یہیں تشریف لائے تھے۔ یہاں فاضل رضوی ان کے درس حدیث میں شریک رہے اور حدیث پاک کی سماعت و قرأت کی۔

۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۶ء میں فاضل رضوی بریلی میں امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی (م۔ ۱۳۳۰ھ/ ۱۹۲۱ء) کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ کچھ عرصے مدرسہ مصباح التہذیب، بریلی میں پڑھتے رہے اور دارالافتاء رضویہ میں مشق افتاء کرتے رہے۔ پھر جب ۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۵ء میں دارالعلوم منظر اسلام بریلی قائم ہوا، تو فاضل رضوی اس کے پہلے طالب علم ہوئے اور فاضل بریلوی سے بخاری شریف اور مسلم شریف از اول تا آخر پڑھیں۔ اس کے علاوہ اقلیدس کے چھ مقالے، تصریح تشریح الافلاک، شرح خمینی

علامہ محمد ظفر الدین رضوی (م۔ ۱۳۸۲ھ/ ۱۹۶۲ء) پاک و ہند کے ممتاز علماء میں شمار کئے جاتے ہیں۔ ”حیات اعلیٰ حضرت“ کے مؤلف مولانا ظفر الدین بہاری ہندوستان کے مشہور و معروف دانشور ڈاکٹر مختار الدین آرزو (سابق صدر شعبہ عربی، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) کے والد ماجد اور مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے شاگرد و خلیفہ تھے۔ مولانا احمد رضا خاں بریلوی اپنے ایک مکتوب (محررہ ۵ شعبان ۱۳۲۸ھ/ ۱۹۱۰ء) بنام خلیفہ تاج الدین میں مولانا ظفر الدین کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”مکرمی مولانا ظفر الدین صاحب قادری سلمہ فقیر کے یہاں کے اعز طلبہ سے ہیں اور بجا و عزیز، ابتدائی کتب کے بعد یہیں تحصیل علوم کی اور اب کئی سال سے میرے مدرسہ منظر اسلام میں مدرس ہیں۔ اس کے علاوہ کار افتاء میں میرے معین ہیں۔“ (حیات اعلیٰ حضرت، ص ۲۳۲)

آپ کا سلسلہ نسب متعدد واسطوں سے محی الدین حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ تک پہنچتا ہے..... آپ ۱۰ محرم الحرام ۱۳۰۳ھ/ ۱۸۸۰ء کو موضع رسول پور میجرہ، (ضلع پٹنہ، بھارت) میں پیدا ہوئے۔ شوال ۱۳۱۳ھ/ ۱۸۹۶ء میں مدرسہ حنفیہ غوثیہ (موضع بین، پٹنہ) میں داخل ہوئے اور متوسطات تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد دارالعلوم حنفیہ (بخشی محلہ، پٹنہ) میں چلے گئے۔ یہاں استاذ

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رضوی کی حیات اور علمی خدمات

(مکمل)، علم توقیت، علم جفر، علم تفسیر وغیرہ کی بھی تحصیل کی۔ اور تصوف میں ”عوارف العارف“ اور ”رسالہ قشیریہ“ بھی پڑھا..... فاضل رضوی کو علم توقیت میں بڑی مہارت حاصل تھی۔ مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ دہلوی (م۔ ۱۳۸۶ھ/۱۹۶۶ء) بھی اس کے معترف تھے۔ فن حدیث میں ان کی مہارت پر کتاب ”جامع الرضوی“ شاہ

مشہور ہوا۔ ۱۳۶۸ھ/۱۹۴۸ء میں وہ مدرسہ شمس الہدیٰ کے پرنسپل ہو گئے اور ۱۹ اکتوبر ۱۹۵۰ء کو ریٹائر ہو گئے۔ مختلف مدارس عالیہ میں خدمات، اور ان کی زندگی دور جدید کے استادوں اور محققوں کے لیے نمونہ ہے۔ علم ہیئات اور علم توقیت میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے بعد وہ ۱۹۵۰ء

مدرسوں میں بحیثیت مدرس اور صدر مدرس پڑھاتے رہے۔ وہ سب سے پہلے دارالعلوم منظر اسلام، بریلی میں مدرس ہوئے۔ پھر فاضل بریلوی کے ایماء پر جامع مسجد شملہ (بھارت) میں امامت و خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے..... ۱۳۳۳ھ/۱۹۲۱ء میں الغربا آ رہے چلے گئے سال بھر بعد مدرسہ شمس الہدیٰ، پٹنہ میں استاد تفسیر و حدیث مقرر ہوئے۔ ۱۳۳۳ھ/۱۹۱۶ء کے اواخر میں خانقاہ کبیرہ، بہرام میں بحیثیت صدر مدرس مقرر ہوئے۔ ۱۳۳۸ھ/۱۹۲۱ء میں جب مدرسہ شمس الہدیٰ حکومت کے زیر اثر آیا، تو فاضل رضوی یہاں بلائے گئے..... ۱۳۳۸ھ/۱۹۲۰ء میں بہرام میں منتقل ہو کر مدرسہ شمس الہدیٰ میں آ گئے اور فنون کی اعلیٰ کتابوں کی درس و تدریس میں مصروف ہو گئے۔ حدیث، فقہ اور ہیماۃ میں ان کا درس دور و نزدیک

الاقوامی شہرت کے مالک ہیں۔ عرصہ دراز تک مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ میں صدر شعبہ عربی اور ڈین رہے۔ آج کل جامعہ اردو، علی گڑھ میں نائب شیخ الجامعہ ہیں۔ فاضل رضوی کی تصانیف کی تعداد ۷۰ سے زیادہ ہے۔ صحیح البہاری ان کی تصانیف میں خاص امتیاز رکھتی ہے۔ جس کی دوسری مطبوعہ جلدوں میں طہارت اور صلوة سے متعلق تقریباً دس ہزار احادیث جمع کی گئی ہیں..... ”حیات اعلیٰ حضرت“ بھی ان کی ممتاز تصانیف میں ہے۔ جس کی پہلی جلد عرصہ ہوا شائع ہو چکی ہے۔ دوسری و تیسری جلدیں (جو ڈاکٹر مختار الدین آرزو کے پاس محفوظ ہیں) سنا ہے کہ ہندوستان سے شائع ہونے والی ہیں۔ اس کتاب کو اگر جدید سوانحی اصول کے تحت مدون کیا جائے، تو اس کی اہمیت دو چند ہو جائے گی۔ چند ایک کتب یہ ہیں:

حضور ملک العلماء امام احمد رضا کی نظر میں

جهان ملك العلماء

حضور ملك العلماء امام العصر سيد محمد ظفر الدين عظيم آبادی دہلی کی حیات اور علمی خدمات

۱) مجمل المعد تالیفات المجدد (۱۳۲۷ھ/۱۹۰۹ء)

۲) الجواهر الیواقیت (۱۳۳۰ھ/۱۹۱۱ء)

۳) مؤذن الاوقات (۱۳۳۵ھ/۱۹۱۶ء)

۴) اعلام الاعلام باحوال عرب قبل الاسلام (۱۳۳۱ھ/۱۹۲۲ء)

۵) نہایۃ المنتہی شرح ہدیۃ المبتدی (۱۳۳۳ھ/۱۹۲۳ء)

۶) الافادات الرضویہ (۱۳۳۳ھ/۱۹۲۵ء)

۷) صحیح البہاری (۱۳۳۵ھ/۱۹۲۵ء)

۸) تسہیل الوصول الی علم الاصول (۱۳۳۸ھ/۱۹۳۰ء)

۹) نافع البشر فی فتاویٰ الظفر (۱۳۳۹ھ/۱۹۳۰ء)

۱۰) الانوار اللامعہ من الشمس البازغہ (۱۳۵۷ھ/۱۹۳۸ء)

۱۱) الفوائد التامہ فی اجوبۃ الامور العامہ (۱۳۵۷ھ/۱۹۳۸ء)

۱۲) تحفۃ العظماء فی فضل العلماء (۱۳۶۵ھ/۱۹۳۶ء)

۱۳) حیات اعلیٰ حضرت (مظہر المناقب) ۱۹۳۸ء - حارر مجلدات

۱۴) زنج الایاتی (۱۳۵۳ھ/۱۹۲۶ء)

۱۵) دلچسپ مکالمہ (۱۳۳۷ھ/۱۹۲۸ء)

۱۶) نھرۃ الاصحاب باقسام ایصال ثواب (۱۳۳۵ھ/۱۹۳۷ء)

۱۷) تنویر السراج فی بیان المعراج (۱۳۵۶ھ/۱۹۳۷ء)

۱۸) سدا لفرار الیہا جری بہار (۱۳۶۶ھ/۱۹۳۶ء) ۱

مآخذ و مراجع

۱) حسن رضا عظیمی، ڈاکٹر فقیرہ الاسلام، مطبوعہ پٹنہ ۱۹۸۱ء ص ۲۳۸-۲۳۳

۲) عبدالحق رضوی، مولانا تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ،

مطبوعہ بنارس ج ۱۹۹۰ء ص ۳۶۱

۳) محمد ظفر الدین بہاری علامہ: حیات اعلیٰ حضرت جلد اول مطبوعہ کراچی ص ۲۲۲

۴) محمود احمد قادری مولانا تذکرہ علمائے اہلسنت مطبوعہ کانپور ۱۹۷۷ء ص ۱۱۳، ۱۱۹

۵) محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی مطبوعہ سیالکوٹ ص ۹۳

۶) مجلہ معارف رضا، مطبوعہ کراچی ۱۹۸۹ء ص ۲۲۷-۲۳۳

ہوئے اور فاضل بریلوی سے بخاری شریف اور مسلم شریف از اول تا آخر پڑھیں۔ اس کے علاوہ الیڈس کے چھ مقالے،

تصریح تشریح الافلاک، شرح خمینی (مکمل)، علم توقیت، علم جفر، علم تفسیر وغیرہ کی بھی تحصیل کی۔ اور تصوف میں ”عوارف

المعارف“ اور ”رسالہ قشیریہ“ بھی پڑھا..... فاضل رضوی کو علم توقیت میں بڑی مہارت حاصل تھی۔

ملک العلماء مولانا سید محمد ظفر الدین قادری قدس سرہ

از قلم: پروفیسر سید شاہ محمد طلحہ رضوی برقی، پٹنہ، بہار

برحق اور عقائد صحیحہ اہل سنت والجماعت میں رختہ اندازی و فتنہ پردازی پر مائل ہوئے، علمائے دین متین و رشتہ الانبیاء اور کاتبین بنی اسرائیل کی صورت ہر فرعونِ راسوی ثابت ہوئے۔

چودھویں صدی ہجری جس میں زلازل و فتن کی خبر دی گئی ہے، عالم اسلام کے لئے بڑا صبر آزما دور کہا جانے لگا۔ سرزمین عرب کا فتنہ نجدیہ و ہابیہ زبان و بیان بدل کر جب ہندوستان میں وارد ہوا تو یہاں بھی مذہبی اختلاف و جدال رونما ہونے لگے۔ نتیجتاً زوال ملی کا مہیب سایہ عقائد و اعمال پر بھی بڑھتا گیا۔ ایسی ظلمت بدوش آندھی میں حق و صداقت کا چراغ روشن رکھنے والی ایک عبرتی شخصیت سرزمین بریلی شریف میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی قدس سرہ کی بھی تھی۔ اس چراغ سے روشن ہو کر بہت سارے چراغ مختلف دور دراز علاقوں میں روشن چراغ بننے لگے۔

بہار یقیناً شروع سے ہی علم و عرفان کا مرکز رہا ہے۔ یہاں علمائے کرام و مشائخ عظام نے دین و مذہب کی اشاعت و حفاظت کے لیے بڑی قربانیاں دی ہیں۔ بظاہر علماء و مشائخ کے دو طبقے اور گروہ ہیں۔ ان میں ہر ایک دوسرے کا معین و معاون و مددگار ہے۔ ایک شیخ بیک وقت عالم بھی ہوتا ہے، مگر ایک عالم کے لیے شیخ طریقت ہونا لابدی نہیں۔ اکثر علماء بحیثیت مشائخ بھی فیض رساں

ز انقلاب زمانہ عجب مدار کہ چرخ
ازیں فسانہ ہزاراں ہزار در دیار
زمانہ کی کروٹوں سے فرش تاریخ پر سلوٹیں پڑتی ہیں،
مرور ایام سے صفحات تاریخ درہم برہم ہوتے ہیں اور صرف وقت
کے ہاتھوں اور اوراق پارینہ بکھرتے اڑتے نگاہوں سے اوجھل
ہو جاتے ہیں، مگر صداقت کی تلاشی حق میں نگاہیں ان کی جستجو سے
باز نہیں آتیں اور بالآخر کامیابی ان کا مقدر ہوتی ہے۔

ہندوستان جنت نشان کے صوبہ بہار کا مرکز آغاز سے ہی
پاٹلی پتر عظیم آباد اور فی الحال پٹنہ کے نام سے بڑی تاریخی، مذہبی،
تمدنی، اور ثقافتی اہمیت کا حامل رہا ہے۔ بدھ بھکشوؤں، جینی سنتوں،
ہندو جوگیوں، مسلمان صوفیوں، فقیروں، اللہ والوں، مذہب حقہ
و دین متین کے عالموں اور مبلغوں نے اس سرزمین کو اپنی آماجگاہ
بنایا۔ جہاں آج مخدوم سخی منیری، مخدوم جہاں شرف الدین بہاری،
مخدوم شعیب شیخ پوری، مخدوم سید احمد انھری، مخدوم شہاب الدین
پیر جگت قدس سرہم کے آستانے، خانقاہیں صدیوں سے منبع عرفانی
اور مرکز روحانی بنی ہوئی ہیں۔ وہیں اس خطہ پہاڑ بہار میں مراکز و
مدارس علوم اسلامی، درس و اذکار حدیث اور رموز و اسرار قرآنی سے
قلوب و اذہان کو منور و مطہر کرتے رہے ہیں۔ فرقہ ہائے ضالہ و
باطلہ ٹھوٹے شیطان لعین عدو مبین جب جب جس بھیس میں دین

حضور ملک العلماء امام احمد رضا کی نظر میں

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رضی اللہ عنہ کی حیات اور علمی خدمات

ہیں۔ ساری زندگی حضرت ملک العلماء کی درس و تدریس، تبلیغ مسلک اعلیٰ حضرت اور ردِ فرق ضالہ و باطلہ کے لیے وقف رہی۔ ۲۲ سال کی عمر سے ہی بد عقیدوں اور وہابیوں سے علمی مناظرہ کرنے لگے۔ حق آپ کے ساتھ تھا۔ لہذا ہر مناظرہ میں بد عقیدوں کو شکست فاش ہوئی اور منہ کی کھانی پڑی۔ میوات کے پہلے مناظرہ کی روداد بنام نجدیہ کا چپ مناظرہ دیدنی ہے۔ رسالے کا یہ تاریخی نام فاضل بریلوی ہی کا رکھا ہوا ہے۔ بقول مولانا محمد اوریس رضوی، حضور ملک العلماء نے آریاؤں، قادیانیوں، وہابیوں، دیوبندیوں اور دوسرے فرقہ ہائے باطلہ سے متعدد مناظرے کیے اور ہر جگہ سے کامیاب و کامران لوٹ کر آئے۔

حضرت ملک العلماء علوم و فنون کے بحرِ ذخار تھے۔ درس و تدریس معمول میں داخل تھا۔ تقریر سے زیادہ توجہ تحریر کی طرف تھی۔ لہذا حدیث، اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ، تاریخ، سیرت، فضائل، مناقب، اخلاق و نصائح، صرف، نحو، منطق، فلسفہ، کلام، ہیئت، توقیت، تکسیر، مناظرہ میں آپ کی ستر سے زیادہ کتابیں بتائی جاتی ہیں۔ عام طور پر آپ کی کتابوں میں، مؤذن الاوقات، حی علی الفلاح پر کھڑے ہونا، بہت مشہور و مقبول ہوئیں۔ عافیہ، وافیہ، حیات اعلیٰ حضرت، گنجینہ مناظرہ، وغیرہ بھی بڑی میعاری علمی کتابیں ہیں۔ مگر آپ کا سب سے بڑا کارنامہ اور سخت محنت و عرق ریزی کا کام، جامع الرضوی المعروف، بہ صحیح البہاری، ہے۔ جو چھ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ ہر جلد میں تقریباً آٹھ سو صفحات ہیں۔ اس کتاب میں پینتالیس ہزار کے قریب احادیث درج ہیں۔ تفصیل اجزایوں ہے:

الجزء الاول: عقائد کے بیان میں

الجزء الثاني: طہارۃ و صلاۃ کے بیان میں

الجزء الثالث: زکوٰۃ، روزہ، اور حج کے بیان میں

رہے ہیں۔ میں اس علمی بحث سے صرف نظر کرتے ہوئے اپنے موضوع پر آتا ہوں۔ میری مراد چودھویں صدی ہجری میں عظیم آباد کے فاضل اجل عالم بے بدل شیخ بر محل حضرت ملک العلماء مولانا سید محمد ظفر الدین قادری رضوی فاضل بہاری سے ہے۔

آپ کی پیدائش ۱۲ محرم الحرام ۱۳۰۳ھ مطابق ۱۸۸۰ء کو موضع رسول پور میجرہ (بہار) میں ہوئی۔ آپ مشہور شہید بزرگ حضرت مخدوم سید ابراہیم ملک بیاناغزی بہاری کی اولاد سے ہیں۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد منشی ملک محمد عبدالرزاق سے حاصل کی۔ پھر دس سال کی عمر میں (۱۳۱۳ھ) میں مدرسہ حنفیہ غوثیہ موضع بین ضلع پٹنہ میں داخل ہوئے۔ متوسطات پڑھ کے مشہور ادبی محقق قاضی عبدالودود کے والد ماجد مولانا قاضی عبدالوحید فردوسی رحمۃ اللہ علیہ رئیس عظیم آباد کے قائم کردہ دارالعلوم حنفیہ بخشی محلہ، پٹنہ میں داخل ہوئے۔ اور ۱۳۱۷ھ تک یہیں زیر تعلیم رہے۔ بعدہ کانپور گئے اور وہاں مستند علماء وقت سے اکتساب علم و استفادہ کیا۔ کانپور سے پہلی بھیت گئے، جہاں حضرت محدث سورتی سے درس لیا۔ اور ۱۳۲۲ھ میں حضرت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی خدمات اقدس میں حاضر ہوئے اور انہیں کے ہور ہے یعنی کسب فیوض علمی کے ساتھ ہی بیعت طریقت و تلمذ و ارشاد و خلافت کے شرف سے بھی ممتاز ہوئے۔ اس طرح شریعت مطہرہ و طریقت متورہ کا ایک بہترین سکنم بن گئے۔

می افتد آخر بدستش دولت دنیا و دیں

ہر کہ پائے ادب امان تو کل می رسد

فراغت علمی کے بعد فاضل بہاری رحمۃ اللہ علیہ نے جن مدرسوں کو اپنی خدمات سے مفتخر کیا ان میں مدرسہ منظر اسلام بریلی شریف مدرسہ فیض الغرباء ”آرہ“ مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ مدرسہ خانقاہ کبیریہ، بہرام اور جامعہ لطیفیہ بحر العلوم، کٹیہار (بہار)

حضور ملك العلماء امام العصر سيد محمد ظفر الدين عظيم آبادی اللہ کی حیات اور خدمات

ہند مولانا سید محمد کچھو چھوی قدس سرہ پٹنہ آئے ہوئے ہیں اور اس میں ان کی تقریر محلہ شاہ گنج میں ہوگی۔ میں بھی اس جلسے میں ہوں، سوچا، تمہیں بھی ساتھ لے لوں۔ پھر نہ معلوم یہ موقع کب نصیب ہو، اور ہوا بھی یہی کہ حضرت محدث اعظم ہند کی دو ملاقات میرے لیے اول و آخر ہو گئی۔ میں حضرت والد ماجد کے ساتھ شامل ہولیا۔ مغرب کی نماز کے بعد حضرت ملک العلماء کے دولت کلمہ ظفر منزل پر حاضری دی۔ میں اپنے حضرت کے ساتھ کئی بار وہاں جا چکا تھا۔ اس روز میں نے حضور ملک العلماء کو جتنا خوش اور سرور دیکھا، اتنا کبھی نہیں۔ سیرت پاک کا سالانہ جلسہ تھا۔ صدارت حضرت ملک العلماء کی تھی۔ مقررین میں کئی اور علمائے کرام بھی تھے۔ ظفر منزل، پر کچھ دیر ہی بعد حضور محدث اعظم ہند تشریف لائے اور عشاء تک ان علماء کی باہمی گفتگو سے یہ کم سواد بھی مستفید فیضیاب ہوتا رہا۔ افسوس کہ ایک ہی سال وقفہ سے حضرت ملک العلماء قدس سرہ ۱۳۸۲ھ میں اور حضرت محدث اعظم ہند قدس سرہ ۱۳۸۳ھ میں واصل بحق ہو گئے۔

زبس خیال تو آر دہجوم بر چشم
بگر دہر مثرہ صد آفتاب می گردد

حضرت ملک العلماء اپنی ذات سے ایک انجمن تھے۔ نہایت خاموشی دیانت داری کے ساتھ تا عمر اپنے فرائض انجام دیتے رہے۔ آپ کی آمد و رفت مدرسوں اور خانقاہوں میں یکساں تھی۔ خانقاہ منیر شریف، بھلوار، ریشہ،

الجزء الرابع: کتاب الزکاح تا وقف
الجزء الخامس: کتاب البیوع تا غصب
الجزء السادس: کتاب الشفعة تا فرائض

حقیقت یہ ہے کہ صحاح ستہ میں جو مقام صحیح البخاری کو حاصل ہے مابعد کی کتب احادیث میں وہی مقام و امتیاز صحیح البہاری کو حاصل ہے۔ افسوس عصر حاضر اس بیگانہ روزگار عالم اور اس کے کارناموں کی قرار واقعی قدر نہ کر سکا۔ وہ شخص جس نے عمر عزیز کے تقریباً ساٹھ سال مسلسل دین متین کی تقریری و تحریری خدمت کی ہو اور ایسے نادر کارنامے چھوڑے ہوں، جس کی مثال مشکل سے ملے گی، نئی نسل کے درمیان گناہم ہوتا جا رہا ہے۔ وہ شخص جس نے سنیت کے لیے بے لوث خدمت کی، تحفظ ناموس رسول ﷺ کے لیے خود کو وقف و قربان کر دیا، مسلک اعلیٰ حضرت کی تبلیغ کی اور گمراہوں بد عقیدوں سے بشمشیر قلم نبرد آزار مارا۔ آج اس کا ذکر کیجئے، تو عالم لوگ پوچھتے ہیں کہ یہ کون تھے، کہاں تھے۔

ضرورت اس کی ہے کہ تمام عربی درس گاہوں میں خصوصاً اپنے مسلک و عقیدے کی جامعات میں آپ کی کتاب صحیح البہاری، داخل نصاب کی جائے اور ان کے احوال و آثار سے طلباء کی واقفیت کلی بہم پہنچائی جائے۔

نفاں کہ تنگدلی درد یار ما عام است

بغایتی کہ اثر درد دعائے نمی گنجید

نومبر ۱۹۶۰ء کی بات ہے، میں پٹنہ لاکھ کے اولڈ ہوٹل

نومبر ۱۹۶۰ء

جہان ملک العلماء

حضرت ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی صاحب کی حیات اور علمی خدمات

اقبال ڈاکٹر مختار الدین احمد آرزو ایک بڑے محقق اور ناقد کی حیثیت سے مشہور زمانہ ہیں۔ اللہ انہیں سلامت و باکرامت رکھے اور انہیں حضور ملک العلماء کے مشن کا روح رواں کر دے آمین۔ افسوس ان کے ترک وطن سے ظفر منزل باقی نہ رہی۔ حضرت ملک العلماء نے طویل عمر پا کر ۱۳۸۲ھ، ۱۹۶۲ء میں داعی اجل کو لبیک کہا اور شاہ گنج کے قبرستان میں ہی سپرد خاک ہوئے۔ رب غفور ان کی مغفرت

فرمائے ان کی لحد پر رحمتوں کا نزول پیہم ہو۔ آمین ثم آمین
آبِ حیات تیرہ گون شد حضرت فرخ پنی کجا است
خوں چکید از شاخ گل باد بہاری را چہ شد

☆☆☆

چکے تھے۔ بد عقیدوں سے مسلسل قلمی معرکہ آرائی رہی اور حضرت ملک العلماء کی تائید و تحسین موصوف کا حوصلہ بڑھاتی رہی۔ حافظ عبد الحفیظ اشرفی مرحوم جو اصلاً دانا پور کے ہی تھے، شاہ گنج میں مقیم تھے اور مسلک اعلیٰ حضرت کے بڑے سرگرم مبلغ، وہی حضرت ملک العلماء اور علامہ قتیل دانا پوری کے درمیان پیغام و مکتوب رسانی کا معتبر ذریعہ بنے رہے۔

بدیں رواق زبرد نوشتہ اند بزر

کہ جز نکوئی اہل کرم نخواہد ماند

حضرت ملک العلماء ان معنومات میں سے تھے، جن پر اہل بہار کا سر ہمیشہ فخر سے اونچا رہے گا۔ آپ کے صاحبزادہ بلند

”بہار یقیناً شروع سے ہی علم و عرفان کا مرکز رہا ہے۔ یہاں علمائے کرام و مشائخ عظام نے دین و مذہب کی اشاعت و حفاظت کے لیے بڑی قربانیاں دی ہیں۔ بظاہر علماء و مشائخ کے دو طبقے اور گروہ ہیں۔ ان میں ہر ایک دوسرے کا معین و معاون و مددگار ہے۔ ایک شیخ بیک وقت عالم بھی ہوتا ہے، مگر ایک عالم کے لیے شیخ طریقت ہونا لازمی نہیں۔ اکثر علماء بحیثیت مشائخ بھی فیض رسانی رہے ہیں۔ میں اس علمی بحث سے صرف نظر کرتے ہوئے اپنے موضوع آتا ہوں۔۔۔ مآد جہ دہہ ہ۔ صدی ہجری میں، عظیم آباد کے فاضل، اجلا، عالم

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدنی کی حیات اور علمی خدمات

تک رجب شریف کے جلسوں میں بیان فرماتے رہے اور اس آیت میں لفظ بعبدہ میں ”ب“ کی تفسیر و تشریح اور اسی آیت میں حرف ”من والی“ کی تین سال تک تفسیر و تشریح فرماتے رہے۔ آپ نے اس کی تفسیر میں ۳۶ صفحات اور ۵۶ صفحات اور ۶۳ صفحات پر مشتمل تسویر السراج فی ذکر المعراج کے تین حصے مرتب فرمادیے۔ یعنی ایک سو پینسٹھ صفحات میں ان کی تفسیر بیان فرمائی، پھر بھی سیر نہ ہوئے، ان رسالوں میں حضرت ملک العلماء نے کیسے کیسے علمی و فنی کلمات بیان فرمائے ہیں اور علم و عرفان اور روحانیت کے کیسے کیسے انمول جواہر پارے بکھیرے ہیں، کہ عقل کی گرہیں کھل جاتی ہیں اور روح ایمانی کو قوت و تازگی حاصل ہوتی ہے۔ اور قرآن کریم اعجاز و ایجاز اور اس کا کلام الہی ہونا مخالف کے لئے بھی ایک ناقابل انکار صداقت بن جاتا ہے، جسے یہ لذت حاصل کرنی ہو وہ ان تقاریر و رسائل کا مطالعہ کرے۔ ”غلام حیدر“ ہونے کی نسبت سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صنف کراریت سے بھی آپ کو وراثت ملی آپ مخالف پر حملہ کرنے میں بے حد چابک دست تھے۔ آپ میدان مناظرہ کے شہسوار تھے۔ مخالف آپ کے جملوں کی تاب نہ لاسکتا آپ ہر مناظرہ میں دشمن پر باطل پرستوں پر اس درجہ پے در پے وار کرتے کہ مخالف اور باطل پرست کو شکست ہوتی اور وہ راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور ہو جاتا آپ کی اسی صفت کو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے اس شعر میں بیان فرمایا۔

میرے ظفر کو اپنی ظفر دے اس سے شکستیں کھاتے یہ ہیں
در اصل یہ آپ کے نام کی نسبت کی کرامت ہے۔ آپ کی تعلیم و تربیت اس زمانے کے مرکز کے علم و فن عظیم آباد (پٹنہ بہار) میں ہوئی اور نہایت قابل اساتذہ سے آپ کو شرف تلمذ حاصل رہا۔ آخری مراحل میں آپ ایک نہایت ماہر و کامل، عبقری اور نابغہ

یہ اعلیٰ خطاب اس سے قبل کسی کو عطا نہیں ہوا۔ آپ اہل بیت اطہار کی نسل سادات کرام سے ہیں۔ آپ کے وارث اعلیٰ سید ابراہیم بن سید ابو بکر غزنوی آٹھویں صدی ہجری میں حضرت شاہ شرف الدین یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے اور فیروز شاہ تغلق کے دور حکومت میں ہندوستان تشریف لائے۔ ان کی اولاد ذلہ بہار شریف اور آس پاس کے علاقے میں قیام پذیر ہوئی۔ حضور ملک العلماء اسی علاقے کے ایک مقام رسول پور میجر میں مورخہ ۱۰ محرم الحرام ۱۳۰۳ھ کو شاہ عبدالرزاق کے گھرانے میں پیدا ہوئے۔ اولاً آپ کا نام آپ کے والد محترم نے ”غلام حیدر“ رکھا بعد میں کئی مراحل گزار کر آخر میں ظفر الدین قرار پایا، آخر حیات تک یہی نام مشہور ہوا۔

یہ نکتہ امید ہے، کہ قارئین کے دل و دماغ میں فرحت و انبساط پیدا کرے، کہ آپ کے والد محترم کا اول تجویز کردہ نام ”غلام حیدر“ کی خصوصیات میں سے کچھ نہ کچھ کا ظہور آپ سے ہوتا رہا۔ حیدر کرار خطاب حضرت سیدنا علی زوج البتول سیدۃ النساء حضرت فاطمہ الزہراء بنت رسول پاک سید الکائنات حضرت رسول اللہ ﷺ کا جن کے بارے میں ارشاد فرمایا انامدینۃ العلم و علی بابہا، اور جملہ سلاسل روحانی آپ کی ذات مقدسہ پر منتہی ہیں۔ آپ شجاعت اور بہادری میں بے مثل دشمنوں پر حملہ کرنے اور شکست دینے میں نہایت درجہ چابک دست اور کامیاب، دوسری حیثیت میں آپ علوم معرفت اور روحانی کا سرچشمہ اور علوم شرائع میں آپ مرتبہ کمال رکھتے تھے۔ آپ کے علوم کا اندازہ آپ کے اس فرمان سے ہوتا ہے، کہ آپ نے فرمایا کہ ”میں اگر چاہوں تو قرآن کریم میں بسم اللہ کے ”ب“ کی تفسیر میں ستر اونٹ لادوں۔“

حضور ملک العلماء نے بھی اپنی اسی نسبت کا جلوہ دکھایا، کہ آیت معراج ”سبحن الذی اسرى الایة“ کی تفسیر تیرہ سال

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رضوی کی حیات اور علمی خدمات

مراکز تھے۔ جہاں بڑے بڑے جید، صاحب فضل و کمال، اخلاص و تقویٰ، مشاہیر علماء صلحاء اور مشائخ کرام موجود تھے۔ آپ کے اساتذہ کرام، معاصرین اور ان کے تلامذہ میں بڑی بڑی جلیل القدر و عظیم المرتبت شخصیتیں موجود تھیں۔ آپ نے ان میں سے کثیر تعداد کی زیارت بھی کی اور اپنے اساتذہ و مشائخ سے مکاتفہ فیضان علمی و روحانی بھی حاصل کیا۔ آپ کے ابتدائی اساتذہ میں ملک عبدالرزاق اشرفی، مولانا ابراہیم، مولانا شیخ محی الدین اشرفی، مولانا شیخ بدر الدین، مولانا فخر الدین حیدر اور بجدہ مولانا وصی احمد محدث سورتی، مولانا شیخ احمد کانپوری، مولانا شاہ عبداللہ پنجابی کانپوری اور مولانا بشیر احمد علی گڑھی جیسے جلیل القدر علماء سے بھی آپ کو شرف تلمذ حاصل ہے۔ جن کی شہرت پورے ہندوستان میں تھی اور جو مسلم الثبوت ماہر و کامل اساتذہ و علماء شمار کئے جاتے تھے۔ سب سے بلند قامت اور جملہ علوم و فنون پر عبور و مہارت رکھنے والے امام اہلسنت اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خاں بریلوی ہیں، جن سے تلمذ نے آپ کو وہ کمال عطا فرمایا، کہ آپ اپنے معاصرین میں ممتاز و منفرد ہوئے حضور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی سے آپ نے صرف علم تفسیر، علم حدیث اور افتاء ہی حاصل نہیں کیا، بلکہ علم ہیئت، ریاضی و علم توحیت و تکسیر حاصل کیا، جو آپ کے معاصرین میں آپ کا طرہ امتیاز ہے۔ اساتذہ، اکابر علماء اور مشائخ کرام کی تعلیم و تربیت اور فیض صحبت نے آپ کو عظمت، علمی و جاہت اور رفعت و قبولیت کے بلند مقام پر پہنچا دیا۔ آپ نے بڑے بڑے مشائخ و بزرگوں کی بھی ان کی حیات ظاہری میں زیارت کی۔ حضرت ابوالحسین نوری میاں صاحب سجادہ ماہرہ شریف، حضرت سید علی حسین اشرفی کچھوچھوی، حضرت التفات احمد صاحب سجادہ خانقاہ ردولی شریف، محبت رسول شاہ عبدالقادر قادری بدایونی

روزگار شخصیت اعلیٰ حضرت مجدد اعظم دین و ملت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ و الرضوان کی خدمت میں حاضر ہو کر شرف تلمذ سے مشرف ہوئے۔ اس بارگاہ سے آپ کو وہ فیض ملا جو اس زمانہ میں کہیں اور نہ مل سکتا تھا۔ قرآن فہمی کا سلیقہ آیا، ذوق حدیث ملا، تفقہ فی الدین ملا، افتاء نویسی کا علم حاصل ہوا اور تہذیب فی الدین ملا اور وہ علم ملا، جس پر شریعت مطہرہ کے بہت سے احکام و اعمال کی ادائیگی کا دار و مدار ہے۔ علم توحیت و تکسیر اس علم میں آپ نے امثال و قرآن اور اپنے معاصرین سے ممتاز بلکہ سب سے منفرد ہیں۔ اپنے معاصرین علماء میں آپ کی واحد شخصیت جو علم توحیت و تکسیر کا معتد بہ علم رکھتی تھی۔ آپ نے اس علم میں تصنیفات بھی کی ہیں اور آنے والی نسلوں کے لئے نماز، روزہ، حج، اور بلاد و درواز کے لئے اوقات نماز طلوع و غروب، زوال ضحوة کبریٰ، وقت ختم سحری وغیرہ مرتب فرمائی۔ جس سے آج بھی برصغیر میں امت کی ضرورت پوری ہو رہی ہے۔ آپ کی اس تصنیف (مؤذن الاوقات) وغیرہ سے بالخصوص ہندوستان پاکستان، بنگلہ دیش میں ملت اسلامیہ کی نمازیں صحیح وقت پر ہو رہی ہیں۔ اور روزہ کا وقت افطار و سحری کا صحیح وقت معلوم ہو جاتا ہے۔ یقیناً اس کا اجر و ثواب رہتی دنیا تک آپ کو ملتا رہے گا اور بفضلہ تعالیٰ آپ ”وان لک لاجراً غیر ممنون“ کی بشارت پانے والوں میں شامل ہونگے۔ رب کریم آپ کو اپنی مغفرت، رحمتوں اور نعمتوں سے نوازے اور خیر دے اور جنات النعیم میں مقام عطا فرمائے۔ آمین

دور حاضر کے مقابلے میں آپ کا زمانہ نسبتاً خیر و برکت کا زمانہ تھا۔ اس وقت جگہ جگہ عظیم مراکز علم قائم تھے، جو پور، کانپور، بدایوں، بریلی، کچھوچھ، ماہرہ، دہلی، پٹنہ، مراد آباد، رامپور، میرٹھ، لاہور، حیدرآباد، سندھ حیدرآباد، دکن وغیرہ اہل حق و اہلسنت کے

ایسے فیوض و برکات حاصل کرنے کیلئے مواقع کے انتظار میں رہتے تھے۔

دستار فضیلت: ماہ شعبان ۱۳۲۵ھ میں اکابر علماء کی

موجودگی میں بدست التفات احمد قدس سرہ سجادہ نشین خانقاہ شاہ عبدالحق ردو لوی آپ کی دستار بندی ہوئی۔ دارالعلوم منظر اسلام سے فارغ التحصیل والے طلبہ کی یہ پہلی جماعت جس کی فہرست میں شامل ہونے کا شرف آپ کو حاصل ہے۔ فراغت کے بعد آپ نے تقریباً چودہ سال خالص عربی مدارس میں درس نظامیہ میں تفسیر، فقہ، حدیث اور دیگر علوم متداولہ کا درس دیا ساتھ ہی کار افتاء بھی انجام دیتے رہے۔ کئی مدارس سے منسلک ہونے کے بعد آپ مدرسہ خانقاہ کبیرہ سہرام میں شاہ ولیح الدین احمد سجادہ نشین خانقاہ کبیرہ سہرام کے عہد میں مدرس اول ہو کر گئے تھے۔ کئی سال تک اس عہدے پر فائز رہے۔ اس کے بعد آپ حکومت بہار کے مدرسہ اسلامیہ ٹمس الہدیٰ پٹنہ سے وابستہ ہوئے اور ریٹائرڈ ہونے تک وہیں تعلیم دیتے رہے۔ آخر زمانہ ملازمت میں آپ اسی مدرسے کے پرنسپل بھی رہے۔ ۱۹۵۰ء میں اس ذمہ داری سے سبکدوش ہونے کے بعد آپ نے اپنی قیام گاہ پر دینی تعلیم و تدریس کا ارتقاء اور تالیف و تصنیف کا سلسلہ جاری رکھا۔ اس دور کے طلبہ میں سید شاہ احسن الہدیٰ، سید شاہ فرید الحق عمادی، سید شاہ عاشق حسین ہیں جو آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر درس لیا کرتے تھے۔ مؤلف حیات ملک العلماء لکھتے ہیں، آپ نے سجادہ نشین تکیہ حضرت شاہ رکن الدین عشق عظیم آبادی کی استدعا پر ۱۳۷۱ھ میں کٹیہار ضلع پورنیہ (بہار) میں جامعہ لطیفیہ بحر العلوم کا افتتاح فرمایا۔ اور صدر مدرس کے عہدے کو رونق بخشی، صرف اس بناء پر کہ اس علاقہ میں مسلمانوں کی خاصی آبادی ہونے کے باوجود کوئی قابل ذکر دینی

کے صاحبزادے سجادہ نشین حضرت مطیع الرسول عبدالمقتدر قادری اور حضرت شاہ عبد الصمد چشتی۔ قدست اسرارہم اس کے علاوہ اعراس اولیائے کرام اور مزارات محبوبان بارگاہ الہی میں فیوض و برکات حاصل کرنے کے لئے حاضری دیتے تھے۔ تاج اللؤلؤ محبت رسول شاہ عبد القادر قادری بدایونی جو اجل مشائخ کرام میں سے تھے۔ ان کے عرس ۱۳۲۵ھ و ۱۳۲۷ھ کی رپورٹوں سے یہ ثابت ہوتا ہے، کہ ان دونوں عرسوں میں آپ کی حاضری رہی۔ حضور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان حضرت شاہ صاحب کے بڑے معتقد تھے۔ آپ کی حیات میں بھی اور پھر آپ کے عرس میں بھی بریلی سے حاضری کے لئے تشریف لاتے اور تقریر فرماتے تھے۔ حضرت تاج اللؤلؤ کی حیات مبارکہ میں ایک بار ۱۳۹۳ھ میں اپنے والد محترم حضرت مولانا تقی علی خان اور حضرت تاج اللؤلؤ کی معیت میں سترہویں شریف کے موقع پر حضرت شیخ المشائخ نظام الملت والدین محبوب سبحانی رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ اس وقت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی عمر شریف ۲۱ سال تھی۔ عجیب اتفاق کی بات، کہ جب ملک العلماء حضور اعلیٰ حضرت کی محبت میں تاج اللؤلؤ کے عرس میں ۱۳۲۵ھ میں حاضر ہوئے ملک العلماء کی عمر اس وقت ۲۱ سال تھی۔ بدایوں شریف میں یہ عرس مبارک اجتماع علمائے عظام مشائخ کرام و سجادگان ذوالاحترام کے لئے مشہور تھا۔ ہندوستان کے کونے کونے مشرق و مغرب جنوب و شمال سے علماء و مشائخ یہاں تشریف لاتے۔ محافل عرس میں ان کی عرفانی و روحانی اور زبردست نکات کی عامل عالمانہ تقریریں ہوتیں ان کی زیارت اور تقاریر سے مستفید ہونے کیلئے دور دور سے زائرین حاضر ہوتے۔ شرف زیارت حاصل کرتے اور فیوض و برکات سے استفادہ کرتے۔ ملک العلماء اس معاملہ میں کب پیچھے رہنے والے تھے وہ ہمیشہ

موصوف کے تلامذہ میں سے یا آپ کے معتقدین محبین یا متوسلین میں سے خدمت دین کا جذبہ رکھنے والے کچھ مخلص حضرات کمر بستہ ہوں اور وہ آپ کے اسوۂ حسنہ کی اتباع میں آپ کی تصنیفات شائع کریں۔ دین کی خدمت کیلئے مجالس قائم کریں، تو وہ اخروی و رضائے الہی کے موجب ہونگے۔ اہلسنت کو ان تصانیف کے مطالعے سے ایک ساتھ فائدہ حاصل ہوگا۔ صد لائق تحسین و مستحق دعائے خیر ہے تنظیم نوجوانان اہلسنت، جامع مسجد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھائی گیٹ لاہور، ادارہ نعمانیہ شاد باغ لاہور، اور مرکزی مجلس رضا نعمانیہ بلڈنگ لاہور، بزم عاشقان مصطفیٰ لاہور، سوسائٹی ریلوے روڈ لاہور، جنہوں نے آپ کی تصانیف شائع کرنے کی طرف توجہ کی اور کچھ شائع بھی کیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے حبیب پاک کے صدقے میں انہیں عظیم جزائے خیر اور دین

میں اس وقت ۱۳۹۱ دینی مدارس ہیں۔ ان میں اگر حضرت اور ان کے تلامذہ کے قائم کردہ مدارس بھی شمار کر لئے جائیں، تو بہار کے مدارس کی تعداد میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس لحاظ سے ملک العلماء کا پورنیہ میں دو سال قیام بہت مفید رہا۔ جب انہوں نے دیکھا، کہ پورنیہ میں ان کا لگایا ہوا پودا مضبوط و توانا و بار آور ہو گیا، تو بیچ الا اول شریف ۱۳۸۰ھ میں جامعہ لطیفیہ کٹیہار سے وہ ظفر منزل شاہ گنج پٹنہ آ کر مقیم ہو گئے اور یہیں انہوں نے سلسلہ رشد و ہدایت شروع کیا۔ ملک العلماء سے مختلف مدارس کے طلباء علمی فیوض حاصل کئے ان کی تعداد بتانا آسان نہیں، صرف مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ بلکہ پٹنہ کے تیس سال کے شاگردوں کی تعداد ہزاروں تک پہنچ گئی۔ افسوس! کہ ان میں ایسے طلباء کم نظر آئے، جو ملک کے طول و عرض میں پھیل کر دینی علوم کی خدمات انجام دیتے اور اپنے استاذ

جہان ملک العلماء

حضرت ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی دہلی حیات اور علمی خدمات

دنیا کی فلاح عطا فرمائے آمین ثم آمین۔ اس سلسلے میں جناب حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ پیرزادہ اقبال احمد فاروقی حافظ فیاض احمد مولوی محمد آصف حسین حافظ اقبال شاہد اور محمد شہزاد ملک مجددی، کی جس قدر تعریف کی جائے کم ہے۔

ہم آج آپ ربی کی بے بسی اور آپ ان کا بڑا احترام و ادب کرتے تھے اور یہ اہلسنت کا خاص شعار ہے اور یہی وجہ امتیاز تھی وہ بھی اللہ جل و علا اس کے رسول پاک علیہ التحیۃ والثناء اصحاب کرام اولیائے عظام محدثین مجتہدین فقہاء اور علماء کا اعلیٰ قدر مراتب ادب و احترام کرتے ہیں۔ یہی ہمارے اکابر کی تعلیم و عمل ہے اور یہی ہمارا ایمان و خاص نشان آپ کا عمل بھی یہی تھا۔ آپ علماء کو جلسوں میں مدعو فرماتے اور ان کا اعزاز و اکرام فرماتے اور بڑی خوش خلقی اور مہمان نوازی سے پیش آتے۔ شاہ حمید الدین احمد مرحوم نے سجادہ نشین خانقاہ ابوالعلائیہ تکیہ شریف پٹنہ سٹی رجبی شریف کے جلسے قائم کیے، جو ۱۹۳۴ء سے ۱۹۳۶ء تک بڑی کامیابی سے ہر سال ہوتے رہے۔ ۱۹۳۶ء کے بعد سجادہ نشین خانقاہ ابوالعلائیہ تکیہ شریف پٹنہ سٹی ان جلسوں کا سلسلہ بھی منقطع ہو گیا۔ ان جلسوں میں جب شاہ حمید الدین احمد مرحوم نے ملک العلماء سے تعاون کی درخواست کی اور ان سے تقریر کرنے کی درخواست کی، تو آپ نے اس شرط کے ساتھ منظور کیا، کہ ہر سال متحدہ مشاہیر سنی علماء میں سے کم سے کم ایک کو ضرور مدعو کیا جائے۔ شاہ حمید الدین

معاصرین علمائے کرام میں سے کچھ مشاہیر کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔
 (۱) حضرت مولانا حجۃ الاسلام شاہ حامد رضا خان (۲) حضرت مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خان (۳) صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی (۴) صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی (۵) حضرت سلیمان اشرف بہاری (۶) مولانا ہلیہ محمد محدث اعظم کچھوچھوی سرحد (۷) مولانا عبدالسلام جہلپوری (۸) مولانا مشتاق احمد کانپوری (۹) مولانا سید دیدار علی شاہ الوری ثم لاہوری (۱۰) مولانا احمد مختار اشرفی (۱۱) مولانا عبدالعلیم صدیقی میرٹھی مبلغ اسلام (۱۲) مولانا عبدالاحد پیلی بھیتی (۱۳) مولانا محمد شفیع پسرپوری (۱۴) مولانا عبد المجید آنولوی (۱۵) مولانا قطب الدین برہم چاری سہوانی مناظر آریہ ودہا بیہ (۱۶) مولانا سید شاہ قمر الہدیٰ سجادہ نشین خانقاہ پنڈ ضلع مونگیر (۱۷) مولانا سید موسیٰ رضا کاکوروی (۱۸) مولانا قاضی شاہ محمد احسان الحق نعیمی اشرفی (۱۹) مولانا عبدالواحد بدایونی (۲۰) مولانا سید ابوالحسن خوشدل سہرامی (۲۱) مولانا برہان الحق جہلپوری یہ تمام معاصرین میں ملک العلماء مولانا سید محمد ظفر الدین قادری فاضل بہاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یہ حضرات اپنے دور کے عظیم المرتبت علماء، فضلاء، محدثین، فقہاء اور مشائخ حضرات میں تھے، جنہوں نے ملت اسلامیہ کی خدمت کی، جن سے علوم دین کے چشمے جاری ہوئے۔ جنہوں نے فی سبیل اللہ اسلام کی اشاعت کی۔ اس کی سربلندی اس ترقی میں دن و رات آخری وقت تک لگے رہے۔ رب جلیلا ...

جهان ملك العلماء

حضور ملك العلماء امام العصر سيد محمد ظفر الدین عظیم آبادی دہلی کی حیات اور علمی خدمات

نسبت کا احترام کرتا ہوں، جو آپ کو علم اور علماء سے ہے۔ میں آپ کی اس نسبت کا احترام کرتا ہوں، جو آپ کو بزرگان دین و مشائخ کے ساتھ ہے

آخری بات یہ کہ اولیائے کرام کے اعراس کی مجلسیں ہوں یا علمائے کرام و مشائخ عظام کے اسوۂ حسنہ اور حیات مبارکہ پر تحریریں یا تقریریں ان کا ارفع و اشرف مقصد یہ ہے کہ سامعین و قارئین کو ان کی مقدس علمی زندگی سے اعمال صالحہ کی طرف رغبت دلانا اور ان کے دین و ایمان میں استحکام پیدا کرنا اس لحاظ سے ہمیں حضور ملک العلماء کے علمی فیوض و برکات سے استفادہ کرنا چاہیے۔ اور اپنی زندگی کو تقویٰ و طہارت کے سانچے میں ڈھالنا چاہیے اور نبی سبیل اللہ دین کی خدمت کرنا چاہئے۔

☆☆☆

میرے ظفر کو اپنی ظفروں سے شکستیں کھاتے یہ ہیں اعلیٰ حضرت کا یہ شعر بتا رہا ہے کہ ملک العلماء بہترین عالم اور مناظر ہونے کی گواہی دے رہا ہے اور آپ کو باطل پرستوں کے ساتھ مناظرے میں ہمیشہ آپ ہی کو فتح مبین حاصل ہوتی۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے اور غفران و درضا کا تاج ان کے سر پر رکھے آمین:

میں نے اس مضمون میں جو کچھ لکھا یہ مواد مجھے آپ کی کتاب تنویر السراج سے کچھ حیات ملک العلماء سے حاصل ہوئے۔ یہ مضمون آپ کے صاحبزادے ڈاکٹر مختار الدین احمد کی گفتگو کے بعد کچھ میری ذاتی معلومات پر مبنی ہے، یہ ہیں ملک العلماء میں ان کا احترام کرتا ہوں، کہ یہ میرے مشائخ و اکابر کی تعلیم و طریقہ ہے۔ آپ کی اس نسبت کا احترام کرتا ہوں، جو آپ کو اہل بیت نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہے۔ میں آپ کی اس

سرزمین ممبئی پر مسلک اعلیٰ حضرت کا سچا ترجمان

دارالعلوم فیضان مفتی اعظم

جہاں بیرونی کل سولہ با زور تعلیم سے آراستہ و پیراستہ ہو رہے ہیں۔ حفظ و قرأت، مولوی ابتدا تا فضیلت کی تعلیم ماہر اساتذہ کی نگرانی میں دی جا رہی ہے۔ عصری تعلیم کے مد نظر کمپیوٹر کا شعبہ بھی قائم ہے۔ ضرورت مند طلبا کو معقول وظیفہ بھی دیا جاتا ہے۔

لہذا اپنے بچوں کو عالم دین بنانے کے ساتھ ساتھ مسلک اعلیٰ حضرت کا سچا ترجمان و پاسبان بنانے کے لیے دارالعلوم ہذا میں داخل کرائیں۔

پتہ: سید ابوالہاشم اسٹریٹ، پھول گلی، ممبئی ۳۔ رابطہ نمبر: 02265787841-09869197521

ملک العلماء مولانا سید ظفر الدین بہاری قدس سرہ

از قلم: ڈاکٹر حسن رضا، پٹنہ

سلطنت کی زبان سیکھنے سکھانے کا گرویدہ ہے۔ حضرت عزت حق سبحانہ و تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر، کہ اس نے میرے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کو مجھے مذہبی عربی تعلیم دلانے کی توفیق بخشی۔ باوجودیکہ بعض خاص عزم و اقارب نے حد سے زیادہ اصرار کیا، کہ زمانہ انگریزی سلطنت کا ہے۔ اپنے بچہ کو انگریزی تعلیم دلوائیے، مگر انہوں نے پرواہ نہ کی اور مجھے مذہبی عربی تعلیم کی طرف متوجہ فرمایا۔

بروز اتوار شوال ۱۳۱۳ھ مدرسہ حنفیہ غوثیہ موضع بین ضلع پٹنہ میں والد مکرم نے داخلہ کرایا۔ حضرت مولانا معین الدین ازہر

حضرت ملک العلماء مولانا ظفر الدین قادری بن الملک غنی محمد عبدالرزاق بن کرامت علی بن غلام قادر بن ملک سعادت یار بن ملک تاتار بن ملک بہاء الدین بن ملک محمد اسماعیل بن اللہ داد بن ملک غلام محی الدین عرف گدن بن ملک خطاب الملک بن ملک علاء الدین علاء الملک بن داؤد بن ملک حضرت سید ابراہیم ملک بیازازی عرف ملک بہوشہید بن حضرت سید ابو بکر بن سید ابوالقاسم عبداللہ بن سید محمد فاروق بن سید ابو منصور عبدالاسلام بن سید عبدالوہاب بن غوث الثقلین وغیث الکونین حضرت سیدنا الشیخ محی الدین عبدالقادر

نامور شاگرد تھے۔ حضرت شاہ فضل الرحمن ج مراد آبادی التونی ۱۳۱۳ھ سے اجازت و خلافت بھی حاصل تھی۔ مولانا ظفر الدین

رسول پور میجرہ ضلع پٹنہ عظیم آباد میں پیدا ہوئے۔ اپنی تعلیم کے سلسلے میں مولانا خود تحریر فرماتے ہیں۔ اس دور انگریزی میں، کہ ہر شخص

الرحمۃ المتونی ۱۳۲۶ھ سے کتب حدیث میں استفادہ کیا۔

کانپور سے پھر اپنے مشفق استاد حضرت محدث سورتی کی خدمت میں پہلی بھیت پہنچے جہاں وہ پنشن سے پہلے ہی جا چکے تھے۔ امام اہل سنت مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی جن کا محدث سورتی اپنے درس کے دوران بار بار ذکر کرتے، جس سے آپ کا اشتیاق بڑھا اور ۱۳۲۲ھ ہی میں فاضل بریلوی کی خدمت میں بریلی پہنچے۔ فاضل بریلوی کی تصنیفی مصروفیات اور افتاء وغیرہ شدید بار کی وجہ سے کچھ دنوں کے لئے مدرسہ اشاعت العلوم بریلی میں رہنا پڑا اور دارالافتاء رضویہ میں حاضر ہو کر مشق افتاء کرتے رہے۔ آپ کے ساتھ آپ کے ہم وطن حضرت مولانا سید شاہ عبدالرشید عظیم آبادی علیہ الرحمہ ووالرضوان بھی تھے۔ کچھ دنوں کے بعد آپ مستقل طور پر فاضل بریلوی کی خدمت میں حاضر ہو کر کسب فیض کرنے لگے۔ اپنی اس نسبت پر فخر کرتے ہوئے لکھتے ہیں اور پھر ان تمام نعمتوں کے علاوہ سونے پر سہاگہ یہ، کہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد آقا حاضرہ مؤد ملت طاہرہ مولانا مولوی حافظ قاری شاہ احمد رضا خاں صاحب قادری برکاتی بریلوی نے بیعت و تلمذ و ارشاد و خلافت کے شرف سے مشرف فرمایا، جو شریعت مطہرہ و طریقت منورہ کی علمی تصویر تھے۔ جن کا ہر قول شریعت کا رہنما، جن کا ہر فعل احکام الہی کا اتباع، جنہوں نے بلا خوف لومۃ لائم مسائل شرعیہ و مسائل فقہیہ کی تعلیم و تبلیغ فرمائی اور عمر بھر تالیف و تصنیف افتاء و

لر کے مولانا سید سیم امیر اللہ بریلوی المتونی ۱۳۲۲ھ کو فاضل بریلوی سے اس موضوع پر گفتگو کے لئے آمادہ کیا۔ قیام مدرسہ کو آپ نے بڑی مشکل سے منظور کیا، کیونکہ دیگر مشاغل کی کثرت تھی۔ مولینا حسن بریلوی نے (تلمیذ داغ دہلوی) اس مدرسہ کا نام منظر اسلام رکھا۔ جس سے ۱۳۲۳ھ کا استخراج ہوتا ہے۔ منظر اسلام کے سب سے پہلے صدر مدرس حضرت مولانا بشیر احمد علی گڑھی تلمیذ رشید حضرت مفتی لطف اللہ علی گڑھی سے بھی آپ نے اکتساب فیض کیا۔ صحیح بخاری و مسلم از اول تا آخر آپ نے فاضل بریلوی سے پڑھی ۱۳۲۵ھ میں فاضل بہاری اور مولانا عبدالرشید صاحب عظیم آبادی جو اس مدرسہ کے سب سے پہلے طالب علم تھے۔ ان کی دستار بندی ہوئی فاضل بہاری اس مدرسہ میں مدرس مقرر کر لئے گئے۔ کچھ دنوں کے بعد حاجی عبدالرزاق قادری رضوی مقیم شملہ کی امامت اور خطابت پر مامور کر دیا۔ یہاں یہ مشہور ماہر ریاضیات ڈاکٹر فریاد الدین سابق وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے آپ ملے اور انہوں نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی سے جن مسائل ریاضی کا حل پوچھا تصدیق کی۔ حضرت مولانا رحیم بخش قادری رضوی المتونی ۱۳۲۲ھ نے مدرسہ فیض الغریاء آرہ کے لئے شدید اصرار کیا اور درخواست کی، کہ آپ فاضل بہاری کو ہمارے مدرسہ کے لئے بھیج دیجئے۔ چنانچہ ۱۳۳۰ھ میں فیض الغریاء پہنچے اور پھر وہیں سے تقریباً سال بھر کے بعد الحاج سید نور الہدیٰ پنشن میں تشریف لائے۔

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدنی کی حیات اور علمی خدمات

مدرسہ کی نیک نامی کے لئے مرحوم حج صاحب نے حضرت الاستاذ ملک العلماء کو بلانا بہت ضروری سمجھا۔ چنانچہ حضرت الاستاذ ملک العلماء دوبارہ ۱۳۳۸ھ کو بہرام سے منتقل ہو کر شمس الہدیٰ آگئے اور فنون کی اعلیٰ کتابوں کی تدریس میں مشغول ہو گئے۔ فقہ وحدیث اور ہیئت میں ان کا درس دور دور تک مشہور ہوا۔ ۱۶ جولائی ۱۹۲۸ء میں جامعہ کے شیخ اور پرنسپل ہو گئے۔ ۲۲ نومبر ۱۹۳۵ء سے ۱۸ اکتوبر ۱۹۵۰ء تک خرابی صحت کی وجہ سے فرصت لے کر آرام فرمایا۔ ۱۹ اکتوبر ۱۹۵۰ء کو ایک طویل مدت کی علمی خدمت کے بعد پیشن پر ریٹائر ہوئے۔

۱۳۶۷ھ سے ۱۳۷۰ھ تک ظفر منزل شاہ گنج پٹنہ میں مقیم رہے۔ حضرت سید شاہ شاہد حسین سجادہ نشین تکیہ حضرت شاہ رکن الدین عشق پٹنہ المتوفی ۱۳۰۳ھ قدس سرہ کی استاد عا پر ۲۹ شوال المکرم ۱۳۷۱ھ میں کٹیہار میں جامعہ لطیفیہ بحر العلوم کا افتتاح کیا اور اس کے صدر مدرس کے عہدہ کو رونق بخشی ۱۳۸۰ھ میں علالت کی وجہ سے ظفر منزل پٹنہ آگئے۔ ۱۹ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۲ھ مطابق ۱۸ نومبر ۱۹۶۲ء شب ودوشنبہ سپیدہ سحر نمودار ہونے سے پہلے ذکر اللہ کرتے کرتے جان جاں آفریں کے سپرد کر کے واصل الی اللہ ہوئے۔

حضرت شاہ ایوب ابدالی شاہدی رشیدی اسلام پوری نے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ ان کا مزار محلہ شاہ گنج پٹنہ ۶ میں ہے۔

الحاج سید نور الہدیٰ المتوفی ۱۹۳۵ء ایم اے ایل ایل ایم کیمرج یونیورسٹی انگلینڈ نے اپنے دیرینہ دوست عزت مآب سر سید فخر الدین وزیر تعلیم حکومت بہار و اڑیسہ و دیگر دیندار حضرت کی رائے سے یکم نومبر ۱۹۱۳ء (۱۳۳۰ھ) کو مدرسہ شمس الہدیٰ کی بنیاد ڈالی تھی اور تفسیر وحدیث وفقہ کے درجات کھولے گئے۔ کچھ دنوں بعد جب مولانا مشتاق احمد کانپوری المتوفی ۱۳۵۳ھ میں مولانا احمد حسین کانپوری معینہ عثمانیہ اجمیر شریف لے گئے، تو آپ کو استاد تفسیر وحدیث اور مدرس اول منتخب کیا گیا۔

حضرت سید شاہ بلخ الدین کبیری سجادہ نشین خانقاہ کبیریہ بہرام جو فاضل بریلوی کے مخلصوں میں سے تھے۔ انہوں نے حضرت مولانا شاہ حفیظ الدین صدر مدرس مدرسہ خانقاہ کبیریہ کے انتقال کے بعد فاضل بریلوی سے فاضل بہاری کی مانگ کی منظوری کے بعد انہوں نے فاضل بہاری کو بہرام کی دعوت کی۔ اور منظوری کی فاضل بریلوی کو اطلاع بھی دی۔ چنانچہ ۱۳۳ھ کے اواخر میں آپ بہرام بحیثیت صدر مدرس تشریف لے گئے۔

مولانا محمود احمد قادری شمس الہدیٰ کے بارے میں لکھتے ہیں، کہ یکم جنوری ۱۹۲۰ء میں مدرسہ حکومت کے زیر اثر آ گیا سپردگی کے وقت مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ میں نو مدرسین تھے۔ نئی انتظام کے بعد پرنسپل کے علاوہ پندرہ مدرسین کر دیئے گئے۔ اس وقت

کچھ دنوں کے بعد آپ مستقل طور پر فاضل بریلوی کی خدمت میں حاضر ہو کر کسب فیض کرنے لگے۔ اپنی اس نسبت پر فخر کرتے ہوئے لکھتے ہیں اور پھر ان تمام نعمتوں کے علاوہ سونے پر سہاگہ یہ، کہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد مآہ حاضرہ مؤید ملت طاہرہ مولانا مولوی حافظ قاری شاہ احمد رضا خان صاحب قادری برکاتی بریلوی نے بیعت و تلمذ و ارشاد و خلافت کے شرف سے مشرف فرمایا۔ (ڈاکٹر حسن رضا)

ملک العلماء اور استاذ کا پاس ادب

از قلم: نواسہ ملک العلماء ڈاکٹر حسین امام۔ ورجینیا، امریکہ

پروفیسر وقتی طور پر کلاس لینے آجاتے۔ گوانہوں نے میرے سیکشن کا کلاس کبھی نہ لیا، لیکن وہ مجھے پہچانتے تھے۔ میں بھی فرسٹ ایئر کا اسٹوڈنٹ تھا۔ ان کا قیام ان دنوں پروفیسر کے کوارٹرز میں تھا، جو میرے محلہ کے قریب تھا۔ میں اکثر شام کو اپنے دوست کی دوکان پر چلا جاتا، جہاں ان دنوں ہندوستان کے موثر جریدے اور اخبار مثلاً دعوت، قومی آواز پڑھا کرتا۔ اکثر ہمارے ہندی کے پروفیسر اس دوکان پر خریداری کے لئے آجاتے۔ جب بھی وہ دوکان پر آتے، میں ان کی تعظیم میں کھڑا ہو جاتا اور جب تک وہ دوکان میں ہوتے میں کھڑے ہی کھڑے ان سے گفتگو کرتا۔ ایک روز میرے دوست نے مجھے بتایا کہ وہ پروفیسر صاحب ان سے کہنے لگے کہ ”گو میں نے اس بچے کو کبھی پڑھایا نہیں، لیکن اس کے باوجود جس قدر میری عزت، تعظیم اور تکریم کرتا ہے۔ اتنا تو میرے اپنے اسٹوڈنٹ نے بھی کبھی نہ کی۔ یقیناً یہ مسلم گھرانے اور اسلامی تہذیب کا اثر ہے اور میں اس بچے کے والدین کو آفرین کہتا ہوں جنہوں نے یہ تہذیبی اور اخلاقی اقدار انہیں سکھایا ہے۔“

یہ واقعہ میں نے اپنی تعالیٰ یا خود نمائی کے طور پر نہیں لکھا ہے بلکہ اس دور یا تہذیب کی عکاسی کی ہے۔ جس کی اقدار اب مٹتے چلے جا رہے ہیں۔ جب میں نے اپنی پہلی M.S. ڈگری کے لئے بروکلین پالی ٹیکنک میں داخلہ لیا، تو یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ

اب تو برصغیر ہندوپاک کے تہذیبی اور اخلاقی اقدار بھی کافی حد تک بدل چکے ہیں۔ لیکن آج سے تیس چالیس سال قبل برصغیر کے مسلم گھرانوں میں ماں باپ اور بزرگوں کی تعظیم و تکریم کے علاوہ بچے کی تعلیم و تربیت میں استاذ کو ایک اہم مقام حاصل تھا۔ بچوں کی تربیت میں اس بات کا خاص طور پر خیال رکھا جاتا کہ وہ تمام بزرگوں اور اساتذہ کی عزت کریں۔

یہاں مجھے ایک واقعہ یاد آتا ہے۔ ان دنوں میں پنڈہ سائنس کالج میں فرسٹ ایئر کا اسٹوڈنٹ تھا۔ چونکہ اس کالج کا شمار پنڈہ یونیورسٹی کے بہترین کالج میں ہوتا تھا۔ اس لئے پورے صوبہ بہار کے اعلیٰ اور منتخب لڑکوں کو ہی اس کالج میں داخلہ ملتا تھا۔ میرے کلاس کے دونوں سیکشن میں تقریباً سب ملا کر تین سو لڑکے تھے۔ جن میں مسلمان لڑکوں کی تعداد بارہ پندرہ سے زیادہ نہ تھی۔ ہمارے کورس میں سائنس اور میتھ کے مضامین کے علاوہ انگریزی اور ورنہ کیولر بھی شامل تھا۔ ورنہ کیولر میں ہندو لڑکوں کیلئے ۱۰۰ نمبر کی ہندی اور مسلمان لڑکوں کے لئے پچاس نمبر کی ہندی اور پچاس نمبر کی اردو کا نصاب شامل تھا۔ ہندی کے لئے ایک فل ٹائم پروفیسر تھے۔ جب کہ اردو کے لئے پنڈہ کالج کے پروفیسر، ڈاکٹر مطیع الرحمن اردو پڑھانے کے لئے آتے تھے۔ ہندی کے پروفیسر جب کبھی چھٹی پر ہوتے، تو بہار نیشنل کالج سے ایک ہندو

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدنی کی حیات اور علمی خدمات

شہزادہ کوکل میں آکر تعلیم دیا کریں۔ امام اوزاعی نے صاف انکار کیا اور کہا کہ علم کی ضرورت مامون کو ہے، مجھے نہیں۔ پیاسا کنویں کے پاس جاتا ہے، کنواں پیاسے کے پاس نہیں آتا۔ مامون کو اگر علم کی ضرورت ہے، تو انہیں میرے مدرسے میں بھیج دیں، جہاں وہ دوسرے بچوں کے ساتھ علم و تربیت حاصل کریں گے۔ ہارون رشید نے امام اوزاعی کی یہ بات مان لی۔ لیکن ساتھ ساتھ یہ گزارش کی کہ چونکہ شہزادہ کو دینی اور دنیاوی علوم کے علاوہ اسے جنگی اور فوجی علوم کی بھی ٹریننگ لینا ہے، اس لئے اسے جلد فارغ کر دیا کریں گے تاکہ دوپہر کے بعد وہ فوجی اسکول جاسکے۔ امام اوزاعی نے کہا کہ میرے مدرسے کا ایک اصول یہ ہے کہ جو بچہ پہلے آتا ہے، اسے پہلے سبق دے کر فارغ کیا جاتا ہے اور جو دیر سے آتا ہے، اسے اپنی باری کا انتظار کرنا پڑتا ہے۔ شہزادہ اگر پہلے آئیں گے تو انہیں پہلے فارغ کر دیا جائے گا، ورنہ اپنی باری تک رکنا پڑے گا۔ ہارون الرشید نے ان کی یہ بات بھی مان لی اور اس بات کا اہتمام کیا کہ فجر کی نماز کے بعد ہی شہزادہ کو امام اوزاعی کے مدرسے میں بھیج دیا جاتا، تاکہ وہ فوجی تعلیم کے لئے وقت پر فارغ ہو سکیں۔

شہزادہ کی تعلیم کا سلسلہ چلتا رہا۔ اسی دوران ایک بار بادشاہ ہارون الرشید اپنے غلام مسرور کے ساتھ گھوڑے پر سوار شہر کا گشت لگا رہا تھا کہ اس کا گدرا امام اوزاعی کے مدرسے کے پاس سے ہوا، چونکہ مدرسے کی چہاردیواری ذرا نیچے تھی، اس لئے بادشاہ کو گھوڑے کی پشت سے صحن کا سارا منظر دکھائی دیا۔ اس نے یہ دیکھا کہ امام اوزاعی وضو کر رہے ہیں اور شہزادہ مامون الرشید آفتابے (بہنایا لوٹا) سے ان کے پاؤں پر پانی ڈال رہا ہے۔ یہ منظر دیکھ کر بادشاہ خاصا غضب ناک ہوا اور گھوڑے سے اتر کر مسرور کے ہاتھ سے کوڑا لیا اور مدرسہ میں داخل ہو کر مامون کے پاس لپک کر پہنچا۔

آدمے سے زیادہ کلاس کے لڑکے اور لڑکیوں نے ایسی Jeans پہن رکھی ہے، جن پر نامعلوم کتے Patches یا ٹکڑے چسپاں تھے اور تقریباً سبھی کے Jeans دونوں گھٹنے کے پاس پھٹے اور دریدہ تھے۔ پہلے تو میں نے ان کی غربت پر محمول کیا۔ لیکن بعد میں یہ معلوم ہوا کہ یہ چچی لگی پھٹی پتلون دراصل داخل فیشن ہے۔ اصل کلچرل شک تو اس وقت لگا، جب کلاس میں کئی ایک لڑکوں کو اپنی سیٹ پر بیٹھ کر سامنے کی کرسی پر اپنے جوتے، اسٹیکر اور موزے سمیت دونوں ٹانگ پھیلا کر نوٹس لیتے دیکھا، لیکن اپنے یہاں کلاس میں کسی استاذ کے سامنے ایسی بدتمیزیوں کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا تھا۔ بعد میں ایسے ایسے واقعات اور مشاہدات سے سابقہ پڑا کہ بزرگوں اور اساتذہ کی تعظیم اور تکریم کا سارا قلعہ دم بھر میں زمین بوس ہو گیا۔

”حیات اعلیٰ حضرت“ میں ملک العلماء فاضل بہاری حضرت مولانا محمد ظفر الدین قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ نے عباسی خلیفہ ہارون الرشید سے متعلق ایک واقعہ لکھا ہے، جسے اکثر میں نے اپنے بچوں اور اپنے دوستوں کے بچوں کو سنایا ہے۔ ہارون رشید کے بڑے بیٹے شہزادہ امین الرشید کی پرورش جس انداز میں ہوئی تھی، اس نے اس میں رعونت پیدا کر دی تھی۔

اس لئے ہارون الرشید نے اپنے دوسرے بیٹے مامون الرشید کی تربیت کا خیال صغریٰ ہی سے رکھا۔ انہوں نے مامون کے لئے اتالیق اور استاذ کے لئے اس دور کے سب سے بڑے عالم فقیہ اور استاذ امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کو مقرر کیا۔ امام اوزاعی کے رتبہ کا انداز اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ پورے عالم اسلام اور اسلامی دور میں جن سات احباب کی قرأت قرآنی کو سند حاصل ہے اور مشہور ہیں، ان میں ایک قرأت امام اوزاعی کی ہے۔ ہارون الرشید نے جب انہیں مامون کا استاذ اور اتالیق مقرر کیا، تو یہ گزارش کی کہ

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی دہلی کی حیات اور علمی خدمات

رضا فاضل بریلوی کے نہ صرف خلیفہ اور شاگرد رشید تھے، بلکہ انہیں یہ اعزاز حاصل تھا کہ وہ مدرسہ منظر الاسلام کے پہلے سند یافتہ عالم تھے۔ اعلیٰ حضرت ان کی ذہانت، مساعادت علمی سے اس قدر متاثر تھے، انہیں اپنے بچوں سے زیادہ عزیز رکھتے اور ہمیشہ انہیں خطوما

اپنے اور دوستوں کے بچوں کو کو یہ واقعہ یہاں تک سنانے کے بعد اکثر میں ان سے پوچھتا ہوں کہ بتاؤ بادشاہ نے اس منظر اور اس واقعہ سے کیا اثر لیا ہوگا۔ وہ بچے جو یہاں پیدا ہوئے، پلے بڑھے اور تعلیم حاصل کر رہے ہیں، ان میں سے اکثر نے یہ جواب

دے رہے تھے اور وہیں مدرسے سے ملحق کوارٹر میں رہا کرتے تھے، اچانک ایک روز مغرب کی نماز اعلیٰ حضرت کے ساتھ ادا کرنے کے بعد جب وہ کمرے میں آئے، تو انہیں ایک ٹیلی گرام (تار) ملا جو استھانواں سے بھیجا گیا تھا، اس میں تحریر تھا کہ ان کی بیٹی کی حالت بہت نازک ہے۔ اس لئے فوراً گھر آجائیں۔ چونکہ استھانواں ان دنوں ایک گاؤں تھا جہاں نہ کوئی اسپتال تھا اور نہ

اس بات کا اعتراف کرتے تھے کہ مامون الرشید کا علم ان تمام فقہاء اور علماء سے زیادہ ہے۔ اچھی تعلیم و تربیت اور استاذ کی خدمت کی سعادت نے ایک ناکندہ تراش کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔

”حیات ملک العلماء“ میں پروفیسر ڈاکٹر محمد مختار الدین احمد نے بڑی ادب اور تفصیل سے اپنے والد محترم ملک العلماء کے واقعات لکھے ہیں، ملک العلماء فاضل بہاری اعلیٰ حضرت امام احمد

حضور ملک العلماء مولانا سید محمد ظفر الدین بہاری

روزنامہ، صدائے عام، پٹنہ ۱۱ اگست ۱۹۷۱ء سے ماخوذ

پاس حاضر ہوتے رہے۔

”مؤذن الاوقات“ صرف مشہور ہی نہیں، بلکہ ملک العلماء کی ایک زندہ کتاب ہے۔ جس پر مخصوص معنویت کے اعتبار سے ”کتاب متداول“ کی اصلاح یوں صادق آتی ہے، کہ اس کی دوسری مثال بمشکل تمام ہی پیش کی جاسکتی ہے۔ یہ علم توقیت میں فاضل بہاری کے استاذ بننے کی گواہ ہے، کہ ہر زمانے میں یہ قابل عمل ہے اور اس میں دیئے گئے اوقات نماز اور سحر و افطار میں موسم کی تبدیلی سے کوئی فرق نہیں آتا۔ ایسی مفید کتاب شاید اس سے پہلے کبھی منظر عام پر نہیں آئی تھی، جو علاقائی ثقافت کے لحاظ سے اس طرح مفید خاص و عام ہو۔

فاضل بہاری نے یوں تو مختلف موضوع پر کتابیں لکھی ہیں، جو اہل سنت و جماعت کے لیے قیمتی سرمایہ ہیں، لیکن ان میں مذکورہ کتاب بلاشبہ ہر لحاظ سے منفرد ہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے اکثر اوقات، وقت کے تقاضے اور عوام کی ضرورت کی پیش نظر بھی کتابیں تصنیف کی ہیں۔ جن مسائل میں لوگوں کو اشتباہ پیدا ہوا، انہوں نے اکثر و بیشتر انہیں مسائل پر قلم اٹھایا اور ایسے دلائل و براہین سے مسائل کو ثابت کیا، کہ کسی کو انکار تو کیا، حرید بحث کی جرات بھی نہ رہی اور یقیناً سمجھا جاسکتا ہے، کہ یہ ایک وصف ہی نہیں بلکہ تحریر کا بہت بڑا وصف ہے۔

تقسیم وطن کے بعد ۱۹۴۸ء میں جب ہندوستان کے

صوبہ بہار علمائے کرام اور صوفیائے عظام کا ہمیشہ سے مرکز و معدن رہا ہے۔ خصوصاً عظیم آباد کی سرزمین نے تو ایسی ایسی عظیم اور جلیل القدر شخصیتیں پیدا کی ہیں، جو اپنی نظیر آپ ہیں۔ صرف پٹنہ ہی نہیں بلکہ صوبہ بہار کے مختلف علاقوں کی خاک سے بھی ماضی قریب میں ایسے بزرگ اٹھے ہیں۔ جنہوں نے اپنے زمانے میں دین و ملت کی بیش بہا خدمتیں انجام دی ہیں۔ انہیں نفوس قدسیہ میں حضرت ملک العلماء فاضل بہاری مولانا سید محمد ظفر الدین قدس سرہ کی مبارک ہستی بھی شامل ہے، جن کی ذات سے قوم و ملت کو غیر معمولی فائدے پہنچے اور آج بھی ان کا علمی فیضان جاری ہے۔

مولانا سید محمد ظفر الدین بہاری یوں تو ہر فن مولا تھے، لیکن خصوصیت کے ساتھ علم ہیئت اور فقہی مسائل میں انہیں جوید طولی حاصل تھا۔ اسے نایاب نہ سمجھی، گزشتہ صدی ہجری کی تاریخ میں ہندوستان کے تعلق سے بڑی حد تک کیاب ضرور کہا جاسکتا ہے۔ وہ مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ میں عرصہ دراز تک تدریسی خدمات انجام دیتے رہے، علاوہ ازیں بہار کے دیگر اہم مدارس میں بھی انہوں نے اپنے علمی فیوض سے بے شمار تشنگان علم کو سیراب فرمایا۔ علم ہیئت، فاضل بہاری کا خاص موضوع تھا اور وہ اس میں پوری مہارت اور کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ جس کا ثبوت اس بات سے ملتا ہے، کہ قیام پٹنہ کے زمانے میں بھی دور دراز علاقوں سے طلباء صرف علم ہیئت و توقیت کے پیچیدہ اور مغلط مسائل کو سمجھنے کے لئے ان کے

سے منع کیا، انہیں ”ہجرت“ کا اصل مفہوم سمجھایا اور ان کی غلط فہمی اور گھبراہٹ دور کرنے کی کوشش کی۔

ملک العلماء کی سب سے بڑی مایہ ناز تصنیف ”صحیح البہاری“ ہے۔ اس کتاب کو لکھ کر صحیح معنوں میں انہوں نے احناف پر احسان عظیم فرمایا ہے۔ حنفی مسلک کے لئے ایسی جامع اور مستند کتاب، اس خصوصی رخ سے ہندوستان ہی نہیں شاید کسی دوسرے ملک میں بھی کسی اہل علم نے تصنیف نہیں کی۔ اس میں احناف کے مسلک کے مطابق تمام احادیث نبویہ کو جمع فرما کر ایک بہت بڑی کمی پوری کر دی گئی ہے، کہ آج ایک جو یائے حقیقت بڑی آسانی کے ساتھ اس سے حنفی مسلک کی دلیل میں جو حدیث چاہے نکال سکتا ہے۔ اس کتاب کا مقدمہ بھی نہایت ہی جامع ہے جس میں فاضل بہاری نے اپنے استاد علیحضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کی تصانیف سے خصوصی استفادہ کیا ہے۔ یہ عربی مقدمہ بجائے خود اتنا اہم اور بھرپور ہے، کہ اگر آج بھی اسے الگ سے ترجمہ کے ساتھ شائع کر دیا جائے، تو اصول حدیث پر ایک ایسی مستقل کتاب سامنے آسکتی ہے، جو اپنے افادات و اضافات کے لحاظ سے یقیناً منفرد کہلانے کی مستحق ہوگی۔ اس کے علاوہ مولانا سید محمد ظفر الدین فاضل بہاری نے مختلف عنوانات و موضوعات کے تحت بہت ساری چھوٹی بڑی کتابیں لکھی ہیں۔ جن کی تعداد ایک محتاط اندازے کے مطابق سو کے آس پاس پہنچتی ہے۔

تحریری خدمتوں کے علاوہ ملک العلماء کی زبانی اور

اور نہایت کامیابی و سرخروئی کے ساتھ وہاں سے واپس آتے تھے وہ اکثر و بیشتر مسلمانوں کے بڑے بڑے علمی و مذہبی اجتماع سے خطاب فرماتے تھے، جس سے قوم برابر مستفید ہوتی رہتی تھی۔ پندرہ میں خصوصیت سے ہفتہ میں ایک دن درس قرآن اور درس حدیث کے ذریعہ لوگوں کو مستفیض فرمانا، مدتوں ان کے معمول میں شامل رہا۔ وہ بالعموم اپنے ”درس“ میں روزمرہ کے ضروری مسائل سے لوگوں کو آگاہ فرماتے اور درس کے بعد بعض اہم علمی سوالات کے نہایت صاف سھرے جوابات سے پوچھنے والوں کو مطمئن اور بخشنے والوں کو خوش کر دیتے تھے۔

حضور ملک العلماء کو قریب سے دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ بے پناہ علمی تبحر کے باوجود ان کے مزاج و اطوار میں تکبر و غرور کا شائبہ تک نہ تھا۔ ان کی ظاہری شکل و صورت سے علمی وقار ضرور نکلتا تھا، لیکن بہر حال اس میں سادگی کے جلوے بھی ہوتے تھے اور خاص بات یہ، کہ لباس و پوشاک ہمیشہ نہایت ہی معمولی رہتی تھی۔ ان کی زندگی نہایت ہی سادہ تھی وہ تڑک بھڑک سے برابر متنفر رہتے تھے اور اپنے طلباء کو بھی حسن اخلاق اور حسن معاشرت کے ساتھ مناسب سادگی اپنانے کی تعلیم دیتے تھے۔

یہ کہنے کی چنداں ضرورت نہیں، کہ وہ فتویٰ نویسی میں فاضل بریلوی کے شاگرد اور خصوصی تربیت یافتہ تھے۔ انہوں نے لمبی مدت تک افتا کا کام بھی انجام دیا، ان کے فتاویٰ کے مجموعے اور کچھ فقہی رسائل اشاعت پا چکے ہیں۔ جن کے مطالعہ سے اندازہ

جهان ملك العلماء

حضور ملك العلماء امام العصر سيد محمد ظفر الدين عظيم آبادي دہلي کی حيات اور علمي خدمات

ان کی فقہی تحریروں میں آج بھی دیکھا جاسکتا ہے۔ مطبوعہ کتابوں کے علاوہ ان کی بہت ساری قلمی کتابیں بھی ہیں جو یقیناً اگر منظر عام پر آئیں تو چودھویں صدی ہجری کے تعلق سے مختلف فنون کی تاریخ کے ارتقائی مواد میں گرانقدر اضافے ہو سکتے ہیں۔

(”روزنامہ صدائے عام“ پٹنہ، ۱۱ اگست ۱۹۷۱ء میں شائع شدہ مقالہ ”ملك العلماء مولانا ظفر الدين“ سے خصوصی استفادہ)

☆☆☆

ہوتا ہے کہ ”صورت مستفسرہ“ پر وہ خصوصیت سے توجہ دیتے تھے اور حاضر جوابی کی ایک گونہ شان کے ساتھ قلم اٹھاتے تھے۔ یہ ان کا بڑا وصف تھا، کہ وہ ہمیشہ مسائل کے مزاج و حالات اور عوام کی عقل و فہم کے بموجب ہی مسائل کے جوابات دیا کرتے تھے۔ بلاشبہ انہوں نے جس مسئلہ پر بھی قلم اٹھایا گویا دریا کو کوزے میں بھر دیا۔ دلائل عقلیہ اور نقلیہ دونوں ہی طریقوں سے وہ مسائل کی تشفی فرمادیتے تھے اور اس کام میں ان کا امتیاز یہ تھا، کہ مخاطب یہ محسوس نہیں کرتا تھا، کہ بحث کا دروازہ بند کیا جا رہا ہے، بلکہ وہ یہ محسوس کرتا تھا، کہ بحث کے دروازے ہی بلاوجہ کھولے گئے تھے، جو خود بخود بند ہوتے جا رہے ہیں اور ذہنی انتشار، بالکل فطری انداز میں ذہنی مرکزیت و طمانیت سے بدلتا جا رہا ہے۔ حضور ملك العلماء کے اس طرز خاص کا ثبوت،

”مولانا سيد محمد ظفر الدين بهارى يوں تو هر فن مولا تھے، ليکن خصوصيت کے ساتھ علم هيئت اور فقہی مسائل میں انہیں جو بید طولیٰ حاصل تھا۔ اسے نایاب نہ سہی، گزشتہ صدی ہجری کی تاریخ میں ہندوستان کے تعلق سے بڑی حد تک کمیاب ضرور کہا جاسکتا ہے۔ وہ مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ میں عرصہ دراز تک تدریسی خدمات انجام دیتے رہے، علاوہ ازیں بہار کے دیگر اہم مدارس میں بھی انہوں نے اپنے علمی فیوض سے بے شمار تشنگان علم کو سیراب فرمایا۔ علم ہیئت، فاضل بہاری کا خاص موضوع تھا اور وہ اس میں پوری مہارت اور کامل دستگاہ رکھتے تھے۔“

(روزنامہ صدائے عام)

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی علیہ السلام کی حیات اور علمی خدمات

ہے تو اس میں حرج ہی کیا ہے۔ ایسی شدت تو ہر مومن میں ہونی چاہیے اور جب عشق اور اس کے نتیجے میں شدت ہوتی ہے، تو عاشق اس و اس سے بے پرواہ ہو جاتا ہے۔ اقبال نے اس بات کو بڑے پیارے انداز سے کہا ہے۔

دو عالم سے کرتی ہے بے گانہ دل کو
عجب چیز ہے لذتِ آشنائی
اور اسی کو جو ہرنے یوں کہا ہے۔

توحید تو جب ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لیے ہے

تو جب بندہ اپنے رب اور محبوب رب کے لیے دو عالم سے بے گانہ اور خفا ہوتا ہے، تو پھر رب اسے اپنا بنا لیتا ہے اور جب رب اپنا بنا لیتا ہے، تو پھر فرشتوں میں بھی مقبول ہو جاتا ہے اور بندگانِ خدا میں بھی، جیسا کہ یہ مضمون ذیل کی حدیث سے ثابت ہے۔

”بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو محبوب کرتا ہے تو جبریل سے فرماتا ہے کہ فلا نامیرا محبوب ہے (تو بھی اُس سے محبت کر) جبریل اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ پھر حضرت جبریل آسمانوں میں ندا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں کو محبوب رکھتا ہے، سب اس کو محبوب رکھیں۔ تو آسمان والے اس کو محبوب رکھتے ہیں۔ پھر زمین میں اس کی مقبولیت عام کر دی جاتی ہے۔“ (خزائن العرفان، طہ، ص ۵۰۰)

اس سے صاف واضح ہوا کہ اولیائے کالمین و علمائے ربانین کی مقبولیت عامہ بارگاہِ خداوندی میں ان کی محبوبیت کی دلیل ہے۔ اس تناظر میں جب ہم علیحضرت فاضل بریلوی قدس سرہ کی مقبولیت کو دیکھتے ہیں تو ہمیں یقین ہو جاتا ہے کہ واقعی امام احمد رضا بارگاہِ رب العالمین کے محبوب و مقبول ہیں۔ یہ محبوبیت و مقبولیت

رہے۔ وہ ضرور تمللاً اٹھے گا۔ اُس کی رگ حمیت پھڑک جائے گی۔ حق محبت کا تقاضا ہوگا کہ تنقیص کرنے والوں کو نہ بخشنے۔ ان کو جواب دے، پھر عشق جتنا کامل ہوگا، اسی قدر جواب میں شدت بھی ہوگی۔ اسے وہ لوگ نہیں سمجھ سکتے۔ جن کے پنجے تنقیصِ شانِ رسالت میں خوں آلود ہیں۔ یا وہ جو ایسے مجرمین کی پس پردہ حمایت کرنے میں خوشی محسوس کرتے ہوں، اور پھر وہ لوگ بھی نہیں سمجھ سکتے، جو صرف نام کے مسلمان ہیں، کلمہ تو پڑھا ہے، مگر رسی۔ عاشق بنا کوئی آسان کام نہیں، کوئی عاشق بن کے تو دکھائے، پتہ بانی اور زہرہ آپ کرنے کی ضرورت پڑتی ہے، خونِ جگر جلا کر بوائے عشق سوگھی جاتی ہے۔ امام عشق و محبت فرماتے ہیں اور کیا خوب فرماتے ہیں۔

ایسا گما دے، اُن کی ولا میں خدا مجھے
ڈھونڈا کروں پر اپنی خبر کو خبر نہ ہو

اور فرماتے ہیں۔

اے عشق ترے صدقے، جلنے سے چھٹے سے

جو آگ بجھا دے گی، وہ آگ لگائی ہے

یہ صرف شاعرانہ دعاوی نہیں اور نہ خوش کن تمنائیں ہیں، بلکہ دل سے نکلی ہوئی وہ آواز ہے، جو صدقاتوں کی امین ہے اور جسے علیحضرت فاضل بریلوی نے اپنے عمل سے سچ کر دکھایا ہے، آپ نے صرف شاعری نہیں کی ہے کہ

کلکِ رضا ہے خنجرِ خوں خوارِ برقِ بار

اعدا سے کہہ دو خیر منائیں نہ شر کریں

بلکہ ساری زندگی اس پر چل کر دکھا دیا ہے۔ اعدائے دین و دشمنانِ خدا اور رسول کے خلاف آپ کا قلم چلتا تو، چلتا ہی چلا جاتا۔ اس سلسلے میں نہ اپنوں کا پاس نہ، غیروں کا کچھ خیال۔ یہی روش، امام احمد رضا کی شدت سے تعبیر کی جاتی ہے۔ اگر اس کا نام شدت

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی دہلی کی حیات اور علمی خدمات

کہا، مگر اس کی پرواہ نہ کی۔ آپ نے اس سے رشتہ جوڑا، جس نے رسول سے رشتہ استوار رکھا، اور اس سے ناطہ توڑ لیا، جس نے رسول کی شان میں ادنیٰ بھی گستاخی کی اور پھر بات بنائی۔ اس حقیقت کا اعتراف مولانا کوثر نیازی کو بھی ہے۔ وہ رقم طراز ہیں:

”تو شاہ رضا کو اسی سے تعلق ہے، جس کو سرکار سے تعلق ہے۔ اور جو ان کا پیارا ہے، وہ رضا کا پیارا ہے۔ اور جو ان کی شان میں کمی کرے، شعوری طور پر یا غیر شعوری طور پر، آپ کی غیرت (عشق) اس کے لیے تازیانہ بن جاتی ہے۔ لوگ امام احمد رضا کی شدت کی شکایت کرتے ہیں۔ مگر انھوں نے کبھی عشق کیا ہو، تو انھیں معلوم ہو کہ محبوب کی جب ناقدری کی جاتی ہے، تو عاشق کے جذبات کی شدت کیا ہوتی ہے۔ اسی لیے امام رضا فرماتے ہیں۔

دشمن احمد پہ شدت کیجیے
لمحوں کی کیا مرؤت کیجیے
غیظ میں جل جائیں بے دینوں کے دل
یا رسول اللہ کی کثرت کیجیے
شرک ٹھہرے جس میں تعظیم حبیب
اُس بُرے مذہب پہ لعنت کیجیے

اور عاشق رسول تو وہ ہے کہ جو مرے دل سے، بیگار میں پکڑے جانے کے انداز سے، ترے باندھے، باوہلی خواستہ سرکار کی تعظیم کرنے والے کو بھی معاف نہ کرنا۔ امام فرماتے ہیں اور الفاظ دیکھیے گا، زبان دیکھیے گا۔

مومن تو وہ ہے جو ان کی عزت پہ مرے دل سے
تعظیم بھی کرتا ہے نجدی تو مرے دل سے

(اقتباس از بیان مولانا کوثر نیازی، ۱۲ ستمبر ۱۹۹۲ء بمقام مہاراشٹر کالج ممبئی، بعنوان ”امام احمد رضا بحیثیت عاشق رسول“)

اُس وقت ملتی ہے جب ایمان کمال کے ذرہ علیا پر پہنچتا ہے اور ایمان کے کمال کے لیے محبت کے ساتھ دشمنوں سے تبری بھی ضروری ہے۔ جیسا کہ حدیث پاک میں فرمایا گیا:

حدیث ابوداؤد و ترمذی شریف میں بروایت حضرت ابوامامہ و معاذ بن انس ہے۔ نبی پاک ﷺ نے فرمایا:

مَنْ أَحَبَّ لِلَّهِ وَأَبْغَضَ لِلَّهِ وَأَعْطَى لِلَّهِ وَمَنَعَ لِلَّهِ فَقَدْ اسْتَكْمَلَ الْإِيمَانَ۔ (مشکوٰۃ شریف، ص ۱۴)

جو کوئی اللہ کے لیے محبت کرے اور اللہ ہی کے لیے کسی سے عداوت و بغض رکھے اور اللہ ہی کے لیے دے اور روکے، تو یقیناً اُس نے اپنا ایمان کامل کر لیا۔

لہذا ایمان کے کمال کے لیے دوستی دشمنی دونوں کرنی پڑتی ہے۔ دوستی والا پہلو تو بہت سے لوگ اپنا لیتے ہیں کہ اس میں دنیاوی بھی فائدہ ہوتا ہے اور بہت ساری زحمتوں سے نجات بھی ملتی ہے۔ لیکن خدا و رسول کے لیے کسی ایک سے دشمنی مول لینا مشکل ہوتا ہے۔ چہ جائے کہ عامۃ الناس سے۔ حالانکہ یہی معیار ایمان ہے۔ اس جہت سے جب ہم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کی حیات کا جائزہ لیتے ہیں تو آپ اس میں نہایت کھرے ثابت ہوتے ہیں۔ چنانچہ عشق و ایمان میں کھرے اترنے ہی نے انھیں عاشق و مومن کامل بنا دیا، اور جو مومن کامل ہوگا، اس کے اندر ایمان میں تعلق بھی ہوگا اور دشمنانِ خدا و رسول کے لیے عداوت کا جذبہ بھی۔ تو جو لوگ ”سب کو خوش رکھنے والی روش“ پر چلتے ہیں، وہ سب کو خوش رکھ سکتے ہیں، لیکن خدا و رسول اور محبوبانِ خدا و رسول کو خوش نہیں کر سکتے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اس نظریے کے برخلاف ایمان کی آواز پر لیک کہا، عشق کی بولی بولے، دنیا والوں نے بُرا

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدنی کی حیات اور علمی خدمات

مطبوعہ تحریک فکرِ رضا، ممبئی)

اگرچہ وہ ان کے باپ یا ان کی اولاد یا ان کے بھائی یا ان کے کنبے قبیلے ہی کے کیوں نہ ہوں۔

بھرا اللہ تعالیٰ بچپن سے مجھے نفرت ہے اعداء اللہ سے اور میرے بچوں اور بچوں کے بچوں کو بھی۔ بفضل اللہ تعالیٰ عداوت اعداء اللہ کھٹسی میں پلا دی گئی ہے۔“

(حیاتِ اعلیٰ حضرت، اول، ص ۱)

غرض کہ حضرت ملک العلماء علیہ الرحمہ آغا نے کتاب اور ذکرِ ولادت میں ہی اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی بدنہ ہوں اور اعداء اللہ سے دشمنی و نفرت کا ذکر فرما کر یہ سبق دینا چاہتے ہیں کہ ہمیں بھی اس روش پر چلنا چاہیے اور کیوں نہ ہو کہ یہی پیغام قرآن کا ہے اور یہی ارشادِ خداوندی۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ملک العلماء علیہ الرحمہ بھی زندگی بھر اسی روش پر کار بند رہے اور تقریراً و تحریراً ہمیشہ اسی کا درس دیا اور جب کبھی کسی بد عقیدہ نے کوئی زہر افشانی کی آپ نے اس کی سرکوبی میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ نہ کسی طرح کی مدافعت کو راہ دی۔ یہ سب فیضان تھا مجددِ ملت سیدنا سرکارِ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ کا، جن کی بارگاہ میں آپ نے تقریباً آٹھ سال گزارے۔ پہلے درس لیا، پھر مدرسہ منظر اسلام میں جس کے آپ بانیوں میں ہیں، درس دیا۔ صاحب زادہ ملک العلماء ڈاکٹر مختار الدین احمد آرزو سابق صدر شعبہ عربی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ تحریر فرماتے ہیں:

”خوب سے خوب ترکی تلاش انھیں (ملک العلماء کو) اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا احمد رضا خاں بریلوی تک لے گئی۔ جن کے علم اور قلم کی طاقت کی شہرت دور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ وہ پہلی ہی ملاقات میں ان سے مل کر بہت متاثر ہوئے، وہ ان سے فیض اٹھانا چاہتے تھے اور ان کے علم سے متمتع ہونا چاہتے تھے، اور درسیات کی تکمیل بھی، لیکن فاضل بریلوی ہمہ وقت مطالعہ اور تالیف

حضرت ملک العلماء فاضل بہار علیہ الرحمہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ کے تعلق سے اپنے بارے میں فرماتے ہیں: ”ان تمام نعمتوں پر (جو مجھے حاصل ہیں) مزید گویا سونے پر سہاگہ یہ کہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجددِ مآۃ حاضرہ مؤیدِ ملتِ طاہرہ مولانا مولوی حاجی قاری حافظ شاہ محمد احمد رضا قادری برکاتی بریلوی قدس سرہ القوی کی بیعت و تلمذ و ارشاد و خلافت کے شرف سے (اللہ تعالیٰ نے) مشرف فرمایا، جو شریعتِ مطہرہ و طریقتِ منورہ کی علمی عملی تصویر تھے۔ جن کا ہر قول شریعت کا رہنما، جن کا ہر فعل احکامِ الہی کا اتباع، جنھوں نے بلا خوفِ لومۃ لائم مسائلِ شرعیہ و احکامِ فقہیہ کی تعلیم و تبلیغ فرمائی۔“

(حیاتِ اعلیٰ حضرت، حصہ اول، ص ۲)

مذکورہ بالا تحریر کے بعد خاص ذکرِ ولادتِ امام احمد رضا کے ضمن میں فرمایا کہ اعلیٰ حضرت کا ارشاد ہے:

”میری ولادت کی تاریخ اس آیت کریمہ میں ہے:
 اُولَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّلَهُمْ بَرُوحٍ مِّنْهُ۔
 جس کا ترجمہ یہ ہے: یہ وہ لوگ ہیں، جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرما دیا ہے اور اپنی طرف سے روح القدس کے ذریعے ان کی مدد فرمائی۔

اور اس آیت کا صدر (یعنی اول حصہ) ہے: لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّوْنَ مَنْ حَادَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ وَاَلَوْ كَانُوْا اٰبَاءَهُمْ اَوْ اَبْنَاءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ۔
 (سورہ مجادلہ، ۲۲/۵۸)

نہ پائیں گے آپ ان لوگوں کو جو اللہ و رسول اور یومِ آخر پر ایمان رکھتے ہیں کہ وہ اللہ و رسول کے مخالفوں سے دوستی رکھیں،

ملت اور محدث وقت سے لیا لیا اور انہوں نے کیا کچھ دیا، اس کا صحیح اندازہ تو لینے والے ہی کو ہوگا۔ ہاں! لیکن حضرت ملک العلماء کو جو اعلیٰ حضرت سے عقیدت پیدا ہوئی اور جس کا انہوں نے اپنی تحریروں میں جا بجا ذکر کیا ہے اس سے اتنا اندازہ ضرور ہوتا ہے کہ آپ اعلیٰ حضرت کے رنگ میں رنگ گئے تھے۔ ان کے علوم کے دریا میں بھی شناوری کی اور موتیاں چنے اور عمل و کردار سے بھی سبق لیا اور ان کو اپنے لیے نمونہ بنایا اور انتہا تو یہ کہ اعلیٰ حضرت کو اپنا سب سے بڑا، سب سے شفیق اور سب سے بڑھ کر محسن استاذ مانا اور نہ صرف استاذ بلکہ مرشد طریقت بھی تسلیم کیا اور پھر اعلیٰ حضرت کے خلفاء و تلامذہ میں یہ خصوصیت بھی آپ ہی کے حصے میں آئی کہ آپ نے ہی سب سے پہلے ”حیات اعلیٰ حضرت“ کی تصنیف و تالیف کا زوریں کارنامہ انجام دیا۔ واقعی حضرت ملک العلماء کا یہ ایک طرف اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں عقیدت مندانہ کردار ہے، تو دوسری طرف ہم خادمانِ رضا پر بھی بے حد احسان کہ اگر آپ نے ان واقعات و حالات کو منضبط نہ کر لیا ہوتا، تو آج بالکل اندھیرے میں رہتے۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ ہی کی صحبت و عقیدت اور استفادہ علمی کا فیضان کہیے کہ حضرت ملک العلماء علیہ الرحمہ تقلیدِ ائمہ و حقیقت میں نہایت سخت تھے، ورنہ پٹنہ عظیم آباد کی سرزمین اُس وقت غیر مقلدیت کا مرکز تھی اور آج بھی اس کے کافی اثرات باقی ہیں۔ چنانچہ احناف کی تائید میں ”الجامع الرضوی معروف بہ صحیح البہاری“

مدرسہ قائم کرانے کی راہ ہموار کی، پھر جب مدرسہ منظر اسلام ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۳ء میں قائم ہو گیا، تو پہلے طالب علم حضرت ملک العلماء خود اور مولانا سید عبدالرشید عظیم آبادی علیہما الرحمہ ہوئے۔ حضرت ملک العلماء نے اعلیٰ حضرت سے بخاری شریف پڑھی، فتاویٰ نویسی سیکھی، اقلیدس کے چھ مقالے، تفسیر و تشریح الافلاک، شرح چغینینی کا درس لیا۔ نیز بیانات و توقیت، جفر و تکسیر میں بھی مہارت تامہ حاصل کی۔ نیز تصوف و سلوک میں عوارف المعارف اور رسالہ کشمیریہ جیسی اہم کتابوں کے اسباق لیے۔“ (ماخوذ از، مؤذن الاوقات)

چند باتیں یہاں قابل توجہ ہیں:

(۱) کہ حضرت ملک العلماء نے متعدد اساتذہ سے علم لیا مگر ان کی نہ پیاس بجھی اور نہ تشنگی ہوئی، مگر جب سرکارِ اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں آئے، تو پھر انہیں کے ہو کر رہ گئے۔ ساری تشنگی رفع ہو گئی۔ پھر اعلیٰ حضرت کا اپنے قیمتی اوقات سے فرصت نکال کر ان حضرات کو درس دینا بھی بہت بڑی بات ہے۔

(۲) مدرسہ منظر اسلام کے اصل محرک حضور ملک العلماء علیہ الرحمہ ہیں، بلکہ یوں کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ مدرسہ منظر اسلام کو اعلیٰ حضرت نے خاص حضور ملک العلماء کے درس کے لیے شروع فرمایا۔ گویا یہ ملک العلماء کی بڑی خصوصیات میں ہے۔

(۳) مدرسہ منظر اسلام کے اولین دونوں طلبہ بہار عظیم آباد (پٹنہ) کے ہی تھے اور دونوں کا تعلق سادات کرام سے تھا اور اول

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رضی اللہ عنہ کی حیات اور علمی خدمات

آپ کی آمد و رفت ہو چکی تھی۔ خام سرائی کی خام خیالی بیان کر کے اور اس مدرسے کو ترک کر کے اعلیٰ حضرت ہی کے ہو کر رہ گئے اور پھر کوشش کر کے خود اعلیٰ حضرت کے وہاں مدرسہ منظر اسلام کی بنیاد ڈلائی۔ یہ بھی حضرت ملک العلماء کے تعلق فی الدین ہی کی دلیل ہے کہ چند ہی روز میں خام سرائی کی بد مذہبی کا پتہ لگا لیا، ورنہ وہ سستی بنا ہوا تھا۔ جیسا کہ بالعموم وہاں جہاں سنیوں کی تعداد زیادہ دیکھتے ہیں، تقیہ کر کے سستی بن کر رہ جاتے ہیں اور پھر انہیں میں کمزور و کم علم افراد کو گمراہ کر کے اپنا بنا لیتے ہیں۔ یہ حضرت ملک العلماء علیہ الرحمہ کا تعلق و دور بینی ہی ہے کہ آپ نے خاص مسلک اہل سنت و جماعت کی ترویج و اشاعت اور بد مذہبوں کے رد کی غرض سے ”مدرسہ منظر اسلام“ کے قیام کی تحریک کی اور کامیاب ہوئے۔ جو آج مرکز اہل سنت بریلی شریف کا سب سے قدیم سنی جامعہ ہے اور جس کے فضلاء ساری دنیا میں مسلک حق کی ترجمانی کر رہے ہیں۔

گویا جس طرح اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ نے تصنیف و تالیف کے ذریعے مسلک اہل سنت کی ترویج و اشاعت میں نمایاں و مرکزی کردار ادا کیا، اسی طرح حضرت ملک العلماء نے اپنی تحریک اور سرکار اعلیٰ حضرت کی سرپرستی میں ”مدرسہ منظر اسلام“ کو قائم کرا کے درس و تدریس کے مرکزی اور بنیادی کام کی داغ بیل ڈالی، جو جماعت اہل سنت پر حضرت ملک العلماء کا بہت بڑا احسان ہے۔

حضرت ملک العلماء علیہ الرحمہ چوں کہ اپنے مسلک پر سختی سے صرف قائم ہی نہ تھے، بلکہ اس کی ترویج و اشاعت میں بھی تاعمر حتی الوسع سعی فرماتے رہے اور جب بھی ضرورت پڑی مسلک حق کے خلاف ہرزہ سرائیوں اور فاسد عقائد و نظریات کا رد بھی فرماتے رہے۔ یہی وجہ ہے حضرت مرشد برحق سرکار اعلیٰ حضرت کو آپ پر

کے نام سے احادیث کا ایک عظیم الشان ذخیرہ آپ نے جمع کیا اور اس کی جلد دوم طبع کرائی، جو فقہ حنفی میں اپنی نوعیت کی پہلی کتاب ہے۔ آپ سے پہلے بھی علمائے اس موضوع پر کتابیں تالیف کیں لیکن جس بسط و استقصاء کے ساتھ صحیح البہاری تالیف کی گئی ہے ماسبق میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ اس کی جلد اول جو عقائد پر مشتمل ہے مبیضہ نہ ہو سکنے کی وجہ سے مؤخر ہو گئی۔ سنا ہے لاہور کے بعض احباب اہل سنت اس پر کام کر رہے ہیں اور جلد ہی وہ چھپ کر منظر عام پر آئے گی۔ جلد دوم کے ابواب طہارت تا صحت پر مشتمل ہیں۔ اس کے شروع میں ”الافادات الرضویہ“ کے نام سے جو مقدمہ ہے، وہ بڑا ہی قیمتی ہے۔ اس کے سارے مواد فقہ و حدیث کے ضروری اور اصولی مباحث سے متعلق ہیں۔ جو لوگ فقہ و تقلید پر ناروا حملے کرتے ہیں، ان کے بھی جوابات دیئے گئے ہیں۔ یہ رسالہ پچیس صفحات پر مشتمل ہے اور اس کا آغاز حضور ملک العلماء علیہ الرحمہ نے خطبہ رضویہ سے کیا ہے۔ جو خاص اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا ارشاد فرمودہ و رقم کردہ ہے۔ جس کی خصوصیت یہ ہے کہ خطبہ اپنی پوری معنویت اور ادبی چاشنی کے ساتھ تقریباً اتنی (۸۰) اصطلاحات اصولی حدیث و اقسام کتب حدیث پر بھی اشارہ کر رہا ہے۔ ہر لفظ ایسا موزوں و مناسب ہے کہ جیسے ہار میں موتیاں پرودی گئی ہوں۔

حضرت ملک العلماء علیہ الرحمہ نے حضرت محدث سورتی علیہ الرحمہ سے پٹنہ پھر پہلی بھیت میں درس لیا۔ بعدہ بریلی شریف آئے۔ مقصد تھا کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ سے استفادہ کریں، مگر وہاں کوئی مدرسہ نہ تھا۔ مصباح العہدیب کے نام سے ایک مدرسہ تھا، جو مولوی غلام یلین خام سرائی چلا رہے تھے۔ آپ نے وہاں پڑھنا شروع کیا، مگر بعد میں معلوم ہوا کہ وہ وہابی ہے، جس کے سبب آپ نے مدرسہ چھوڑ دیا۔ چونکہ سرکار اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں

غلطی سے کچھ لوگوں نے تصلب فی الدین کا معنی یہ سمجھا لیا ہے کہ جو حق کا مخالف ہو اس کو لعن طعن کیا جائے، سخت سست کہا جائے۔ حالانکہ تصلب کا یہ معنی ہرگز نہیں، تصلب کا معنی ہے اپنے حق مسلک و موقف پر ڈٹے رہنا اور جو اس کی مخالفت کرے اس کو جواب دینا اور مخالف شرع کسی امر کو رد کرنے میں نرمی نہ برتنا، ناحق کھل کر کھیلنے کا موقع نہ دینا اور بس۔ ہاں کبھی حق کے مخالف کسی شخص کے تشدد آمیز رویے یا گستاخانہ طرز عمل سے متاثر ہو کر کسی اہل حق نے جوابی کارروائی کے طور پر اور کبھی اس کی ضرورت بھی ہوتی ہے کوئی سخت جملہ کہہ دیا یا لکھ دیا، تو اس کو شدتِ تاثر کا نتیجہ سمجھتے ہوئے نظر انداز بھی کر دینا چاہیے کہ ہر آدمی کی طبیعت یکساں نہیں ہوتی اور کبھی مقامی حالات بھی اس کے متقاضی ہوتے ہیں کہ مخالف اس کے بغیر سرد نہیں ہوتا۔ لیکن یہ قاعدہ کلیہ نہیں کہ ہر جگہ اور ہر معاملے میں ایسی شدت برپا ہوتی ہے۔

بڑا اعتماد تھا۔ متعدد مقامات پر ضرورت پڑنے پر آپ کو مناظروں کے لئے بھی اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا۔ آپ جہاں بھی گئے باطل پرستوں کو بھاگنے پر مجبور ہونا پڑا یا مخالف کو لا جواب کر کے مظفر و منصور لوٹے۔ یہی وجہ ہے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اپنے منظوم ذکر احباب میں آپ کو تیسرے نمبر پر یاد فرمایا ہے اور وہ بھی اس دُعا کے ساتھ کہ آپ کو اللہ تعالیٰ فتح و ظفر عطا فرمائے اور اعدائے دین کو شکست دے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے دشمنانِ دین آپ سے شکست کھاتے ہی ہیں اور آپ مظفر و منصور و غالب ہوتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

میرے ظفر کو اپنی ظفر دے
اس سے شکستیں کھاتے یہ ہیں

(الاستمداد، ص ۸۹، مہینی ۸)

ایک بار قیامِ بریلی کے دوران آپ نے اپنے ساتھی مولانا

سربا میں ادا لیا ہے۔ چنانچہ جب بنارس میں مسئلہ قیامِ عندِ جی علی الفلاح کا فتنہ کھڑا ہوا اور معاندین اہل سنت نے درپردہ سنی بن کر بنارس کے عوام کو گمراہ کرنے کی کوشش کی، تو حضرت ملک العلماء علیہ الرحمہ نے اس کا نوٹس لیا اور تنویر المصباح للقیامِ عندِ جی علی الفلاح نامی کتاب لکھ کر دلائل کا انبار لگا دیا کہ مخالف کو جائے دم

تھانوی نے کہا، میں اس فن میں جاہل ہوں۔ میرے اساتذہ بھی جاہل ہیں۔ اگر مجھے تھوڑی دیر کے واسطے معقول بھی کر دیجیے تو وہی کہے جاؤں گا، مجھے معاف کیجیے آپ جیتے اور میں ہارا۔“

(تذکرہ علمائے اہل سنت، ص ۱۷۳، کانپور)

سنت بیرونی دیوبند نے اس بارے میں حواصے میں نہ مارے ہیں۔
فون کارویت ہلال میں اعتبار نہیں۔

مسلمان مرحومین کے لیے ایصالِ ثواب کا مسئلہ اجماعی ہے۔
اہل سنت و جماعت میں آج تک کسی نے انکار نہ کیا، ہاں معتزلہ جو
ایک گمراہ فرقہ گزرا ہے، اُس نے ایصالِ ثواب کا انکار کیا ہے۔
معتزلہ ہی کی پیروی میں آج بھی بعض وہابیہ اور اہل قرآن یعنی
منکرین حدیث جن کو چکڑا لوی بھی کہتے ہیں، اس کے منکر ہوئے
ہیں۔ چنانچہ جب حضرت ملک العلماء مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ میں
پرنسپل تھے، وہاں کے اساتذہ کے پاس تمنا عمادی جیسی پھلواری کی
طرف سے ایصالِ ثواب سے متعلق سوالات آئے، تو اساتذہ نے
حضرت ملک العلماء علیہ الرحمہ کو جواب کے لیے پیش کیا۔ حضرت
نے اس کا نہایت مدلل و مفصل جواب مرحمت فرمایا اور تمنا عمادی
کے تمام شکوک و شبہات کو ہباء منثورا کر کے رکھ دیا۔ تمام دلائل
حوالوں سے جکڑے ہوئے ہیں۔ عربی و فارسی عبارتیں صفحات کی
نشان دہی کے ساتھ درج ہیں۔ یہ کتاب پہلی بار پٹنہ اور دوسری بار
ادارہ احسن المعارف، نئی سرک کان پور سے شائع ہوئی تھی، پھر اسی کا
عکس لے کر المجمع العلمی ہزاری باغ سے دوبارہ شائع ہوئی۔
افسوس کہ کتاب جتنی عمدہ ہے اسی قدر خراب انداز سے شائع
ہوئی ہے۔ ضرورت ہے کہ اس کو اچھے طریقے سے شائع کیا جائے۔
ایصالِ ثواب کے اثبات اور ایصالِ ثواب کی انواع کی

اہتمام کے ساتھ ۱۴۱۳ھ میں اسٹیٹ لے ذریعے اس اسلامی
مبارک پور نے شائع کیا۔ تیسرے ایڈیشن کا علم نہیں۔ کتاب کے
مرتب ہیں مولانا قیس محمد خاں قادری رزاقی مغل پورہ، پٹنہ اور کتاب کے
آخر میں ایک سواکیا سی (۱۸۱) علمائے کرام کی تصدیقات اور نقولِ فتاویٰ
درج ہیں، جن سے کتاب کی اہمیت دو بالا ہو جاتی ہے۔

رویتِ ہلال سے متعلق جیسا کہ آج ہو رہا ہے۔ حضرت
ملک العلماء کی حیات میں آج سے تقریباً پچیس سال پیشتر بھی یہی
ہوتا رہا کہ مخالفین اہل سنت محض عوام کی خوشنودی اور ان کو اس
بہانے سے اپنی طرف راغب کرنے کی غرض سے خلافِ مسلک
حقی، حقیقت کے دعوے کے باوجود ریڈیو اور فون سے چاند کی
رویت مان لیا کرتے تھے۔ چنانچہ ۱۳۷۰ھ میں مولانا شاہ محمد فرید
الحق صاحب قادری حنفی عمادی سجادہ نشین خانقاہ عمادیہ منگل تالاب،
پٹنہ شہر نے حضرت ملک العلماء سے اس سلسلے میں سوالات کئے، تو
حضرت ملک العلماء نے اس کا یہ جواب دیا:

”حضرت سیدی دام ظلہ العالی۔ السلام علیکم

۱۰ سال وہابیوں اور امارتیوں نے محض ریڈیو اور فون پر روزہ
توڑا اور دوسروں کا بھی روزہ توڑ دیا۔ اس لیے ارادہ ہے کہ ہندوستان
کے مشاہیر علماء سے فتاویٰ حاصل کر کے ایک کمیٹی بنادی جائے کہ اُس
کے اعلان کے بغیر لوگ عید میں کسی کی بات نہ سنیں اور کمیٹی کا اصول
دستور حسب فتاویٰ علماء ہوگا۔

جہان ملک العلماء

حضرت ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی علیہ السلام کی حیات اور علمی خدمات

تفصیل میں یہ کتاب حرف آخر کا درجہ رکھتی ہے۔ اردو کیا عربی میں بھی خاص اسی موضوع پر ایسی کوئی کتاب دیکھنے میں نہ آئی۔ اس کتاب میں حضرت مصنف نے پچیس (۲۵) طریقے ایصالِ ثواب کے قرآن پاک و احادیث طیبہ اور اقوال ائمہ سے بیان کیے ہیں۔ پھر خاص امام اعظم رضی اللہ عنہ کی ایصالِ ثواب سے متعلق وصیت نقل فرمائی ہے اور پھر آخر میں نفس ایصالِ ثواب پر بحث کرتے ہوئے معتزلہ جو اصلاً منکر ایصالِ ثواب ہیں، ان کا رد فرمایا ہے۔ پوری کتاب باریک خط سے خود سائزہ کے تقریباً دو سو صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ (یہ کتاب حال ہی میں مجمع الاسلامی مبارکپور سے خوبصورت شائع ہو گئی ہے)۔

یوں ہی جب عرس بزرگانِ دین سے متعلق سوال ہوا تو حضرت ملک العلماء علیہ الرحمہ نے اس کے جواب میں ”مواہبُ ارواح القدس لکشف حُکم العرس“ (۱۳۲۴ھ) نامی رسالہ تحریر فرما کر عرس بزرگانِ دین کے جواز پر دلائل کا ذخیرہ جمع کر دیا۔ جواب کی ابتدا خطبے کے بعد یوں کی ہے:

”عرس متعارف مذکورنی السؤال کے نجوم زنان و تماشاے مردمان و آثار شرکیہ و ارتکابِ معاصی و نظارہ لجنبیہ و لہو و لعب و طوائفان و رقاصان و آلات مزامیر و غیرہ سے خالی ہو، بلاشبہ جائز و درست ہے کہ

الامور بمقاصدھا کما فی الأشباه والنظائر
لافضل المتأخرین مولانا زین العابدین بن نجیم الحنفی۔
(ہر چیز کا حکم اُس کے مقصد سے متعلق ہوتا ہے صساک

بلاشبہ جائز ہیں۔ اہل سنت و جماعت کثر ہم اللہ تعالیٰ کی کتب تو اس سے مملو و مشحون ہیں۔ مگر الحمد للہ کہ وہابی پارٹی کو بھی اس میں کلام کا موقع نہیں کہ سرگروہ طائفہ مولوی اسماعیل صاحب دہلوی اپنی کتاب ”صراطِ مستقیم“ میں لکھتے ہیں:

”نہ پندار نہ کہ نفع رسانیدن باموات باطعام و فاتحہ خوانی خوب نیست چہ ایں معنی بہتر و افضل است۔“
(کوئی یہ گمان نہ کرے کہ مردوں کو فاتحہ خوانی اور کھانے سے فائدہ پہنچانا اچھا نہیں، کیوں کہ یہ مقصد بہتر اور افضل ہے۔ م۔)
ناصر ملت و ہابیہ مولوی رشید احمد صاحب کے فتاویٰ رشیدیہ ص ۷۲ میں ہے:

”ایصالِ ثواب ہر روز درست اور موجبِ ثواب ہے۔“
ان کے محرز مذہب مولوی خلیل احمد صاحب انیسٹروی کے براہین قاطعہ ص ۱۳۷ میں ہے:
”اور مسلم تمام امت کا ہے کہ ایصالِ ثواب مستحسن اور مندوب ہے۔“

رہا کھیلی خیر و برکات، کوئی جاہل سا جاہل بلکہ پاگل ما پاگل بھی بشرطیکہ وہابی نہ ہو، یہ نہیں کہہ سکتا کہ اپنے فائدہ کی طلب ٹھیک نہیں اور یہ بُرا اور ممنوع ہے۔

باقی تخصیص و تعیین یومِ رحلت اور ہر سال کے بعد اسی دن کو کہ یومِ انتقال ہے خاص کرنے کا جواز متعدد اسناد سے ثابت۔“
(مواہبِ ارواح القدس، ص ۱۳، ادارہ افکار حق، بآس،
نور، ۱۳۱۲ھ/۱۹۹۲ء)

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدظلہ کی حیات اور علمی خدمات

- حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ
- ۱۰ جمیر میں ششم (۶) رجب المرجب کو عرس خواجہ غریب نواز معین الحق والملتہ والدین
- مارہرہ مطہرہ میں بست و ہفتم (۲۷) محرم الحرام کو عرس صاحب البرکات حضرت سید شاہ برکت اللہ صاحب قدس سرہ
- ۱۸ ربیع الاول شریف کو عرس حضرت سید شاہ آل احمد اچھے میاں صاحب قدس سرہ
- سیزدہم (۱۳) ذی الحجۃ الحرام کو عرس حضرت سید شاہ آل رسول صاحب قدس سرہ العزیز
- ۱۰-۱۱-۱۲ کو کلیر شریف میں دواز دہم ربیع الاول شریف کو عرس حضرت علاء الدین صابر صاحب رحمۃ اللہ علیہ
- ردولی شریف میں ۱۱ جمادی الآخر سے ۱۳ تک عرس حضرت شاہ احمد عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ
- دہلی اور بدایوں میں کتنوں کی تعداد بتائی جائے، گنج اولیاء ہے، شاید ہی کوئی تاریخ خالی جاتی ہو جو کسی کا عرس نہ ہوتا ہو۔
- مراد آباد میں بست و ہفتم (۲۷) صفر کو عرس شیخ المشائخ شاہ بلاقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ
- نهم (۹) جمادی الآخر کو عرس شاہ محبوب علی صاحب۔
- رام پور میں یازدہم (۱۱) صفر کو عرس مولوی عاشق احمد صاحب
- ۱۵-۱۶-۱۷ جمادی الآخر کو عرس مولانا مولوی شاہ ارشاد حسین صاحب قدس سرہ
- بریلی میں یکم جمادی الآخر سے عرس مولانا شاہ نیاز احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ
- کان پور میں ۲ صفر کو عرس حضرت مولانا احمد حسن صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

- ”عرف عام اہل اسلام ہے کہ اسے علماء و صلحاء، فقرا و اولیاء، مشائخ کرام و صوفیہ عظام غرنا شرفاً کرتے چلے آئے اور یہ بھی ایک دلیل استحسان کی ہے۔ اشباہ و النظائر میں ہے:
- العادة فحکمة و اصلها قولہ علیہ السلام ماراہ المسلمون حنا فہو عند اللہ حسن۔
- (عادت مسلمان اور ان کا عرف بھی حکم کا سبب بنتا ہے اور اس کی اصل سرکار اقدس ﷺ کا وہ قول ہے کہ فرمایا: جسے مسلمان اچھا جائیں تو وہ اللہ کے وہاں بھی اچھا ہے۔ م)“
- (مواہب ارواح القدس، ص ۳۳-۳۵)
- اسی مضمون کی چند عبارتیں برجندی، محیط برہانی، یعنی شرح ہدایہ کی پیش کر کے فرماتے ہیں:
- ”اور شک نہیں کہ عرس و فاتحہ کو علماء و صلحاء اور علمہ اہل اسلام اسی تعین و تخصیص کے ساتھ کرتے اور اسے بہتر و مستحسن جانتے۔
- دہلیز حریم جَدہ میں ہفدہم (۱۷) رمضان المبارک کو عرس حضرت سید علوی
- بست و چہارم (۲۴) رمضان المبارک کو عرس سید محمد ابو سریر
- بست و ہفتم (۲۷) رمضان المبارک کو عرس حضرت شیخ محمد عقیلی
- یمن میں یکم شعبان سے ۱۵ اردن تک عرس حضرت شیخ احمد بن علوان، جن کے نام کی برکت سے اشیائے گمشدہ کا میل جانا علمانے فرمایا اور بارہا تجربہ ہوا اور برابر ہوتا ہے۔ (جو ان کی بزرگی اور مقبولیت کی دلیل ہے)
- بغداد مقدس میں حضور پر نور غوث الثقلین سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عرس نهم ربیع الآخر کو ہوتا ہے۔
- اسی طرح ہندوستان میں
- پاک پٹن شریف میں پنجم (۵) محرم الحرام کو عرس

جهان ملك العلماء

حضور ملك العلماء امام العصر سيد محمد ظفر الدين عظيم آبادی دہلی کی حیات اور خدمات

۳۰ رجب کو عرس مولانا شاہ سلامت اللہ صاحب

۰ ۲۶ رجب الاول شریف کو عرس مولانا

شاہ فضل الرحمن صاحب

۰ ۹ شعبان کو عرس مخدوم شاہ درویش

صاحب قدس سرہ

۰ ۵ شوال کو عرس مخدوم الملك مخدوم شاہ

شرف الدین مکی منیری قدس سرہ

۰ ۱۲ جمادی الآخر کو عرس حضرت جناب حضور شاہ امین

الدین صاحب قَدْ سَنَا اللّٰهَ تَعَالٰی بَار وَاِحْمَم وِنَفْعَنَا فِی

السَّارِیْنَ بِسِرِّ كَاتِمِهِمْ كَاعْرَسَ هِمِشَّةٍ یَّعِیْنُ تَارِخَ دَوَاهِ وَفَاتِ بِلَاكِیْرِ

رَاجِحٍ هُوَ۔ وَهَابِیْہِ یَیَامُ خَدْلَمِ اللّٰهَ تَعَالٰی اِطْنِیْ بَرْكُو بِنَا حِ كَلَابِ سَے

زیادہ تصور نہ فرمائیں۔

مہ فشانہ نور و سگ عمو عمو کند

ہر کسے بر خلقت خود می تند

(مواہب ارواح القدس، ص ۳۳ تا ۳۹)

اس کے بعد فرمایا:

”قرونِ ثلاثہ مشہود لہا بالخیر (یعنی حضور، صحابہ، تابعین کے

عہد) میں بہ ہیئت کذائی موجود نہ ہونے سے کوئی چیز ممنوع و ناجائز

نہیں ہو سکتی۔ علمائے صدہا امور میں کہ قرونِ ثلاثہ میں رائج نہ تھے،

باوجود محدث (نو پیدا) ہونے کے حکم جواز بلکہ استحسان دیا (یعنی

جائز و خوب ہونے کا حکم دیا)..... مثلاً نماز میں تلفظ نیت باوجودیکہ

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہ خلفائے راشدین نہ ائمہ

مجتہدین سے ثابت عامہ متون و شروح و فتاویٰ میں مستحب فرمایا۔“

(ص ۳۹۔ ایضاً)

اب اس مدعی کے اثبات میں علماء و ائمہ کی عبارات چوبیس

(۲۳) صفحات میں پیش کر کے رسالے کو ختم کر دیا ہے۔ غرض

رسالہ تحقیقاتِ نادرہ کے دریا بہا تا اور حضور ملک العلماء کے تشریحی

کاشیوت دیتا نیز آپ کے مسلکی تہذیب پر دلالت کرتا نظر آتا ہے۔

اس رسالے کی اہمیت کا اس سے بھی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

کہ اس پر اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت قدس سرہ العزیز کی تصدیق

و تقریظ بھی ہے۔

حضرت ملک العلماء علیہ الرحمہ پر اعلیٰ حضرت امام اہلسنت

علیہ الرحمہ کو اعتماد تھا۔ اکثر مناظروں میں نمائندہ بنا کر بھیج دیا کرتے

تھے۔ رنگون اور کلکتہ کا واقعہ تو مشہور ہے کہ آپ کے جاتے ہی

مخالفین بھاگ نکلے۔ اُن کی تفصیلات مناظرے کی کتابوں میں

مرقوم ہیں۔ یہاں بنظر اختصار صرف اُن کے اسماء دیئے جاتے ہیں۔

(۱) سجم الكنز علی الکلاب الممطرہ (۱۳۲۷ھ)

(۲) النبراس لدفع کلام المنہاس (۱۳۲۹ھ)

(۳) رفع الخلاف من بین الاحناف (۱۳۳۲ھ)

(۴) کشف الستور علی مناظرۃ رام پور (۱۳۳۳ھ)

(۵) ظفر الدین الجید (۱۳۲۲ھ)۔ مشتمل بر بست سوالات

دربارہ عقائد علمائے دیوبند پیش کردہ جناب تھانوی در بریلوی (مطبوعہ)

(۶) شکستِ سفاہت (۱۳۲۶ھ) رودادِ مناظرہ میوات نواح

فیروز پور (مطبوعہ) اس کی کچھ تفصیل ”حیاتِ اعلیٰ حضرت“ اول

میں بھی ہے۔

(۷) گنجینہ مناظرہ (۱۳۳۳ھ) اس میں مناظرہ کلکتہ کی روداد ہے۔

(۸) مشرقی کا غلط مسلک۔ بانی خاکسار پارٹی، عنایت اللہ

مشرقی کے رد میں۔

(۹) ظفر الدین الطیب۔

”حیاتِ اعلیٰ حضرت“ میں حضرت ملک العلماء نے جگہ جگہ

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدظلہ کی حیات اور علمی خدمات

دیکھنے کے لیے دیا، دیکھا کہ نواب حبیب الرحمن خاں صاحب شیروانی رئیس حبیب گنج و صدر الصدور حیدر آباد دکن کی تصنیف حضرت استاذ الاساتذہ مولانا لطف اللہ صاحب علی گڑھی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں ہے۔ رسالہ اگرچہ بہت مختصر ہے مگر کافی معلومات سے پُر ہے۔ اس میں ایک جگہ تحریر ہے کہ آپ کی بہت بڑی خوبی یہ ہے کہ ”کبھی آپ کی زبان کسی کی تکفیر سے ملوث نہ ہوئی“۔ اس کو دیکھ کر متردد ہوا کہ کیا لکھا ہے۔ پھر ”حیاتِ شلی“ دیکھنے کا اتفاق ہوا تو ص ۳۰۲ پر اس میں بھی لکھا ہے، حضرت مفتی لطف اللہ صاحب کی دو خصوصیتیں قابل ذکر ہیں۔ ایک یہ کہ انھوں نے عمر بھر کسی کی تکفیر نہیں کی۔ دوسری یہ کہ کان پور کے ہی قیام کے زمانے میں انگریزی سے اتنے حروف شناس ہو گئے تھے کہ تار وغیرہ پڑھ لیتے تھے۔ اھ“

اس میں شک نہیں کہ علم شی بہ از جہل شی ہے۔ اس وجہ سے اتنی انگریزی سے واقفیت کہ تار وغیرہ پڑھ لیں ضرور قابل تعریف اور خصوصیت میں شمار ہو سکنے کے لائق ہے۔ لیکن ”عمر بھر کسی کی تکفیر نہیں کی“ میں بہت غور و فکر کرنے پر بھی نہیں سمجھ سکا کہ یہ کون سی تعریف کی بات ہے اور ان دونوں حضرات نے اس کو تعریف میں کس طرح شمار کیا ہے؟ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا ہے۔
اَللّٰهُمَّ اَرِنَا الْاَشْيَاءَ كَمَا هِيَ۔ (اے اللہ! ہمیں اشیا کی حقیقت دکھا دے)

حکمت کی تعریف بھی علمائے نے فرمائی ہے:

علم يبحث فيه عن حقائق الأشياء على ما هي عليه في نفس الأمر بقدر الطاقة البشرية. وعرفه بعض المحققين. باحوال اعيان الموجودات على ما هي عليه في نفس الأمر بقدر الطاقة البشرية۔

تو اگر ”کسی کی“ سے مراد کسی مسلمان کی ہے، تو یہ تعریف

بد عقیدوں کے بارے میں سخت نوٹس لیا ہے۔ حتیٰ کہ علوم و فنون امام احمد رضا شمار کرتے ہوئے ردّ تھا نوبی، ردّ گنگوہی، ردّ اسماعیل دہلوی، ردّ نذیر حسین دہلوی وغیرہ کو مستقل فن کا درجہ دے کر ان میں ہر ایک سے متعلق کتب کی نشان دہی فرمائی ہے اور تمام فرقوں اور گم راہوں کا تفصیلی تعارف پیش کرتے ہوئے ان کے عقائد و نظریات کا بھی رد فرمایا اور جو لوگ صلح کلیت کے دل دادہ ہوتے ہیں، ان کی خوب خوب خبر لی ہے۔ اس سلسلے میں دو اقتباسات حاضر ہیں۔ فرماتے ہیں:

”مجھ سے میرے ایک ملنے والے صاحب نے فرمایا کہ اعلیٰ حضرت کا علم و عمل، تقویٰ و فضل، جامعیت کمالات ظاہری و باطنی کا کوئی بھی منکر نہیں۔ اگر اعلیٰ حضرت کسی کا رد اور مناظرہ وغیرہ نہ کرتے تو ان سے بڑھ کر ہندوستان میں کسی کی عزت نہ ہوتی اور از گنگ تا سنگ، واز کشمیر تا راج کماری، ان کی مقبولیت ہر طبقہ، ہر گروہ میں ہوتی۔

میں نے کہا یہ تو خدا پرستی نہ ہوئی، بلکہ خود بینی و خود پرستی ہوئی۔ اَلْحُبُّ فِي اللّٰهِ وَالْبُغْضُ لِلّٰهِ (اللہ کے بارے میں دوستی اور اللہ ہی کے لیے دشمنی) بھی کوئی چیز شرعی ہے یا نہیں۔ رہی عوام اور بد مذہبوں میں حق گوئی کی وجہ سے عدم مقبولیت، تو آپ نے مثنوی شریف کے یہ اشعار سنے ہیں یا نہیں۔ مولانا فرماتے ہیں:

گردوسہ ابلہ تر منکر بشوند تلخ کے گردی چوستی کان قند
گردوسہ احمق تراہمت نہد حق برائے تو گواہی می دہد
گر خفاشہ از خود شیدے خورست آں دلیل آمد کہ از خود شید نیست
نفرت خفاشگاں باشد دلیل کہ منم خورشید تاباں جلیل
گر گلابے را بجعل راغب شود آں دلیل نا گلابی می شود
عزیزی نور العین مولوی مختار الدین احمد آرزو رضوی، فاضل
شمس ایم اے، علیگ سلسلہ علی گڑھ سے ایک مرتبہ آئے تو، چند کتابیں
اپنے ساتھ لیتے آئے، اُس میں ایک رسالہ ”استاذ العلماء“ مجھے

بے شک تعریف ہے کہ کسی مسلمان کی جب تک وہ مسلمان ہے اور کوئی کلمہ کفریہ اس سے سرزد نہیں ہوا، تو کبھی آپ نے تکفیر نہ کی، مگر یہ کوئی خصوصیت حضرت استاذ الاساتذہ کی نہیں۔ یہ صفت اور تعریف کل علماء و زہاد کثر علمائے کرام کی ضرور ہے۔

اور اگر یہ مراد ہے کہ باوجود کلمہ کفر، پھر بھی اسے کافر نہ کہا اور زبان دبائے رہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ یہ کسی طرح کی تعریف و توصیف کی شمار میں آسکتی ہے۔ جبکہ خداوند عالم نے علماء سے عہد لیا ہے کہ جب ان سے کوئی مسئلہ پوچھا جائے، تو اُسے حق بیان کر دینا، چھپانا نہیں۔ واذ اخذ الله ميثاق الذين اتوا الكتب لتبينه للناس ولا تكتُمون۔ (پارہ ۴)

ہو سکتا ہے کہ جناب صدر الصدور صاحب اپنے استاذ کی یہ تعریف پسند کرتے ہوں، اور ضرور پسند کرتے ہیں جہی تو لکھا اور چھاپ کر شائع کیا۔ لیکن میں اپنے استاذ الاساتذہ کی یہ تعریف کرنا کسی طرح پسند نہیں کرتا ہوں کہ سب مسائل تو بیان فرما دیا کرتے تھے اور مطابق شرع شریف فتویٰ دیا کرتے۔ لیکن جب کسی مسئلہ کفریہ سے سوال ہوتا، تو خاموشی اختیار فرماتے، زبان بند کر دیتے۔ آیت قرآنیہ مسطورہ بالا کے خلاف کرتے، عہد الہی کو پس پشت ڈال دیتے۔ حدیث شریف میں ہے: **السَّكْتُ عَنِ الْحَقِّ شَيْطَانٌ آخَرٌ**۔ ”حق سے سکوت کرنے والا گونگا شیطان ہے“ اس حدیث شریف کی بھی پرواہ نہ کرتے تھے۔ ہاں یہ دوسری بات ہے کہ کسی شخص نے اُن سے کسی کے اقوال کفریہ پیش کر کے اس کا حکم پوچھا ہی نہیں۔ اس لیے آپ نے کسی کی تکفیر نہ کی۔ ورنہ یہ کیسے ممکن تھا کہ کوئی مسئلہ ایسا پوچھا جائے، جس کا جواب شرعی یہ ہو کہ ”ایسا شخص کافر ہے“ مگر حضرت استاذ الاساتذہ نے معاذ اللہ غلط جواب دیا ہو اور کلمات کفریہ کے صدور کے بعد بھی مسلمان ہی بتایا ہو۔

جواب سے اعراض و سکوت کیا ہو۔

اور کسی کی کبھی تکفیر نہ کرنا کیوں کر قابل تعریف بات ہو سکتی ہے۔ جب خداوند عالم نے تکفیر کی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تکفیر کی، صحابہ نے تکفیر کی، تابعین عظام نے تکفیر کی، ائمہ اسلام مجتہدین مذاہب اربعہ نے تکفیر کی۔“

(حیات اعلیٰ حضرت، قلمی ص ۶۹-۷۰)

اس کے بعد آیات و احادیث اور واقعات عہد رسالت سے کافر کو کافر کہنے سے متعلق دلائل پیش کر کے فرمایا:

”پھر میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ایک عالم کے لیے خلاف طریقہ خدا اور رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و صحابہ کرام و فقہائے عظام روش کیوں کر قابل مدح و ستائش ہو سکتی ہے۔ بات اصل یہ ہے کہ زمانے میں دو ذہنیت کے انسان ہیں۔ بعض نرم طبیعت کے ہیں، اُن کے خیال میں ہے کہ کوئی کیسا ہی ہو، ہم کیوں اپنے زبان یا قلم سے ایسا حکم لکھیں، جو اس کی تکلیف اور دل آزاری کا سبب ہو اور بعض کا خیال ہے کہ ہم با اختیار نہیں، ہم سے عہد لیا گیا ہے کہ عقائد سے لے کر اعمال تک، طہارت کے کتب مسائل سے فرانس تک، جو مسئلہ مجھ سے پوچھا جائے گا، اُس کا جواب دینا ہم پر فرض ہے، اس میں کسی شخص کی دل آزاری اور خوشنودی کے خیال سے بڑھ کر حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ کی خوشی اور اس کی طرف کی ذمہ داری ہے اور اگر یہ نہ کیا جائے، تو دین میں سخت فتنہ انگیزی ہوگی۔

جس مصلحت سے حضرات محدثین کرام نے رُواۃ (راویوں) کی جرح کی ضرورت جانی کہ بے رو رعایت کذاب، وضاع، متعمم، مختلط، سبسی الحفظ، کثیر الوہم، جو جیسا ہو اس کو بیان کر دیں اس میں رو رعایت نہ کریں، ورنہ دین میں رخنہ اندازی ہوگی۔ اسی طرح یہ جماعت نہ ان لوگوں کو ذلیل اور بدنام کرنے کی

کے اصل کمال پر پردہ ڈالنا ہوگا۔“ الخ

(حیات اعلیٰ حضرت، قلمی۔ ص ۶۸ تا ۷۳)

اس طویل اقتباس بلکہ طویل مضمون سے یہ بات اظہر من الشمس ہوگئی کہ حضرت ملک العلماء مولانا علامہ سید محمد ظفر الدین فاضل بہاری رضوی علیہ الرحمہ کا تعلق فی الدین کیسا تھا اور آپ اس سلسلے میں کس مسلک کے حامل تھے۔

اب مضمون کے آخر میں برائے اہل دیوبند جن کی گستاخانہ عبارتوں پر علمائے حریم شریفین نے فتوائے کفر دیا، پھر علمائے ہندو سندھ نے ان کی تصدیق فرمائی اور حضرت شیر پیشہ سقت مولانا حشمت علی خاں لکھنوی قادری رضوی علیہ الرحمہ نے انھیں ”الصوارم الہندیہ“ نامی کتاب میں جمع فرمایا، کے بارے میں حضرت ملک العلماء علیہ الرحمہ کا موقف ملاحظہ ہو:

”فتاوائے حریم طہیین ضرور حق ہیں۔ جن کی حقیقت میں اصلاً شبہہ نہیں۔ اس کی حقیقت پر آفتاب سے روشن تر دلیل یہ ہے کہ ان اقوال کے قائلوں نے اس کے مقابل نہ صرف سکوت ہی کیا بلکہ حکم میں اتفاق کیا، جس کا مجموعہ ایک مستقل رسالہ میں بنام ”الختم علی لسان الخصم“ دیوبند میں چھپ چکا ہے۔ جس میں ان ہی لوگوں نے تصریح کی کہ بے شک ایسے اعتقاد و خیال و اقوال والے کافر ہیں۔ رہی یہ بات کہ ایسے اقوال کن لوگوں کے ہیں جن پر نہ اتفاق علمائے بریلی و ہابی دیوبندی پر کفر کا فتویٰ ہے، ان مطبوعہ کتابوں کے دیکھنے سے معلوم ہو سکتا ہے، جن کا حوالہ ”حسام الحرمین“ میں ہے، جسے چھپے ہوئے پچیس سال ہو گئے۔ کیا قادیانیوں کے ارتداد اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین کرنے والوں کے کفر جیسے اتفاقی مسئلے میں بھی استفسار و سوال کی ضرورت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔“

نیت سے بلکہ ان کی صحیح حالت بتا کر دوسرے مسلمان بھائیوں کو ان کے شر سے بچانا مقصود ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

أَنْرَعُونَ عَنْ ذِكْرِ الْفَاجِرِ مَتَى يَعِزُّهُ النَّاسُ.
أَذْكُرُوا الْفَاجِرَ بِمَا فِيهِ يَخْذَرُهُ النَّاسُ۔

(کیا فاجر کے ذکر سے بچتے ہو، کب اسے لوگ پچھانیں گے۔ فاجر کا ذکر اس کے اس وصف کے ساتھ کرو جو اس میں ہے، تاکہ لوگ اس سے بچیں۔)

رواہ ابن ابی الدنیا فی ذم الغیبة والحکیم فی نوادر الاصول، والحاکم فی المستدرک والشیرازی فی الألقاب و ابن عدی والطبرانی فی الکبیر والبیہقی فی السنن والخطیب البغدادی عن بہر بن حکیم عن ابیہ عن جدہ۔

یہ وجہ صاف صاف ان کے حکم خداوندی کو بیان کر دینے کی ہے کہ اگر توفیق رفیق ہو، تو، تو بہ کر کے دائرہ اسلام یا ورع و تقویٰ میں آئیں، ورنہ دوسرے مسلمان اس کی ضلالت اور بے دینی کا شکار ہونے سے بچیں گے۔ جب فاجر کے ذکر کی یہ ترغیب ہے، تو کافر کے کفر پر پردہ ڈالنا کیوں کر صحیح ہو سکتا ہے۔

علاوہ بریں، کسی شخص کی یہ تعریف کرنا کہ اس نے ہر اچھے بُرے کو اچھا ہی سمجھا، تمام گورے کالے کو گورا ہی سمجھا، کسی کو بُرا نہ کہا، نہ کسی کو کالا کہا۔ کم از کم میری سمجھ سے باہر ہے۔ اسی لیے میں استاذ اور شیخ، پیر و مرشد مجدد مآۃ حاضرہ مؤید ملت طاہرہ جناب مولانا مولوی حاجی حافظ قاری شاہ احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز کی نہ یہ تعریف کرتا ہوں، نہ ایسی تعریف کرنا پسند کرتا ہوں اور اگر اثر زمانہ سے متاثر ہو کر میں یہ تعریف کروں کہ انھوں نے کسی کی تفسیق تھلیل تکفیر نہ کی، تو واقعہ کے خلاف اور ان

جہان ملک العلماء

حضرت ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی صاحب کی حیات اور خدمات

محمد ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ

(الصوارم الہندیہ، ص ۱۰۱، مطبوعہ مکتبۃ الجمال، رامپور ۱۳۰۴ھ)

یہ چند شواہد اختصار کے ساتھ حضرت ملک العلماء علیہ الرحمہ کے تہلب فی الدین کے سلسلے میں پیش کئے گئے، جن سے بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ملک العلماء تہلب فی الدین کے

عصر حاضر میں اور اس سے قبل بھی جو لوگ گستاخان رسول اور بد عقیدہ لوگوں سے نرمی کے داعی تھے اور ہیں سب کی دلچسپی اور اغذار و ہی ہیں، جن کا کافی رد حضرت ملک العلماء علیہ الرحمہ نے اپنی تحریروں میں فرمادیا ہے۔ حضرت ملک العلماء کے تہلب کی ایک دلیل یہ بھی ہے۔ "حیات اعلیٰ حضرت" میں جہاں سوانح حیات بیان

اور جب بھی ضرورت پڑی مسلک حق کے خلاف ہرزہ سرانیوں اور فاسد عقائد و نظریات کا رد بھی فرماتے رہے۔ یہی وجہ ہے حضرت مرشد برحق سرکار اعلیٰ حضرت کو آپ پر بڑا اعتماد تھا۔ متعدد مقامات پر ضرورت پڑنے پر آپ کو مناظروں کے لئے بھی اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا۔ آپ جہاں بھی گئے باطل پرستوں کو بھاگنے پر مجبور ہونا پڑا یا مخالف کو لاجواب کر کے مظفر و منصور لوٹے۔ یہی وجہ ہے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اپنے منظوم ذکر احباب میں آپ کو تیسرے نمبر پر یاد فرمایا ہے اور وہ بھی اس دُعا کے ساتھ کہ آپ کو اللہ تعالیٰ فتح و ظفر عطا فرمائے اور اعدائے دین کو شکست دے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے دشمنان دین آپ سے شکست کھاتے ہی ہیں اور آپ مظفر و منصور و غالب ہوتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

میرے ظفر کو اپنی ظفر دے

اس سے شکستیں کھاتے یہ ہیں

(الاستمداد، ص ۸۹، مئی ۸)

معمارِ رضویات ملک العلماء کی اولیات ایک چشم کشا تحریر

از قلم: ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی

حسن پنجابی ثم کانپوری سے منطق و فلسفہ کی تعلیم لی، ۱۳۲۱ھ میں وہ درسگاہ علم و عرفان بریلی وارد ہوئے، یہ وہ درسگاہ تھی، جہاں حجاز و یمن کے شائقانِ فن نے جان و دل کا نذرانہ نثار کیا دیکھئے: الاجازة المینة، ملفوظ، خطوط علمائے عرب بنام رضا۔ یہی وہ کانپور ہے، جہاں ندوۃ العلماء کی تاسیس ہوئی تھی، مولانا محمد علی موگیلی بانی و داعی تھے، ندوہ کا نصب العین جب غیر صالح افراد کی دسیسہ کاریوں کا شکار ہونے لگا، تو یہی علامہ پنجابی اور محدث سورتی نے مولانا موگیلی کو دائرہ اہل سنت میں کسے رہنے کی بھرپور تلقین کی، دسیسہ کاروں کے پنجوں سے بچانے کی کھل جدوجہد کی، مگر نتیجہ صفر رہا، چونکہ تینوں آپس میں پیر بھائی تھے، سب سے مرشد گرامی قطب وقت حضرت مولانا شاہ فضل رحمان گنج مراد آبادی تھے، شاہ گنج مراد آبادی امام احمد رضا کے ممدوح تھے، اور شاہ صاحب امام احمد رضا کے نہایت قدردان تھے، مولانا موگیلی پر جو عقیدہ کا الزام تھا، وہ اس سے اپنے آپ کو مبرا نہ کر سکے، حضرت محدث سورتی اور علامہ پنجابی کے خطوط سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے، کہ ان حضرات نے منظر اسلام بریلی کی صدارت کی ان کو پیش کش بھی کی تھی، اس الزام کو تقویت اس مناظرہ سے بھی پہنچتی ہے جو بھاگلپور میں ہوا تھا۔

یہ بستی کوئی اور نہیں ”میجر“ ہے، جو عظیم آباد، پٹنہ کے مضافات میں واقع ہے، وہ بستی کس قدر خوش نصیب ہے، جو ملک میں منتخب نہیں، عالم میں انتخاب ہے۔ وجہ اس کی یہ، کہ چودھویں صدی ہجری کی پہلی دہائی کی تیسری کڑی ۱۳۰۳ھ میں وہاں وہ بچہ پیدا ہوا۔ جس نے اس بستی کیا، اپنے ملک و ملت کے نام کو فرش سے اٹھایا، اوج کمال تک اچھال دیا، ہاں! اس بچہ کا نام تھا ”محمد ظفر الدین“ نسب سادات تھا، نسبت قادریت تھی، قادریت کی ڈور جو ان کے ہاتھ میں آئی، وہ امام احمد رضا کے ہاتھوں سے آئی، اس لئے وہ رضوی قادری کہلائے۔ امام احمد رضا نے ہی ان کو ”ملک العلماء“ کا خطاب شب تاب سے نوازا۔ یوں وہ علمی حلقوں میں ملک العلماء حضرت مولانا شاہ سید محمد ظفر الدین رضوی قادری سے مشہور اکتاف عالم ہوئے۔

دھیال و تھیال کا ماحول علمی تھا، پاکیزہ تھا۔ ظاہر ہے، پرورش و تربیت پاکیزگی، عمدگی، پختگی، خوش سلطنتگی سے ہوئی، ابجد خوانی گھر کے بزرگوں نے کرائی، ابتدائی تعلیم خاندانی حضرات سے پائی، اس عمر میں ذہن جو کورا کاغذ تھا، اس پر جو کچھ مرسم ہوا، وہ مدت العمر رہا۔ پھر وہ پٹنہ آئے، جہاں علم و حدیث کے مشہور استاذ حضرت مولانا شاہ وحسی احمد سورتی سے فقہ و حدیث کی تحصیل کی، تب وہ کانپور آئے، فن معقولات کے معروف عالم حضرت مولانا شاہ احمد

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی دہلی کی حیات اور علمی خدمات

”از ہر“ ثابت ہوا۔ نابغہ روزگار درسگاہ کہلانی۔ ۱۳۲۳ھ میں علاقہ میوات میں مناظرہ کیا۔ مجمع لوٹ لیا، فاتح ہو کر بریلی لوٹ آئے۔ دیکھئے روداد مناظرہ ’شکست سفاہت‘، مطبوعہ بریلی۔ ۱۳۲۵ھ میں تحصیل علم سے فارغ ہوئے، خانقاہ عالم پناہ حضرت مخدوم عبدالرحمن رودلوی کے آستانہ حق پرستانہ میں دستارِ فضیلت سے سرفراز ہوئے اس وقت کے سجادہ نشین غالب شاہ الثقات حسین اور امام احمد رضا نے یہ رسم ادا کی، یہ زریں موقع عرس کی تقریب کا تھا، سیف اللہ المسلمول حضرت مولانا شاہ فضل رسول بدایونی نے جب درسیات کی تکمیل کی، تو ان کے استاذ جلیل علامہ شیخ نورالحق فرنگی جلی نے ان کی دستارِ فضیلت کی رسم اسی آستانہ مخدوم پر کرائی تھی، شاید اس دوری جشن دستار بندی کا یہ روانہ نہیں تھا، جو اس دور میں ہے۔

ملک العلماء نے عہد تحصیل میں ہی قلم پکڑ لیا تھا۔ کئی عربی کتب کا اردو میں ترجمہ کیا، فقہ کی نصابی کتاب ’قدوری‘ کی عربی میں شرح لکھی، فتویٰ نویسی کی، پڑھتے بھی تھے، پڑھاتے بھی تھے، امام احمد رضا کے فتاویٰ و تصانیف کی تہنیت بھی کرتے تھے۔ منظر اسلام کی دیکھ رکھی بھی ذمہ تھی، مطبع کے کاموں میں بھی ہاتھ بٹاتے تھے، جب تحصیل علم سے فاتحہ فراغ پڑھا، تو منظر اسلام میں باضابطہ مدرس رہے، مطبع اہل سنت و جماعت کے مہتمم رہے، بریلی دارالافتاء ملک العلماء فطرتاً اخاذ، نباض، حساس، دراک تھے چاق و چوبند رہتے، پھرتی، چستی، سرعت، نفاست، حذاقت، مہارت سے ہر کام بروقت انجام دیتے۔ ۱۳۲۹ھ تک وہ بریلی رہے، پھر وہ شملہ گئے، آ رہ گئے، بہرام گئے، واپس پٹنہ آئے، عمر کے دواخیز سال بحر العلوم کٹیہار کو دیے، پھر ’ظفر منزل‘ شاہ گنج، پٹنہ آ کر مقاعد ہو گئے۔ تصنیف و تالیف، عبادت و ریاضت، اور ادواذکار، سلوک و تصوف، بیعت و ارشاد، تربیت و تذکیر میں محو ہو گئے اور جب خدا

عمل دخل تھا، مولانا مونگیری جو اسی علاقہ کے مقامی و پیدائشی تھے ان کی بھی آمد و رفت تھی، گو وہ مستقلاً کانپور رہنے لگے تھے۔ جب بھاگلپور و مونگیری کے مسلمانوں نے ان کی گھیرا بندی کی، پہلے تو وہ پہلو بدلنے لگے، جب اصرار بڑھا، تو ایک علمی مذاکرہ کیلئے تیار ہو گئے، رفتہ رفتہ یہ علمی مذاکرہ مناظرہ کا روپ اختیار کر لیا، کچھ چھ سے سید شاہ احمد اشرف الجیلانی جن کا ذکر قصیدہ ’الاستمداد‘ میں عز و شرف کے ساتھ ہوا ہے، وہ اور ان کے بھانجے محدث اعظم سید شاہ محمد اشرف الجیلانی جب بھاگلپور تشریف لائے۔ تب مولانا مونگیری نے راہ فرار اختیار کر لی، یہ ساری سرگزشت جو خط و کتابت اور سوال و جواب کی صورت میں ہے، محدث اعظم ہند نے ”اتمام حجت“ کے نام سے دو حصوں میں مرتب کر دی ہے، جو مطبوع ہے، یہ عبارت جملہ معترضہ کے طور پر درمیان میں آگئی۔

ہاں! تو بات تھی، ملک العلماء کے بریلی آنے کی۔ یہ ۱۳۲۱ھ کا زمانہ تھا، وہی علم و عرفان کی درسگاہ، جو ذات واحد کے دم قدم سے آباد تھی، اور وہ ذات واحد امام احمد رضا کی تھی، ملک العلماء انہی سے وابستہ ہو گئے، وہ درختانِ سبز، جو خود رو ہوتے ہیں، راگیروں کے قدم روک لیتے ہیں، لیکن وہ شجر ہائے سرسبز جن کی حنا بندی کسی دل سوز باغبان نے کی ہو، ان کے برگہائے خوش رنگ قدم نہیں، رہ گزر کے دل تمام لیتے ہیں، بس یہی حاصل اس درسگاہ فیض بخش کا تھا، آنے والا تراشیدہ ہو یا ناتراشیدہ، ادھر نظر پڑی، ادھر آفتابوں کا آفتاب بن کر چمکنے لگا، ملک العلماء تو ملک العلماء تھے، رشک آفتاب بن کر چمکے، اہل سنن کے دلوں کی دھڑکن قرار پائے۔

۱۳۲۲ھ میں قیام منظر اسلام کے لئے ذہن سازی کی، راہ ہموار کی، یہی منظر اسلام برصغیر کا ”بغداد العلم“ کہلایا، ایشیاء کا

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدنی کی حیات اور علمی خدمات

نے بلایا، تو اس کے حضور حاضر ہو گئے۔

زمانہ طالب علمی میں تو کیا ہی، زمانہ مدرسہ میں بھی کیا، شملہ، آرہ، پٹنہ، بہرام جہاں کہیں رہے، علی الدوام کرتے رہے، حضر میں تو کیا ہی دوران سفر بھی کیا، اس کا سراغ بھی خطوط رضائی سے ملتا ہے۔ اس لئے کہ ملک العلماء کو یہ آگہی رہتی تھی کہ امام احمد رضا نے کس دن کیا لکھا، ہفتے میں کتنے فتوے، کتنے رسالے تیار کئے، اپنے مرشد کی تحریری و تصنیفی سرگرمیوں سے ملک العلماء باخبر رہتے تھے اور باخبر رکھا بھی جاتا تھا۔

تصانیف کی تعداد جب بڑھ گئی، تو ضرورت محسوس ہوئی کہ ان کی ایک منضبط فہرست بنائی جائے، حیدرآباد کے حضرت مولانا عبد الجبار کی فرمائش پر ملک العلماء ہی آگے آئے، وہی اس کا استحقاق بھی رکھتے تھے، ۱۹۰۹ھ/۳۲۷ھ کو فہرست تیار ہوئی، نام رکھ کر چھوڑا تھا، ”المجمل المعدد لتالیفات المجدد“ جو مطبع تحفہ حنفیہ پٹنہ سے چھپ کر شائع ہوئی۔

وہ معمار جو بنیاد کی پہلی اینٹ رکھتا ہے، وہی اس بنیاد پر سیدھی کھڑی کر سکتا ہے، جیسے جیسے تصنیفات رضا سامنے آتی گئیں، ملک العلماء کی فہرست میں اضافہ ہوتا رہا، صاحب کتب قیام کے وصال (۱۳۲۰ھ) کے بعد مفتی اعظم ہند نے ملک العلماء کو باصرار بریلی بلایا، تمام مصنفات، جو منطمانت یا منتشرات کی شکل میں تھیں، از سر نو مرتب کرنے کو کہا، ملک العلماء جو اس کام کے خوگر تھے، بھلا کیوں نہیں پہنچتے سر آنکھوں کے بل پہنچے، تین چار ماہ قیام کیا، بڑی عرق ریزی، دل سوزی، پتاماری کے ساتھ مطلوبہ کام انجام دیا، تمام مخطوطات و منتشر اوراق کو ترتیب دے کر فہرست بنائی، یہ فہرست ہر وقت طبع نہ ہو سکی، جس کا قلق ملک العلماء کے ساتھ ہر ایک درو مند کو تھا، سید ایوب علی رضوی لاہور اور حضرت مولانا نور الدین رضوی گوالیار کے نام خطوط ملک العلماء سے اس قلق کا اظہار ہوتا ہے۔

امام احمد رضا کے تلامذہ و خلفاء میں ایک سے بڑھ کر ایک رشک مہر و ماہ گذرے ہیں، لیکن ملک العلماء کی درجنوں خصوصیات ایسی ہیں، جن میں وہ انفرادی شان رکھتے ہیں، جہی تو امام احمد رضا نے ان کو ملک العلماء کہا، تمام علوم و علماء کا شہریار، ہر فن مولیٰ ہر فن کے فیکار، کسی خاص فن کی تخصیص نہ فرمائی۔ ملک العلماء نے جو کتابیں دور تحصیل میں لکھیں وہ امام احمد رضا کی نظر سے گزریں، تقریظ رقم فرمائی، ایسی کتابوں کی تعداد نصف درجن سے زائد ہے۔ ان میں کئی ایک مطبوع بھی ہے۔ بیسویں صدی کی اولین دہائی کے نوجوان ملک العلماء اپنی عمر کی بیسویں بہار میں ہی مناظرہ میوات جیت کر فن مناظرہ میں وہ بلند رتبہ حاصل کر لیا تھا جو ان کے ہم سفر کو نصیب نہ ہوا۔ امام احمد رضا کے وہ علوم عجیبہ و فنون غریبہ، جن کے سمجھنے والے دنیا میں تقریباً ناپید ہیں، ان علوم و فنون کے امین و وارث تنہا ملک العلماء ہی تھے۔ امام احمد رضا کو ان پر اتنا اعتماد تھا کہ حکم دیا تھا کہ بریلی کے اوقات صلوة و صوم و سحر کو وہی تیار کریں ملک العلماء نے جو یہ کام دور طالب علمی میں شروع کیا، تو حیات بھر کرتے رہے، گو کہ وہ یہاں وہاں آتے جاتے رہے، دیکھئے خطوط رضا بنام ملک العلماء۔

سب جانتے ہیں، امام احمد رضا زود نویس تھے، قلم ان کا صاف تھا، حضرت مولانا کرامت اللہ نقشبندی دہلی کے بقول اعلیٰ حضرت کے ایک دن کے لکھے کو کئی دن لوگ صاف کرتے تھے، اس امر میں ملک العلماء ہر ایک سے زیادہ پیش نظر آتے ہیں، چونکہ ملک العلماء امام احمد رضا کے مزاج شناس تھے، خط آشنا تھے، تحریر کے تیور اور قلم کی نوک پلک سے اچھی طرح واقف تھے، اس لیے یہ کام ان سے بوصف خاص لیا جاتا تھا۔ ملک العلماء نے یہ کام

ان جہنم برکات رضا۔ مہینی

حضور ملک العلماء امام احمد رضا کی نظر میں

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدظلہ کی حیات اور علمی خدمات

فرمائی، اس کا ایک دوسرا نام 'جامع الرضوی' بھی، یا 'الجامع الرضوی لصحیح البہاری' ہے۔ عربی کا جواب عربی میں عملاً دیا گیا اور یہ سب سے پہلے دیا گیا، ساتھ ہی دنیائے حنفیت کے لیے یہ کتاب ابرنیساں ثابت ہوئی، جب کہ کتاب چھپ کر منظر عام پر آئی تو ملک کے مؤقر جرائد میں اس پر تبصرہ شائع ہوا، اس کوشش کو بے حد سراہا گیا، دیکھئے معاصر جرائد۔ صاحب نظر، اہل قلم نے لکھا کہ اس کتاب نے جہاں حنفیوں کی لاج رکھ لی ہے وہیں مدارس اسلامیہ کی نصابی طور پر ایک بہت بری ضرورت کو پورا کر دیا ہے۔

ایک تو ملک العلماء خود ہی فن حدیث کے ماہر و مشتاق تھے، عربی زبان و ادب کے بے لاگ سلجھے ہوئے اسلوب کے مالک تھے، کتاب ماہرانہ فنی، تکنیکی ہنرمندی سے مدون کی گئی، دوسرے امام احمد رضا کے حدیثی و اصولی افادت نے سونے پر سہاگہ رکھ دیا، تیسری کو بی اس کتاب کی اس کا مقدمہ ہے، جو فن اصول حدیث کے اصول و جزئیات پر مبنی ہے، یہ پوری کتاب استاذ و تلمیذ کی فن حدیث و فن اصول حدیث میں مہارت و بصیرت منہ بولتا ثبوت ہے۔

'صحیح البہاری' کی چھ جلدیں ہیں، ہر ایک جلد قریب ہزار صفحات پر مشتمل ہے، ہر جلد کے چار حصے بنائے گئے ہیں، ترتیب اس کی فقہی ابواب پر طرز پر رکھی گئی ہے، لیکن تالیف کے بعد اس کی صرف دوسری جلد چھپی، بقیہ اب تک نامطبوعہ ہیں، جو جلد چھپی، وہ مرکزی درس گاہ جامعہ منظر اسلام، بریلی میں داخل نصاب ہوئی، اساتذہ پڑھاتے تھے، طلبہ پڑھتے تھے، پھر نہ جانے کب اور کیوں وہ نصاب و درس سے موقوف ہو گئی، یہ جلد فقیر کے پاس ہے، اس کی ایک قلمی جلد بھی فقیر کے پاس محفوظ ہے، جب کہ ساری جلدیں ملک العلماء کے اکلوتے فرزند علمی و عالمی اسلامی اسکالر پروفیسر

حضرت امام علم و فن کی مشورت و معاونت سے ایڈٹ کیا ہے، جو ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی سے چھپ چکی ہے، یہ ساری علمی و فنی بہار امام احمد رضا ہی کی ہے، جو بواسطہ ملک العلماء دور دراز کے ملکوں تک پھیل رہی ہے۔

ابھی چند برس ہوئے، امریکہ میں شمال امریکہ کی سمت قبلہ زیر بحث آئی، مسائل پر گفتگو ہوئی، استقامت ہوئی، کئی ملکوں کے کئی کئی علمی حلقوں نے جواب رقم کیا، مگر مسئلہ علیٰ حالہ جوں کاتوں برقرار رہا، ایک روایت کے مطابق چھ سات ملکوں کے جوابات و فتاویٰ آئے، جو کشف امر میں ناکام و ناتمام رہے، یہ امام علم و فن خواجہ صاحب ہی ہیں جنہوں نے اپنے ذہن اخاذ سے کام لیا، "کشف العلة عن سمت القبلة" کا قلمی مطالعہ کیا اور پھر ایسا فتویٰ تحریر کیا کہ تمام شبہات یکسر کا فور ہو کر رہ گئے، مستفتی تھے حضرت مولانا قمر الحسن مصباحی، بستوی اور حضرت مولانا احمد القادری مصباحی۔ فروری ۲۰۰۸ء میں جامعہ اشرفیہ مبارکپور میں فقہی سمینار ہوا، اس علمی و فقہی مذاکرہ میں اپنا نطبہ صدارت دیتے ہوئے جامعہ کے صدر المدرسین حضرت علامہ محمد احمد مصباحی نے بجا فرمایا ہے کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے ہمارے تمام مسائل حل فرمادیئے ہیں، اصول متعین کردئے ہیں، ہمارے سامنے انہما ضابطے ہیں، ہم کسی کے محتاج نہیں ہیں، البتہ اغیار ہمارے اصولوں کے ضرور محتاج ہیں، لہذا امام احمد رضا سے ہم کسی بھی مسئلہ میں قطعاً بے نیاز نہیں ہو سکتے، یہ بات بلاشبہ درست ہے۔

کہا گیا تھا کہ وہ حدیث میں فرومایہ تھے، چون کہ یہ بات عربی زبان میں کہی گئی تھی، اس لیے دور و وسیع حلقے تک پہنچی، دریائے سیحون و جیحون کے دوش پر امام بخاری نے 'بخاری شریف' مدون کی تھی، دریائے گنگا کے ساحل پر ملک العلماء نے 'صحیح البہاری' تالیف

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی علیہ السلام کی حیات اور علمی خدمات

مختار الدین احمد صاحب کے پاس بحفاظت موجود ہیں۔

۱۹۹۲ء میں مطبوعہ جلد کی عکسی طباعت حیدرآباد سندھ سے ہوئی، دیرینہ کرم فرما محسن اہل سنت علامہ عبدالحکیم شرف قادری علی الرحمہ نے کرم فرمائی، دو نسخے موصول ہوئے، ابھی دو تین برس پہلے ادارہ شریعہ مہاراشٹر کے قاضی حضرت مفتی اشرف رضا قادری

عام پر لایا جائے۔ اہل نظر، اہل قلم نوجوانوں کو آگے آنا چاہئے، ایسا نہ ہوا، تو یہ احسان فراموشی ہوگی، محسن کشی ہوگی، زندہ کرداروں کی تدفین ہوگی، یہی نہیں، بلکہ وہ فضلاء و نوجوان جو جماعتی جذبہ سے دل سوزی کے ساتھ کام کر رہے ہیں، ان کی حوصلہ شکنی ہوگی، یہ ساری صورتیں بہر حال جماعت کے حق میں ہونے لگی ہیں، انہیں چاہئے کہ وہ اس طرف یقینی توجہ دیں، اس کام کو نکلنے کی گزارشات کی روشنی میں یا اپنی صوابدید پر آگے بڑھائیں، ادارہ اہل سنت کے درس میں شامل کرنے کی کوشش کریں، جب غیروں کی کتابیں ہماری درسگاہوں میں پڑھائی جاتی ہیں تو پھر یہ کتاب کیوں نہیں داخل نصاب ہو سکتی، جب کہ یہ کتاب جماعت کی ضرورت کو پورا بھی کر سکتی ہے اور جماعت کو خود کفیل بھی کر سکتی ہے۔ یہ کام علمی بھی ہے، اہم بھی، اس لیے کوئی ذمہ دار ادارہ ہی اس کام کو کر سکتا ہے، اس کے لیے ہندوستان میں بریلی شریف کا کوئی ادارہ امام احمد رضا اکیڈمی یا جامعہ اشرفیہ مبارکپور سے بخوبی ہو سکتا ہے اور پاکستان میں جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور یا ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی بھی کروا سکتا ہے۔ اسی طرح ہندوستان میں رضا اکیڈمی بھی اس کام کو کر سکتی ہے۔

سرور ہوں، رہا پاپیاد، صاحب زر زر چہ... پیرا گرافنگ، تخریج، تحشیہ، کے ساتھ ملک العلماء کا سوانحی خاکہ بھی شامل کیا جائے، بلکہ ایک پروجیکٹ بنا کر قلمی جلدوں کو حاصل کر لیا جائے، پھر علی النظم سٹم کے ساتھ کام ہو، جو دور حاضر میں جدید فن تو دین کا مزاج ہے۔ لیکن چون کہ یہ کام وقت طلب تو تھا ہی وقت طلب بھی تھا، اس لیے میری گزارش، گزارش ہی رہی اور کتاب جیسی تھی، ویسی ہی چھپ گئی، خیر چھپی تو سہی، کچھ تو ہوا، جو نہ ہونے سے بہر حال بہتر ہے۔

ملک العلماء جو سراپا علم تھے، مجسم اخلاص تھے، یہی ایک کیا، ان کا ہر کام جماعتی ضرورت کے تحت ہوا کرتا تھا، کوئی اپنی ذات سے وابستہ یا جماعت سے ناوابستہ ہوتا ہی نہیں تھا، ایسی شخصیت، جو علم و اخلاص کا مرقع ہو، ضروری ہے کہ ان کے تمام دفتر خدمات جو دفتر گاؤ خوردہ ہو کر رہا گیا ہے، کو تلاش و تحقیق سے منظر

حالیہ برسوں میں امام احمد رضا کی مہارت حدیث دانی پر سنی ضخیم جلدیں منشاء شہود پر آئیں، مفتی محمد عیسیٰ رضوی کی امام احمد رضا اور علم حدیث (۵ جلدیں) اور علامہ محمد حنیف رضوی کی جامع الاحادیث (۱۰ جلدیں) ترتیب و طباعت کی منزلوں سے گزر کر اہل علم تک پہنچیں، جو علمی ہیں، اہم ہیں، قابل قدر ہیں، غالباً پاکستان سے بھی کسی صاحب نے یہ کام کیا ہے، جو پی ایچ ڈی کی سطح کا ہے۔ ان تمام کاموں کی اہمیت و افادیت اپنی جگہ مسلم ہے، گو ان تمام کتابوں کی عمارت اسی بنیاد پر اٹھی ہے، جو ملک العلماء نے ڈالی تھی، لیکن جو خصوصیات صحیح البہاری کی ہیں، وہ مابعد کے کاموں کو حاصل نہیں، اس لیے صحیح البہاری حدیث کی کتاب ہے، حدیث ہی کی اپنی زبان عربی میں ہے، داخل نصاب کے لائق بھی ہے اور مطالعہ و افادہ کے قابل بھی۔ فخریہ طور پر غیروں کی میز پر بھی رکھ سکتے ہیں، حدیث بھی پڑھ سکتے ہیں، زبان و ادب کا لطف بھی اٹھا سکتے ہیں، سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ تمام حنفی مسائل کے اثبات و استنباط میں جن متدل حدیثوں کی ضرورت پڑتی ہے، وہ یہاں یکجا موجود ہیں، چونکہ تالیف کتاب کی غرض ہی یہی ہے۔ جب کہ مابعد کی کتابیں ان خصوصیات سے خالی ہیں، خالی کا مطلب یہ نہیں کہ وہ مطالعہ و افادہ کے فوائد سے بھی خالی ہیں، جس طرح زمانی اعتبار سے صحیح البہاری کو اولیت حاصل ہے، اسی طرح فوائد کے اعتبار سے بھی اسے برتری حاصل ہے۔

معاصر جو ائد کے مطالعہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ حیات رضا کا ذکر حیات ہی میں ہونے لگا تھا، روزنامہ زمیندار لاہور، ماہنامہ 'تصوف' لاہور، پندرہ روزہ 'الخطیب' دہلی ہفت روزہ 'الفقیہ' امرتسر ہفت روزہ 'دبدبہ' سکندری، رامپور میں مختصر و متوسط مضامین نظر سے گزر چکے ہیں۔ ذکر رضا، منظوم سوانح بھی پیش نظر

ہے۔ اس منظوم سوانح کے مصنف تھے حضرت مولانا شاہ محمد محمود جان پشاوری ثم جام جودھ پوری، جام جودھ پوریہ کاٹھیاوار گجرات میں ہے۔ مولانا پشاوروی عالم اجل تو تھے ہی، ولی العصر بھی تھے، امام احمد رضا سے بے حد عقیدت تھی، ان کو خلافت سے بھی سرفراز کیا گیا تھا۔ اپنے مرشد سے مولانا پشاوروی کو بڑی عقیدت تھی، لگاؤ تھا۔ ثبوت تحریر بھی ہے، عملی یہ کہ انہوں نے اعلیٰ حضرت کا کرتا، انگرکھا، رومات تبرکاً لے لیا تھا، جو بحفاظت تمام آج بھی محفوظ ہے، مجھے زیارت کا موقع ملا ہے۔ ہرارے، افریقہ کے قاری احمد رضا صاحب انہی کی نسل سے ہیں۔

جب امام احمد رضا کا وصال ہوا تو ہر طرف خاموشی رہی، فوری سوانح کا کوئی کام سامنے نہیں آیا، خدا جزائے خیر دے حضرت سید ایوب علی بریلوی کو کہ سوانح حیات کا تصور سب سے پہلے ان ہی کے ذہن میں پیدا ہوا، انہوں نے کچھ معلومات و مواد بھی اکٹھا کیا، لیکن حالات نے ساتھ نہ دیا اور وہ کام وہیں کا وہیں رکا رہا، حضرت سید موصوف امام احمد رضا کے خصوصی تربیت یافتہ حاضر باش جلس مجلس تھے۔ تقسیم ہند کے بعد لاہور تشریف لے گئے، وہاں انہوں نے رضوی کتب خانہ بھی قائم کیا، طباعت و اشاعت کی راہ سے بڑا کام کیا، کار رضا سے ان کو خدا واسطے محبت تھی، ۱۹۲۱ء کے سترہ سال بھی ۱۹۳۸ء میں اس کام کے لئے ملک العلماء اٹھ کھڑے ہوئے اور حیات اعلیٰ حضرت کی چار جلدیں لکھ ڈالیں، سید موصوف کے مواد کو بھی حسب ضرورت و موقع استعمال کیا۔ پورے ہندوستان کے علماء اہل تعلق مدارس، خانقاہوں سے رابطہ کیا، خطوط لکھا، پھر تمام مواد کو پیش نظر رکھ کر 'حیات اعلیٰ حضرت' تالیف کی۔ دوران تالیف ہی اس کتاب کا پورا ہندوستان چشم براہ تھا، صاحب تذکرہ کے پیر خانہ مارہرہ مطہرہ کے صاحب سجادہ جو امام احمد رضا کے مدوح و محترم

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رضی اللہ عنہما کی حیات اور علمی خدمات

تا آں کہ ابھی ابھی 'کلیات مکاتیب رضا' کی دو جلدیں اور اس کا دوسرا پارٹ 'خطوط مشاہیر بنام امام احمد رضا' کی دو جلدیں بعد انداز زیبائی اہل علم تک پہنچیں، جو تعداد و مواد اور کیف و کم ہر دو اعتبار سے سب سے جامع ترین مجموعہ خطوط قرار دیا گیا۔ اس کام کی سیڑھی کا پہلا زینہ بھی ملک العلماء ہی کا فراہم کردہ ہے۔

اپنی تصنیفات کے اول طابع و ناشر خود امام احمد رضا ہیں، دوسرا اہم ستون ملک العلماء ہیں۔ طباعت و اشاعت کا تیسرا مضبوط پڑاؤ 'مطبع تحفہ حنفیہ پٹنہ' ہے۔ ملک العلماء تصانیف رضا کے طابع و ناشر بھی ہیں، جامع و فہرست ساز بھی ہیں اور تسوید و تہیض کار بھی۔ فتاویٰ رضویہ کی ایک جلد کی ایک فہرست میری نظر سے گزری ہے، جو بخط ملک العلماء ہے۔ تحفہ حنفیہ نے جو کتب رضا شائع کیں، ان کی تعداد دو سو سے کہیں زائد ہوں گی، ۱۳۱۳ھ کو بریلی میں میٹنگ ہوئی مجلس اہل سنت کا قیام ہوا، جس کی شاخیں پٹنہ، ملکنہ، بہار، امرتسر اور دیگر شہروں میں قائم کی گئیں۔ اس میٹنگ میں ڈھا کہ کے نواب سلیم اللہ رضوی شریک تھے، انہوں نے سب سے پہلے بریلی میں پریس قائم کرنے کی تجویز پیش کی، اس طرح کتب رضا کی طباعت کی راہ ہموار و آسان ہوئی، انہی ابتدائی پرانی بنیادوں پر 'سنی دارالاشاعت' مبارکپور نے زبردست تاریخی کارنامہ انجام دیا اور 'سنی دارالاشاعت' کی رکھی ہوئی بنیاد کی پشت پر کھڑے ہو کر 'رضا فاؤنڈیشن لاہور' نے ایک فلک بوس عمارت کھڑی کر دی، 'مطبع اہل سنت و جماعت'، بریلی، 'مطبع تحفہ حنفیہ پٹنہ اور ملک العلماء کے ہاتھوں ہی مرتب کئے ہوئے مسودوں اور مینیسوں کی بنیاد پر ہی 'مرکزی مجلس رضا' لاہور اور 'ادارہ تحقیقات امام احمد رضا' کراچی اور 'رضا اکیڈمی' ممبئی نے کام کیا اور بڑا کام کیا۔ علمی نظم کے ساتھ کیا، جدید نچ سے کیا، دانشورانہ سطح پر کیا، بین الاقوامی سطح پر کیا،

بھی تھے، سید شاہ اولاد رسول محمد میاں مارہروی قدس سرہ کے خطوط سے اس شوق و جستجو کا پتہ چلتا ہے۔ ۱۹۳۸ء میں لکھی ہوئی کتاب ۱۹۵۵ء میں جب کراچی سے چھپی، وہ بھی صرف ایک ہی جلد، لاہور سے قسط وار بھی چھپی، بعد میں کتابی شکل میں شائع ہوئی، مگر تمام جلدیں نہیں، بس وہی ایک جلد ہندو پاک سے متعدد بار شائع ہوتی رہی، بقیہ تین جلدیں کنز مخفی قرار دے دی گئیں اور یہ کنز مخفی کبھی علیگڑھ، کبھی مظفر پور، کبھی پٹنہ کا سفر کرتا رہا، مگر بازار علم کی رونق نہ بن سکا۔ خدا جزائے خیر دے فقیہ النفس حضرت مفتی مطیع الرحمن رضوی کو کہ انہوں نے اس گنج گراں مایہ کو برآمد کیا، بڑی دیانت داری سے ایڈٹ کیا، جب ہندوستان سے یہ شائع ہوئی تو لاہور سے پیر زادہ علامہ اقبال فاروقی نے اپنی مرتبہ 'حیات اعلیٰ حضرت' بھی پیش کر دی، یہ سب کچھ تو ہوا، مگر ساٹھ ستر سال بعد۔ ان چھ سات دہائیوں میں حیات رضا، سوانح رضا، سیرت رضا، تذکرہ رضا پر کم و بیش درجنوں کتب و مقالات تحریر کئے گئے، ان سب کتابوں، مقالوں کا ماخذ و مصدر بھی 'حیات اعلیٰ حضرت' ہے اور آئندہ جو کچھ اس موضوع پر لکھا جائے گا اس کا اصل سرچشمہ یہی 'حیات اعلیٰ حضرت' قرار پائے گی۔

خطوط رضا کی تدوین و طباعت حیات رضا ہی میں شروع ہو چکی تھی، اور کئی مجموعے شائع ہو چکے تھے، مگر سب کی نوعیت کتاب کی تھی اور وقت کے لطن سے ابھرنے والے مسائل کی نزاکت تھی، بطور خطوط کی نیت نہ تھی، یہ پہلا موقع تھا، ملک العلماء نے خطوط رضا بطور خطوط 'مکتوبات امام اہل سنت' جمع کیا اور چھاپا، یہی عمل اوروں کے لیے نمونہ بنا اور بعض مکاتیب حضرت مجدد، مکتوبات امام احمد رضا، اکرام امام احمد رضا جیسے مستقل کتابیں سامنے آئیں، خطوط و مواد مشترک ہونے کی وجہ سے تعداد میں کوئی خاص اضافہ نہ ہو سکا،

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رضی اللہ عنہما کی حیات اور علمی خدمات

ملک العلماء کے شاگرد ہیں۔ حضرت علامہ خواجہ مظفر حسین رضوی خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند جنہیں جید اکابر علماء برادری، فخریہ امام علم و فن اور خیر الاذکیا کے لقب سے یاد کرتی ہے، ملک العلماء ہی کے شاگرد ہیں۔ خواجہ اپنے آپ میں ایک جہان علم بھی ہیں اور جہاں حیرت بھی، منطق، فلسفہ اور تمام علوم گریبہ جن کی تعداد بیسوں تک پہنچتی ہے، میں ان کو امتیاز خاص حاصل ہے مگر فن کوئی بھی ہو، عقدہ کیسا بھی ہو، تمام لائیکل عقودوں کا حل انہی کا وصف خاص ہے۔ خواجہ صاحب کے شاگردوں میں ایک نام فقیہ انفس مناظر اہل سنت حضرت مفتی مطیع الرحمن رضوی کا ہے، ملک کے سارے مناظروں اور فقہی سمیناروں میں ان کی شرکت فیصلہ کن ثابت ہوتی ہے، دوسرا نام مفکر اسلام حضرت مفتی محمد ایوب مظہر صاحب کا ہے جو ملک کے کئی ممتاز دارالعلوموں کے شیخ الحدیث کے منصب پر فائز رہے، جنہوں نے فن خطابت کو ایک نیا موڑ دیا، ایک نئی جہت دی، جب وہ خطاب فرماتے ہیں تو میں ابوالکلام آزاد کا نام تو نہیں لوں گا، البتہ علامہ الشاہ پروفیسر سید سلیمان اشرف بھاگلپوری کا نام ضرور لوں گا، لگتا ہے سید والا قدسی صفات کا شخصی جاہ و جلال، فنی عروج و کمال اور زبان و بیان کی لطافت و شگفتگی ان پر سوار ہو چکی ہوتی ہے۔ جب وہ کنیڈی ہال علیگزونیورسٹی میں خطاب کرتے ہیں تو پورا دانشور طبقہ اور طلبہ گوش بر آواز ہو جاتے ہیں۔ مذہب، ادب، سماج، سیاست، تاریخ، موضوع کوئی سا ہو، اس کے ماہرین ششدر رہ جاتے ہیں اور یوں دم سادھے سنتے ہیں جیسے عالم بالا سے حضرت داغ کچھ فرما رہے ہوں، خواجہ صاحب کے شاگردوں میں تیسرا نام شارح کتب درسیہ، پیر طریقت حضرت مفتی محمد شبیر پورنوری صاحب کا ہے، جنہوں نے درسی کتابوں کی شروحات لکھ لکھ کر مدارس اہل سنت کے اساتذہ و طلبہ کو کوڈ کفیل کر دیا اور غیروں کی شروحات سے بے نیاز بھی

پھر چراغ سے چراغ جلتے گئے، روشنی پھیلتی چلی گئی، کئی ادارے اور وجود میں آئے اور کام کی رفتار بڑھ گئی۔ تاہم شاید امام احمد رضا کی وہ سک پوری نہیں ہو سکی ہے، جو ان کو اپنی کتب کے تعلق سے بھی، ابھی بھی ڈھیر سارے مخطوطات منتظر طباعت ہیں، اس لیے ابھی اور تذبذب کے ساتھ کام کرنے کی ضرورت ہے۔ خیر ملک العلماء نے جس جگر سوزی اور دلیری سے فکر رضا کی مشاطگی کی ہے وہ انہی کیا کا حصہ ہے، ان کو اپنی کتابوں کی فکر نہیں تھی، کتب رضا کی فکر تھی، وہ اسی فکر میں دن رات بسر کرتے تھے، اس کا اندازہ ملک العلماء کے ان خطوط سے ہوتا ہے، جو انہوں نے مولانا سید ایوب علی لاہور، گوالیار کے ایک عالم دین، مارہرہ مقدسہ کے صاحب سجادہ تاج العلماء سید شاہ اولاد رسول محمد میاں قادری اور دیگر علماء و ہمدردان اعلیٰ حضرت کو لکھے ہیں، اس لیے یہ بے دغدغہ کہا جاسکتا ہے کہ آج جہاں کہیں اور جو بھی کام ہو رہا ہے، اس میں بالواسطہ یا بلاواسطہ ملک العلماء کی کاوش علمی ضرور کار فرما ہے۔

شملہ و آرہ میں ملک العلماء کا قیام بہت مختصر رہا ہے، عمر کا طویل طاقتور حصہ مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ جس کو یونیورسٹی کا درجہ حاصل تھا اور ہے، خانقاہ کبیرہ سہرام میں گزرا ہے، اخیر عمر کے دو سال دارالعلوم بحر العلوم، کٹیہار (قدیم پورنیہ) کو دیئے، تدریس کی اس طویل مدت میں ہزاروں شاگرد پیدا کئے، ان ہزاروں نے ہزاروں ہزار اب ان ہزاروں ہزاروں لاکھوں، جو ہند و سندھ تو کیا، زمین کے کناروں تک پہنچے اور دینی خدمات کا ریکارڈ قائم کئے۔ یوں ملک العلماء کے شجر علمی کی شاخیں برصغیر کے باہر بھی افریقی، یورپی، امریکی جزائر تک پھیلی ہوئی ہیں۔ امام النخو حضرت علامہ بلال احمد رضوی خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند، جو ساری عمر منظر اسلام بریلی کے منصب شیخ الحدیث پر فائز رہے، اب چند برسوں سے ممبئی میں ہیں،

انجمن برکاتِ رضا۔ ممبئی

حضور ملک العلماء امام احمد رضا کی نظر میں

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رضوی کی حیات اور علمی خدمات

الحرم ۱۳۲۳ھ درج ہے، اس میں تمام سوالات و جوابات ۱۳۲۳ھ
۱۳۲۳ھ کے ہیں۔ اس مجموعہ میں دو تین مختصر فتاویٰ اعلیٰ حضرت
علیہ الرحمہ کے بھی ہیں اور اخیر دو سوال و جواب ۱۳۶۹ھ و بعد کے
ہیں۔ پہلا ۳۰ ربیع الاول ۱۳۵۹ھ کا ہے دوسرا ۱۲ ربیع الثانی
۱۳۶۹ھ کا ہے اس کے مستفتی جناب غلام دستگیر خان صدر جمعیت
اہل سنت و جماعت بنگلور تھے۔
جامع الاقوال فی رویۃ الہلال۔ ۱۳۵۷ھ

کر دیا ہے۔ کہاں تک ذکر کروں، تفصیل کا یہ موقع نہیں، بس ملک
العلماء کے علم فیضان کا معاملہ تو بس یہ ہے
کہاں کھولے ہیں گیسویار نے خوشبو کہاں تک ہے
ملک العلماء ہیئت و توقیت کے شہسوار نہیں، حدیث و تفسیر
پر بھی کامل دستگاہ رکھتے تھے، فقہ و افتا اور کلام و مناظرہ ان کا خاص
میدان تھا، متعدد فنون و موضوعات، علم قرآن، اصول تفسیر، علم
حدیث، اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ، علم کلام و مناظرہ، عقائد،
اخلاق، منطق، فلسفہ، تاریخ، سیرت، مناقب، فضائل، نصح، نحو،
صرف، ہیئت، توقیت، تفسیر، سوانح کوئی پچیسویں علم پڑھا بھی، پڑھایا
بھی، ان پر کتابیں لکھیں، شرح لکھیں، ترجمے کئے، جن کی تعداد ستر
سے متجاوز ہے، ان کی علمی سرگرمیوں اور قلمی کاوشوں کو دیکھ کر کہا
جاسکتا ہے کہ ہر فن کے فنکار تھے، ہر فن مولیٰ تھے، فخر الاقران اور
فائق الامثال تھے، ملک العلماء۔

اس کا موضوع بھی وہی ہے، جو ”عید کا چاند“ کا ہے،
یعنی رویت ہلال کی شہادت کے معاملہ میں خطوط، تاریخ، ٹیلی فون
وغیرہ شرعاً معتبر نہیں ہے، یہ کتاب ایک مقدمہ تین فصول، ایک
خاتمہ پر مشتمل ہے۔ فصل اول میں امام احمد رضا کا رسالہ ”طریق
اثبات الہلال“ محررہ ۱۳۲۰ھ نقل کر کے محفوظ کر دیا گیا ہے، جس کے
صفحات ۲۶ ہیں۔ فصل دوم میں علمائے سابقین کے فتاویٰ و
تصدیقات درج کیے گئے ہیں۔ تیسری فصل میں ہم عصر علماء کے
جوابات و تصدیقات ہیں۔ یہ رسالہ دراصل حضرت مولانا سید شاہ
عبید اللہ قادری الجھری (متوفی ۱۳۵۸ھ) کے رسالہ ”احسن المقال
فی رویۃ الہلال“ کا علمی رد ہے۔ صفحات ۱۹۱ ہیں۔ ۱۳۵۷ھ میں یہ
رسالہ شمس پریس گورہٹہ پٹنہ سٹی سے طبع ہوا تھا۔

یہ جائزہ یہ بتلانے کے لئے کافی ہے کہ ملک العلماء ہی
رضویات کے معمار اول ہیں، اولین بنیاد گزار ہیں، رضویات مشن
کے مؤسس اول ہیں۔ ان خصوصیات و امتیازات میں ملک العلماء
بالکل منفرد و ممتاز ہیں، یہ سب ان کی اولیات ہیں۔ یہ بات اس لیے
کہی جا رہی ہے کہ یہ ایک بدیہی حقیقت ہے۔ ماضی سے کٹ کر نہ
کوئی جی سکتا ہے نہ ماضی کو کاٹ کر کوئی ایک قدم آگے بڑھ سکتا ہے،
اس حقیقت کا بھلا کوئی کیوں کر انکار کر سکتا ہے۔

پس نوشت

فتاویٰ ملک العلماء۔ ۱۳۲۳ھ، ۱۳۲۴ھ

فتاویٰ کی یہ جلد اس وقت کی ہے، جب ملک العلماء
بریلی میں امام احمد رضا کے زیر تربیت و تعلیم تھے، اس میں پہلا
استفسار حافظ عبدالکریم اعظم گڑھ کا ہے، جس پر تاریخ ۱۵ محرم

☆☆☆

ملک العلماء مفتی سید محمد ظفر الدین فاضل بہار علیہ الرحمہ

از قلم: مولینا محمد حامد سرفراز رضوی، سمندروی شریف، پاکستان

مدینہ منورہ کی مقدس سرزمین پر محبت گرامی جناب عبدالرزاق رضوی مدظلہ نے یہ خیر راحت بخش سنائی، کہ میرے مرید معظّم سراج، حضور مفتی عظیم رضوی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرن حضرت علامہ الحاج سید سراج اظہر رضوی دامت برکاتہم العالیہ، حضرت ملک العلماء وارث علوم سیدنا امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام ظفر الدین بہاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت و مناقب پر مبنی ”جہان ملک العلماء“ شائع فرما رہے ہیں۔ اور حکم فرمایا، کہ تم بھی اس عنوان پر کچھ لکھو۔ انجمن برکات رضا اور حضور سراج ملت سرمایہ سنیت حضرت قبلہ سید سراج اظہر رضوی صاحب دامت فیوضہم العالیہ کا پاک و ہند کے سینوں پر احسان عظیم کہ وہ ”جہان ملک العلماء“ جاری فرما رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی ادبی علمی، سماجی و دینی خدمات کو شرف مقبولیت عطا فرمائے (آمین) اور یہ فقیر رضوی مشکور ہے۔ جناب گرامی قدر عبدالرزاق رضوی راجہ بھائی کا کہ جنہوں نے ملک العلماء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مداحوں کی صف میں اس حقیر کو شامل ہونے کا موقع بخشا۔

بسم اللہ والحمد لله والصلوة والسلام علی خیر خلق اللہ
ملک العلماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا نام ان فیض یافتہ حضرات میں روشن ہے۔ جن کے فضائل و مناقب میں سب سے اہم سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وہ مبارک کلمات ہیں، جو آپ نے مختلف مقامات پر ارشاد فرمائے۔ مرید اپنے مرشد پر ناز کرے، تو یہ اس کا حق ہے۔ ملک العلماء وہ بخت اور مرید ہیں، جن پر سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ناز تھا۔ قدرت نے ملک العلماء علیہ الرحمہ اور ان کی سرزمین پشنہ کو کئی باتوں میں اولیت کا مقام بخشا۔
۱۔ امام اہلسنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مجددیت کا خطاب پشنہ ہی کی زمین پر حاصل ہوا۔
۲۔ آپ کی سیرت پر پہلی ضخیم و مربوط کتاب ”حیات اعلیٰ

حضرت ”رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملک العلماء نے لکھی۔
۳۔ امام اہلسنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مدرسہ عالیہ منظر اسلام کی بنیاد کا سہرا بھی حضور ملک العلماء کے سر رہا۔
۴۔ اس مدرسہ کے اولین طالب علم بھی ملک العلماء ہی ہوئے۔
۵۔ سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو بخاری شریف کا پہلا سبق پڑھا کر منظر اسلام کا افتتاح فرمایا۔
۶۔ اعلیٰ حضرت امام المسلمین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خزانہ عالمیہ اور ذخائر فقہیہ کے مظہر فتاویٰ رضویہ شریف جلد اول کا آغاز بھی حضور ملک العلماء رحمۃ اللہ علیہ کے استفتاء سے ہوا۔
ملک العلماء رحمۃ اللہ علیہ اپنے اوپر ہونے والی عطاؤں کا شکریہ ادا فرماتے ہوئے، کتاب مستطاب ”حیات اعلیٰ حضرت“ کے ابتدائیہ میں رقمطراز ہیں:

حضرت کی خدمت میں اصلاح کے لئے پیش کیا، حسن اتفاق سے بالکل صحیح نکلا۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز اس فتویٰ کو لئے ہوئے فوراً تشریف لائے، اور ایک روپیہ دست مبارک سے فقیر کو عنایت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: مولانا سب سے پہلے جو فتویٰ میں نے لکھا والد ماجد نے مجھے نئی کھانے کے

فرمایا تھا۔ آج آپ نے جو فتویٰ لکھا، یہ پہلا فتویٰ ہے اور ماشاء اللہ بالکل صحیح ہے۔ اس لئے اسی اتباع میں ایک روپیہ آٹھ کو شیرینی کھانے کے لئے دیتا ہوں۔“ (حیات اعلیٰ حضرت ج ۱، ص: ۱۵۳)

ملک میوات میں وہابیہ دیوبندیہ کی سرکوبی کے لئے سرکار اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ملک العلماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا انتخاب فرمایا اور ارشاد فرمایا، کہ ملک میوات تحصیل نواح فیروز پور جھرکام میں وہابیوں سے مناظرہ کرنا ہے۔ آپ تشریف لے جائیے اور وہابیہ کو شکست دیجئے۔ ملک العلماء فرماتے ہیں، میں نے عرض کیا، تعمیل ارشاد کو حاضر ہوں۔ حضور کی دعا کی ضرورت ہے۔ حضور کی دعا شامل حال رہی، تو انشاء اللہ تعالیٰ وہابیہ کو ضرور شکست ہوگی۔ اس وقت اعلیٰ حضرت سرکار مکان کے اندر تشریف لے گئے اور ایک اونٹنی جب لاکر مجھے عنایت فرمایا اور ارشاد ہوا، کہ یہ مدینہ طیبہ کا ہے۔ میں اسے دونوں ہاتھوں سے لے کر سر پر رکھا، آنکھوں سے لگایا اور رکھ لیا۔ پھر کیا ہوا؟ رضوی کچھار کے شیر کے سامنے نجد کی لومڑیاں دم دبا کے بھاگ نکلیں۔ اور ایسا کیوں نہ ہوتا، مجدد اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عطا کردہ جبہ شریف کی برکت اور دعا شامل حال تھی۔ کلکتہ میں ولی اللہ نامی وہابی حسب موافق عادت وہابیہ جگہ جگہ مناظرہ کا چیلنج دیتا تھا۔ حاجی لعل خاں صاحب مرحوم نے بارگاہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں خط لکھا کہ مولانا ظفر الدین صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو روانہ فرمادیں۔ امام اہلسنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو روانگی کا حکم ارشاد فرمایا۔ آگے انہیں کے مبارک قلم کی آواز سنئے:

”پھر ان تمام نعمت ہائے الہیہ پر مستزاد کہ بعض وجوہ سے میرے لئے بہت اعلیٰ و بہتر، کہ اس دور انگریزی میں، کہ ہر شخص سلطنت کی زبان سیکھنے سکھانے کا گرویدہ ہے۔ حضرت حق سبحانہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر یہ، کہ اس نے میرے والد ماجد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو مجھے دینے کی توفیق بخشی۔ وہ واحباب نے حد سے زیادہ اصرار کیا، کہ زمانہ انگریزی سلطنت کا ہے۔ اپنے بچہ کو انگریزی تعلیم دلوائیے۔ مگر انہوں نے پرواہ نہ کی اور مجھے مذہبی عربی تعلیم کی طرف متوجہ فرمایا۔ انہیں کی نیک نیتی و خلوص قلبی کا اثر ہے، کہ زمانہ طالب علمی سے دینی خدمات درس و تدریس، تالیف و تصنیف، وعظ و تبلیغ، افتاء و مناظرہ کا شوق و ذوق میرے دل میں جاگزیں ہوا اور برابر انہیں دینی خدمتوں میں انہماک و شغف کے ساتھ منہمک رہا۔“

واہن اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے وابستگی کس قدر سعادت ہے۔ اس کا ذکر آپ ملک العلماء قدس سرہ سے سنئے۔ فرماتے ہیں:

”اور پھر ان تمام نعمتوں پر مزید گویا سونے پر سہاگہ یہ، کہ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مجدد ماہ حاضرہ موید ملت طاہرہ مولانا مولوی قاری حافظ شاہ محمد احمد رضا خان صاحب قادری برکاتی بریلوی قدس سرہ القوی کی بیعت و تلمذ و ارشاد و خلافت کے شرف سے مشرف فرمایا۔ جو شریعت مطہرہ و طریقت منورہ کی علمی عملی تصویر ہے۔ جن کا ہر قول شریعت کا رہنما، جن کا ہر فعل احکام الہی کا اتباع، جنہوں نے بلا خوف و لومۃ لائم شرعیہ و احکام فقہیہ کی تعلیم و تبلیغ فرمائی اور عمر بھر تالیف و تصنیف، افتاء و تدریس کے ذریعہ لوگوں کو ہدایت و رہنمائی فرمائی۔ جز اللہ عن الاسلام و للمسلمین خیر الخیر۔“

ملک العلماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر فیوضات رضائے اللہ تعالیٰ عنہ کی فراوانی، انہیں کے قلم حقیقت رقم سے ملاحظہ فرمائیے:

”۱۳۲۲ھ میں سب سے پہلے جو فتویٰ میں نے لکھا اور اعلیٰ

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی بھوکہ حیات اور علمی خدمات

”جب چلنے کا وقت ہوا اور اسٹیشن جانے کے لئے سواری آگئی، اعلیٰ حضرت باہر تشریف لائے اور دو نوٹ دس دس روپے کے مجھے عنایت فرمائے اور ارشاد فرمایا، کہ میرا ارادہ تھا، کہ اس سال عید میں آپ یہیں رہیں گے، بچوں کے لئے کپڑے بنوادیں گا تو آپ کے لئے بھی بنوادیں گا۔ لیکن دینی ضرورت سے آپ کلکتہ جا رہے ہیں۔ اس لئے یہ روپے آپ کی نذر ہے۔ مجھے بہت شرم آئی، کہ طالب علمی کا زمانہ تو ضرورت کا زمانہ تھا، اب تو میں نوکر ہوں، میں پیر کی خدمت کیا کرتا اور ان کی نذر کرتا، کہ لٹے پیر ہی سے روپے وصول کروں۔ میں نے کچھ تامل کیا، اعلیٰ حضرت سرکار نے باصرار عنایت فرمایا۔ میں قدم بوسی کرتے ہوئے وہ روپے لئے اور کلکتہ روانہ ہوا۔ میرے پہنچنے کی خبر ملتے ہی سارا جوش ٹھنڈا ہو گیا، اب کس میں مناظرہ کا دم ہے! اعلیٰ حضرت سرکار کی دعا کا اثر ہے: میرے ظفر کو اپنی ظفر دے اس سے شکستیں کھاتے یہ ہیں شیخ الاسلام والمسلمین امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نوازشات کا تذکرہ ایک مقام پر یوں فرماتے ہیں:

”میرے چالیس سے زیادہ مکاتیب ہیں، جو وقتاً فوقتاً بریلی شریف امضا فرمائے۔ اس میں برابر ولدی الاعز مولانا مولوی محمد ظفر الدین بحلہ اللہ کا سہ ظفر الدین سے شروع فرمایا۔ فتاویٰ شریف جلد اول میں میرا نام نہیں لفظوں سے تحریر فرمایا۔ جزاک اللہ تعالیٰ خیر الجزا۔ اسی سلسلے میں یہ بات بھی مجھے ہمیشہ یاد رہتی ہے، کہ طالب علمی کے زمانہ میں جب کبھی ماہ مبارک رمضان شریف میں میں بریلی رہنا ہوا اور اس تعطیل میں مکان نہ آیا، تو عید الفطر کے دن جس طرح تمام عزیزوں کو عیدی تقسیم فرماتے، مجھے اور دوسرے خاص طلباء سب کو اعلیٰ قدر مراتب تہواری عطا فرماتے۔“ (حیات اعلیٰ حضرت اول ص: ۱۵۴)

امام اہلسنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاص ساعت میں نقوش تیار فرماتے، جو کہ فوائد و برکات عظیمہ کا مجموعہ تھے۔ وقت قلیل تھا،

پندرہ نقوش تیار ہوئے، ان میں ایک ملک العلماء کو بذریعہ ڈاک روانہ فرمایا۔ اسی مکتوب شریف کا ایک حصہ بنظر قارئین ہے۔ ان عظیم نقوش کی قدر کی جائے، کہ ایسی ساعت کا پھر اجتماع بہت بعید ہے اور ہندوستان بھر میں پندرہ نام اس کے لئے مخصوص کئے گئے۔ جن میں ایک آپ ہیں۔ ایک مکتوب میں اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے لاڈلے مرید کو یوں دعائیں عطا فرماتے ہیں:

”آپ کی مستدعی پر بجز اللہ تعالیٰ بہت جی خوش ہوا۔ جزاکم اللہ تعالیٰ خیراً وبارک فیکم و بکم و لکم و علیکم۔ ممدوح عرب و عجم مجدد اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قلم سے ملک العلماء محبوب رضا علیہ الرحمہ کے فضائل و محاسن کی عظیم فہرست بھی پڑھے: دکنی مولانا مولوی ظفر الدین صاحب قادری سلمہ فقیر کے یہاں اعز طلبہ سے ہیں اور میرے بجان عزیز۔ ابتدائی کتب کے بعد یہیں تحصیل علوم کی اور اب کئی سال سے میرے مدرسہ میں مدرس اور اس کے علاوہ کار افتاء میں میرے معین ہیں۔ (۱) سنی خالص مخلص نہایت صحیح العقیدہ ہادی مہدی ہیں (۲) عام درسیات میں بفضلہ تعالیٰ عاجز نہیں (۳) مفتی ہیں (۴) مصنف ہیں (۵) واعظ ہیں (۶) مناظرہ بعونہ تعالیٰ کر سکتے ہیں (۷) علمائے زمانہ میں علم توقیت سے تنہا آگاہ ہیں۔ اعلیٰ حضرت جیسے مرشد عظیم و امام فقیہ جن کے مناقب اس انداز میں بیان فرمائے۔ یقیناً اس دور میں عوام و خواص کو ان کی سیرت کے ہر پہلو سے آگاہ ضروری و اشد ضروری ہے۔ دیکھیں تو سہی جن کے لئے گستاخی و جہالت کے سوا کچھ نہ تھا ان کے پیروکاروں نے ان کو حکیم الامت امام ربانی اور نہ جانے کیا کیا ثابت کرنے کے لئے زمین و آسمان کے قلابے ملا دیئے مگر ان کے تذکرہ کر کے شکر ادا نہ کریں تو کفران نعمت بھی ہوگا اور اکابرین اہلسنت سے بے وفائی بھی جو تو میں اپنے اکابرین کے حالات سے صرف نظر کرتی ہیں ان کی مثال بنے منزل کے مسافر جیسی ہوتی ہے۔

ایک ظفر الدین کدھر کدھر جائیں

از قلم: ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی

وہی الحاج مدراسی تھے، جن کے بارے میں امام احمد رضا نے فرمایا تھا: ان کی طرح قاضی عبدالوحید فردوسی عظیم آبادی کی طرح اور حجۃ العصر مولانا شاہ محمد وحی احمد محدث سورتی کی طرح ہر شہر ایک ایک سنی پیدا ہو جائے، تو سنیت کا طوطی بول جائے۔

خیر تارا آیا، امام احمد رضا نے اجازت دے دی، حضور ملک العلماء کلکتہ روانہ ہو گئے۔ اب جو ملک العلماء کلکتہ تشریف لائے، بد عقیدہ مولوی ولی اللہ مارواڑی روپوش ہو گئے، جس نے اہل سنت کو مناظرہ کا چیلنج دیا تھا۔ اس کی ساری سرگزشت دیکھنی ہو تو گنجینہ مناظرہ، مطبوعہ کلکتہ ۱۳۳۲ھ دیکھئے۔ رمضان گزرا، شوال آیا، مدرسہ شمس الہدیٰ کھل گیا۔ اب ملک العلماء پٹنہ آنے کے لئے بال و پر تو لے لگے، مگر کلکتہ کے الحاج مدراسی، الحاج عبدالرحمن مارواڑی و دیگر معززین ان کو کلکتہ ہی روکنے پر مصر ہو گئے۔ اس زمانہ میں دو ہزار روپے کی پیش کش ہوئی اعلیٰ حضرت کے ایک جملہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ملک العلماء نے صدر الشریعہ مولانا امجد علی رضوی کو بلانے کا مشورہ دیا تھا۔ وہ جملہ یہ ہے مولوی امجد علی کے آنے پر رائے معلوم ہوگئی یہ جملہ ۲۶ رمضان ۱۳۳۲ھ کا موقع ہے۔ ظاہر ہے اس وقت صدر الشریعہ اپنے وطن گھوسی میں تشریف رکھتے ہوں گے۔

یہ جملہ جو شرفی بنا ہے، امام احمد رضا کا ہے۔ اس جملہ میں جو جامعیت ہے، ایک مصروف ترین زندگی کی طرف اشارہ ہے، اس اشارہ پر ذرا سی روشنی ڈال دی جائے، تو ایک پوری کتاب تیار ہو جائے۔ جی ہاں! یہ اشارہ اتنا جامع ہے، بامعنی ہے۔ ایک جہان علم و عمل کا اشارہ یہ ہے۔ ایک عالم بزم و رزم کا استعارہ ہے، جو کسی کی پر شور علمی کائنات اور پر ہجوم افکار حیات کو حاوی ہے۔

اس جملہ کا پس منظر یہ ہے۔ ۱۳۳۲ھ کے شعبان کا مہینہ تھا، مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ میں تعطیل کلاں ہو چکی تھی، اسی ماہ اخیر یا رمضان کے شروع میں حضور ملک العلماء حسب معمول بریلی آ گئے، امام احمد رضا کے تصنیفی کاموں میں ہمہ تن جٹ گئے۔ اچانک کلکتہ سے ایک تارا آیا، جس میں ملک العلماء کی طلبی تھی۔ واضح ہو، اس زمانہ میں موصلات کا سب سے زود رفتار ذریعہ تار ہی تھا۔ تار بھیجنے والے الحاج محمد لعل خان مدراسی تھے۔ الحاج مدراسی مولدا ویلور مدراس کے تھے، موطناً کلکتوی تھے۔ نہایت دیندار تجارت پیشہ تھے۔ حضور ملکی وغیر حضور ملکی سامان تجارت کی درآمدات و برآمدات میں ان کے چار جہاز دریاؤں کی لہروں پر رواں دواں رہا کرتے تھے۔ وہ امام احمد رضا کے محبت تھے، مداح بھی، ممدوح بھی، خلیفہ بھی، پہ سالار بھی۔ وہ باقاعدہ سند یافتہ عالم دین نہ تھے، دست قدرت کے تربیت یافتہ تھے۔ امام احمد رضا کے صحبت یافتہ تھے۔ یہ

ملک العلماء نے وہاں کئی ماہ قیام کیا، وعظ کیا، تقریریں

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی دہلی کی حیات اور علمی خدمات

جس کے درست ہونے پر امام احمد رضا نے ان کو ایک روپیہ شیرینی کھانے کے لیے دیا تھا۔ اہل علم جانتے ہیں، فتویٰ نویسی جس علمی رسوخ، مہارت، مہارت کا طالب ہے، وہ علمی رسوخ، مہارت، مہارت کا طالب ہے۔ وہ علمی رسوخ و مہارت گویا حضور ملک العلماء کو ۲۰ برس کی عمر میں حاصل ہو چکی تھی، وہ بھی امام احمد رضا کے زیر نگرانی امام احمد رضا کے زیر نگرانی امام احمد رضا کے دارالافتا بریلی میں۔ یہ تو رہی فتویٰ نویسی کی بات، جو ۲۰ برس کی عمر میں ہوئی تو وقت وصال ۱۳۸۲ھ تک جاری رہی۔

فن مناظرہ میں بھی ملک العلماء نے اسی عمر میں شد بد حاصل کر لی تھی، جس کے ثبوت میں 'ظفر الدین الجید' کو پیش کیا جاسکتا ہے۔ وہ بھی اشرف علی تھانوی کی موجودگی میں، دو بہ دو، رو برو بحث و مناظرہ، اس کی پوری کیفیت رسالہ مذکورہ میں دیکھی جاسکتی ہے۔ اسی عمر میں آپ نے ظفر الدین الطیب لکھی۔ علم غیب

کس، گنجینہ مناظرہ ترتیب دی، امام احمد رضا کا رسالہ تسہیل التحدیل کی تہیض کی، جس کو وہ بریلی سے صاف کرنے کے لیے ساتھ لائے تھے۔ جس کی صاف کتابت پر امام احمد رضا کلمات تحسین لکھ کر بھیجا اور مزاح فرمایا "تین مہینے کی چھٹی لیں گے، تو کم از کم اس میں نصف کا میں مستحق ہوں، ورنہ تو دو ٹکٹ چاہئے تھا"۔ ممکن ہے، ملک العلماء نے اپنے جواہر البیان ترجمہ الخیرات الحسان کی بھی دیکھ رکھ کی ہوگی، جو انہیں دنوں الحاج مدراسی کے زیر اہتمام زیر طباعت تھی۔ اعلیٰ حضرت کے جملہ سے معلوم ہوتا ہے، ملک العلماء وہاں دو تین مہینے رہے۔ نہایت مصروف تھے، جب حالات معمول پر آگئے تو آپ پٹنہ چلے آئے۔ پٹنہ میں پھر وہی مصروفیات، فقہ، حدیث، تفسیر کی تدریس، کتابوں کی تصنیف، مقالوں کی ترتیب، وعظ و خطاب، خدا بخش لائبریری پٹنہ میں دن رات بیٹھ بیٹھ کر متون و شروح اور امہات الکتب سے عبارات و حوالہ

اسا جلد سرت و روت یہاں ہے۔۔۔
یہ تمام تحریری نقوش عہد تحصیل کے ہیں اور عمر کا بائیسواں سال تھا۔ یعنی ملک العلماء فتاویٰ کے علاوہ مذکورہ آٹھ کتب و رسائل کے جامع و مصنف ہو چکے تھے۔ یہی سال (۱۳۳۵ھ) ان کی تکمیل

فتاویٰ میں پہلا فتویٰ ۱۵ محرم الحرام ۱۳۲۲ھ ۵ ربیع زدہ ہے۔ عابا یہی وہ فتویٰ ہے، جس کا ذکر حضور ملک العلماء نے 'حیات اعلیٰ حضرت' میں کیا ہے۔ ۱۳ محرم الحرام ۱۳۰۳ھ کی پیدائش ہے۔ تو ٹھیک ۲۰ برس بعد آپ نے یہ فتویٰ لکھا، جو رضاعت کے متعلق تھا۔

تحصيل كاسن بهى هـ۔ خانقاه عالم پناه حضرت مخدوم عبدالحق چشتى ردولوى كے آستانه پر عرس كى تقريبن ميں صاحب سجاده حضرت شاه التفات حسين عليه الرحمه نے آپ كے سر پر دستار فضيلت باندھى۔ امام احمد رضا بنفش نفيس موجود تھے۔ واضح رهے، اس زمانه ميں آج كى طرح دستار بندى كے جلے دھوم دھڑاكے نهيس هوا كرتے تھے، بس استاذ كے علاوہ دوسرے جيد علمائے عصر امتحان ليا كرتے تھے اور فضيلت كى سند دے دى جاتى تھى۔ اسى سال امام احمد رضا نے ان كو ملك العلماء اور فاضل بهار كا خطاب ديا اور اسى برس اپنے پير و مرشد سيد شاه آل رسول قدس سره العزيز كى تقريبن عرس، جو بريلى ميں منعقد هونى تھى۔ خلافت و اجازت سے سرفراز فرمايا۔

غرض ان چار، پانچ سالوں (۱۳۲۱ھ - ۱۳۲۵ھ) ميں پڑھائى كى، فتوے بهى لكھے، استاذ علام كے فتاوى كے املا بهى كئے، حوالوں كى تلاش بهى كى، كتب و رسائل كو صاف بهى كيا، كتابين بهى لكھين، رسائل ترتيب دئے، تعلق لكھى، شرح لكھى، وه بهى عربى زبان ميں، مناظره بهى كيا، علمى و عرفانى فيوض و بركات سے شرح رو بهى هونے۔ اندازه كيا جاسكتا هے كس قدر ذهين تھے، چاق و چوبند تھے، بلند اقبال اور طالع آزما تھے۔ يه وه خصوصيات هى، جو طالب علموں كى تاريخ ميں نظر نهيس آتیں۔ شايد اسى ليے امام احمد رضا نے ان كو ملك العلماء كے بھارى بھركم ذى وقار خطاب سے نوازا۔ يعنى تمام علوم و فنون اور علماء كا بادشاه قرار ديا۔ امام احمد رضا جانتے تھے، اس معزز لقب كا وهى حقدار هے اور وهى تمام فنون ميں علماء كى تهنائى و قيادت كر سكتے هیں۔ چنانچه حضور ملك العلماء امام احمد رضا كے معيار و مقياس پر كمل پورے اترے اور اپنے مرشد برحق كى سچى علمى جانشينى كا حق ادا كر ديا۔

دور كے بهى ملك العلماء هیں۔ آج بهى ان كے فنى رشكات قرآن عصر استفادہ كرتے هیں اور انصاف پسند علماء اعتراف حضور كرتے هیں۔ اس وقت ميرے سامنے فيصله مقدمه شرعيه ۱۳۷۵ھ / ۱۹۵۵ء ميں يونيورسل ليهتودور كس، نوروجى انترنشنل سے چھپى هے۔ اس ميں وهى قصيه هے، جو حدائق بخشش حضور سے متعلق هے۔ اس ميں حضور ملك العلماء نے جو نيا تلا جوب سبب هے۔ اردو، فارسى، عربى كے دو اوين سے اشعار تشبيب نقل كسے زير بحث مسلك كى وضاحت كى هے۔ اس سے صاف عيال بهى حصه سوم پر توبه و رجوع سرے سے لازم نهيس آتى۔ جواپنا جگه لگيا هیں و رقصيده اپنى جگه ٹھيك هے، صرف ترتيب اشعار كا فرق هے بات تھى، ملك العلماء كے اوائل عمر كى۔ شعبان ميں درسيات كى تكميل هونى۔ شوال ۲۵ھ ميں مدرس سوم بنا ديئے گئے۔ اب ملك العلماء منظر اسلام ميں پڑھانے لگے۔ جس تاسيس ميں ان كا مؤسسانه رول رها تها۔ مطبع اهل سنت و جماعت كے مہتمم قرار ديئے گئے۔ يه مطبع ۱۳۱۳ھ كے بعد بريلى ميں قائم هوا تها، مطبع كے قيام ميں امام احمد رضا كے مسودات اور فتاوى كو صاف كرنے لگے، خطوط و فتاوى كا املا كرنے لگے، ان كاموں كے كتب و رسائل بهى تحرير كرنے لگے، ضرورت پڑى تو خطاب و مناظره كے ليے جانے لگے، مطالعه و تدريس، مطبع كا اہتمام اور حساب و كتاب، فتوى نويسى، امام احمد رضا كے رشكات و تهريرات كى صفائى و ترتيب و املا، اپنے كتب و رسائل كے مواد كى تلاش و ترتيب، سوچا جاسكتى هے، ملك العلماء كس مشينى رفتار سے كام انجام ديتے تھے اور ابھى عمر كا وهى بائيسواں سال تها۔

۱۳۲۲ھ سے ۱۳۲۹ھ تک ملك العلماء كى وهى سرگرمياں رهیں، جو اوپر مذکور هونیں۔ ۱۳۲۶ھ ميں علاقہ ميوات

ملك العلماء اپنے دور كے ملك العلماء تو تھے بهى، اس

حضور ملك العلماء امام احمد رضا كى نظر ميں

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدظلہ کی حیات اور علمی خدمات

جوڈاکٹر موصوف نے بریلی جا کر امام احمد رضا سے حل دریافت کے آیا تھا، وہ مسئلہ ریاضی سے متعلق تھا۔

اس سال یا اس کے اگلے سال حضور ملک العلماء مدرسہ

حنفیہ آرہ تشریف لے گئے، یہ مدرسہ نیا تھا، بانی تھے حضرت مولانا

شاہ عبدالوہاب الہ آبادی، جو امام احمد رضا کے انصاف الخاص احباب

میں سے تھے۔ مولانا الہ آبادی کے بے پناہ اصرار اور امام احمد رضا

کی اجازت و ایما سے ملک العلماء عملہ سے آرہ بحیثیت صدر مدرس

منتقل ہو گئے۔ یہاں بھی وہ کچھ ہی مدت رہے، ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۲ء میں

مدرسہ شمس پٹنہ قائم ہوا، بانی تھے مسٹر سید نور الہدی ڈسٹرکٹ ہیڈ

تچ، انہوں نے اپنے والد ماجد سید شمس الہدی کے نام پر یہ مدرسہ

بنوایا تھا۔ ملک العلماء کو پیش کش ہوئی، وہ وہاں مدرسہ اول کی

حیثیت سے صدارت کا عہدہ سنبھالا وہ یہاں ۱۳۳۳ھ تک تعلیم

دیتے رہے، فقہ، حدیث، تفسیر و دیگر فنون پڑھاتے رہے، اس چار

سالہ دور قیام میں ملک العلماء نے یہاں درج ذیل کتابیں تصنیف

کیں۔

- ۱) فن توحید میں الجواہر والیواقیت فی علم التوحید ۱۳۳۰ھ
- ۲) فن تفسیر میں اظہار التفسیر فی علم التفسیر ۱۳۳۰ھ
- ۳) فن فقہ میں التحقیق السبین لکلمات التوہین ۱۳۳۰ھ
- ۴) فن نحو میں التعلیق علی شروح المغنی ۱۳۳۱ھ
- ۵) فن مناظرہ میں رفع الخلاف من بین الاحناف ۱۳۳۲ھ
- ۶) فن فقہ میں القول الاظہر فی الاذان بین یدی المصنوع ۱۳۳۲ھ
- ۷) فن مناظرہ میں کشف الشور عن مناظر رامپور ۱۳۳۲ھ
- ۸) فن حدیث میں نزول المسکبہ باسانید الاجازات اہمیدیہ ۱۳۳۲ھ
- ۹) فن انساب میں خیر السلوک فی نسب الملوک ۱۳۳۳ھ
- ۱۰) فن سیرت میں جواہر البیان ترجمہ خیرات الحسان ۱۳۳۳ھ

میں، عربی زبان میں مناظرہ کرنے مخالف مناظر کا پانی اتار دیا،

دیکھتے، ہنست شفاہت، روداد مناظرہ۔ اسی سال انہوں نے سبب

الرحمہ فی الظہر والاباحہ نکسی، الفیض الرضوی فی تکمیل العری

نکسی، فتاویٰ لکھے، ۱۳۲۷ھ میں اجمال العدد التالیفات المجدد

ترتیب دی جو تصانیف رضا کے تعین میں سنگ میل ثابت ہوئی۔

۱۳۲۸ھ میں انجم اللکندہ علی الکلاب المطرۃ نکسی، ۱۳۲۹ھ میں

المہر اس لدفع غلام المہناس نکسی، یہ چھ کتابیں قیام بریلی کے

دوران تدریس تصنیف کیں، دن رات مصروفیات کا عالم تو وہی تھا

اور اوپر بیان ہوا۔ اس لیے ان برسوں میں شاید زیادہ کچھ نہ لکھ

سکے۔ لیکن ان کے لکھنے زیادہ اہم اعلیٰ حضرت کے علمی کاموں میں

ہاتھ بٹاتا تھا۔ جو انہوں نے کیا اور آج تمام خولجہ تاشان رضویت

کے لئے سرمہ چشم بنا، جب کہ سن کا وہی تیسواں چوبیسواں پچیسواں

چھیسواں برس تھا۔

کم و بیش ۹ رسالہ ملک العلماء بریلی میں رہے، قریب

پانچ سال تو درسیات پڑھی اور چار سال درسیات پڑھائی۔ ۱۳۲۸ھ

میں دارالعلوم نعمانیہ لاہور سے درکواست بھی آئی اور امام احمد رضا

اپنے نفس پر ایثار کے انہیں بھیجنے کی آمادگی بھی ظاہر کی۔ مگر مطالعہ

سے معلوم ہوتا ہے، حضور ملک العلماء لاہور نہیں گئے۔ شاید ان کے

استاذ اور احباب کو اتنی دور ان کا جانا پسند نہیں آیا۔ ۱۳۲۹ھ کو اعلیٰ

حضرت کے معتقد قاضی الحاج عبدالرزاق رضوی نے بے حد اصرار

کیا، تو امام احمد رضا نے ان کو جامع مسجد شملہ کے خطیب و امام بنا کر

وہاں بھیج دیا۔ حضور ملک العلماء جو علمی شخصیت کے مالک تھے، منبر

خطابت اور معصلی امامت پر کب روکتے تھے، چنانچہ وہاں ان کا قیام

بہت تموزار ہا، یہیں انہوں نے ڈاکٹر سرفیاء الدین و انس چانسلمسلم

یونیورسٹی علی گڑھ سے ملاقات کی اور اس مسئلہ کی تصدیق کی، کرائی۔

جہان ملک العلماء

(۱) فن مناظرہ میں گنجینہ مناظرہ

۱۳۳۳ھ

امام احمد رضا کا پہلا خط ملک العلماء کے نام ۳۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۰ھ کا ملتا ہے، جو علم الاعداد میں ہے۔ دوسرا خط ۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۲ھ کا ہے۔ آخری خط ۱۳۳۹ھ کا ہے۔ یہ آخری ۱۳ ذیقعدہ کے بعد یا ذی الحجہ کا ہے۔ یعنی مرشد کریم کے وصال سے دو ڈھائی مہینے پہلے تک ملک العلماء کو خط لکھا جاتا رہا۔ یہ کل ۴۴ خطوط ہیں، ان خطوط کو پڑھنے سے پتہ چلتا ہے، ملک العلماء جہاں کہیں رہے، امام احمد رضا کی تربیت، ہدایت، مشورے سے ایک پل غافل نہیں رہے۔ نہ ہی امام احمد رضا اپنی نظر سے دور رکھا، سواد خطوط بتاتا ہے، ایک دوسرے کے دل میں کتنی محبت تھی، اپنائیت تھی، کتنا مضبوط تعلق خاطر اور احترام تھا۔ علمی، معنوی، روحانی فرزند تو تھے ہی لگتا ہے یعنی، حقیقی صلیبی، فرزند ہو، پل پل نظر رکھی جا رہی ہے۔ لمحہ لمحہ خبر دی اور لی جا رہی ہے۔ یہ دلی تعلق، قلبی لگاؤ، ذہنی جھکاؤ آج کل کے مرید و شاگرد کے لیے بھی درس عبرت ہے، تو اساتذہ و مشائخ کے لیے بھی مقام عبرت ہے۔

۱۳۳۳ھ کے وسط یا اواخر میں ملک العلماء سہرام

تشریف لے گئے، جہاں وہ قریب ۱۳۳۸ھ تک علوم شرعیہ و شرقیہ کی تعلیم دیتے رہے و عظ و خطاب کرتے رہے مباحثہ و مناظرہ کے لیے دور دراز تک سفر کرتے رہے، اپنے علمی ذوق کی تسکین بھی کرتے رہے۔ امام احمد رضا کی تصنیف سرگرمیوں میں بھی حصہ لیتے رہے، ملک العلماء کے نام خطوط رضا میں اس واضح ثبوت موجود ہے۔ ملک العلماء قیام سہرام کی یہ علمی یادگاریں ہیں۔

(۱) فن صرف میں 'غانیہ' لکھی یہ درسی کتاب ہے۔

(۲) فن نحو میں 'دافیہ' لکھی یہ بھی درسی کتاب ہے۔

(۳) فن منطق میں 'تقریب' لکھی یہ بھی درسی کتاب ہے۔

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی فلسفہ کی حیات اور علمی خدمات

(۴) فن فلسفہ میں 'تہذیب' لکھی یہ بھی درسی کتاب ہے۔

(۵) فن ہیئت و توقيت میں 'موذن الاوقات' لکھی جو تمام ہند کی ضروری کی اور آج تک کر رہی ہے۔

(۶) فن ہیئت و توقيت میں بدرالاسلام لکل الصلوٰۃ و الصیام لکھی غیر مطبوعہ ہے۔

(۷) فن فقہ میں 'تحفۃ الاحباب فی الکوۃ والباب' لکھی کہ ایک بڑے فتنے کو سرد کر دیا۔

(۸) فن نحو میں 'معنی اللیب' کی شرح لکھی جو عربی زبان میں سب سے

(۹) فن نحو میں 'لظم السبانی فی علم المعانی' لکھی جو غیر مطبوعہ ہے

(۱۰) فن سیرت میں 'تحفۃ الاحبار فی اخبار الاخیار' لکھی یہ بھی غیر مطبوعہ ہے۔

(۱۱) فن تفسیر میں 'الاکسیر فی علم التفسیر' لکھی یہ بھی غیر مطبوعہ ہے

(۱۲) فن ترجمہ میں 'امام جلال الدین سیوطی کی شرح الصدور' ترجمہ کیا۔

(۱۳) فن تنقید میں حکیم عبدالحی کی رپورٹ ندوۃ العلماء پر تنقید احتسابی مقالہ لکھا جو بدبہ سکندری رام پور میں چھ سات تسطول میں پہلی شمس الہدیٰ پٹنہ باصرار بلا لئے گئے، چنانچہ ملک العلماء سہرام سے

پٹنہ تشریف لے آئے، صدر مدرس کے عہدے پر فائز ہوئے

مدرسہ خانقاہ کبیرہ سہرام میں بھی اسی عہدہ جلیلہ پر فائز تھے

مدرسہ میں پھر وہی فن فنی، فن حدیث، فن تفسیر کی متداول دشمنی کی زیر درس آگئیں۔ منطق، فلسفہ، ہیئت، توقيت تو وہ اپنے دور کے تاجدار تھے ہی، ان فنون میں بھی طلباء کے علاوہ اساتذہ و علماء

عصر کی تربیت کرتے رہے، ان علوم کو سیکھنے کے لیے علماء دور دور سے خط و کتابت کرتے تھے۔ پٹنہ میں قیام کر کے بھی سیکھتے تھے

جہان ملک العلماء

حضرت ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رضی اللہ عنہ کی حیات اور علمی خدمات

والے سب کے دلوں میں نام رضا گھر کرنا گیا۔ سب کے ذہنوں پر ذکر رضا چھپتا رہا وہ خود بیعت نہیں کرتے۔ اپنے چاہنے والوں کو امام احمد رضا سے کراتے حجۃ الاسلام سے قریب کرتے مفتی اعظم ہند کے پاس بھیج دیتے طلباء کو منظر اسلام پہنچا دیتے پڑھاتے خود تھے۔ تیار خود کرتے دستار منظر اسلام سے کراتے تھے۔ جب منظر اسلام قائم ہوتا بھی انہوں نے خط لکھ لکھ کر طلبہ کو بلا کر منظر اسلام میں داخل کراتے تھے۔ خود سے انہوں نے کوئی مدرسہ نہیں بنایا ساری عمر منظر اسلام کی وفاداری میں کام کیا۔

الغرض ملک العلماء ہر کام اپنے وقت پر نہایت منضبط انداز میں سر انجام دیتے تھے، تحریک ترک موالات کا طوفان اٹھا، تو ملک العلماء نے ایک طرف پٹنہ میں محاذ سنبھالا اور ہادی الہدایۃ ترک الموالات لکھ کر قوم پرست علماء اور سیاست دانوں کو متنبہ کیا، تو دوسری طرف علیگزہ سے علامہ الشاہ سید سلیمان اشرف پروفیسر شعبہ دینیات مسلم یونیورسٹی نے زبردست علمی مقالہ لکھ کر امام احمد رضا کے موقف کی حمایت کی۔

المختصر ۱۳۳۰ھ سے ۱۳۳۰ھ تک ملک العلماء دورہ کر بھی امام احمد رضا سے فیض اٹھاتے رہے، وہ دوری کوئی اور نہیں، فقط زمینی اور مکانی تھی۔ ۱۸ برس کی عمر میں ملک العلماء امام احمد رضا سے جو قریب ہوئے وہ قربت امام احمد رضا کے وصال تک کوئی ۱۹ اور ۲۰ برس تک اپنی قائم رہی۔ اس رشتہ قربت و محبت کو بجا طور پر اٹوٹ رشتہ کہا جاسکتا ہے۔ اپنے حلقہ مریدین میں یا امام احمد رضا کے چاہنے والوں میں اہل سنت یا مسلک اعلیٰ حضرت کا پرچم لہرائے رکھنا مشکل کام ہے۔ مدرسہ شمس الہدیٰ میں ہر اسکول کے اساتذہ تھے، طلبہ تھے۔ ملک العلماء نے وہاں اہل سنت کا پرچم ایسی تاب و توانائی سے اٹھائے رکھا کہ کسی کو پل مارنے کی جرأت نہ ہو سکی۔ یہ بھی ایک ملک العلماء کی انفرادی خصوصیت ہے، یہی خصوصیت ہمیں رئیس المتکلمین حضرت سید شاہ سلیمان اشرف بہاری کے صحیفہ میں نظر آتی ہے۔ جب کہ وقت علی گڑھ میں دینی بیزاری عروج پر تھی۔

بات تھی ملک العلماء کے ان نو دس برسوں کی، جب وہ بریلی بعد مکانی پر رہے۔ ان برسوں میں خط کتابت کا سلسلہ رہا اور خوب رہا۔ خط کتابت کے لفاف و ملفوف سے باتیں سامنے آتی ہیں جو خط امام احمد رضا نے ارسال فرمایا ہے، ملک العلماء کی سیرت، حیات، علوم، تصانیف، خصوصیات لکھنے کے لیے بس وہی خط کافی ہے۔ امام احمد رضا ہی نے خاکہ کھینچ دیا ہے۔ ذیلی عنوانات قائم کر دیئے ہیں۔ سنی خالص مخلص ہادی مہدی ہیں۔ یہ جملہ ملک العلماء کی شفاف سیرت کی طرف واضح اشارہ ہے۔ درسیات میں بفضلہ تعالیٰ عاجز نہیں، کہہ کر باکمال مدرس ہونے کی ضمانت دے دی ہے۔ ملک العلماء درس کی خصوصیات پر باقاعدہ ایک باب لکھا جاسکتا ہے۔ ان کے تلامذہ پر کئی ابواب تیار ہو سکتے ہیں۔ 'مفتی ہیں' یہ جملہ بھی ایک باب کا عنوان بن سکتا ہے۔ 'مصنف ہیں' اس جملہ پر تو ایک پوری کتاب تیار ہو سکتی ہے۔ 'واعظ ہیں' وعظ و خطاب پر تو ملک العلماء کے کئی رسائل لاہور سے شائع ہو چکے ہیں۔ مزید اور غیر مطبوعہ ہیں۔ سب کو جمع کر دیا جائے تو ایک ضخیم جلد خطبات ملک العلماء کے نام سے چھپ سکتی ہے۔ 'مناظرہ بعونہ تعالیٰ کر سکتے ہیں' یہ جملہ فن مناظرہ ہمیں مہارت و کمال کی کھلی شہادت ہے۔ اس سے

زمینی دوری کے ان نو دس برسوں (۱۳۳۰ھ-۱۳۳۰ھ) میں بھی ملک العلماء کار رضا میں ہمہ تن مستعد رہے، ذکر رضا کرتیر ہے، ترنہ رضا پڑھتے، پڑھاتے رہے۔ ان کی صحبت کے فیض اٹھانے والے، ان کی مجلس میں بیٹھنے والے، ان سے درس لینے

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی دہلی کی حیات اور علمی خدمات

مرسل ہیں۔ دوسری جگہ لکھتے ہیں ”ایک کی ساعت وقت صبح کی تھی اور دوسرے کی افضل الساعات ساعت اخیرہ جمعہ اور بعد نماز جمعہ ایک نقش آپ کے لیے چاندی کندہ کرایا۔“

امام احمد رضا طیب و حکیم بھی تھے ایک خط میں حکمت و طب کی تعلیم وہ بی کاشف الاسرار کے حوالہ سے دے رہے ہیں، جو مارہرہ مطہرہ کا مجرب و آزمودہ ہے۔ شب برأت کی فضیلت پر روشنی ڈالتے ہیں ایک پرچہ بھیج کر عوامی اصلاح و اعمال کی ترغیب دیتے ہیں، ایک خط میں لکھتے ہیں:

”آپ اور مولانا حامی سنت، ماحی بعدت حاجی محمد لعل صاحب سلم کما جو کچھ خدمات دین کر رہے ہیں، اللہ عز و جل برمتہ قبول فرمائے اور دو جہاں میں اس پر اجر جزیل دے اور ہمیشہ اعلائے دین پر منصور رکھے۔“ ایک اور جگہ لکھتے ہیں ”افسوس! ادھر نہ مدرس، نہ واعظ، نہ ہمت والے مالدار، ایک ظفر الدین کدھر کدھر جائیں۔“

یہی جملہ عنوان مضمون بھی ہے اور ایک لعل خان کیا کیا بنائیں۔ حضرت مولانا محمد لعل خان مدراسی پر بھی آج تک کچھ نہیں ہوا، جو حقیقتاً مجاہد اہل سنت تھے، کوئی فاضل ان پر کام کرے تو یہ ایک نادر تاریخی باب ہوگا، مواد سب موجود ہے، مگر منتشر ہے۔ صرف جمع کر دینے کی ضرورت ہے۔ خود اعلیٰ حضرت کی تحریری شہادتیں درجنوں ہیں۔ ایسی گننام کڑیوں پر کام کرنے کی سخت ضرورت ہے۔ سالار وقت حضرت مولانا قاضی عبدالوحید فردوسی تاریخ رضویات کا دوسرا تائبناک باب ہے۔ یہ وہی قاضی صاحب ہیں، جن کی خدمات کی سراہنا خود امام احمد رضا نے کی۔ دعوت قبول کی، بیمار ہوئے تو عیادت کی، وصال ہوا تو خود قبر میں اترے، قاضی کی نعش کو اتار اور یہ کہتے ہوئے سلا دیا۔ جامیری جاں خدا حافظ

قاضی صاحب کا انتقال عین عہد شباب میں ہوا اس کم عمر

بھی مکمل ایک جلد کتاب باسانی بن سکتی ہے۔ علمائے زمانہ میں توقیت سے تنہا آگاہ ہیں یہ جملہ اس بات کے ثبوت کے لیے بہت کافی ہے کہ اس علم میں ملک العلماء علمائے عصر کے مرجع و مقتدا تھے اور آج بھی ہے۔

ملک العلماء کے بارے میں اعلیٰ حضرت نے یہ جملہ اس وقت لکھے (جو سند کا درجہ رکھتے ہیں) جب ملک العلماء صرف ۲۵ برس کے تھے، پچیس سالہ نوجوان ملک العلماء پر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کو اتنا اعتماد تھا۔ جب یہ صغریٰ کا عالم تھا تو کبرسنی کا عالم کیا رہا ہوگا۔ جو علمی رسوخ، فنی خداقت و مہارت لوگ چہ سال کے بعد حاصل کرتے ہیں۔ ملک العلماء پچیس برس کی عمر میں حاصل کر چکے تھے، وہ بھی امام احمد رضا کی علمی و فنی تجربہ گاہ میں امام احمد رضا کی تحریری و قوی ثبوت و شہادت کے ساتھ۔ جی تو اعلیٰ حضرت نے ملک انجو، ملک الحدیث، ملک التوقیت نہیں فرمایا، ملک العلماء فرمایا۔ تمام علوم کے ملک، تمام علماء کے ملک، شاہ، بادشاہ اور بیچ یہ ہے کہ وہی اس عظیم خطاب کے مستحق بھی تھے۔ پھر وہ مدت مدیر علوم رضا، فنون رضا، افکار رضا کی نیابت، نقابت کرتے رہے جو کوئی دوسرا نہیں کر سکتا۔

امام احمد رضا عالم علوم کثیرہ تو تھے ہی، عامل عملیات عجیبہ بھی تھے، مارہرہ مطہرہ کے حضرت نوری میاں نے ایسے اعمال و اسرار سربستہ کی تعلیم دی تھی، جو کسی بھی امر میں اکسیر، تریاق، تیرہ ہدف، شہد کلید سے کم نہیں۔ چنانچہ امام احمد رضا نے ملک العلماء کو ان علوم و اسرار سے کبھی حصہ دیا اور حفاظت فرمائی۔ ایک جگہ لکھتے ہیں ”میں جن امور میں ہوں، اگر آپ تفصیل لکھوں تو مجھے عدم تحریر خطوط میں معذور رکھیں گے مگر آپ کی یاد دل کے ساتھ ہے۔ جو عظیم ساعت میسر ہوئی محض عطیہ الہی تھی اس میں یہ نقوش تیار کئے جو

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رضی اللہ عنہ کی حیات اور علمی خدمات

درسگاہ میں بیٹھے، اکتساب علم کیا، جدید علوم سیکھے، وقت کے سجادہ نشین ہوں، صدر المدرسین ہوں، شیخ الحدیث ہوں سب ان کی درگاہ فیض سے سیراب ہوئے۔ ایسی کثیر الجہات مصروف ترین شخصیت کے بارے میں امام احمد رضا کا یہ ریمارک 'ایک ظفر الدین کدھر کدھر جائیں، کتنا بر محل ہے۔ خدا رحمت کن دایں پاک طینت را۔'

اب ایک بات کر کے رخصت ہوتا ہوں پروفیسر مختار الدین احمد صاحب نے لکھا ہے ۱۳۷۱ھ / ۱۹۵۰ء میں حضور ملک العلماء جامعہ لطیفیہ بحر العلوم کٹیہار (قدیم پورنیہ) تشریف لے گئے۔ ۱۳۸۰ھ / ۱۹۶۰ء میں جامعہ کٹیفیہ کٹیہار سے وہ ظفر منزل شاہ گنج پٹنہ آ کر مقیم ہو گئے۔ حضور ملک العلماء کا پورنیہ میں دو سال قیام کیسے رہا؟ ہو سکتا ہے، یہ کتاب کی غلطی ہو، دس سالہ کو دو سالہ بنا دیا ہو۔ امام علم و فن حضرت خواجہ مظفر حسین صاحب مدظلہ جو ملک العلماء کے قابل فخر تلمیذ ہیں اور بفصلہ تعالیٰ بقید حیات ہیں وہ فرماتے ہیں: پانچ سال ت میں نے خدمت کی ہے اور یہ کوئی ۱۹۵۵ء کا زمانہ تھا، لہذا پانچ سالہ قیام تو میرا آنکھوں دیکھا ہے، حسن اتفاق سے ملک العلماء کا ایک فتویٰ اس وقت سامنے ہے۔ جس پر سے نومبر ۱۹۵۴ء کی تاریخ درج ہے۔ اختتامیہ جملہ ہے: والسلام علی اہل الاسلام محمد ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ پرنسپل جامعہ لطیفیہ بحر العلوم کٹیہار، ضلع پورنیہ، بقلم محمد عبدالرشید متعلم جامعہ لطیفیہ اب یہ ابہام زیادہ بہتر انداز میں حضرت پروفیسر موصوف دور کر سکتے ہیں۔ ایک اور بات یہ بقلم محمد عبدالرشید متعلم جامعہ لطیفیہ کون ہیں یہ وہی متعلم ہیں جو بعد میں حضرت مولانا محمد عبدالرشید رشیدی ہو کر دارالعلوم مصطفائیہ خانقاہ رشیدیہ جحانہ بازار پورنیہ کے صدر مدرس اور ناظم اعلیٰ ہوئے۔ جس میں شارح بخاری حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ ۱۹۶۲ء، ۱۹۶۳ء میں مدرس تھے۔ ☆☆☆

میں بھی جو انہوں نے خدمت دین تاریخ رقم کی اس کا اعتراف زمانے کو ہے۔ یہ وہ شخصیات ہیں جو امام احمد رضا نورتنوں میں ہیں اور اپنی اپنی جگہ ایک عہد اور ایک تاریخ ہیں۔ ماضی کے ان آئینوں کو سامنے لانے کی از حد ضرورت ہے تاکہ حالیہ نسلوں کو سوائے حرم بلانے میں مدد مل سکے۔

موجود تھا، ایک ظفر الدین کدھر کدھر جائیں، کیا کیا کریں، کب کب جائیں، کہاں کہاں جائیں درسگاہ میں پڑھائیں دارالافتاء میں فتویٰ لکھیں دارالتصنیف والترجمہ میں تصنیف کریں، ترجمہ کریں درسی کتابیں تیار کریں یا درسی کتابوں کی شرح لکھیں، کتابیں چھپوائیں، رسائل بنوائیں، مضامین شائع کریں اخبارات و جرائد پر نظر رکھیں، خلاف شرع باتوں کی نوٹس لیں، کیا کیا کریں، کہاں کہاں جائیں وعظ کریں تقریر کے لیے دورے کریں، مناظرہ کے لیے میوات کائیں، کلکتہ جائیں، برما جائیں، مدراس آئیں، رامپور جائیں، بنارس جائیں، کہاں کہاں جائیں، آریہ سماجوں سے مناظرہ کریں یا وہابیوں سے مناظرہ کریں، کیا کیا کریں؟ روداد سفر لکھیں یا سرگشت مناظرہ لکھیں کیا کیا لکھیں؟ علوم قدیمہ پڑھائیں یا علوم جدیدہ پڑھائیں حدیث و تفسیر کا درس دیں، یا ہیئت و توحیت کی کلاس میں بیٹھیں پورے ہندوستان کی مسجدوں کے اوقات جواز کا نقشہ بنائیں، یاروزہ و افطار کا ناٹم ٹیبل بنائیں، خطوں پر کٹ ہے۔ تاروں پر تار ہے۔ فرمائش پر فرمائش ہے کیا کیا کریں؟ کیا کیا بنائیں۔ ۱۸ برس کی عمر میں امام احمد رضا وہ لاڈلا امام احمد رضا کی درسگاہ میں بیٹھا تو عمر کی ۸۲ روئیں پائیدان تک اٹھنا نصیب نہ ہوتا ان کہ وہ دنیا اٹھ گئے۔ چند ہی سال وہ طالب علم رہے، ساری عمر طالب علموں میں گھرے رہے۔ ان طالب علموں میں صغیر السن بھی تھے، شاب السن بھی تھے، کبھی السن بھی تھے۔ علماء و فقہاء تک ان کی

حضور ملک العلماء بحیثیت ایک پرسوز واعظ

از قلم: مفتی نور الحق حبیبی مصباحی، خادم الجامعۃ القادریہ مظہر العلوم، بنگال

مقرر اور پرسوز واعظ تھے۔ آپ کی مطبوعہ تقریروں اور مواعظ کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ انہیں علم و ادب اور ذوق خطابت رکھنے والے حضرات کے علمی ذوق کی تسکین کا سامان اور معلومات میں اضافہ فکر و نظر میں وسعت اور تحفظ ایمان و عمل کے لئے قیمتی سرمایے ہیں۔ وعظ و تقریر کے ذریعہ موصوف علیہ الرحمۃ کی اسلامی خدمات، تاریخ کا ایک حصہ ہے۔ حیات ملک العلماء میں ہے کہ:

”حضرت سید شاہ حمید الدین صاحب! صاحب سجادہ خانقاہ تکیہ رکن الدین عشق رحمہما اللہ نے ۲۷ رجب المرجب

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد! ہندوستان جنت نشان، جہاں اپنی زر خیزی و سرسبزی و شادابی، صنعت و حرفت اور خام پیداوار کی وجہ سے ہمیشہ ایک خاص شہرت کا مالک رہا ہے، وہیں ارباب علم و ہنر اور اہل فضل و کمال کا گہوارہ بھی بنا رہا ہے۔ انہیں ارباب علم و ہنر اور اہل فضل و کمال میں نادر روزگار، علامۃ الدہر، محقق بے مثال، خلیفہ اعلیٰ حضرت مجدد اسلام فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان، حضرت ملک العلماء سید شاہ

ہر سال افادات عام اور مسلك س، سوادا م اس ست و ہجرت کے اجماعی معانی و مفاہیم کی زیادہ سے زیادہ ترویج و اشاعت کے خاطر ضبط تحریر میں لائی جاتی تھیں اور اس پر حضرت ملک العلماء نظر ثانی فرمایا کرتے تھے۔ وہ ساری تقریریں کیا تھیں، جب زیور طبع سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آتیں، مطالعہ سے آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں، تو

نے صرف نظر کیا ہے۔ آپ کے معاصر مختلف علماء کے سوانح حیات اور ان کے کارناموں پر کتابیں و مقالات دیکھنے اور پڑھنے کو ملتے ہیں۔ لیکن اگر نہیں ملتا ہے، تو وہ ملک العلماء کی ذات و کمالات سے متعلق ہے۔ حالانکہ ملک العلماء ٹھوس علمی صلاحیتوں کے مالک، کامیاب اور مشفق استاذ ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین سحر بیان

جہان ملک العلماء

حضرت ملک العلماء امام احمد سعید محمد ظفر الدین عظیم آبادی شعبہ کی حیات اور علمی خدمات

ہندی اور لطائف و قصے کہانی سے یکسر پاک۔ ایک صاف و شفاف کوثر و سلسیل سے دھلی ہوئی جامع مانع مگر انقدر تقریر ہے۔ حضرت پروفیسر مختار الدین صاحب تحریر فرماتے ہیں:

”علمی تقریر کرنے والے، شگفتہ بیان مقرر، دلنشین باتیں کرنے والے مؤثر واعظ، یہی وجہ ہے کہ آپ کے استاذ و مرشد مجاز مجدد اعظم اعلیٰ حضرت نے آپ کی وسعت مطالعہ، فکر و تدبیر، عالمانہ بصیرت، کردار و عمل کی شفافیت، حسن بیان کی جاذبیت اور مجسم خلوص و للہیت کو دیکھ کر ارشاد فرماتے ہیں۔

”مکرمی مولانا ظفر الدین صاحب قادری سلمہ، ”عام درسیات میں بفضلہ تعالیٰ عاجز نہیں، مفتی ہیں، مصنف ہیں، واعظ ہیں“ آپ کے مجموعہ تقریر تنویر السراج فی ذکر المعراج، بصیرت افروز، ولولہ انگیز، مدلل، و مبرہن، مفصل اور پر مغز و پرسوز علمی و فکری دستاویز کا نادار المثل مجموعہ عطر بیڑ ہے۔ آپ اپنی تقریر کا آغاز اس انداز سے فرماتے ہیں:

پورا پورا اندازہ ہوتا کہ حضرت موصوف علیہ الرحمۃ نے معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلے میں کیا کیا جو اہر پارے بکھیرے ہیں۔

راقم کے مطالعہ میز پر اس وقت دو تقریروں کا مجموعہ نام تنویر السراج فی ذکر المعراج ۱۳۵۸ھ کی اور دوسری ۱۳۶۵ھ کی موجود ہے۔ ان تقریروں کے متعلق صاحبزادہ پروفیسر ڈاکٹر مختار الدین صاحب رقمطراز ہیں:

”تنویر السراج، واقعات و حقائق و معارف معراج پر ایک مسلسل بیان ہے۔ جس میں ہر سال ایک کڑی کا اضافہ ہو جاتا تھا۔ پہلے سال بسم اللہ الرحمن الرحیم پر دوڑھائی گھنٹے تقریر ہوئی۔ دوسرے سال لفظ بحسان پر تیسرے سال الدی پر۔ چوتھے سال اسرعاً پر پانچویں سال بعدہ کے حرف ”با“ پر چھٹے سال بعدہ کے مضامین و مصداق بیان کرتے ہوئے آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و کمالات خاصہ بیان کئے گئے تھے۔ ساتویں سال بعدہ کی ۱۳۵۸ھ کی تقریر کا آغاز تھا۔ آٹھویں سال لیلۃ کے متعلق گفتگو ہوئی

ایات و احادیث سے ماخذ و سرور پر اس کے متعلق ہوگا، پہلے ”با“ کے متعلق مضامین اور آقائے دو جہاں کی نعت و صفت ہی کے بیان میں دو گھنٹے گزر گئے، اضافہ فرما دیا ہے۔ آپ کی وعظ و تقریر کیا ہے؟ بے جا الفاظ کی تنگ

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدظلہ کی حیات اور علمی خدمات

اس لئے (اسماں) میرا بیان ”عبدہ“ کے متعلق ہوگا۔“

مذکورہ عبارت کو پڑھئے اور بار بار پڑھئے کہ علماء اہل سنت سے ملک العلماء کو اس طرح قلبی لگاؤ تھا کہ ان کی قدر و منزلت کا آپ کے دل میں کس قدر خیال و احترام تھا۔ ساتھ ہی یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ آپ کوئی پیشہ ور مقرر و واعظ کی طرح پہلے ہی سے رٹ کر لائی تقریر کرنے والے مقرر و واعظ نہ تھے۔

ملک العلماء نے اپنی آغاز تقریر میں نہایت ہی اختصار کے ساتھ مگر جامع و مانع اعزاز قرآن کو بیان فرمایا اور پھر واقعہ معراج کی موٹی موٹی سرخیوں کو حسین پیرایہ میں بیان فرمانے کے بعد۔ معراج جسمانی تھی، یا منامی؟ اس پر حاصل سیر گفتگو فرماتے ہوئے جس عالمانہ بصیرت، وسعت فکر و نظر سے اپنی بات کو مدلل و مبرہن کیا ہے، وہ چشم بصیرت سے پڑھنے کے لائق ہے۔ ایک جگہ فرماتے ہیں:

”اہل تحقیق کا مسلک یہ ہے کہ اسراء و معراج دونوں روح و جسد کے ساتھ ہوا۔ کیوں کہ قرآن شریف میں واقعہ معراج بیان کرتے وقت اللہ تعالیٰ ”اسری بعبدہ“ فرمانا روح مع جسد پر قوی دلیل ہے، اس لئے کہ عبد نام روح مع جسد کا ہے، تو اللہ تعالیٰ کا ”بعبدہ“ فرمانا ہی معراج منامی و روحانی کے خیال کو رد کرتا ہے۔ غرض جہاں جہاں لفظ ”عبد“ قرآن شریف میں آتا ہے، تمام جگہ روح مع الجسد ہی مراد ہے۔“

نیز عقل سلیم شاہد ہے کہ استعجاب و استبعاد کو مذہبی و اعتقادی باتوں میں اصلاً دخل نہیں۔ ورنہ جس طرح جسم کثیف کا فرش زمین سے فوق السموات چانا مستبعد، بلاشبہ اسی طرح جسم لطیف روحانی کا فوق السموات سے زمین پر آنا اور وحی لانا بھی مستبعد، تو جبریل امین کا زمین پر آنا، حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے پاس وحی لانا سب ممتنع ہوگا۔“ حضرت عزرائیل علیہ السلام کا ہر

لحظہ آسمان و زمین، بحر و بر و فضا میں کتنے انسان، کتنے جانور، کتنے کیڑے مکوڑے کی کہاں کہاں روئیں قبض فرماتے ہیں وہ تخیل و خیال سے باہر مگر کسی کو سرعت سیر پر استعجاب نہیں ہوتا۔“ پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معراج جسمانی پر استعجاب و استبعاد کیوں؟

پھر ملک العلماء علیہ الرحمۃ نے سرعت سیر پر استعجاب و استبعاد کے پردے کو تار تار کرتے ہوئے حضرت سلیمان علیہ السلام کا ایک درباری، ملک الجبال کی درخواست، حضرت شیخ الشیوخ شیخ ابن سیکندر رضی اللہ عنہ کا ایک سنار مرید، حضرت جنید بغدادی کے ایک مرید، تخت بلقیس کا چشم زدن میں آنا، کے اہم اہم واقعات سے معراج جسمانی پر جس مدبرانہ و محققانہ انداز سے روشنی ڈالی ہے وہ منصف مزاج محققین و مفکرین کے لئے ایک انمول و درنا یا بے ثمن تحفہ ہے۔ مگرین معراج جسمانی کی طرف سے پیش کردہ آیت قرآنی کی توضیح و تشریح میں، آیات و احادیث نبوی اور شعراء عرب کے اقوال و ابیات کے جواہر آبداروں کو کافی مقدار میں جمع فرما کر اس کے افادہ و استفادہ میں چار چاند لگا دیا ہے۔ فرماتے ہیں:

”وما جعلنا الرویا التی ارینک الا لئلا للناس“ میں اللہ تعالیٰ نے ”رویا“ فرمایا۔ ”رویا“ کا اطلاق صرف خواب ہی نہیں، بلکہ جس طرح خواب پر ہوتا ہے، رویت بصری پر بھی ہوتا ہے، مشہور شاعر منہجی کے قول میں ہے ورویاک احلی فی العیون من الغمض یہاں پر رویاک سے روینک مراد ہے، ورنہ شعر بے معنی ہو جائے گا۔“

اسی طرح بخاری اور قرآن مجید کی کافی عبارتوں کو نقل فرما کر ثابت فرمادیا کہ رویاک کا معنی صرف خواب ہی نہیں آتا، بلکہ رویت بصری بھی ہوتا ہے۔ ثانیاً یہ ہے کہ آیت کریمہ کی تفسیر میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ اس ”رویا“ سے مراد روئے عالم حدیبیہ

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی دہلی کی حیات اور علمی خدمات

میں حضور کے وصف عبادت کے ساتھ ساتھ وصف امانت کی طرف بھی اشارہ ہے۔ تو لفظ عبد حضور کے ان دو صفتوں کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی ادائے امانت اور عطاء اجر افراد کی طرف بھی مشعر ہے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ عبادت الہی میں مشغول ہونا دارالقرور سے عالم سرور کی طرف منتقل ہونا ہے۔ اہل تحقیق کے نزدیک عبادت کے تین درجات ہیں، اول اللہ تعالیٰ کی عبادت بامید ثواب یا بخوف عقاب کریں۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس لئے پوجے تاکہ اس کی عبادت سے شرف اور عزت حاصل کریں یا اس کی طرف انتساب کی عزت سے مشرف ہو۔ تیسرا درجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت محض اس لئے کریں کہ وہ اللہ اور خالق ہے اور یہ اس کا بندہ و مخلوق۔ یہ شرف مقامات و اعلیٰ درجات ہے۔ اس کو عبودیت کہتے ہیں اور عبودیت بہت ہی اعلیٰ مقام ہے۔ اگر عبودیت سے بڑھ کر بھی کوئی رتبہ ہوتا، تو اس وقت خاص میں اسی وصف سے خداوند عالم اپنے پیارے محبوب کو موصوف فرماتا۔

حضرت استاذ ابوعلی دقاق فرماتے ہیں یہی وجہ ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے محبوب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کو مخصوص ترین مقام پر اسی مبارک و معزز لقب سے یاد فرمایا اور سبحان الذی اسریٰ بعبدہ اور فاوحی الیٰ عبدہ ما اوحی ارشاد فرمایا۔ تو اگر کوئی رتبہ اس سے زیادہ معزز ہوتا، تو ضرور اس خاص اختصاص کے وقت اسی نام سے یاد فرماتا کیوں کہ کوئی چیز نہ عبودیت سے افضل ہے، نہ کوئی مرتبہ عبودیت سے زیادہ معزز۔“

اس بحث کو حضرت ملک العلماء علیہ الرحمۃ نے اس قدر علمی فکر و نظر، تحقیق و تدقیق کے انمول موتیوں سے مزین و مبرہن کیا ہے، جو بڑی فکر انگیز اور چشم کشا ہے۔ بڑے پر مغز اور بہت ہی پرسوز جامع اور جاندار تحقیق کا گلدستہ اور آئینہ دار ہے۔

ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد رویائے واقعہ بدر ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد واقعات معراج ہیں۔ اذاجہا۔ الاحتمال بطل الاستدلال اس قدر احتمالات و اقوال میں تو اس سے استدلال ہی باطل ہے۔ ثالثاً معراج روحانی کے لئے براق کی کیا ضرورت تھی، اس لئے سواری تو انسان کے جسم کے لئے چاہئے، نہ فقط روح کیلئے، اسی طرح پوری تقریر کا مطالعہ کرتے جائیں، آسان زبان، علمی اسلوب بیان، کہیں بھی کسی طرح کی تشنگی کا احساس نہیں ہوتا ہے، ہر بات حوالوں سے مزین و مدلل ہے۔

ملک العلماء علیہ الرحمۃ کا انداز خطابت جاذب و پرکشش ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت ہی محققانہ و مفکرانہ ہے۔ لفظ ”بعبدہ“ کے عبد و عبودیت پر جس حسین انداز میں گفتگو فرمائی ہے، اس کے مطالعہ سے گلشن ایمان میں ایک تازہ بہار آ جاتی ہے۔ فرماتے ہیں:

”سبحن الذی اسریٰ برسولہ یا نبیہ کیوں نہ فرمایا بعبدہ کیوں فرمایا؟ یعنی مقام مدح میں اعلیٰ وصف رسالت و نبوت قابل ذکر تھا نہ عبودیت کہ یہ تو بظاہر ایک معمولی وصف اور عام وصف ہے۔ اللہ کے بندے تو سب ہیں تو بات یہ ہے کہ کمال انسان کو محبوب بالذات ہے اور انسان کے جملہ احوال سے اکمل و اقویٰ یہ ہے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہو۔ اس لئے کہ اسی سے اس کا قلب نور الہی سے روشن ہوگا اور زبان ذکر و قرأت سے مشرف ہوگی اور اعضاء عبادت الہی کے جمال سے معزز ہوں گے اور اس وصف کے ساتھ مشعر تمام اسمائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں فقط لفظ عبد ہے۔“

دوسری وجہ یہ ہے کہ عبادت امانت ہے، اور ادائے امانت شرعاً عقلاً عرفاً ہر طرح واجب ہے اور منجملہ صفات کمال ایک بہت بڑی صفت ہے اور ادائے امانت احد الجانہین سے دوسری جانب سے ادائے امانت کا سبب ہے۔ تو لفظ عبد کے ساتھ تعبیر کرنے

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رضی اللہ عنہ کی حیات اور علمی خدمات

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر منطبق کیا ہے وہ گلشن ایمان میں ایک تازگی پیدا کرتا ہے۔ آپ نے دل آویز نکات و وجد آفریں حکایات و روایات کو نہایت ہی عرق ریزی سے محققانہ و محدثانہ انداز میں اس طرح جمع فرمایا ہے کہ جس سے علوم و معارف کے چشمے موجزن ہیں۔

سب سے پہلے فاضل بریلوی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی چند نعتیہ اشعار، زمین و زمان تمہارے لئے، مکیں و مکاں تمہارے لئے، یہ چین و چٹاں تمہارے لئے، بنے دو جہاں تمہارے لئے، پیش فرمایا اور پھر کافی آیات و احادیث نبویہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت فرمایا کہ حضور، ساری کائنات کے لئے علت ہیں۔ خواہ غائی ہو یا مادی و صوری لیکن رہے علت فاعلی تو عقیدہ اہل سنت میں فاعل مختار تمام چیزوں کا صرف ذات پاک وحدہ لا شریک ہے۔ اگرچہ مجاز ایسا اطلاق قرآن و حدیث میں وارد ہے لہذا سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو علت فاعلی نہیں جانتا اور حقیقی توحید یہی ہے۔ ساتھ ہی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اول مخلوقات ہیں، آپ کی نبوت سب پر مقدم ہے، باب شفاعت سب سے پہلے آپ ہی کے لئے کھلے گا، اس قسم کے سارے مسائل اور دیگر دوسرے بہت سے ضروری مسائل پر حاصل سیر گفتگو فرمائی ہے۔

الختصر یہ ہے کہ آپ کی تقریر خالصا لوجه اللہ رشد و ہدایت اور دعوت الی الحق کیلئے ہوتی تھی نہ کہ ذریعہ معاش و تجارت۔ موصوف مجموعہ تقریر "تسنویر السراج فی ذکر المعراج" اتنا مفصل جامع اور مسبوط ہے کہ معراج پر لکھے جانے والے دوسرے بیگزوں مضامین سے بے نیاز کر دینے کے لئے کافی ہے۔ معراج پر تحقیق و ریسرچ کرنے والے حضرات کے لئے ایک اہم ترین مآخذ و مصادر اور بقدر ذوق و ظروف اس سے پورا پورا افادہ و استفادہ کرنے کا حسین جمیل مرقع ہے۔ رب تعالیٰ ان چند سطور کو قبول فرمائے امین بجاہ سید المرسلین۔

☆☆☆

موصوف نے مقام عبودیت، وعبدیت، عبادت اور نیکی، صوفیاء کے ہاں توحید کا تصور، رضا باللہ کا مقام، کی لغوی و اصطلاحی تعریف اور شرعی معانی و مفہیم کو بہترین اسلوب بیان میں سمویا ہے۔ عبادت و عبودیت اور عبادت کی وجہ تسمیہ؟ اور اللہ کے نزدیک عبودیت کا مقام و مرتبہ کیا ہے؟ اس وعظ میں جگہ جگہ علامہ موصوف نے صوفیاء اور تصوف کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے اس کی افادیت و اہمیت اور محاسن و کمالات کا اپنی فکری و علمی لب و لہجہ میں بیان فرمایا ہے اور جا بجا منکرین معراج جسمانی، و سرعت سیر پر اپنے مخصوص مفکرانہ اور مدبرانہ انداز میں ضربیں بھی لگائی ہیں۔ الغرض "عبودہ" کے جملہ انواع و اوصاف کو بڑے ہی دلنثیں پر اثر بیان میں بیان فرمایا ہے۔

ملک العلماء علیہ الرحمۃ رجبی شریف کی تقریر میں ایک ایک لفظ پر ۲۲/۲۲ گھنٹے تقریر فرمایا کرتے تھے، صرف لفظ "من" پر مسلسل دو سال تقریر فرمائی ہے۔ خود ہی فرماتے ہیں:

"معزز حضرات! گذشتہ سال میں نے لفظ "من" کے متعلق مضامین بیان کئے تھے۔ اس سال بھی میرا بیان اس لفظ "من" کے متعلق ہوگا۔ گذشتہ سال میں نے "من" کے معنی ابتدائے غایت بیان کر کے اس امر کو دکھایا تھا کہ یہ صفت خاص حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہے۔ آج "من" کے دوسرے معنی تفسیر بیان کرتا ہوں یعنی تبھی تفسیر یعنی علت و سبب کے لئے بھی آتی ہے۔"

اور پھر آیات قرآنی اور شعراء عرب کے بیات سے کافی اشعار پیش کر کے لفظ "من" کے معنی متعین فرمانے کے بعد فلسفیوں کے مسلم بیان علت کی چار قسمیں ہیں، علت غائی، علت صوری، علت مادی، علت فاعلی اور عام فہم کرنے کے لئے اس کی مثالیں بھی اپنے انداز میں پیش کی ہیں، جو کتب فلسفہ میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ حضرت علامہ موصوف نے ان چاروں علتوں کو جس خوبی سے رسول اللہ صلی

حضور ملک العلماء کی علمی وجاہت

ڈاکٹر سراج احمد قادری، ایم اے پی ایچ ڈی، خلیل آباد، سنت کبیر نگر

مجھے یہ جان کر بے پناہ مسرت ہوئی کہ ”انجمن برکات رضا“ رضا جامع مسجد، پھول گلی، ممبئی شاگرد عزیز خلیفہ اعلیٰ حضرت حضور ملک العلماء مفتی سید محمد ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ کی حیات و خدمات پر مشتمل ایک یادگاری مجلہ ”جہان ملک العلماء“ کے نام سے شائع کرنے جا رہی ہے۔ میں نے اس کا اشتہار ماہنامہ ”کنز الایمان“ دہلی میں دیکھا تھا۔ فوراً میں نے انجمن کے ایک فعال و متحرک کارکن مولانا محمد احمد صاحب سے فون پر رابطہ قائم کیا، تو

شخصیت پر کام کا بیڑا اٹھا کر ”انجمن برکات رضا کے کارپردازان نے اپنے آپ کو سعادت مند کیا ہے۔

میں چاہوں گا کہ حضرت پیر طریقت علامہ سید سراج اظہر رضوی صاحب قبلہ اس کو عالمی سطح پر انجام دیں اور پوری دنیا کے پڑھے لکھے طبقے میں حضرت ملک العلماء کی شخصیت کو روشناس کرائیں۔ اُمید ہے کہ وہ دن دور نہیں، جب ملک العلماء کی علمی وجاہت کا پرچم ارباب علم و فضل میں لہرائے گا۔

حضرت ملک العلماء علامہ سید محمد ظفر الدین فاضل

خاندان کے بعض لوگوں نے عبد الحلیم نام تجویز کیا۔ والد ماجد بچوں کے تاریخی نام رکھنے کا ذوق اور فن تاریخ گوئی میں اچھی لیاقت رکھتے تھے، باعتبار سنہ فصلی کہ نواح عظیم آباد پٹنہ میں زیادہ تر وہی رائج تھا۔ تاریخی نام غلام حیدر اور مختار احمد تجویز کئے۔ دوسرے اعزا

رمان سے صاحب
اے رضا ہر کام کا ایک وقت ہے دل کو بھی آرام ہو ہی جائے گا
اپنے آپ میں معنی خیز ہے۔
ملک العلماء علامہ سید محمد ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ کی
شخصیت خلفاء اعلیٰ حضرت میں منفرد المثال ہے۔ ان کی ہمہ جہت

جہان ملک العلماء

حضرت ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدظلہ کی حیات اور علمی خدمات

۱۳۰۲ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا تاریخی نام غلام حیدر ہے۔ (۱)
حضرت مفتی شفیق احمد شریفی کی تحریر میں ایک طرح کا مضمون پایا جاتا ہے، وہ یہ کہ انہوں نے حضرت ملک العلماء کی ولادت ۱۳۰۳ھ کی جگہ پر ۱۳۰۲ھ تحریر فرمایا ہے اور ۱۰ محرم کی جگہ پر ۱۳ محرم کی تحریر فرمایا ہے۔ اس کے ماخذ کی بھی نشان دہی انہوں نے نہیں کی ہے، تذکرہ یا تاریخی کی کتابوں میں اس طرح کی غلطیاں نہ قابل فراموش ہیں۔

حضرت ملک العلماء کا خاندان ایک علم دوست خاندان تھا۔ بالخصوص حضرت ملک العلماء کے والد ماجد جناب عبدالرزاق اشرفی صاحب کی علم دوستی اور ان کی مذہبی رواداری کی جتنی بھی پذیرائی کی جائے وہ کم ہے۔ چنانچہ آپ خود بارگاہ رب العزت میں ہدیہ تشکر پیش کرتے ہوئے اپنے والد ماجد کی علم دوستی کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

”حضرت حق عزت بحسنہ و تعالیٰ شانہ کا ہزار ہزار شکر اس نے میرے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کو مجھے مذہبی عربی تعلیم دلانے کی توفیق بخشی۔ باوجودیکہ بعض خاص اعز و احباب نے حد سے زیادہ اصرار کیا، کہ زمانہ انگریزی سلطنت کا ہے اپنے بچے کو انگریزی تعلیم دلوائیے۔ مگر انہوں نے پرواہ نہ کی اور مجھے مذہبی عربی تعلیم کی طرف متوجہ فرمایا انہیں کی نیک نیتی و خلوص قلبی کا اثر ہے، کہ زمانہ طالب علمی ہی سے دینی خدمات درس و تدریس تالیف و تصنیف

کی خواہش تھی کہ ہمارے رکھے ہوئے نام سے پکارے جائیں، آخر اذا تعارضتسا قط پر عمل ہو کر ظفر الدین نام پر اتفاق رائے ہوا اور وہ عرصے تک اسی نام سے پکارے جاتے رہے۔ جب وہ فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خاں قدس سرہ العزیز کے شاگرد ہوئے، تو انہوں نے ظفر الدین، پر ظفر الدین کو ترجیح دی۔ رسالہ اقلیدس کا خطی نسخہ کتب خانہ خاص میں محفوظ ہے جو شعبان ۱۳۲۲ھ کا مکتوبہ ہے۔ اس کے آخر میں ”سید الفقیر محمد ظفر الدین“ لکھا ہوا ملتا ہے۔ ۱۳۲۳ھ کی ان کے قلم کی ایک تحریر میں ”ظفر الدین احمد“ درج ہے۔ بعد کو وہ محمد ظفر الدین لکھتے رہے اور اسی نام سے وہ مشہور ہوئے۔ ان کی کنیت ابوالبرکات ہے، جیسا کہ متعدد استفتاء کے جوابات اور ان کی مملو کہ کتابوں میں ثبت کی ہوئی مہر سے معلوم ہوتا ہے۔ بریلی کے قیام کے دوران ان کی تحریروں میں کہیں عبید المصطفیٰ کا اضافہ بھی نظر آتا ہے۔ (۱)

حضرت ملک العلماء کی تاریخ ولادت میں قدرے اختلاف پایا جاتا ہے۔ چنانچہ اس اختلاف کو واضح کرتے ہوئے پروفیسر ڈاکٹر مختار الدین احمد اپنی کتاب ”حیات ملک العلماء“ میں فٹ نوٹ کے تحت تحریر فرماتے ہیں:

”ان کی کتاب یادداشت میں ایک جگہ ان کے قلم سے تاریخ ولادت ۱۲ محرم الحرام مطابق ۲۳ اکتوبر لکھا ہوا ملتا ہے، جو مشہور تاریخ ولادت سے ۴ دنوں کا فرق ظاہر کرتا ہے۔“ (۲)

جہان ملک العلماء

حضرت ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی بٹیکہ کی حیات اور علمی خدمات

آفتاب کو چراغ دکھانے کے مانند ہے اس لئے کہ جس کی علمی
وجاہت و فضیلت کی پذیرائی وقت کے امام و مجدد حضور سیدی اعلیٰ
حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے کی ہو تو اب اس
کے بعد پچتا ہی کیا ہے۔ حضرت ملک العلماء کی عمق پریت ان کی راسخ
لہ وقت۔ یکتائے ہونے مذرا کرتے ہوئے

اٹھ گیا۔ فقیر نے بتوفیق قدیر اس کا احیاء کیا اور سات صاحب بنانا
چاہے جس میں بعض نے انتقال کیا۔ اکثر اس کی صعوبت سے چھوڑ
کر بیٹھے۔ انہوں نے بقدر کفایت اخذ کیا اور اب میرے یہاں کے
اوقات طلوع و غروب و نصف النہار ہر روز تاریخ کے لئے اور جملہ
کلیئے بنا پتے ہیں۔ فقیر آ

- اور اس کے علاوہ افتاء میں میرے معین ہیں میں نہیں کہتا کہ جنسی
درخواستیں آئی ہوں سب سے زائد ہیں مگر اتنا ضرور کہوں گا۔
- (۱) سنی خالص نہایت صحیح العقیدہ ہادی و مہدی ہیں۔
 - (۲) تمام درسیات میں بہ فضلہ تعالیٰ عاجز نہیں۔
 - (۳) مفتی ہیں۔
 - (۴) مصنف ہیں۔
 - (۵) واعظ ہیں۔
 - (۶) مناظرہ بعونہ تعالیٰ کر سکتے ہیں۔
 - (۷) علمائے زمانہ میں علم توقیت سے تہا آگاہ ہیں۔
- امام ابن حجر کی نے زواج میں اس علم کو فرض کفایہ لکھا
ہے۔ اور اب ہند بلکہ عامہ بلاد میں یہ علم علماء بلکہ عامہ مسلمین سے
- ملک العلماء کی پذیرائی فرمائی ہے۔
حضرت مجدد اعظم امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ
کی زبان و قلم سے نکلے ہوئے یہ جملے جب مطالعہ کے مرحلے سے
گذر کر شعور و احساس کی منزل سے گزرتے ہیں، تو جسم ان کی علمی
جلالت کی ہیبت سے کانپ اٹھتا ہے، رو گئے کھڑے ہو جاتے ہیں،
اور بے ساختہ حیرت و استعجاب کے عالم میں زبان سے یہ کلمہ نکل ہی
پڑتا ہے۔ اللہ اکبر عظیم تھا ان کا علم۔ چنانچہ ملک العلماء کی حیات کا
ایک عظیم گوشہ ملاحظہ فرمائیں۔ جو ان کی علمی وجاہت کا آئینہ دار
ہے۔ چنانچہ ملک العلماء خود تحریر فرماتے ہیں:
- ”علم تکسیر بھی اس زمانے میں انہیں علوم میں سے ہے
جس کے جاننے والے ہر صوبہ میں ایک دو شخص ہوں گے۔ عوام کو

جہان ملک العلماء

حضرت ملک العلماء امام احمد رضا رحمہ اللہ عظیم آبادی شہک حیات اور علم خدمات

اس سے کیا دلچسپی علماء کو اس سے کیا غرض مشائخ کرام جس کے یہاں کی اور جس کے کام کی چیز ہے، بیکڑے میں اسی ایسی ملیں گے جو اپنے مشائخ کے مجموعہ اعمال یا مجربات دوسری یا "نافع الخلائق" سے نقوش لئے سیدھے باقاعدہ یا بے قاعدہ لکھ دینا کافی سمجھتے ہیں۔ ۱۸-۱۹ فی صدی نقش مثلث یا مربع قاعدہ مشہورہ سے بھر لینا جانتے ہیں اور پوری چال سے نقوش بھرنا تو شاید چار پانچ سو میں دو ایک ہی کا حصہ ہوگا۔ عرصہ کی بات ہے کہ ایک شاہ صاحب مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ تشریف لائے اور محبت محترم حانی دین واقف علوم عقلیہ و نقلیہ مولانا مقبول احمد خاں صاحب در بھنگوی مدرس مدرسہ کے یہاں مہمان ہوئے اور اپنی عزت بنانے، وقار جمانے کو ادھر ادھر کی بات کرتے ہوئے فن نگسیر کی واقفیت کا ذکر کیا۔ مولوی صاحب بہت ظریف طبیعت ہیں یہ سن کر ایسا اندازہ ہوتا ہے جس سے شاہ صاحب نے سمجھا کہ میرے فن دانی کے قائل اور معتقد ہوئے۔ چنانچہ مہینہ دو مہینہ میں ایک پھیرا ادھر ان کا ہونے لگا اور مولانا کے یہاں ایک دو وقت قیام ضرور کرتے۔ یہ بھی مہمان نوازی فرماتے جب ان کی ڈینگ بہت بڑھی تو ایک دن بہت ہوئی زبان سے فرمایا میرے مدرسہ میں بھی ایک مدرس مولانا ظفر الدین صاحب ہیں وہ بھی فن نگسیر جانتے ہیں۔ بہت حیرت ہوئی وہ تو سمجھ رہے تھے کہ مولانا مقبول خاں صاحب کے علم میں دنیا میں ہی ایک نگسیر جاننے والا ہوں اور الی وجہ سے ایسے زبردست معقولی ہونے پر بھی میری عزت کرتے ہیں۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ اسی پٹنہ میں مولانا کے دوستوں میں اسی مدرسہ کے مدرسوں میں ایک شخص فن نگسیر جانتے ہیں تو حیرت کی حد نہ رہی۔ بولے کہ ان سے میری ملاقات کر ادیتجئے گا۔ انہوں نے کہا اچھا وہ تو روزانہ مدرسہ کے وقت ۱۰ بجے مدرسہ تشریف لاتے ہیں اور ۴ بجے دریا پور واپس

جاتے ہیں۔ چنانچہ ایک دن مولوی صاحب موصوف شاہ صاحب کے لئے ہوئے میرے پاس تشریف لائے اور ان کا تعارف کرنا شروع ہوئے بہت کی خوبیاں کرتے ہوئے خاص انداز سے فرمایا کہ مدرسہ سے بڑا کمال آپ کا یہ ہے کہ آپ فن نگسیر جانتے ہیں۔ میں نے کہا کہ اس سے بڑھ کر اور کیا کمال ہوگا، کہ آپ وہ فن جانتے ہیں جس کے جاننے والے روئے زمین سے معدوم و مفقود نہیں ہو سکتے۔ قلیل الوجود ضرور ہیں۔ اس پر شاہ صاحب نے فرمایا، کہ مجھے معلوم ہوا ہے، کہ جناب کو بھی فن نگسیر کا علم ہے۔ میں نے کہا کہ یہ مجھے معلوم محض حسن ظن ہے۔ کسی فن کے چند قواعد کا جان لینا فن کی واقفیت نہیں کہلاتی ہے ہاں اس فن سے ایک گونہ دلچسپی ضرور ہے۔ اس کے بعد میں نے ان شاہ صاحب سے پوچھا کہ جناب مربع کتنے طریقے سے بھرتے ہیں۔ بہت فخر سے فرمایا سولہ طریقے سے، میں نے کہا بس، اس پر فرمایا اور آپ، میں نے کہا گیارہ سو باون طریقے سے بولے سچ، میں نے کہا جھوٹ کہنا ہوتا، تو کیا لاکھ دو لاکھ کا کھد مجھے معلوم نہیں تھا۔ گیارہ سو باون کی کیا خصوصیت تھی۔ یہ کہا میرے سامنے بھر سکتے ہیں میں نے کہا کہ ضرور بلکہ میں نے بھر کر رکھ دیا ہے۔ آج ۳ بجے میرے ساتھ دریا پور تشریف لے جائیں، مولانا مقبول احمد خاں صاحب کو بھی میں دعوت دیتا ہوں وہیں ناشتہ چائے چلے وہ کتاب میں حاضر کر دوں گا۔ ایک ہی نقش ہے جو اتنے طریقوں سے بھرا ہوا ہے۔ جس میں کوئی ایک دوسرے سے ملتا ہوا نہیں ہے۔ پوچھا کن سے سیکھا ہے میں نے اعلیٰ حضرت امام اہلسنت کا نام لیا۔ حضرت کے معتقد تھے، نام سن کر ان کو یقین ہو گیا۔ مگر پوچھا اور اعلیٰ حضرت کتنے طریقوں سے بھرتے ہیں۔ میں نے کہا تیس سو طریقے سے۔ کہا کہ آپ نے اور کیوں نہیں سیکھا۔ میں نے کہا وہ تو علم کے دریا نہیں سمندر ہیں۔ جس فن کا ذکر آیا انکی

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدظلہ کی حیات اور علمی خدمات

مفتگو فرماتے کہ معلوم ہوتا ہے کہ عمر بھر اسی علم کو سیکھا ہے اور اسی کی کتاب بنی فرمائی ہے۔ ان کے علوم کو میں کہاں تک حاصل کر سکتا ہوں۔ آخر ۴ بجے وہ میرے ساتھ دریا پور تشریف لائے اور وہ کاغذ جس پر میں نے وہ نقوش لکھے تھے ملاحظہ فرمایا۔ بہت تعجب سے دیکھتے رہے اور اعلیٰ حضرت کی زیارت کے مشتاق ہو کر بعد مغرب واپس ہوئے۔ (۷)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی زبان فیض رسا سے نکلا ہوا دعائیہ شعر:

میرے ظفر کو اپنی ظفر دے
اس سے شکستیں کھاتے یہ ہیں

کس قدر بارگاہ رب العزت میں مستجاب ہوا۔ سبحان اللہ جناب شاہ صاحب جن کو علم تکسیر دانی میں طمطراق تھا۔ وہ اپنی ساری طمطراقی بھول گئے اور ملک العلماء علامہ سید محمد ظفر الدین فاضل بہاری رحمۃ اللہ علیہ کی علمی وجاہت و سر بلندی کے دل کی گہرائیوں سے معترف ہو گئے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خداے بخشنده

حضرت ملک العلماء نے اپنے علم سے خود تو فائدہ اٹھایا ہی، دوسروں کو بھی فیض یاب کیا۔ آپ کی علمی وجاہت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ متحدہ ہندوستان کے مختلف مقامات سے فنون بیت و علم توقیت سے متعلق حضرات آپ کے رابطے میں رہتے تھے۔ چنانچہ پروفیسر ڈاکٹر مختار الدین احمد صاحب رقم طراز ہیں:

”متحدہ ہندوستان کے مختلف مقامات سے فنون بیت و توقیت سے دلچسپی رکھنے والے حضرات خاصی تعداد میں مولانا سے بذریعہ خط و کتابت اپنا علمی شوق پورا کرتے رہے۔ ان میں مولانا

مفتی محمد عظیم الاحسان استاد مدرسہ عالیہ ڈھاکہ، حاجی محمد ظہور نعیمی مراد آباد (مرید سید العلماء مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ) کے استفسارات کے جواب میں متعدد مخطوط مجموعہ مکتوبات میں محفوظ ہیں۔ جن علماء نے پٹنہ میں قیام کر کے ان سے یہ علوم سیکھے ان میں مولانا حافظ عبدالرؤف مدرس مدرسہ مظہر اسلام بریلی، نائب شیخ الحدیث مدرسہ اشرفیہ مبارکپور (متوفی ۱۹۷۱ء) مولانا نظام الدین بلیاوی مدرس مدرسہ سبحانیہ الہ آباد اور مولانا یحییٰ بلیاوی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔“ (۹)

ملک العلماء کو مختلف علوم و فنون میں درک و ملکہ حاصل تھا۔ جہاں وہ ایک بہترین مصنف و مولف کی حیثیت سے اپنی علمی عظمت کا لوہا ارباب علم و فضل سے منوار ہے تھے۔ وہیں ان کی عظمت کا پرچم ایک مترجم کی حیثیت سے بھی آسمان علم و ادب میں لہرا رہا تھا۔ ان کی ایک مترجم کاوش ”الخیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفہ العمان“ میری نظر سے گذر چکی ہے۔ اپنے زمانے کے جید عالم دین کی اس کتاب کا ترجمہ بہت ہی نفیس و سلیس انداز میں فرمایا ہے۔ اس کو پڑھنے کے بعد طبیعت خوش ہو جاتی ہے۔ اس کتاب کے آخر میں حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور زمانہ قصیدہ، قصیدہ نعمانیہ ہے۔ جس کا ترجمہ حضرت ملک العلماء نے اردو نظم میں فرمایا ہے۔ جس میں انہوں نے ترجمہ نگاری کے جملہ اوصاف کو ملحوظ رکھا ہے۔ جسے اردو ادب کا عظیم سرمایہ قرار دیا جاسکتا ہے۔ حضرت ملک العلماء رحمۃ اللہ علیہ کی یہ کاوش ان کی علمی وجاہت و سر بلندی کی آئینہ دار ہے۔ ملاحظہ فرمائیں چند اشعار

(۱) یا سید السادات جنتک قاصداً

ارجعوا رضاک و احتمی بحماک

یا رسول اللہ بندہ حاضر در بار ہے

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رضی اللہ عنہ کی حیات اور علمی خدمات

- ۱) افضل المدارس، الہ آباد ص ۲۸۰
 (۴) حیات اعلیٰ حضرت، علامہ محمد ظفر الدین بہاری، قادری بک
 ڈپو، نوحہ مسجد، بریلی، ص ۱۰۰
 (۵) حیات اعلیٰ حضرت، علامہ محمد ظفر الدین بہاری، قادری بک
 ڈپو، نوحہ مسجد، بریلی، ص ۲۳۴
 (۶) ماہنامہ اشرفیہ، صدر الشریعہ نمبر، ماہ اکتوبر، نومبر، ۱۹۹۵ء، الجلد
 الاشرفیہ مبارکپور، اعظم گڑھ، ص ۶۱
 (۷) حیات اعلیٰ حضرت، علامہ محمد ظفر الدین بہاری، قادری بک
 ڈپو، نوحہ مسجد بریلی ص ۱۶۱/۱۶۲

- (۸) الاستمداد، امام احمد رضا بریلوی، قادری بک ڈپو، بریلی ص ۸۹
 (۹) حیات ملک العلماء، ڈاکٹر مختار الدین احمد، ادارہ معارف
 نعمانیہ، لاہور ص ۱۶
 (۱۰) الخیرات الحسان اردو ترجمہ علامہ ظفر الدین بہاری، المکتبۃ
 الحقیقہ، استاد بقول، ترکی ص ۱۹۴

☆☆☆

- آپ کی خوشنودی و حفظ و امان درکار ہے
 (۲) واللہ یا خیر الخلائق ان لی
 قلتاً شو قلاً لا یروم سواک
 ہے میرے پہلو میں یا خیر الخلائق ایسا دل
 جو ہے شیدا آپ کا اور غیر سے بیزار ہے
 (۳) و بحق جاہک انسی بک مغرم
 واللہ یعلم انسی اہواک (۱۰)
 آپ کی عظمت میں کھا کر قسم کہتا ہوں سچ
 یہ دل عاشق شراب عشق سے سرشار ہے

ماخذ و مراجع:

- (۱) حیات ملک العلماء، ڈاکٹر مختار الدین احمد، ادارہ معارف
 نعمانیہ، لاہور ص ۱۰/۹
 (۲) حیات ملک العلماء، ڈاکٹر مختار الدین احمد، ادارہ معارف
 نعمانیہ، لاہور ص ۹
 (۳) تذکرہ اکابر اہل سنت مفتی شفیق احمد شریفی۔ دارالمصنفین

سرزمین ممبئی پر ”مسک اعلیٰ حضرت“ کا سچا پاسبان و ترجمان

دارالعلوم فیضان مفتی اعظم

جہاں حفظ و قرأت سے لے کر فضیلت تک کی تعلیم مستند اساتذہ کرام کی نگرانی میں دی جاتی ہے۔ ساتھ ہی عصر حاضر کے مد نظر کمپیوٹر کی بھی شاندار تعلیم دی جاتی ہے۔ اپنے بچوں کو داخل کرا کر سچا دین کا پاسبان و مسک اعلیٰ حضرت کا ترجمان بنائیں۔

022 65787841

پتہ درابطہ نمبر: سید ابوالہاشم اسٹریٹ، پھول گلی، ممبئی ۳۔ 09869197521

ملک العلماء کی عہد ساز شخصیت

از قلم: مولانا محمد توفیق احسن برکاتی مصباحی، ممبئی

اب دین کیسے پھیلے گا؟ حق کا اجالا کیوں کر عام ہوگا؟ باطل سے مقابلہ آرائی کس کے ذمہ ہے؟ خدا کی معرفت کا جام کون پلائے گا؟ سلسلہ نبوت و رسالت تو ختم ہو گیا، کیا اب بندوں کو احکامات الہیہ سے آگاہ نہیں ہونا ہے؟ کیا پیدا شدہ آوارگی کا سدباب نہیں ہوگا؟ اب دین کا قائد کون منتخب ہوگا؟ قائد ضرورت کی چیز ہے ضرور اس کا انتخاب عمل میں آئے گا۔ بندوں کو بے قائد نہیں چھوڑا جائے گا۔ اللہ و رسول عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم نے علمائے حق کو انبیاء کی وراثت دے کر قیادت کا سہرا ان کے سر پر ڈال دیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرِثَةُ الْاَنْبِيَاءِ۔ علمائے امت انبیاء کے وارث ہیں۔ (مشکوٰۃ)

سلسلہ نبوت کے اختتام پذیر ہونے کے بعد کائنات کی سب سے عظیم ذمہ داری علمائے امت نبھائیں گے۔ اب قدرت کی جانب سے انبیاء کا انتخاب نہیں ہوگا۔ اب علماء منتخب کئے جائیں گے انھیں مشیت ربانی سے آگاہ کیا جائے گا۔ قرآن میں انما یتخس اللہ من عبادہ العلماء۔ تو انھیں کی خصوصیت کا واضح بیان ہے۔ اور علماء کی قیادت مجددین کے سپرد ہوگی۔ حدیث شریف: ان اللہ عزوجل یبعث لہذہ الائمة علی راس کل مائۃ سنة من یجدد لہا دینہا رواہ ابو داؤد (مشکوٰۃ) میں اسی قیادت کی جانب اشارہ ہے۔

تجدید دین کے لئے مجددین منتخب ہوں گے۔ دین و سنت کا احیاء ہوگا، اسلام کی تعمیر و ترویج ہوگی۔ بدعات و خرافات کا استیصال ہوگا۔ اسلامی رسنوم کو رواج دیا جائے گا۔ مجددین کا انتخاب

اللہ جل شانہ اپنی شانہ کریمی سے بندوں میں سے جب کسی کا انتخاب فرماتا ہے تو وہ انتخاب بڑا عظیم ہوتا ہے۔ زمانہ بے چوں چرا سے قبول کرتا ہے۔ اس انتخاب پر کسی کو اعتراض کا ذرہ بھر کوئی حق نہیں ہوتا۔ وہ خالق حقیقی ہے، مالک و مولیٰ ہے، علیم و خبیر ہے، سمیع و بصیر ہے۔ اس کی نگاہ قدرت سے کوئی ذرہ راز نہیں رہتا۔ عالم الغیب والشہادہ اسی کا خاصا ہے۔ وہ سب کچھ جانتا، پہچانتا ہے۔ دلی کیفیات اور روادات قلب تک سے واقفیت ہے۔ انبیاء و مرسلین کو اسی نے منتخب فرمایا۔ اپنے بندوں میں سے چنا۔ اس انتخاب میں کائنات کی کایا پلٹ دی۔ دنیا نے رب کو جانا، حق کو پہچانا، اجالا پھیلایا، تیرگی دور و نفور ہوئی۔

قدرت کا یہ عمل انتخاب تا قیامت جاری رہے گا۔ قائد کی نشان دہی اسکے ذمہ کرم پر ہے، رہبر و رہنما سے ہی چننا ہے۔ انبیاء چنے گئے، مرسلین کا چناؤ ہوا۔ بالآخر نبوت و رسالت کا یہ سلسلہ حضرت آدم علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے شروع ہو کر حضور سید الانبیاء والمرسلین خاتم النبیین علیہ افضل الصلوٰت والتسلیم پر منتهی ہو گیا۔ حضور کے بعد اب کوئی نیا نبی نیا رسول بن کر نہیں آئے گا۔ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت و رسالت کا دائرہ قیامت تک کے لئے وسیع کر دیا گیا۔

حضور سرور کائنات ﷺ کا اس ظاہری دنیا سے وصال ہوا، انکے اصحاب کے ادوار گزرے، خیر القرون اختتام پذیر ہوا۔

جہان ملک العلماء

بھی بڑا عظیم انتخاب ہے۔

آج ہمیں جس دور کے انتخاب پر کلام کرنا ہے وہ دور چودھویں صدی ہجری اور بیسویں صدی عیسوی کا ہے، اس صدی میں تجدید دین و احیائے سنت کے مقدس اور عظیم الشان ذمہ داری پوری کرنے کے لئے بریلی کی سرزمین پر بھیجے جانے والے اللہ عزوجل کے اس انتخاب کا نام ”امام احمد رضا“ ہے اور اس مجدد و فقیہ کے افکار، نظریات، تعلیمات، ارشادات، فرمودات، تصنیفات، تحقیقات کی اشاعت و تحقیق کے لئے کوشاں رہنے والے انتخاب کا نام ”ملک العلماء علامہ سید ظفر الدین قادری رضوی“ ہے۔

یہ دونوں انتخابات یقیناً بڑے ہمہ گیر اور تاریخی ہیں۔ علامہ مفتی نقی علی خان قادری قدس سرہ کے گھر میں جس بچہ نے آنکھیں کھولیں، اسے خدائے وحدہ لا شریک نے ”مجدد اعظم“ بنا دیا اور علامہ سید محمد ظفر الدین قادری کو ”ملک العلماء“ بنا دیا۔ بات اگرچہ طویل ہوگئی، مگر کام کی لگتی ہے۔ اس لئے انتخاب کا پس منظر اچھی طرح جان لینا ضروری ہے، کیوں نہ ہو، قدرت کا انتخاب ہے۔

ہم اہل سنت و جماعت فیض و کرم اور کرامت و اختیار پر یقین رکھتے ہیں۔ سلسلہ کی پختگی سے فیض و عرفان کے آبشار پھوٹتے ہیں، نور و نکبت کا سا سائبان نصیب ہوتا ہے۔ یہی فیض و کرم ہمارے لئے سرمایہ آخرت ہے۔ یہی نسبت ہماری کل پونجی ہے، کارناموں پر یقین نہیں کیا جاسکتا۔ اعمال میں شکوک و شبہات ہو سکتے ہیں۔ مگر نسبت و ارادت تو یقین کرنے کی چیز ہے۔ بے شک مبداء فیض فیض و عرفان اور نسبت کا یقین و احترام رکھنے والوں پر مہربان ہوگا۔ اس کی رحمت کاملہ مترشح ہوگی۔ ہم نے جس انتخاب کو موضوع تحریر بنایا ہے۔ وہ انتخاب بھی اسی سلسلہ فیض و نسبت کی ایک اہم کڑی ہے۔ بلکہ اصل الاصول ہے۔ ولی کے حیرت انگیز

کارنامے کرامت بنتے ہیں اور ولی خود اپنے نبی کا معجزہ ہوا کرتا ہے۔ لائق و فائق مرید اور خلیفہ سے بھی بڑا کوئی کارنامہ ہو سکتا ہے۔ بلند اقبال مرید جس پر پیر و مرشد کو بھی فخر و اعتماد ہو اور پیر زادے بھی اس پر اعتماد و یقین کی بنیاد رکھتے ہوں۔ وہ شاگرد جس پر استاد کو بھی بھرپور اعتماد ہو اور استاد زادے بھی اعتماد کا مظاہرہ کر رہے ہوں۔ بے شک امام احمد رضا آیات من آیات اللہ عزوجل و معجزہ من معجزات رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں اور آپ کے مرید، خلیفہ و شاگرد حضور ملک العلماء ولی برحق، مرد حق آگاہ، مجدد اعظم کی تابندہ کرامت ہیں۔

کرامتیں تاریخ کا اہم اور زریں ورق ہوتی ہیں، زمانہ ان کی شناخت بنتا ہے۔ وہ بھی زمانہ کی پہچان کی شکل میں متعارف ہوتی ہیں۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی زمانے کی شناخت کا نام ہے اور حضور ملک العلماء، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی شناخت و تعارف کا نام ہے۔ مالیکاؤں کے ڈاکٹر محمد حسین شاہد رضوی نے حضور ملک العلماء کو رضویات کے موسس اول قرار دیا۔ اس کے قبل رضویات ایک نیا موضوع بن کر ابھرا، دنیائے علم و دانش حیرت میں پڑ گئی، بدعتیں بڑھتی جا رہی ہیں، نئے نئے موضوعات جڑ پکڑ رہے ہیں۔ یہ رضویات کہاں سے ٹپک پڑا؟ دین کے محقق بنو، اسلام کے مبلغ بنو، رضویات کے چکر میں مت پڑو۔ اس کی تحقیق میں وقت مت گنواؤ۔ انھیں مغالطہ ہوا نہیں ہے۔ دنیا والوں کو مغالطہ سرگشتہ رکھنا مقصود ہے۔ کہیں دنیا بھٹک نہ جائے، حقیقت بے نقاب نہ ہو جائے، حق واضح اور نمایاں نہ ہو جائے۔ رضویات کیا کوئی بلا ہے؟ مصیبت ہے؟ قرآن و سنت اجماع و قیاس کے علاوہ کوئی اصل ملتی ہے؟ دین و مذہب، وحدانیت و رسالت کے حوالے نہیں ہیں؟ کیا اس میں اسلام مبین، ایمان مبین قرآنی مباحث نہیں؟ ضرور ہیں۔

مسلمانوں کی نماز، روزہ کو ان کے متعینہ اوقات پر ادا کرنے کا کلیہ عطا کیا اور اس کی تدوین و تحقیق کی شعوری کاوش کی، یقیناً انھیں اس اہم کام کا بہترین اجر اللہ عزوجل اپنی شان کریمی کے لائق عطا فرمائے گا۔

حضور ملک العلماء علیہ الرحمہ کی تالیفات و تصنیفات کی تعداد ستر سے متجاوز ہے۔ بعض عربی زبان میں ہیں، جب کہ زیادہ تر کتابیں اردو زبان میں لکھی گئی ہیں، جن کے فنون اور موضوعات میں حدیث، اصول حدیث، فقہ و اصول فقہ، تاریخ، سیرت، فضائل، صرف و نحو، منطق، فلسفہ، کلام، ہیئت، توفیق تکبیر اور مناظرہ خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ ہم بطور خصوص ان کی ایک اہم بلکہ سب سے اہم کتاب کا ذکر کریں گے۔ جس کی تالیف میں عمر کا بڑا حصہ انھوں نے صرف کیا۔ یقیناً یہ بڑا تاریخی کارنامہ ہے

رضویات تو اسلام کی نکھری نکھری تعلیمات کے دوسرے حوالے کا نام ہے، نام بدلنے سے حقیقت میں تبدیلی نہیں آجاتی مجددین کی تجدید کرتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ نیا دین پیش کرتا ہے۔ بلکہ تجدید کا مفہوم اس کی روح میں جان پھونکنا، اس کو سنوارنا، نکھارنا اور اس کا احیا ہے۔

فکر رضا اسلامی افکار و تعلیمات کی ترجمان ہے۔ افکار رضا کو پھیلانا، اسلامی افکار کو بڑھاوا دینے کے مترادف ہے۔ گویا ملک العلماء قدس سرہ نے افکار رضا، تعلیمات رضا کی تحقیق و تاسیس کے ذریعہ اسلام کی بنیادی تعلیمات و عقائد کو محقق کیا ہے، عام کیا ہے۔ دین کی بقا اور اس کے تحفظ کے لئے کوشش کی ہے۔ فکر رضا کی ایک جھلک ہم بھی پیش کر دیتے ہیں۔ دینی تعلیمات پر کما حقہ عمل کرنے میں جن جن علوم و فنون کی ضرورت پیش آتی ہے۔ ان کا سیکھنا

ہندوستان کے مدارس اسلامیہ میں عام طور پر اس سہ، مشکوٰۃ المصابیح اور بلوغ المرام وغیرہ کا درس دیا جاتا ہے۔ درس نظامی میں بھی یہی کتب احادیث میں رائج ہیں ان کے مؤلفین شافعی المسلک ہیں اور ان کتابوں میں زیادہ تر وہی احادیث ملتی ہیں، جو شافعی مسلک کی مؤید ہیں۔ ان میں مختلف فیہ مسائل کے متعلق وہی

۱۳۳۵ھ اور مؤذن الاوقات ۱۳۳۵ھ اس لی زندہ مثال اور بہترین یادگار ہے۔ یہ کوئی چھوٹا موٹا کارنامہ نہیں ہے۔ بلکہ اس کی عظمت، اہمیت، ضرورت تاریخت اپنے اندر ایک جہان سمیٹے ہوئے ہے اور حضور ملک العلماء اس میدان میں انفرادی نشان رکھتے ہیں۔

جهان ملك العلماء

حضور ملك العلماء امام العصر سيد محمد ظفر الدين عظيم آبادی شہ کی حیات اور علمی خدمات

روایات درج کی گئی ہیں یا ان کو ترجیح و تقدیم دی گئی ہے جو ان محدثین کے مسلک کے مؤید ہیں، مختارات مذہب حنفی کی بنیاد جن اخبار و آثار پر ہے۔ ان کا ذکر نہیں کیا گیا یا گیا تو رد و انکار کے ساتھ۔ شرحیں اور حواشی بھی انہیں کتابوں کے لکھے گئے اور کچھ اردو ترجمے بھی ہوئے تو انہی کتب حدیث کے۔ اس طرح غیر منقسم ہندوستان میں کئی صدیوں تک شافعی علماء کے تیار کردہ احادیث کے مجموعوں کی ترویج و اشاعت ہوتی رہی۔

گیارہویں صدی ہجری میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۹۵۸-۱۰۵۲ھ) شاید پہلے حنفی عالم ہیں۔ جنہوں نے مسلک احناف کی تائید میں ایک مجموعہ احادیث فتح المنان فی تائید مذہب النعمان کے نام سے مرتب کیا۔ اس کے بعد علامہ سید مرتضیٰ زبیدی بلگرامی (۱۱۴۵-۱۲۰۵ھ) نے عقود الجواهر المنیفة فی ادلة امام ابی حنیفة تصنیف کی۔ یہ دونوں رسالے مسلک حنفی کی تائید میں لکھے گئے۔

خالص محدثانہ انداز میں حنفی نقطہ نظر سے ہندوستان میں جو پہلا مجموعہ احادیث مرتب ہوا۔ وہ ظہیر احسن شوق نیوی بہاری (۱۲۷۸-۱۳۲۲ھ) کی آثار السنن ہے۔ یہ کتاب ۱۳۱۸ھ میں ۳۱۱ صفحات پر قومی پریس لکھنؤ میں چھپی۔ فسوس کے یہ مکمل نہ ہو سکی۔ کتاب کا خاتمہ باب فی زیارة قبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اچانک ختم ہو گیا۔ اس کے بعد کے ابواب وہ لکھنا چاہتے تھے۔ لیکن بوجہ اس

کا سارا ممکن الحصول مجموعہ کھنگال کر صرف وہی احادیث صحیحہ جمع کرنے کا بیڑہ اٹھایا۔ جو موید مسلک اہل سنت و احناف ہوں اور حنفی کا ماخذ و مصدر۔ انہوں نے وہ تمام روایات جمع کیں جن پر مذہب حنفی کی عمارت کھڑی کی گئی ہے اور حتی الامکان فقہ حنفی کا شاید ہی کوئی مسئلہ ایسا رہا ہو جس کی سند و اشتہاد میں کوئی خبر اور اثر پیش نہیں کیا گیا ہو۔ (حیات ملک العلماء مطبوعہ ممبئی ص ۳۸)

یہ فقط ایک بچہ نہیں جو اپنے باپ کی تعریف و توصیف میں قلم چلا رہا ہے، بلکہ ایک نامور مورخ و محقق ہے جو صداقت و حقیقت کا ایک صحیح پیرا پیش کر رہا ہے۔ یقیناً صحیح البہاری ایک عظیم تاریخی کام ہے، جو احادیث نبویہ کا انسائیکلو پیڈیا تسلیم کئے جانے کا حق رکھتا ہے۔ یہ بھی اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز کے اثر خامہ کی جلوہ سامانیاں ہیں۔ جو نئی نئی شکل و صورت میں چمک رہی ہیں۔ مجدد اعظم، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کی ذات حق و باطل کے درمیان خط امتیاز کا درجہ رکھتی ہے۔ ان کے افکار حق کی پہچان ہیں۔ ان کی تعلیمات میں صداقت کا عنصر شیدہ ہے۔ ان کی شخصیت سواد اعظم اہل سنت و جماعت کی مرکز مصدر ہے۔ حضور ملک العلماء علیہ الرحمہ نے اس نشان کو ہمیشہ بان رکھا۔ اس امتیاز کو لے کر چلتے رہے۔ جہاں کہیں بھی رہے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا نام ان کی زبان پر رہا۔ میدان تدریس، تحقیق، تصنیف، تبلیغ، مناظرہ و غمہ میں ان کا رضا کرنا

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رحمہ اللہ کی حیات اور علمی خدمات

لیکن اجنبی ماحول، اجنبیوں کے درمیان یا مخالفین کی جمعیت میں ان کی زبان گنگ ہو جاتی ہے، اسے جرات نہیں کہتے۔ جرات تو یہ ہے کہ مخالفین کے درمیان رہ کر اپنے محسن کو یاد رکھا جائے، اس کا ذکر کیا جائے۔ اس کے افکار و تعلیمات کے اظہار و ابلاغ میں کوئی مصلحت بے جا رکاوٹ نہ بننے پائے۔ حضور ملک العلماء نے یہی کیا۔ جہاں کہیں رہے لبوں پر امام احمد رضا کا نغمہ رہا، فکر رضا کے گن گاتے رہے۔ مسلک اعلیٰ حضرت کا نعرہ بلند کرتے رہے۔ جس وقت وہ مدرسہ شمس الہدیٰ پنشنہ میں مدرس کے عہدے پر فائز تھے۔ وہاں کے اساتذہ میں کچھ بد مذہب بھی تھے۔ مگر وہاں بھی انھوں نے دب کر کوئی کام نہ کیا، مذہب حق کی ترجمانی و نمائندگی کی، امام احمد رضا کی تعلیمات کو پھیلانے کا ذوق و شوق اپنی کر نہیں بکھیرتا رہا۔ یہ بھی ایک تاریخی کارنامہ ہی کہا جاسکتا ہے جن میں حضور ملک العلماء کو انفرادیت حاصل رہی۔

گذشتہ سطور میں بات آئی تھی کہ حضور ملک العلماء رضویات کے مؤسس اوّل ہیں، واقعی بڑی دل لگتی بات ہے۔ واقعیت سے میل کھاتی ہے۔ دین، مذہب، خدا کی عبادت اور معرفت، حق و صداقت، اسلامی تعلیمات و احکامات سب ذات مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارد گرد گردش کرتے ہیں۔ حتیٰ کے خدا شناسی بھی اسی ذات اعلیٰ صفات کا احسان عظیم ہے۔ ایمان، ایقان، روح ایمان، اصل ایمان، حاصل ایمان محبت رسول ﷺ تو ذات رسول ہی ہے۔

دین کی اشاعت و تبلیغ کا ایک طریقہ یہ ہے کہ قرآن و حدیث کی روشنی میں اس کی حقانیت لوگوں کے دلوں میں اتار دی جائے۔ اسلامی احکامات و خدائی پیغامات سے انھیں آگاہ کر دیا جائے، اوامر و نواہی کی پوری تفصیل بتادی جائے اوامر کی بجا آوری پر

اجر و ثواب اور خلاف ورزی پر عتاب و عذاب کے ارشادات سنا دیئے جائیں۔ ثواب اخروی و عذاب اخروی کی حقیقت سے اور جنت و دوزخ کی صداقت سے پردہ اٹھا دیا جائے۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ کسی اسلامی شخصیت کی حیات و تعلیمات کی روشنی میں دین کو سمجھایا جائے۔ بلاشبہ رسول اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ بہترین اسوہ ہے، نمونہ عمل ہے، کامیابی کی ضمانت ہے، باوجود صحابہ کرام اور خلفائے راشدین کی سیرت مبارکہ اور طریقہ ہائے حسن اختیار کرنے اور سختی سے ان پر عمل پیرا رہنے کی تلقین و حکم خود حضور ﷺ نے دیا۔ اصحابی کا لنجوم باہم اقتدیم اہتدیتم اور علیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدين (الحديثان) جس کے واضح اور بین ثبوت ہیں۔

جب عشق رسول ایمان ٹھہرا، محبت رسول کامیابی کا راز بنی، تو اسے لوگوں کے دلوں میں بٹھایا جائے۔ نہاں خانہ قلب کو عشق احمدی کی کرنوں سے روشن کیا جائے۔ عشق کس شے کا نام ہے؟ کس کیفیت کو محبت کا نام دیا جائے؟ صحابہ کرام و عاشقان مصطفیٰ ﷺ کی سیرت کی روشنی میں ہم باسانی بتا سکتے ہیں کہ یہ کام عشق رسول کا متقاضی تھا، جو انجام دیا گیا۔ یہ محبت رسول کی جھلکیاں ہیں۔ اس عمل میں محبت کی عکاسی تھی۔ ادب و احترام، تعظیم و تکریم، اجازت طلبی اور دیگر امور میں عشق رسول کی کیا چاہت ہے؟ عشق کوئی خارجی وجود نہیں، کوئی مجسم و متشکل شے نہیں کہ دیکھ کر معلوم کر لیا جائے۔ دکھا کر بتا دیا جائے، سمجھا دیا جائے، دلوں میں اتار دیا جائے۔ عاشقوں کے کردار و عمل، عادات و اطوار، انداز و جذبے سے اس کی وضاحت کی جاتی ہے اور اس کی حقیقت بتائی جاتی ہے۔ امام احمد رضا فاضل بریلوی بلاشبہ ایک عاشق صادق کا نام ہے۔ اگر اس عاشق صادق کی حیات کے گوشوں کو اجاگر کرنے کے بعد،

جہان ملک العلماء

نے وہی کیا، جو رضائے الہی اور خوشنودی حبیب رب واسلے کام ہیں۔ بے شک یہ کارنامہ بڑا تاریخی اور گراں قدر ہیں۔ جیسی تو حضور ملک العلماء علامہ سید ظفر الدین قادری قدس سرہ کی شناخت اب بھی زندہ و تابندہ ہیں۔

حضور ملک العلماء نے ایک اور تاریخ ساز کام انجام دیا اور اس میدان میں بھی تمغہ امتیاز اپنے نام کر لیا اور وہ ہے تصنیفات رضا کی تہیض و تہذیب و تبویب بڑا علمی، تحقیقی اور جاں گسل کارنامہ کہا جاسکتا ہے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے یہ سارا کام تنہا حفظ دین کی اشاعت کے لئے کیا تھا کہ امت مسلمہ حق و باطل میں امتیاز کا ہنر جان لیں۔ دین کی محقق اور صحیح تعلیمات سے آگاہ ہو جائیں۔ یہ فتاویٰ لکھے گئے، کتابیں تصنیف ہوئیں، رسائل مرتب کئے گئے کہ مسلمان ان سے استفادہ کریں۔ یہ افادہ و استفادہ کی صورت ان کی اشاعت و طباعت ہی سے ممکن ہے، ورنہ مصنف کا منشا پورا نہ ہو سکے گا۔ اس کی آرزو ہوتی ہے کہ امت ان سے استفادہ کرے، بے دینی ختم ہو، دین داری آئے، ایمانی جذبات بیدار ہو اور اسے ثواب و اجر کی گراں بہا دولت میسر آئے، الماریوں میں مسودات پڑے رہیں، ان کی طباعت و اشاعت کا اہتمام نہ ہو تو مصنف کی روح تڑپے گی نہیں؟

اس لئے حضور ملک العلماء نے اس اہم کام کی ذمہ داری اپنے سر قبول کی۔ شہزادہ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے خطوط بنام ملک العلماء سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں حضور ملک العلماء پر کتنا اعتماد تھا، یقین تھا۔ حضور ملک العلماء نے اپنے مرشد زادے کی درخواست پر کئی ماہ بریلی میں قیام فرما کر مسودات کی نقول تیار کیں۔ ان کی تہیض کی، تبویب کی، کچھ کی کتابت کا تب سے کروائی، اشاعت کے لئے دیا، بڑا دل لگا کر کام کیا۔ اس میں

اس کی تجدیدی و احیائی کارناموں کی اصلی تصویریں دکھانے کے بعد عشق رسول سکھایا جائے، دین عام کیا جائے، ایمان کی حقیقت سے پردہ اٹھایا جائے، تو یہ طریقہ تبلیغ دین بڑا موثر اور یقینی ہوگا۔

حضور ملک العلماء علیہ الرحمہ نے حیات رضا کے مختلف پہلوؤں کو سمیٹ کر ان کی سوانح عمری مرتب کی۔ علوم رضا، موضوعات رضا، تصنیفات رضا، تحقیقات رضا، نوادرات رضا، ارشادات رضا، عشق رضا وغیرہ کو پورے شرح و وسط کے ساتھ نمایاں کرنے کا بیڑہ اٹھایا۔ تاکہ لوگوں کو اس قریب کی درخشندہ حیات و سیرت سے عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم معلوم ہو جائے۔ دین کی تعلیمات ازبر ہو جائیں، تو بڑا اہم کام ہوگا۔ حضور ملک العلماء نے یہی کیا۔ حیات رضا کی نئی نئی جہتوں سے نقاب الٹا۔ تعلیمات رضا کو نمایاں کیا۔ تعلیم و تربیت، اخلاق، کردار، تبحر علمی، نقاہت، شان تجدید، علمی عمق، شان و عظمت، عشق رسول ﷺ، رد بدعات و منکرات، استیصال خرافات وغیرہ۔ بے شمار عنوانات پر کھل کر بحثیں پیش کیں، ان کے سوز دروں کو آشکار کیا۔ ان کے شعور عشق سے نقاب اٹھایا۔ ان کے جذبہ ایمان کو بے حجاب کیا۔ ان کے تصلب فی الدین اور عشق رسول ﷺ میں حد درجہ فنائیت کے روشن ابواب کھول کر ارباب دانش اور علماء و عوام کے سامنے رکھ دیے کہ سب جان لیں، پہچان لیں یہ دین کا اصلی چہرہ ہے۔ اسلام کی سچی تعلیم ہے۔ عشق رسول ﷺ کی نکتہیں ہیں۔ نجات اخروی کے اسباب یہاں ملیں گے۔ دیوی و قار و عزت کے وسائل اس زندگی کا مطالعہ کرنے سے حاصل ہوں گے۔ یقیناً اس طرز تبلیغ سے دین بھی عام ہوگا اور ایمان کی اصل و روح سے پردہ بھی اٹھے گا، اخلاق بھی سنوریں گے، امن و امان بھی پیدا ہوگا، اتحاد کی فضا قائم ہوگی۔ یہی تو دین اسلام چاہتا ہے۔ خالق کائنات کا منشا ہے۔ حضور ملک العلماء

حجۃ الاسلام قدس سرہ کے یہ تاثرات کس قدر اہم ہیں ہر کوئی دقت نظر سے مطالعہ کرنے کے بعد با آسانی سمجھ جائے گا۔

تصانیف اعلیٰ حضرت کی اشاعت و طباعت و حفاظت کا حضور ملک العلماء کو کس درجہ خیال تھا۔ ان کی خواہش تھی کہ کاش ساری تصانیف یا کم از کم منتخب کتابیں چھپ جائیں، تو کتنازبردست کام ہوتا، ملک العلماء کے ایک مکتوب کا یہ اقتباس دیکھیں۔ بریلی کے ایک مخلص دوست کو لکھتے ہیں۔

”میں نے تین مہینے کس جاں فشانی سے کام کیا اور خدا کا شکر ہے کہ اعلیٰ حضرت کی تصانیف کو ضائع ہونے سے بچالیا۔ مگر جو قدر دانی کی گئی، وہ آپ کے اور سب کے پیش نظر ہے۔ اگر تصانیف کی اشاعت کا سلسلہ جاری ہوتا، تو وہ دینی فائدہ کثیر ہوتا۔“

(مکاتیب ملک العلماء قلمی بحوالہ سابق ص ۲۷)

حضور ملک العلماء علیہ الرحمہ کے خط کا ایک دوسرا اقتباس بڑا چشم کشا اور بصیرت افروز اور حوصلہ افزا ہے۔ مولانا امجد رضا خاں صاحب نوری مقیم گوالیار کو اپنے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔

”اس وقت اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کی جملہ تصانیف و تالیف و تحریرات چھپ جائیں، تو سنیوں کو کسی دوسری کتاب کی ضرورت نہ ہو۔ تفسیر، حدیث، فقہ، تصوف، عقائد، اخلاق کے علاوہ تاریخ، جغرافیہ، ہیئت و توحیت، حساب و مقابلہ، تفسیر و جفر، کون سے علوم ہیں۔ جن میں اعلیٰ حضرت کی تصانیف نہیں، جس

”میں آپ کا بریلی رہنمادت سے چاہتا ہوں، کسی طرح ہو، خصوصاً اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی تصنیفات اور سوانح کی تیاری کے لئے آپ کو اگر کارڈریس سپرد کر دیا گیا، تو آپ کا بہت وقت اسی کی نذر ہو جائے گا۔ اس لئے یہ چاہتا ہوں کہ زیادہ وقت تو آپ کا اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی تصنیفات کے مسودات کی تمییز وغیرہ میں صرف ہو اور ایک دو سبق حدیث کے بھی پڑھادیں، تاکہ مدرسہ بھی آپ کے فیض سے مستفیض ہو۔“ (مکاتیب مفتی اعظم بنام ملک العلماء، مرتبہ ڈاکٹر مختار الدین احمد ص ۳۶)

اس اقتباس کا ہر جملہ اتنا واضح اشارہ دے رہا ہے کہ حضور ملک العلماء کس قدر اعتماد کے آدمی تھے اور تصنیفات رضا کی تمییز و تہذیب کے سلسلے میں مفتی اعظم کی نگاہ آپ پر تکی اور جملوں کے بین السطور سے آپ کی محدثانہ بصیرت پر بھی روشنی ڈالی جاسکتی ہے۔

حضور ملک العلماء علیہ الرحمہ نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے خلف اکبر حضور حجۃ الاسلام علامہ شاہ محمد حامد رضا قدس سرہ کو تحریک دی کہ اعلیٰ حضرت کی ترتیب فتاویٰ، تمییز، کتابت وغیرہ پر توجہ دی جائے اور ان کی طباعت و اشاعت کا انتظام ہو جائے، تو بڑا کام ہوگا۔ حضور حجۃ الاسلام نے اپنے ایک خط میں حضور ملک العلماء کو لکھا، آپ بھی ملاحظہ کر لیں۔

”جناب کی یہ مبارک تحریک میرے لئے بہت مسرت افزا ہے اور نہایت مہتمم بالشان اور اس کے مہتمم بالشان ہونے میں

ملک العلماء کا، کیسی تڑپ ہے ملاقات کی؟ لکھتے ہیں۔ جاتا ہے۔ بلاشبہ ملک العلماء ایک بہت عظیم، تاریخی اور بافیض
آپ کا مزاج کیسا ہے؟ بہت دن سے آپ کا انتظار سند ہے، دلیل ہیں اور علامہ محدث زماں سید محمد ظفر الدین قادری
شدید تھا۔ معلوم ہوا تھا کہ آپ کو کوئی آپریشن کرانا ہے۔ اس سے رضوی علیہ الرحمۃ والرضوان اس خطاب کے بجاطور پر مستحق ہیں۔

”دونوں انتخابات یقیناً بڑے ہمہ گیر اور تاریخی ہیں۔ علامہ مفتی نقی
علی خان قادری قدس سرہ کے گھر میں جس بچہ نے آنکھیں کھولیں، اسے
خدائے وحدہ لا شریک نے ”مجدد اعظم“ بنا دیا اور علامہ سید محمد ظفر الدین۔“

ملک العلماء: جہان علم و فضل

از قلم: مولانا محمد اسلم رضا قادری، مدرسہ اسلامیہ رحمانیہ، صدر بازار، پاسنی، ناگور شریف

علیحضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ السامی جہاں تاجدار علم و فن تھے، وہیں پر بدرجہ اتم شخصیت ساز بھی تھے۔ جنہوں نے اپنے فضل و کمال، فیض و تربیت سے اہل سنت و جماعت کو کچھ ایسے افراد و اشخاص عطا فرمائے، جن کے وجود مسعود سے دین و سنیت اور ملت اسلام کو خوب فائدہ حاصل ہوا۔

حضور ملک العلماء، افضل الفصحاء، تاج الکلماء حضرت علامہ مفتی سید محمد ظفر الدین رضوی (۱۳۰۳ھ - ۱۳۸۲ھ) "فاضل بہار" علیہ الرحمۃ والرضوان نے فاضل بریلوی کی ۲۰-۲۱ سال صحبت پائی۔ اس مدت طویل میں فکر رضا نے انہیں ہر اعتبار سے نکھارا، سنوارا، علم و فن کے ہر ہر گوشے سے "ملک العلماء" کے ذہن و فکر کو چمکایا۔ علم و حکمت، حقیقت و معرفت کے درتپچے وا ہوئے۔ آپ ایسے ذہین و فطین تھے کہ ادق سے ادق کتاب و مسئلہ کو منٹوں میں حل فرما دیتے۔ یہ کیا تھا فیضانِ رضا اور صحبت مجدد اعظم کا صدقہ و ثمرہ۔

فن توقیت کا امام: حضور ملک العلماء نے اپنے مرشد برحق فاضل بریلوی کی اس خصوصی عطا و نوازش کو تاحیات یاد رکھا۔ یہ علم امام احمد رضا فاضل بریلوی نے آپ کو یونہی نہ دے دیا تھا بلکہ قلب ملک العلماء پر ایک نظر کرم ڈال کر مومنانہ فراست سے سب کچھ محسوس کر لیا تھا کہ "ظفر الدین" ہی اس ادق فن کا محافظ و پاسبان بن سکتا ہے، یہی شخص اس علم کو فروغ و ترقی دے سکتا ہے۔ ورنہ کیا وجہ تھی کہ آپ کے خلفاء میں علم و فن میں بڑے بڑے حضرات موجود تھے۔ جن پر خود علم و فضل کو ناز تھا، درس گا ہیں جن کے علمی فیوض و برکات سے مالا مال تھیں۔ لیکن یہ حقیقت ہے، جسے کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا کہ حضرت ملک العلماء کے وجود میں علیحضرت امام احمد رضا کو وہ خوبیاں دکھائی دیتی تھیں جو دوسرے افراد و اشخاص میں اس وقت موجود نہ تھیں، تو حضور ملک العلماء کے سر پر اس امانتِ علم کا تاج رکھا گیا۔ آگے چل کر یہ علم حضور ملک العلماء کی شناخت و علامت بن گیا اور اسی علم کی بناء پر آپ اپنی معاصرین میں ممتاز نظر آئے۔ اسی خصوصی وصف و امتیاز کی وجہ سے علیحضرت امام احمد رضا

حضرت ملک العلماء کی کتاب زندگی کا ایک ایک ورق آفتاب و ماہتاب کی مانند چمک رہا ہے، دمک رہا ہے۔ انہوں نے اپنے ذوق، فکر و فن سے ایک جہاں کو فیض پہنچایا۔ کیوں نہ ہو کہ وہ امام احمد رضا فاضل بریلوی کے نورِ نظر، تلمیذ ارشد، خلیفہ اجل تھے، کتنے ہی وہ علوم ہیں، اپنے عہد میں جن سے "ملک العلماء" تنہا آگاہ و آشنا تھے۔ اس میدان میں کوئی ان کا ثانی نہیں تھا، علم ہیئت و

جہان ملک العلماء

فاضل بریلوی نے اپنے ایک مکتوب میں اس طرح رقم فرمایا۔
 ”(مولانا محمد ظفر الدین قادری) علمائے زمانہ میں علم
 توقیت سے تہا آگاہ ہیں۔ امام ابن حجر مکی نے ”زواجر“ میں اس علم کو
 فرض کفایہ لکھا ہے اور اب ہند بلکہ عام بلاد میں یہ علم، علماء بلکہ عام
 مسلمین سے اٹھ گیا ہے۔ فقیر نے بتوفیق قدیر اس کا احیاء کیا اور
 سات صاحب بنانا چاہے، جس میں سے بعض نے انتقال کیا اکثر
 اس کی صعوبت سے چھوڑ بیٹھے۔ انہوں نے بقدر کفایت اخذ کیا اور
 اب میرے یہاں کے اوقات طلوع وغروب و نصف النہار، ہر روز و
 تاریخ کے لئے جملہ اوقات ماہ رمضان شریف کے لئے بھی بناتے
 ہیں۔“ (کلیات مکاتیب رضا ص: ۱۲۱۰۔ مطبوعہ کلیر شریف)

حضور ملک العلماء نے اس ادق علم کو امام احمد رضا فاضل
 بریلوی قدس سرہ کی بارگاہ سے سیکھا۔ پھر اس میں مہارت تامہ
 حاصل کیا۔

معاصرین و اقران میں یگانہ و یکتا کہلائے، ہندو بیرون
 ہند کے دائمی اوقات تخریج کئے۔ صاحب علم فن آپ کی مہارت و
 صلاحیت کا سکہ تسلیم کی۔ توقیت و ہیئت کا کوئی بھی مسئلہ درپیش ہوا
 منٹوں میں حل فرما دیا۔ یہ سب صحبت اور تربیت فاضل بریلوی کا
 فیضان تھا جو ”حضور ملک العلماء“ کو ہر میدان میں کامیابیوں سے ہم
 کنار کر دیا تھا۔

پھر اس علم مبارک کو پوری زندگی تقسیم فرماتے رہے۔
 قابل فخر تلامذہ پیدا کئے، جہاں تشریف لے گئے امام احمد رضا فاضل
 بریلوی کے علم و فضل کا چرچا کیا۔ اپنے محسن کے احسان کو کبھی فراموش
 نہیں کیا۔ فراموش کیسے کرتے کہ سب کچھ تو اسی بارگاہ سے ملا تھا۔
 اپنی تشنگی تو یہاں سے ہی بجھائی تھی۔ ہر دم اسی بارگاہ سے رجوع
 کرتے تھے۔ مشکل سے مشکل پیش آمدہ مسائل ہوں یا دیگر ضروریا

ت، ہر کام کیلئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کے در کے
 سائل رہتے۔ خود امام موصوف کو بھی اپنے اس شاگرد رشید پر اعتماد
 ٹھکی حاصل تھا۔ تاریخ شاہد، سیکہ حضرت ملک العلماء نے اپنے مرہون
 و محسن کے حکم کی تعمیل میں کوئی کسر باقی نہ رکھی۔ آج کے اس دور میں
 اگر استاد و شاگرد کا ایسا مستحکم رشتہ پیدا ہو جائے، دونوں جانب سے
 اس طرح کی حوصلہ افزائی، ادب و احترام نظر آئے، تو ایک نئی تاریخ
 تعلیم و تعلم رقم ہو سکتی ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی کتاب ”توضیح
 التوقیت“ کی ترتیب کے سلسلے میں ”ملک العلماء“ اپنے ایک مکتوب
 میں تحریر فرماتے ہیں:

”اعلیٰ حضرت قبلہ نے علم توقیت کے فوائد کتابی شکل میں
 مدون نہیں فرمائے، بلکہ میری تعلیم کے زمانے میں قواعد زبانی فرمایا
 کرتے تھے۔ جس کو میں اردو میں لکھ دیتا اور میرے دوست ہم سبق
 حکیم سید عزیز غوث صاحب بریلوی فارسی میں لکھا کرتے۔ بہر
 کیف ایک زمانہ تک وہ سب ردی پرزے کی شکل میں رہے۔ اس
 کے بعد میں نے بعض احباب کی فرمائش سے ان سب کو کتابی شکل
 میں جمع کر دیا اور اس کو آسان سے آسان تر کرنے کیلئے مثالوں کے
 علاوہ تشریح مقامات متعلقہ کے عنوانات سے ہر قاعدے کو اتنا واضح
 کر دیا ہے کہ اس کتاب کو پیش نظر رکھ کر ہر شخص اس فن کو با آسانی
 گھر بیٹھے سیکھ سکتا ہے۔ کہیں شبہ ہو، تو بذریعہ خط دریافت کر لینا کافی
 ہے۔“ (حیات ملک العلماء ص ۲۹)

یہ ہے حضرت ملک العلماء قدس سرہ کا فن توقیت میں
 صلاحیت و مہارت تامہ کا نظارہ، جسے پڑھ کر ہی عقلیں حیران رہ
 جاتی ہیں کہ اتنے مشکل فن کو موصوف اپنی استعداد اور لیاقت کی بناء
 پر کیسے چٹکیوں میں حل فرما دیا کرتے تھے۔ اور کتنا ہی پیچیدہ مسئلہ ہو

فاضل بریلوی قدس سرہ نے حضرت ملک العلماء کے اس ہی استعداد و لیاقت کا اکرامی اعتراف فرمایا ہے اور اپنے مخلص شاگرد کی حوصلہ افزائی فرماتے ہوئے ان کے بلند عزائم کو جلا بخشی ہے۔ جیسا کہ اپنے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں۔

”مکرمی مولانا مولوی سید محمد ظفر الدین صاحب قادری سلمہ فقیر کے یہاں کے اعزہ طلباء سے ہیں اور میرے بجان عزیز۔ ابتدائی کتب کے بعد یہیں تحصیل علوم کی اور اب کئی سال سے میرے مدرسے میں مدرس اور اس کے علاوہ کار افتاء میں میرے

ادق فن ہے، تو دوسرے علوم و فنون پر آپ کی وسعت نگاہی کا کیا کہنا اور جب ملک العلماء کے علوم و معارف کا یہ حال ہے تو مجدد اعظم فاضل بریلوی کے علوم و فنون کا عالم کیا ہوگا۔

وسعت علمی: حضرت علامہ مولانا مفتی ارشاد احمد رضوی مصباحی صاحب مرتب ”فتاویٰ ملک العلماء“ حضرت موصوف علیہ الرحمۃ والرضوان کی علوم و فنون پر دسترس و مہارت کے حوالے سے لکھتے ہیں:

”حضرت ملک العلماء علامہ سید محمد ظفر الدین قادری

قدس سرہ امام احمد رضا فاس بریوں سے حاصل کیا۔ یہ مسرت شد اور خلیفہ ہیں، جن کی حیات و زیست کا ایک ایک لمحہ دین و سنیت اور خصوصاً تصنیفات و تالیفات اعلیٰ حضرت کی ترتیب و تزئین اور نشر و اشاعت کیلئے وقف تھا۔ انہوں نے اپنی زندگی کے قیمتی

علوم عقلی: منطق، فلسفہ، ریاضی جیسی علمی شاخوں سے آپ کو نہ صرف واقفیت بلکہ ان پر دسترس حاصل تھی۔ اس وسعت علمی پر ان کی تحریریں بہترین شہادت ہیں جن میں مذکور سبھی علوم کی چاندنی پھیلی ہوئی ہے اور ایسا کیوں نہ ہو

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رضوی کی حیات اور علمی خدمات

سے نوازا یعنی تمام علوم و فنون اور علماء کا بادشاہ قرار دیا۔

امام احمد رضا جانتے تھے اس معزز لقب کا وہی حقدار ہے اور وہی تمام فنون میں علماء کی رہنمائی و قیادت کر سکتے ہیں۔ چنانچہ ملک العلماء امام احمد رضا کے معیار و مقیاس پر مکمل پورے اترے اور اپنے مرشد برحق کی سچی علمی جانشینی کا حق ادا کر دیا۔“ (جام نور، دہلی، ص ۱۵، دسمبر ۲۰۰۸ء)

المختصر! حضرت ملک العلماء علامہ شاہ مفتی سید محمد ظفر الدین قادری رضوی فاضل بہاری قدس سرہ نے اپنے علم و فضل، دینی و علمی، فکری و تدریسی استعداد و صلاحیت سے ایک جہان کو مستفیض فرمایا، فقہ حدیث، مناظرہ، نحو، صرف، منطق، فلسفہ، توفیق، تکسیر، سیرت، تاریخ وغیرہا۔ فنون میں اپنے یادگاری نقوش چھوڑے ہیں اور اپنی مصروف ترین زندگی میں کیسے کیسے نادر اور حقیقی کارنامے انجام دے کر دین و سنیت کی عظیم خدمات کی ہیں۔ مولیٰ عزوجل تربت ”حضور ملک العلماء“ پر انوار و تجلیات کی بارش کا نزول فرمائے اور موصوف کے علمی و تحقیقی کارناموں سے ہمیں زیادہ سے زیادہ مستفید فرمائے۔ آمین

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کے علوم و معارف کا کیا پوچھنا، علم فقہ میں آپ کی مہارت و وسعت کا منہ بولتا ثبوت ”قادی رضویہ“ ہے، جو ضخامت میں ۳۰ جلدوں پر پھیلا ہوا ہے اور فقہی علوم کا انسائیکلو پیڈیا ہے اور علم حدیث میں موصوف کی بصیرت و وسعت کا تین ثبوت آپ کی ہزار ہا کتب میں پھیلی ہوئی احادیث کا مجموعہ ”جامع الاحادیث“ جو ۱۰ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ جس امام علم و فضل کا یہ عالم ہو تو اس کے شاگرد ”ملک العلماء“ بھی ممتاز و منفرد ہی ہونگے۔

میرے ممدوح حضرت ملک العلماء قدس سرہ کیا کیا کرتے تھے ایک نظر ملاحظہ کیجئے، ڈاکٹر غلام جابر ٹمس مصباحی لکھتے ہیں:

”کتابیں بھی لکھیں، رسائل ترتیب دیے، تعلق لکھی وہ بھی عربی زبان میں، مناظرہ بھی کیا، علمی و عرفانی فیوض و برکات سے سرخ رو بھی ہوئے۔ اندازہ کیا جا سکتا ہے، کہ کس قدر ذہین تھے، چاق و چوبند تھے، بلند اقبال اور طالع آزماتھے یہ وہ خصوصیات ہیں جو طالب علموں کی تاریخ میں نظر نہیں آتیں۔ شاید اسی لئے امام احمد رضا نے ان کو ”ملک العلماء“ کے بھاری بھر کم، ذی وقار خطاب

”ملک العلماء“ اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

”اعلیٰ حضرت قبلہ نے علم توفیق کے فوائد کتابی شکل میں مدون نہیں فرمائے، بلکہ میری تعلیم کے زمانے میں قواعد زبانی فرمایا کرتے تھے۔ جس کو میں اردو میں لکھ دیتا اور میرے دوست ہم سبق حکیم سید عزیز غوث صاحب بریلوی فارسی میں لکھا کرتے۔ بہر کیف ایک زمانہ تک وہ سب ردی پرزے کی شکل میں رہے۔ اس کے بعد میں نے بعض احباب کی فرمائش سے ان سب کو کتابی شکل میں جمع کر دیا اور اس کو آسان سے آسان تر کرنے کیلئے مثالوں کے علاوہ تشریح مقامات متعلقہ کے عنوانات سے ہر قاعدے کو اتنا واضح کر دیا ہے کہ اس کتاب کو پیش نظر رکھ کر ہر شخص اس فن کو با آسانی گھر بیٹھے سیکھ سکتا ہے۔ کہیں شبہ ہو، تو بذریعہ خط دریافت کر لینا کافی ہے۔“ (حیات ملک العلماء ص ۲۹)

(مولانا محمد اسلم رضا قادری)

ملک العلماء کا علمی تبحر

از قلم: مولانا محمد ذاکر حسین اشرفی جامعہ کٹیہاری، مخدوم اشرف مشن، مالدہ (بنگلہ)

سریس، راز بازار، بہار پور، سریسہ اور دیگر مدارس سے طلباء جو قلم جو آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور علمی پیاس بجھانے لگے یہاں تک کہ درسیات میں کامل درجہ رکھنے والے مدرسین نے بھی تدریسی خدمات موقوف کر کے آپ کی بارگاہ میں زانوے ادب تہ کرنے کی سعادت حاصل کیں اور علم توقیت، ہیئت، جفر، رمل جیسے دقیق علوم کے الجھے ہوئے مسائل کی گتھیاں سلجھانے لگے۔

جس سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ملک العلماء کا تبحر علمی کیا عالم تھا اور آپ علم و معرفت کے کیسے بحر خارتھے۔

آپ کے شاگرد مفتی عبدالجبار کٹیہاری بیان کرتے ہیں کہ ملک العلماء کا انداز درس و تدریس نہایت پر لطف تھا جس سے پڑھنے والے کو کبھی کوئی اکتاہٹ محسوس نہیں ہوتی تھی اور دل جمالی کے ساتھ آپ کے علمی جواہر پارے کو اپنے دامن میں سمیٹتے نیز آپ

کتب و رسائل تصنیف کئے۔ جن میں سے بعض پر آنحضرت علیہ الرحمہ کے کلمات تحسین بھی مرقوم ہیں، مناظرہ و مباحثہ کئے اور فتویٰ نویسی بھی کی۔ جس پر خوش ہو کر مجدد اعظم نے شیرنی کھانے کیلئے ایک روپیہ عنایت فرمایا۔

علم و حکمت کے اس بحرنا پیداکنار نے جب بہار کا رخ کیا، تو وہاں کے علم و ادب میں وسعت آئی اور آپ کے تبحر علمی کی دھوم چہار دانگ عالم میں مچنے لگی۔ دور دراز سے تشنگان علوم و فنون آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے دریائے علم و عرفان سے خوب خوب سیراب ہوئے۔

اسی دبستان علم و حکمت کی ایک فصل بہار جناب مفتی خلیل الرحمن صاحب کٹیہاری نے بیان کیا کہ حضرت ملک العلماء کو اللہ

ہو جاتی اور ضعیفی میں بھی قوت حافظہ کا یہی عالم رہا جیسا کہ مفتی عبدالجبار صاحب فرماتے ہیں، کہ جب جامعہ لطیفیہ بحر العلوم کلیمپار میں کہیں سے کوئی استفہاء آتا تو مجھے بلا کر جواب لکھواتے اور صفحہ، جلد، مطبع تک زبانی لکھا دیتے، پھر میں وہ کتاب کھول کر دیکھتا، تو ٹھیک ویسا ہی پاتا جیسا کہ ملک العلماء نے لکھا دیا تھا۔

آپ نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ سے سبق سبق دو سال میں بخاری شریف ختم کیا۔ جس کے سبب آپ کو حدیث میں کافی عبور حاصل تھا۔

جب آپ طالبان علوم نبویہ کو حدیث کا درس دیتے، تو دوران تدریس اپنے استاذ گرامی امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کے تبحر علمی کو بیان کر کے اکثر رویا کرتے تھے۔

اسی طرح ملک العلماء کو ردو مناظرہ میں بھی ید طولیٰ حاصل تھا۔ آپ اردو، عربی، فارسی تینوں زبانوں میں بلا جھجک تقریر بھی کرتے تھے۔

کے پڑھانے میں مناظرانہ پہلو غالب رہتا تھا۔ اگر کبھی دوران تدریس دہابیت و دیوبندیت کی بات چھڑ جاتی، تو اُن کے عقائد باطلہ اور افکار فاسدہ کی جم کر تردید کرتے اور نونہال قوم و ملت کو ان سے ہوشیار رہنے کی تاکید بھی فرماتے۔ مدرسہ محمودیہ سر بہ بھاگلپور کے پرنسپل نے مجھ سے (مفتی عبدالجبار) بیان کیا کہ ملک العلماء علم کے سمندر تھے۔ ایک مرتبہ ”مدرسہ ایجوکیشن بورڈ پٹنہ بہار“ سے ملحق تمام مدارس کے جملہ صدر مدرسین انٹرویو کیلئے طلب کئے گئے اور سوال و جواب کا سلسلہ شروع ہوا، جس میں اس عربی مصرعہ کا حل بھی پوچھا گیا جو ذیل میں مذکور ہے۔ ”انسا کالذی احتیاج ما یحتاجہ“

مگر کوئی اس مصرعہ کا تشفی بخش جواب نہ دے سکے، اسکو حل کرنے کیلئے بورڈ کی طرف سے آدھا گھنٹہ کا وقت ملا اور ان دنوں بہار میں ملک العلماء کے علوم و فنون کی دھوم مچی تھی۔ اس کو حل کرنے والا ملک العلماء کے پاس ہی تھا۔

وہابی و دیوبندی کے مقابلے میں شکست نہ کھائے۔ بلکہ ہمیشہ کامیاب و فتیاب رہے۔
آپ سے شرف تلمذ حاصل کرنے والے مفتی عبدالجبار

کیا تھا اور سرت سے سوام دونے یہ ہر۔۔۔ ہے۔
زمانہ جتنا بھی ناز کرے کم ہے۔
آپ کے اندر اللہ نے ایسی قوت حافظہ و دیعت فرمائی تھی کہ کسی بھی کتاب کو ایک نظر دیکھ لیتے، تو وہ ہمیشہ کیلئے ذہن میں محفوظ

جهان ملك العلماء

حضور ملك العلماء امام العصر سيد محمد ظفر الدين عظيم آبادي دہلی کی حیات اور علمی خدمات

بھی مزار ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا جب اللہ کا مزار نہیں ہے، تو شرک کہاں ہوا شرک، تو اس وقت ہوتا جبکہ پیر صاحب کے مزار کے ساتھ ساتھ اللہ کا بھی مزار ہوتا۔

یہ آپ کے تعق و تبحر علمی کی کھلی دلیل ہے اور آپ علمی عرفانی سرمایہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے، جو آنے والی سلسلے کیلئے مشعل راہ بھی ہے اور خزانہ معلومات بھی ہے۔

آپ کا تبحر علمی مجھ جیسا کم علم کیا بیان کر سکتا ہے۔ اسلئے کہ جن کی تحریروں پر مجدد وقت حضور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی کی تقریظات ہوں، جنہیں عہد تحصیل ہی میں نوٹوں نوٹوں پر خوش ہو کر آپ نے شیرنی کھانے کیلئے روپیہ عنایت کیا ہے اور ملک العلماء و فاضل بہار جیسے بھاری بھار آدم آداب و القاب سے نواز کر علم و عرفان کا خزانہ ہونے کا اشارہ فرمایا ہو تو ان کا تبحر علمی کا کیا عالم ہوگا اور علوم و فنون کے کیسے ذخائر ہوں گے۔

جب علم و عرفان کا یہ چراغ ۱۹۶۲ء میں گل ہوا تو اپنے پیچھے اپنا سرمایہ افتخار چھوڑ گیا جو شب کی تاریکیوں میں مشعل راہ کا کام دیتا رہے گا۔

☆☆☆

بیان کرتے ہیں کہ جب کٹیہار میں دارالعلوم کی وجہ سے دیوبندیت بڑھنے لگی تو پٹنہ متن گھاٹ کے درگاہی میاں، اور ملک العلماء ظفر الدین بہاری نے مل کر کٹیہار میں بحر العلوم قائم کیا، جس سے بہار و بنگال کی دیوبندیت پسپا ہو کر رہ گئی۔

ایک مرتبہ آپ دیوبندیوں کے مقابلہ کیلئے تشریف لے گئے، مناظرہ شروع ہوا۔ اس میں ایک دیوبندی عالم نے ”الناس يفهمون کی بجائے ”الناس فی فهمما“ کہا اس پر آپ نے فرمایا، کہ ”اگر ”فی سمحا“ کہتے تو زیادہ فصیح اور بہتر ہوتا، تا کہ سب لوگ سمجھ جاتے۔

آپ کے شاگرد مفتی محمد خلیل الرحمن صاحب بیان کرتے ہیں، کہ ملک العلماء دوران تدریس اپنے مناظرہ کا واقعہ سنا رہے تھے، کہ میں ایک مرتبہ دیوبندیوں کے مقابلہ میں مناظرہ کیلئے گیا تھا۔ جس میں ایک دیوبندی عالم نے کہا، کہ شہر میں شرک ہو رہا ہے اور آپ منع نہیں کرتے ہیں۔ میں نے کہا کیا شرک ہو رہا ہے؟ اس دیوبندی عالم نے کہا لوگ پیر صاحب کے مزار پر پھول اور چادر چڑھاتے ہیں یہ شرک نہیں تو اور کیا ہے۔ میں نے کہا یہ لوگ غلط کر رہے ہیں۔ ان کو چاہئے کہ اللہ کے مزار پر پھول اور چادر چڑھائیں تو دیوبندی عالم نے کہا۔ آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں، کہ اللہ کا

آپ کے شاگرد مفتی عبد الجبار کٹیہاری بیان کرتے ہیں، کہ ملک العلماء کا انداز درس و تدریس نہایت پر لطف تھا جس سے پڑھنے والے کو کبھی کوئی اکتاہٹ محسوس نہیں ہوتی تھی اور دل جمعی کے ساتھ آپ کے علمی جواہر پارے کو اپنے دامن میں سمیٹتے نیز آپ کے پڑھانے میں مناظرانہ پہلو غالب رہتا تھا۔ اگر کبھی دوران تدریس دھابیت و دیوبندیت کی بات چھڑ جاتی، تو ان کے عقائد باطلہ اور افکار فاسدہ کی جم کر تردید کرتے۔

ملک العلماء کی ولایت و کرامت

مولانا عبدالمتقندر خان جالوی، مہتمم دارالعلوم ضیاء مصطفیٰ جالے درجہ نگہ

اور خاندانی بزرگوں کی طرح شفقت بھی فرماتے تھے یہی وجہ ہے کہ اعلیٰ حضرت آپ کو کبھی حبیبی و ولدی و قرۃ عینی کبھی ولدی الاعز کبھی ولدی اعزک اللہ فی الدنیا والدین کبھی ولدی الاعز حامی السنہ ما حی الفتن کبھی ولدی و قرۃ عینی کبھی جان پدر بلکہ از جان بہتر لکھ کر مخاطب کرتے۔ ملک العلماء سے متعلق اعلیٰ حضرت کا ایک خط ذیل میں درج کیا جاتا ہے جو انھوں نے اپنے وصال سے تقریباً بیس سال پہلے خلیفہ تاج الدین احمد ناظم انجمن نعمانیہ ہند لکھا تھا۔

”..... مکرئی مولانا مولوی محمد ظفر الدین صاحب قادری

سلمہ فقیر کے یہاں کے اعز طلباء سے ہیں اور میرے بجان عزیز۔ ابتدائی کتب کے بعد یہیں تحصیل علوم کی اور اب کئی سال سے میرے مدرسے میں مدرس اور اس کے علاوہ کار افتاء میں میرے معین ہیں میں یہ نہیں کہتا، کہ جتنی درخواستیں آئی ہوں سب سے یہ زائد ہیں، مگر اتنا ضرور کہوں گا: (۱) سنی خالص مخلص نہایت صحیح العقیدہ، ہادی مہدی ہیں (۲) عام درسیات میں بفضلہ تعالیٰ عاجز نہیں (۳) مفتی ہیں (۴) مصنف ہیں (۵) واعظ ہیں (۶) مناظرہ بعونہ تعالیٰ کر سکتے ہیں (۷) علمائے زمانہ میں علم توقیت سے تہا آگاہ ہیں۔ امام ابن حجر کی نے زواجر میں اس علم کو فرض کفایہ لکھا ہے اور اب ہند بلکہ عام بلاد میں یہ علم علماء بلکہ عام مسلمین سے اٹھ گیا۔ فقیر نے بتوفیق قدیر اس کا احیا کیا اور سات صاحب

حضور ملک العلماء مولانا سید محمد ظفر الدین فاضل بہاری رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۰ محرم الحرام ۱۳۰۳ھ مطابق ۱۹ اکتوبر ۱۸۸۰ء کو صبح صادق کے وقت میجر اضلع پٹنہ میں آنکھیں کھولیں۔ آپ نسبا ملک، مسلک حنفی، مشرباً رضوی اور مولداً میجر وی تھے۔ خاندان کے بعض افراد کا دیا ہوا نام عبدالجلیم اور کنیت ابوالبرکات ہے۔ تاریخی نام غلام حیدر اور مختار احمد تجویز کیا گیا، مگر فتاویٰ کی مہر، دستخط اور دیگر تحریروں سے پتہ چلتا ہے کہ ظفیر الدین، ظفر الدین، ظفر الدین احمد، محمد ظفر الدین اور عبدالمصطفیٰ محمد ظفر الدین سب آپ کے نام ہیں۔ والد گرامی ملک عبدالرزاق دادا ملک کرامت حسین پردادا ملک احمد علی اور چچا دادا ملک غلام قادر ہیں۔

ملک عبدالرزاق اپنے زہد و ورع، عبادت و تلاوت اور ریاضت و مجاہدے کی وجہ سے دیار و امصار میں کافی شہرت رکھتے تھے اور ہر شخص انھیں قدر کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ لہذا انھوں نے اپنے بلند اقبال شہزادہ ظفیر الدین کی تعلیم و تربیت کا خاص خیال رکھا۔ خود پڑھایا اور چند جلیل القدر ہستیوں کے سپرد کیا۔ چنانچہ حضور ملک العلماء مختلف مقامات پر نامور علماء کرام سے اپنی علمی تشنگی دور کرتے رہے اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کے پاس پہنچے تو ان کے بحر علم سے ایسی سیرابی حاصل کر لی، کہ یہ دعا ساتھ لے کر لوٹے۔

میرے ظفر کو اپنی ظفر دے اس سے شکستیں کھاتے یہ ہیں حضور ملک العلماء کو فاضل بریلوی دل و جان سے چاہتے

بنانا چاہے جن میں بعض نے انتقال کیا، اکثر اس کی صعوبت سے چھوڑ کر بیٹھے۔ انھوں نے بقدر کفایت اخذ کیا اور اب میرے یہاں کے اوقات طلوع وغروب و نصف النہار ہر روز و تاریخ کے لئے اور جملہ اوقات ماہ مبارک رمضان شریف بھی بناتے ہیں۔ فقیر آپ کے مدرسے کو اپنے نفس پر ایثار کر کے انھیں آپ کے لئے پیش کرتا ہے۔“

اعلیٰ حضرت کے مندرجہ بالا مکتوب سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ حضور ملک العلماء ایک سنی صحیح العقیدہ عالم دین، باعمل داعی، تجربہ کار مدرس، کہنہ مشق مفتی، عطار و رقم مصنف، شیریں مقال و اعظ، لاجواب مناظر اور علم توقیت میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ جسے اعلیٰ حضرت جیسی نادر الوجود ہستی نے سلاسل عالیہ کی اجازت و خلافت عطا فرمائی ہو اور ملک العلماء و فاضل بہار جیسے خطا بات سے نوازا ہو، بھلا اس عظیم المرتبت شخصیت کی ولایت و کرامت مجھ جیسے ہچکچاہٹ سے کیا بیاں ہو۔

طہارت فکر، تقدیس خیال اور تزکیہ نفس آپ کو ورثہ میں ودیعت ہوا تھا۔ شب بیداری کا جواب نہ تھا۔ سنت کی پیروی، نماز پنجگانہ کی پابندی، قرآن شریف کی تلاوت، درود شریف کی کثرت، نفس امارہ سے جہاد، رشد و ہدایت اور مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج و اشاعت کو انھوں نے اپنی زندگی کا معمول بنالیا تھا۔ وہ عرصہ دراز سے فشار الدم کے مہلک مرض میں مبتلا تھے اور کافی کمزور ہو گئے تھے، مگر اس کے باوجود ان کی عبادت میں کمی نہ آئی اور نہ ہی روز و شب کے معمولات میں فرق آیا، بلکہ معمول کے مطابق انھوں نے شب رحلت بھی شام کے وقت چار خطوط لکھے اور شب دوشنبہ کی ایک ارجمند ساعت میں ۱۹ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۲ھ مطابق ۱۸ نومبر ۱۹۶۲ء میں ذکر جہر اللہ کرتے ہوئے اس دار فانی سے دار بقا کی طرف رحلت

فرمایا۔

دوسرے دن خانقاہ رشیدیہ اسلام پور ضلع پٹنہ کے سپاہ نشین حضرت شاہ محمد ایوب شاہدی رشیدی جن سے آپ کو فروردی، شطاری، سہروردی اور کچھ مزید سلسلوں کی اجازت و خلافت حاصل تھی انھوں نے نماز جنازہ پڑھائی۔ مشہور بزرگ حضرت شاہ ارزاں کے مزار شریف کے متصل شاہ سخ پٹنہ کے قبرستان میں مدفون ہوئے۔ جہاں ہر جمعرات کو عقیدت و نیاز مندی رکھنے والوں کا ازدہام ہوتا ہے اور ۱۹ جمادی الاخریٰ کو مریدین، معتقدین، خلائقہ اور علماء اہل کراں کا عرس بڑے تزک و احتشام کے ساتھ مناتے ہیں۔ عرس اور غیر عرس میں کئی بار مجھے وہاں حاضری کا شرف حاصل ہوا ہے۔ قاضی شریعت علامہ فضل کریم علیہ الرحمہ اور ان کے بعد والد گرامی فخر صحافت علامہ ضیاء جالوی رحمۃ اللہ علیہ کی رقت انگیز دعا پر ننگر تقسیم ہوتا تھا۔ میرے والد نے حضور ملک العلماء کو بہت قریب سے دیکھا تھا اور مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ میں پڑھا بھی تھا اور ان سے جام ولایت پیا بھی تھا۔ وہ فرماتے تھے کہ پٹنہ آیا کرو تو درگاہ شاہ ارزاں ضرور جایا کرو۔ وہیں اللہ کے مقبول بندے، عارف باللہ، ولی کامل، پیر طریقت ملک العلماء مولانا سید محمد ظفر الدین فاضل بہاری رحمۃ الباری آرام فرما ہیں۔ آج تم لوگ اعلیٰ حضرت اور مسلک اعلیٰ حضرت پر تقریر کر کے پورے ہندوستان میں رونق سنکتے ہو، یہ یاد رکھو کہ حضور ملک العلماء صرف میرے شفیق استاذ ہی نہیں ہیں، بلکہ اعلیٰ حضرت کے شاگرد رشید، خلیفہ و مجاز ہیں اور اعلیٰ حضرت پر جو کام انھوں نے کیا ہے، وہ اب تک کسی نے نہیں کیا ہے۔ بہت بافیض بزرگ ہیں۔ ان کی تربت اقدس پر پہنچنے کے بعد محسوس ہوتا ہے کہ میں پٹنہ میں نہیں ہوں، بلکہ بریلی شریف اور مارہرہ مطہرہ کے بزرگوں سے بہرہ مند ہو رہا ہوں۔ ان کی بارگاہ

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی دہلی کی حیات اور علمی خدمات

میں بڑے بڑے اصحاب طائفہ و شہرت اور صاحبان جبہ و دستار کو میں نے گدائی کرتے دیکھا ہے۔ اگر صحت نے ساتھ دیا، تو ان شاء اللہ تعالیٰ ان کی حیات و خدمات پر ایک ضخیم کتاب لکھوں گا۔

صد حیف! کہ وہ اس کار خیر کے انجام دینے سے پہلے ہی ہماری آنکھوں سے اوجھل ہو گئے، لیکن ماہنامہ رفاقت پٹنہ میں حضور ملک العلماء کی دو کرامتیں تحریر فرمائی تھیں، جو اب ان کی کتاب ”طاقتور کون زندہ یا مردہ“ میں چھپ چکی ہیں۔ افادہ عام کی خاطر ہم یہاں انھیں درج کر رہے ہیں۔ موصوف لکھتے ہیں:

”ایک دن ایک شخص حضرت ملک العلماء کے پاس آیا۔ آنے والا ان کا شناسا تھا۔ اس نے کہا میں نے آپ کے پاس ایک استفتاء کیا تھا، لیکن آپ نے اس کا جو جواب دیا ہے، خانقاہ مجیبیہ پھلواڑی شریف کے صاحب سجادہ نے اس کے برعکس فتویٰ دیا ہے، جب میں نے ان سے آپ کے فتوے کا ذکر کیا، تو انھوں نے فرمایا، انھیں یہاں بلا لاؤ۔ ہم لوگ آپس میں تبادلہ خیال کر کے یا تو ہم ہی اپنے فیصلے سے رجوع کر لیں گے یا پھر ان ہی کو مشورہ دیں گے کہ وہ اپنے فیصلہ پر نظر ثانی کریں۔ اس لئے آپ پھلواڑی چلئے۔“

حضرت ملک العلماء نے فرمایا۔ میں کیوں جانے لگا وہاں۔ جس کو ضرورت ہوگی، وہ خود میرے پاس آئے گا۔ میں نے جو فتویٰ دیا ہے، وہ ٹھیک ہی دیا ہے۔ اس پر وہ صاحب بولے خانقاہ کے سجادہ نشین آپ کے پاس اس لئے نہیں آسکتے کہ سجادہ نشین کے لئے وہاں یہ قید ہے کہ وہ اپنی خانقاہ کے حلقے سے باہر نہیں جاسکتا اور آپ کے ساتھ تو ایسی کوئی قید نہیں ہے۔ آپ تو جاتے آتے رہتے ہیں۔ اس لئے آپ ہی کو چلنا پڑے گا۔ حضور ملک العلماء نے برہم ہو کر کہا ایک مرتبہ کہہ دیا نہیں جاؤں گا، پھر بار بار اصرار کیوں کرتے ہو؟ اس شخص نے کہا جائیں گے کیوں نہیں؟ ایسے نہیں جائیں گے، تو میں

کاندھے پر اٹھا کر لے جاؤں گا۔ حضور ملک العلماء ایک منٹ خاموش رہے، پھر فرمایا جب کاندھے ہی پر لے جانا ہے، تو جاؤ پرسوں آنا۔ وہ شخص مطمئن ہو کر چلا گیا۔ تیسرے دن جب وہ ان کو لے جانے کیلئے آیا، تو دور ہی سے اس نے دروازے پر بھیڑ دیکھی اور جیسے ہی وہ دروازے پر پہنچا، گھر سے ایک نعش برآمد ہوئی۔ اس کو معلوم ہوا کہ نعش حضرت ملک العلماء کی ہے۔ اس نے آگے بڑھ کر کندھا دیا اور نعش کو مخاطب کر کے کہا۔ حضرت کاندھے پر لے چلنے کی بات میں نے اس لئے کہی تھی کہ میں آپ کو پھلواڑی شریف لے جانا چاہتا تھا۔ آپ کاندھے پر چل تو رہے ہیں، مگر آپ نے راستہ بدل دیا ہے۔“

اب لگے ہاتھ حضور ملک العلماء کی وفات کے بعد کی ایک کرامت ضیائے ملت علیہ الرحمہ کے قلم سے سنئے اور فیصلہ کیجئے، کہ آپ ولایت و کرامت کی کس منزل بلند پر فائز تھے۔ چنانچہ رقم طراز ہیں:

”آپ کے بارے میں جناب خلیل صاحب مجھی روایت کرتے ہیں کہ انتقال کے بعد جب آپ کو غسل دیا جانے والا تھا، تو جسم سے کپڑے اتارنے کی خدمت انہیں کے سپرد ہوئی۔ بھاری بھر کم جسم پر کرتہ اور اوپر سوٹر تھا۔ سوٹر تنگ ہونے کے سبب جسم میں بالکل پھنس گیا تھا، لیکن چونکہ نیا تھا، اس لئے وہ چاہتے تھے، کہ سوٹر صحیح و سالم اتر آئے، تا کہ اسے وہ تبرک کے طور پر اپنے استعمال میں لاسکیں۔ جب انہوں نے دیکھا کہ سوٹر کا بغیر پھاڑے ہوئے ٹکٹنا مشکل ہے، تو انہوں نے کان میں آہستہ سے کہا حضرت ذرا سا بدن ڈھیلا کیجئے، تا کہ سوٹر آسانی سے اتار سکوں میں اسے پہننا چاہتا ہوں، اتنا کہنے کے بعد جسم اس قدر ڈھیلا اور نرم ہو گیا کہ نعش کو جدھر چاہا، موڑا، جیسے چاہا گھمایا اور نہایت آسانی سے سوٹر اتار لیا۔ سوٹر میں کہیں خراش تک نہیں آئی، لیکن جب کرتہ اتارنے لگے تو کرتہ ڈھیلا ڈھالا اور فراخ ہونے کے باوجود فیچنی سے کاٹ کر الگ کرنا پڑا۔“

حضور ملک العلماء کی عبادت و ریاضت

محمد حسن رضانوری، دارالافتاء مرکزی ادارہ شرعیہ سلطان سنج پٹنلا

بجھائی۔ استاذ کی صحبت کا اثر طالب علم پر ضرور ہوتا ہے۔ حضرت علامہ علیہ الرحمہ نے اپنے اساتذہ سے صرف علوم ظاہری کی تعلیم نہیں کی بلکہ ان کی بارگاہ سے علم و حکمت کے ساتھ تصوف، عبادت، ریاضت، مجاہدے، نفس کشی اور صبر و قناعت کا بھی درس لیا۔ مصدر عشق و محبت سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ سے آپ کو کندن بنا دیا۔ امام اہلسنت کی بارگاہ عشق و محبت کا پروردگار

حضرت ملک العلماء علیہ الرحمہ کی پیدائش ۱۳۰۳ھ میں ایک مذہبی گھرانے میں ہوئی۔ آپ کے والد ماجد ملک عبدالرزاق اشرفی حضرت شاہ چاند پتھوی سے مرید تھے۔ آپ اپنے مرشد کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ آپ نہایت دیندار متقی و پرہیزگار اور صوم و صلوات کے پابند تھے۔ نماز و روزہ کے علاوہ نفس کشی اور مجاہدے وغیرہ بھی کیا کرتے تھے۔ خلوص و لٹہیت اور عبادت و ریاضت کی

لی۔ اسی ولی کامل کے بیس کا نتیجہ ہے کہ درس و تدریس، تصنیف و تالیف، افتاء نویسی، مناظرے، ہند و نصائح کی مشغولیت کے باوجود ریاضت و مجاہدے کے لئے وقت نکالتے۔

اس قدر اشتغال و انہماک کے بعد بھی آپ کی نماز کو قضا نہیں ہوتی۔ ہمیشہ جماعت کے ساتھ نماز ادا فرماتے۔ روزانہ نماز ہی پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ اور ادو وظائف اور ذکر و اذکار میں مشغول رہتے۔ ملک العلماء میں خشیت الہی بہت زیادہ تھی۔ آپ

خاص دینی و مذہبی ماحول میں ہوئی۔ والدین کی صحبت کا اثر آپ پر صاف نمایاں تھا۔ بچپن سے ہی تعلیم و تعلم کے ساتھ صوم و صلوات پابند تھے۔ آپ کا اکثر وقت حصول علم میں گذرا، مگر عبادت و ریاضت میں کمی نہیں آئی۔ آپ کی تعلیم و تربیت ایسے اساتذہ کی نگرانی میں ہوئی جو مروجہ علوم و فنون میں مہارت تامہ کے ساتھ اپنے وقت کے قطب اور ولی کامل تھے۔ آپ کے اساتذہ میں حضرت محدث سورتی علیہ الرحمہ ہیں۔ ان سے آپ نے پٹنہ اور پبلی بھیت میں علمی پیاس

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رضی اللہ عنہ کی حیات اور علمی خدمات

نماز اشراق ادا کرنے کے بعد ناشتہ تناول فرماتے۔ چائے نوشی وغیرہ کے بعد مدرسہ شمس الہدیٰ میں تشریف لاتے اور درس و تدریس میں مشغول ہو جاتے۔ ظہر کی نماز نوری مسجد میں پابندی سے ادا کرتے۔ اپنے دولت کدہ ”ظفر منزل“ شاہ سنج تشریف لاتے۔ ”ظفر منزل“ میں اہل و عیال کے ساتھ قیام فرماتے۔ آپ کی عبادت و ریاضت تصنیف و تالیف کے لئے ایک کمرہ مخصوص تھا۔ اس میں کسی کو جانے کی اجازت نہیں تھی۔ ملاقاتیوں کے لئے الگ روم تھا۔ جب بھی کوئی ملنے والا آتا اسے نیچے مہمان خانے میں بٹھایا جاتا۔ آپ کو خبر دی جاتی، آپ نیچے تشریف لاتے۔ اس مہمان خانہ میں حضور حجۃ الاسلام اور حضور مفتی اعظم ہند علیہما الرحمۃ والرضوان بھی تشریف لاکچے ہیں۔ ملک العلماء اپنے مخصوص کمرہ میں تشریف رکھتے اور اس میں تصنیف و تالیف، نماز، ذکر، اذکار اور تلاوت کلام مقدس کرتے۔

نے سبھی عبادت الہی میں کوتاہی نہیں کی۔ پنج وقتہ نماز کے علاوہ اشراق، چاشت، تہجد و نوافل بھی پابندی سے ادا کرتے رہے۔ اوراد و وظائف میں بھی مشغول رہتے۔ تصنیف و تالیف، درس و تدریس کے بعد آپ کا وقت عبادت و ریاضت میں گزرتا۔ ملک العلماء علیہ الرحمہ کا معمول تھا، کہ صبح صادق سے بہت پہلے بیدار ہوتے ضرورت سے فراغت کے بعد وضو کر کے نماز تہجد ادا کرتے۔ فجر کے وقت تک وظائف میں مشغول رہتے، اذان فجر ہوتی نماز فجر ادا کرتے اور گھر والوں کو بھی نماز کے لئے بیدار کرتے۔ فجر کی نماز کے بعد اوراد میں مشغول ہو جاتے۔

ملک العلماء علیہ الرحمہ امام اہلسنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کے خاص شاگرد اور خلیفہ تھے۔ آپ کو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے ولدی الاعز سے خطاب فرمایا ہے۔ آپ علیہ السلام کے مقربوں میں تھے۔ آپ کے یاس و وظیفہ کی ایک مجلد

مناسب نہیں، کہ رزق الہی اس کا انتظار لرے بلکہ رزق کا انتظار انسان کو کرنا چاہئے، مجھے گوارا نہیں کہ رزق خدا دسترخوان پر موجود ہو اور میں اپنی ضروریات میں مشغول رہوں۔

ملک العلماء علیہ الرحمہ نے درس و تدریس کے ساتھ

سماں ہا۔ ملک العلماء علیہ الرحمہ کی تمام عملیات کی اجازت مرحمت فرمائی تھی۔ اس کے علاوہ دیگر سلاسل سے بھی اجازت حاصل تھی۔ مگر آپ صرف سلسلہ قادریہ ہی کے اوراد و وظائف پڑھا کرتے تھے۔ آپ کے روزانہ کا معمول تھا، نماز فجر کے بعد نماز اشراق تک وظیفہ میں مشغول رہتے

انجمن برکات رضا۔ ممبئی

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رضی اللہ عنہ کی حیات اور علمی خدمات

اس مجلس خیر کی منعقد کرنے کا موقع دیا جاتا۔ اگلی نشست کے لئے آپس میں طے کرتے اعلان کر دیا جاتا، کہ آئندہ اتوار کو فلاں جلسہ کے بنگلہ پر مجلس منعقد ہوگی۔ مسلم افسروں میں ایک اتر پردیش کے آئی، اے، ایس افسر قرنی صاحب تھے اور ایک پنجاب کے تھے، یہ محکمہ مویشیات کے ڈائریکٹر تھے، بچے قادیانی تھے، یہ دونوں افسران مجلس درس قرآن میں پیش پیش رہتے۔

اس کے علاوہ ہر اتوار کی صبح دریا پور پٹنہ کی جامع مسجد میں درس قرآن دیا کرتے۔ جس میں شہر کی معزز اور مشہور ہستیاں، افسران، دانشوران اور خصوصیت کے ساتھ وکلاء حضرات شامل ہوتے۔ درس کے بعد مسائل فقہیہ کے علاوہ میراث کے تعلق سے استفسار ہوتا اور آپ سبھوں کو تشفی بخش جواب عنایت فرماتے۔ آپ کی عبادت کے تعلق سے آپ کے صاحبزادہ حضرت مختار الدین آرزو فرماتے ہیں:

”ملک العلماء عرصے سے فشار الدم کے مرض میں مبتلا تھے۔ اور بہت کمزور ہو گئے تھے، لیکن ان کی عبادت و ریاضت نے کبھی کوئی کمی نہیں آئی نہ ان کے روزانہ کے معمولات میں کوئی فرق۔ زندگی کے آخری دن تک وہ علمی و دینی فرائض حسب معمول انجام دیتے رہے۔ شب دوشنبہ ۱۹ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۲ھ ۱۸ نومبر ۱۹۶۲ء کو ذکر جہر اللہ کرتے ہوئے اپنی جان جان آفریں کو پہرے کی۔ (صحیح البہاری ص: ۱۰)

ملک العلماء علیہ الرحمہ کے عرس کے دن ادارہ ثریو پٹنہ میں میلاد قرآن خوانی کی مجلس منعقد ہوتی ہے۔ جس میں ادارہ شرعیہ کے اراکین، اساتذہ گرام، طلبہ عظام اور شہر کے معززین شامل ہوتے ہیں اور بعد نماز عصر مزار شریف پر فاتحہ خوانی و چادر پٹا ہوتی ہے۔

☆☆☆

فتویٰ نویسی، تالیف و تصنیف اور مواعظ حسنہ کا سلسلہ بھی آخری دم تک جاری رکھا۔ ملک طول و عرض میں وعظ نصیحت کی مجالس میں جاتے اور رشد و ہدایت ارشاد فرماتے۔ آپ پٹنہ میں جب بھی موجود ہوتے پابندی سے جمعہ کی نماز ٹریننگ اسکول کی جامع مسجد مہندرو میں ادا کرتے، اور نماز جمعہ سے قبل مختصر مگر بلیغ خطبہ ارشاد فرماتے۔ مقتدی میں حنفی غیر حنفی ہر مکتبہ فکر کے لوگ صرف آپ کے خطاب نایاب کی سماعت کے لئے حاضر ہوتے۔ آپ قرآن و احادیث کی روشنی میں شرح و وسط کے ساتھ خطاب فرماتے۔ آپ کی تقریر دل پذیر کوسن کر کتنے بد عقیدوں نے اپنی بد عقیدگی سے توبہ کی۔ ۱۹۴۷ء کے قبل تک ہر اتوار کو مغرب کی نماز کے بعد

حکومت بہار کے مسلم افسران اپنے اپنے گورنمنٹی بنگلہ پر سلسلہ وار قرآن کی مجلس منعقد کیا کرتے تھے۔ جس میں آئی، اے، ایس افسران اور مختلف محکمہ جات کے سربراہ بھی خصوصی طور پر شرکت فرماتے۔ یہ مسلم افسران مختلف مکتبہ فکر کے ہوتے۔ قرآن پاک کے درس سے قبل تمام افسران باضابطہ قرآن پاک کے مختلف تراجم و تفاسیر کا گہرہ مطالعہ کر کے آتے اور اپنے مسلک کی کتابیں بھی ساتھ لاتے اور ایک بڑے ہال میں دائرہ نما فرش پر بیٹھ جاتے اور ہر ایک اپنے سامنے اپنا مترجم کلام پاک اور کتابیں رکھتے۔ مجلس کی ابتداء میں ملک العلماء علیہ الرحمہ قرآن مقدس کی آیتیں تلاوت فرماتے۔ پھر ترجمہ کے ساتھ اس کی تفسیر حدیث نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روشنی بیان فرماتے۔ اس کے بعد ہر ایک افسر اعتراضات و سوالات باری باری کرتا اور حضرت ملک العلماء علیہ الرحمہ ہر ایک کا مدلل جواب عنایت فرماتے۔ یہ سلسلہ دیر رات تک چلتا رہتا۔ اخیر میں آپ کی دعا پر مجلس کا اختتام ہوتا۔ اس کے بعد حاضرین کو پر تکلف عشاء یہ بھی دیا جاتا۔ اس طرح ہر ایک افسر کو

حضور ملک العلماء کی تقویٰ شعاری

از قلم: مفتی محمد عابد حسین قادری نوری، شیخ الحدیث جامعہ فیض العلوم، جمشید پور

- بلندی کی حدوں کو روندتا ہے متقی ہو کر
فرشتوں سے بھی بڑھ جاتا ہے انساں آدمی ہو کر
ایک بزرگ نے فرمایا ہے، سعادت جاودانی و نیک بختی
دو جہاں کا دروازہ تقویٰ ہے۔ جتنی منزلیں عالم لا الہ الا اللہ میں
آراستہ کی گئی ہے اور جتنے درجے جنت الفردوس میں بنائے گئے
ہیں۔ سب کے سب متقیوں کے لئے سجائے گئے ہیں اور انہیں کے
ناموں سے وہ نامزد ہیں۔
- قرآن مجید میں بے شمار مقامات پر تقویٰ کا ذکر آیا اور اللہ
تعالیٰ نے اپنے بندوں کو بار بار تقویٰ کا حکم دیا۔ ایک جگہ فرمایا ہے۔
یا ایہا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس
واحدہ (اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، جس نے تمہیں ایک جان
(حضرت آدم) سے پیدا فرمایا کہیں فرمایا ہے ”یا ایہا الذین آمنوا
اتقوا اللہ حق تقاتہ“ (اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ
ڈرنے کا حق ہے) اور ایک جگہ فرمایا ”یا ایہا الذین
آمنوا اتقوا اللہ و قولوا قولا سدیداً یصلح لکم اعمالکم“
(اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور درست بات کہو اللہ تمہارے لئے
تمہارے اعمال کو درست فرمادے گا) اور کہیں فرماتا ہے ان اللہ
یحب المتقین“ (یقیناً اللہ تقویٰ شعاروں کو محبوب رکھتا ہے)۔
- جب بارہا اللہ تعالیٰ بندے کو تقویٰ کی یاد دلا رہا ہے، تو
اسی سے تقویٰ کی اہمیت و افادیت سمجھ لینا چاہئے اور ہر فرد بشر کو تقویٰ
- اختیار کرنا چاہئے۔
تقویٰ کے کئی معنی آتے ہیں۔ خوف کرنا، ڈرنا،
پرہیزگاری اختیار کرنا اور خوف کی چیزوں سے بچنا۔
(۱) اور عرف شرع میں ممنوعات اور گناہوں سے بچنے کا نام
تقویٰ ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ارشاد
فرمایا ”متقی وہ ہے جو شرک، کبائر اور فواحش سے بچے۔“
(۲) بعض کا قول یہ ہے:۔ معصیت پر اصرار اور اطاعت پر
غرور کا ترک تقویٰ ہے۔
(۳) بعض کا قول یہ ہے:۔ تقویٰ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی پیروی کا نام ہے
(۴) اور ایک قول ہے:۔ تقویٰ حرام چیزوں کا ترک
اور فرائض کا ادا کرنا۔
- ان معانی میں کوئی تضاد نہیں سب ایک دوسرے کے
موافق ہیں۔ ان تمام کا محصل یہ ہے، کہ اللہ کا ڈر دل میں بسا کر اس
کی نافرمانی اور گناہوں سے بچے، اس کے اور اس کے رسول
عز و جل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احکام و شرائع کو بجالانے کا نام
تقویٰ و پرہیزگاری ہے۔ تقویٰ ایک خاص صفت ہے۔ جو توفیق الہی
سے حاصل ہوتی ہے۔ اس صفت سے متصف ہونے کے بعد انسان
تمام گناہوں سے بچ کر فلاح و بہبود سے ہمکنار اور ہادی و مہدی بن
جاتا ہے۔ یعنی وہ خود اللہ تعالیٰ کی عنایت و ہدایت سے ہدایت یافتہ

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدنی کی حیات اور علمی خدمات

ہو یا حرام چیزوں کے ترک اور فرائض کی ادائیگی کا، ہر اعتبار سے آپ تقویٰ سے مزین و آراستہ تھے۔

حضور ملک العلماء متقی ہونے کی حیثیت سے:-

حضرت ملک العلماء قدس سرہ العزیز کی حیات طیبہ

ہم ایک طائرانہ نظر ڈالتے ہیں، تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ تقویٰ کے

اعلیٰ منزل اور اونچی سطح پر فائز ہیں۔ کیونکہ آپ اللہ تعالیٰ کی عنایت

ہدایت سے صرف زبردست عالم و فاضل، اخلاق و کردار کے پیکر

مایہ ناز واعظ و مفتی، پچاسوں کتابوں کے مصنف نہ تھے، بلکہ وہ مہر

مہدی تھے۔ وہ رب کی نوازشات سے ہدایت یافتہ تھے اور شک

نہیں کہ جو ہدایت یافتہ اور صراطِ مستقیم پر گامزن ہوگا وہ متقی ہوگا۔

آپ کی تقویٰ شعاری کی شہادت ہمہ و شمانے نہیں دی، وقت کے

مجدد اعظم نے دی ہے، جو سخت محتاط تھے اور بہت ہی سوچ سمجھ کر

کوالقاب و خطاب سے نوازتے تھے۔ اس ذات ستودہ صفات نے

آپ کو مہدی (یعنی ہدایت یافتہ) کا خطاب دیا ہے۔ یہ نہ صرف

ہدایت یافتہ، بلکہ منارہ ہدایت اور ہزاروں کو رشد و ہدایت کی ڈگر پر

کرکھڑا کرنے والا فرماتا ہے۔

مجدد اعظم فاضل بریلوی قدس سرہ نے اپنی وفات سے

بارہ سال قبل ۵ شعبان المعظم ۱۳۲۸ھ کو (جبکہ حضور ملک العلماء

۲۵ سال کے تھے) انجمن نعمانیہ لاہور کو ایک مکتوب لکھا تھا۔ جس

میں ملک العلماء کی اور کئی خوبیوں کو جہاں شمار کیا، وہیں آپ کے

بارے میں یہ بھی لکھا ہے ”ہادی مہدی“ (مکاتیب ملک العلماء)

وقت کے اتنے عظیم محقق اور نقاد کا جو ایک لفظ فضول اور بے جا القاب

و خطاب میں مبالغہ آرائی کا قائل نہ تھا، ہادی اور مہدی جیسے القاب

سے نوازنا بلاشبہ ملک العلماء کے تقویٰ و طہارت اور فضل و کمال

کا بین ثبوت ہے۔

اور دوسروں کو ہدایت کی راہ پر گامزن کرنے والا ہو جاتا ہے۔

اس اعتبار سے دیکھا جائے تو حضرت ملک العلماء علامہ

سید محمد ظفر الدین فاضل بہاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شخصیت بہت

ممتاز اور قد آور معلوم ہوتی ہے۔ آٹھ سال بریلی شریف کے قیام کا

ہو یا پانچ سال سہرام کا، مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ ہو خواہ جامعہ لطیفیہ

کلٹیہار، مدرسہ حنفیہ آ رہ ہو یا ظفر منزل پٹنہ کے قیام کا دور، آپ جس

مقام پہ تشریف فرما ہوں، یہ نہیں کہا جاسکتا ہے، کہ احکام شریعت کی

ادائیگی میں کوئی کمی کی اور فتویٰ یا تقویٰ کے خلاف کیا ہو۔ آپ جہاں

کہیں بھی رہے، عبادت و ریاضت کو اپنے لئے حرز جان و ایمان

سمجھتے رہے اور کبار و فواحش سے احتراز کرتے ہوئے فرائض

و واجبات اور سنن کے پابند رہے، جا و شریعت پر قائم و دائم رہے۔

اور کسی طرح اپنے معمولات میں کوئی فرق نہ آنے دیا، خشیت الہی

سے آپ کا دل لرزاں اور ترساں رہتا تھا۔ حتیٰ کہ آخری دم تک اسی پر

ثابت قدم رہے۔ ہمارے اس دعوے کا ثبوت ذیل کے اقتباس سے بھی

ہوتا ہے۔ آپ کے شہزادے ڈاکٹر مختار الدین آرزو قمر طراز ہیں:

”ملک العلماء عرصہ سے فشار الدم کے مرض میں مبتلا

تھے۔ اور بہت کمزور ہو گئے تھے۔ لیکن ان کی عبادت و ریاضت میں

کبھی کوئی کمی نہیں آئی، نہ ان کے روزانہ کے معمولات میں کوئی

فرق، زندگی کے آخری دن تک وہ علمی و دینی فرائض حسب معمول

انجام دیتے رہے۔ (مقدمہ صحیح البہاری صفحہ ۱۷۱ پر پروفیسر مختار

الدین)

اس طرح تقویٰ کے تمام معنی آپ پر بالکل فٹ آتے

ہیں، خواہ خوف الہی دل میں بسانے کا معنی ہو یا خوف کی چیزوں

سے بچنے کا، کبار و فواحش سے پرہیز گاری کا معاملہ ہو یا اتباع رسول

و اتباع صحابہ کا، معصیت پر صرار اور طاعت پر غرور کے ترک کا معنی

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدظلہ کی حیات اور علمی خدمات

آپ کا تقویٰ ثبات علی السنہ کی جہت سے :-

تقویٰ کے لئے ضروری ہے کہ فرائض و واجبات کی ادائیگی کے ساتھ حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنتوں پر ثابت اور پابند رہے۔ بغیر سنت رسول اور اسوۂ حسنہ کے اپنائے ہوئے۔ کوئی متقی نہیں بن سکتا۔ استقامت فی الدین اور ثبات علی السنہ حاصل ہوتا ہے تب کہیں جا کر انسان متقی کہلاتا ہے۔

حضرت ملک العلماء قدس سرہ جہاں علم و فن کے بحرِ ذخار، بحرِ عالم، بلند پایا فقیہ، ماہر مفتی اور بے شمار کتابوں کے مصنف تھے، وہیں آپ کو فرائض و واجبات پر مداومت کے ساتھ سنتوں پر ثبات و استقامت حاصل تھی۔ سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ ایک دوسرے مکتوب میں آپ کو نوازتے ہوئے رقمطراز ہیں:

”آپ کے پاس بعونہ تعالیٰ علم نافع ہے، ثبات علی السنہ ہے“

سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی عنہ المولوی نے حضرت ممدوح کو ایک خط میں ”حامی السنہ حامی الفتنہ بھی لکھا ہے یعنی سنت کی حمایت اور فتنوں کو مٹانے والا جس کا واضح مطلب یہ ہوا کہ ملک العلماء سنت رسول پر عمل پیرا ہو کر تقویٰ کی اعلیٰ منزل کو چھو چکے تھے۔ کیونکہ سنتوں کی تبلیغ و دعوت اور اسکی حمایت و حفاظت کسی سے اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ اس سے خود ہی سنتوں پر ثبات اور استقامت حاصل نہ ہو۔

ثبات علی النوافل کی جہت سے :-

ملک العلماء قدس سرہ نوافل پر بھی مداومت اور التزام برتتے تھے۔ سنت نمازیں ہوں یا سنت روزے ہر ایک کو دوام کے ساتھ عمل میں تو لاتے ہی تھے، نوافل کو بھی ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ اس باب میں وہ جمعرات و جمعہ کا بھی روزہ رکھتے تھے اور ایام بیض، یعنی ہر ماہ کی ۱۳/۱۴/۱۵ تاریخ کے روزے پر بھی

استقامت تھی۔ اہل خرد جانتے ہیں، کہ ان روزوں کی حیثیت مستحب و نوافل سے زیادہ نہیں۔ اس کے باوجود ان کی پابندی حضرت ملک العلماء کے کمال تقویٰ کی دلیل ہے۔ غالباً ان کے پیش نظر حدیث قدسی میں مذکور رب تبارک و تعالیٰ کا فرمان عالیشان تھا۔ ”وما یزال عبدی یقترب الی بالنوافل حتی احببتہ“ (میرا بندہ نوافل کے ذریعہ برابر قرب حاصل کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اسے اپنا محبوب بنا لیتا ہوں) پھر یہ حدیثیں بھی نظر میں ہونگی کہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے! رمضان کے روزے اور تین دن کے روزے سینے کی خرابی کو دور کرتے ہیں۔ ایک دوسری حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: ”جس سے ہو سکے، ہر مہینے میں تین روزے رکھے، کہ ہر روزہ دس گناہ مٹاتا ہے اور گناہ سے ایسا پاک کر دیتا ہے، جیسا پانی کپڑے کو۔۔۔“

نیز رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: ”جس نے چار شنبہ و پنجشنبہ و جمعہ کو روزہ رکھا اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ایک مکان بنائے گا۔ جس کے باہر کا حصہ اندر سے دکھائی دیکھا اور اندر کا حصہ باہر سے“ (بہار شریعت حصہ پنجم ص ۱۳۹/۱۴۰) اب ہمارے اس دعوے کے ثبوت کے لئے ذیل کی شہادت ملاحظہ کیجئے:

۱۴ صفر المظفر ۱۴۲۰ھ مطابق ۳۱ مئی ۱۹۹۹ء کو گرامی قدر جناب حافظ ضیاء الحق صاحب گیاوی جن کے والد گرامی حضرت سید عبدالمنان صاحب مرحوم ہیں اور جن کے یہاں برابر حضرت ملک العلماء کا ورود مسعود ہوتا تھا، ایک نشست میں آپ نے راقم الحروف سے فرمایا:

”حضرت ملک العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان نماز اور دیگر فرائض کی

انجمن من بركات رخصا۔ مہینی

جہان ملک العلماء

میں خراماں خراماں چلتے۔“

ایک سوال کے جواب میں سید صاحب موصوف نے آپ کے اخلاق و کردار کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ: آپ کے اخلاق بہت اونچے اور بلند تھے۔ آواز بلند تھی۔ مگر کسی کو ڈانڈ پھینکار کے لہجے میں تکلم نہیں فرماتے۔ مسلمانوں سے محبت و اخلاص اور خندہ پیشانی سے ملتے تھے۔ ایک خاص خوبی یہ تھی، کہ آپ متصلب سنی تھے اور کیوں نہ ہو کہ آپ سیدنا علیؑ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کے شاگرد تھے۔ بچوں کے ساتھ بہت شفقت سے پیش آتے تھے۔ میرے پڑے بھائی سید بدر الدین صاحب مقیم لجال پاکستان سے بہت پیار کرتے تھے۔ کبھی کبھی محبت میں انہیں گود میں لے لیتے تھے۔“

سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ:

”ملک العلماء ہم لوگوں کے مقابلے مالدار تھے، ان کی مالی حیثیت اچھی تھی۔ کیونکہ مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ میں ان کی اچھی تنخواہ تھی اور ہم لوگوں کی مالی حیثیت اس وقت کمزور تھی۔ اس کے باوجود میرے یہاں بہت سادہی کھانے پر اکتفا فرما لیتے۔ بلا تکلف سبزی۔ آلو کا بھرتا اور بھجیا بھی کھا لیتے تھے اور کبھی کسی طرح کا گدہ و شکوہ نہیں کرتے۔ دن میں چاول اور رات میں روٹی کھاتے تھے۔“

حضور ملک العلماء کا تقویٰ جذبہ ایثار کی جہت سے:

ایثار کے تعلق سے پروردگار عالم نے ارشاد فرمایا ہے

”وَلَمْ يُوَثِّرُوا عَلَىٰ انْفُسِهِمْ وَلَا كُنَّا لَنُبَدِّلَهُمْ (مسلمان اپنی جانوں کی نسبت دوسرے پر ایثار کرتے ہیں۔ اگرچہ انہیں گناہوں سے) یعنی ایثار کرنے والے اگرچہ کسی مخصوص چیز کے خود ضرورت مند ہوں۔ مگر اپنے نفس پر ایثار کر کے اسے اپنے مسلمان بھائی کو

ادا لگی کے ساتھ ہر ماہ ۱۳/۱۲/۱۵ ارتابخ کو ضرور روزہ رکھتے تھے اور بہت سارے ایام میں جمعرات اور جمعہ کا روزہ رکھتے بھی دیکھا ہے۔“

عمامہ باندھنے کا التزام:

حضرت ملک العلماء قدس سرہ العزیز کے تعلق سے یہ بات بھی ملحوظ نظر رکھنی چاہئے کہ جہاں آپ اور سنن و نوافل کے سخت پابند تھے، وہیں عمامہ جیسی سنت ادا کرنے میں بھی ممتاز نظر آتے ہیں۔ آج عوام تو کجا، خواص بھی عمامہ کی سنت سے غافل ہیں۔ اس کی فضیلتوں کو جانتے ہوئے، بھی اپنے نکاسل و سستی سے اس پر عمل پیرا نہیں۔ جبکہ حدیث شریف سے ثابت ہے، کہ ایک جمعہ کی نماز عمامہ کے ساتھ پڑھنا بغیر عمامہ پڑھنے والی ستر نمازوں سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔ وہی سید موصوف فرماتے ہیں:

”آپ کا چہرہ بہت وجیہہ اور پرکشش تھا۔ لہذا، گھنی ڈاڑھی، شیروانی اور علیگڑھی پانچا میں ہمیشہ ملبوس رہتے تھے۔ سر پر عمامہ ضرور باندھے ہوتے۔ آپ کا عمامہ مونے ٹکڑے کا ہوتا تھا۔ رفتار میں سبک خرامی تھی۔ آپ کی یہ رفتار قرآن وحدیث کی پیروی میں تو تھی ہی، لیکن غالب یہ ہے کہ آپ نے سیکھا ہے، تو اپنے استاذ سیدنا علیؑ حضرت قدس سرہ کے عمل سے۔ سیدنا علیؑ حضرت عظیم البرکت کے چلنے کی کیفیت حضرت ملک العلماء خود ہی سید ایوب علی قادری کے حوالے سے رقمطراز ہیں کہ ”(سیدنا علیؑ حضرت کی) سبک خرامی کا یہ حال تھا کہ کبھی حضور کے چلنے میں پائے مبارک کی چاپ سننے میں نہ آئی۔ اکثر اوقات ایسا ہوا، کہ میں اور برادر م قاعدت علی پھانک میں سہ درمی کے اندر کام کر رہے تھے اور حضور پر نور کا شانہ اقدس سے باہر تشریف لے آئے اور پورا صحن نشست گاہ طے فرما کر خود تقدیم سلام فرمائی، تب خبر دار ہوئے۔ (حیات

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی علیہ السلام کی حیات اور علمی خدمات

جاگتی تصویر دیکھنی ہو، تو ایک لمحہ کے لئے یکسوئی کے ساتھ حضرت ملک العلماء کے حالات زندگی پر نظر ڈالنے پھر معلوم ہو جائیگا، کہ اسلامی اخوت اور مسلک و عقیدت کے رشتے کی بنیاد پر ایک عالم دین کی یاد میں ایثار و قربانی کا تحفہ نچھا اور کر کے وہ تقویٰ اور کمال ایمان کی کس منزل سے ہم کنار ہوئے۔ اصل الفاظ سے محفوظ ہونے کے لئے واقعے کی تفصیل انہیں کی تحریر میں ملاحظہ کیجئے، لکھتے ہیں:

”۱۳۳۳ھ کی سردی کا موسم ہے۔ میں ایک دن مراد پور چھینٹ دیکھنے کے لئے گیا۔ ایک دوکان پر سبز زمین پر بہترین چھینٹ نظر پڑی اور ساتھ ہی ساتھ دوسرا تھان دیکھا، جو پڑیدار چھینٹ تھی۔ ان دونوں تھانوں کو دیکھ کر یہ خیال ہوا، کہ اس کپڑے کا دولائی بنوائی جائے اور یہ نیل اس میں لگائی جائے، تو بہت ہی نفیس اور بہترین ہوگی، تو اس لئے مناسب ہے کہ بہتر ہی شخص کے لئے بنے اور میں نے ارادہ مصمم کر لیا، کہ تیار کر کے اعلیٰ حضرت کی خدمت میں بھینٹ کر دے اور اسے پارسل روانہ کر دوں گا۔ احباب نے کہا کہ اسٹر کے لئے پیکرنگا ہی خرید لیجئے۔ میں نے اپنا قصد ظاہر کیا کہ اعلیٰ حضرت کے لئے صندلی رنگ کا اسٹر مناسب ہے۔ گفتش ملل کر مراد پور (پٹنہ) ہی میں صندلی رنگنے کو دے دیا۔“

الغرض جیسا میں چاہتا تھا، بہتر سے بہتر وہ دولائی سل کر تیار ہوئی۔ میں نے پارسل سے اعلیٰ حضرت کی خدمت میں روانہ کر دی اور اس پر حضرت حسن میاں صاحب مرحوم مغفور کا یہ مصرعہ لکھا دیا۔۔

سرکار میں یہ نظر محقر قبول ہو (حیات اعلیٰ حضرت جلد اول ۵۸) اگر ذہن پر بار نہ ہو، تو لگے ہاتھ ذرا سرکار اعلیٰ حضرت کا ایثار زیب نظر کر لیجئے۔ ملک العلماء قدس سرہ واقعہ بالا کے مصلح ہی لکھتے ہیں:

جناب مولوی امجد رضا صاحب عرف ماموں میاں

”لایومن احدکم حتی یحب لایحیہ ما یحب لنفسہ“ (تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن کامل نہیں ہو سکتا، جب تک کہ جو چیز اپنے لئے پسند کرتا ہے، وہی اپنے بھائی کے لئے بھی پسند نہ کر لے) مطلب یہ ہے، کہ تقویٰ اور کمال ایمان اسی وقت حاصل ہوگا، جب آدمی اپنی پسند کو اپنے بھائیوں کے لئے قربان کر دے، قربانی کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ بھائی بھائی کے لئے، بیٹا ماں باپ کے لئے شاگرد استاذ کے لئے اور ایک پڑوسی دوسرے پڑوسی بلکہ ہر انسان دوسرے انسان کے لئے جذبہ ایثار رکھے، تب کہیں جا کر وہ مومن کامل اور متقی ہوگا۔

ایثار کے متعلق حضرت داتا گنج بخش جویری رحمۃ اللہ علیہ اپنی مایہ ناز کتاب ”کشف المحجوب“ میں حضرت ابوالحسن احمد نوری علیہ الرحمۃ والرضوان کے حوالے سے لکھتے ہیں:

”درویشوں کے لئے صحت فرض ہے اور گوشہ نشینی ناپسندیدہ اور یہ کہ ہم نشین کا دوسرے ہم نشین کیلئے ایثار بھی فرض ہے ایثار کی حقیقت یہ ہے کہ صحبت میں اپنے رفیق کے حق کی حفاظت رکھے اور اپنے حق سے اس کے حق کی خاطر دستبردار ہو جائے اور اپنے رفیق کو آرام و راحت پہنچانے میں خود تکلیف برداشت کرے اور اپنے آرام و راحت کو اس پر قربان کر دے۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان کی روح پر خرچ کرنے اور اپنی محبوب و مرغوب چیز سے دستکش ہونے سے زیادہ شدید چیز کوئی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام نیکیوں کی کنجی سب سے زیادہ محبوب چیز خرچ کرنے کو بتایا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ ”لن تنالوا البر حتی تنفقوا من ماتحبون“ (ہرگز ہرگز نہ پاؤ گے جب تک اپنی سب سے زیادہ محبوب چیز خرچ نہ کرو گے) ایضاً ص ۲۸۲

ایثار کا معنی و حقیقت واضح ہو جانے کے بعد اس کی جیتی

انجمن برکات رضا۔ ممبئی

حضور ملک العلماء امام احمد رضا کی نظر میں

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام احمد رضا رحمہ اللہ کی علمی خدمات

ابھی تک آپ نے ”وظیفہ کریمہ“ نہیں بھیجا۔ جس کی سخت ضرورت ہے، اسی کے ساتھ دو نسخے ”النہی الاکید“ اور ایک نسخہ ”احسن الوعاء“ اور چار نسخے ”وظیفہ کریمہ“ کے رجسٹری کرا کے بھیج دیجئے۔

اپنے اپنے رسالہ مستطاب ”تنویر المصباح عند حنی علی الفلاح“ کے اخیر میں نفع مسلمین کے لئے اس وظیفہ کریمہ سے دعائیں منتخب فرما کر بھی چھپوائیں اور ان لفظوں میں سنی مسلمانوں کو اجازت دی:-

فقیر حقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ المولیٰ اپنے سنی صحیح العقیدہ حنفی بھائیوں کو ان دعاؤں کے پڑھنے کی اجازت دیتا ہے ”کما اجازنی شیخی ومنز شدی قدس سرہ بسندہ المتصل المرفوع وهو حسبی ونعم الوکیل“ (خاتمہ رسالہ تنویر المصباح)

دین خیر خواہی کا نام ہے (رواہ مسلم والبخاری فی کتاب الایمان) خاتمہ رسالہ تنویر المصباح عند حنی علی الفلاح، شائع کردہ محمد صابر حسن خاں صابر فاروقی۔ مطبع جید برقی پریس دہلی ۱۹۵۱ء

وقت وفات وظیفہ ”اللہ“

حدیث شریف میں ہے کہ ”انما العبرة بالخواتیم“ اعتبار خاتمہ ہی کا ہے اور ایک دوسری حدیث میں ”من کان آخر کلامہ لا الہ الا للہ دخل الجنة“ (ابو داؤد شریف) یعنی موت کے وقت جس کا آخری کلام لا الہ الا للہ محمد رسول اللہ ہو وہ جنت میں داخل ہوگا۔

ان احادیث طیبہ کی روشنی میں بفضلہ تعالیٰ حضرت ملک العلماء قدس سرہ کا خاتمہ بھی اسی طرح یا الہی میں ہو جس طرح ان

کے بعد حضرت ملک العلماء قدس سرہ اپنی آرام گاہ پر پہنچتے اور گھنٹوں قرآن شریف اور وظائف پڑھتے رہتے۔ سورہ مزمل شریف، سورہ یسین شریف وغیرہ اور کبھی دیگر وظائف اوراد۔ خیال ہیکہ ڈھائی سے تین گھنٹے تک پڑھتے ہوئے مثلاً دس بجے شروع کیا، تو ایک بجے رات کو پڑھنا موقوف کرتے تھے، اس کے بعد ہی سوتے۔

الوظیفہ الکریمہ سے دلچسپی:-
حضرت ملک العلماء کو عملیات اور وظائف سے عشق کی حد تک لگاؤ کے سبب رسالہ مبارکہ ”الوظیفہ الکریمہ“ سے خاص دلچسپی تھی۔ ”الوظیفہ الکریمہ“ قرآنی ادعیہ اور احادیث کے وظائف و اعمال کا مجموعہ ہے، جنہیں سیدنا علی حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ نے جمع کیا ہے۔ اس کے سارے وظیفے آپ کے عمل میں رہے ہیں۔ ان اور دو وظائف کی اجازت آپ نے حضرت ملک العلماء قدس سرہ کو بھی دی تھی۔ حضرت ملک العلماء نے ان وظائف کو صرف اپنی ذات تک محدود نہ رکھا، بلکہ ”الدین النصیح“ کے تحت امت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بھی اس کے فیوض و برکات سے متمتع اور مستفیض کرنا چاہتے تھے۔ اس کے متعدد نسخے منگوا کر لوگوں میں تقسیم کرتے رہتے تھے۔

اور اس کی اجازت دے کر پڑھنے کی تلقین فرماتے تاکہ عام مسلمان بھی تقویٰ و طہارت کی منزلیں طے کر سکیں۔ حضرت ملک العلماء قدس سرہ کو ”الوظیفہ الکریمہ“ کے وظائف و اعمال سے کس قدر محبت و وارفتگی تھی۔ اسکا اندازہ اس سے کیجئے کہ بارہا حضرت مولانا تقدس علی خاں رضوی علیہ الرحمۃ والرضوان متوفی ۱۹۸۸ء کو خط لکھ کر یاد دہانی کراتے اور لاہور سے یہ رسالہ منگواتے تھے ان کے نام ایک خط میں رقمطراز ہیں۔

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی علیہ السلام کی حیات اور علمی خدمات

کی پوری حیات ذکر اللہ اور دیگر وظائف و اوراد میں گزری۔

ڈاکٹر مختار الدین آرزو وار قام فرماتے ہیں:

”شب دو شنبہ ۱۹ جماد الآخر ۱۳۸۲ھ ۱۸ نومبر ۱۹۶۲ء کو

ذکر جہر ”اللہ اللہ“ کرتے انہوں نے اپنی جان جان آفریں کو اس

طرح سپرد کی کہ کچھ دیر تک اہل خانہ کو اس بات کا احساس بھی نہ ہوا

کہ وہ واصل بحق ہو چکے ہیں۔: (مقدمہ صحیح البہاری)

آپ کا تقویٰ اخلاص کی جہت سے:-

عبادات کے مقبول ہونے کے لئے اخلاص سے مزین

اور مخلص ہونا ضروری ہے۔ خلوص اور صدق نیت کے بغیر کوئی ثواب

مرتب نہیں ہوتا۔ اخلاص کا معنی ہے محض رضائے الہی کے لئے عمل

کرنا کسی کے دکھاوے کے لئے نہیں۔ حصول ثواب اور آخرت

مطلوب ہو کسی بندے کی خوشنودی نہیں اس کی ضد ریا اور سمعہ ہے۔

ریا کا معنی ہی اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کے دکھاوے اور نمائش کے

لئے کام کرنا اور سمعہ کے معنی ہے دوسرے کو سنانے کے لئے

ذکر و تلاوت وغیرہ عبادات کرنا، یعنی اس لئے عبادت کرنا تاکہ لوگ

سنیں اور اچھا جائیں۔ یہ دونوں چیزیں بہت فتنہ ہیں۔ ان کی وجہ

سے عبادت کا ثواب نہیں ملتا، بلکہ الٹا گناہ سر پر عائد ہوتا ہے اور ایسا

آدمی مستحق عذاب ہوتا ہے۔ حدیث شریف میں ریا کو چھوٹا شرک

فرمایا ہے۔ ”الریاھو الشکرک الا صغر“ اس کو شرک اس لئے

فرمایا گیا کہ اللہ کی عبادت میں اسکی رضا طلبی کی بجائے غیر اللہ کی

خوشنودی کو شریک کر لیا گیا۔

اور جب تک آدمی اپنے اندر سے اس شرک خفی یعنی

ریا اور سمعہ نکال نہیں پھینکے گا، وہ خالص مخلص اور متقی نہیں ہو سکتا اور

نہ اسے رضائے مولیٰ حاصل ہوگی۔ اس طرح کی لاکھ عبادت

کرے۔ حقیقت ایمان اور توحید حقیقی کا مزہ نہیں پاسکتا۔ اس کے بر

خلاف جوان خامیوں سے خود کو پاک اور بے داغ رکھتا ہے، وہ

تقویٰ کی منزل پر فائز المرام ہوتا ہے۔ اسے رضائے مولیٰ اور ثواب

حاصل ہوتا ہے اور اس کی آخرت سنور جاتی ہے۔ اسی شرک خفی یعنی

ریا اور سمعہ سے اجتناب اور اخلاص سے متعلق حضرت مخدوم شرف

الدین احمد علی منیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں:-

”تو جان کہ اگرچہ یہ شرک ایمان کو نقصان نہیں

پہنچاتا، مگر ایمان کی حقیقت اور ایمان کے فائدوں کو نقصان ضرور

لاتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے، جیسے خالص سونا بھی سونا ہے اور وہ

سونا جس میں ملاوٹ ہو۔ اس خالص سونے کے برابر نہیں ہو سکتا اور

اس کی قیمت کم ہوگی اور حقیقت میں ایمان خداوند تعالیٰ کی توحید ہے

اور توحید شرک کی ضد ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب تک شرک نہیں

اٹھ جائے گا، توحید نہیں حاصل ہو سکتی۔ جب شرک کی جڑ اکھڑ جائے

گی، اپنی اصلی شکل میں توحید ظاہر ہوگی، اگر مقصود یہ ہے کہ ایمان

اور توحید اصلی صورت میں سامنے آئے، تو جتنی صورتیں شرک کی

ہیں، ایک ایک کر کے نکال دو اور وہ آلودگی شرک خفی ہی ہے اور

شرک خفی کے معنی خدا کے سوا دوسری شخصیت سے نفع اور نقصان

دیکھنا ہے اور امید اور ڈر خدا کے سوا کسی دوسری ذات سے کرنا ہے

اور لوگوں کی تعریف سے خوش ہونا اور اپنی مذمت اور برائی سن کر

رنجیدہ ہونا یہ سب شرک خفی میں داخل ہے۔ (مکتوبات صدی

۱۰۰ مکتوب)

حاصل کلام یہ کہ شرک خفی یعنی ریا کاری سے خود کو پچالے

نے کا نام اخلاص ہے اور بغیر اخلاص کے سارا عمل ناکام ہے۔ اور

اخلاص اور صدق نیت کے ساتھ عمل کیا جائے گا، تو تقویٰ شکاری

آئیگی اور اس کا فاعل صاحب تقویٰ و طہارت ہوگا۔

حضرت ملک العلماء قدس سرہ اخلاص وللہیت کے پیکر

حضرت ملک العلماء امام احمد رضا کی نظر میں

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی دہلی کی حیات اور علمی خدمات

تھے۔ آپ کا جو بھی قدم اٹھتا رضائے الہی اور طلب ثواب کے لئے اٹھتا تھا، آپ کے لیل و نہار آخرت کے سنوارنے میں گزرتے تھے، آپ کا کوئی کام ریادہ و تقاخر کے طور پر نہیں تھا۔

مجدد اعظم فاضل بریلوی قدس سرہ حضرت ملک العلماء کے بارے میں لکھتے ہیں:

”سنی خالص مخلص نہایت صحیح العقیدہ

(مکتوبات امام اہلسنت مشمولہ حیات اعلیٰ حضرت ص ۲۴۴)

گو کہ ملک العلماء کے مخلص ہونے کے اثبات میں یہ جملہ مختصر ہے۔ مگر اپنے اندر کافی وسعت جامعیت لئے ہوئے ہے البتہ یہ ضرور کہوں گا کہ مخلص ہونے کی جہت سے حضرت ملک العلماء کا تقویٰ جاننے کے لئے مجدد اعظم قدس سرہ کے اس فرمان عظمت نشان کے بعد کسی دوسری دلیل کی حاجت نہیں، کیونکہ مجدد اعظم خود سراپا مخلص اور کمال حزم و اتقاء والے تھے اور اپنے خلفاء اور تلامذہ کو بھی تقویٰ اور طہارت کے سانچے میں ڈھال دیتے تھے۔ وہ تقریروں میں نہ خود طلب نذرانہ کے کے قائل تھے اور نہ ہی اپنے شاگردوں کو اس روش پر چلتے دیکھنا چاہتے تھے، بلکہ وہ اپنے خلفاء تلامذہ اور عقیدت مندوں کو وصیت کرتے تھے۔ حاشا اللہ تبلیغ دین میں نذرانہ اور کسی دنیاوی منفعت کی امید ہو، تو کجا اس کا وہم و خیال بھی دل میں نہ ملایا جائے، محض خوشنودی مولیٰ اور دعوت و تبلیغ دین و نفع مسلمین کی نیت رکھی جائے۔ مجدد اعظم جیسا استاذ صدیوں سے دنیا نے نہ دیکھا، نہ ویسا مرشد کامل ان کے عصر میں پایا گیا اور نہ اب کہیں پایا جاتا ہے۔ ان کی تربیت کا اندازہ بوازا لاکھا، لمحے میں ایک جملے سے دلوں میں انقلاب پیدا کر دیتے تھے اور دنیا کی محبت دل سے نکال کر دین کی ڈگر پر لاکھڑا کر دیتے تھے۔ مشہور ہے کہ صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی مصنف

بہار شریعت قدس سرہ حکمت کا پیشہ اختیار کئے ہوئے تھے اور طب یونانی کا مطب چلاتے تھے۔ جس میں صبح اٹھتے ہی مریضوں کا قارورہ (پیشاب) دیکھنا ہوتا ہے حافظ احادیث حضرت محدث سورتی قدس سرہ العزیز کے حکم پر حاضر بارگاہ رضا ہوئے، تو مجدد اعظم نے صرف اتنا فرمایا ”حکمت کے پیشے میں صبح اٹھتے ہی قارورے پر نظر پڑتی ہے“ پھر کیا تھا، دل کی دنیا زیروزبر ہو گئی، شعور و آگہی آگئی، کہ واقعی صبح اٹھتے ہی اللہ اور رسول جل و علا ﷺ کے کلام و حدیث سے آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچانے کے بجائے ایک ناپاک چیز کی رویت سے آنکھوں کو آلودہ کرنا کسی طرح مناسب نہیں اور فوراً پیشہ حکمت و طب چھوڑ کر تقویٰ و طہارت کی مطب میں چلے آئے اور اسی مطب کے ساتھ ایسا جڑ گئے، کہ روح کے قفسِ عنصری سے پرواز کرنے کے بعد ہی فرصت ملی۔

اس مجدد اعظم نے حضور ملک العلماء قدس سرہ کو ایک دو لچ نہیں اپنی حیات کے بیس سال تک تربیت و تعلیم میں رکھا ۱۳۲۱ھ سے لیکر ۱۳۲۹ھ نو سال تک بریلی شریف میں اپنے سایہ عاطفت میں رکھ کر پھر ۱۳۲۹ھ سے ۱۳۴۰ھ تک جہاں بھی بھیجا مکتوبات اور دیگر ذرائع سے رابطہ بحال رکھا اور تعلیم و تربیت فرماتے رہے۔

جو وقت کا امام خود سراپا اخلاص ہو اور جس کی نگاہ کیسی ساز لحوں میں انقلاب برپا کرنے والی ہو۔ اس نے اپنے شاگرد اور مرشد کو کس طرح اخلاص و لہیت اور تقویٰ و طہارت کے سانچے میں ڈھالا ہوگا اور سلوک کے کتنے مراتب طے کرائے ہوں گے۔ اس کا اندازہ کون لگا سکتا ہے۔ جب امام اہلسنت کی دوسروں پر نوازشات کا یہ عالم ہے، کہ کسی کو صدر الافاضل بنایا، کسی کو فقیہ اعظم، کسی کو مبلغ اعظم اور کسی کو برہان الملہ کہہ کر پکارتے تھے اور جسے انہوں نے اپنے مکتوبات میں ”جان پدر بلکہ از جان بہتر

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی دہلی کی حیات اور علمی خدمات

شاید اس لئے کہ وہ دنیا دار نہیں دیندار تھے، بے علم نہیں علم کے بحرِ خار تھے، بد مذہب نہیں، حقیقت و سنیت کے علم بردار اور میدانِ مناظرہ کے شہسوار تھے اور بہار کی زمین بزرگوں، صوفیاء اور علما کی یاد منانے میں بہت سنگناخ اور خوشک واقع ہوئی۔ اگر اتنی عظیم قد آور شخصیت کسی دوسرے خطہ ارض میں ہوتی، تو تاریخ کا نقشہ کچھ اور ہی ہوتا اور اب تک اس کے تعلق سے ہزاروں صفحات سیاہ ہو چکے ہوتے۔

یہ ستم ظریفی صرف حضور ملک العلماء کی ذات کے ساتھ خاص نہیں، مخدوم بہار حضرت شیخ شرف الدین احمد علی منیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور بارہویں صدی کے مجدد حضرت قاضی محبت اللہ بہاری (متوفی ۱۱۱۹ھ) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ بھی ہوئی۔ انہوں نے دین کے جو کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں۔ اس اعتبار سے ان کی حیات طیبہ پر کچھ بھی کام نہ ہوا۔ خدا جماعت کے دردمندوں کو جذبہٴ اخلاص عطا فرمائے۔

☆☆☆

دولدی و قرۃ عینی برادر دینی و یقینی، ولدی اعزک اللہ فی الدنیا والدین، حبیبی و ولدی و قرۃ عینی ”جیسے محبت آمیز فکر انگیز اور بلند القاب و خطابات سے نوازا۔ وہ کس بلند رتبہ پر فائز ہوگا۔

ان تمام کے باوجود وقت کا عجیب المیہ اور افسوس و ماتم کا مقام ہے۔ ایشیاء کا اتنا عظیم محقق جو علم و فن کا ہمالہ تھا، جس نے سو سے زیادہ محققانہ و فاضلانہ کتاب لکھ کر وقت کے تقاضے کو پورا کیا۔ کئی ایک دینی مراکز کو پروان چڑھایا، ہادی و مہدی کا خطاب پا کر ہزاروں گم گشتگان راہ کو رشد و ہدیت کی شاہراہ پر لا کھڑا کیا علم و فضل سے آراستہ ہو کر شاگردوں کی زبردست ٹیم عالم میں پھیلا دی، حزم و اتقاء کے سانچے میں ڈھال کر تقویٰ و پرہیزگاری کے امنٹ نقوش چھوڑے اور یادگار اعلیٰ حضرت بن کر لاکھوں انسانوں کو اہلسنت و جماعت کی لڑی میں پرویا، اس کے وصال کو آج چالیس سال ہو گئے۔ مگر اب تک ان کی حیات پر کوئی کتاب نہ لکھی، جاسکی نہ ہی ان کی زبردست خدمات پر کسی ادارے میں تحقیقی کام ہوا۔

”مخلص ہونے کی جہت سے حضرت ملک العلماء کا تقویٰ جاننے کے لئے مجدد

اعظم قدس سرہ کے اس فرمانِ عظمت نشان کے بعد کسی دوسری دلیل کی حاجت

نہیں، کیونکہ مجدد اعظم خود سراپا مخلص اور کمال حزم و اتقاء والے تھے اور اپنے

خلفاء اور تلامذہ کو بھی تقویٰ اور طہارت کے سانچے میں ڈھال دیتے تھے۔ وہ تقریروں میں

نہ خود طلب نذرانہ کے قائل تھے اور نہ ہی اپنے شاگردوں کو اس روش پر چلتے

دیکھنا چاہتے تھے۔“ (مفتی محمد عابد حسین نوری)

حضرت ملک العلماء کی دو کراہتیں

از قلم: ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی

امام احمد رضا کی شخصیت کے نئے رنگ ہیں۔ ہر رنگ اپنی جگہ شوخ رنگ ہے۔ ان کی زندگی کا ایک رنگ صوفیانہ رنگ بھی ہے۔ حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کی ایک قلمی کتاب میرے پلندہ نوادرات میں ہے۔ اس کتاب پر جگہ جگہ امام احمد رضا کا حاشیہ ہے۔ مارہرہ مطہرہ کے تمام معمولات و مجربات پر ان کا عمل تھا۔ خود بریلی میں بارہا اور سفر جبل پور کے دوران ایک بار ان سے ایسا عمل دیکھا گیا کہ لوگ حیران رہ گئے۔ یہ سب امام احمد رضا کی حیات کے صوفیانہ پہلو ہیں۔

حضرت ملک العلماء کو امام احمد رضا نے صرف علوم حدیث و تفسیر، فنون ہیئت و ریاضی ہی نہیں پڑھائے، عوارف المعارف اور رسالہ قشیریہ جیسی امہات کتب تصوف بھی سبقاً سبقاً پڑھائی اور تصوف و سلوک، عرفان و تذکیر کی عمل تربیت بھی دی۔ امام احمد رضا نے اپنے اس جوہر قابل شاگرد کو علم سفینہ سے بھی سنوارا ہے، علم سینہ سے بھی نوازا ہے۔ مکتب کی کرامت، نظر کا فیضان، صحبت کا اثر، مشاہدہ لیل و نہار، سفر و حضر، جلوت و خلوت، روز و شب، صبح و شام، بہر گام بہر طور حضرت ملک العلماء کی تراش خراش کی گئی۔ قالب کی آزمائش بھی ہوئی، قلب کی زیبائش بھی، تا آن کہ حضرت ملک العلماء اسرار تصوف، رموز معرفت کے شاور بھی ہو گئے۔ یہ اور بات ہے، علما کے صوفیانہ رنگ پر عالمانہ رنگ کا غلبہ رہتا ہے اور وہ رازدار طریقت سے زیادہ رازدار شریعت سے مشہور ہوتے ہیں۔

حضرت ملک العلماء کی اجلی سیرت کا مطالعہ ہمیں اس یقینی منزل کی طرف رہنمائی کرتا ہے کہ وہ ہر منزل کے منزل آشنا تھے۔ بحر شریعت ہو یا بحر طریقت، دونوں کے غواص و تیراک تھے۔ ان کے وظائف و اوراد کی کئی بیاضیں جو میری نظر سے گزری ہیں۔ جس میں خود امام احمد رضا کے قلم سے لکھے گئے وظائف و اوراد اور معمولات و مجربات درج ہیں، وہ ہیں اور دیگر صوفیاء و مشائخ کی تحریریں موجود ہیں اور حضرت ملک العلماء کے جو تعلقات و مراسم دیگر خانقاہوں سے استوار تھے۔ خود حضرت ملک العلماء کے متعلقین و مسترشدین نے جو ان سے تصوف و طریقت کی باتیں پوچھی ہیں، وظائف و معمولات کی اجازتیں لی ہیں۔ اس سے ملک العلماء کا نگہ اس قدر بلند مقام خوب واضح ہوتا ہے۔

یہ تو ظاہر ہے، حضرت ملک العلماء کے پاس جو کچھ تھا، وہ سارا سرمایہ کل امام احمد رضا کی دین تھا۔ جس کا اظہار حضرت ملک العلماء کی کتاب حیات کے ہر ورق سے ہوتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ خانقاہی حضرات جتنے ان سے متاثر، مرعوب، قریب تھے۔ اوروں سے نہیں تھے۔ خانقاہ برکاتیہ مارہرہ، خانقاہ اشرفیہ کچھوچھ، خانقاہ رشیدیہ جوئیور، پٹنہ و اطراف پٹنہ کی ساری خانقاہوں کا رابطہ حضرت ملک العلماء سے نہایت مستحکم تھا۔ حضرت ملک العلماء اور خانقاہی روابط، یہ ایک مستقل موضوع ہے۔ جو ایک مضمون نہیں بلکہ مستقل کتاب کا متقاضی ہے۔ یوں ہی ان کے مجموعہ وظائف و اوراد بھی مستقل ترتیب، طباعت، اشاعت کا تقاضا کرتے ہیں۔ یہاں تو صرف اجمالی اشارہ ہو رہا ہے اس موضوع سے

پانی ہی پانی تھانسی نالے بہ رہے تھے۔ جو لوگ پنڈل سے باہر ہو چکے تھے، اسی مصیبت سے بچا جا رہے تھے۔ روای فرماتے ہیں کہ یہ حضرت ملک العلماء کی کھلی کرامت تھی، جو گاؤں اور اطراف گاؤں میں پھیل گئی۔ دوسرا واقعہ روای یہ بیان کرتے ہیں کہ شہر کشیمار سے ذرا اونچے ایک بستی میں حضرت ملک العلماء کے عقیدت مندوں نے دعوت کی۔ عقیدت مندوں نے گزارش کی تھی کہ حضور اپنے احباب، علماء، طلبہ کے ساتھ تشریف لائیں۔ جن کی تعداد کم از کم دس ہو۔ جب وقت مقرر ہوا تو میزبان لینے آئے۔ حضرت ملک العلماء جب جانے لگے تو چالیس پہاڑوں کی آدمیوں کی ایک جمیعت حضرت ملک العلماء کے ہمراہ ہو گئی۔ اتفاقاً انہوں نے آدمیوں کا تھانے والے تین چار گنا تھے گھروالے یہ کچھ گڑھا پاریشن سے نظر آئے۔ حضرت ملک العلماء فوراً گھروالوں کی تشویش کو مانتے گئے حضرت ملک العلماء نے فرمایا، مجھے معلوم ہے دعوت دس آدمیوں کی ہے جانے والے کئی گنا ہیں، مگر آپ لوگ فکر نہ کریں۔ جو کچھ تیار ہے حاضر کیا جائے۔ الگ سے کچھ کرنے کی قلعی ضرورت نہیں ملایے، دستروں کا نئے نئے حکم کے مطابق دستروں چنا گیا، حاضر مانے رکھا گیا، حضرت ملک العلماء دیر تک زیر لب کچھ پڑھتے رہے پھر دستروں پہ جو کچھ موجود تھا۔ اس پر دم کیا۔ پھر فرمایا، ہاں اب کھانا گائیے اور کھائیے۔ روای فرماتے ہیں، مہمان و میزبان، اندر باہر، عورت مرد، سب کھانا کھانے کے باوجود کھانا بن گیا۔ لوگوں کا بیان تھا، دس آدمیوں کا کھانا پچاسوں اور پورا کیسے ہو گیا، یہی نہیں بلکہ بنی بھی گیا۔ یہ حضرت ملک العلماء کے وجود پاک کی برکت تھی، کرامت تھی، جو زبان زد عام ہو گئی۔

قیاس نہیں، بلکہ یہ ایک ثابت شدہ امر ہے۔ جس پر عقلاً نظاراً شرعاً دلیلیں بھراحت موجود ہیں۔ حضرت ملک العلماء سے بھی دوائیے واقعات منسوب ہیں، جو محض اتفاقات نہیں، شمار باب کرامت ہی میں کیا جائے گا۔ دونوں واقعات کے معنی شاہد ہیں، بہر طریق حضرت شاہ محمد عطاء الرحمن علیہ الرحمہ اور دونوں کا تعلق قیام کشیمار کے زمانہ سے ہے۔ ریاست بنگال ضلع مالہ کی ایک بستی ہے چندنی پور، جہاں ایک عظیم الشان اجلاس تھا۔ جس میں حضرت ملک العلماء خصوصی خطیب تھے۔ پہلے دیہات کے جلسے جمع ہوا کرتے تھے۔ بلکہ دیہاتوں میں آج بھی ہوتے ہیں اور بڑی دھوم سے ہوتے ہیں۔ ان جلسوں کی رونق ہی کچھ اور ہوتی ہے۔ رات ڈھلنے لگی، تو سہ پہر شب آپ کی باری آئی۔ کرسی خطابت پر تشریف فرما ہوئے، خطبہ پڑھا اور اپنی گفتگو کا اجماعی آغاز ہی فرمایا تھا، کہ موسم کی بے وفائی شروع ہو گئی، گھٹائیں چھانے لگیں، بادل گرنے لگے، ہوائیں تیز ہو گئیں، طوفانی جھنڈ چلنے لگے، یہ دیکھ کر انتھانیہ کمیٹی گھبرا گئی، سامعین دردم برہم، متر متر ہونے لگے۔ ایسی سنگین صورت حال میں حضرت ملک العلماء ایمان و یقین کی پوری قوت سے یہ اعلان فرمایا۔ مسلمانو! آپ خدا پر بھروسہ رکھو، پنڈل کے اندر رہو، ماننا، اللہ یہ مرد و باران ہمیں کچھ بھی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ خدا را باہر نہ نکلو، باہر گئے تو مصیبت میں پڑ سکتے ہو۔ خدا کی شان دیکھئے، منبر، مجمع، شامیانے، تین طیس سب محفوظ رہیں۔ نہ پانی نہ بارش نہ ہوا نہ طوفان نے کچھ بگاڑا، منبر مجمع میں لوگ بحفاظت بیٹھے رہے، تقریر ہوتی رہی، جبکہ مجمع کے باہر بارش کا پانی جل تھل

جہان ملک العلماء

حضرت ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدنی کی حیات اور علمی خدمات

نے اس وقت یہ فرمایا تھا: خدا جب مجھ سے پوچھے گا۔ میرے آل رسول، میرے لئے کیا لائے ہو تو میں احمد رضا کو پیش کر دوں گا۔ اعلیٰ حضرت نے یہ تو نہیں فرمایا، کہ خدا نے اگر مجھ سے یہ سوال کیا تو میں محمد ظفر الدین کو پیش کر دوں گا مگر یہ ضرور فرمایا: جان پدر بلکہ از جان بہتر، اور بصد بار یہ ضرور فرمایا: ولدی، ولدی الاعز، برادر دینی و یقینی، ولدی و قرۃ عینی وغیرہ ہمیشہ بار بار فرماتے رہے۔ جب مرشد گرامی قدر یہ فرمائے، کہ یہ میرا بیٹا ہے، یہ جان سے زیادہ عزیز ہے، یہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے تو اس مرید صادق، فدائے مرشد، شیدائے پیر، بنام ربی کی فنائیت، فدائیت، وارثیت، و اہمیت کا اندازہ کون کر سکتا ہے اس کے رتبہ کی بلندی، اقبال کی ارجندی، آخرت کی سرفرازی کا قد کیسے ناپا جاسکتا ہے۔ معاملہ جب اتنا اونچا ہے تو حضرت ملک العلماء سے کشف و کرامات کے صادر ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔

حضرت ملک العلماء بچپن سے پاک طینت تھے۔ نیک سیرت تھے۔ سعادت شعار تھے۔ خوش اطوار تھے۔ بچپن میں جب تعلیم کی بات آئی، تو رشتہ داروں نے انگریزی تعلیم کی تجویز پیش کی تھی، کہ وہ دور ہی انگریزی تعلیم کی سیر کا تھا۔ مگر حضرت ملک العلماء کے والد ماجد جو بزرگ صفت تھے، نے دینی تعلیم کی صف میں بٹھا دیا۔ جس پر خود حضرت ملک العلماء کو فخر تھا کہ انہیں دینی تعلیم دلوائی گئی۔ حضرت ملک العلماء اس پر بھی نازاں تھے کہ عالم دین بنے ہوین کی خدمت گار، دینداروں کی خدمت گزار بنے، پھر اللہ ان کو ایسا نواز کہ دین، دنیا، مذہب، سماج، سیاست، فلسفہ، تاریخ، اخلاق، ہیئت ریاضی، حدیث فقہ، تصوف و طہریقت، سائنس و روحانیت، عملیات، جدھر سے گزرے، حاملانِ حائل و شہل لور و دشوران زمانہ کو درطہ حیرت میں ڈالتے چلے گئے۔ امام احمد رضا سے حسن معذرت کے ساتھ ان کا یہ مصرع یہاں دوہرانہ چاہوں گا۔

ع جس سمت آگئے ہیں سکتے بٹھا دیئے ہیں۔ ☆ ☆ ☆

ان روایتوں سے یہ کہنا بچانہ ہوگا، کہ امام احمد رضا نے ملک العلماء کو پڑھلایا بھی تھا، پلایا بھی تھا۔ تعلیم بھی دی تھی تربیت بھی کی تھی۔ جہاں علم کی تجربگاہ سے گزرا تھا وہیں علم کی محٹی میں بھی تپتا تھا۔ شریعت بھی سمجھائی تھی طہریقت بھی بتائی تھی۔ روحانی قدروں کا راز دار بھی بنایا تھا اس لئے حضرت ملک العلماء جہاں علوم اعلیٰ حضرت کے مظہر اتم ہیں وہیں اقدار تصوف و طہریقت کے بھی علمبردار ہیں۔

یہ نکتہ انتہائی قابل توجہ ہے، اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے ملک العلماء کو خلافت و اجازت اس وقت عطا فرمائی، جب ملک العلماء کی عمر بائیس سال کی تھی۔ اٹھارہ برس کی عمر میں ملک العلماء اعلیٰ حضرت کے زیر تربیت آگئے تھے۔ یہ بتانے کی ضرورت نہیں، کہ یہ اٹھارہ، بیس، بائیس، کی عمر بالکل نوجوانی اور شباب کی ہوتی ہے، اس عمر میں روحانی تربیت معمولی بات نہیں، یہی نہیں، بلکہ روحانیت کا امین بنا دیا۔ کتنا طالع آزما، بلند اقبال ہے وہ نوجوان، جن کے ظاہر و باطن کچھ کا دیا ہے وقت کے قطب الارشاد امام احمد رضا نے، یہ بریلی تھا، بائیس برس کی عمر تھی اور یہ کثیرا ہے، حضرت ملک العلماء کا بوڑھا پاپا ہے، بزرگی ہے۔ وہ تربیت تھی، یہ اس تربیت کا عملی مظاہرہ تھا۔ جس کم عمری میں ملک العلماء کو اعلیٰ حضرت نے خلافت و اجازت سے نوازا ہے، اعلیٰ حضرت کے خلفا میں شاید ہی اتنا کم سن خلیفہ دوسرا رہا ہو۔ اس لئے یہ کہا جاسکتا ہے، امام احمد رضا کی غلیت، روحانیت دونوں کی مکمل ترجمانی کی ہے حضرت ملک العلماء نے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما۔

یہ بات کس قدر دلچسپ ہے۔ امام احمد رضا کو جب خلافت و اجازت ملی تھی تو اس وقت امام علام کی عمر بائیس ہی برس کی تھی اور جب امام احمد رضا نے اس جان پدر کو یہ دولت خلافت عطا فرمائی تو ان کے جان پدر کی عمر بھی بائیس برس ہی کی تھی۔ حضرت سید شاہ آل رسول احمدی

امام احمد رضا اور ملک العلماء

از قلم: حضرت سید صابر حسین شاہ بخاری، ناظم اعلیٰ ادارہ فروغ رضا برہان شریف، ضلع انک (پاکستان)

علامہ سید محمد ظفر الدین بہاری رضوی علیہ الرحمہ اسی قافلہ عشق و محبت کے ایک راہنما ہیں۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے خلفاء و تلامذہ میں آپ کا نام نہایت روشن اور نمایاں ہے۔ آپ گلستانِ سادات کے گل سرسید ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب متعدد واسطوں سے حضرت پیران پیر غوث الاعظم محی الدین سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی محبوب سبحانی قدس سرہ تک پہنچتا ہے۔ آپ ایک تبحر عالم، بہترین معلم، مایہ ناز خطیب، بیباک مبلغ اور نامور مصنف تھے۔ ستر سے زائد شاندار تصانیف آپ کی علمی یادگار ہیں۔ ان میں ”جامع الرضوی معروف بہ صحیح البہاری، حیات اعلیٰ حضرت، اور مؤذن الاوقات، کو ہمیشہ شہرت عام حاصل رہی۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے خلفاء میں آپ کثیر التصانیف بزرگ ہیں۔

پیش نظر مقالے میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ اور ان کے مرید صادق اور شاگرد رشید علامہ سید محمد ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ کے خوشگوار تعلقات اور دلپذیر واقعات کو موضوع بنایا گیا ہے۔

کاشانہ رضویہ پر حاضری اور قیام منظر اسلام:

حضور ملک العلماء حضرت علامہ مفتی سید محمد ظفر الدین فاضل بہاری علیہ الرحمہ نے ابتدائی کتب اپنے والد گرامی سید محمد عبدالرزاق اشرفی علیہ الرحمہ سے پڑھیں۔ دس برس کی عمر میں مدرسہ غوثیہ حنفیہ موضع بین ضلع پٹنہ میں داخل ہوئے اور درسیات کی

وہ بہرہ ور مکتب اعلیٰ حضرت رہے یہ سعادت خوشایہ فضیلت وہ پروردہ فیض نگاہ رضا کا وہ لاریب سرمایہ اہل سنت (طارق سلطان پوری)

امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ عالم اسلام کی ایک ایسی یگانہ روزگار ہستی ہے۔ جنہیں اپنے عہد میں ہمہ گیر شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی۔ غالباً آپ کے معاصرین میں سے کسی کو اتنی شہرت حاصل نہ ہو سکی۔ آپ کے خلفاء و تلامذہ کا دائرہ بھی بہت وسیع ہے۔ تمام خلفاء و تلامذہ علم و عمل کے درخشاں آفتاب و ماہتاب ہیں۔ انہوں نے علمی، تدریسی، تبلیغی، تصنیفی، صحافتی اور سیاسی میدان میں گراں قدر خدمات انجام دی ہیں۔ ان کی خدمات کے جائزے کے لئے کئی دفتر درکار ہیں۔ یہ ہستیاں شمع کی طرح جلیں اور چاندنی کی طرح پھیل گئیں۔ انہوں نے برصغیر کے گھناٹوں پ اندھیروں میں طوفان کا نہ صرف ڈٹ کر مقابلہ کیا، بلکہ روشنی کے مینار بن کر ناموس مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایسی پاسبانی کی کہ آنے والی نسلیں ان پر ہمیشہ ناز کرتی رہیں گی۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے تمام خلفاء و تلامذہ اپنی مثال آپ ہیں۔ ہر ایک اپنی ذات میں ”انجمن“ سے کم نہیں ہیں۔ تمام کی خدمات قابل صد ستائش ہیں۔ ہر ایک کی اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ سے عقیدت و محبت اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی ان پر شفقت اظہر من الشمس ہے۔

متوسط کتابیں پڑھیں۔ پھر دارالعلوم حنفیہ بخشی محلہ پٹنہ چلے گئے۔ یہاں شیخ الحدیث علامہ وصی احمد محدث سورتی علیہ الرحمۃ، صدر مدرس تھے۔ ان سے فیضیاب ہوئے۔ بعد ازاں کانپور میں مولانا احمد حسن کانپوری علیہ الرحمۃ سے معقول کی تعلیم حاصل کی۔ مولانا شاہ عبید اللہ پنجابی سے بھی اکتساب کیا۔ شیخ الحدیث علامہ وصی احمد محدث سورتی علیہ الرحمۃ پٹنہ سے واپس آکر اپنے قائم کردہ مدرسۃ الحدیث میں درس دینے لگے تھے۔ وہاں ان سے درس حدیث کی سعادت حاصل کی۔ علامہ وصی احمد محدث سورتی علیہ الرحمۃ اپنے درس کے دوران اپنے رفیق خاص اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کا ذکر خیر بار بار کرتے۔ علامہ سید محمد ظفر الدین فاضل بہاری علیہ الرحمۃ نے جب اپنے مشفق استاذ کی زبانی اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی شہرت سنی تو آپ کا اشتیاق بڑھا۔ آخر خوب سے خوب تر کی تلاش انہیں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی تک لے گئی۔ جن کے علم اور قلم کی طاقت کی شہرت دور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ آپ پہلی ہی ملاقات میں بہت متاثر ہوئے۔

حضور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی دارالافتاء اور اپنی تصانیف میں اتنے منہمک رہتے تھے کہ آپ نے اس وقت تک کوئی باقاعدہ مدرسہ قائم نہیں کیا تھا۔ بس جہاں وقت ملتا، اپنے شاگردوں کو اہم کتابوں کا درس دے دیا کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں کوئی باقاعدہ مدرسہ قائم نہ ہو سکا۔ اس کمی کو علامہ سید محمد ظفر الدین فاضل بہاری نے نہایت شدت سے محسوس کیا۔ آپ کے ساتھ آپ کے ہم وطن مولانا سید عبدالرشید عظیم آبادی بھی درس میں شریک تھے۔ آپ نے حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ (فرزند اعلیٰ حضرت) سے اپنا خیال پیش کیا کہ یہاں کوئی باقاعدہ مدرسہ قائم کیا جائے۔ چنانچہ مولانا سید حکیم امیر اللہ بریلوی علیہ الرحمۃ کو

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی سے اس موضوع پر گفتگو کے لئے آمادہ کیا گیا۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اپنی دینی مصروفیات کے باوجود مدرسے کے قیام کے لئے رضامندی کا اظہار فرمادیا۔ چنانچہ حضور ملک العلماء فاضل بہاری کی کوششوں سے ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۵ء میں ایک مدرسہ قائم ہوا۔ جس کا تاریخی نام اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے بھتیجے بھائی مولانا حسن رضا بریلوی علیہ الرحمۃ نے "منظر اسلام" ۱۳۲۲ء رکھا۔ منظر اسلام بریلی شریف کے ابتدائی طالب علم بھی علامہ سید محمد ظفر الدین فاضل بہاری علیہ الرحمۃ اور ان کے ہم وطن دوست مولانا سید عبدالرشید عظیم آبادی علیہ الرحمۃ تھے۔ اس مدرسے کے پہلے صدر مدرس مولانا بشیر احمد علی گڑھ علیہ الرحمۃ اور پہلے مہتمم مولانا حسن رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ تھے۔ ملک العلماء نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی سے بخاری شریف اور مسلم شریف از اول تا آخر پڑھیں۔ اس کے علاوہ اقلیدس کے چھ مقالے، تفسیر، تشریح الافلاک، شرح چھمینی (مکمل) علم توقیت، علم جفر، اور علم تسمیر کی بھی تحصیل کی اور تصوف میں عوارف المعارف اور رسالہ قشیرہ بھی پڑھا۔ ۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء میں کثیر علماء کی موجودگی میں ملک العلماء دستار فضیلت اور سند فراغت سے ممتاز ہوئے۔ اور فارغ ہوتے ہی اس مدرسہ منظر اسلام بریلی شریف میں مدرس کی حیثیت سے خدمات انجام دینے لگے۔ (۱)

بیعت و خلافت:

محرم الحرام ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء کو حضور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کے حلقہ بیعت میں ملک العلماء فاضل بہاری علیہ الرحمۃ والرضوا داخل ہوئے۔

تکمیل علوم کے بعد تمام سلاسل طریقت میں خلافت کا تاج سر رکھا گیا۔ (۲)

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رضوی کی حیات اور علمی خدمات

لوگوں کو ہدایت درہنمائی فرمائی۔“ (۴)

مسند افتاء پر جلوہ گری

حضور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے فتویٰ نویسی میں جو مہارت حاصل کی ہے۔ اس پر ”فتاویٰ رضویہ“ شاہد عادل ہے۔ فتاویٰ نویسی کو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی ایک نعمت غیر مترقبہ سے کم نہیں سمجھتے۔ اپنے شاگرد رشید ملک العلماء فاضل بہاری کے نام ایک خط میں اظہار تشکر کے طور پر خود لکھتے ہیں:-

”بجہ تعالیٰ فقیر نے ۱۴ شعبان ۱۲۸۶ء کو ۱۳ برس کی عمر میں پہلا فتویٰ لکھا، اگر سات دن اور باخیر ہے، تو اسی شعبان ۱۳۳۹ھ کو اس فقیر کو فتاویٰ لکھتے ہوئے بفضلہ تعالیٰ پورے پچاس سال ہوں گے، اس نعمت کا شکر فقیر کیا ادا کر سکتا ہے۔ احباب سے گزارش ہے، کہ اس تاریخ کو جمع ہو کر درود مبارک جو حلقہ جمعہ میں پڑھا جاتا ہے۔ خواہ کوئی اور درود سو سو بار پڑھیں اور مجلس میلاد مبارک منعقد کریں، تو بہتر اور رب عزوجل کی اس نعمت کا اعلان کریں، کہ قرآن عظیم میں اعلان نعمت کا حکم ہے اور حدیث میں فرمایا، اعلان نعمت شکر ہے۔ اور جو کاروائی فرمائیں، فقیر کو اطلاع بخشیں کہ دعائے خیر زائد کرنے۔“ (۵)

یہ کس طرح ممکن تھا کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے قابل فخر شاگرد اور لاڈلے خلیفہ ملک العلماء فتویٰ نویسی کی نعمت سے محروم رہتے۔ آپ کے فرزند ارجمند جناب ڈاکٹر مختار الدین احمد لکھتے ہیں: ”ان کی تدریسی زندگی کا آغاز بھی مدرسہ منظر اسلام بریلی سے ہوا۔ جہاں ان کی تعلیم کی تکمیل ہوئی۔ تقریباً چار سال تک وہ وہاں درس دیتے رہے اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی ہدایت پر فتویٰ نویسی کی خدمات بھی انجام دیتے رہے۔ اس زمانے میں جو فتاویٰ انہوں نے لکھے ان میں سے کچھ کی نقلیں

آپ سے حد سے فزوں تھے مہربان احمد رضا دی اجازت اور کی اپنی خلافت بھی عطا حضور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اپنی زندگی میں اپنے پچاس خلفائے کرام کے ایک فہرست مرتب فرمائی جسے مولانا حسین رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ ایڈیٹر ماہنامہ الرضا بریلی نے شائع کر دیا تھا۔ اس فہرست میں چوبیسویں نمبر پر آپ کا اسم گرامی اس کیفیت سے لکھا گیا۔

”جناب مولانا مولوی مفتی محمد ظفر الدین صاحب بہاری پروفیسر مدرسہ عربیہ خانقاہ ہسرام، عالم فاضل، کامل مفتی، مصنف، مدرس، مناظر، حامی سنت، مجاز طریقت، ملقب از جانب اعلیٰ حضرت مدظلہ الاقدس بہ ولدی الاعز۔“ (۳)

حضور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے اپنے مختصر الفاظ میں حضور ملک العلماء کی تمام خصوصیات کا ذکر فرما دیا ہے۔ گویا مسند کو کوزے میں بند فرما دیا ہے۔ حضور ملک العلماء کو بھی فیض قادریت پر انتہائی ناز ہے۔ اپنی اس نسبت پر فخر کرتے ہوئے تحدیث نعمت کے طور پر آپ خود لکھتے ہیں:-

”اور پھر ان تمام نعمتوں پر مزید گویا سونے پہ سہاگہ یہ کہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد مائتہ حاضرہ مؤید ملت طاہرہ مولانا مولوی حاجی قاری حافظ شاہ احمد رضا خاں صاحب قادری برکاتی بریلوی قدس سرہ القوی کی بیعت و تلمذ و ارشاد و خلافت کے شرف سے مشرف فرمایا جو شریعت مطہرہ و طریقت منورہ کی علمی عملی تصویر تھے جن کا ہر قول شریعت کا رہنما، جن کا ہر فعل احکام الہی کا اتباع، جنہوں نے بلا خوف لومت لائم مسائل شرعیہ و احکام فقہیہ کی تعلیم و تبلیغ فرمائی اور عمر بھر تالیف و تصنیف، افتاء و تدریس کے ذریعے

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رحمہ اللہ کی حیات اور علمی خدمات

ہوئے خود تشریف لائے اور ایک روپیہ دست مبارک سے فقیر کو عنایت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ مولانا! سب سے پہلے جو فتویٰ میں نے لکھا، اعلیٰ حضرت والد ماجد قدس سرہ العزیز (یعنی مولانا محمد نقی علی خان قدس سرہ العزیز) نے مجھے شیرینی کھانے کے لئے ایک روپیہ عنایت فرمایا تھا۔ آج آپ نے جو فتویٰ لکھا یہ پہلا فتویٰ ہے اور ماشاء اللہ بالکل صحیح ہے۔ اس لئے اس اتباع میں ایک روپیہ آپ کو شیرینی کھانے کے لئے دیتا ہوں، غایت مسرت کی وجہ سے میری زبان بند ہوگئی اور میں کچھ بول نہ سکا۔ اس لئے کہ فتویٰ پیش کرتے وقت میں خیال کر رہا تھا کہ خدا جانے جواب صحیح لکھا ہے یا غلط مگر خدا کے فضل سے وہ صحیح اور بالکل صحیح نکلا اور پھر اس پر انعام اور وہ بھی ان الفاظ کریمہ سے کہ میرے والد ماجد صاحب نے مجھے اول فتویٰ صحیح پر انعام دیا تھا۔ اس لئے میں بھی اول فتویٰ صحیح پر انعام دیتا ہوں جن یہ ہے کہ ایک خادم کی وہ عزت افزائی ہے۔ جس کی حد نہیں اور اس کے بعد اس کو ہمیشہ برقرار رکھا۔“ (۸)

القاب و خطاب:

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اپنے خلفاء و تلامذہ کو ان کے مراتب کے پیش نظر اپنی طرف سے ایک خطاب عطا فرماتے تھے۔ جو نہایت مناسب و موزوں ہوتا تھا۔ بلکہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے لقب سے ملقب شخصیت کے اوصاف بھی واضح ہو جاتے ہیں۔ ماہ شعبان ۱۳۲۵ھ میں علماء کے ایک بڑے مجمع میں اعلیٰ حضرت

”نافع البشرفی فتاویٰ ظفر“ میں موجود ہیں۔“ (۶)

اعلیٰ حضرت نے انہیں فتویٰ نویسی سونپ دی ان کو اپنے پاس رکھ کے التفات خاص کی

عہدہ پیش کاری اور املاء و خطوط:

ملک العلماء فاضل بہاری علیہ الرحمۃ نہ صرف فتویٰ نویسی میں اپنے پیرومرشد کے معین رہے بلکہ بیک وقت پیش کار بھی تھے۔ مولانا محمد شہاب الدین رضوی رقم طراز ہیں:

”امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ کے قائم کردہ ”رضوی دارالافتاء“ کے نظم جدید کی رو سے ملک العلماء مولانا سید محمد ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ ۱۹۶۲ء امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کے پیش کار ہوتے ان کا کام نماز عصر کے بعد باہر کی آئی ہوئی ڈاک پیش کرنا تھا، جن کا جواب امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ بولتے جاتے اور مولانا سید محمد ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ لکھتے جاتے تھے۔ استناد کے موقع پر کتب فتاویٰ کی عبارتیں بھی امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ برجستہ ہی پڑھ دیتے، حالانکہ اس وقت کوئی کتاب بھی پاس نہ ہوتی تھی۔“ (۷)

انعام و اعزاز:

ملک العلماء کا پہلا فتویٰ دیکھتے ہی پیرومرشد اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نہ صرف خوشی سے جھوم اٹھے، بلکہ اپنے لائق شاگرد کی حوصلہ افزائی فرماتے ہوئے انعام بھی عطا فرمایا۔ اس کیفیت کو ملک

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی دہلی کی حیات اور علمی خدمات

فوقاً بریلی شریف سے امضاء فرمائے۔ ان میں برابر ”ولدی الاعز مولانا مولوی محمد ظفر الدین جعلہ اللہ تعالیٰ کا سمہ ظفر الدین“ سے شروع فرمایا۔ قادی شریف جلد اول میں میرا نام انہیں لفظوں سے تحریر فرمایا ہے۔“ (۱۱)

حضور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی طرف سے ملک العلماء کو دئے گئے القاب سے اپنائیت، چاہت اور محبت کے ساتھ عزت اور قدر و منزلت بھی اظہر من الشمس ہے۔ ملک العلماء کے لائق فرزند ارجمند جناب ڈاکٹر مختار الدین تحریر فرماتے ہیں:-

”جس ذات گرامی سے انہوں نے (حضرت ملک العلماء ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ) سب سے زیادہ علمی فیوض حاصل کئے وہ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ جن کی صحبت بابرکت میں وہ برسہا برس رہے اور جن سے یہ عزیزوں کی طرح ملتے رہے اور وہ خاندان کے بزرگوں کی طرح شفقت فرماتے رہے۔ ان دونوں کے گہرے تعلقات اور قلبی روابط کا اندازہ کچھ ان مکاتیب و مفاوضات سے ہو سکتا ہے۔ جو شفیق استاذ نے اپنے لائق شاگرد کو لکھے ہیں۔“ (۱۲)

حضور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی ہمیشہ اپنے چھوٹوں کی حوصلہ افزائی فرماتے رہے اور محبت و شفقت سے پیش آتے رہے۔ انہوں نے اپنے مریدوں اور شاگردوں پر نظر التفات رکھی۔ ملک العلماء پر بھی اعلیٰ حضرت کی خاص نظر توجہ رہی۔ آپ خود فرماتے ہیں: ”طالب علمی کے زمانے میں جب کبھی ماہ مبارک رمضان شریف میں بریلی شریف رہنا ہوا اور اس تعطیل میں مکان نہ آیا تو عید الفطر کے دن جس طرح تمام عزیزوں کو عیدی تقسیم فرماتے مجھے اور دوسرے خاص طلبہ کو علی قدر مراتب تہواری عطا فرماتے۔“

۱۳۲۵ھ میں حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں

جلالت کی قدر کرتے ہوئے آپ کو ”ملک العلماء، فاضل بہار“ کا خطاب عطا فرمایا۔ (۹)

تھوڑے ہی عرصے میں ان کے علم کی شہرت ہوئی اعلیٰ حضرت کے یہاں ان کی بڑی وقعت ہوئی

محبت و شفقت:

حضور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اپنے محبوب خلیفہ اور نامور شاگرد ملک العلماء سے غایت درجہ شفقت و الفت فرماتے تھے۔ انہیں اپنی اولاد کی طرح سمجھتے تھے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اپنے لائق شاگرد و خلیفہ کے نام جو محبت نامہ روانہ فرماتے ہیں۔ ان میں ملک العلماء کو محبت آمیز انداز سے خطاب فرمایا ہے:

”جیبی ولدی و قرۃ عینی مولانا مولوی ظفر الدین صاحب قادری جعلہ اللہ کا سمہ ظفر الدین۔ ایک دوسرے خط کا آغاز ان القاب سے فرمایا: ”ولدی وزینی و قرۃ عینی برادر دینی و یقینی مولانا مولوی محمد ظفر الدین صاحب جعلہ اللہ کا سمہ ظفر الدین آمین۔“

ایک تیسرے خط میں فرمایا: ”ولدی اعزی اعزک اللہ فی الدنیا والدین وجعلک کا سمک ظفر الدین آمین آمین آمین ایک چوتھے خط میں فرمایا:-

”جان پدر بلکہ از جان بہتر ولدی الاعز مولانا ظفر الدین جعلہ اللہ تعالیٰ کا سمہ ظفر الدین آمین۔ (۱۰) یہی نہیں بلکہ ہر خط کی ابتداء اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے نہایت خوبصورت القاب سے کی ہے۔ ملک العلماء خود فرماتے ہیں:

”میرے پاس چالیس سے زیادہ مکاتیب ہیں۔ جو وقتاً

”بشرف ملاحظہ آقائے نعمت دریائے رحمت حضور پر نور” متع اللہ
المسلمین بطول بقانکم“ (۱۵)

”المجمل المعدد لتالیفات المجدد“ کی ابتداء میں اپنے
پیر و مرشد کو کچھ اس طرح یاد فرماتے ہیں:-

”حضور پر نور صاحب تصانیف کثیرہ وتالیفات عزیزہ،
عالم اہل سنت وجماعت، حاجی اہل بدعت وشناعت، مستغنی از
القاب واوصاف، مشہور اکناف واطراف، مجدد مائتہ حاضرہ مؤید
ملت طاہرہ، ہادی واستاد مطلق، پیر و مرشد برحق اعلیٰ حضرت جناب
مولانا مولوی حاجی قاری شاہ محمد احمد رضا خان صاحب بریلوی
قادری برکاتی چشتی سہروردی نقشبندی ادام اللہ برکاتہم
بالدوام السرمدی“۔ (۱۶)

پیر و مرشد نے اپنے لاڈلے خلیفہ اور شاگرد رشید کو جب
تختے میں جوڑا دیا، تو مرید و خلیفہ نے نہایت مسرت کا اظہار کیا تھا۔
اسی طرح ایک دفعہ اسی مرید و خلیفہ نے اپنے پیر و مرشد کی نذر ایک
رضائی کی، تو آپ نے بھی اپنے پیارے ملک العلماء کے نام ایک
خط میں اپنی مسرتوں کا اظہار یوں فرمایا:

”مولیٰ عزوجل آپ کو جزائے وافر عظیم عطا فرمائے۔
آپ کی رضائی بہت محل رضا میں کام آئی ہے۔ اس جاڑے میں جو
رضائی یہاں بنی بھاری اور بہت روئی کی تھی، ایک ولایتی صابر قانع
کو سخت ضرورت تھی، وہ ان کی نذر ہوگئی اور آپ کی مرسلہ رضائی میں
نے اوڑھی۔ جزاکم خیراً جزاء کم کثیراً“۔ (۱۷)

عام طور پر یہ دیکھا گیا ہے، کہ مرید صادق ہی اپنے شیخ
کے تصور میں مستغرق رہتا ہے۔ لیکن یہاں شیخ کامل بھی اپنے
لاڈلے مرید و خلیفہ کی یاد میں محو نظر آتے ہیں۔ ایک خط میں اعلیٰ
حضرت خود فرماتے ہیں:-

صاحب علیہ الرحمۃ کے ہاں مولوی محمد ابراہیم رضا خاں صاحب
سلمہ کی ولادت ہوئی۔ نہ صرف والدین اور اعلیٰ حضرت بلکہ تمام
خاندان بلکہ متوسلین کو از حد خوشی ہوئی۔ اس خوشی میں مجملہ اور باتوں
کے اعلیٰ حضرت نے جملہ طلبائے مدرسہ اہل سنت وجماعت منظر اسلام
کی ان کی خواہش کے مطابق دعوت فرمائی۔ اس وقت خاص عزیزوں
مریدوں کے لئے جوڑا بھی تیار کیا گیا تھا۔ نہایت ہی مسرت سے
لکھتا ہوں، کہ میں بھی انہی خاص لوگوں میں ہوں، جن کے لئے
جوڑا بھی تیار کرایا گیا تھا۔ وہ کرتا پانچامہ جوتا ٹوپی تو اسی زمانے میں
پہن لیا تھا۔ مگر انگرکھا بہت قیمتی کپڑے کا تھا۔ گاہے گاہے اس کو پہنا
کرتا تھا۔ وہ بہت دنوں تک رہا۔ یہاں تک کہ چھوٹا ہو گیا تو اس کو
تبر کا رکھ دیا۔ بعد ازاں یہ انگرکھا مخلص قدیم مولوی سید غیاث الدین
صاحب چشتی ابوالعلائی رجہتی بہاری (ثم سہرامی) کی نذر کر دیا۔ جو
مجھ سے دبلے پتلے تھے اور ان کو ٹھیک آگیا۔ ملخصاً۔ (۱۳)

ملک العلماء فاضل بہاری کو بھی اپنے پیر و مرشد
اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی سے والہانہ محبت و عقیدت تھی۔ آپ
ہمیشہ اپنے نام کے آگے قادری رضوی لکھنے کا التزام فرماتے اور
اپنے پیر و مرشد کو بلند پایہ القاب سے یاد فرماتے تھے۔ اپنے پیر
و مرشد سے آپ کا قلبی، ذاتی اور قلمی رابطہ باضابطہ تھا۔ فتاویٰ رضویہ کا
آغاز ہی آپ کے ایک استفتاء کے جواب سے ہوتا ہے۔ اس میں
اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کو ان الفاظ سے یاد کیا گیا ہے:

”بحر العلوم النقلیہ حبر الفنون العقلیہ مجدد
المائتہ الحاضرہ متع اللہ المسلمین بطول بقانکم“۔
(علوم عقلیہ کے دریا، فنون نقلیہ کے ماہر موجودہ صدی کے مجدد اللہ
تعالیٰ آپ کی عمر درازی سے مسلمانوں کو نفع عطا فرمائے)۔ (۱۳)
ایک دوسرے استفتاء کا آغاز ان القاب سے فرماتے ہیں:

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی شہر کی حیات اور علمی خدمات

”میں جن امور میں ہوں، اگر آپ کو تفصیل معلوم ہو تو مجھے عدم تحریر خطوط میں معذور رکھیں گے۔ مگر آپ کی یاد، دل کے ساتھ ہے، جو عظیم ساعت میسر ہوئی محض عطیہ الہی تھی۔ اس میں یہ نقوش تیار کئے جو مرسل ہیں۔“ (۱۸)

عام طور پر مرید ہی اپنے پیر سے دعا کے لئے درخواست

نے دیکھا تو عدد ۱۳۳۶ ہی نکلے اور یہی سنہ ولادت تھا۔ (۲۰)

ملک العلماء فاضل بہاری علیہ الرحمۃ اپنی بچیوں کے ناموں کے بارے میں خود لکھتے ہیں:

”۱۳۲۹ھ میں، میں شملہ جامع مسجد میں خطیب تھا کہ مکان سے خط آیا اور اس میں بڑی لڑکی کی پیدائش کی خوش خبری تھی۔ میں نے اس

حضور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کے خلفاء میں ملک العلماء علیہ الرحمۃ وہ خوش نصیب خلیفہ ہیں کہ ان کی اکثر اولاد کے نام بھی پیر و مرشد کے تجویز فرمودہ ہیں:-

”سید ایوب علی رضوی علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ ۱۳۳۶ھ میں پنج شنبہ (جمعرات) کے روز امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ حجام سے خط بنوار ہے تھے اور میں قریب ہی تپائی پر بیٹھا تھا، مولانا محمد ظفر الدین قادری رضوی بہاری مدظلہ، صدر مدرس مدرسہ عالیہ خانقاہ بہرام کا خط بنام اعلیٰ حضرت آیا۔ حسب الارشاد میں نے پڑھ کر سنایا۔ خط میں ولادت فرزند کی بشارت کے ساتھ تاریخی نام تجویز فرمانے کی درخواست کی تھی۔ مجدد برحق رحمۃ اللہ علیہ نے سنتے ہی فرمایا کہ نام تو ”مختار الدین“ ہونا چاہئے، پھر میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا: دیکھئے سید صاحب! اس نام سے تاریخ بھی ہوگئی ہے یا نہیں؟ میں

لی خبر دی اور تاریخی نام کے لئے حضور نے رنج خاتون (۱۳۳۹ھ) نام تجویز فرمایا۔ (۲۱)

”رنج خاتون“ نام رکھنے کی وجہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے ملک العلماء فاضل بہاری کے نام ایک خط میں یہ بتائی۔

”خط ملا۔ یہ نعمت تازہ مبارک ہو۔ اس کا نام وہ رکھے کہ ہندوستان میں کسی عورت کو نصیب نہ ہو یعنی حضرت رنج بنت معوذ انصاریہ، صحابیہ بنت صحابی علیہا الوحمۃ والرضوان کے نام پر رنج خاتون“۔ (۲۲) (۱۳۳۹ھ)

پیر و مرشد کا اعتماد

۱۳۲۸ھ/۱۹۰۹ء میں پاک و ہند کی مشہور انجمن نعمانیہ لاہور کی مجلس انتظامیہ کے رکن اور دیر ثانی مولانا خلیفہ تاج الدین احمد علیہ الرحمۃ نے دارالعلوم نعمانیہ لاہور کی خدمت کے لئے جب

کفایت اخذ کیا اور اب میرے یہاں کے اوقات طلوع وغروب و نصف النہار ہر روز و تاریخ کے لئے اور جملہ اوقات ماہ رمضان شریف کے لئے بھی بناتے ہیں۔ فقیر آپ کے مدرسے کو اپنے نفس پر ایثار کر کے انہیں آپ کے لئے پیش کرتا ہے۔ اگر منظور ہو تو فوراً اطلاع دیجئے، کہ اپنے ایک اور دوست کو میں نے روک رکھا ہے، کہ ان کی جگہ پر مقرر کروں، اگرچہ دو عظیم کام دینی افتاء و توقیت اور ان سے اہم تصنیف میں وہ ابھی ہاتھ نہیں بٹا سکتے۔ اسی طرح وعظ و مناظرہ بھی نہیں کر سکتے، مگر یہ وہاں گئے، تو جس نے انہیں ان کاموں کا اپنے کرم سے بنا دیا ہے، ان کو بھی بنا سکتا ہے۔

والسلام

فقیر احمد رضا قادری بقلم خود

۵ شعبان المکرم ۱۳۲۸ھ (۲۳)

اس تاریخی خط سے اندازہ لگائیے کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے دل میں اپنے لائق شاگرد حضور ملک العلماء کی کتنی قدر و منزلت اور کیسی محبت تھی!!

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اپنے نامور شاگرد کی تمام صلاحیتوں اور خوبیوں کو خود ظاہر فرما دیا ہے اور ان کی عظمت و رفعت واضح فرمادی ہے۔ ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی فرماتے ہیں:

”اس مکتوب پر کوئی تبصرہ نہ کر کے صرف امام کے اس جملے ”فقیر آپ کے مدرسے کو اپنے نفس پر ایثار کر کے انہیں آپ کے لئے پیش کرتا ہے“ پر توجہ دلا کر نگاہ رضا میں ملک العلماء کی عظمت و اہمیت دکھانا چاہتا ہے۔ اہل نظر خود محسوس کریں۔“ (۲۳)

اس خط کو مد نظر رکھتے ہوئے مورخ لاہور محمد دین کلیم قادری نے ”تذکرہ مشائخ قادریہ“ محمد صادق قصوری، پروفیسر مجید اللہ قادری نے ”تذکرہ خلفائے اعلیٰ حضرت“ اور پروفیسر ڈاکٹر سفیر

حضور اعلیٰ حضرت سے درخواست کی، کہ آپ خود لاہور تشریف لا کر انجمن کی سرپرستی فرمائیں۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اپنی دینی اور علمی مصروفیات کی وجہ سے اپنی طرف سے معذرت تو کردی، لیکن اپنے نائب اور مظہر ملک العلماء علامہ سید محمد ظفر الدین علیہ الرحمۃ کو روانہ کرنے پر اپنی آمادگی کا اظہار فریادیا۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا وہ خط، جو انہوں نے مولانا خلیفہ تاج الدین احمد علیہ الرحمۃ کو اپنے معین ملک العلماء کی بابت تحریر فرمایا تھا، ملاحظہ فرمائیے:-

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

بملاحظہ مولانا المکرم ذی الحجہ والکرم حامی سنت، ماجی

بدعت جناب خلیفہ تاج الدین صاحب زید کریم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

مکرمی مولانا محمد ظفر الدین صاحب قادری سلمہ فقیر کے

یہاں اعز طلبہ ہیں اور میرے بجان عزیز، ابتدائی کتب کے بعد یہیں تحصیل علوم کی اور اب کئی سال سے میرے مدرسہ میں مدرس اور اس کے علاوہ کار افتاء میں میرے معین ہیں۔ میں نہیں کہتا، کہ جتنی درخواستیں آئی ہوں، سب سے یہ زائد ہیں۔ مگر اتنا ضرور کہوں گا: (۱) سنی خالص مخلص نہایت صحیح العقیدہ، ہادی مہدی ہیں۔ (۲) عام درسیات میں بفضلہ تعالیٰ عاجز نہیں۔ (۳) مفتی ہیں (۴) مصنف ہیں (۵) واعظ ہیں (۶) مناظرہ بچونہ تعالیٰ کر سکتے ہیں۔

(۷) علمائے زمانہ میں علم توقیت سے تنہا آگاہ ہیں۔ امام ابن حجر مکی نے ”زواجر“ میں اس علم کو فرض کفایہ لکھا ہے۔ اور اب ہند بلکہ عامہ بلاد میں یہ علم، علماء بلکہ عامہ مسلمین سے اٹھ گیا۔ فقیر نے بتوفیق قدیر اس کا احیاء کیا اور سات صاحب بنانا چاہے۔ جس میں بعض نے انتقال کیا، اکثر اس کی صعوبت سے چھوڑ بیٹھے، انہوں نے بقدر

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی پٹی کی حیات اور علمی خدمات

کے سپرد کی۔ امام اہل سنت نے اپنے عزیز ترین شاگرد اور خلیفہ حضور ملک العلماء حضرت علامہ ظفر الدین قادری علیہ الرحمۃ کو آپ کے پاس بھیجا۔ حضور ملک العلماء نے آکر پوری ذمہ داری کے ساتھ اس عظیم منصب کو سنبھالا اور نہایت حسن و خوبی کے ساتھ تدریسی و تعلیمی ذمہ داریاں نبھائیں جس سے مدرسے نے علمی میدان میں کافی ترقی کی۔

اختر نے اپنے مقالے ”فیضانِ رضا پنجاب میں“ (مشمولہ سالنامہ معارفِ رضا کراچی ۱۹۹۶ء) میں حضور ملک العلماء فاضل بہاری کے دارالعلوم نعمانیہ لاہور میں مدرسے کے تعلق کا ذکر کیا ہے۔ حالانکہ آپ کا انتخاب ضرور ہوا تھا۔ لیکن آپ بحیثیت مدرس دارالعلوم نعا میں کبھی بھی تشریف نہ لائے۔ آپ کے نامور صاحبزادے

امام اہلسنت حضور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ نے اپنے شہرہ آفاق قصیدہ ”الاستمداد“ کے آخر میں ”ذکر احباب و دعائے احباب“ کے تحت جہاں اپنے مخصوص خلفاء و تلامذہ کا ذکر خیر فرمایا ہے۔ وہاں ایک شعر میں آپ نے حضور ملک العلماء کو بھی یاد فرمایا ہے۔ شعر کے پہلے مصرع میں ان کی کامیابی و کامرانی کے لئے دعا کی ہے اور دوسرے مصرع میں آپ سے دشمنانِ اسلام کی شکستیں کھانے کی خوشخبری دی ہے۔ شعر یہ ہے:-

میرے ظفر کو اپنی ظفر دے

اس سے شکستیں کھاتے یہ ہیں (۲۸)

جس طرح تدریس و افتاء اور تصنیف میں حضور ملک العلماء

فاضل بہاری کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ اسی طرح میدانِ مناظرہ میں بھی آپ کی شاندار فتوحات تاریخ کا حصہ ہیں، جب کبھی

فی سبوری ہے۔ انہوں نے وہاں پر پندرہ سال اپنے فرائض انجام دیتے رہے۔ پھر مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ میں بحیثیت مدرس اول ان کا تقرر عمل میں آیا۔ جہاں وہ تفسیر و حدیث و فقہ کا درس دینے لگے۔ ۱۳۳۴ھ تا ۱۹۱۶ء میں سید شاہ سلیم الدین سجادہ نشین خانقاہ کبیرہ سہرام کی فرمائش پر وہ صدر مدرس ہو کر سہرام چلے گئے جہاں وہ پانچ سال مقیم رہے۔“ ملخصاً (۲۵)

مولانا محمد ارشاد احمد رضوی سہرامی لکھتے ہیں:-

”آپ (شاہ کبیر الدین قدس سرہ) کی عظیم خانقاہ کے سجادہ نشین حضرت سید شاہ سلیم الدین صاحب کے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی سے بہت خوشگوار تعلقات تھے۔ اس گہری وابستگی کی وجہ سے جب حضرت مولانا حفیظ الدین صاحب، مدرس اول مدرسہ خانقاہ کبیرہ کا انتقال ہو گیا، تو تدریسی امور کی صدارت کے لئے کسی ذمہ دار عالم دین کے انتخاب کی ذمہ داری اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی دہلی کی حیات اور علمی خدمات

خدمت کرتا اور ان کی نذر کرتا کہ اٹھے پیر ہی سے روپے وصول کروں، میں نے کچھ تابل کیا، اعلیٰ حضرت نے عنایت فرمایا، میں نے قدموسی کرتے ہوئے وہ روپے لے لئے اور کلکتہ روانہ ہوا۔ میرے پہنچنے کی خبر ملتے ہی سارا جوش ٹھنڈا ہو گیا۔ اب کس میں مناظرے کا دم ہے۔ اعلیٰ حضرت کی دعا کا اثر ہے:-

میرے ظفر کو اپنی ظفر دے

اس سے شکستیں کھاتے یہ ہیں (۲۹)

اسی طرح ایک دوسرا واقعہ لکھتے ہیں:-

۱۳۲۶ھ علاقہ میوات میں وہابیہ دیوبندیہ نے بہت

اودھم مچا رکھا تھا اور بیچارے سیدھے سادے میواتیوں کو اپنے دام

تزویر میں پھنسانہ چاہتے تھے، کہ جناب مولانا صوفی رکن الدین

الوری نے مولانا احمد حسین خان صاحب رامپوری مقیم درگاہ معلیٰ

اجیر شریف حجرہ نواب رامپور کو کسی عالم مناظر کو لینے کے لئے بریلی

شریف بھیجا۔ مولوی صاحب موصوف بریلی حاضر ہوئے اور

اعلیٰ حضرت سے وہاں کے حالات عرض کئے، اس وقت اعلیٰ حضرت

نے مجھے یاد فرمایا اور حکم دیا کہ میوات تحصیل نواح فیروز پور جھر کہ میں

وہابیوں سے مناظرہ کرنا ہے، آپ مولانا کے ساتھ تشریف لے

جائے اور وہابیہ کو شکست دیجئے۔ میں نے عرض کیا، تمیل ارشاد کو

حاضر ہوں، حضور کی دعا کی ضرورت ہے، حضور کی دعا شامل حال

رہی تو انشاء اللہ تعالیٰ وہابیہ کو ضرور شکست ہوگی، اس وقت اعلیٰ حضرت

مکان کے اندر تشریف لے گئے اور ایک اونٹنی جبہ لا کر مجھے عنایت

فرمایا اور ارشاد ہوا، کہ یہ مدینہ طیبہ کا ہے، میں نے اسے دونوں ہا

تھوں سے لیکر سر پر رکھا، آنکھوں سے لگایا اور رکھ لیا، اعلیٰ حضرت کی

دعا اور اس جبہ مبارک کی یہ برکت ہوئی، کہ وہابیہ کی طرف سے

متعدد صاحبان مناظرے کے لئے آئے تھے۔ ان میں ایک

کسی سنی مناظر کی ضرورت پیش آئی، تو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے حضور ملک العلماء ہی کا انتخاب فرمایا۔ فتح و نصرت کا مژدہ جانفزا سنایا اور آپ کو روانہ فرمایا۔ آپ نے میدان مناظرہ میں دشمنان اسلام کا دام فریب ہمیشہ تار تار فرمایا۔

ملک العلماء فاضل بہاری علیہ الرحمۃ خود لکھتے ہیں:-

”۱۳۲۳ھ میں مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ میں مدرس

اول تھا۔ رمضان شریف کی تعطیل میں اعلیٰ حضرت کی قدم بوسی کے

لئے حاضر ہوا۔ اس زمانے میں اعلیٰ حضرت علم ہیأت میں ایک

کتاب تصنیف فرما رہے تھے اور میں اسے صاف کر رہا تھا۔ ارادہ تھا

کہ ماہ رمضان المبارک تمام کر کے بعد شش عید کے جب مدرسہ

کھلے گا۔ پٹنہ واپس ہوں گا، لیکن اوآخر رمضان شریف میں جناب

حاجی لعل خان صاحب مرحوم کا خط پہنچا، کہ یہاں ایک ولی اللہ نامی

ایک وہابی آیا ہوا ہے اور جگہ جگہ مناظرے کا چیلنج دیتا ہے، حضور والا!

مولانا محمد ظفر الدین صاحب کو روانہ فرمادیں۔ اس وقت وہ کتاب

قریب ختم کے تھی۔ اعلیٰ حضرت نے دو دن میں اس کو تمام کر دیا، لیکن

مجھے نقل کرنا اور صاف کرنا بہت باقی تھا۔ اس لئے اعلیٰ حضرت نے

فرمایا، کہ آپ اس کو اپنے ساتھ لیتے جائیے اور نقل کرنے کے بعد

اصل اور نقل دونوں رجسٹری سے واپس کر دیجئے گا۔ جب چلنے کا

وقت ہوا اور اسٹیشن جانے کے لئے سواری آگئی۔ تو حضور اعلیٰ

حضرت باہر تشریف لائے اور دونوں دس دس روپے کے مجھے

عنایت فرمائے اور ارشاد فرمایا کہ میرا ارادہ تھا، کہ امسال آپ عید

میں یہیں رہیں گے۔ بچوں کے لئے کپڑے بناؤں گا، تو آپ کے

لئے بھی بناؤں گا۔ لیکن دینی ضرورت سے آپ کلکتہ جا رہے ہیں۔

اس لئے یہ روپیہ آپ کی نذر ہیں۔ مجھے بہت شرم آئی کہ طالب علمی کا زمانہ تو ضرورت کا زمانہ تھا۔ اب تو میں نوکر ہوں میں پیر کی

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی دہلی کی حیات اور علمی خدمات

رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا تاریخی نام ”شکست سفاہت“ (۱۳۲۶ھ) رکھا۔ چنانچہ یہ رسالہ اسی زمانے میں چھپ کر تمام ملک میں شائع کر دیا گیا۔ ملخصاً (۳۰)

دوقومی نظریے کی پاسبانی:

ہندوستان جب مخالفین اسلام کا اکھاڑا بنا، اسلام اور اہل اسلام کو نیست و نابود کرنے والی تحریکیں اٹھیں تو ان حالات میں دوقومی نظریے کی حفاظت کے لئے مجاہد اسلام اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے سات ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ ۱۹۲۰ء کو جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی کے نام سے ایک کل ہند تحریک کی بنیاد ڈالی۔ علمی، تصنیفی، اشاعتی، تبلیغی اور سیاسی محاذوں پر اس جماعت کی پیش بہا خدمات ہیں۔ جنہیں کبھی بھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔

حضور اعلیٰ حضرت کی قائم کردہ اس جماعت کے عمومی سرپرستوں میں ملک العلماء نمایاں طور پر شامل تھے۔ جماعت کا ایک اہم شعبہ ”تبلیغ وارشاد“ جس کی جدوجہد سے نہ جانے کتنے ہندوؤں نے اسلام قبول کیا۔ وہابی اور غیر مقلد افراد نے توبہ کی اور اہل سنت سواد اعظم میں داخل ہوئے۔ ابتداء میں اس شعبے میں خصوصیت کے ساتھ پانچ علمائے کرام شامل ہوئے تھے۔ جن میں ملک العلماء فاضل بہاری علیہ الرحمۃ کا نام نہایت روشن اور نمایاں ہے۔ اسی طرح جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی نے ایک ”شعبہ مناظرہ“ بھی قائم کیا اور اس میں اپنے زمانے کے جید علماء و مناظرین کو رکھا، جس کی مثال تاریخ نہیں پیش کر سکتی۔ ملک العلماء مولانا مفتی سید محمد ظفر الدین رضوی فاضل بہاری رحمۃ اللہ علیہ اس شعبے کے صدر تھے۔ (۳۱)

جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی کے زیر اہتمام مارچ ۱۹۲۱ء میں بریلی شریف میں ہندو مسلم اتحاد کے بارے میں ایک فیصلہ کن مناظرہ ہوا۔ گاندھی کی طرف سے مولانا ثار احمد کانپوری،

صاحب ایسے بھی تھے، جو بقول خود مکہ معظمہ میں تین چار سال قیام بھی کر چکے تھے۔ انہیں اپنے عربی دانی پر بڑا ناز تھا۔ وہ مصر رہے، کہ مناظرہ عربی زبان میں ہوگا۔ ان کی ناز برداری کے لئے یہ شرط مان لی گئی، لیکن چند منٹ میں ان کی عربی دانی کا بھرم کھل گیا اور مجبوراً انہیں اعلان کرنا پڑا، کہ اب مناظرہ اردو میں ہوگا۔ ابتدائی سوال پر ہی ان کی علیت کا طول و عرض بھی سب کو معلوم ہو گیا، کہ مہر سکوت لگ گئی اور جواب کے لئے منہ کھولنا دشوار ہو گیا۔

ثالث اور حکم نے ان سے اور دوسرے علمائے دیوبند سے بار بار کہا جواب دیجئے اور آئے دن جو پیلے کی طرح ابھرتے اور چیلنج دیتے تھے وہ جوش دکھائیے، یہ کیسی جوانمردی ہے کہ ابتدائی سوالات پر ہی سارے دیوبندی علماء جھاگ کی طرح تہہ نشین ہو گئے اور کوئی ایک بھی بولنے کا نام نہیں لیتا۔ متواتر تین گھنٹے جواب کا تقاضہ رہا لیکن ادھر جو مہر سکوت لگ چکی تھی۔ اس نے کسی طرح ٹوٹنے کا نام نہ لیا۔ آخر ثالث و حکم نے تین گھنٹے بعد اہلسنت والجماعت کی فتح اور دیوبندی حضرات کی شکست کا اعلان کرتے ہوئے کہہ دیا کہ صاف واضح ہو گیا کہ مولانا شاہ رکن الدین، مولانا ارشاد علی، مولانا ظفر الدین اور مولانا احمد حسین خان وغیرہ علماء حق پر ہیں اور دیوبندی علماء کا مذہب باطل ہے ورنہ لا جواب نہ ہوتے جب بخیر و خوبی کامیابی کے ساتھ ہم لوگ بریلی شریف واپس ہوئے اور اعلیٰ حضرت کو اس مناظرے کی روداد سنائی اور ان لوگوں کی خواہش کا اظہار کیا کہ میوات والے چاہتے ہیں، کہ مناظرے کے پورے حالات کتابی شکل میں شائع کردئے جائیں۔ وہ لوگ اس کی طباعت کے مصارف برداشت کرنے کو تیار ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے بھی اسے پسند فرمایا اور اس رسالے کا تاریخی نام ”پکے نجدیہ کا چپ مناظرہ“ ۱۳۳۳ھ رکھا۔ اور جناب مولانا حسن رضا خاں صاحب

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رحمہ اللہ کی حیات اور علمی خدمات

مفتی کفایت اللہ دہلوی اور مفتی احمد سعید دہلوی شریک ہوئے۔ ان کی قیادت ابوالکلام آزاد نے کی۔ اعلیٰ حضرت کی جانب سے حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں، صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی، صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی، مفتی برہان الحق جبل پوری اور مولانا حسین رضا خاں کے علاوہ حضور ملک العلماء علامہ سید محمد ظفر الدین فاضل بہاری شامل ہوئے۔

اہل سنت کے اکابرین نے ابوالکلام آزاد سے ستر سوالوں کے جواب طلب کئے اور ان کے اخباری بیانات، تقریروں اور بعض حرکات پر شدید اعتراضات کئے۔ مولانا آزاد بوکھلا اٹھے اور کوئی جواب نہ دے سکے، اس طرح گاندھی علماء کو شکست فاش ہوئی۔ (۳۲)

مولانا شہاب الدین رضوی ایک اہم مناظرے کی روداد ہفت روزہ دہلیہ سکندری رام پور کے حوالے سے یوں لکھتے ہیں:

”موضع ہٹنا ضلع بوگرا میں پیر ابو بکر صاحب ایک بااثر ممتاز ہستی کے مالک تھے، مریدین و معتقدین بکثرت تھے، وہاں کے وہابیوں اور غیر مقلدین میں اہلسنت سے حسد اور عداوت کی آگ بھڑک اٹھی اور انہوں نے مناظرے کا اعلان کر دیا۔ پیر ابو بکر کے مریدین فوراً کچھ خرچہ وغیرہ جمع کر کے موصوف ممدوح کے خلیفہ

مولانا روح الامین کلکتوی کے پاس آئے۔ انہوں نے جماعت رضائے مصطفیٰ کے حامی و مبلغ مولانا عبدالعزیز خاں رضوی کے پاس بھیج دیا اور انہوں نے ایک زبردست جید مناظر کی ضرورت کا اظہار کیا۔

مولانا عبدالعزیز خاں رضوی نے ملک العلماء فاضل بہاری مناظر جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی کی خدمت میں ایک صاحب کو حاضر کر کے منظوری حاصل کی۔ ملک العلماء وقت متعینہ پر مقام مناظرہ میں پہنچ گئے۔

مناظرے کے لئے دونوں جانب سے خوب تشہیر کی گئی

تھی۔ سنیوں نے ملک العلماء کی آمد پر ان کا شاندار استقبال کیا۔ غرضیکہ مناظرہ شروع ہو گیا۔ ابتداء چند تحریرات کی آمد و رفت پر زبان عربی ہوئی۔ جس سے غیر مقلدین کا مقصود علمی موازنہ تھا۔

مناظرے کا وقت ایک بجے سے پانچ بجے تک کا تھا۔ ملک العلماء اسٹیج پر رونق افروز تھے، اور غیر مقلدین کو بھرے مجمع میں چیلنج پر چیلنج کر رہے تھے۔ مگر افسوس کہ وقت مقررہ پر میدان میں شیر اہلسنت کو

دیکھ کر کوئی بھی نہ آیا۔ حاضرین سے تمام جلسہ گاہ کا میدان بھرا ہوا تھا، ہر ایک گردنیں اٹھا اٹھا کر دیکھتا اور پھرہ جاتا تھا۔ غیر مقلدین کے مناظرین نے سنی شیر کو بلا تو لیا تھا مگر سامنے آنے کا یارا نہ تھا۔

غیر مقلد مناظر جلسے میں نہ آیا اور سب نے راہ فرار اختیار کی۔ ان کے نہ آنے پر عوام بہت متاثر ہوئے اور یہ سمجھ گئے کہ سنیوں کی بات بالکل حق ہے اور یہی صراط مستقیم پر قائم ہیں۔ فوراً دو سو آدمیوں نے وہابیت اور غیر مقلدیت سے توبہ کی اور اہل سنت میں داخل ہو گئے۔

جماعت رضائے مصطفیٰ کی فتح پر جشن منائے گئے۔ (۳۳) یہی نہیں بلکہ آپ نے آریہ اور عیسائیوں کے ساتھ بھی نہایت کامیاب مناظرے کئے تھے۔ آپ کے لائق فرزند ارجمند ڈاکٹر مختار الدین احمد لکھتے ہیں:

”مجھے یاد آتا ہے کہ میرے بچپن میں وہ آریہ سماجیوں اور مسیح مبلغین سے مناظرے کے لئے جلسوں میں بھی تشریف لے جایا کرتے تھے، غیر مقلدین وغیرہم سے مناظرے کے لئے وہ دراز کے علاقوں سے مدعو کئے جاتے تھے۔ ایک مناظرے کے لئے وہ برما بھی تشریف لے گئے تھے۔“ (۳۴)

حضور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اپنے روحانی فرزند کو اپنی حیات طیبہ ہی میں کامیابی و کامرانی کی نوید سنا دی تھی۔ اس لئے ”بھیڑ یا نما انسان“ اس شیر رضا کا ایک حملہ بھی برداشت نہ

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی دہلی حیات اولیٰ خدمات

ہوتی رہی۔ اس کانفرنس میں توقع سے زیادہ مجمع تھا اور ہندوستان کے مشہور علمائے کرام و مشائخ عظام شرکت کے لئے رونق افروز ہوئے تھے۔ کانفرنس کے پہلے روز نعت و حمد کے بعد صدر کانفرنس مولانا شاہ سید محمد میاں مارہروی علیہ الرحمۃ نے اپنے خطبے میں مسائل حاضرہ اور مصائب دائرہ پر نظر ڈالتے ہوئے وقت کی نزاکت اور مسلمانوں کی حالت پر تبصرہ فرمایا۔ پھر صدر کانفرنس کی اجازت سے ملک العلماء فاضل بہاری نے مسئلہ ترک موالات پر محققانہ تقریر فرمائی اور ثابت کیا کہ ترک موالات انسان کا فطری و طبعی خاتمہ ہے۔ اگر اس کے احساسات غلط نہیں ہو گئے ہیں، تو وہ نقصان رسانی سے طبعاً احتراز کرے گا۔ اس مسئلے کو شواہد و دلائل سے خوب ذہن نشین کرایا اور بتایا، کہ جملہ کفار و مشرکین سے ترک موالات شرعاً فرض اور مسلمانوں پر لازم ہے۔ اس تقریر کے ضمن میں حضور ملک العلماء نے ایسی ایسی باتیں فرمائیں، کہ مجمع پھڑک اٹھا۔ (۳۷)

ملک العلماء فاضل بہاری علیہ الرحمۃ نے تحریک ترک موالات کے رد میں ایک کتاب ”ہادی الہدایۃ لترك الموالاة“ بھی لکھی ہے۔ جس میں ایک تحریک کے مضمر اثرات کی نشاندہی کی گئی تھی جو بعد کو صحیح نکلے۔ (۳۸)

۱۹۴۶ء میں بنارس کے مقام پر منعقد آل انڈیا سنی کانفرنس تحریک پاکستان میں سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ حضور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے دیگر اکثر خلفاء و تلامذہ کی طرح ملک العلماء بھی اس عظیم الشان کانفرنس میں رونق افروز ہوئے اور کانفرنس کی طرف سے جن کمیٹیوں میں آپ نامزد ہوئے۔ ان میں سے نصاب تعلیم بنانے والی کمیٹی، عالمی قوانین مرتب کرنے والی کمیٹی اور آل انڈیا سنی کانفرنس کے لئے آئین ساز کمیٹی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ (۳۹)

کر سکے اپنے پیر و مرشد کی قائم کردہ جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی سے آخر تک آپ کو قلبی محبت تھی۔ خود فرماتے ہیں:

”فقیر اس مبارک جماعت کی خدمات کو نہایت ہی وقت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اور اپنی محرومی پر افسوس کرتا ہے کہ اس کی بدنی خدمت سے قاصر ہے اور اس جماعت کے مخلصین خدام پر رشک و غبطہ کرتا ہے۔ اور ان کے لئے تثبت و استقامت کی دعا کرتا ہے۔“ (۳۵)

تحریک ترک موالات کی اصلاح:

تحریک ترک موالات جو گاندھی کے اشارے پر چلائی گئی۔ گاندھی کی اس آندھی میں کئی مسلم لیڈر بھی خس خاشاک کی طرح بہہ گئے۔ لیکن مجاہد اسلام امام احمد رضا فاضل بریلوی نے اس موقع پر بھی اپنی نورانی بصیرت کا ثبوت دیا اور اس تحریک کے متعلق حکم شرعی بیان کرتے ہوئے ”المحجۃ المؤمنة“ کے تاریخی نام سے ایک کتاب لکھی؟ جو مسلمانوں کے لئے ہدایت کا روشن مینار ثابت ہوئی۔ ترک موالات اور ہندو مسلم اتحاد کے نتائج کے بارے میں جو کچھ آپ نے فرمایا تھا، حرف بحرف صحیح ثابت ہوا۔ (۳۶)

حضور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید ملک العلماء فاضل بہاری بھی اپنے پیر و مرشد اور استاذ گرامی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے گاندھی کی اس خوفناک آندھی میں مسلمانوں کے لئے روشنی کا مینار ثابت ہوئے۔

جماعت انصار الاسلام بریلی جو جماعت رضائے مصطفیٰ کی ایک اہم سیاسی ذیلی تنظیم تھی۔ اس کے سرپرست بھی اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی تھے۔ جماعت انصار الاسلام کی تین روزہ کانفرنس ۲۲، ۲۳، ۲۴ شعبان المعظم ۱۳۳۹ھ بمقام مسجد نومحلہ بریلی میں بہت آب و تاب اور شان و شوکت کے عظیم اجتماعوں کے ساتھ منعقد

علم توقیت میں مہارت:

ملک العلماء فاضل بہاری علیہ الرحمۃ کو علم توقیت میں بڑی مہارت حاصل تھی بقول اعلیٰ حضرت علمائے زمانہ میں علم توقیت سے تہا آگاہ ہیں۔

”مؤذن الاوقات آپ کی لاجواب کتاب ہے جو اپنے فن کی پہلی اردو کتاب ہے۔ اس میں طلوع و غروب اوقات نماز اور تمام دوسرے بڑے شہروں کے فرق بتائے گئے ہیں۔ یہ فن بھی آپ نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ سے سیکھا تھا۔ ”مؤذن الاوقات“ کے آغاز میں آپ خود رقم طراز ہیں:

”خداوند عالم بہتر سے بہتر جزائے خیر عطا فرمائے، اعلیٰ حضرت امام اہلسنت استاذی و ملاذی شیخی و مرشدی ذخری لیومی وغدی مجدد مائے حاضرہ مؤید ملت طاہرہ جناب مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز کو کہ مسلمانوں کی اس ضرورت کا آپ نے احساس فرمایا اور ۱۳۱۱ھ سے بریلی شریف کے اوقات صوم و صلوة رمضان شریف کے ہر سال مرتب فرما کر فہام عام کے لئے مع تفصیل اوقات دیگر مفت شائع فرمانا شروع کیا۔ جب ۱۳۲۵ھ میں نے اس فن کو حاصل کیا۔ یہ خدمت میرے متعلق ہوئی۔“ (۴۰)

علم تکسیر میں مہارت:

بحر العلوم امام احمد رضا فاضل بریلوی نے جن پچاس علوم و فنون میں ایک ہزار سے زائد کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔ ان میں ”علم تکسیر“ بھی شامل ہے۔ ملک العلماء فاضل بہاری نے اپنے مشفقانہ ہمت سے اس علم تکسیر کو بھی کمال

علوم عقلیہ و نقلیہ مولانا مولوی مقبول احمد خاں صاحب درہنگوی مدرس مدرسہ کے مہمان ہوئے اور ادھر ادھر کی باتیں کرتے ہوئے فن تکسیر کی واقفیت کا ذکر کیا، مولوی صاحب بہت ظریف طبیعت ہیں، یہ سن کر ایسا اندازہ ہوتا، جس سے ان شاہ صاحب نے سمجھا کہ میری فن دانی کے قائل اور معتقد ہو گئے۔ چنانچہ میں ایک پھیر ادھر ان کا ہونے لگا اور مولانا کے یہاں ایک دو وقت قیام ضرور کرتے یہ بھی مہمان نوازی فرماتے، جب انہوں نے کئی دفعہ فن تکسیر سے اپنی واقفیت کا اظہار کیا تو مولانا مولوی مقبول احمد خاں صاحب نے ایک دن ان کے گوش گزار کیا کہ میرے مدرسے میں ایک مدرس مولانا ظفر الدین صاحب ہیں وہ بھی فن تکسیر جانتے ہیں، بہت حیرت ہوئی وہ تو سمجھ رہے تھے کہ مولانا مقبول احمد خاں صاحب کے علم میں دنیا میں، میں ہی ایک تکسیر جاننے والا ہوں اور اسی وجہ سے ایسے زبردست معقولی ہونے پر بھی میری عزت کرتے ہیں۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ اسی پٹنہ میں مولانا کے دوستوں میں اسی مدرسے کے اساتذہ میں ایک شخص فن تکسیر جانتے ہیں تو حیرت کی حد نہ رہی۔ بولے کہ ان سے میری ملاقات کر دیجئے گا۔ انہوں نے کہا کہ اچھا وہ تو روزانہ مدرسے کے وقت دس بجے مدرسہ تشریف لاتے ہیں اور چار بجے دریا پور واپس جاتے ہیں۔

چنانچہ ایک دن مولوی صاحب موصوف شاہ صاحب کو لئے ہوئے میرے پاس تشریف لائے اور ان کا تعارف کراتے ہوئے بہت سی خوبیاں بیان کرتے ہوئے خاص انداز سے فرمایا، کہ

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی دہلی کی حیات اور علمی خدمات

کو نہ صرف واقفیت ہی تھی بلکہ اس فن میں کمال اور مہارت رکھتے تھے، بلکہ اگر مجتہد کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا۔ ملخصاً (۴۱)

فقہ حنفی کی ترویج و اشاعت:

اس میں کوئی شک نہیں، کہ پاک دہند میں فقہ حنفی پر
مختار الدین احمد فرماتے ہیں کہ اس کا کوئی شک نہیں، کہ پاک دہند میں فقہ حنفی پر

مجھے معلوم ہوا ہے کہ جناب کو بھی فن تکسیر کا علم ہے۔ میں نے کہا
مخلصوں کا محض حسن ظن ہے۔ کسی فن کے چند قوائد کا جان لینا فن کی
واقفیت نہیں کہلاتی ہے۔ ہاں! اس فن میں ایک گونہ دلچسپی ضرور
ہے، اس کے بعد میں نے ان شاہ صاحب سے پوچھا کہ جناب
یہ کتنے لفظ تھے۔ ہاں! اس فن میں ایک گونہ دلچسپی ضرور

گا، کہ ایک ہی شے ہے جو اتنے طریقوں سے بھرا ہوا ہے، اس میں
کوئی ایک دوسرے سے ملتا ہوا نہیں۔ پوچھا کن سے سیکھا، میں نے
علی حضرت امام اہلسنت کا نام لیا، حضرت کے معتقد تھے، نام سن کر
ان کو یقین ہو گیا، مگر پوچھا، کہ اور علی حضرت کتنے طریقوں سے
بھرتے ہیں، میں نے کہا تیس سو طریقے سے، کہا کہ آپ نے اور
کیوں نہیں سیکھا، میں نے کہا وہ تو علم کے دریا نہیں سمندر ہیں۔ جس
فن کا ذکر آیا، ایسی گفتگو فرماتے، کہ معلوم ہوتا، کہ عمر بھر اسی علم کو سیکھا
اور اسی کی کتب بنی فرمائی ہے۔ ان کے علوم کو میں کہاں تک حاصل
کر سکتا ہوں۔ آخر چار بجے وہ میرے ساتھ دریا پور تشریف لائے
اور وہ کاغذ جس پر میں نے وہ نقوش لکھے تھے۔ ملاحظہ فرمایا۔ بہت
تجرب سے دیکھتے رہے اور اعلیٰ حضرت کے زیارت کے مشتاق ہو کر
بعد مغرب واپس ہوئے۔ پھر نہ معلوم کہ بریلی شریف حاضر ہوئے یا
نہیں۔ خیر بہر کیف جملہ علوم و فنون کی طرح فن تکسیر سے اعلیٰ حضرت

اقبال احمد فاروقی سمجھتے ہیں:

”آپ نے فقہ امام ابوحنیفہ کی صرف ترجمانی ہی نہیں کی
بلکہ اپنے رفقاء اور شاگردوں کا ایک ایسا ”مکتب فقہ“ ترتیب دیا جنہوں
نے آپ کے بعد فقہی دنیا میں راہنمائی کر دارا دیا کیا۔“ (۴۲)

ملک العلماء فاضل بہاری علیہ الرحمۃ اسی ”مکتب فقہ“
کے ایک فرد فرید ہیں۔ آپ نے بھی اپنے پیرومرشد کی تقلید میں فقہ
حنفی کی ترویج و اشاعت میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی۔ یوں تو فقہ حنفی کی
حمایت و تائید میں آپ کی ستر سے زیادہ کتابیں ہیں۔ لیکن ان میں
مختار الدین احمد فرماتے ہیں:

”ملک العلماء فاضل بہار نے احادیث کا سارا ممکن
الحصول مجموعہ کھنگال کر صرف وہی احادیث صحیحہ جمع کرنے کا بیڑا

کچھ تھا، محمد رسول اللہ ﷺ ہی کی غلامی کی بنا پر تھا۔ جب یہ شخص ان کی شان میں گستاخ ہوا پھر ہمیں اس سے کیا علاقہ رہا؟ اس کے بے وعماے پر کیا جائیں۔“ (ملخصاً ۴۳)

حضور ملك العلماء فاضل بہاری علیہ الرحمۃ بھی اپنے بھروسہ و مرشد کے رنگ میں رنگے ہوئے اور عشق رسالت مآب ﷺ میں سرشار نظر آتے ہیں۔ خود فرماتے ہیں:-

”تو اصل ایمان حضور اقدس ﷺ کی محبت ہوئی، بغیر حضور کی محبت کے خدا سے محبت کرنا بھی نجات کے لئے کافی نہیں بلکہ جو شخص ایسا دعویٰ کرے محض لاف ہی ہے اس لئے کہ محبوب کا محبوب، محبوب ہوتا ہے، جس کے دل میں رسول اللہ ﷺ کی محبت نہیں، خدا کی محبت بھی نہیں۔ خدا کی محبت اور اس کا راستہ تو رسول اللہ ﷺ ہی نے دکھایا۔ بغیر حضور کے خدا تک رسائی ناممکن ہے۔ انعامات تو اس رحمتہ اللعالمین کے صدقے میں ملتے ہیں۔ بے وسیلہ و بغیر واسطہ کے کوئی شخص نعمت ایمان سے کیونکر بہرہ ور ہو سکتا ہے۔ پس اے اللہ والو! تم کو لازم ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی محبت میں اپنے کو فنا کر دو، دیکھو خداوند عالم خود ان سے محبت کرتا ہے تو ضروری ہے تم بھی تخلقوا باخلاق اللہ کے ساتھ متصف ہو جاؤ اور رسول اللہ ﷺ کو سب سے زیادہ پیارا جانو۔“ (۴۵)

ایک سچے عاشق رسول ﷺ کو مدینہ طیبہ میں جانے کی ضرورت پڑتی ہے لیکن امام اہل محبت امام احمد رضا فاضل بریلوی کو نہ صرف جانے بلکہ وہیں خاتمہ بالخیر ہونے کی آرزو ہے جس کا اظہار مولوی عرفان علی علیہ الرحمۃ کے نام ایک خط میں یوں فرماتے ہیں:-

”وقت مرگ قریب ہے اور میرا دل ہند تو ہند مکہ معظمہ میں بھی مرنے کو نہیں چاہتا، اپنی خواہش یہی ہے کہ مدینہ طیبہ میں ایمان کے ساتھ موت اور بقیع مبارک میں خیر کے ساتھ دفن نصیب

اٹھایا جو مؤید مسلک اہل سنت و احناف ہوں اور فقہ حنفی کا ماخذ و مصدر۔ انہوں نے وہ تمام روایات جمع کیں، جن پر مذہب حنفی کی امارت کھڑی کی گئی ہے اور حتی الامکان فقہ حنفی کا شاید ہی کوئی مسئلہ ایسا رہا ہو جس کی سند و استشہاد میں کوئی خبر اور اثر پیش نہیں کی گئی ہو۔ ملك العلماء نے اس کتاب کی جمع و تبویب میں عمر کا خاصا حصہ صرف کیا، فقہی ابواب کی ترتیب پر انہوں نے اسے چھ جلدوں میں مکمل کرنے کا منصوبہ بنایا اور اس کا نام ”الجامع الرضوی المعروف بصحیح البہاری“ رکھا۔“ (۴۳)

تحریک عشق مصطفیٰ ﷺ کے سفیر:

کشتہ نگاہ مصطفیٰ (ﷺ) امام احمد رضا عشق مصطفیٰ ﷺ کی لافانی تحریک کے بے مثال سفیر تھے۔ اس راہ میں آپ نے کسی قسم کی کوئی رکاوٹ برداشت نہ کی۔ بلکہ آپ نے دو ٹوک الفاظ میں اپنا منصفانہ فیصلہ یوں صادر فرمایا:- ”ایمان کے حقیقی و واقعی ہونے کو دو باتیں ضرور ہیں، محمد رسول اللہ ﷺ کی تعظیم اور محمد ﷺ کی محبت کو تمام جہاں پر تقدیم، تو اس کی آزمائش کا یہ صریح طریقہ ہے کہ تم کو جن لوگوں سے کیسی ہی تعظیم، کتنے ہی عقیدت، کتنے ہی دوستی، کیسی ہی محبت کا علاقہ ہو، جیسے تمہارے باپ، تمہارے استاذ، تمہارے پیر، تمہاری اولاد، تمہارے بھائی، تمہارے احباب، تمہارے بڑے، تمہارے اصحاب، تمہارے مولوی، تمہارے حافظ، تمہارے مفتی وغیرہ وغیرہ کے باشد، جب وہ محمد رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کریں۔ اصلاً تمہارے قلب میں ان کی عظمت، ان کی محبت کا نام و نشان نہ رہے۔ فوراً ان سے الگ ہو جاؤ، ان کو دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو، ان کی صورت، ان کے نام سے نفرت کھاؤ، پھر نہ تم اپنے رشتے، علاقے، دوستی، الفت کا پاس کرو نہ اس کی مولویت، مشیخت، بزرگی، فضیلت کو خطرے میں لاؤ آخر یہ جو

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رضی اللہ عنہ کی حیات اور علمی خدمات

ہو اور وہ قادر ہے۔ بہر حال اپنا خیال ہے۔“ (۴۶)

آپ کے مرید صادق ملک العلماء فاضل بہاری بھی اسی کی خواہش رکھتے ہوئے دعا فرماتے ہیں:

”جب مرنے کا وقت ہو، مدینہ طیبہ کی حاضری نصیب ہو اور سبز گنبد کو دیکھ کر نفسِ عنصری سے روح پرواز کرے۔ جنت البقیع مدفن ہو۔ قیامت کے دن حضور ﷺ کا چہرہ انور دیکھتے ہوئے اٹھیں اور ان کے سایہ دامنِ عاطفت کے نیچے ان کے غلاموں کے زمرے میں داخل جنت المادوی ہوں۔“ (۴۷)

برصغیر پاک و ہند میں گستاخانِ رسول ﷺ کے ایک طاقتور نے جب بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں انتہائی نازیبا الفاظ استعمال کئے تو کشیدہ نگاہِ مصطفیٰ ﷺ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے ان کی گرفت کرتے ہوئے خطوط بھیجے، رسائل لکھے، بڑا سمجھایا لیکن ان میں سے کوئی باز نہ آیا۔ کافی مدت کے بعد آپ نے ناموسِ مصطفیٰ ﷺ کی پاسبانی کا حق ادا کرتے ہوئے ان کفریہ عبارت کے بنا پر فتاویٰ کفر صادر فرمایا، حرمین شریفین کے جلیل القدر علمائے کرام نے بھی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے فتوے کی تصدیق فرماتے ہوئے ان گستاخوں کو دائرۃ اسلام سے خارج قرار دیا۔ (۴۸)

بعد ازاں پاک و ہند کے جلیل القدر علمائے کرام نے بھی اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے فتوے پر اپنی مہر تصدیق ثبت کر دی۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے روحانی فرزند ملک العلماء فاضل بہاری نے بھی ناموسِ مصطفیٰ ﷺ کی پاسبانی کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ آپ نے بھی اپنے پیر و مرشد کے اس تاریخ ساز فتوے کی ان الفاظ میں تصدیق فرمائی:

”فتاویٰ حرمین طیبین ضرور حق ہیں، جن کی حقیقت میں اصلاً شبہ نہیں، اس کی حقیقت پر آفتاب سے بھی روشن تر دلیل یہ ہے،

کہ ان اقوال کے قائلوں نے اس کے مقابل نہ صرف سکوت ہی کیا۔ بلکہ حکم میں اتفاق کیا۔ جس کا مجموعہ ایک مستقل رسالہ بنام ”انتم علی لسان الخصم“ دیوبند میں چھپ چکا ہے۔ جس میں انہیں لوگوں نے تصریح کی، کہ بیشک ایسے اعتقاد و خیال و اقوال والے کافر ہیں۔ رہی یہ بات کہ ایسے اقوال کن لوگوں کے ہیں جن پر با اتفاق علمائے بریلی، وہابی، دیوبند کفر کا فتویٰ ہے۔ ان مطبوعہ کتابوں کو دیکھنے سے معلوم ہو سکتا ہے، جن کا حوالہ حسام الحرمین میں ہے۔ جسے چھپے ہوئے بیس سال ہو گئے۔ کیا قادیانیوں کے ارتداد اور حضور اقدس ﷺ کی توہین کرنے والوں کے کفر جیسے اتفاقی مسئلے میں بھی استفسار و سوال کی ضرورت ہے۔“ (۴۹)

خطوط کے جواب کا اہتمام:

حضور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کو خطوط کے جواب کا بہت اہتمام تھا۔ جس نے بھی آپ کی خدمت میں کوئی استفسار روانہ کیا، فوری جواب پایا۔ علالت میں بھی جواب دینے کی کبھی تاخیر نہ فرمائی۔ (۵۰) حاجی کفایت اللہ علیہ الرحمۃ (خادم خاص اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ) نے ایک خوبصورت ٹین کا بکس بنوا کر اور رنگ کر آویزاں کر دیا تھا، جس میں ڈاکیہ خطوط پیکٹ وغیرہ ڈال دیا کرتا تھا، اس میں برابر تالا لگا رہتا تھا کہ کوئی ان خطوط کو نکال نہ لے، کنجی اس کی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے پاس رہتی تاکہ خطوط ضائع نہ ہوں۔ عصر کی نماز کے بعد اس کی کنجی علامہ ظفر الدین فاضل بہاری علیہ الرحمۃ کو عنایت فرماتے، بکس کھول کر ایک ایک خط پڑھا جاتا اور پھر مناسب جواب دیا جاتا تھا۔“ (۵۱)

ملک العلماء نے بھی اپنے پیر و مرشد کی اتباع میں خطوط کے جواب میں کبھی تاخیر نہ فرمائی۔ آپ کے نامور فرزند ارجمند ڈاکٹر مختار الدین احمد فرماتے ہیں:

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی دہلی کی حیات اور علمی خدمات

”حضرت ملک العلماء کثرت سے خطوط لکھا کرتے تھے اور خطوں کے جواب فوراً دینے کے عادی تھے۔ روزانہ تین خطوں کا اوسط ضرور رہا ہوگا۔ جس رات انہوں نے رحلت فرمائی اس شام بھی انہوں نے چار خط تحریر فرمائے تھے۔ جس میں ایک طویل خط وراثت کے ایک پیچیدہ مسئلے کے سلسلے میں تھا۔ انہوں نے طویل عمر پائی، اس عرصے میں معلوم نہیں، انہوں نے کتنے ہزار خطوط لوگوں کو لکھے ہوں، اگر نصف خطوط کی بھی نقلیں رکھنے کا التزام کیا جاتا تو یہ خطوط متعدد مجلدات میں مرتب ہوتے۔“ (۵۲)

عصر حاضر میں بعض علماء و مشائخ کی خدمات میں جوانی لفافہ بھی ارسال کیا جائے، تو جواب دینے کی زحمت گوارا نہیں فرماتے۔ ان نازک مزاج علماء و مشائخ کو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اور ان کے مرید صادق حضور ملک العلماء فاضل بہاری علیہ الرحمۃ کے عمل سے درس عبرت لینا چاہئے۔

پیر و مرشد کی سوانح نگاری :

حضور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کے پردہ فرمانے کے بعد سترہ سال تک کسی نے آپ کی سوانح حیات مرتب کرنے پر کوئی خاص توجہ نہ دی، ہر طرف سناٹا طاری رہا۔ ملک العلماء اپنے پیر و مرشد کے دامن عقیدت سے وابستگی اور غیر معمولی محبت کی بنا پر اس سناٹے کو توڑنے کے لئے خود ہی ہمت کر کے اٹھے اور نہایت محنت اور محبت سے ”حیات اعلیٰ حضرت“ مرتب کرنے میں مصروف ہو گئے اور بارہ سال کے اندر ایک مفصل و مستند ”سوانح عمری“ چار جلدوں میں مکمل فرمائی۔ ملک العلماء فرماتے ہیں:

”افسوس صد ہزار افسوس کہ اس آفتاب عالم تاب کو غروب ہوئے آج ۱۹۳۸ء میں میں سترہ سال ہو گئے مگر سو اس مختصر منظوم ”ذکر رضا (۱۹۲۱ء)“ حامی دین و ملت مولانا مولوی محمود جان

صاحب جام جو دھپوری کے کوئی مفصل سوانح عمری آپ کی شائع نہ ہوئی، پھر بھی ہم رضویوں کو جناب حاجی مولوی سید ایوب علی صاحب رضوی بریلوی کا شکر گزار ہونا چاہئے کہ اس کی طرف سب سے پہلے توجہ فرمائی اور برادران طریقت کو توجہ دلائی۔ ان کی تحریر سے بعض احباب نے کچھ حالات ان کے پاس لکھ بیچے اور زیادہ حصہ خود سید صاحب موصوف نے لکھا، جب ان کو میرے ”حیات اعلیٰ حضرت“ (۱۹۳۸ء) لکھنے کی خبر ہوئی تو جو کچھ مواد ان کے پاس تھا۔ سب مجھے عنایت فرما دیا۔ خداوند عالم کا ہزار ہزار شکر کہ عرصہ بارہ سال میں یہ کتاب چار جلدوں میں مکمل ہوئی اور باعتبار ختم ”منظر المناقب“ (۱۳۶۹ھ) تاریخی نام تجویز ہوا، مولیٰ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے اور سب سنیوں کو اس سے فائدہ پہنچائے۔ آمین (۵۳)

”حیات اعلیٰ حضرت“ کی پہلی جلد ایک عرصے سے ہندو پاک میں اشاعت پذیر ہو رہی ہے اور سنیوں کو فائدہ پہنچا رہی ہے۔ اور اب تو ہندو پاک سے ساری جلدیں چھپ گئی ہیں اور اہل علم کی مشام جاں معطر ہو رہی ہے۔

’حیات اعلیٰ حضرت‘ کے لیے رضویات پر ملک العلماء کی مندرجہ ذیل کتابیں بھی اپنی مثال آپ ہیں۔

- (۱) الافادات الرضویہ (اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے اصول حدیث سے متعلق وہ عملی فوائد جو مؤلف نے ان سے سن کر قلمبند کئے تھے)
- (۲) النور والضياء فی سلاسل الاولیاء (صوفیائے کرام اور بزرگان دین کے ان ۱۶۲ سلسلوں کا شجرہ اور ان کے اسمائے گرامی درج ہیں جن میں حضور ملک العلماء کو بیعت و اجازت حاصل تھی اس میں پہلا شجرہ سلسلہ عالیہ قادریہ طیبہ مبارکہ رضویہ کا ہے)
- (۳) الجمل المعدد لتالیفات المجدد (۱۹۰۹ء تک کی لکھی ہوئی اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی ساڑھے تین سو تصانیف کا ذکر ہے۔)

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رضی اللہ عنہ کی حیات اور علمی خدمات

ملک العلماء عرصے سے فشار الدم کے مرض میں مبتلا تھے اور بہت کمزور ہو گئے تھے۔ لیکن ان کی عبادت و ریاضت میں کبھی کوئی کمی نہیں آئی، نہ ان کے روزانہ کے معمولات میں کوئی فرق۔ زندگی کے آخری دن تک وہ علمی و دینی فرائض حسب معمول انجام دیتے رہے۔ شب دوشنبہ ۱۹ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۲ھ ۱۸ نومبر ۱۹۶۲ء کو ذکر جبر اللہ کرتے انہوں نے اپنی جان، جان آفریں کو اس طرح سپرد کی کہ کچھ دیر تک اہل خانہ کو اس بات کا احساس بھی نہیں ہوا کہ وہ اصل بحق ہو چکے ہیں۔ (۵۹)

شیخ کی نظر کرم تھی شفقت احمد رضا مہرباں کیسے نہ ہوں ان پر خدا مصطفیٰ (زوجل و ﷺ)

اس طرح اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کی وہ دعا بھی منظور ہو گئی جو آپ نے اپنے مشاہیر خلفاء و تلامذہ کے لئے ان الفاظ میں مانگی تھی:

ان پر کرم رکھ سر پہ قدم رکھ تیرے ہی کہلاتے یہ ہیں
تیرے گدا ہیں تجھ پہ فدا ہیں تیرا ہی کھاتے گاتے یہ ہیں
صلی اللہ علیک وسلم بارک شرف مجدد کرم (۶۰)

قطععات وصال :

حضور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کے وصال باکمال پر مختلف تاریخ گو حضرات نے قطععات لکھنے کا شرف حاصل کیا ہے۔ یقیناً ہر ایک نے نہایت محنت اور محبت سے قطعہ لکھا ہے۔ لیکن ان میں عصر حاضر کے تاریخ گو عبد السلام طارق سلطان پوری نہایت ممتاز نمایاں ہیں انہوں نے سب سے زیادہ قطععات لکھنے کا شرف حاصل کیا ہے۔ موضوع کی مناسبت سے ایک قطعہ وصال پیش خدمت ہے:-

وہ شاخون جان رحمت ہے اس پہ سرکار کی عنایت ہے

(۴) چودہویں صدی کے مجدد (اس میں اعلیٰ حضرت کی شان مجددیت کا مفصل بیان ہے) (۵۳)

حضور ملک العلماء علیہ الرحمۃ کے اکلوتے فرزند پروفیسر ڈاکٹر مختار الدین احمد ہیں جو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے صدر شعبہ عربی رہنے کے بعد اب مولانا مظہر الحق عربی فارسی یونیورسٹی پٹنہ کے وائس چانسلر کے عہدے پر فائز ہیں۔ آپ بھی اپنے عظیم باپ کی طرح نہایت سختی سے خشکی امداد کے پابند ہیں۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ سے عقیدت و محبت آپ کو ورثے میں ملی ہے۔ اس عقیدت پر آپ کے مندرجہ ذیل مقالات شاہد عادل ہیں:-

(۱) امام احمد رضا کا شخصیتی جائزہ (۵۵)

(۲) برصغیر کا ایک بے حد ممتاز مصنف شیخ امام احمد رضا فاضل بریلوی (۵۶)

(۳) ملفوظات فاضل بریلوی پر ایک نظر میں (۵۷)

سفر آخرت کے مناظر:

امام ہلسٹ امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کے وصال باکمال کے مناظر بڑے ہی روح پرور اور ایمان افروز ہیں۔ اپنے وصال سے قبل قرآن پاک کی آیت مبارکہ "و بظاف علیہم ہانیۃ من فضلو اکواب" سے اپنا مادہ تاریخ ۱۳۳۰ھ نکالا سورہ - یسین شریف اور سورہ رعدہ شریف کی تلاوت سنی، بعد میں خود سفری دعائیں پڑھیں پھر کلمہ شریف پورا پڑھا۔ چہرہ مبارک پر ایک لمبے لوری چمکا اور روح نفس غصری سے پرواز کر گئی۔ آفتاب علم و ہدایت ۲۵ صفر المظفر ۱۳۳۰ھ کو غروب ہو گیا۔ (۵۸)

اسی طرح آپ کے روحانی فرزند ملک العلماء فاضل بہاری علیہ الرحمۃ کا بھی سفر آخرت ایمان افروز اور قابل رشک ہے۔ آپ کے فرزند مختار الدین احمد فرماتے ہیں:

ان جُسم برکات و صبا۔ مہنی

حضور ملک العلماء امام احمد رضا کی نظر میں

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی الشیبکی حیات اور علمی خدمات

علی حضرت علیہ الرحمہ کے لاڈلے خلیفہ و شاگرد سید محمد ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ کا قطعہ وصال استخراج فرمائیے۔ آپ نے پورا مقالہ پڑھا اور مندرجہ ذیل مادہ ہائے تاریخ راقم کو املاء کرا دیئے:

”کمال العلماء، فاضل بہار“ (۱۳۸۲ھ)

”آوازہ ظفر الدین محمد“ (۱۳۸۲ھ)

”خورشید ادب و دانش و حکمت“ (۱۹۶۲ء)

”خورشید آسمان علی“ (۱۳۸۲ھ)

”جلوہ ہائے منظر اسلام“ (۱۳۸۲ھ)

بعد ازاں مندرجہ ذیل قطعہ وصال بھی راقم کے حوالے فرمادیا:

وہ بہرہ ور مکتب اعلیٰ حضرت زہے یہ سعادت خوشایہ فضیلت
وہ ”جان پدر، بلکہ از جان بہتر“ یہ استاد کے سامنے اس کی وقعت
بلند علم و تحقیق میں اس کا رتبہ سراج فقہت و ماہ بصیرت
بصیرت افروز لکھیں کتابیں عیاں جن سے ہے انکی علمی وجاہت
نصیر و رفیق سفر جیش حق کا وہ دلدادہ عاشقان رسالت
وہ پروردہ فیض نگاہ رضا کا وہ لاریب سرمایہ اللہ سنت
لحد میں، سرپل، سرحشر پائے خدا کی، حبیب خدا کی عنایت
کہا مجھ سے ہاتھ نے طارق کہ اس کا
سن وصل ہے ”زیر بام فضیلت“

۱۳۸۲ھ

(۶۱)

حوالے و حواشی:

(۱) تفصیلی حالات کے لئے مندرجہ ذیل مآخذ سے رجوع کریں:
(i) محمد صادق قصوری، مجید اللہ قادری، پروفیسر: تذکرہ خلفائے

اس کا مقصود آبروئے حضور اس کا منشا نبی کی عظمت ہے
عشق شہ سے اسے کیا سرشار اس کے ممنون شہ کی امت ہے
شہباز اوج علم و دانش کا آفتاب سپہر حکمت ہے
فقر میں ہے بلند اس کا مقام شمع کا شائہ بصیرت ہے
اک ادارہ وہ ذات میں اپنی وہ مجدد تھا، یہ حقیقت ہے
اعتبار و وقار اہل نظر نازش دین و فخر ملت ہے
والہ جان نور، وہ کف خاک سر بسر عشق کی حرارت ہے
اس کے اوصاف کے تنوع پر صاحبان نظر کو حیرت ہے
کل بھی لاریب وہ قد آور تھا آج بھی وہ بلند قامت ہے
”خوگر مدحت نبی طارق اس نظرور کا سال رحلت ہے“
(۶۱)

قطعہ وصال کے علاوہ طارق سلطان پوری نے
علی حضرت علیہ الرحمہ کے مادہ ہائے سال وصال بھی نکالے
ہیں۔ ایک دو مادے نہیں بلکہ مادوں کے انبار لگا دیئے
ہیں۔ چند تاریخی مادے پیش کئے جاتے ہیں:
”شیخ المفکرین“ (۱۳۴۰ھ) ”سخن کا تاجدار“ (۱۳۴۰ھ)
”اک نابغہ دوراں“ (۱۳۴۰ھ) ”فیض گیر قاسم جاز“ (۱۳۴۰ھ)
”رضی الرحمان“ (۱۳۴۰ھ) ”نقش فیض“ (۱۳۴۰ھ)
”جلوہ چراغ محمد“ (۱۳۴۰ھ) ”مرغوب محمد“ (۱۳۴۰ھ)
(۶۲)

یہی نہیں بلکہ عبد القیوم طارق سلطان پوری نے
علی حضرت علیہ الرحمہ کے مشاہیر خلفاء تلامذہ کے قطعہ وصال
بھی لکھے ہیں۔ پیش نظر مقالہ ”امام احمد رضا اور ملک العلماء“ مکمل
کرنے کے بعد راقم الحروف آپ کے کاشانے پر پہنچا اور
ملتس ہوا کہ یہ مقالہ پورا پڑھنے اور اس کی روشنی میں

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی دہلی کی حیات اور علمی خدمات

- ۱ علیحضرت، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۲ء
- (ii) محمد مسعود احمد، پروفیسر، ڈاکٹر: خلفائے علیحضرت مطبوعہ لاہور ۱۹۹۸ء
- (iii) حسن رضا عظمی، ڈاکٹر: فقیہہ اسلام مطبوعہ کراچی ۱۹۸۳ء
- (iv) مختار الدین احمد، ڈاکٹر: حیات ملک العلماء مطبوعہ لاہور ۱۹۹۳ء
- (v) محمود احمد قادری، مولانا: تذکرہ علمائے اہلسنت مطبوعہ فیصل آباد ۱۹۹۲ء
- (۲) محمد صادق قصوری، مجید اللہ قادری، پروفیسر، ڈاکٹر: تذکرہ خلفائے علیحضرت مطبوعہ کراچی ۱۹۹۲ء ص: ۳۰۱
- (۳) سالنامہ معارف رضا کراچی ۱۹۸۳ء ص: ۳۲۵
- (۴) محمد ظفر الدین بہاری، مولانا: حیات علیحضرت، ج ۱ مطبوعہ کراچی ص: ز
- (۵) محمد ظفر الدین بہاری، مولانا: حیات علیحضرت ج ۱ مطبوعہ کراچی ص: ۲۸۰
- (۶) مختار الدین احمد، ڈاکٹر: حیات ملک العلماء مطبوعہ لاہور ۱۹۹۳ء ص: ۱۴
- (۷) ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور صدر الشریعہ نمبر اکتوبر نومبر ۱۹۹۵ء ص: ۲۶۹
- (۸) محمد ظفر الدین بہاری، مولانا: حیات علیحضرت ج ۱ مطبوعہ کراچی ص: ۳۶
- (۹) مختار الدین احمد، ڈاکٹر: حیات ملک العلماء مطبوعہ لاہور ۱۹۹۳ء ص: ۱۳
- (۱۰) تفصیل کے لئے دیکھئے:
- (i) محمد ظفر الدین بہاری، مولانا: حیات علیحضرت ج ۱ مطبوعہ کراچی
- (ii) محمد احمد قادری، مولانا: مکتوبات امام احمد رضا خاں بریلوی مطبوعہ لاہور ۱۹۸۶ء
- (۱۱) محمد ظفر الدین بہاری، مولانا: حیات علیحضرت ج ۱ مطبوعہ کراچی ص: ۲۴۴
- مطبوعہ کراچی ص: ۴۷
- (۱۲) مختار الدین احمد، ڈاکٹر: حیات ملک العلماء مطبوعہ لاہور ۱۹۹۳ء ص: ۷
- (۱۳) محمد ظفر الدین بہاری، مولانا: حیات علیحضرت ج ۱ مطبوعہ کراچی ص: ۴۷
- (۱۴) امام احمد رضا خاں بریلوی، مولانا: العطا یا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ ج ۱ جدید مطبوعہ لاہور ۱۹۹۰ء ص: ۱۷۹
- (۱۵) امام احمد رضا خاں بریلوی، مولانا: العطا یا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ ج ۱۰ قدیم نصف آخر مطبوعہ کراچی: ۳۱
- (۱۶) محمد ظفر الدین بہاری، مولانا: اجمال المعدد لتالیفات الہجد مطبوعہ لاہور ۱۹۷۷ء ص: ۳
- (۱۷) محمود احمد قادری، مولانا: مکتوبات امام احمد رضا خاں بریلوی مطبوعہ لاہور ۱۹۸۶ء ص: ۵۹
- (۱۸) محمود احمد قادری، مولانا: مکتوبات امام احمد رضا خاں بریلوی مطبوعہ لاہور ۱۹۸۶ء ص: ۵۷
- (۱۹) محمود احمد قادری، مولانا: مکتوبات امام احمد رضا خاں بریلوی مطبوعہ لاہور ۱۹۸۶ء ص: ۱۷۶
- (۲۰) محمد ظفر الدین بہاری، مولانا: حیات علیحضرت ج ۱ مطبوعہ کراچی ص: ۱۳۲
- (۲۱) محمد ظفر الدین بہاری، مولانا: حیات علیحضرت ج ۱ مطبوعہ کراچی ص: ۱۳۷
- (۲۲) محمد ظفر الدین بہاری، مولانا: حیات علیحضرت ج ۱ مطبوعہ کراچی ص: ۳۰۳
- (۲۳) محمد ظفر الدین بہاری، مولانا: حیات علیحضرت ج ۱ مطبوعہ کراچی ص: ۲۴۴

- (۲۴) ماہنامہ جہان رضا لاہور دسمبر ۱۹۹۵ء ص: ۲۱
(۲۵) مختار الدین احمد، ڈاکٹر: حیات ملک العلماء مطبوعہ لاہور ۱۹۹۳ء ص: ۱۴
(۲۶) مجلہ پیغام رضا بمبئی امام احمد رضا نمبر ۱۹۹۶ء ص: ۳۵۲
(۲۷) محمود احمد قادری، مولانا: مکتوبات امام احمد رضا خاں بریلوی مطبوعہ لاہور ۱۹۸۶ء ص: ۶۲
(۲۸) امام احمد رضا خاں بریلوی، مولانا: الاستمداد علی اجیال الارتناد مطبوعہ لاہور ۱۳۹۶ھ ص: ۸۹
(۲۹) محمد ظفر الدین بہاری، مولانا: حیات اعلیٰ حضرت ج ۱ مطبوعہ کراچی ص: ۲۸
(۳۰) محمد ظفر الدین بہاری، مولانا: حیات اعلیٰ حضرت ج ۱ مطبوعہ کراچی ص: ۵۶
(۳۱) دیکھئے: محمد شہاب الدین رضوی، مولانا: تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ مطبوعہ بمبئی ۱۹۹۵ء
(۳۲) دیکھئے: محمد جلال الدین قادری، مولانا: مولانا ابوالکلام آزاد کی تاریخی شکست مطبوعہ لاہور ۱۹۸۰ء
(۳۳) محمد شہاب الدین رضوی، مولانا: تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ مطبوعہ بمبئی ۱۹۹۵ء ص: ۲۸۳
(۳۴) مختار الدین احمد، ڈاکٹر: حیات ملک العلماء مطبوعہ لاہور ۱۹۹۳ء ص: ۱۶
(۳۵) محمد شہاب الدین رضوی، مولانا: تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ مطبوعہ بمبئی ۱۹۹۵ء ص: ۴۱۸
(۳۶) دیکھئے: محمد مسعود احمد، پروفیسر، ڈاکٹر: فاضل بریلوی اور ترک موالات مطبوعہ لاہور ۱۹۷۲ء
(۳۷) محمد شہاب الدین رضوی، مولانا: تاریخ جماعت
- رضائے مصطفیٰ مطبوعہ بمبئی ۱۹۹۵ء ص: ۳۰۴
(۳۸) مختار الدین احمد، ڈاکٹر: حیات ملک العلماء مطبوعہ لاہور ۱۹۹۳ء ص: ۲۰
(۳۹) دیکھئے: محمد جلال الدین قادری، مولانا: خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس مطبوعہ لاہور ۱۹۷۸ء ص: ۲۸۲ تا ۲۸۹
(۴۰) محمد ظفر الدین بہاری، مولانا: مؤذن الاوقات مطبوعہ ملتان ۱۴۰۰ء ص: ۳
(۴۱) محمد ظفر الدین بہاری، مولانا: حیات اعلیٰ حضرت ج ۱ مطبوعہ کراچی ص: ۱۶۲
(۴۲) ماہنامہ جہان رضا لاہور دسمبر ۱۹۹۵ء ص: ۲۵
(۴۳) مختار الدین احمد، ڈاکٹر: حیات ملک العلماء مطبوعہ لاہور ۱۹۹۳ء ص: ۳۸
(۴۴) امام احمد رضا خاں بریلوی، مولانا: تمہید ایمان آیات القرآن مطبوعہ لاہور ص ۸
(۴۵) محمد ظفر الدین بہاری، مولانا: میلاد رضوی مطبوعہ لاہور ۱۴۱۶ھ ص ۷
(۴۶) محمود احمد قادری، مولانا: مکتوبات امام احمد رضا خاں بریلوی مطبوعہ لاہور ۱۹۸۶ء ص ۱۰۷
(۴۷) محمد ظفر الدین بہاری، مولانا: میلاد رضوی مطبوعہ لاہور ۱۴۱۶ھ ص ۲۰
(۴۸) دیکھئے: امام احمد رضا خاں بریلوی، مولانا: حمام الحرمین علی منخر الکفر والکین مطبوعہ لاہور ۱۹۸۵ء
(۴۹) حشمت علی خان لکھنوی، مولانا: الصوارم الہندیہ مطبوعہ لاہور ۱۰۲
(۵۰) دیکھئے: محمود احمد قادری، مولانا: مکتوبات امام احمد رضا

جہان ملک العلماء حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی شہسوی حیات اور علمی خدمات

- خان بریلوی مطبوعہ لاہور ۱۹۸۶ء
- (۵۱) محمد ظفر الدین بہاری، مولانا: حیات اعلیٰ حضرت، ۱۲، مطبوعہ کراچی ص ۶۸
- افروز وصایا مطبوعہ لاہور
- (۵۲) مختار الدین احمد، ڈاکٹر: حیات ملک العلماء مطبوعہ لاہور ۱۹۹۳ء ص ۱۶
- (۶۰) امام احمد رضا خان بریلوی، مولانا: الاستمداد علیٰ اجیال الارتداد مطبوعہ لاہور ۱۳۹۶ھ ص ۱۰۰
- (۶۱) دیکھئے: صابر حسین شاہ بخاری، سید: اذکار جمال رضا (۱۹۹۷ء قلمی)
- نوٹ: عنقریب یہ مجموعہ رضا اکیڈمی لاہور کے زیر اہتمام چھپ کر منظر عام پر آ رہا ہے۔ صابر
- (۶۲) دیکھئے: صابر حسین شاہ بخاری، سید: امام الوقت رضا بہ زبان طارق مطبوعہ لاہور ۱۹۹۷ء
- (۶۳) طارق سلطانی پوری سے راقم کی ایک یادگار ملاقات بتاریخ ۳۰ نومبر ۱۹۹۸ء
- ☆ ☆ ☆
- (۵۳) محمد ظفر الدین احمد، ڈاکٹر: حیات اعلیٰ حضرت مطبوعہ کراچی صفحہ ۲۳
- (۵۴) دیکھئے: مختار الدین احمد، ڈاکٹر: حیات ملک العلماء مطبوعہ لاہور ۱۹۹۳ء
- (۵۵) دیکھئے: ماہنامہ المیزان بمبئی امام احمد رضا نمبر ۱۹۷۶ء ص ۳۳۶ تا ۳۳۱
- (۵۶) دیکھئے: ماہنامہ جہان رضا لاہور اپریل مئی ۱۹۹۸ء ص ۲۸ تا ۲۳
- (۵۷) دیکھئے: ماہنامہ جہان رضا لاہور ستمبر ۱۹۹۸ء ص ۳۲ تا ۲۰
- (۵۸) دیکھئے: حسین رضا خان بریلوی، مولانا: ایمان

وہ بھرہ ور مکتب اعلیٰ حضرت
وہ پروردہ فیض نگاہ رضا کا
زہے یہ سعادت خوشا یہ فضیلت
وہ لاریب سرمایۂ اہل سنت
(طارق سلطان پوری)

ملک العلماء اعلیٰ حضرت کی نظر میں

از قلم: مولانا مفتی محمد عبدالرحیم نشتر فاروقی، معاون ناظم اعلیٰ: جامعۃ الرضا، مرکز نگر بریلی شریف

یا لکھنے اور انھیں کی نظر سے انھیں دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں: اعلیٰ حضرت کے ۱۴ شہرہ آفاق خلفا و تلامذہ میں حضور ملک العلماء کی شخصیت کئی اعتبار سے خصوصیت کی حامل ہے، چنانچہ آپ نے ”الاستمداد“ میں اپنے خلف اکبر حضرت علامہ مفتی حامد رضا خاں قادری بریلوی اور اپنے بزرگ ترین خلیفہ حضرت علامہ عبدالسلام جبل پوری علیہما الرحمہ کے بعد یعنی تیسرے نمبر پر ملک العلماء کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا ہے:

میرے ظفر کو اپنی ظفر دے
اس سے شکستیں کھاتے یہ ہیں

اس سے بارگاہ اعلیٰ حضرت میں ملک العلماء کے مقام و مرتبہ کے ساتھ ساتھ آپ سے قلبی تعلق کا بھی پتہ چلتا ہے، آپ گلستان رضا کے وہ عطر بیز گل ہیں۔ جس کی رنگارنگ عطر بیزی پر امام احمد رضا کو فخر تھا، ناز تھا، اعتماد تھا اور بھروسہ تھا، کیوں کہ آپ جملہ علوم و فنون خصوصاً علوم اسلامیہ میں امام احمد رضا کے علمی اور فکری جانشین تھے، تفسیر و حدیث، تجوید و قرأت، فقہ و عقائد، اخلاق و تصوف، عروض و بلاغت، ادب و لغت، نحو و صرف، معانی و بیان، نجوم و فلکیات، ہیئت و ہندسہ، توحید و تفسیر، رمل و جفر، منطق و فلسفہ، جرج و تعدیل، ریاضی و مناظرہ جیسے علوم پر آپ کو دسترس حاصل تھی، اس وسعت علمی پر آپ کی لگ بھگ ۱۰۰ تصنیفات و تالیفات شاہد عدل ہیں۔

چاند شب و بجور میں اپنی چاندنی سے اس نیلگوں آسمان کو حسین و خوب رو بناتا ہے اور اس کے اطراف جگمگاتے ستارے اس کے حسن و جمال کو دوبالا کرتے ہیں، ٹھیک اسی طرح امام احمد رضا فلک علم و فضل کے اس آفتاب و ماہتاب کا نام ہے، جس کی علمی ضیاء باریوں سے آج پوری دنیا روشن و منور ہے، اس آفتاب و ماہتاب کے ارد گرد بھی ستاروں کا ایک ہالہ نظر آتا ہے جس کی متنوع علمی شعاعوں نے چرخ علم و فضل کی چمک دمک کو مزید دو بالا کر دیا ہے۔

ان میں سے ہر ایک ستارہ اپنی علمی ضیاء باری میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کا پرتو نظر آتا ہے، ان کی علمی تابشوں سے ایک عالم جگمگا رہا ہے، ذرا دیکھئے تو کوئی ”صدر الافاضل“ کی شکل میں علم و فضل کا نور بکھیرتا نظر آتا رہا ہے، تو کوئی ”حجۃ الاسلام“ کی شکل میں اسلامی حقانیت کو دنیا پر واضح کر رہا ہے۔ کوئی ”مفتی اعظم“ بن کر دنیا کو اسلامی حمیت کا درس دے رہا ہے، تو کوئی ”شیر بیشہ اہل سنت“ بن کر باطل کو کفر کردار تک پہنچا رہا ہے، کوئی ”صدر الشریعہ“ بن کر شریعت کے اسرار و رموز سمجھا رہا ہے، تو کوئی ”ملک العلماء“ بن کر علوم نادرہ میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کی نیابت کرتا نظر آ رہا ہے۔

ان جگمگ ستاروں میں سے حضور ملک العلماء اس وقت ہمارے مدوح ہیں۔ جن کے بارے میں ہم اپنی طرف سے کچھ کہنے یا لکھنے کے بجائے اعلیٰ حضرت ہی کے لفظوں میں کچھ کہنے

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رحمہ اللہ کی حیات اور علمی خدمات

میں میرے معین ہیں، میں یہ نہیں کہتا کہ جتنی درخواستیں آئی ہوں، سب میں یہ زائد ہیں مگر اتنا ضرور کہوں گا:

(۱) سنی، خالص مخلص، نہایت صحیح العقیدہ، ہادی مہدی ہیں (۲) عام درسیات میں بفضلہ تعالیٰ عاجز نہیں (۳) مفتی ہیں (۴) مصنف ہیں (۵) واعظ ہیں (۶) مناظرہ

حضور ملک العلماء بچپن ہی سے دینی و مذہبی معاملات میں بیدار مغزی کے حامل تھے اور زمانہ طالب علمی سے ہی تصنیف و تالیف، وعظ و تقریر، بحث و مناظرہ، درس و افتاء میں خاصی دلچسپی اور مہارت رکھتے تھے، ان عظیم نعمتوں کے لئے انھوں نے علیحدہ ۱۰ امام احمد رضا فاضل بریلوی سے شرف بیعت و تلمذ کو

فاضل بریلوی نے حضور ملک العلماء کو من جملہ اپنے یہاں کے ہونہار طلبہ میں سے ایک، پھر منظر اسلام کے ایک ذی صلاحیت مدرس اور فتویٰ نویسی میں اپنے معاون کی حیثیت سے متعارف کرانے کے بعد تحریر فرمایا:

(۱) ”سنی، خالص مخلص، نہایت صحیح العقیدہ، ہادی مہدی ہیں“ اس جملہ سے اعلیٰ حضرت نے اس بات کی ضمانت دی ہے کہ حضور ملک العلماء معتقدات اہل سنت کے مطابق نہ صرف خود سنی صحیح العقیدہ ہیں بلکہ سنی گریہی ہیں، اس قول سے آپ کے ایمان و اسلام اور عقیدے کی پختگی کا مکمل اظہار ہوتا ہے۔

(۲) ”عام درسیات میں بفضلہ تعالیٰ عاجز نہیں“ فرما کر آپ کی تدریسی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کی کوشش فرمائی ہے، چنانچہ جب ہم ”قول رضا“ کی روشنی میں آپ کی تدریسی خدمات کا جائزہ

۱۰ امام سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی نے حضور ملک العلماء کو من جملہ اپنے یہاں کے ہونہار طلبہ میں سے ایک، پھر منظر اسلام کے ایک ذی صلاحیت مدرس اور فتویٰ نویسی میں اپنے معاون کی حیثیت سے متعارف کرانے کے بعد تحریر فرمایا:

(۱) ”سنی، خالص مخلص، نہایت صحیح العقیدہ، ہادی مہدی ہیں“ اس جملہ سے اعلیٰ حضرت نے اس بات کی ضمانت دی ہے کہ حضور ملک العلماء معتقدات اہل سنت کے مطابق نہ صرف خود سنی صحیح العقیدہ ہیں بلکہ سنی گریہی ہیں، اس قول سے آپ کے ایمان و اسلام اور عقیدے کی پختگی کا مکمل اظہار ہوتا ہے۔

حضور ملک العلماء کے علم و فضل کی عظمت و بلندی کا اندازہ آپ کے مرشد و مربی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کے اس مکتوب سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے:

”مکرمی مولانا مولوی محمد ظفر الدین صاحب قادری سلمہ فقیر کے یہاں کے اعز طلبہ سے ہیں اور میرے بجان عزیز، ابتدائی کتب کے بعد یہیں تحصیل علوم کی اور اب کئی سال سے میرے مدرسہ میں مدرس اور اس کے علاوہ کار افتا

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدنی کی حیات اور علمی خدمات

۴	علم نحو میں	واقیہ
۵	علم نحو میں	التعلیق علی شروح المغنی
۶	علم نحو میں	نظم المبانی فی حروف المعانی
۷	علم صرف میں	عافیہ

(۳) اعلیٰ حضرت نے اپنے مذکورہ مکتوب میں حضور ملک العلماء کو ”مفتی“ ارشاد فرمایا ہے، اہل علم اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ علم فقہ و افتا اپنے اندر بے پناہ گہرائی و گیرائی اور وسعت و جامعیت رکھتا ہے ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں کہ وہ مفتی و فقیہ بن جائے الا ما شاء اللہ! کہ یہ اسی کے فضل و کرم سے ہے وہ جس پر بارش رحم و کرم کرنا چاہتا ہے، اسے دین کا فقیہ بنا دیتا ہے۔ چنانچہ معلم کائنات نخر موجودات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”من یرود اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین۔ یعنی اللہ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا اسے دین کا فقیہ بناتا ہے۔“ (مشکوٰۃ شریف)

محض درسی کتب پڑھ لینے سے علم فقہ و فتویٰ حاصل نہیں ہوتا جیسا کہ اکثر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ درس نظامیہ کا ہر وہ فارغ التحصیل جو قدرے صلاحیت رکھتا، ہو فتویٰ دے سکتا ہے، امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری فاضل بریلوی قدس سرہ القوی فرماتے ہیں:

”آج کل درسی کتابیں پڑھنے پڑھانے سے آدمی فقہ کے دروازے میں بھی داخل نہیں ہوتا۔“ (فتاویٰ رضویہ، ۳/۵۶۵)

دوسری جگہ یوں رقمطراز ہیں:

”علم الفتویٰ پڑھنے سے حاصل نہیں ہوتا، جب تک کہ مدتہا کسی طبیب حاذق کا مطب نہ کیا ہو۔“ (فتاویٰ

لینے ہیں، تو آپ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کی چلتی پھرتی کرامت نظر آتے ہیں۔

۱۳۲۵ھ میں فراغت کے فوراً بعد ہی امام احمد رضا فاضل بریلوی نے ملک العلماء کو منظر اسلام، بریلی شریف کا مدرس سوم بنا دیا، یہاں تقریباً چار سالوں تک درس و تدریس کے ساتھ ساتھ آپ کارافتا میں امام موصوف کی معاونت کی اہم ذمہ داری بھی انجام دیتے رہے، ۱۳۲۹ھ میں مدرسہ حنفیہ، آرہ، بہار تشریف لائے اور یہاں لگ بھگ دو سال تک علوم و معارف کے خزانے لٹائے، پھر ۱۳۳۰ھ میں مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ، پٹنہ میں مسند تدریس سنبھالی، جہاں چار سال تک تدریسی سرگرمیاں رہیں، ۱۳۳۳ھ میں مدرسہ خانقاہ کبیرہ، سہرام تشریف لے گئے، جہاں تقریباً چار یا پانچ سالوں تک تدریسی خدمات انجام دیں، پھر دوبارہ اراکین مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ، پٹنہ کے اصرار بسیار پر ۱۳۳۸ھ میں مدرسہ کی مسند صدارت کو زینت بخشی اور اسی منصب جلیل پر رہتے ہوئے غالباً ۱۳۷۰ھ میں سبکدوش ہوئے۔

۱۳۷۱ھ میں شاہ شاہد حسین درگاہی میاں سجادہ نشین بارگاہ عشق، متن گھاٹ پٹنہ کی استدعا پر کلہیاری، بہار میں جامعہ لطیفیہ بحر العلوم کا افتتاح فرمایا اور اپنی تدریسی و انتظامی صلاحیتوں کے ذریعہ اسے بام عروج تک پہنچایا، جب یہ ادارہ کافی مستحکم ہو گیا، تو آپ ربیع الاول شریف ۱۳۸۰ھ میں اپنے دولت کدہ ”ظفر منزل“ شاہ گنج پٹنہ تشریف لے آئے۔ (حیات ملک العلماء، ص ۱۶)

درج ذیل کتابیں آپ کی اعلیٰ تدریسی صلاحیت کی روشن دلیل ہیں:

۱	علم منطق میں	تقریب
۲	علم فلسفہ میں	تذہیب
۳	علم فلسفہ میں	الانوار اللمعة من الشمس البازغة

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رحمہ اللہ کی حیات اور علمی خدمات

رضویہ، ۱۰/۲۳۱

۱۹ سال کی تھی یعنی آپ کم سنی میں ہی کبر سنی کے قاضی مفتی کے عظیم منصب پر فائز ہو چکے تھے، جس منصب کے لئے محض علمی کمال ہی کافی نہیں۔ بلکہ مدتوں کسی مفتی مجتہد صفت کی صحبت بھی نہایت ضروری ہے۔

آپ اپنے پہلے فتویٰ کے تعلق سے فرماتے ہیں:

”۱۳۲۲ھ میں سب سے پہلے جو میں نے فتویٰ لکھا اور اعلیٰ حضرت کی خدمت میں اصلاح کے لئے پیش کیا، حسن اتفاق سے بالکل صحیح نکلا، اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز اس فتویٰ کو لئے ہوئے خود تشریف لائے اور ایک روپیہ دست مبارک سے فقیر کو عنایت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: مولانا! سب سے پہلے جو فتویٰ میں نے لکھا، اعلیٰ حضرت والد ماجد (علامہ نقی علی خاں قادری بریلوی) قدس سرہ العزیز نے مجھے شیرینی کھانے کے لئے ایک روپیہ عنایت فرمایا تھا، آج آپ نے جو فتویٰ لکھا یہ پہلا فتویٰ ہے اور ماشاء اللہ بالکل صحیح ہے، اسی لئے اسی اتباع میں ایک روپیہ آپ کو شیرینی کھانے کے لئے دیتا ہوں، غایت مسرت کی وجہ سے میری زبان بند ہو گئی اور میں کچھ بول نہ سکا۔“

(حیات اعلیٰ حضرت، ۱/۲۶)

ملک العلماء کی فتویٰ نویسی اور دیگر تحریری سرگرمیوں کا یہ زریں سلسلہ ۱۳۸۲ھ یعنی وقت وصال تک جاری رہا جو لگ بھگ ساٹھ سالوں پر محیط ہے۔

فقہ و افتا کا میدان اس قدر سنگلاخ ہونے کے باوجود بھی حضور ملک العلماء کے فتاویٰ ادب سے پرار دوائے معلیٰ کے شاہکار نظر آتے ہیں، حالانکہ کہا تو یہی جاتا ہے کہ ”فتوے کی زبان دو ٹوک اور خشک ہوتی ہے“، لیکن جب حضور ملک العلماء کے فتاویٰ پر نظر پڑتی

صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین عظام اور ائمہ اسلام جو منصب افتاء پر فائز ہوئے، سب مجتہد اور مفتی مطلق تھے۔ لیکن حضرت امام شافعی کے بعد کوئی بھی مفتی مطلق نہیں ہوا، سب مفتی منتسب ہیں۔ جو اقوال مجتہد حفظ کر کے بطریق حکایت بیان کریں، یعنی ہمارے زمانے کا فتویٰ، فتویٰ نہیں بلکہ مفتی کے کلام کی نقل ہے جسے مستفتی کے لئے نقل کر دیا جاتا ہے۔ (ردالمحتار، ۱/۶۹)

مگر اللہ عالم الغیب والشہادۃ اسے بھی ایک گونہ قوت اجتہاد عطا فرماتا ہے، جس کے ذریعہ وہ درپیش مسائل کے حل کے لئے دلائل و براہین کا ادراک حاصل کرتا ہے، اس کے بغیر نوزائندہ مسائل کا حل ممکن ہی نہیں، چنانچہ حضرت علامہ شامی قدس سرہ السامی فرماتے ہیں:

”مسائل جدیدہ کو حل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ مفتی اجتہادی قوت کا حامل اور لوگوں کے حالات کا عالم ہو۔“ (ردالمحتار جلد ۲/۳۹۸)

اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ یہ منصب عظمیٰ کس قدر جاں سوزی، بالغ نظری اور تجربہ علمی کا متقاضی ہے، چنانچہ اعلیٰ حضرت کی دور رس نگاہوں نے حضور ملک العلماء کی ذات میں وہ سارے جوہر دیکھ لئے تھے۔ جس کی ضرورت ایک ”نقطہ رس مفتی“ کو ہوتی ہے۔ جیسی تو ارشاد فرمادیا، ”مفتی ہیں“، قول رضا کو سامنے رکھ کر ”فتاویٰ ملک العلماء“ کا مطالعہ کیجئے، تو یہ عقدہ کھلتا چلا جاتا ہے کہ۔

گفتہ او گفتہ اللہ بود گر چہ از حلقوم عبد اللہ بود
حضور ملک العلماء نے فتویٰ نویسی کا آغاز اعلیٰ حضرت کی زیر تربیت ۱۳۲۲ھ میں ہی کر دیا تھا۔ جب آپ کی عمر صرف

الاضحیة فی المساجد“ کی تصنیف ہو رہی ہے، ۱۳۲۶ھ میں
”بسط الراحة فی الحظر والاباحة“ ۱۳۲۶ھ
میں ”الفیض الرضوی فی تکمیل الحموی“ ۱۳۲۷ھ
میں ”المجمل المعدد لتالیف المجدد“ ۱۳۳۰ھ
میں ”التحقیق المبین لکلمات التوابین تحریر فرما رہے ہیں۔

۱۳۳۰ھ میں ”اطیب الاکسیر فی علم التکسیر“ ۱۳۳۲ھ
میں ”رفع الخلاف من بین الاحناف“ ۱۳۳۳ھ میں ”خیر
السلوک فی نسب الملوک“ ۱۳۳۳ھ میں ”نزول
السکینة باسانید الاجازات المتینة“ ۱۳۳۳ھ میں ”القول
الاطهر فی الاذان بین یدی المنبر“ ۱۳۳۳ھ میں ”جواهر
البیان فی ترجمة خیرات الحسان“ ۱۳۳۶ھ میں ”تحفة
الاحباب فی فتح الکوة والباب“ ۱۳۳۷ھ میں ”تحفة
الاجبار فی اخبار الاخبار“ ۱۳۳۷ھ میں ”الاکسیر فی
علم التکسیر“ ۱۳۳۸ھ میں ”سرور القلب المحزون فی
الصبر فی نور العیون“ ۱۳۳۹ھ میں ”هادی الهداة لترك
الموالة“ ۱۳۴۱ھ میں ”اعلام الاعلام باحوال العرب قبل
الاسلام“ ۱۳۴۳ھ میں ”نهاية المنتهی فی شرح هداية
المبتدی“ ۱۳۴۴ھ میں ”الافادات الرضویة“ کی تالیف
ہو رہی ہے۔

۱۳۴۵ھ میں اپنی شہرہ آفاق کتاب ”جامع الرضوی
المعروف بہ صحیح البہاری“ تصنیف فرما رہے ہیں، ۱۳۴۷ھ ”دلچسپ
مکالمہ“ ۱۳۴۸ھ میں ”تسهیل الوصول الی علم
الاصول“ ۱۳۵۳ھ میں ”تنویر السراج فی ذکر
المعراج“ ۱۳۵۳ھ میں ”نصرة الاصحاب باقسام ایصال
الثواب“ ۱۳۵۷ھ میں ”الفوائد التامہ فی اجوبة

ہے تو یہ مفروضہ یکسر غلط لگنے لگتا ہے اور یہ انکشاف ہوتا ہے کہ
اگر ”مفتی“ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کی آغوش تربیت
کا پروردہ ہو، تو اس کے فتویٰ میں ادب کی چاشنی بھی ہوگی اور زبان
دیباچہ کی حلاوت بھی! گو یا اس کے فتوے کا ”ادبیت وسلاست“ کا
مرقع ہونا ایک یقینی امر ہے۔

مفتی ارشاد احمد ساحل سہرا می کے ذریعہ مرتب کردہ آپ
کے فتاویٰ بنام ”فتاویٰ ملک العلماء“ حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ
مفتی محمد اختر رضا خاں قادری برکاتی بریلوی مدظلہ العالی کی اجازت
اور آپ کے صاحبزادے حضرت مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری
برکاتی بریلوی مدظلہ العالی کے اہتمام سے ”المجمع الرضوی نے پہلی بار
۲۰۰۴ء میں شائع کئے۔

اس کے علاوہ آپ کے کئی تفصیلی فتاویٰ جو مستقل ایک
کتاب کی حیثیت رکھتے تھے، ہندو پاک کے مختلف اشاعتی اداروں سے
چھپ کر منظور اہل علم و قلم اور مقبول خاص و عام ہو چکے ہیں۔

(۴) نیز آپ نے فرمایا ”مصنف ہیں“ جب ہم اس قول کی روشنی
میں حضور ملک العلماء کی تصنیفات کا جائزہ لیتے ہیں، تو یہاں بھی
آپ کے تصنیفی کمالات اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کی
گہر شناس نگاہوں کی اعلیٰ بصیرت کا پتہ دیتے ہیں، اعلیٰ حضرت امام
احمد رضا فاضل بریلوی کی دور رس نگاہیں یہ ملاحظہ فرما رہی تھیں کہ
ملک العلماء ۱۳۲۳ھ میں ”مواہب ارواح القدس لکشف
حکم العرس“ تصنیف فرما رہے ہیں، ۱۳۲۴ھ میں ”شرح
الشفاب بتعریف حقوق المصطفیٰ“ کا آغاز کر چکے
ہیں، ۱۳۲۴ھ میں ”مبین الہدیٰ فی نفسی امکان مثل
المصطفیٰ“ ۱۳۲۵ھ میں ”التعلیق علی
القدوری“ ۱۳۲۵ھ میں ”اعلام الساجد بصرف جلود

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی شہر کی حیات اور علمی خدمات

الامور العامة“ ۱۳۵۷ھ میں ”جامع الاقوال فی روية الهلال“ ۱۳۶۰ھ میں ”مولود رضوی“ ۱۳۶۵ھ میں ”تحفة العظما فی فضل العلماء“ ۱۳۶۶ھ میں ”سد الفرار لمہاجرہ بہار“ ۱۳۶۷ھ میں ”چودہویں صدی کے مجدد“ جیسی معرکہ الآراء تصانیف منصفہ شہود پر آرہی ہیں۔ اور ۱۳۶۹ھ میں ”حیات اعلیٰ حضرت“ لکھ کر ”رضویات“ کی خشت اول رکھ رہے ہیں، ۱۳۷۰ھ میں ”عید کا چاند“ ۱۳۷۱ھ میں ”توسیر المصباح للقیام عند حی علی الفلاح“ ۱۳۸۲ھ میں ”النور والضیاء فی سلاسل الاولیاء“ تصنیف فرما کر تلامذہ اعلیٰ حضرت میں نمایاں مقام حاصل کر رہے ہیں۔

(۵) امام اہل سنت حضور ملک العلماء کی مزید علمی صلاحیتیں آشکار کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: واعظ ہیں، حضور ملک العلماء نے وعظ و تقریر کے ذریعہ قوم و ملت کی اصلاح کے فرائض انجام دینے کے ساتھ ساتھ اس فن میں رسائل بھی تصنیف فرمائے ہیں، ملاحظہ کیجئے:

”وعظ و خطاب پر تو ملک العلماء کے کئی رسائل لاہور سے شائع ہو چکے ہیں، مزید اور غیر مطبوعہ ہیں، سب کو جمع کر دیا جائے تو ایک ضخیم جلد ”خطبات ملک العلماء“ کے نام سے چھپ سکتی ہے۔“ (ماہنامہ کنز الایمان، دسمبر

۲۰۰۸ء، ص ۲۹)

(۶) نیز ارشاد فرماتے ہیں ”مناظرہ بعونہ تعالیٰ کر سکتے ہیں“ اس سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ مناظرہ کے تعلق سے امام احمد رضا کو حضور ملک العلماء پر یہ مکمل اعتماد و اطمینان تھا کہ باطل سے نبرد آزمائی کے لئے آپ میں وہ ساری خوبیاں اور صلاحیتیں موجود ہیں، جن کی ضرورت ایک ”کامیاب مناظر“ کو ہوتی ہے، چنانچہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی، حضور ملک العلماء کو ایک مناظرے کے لئے

تیار رہنے کا حکم دیتے تحریر فرماتے ہیں:

”مولانا المکرم ذی المجد والکرم ولدی الاعز مولانا محمد

ظفر الدین جعلہ اللہ کاسمہ ظفر الدین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

وہابیہ خذلہم اللہ تعالیٰ نے تین جگہ شور مچا رکھا تھا، بھاگلپور،

فیروز آباد، راندیر! بھاگلپور کا نتیجہ تو یہ ہوا کہ آپ کو اس اشتہار اور

مولوی نعیم الدین صاحب کے خط سے واضح ہوگا، یہ خط اصل ہے،

بعد ملاحظہ واپس ہو، فیروز آباد میں ایک صاحب مورچہ لئے ہوئے

ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ وہاں حاجت نہ ہوگی، راندیر میں ابھی کوئی

آدمی کام کا نہ گیا، وہاں ضرورت پڑتی معلوم ہوتی ہے، میں نے

فاتحان بھاگلپور کو آج ہی لکھ دیا ہے کہ تیار رہیں مگر انہوں نے

وہاں سے کلکتہ جانے کو لکھا تھا اور شاید ابھی انہیں اطراف میں ان

کا قیام مناسب ہو، لہذا آپ راندیر جانے کے لئے تیار رہیں،

میرے تارکا انتظار کریں۔“ (کلیات مکاتیب رضا، مطبوعہ کلیر

شریف ۱/۳۶۴)

اس مناظرے کے لئے حضور ملک العلماء کی مستعدی

پر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی اپنی خوشی کا اظہار کرتے

ہوئے رقم طراز ہیں:

”مولانا المکرم ذی المجد والکرم ولدی الاعز

مولانا محمد ظفر الدین جعلہ اللہ کاسمہ ظفر الدین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی مستعدی پر بجزہ تعالیٰ جی خوش ہوا، جزا کم

خیرا وبارک فیکم و بکم ولکم وعلیکم، آج

۱۳ اردن ہوئے، راندیر سے جواب نہ آیا، جواب آنے

پر کچھ کیا جائے۔“ (کلیات مکاتیب رضا، مطبوعہ کلیر

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی دہلی کی حیات اور علمی خدمات

شریف (۱/۳۶۳)

میں نے اسے دونوں ہاتھوں سے لے کر سر پر رکھا، آنکھوں سے لگایا اور رکھ لیا، اعلیٰ حضرت کی دعا اور اس جبہ کی یہ برکت ہوئی کہ وہابیہ کی طرف سے متعدد صاحبان مناظرہ کے لئے آئے تھے مگر جب ابتدائی مباحث طے ہو گئے اور سوالات کی نوبت آئی تو پہلے ہی سوال کے جواب میں سمجھوں نے ایسی خاموشی اختیار کی کہ ایک لفظ بھی نہ بول سکے، تقاضے پر تقاضے ہوتے مگر ان کا سکوت نہ ٹوٹا، تین گھنٹے تک سب کے سب خاموش محض رہے، آخر ثالث و حکم صاحب نے کہا:

مولانا کچھ تو بولنے تاکہ ہم لوگوں کو کچھ کہنے کا موقع ملے، اس پر بھی وہ خاموش محض رہے، آخر مجبوراً ان لوگوں نے بھی اعلان کیا: صاحبو آپ لوگوں کے سامنے سب ابتدائی باتیں طے ہوئیں، جب علمی باتوں کی نوبت آئی، مولانا ظفر الدین صاحب نے سوالات کئے، ان کے جواب میں ان تمام علما نے سکوت محض سے کام لیا اور بالکل خاموشی میں تین گھنٹہ وقت صرف کر دیا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے پاس ان سوالوں کا کوئی جواب نہیں ہے اور یہ لوگ جواب سے قاصر ہیں ورنہ کس دن کے لئے اٹھا رکھتے؟ ان لوگوں کا مذہب باطل اور مولوی شاہ رکن الدین صاحب و مولوی شاہ ارشاد علی صاحب، مولانا مولوی ظفر الدین صاحب، مولوی احمد حسین خاں صاحب وغیرہ علما کا مذہب حق ہے، آپ لوگ آتے وقت دو دروازے سے الگ الگ داخل ہوئے تھے، اب سب لوگ متفق ہو کر اس دروازے سے مولوی ظفر الدین صاحب کے ساتھ مناظرہ گاہ سے باہر تشریف لے جائیں،

۱۳۲۳ھ میں حضور ملک العلماء نے امکان کذب باری تعالیٰ، علم غیب رسول اور اہل سنت کے ان مسائل سے متعلق جن پر اہل دیوبند کو اختلاف ہے ۲۰ سوالات اپنے زمانہ طالب علمی میں مرتب کر کے اشرف علی تھانوی سے ان کے جوابات طلب کئے، جن کا کوئی بھی جواب تھانوی کی طرف سے نہ دیکھنے میں آیا نہ سننے میں آیا، اس تحریری مناظرے کے نتیجے میں ”ظفر الدین السجید اور ظفر الدین الطیب“ جیسے رسالے معرض وجود میں آئے۔

۱۳۲۶ھ میں فیروز پور میوات میں کچھ وہابیہ دیاہنہ نے ضلالت و گمراہی کا طوفان برپا کر رکھا تھا، جس سے پریشان ہو کر حضرت مولانا صوفی شاہ رکن الدین الوری نے حضرت مولانا احمد حسین خان رام پوری مقیم درگاہ معلیٰ اجیر شریف کو کسی مناظر کے لئے اعلیٰ حضرت کی خدمت میں بریلی شریف بھیجا، مولانا رام پوری بارگاہ اعلیٰ حضرت میں حاضر ہوئے اور وہاں کے تمام حالات سنا کر کوئی مناظر روانہ فرمانے کی گزارش کی۔

اس سلسلے میں مزید حضور ملک العلماء خود تحریر فرماتے ہیں: ”اس وقت اعلیٰ حضرت نے مجھے یاد فرمایا اور حکم دیا کہ ملک میوات تحصیل نواح فیروز پور جھر کا میں وہابیوں سے مناظرہ کرنا ہے، آپ مولانا کے ساتھ تشریف لے جائیے اور وہابیوں کو شکست دیجئے، میں نے عرض کیا تعمیل ارشاد کو حاضر ہوں، حضور کی دعا کی ضرورت ہے، حضور کی دعا شامل حال رہی تو وہابیہ کو ضرور شکست ہوگی، اس وقت اعلیٰ حضرت مکان کے اندر تشریف لے گئے اور ایک اونٹنی جبہ لاکر مجھے عنایت فرمایا اور ارشاد ہوا کہ: یہ مدینہ طیبہ کا ہے،

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدظلہ کی حیات اور علمی خدمات

تشریف لے گئے تھے۔“ (حیات ملک العلماء، ص ۱۶)
فن مناظرہ میں حضور ملک العلماء کی مہارت تامہ کی روشن

چنانچہ ان چند مولویوں کے علاوہ بقیہ سب لوگ علمائے اہل
سنت کے ساتھ ساتھ آئے، والحمد للہ علی ذلک۔“

دلیل آپ کی درج ذیل تصانیف ہیں: (حیات اعلیٰ حضرت ۱/۵۵-۵۶)

۱ الحسام المسلمون علی منکر علم الرسول ۱۳۲۳ھ

۲ ظفر الدین الجید ۱۳۲۳ھ

۳ شکست سفاہت ۱۳۲۶ھ

۴ ظفر الدین الطیب ۱۳۲۷ھ

۵ حرم الكنز علی الکلاب الممطرة ۱۳۲۸ھ

۶ النیر اس لدفع ظلام المنہاس ۱۳۲۹ھ

۷ کشف الستور عن مناظرۃ رامپور ۱۳۳۲ھ

۸ ندوة العلماء ۱۳۳۸ھ

۹ گنجینہ مناظرہ ۱۳۳۲ھ

۱۰ رفع الخلاف من بین الاحناف ۱۳۳۲ھ

(حیات ملک العلماء، ص ۲۴)

(۷) مزید ارشاد ہوتا ہے ”علمائے زمانہ میں علم توقیت سے
تنہا آگاہ ہیں“ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کے اس جملہ
سے علم توقیت میں حضور ملک العلماء کی انفرادیت واضح ہوتی ہے یعنی
اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کے بعد اس فن میں حضور
ملک العلماء کی شخصیت ہی یکتائے روزگار اور علمائے عصر کی مقتدا تھی
اور آج بھی ہے، بریلی شریف اور اطراف کے علاوہ پورے ملک
کے لئے اوقات صلوات خمسہ اور اوقات سحر و افطار کا استخراج آپ
ہی فرماتے تھے، چنانچہ اس کا ذکر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل
بریلوی نے خلیفہ تاج الدین ناظم انجمن نعمانیہ لاہور کو لکھے اپنے
ایک مکتوب میں یوں فرمایا ہے:

”میرے یہاں کے اوقات طلوع وغروب و نصف

۱ ۱۳۳۴ھ میں کلکتہ کے ایک غیر مقلد مولوی ولی اللہ
مارواڑی نے حنفیوں کو مناظرے کا چیلنج دیا تھا، حاجی محمد لعل
۲ خاں مدراسی کی دعوت پر امام احمد رضا نے اس غیر مقلد کے گمراہ کن
۳ اعتراضات کا دندان شکن جواب دینے کے لئے حضور ملک
۴ العلماء کو کلکتہ بھیجا، جب آپ اس مناظرے کے لئے کلکتہ تشریف
۵ لے گئے، تو بد عقیدہ مولوی مارواڑی فرار ہو گیا، اس کی مکمل تفصیل
۶ ”گنجینہ مناظرہ“ میں دیکھی جاسکتی ہے۔

۸ اس مناظرہ میں کامیابی پر امام احمد رضا، ملک العلماء کو مبارک
۹ باد دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

”فتح مبارک ہو، پہلے معلوم تھا، مگر ہمارے حاجی صاحب
کا استیجاب، جس کا حاصل یہ ہوا کہ آپ یہاں سے چلے
گئے، دیوبندیوں کے پیچھے نماز درست نہ ہونے کا یہ
اشتبہ جس میں مولوی برکات احمد صاحب کی تحریر ہے،
غنیمت ہے، امید کی جاتی ہے کہ ان شاء اللہ المولیٰ رفتہ رفتہ
آئیں۔“ (کلیات مکاتیب رضا، مطبوعہ کلیر شریف
۱/۳۵۷)

اسی سال رامپور میں بھی ایک مناظرہ کیا اور فتح یاب و ظفر مندر ہے۔
آپ کے صاحبزادے ڈاکٹر مختار الدین آرزو مناظرے
کے تعلق سے لکھتے ہیں:

”مجھے یاد آتا ہے کہ میرے بچپن میں وہ آریہ سماج اور مسیحی
مبغین سے مناظرے کے لئے جلسوں میں تشریف لے
جایا کرتے تھے، ایک مناظرے کے لئے وہ برما بھی

بنانے کی ضرورت پڑتی ہے اور اشتہاری طرز پر شائع ہوتے ہیں، اس لئے لوگ بعد رمضان شریف رومی کی ٹوکری میں ڈال دیا کرتے ہیں، اگر شمسی مہینوں سے بنائے جائیں، تو فقط ایک سال کا بنانا کافی ہے۔ جو ہمیشہ کے لئے کارآمد ہو، اس امر کو ملحوظ رکھتے ہوئے میں نے بریلی شریف کے اوقات شمسی مہینوں سے مرتب کر کے یہ شکل ’مؤذن الاوقات‘ ۱۳۳۵ھ میں شائع کیا۔
(مؤذن الاوقات، ص ۲)

ملك العلماء ہیئت و ہندسہ اور تقویم میں اچھی خاصی مہارت رکھتے تھے، چنانچہ اعلیٰ حضرت اس فن میں کسی نیم ملا کی غلطیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے حضور ملك العلماء کو لکھتے ہیں:
”ولدی اعز الاعز مولانا المکرم جعل کاسمہ ظفر الدین السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ“

آپ کا پرچہ آیا، نواب صاحب نے ترجمہ کیا، کسی عجیب بے ادراک کی تحریر ہے، جسے ہیئت کا ایک حرف نہیں آتا، سراپا اغلاط سے مملو ہے، آپ نے جو تقویات کو اکب لکھیں، ان میں بھی بعض میں فرق ہے، مجھے اعلان سے بخار آتا ہے، نقاہت بشدت ہوگئی ہے، طالب

النہار، ہر روز و تاریخ کے لئے اور جملہ اوقات ماہ مبارک رمضان شریف کے بھی بناتے ہیں۔“

(کلیات مکاتیب رضا، مطبوعہ کلیر شریف ۱/۲۱۰)

اس سلسلے میں ملك العلماء تحریر فرماتے ہیں:

”فقیر سراپا تقصیر محمد ظفر الدین قادری رضوی بہاری میجروری غفرلہ جذبات ارباب دانش واصحاب بینش میں ملتس کہ اس دور تمدن و ترقی میں کہ قریب قریب ہر شخص اپنے اوقات کا انضبات ساعات سے کرتا ہے، شاذ و نادر ہی کوئی ایسا تعلیم یافتہ نکلے جس نے سیر شمس و قمر کی روایت پر اپنے کاروبار کا مدار رکھا ہو، اس لئے ضروری تھا کہ اوقات صوم و صلوٰۃ، صبح صادق، طلوع شمس، ضحوة کبریٰ، نصف النہار، وقت عصر و مغرب، افطار و عشا بھی حسب لواحت ساعت مرتب کئے جائیں، خداوند عالم بہتر سے بہتر جزائے خیر عطا فرمائے اعلیٰ حضرت امام اہل سنت و استاذی و ملازی و مرشدی شیخ الاسلام و المسلمین جناب مولانا قاری شاہ احمد رضا فاضل بریلی قدس سرہ العزیز کو، مسلمانوں کی اس ضرورت کا آپ نے احساس فرمایا اور ۱۳۱۱ھ میں بریلی شریف کے اوقات صوم و صلوٰۃ

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رحمہ اللہ کی حیات اور علمی خدمات

کاشدت کے ساتھ احساس تھا، چنانچہ حیات اعلیٰ حضرت میں ایک جگہ یوں رقم طراز ہیں:

”حق یہ ہے کہ ایک خادم کی وہ عزت افزائی ہے جس کی حد نہیں اور اسکے بعد اس کو ہمیشہ برقرار رکھا، میرے پاس چالیس سے زیادہ مکاتیب ہیں جو وقتاً فوقتاً بریلی شریف سے امضا فرمائے، اس میں برابر ولدی الاعز مولانا مولوی محمد ظفر الدین جعلہ اللہ تعالیٰ کا سہ ظفر الدین سے شروع فرمایا، فتاویٰ شریف جلد اول میں میرا نام انھیں لفظوں سے تحریر فرمایا ہے۔“

(حیات اعلیٰ حضرت، ۱/۴۷)

شفقت اصغر اور خوردنوازی کی اس سے بہتر مثال

اور کیا ہو سکتی ہے؟

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی اپنے مکتوب مذکور

کے شروع میں تحریر فرماتے ہیں:

”اب کئی سال سے میرے مدرسے میں مدرس اور اس کے

علاوہ کار افتاء میں میرے معین ہیں۔“

اس جملے سے پتہ چلتا ہے کہ ملک العلماء امام موصوف

کے لئے کتابوں سے حوالوں کی تخریج، عبارات کا اصل سے مقابلہ،

کتب خانوں اور لائبریریوں سے نادر و نایاب کتب کی تلاش و جستجو،

عبارات کے لاحق و سابق سے اطلاع جیسے فرائض نہایت خوش

اسلوبی سے انجام دیتے تھے، نیز اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام

احمد رضا کو آپ پر یہ اعتماد کلی تھا کہ جو عبارتیں آپ نقل کر کے بھیج

رہے ہیں، وہ من وعن وہی ہیں، جو کتاب میں مذکور ہیں، اس

میں کسی قسم کا کوئی حذف و اضافہ نہیں، رد و بدل نہیں، ذرا غور فرمائیے

کہ کتاب سامنے نہیں، مگر عبارتیں دیکھی جا رہی

رہنمائی کرتی نظر آرہی ہیں:

الجواہر والیواقیت فی علم التوقیت ۱۳۳۰ھ

بدر الاسلام لمیقات کل الصلوٰۃ والصیام ۱۳۳۵ھ

مؤذن الاوقات ۱۳۳۵ھ

توضیح الافلاک ۱۳۳۰ھ

مشرقی اور سمت قبلہ ۱۳۵۸ھ

اس خط میں ایک اور بات قابل غور ہے: کہا علیٰ حضرت

امام احمد رضا فاضل بریلوی نے حضور ملک العلماء کو ”مکرمی“ تحریر

فرمایا ہے جسے لوگ عموماً اپنے سے بڑے یا کم از کم ہم عمر افراد کے

لئے لکھتے ہیں، اس سے جہاں بارگاہ اعلیٰ حضرت میں ملک العلماء کی

قدرو منزلت اور غایت شفقت کا پتہ چلتا ہے وہیں یہ درس بھی ملتا

ہے کہ استاذ و شاگرد کے ساتھ کیسا ربط و ضبط ہونا چاہئے، اعلیٰ حضرت

نے یہ لفظ اپنے شاگرد کے لئے لکھا ہے جبکہ آج کے شاگرد اپنے

استاذ کے لئے ایسے جملے لکھنے کے روادار نہیں، استاد و شاگرد کے

درمیان پاس و لحاظ، ادب و احترام اور شفقت و محبت میں کیسا انحطاط

آیا ہے، اللہ رحم فرمائے۔

محض اسی ایک لفظ پر بس نہیں بلکہ امام احمد رضا نے آپ

کو مختلف مواقع پر شفقت اور قدرو منزلت بھرے مختلف الفاظ سے

یاد فرمایا ہے، چنانچہ آپ کو لکھے گئے امام اہل سنت کے ہر خط سے یہ

شفقت و محبت آشکارا ہے:

”(۱) ولدی الاعز حامی السنہ ماجی الفتنہ جعلہ المولیٰ تعالیٰ

کاسمہ ظفر الدین (۲) ولدی الاعز المکین مولانا المکرم ذی

العلم التین جعلہ کاسمہ ظفر الدین (۳)۔“

(کلیات مکاتیب رضا، مطبوعہ کلیر شریف)

ملک العلماء کو امام احمد رضا کی ان بے پناہ شفقت و محبت

ہیں، شملہ میں نادر کتابوں کا مطالعہ فرما رہے ہیں۔

علیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی ان سے کتب و رسائل کی عبارات طلب کرتے، عبارتوں میں مطابقت کی ہدایت فرماتے، خط و کتابت کے ذریعہ بندہ ہوں کی خبر لینے کا حکم فرماتے، چنانچہ تحریر فرماتے ہیں:

”مسودہ فتویٰ جو آپ نے بھیجا، اس میں مولوی دیانت حسین صاحب و مولوی مقبول احمد صاحب کے بھی دستخط تھے، اس مطبوعہ میں نہیں، اس کا کیا سبب ہوا؟ مبسوط سرخسی کتب خانہ میں ہو تو اس عبارت کو تطبیق کر بھیجئے۔ والاصطفاف بین الاسطواناتین..... وذلک لایمنع صحة الاقتداء. یہ عبارت یونہی ہے کہ اس میں فرق ہے؟ اس کا سابق ولاحق کیا ہے؟“

(کلیات مکاتیب رضا، مطبوعہ کلیر شریف/۱/۳۳۲)

مبسوط کی اسی عبارت کے تعلق سے اپنے دوسرے خط

میں یوں رقم طراز ہیں:

”مبسوط سرخسی کی یہ عبارت طائفہ کذابیہ نے رسالہ ’تشیط الاذان‘ میں کہ اٹپٹھی نے مسئلہ اذان میں سخت جہالات فاحشہ پر لکھا، استناداً نقل کی ہے، ان لوگوں کا کذب بدیہی اول ہے، آپ کسی شخص کے نام سے اسے خط بھیجوائیے۔ بلکہ مناسب ہو، تو رجسٹری کہ آپ نے فلاں رسالہ میں یہ

اس خط کی کارروائی باذنہ تعالیٰ جلد ہو، رجسٹری ہی مناسب ہے اور اگر وہ جواب نہ دے تو ’مبسوط‘ کے باب الامامة، باب مکروہات الصلوة وغیرہ ایسے استیعاب وغور سے پڑھے دیکھے جائیں کہ نفی چھاپ دینے کا موقع ملے، اس مہمل رسالہ کا رد اگرچہ اصلاً ضروری نہیں کہ سب وہی مردودات پیش کرتے ہیں اور ان کے رد کو ہاتھ نہیں لگاتے، پھر بھی عوام ہر تازہ تحریر کا جواب چاہتے ہیں، لہذا باذنہ تعالیٰ کچھ نہ کچھ ہونا بہتر ہے، یہ جواب اس تحقیق و طلب تصحیح نقل پر موقوف ہے، لہذا عجلت و احتیاط کامل دونوں مطلوب ہیں۔“

(کلیات مکاتیب رضا، مطبوعہ کلیر شریف/۱/۳۳۵)

ایک عبارت پر اپنی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے تحریر

فرماتے ہیں:

”ولدی وزینی وقرۃ عینی برادر دینی ویقینی مولانا مولوی محمد ظفر الدین صاحب جعلہ اللہ کاسمہ ظفر الدین آمین السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

عبارت ’تاتارخانیہ‘ بہت عمدہ ہے، ایسی عبارتیں کہ اذان مکان عالی پر ہوں، کافی نہیں.....

.....فقہ شافعی میں امام ابواسحاق کی کتاب ’تنبیہ‘ ہے، اس کی شرح امام ابو زکریا نووی نے فرمائی، جس کا نام

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رضی اللہ عنہ کی حیات اور علمی خدمات

تحریر ہے، یہ متن و شرح اگر اس کتب خانے میں ہوں، تو جلوس امام علی المصیر و قیام مؤذن الملاذان کے متعلق جو کچھ اس میں ہو، نقل کر کے بھیجئے، نیز باب الاذان میں اگر کچھ لکھا ہو۔“ (کلیات مکاتیب رضا، مطبوعہ کلیر شریف/۱/۳۳۳)

مزید ایک خط میں ارشاد فرماتے ہیں:

”ولدی اعزى اعزک اللہ فی الدین والدنیاء جعلک کاسمک ظفر الدین آمین، آمین، آمین

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ!
پانچ رسالے اور آپ کا فتویٰ مرسل ملے، بارک اللہ فیک ولک وبک وعلیک، عبارت ’تحریر‘ کی زیادہ ضرورت ہے، نیز شرح وقایہ نقایہ فصیح ہروی، اگر وہاں ہو، اس مسئلہ کے فظان اور مرورین یدی المصلی کی بحث دیکھو کہ اس میں کیا لکھا ہے؟ یہاں قرب اضافی مراد ہے۔“ (کلیات مکاتیب رضا، مطبوعہ کلیر شریف/۱/۳۳۳)

ایک خط میں یوں ارشاد فرماتے ہیں:

”حسب وعدہ کل روز یکشنبہ باوصف در دوسر رسالہ لکھ دیا، مع نقل فتویٰ ہلال مرسل ہے، مجھے دربارہ خضاب ان چند کتابوں کی پوری عبارات درکار ہیں، آپ کے پاس ہوں، تو فہما، ورنہ ایک دن کے لئے پٹنہ جا کر لائیے، تا تاریخانیہ، زاد المعاد لابن القیم، عقد الفرید لابن عبد ربہ، نزہۃ المجالس، اس کے سوا اگر اور کتب سے کہ میرے پاس نہیں عبارات مستوعبہ ہو، تو احسن کتب اور دوسرے کی تفسیر (ماورائے صراح و قاموس و تاج العروس و خالق زنجیری و مغرب مطرزی و مصباح المصیر و مختار الصحاح و نہایہ ابن

اشیر و مجمع البحار و تحفہ و مخزن الادویہ و تذکرہ انطاکی و جامع ابن بیطار و انوار الاسرار لابغدادی و مرقات و اشعۃ اللمعات و فتح الباری و عمدۃ القاری و ارشاد الساری و شرح مسلم للنووی و شرح شمائل ترمذی للقاری و شرح شریعۃ الاسلام علی زادہ و شرح مشارق الانوار لابن الملک و تیسیر و سراج المصیر و شروح جامع صغیر) اور کتابوں سے جو کچھ ملے تو عنایت ہو۔“

(کلیات مکاتیب رضا، مطبوعہ کلیر شریف/۱/۳۶۷)

اتنی مسافت پر موجود ہونے کے باوجود بھی جس آنکھ سے یہ سارے علمی کام ہو رہے ہیں، امام احمد رضا نے اسی کو ”ملک العلماء“ کا باوقار خطاب دیا ہے۔

علیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کو حضور ملک العلماء کی ان جانفشانیوں کا اعتراف تھا اور وہ ان کی مصروفیتوں سے کامل واقف تھے، چنانچہ ایک خط میں سنیوں کی حالت زار اور ملک العلماء کی غیر معمولی مصروفیتوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”سنیوں کی عام حالت یہی ہو رہی ہے کہ جن کے پاس مال ہے، انھیں دین کا خیال کم ہے اور جنہیں دین سے غرض ہے، افلاس کا مرض ہے ورنہ کلکتہ میں حمایت دین کے لئے دو ہزار روپے ماہوار بھی کوئی چیز نہ تھے اور ادھر یہ مدرسہ شمس الہدیٰ جس کی نسبت میں نے سنا کہ سولہ ہزار سالانہ جائیداد اس کے لئے وقف ہے، اس کا بھی ہاتھ میں رکھنا ضرور ہے، مبادا کہ کوئی دیوبندی قابض ہو جائے، والعیاذ باللہ تعالیٰ! افسوس کہ ادھر نہ مدرس، نہ واعظ، نہ ہمت والے مالدار، ایک ظفر الدین کدھر کدھر جائیں اور ایک لعل خاں کیا کیا بنائیں؟۔“

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رحمہ اللہ کی حیات اور علمی خدمات

جگہ مقرر کروں، اگرچہ دو عظیم کام یعنی افتاد توفیق اور ان سے اہم تصنیف میں وہ بھی ہاتھ نہیں بنا سکتے، اس لئے وعظ و مناظرہ بھی نہیں کر سکتے، مگر یہ وہاں گئے، تو جس نے انہیں ان کاموں کا اپنے کرم سے بنایا ہے، ان کو بھی بنا سکتا ہے۔ (کلیات مکاتیب رضا، مطبوعہ کلیر شریف ۱/۲۱۰)

پچپن سال کے اس طویل تدریسی ایام میں ہزاروں تشنگان علوم آپ کے سرچشمہ علم و حکمت سے سیراب ہوئے، اس دوران آپ اپنی ذاتی مصروفیات مثلاً فتویٰ نویسی، وعظ و تلقین، تصنیف و تالیف، بیعت و ارشاد، مناظرہ اور قضا کے علاوہ مسلسل اعلیٰ حضرت کے رابطے میں رہے اور ان کے کارناموں سے باخبر رہے اور اپنی سرگرمیوں سے انہیں باخبر کرتے رہے، ایک ساعت کے لئے بھی نہ امام موصوف سے آپ کا قلبی تعلق ٹوٹا اور نہ چند روز کے لئے بھی سلسلہ مراسلت منقطع ہوا، جو آج کل کے استاد و شاگرد اور مرشد مسترشد کے لئے یقیناً درس عبرت ہے۔

ملک العلماء اپنے مرشد و مربی کی بارگاہ میں سراپا نیاز رہتے اور جب کبھی انہیں خط لکھتے، نہایت ادب و احترام اور عقیدت و محبت کے ساتھ مخاطب فرماتے، چنانچہ اپنے ایک خط میں اپنے مرشد کو ان الفاظ میں مخاطب فرماتے ہیں:

”بجھور پر نور آقائے نعمت دریائے رحمت مع اللہ المسلمین بطول بقائکم

السلام علیکم رحمۃ اللہ وبرکاتہ

خادم بارگاہ مع الخیرہ کرخواہان عوانی مزاج میں مع متعلقین کرام ہے، تقریر پر تنویر مشرف و درود فرما کر معزز و مشرف فرمایا۔“ (خطوط مشاہیر بنام امام احمد رضا، ۱/۲۳۳)

حضور ملک العلماء کو جب بھی کوئی دینی، دنیوی، علمی

(کلیات مکاتیب رضا، مطبوعہ کلیر شریف ۱/۳۵۸)

امام احمد رضا فاضل بریلوی کو ملک العلماء پر کس درجہ وثوق تھا اور آپ کی نظر میں ملک العلماء کے فتویٰ و تصدیق کی کیا اہمیت تھی اس کا اندازہ اس خط سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے، چنانچہ تحریر فرماتے ہیں:

”جیبی ولدی وقرۃ یعنی مولانا مولوی ظفر الدین صاحب

قادری جعلہ اللہ کاسمہ ظفر الدین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

وہابیہ نے اس مسئلہ کو طول دیا ہے، مدت سے ان کی امید تھی کہ اصول دین چھوڑ کر کسی فرعی مسئلہ میں بحث آپڑے، اپنے موافق آپ کا تصدیقی خط ”دبدبہ سکندری“ میں چھپ چکا ہے، مگر اس قدر کافی نہیں، رسائل و مسائل بھیجتا ہوں، ایک مختصر فتویٰ اگرچہ دو ہی سطر کا ہو، اپنی مہر سے اور جتنے لوگوں کی مہریں وہاں مل سکیں، فوراً فوراً ارسال کیجئے۔“ (کلیات مکاتیب رضا، مطبوعہ کلیر شریف ۱/۳۳۲)

ملک العلماء افتاد توفیق، تصنیف و تالیف اور وعظ و مناظرہ

میں عین امام احمد رضا کے منشا کے مطابق ماہر و کامل تھے، ملک العلماء کی انہیں اعلیٰ صلاحیتوں کے سبب بریلی شریف سے کہیں دور جانے کی صورت میں اعلیٰ حضرت کو کسی حد تک آپ کی کمی کا احساس رہتا تھا۔ پھر بھی دین متین کے لئے ”اپنے نفس پر ایثار“ کر کے جہاں ضرورت ہوتی، بھیجتے، چنانچہ آپ کا یہ احساس ان الفاظ میں سامنے آتا ہے:

”فقیر آپ کے مدرسہ کو اپنے نفس پر ایثار کر کے انہیں آپ کے لئے پیش کرتا ہے، اگر منظور ہو، تو فوراً اطلاع دیجئے کہ اپنے ایک اور دوست کو میں نے روک رکھا ہے کہ ان کی

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی دہلی کی حیات اور علمی خدمات

اعداد بھی داخل کئے جاتے ہیں، وقت بہت قلیل تھا، صرف پندرہ نام اس کے لئے تجویز کئے، ان میں ایک آپ کا بھی نام تھا۔“

(کلیات مکاتیب رضا، مطبوعہ کلیر شریف، ۱/۳۳۶)

ایک موقع پر آپ کے لئے چاندی کا نقش تیار کرایا

پریشانی لاحق ہوتی یا کسی شرعی مسئلے میں رہنمائی کی ضرورت پڑتی فوراً اپنے مرشد کی بارگاہ میں رجوع کرتے، چنانچہ ایک مسئلے میں رہنمائی کے لئے نہایت نیاز مندی کے ساتھ لکھتے ہیں:

”یوم صومکم یوم نحوکم، یہ کیسی حدیث ہے اور کس کتاب میں ہے اور کس موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے

بر رشک ہوتا ہے کہ کیسا استاد و مربی پایا تھا آپ نے! جو کبھی استاد بن کر علم و ہنر کے موتی سے آپ کا ظاہر تعمیر کر رہا ہے، کبھی مرشد بن کر اصلاح باطن کے لئے راہ سلوک کی باریکیوں سے واقف کر رہا ہے تو کبھی باپ بن کر دنیا کے نشیب و فراز سمجھا رہا ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی نے جس پدرانہ شفقت کے ساتھ حضور ملک العلماء کے بچوں کی خیریت دریافت کی ہے، ان کے نام تجویز فرمائے ہیں اور انھیں دعائیں دی ہیں، اس کی مثال ملنی مشکل ہے، یہ خط ملاحظہ فرمائیے:

”نعمت تازہ کی خیریت سے اطلاع دیجئے اور یہ کہ تہنیت کا تاریخ تاریخی نام ’مختار الدین ۱۳۳۶ھ‘ کہ آپ کے نام

شاگرد سے لپی لگاؤ اور ان کی سحت و سبعت ہا ہر پوریاں سبب بھی موقع ملتا اور کوئی نقش تیار فرماتے تو اس ہونہار شاگرد کو کبھی فراموش نہیں کرتے، چنانچہ اس قلبی لگاؤ کا اظہار اس خط سے ہوتا ہے، ملاحظہ فرمائیے کیسا پیار، کیسی شفقت مترشح اس خط سے:

”میں جن امور میں ہوں، اگر آپ کو تفصیل معلوم ہو، تو مجھے عدم تحریر خطوط میں معذور رکھیں گے۔ مگر آپ کی یاد، دل کے ساتھ ہے، جو عظیم ساعت میسر ہوئی، محض عطیہ الہی تھی، اس میں یہ نقوش تیار کئے جو مرسل ہیں..... ان کے فوائد بركات عظیمہ، مخلوق و خالق سب کے نزدیک عظیم و جاہت، بعونہ تعالیٰ ہر ضیق سے نجات، ہمیشہ وسعت رزق، محبت الہی، حیات طیبہ، قلوب خلائق میں محبت، ان میں دو نقشوں میں مکتوب لہ کے نام کے

انجمن برکات رضا۔ ممبئی

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رضی اللہ عنہ کی حیات اور علمی خدمات

سے ملتا ہوا بھی ہے، جو میں نے ۲۸ رذی القعدہ ۱۳۶ ھ
روز جمعہ کو بھیجا، کیا آپ کو ملا؟۔“

(کلیات مکاتیب رضا، مطبوعہ کلیر شریف ۱/۳۷۱)

ایک دوسرے خط تحریر فرماتے ہیں:

”پہلے آپ نے بہت کتابوں کی عبارتیں اس بارے
میں کہ اذان جمعہ زمانہ اقدس میں دروازہ پر ہوتی تھی، ان
تفاسیر سے کہ میرے پاس نہیں، نقل کر کے بھیجی تھیں، وہ
پرچہ باحتیاط رکھ دیا تھا، اب تلاش کیا نہ ملا، بچپوں کو دعا۔“

(کلیات مکاتیب رضا، مطبوعہ کلیر شریف ۱/۳۶۷)

نیز ایک جگہ یوں ارشاد فرماتے ہیں:

”خط ملا، یہ نعمت تازہ مبارک ہو، اس کا نام وہ رکھے کہ
ہندوستان میں کسی عورت کو نصیب نہ ہوا یعنی حضرت ربیع
بنت معوذ انصاریہ صحابیہ بنت صحابی علیہا الرضوان کے نام
مبارک پر ربیع خاتون ۱۳۳۹ھ۔“

(کلیات مکاتیب رضا، مطبوعہ کلیر شریف ۱/۳۸۸)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اپنے اس شاگرد رشید کی
تصانیف کی تعریف کرتے، ان کے دیگر علمی کارناموں
پر خوش ہوتے، دعائیں دیتے، ہدایات دیتے اور احباب
سے مشورے کی تلقین فرماتے، چنانچہ تحریر فرماتے ہیں:
”آپ کا رسالہ ’موذن الاوقات‘ آیا نام بھی مناسب

بہشتی زیور گو ہر کی قلعی کھولنے میں صرف کیا ہوتا تو مجھ
تعالیٰ ذخیرہ عقوبتی ہوتا، جہاں ان کتابوں سے گمراہ ہوئے
جاتے ہیں، وحسبنا اللہ المولیٰ ونعم الوکیل۔“

(کلیات مکاتیب رضا، مطبوعہ کلیر شریف ۱/۳۶۵)

آپ کے کسی رسالہ کی تعریف کرتے ہوئے ایک خط
میں یوں فرماتے ہیں:

”درد ہی کی حالت میں رسالہ کچھ دیکھا، بعونہ تعالیٰ بہت
اچھا لکھا ہے، جزا کم خیراً کثیرانی الدنیا ولا آخرۃ۔“

(کلیات مکاتیب رضا، مطبوعہ کلیر شریف ۱/۳۶۷)

ایک اور مقام پر آپ کے کام کی تعریف کرتے ہوئے
فرماتے ہیں:

”مولانا ظفر الدین صاحب نے تسہیل التعمیل، کا کام
ماشاء اللہ بہت جلد کیا، جزا اللہ تعالیٰ خیر جزاء۔“

(کلیات مکاتیب رضا، مطبوعہ کلیر شریف ۱/۳۳۸)

بریلی شریف میں جو بھی علمی، مذہبی جلسے منعقد ہوتے،
امام احمد رضا اس میں ملک العلماء کی شرکت ضروری سمجھتے، حتیٰ کہ
باصرار انھیں شرکت کے لئے خط لکھتے، چنانچہ لکھتے ہیں:

”مولانا المکرم ذی المجد والکریم اکرم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حالات حاضرہ ومصائب دارہ نے اسامہ، مسلمین،

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدظلہ کی حیات اور علمی خدمات

وجامعت کا ایک مہتمم بالشان جلسہ ۲۲، ۲۳، ۲۴ شعبان المعظم روز دوشنبہ، سہ شنبہ، چہار شنبہ کو ہونا قرار پایا ہے، میں جناب کی اعانت دینی و توجہ مذہبی سے امید واثق رکھتا ہوں کہ اس ضروری دینی کام کو سب کاموں پر مقدم سمجھیں گے اور تشریف لا کر اپنے مفید مشورہ اور مواعظ حسنہ سے مسلمانوں کی اصلاح احوال فرمائیں گے۔“ (کلیات مکاتیب رضا، مطبوعہ کلیر شریف ۱/۳۸۶)

گانڈھویوں کے خلاف ایک جلسے میں شرکت کے لئے

یوں لکھتے ہیں:

”ولدی الاعز حامی السنن مولانا مولوی محمد ظفر الدین صاحب جعلہ کاسمہ ظفر الدین، آمین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

..... ۱۳ تا ۱۵ رجب مطابق ۲۳ تا ۲۶ مارچ سے

گانڈھویوں کا بھاری جلسہ بریلی میں ہونے کو ہے، احباب

کی رائے ہے کہ اپنے علما بھی ایام ندوہ کی طرح جمع

ہوں، یہ اگر قرار پایا تو آپ کو آنا ضرور ہوگا، تیار رہئے، اگر

میں ۱۱ یا ۱۲ رجب کو تار دوں تو باذنہ تعالیٰ فوراً تشریف

لائیے۔“ (کلیات مکاتیب رضا، مطبوعہ کلیر شریف ۱/۳۸۶)

ایک شفیق باپ اپنے عزیز ترین بیٹے کو جس طرح دنیا کی بے ثباتی اور اس کے نشیب و فراز سمجھاتا ہے اعلیٰ حضرت اسی طرح حضور ملک العلماء کو دنیا کی بے ثباتی سے واقف کراتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

”آپ کا خط دربارہ پریشانی دنیا آیا تھا، ہفتے ہوئے اور اس

کا جواب آج دوں، کل دوں، مگر طبیعت علیل، بار بار بخار

کے دورے اور اعدائے دین کا ہر طرف سے ہجوم، ان کے

دفع میں فرصت معدوم..... اس سے اعتماد رہتا ہے کہ عدم جواب کو اعذار صحیحہ پر خود محمول فرمائیں گے، اس خط کے جواب میں چاہتا تھا کہ آیات و احادیث دربارہ مذمت دنیا و منع التفات بہ تمول اہل دنیا لکھ کر بھیجوں، مگر وہ سب بفضلہ تعالیٰ آپ کے پیش نظر ہیں، فلاں کو دست غیب ہے، فلاں کو حیدرآباد میں رسوخ ہے، یہ دیکھا، یہ نہ دیکھا کہ آپ کے پاس بعونہ تعالیٰ علم نافع ہے، ثبات علی السنہ ہے، ان کے پاس علم نافع نہیں یا علم مضر ہے، اب کون زائد ہے؟ کس پر نعمت حق بیشتر ہے، بشرط ایمان، وعدہ و علو و غلبہ باعتبار دین ہے، نہ یہ کہ دنیوی امور میں مومنین کو تفوق رہے، دنیا جن مومن ہے، جن میں اتنا آرام مل رہا ہے، کیا محض فضل نہیں؟ دنیا فاحشہ ہے، اپنے طالب سے بھاگتی ہے اور ہار ب کے پیچھے دوڑتی ہے، دنیا میں مومن کا قوت کفاف بس ہے۔“

(کلیات مکاتیب رضا، مطبوعہ کلیر شریف ۱/۳۹۲)

ایک جگہ حضور ملک العلماء کے دینی خدمات کو سراہتے

ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

”آپ اور مولانا حامی سنت ماجی بدعت حاجی محمد لعل خاں

صاحب سلکما جو کچھ خدمات دین کر رہے ہیں، مولیٰ

عز و جل برحمتہ قبول فرمائے اور دونوں جہاں میں اس پر اجر

جزیل دے اور ہمیشہ اعدائے دین پر مظفر و منصور رکھے،

آمین۔“ (کلیات مکاتیب رضا، مطبوعہ کلیر شریف ۱/۳۵۹)

اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کو ملک العلماء کی پاسداری اور آپ کی خوشی اس قدر عزیز تھی کہ ہزار عدیم الفرستی کے عالم میں بھی جانفشانی اور عرق ریزی سے گریز نہ فرماتے، چنانچہ آپ کے

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی دہلی کی حیات علمی خدمات

ہوتا ہے کہ ملک العلماء خلفا و تلامذہ اعلیٰ حضرت میں درج ذیل خصوصیات کے حامل ہیں:

(۱) امام احمد رضا کے خلفا میں ملک العلماء سے زائد کوئی دوسرا صاحب تصانیف کثیرہ نہیں۔

(۲) ملک العلماء ہی نے ”حیات اعلیٰ حضرت“ لکھ کر رضویات کی داغ بیل ڈالی اور پہلی بار دنیا کو امام احمد رضا کی عبقری شخصیت سے روشناس کرایا۔

(۳) ملک العلماء اعلیٰ حضرت کے خلفا و تلامذہ میں سب زیادہ علوم و فنون پر دسترس رکھتے تھے۔

(۴) اعلیٰ حضرت نے سب سے زیادہ ملک العلماء کو خطوط لکھے ہیں۔

(۵) اعلیٰ حضرت کے بعد توقیت و تقویم، ہیأت و ہندسہ جیسے علوم و فنون میں تنہا ماہر تھے۔

☆☆☆

نام اپنے ایک مکتوب میں ارشاد فرماتے ہیں:

”آپ کی ’خوشی‘ کے لئے استخراج طالع و مراکز بیوت و تسویت البیوت کر کے میں بھیج سکتا ہوں انشاء اللہ تعالیٰ، مگر وقت ولادت کا دقیقہ ساعت اور موقع ولادت کے طول و عرض کا علم ضروری ہے، اس سے اطلاع دیجئے اور جب تک آپ تقویم کو اکب سب سے اس وقت خاص کے لئے استخراج کر کے مجھے بھیج دیجئے کہ اس کی جانچ کر لوں، تقویات نکالنے کے متعدد برہانی قاعدے میرے رسالہ ’مسفرالمطالع فی التقویم والطاق‘ میں ہے۔“

(کلیات مکاتیب رضا، مطبوعہ کلیر شریف ۱/۳۵۱)

مذکورہ بالا حقائق سے جہاں حضور ملک العلماء اور

علیٰ حضرت کے خصوصی تعلقات کا پتہ چلتا ہے وہیں ملک العلماء کی پاکیزہ سیرت اور عبقری شخصیت کا اظہار بھی ہوتا ہے اور یہ امر واضح

”ملک العلماء گلستان رضا کے وہ عطر بیز گل ہیں۔ جس کی رنگارنگ عطر بیزی پر اعلیٰ حضرت امام احمد

رضا فاضل بریلوی کو فخر تھا، ناز تھا، اعتماد تھا اور بھروسہ تھا، کیوں کہ آپ جملہ علوم و فنون خصوصاً علوم اسلامیہ

میں امام احمد رضا کے علمی اور فکری جانشین تھے، تفسیر و حدیث، تجوید و قرأت، فقہ و عقائد، اخلاق و تصوف،

عروض و بلاغت، ادب و لغت، نجوم و صرف، معانی و بیان، نجوم و فلکیات، ہیئت و ہندسہ، توقیت و تفسیر، رمل

و جفر، منطق و فلسفہ، جرح و تعدیل، ریاضی و مناظرہ جیسے علوم پر آپ کو دسترس حاصل تھی، اس وسعت علمی پر

آپ کی لگ بھگ ۱۰۰ تصنیفات و تالیفات شاہد عدل ہیں۔“ (مفتی عبدالرحیم نشتر فاروقی صاحب)

ملک العلماء "مکتوبات رضا" کے آئینے میں

از قلم: ڈاکٹر عبدالنعیم عزیز، ایم۔ اے، پی۔ ایچ۔ ڈی، بریلی شریف، یو پی

خط الازکار کے لئے مخصوص کیا گیا ہے۔ اس کے لئے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے۔

بجا طور پر دربار امام احمد رضا کا چودہ دن لہا جاتا ہے۔ الاستمدادی جیال الارتراد کے صفحہ ۱۹ پر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی نے حضور ملک العلماء کا ذکر اس طرح فرمایا ہے۔

میرے ظفر کو اپنی ظفر دے

اس سے شکستیں کھاتے یہ ہیں

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی نے اپنے خلف اکبر و

جانشین حجت الاسلام حضرت مولانا حامد رضا رحمۃ اللہ علیہ اور بزرگ

خلیفہ حضرت عبد السلام جہلپوری (والد حضرت برہان ملت) رحمۃ

اللہ علیہم کے بعد تیسرے نمبر پر سیدنا حضور ملک العلماء کا ذکر کیا ہے

اور میرے ظفر کہہ کر یاد فرمایا ہے، اس سے ان کے لئے امام کی

اپنائیت و محبت اور قدر و منزلت کا جو اظہار ہوتا ہے وہ اہل نظر سے

عظیم شخصیات میں ہوتا ہے۔ انہوں نے اپنے احباب و اصحاب اور مخالفین معاندین کو خطوط لکھے ہیں۔ کاش! آج امام قدس سرہ العزیز کے مکاتیب یکجا ہوتے تو ان کی شخصیت کی اور بھی نئی جہتیں سامنے

آتیں۔ اور علم و تحقیق کے نئے باب واہوتے، یہ ہم مسلمانان اہل

سنت بالخصوص رضویوں پر حضور ملک العلماء حضرت مولانا سید محمد

ظفر الدین قادری علیہ الرحمۃ والرضوان کا احسان ہے کہ اپنی تالیف

"حیات اعلیٰ حضرت" (حصہ اول) کے توسط سے ۱۴ ویں صدی کے

عظیم ترمجد اور تبحر عالم، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کی

حیات و شخصیت اور ان کے کارناموں سے روشناس کرایا "مکتوبات رضا" کے جلوے دکھا کر ان کے مکتوب نگاری کے انداز، ان کی فنی

اسلوب اور کئی اہم شخصیات کے بارے میں بھی معلومات بہم پہنچائیں۔

جهان ملك العلماء

پوشیدہ نہیں!

ملك العلماء علامہ مولانا مفتی محمد ظفر الدین قادری کی ولادت (۱۳ محرم ۱۳۰۳ھ / ۱۸۸۵ء) وصال (۱۹ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۲ھ / ۱۸ نومبر ۱۹۶۲ء) کو ہوا۔ رسول پور، میجر اضلع پٹنہ (اب ضلع ناندہ) صوبہ بہار کے ایک معزز اور علمی و دینی خانوادے کے چشمہ ۱۶ غیتہ ۲ ریز...

حضور ملك العلماء امام العصر سيد محمد ظفر الدین عظیم آبادی اللہ کی حیات اور علمی خدمات

ہدایت دی ہیں۔ مکاتیب کے ذریعہ درس بھی دیا ہے۔ انہی مناظرہ کیلئے تیار رہنے کا حکم دیا ہے۔ سنیت کی فتح پر مبارکباد دی ہے، ان سے بہت سے دینی، تبلیغی اور اشاعتی امور پر مشورے طلب کئے ہیں، اور ہدایات دی ہیں۔ اور ملك العلماء کی سیرت و شخصیت بھی اجاگر ہوتی ہے۔ مکتوبات امام احمد رضا سے ملك العلماء کے سلسلے میں

میرے بچان کریم، جان پدر بلند از جان ہجر دلدی الاعز مولانا ظفر الدین وغیرہ۔

ان القابات سے اپنائیت، چاہت اور محبت کے ساتھ عزت اور قدر و منزلت کا بھی اظہار ہوتا ہے۔ امام احمد رضا نے ملك العلماء کی صاحبزادیوں اور ان کے فرزند ارجمند صاحبزادہ ذی وقار پروفیسر ڈاکٹر مختار الدین احمد آرزو صاحب کو دعائیں دی ہیں۔ ہر ایک کی خیریت دریافت کی ہے ان کے لئے تعویذات بھیجے ہیں اور ٹھیک اسی طرح حضور ملك العلماء صاحب کو ان سب کے متعلق ہدایات دی ہیں؛ جس طرح ایک شخص اپنے بیٹے کو اپنے پوتے اور پوتوں کے بارے میں دھیان رکھنے کی ہدایات دیتا ہے۔ چند مکاتیب کے اقتباسات ملاحظہ کیجئے۔

(الف) ”ذی الحجہ میں آپ نے عزیزہ زرینہ اور اس کی

تاج الدین صاحب اور ایک منشی محمد لعل خاں رحمۃ اللہ علیہ کے نام اور ۳۲ خطوط خود ملك العلماء کے نام ہیں۔ خلیفہ تاج الدین اور منشی محمد لعل خاں صاحبان کے خطوط میں بھی ملك العلماء کا ذکر ہے اور انہی سے ان خطوط کا تعلق ہے۔

امام احمد رضا نے ملك العلماء کو جو خطوط لکھے ہیں ان میں انہیں جن القابات سے یاد کیا ہے، ان کے بچوں کی خیریت دریافت کی ہے۔ ان کے لئے دعائیں کی ہیں اور حضور ملك العلماء سے جس طرح گھریلو قسم کی گفتگو کی ہے، ان سے کتب و رسائل اور کتابوں کی عبارات وغیرہ طلب کئے ہیں۔ فتاویٰ اور تصانیف کی تعریف کی ہے۔ فقہی مسائل، فلسفہ و منطق، توفیق، تکسیر، ریاضی، نجوم، ہیئت وغیرہ علوم و فنون سے متعلق کھل کر گفتگو کی ہے۔ انہیں

تپائی پر بیٹھا ہوں کہ ڈاک میں ایک کارڈ کمری جناب مولانا مولوی سید ظفر الدین صاحب قادری رضوی فاضل بہاری صدر مدرس مدرسہ عالیہ خانقاہ سہرام مدظلہ العالی کا آیا۔ حسب ارشاد فقیر نے پڑھ کر سنایا۔ اس میں ممدوح نے فرزند ارجمند کی ولادت کی اطلاع دیتے ہوئے تاریخی نام تجویز فرمانے کی درخواست کی تھی۔ حضور نے سنتے ہی فی البدیہہ فرمایا نام تو مختار الدین (۱۳۳۶) ہونا چاہیے اور دیکھئے تو سید صاحب شاید تاریخ ہوگئی میں نے جو شمار کیا تو پورے ۱۳۳۶ھ ہوئے اور یہی سن ولادت تھا۔“

یوں تو ہر سچا پیر اپنے مرید اور اپنے خلیفہ سے اپنی اولاد کی طرح محبت کرتا ہے اور ہر ایک پر یکساں اپنی شفقتیں لٹاتا ہے لیکن ہر ایک سے اس کی نیاز کیشی حد ادب سعادت مندی اور علم و فضل وغیرہ کے اعتبار سے محبت بھی کرتا ہے اور عزت بھی اور اس پر فخر و ناز بھی کرتا ہے۔ ملک العلماء کے معاملے میں امام احمد رضا کا یہی انداز تھا۔ یہ ملک العلماء کی عظمت کا جیتا جاگتا ثبوت ہے اور اس سے ان کی سحر خیز شخصیت کا جلوہ نظر آتا ہے۔

(۲) ملک العلماء پر اعتماد :

دینی، ملی، علمی، تبلیغی اور اشاعتی امور میں امام احمد رضا ملک العلماء پر حد درجہ اعتماد کرتے تھے اور ظاہر ہے یہ ملک العلماء کے دینی درد کام کرنے کی لگن جذبے کے خلوص اور علم و فضل ہی کے سبب تھا۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی، حضور ملک العلماء کے علم و فضل کے بڑے معترف تھے۔ چند مکاتیب کے اقتباسات ملاحظہ کیجئے اور ملک العلماء کی علمی شخصیت اور ان کی عظمت کا اندازہ لگائیے۔

(الف) ”وہابیہ نے اس مسئلہ کو طول دیا ہے۔ مدت سے ان کی امید تھی کہ اصول دین چھوڑ کر کسی فرعی مسئلہ میں بحث آپڑے۔ اپنے

بہن کا صحیح وقت ولادت مع طول و عرض موضع ولادت کھینچنے کو لکھا تھا اب تک نہ آیا۔ مولیٰ عزوجل آپ کو جزاء وافر عظیم عطا فرمائے۔ آپ کی رضائی بہت محل رضا میں کام آئی۔ اس جاڑے میں جو رضائی یہاں یعنی بھاری اور بہت روئی کی تھی۔ ایک ولایتی صابرقانع کو سخت ضرورت تھی وہ ان کے نذر ہوئی اور آپ کی مرسلہ رضائی میں نے اور بھی۔ جزا کم خیر جزاء کثیر۔“ (مکتوب ۱۲، صفحہ ۲۶، حیات اعلیٰ حضرت) (ب) ”وہ پرچہ باحتیاط رکھ دیا تھا۔ اب تلاش کیا نہ ملا۔ بچیوں کو دعا“ (صفحہ ۲۸۱)

(ج) ”آپ کا خط مژدہ ولادت صاحبزادہ و طلب نام تاریخی میں آیا۔ میں نے اسی دن تہنیت کا تار دیا اور اس میں تاریخی نام مختار الدین (۱۳۳۶) لکھا۔ اس کی کوئی رسید نہ آئی۔ میں نے سمجھا کہ غیر ضروری جان کر آپ نے نہ لکھا۔ اب کہ خط آیا اس میں بھی اس کا کوئی تذکرہ نہیں تو ظن ہوتا ہے کہ تار پہنچا ہی نہیں جسے بھیجے ہوئے آج ۱۶ دن ہوئے۔ اگر ایسا ہے اطلاع دیجئے کہ تار گھر سے مطالبہ ہو۔“

(د) (۱) نعمت تازہ کی خیریت سے اطلاع دیجئے اور یہ کہ تہنیت کا تاریخ تاریخی نام مختار الدین (۱۳۳۶) کہ آپ کے نام سے ملتا ہوا بھی ہے جو میں نے ۲۸ ذی القعدہ ۳۶ھ روز جمعہ کو بھیجا۔ کیا آپ کو ملا“ مکتوبات امام احمد رضا سے ظاہر ہے کہ صاحبزادہ حضور ملک العلماء عالی جناب پروفیسر ڈاکٹر مختار الدین صاحب کا یہ نام تاریخی سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی ہی کا رکھا ہوا ہے۔ حضور ملک العلماء علیہ الرحمہ نے اس کا ذکر بحوالہ سید ایوب علی قدس سرہ ”حیات اعلیٰ حضرت“ ص ۱۳۶ پر بھی فرمایا ہے۔ لکھتے ہیں: ”انہیں کا بیان ہے پنجشنبہ کا دن ہے اور صبح کا وقت۔ حضور حجام سے خط بنوار ہے ہیں۔ قریب ہی

موافق اپنا تصدیقی خط 'دبدبہ سکندری' میں چھپ چکا ہے مگر اس قدر کافی نہیں۔ رسائل و مسائل بھیجتا ہوں۔ ایک مختصر فتویٰ اگرچہ دو ہی سطر کا ہوا اپنی مہر تے اور جتنے لوگوں کی مہر میں وہاں مل سکیں فوراً فوراً ارسال کیجئے۔"

امام احمد رضا، ملک العلماء کی فتویٰ نویسی کے قائل تھے اور ان کے فتاویٰ کو قدر کی نگاہوں سے دیکھتے تھے۔ امام احمد رضا جیسے عظیم فقیہ و مفتی اور اپنے زمانہ کے امام اعظم ابوحنیفہ کا کسی کے فتویٰ کی تعریف کرنا، اس سے فتویٰ لکھنے کو کہنا بلاشبہ اس مفتی کی فقہی عظمت کا ثبوت ہے اور یہ شرف ملک العلماء کو حاصل ہے۔ اپنے سب سے پہلے فتویٰ کے متعلق حضور ملک العلماء صاحب خود لکھتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت اسے دیکھ کر کتنے مسرور ہوئے اور انہیں انعام عطا فرمایا: "سب سے پہلے جو فتویٰ میں نے لکھا اور اعلیٰ حضرت کی خدمت میں اصلاح کے لئے پیش کیا، حسن اتفاق سے بالکل صحیح نکلا۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز اس فتویٰ کو لئے ہوئے خود تشریف لائے اور ایک روپیہ دست مبارک سے فقیر کو عنایت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: مولانا سب سے پہلے جو فتویٰ میں نے لکھا اعلیٰ حضرت کے والد ماجد قدس سرہ العزیز نے مجھے شیرینی کھانے کے لئے ایک روپیہ عنایت فرمایا تھا۔ آج آپ نے جو فتویٰ لکھا یہ پہلا فتویٰ ہے اور ماشاء اللہ بالکل صحیح ہے۔ اس لئے اسی اتباع میں ایک روپیہ آپ کو شیرینی کھانے کے لئے دیتا ہوں۔"

اس واقعہ سے اپنے تلمیذ، مرید اور خلیفہ سیامام احمد رضا کی محبت اور پدرانہ شفقت کے ساتھ ساتھ فخر و ناز کا بھی کیسا اظہار ہوتا ہے؟
(ب) "مبسوط سرحسی" کتب خانہ میں ہو تو اس عبارت کی نقل بھیجئے.....

(عبارت)..... یہ عبارت یوں ہے یا کیا اس میں کیا فرس ہے، اس کا سابق و لاحق کیا ہے؟ "مبسوط" چھپ گئی ہے مگر یہاں ابھی نہیں آئی۔ اب کہہ باز نقشہ ماہ مبارک کا کیا انجام ہوگا؟ یہ خط ابھی ڈاک کو نہ بھیجا کہ آپ کا نقشہ سحر و افطار آیا۔
"فجزا کم خیرا کثیرا"

(ج) "یہ نقشہ جلیل ہیں۔ ان کے مختلف شرائط تھے اور بقدرت الہی اس جمعہ کو سب جمع ہو گئے اور ان سے اور زیادہ تھے..... ان میں دو نقوشوں میں مکتوب کے نام کے اعداد بھی داخل کئے جاتے ہیں۔ وقت بہت قلیل تھا صرف پندرہ نام اس کے لئے تجویز کئے ان میں ایک آپ کا نام تھا۔ نقوش حاضر ہیں۔ مولیٰ تعالیٰ مبارک فرمائے۔"

امام احمد رضا کا ملک العلماء سے سرحسی کی عبارت طلب کرنا، عبارت کے بارے میں استفسار کرنا، ماہ مبارک کے نقشہ کے سلسلے میں انہیں پر اعتماد کرنا، انہیں نقوش کے سلسلے میں ۱۵ آدمیوں میں ایک قابل قدر اور قابل اعتماد، نیز اس کا اہل سمجھنا وغیرہ ملک العلماء کے علمی وقار کو خوب خوب اجاگر کرتے ہیں۔

مکتوبات نمبر ۱۰، ۱۱ (حیات اعلیٰ حضرت حصہ اول، ص ۲۵۳ تا ۲۶۱ و ص ۲۶۲ تا ۲۶۴) میں امام احمد رضا قاعدے سے بھی آگاہ فرما رہے ہیں۔ مکتوب نمبر ۳۷، ص ۳۹۰ تا ۳۹۸..... میں البرٹ ایف پورٹا سائنس دان و منجم کی جھوٹی پیش گوئی ۱۷ دسمبر ۱۹۱۹ء کہ ستاروں کے اجتماع سے دنیا میں جہاں اور بربادی آئے گی اور زلزلہ برپا ہوں گے وغیرہ کے رد میں لکھے جانے والے مضمون کی نقل بھیج رہے ہیں۔ اعلیٰ حضرت کا یہی مضمون بعد میں رسالہ "معین مبین بہر دور شمس و سکون زمین" کے نام سے شائع ہوا۔ البرٹ ایف پورٹا کی پیش گوئی کا

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رحمہ اللہ کی حیات اور علمی خدمات

لئے ہوئے ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ وہاں حاجت نہ ہوگی۔ راندر میں ابھی کوئی آدمی کام کا نہ ہوگا۔ وہاں ضرورت پڑتی معلوم ہوتی ہے۔ میں نے فاتحان بھاگل پور کو آج ہی لکھ دیا ہے کہ تیار رہیں مگر انہوں نے وہاں سے کلکتہ جانے کو لکھا تھا اور شاید ابھی انہیں اپنے اطراف میں ان کا قیام مناسب ہو۔ لہذا آپ راندر جانے کے لئے تیار رہیں۔ میرے تار کا انتظار کریں۔“

(۳) امام احمد رضا نور اللہ مرقدہ نے مولانا محمد ظفر الدین علیہ الرحمہ کو جو ۳۳ خطوط لکھے ہیں، ان میں سے چند کے اقتباسات سے یہ بخوبی واضح ہے کہ..... امام احمد رضا ان سے از حد محبت کرتے تھے۔ ایک لائق اولاد اور سعادت مند مرید کی طرح چاہتے تھے اور ایک ذی علم اور متقی خلیفہ کی حیثیت سے ان پر ہر طرح اعتماد کرتے تھے اور انہیں اپنا سچا نائب و منظر تسلیم کرتے تھے۔

امام احمد رضا کا وہ خط جو انہوں نے حضرت خلیفہ تاج الدین رحمۃ اللہ علیہ، مدیر انجمن نعمانیہ لاہور کو ملک العلماء کی بابت تحریر فرمایا تھا، اس میں ان کی تمام تر صلاحیتوں اور خوبیوں کو امام نے خود ظاہر فرما دیا ہے اور ان کی اہمیت و عظمت واضح کر دی ہے۔ لکھتے ہیں:

”مکرمی مولانا محمد ظفر الدین صاحب قادری سلمہ فقیر کے یہاں کے اعز طلبہ سے ہیں اور میرے بجان عزیز۔ ابتدائی کتب کے بعد میں تحصیل علوم کی۔ اب کئی سال سے میرے مدرسہ میں مدرس اور اس کے علاوہ کار افتاء میں میرے معین ہیں۔ میں نہیں کہتا کہ جتنی درخواستیں آئی ہوں، سب سے یہ زائد ہیں مگر اتنا ضرور کہوں گا:

- (۱) سنی خالص مخلص، نہایت صحیح العقیدہ، ہادی مہدی ہیں۔
- (۲) عام درسیات میں بفضلہ تعالیٰ عاجز نہیں۔ (۳) مفتی ہیں۔
- (۴) مصنف ہیں (۵) واعظ ہیں (۶) مناظرہ بعونہ تعالیٰ کر سکتے ہیں (۷) علماء زمانہ میں علم توقیت سے تنہا آگاہ ہیں۔ امام ابن حجر کی

انگریزی سے اردو ترجمہ حضور ملک العلماء ہی سے کرا کے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کو پیش کیا تھا۔

امام احمد رضا، ملک العلماء کے نام خط لکھتے ہیں:

”مسودہ کی پہلی نقل آپ کو مرسل ہے۔“ ”دہدہ سکندری“ وغیرہ جہاں چاہئے بھیجے مگر جلدی چاہئے کہ ۷ ارب ستمبر قریب ہے۔“

مسودہ کی پہلی نقل حضور ملک العلماء کو بھیجنے میں یہ بات بھی رہی ہوگی کہ اگر وہ چاہیں تو خود بھی مضمون کے سلسلے میں مشورے دیئے گئے ہیں ساتھ ہی ساتھ مضمون کے مطالعہ سے اپنے علم میں اضافہ بھی کریں۔ اس لئے کہ حضور ملک العلماء خود بھی ریاضی، نجوم اور ہیئت وغیرہ میں کافی مہارت رکھتے تھے اور اعلیٰ حضرت کو اس کا اعتراف بھی تھا۔

(د) مناظرہ کے سلسلے میں حضور ملک العلماء پر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی بڑا بھروسہ رکھتے تھے اور ان کے فتح و ظفر کی امید رکھتے تھے بلکہ ہر محاذ پر باطل سے نبرد آزمائی کے سلسلے میں امام کو اپنے اس روحانی اور لائق و فائق خلیفہ سے فتح یابی کی پوری پوری امید رہتی تھی بھی تو فرمایا ہے۔

میرے ”ظفر“ کو اپنی ظفردے اس سے شکستیں کھاتے یہ ہیں

مناظرہ ہی کے تعلق سے ایک خط میں حضور ملک العلماء لکھتے

ہیں:

”وہابیہ خذلہم اللہ تعالیٰ نے تین جگہ شور مچا رکھا تھا۔ بھاگلپور، فیروز آباد، راندر۔ بھاگل پور کا نتیجہ تو یہ ہوا کہ آپ کو اس اشتہار اور مولانا مولوی نعیم الدین صاحب کے خط سے واضح ہوگا۔ یہ خط اصل ہے، بعد ملاحظہ واپس ہو۔ فیروز آباد میں ایک صاحب مورچہ

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی دہلی کی حیات اور علمی خدمات

حضرت (۲) چودھویں صدی کے مجدد (۳) اجماع المحدثین تالیفات الحمد و جہان سنیت اور دنیائے علم و ادب کو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز کی حیات و شخصیت اور کارناموں سے روشناس کرانے والی پہلی شخصیت سیدنا ملک العلماء ہی کی ہے۔ آج گلشن رضویات کی توسیع اور ترقی

نے زواج میں اس علم کو فرض کفایہ لکھا ہے اور اب ہند بلکہ عامہ بلاد میں یہ علم علماء بلکہ عام مسلمین سے اٹھ گیا۔ فقیر نے بتوفیق اس کا احیاء کیا اور سات اصحاب بنانا چاہے جس میں بعض نے انتقال کیا۔ اکثر اس کی صعوبت سے چھوڑ کر گھر جا بیٹھے۔ انہوں نے بقدر کفایت اخذ کیا اور اب میرے یہاں کے اوقات طلوع و غروب و

امام احمد رضا دینی، روحانی اور علمی پیشوا، ایک عبقری اور ہمہ جہت شخصیت کے سچے نائب و مظہر میں جو خوبیاں ہونی چاہئے تھیں، وہ سبھی حضور ملک العلماء میں موجود تھیں۔

خلفائے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی میں حضور ملک العلماء سے زیادہ کثیر التصانیف دوسرا نہیں ہے۔ انہوں نے مختلف نقلی اور عقلی علوم و فنون پر بالخصوص فقہ، حدیث، سیر، نحو، فلسفہ، منطق، توحید، ہیئت اور نجوم وغیرہ پر ستر کتابیں لکھی ہیں۔

”الجامع الرضوی المعروف بحج البہاری“ ان کی سب سے زیادہ مشہور اور علمی تالیف ہے۔ اس کے چھ حصے ہیں جو تقریباً ۲۸ ہزار احادیث کا عظیم گلدستہ ہے۔

رضویات پر ان کی تین کتابیں بہت ہی مشہور ہیں اور اولیات ملک العلماء میں شامل ہوتی ہیں۔ وہ ہیں (۱) حیات اعلیٰ

ملک العلماء: مکتوبات رضا کی روشنی میں

از قلم: ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی پورنوی

قدر و قیمت ہر دو اعتبار سے نہایت وقیح ہیں، لہذا مکتوبات رضا کے اجالوں میں ملک العلماء کو تلاش کرنے سے پہلے، آئیے اس عظیم و محبوب تر مکتوب الیہ کی صدا بہار زندگی کا اجالی خاکہ پیش نظر رکھیے۔

۱۰ محرم الحرام ۱۳۰۳ھ میں وہ پیدا ہوئے، ۱۳۲۰ھ میں

اپنے زمانے کے ماہر و مشہور استاذ حدیث مولانا وصی احمد محدث سورتی سے ”مدرسہ حنفیہ“ پٹنہ میں اخذ علم کیا۔ ۱۳۲۱ھ میں ماہر

معقولات مولانا احمد حسین کان پوری سے معقولات میں استفادہ کیا، ۱۳۲۱ھ میں ہی مرکز علم و عرفان بریلی حاضر ہوئے اور شرف

بیعت حاصل کیا۔ ۱۳۲۲ھ میں ”منظر اسلام“ کے قیام میں بانیانہ کردار ادا کیا، ۱۳۲۵ھ میں فارغ التحصیل ہوئے، سنہ مذکورہ ہی

میں منظر اسلام کے استاذ نامزد ہوئے اور امام احمد رضا نے تمام سلاسل طریقت کی اجازت و خلافت عطا فرمائی۔ نیز ”ملک العلماء

“ اور ”فاضل بہار“ کے خطاب سے نوازا، ۱۳۲۶ھ میں ادنی مدنی جہ دے کر مناظرہ میوات کے لیے روانہ فرمایا۔ ۱۳۳۶ھ ہی میں

فرخندہ طالع لڑکا تولد ہوا، تو امام احمد رضا نے تہنیت کا تاریخ بجا۔ ۱۳۲۹ھ تک بریلی رہے، دینی خدمات کا ریکارڈ قائم کیا،

پھر شملہ اور آرہ ہوتے ہوئے ۱۳۳۰ھ کو ”مدرسہ شمس الہدیٰ“ پٹنہ کی مسند فقہ و تفسیر کو زینت بخشی، ۱۳۳۲ھ میں ”خانقاہ کبیریہ“ سہرام

تشریف لے گئے اور علم و فضل کے گوہر لٹائے، ۱۳۳۸ھ میں بحیثیت سینئر استاذ باصرار دوبارہ ”مدرسہ شمس الہدیٰ“ بلا لیے گئے۔ ۱۹۳۸ء

ملک العلماء حضرت مولانا سید محمد ظفر الدین، دریائے گنگا کے لب پر آباد شہر عظیم آباد، پٹنہ میں پیدا ہوئے، شفقتِ پداری کی گھنیری چھاؤں میں تقیسی سفر کا آغاز کیا، نہر نہر، دریا دریا، غواصی کرتے اور آبدار موتی مونگا چن چن کر دامن مراد بھرتے رہے۔

تا آنکہ توفیق ایزدی نے سعادت شعار جو یائے علم کو فضیلت آثار استاذ، امام احمد رضا کی دہلیز پر پہنچا دیا، بلبل کو پھول اور پیاسے کو

پگھٹ چاہیے، بس یہیں انہوں نے ڈیرا ڈالا، آسن جمایا اور دھونی رمائی، ذہین و فطین، اخاذ و نباح، موفق من اللہ اور تراشیدہ کمال

قدرت تو تھے ہی، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی فیضِ صحبت نے سونے پر سہاگے کا کام کیا اور پھر یہیں سے آپ کی حیاتِ مستعار کا دوسرا

زریں دور شروع ہوا، بریلی، آرہ، پٹنہ، کلکتہ، سہرام اور کلپھار کی کشتِ علم پر برکتِ علم برسا کر خیابانِ رضا سے اٹھنے والا یہ ابر بارندہ

اپنی ہی زمین کے افق پہ جا کر تھم گیا اور خاکِ ہند کے جس مردم خیز خطے سے علوم و معارف کا یہ سورج اُگا تھا، برصغیر کے ذرے ذرے

کانٹے کانٹے کو چمکا کر اسی خطے کے ایک حصے ”شاہ گنج“ میں روپوش ہو گیا۔

ملک العلماء امام احمد رضا کے سب سے بڑے مکتوب الیہ ہیں۔ چونکہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے ذخیرہ مکاتیب میں سب

سے زیادہ مکتوب آپ ہی کے نام ملتے ہیں، جو کمیت و کیفیت اور

میں ”مدرسہ شمس الہدیٰ“ کے پرنسپل ہوئے اور ۱۹۵۰ء میں پرنسپل کے عہدے سے سبکدوش ہوئے۔ ۱۹۵۰ء میں شہر کلہاڑی میں جامعہ لطیفیہ بحر العلوم کا افتتاح فرمایا۔ ۱۹۶۰ء تک یہیں آپ کا چشمہ علم و فن بحر قلزم اور مہاساگر بن کر بہتا رہا، ملک العلماء کے شہکار شاگرد علامہ خواجہ مظفر حسین پورنوی، اسی زمانہ خیر و برکت کی حسین یادگار ہیں۔ ۱۸ نومبر ۱۹۶۲ء کو وصال فرمایا۔

اس تمہیدی خاکے کی روشنی میں حیات ملک العلماء کو مقالہ نگار تین ادوار میں تقسیم کرتا ہے، پہلا دور ۱۳۰۳ھ تا ۱۳۲۱ھ۔ دوسرا دور ۱۳۲۱ھ تا ۱۳۴۰ھ۔ اور تیسرا دور ۱۳۴۰ھ تا ۱۳۸۲ھ تا ۱۹۶۲ء۔ پہلا دور اور تیسرا دور ظاہری ربط و تعلق سے خالی نظر آتا ہے، البتہ تیسرے دور میں نسبت علمی اور روحانی تعلق ضرور قائم ہے بلکہ اس رسم محبت کا رشتہ تو جنتی بہاریں لوٹنے تک استوار رہے گا۔ بچا دوسرا دور جو نہایت تابناک ہے اور تقریباً ۱۹ سالوں پر محیط۔ پھر اس کی بھی تین حیثیتیں ہیں، (۱) ملک العلماء بحیثیت طالب علم ۱۳۲۱ھ تا ۱۳۲۵ھ (۲) ملک العلماء بحیثیت مدرس ’منظر الاسلام‘ مصنف، مناظر، معتمد مفتی اور مشیر خاص امام احمد رضا ۱۳۲۵ھ تا ۱۳۲۹ھ، (۳) ملک العلماء بحیثیت مفسر، محدث، فقیہ، مناظر، مصنف، مرشد طریقت، مکتوب الیہ اور مسلک امام احمد رضا کا جاں نثار نقیب و ترجمان۔ راقم آٹھم کا موضوع گو تیسری حیثیت سے تعلق رکھتا ہے، مگر پہلی دونوں حیثیتوں پر ایک سرسری نظر ڈال لیجیے تاکہ ربط باہم کے نشانات ابھرا بھر کر خود سامنے آسکیں۔

۱۳۲۱ھ میں ملک العلماء بریلی شریف وارد ہوئے ہیں اور چند دنوں میں ہی وہ اپنی ذہانت و متانت، بلند سیرت، حسن عمل، علمی اٹھان اور فکری اڑان کی بنا پر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے دل میں گھر بنا لیتے ہیں۔ وہ حلوہ کھاتے ہیں، عیدی و تہواری پاتے ہیں،

خاص خاص موقع پر جوڑا ملتا ہے، اونی مدنی جب دیا جاتا ہے وہ بھی حرم نبوی کا، وہ پھولے نہیں ساتے ہیں، ان کے لیے کرتا، ٹوپی، پانچامہ اور بیش قیمت انگرکھا بنایا جاتا ہے، وہ برسوں تک استعمال کرتے ہیں، اتنا سارا پیار کیوں نہ ملے، وہ مربی و مشفق اتالیق، سرپا ادب و نیاز تلمیذ، آہ! کیسے کیسے الطاف و عنایات خسروا خدا کر کیا انعام و اکرام کہ سو سو جان قربان! امام احمد رضا خود فرماتے ہیں ”جیسے مصطفیٰ (مفتی اعظم ہند) ویسے تم“ شفیق استاذ نے اندر باہر کی تفریق مٹا دی تھی، عربی مدارس کے اساتذہ سبق سیکھیں۔

درس نظامی کی تکمیل اور رسم فراغت سے تین سال پہلے ہی ۱۳۲۲ھ میں ملک العلماء نے پہلا فتویٰ لکھا، جھجکتے ہوئے اصلاح کے لیے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی خدمت میں پیش کیا، پھر کیا، اس کی منظر کشی انہیں کے لفظوں میں دیکھیے اور بلندی اقبال پر رشک کیجیے:

”۱۳۲۲ھ میں سب سے پہلے جو میں نے فتویٰ لکھا اور اعلیٰ حضرت کی خدمت میں اصلاح کے لیے پیش کیا، حسن اتفاق سے بالکل صحیح نکلا، اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز اس فتویٰ کو لیے ہوئے خود تشریف لائے اور ایک روپیہ دست مبارک سے فقیر کو عنایت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: مولانا! سب سے پہلے جو فتویٰ میں نے لکھا اعلیٰ حضرت (مولانا تقی علی خان) والد ماجد قدس سرہ العزیز نے مجھے شیرینی کھانے کے لیے ایک روپیہ عنایت فرمایا تھا آج آپ نے جو فتویٰ لکھا یہ پہلا فتویٰ ہے اور ماشاء اللہ بالکل صحیح ہے، اس لیے اسی اتباع میں ایک روپیہ آپ کو شیرینی کھانے کے لیے دیتا ہوں۔“

علم و حکمت، بصیرت و تدبر، اصابت رائے، صلابت فکر، سچے شعور اور راست سوچ کے پیکر تھے حضور ملک العلماء۔ امام احمد رضا کی جو ہر شناس نگاہوں نے نظر اول ہی میں پہچان لیا، اُن کی گہر

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رحمہ اللہ کی حیات اور علمی خدمات

زمانہ شاہد ہے، برصغیر کے کرۂ زمین پر قدیم و جدید تعلیمی مراکز میں جو چراغِ علم فروزاں ہے اس کے روغن کا سررشتہ مجددِ اسلام اور منظرِ اسلام سے ضرور جڑا ہوا ہے، ماتم یہ ہے کہ تاریخ مرتب نہیں، منظرِ اسلام کی خدمات (جو شجرِ سایہ دار کی طرح پھیلی ہوئی ہیں) کا تاریخی تناظر میں جائزہ لیا جائے۔ تاریخ ہند میں خدمتِ علم اور اشاعتِ دین کا یہ سب سے روشن باب ہے، مگر ہائے صد حیف! یہی باب سب سے زیادہ تاریکیوں میں مستور ہو کر رہ گیا ہے، خزانے کھنگالے جائیں، دینے اچھالے جائیں، جامعہ منظرِ اسلام کے موجودہ اربابِ مجاز کو اس طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

”منظرِ اسلام“ قائم ہو گیا۔ حضور ملک العلماء پڑھتے، اعلیٰ حضرت کے مشاغلِ علمیہ میں ہاتھ بٹاتے، نقل و تمبیض کرتے، حوالہ جات نکالتے، حوادثِ زمانہ پر بھی گہری نظر رکھتے، وقت کے سرکشوں کو کرار جواب دیتے، الصحبۃ مؤثرہ کے بموجب رہو اور قلم مہینہ لگ چکی ہوتی ہے، لہذا وہ تصنیف و تالیف بھی کرتے، عہد طالب

ی سوچ اور باوزن افکار کا کس قدر احترام تھا، یہاں، ”جامعہ منظرِ اسلام“ کی تاسیس کے پس منظر میں ذرا جھانک کر دیکھئے، سب سے پہلا داعیہ جس کے دل میں انگڑائی لیتا ہے، وہ ملک العلماء ہی تھے اور ”منظرِ اسلام“ کے موسس علام اپنے ہونہار محرک اور منہمند مجوز کی خوب صورت تحریک و تجویز کو رد نہ فرما سکے، تحریک کی طاقت اور خلوصِ فکر نے رنگ لایا اور اسی سال منظرِ اسلام کا قیام عمل میں آ گیا۔ تفصیلات کے لیے مولانا محمود احمد قادری کی ”تذکرہ علمائے اہل سنت“ وغیرہ دیکھیے۔

بعد میں یہی ”منظرِ اسلام“ بغدادِ العلم کہلایا، رشکِ یونان و اصفہان بنا، غرناطہ سبسا اور دہلی، لکھنؤ شرمسار ہوا، بڑے بڑے علمی مراکز سرنگوں ہوئے، اونچی درسگاہیں اور نامور تعلیم گاہیں لپٹائی نظروں سے دیکھنے پر مجبور ہو گئیں، رحمتِ رب کی گھٹائیں ٹوٹ کر برسیں اور بابِ العلم کے محافظ و امین نے دروا کر دیا اور مدینۃ العلم رحمتِ بردوش معلم صلی اللہ علیہ وسلم کی نوازش و کرم نے اعلیٰ حضرت کو

چٹائی پہ بیٹھے، زانوئے تلمذ تہہ کرے اور ہمیل درسیات ہوتے ہی اسی درسگاہ کی مسند تدریس کی زینت بنا دیا جائے، اس خصوص میں ملک العلماء منفرد نظر آتے ہیں۔

تپسی ۱۱-۱۱-۱۱
۱۳۲۵ھ میں ملک العلماء نے نصابِ تعلیم پورا کیا، تو خوب دھوم سے جشنِ بہاراں منایا گیا۔ اُن کی پیشانی مبارک پہ وردۃ

الانبیاء کا تاج سجا، عباقرہ عصر کے بابرکت ہاتھوں نے دستار باندھی، سند و شہادت سے نوازے گئے، بیعت مرشد کا شرف حاصل تو تھا ہی، جملہ سلاسل طریقت کی اجازت و خلافت سے سرفراز کیے گئے۔ ”ملک العلماء“ اور ”فاضل بہار“ خطاب عطا ہوا، میکدے کا جو کبھی میکش تھا، ساقی مقرر ہوا، جو کبھی تشہ تھا، سیراب ہو گیا، جو کبھی معلم تھا، طالبان علوم نبوت کا معلم نامزد ہوا، واہ رے سرفرازیں!! ان سعادتوں میں بھی حضور ملک العلماء کی انفرادی شان معلوم ہوتی ہے۔

بحر شریعت و طریقت کے تیراک، امام احمد رضا کے علم و عمل کا مظہر، فکر و قلم کا پرتو، فیضان نظر کی کرامت اور خصوصی توجہات کے محور نے بعد اعجاز جب تدریس کی ابتدا فرمائی، تو عمل تدریس، نصاب تعلیم، نظام اخلاق، مدرسین و معلمین و متعلمین کی تعداد یا ان کے کھان پان اور رہائش وغیرہ اور منظر اسلام کی تعمیر و توسیع، کن کن جہتوں میں کی گئی۔ کیا کیا اصلاحات و ترمیمات ہوئیں، کیسی کیسی ترقیاں ہوئیں اور کس قسم کے اثرات و ثمرات رونما ہوئے۔

جس درس گاہ فیض بخش کا ہر ذرہ آفتاب و مہتاب بن کر چمکا، افسوس! ان احوال تک دستِ قلم کی رسائی نہیں، لیکن ملک العلماء کے چاک و چوبند ذہن و دماغ اور زمین شور میں سنبل اگانے والی صلاحیت و قابلیت کے قرین قیاس یہی ہے کہ نمایاں ترین نتائج برآمد ہوئے ہوں گے۔

۱۳۲۶ھ میں ملک العلماء اپنی عمر کی تیسویں بہار سے گزر

”اس وقت اعلیٰ حضرت نے مجھے یاد فرمایا اور حکم دیا کہ ملک میوات تحصیل نواح فیروز پور جھر کا میں وہا بیوں سے مناظرہ کرنا ہے۔ آپ مولانا کے ساتھ تشریف لے جائیے اور وہا بیوں کو شکست دیجیے۔ میں نے عرض کی تعمیل ارشاد کو حاضر ہوں، حضور کے دعا کی ضرورت ہے، حضور کی دعا شامل حال رہی تو وہا بیہ کو ضرور شکست ہوگی۔ اس وقت اعلیٰ حضرت مکان کے اندر تشریف لے گئے اور ایک اونی جبہ لاکر مجھے عنایت فرمایا اور ارشاد ہوا کہ یہ مدینہ طیبہ کا ہے۔ نمانے اسے دونوں ہاتھوں سے لے کر سر پر رکھا اور آنکھوں سے لگایا۔

اونی مدنی جبہ کے جلوؤں نے اپنا اثر دکھایا اور امام احمد رضا کی دعا ”میرے ظفر کو اپنی ظفر دے“ کی تاثیر و برکت (جو آپ کے فرق اقدس کی جھومر ٹھی) کامرانیوں نے قدم چوما، وہا بیوں کو سنگین شکست ہوئی اور آپ فاتح و غالب ہو کر واپس تشریف لائے۔ تمام تفصیلی روداد آپ کی کتاب ”شکستِ سفاہت“ میں موجود ہے۔ ”میرے ظفر“ میں جو پیار، اپنائیت اور اعتماد کا عنصر پایا جاتا ہے، اس سے ہر صاحب ذوق لطیف، لطف اندوز ہو سکتا ہے۔

اقتدار ہند میں لوگوں کو دینی ضرورتیں پیش آتیں، تو وہ امام احمد رضا کو خط لکھتے، درخواست بھیجتے۔ چنانچہ ۱۳۲۸ھ میں جامعہ نعمانیہ لاہور کے دبیر نے اعلیٰ حضرت کو ایک باکمال عالم و فاضل کے لیے خط لکھا۔ تو جواب میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے محتاط قلم نے ملک العلماء کا تعارف، نقیضہ لکھا۔

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدنی کی حیات اور علمی خدمات

بفضلہ تعالیٰ عاجز نہیں۔ مفتی ہیں، مصنف ہیں، واعظ ہیں، مناظرہ بعودہ تعالیٰ کر سکتے ہیں۔ علمائے زمانہ میں علمِ توقیت سے تنہا آگاہ ہیں اور اب میرے یہاں کے اوقات طلوع و غروب و نصف النہار کے لیے روز و تاریخ کے لیے اور جملہ اوقات ماہ مبارک رمضان شریف کے لیے بھی بناتے ہیں۔ فقیر آپ کے مدرسے کو اپنے نفس پر ایثار کر کے انہیں آپ کے لیے پیش کرتا ہے۔“

دینی علوم کی جملہ شاخوں میں آپ کو دستگاہ کامل حاصل تھی۔ آپ کی بے مثال تدریسی خدمات اور قیمتی تصانیف اس امر پر شاہد ہیں۔ مگر بعض وہ فنون جن کو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے آپ کو خصوصاً سکھائے، پڑھائے، جن کے سبب وہ اپنے ہم عصروں میں فائق تر کہلائے، کم تروں میں تو کیا ہم سروں میں بھی برتر ثابت ہوئے۔ تفوق و برتری کے سبب نامورانِ زمانہ اور استاذ جامعات آپ سے اخذ علم کرتے نظر آئے۔“ ۱۳

امام احمد رضا کی نگاہ ناز میں ملک العلماء علمائے زمانہ میں علمِ توقیت سے تنہا آگاہ ہیں۔ ۱۴ دبدبہ سکندری رام پور کے مدیر ایک سائل کی توجہ ان کی طرف پھیرتے ہوئے کہتے ہیں:

”اس وقت آپ (ملک العلماء) ایسی علمِ ہیئت و حروف و اعداد کی ماہر دوسری ہستی کل ہند میں ہماری نظر میں نہیں ہے۔“ ۱۵
اجمل خاں طبیبہ کالج مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے پروفیسر علامہ ابرار حسین فاروقی معقولاتی علوم میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے عبور و کمال اور تحقیقات و اکتشافات پر روشنی ڈالتے ہیں اور ثبوت کے طور پر ملک العلماء کو پیش کرتے ہوئے رقم کرتے ہیں:

”حضرت اقدس (امام احمد رضا) کے ایک شاگرد و رشید حضرت مولانا ظفر الدین قادری بہاری رحمۃ اللہ علیہ کی لامثال تصانیف درج ذیل ہیں (۱) مؤذن الاوقات برائے بہار (۲)

مؤذن الاوقات برائے بریلی (۳) مؤذن الاوقات برائے نئی تال (۴) الجواہر والیوقیت فی علم التوقیت، علم ہیئت پر مفید تر تصانیف ہیں جو ہر اعتبار سے لامثال ہیں اور وہ استاذ کے تبحر علمی پر شاہد عدل ہیں۔“ ۱۶

مبئی، کلکتہ، گوالیار، بریلی، نئی تال، ملتان اور لاہور جیسے شہروں کے اوقاتِ صلوٰۃ و صیام حضور ملک العلماء نے مرتب فرمائے اور علی الترتیب حسب ذیل ذی حشم ہستیوں نے اصرار و فرمائش کی۔ شیر بیٹہ اہل سنت مولانا شمس علی خاں لکھنوی، حضرت الحاج لعل محمد خاں کلکتوی، حضرت مولانا امجد رضا خاں قادری، حضرت مولانا حسین رضا خاں، حضرت مولانا حامد رضا خاں، جناب نیاز احمد قادری اور حضرت مولانا ابوالحسنات سید احمد، حزب الاحناف لاہور۔

۱۳۲۹ھ تک ملک العلماء صحبتِ شیخ کی حیات افروز پر چھائیوں میں رہے۔ اس مدت میں علمِ نبوت کے طلب گاروں کی پیاس بجھاتے، فتویٰ نویسی کرتے، وعظ و خطاب کرتے، تصانیفِ رضا کی نقل و تبیض کرتے، رد و مناظرے اور علمی مذاکرے کے لیے جاتے، تعویذات لکھتے، طباعت و اشاعت کے سارے امور انجام دیتے اور پھر خدا معلوم کتنی برکت تھی ان کے وقتوں میں کہ تصنیف و تالیف کرتے، دورانِ تدریس آپ کی حقیقت رقم نوکِ قلم کے خوش گوار نتائج دیکھیں۔

(۱) التعلیق علی القدوری ۱۳۲۵ھ (۲) اعلام الساجد بصرف الجلود الاضحیة فی المساجد ۱۳۲۵ھ
(۳) الفیض الرضوی فی تکمیل الحمیری ۱۳۲۶ھ (۴)
بسط الراحة فی الحظر والاباحة ۱۳۲۶ھ (۵) شکست
سفاہت ۱۳۲۶ھ (۶) المجمع المعداد لتالیفات المجدد
۱۳۲۷ھ (۷) مسجم الکثرة علی کلاب المطرة (۸) النبراس

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدنی کی حیات اور علمی خدمات

سے وضو کرنے لگی ہیں، پاؤں سوسومن کے ہو گئے ہیں۔ مگر امام رضا کی علمی چھاؤنی کا یہ سپہ سالار بھیگی پلکوں اور بوجھل قدموں کے ساتھ جب ہمہ جہت دینی مہمات پر روانہ ہوا ہے، تو بڑے بیسبا معر کے از خود سر ہو گئے ہیں۔ وہ جدھر سے گزرا حق و ہدایت کے جھنڈے گاڑتا چلا گیا۔ لاہور ۲۰، ڈھاکہ اور بریلوی ۲۱ تک ان کے نقوش کا نشان منزل بن گئے اور علم و دانش کی خوشبوؤں سے مسلم آبادیاں مہک اٹھیں۔ مومن بستیاں مہک اٹھیں۔ دوریاں پیدا ہوئیں، تو باہن رابطوں نے خط و کتابت کا روپ دھار لیا۔ مراسلت کا یہ سلسلہ اللذہب ۱۳۳۰ھ سے شروع ہو کر ۱۳۴۰ھ تک رہا، مگر مقالہ نگار کے سامنے ۱۳۳۲ھ کا مکتوبی مواد ہے۔ بعید نہیں کہ قبل و بعد بھی مکاتبت ہوئی ہو۔ اس عرصے میں امام احمد رضا کے مکتوب الیہ کو پٹنہ، کلکتہ اور ہیرام جانا پڑا۔ خود مکتوب منہ بھی بریلی کے سوا کبھی بھولائی، نینی تال رہے مگر مجوں کو

لدفع ظلام المنہاس ۱۳۲۹ھ۔“ ۱۷
مندرجہ بالا رشحاتِ قلم اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی نگاہ سے ضرور گزرے ہوں گے۔ تقریظ و تصدیق لکھی گئی ہوگی اور شاید اصلاح و ترمیم بھی، کیونکہ مسترشد کی کاوش قلم مرشد کی نظر سے گزرتی تھی۔ مطالعہ خطوط سے یہی اندازہ ہوتا ہے بلکہ گمان یقین میں بدل جاتا ہے۔ اے کاش! یہ جواہر پارے مقالہ نویس کی دسترس میں ہوتے، تو دونوں بزرگانِ ذیشان کی قلمی ارتسامات سے نگاہیں نور لیتیں۔
ملک العلماء بزم احباب میں بیٹھتے تو بزم کو کشتِ زعفران بنا دیتے۔ علمی مجلس میں بات کرتے، تو اُلجھی گتھیاں سلجھا دیتے۔ ناقد و مبصر بنکر بحث کرتے، تو بڑے بڑے باکمالوں اور صاحبانِ جبہ و دستار کے جتے جتے اتار دیتے۔ مناظرہ گاہ میں ہوتے تو مددِ مقابل کو یوں استدلالی چر کے لگاتے کہ خصم دھول چاٹا رہ جاتا۔ صداقت

محررہ ۳۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۲ھ

ایضاً..... ۲

پر مدرسہ حنفیہ میں الغربا آرا چلے گئے۔ وہیں سے آپ لومدرسہ مس الہدیٰ پٹنہ بلا لیا گیا۔ اور اقی بہرت سے لگتا ہے کہ شملہ و آ رہ میں آپ کا وقفہ قیام تھوڑا تھوڑا رہا، اس لیے تصنیف و مراسلت کا تعلق سیدھے پٹنہ سے جوڑ دیا گیا ہے۔

محررہ ۸ جمادی الاخریٰ ۱۳۳۲ھ

ایضاً..... ۳

ملک العلماء بریلی کی علم پرور بہاروں کو الوداع کہہ رہے ہیں، دل نواز فضاؤں کو سلام کہہ رہے ہیں۔ دل بھر آیا، آنکھیں آب اشک

محررہ ۵ شعبان المعظم ۱۳۳۲ھ

ایضاً..... ۴

محررہ ۱۴ شعبان المعظم ۱۳۳۲ھ

ایضاً..... ۵

محررہ ۲۶ شعبان المعظم ۱۳۳۲ھ

ایضاً..... ۶

محررہ ۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۳ھ

ایضاً..... ۷

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رضوی کی حیات اور علمی خدمات

محرمہ ۵ / محرم الحرام ۱۳۳۷ھ	ایضاً..... ۱۳	محرمہ ۵ / شعبان المعظم ۱۳۳۳ھ	ایضاً..... ۸
محرمہ ۲۳ / محرم الحرام ۱۳۳۷ھ	ایضاً..... ۱۵	محرمہ ۵ / شعبان المعظم ۱۳۳۳ھ	ایضاً..... ۹
محرمہ ۱۳ / ربیع الثانی ۱۳۳۸ھ	ایضاً..... ۱۶	محرمہ ۱۷ / ربیع الثانی ۱۳۳۳ھ	ایضاً..... ۱۰
محرمہ ۱۳ / صفر المظفر ۱۳۳۸ھ	ایضاً..... ۱۷	محرمہ ۵ / ربیع الثانی ۱۳۳۳ھ	ایضاً..... ۱۱
محرمہ یکم / ربیع الاول ۱۳۳۸ھ	ایضاً..... ۱۸	محرمہ ۲۱ / ذی الحجہ المرجب ۱۳۳۳ھ	ایضاً..... ۱۲
کتوب رضاینام حضور ملک العلماء بزمانہ قیام ہند		محرمہ ۲۲ / ذی الحجہ المرجب ۱۳۳۳ھ	ایضاً..... ۱۳
محرمہ ۳ / ذی الحجہ المرجب ۱۳۳۹ھ	ایضاً..... ۱	محرمہ ۱۱ / شعبان المعظم ۱۳۳۳ھ	ایضاً..... ۱۴
محرمہ ۱۲ / شعبان المعظم ۱۳۳۹ھ	ایضاً..... ۲	محرمہ ۲۲ / شعبان المعظم ۱۳۳۳ھ	ایضاً..... ۱۵
محرمہ ۱۵ / ماہ مبارک ۱۳۳۹ھ	ایضاً..... ۳	کتوب رضاینام ملک العلماء بزمانہ قیام ہند	
محرمہ ۲۳ / ماہ مبارک ۱۳۳۹ھ	ایضاً..... ۴	محرمہ ۲۶ / ماہ رمضان المبارک ۱۳۳۳ھ	ایضاً..... ۱
محرمہ ۲۵ / ماہ مبارک ۱۳۳۹ھ	ایضاً..... ۵	محرمہ ۱۳ / شوال المعظم ۱۳۳۳ھ	ایضاً..... ۲
		کتوب رضاینام ملک العلماء بزمانہ قیام ہند	
		محرمہ ۱۳ / صفر المظفر ۱۳۳۵ھ	ایضاً..... ۱

کتوبات رضا کے تراشے پیش کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس عرصے میں حضور ملک العلماء کی ان تصانیف کا تذکرہ کیا جائے گا۔ آج کے روزگار میں

جهان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی شہر کی حیات اور علمی خدمات

کاسمہ ظفر الدین آمین السلام علیکم ورحمة اللہ علیہ
وبرکاتہ ولدی وزینی وقرۃ عینی، برادر دینی و یقینی
مولانا مولوی محمد ظفر الدین صاحب جعلہ اللہ تعالیٰ
کاسمہ ظفر الدین آمین، السلام علیکم ورحمة اللہ
وبرکاتہ ولدی اعزى اعزک اللہ فی الدنیا والدی
وجعلک کاسمک ظفر الدین آمین آمین آمین؟ السلام
علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ ولدی الاعز حاضی السنہ
ماحی الفتنة جعلہ اللہ تعالیٰ کاسمہ ظفر الدین، السلام
علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ، ولدی الاعز المکین مولانا
المکرم ذی العلم المتین جعلہ کاسمہ ظفر الدین، السلام
علیکم ورحمة وبرکاتہ ولدی الاعز حامی السنن مولانا
مولوی محمد ظفر الدین صاحب جعلہ کاسمہ ظفر الدین
آمین، السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ مولانا

۱۳۳۵ھ (۵) عافیہ ۱۳۳۵ھ (۶) وافیہ ۱۳۳۵ھ (۷) تحفۃ الاحباب فی
فتح الکوة والباب ۱۳۳۶ھ (۸) القصر السننی علی بناء المغنی ۱۳۳۶ھ
(۹) تحفۃ الاحبار فی اخبار الاخیار ۱۳۳۷ھ (۱۰) نظم البانی علی حروف
المعانی ۱۳۳۷ھ (۱۱) الاکسیر فی علم التفسیر ۱۳۳۷ھ (۱۲) سرور القلب
الحزون فی البصر عن نور العیون ۱۳۳۸ھ - ۲۲

تصانیف بزمانہ قیام پٹنہ بار دوم ۱۳۳۸ھ تا ۱۳۴۰ھ:

(۱) ندوة العلماء ۱۳۳۸ھ (۲) ہادی البدایة لترك الموالاة

(۳) توضیح الافلاک معروف بہ سلم السماء ۱۳۴۰ھ

مکتوب ایک کیمبرہ ہے جو مکتوب نگار کے عہد کی حالتوں، ان
کی ذات، شخصیت، فکر و خیال، مسلک و عقیدہ حتی کہ جلوت و خلوت
تک کی تصویریں اُتار کر رکھ دیتا ہے۔ گرچہ مکتوب نگار کے حاشیہ
خیال میں بھی نہیں ہوتا کہ ان کا مکتوب کبھی شائع بھی ہوگا۔ بایں معنی
مکتوب نگار کی شخصیت کو پرکھنے کا مکتوب سب سے قوی ترین ذریعہ

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدنی کی حیات اور علمی خدمات

رسائل اور مسودات و مہیحات کی لین دین اور ذاتی تعلق و لگاؤ۔

مکتوب ماضی کا آئینہ ہوتا ہے۔ آپ اس میں وہ سب کچھ دیکھ سکتے ہیں جو اس دور میں وقوع پذیر ہوئے مکاتیب امام احمد رضا کے کئی پہلو ہیں۔ علمی، ادبی، اصلاحی، تاریخی، سیاسی، سماجی، تہذیبی کئی خطوط تو کئی کئی صفحات پر پھیلے نظر آتے ہیں۔ جبکہ کچھ خطوط چھوٹے اور سلاست و سادگی کے آئینہ دار ہیں۔ اس مضمون میں ساری باتیں سمیٹنا مشکل ہے۔ اس لیے یہاں صرف چند گوشوں کا جائزہ لیا جاتا ہے اور مثلاً دو چند ہی اقتباسات نقل کیے جاتے ہیں، گوکہ مقالہ طویل ہو ہی جائے گا، مگر مزید زخم طوالت سے چور نہ ہو۔

امام احمد رضا آیت ربانی، برہان دین، معجزہ رسول اور مجدد اسلام تھے۔ وہ آئے تو خزاں رسیدہ چمن اسلام ہرا ہوا، مردہ سنتیں زندہ ہوئیں۔ وہ بلا دلیل کوئی بات نہیں کہتے، بلکہ ایک مسئلے پر درجنوں دلیل دیتے۔ پاس میں کوئی کتاب موجود نہ ہوتی، تو وہ حضور ملک العلماء کو خط لکھتے اور نیا زمند شاگرد کتب و عبارات فراہم کرتے، علمی رفاقت کا ثبوت دیتے۔

”کل کے کارڈ میں اتنا لکھنا رہ گیا کہ نبیذ تمر سے وضو کے بارے میں جتنی بحث مبسوط سرخی و غلیہ البیان میں ہو وہ بھی، تمامہ درکار ہے۔ کافی سے اس بحث کی حاجت نہیں کہ وہ یہاں موجود ہے۔ ماہ مطلق کی بحث سے چند اوراق میرے نسخے میں نہیں ہیں، اور ایک بات پہلے بھی شاید آپ کو لکھی تھی اور ممکن ہے کہ آپ نے جواب دیا ہو، جو مجھے یاد نہیں وہ یہ کہ فتاویٰ امام قاضی خان فصل ما یجوز بہ التیمم اس مسئلے میں جناب تیمم للظہر و صلی ثم احدث (الی قولہ)..... ما یکفی الاغتسال تیمم۔ جتنے نسخے مطبوعہ ہیں سب میں عبارت ناقص اور مختل ہے۔ مصر، کلکتہ، لکھنؤ تینوں کے چھاپے کے علاوہ اگر وہاں کوئی قلمی نسخہ یا اور کسی مطبع کا ہو، اس سے پوری عبارت نقل کر کے

بھیجئے۔“ محررہ ۲۲ رجب المرجب ۱۳۳۳ھ..... ۲۷

”آج کئی روز ہوئے سند بھیج چکا ہوں۔ بحث ماہ معتصر من شجرا و ثمر او ماء علیہ غیرہ طبخا او اجزاء، ضرور ہوگی۔ خیال رہے اگر نظر پڑے۔“ محررہ ۱۱ شعبان ۱۳۳۳ھ

ملک العلماء پر امام احمد رضا کا کئی اعتماد، مکتوب الیہ کی مستعدی، اس پر مکتوب نگار کی خوشی و دعا درج ذیل اقتباس میں دیکھیے..... ۲۸

”وہابیہ خربلہم اللہ تعالیٰ نے تین جگہ شور مچا رکھا تھا۔ بھاگل پور، فیروز آباد، راندریہ۔ بھاگل پور کا نتیجہ تو یہ ہوا کہ آپ کو اس اشتہار اور مولانا مولوی نعیم الدین صاحب کے خط سے واضح ہوگا۔ یہ خط اصل ہے بعد ملاحظہ واپس ہو۔ فیروز آباد میں ایک صاحب مورچہ لیے ہوئے ہیں اور ان شاء اللہ وہاں حاجت نہ ہوگی۔ راندریہ میں ابھی کوئی آدمی کام کا نہ گیا، وہاں ضرورت پڑتی معلوم ہوتی ہے۔ میں نے فاتحان بھاگل پور کو آج ہی لکھ دیا کہ تیار رہیں، مگر انہوں نے وہاں سے کلکتہ جانے کو لکھا تھا۔ لہذا آپ راندریہ جانے کے لیے تیار رہیں۔ میرے تار کا انتظار کریں۔“.....

محررہ ۸ رجب المرجب ۱۳۳۶ھ..... ۲۹

”آپ کی مستعدی پر بھمدہ تعالیٰ بہت جی خوش ہوا۔ جزاکم خیراً وبارک فیکم و بکم و لکم و علیکم۔“

محررہ ۲ رجب المرجب ۱۳۳۶ھ..... ۳۰

۱۲/۱۳/۱۴ رجب ۱۳۳۹ھ میں مسٹر ابوالکلام آزاد کی قیادت میں تحریک خلافت و تحریک ترک موالات کا اجلاس بمقام بریلی منعقد ہوا۔ اس کے زہریلے اثرات سے فرزند ان توحید کو بچانے کے لیے علمائے اہل سنت نے ۲۲/۲۳/۲۴ شعبان ۱۳۳۹ھ کو ایک عظیم الشان کانفرنس کا انعقاد کیا، اس عظیم اجلاس میں ملک العلماء کو دعوت اور ان کی شرکت:

انجمن برکات رضا۔ ممبئی

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدنی کی حیات اور علمی خدمات

”۱۵۵۱۳“ ۱۱ رجب مطابق ۲۶۵۲۳ مارچ سے گاندھیوں کا بھاری جلسہ ہونے کو ہے۔ احباب کی رائے ہے، کہ اپنے علماء بھی ایام ندوہ کی طرح جمع ہوں۔ اگر یہ قرار پایا تو آپ کو آنا ضرور ہوگا، تیار رہیے۔ اگر میں گیارہ یا بارہ رجب کو تار دوں، تو باذنہ تعالیٰ فوراً تشریف لائیے۔ اس کی رسید سے مطلع فرمائیے۔“ محررہ ۳ رجب المرجب ۱۳۳۹ھ..... ۳۱

ملک العلماء کو امام احمد رضا سے کتنا انس تھا اور حضور ملک العلماء اور ان کی اولاد امام احمد رضا کو کتنے عزیز تھے، رشک آتا ہے ذیل کی عبارتیں ان خوش گو اور تعلقات پر بھر پور روشنی ڈالتی ہیں:

”لڑکی کا تاریخی نام ”ولیدہ خاتون“ سمجھ میں آتا ہے یہ تاریخ جبر و بینات میں ہے۔ نقشہ ماہ مبارک پہنچا جسز اکرم اللہ خیراً کثیراً۔“ محررہ ۱۳۳۳ھ..... ۳۴

”خط آیا اس کا جواب تو بعد کو، پہلے یہ گزارش کہ ۲۸ رذی قعدہ روز جمعہ کو آپ کا خط مژدہ ولادت صاحب زادہ طلب نام تاریخی میں آیا، میں نے اسی دن تہنیت کا تار دیا اور اس میں تاریخی نام مختار الدین لکھا۔ اس کی کوئی رسید نہ آئی۔ میں نے سمجھا کہ غیر ضروری جان کر آپ نے نہ لکھی اب کہ خط آیا اس میں اس کا کوئی تذکرہ نہیں تو ظن ہوتا ہے کہ تار پہنچا ہی نہیں۔ جسے بھیجے ہونے آج سولہ دن ہو گئے۔ اگر ایسا ہے اطلاع دیجیے کہ تار گھر سے مطالبہ ہو۔“ محررہ ۲۸ رذی قعدہ ۱۳۳۶ھ..... ۳۵

”خط ملا۔ یہ نعمت تازہ مبارک ہو، اس کا نام وہ رکھیے کہ ہندوستان میں کسی عورت کو نصیب نہ ہو۔ یعنی حضرت ریح بنت معوذ انصاریہ صحابیہ بنت صحابی علیہم الرضوان کے نام پر ریح خاتون۔“ محررہ ۲۳ ماہ مبارک ۱۳۳۹ھ..... ۳۶

”نعمت تازہ کی خیریت سے اطلاع دیجیے اور یہ کہ تہنیت کا تاریخ تاریخی نام ”مختار الدین“ کہ آپ کے نام سے ملتا ہوا بھی ہے جو میں نے ۲۸ رذی قعدہ ۱۳۳۶ھ روز جمعہ کو بھیجا۔ کیا آپ کو ملا؟“ محررہ ۱۰ رذی الحجہ ۱۳۳۶ھ

اور اظہار مسرت و دعا اور دل پذیر نصیحتوں کا نزالہ انداز بھی دیکھیے:

”آپ کی رضائی بہت محلِ رضا میں کام آئی۔ اس جاڑے میں جو رضائی یہاں بنی، بھاری اور بہت روئی کی تھی۔ ایک ولایتی

”حالاتِ حاضرہ و مصائبِ دائرہ نے اسلام و مسلمین کو جس درجہ سراسیمہ و پریشان کیا ہے۔ آپ جیسے واقف کار حضرات سے مخفی نہیں، علمائے اہل سنت و جماعت اگر اب بھی بیدار نہ ہوں گے تو (خدا نخواستہ) وہ دن دور نہیں کہ سوائے کفِ خسوس ملنے کے اور کچھ چارہ کار نہ پائیں گے انہیں ضرورتوں کو محسوس کر کے علمائے اہل سنت و الجماعت کا ایک مہتمم بالشان جلسہ ۲۲/۲۳/۲۴ شعبان المعظم، دو شنبہ، سہ شنبہ، چہار شنبہ کو ہونا قرار پایا ہے۔ میں جناب کی اعانتِ دینی و توجہ مذہبی سے امید واثق رکھتا ہوں کہ اس ضروری دینی کام کو سب کاموں پر مقدم سمجھیں گے اور تشریف لا کر اپنے مفید مشورے اور مواعظِ حسنہ سے مسلمانوں کی اصلاح احوال فرمائیں گے۔“ محررہ ۱۲ شعبان المعظم ۱۳۳۹ھ..... ۳۲

ملک العلماء کی شرکت اور مدلل و پرمغز خطاب:

”جماعت انصار الاسلام کی تین روزہ کانفرنس ۲۲/۲۳/۲۴ شعبان المعظم، بمقام مسجد نو محلہ بریلی میں منعقد ہوئی تو ملک العلماء مولانا محمد ظفر الدین بہاری نے مسئلہ ترک مولات پر محققانہ تقریر فرمائی اور ثابت کیا کہ ترک مولات انسان کا فطری و طبعی خاتمہ ہے اگر اس کا احساس غلط نہیں ہو گئے ہیں تو وہ نقصان رسانی سے طبعاً احتراز کرے گا۔ اس مسئلے کو شلہ و دلائل سے خوب ذہن نشین کر لیا اور بتایا کہ ”جملہ کفار و مشرکین سے ترک مولات شرعاً فرض اور مسلمانوں پر لازم ہے“ اس تقریر کے ضمن میں فاضل بہاری نے ایسی ایسی دل پذیر باتیں فرمائیں کہ مجمع پھڑک اٹھا۔“ ۳۳

جہان ملک العلماء

حضرت ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رحمہ اللہ کی حیات علمی خدمات

ہو گیا۔ ”حیاتِ اعلیٰ حضرت“ کی شکل میں سیرتِ رضا کا اولین مآخذ کس نے مہیا کیا؟ جس سے ہر ادیب و خطیب اپنی تحریر و تقریر میں رنگ بھرا کرتے ہیں۔ ”صحیح ابھاری“ کی صورت میں حدیثِ رسول ﷺ کا گراں قدر خزانہ کس نے جمع کیا؟ جو آج تک مکمل چھپ نہ سکی۔ چہ جائے کہ مدارسِ اہل سنت میں داخلِ نصاب ہو۔ ”حیاتِ اعلیٰ حضرت“ تو چائی جا رہی ہے اور دیگر علمی آثار و خدمات سے اغماز کیا جاتا رہا۔

کیا ان تاریخی حقائق سے انحراف ممکن ہے؟ نہیں، ہرگز نہیں۔ طلوعِ قیامت تک نہیں۔ تو آنکھیں کیوں میچی گئیں اور بے توجہی کا شکار اتنا کیوں کسا گیا۔ اس غیر منصفانہ روش اور مجرمانہ چشم پوشی کا ذمے دار کون؟ محض اہل بہار یا پوری جماعت؟ خدا کرے میری قوم خاصانِ خدا کی راہ چلے اور پاکانِ خدا کے پاک پیغام اور افکار پاکیزہ کو دنیا کے سامنے لائے۔

مراجع و حواشی:

(۱) الف: حضرت ملک العلماء سید تھے۔ انہیں اپنی سیادت و شرافتِ نسب پر ناز تو تھا، مگر فخر و مباہات سے ہمیشہ کنارہ کش رہے۔ آپ کے جدِ اعلیٰ سید ابراہیم بن سید ابو بکر غزنوی ہیں۔ سید ابراہیم غزنی سے سلطان فیروز شاہ کے عہد (۷۵۲ء-۷۹۰ء) میں ہندوستان آئے تھے، ان کا نسب نامہ ساتویں پشت میں حضرت محبوب سجانی قطب ربانی شیخ عبدالقادر جیلانی تک پہنچتا ہے۔ حیاتِ ملک العلماء مشمول صحیح ابھاری، مطبوعہ حیدرآباد

(ب): اسی عالی نسب، اعلیٰ خاندان میں بڑے بڑے مشاہیر اور عظیم شخصیتیں پیدا ہوئیں۔ عالمِ اسلام کے مشہور بزرگ اور معقولی و اصولی عالم حضرت ملا قاضی محبت اللہ بہاری،

صابر، قانع کو سخت ضرورت تھی وہ ان کے نذر ہوئی اور آپ کی مرسلہ رضائی میں نے اڑھی۔ جزاکم اللہ خیراً کثیراً۔“ محررہ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ..... ۱۳۷۲ھ

مولیٰ عزوجل پر توکل کر کے قبول کر لیجیے وہ کریم، اکرم الاکرین، برکاتِ وافرہ عطا فرمائے اور آپ کو دین سے اور دین کو آپ سے نصر موثر پہنچائے۔ آمین آمین بجاہ الکریم المعین علیہ وعلیٰ اصحابہ الصلوٰۃ والسلام۔ اور احسن یہ کہ استخارہ شرعیہ کر لیجیے۔ آپ کا خط دربارہ پریشانی دنیا آیا تھا، ہفتے ہوئے..... اس کے جواب میں یہ چاہا تھا کہ آیات و احادیث دربارہ ذم دنیا و منع التفات تمول اہل دنیا لکھ کر بھیجوں مگر وہ سب بفضلہ تعالیٰ پیش نظر ہیں۔ آپ کے پاس بعونہ تعالیٰ علم نافع ہے، ثبات علی السبیل ہے بشرط ایمان وعدہ علو و غلبہ باعتبار دین ہے نہ یہ کہ دنیوی امور میں مومنین کو تفتوح رہے۔ دنیا جن مومن ہے۔“ محررہ ۱۳/۱۱/۱۳۳۹ھ..... ۳۸

سکھول مکتوبات سے یہ چند جرمے، چند گھونٹ پیش کیا گیا، اگر جملہ جہتوں اور ساری سمتوں کا احاطہ کیا جائے، تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو جائے گی۔

زمین بہار پر بہار بھی ہے، بہار اتار بھی، مردم خیز بھی ہے، مردم خور بھی، تاریخ ساز بھی ہے تاریخ شکن بھی۔ کبھی اس جوئے خوش آب سے لالہ و گل کھل پڑا اور معاہدہ سموم کے قہر سا ماں جھونکے ہاتھ دھو کر پیچھے پڑ گئے۔ کبھی اس کی گود میں نواغِ روزگار نے جنم لیا اور پھر نہ جانے کیوں وہ گمنامی کے گہرے غاروں میں دفن ہو گئے۔

دور کیوں جائیے، کسے نہیں معلوم۔ ”تحفہ حنفیہ“ پٹنہ فکرِ رضا کی اشاعت کا پہلا پڑاؤ تھا۔ لکھتے امام احمد رضا تھے، چھپتا پٹنہ میں تھا۔ کیا یہ بتانے کی ضرورت ہے؟ امام احمد رضا کی مانگ میں ”جدد“ کے قد آور لقب کا سہرا کس نے سجایا؟ جو زبانِ زدِ خلاق

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی علیہ السلام کی حیات اور علمی خدمات

صاحب سلم العلوم و مسلم الثبوت اسی خاندان کے نامور
فرزند تھے۔ پروفیسر ابوبکر احمد حلیم، پروڈاکس چانسلر مسلم
یونیورسٹی اور نامور سیاسی قائد و ماہر قانون مسٹر محمد یونس
بیر ستر سابق وزیر، وزیر اعلیٰ بہار اسی خاندان سے تعلق رکھتے
تھے۔ (سال نامہ ”معارفِ رضا“ کراچی، پاکستان ص ۲۲۷،

شمارہ ۱۹۸۹ء)

(۲) علامہ خواجہ مظفر حسین صاحب سنگھیا علاقہ بانسی، پورنیہ، بہار
کے متوطن ہیں۔ حضرت ملک العلماء اور حضور مفتی اعظم ہند
کے انحصار الخاص فیض یافتہ ہیں۔ سینکڑوں شہرت یافتہ تبحر
علماء کے استاذ اور درجنوں علمی و فنی مقالات و کتب کے مصنف
ہیں۔ علمائے عصر انہیں خیر الاذکیا اور امام علم فن جیسے پر شکوہ
لفظوں سے یاد کرتے ہیں۔ علوم مذہبی کے علاوہ سائنس و
حکمت میں یدِ طولیٰ رکھتے ہیں۔ امام احمد رضا نے ملک
العلماء کو علمائے زمانہ میں علمِ توقیت سے تنہا آگاہ فرمایا
تھا۔ یہی جملہ اگر آج خواجہ صاحب کے لیے کہا جائے، تو
شاید بے جا نہ ہوگا۔ پروفیسر مسعود احمد صاحب مئی ۱۹۶۶ء
میں ہندوستان آئے۔ بریلی میں عرسِ رضوی کے بعد شاہی
مسجد فتح پوری، دہلی میں علماء کی ایک نشست ہوئی تو
پروفیسر مسعود احمد نے فرمایا کہ ”وہ فنون جن کو اعلیٰ حضرت
فاضل بریلوی نے یا تو مٹنے سے بچالیا یا ایجاد کیا ہے، ان کو
سامنے لایا جائے تو علمی دنیا پر احسان ہوگا اور سائنس دنیا
ششدر رہ جائے گی۔“ علمائے مجلس نے کہا کہ ان افکار کی
توضیح و تشریح کرنے والی شخصیتیں پاک و ہند میں دو ہی نظر
آتی ہیں، پروفیسر شبیر احمد خاں غوری، علی گڑھ اور علامہ
خواجہ مظفر حسین رضوی۔

کاش! جماعتی سطح پر غور و فکر ہو، مذکورہ شخصیتیں آمادہ ہوں اور
اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کی تحقیق و انکشاف
اور ایجاد و دریافت ضائع ہونے سے بچ جائے۔

(۳) حیاتِ اعلیٰ حضرت، جلد اول، صفحہ ۳۶، مطبوعہ مکتبہ رضویہ
فیروز شاہ اسٹریٹ، آرام باغ، کراچی

(۴) حیاتِ اعلیٰ حضرت، جلد اول، ص ۴۷، مطبوعہ مکتبہ رضویہ
فیروز شاہ اسٹریٹ، آرام باغ، کراچی

(۵) حیاتِ اعلیٰ حضرت، جلد اول، ص ۴۵، مطبوعہ مکتبہ رضویہ
فیروز شاہ اسٹریٹ، آرام باغ، کراچی

(۶) حیاتِ اعلیٰ حضرت، جلد اول، ص ۴۸، مکتبہ رضویہ، فیروز شاہ
اسٹریٹ، آرام باغ، کراچی

(۷) حیاتِ اعلیٰ حضرت، جلد اول، ص ۴۶، مکتبہ رضویہ، فیروز
شاہ اسٹریٹ، آرام باغ، کراچی

(۸) حیاتِ اعلیٰ حضرت، جلد اول، ص ۴۶ تا ۴۷، مکتبہ رضویہ،
فیروز شاہ اسٹریٹ، آرام باغ، کراچی

(۹) امام احمد رضا نے دو بار حج کیا۔ حرمِ الہی اور حرمِ نبوی میں
دوسری بار انہیں جو اعزاز ملا، شاید کبھی کسی ہندوستانی عالم کو
ملا ہو۔ گویا کہ عمر بھر کی عطاؤں کی عطائیں مل گئیں۔ آپ
کی خدمت میں علمائے سندس پائیں، فضلا آئے
اجازتیں چاہیں، مشائخ آئے خلافتیں حاصل کیں،
۳۲ سے زائد علمائے حرمین شریفین کو آپ نے اجازت
نامے عنایت فرمائے۔ مولانا بدر الدین کی ”سوانحِ اعلیٰ
حضرت“، پروفیسر مسعود احمد کی ”فاضل بریلوی علمائے حجاز کی
نظر میں“ اور مولانا یونس اختر مصباحی کی ”امام احمد رضا
اربابِ علم و دانش کی نظر میں“ میں تفصیلات دیکھیں۔

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی دہلی کی حیات اور علمی خدمات

یہ تو برکتوں کی سرزمین حرمین کی بات تھی، بریلی میں دیکھیے تو یہاں بھی آپ کو علمائے حرمین نظر آئیں گے۔ حضرت شیخ سید حسین مدنی بریلی آئے اور چودہ ماہ قیام کر کے علم اوفاق اور علم تکمیر کی تحصیل کی۔ موصوف ہی کے لیے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی نے ”اطائب الاکسیر فی علم التکسیر“ لکھی۔ (فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں، ص ۶۵، مرتبہ پروفیسر مسعود احمد، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور)

۱۳۳۰ھ میں مکہ مکرمہ کے زبردست پائے کے عالم فضیلۃ الشیخ سید اسماعیل خلیل علیہ الرحمہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی سے ملنے بریلی تشریف لائے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اپنے ایک مکتوب بنام حضرت شاہ عبدالسلام جبل پوری علیہ الرحمہ میں لکھتے ہیں: ”اعلیٰ حضرت عالم اجل، حامی سنت، ماحی بدعت، دشمن است، حضرت سیدنا سید اسماعیل خلیل آفندی عالم مکہ معظمہ حافظ

کی صحیح تعداد بتانا مشکل ہے۔ یہاں ان بلند و بالا ہستیوں کے چند نام لکھے جاتے ہیں جو کسی نہ کسی طرح ملک العلماء سے علمی استفادہ کیے ہوئے ہیں اور اس عمل سے ان علماء کا ایک دوسرے کے تئیں اخلاص و احترام بھی نمایاں معلوم ہوتا ہے۔ حضرت مولانا مفتی محمد عظیم الاحسان، استاذ مدرسہ عالیہ ڈھاکہ، الحاج مولانا محمد ظہور نعیمی (مرید سید العلماء مولانا محمد نعیم الدین، مراد آباد) حضرت علامہ حافظ عبدالرؤف علیہ الرحمہ نائب شیخ الحدیث، جامعہ اشرفیہ مبارک پور، حضرت مولانا نظام الدین بلیاوی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

- (حیات ملک العلماء، مشمولہ صحیح البہاری، ص ۱۰)
- (۱۴) تذکرہ خلفائے اعلیٰ حضرت، ص ۳۰۳، مطبوعہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی
- (۱۵) تذکرہ خلفائے اعلیٰ حضرت، ص ۳۰۱، مطبوعہ ادارہ تحقیقات

لکھی کہ کتاب ہمیں سے منسوب ہو جائے گی اور یوں بعونہ تعالیٰ زیادہ مفید ہوگی۔“ (ص ۳۰۰)

(۱۹) شملہ کے دوران قیام حضور ملک العلماء کی ملاقات مسلم یونیورسٹی

فیروز شاہ اسٹریٹ، آرام باج، راپی

(۱۲) تذکرہ خلفائے اعلیٰ حضرت، ص ۳۰۲، مطبوعہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی

(۱۳) حضور ملک العلماء کے شاگردوں میں جو ہزاروں ہزار ہونگے

انجمن برکات رضا۔ ممبئی

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رضوی کی حیات اور علمی خدمات

- ۳۰۸، مطبوعہ مکتبہ رضویہ، آرام باغ، کراچی
- (۲۷) حیاتِ اعلیٰ حضرت، جلد اول، ص ۲۶۷، مطبوعہ مکتبہ رضویہ، آرام باغ، کراچی
- (۲۸) حیاتِ اعلیٰ حضرت، جلد اول، ص ۲۶۷، مطبوعہ مکتبہ رضویہ، آرام باغ، کراچی
- (۲۹) حیاتِ اعلیٰ حضرت، جلد اول، ص ۲۷۴، مطبوعہ مکتبہ رضویہ، آرام باغ، کراچی
- (۳۰) حیاتِ اعلیٰ حضرت، جلد اول، ص ۲۷۹، مطبوعہ مکتبہ رضویہ، آرام باغ، کراچی
- (۳۱) حیاتِ اعلیٰ حضرت، جلد اول، ص ۳۰۰، مطبوعہ مکتبہ رضویہ، آرام باغ، کراچی
- (۳۲) حیاتِ اعلیٰ حضرت، جلد اول، ص ۳۰۱، مطبوعہ مکتبہ رضویہ، آرام باغ، کراچی
- (۳۳) تاریخ جماعتِ رضائے مصطفیٰ بحوالہ سہ ماہی افکارِ رضائے نبوی، شمارہ اکتوبر تا دسمبر ۱۹۹۸ء
- (۳۴) حیاتِ اعلیٰ حضرت، جلد اول، ص ۲۷۸ تا ۲۷۹، مطبوعہ مکتبہ رضویہ، آرام باغ، کراچی
- (۳۵) حیاتِ اعلیٰ حضرت، جلد اول، ص ۲۸۳، مطبوعہ مکتبہ رضویہ، آرام باغ، کراچی
- (۳۶) حیاتِ اعلیٰ حضرت، جلد اول، ص ۳۰۳، مطبوعہ مکتبہ رضویہ، آرام باغ، کراچی
- (۳۷) حیاتِ اعلیٰ حضرت، جلد اول، ص ۲۶۵، مطبوعہ مکتبہ رضویہ، آرام باغ، کراچی
- (۳۸) حیاتِ اعلیٰ حضرت، جلد اول، ص ۳۰۷-۳۰۸، مطبوعہ مکتبہ رضویہ، آرام باغ، کراچی
- ☆ ☆ ☆
- علی گڑھ کے سابق وائس چانسلر ڈاکٹر سر ضیاء الدین سے ہوئی، ڈاکٹر موصوف نے اس بات کی تصدیق کی کہ امام احمد رضا فاضل بریلوی سے انہوں نے ریاضی کا مسئلہ حل کیا تھا۔ (سالنامہ معارفِ رضا، کراچی، ص ۲۳۰، شمارہ ۱۹۸۹ء)
- (۲۰) ”تذکرہ خلفائے اعلیٰ حضرت“ کے مرتبین مولانا محمد صادق قصوری اور پروفیسر مجید اللہ قادری کے مطابق حضرت ملک العلماء جامعہ نعمانیہ، لاہور تشریف لے گئے۔ (تذکرہ خلفائے اعلیٰ حضرت، ص ۳۰۲) اور پروفیسر ڈاکٹر سید محمد مختار الدین احمد کی تحریر میں سفر لاہور کے بارے میں شک پایا جاتا ہے۔ (حیاتِ ملک العلماء مشمولہ صحیح البہاری، ص ۸)
- (۲۱) حضرت ملک العلماء جید عالم زبردست مصنف اور نہایت دہنگ مناظر تھے، جماعتِ رضائے مصطفیٰ بریلی کے سرپرست تھے اور شعبہ مناظرہ کے صدر بھی (تاریخ جماعتِ رضائے مصطفیٰ، ص ۲۸۲، بحوالہ افکارِ رضائے نبوی، شمارہ اکتوبر تا دسمبر ۱۹۹۸ء ایک مناظرے کے لیے وہ برما بھی تشریف لے گئے تھے۔ (حیاتِ ملک العلماء مشمولہ صحیح البہاری)
- (۲۲) حیاتِ اعلیٰ حضرت، جلد اول، ص ۳۰۸ تا ۲۲۵
- (۲۳) حیاتِ ملک العلماء متفرق صفحات مشمولہ صحیح البہاری مطبوعہ حیدرآباد
- (۲۴) حیاتِ ملک العلماء متفرق صفحات مشمولہ صحیح البہاری مطبوعہ حیدرآباد
- (۲۵) حیاتِ ملک العلماء متفرق صفحات مشمولہ صحیح البہاری مطبوعہ حیدرآباد
- (۲۶) حیاتِ اعلیٰ حضرت، جلد اول، متفرق صفحات، ص ۲۲۵ تا

حضور ملک العلماء خطوط رضا کے آئینے میں

از قلم: مولانا خالد ایوب شیرانی، الجامعۃ اشرفیہ، مبارکپور، اعظم گڑھ

”نسبت سے شئی ممتاز ہوتی ہے“ ہر کہو وہ اس حقیقت سے آشنا اور اس کا معترف ہے۔ چودہویں صدی میں سیدنا امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو تجدیدی کارنامے انجام دئے۔ دنیا کے ہر حقیقت پسند نے تہہ دل سے ان کی قدر شناسی کی اور کر رہے ہیں۔ اسی نسبت سے ان سے استفادہ کرنے والوں اور ان کے خوشہ چینوں کو جو قدر و منزلت حاصل ہوئی وہ بیان سے مستغنی ہے۔ پھر ان کے خوان علم و فکر سے استفادہ کرنے والے بھی ایرے غیرے نہ تھے، بلکہ ان میں سے ہر ایک بجائے خود علم و فن کا بحرِ خار تھے۔ اگر حضور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی سے منسوب نہ بھی ہوتے تب بھی اپنے گراں مایہ کارناموں کی بنیاد پر عرصہ دراز تک یاد کئے جاتے۔ مگر نسبت رضائے ان کی یادوں میں دوام و استحکام پیدا کر دیا، اب وہ تاریخ کا جزو لاینفک بن چکے ہیں، پہلے اگر وہ کامل تھے، تو اب اکمل ہیں پہلے اچھے تھے، تو اب بہتر ہیں اور بہتر تھے، تو اب بہترین ہیں۔ ان کا کمال حضور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی سے بے لوث عقیدت کی بنا پر درجہ کمال کو پہنچ گیا۔ لیکن ہمارے ممدوح محمود ملک العلماء حضور علامہ مولانا سید محمد ظفر الدین علیہ الرحمہ فاضل بہار نہ صرف اعلیٰ حضرت سے منسوب تھے۔ بلکہ ان کے محبت و محبوب بھی تھے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ انہیں حد درجہ پیار کرتے تھے۔ جس کے دلائل آگے آتے ہیں، مگر وہ حضور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی سے کس قدر عقیدت رکھتے تھے۔ مولانا

ارشاد احمد مصباحی ساحل سہرامی (مرتب قادیلی ملک العلماء) کے بولوں میں:

”مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ قادری برکاتی سے آپ کو گہری عقیدت تھی۔ آپ نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کے اتباع رسول اور عشق مصطفیٰ ﷺ کی خوشبوؤں میں بے شب دروز دیکھے، ان کی شفقتیں، ہمدردیاں، انسانیت نوازی اور اعلیٰ اخلاقی قدروں کا مشاہدہ کیا، علم و فن اور فکر و قلم کی عبقریت ملاحظہ کی۔ اس لئے ان سے شیفتگی کے والہانہ جذبات انتہا کو پہنچے ہوئے تھے۔ ”من احب شنیا اکثر ذکرہ“ محبوب کے ذکر سے روح کو بالیدگی ملا کرتی ہے۔ اس لئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کا ذکر بھی حضور ملک العلماء کی تسکین روح کا سامان تھا جلوت و خلوت ہر جگہ امام احمد رضا فاضل بریلوی کا ذکر جمیل حرز جاں رہتا۔ آپ کے خوابہ تاش، خلیفہ اعلیٰ حضرت، مولانا سید غیاث الدین حسن سہرامی جب کبھی ”ظفر منزل“ پٹنہ تشریف لاتے تو پوری پوری رات اعلیٰ حضرت کے ذکر جمیل میں گزر جاتی۔ پروفیسر مختار الدین احمد صاحب کے لفظوں میں: ”رات کے کھانے کے بعد اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا والہانہ ذکر شروع ہوتا اور ان کے فضائل و مناقب میں پوری رات گزر جاتی تھی۔ درمیان میں کبھی کبھی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تصانیف تحریرات کے دفتر بھی کھل جاتے۔ اور عبارتیں پڑھیں جاتی تھیں



حضور ملك العلماء امام العصر سيد محمد ظفر الدين عظيم آبادی بھیک کی حیات اور علمی خدمات

بابرکت میں وہ برسہا برس رہے اور جن سے یہ عزیزوں کی طرح ملنے رہے اور وہ خاندان کے بزرگوں کی طرح شفقت فرماتے رہے ان دونوں کے گہرے تعلقات اور قلبی روابط کا اندازہ کچھ ان ملا تیب اور مذاکرات سے ہو سکتا ہے جو شفیق استاذ نے اپنے لائق شاگرد لکھے ہیں اور جن میں وہ انہیں کبھی ”ولد الاعز“، (میرے عزیز ترین بیٹے) لکھ کر مخاطب کرتے ہیں اور کبھی انہیں ”جیبی ولدی قرۃ عینی“ کبھی ولدی قرۃ عینی ”برادر دینی و یقینی“ کبھی ولدی اعزک اللہ تعالیٰ فی الدنیا والدین“ لکھتے ہیں۔ تو بعض خطوں میں ”ولد الاعز حامی السنن ماجی الفتن“ ایک خط میں جان پور بلکہ ازجان بہتر“ لکھ کر خطاب فرماتے ہیں۔ (اصح البھاری)

محترم قارئین! قابل غور مقام ہے، کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی جیسا عبقری، جن کا کلام خسرو زوائد سے مالک منزه اور مارتا، نہ تار سدا۔

اور ان کے محاسن پر گفتگو ہوتی تھی۔ دونوں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے عاشق جو ٹھہرے۔“ (بحوالہ۔ ماہنامہ ”جهان رضا“ لاہور جون ۱۹۹۹ء ص ۶۱)

اسی کی چند سطر کے بعد رقم طراز ہیں:
”آپ حضور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سب سے زیادہ منت کش تھے۔ اس لئے ہمیشہ ان کی یادوں میں لگن اور ان کے ذکر جمیل میں رطب اللسان رہے۔ پوری زندگی ان کے فکری مشن کی اشاعت کے لئے وقف رکھی، انکی نگارشات کے تحفظ و طباعت کے لئے حضرت صدر الشریعہ اور ملک العلماء یکساں طور سے مضطرب نظر آتے ہیں۔ آپ اپنے دامن سے وابستہ حضرات کو ”ظفری“ کے بجائے ”رضوی“ لکھنے کی تاکید فرماتے۔“ (فتاویٰ ملک العلماء)

چھوٹے بڑوں سے عقیدت رکھیں، تو کوئی تعجب نہیں۔

کا اندازہ ان کے اس مکتوب سے ہوتا ہے، جو انہوں نے ان کے بارے میں خلیفہ تاج الدین احمد ناظم انجمن نعمانیہ، لاہور کو اپنی رحلت سے بارہ سال پہلے ۱۳۲۸ھ کو تحریر کیا ہے۔
مکرمی مولانا مولوی محمد ظفر الدین صاحب قادری سلمہ فقیر کے یہاں اعز طلبہ سے ہیں اور میرے بجان عزیز۔ ابتدائی

وں پڑھنے اور پڑھ رہے حضرت ملک العلماء کی حصیت کے بارے میں سوچتے ہی رہ جائے۔ شہزادہ ملک العلماء پروفیسر مختار الدین صاحب لکھتے ہیں:۔۔۔۔۔ لیکن جس ذات گرامی سے انہوں نے سب سے زیادہ علمی فیوض حاصل کئے، وہ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں۔ جن کی صحبت

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی دہلی کی حیات اور علمی خدمات

ہیں: آپ کا خط دربارہ پریشانی دنیا آیا تھا۔ اس خط کے جواب میں یہ چاہا تھا، کہ آیات و احادیث دربارہ ذم دنیا و منح الثقات بہ تمول اہل دنیا لکھ کر بھیجوں۔ مگر وہ سب بفضلہ تعالیٰ آپ کے پیش نظر ہیں۔ فلاں کو دست غیب ہے۔ فلاں کو حیدرآباد میں رسوخ ہے۔ یہ تو دیکھا، مگر یہ نہ دیکھا، کہ آپ کے پاس بعونہ تعالیٰ علم نافع ہے۔ ثبات علی السنۃ ہے۔ ان کے پاس علم نہیں یا علم مضر ہے۔ اب کون زائد؟ کس پر نعمت بیشتر ہے؟ بشرط ایمان وحدہ و علو غلبہ باعتبار دین ہے نہ کہ دنیوی امور میں مومنین کو تفوق رہے دنیا جن مومن ہے۔ جن میں جتنا آرام مل رہا ہے، کیا محض فضل نہیں؟ دنیا فاحشہ ہے، اپنے طالب سے بھاگتی ہے اور ہار ب کے پیچھے دوڑتی ہے۔ دنیا میں مومن کا قوت کفاف بس ہے۔“

شفیق استاذ و مرشد اسی پر بس نہیں کرتا، وہ کچھ رقم بھی اخراجات کے لئے بھیجتے ہوئے لکھتا ہے: مولیٰ عزوجل پر توکل کر کے قبول کر لیجئے۔ (دس روپے کے یہ نوٹ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے وصال کے بیسویں سال بعد میں (پروفیسر مختار الدین صاحب) نے والد مرحوم کے قلمدان میں ایک لفاف میں حفاظت سے رکھے ہوئے دیکھے تھے۔ انہوں نے انہیں اپنے استاذ کی محبت و شفقت کی یادگار سمجھ کر بطور تبرک محفوظ رکھ چھوڑا تھا) وہ کریم، اکرم الاکریمین برکات وافرہ عطا فرمائے اور آپ کو دین اور دین کو آپ سے نصر موز پہنچائے۔ آمین آمین بجاہ الکریم المعین علیہ و علی الہ واصحابہ الصلوٰۃ والتسلیم۔“ (ایضاً الہامی)

جی! یہ بارگاہ رضا ہے۔ جسے نوازا جاتا ہے، تو اس کے کشکول میں پھر کسی چیز کی گنجائش نہیں رہ جاتی۔ میرے رضا ہر میدان کے شہسوار ہیں، ہر فن کے امام ہیں۔ وہ صرف اردو کے بادشاہ نہیں عربی و فارسی بھی ان کی جولان گاہیں ہیں جسے ثبوت

کتب کے بعد یہیں تحصیل علوم کی اور اب کئی سال سے میرے مدرسے میں مدرس ہیں اور اس کے علاوہ کارافتا میں میرے معین۔ میں یہ نہیں کہتا، کہ جتنی درخواستیں آئی ہوں، سب سے یہ زائد ہیں۔ مگر اتنا ضرور کہوں گا: (۱) سنی، خالص، مخلص، نہایت صحیح العقیدہ، ہادی، مہدی ہیں۔ (۲) عام درسیات میں بفضلہ تعالیٰ عاجز نہیں۔ (۳) مفتی ہیں (۴) مصنف ہیں (۵) واعظ ہیں (۶) مناظرہ بعونہ تعالیٰ کر سکتے ہیں (۷) علمائے زمانہ میں علم توقیت سے تنہا آگاہ ہیں۔ امام بن حجر کی نے ”زواجر میں اس علم کو فرض کفایہ لکھا اور اب ہند بلکہ عام بلاد میں یہ علم علماء بلکہ عام مسلمین سے اٹھ گیا ہے۔ فقیر نے بتوفیق قدیر اس کا احیا کیا اور سات صاحب بنانا چاہے جن میں بعض نے انتقال کیا، اکثر اس کی صعوبت سے چھوڑ بیٹھے۔ انہوں نے بقدر کفایت اخذ کیا اور اب میرے یہاں کے اوقات طلوع و غروب و نصف النہار ہر روز ہر تاریخ کے لئے اور جملہ اوقات ماہ مبارک رمضان شریف کے بھی بناتے ہیں۔ فقیر آپ کے مدرسے کو اپنے نفس پر اپنا کر کے نہیں آپ کے لئے پیش کرتا ہے۔“

(صحیح الہامی، بحوالہ، مکاتیب ملک العلماء، قلمی۔)

زمانہ کی نیرنگیاں کس کو اپنے پیٹ میں نہیں لیتیں؟ ملک العلماء پر بھی حوادث زمانہ اور انقلابات دہرنے اپنے ستم آزمائے۔ فکر معاش سے دوچار کیا۔ آخر انسان ہی تو تھے دل بیٹھنے لگا، یارائے صبر و شکیب نہ رہا۔ گردش دوراں کے حالات اور شکوے لکھ کر مرکز عقیدت کی بارگاہ میں روانہ کرتے ہیں۔ خط پہنچتا ہے اور بارگاہ رضوی سے جواب لکھا جاتا ہے۔ پروفیسر صاحب کے قلم سے:

”ایک بار یہ عزیز شاگرد و مسترشد جب بعض خاندانی علائق اور دنیوی مصائب میں گرفتار تھے۔ اپنے استاذ اور پیر و مرشد سے اپنے پریشانیوں کا اظہار کرتے ہیں تو وہ ان الفاظ میں تسلی دیتے



حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رضی اللہ عنہ کی حیات اور علمی خدمات

کے لئے سنگ میل ہیں چہ جائیکہ بارہا ”ولد الاعز“ اور جان پند ملک از جان بہتر“ جیسے باوزن آداب والفاظ جو ایک عبقری کو حاصل ہونے کی وجہ سے ملک العلماء کے دیگر کارناموں، اوصاف و خصائل اور علمی سطوت و شہرت سے قطع نظر اور انعام حاصل کرنے کے باوجود ان کی عظمت کو دو بالا کرنے کے لئے کافی ہیں۔ جبکہ ”صحیح البہاری“ اور ”حیات اعلیٰ حضرت“ اور ان کے علاوہ تقریباً ساٹھ سے زائد قیمتی نگارشات ان کے علمی کردار، جاہ و جلال اور عظمت و کمال کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ اور زمانہ کی ضرورت اور علمائے زمانہ کا مرکز بنی ہوئی ہیں۔ خصوصاً اول الذکر تو فقہ حنفی کا وہ شاہکار ہے، جس کی ضرورت ہر حنفی کو قدم قدم پر ہے۔ اور ثانی الذکر وہ نایاب تحفہ، جو صرف ملک العلماء ہی دے سکتے تھے۔ ان دونوں کتابوں نے غیر معمولی خراج تحسین وصول کر کے اپنے مصنف کو امر بنا دیا ہے۔ خدائے قدیر ان کی تربت پر ہر لمحہ گوہر باری کرے، ہمیں ان کے خوان علم سے خوشہ چینی کرنے کی توفیق خیر مرحمت فرمائے اور استاذ و شاگرد کے فیوض سے مالا مال۔ السہم آمین بجاہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم و علیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

☆☆☆

چاہئے ”قصیدتان رائعتان“ اور ”حدائق بخشش“ اٹھا کر دیکھ لے۔ وہ فقہ و فتاویٰ کی طرح شعر و سخن کے بھی امام ہیں۔ وہ فطرت شناس تھے۔ جلت آشنا تھے۔ جانتے تھے کہ اکابر کی حوصلہ افزائی اصغر کے لئے دست و بازو ثابت ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنے خلفاء و تلامذہ کی جی بھر مناسب حوصلہ افزائی کی ہے۔ حضور ملک العلماء کی نثر میں انہوں نے کس پیار سے نوازا ہے گزر چکا ہے۔ نظم میں ان کی دعا ملاحظہ کیجئے۔ پروفیسر صاحب کے لفظوں میں: اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا رسالہ ”رسالۃ الاستمداد“ (۱۳۳۷ھ) تین سو ساٹھ اردو اشعار کا قصیدہ ہے۔ جس میں ۱۳۲ قافیے تو اصلاً مکرر نہیں، باقی میں یہ التزام ہے، کہ کوئی قافیہ نو شعر سے پہلے مکرر نہ ہو۔ اسمیں عنوان ”ذکر اصحاب و دعائے احباب“ کے تحت ۱۳ اشعار درج ہیں جن میں اپنے مخصوص خلفاء و تلامذہ کا ذکر ہے۔

میرے ظفر کو اپنی ظفر دے
اس سے شکستیں کھاتے یہ ہیں

حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں، عید السلام مولانا عبد السلام جبلی پوری کے بعد حضور ملک العلماء فاضل بہار کا ذکر انہوں نے فرمایا ہے۔ (ایضاً)

الغرض! سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملک العلماء کو بہت چاہتے تھے۔ انہیں اپنے اس تلمذ رشید ربھر اور اعتماد تھا۔ ان کے معمولی الفاظ بھی شخصیت شناس ۱۵

ملک العلماء ایک جامع کمالات شخصیت

از قلم: مفتی ارشاد احمد ساحل بہرامی، علیگ

جلیل الشان خاندان کے عظیم المرتبت فرد ملک العلماء فاضل بہار مولانا شاہ محمد ظفر الدین قادری برکاتی رضوی علیہ الرحمہ (۱۳۰۳ھ/۱۸۸۰ء-۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء) ان رجال اسلام میں شمار ہوتے ہیں جن کے نقوش قدم رہتی دنیا تک راہ نما ہوتے ہیں۔ آپ علیحضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ کے جید تلمیذ، مسز شد اور خلیفہ تھے اور اہل سنت کے ممتاز عالم دین۔ آپ کی پوری زندگی علمی و تعلیمی مصروفیات، دین مبین کی نشر و اشاعت اور یاد الہی میں گذری۔ کمالات و محاسن کا یہ گلدستہ، چمن راز مصطفوی سے خاص تعلق رکھتا ہے۔

خاندان:

ملک العلماء ایک وجیہ اور باوقار خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کا خاندان عراق سے غزنی اور غزنی سے ہندوستان آیا۔ ہندوستان میں سب سے پہلے تشریف لانے والے خاندانی بزرگ سید ابراہیم ہیں، جو اپنی صلاحیتوں اور توانائیوں کے بل بوتے پر فیروز شاہ تغلق کی فوج میں ملازم ہو گئے۔ حضرت سید ابراہیم زندگی بھر لشکر اسلام کے ہمراہ جہاد میں شریک ہوئے رہے اور فوجی مہم میں کامیاب حصہ لیتے رہے۔ بالآخر ۱۳ رزی الحج ۵۳ھ کو قلعہ رہتاس (سہرام ضلع شاہ آباد، بہار) کی جنگ میں شہادت سے سرفراز ہوئے۔ بہار شریف (نالندہ) کی ایک اونچی پہاڑی پر آپ کی تدفین عمل میں آئی۔ مزار مبارک پر قدیم طرز کا عالی شان گنبد تعمیر

ہے۔ جس کے جنوبی دروازے پر درج ذیل اشعار کندہ ہیں:

دریں گنبد کہ ہست از روئے معنی بقدر از گنبد افلاک برتر
نہفتہ شیر مردے کز بہ ہیبت نختے شیر اندر بطن شبر
مدار الملک ابراہیم بو بکر کہ تیغ از بہر حق می زد چو حیدر
چنین لشکر کش و کشور کشائے نہ خیزد دوم اندر ہفت کشور
کنوں چوں بردت افتاد یارب زر راہ لطف بکشائے برودر
بہ مشک رحمت و کافور رفت کئی دیوار خاش رامعطر
ترجمہ: اس گنبد میں جو رتبے اور عظمت میں آسمان کے گنبد سے برتر ہے۔ ایک شیر دل انسان آرام فرما ہے جس کی خداداد ہیبت کا یہ عالم ہے کہ اس کے ڈر سے شیر اپنے ٹھکانوں کے اندر بھی چین سے نہیں سو پاتے۔ یعنی مدار الملک سید ابراہیم ابو بکر جو حیدر کرار کی مانند حق کی حمایت میں شمشیر زنی کرتے تھے۔ ایسا پہ سالار اور کشور کشا فاتح تو سات ملکوں میں بھی ڈھونڈ ہے سے نہ ملے گا۔ رب کریم یہ شیر دل بندہ اب تیرے آستانہ رحمت پر حاضر ہے۔ ازراہ کرم اس پر اپنی رحمتوں کے دروازے کشادہ فرمادے۔ اپنی مشک بار رحمت اور کافور زامہربانی سے اس کی قبر کی دیوار معطر کر دے۔ (۱۲ ساحل)

گنبد ابراہیمی کے مشرق دروازے پر یہ اشعار ثبت ملتے ہیں:

یہ عہد دولت شاہ جہاں گیر کہ باد اور بہار ملک نوروز
شہنشاہ جہاں فیروز سلطان کہ بر شاہان گیتی گشت فیروز

حضرت سید محمد تقی علیہ السلام کی ولادت کا سلسلہ

مرید تھے۔ ان کے من سے صرف ایک صاحبزادہ پیدا ہوئے، باقی صاحبزادوں تھے۔ ملک احمد بن علی بن حضرت نوح اعظم سے خاص عقوبت تھی۔ وہ برہان شریف بہت اہتمام سے کرشمہ کی برکت سے کتاب تصانیف ۱۱۱۱ھ یعنی ۱۳۱۳ھ کو ہوا۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

سلسلہ نسب:

حضرت ملک العلماء کا سلسلہ نسب یہ ہے:

- ۱۔ ملک محمد ظفر الدین قادری بن۔ ۲۔ ملک غنی محمد مراد
- الرزاق بن۔ ۳۔ ملک کرامت علی بن۔ ۴۔ ملک احمد بن۔ ۵۔ ملک غلام قادر بن۔ ۶۔ ملک سعادت یار بن۔ ۷۔ ملک حمید بن۔ ۸۔ ملک رزاق بن۔ ۹۔ ملک محمد علی بن۔ ۱۰۔ ملک فتح اللہ بن۔ ۱۱۔ ملک غلام نبی بن۔ ۱۲۔ ملک محمد معصوم بن۔ ۱۳۔ ملک محمد سعید اللہ بن
- عرف ملک سدن۔ ۱۴۔ ملک احمد اللہ بن۔ ۱۵۔ ملک تاجدار بن۔ ۱۶۔ ملک بہاء الدین بن۔ ۱۷۔ ملک محمد اسماعیل بن۔ ۱۸۔ ملک داد بن۔ ۱۹۔ ملک غلام نبی الدین عرف ملک گدن بن۔ ۲۰۔ ملک خطاب الملک بن۔ ۲۱۔ ملک غلام الملک بن۔ ۲۲۔ ملک داؤد (خلف اکبر) بن۔ ۲۳۔ حضرت سید ابراہیم ملک بیامازنی عرف ملک بیوشید بن۔ ۲۴۔ حضرت سید ابو بکر بن۔ ۲۵۔ سید ابوالقاسم عبداللہ بن۔ ۲۶۔ سید محمد فاروق بن۔ ۲۷۔ سید ابو منصور عبدالسلام بن۔ ۲۸۔ سید عبدالوہاب بن۔ ۲۹۔ نوح العظیمین، غیث الکونین سید شیخ محمد الدین عبدالقادر حسینی جیلانی قدس سرہ ابرار ہم۔ سرکار نوح اعظم کا سلسلہ نسب کافی شہرت رکھتا ہے۔ اس لئے اتنے ہی اجداد کرام بیان ہوئے۔ (حیات العظیمین جلد اول ص: ۷۹)

ان میں ملک خطاب الملک سے لے کر ملک بیوشید تک

ملک بخت، ملک نجات، ملک کہ بدوردین ابراہیم تین روز بدوہوں نیز روز سوم روز مسافر شد ملک دو جنت امروز کئی آساں حساب آفرین روز ترمسارے جہاں پر حکمراں بادشاہ کا دور حکومت سراپا بہار ملک ہندوستان کے لئے عید سے کم نہ تھا۔ (کون بادشاہ؟) وہی سلطان فیروز تغلق جو دنیا کے سارے حکمرانوں پر فیروز مند رہا۔ فرشتہ صفت ملک نجات ابراہیم جو دین ابراہیمی کی اشاعت کے لئے ہر دم کمر بستہ رہے۔ ۱۳۱۳ھ یعنی ۱۳۱۳ھ اتوار کے دن جنت و سدھا رہے۔ اے اللہ! اپنے فضل خاص سے ان سے قیامت کے دن آساں حساب لینا۔ (۱۲ سال) (حیات العظیمین جلد اول ص: ۷۷، ۷۸، ۷۹ مطبوعہ گجرات)

ولادت:

ایسے عظیم المرتبت خاندان میں حضرت ملک العلماء نے آنکھ کھولی۔ آپ ۱۰ محرم الحرام ۱۳۰۳ھ ۱۹ اکتوبر ۱۸۸۰ء صبح صادق کے وقت پیدا ہوئے (ایک روایت ۱۳ محرم الحرام ۲۳ اکتوبر ۱۸۸۰ء کی بھی ملتی ہے) آپ کے والد ماجد ملک عبد الرزاق اشرفی علیہ الرحمہ پابند شریعت سیدھے سادھے بزرگ تھے اور اپنی سادگی کے بدولت اعزاز و احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے۔ حضرت شاہ چاند پتھوی ولد شاہ غلام رسول علیہ الرحمہ سے سلسلہ اشرفی میں بیعت تھے اور اوراد مشائخ کے عامل۔ فارسی خاص جانتے تھے اور عربی کی بھی ابتدائی تعلیم تھی۔ کاشکاری گذر بسر تھی، اس لئے ملازمت سے دست کش رہے۔ ۱۳۱۴ھ میں اللہ کو پیارے ہوئے۔ آپ کی نسبت شیخ مبارک حسین کی چھوٹی صاحبزادی سے ہوئی، جو شاہ چاند پتھوی سے سلسلہ قادریہ میں

حضرت سید محمد تقی علیہ السلام کی ولادت کا سلسلہ



مذہب کا مرکز عقیدت ہے۔ اس لئے اس علاقے میں دین و ادب، تہذیب و ثقافت اور علم و دانش کا دیرینہ چلن رہا ہے۔ ایسی سرزمین کی آب و ہوا میں حضور ملک العلماء کا بچپن گذرا۔ اس لئے دین و ادب سے وابستگی لازمی سی چیز تھی۔

تعلیم:

اسلامی طرز کے مطابق جب ملک العلماء چار سال چار مہینے چار دن کے ہوئے تو رسم بسملہ خوانی ادا کی گئی۔ یہ بہت اچھی اسلامی رسم تھی، جس کی برکتیں پوری زندگی ساتھ رہتی ہیں۔ جدید سائنسی تحقیق بھی کہتی ہے کہ اتنی مدت میں بچے کا شعور اس قابل ہو جاتا ہے کہ کتابی تعلیم کی دشواریاں جھیل سکے۔ اس سے پہلے بچوں کو مختصر زبانی تعلیم دینی چاہئے۔ موجودہ دور کی انگریزی طرز تعلیم اس افادیت سے خالی ہے۔ حضرت ملک العلماء کی رسم بسملہ خوانی شاہ چاند پتھوی علیہ الرحمہ نے ادا فرمائی۔ جس کی برکت اس صورت میں ظاہر ہوئی، کہ دنیا نے آپ کو ملک العلماء کی صورت میں دیکھا۔

ابتدائی تعلیم والد ماجد منشی عبدالرزاق نے دی۔ قرآن حکیم اور اردو فارسی کی کتابیں گھر پر ہی حافظ مخدوم اشرف، مولوی کبیر الدین اور مولوی عبداللطیف نے پڑھائی۔ ۱۳۱۲ھ میں اپنے نانیہال موضع بین ضلع پٹنہ تشریف لے گئے جہاں مدرسہ غوثیہ حنفیہ میں تفسیر جلالین، میرزا ہند وغیرہ متوسطات تک تعلیم حاصل کی۔ یہاں کے اساتذہ میں مولانا شیخ محی الدین اشرف، مولانا شیخ بدر الدین اشرف کے علاوہ مولانا مہدی حسن میجر وی، حافظ محمد اسماعیل بہاری، مولانا فخر الدین، مولانا محمد مجاہد، منشی اکرام الحق، مولانا معین ازہر رئیس بین خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔ اس ادارے میں بیشتر عربی کتابیں مولوی حکیم محمد ابراہیم موسیٰ سے پڑھیں جو حاذق طبیب بھی تھے۔ یہاں کے اساتذہ میں مولوی

بہار شریف میں پہاڑی مقبرے کے اندر آرام فرما ہیں۔ حضرت سید ابو بکر غزنی سے تین میل کے فاصلے پر مشرقی قصبہ بت نگر میں مدفون ہیں۔ حضرت ملک غلام قادر نے بہار شریف سے منتقل ہو کر مضافاتی قصبہ رسول پور میجر میں سکونت اختیار کی، اس لئے ان کی نسلیں وہیں مدفون ہیں۔ ملک العلماء دینی خدمات کے سلسلے میں مختلف جگہوں پر تشریف لے گئے۔ آخری آرام گاہ قبرستان شاہ ارزاں پٹنہ میں بنی۔ ان کے صاحبزادے پروفیسر مختار الدین احمد علی گڑھ میں اقامت رکھتے ہیں۔

اس خاندان میں ملک کا لقب حضرت سید ابراہیم غزنوی ہندی سے رائج ہوا۔ بادشاہ وقت نے آپ کو ”ملک بیا“ کا خطاب دیا تھا، ورنہ ان سے پہلے افراد خاندان خود کو سید لکھا کرتے تھے۔ اس اعزازی نسبت کے احترام میں یہ حضرات اپنے رشتے صرف اپنے ملک خاندان میں ہی کیا کرتے ہیں۔ ان کی خاندانی شاخیں پٹنہ، گیا، مونگیر، شاہ آباد، نالندہ، علی گڑھ، دہلی، کراچی اور لاہور میں پھیلی ہوئی ہیں۔

بچپن:

ملک العلماء کا بچپن رسول پور میجر میں گذرا۔ جو ایک قدیم طرز کا گاؤں اور شرفا کی بستی ہے۔ نالندہ اور راجگیر کے بیچ میں ”سیلاؤ“ نامی قصبہ ہے جس سے چار میل دور مغرب کی سمت میں رسول پور میجر آباد ہے۔ یہ بستی بہار شریف، نالندہ اور راجگیر کی آغوش میں واقع ہے، اس لئے زمانہ قدیم سے ثقافت و تہذیب کے آثار رکھتی ہے۔ بہار شریف مخدوم جہاں شیخ شرف الدین تکی منیری فردوسی (م ۸۳ھ) کی آرام گاہ، متعدد جلیل القدر صوفیاء، علماء، حکماء اور ادا با کا دفن ہے۔ نالندہ یونیورسٹی ہزاروں سالہ قدیم علم و دانش کے آثار رکھتی ہے اور راجگیر ہندو، جین اور بودھ

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی شہسوار کی حیات اور علمی خدمات

میں داخلہ لیا اور محدث سورتی علیہ الرحمہ سے مسند امام اعظم، مفتوی شریف اور ملا جلال پڑھی۔ محدث صاحب نے اپنی علالت کے سبب شعبان میں پہلی بھیت واپس ہوئے تو ملک العلماء نے بھی اپنے ہم درس حکیم ابوالحسن کے ہمراہ کانپور کا رخ کیا۔ یہاں علوم العلوم میں حاجی امداد اللہ مہاجر کی کے مرید اور مولانا احمد حسن کانپوری کے شاگرد مولانا قاضی عبد الرزاق (م ۱۹۳۶ء) سے خصوصی درس لیا۔ احسن المدارس میں مولانا احمد حسن کانپوری (م ۱۳۲۲ھ) سے منطق کی کتابیں پڑھیں اور مولانا عبید اللہ پنجابی (م ۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۳ھ) سے ہدایہ آخرین عمل کی۔ پھر محدث سورتی کی کوشش و کشش انہیں پہلی بھیت لے گئی جہاں محدث صاحب کے مدرسہ دارالحدیث میں حدیث کی کتابیں پڑھیں۔

پھر ۱۳۲۱ھ ہانس بریلی پہنچے اور مصباح التہذیب نامی مدرسے میں مولوی غلام یسین دیوبندی کے درس میں شریک ہوئے جو سنی بن کر تعلیم دے رہے تھے۔ دورانِ درس جب مولوی غلام یسین کی دیوبندیت آشکارا ہوئی، تو امام اہلسنت علیحضرت کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور آپ سے تفسیر وحدیث، فقہ وتصوف کی کئی کتابیں اور بعض نادر علوم کا درس لینا چاہا، لیکن علیحضرت ہمدوم افتاء وتصنیف میں مصروف رہتے، اس لئے آپ کے پاس درس گاہی مصروفیات کے لئے وقت کہاں تھا۔ کہتے ہیں، کہ دل کی گن اپنی راہیں خود نکال لیتی ہے۔ ملک العلماء دھن کے بکے تھے۔ انہوں نے علیحضرت کے درس گاہی فیض کو دوبارہ جاری کرنا چاہا، جس کے لئے بصد اصرار دارالعلوم منظر اسلام کے قیام کی راہیں ہموار کیں۔ علیحضرت کے مچھلے بھائی استاذ زمن مولانا حسن رضا خاں بریلوی (م ۱۳۲۶ھ) بڑے شاہزادے حضور حجۃ الاسلام

شیخ محی الدین اشرف صاحب، ملک العلماء پر خاص شفقت فرماتے۔ ملک العلماء کو بھی ان کی محبتوں کا اعتراف تھا۔ فرماتے: ”میں ان کے احسانات میں ازسرتا پانقرق ہوں“ (حیات ملک العلماء ص: ۱۱) مدرسہ حنفیہ غوثیہ بین کے رفقائے درس میں مولوی اشرف الحق (م ۱۳۱۸ھ) ولد شفی اکرام الحق، حکیم ابوالحسن خلف سید شاہ مظفر حسین، مولوی عبد القدوس، مولانا حکیم وصی احمد، مولوی حکیم محمد رضا خاں، ماموں زاد بھائی مولوی عبد الماجد، مولوی محمد سعید، مولوی محمود عالم گھٹوی قابل ذکر ہیں۔

عظیم آباد (پٹنہ) عرصہ دراز سے تہذیب، ثقافت، ادب اور علم کا نمائندہ رہا ہے۔ یہیں بخشی محلہ کے اندر ۱۳۱۸ھ میں مدرسہ حنفیہ قائم ہوا جسے قاضی عبدالودود (۱۹۸۲ء) کے والد ماجد قاضی عبد الوحید فردوسی (م ۱۳۲۶ھ) (قاضی عبد الوحید فردوسی علیہ الرحمہ کو علیحضرت سے خاص عقیدت تھی۔ جناب حضور شاہ امین احمد فردوسی کے مرید خاص تھے۔ پٹنہ میں روندوہ پر مشتمل اہل سنت کی عظیم کانفرنس (۱۳۱۸ھ) آپ نے ہی کرائی تھی۔ جس میں علیحضرت بھی تشریف لے گئے تھے اور وہیں اکابر علماء نے علیحضرت کو ”مجدد“ کا خطاب دیا۔ اس وقت کی تقریباً نصف تصانیف رضا آپ نے اپنے خرچ سے طبع کرائیں۔ آپ ہی کی تحریک پر علیحضرت نے المعتقد المعتقد کا حاشیہ المعتقد المستند تحریر فرمایا۔ علیحضرت نے قاضی صاحب کی نماز جنازہ بھی پڑھائی اور قبر میں اتارا۔ (حیات علیحضرت، ص: ۵۶) خلیفہ امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ نے قائم کیا اور جید علمائے اہلسنت کی خدمات حاصل کیں۔ ان میں محدث سورتی شاہ وصی احمد پہلی بھیتی ہندوستان گیر شہرت رکھتے تھے۔

ملک العلماء نے حضرت کی آمد کو غنیمت جانتے ہوئے درس حدیث کے لئے ۲۵ جمادی الاخریٰ ۱۳۲۰ھ کو اس ادارے

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رضوی کی حیات اعلیٰ خدمات

العلماء نے مسلم الثبوت، صحیح مسلم شریف اور دیگر درسیاتی کتب کی تکمیل فرمائی۔ ۱۳۲۲ھ سے ۱۳۲۵ھ تک آپ کا تعلیمی سفر جاری رہا۔ آپ نے ان چار سالوں میں جو کتابیں پڑھیں، اس کی تفصیل اپنے قلم سے یہ تحریر فرمائی:

۱۳۲۲ھ: عروض المفتاح، مقامات حریری، میرزاہد، ملاجلال ہنسائی شریف، جبر و مقابلہ، بخاری شریف، مساحت اقلیدس۔

۱۳۲۳ھ: دیوان متنبی، مطول، حمد اللہ، قاضی مبارک، تفسیر مدارک، تاریخ یمنی، تصریح، شرح چھیننی، سبع شہاد مسلم الثبوت۔

۱۳۲۴ھ: سبعہ معلقہ، مقامات بدیع الزمان ہدانی، سدرہ، شمس بازغہ، ہدایہ آخرین، شرح عقائد نسفی مع خیالی، صحیح مسلم۔

۱۳۲۵ھ: توضیح تلوح، بیضاوی شریف، شرح مواقف (امور عامہ) عبدالعلی میرزاہد، ابوداؤد، ابن ماجہ، مؤطا امام مالک، مؤطا امام

محمد، طحاوی شریف، در مختار، (حیات ملک العلماء ص: ۱۳)

اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے ملک العلماء کو بخاری شریف کا

درس دیا، افتاء نویسی کے اسرار سکھائے، ریاضی، ہیئت، توحیت، جفر اور

تکسیر جیسے پیچیدہ علوم کی تعلیم دی۔ رسالہ اقلیدس کی چھ مقالے،

تصریح، شرح چھیننی پڑھائی اور فن تصوف میں شیخ شہاب الدین

سہروردی کے عوارف المعارف اور رسالہ تشریح کا درس دیا۔ ۱۳۲۵ھ

کا تعلیمی سال مکمل ہونے کے بعد ماہ شعبان کے اخیر میں ملک العلماء

کو ان کے رفقاء درس کے ساتھ دستار فضیلت سے نوازا گیا۔ اس

تاریخی جلسے کے خصوصی مہمان تھے درگاہ شیخ العالم مخدوم عبدالحق

ردولوی قدس سرہ کے سجادہ نشین مخدوم شاہ الثقات احمد علیہ الرحمہ،

جنہوں نے اعلیٰ حضرت کی ایما پر ملک العلماء کے سر پر دستار فضیلت

باندھی اور تدریس و افتاء کی سند مرحمت فرمائی۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے

اسی سال ملک العلماء کو سلاسل عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کی اجازت

مولانا حامد رضا خاں (م ۱۳۶۲ھ) مولانا حکیم سید محمد امیر اللہ بریلوی رحمۃ اللہ علیہم سے ملاقاتیں کیں اور اپنا عندیہ ظاہر فرمایا۔ ان حضرات نے ملک العلماء کے مبارک خیال کی تائید فرمائی اور اس مشن کی تکمیل کے لئے ہمدوم مستعد ہوئے۔

بالآخر اعلیٰ حضرت نے اس ادارے کے قیام اور سرپرستی کی ذمہ داری قبول فرمائی اور منظر اسلام ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۳ء میں قائم ہوا جس کے پہلے ناظم استاذ زمن مولانا حسن رضا خاں علیہ الرحمہ اور

اولین طلباء ملک العلماء مولانا طفر الدین قادری رضوی اور مولانا سید عبدالرشید عظیم آبادی ہوئے۔ (سید عبدالرشید عظیم آبادی، ملک

العلماء کے رفیق درس اور اعلیٰ حضرت کے تلمیذ و خلیفہ تھے۔ ملک العلماء کی کئی کتابوں پر آپ کی تقریظات ہیں۔ انہوں نے ملک

العلماء کے ساتھ مل کر زمانہ طالب علمی میں چند سوالات مرتب کئے اور اشرف علی تھانوی کے سامنے بریلی میں پیش کئے۔ لیکن وہ جناب

ان سوالات کا جواب نہ دے سکے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے ملک العلماء کا رسالہ ”ظفر الدین الجید“۔ سید عبدالرشید صاحب کے ہی

چھوٹے صاحبزادے ہیں مولانا حکیم سید شاہ عزیز احمد ابو العلاء الہ آباد، جن کے صاحبزادوں میں سید شمیم گوہر مشہور عالم، ادیب، طنز

نگار اور شاعر ہیں۔)

انہیں دو طالب علموں سے اس ادارے کا افتتاح ہوا۔ ایک سال کے اندر اندر ہی اس ادارے نے جید اساتذہ اور

ٹھوس علمی صلاحیت رکھنے والے علماء کو اپنے اندر سمیٹ لیا۔ ان میں مولانا حکیم سید امیر اللہ بریلوی، مولانا حامد حسن رامپوری تلمیذ خاص

مولانا ارشاد حسین فاروقی رامپوری (م ۳۱۱ھ)، مولانا سید بشیر احمد علیگڑھ تلمیذ رشید استاذ العلماء مولانا لطیف اللہ علیگڑھی

(م ۱۳۳۲ھ) منظر اسلام کے نامور اساتذہ ہیں، جن سے ملک

و خلافت عطا فرمائی اور ملک العلماء اور فاضل بہار کا ممتاز لقب بخشا۔

تدریس:

فراغت کے بعد اعلیٰ حضرت کی خدمت میں تقریباً چار سال مزید رہے۔ دارالعلوم منظر اسلام میں تدریسی ذمہ داریاں نبھائیں، اعلیٰ حضرت کی سرپرستی میں فتاویٰ لکھے اور بوقت ضرورت مناظرے بھی کئے۔ خاص ذمہ داری یہ تھی کہ منظر اسلام کے انتظام و انصرام میں بھی ہاتھ بٹائیں اور ہر سال کے اوقات صلوٰۃ و صوم کی تخریج کریں۔ یہاں آپ کی تدریس سے تلامذہ کی اچھی تعداد نے فائدہ اٹھایا۔ شوال ۱۳۲۸ھ میں اعلیٰ حضرت کے حکم سے انجمن نعمانیہ ہندلاہور تشریف لے گئے۔ ۱۳۲۹ھ میں معززین شملہ کے اصرار پر اعلیٰ حضرت نے انہیں خطیب اور مفتی کی حیثیت سے شملہ بھیجا۔ اگلے سال ۱۳۳۰ھ میں مولانا عبدالوہاب الہ آبادی کے قائم کردہ جدید ادارہ مدرسہ حنفیہ، آرہ بہار میں صدر مدرس کی حیثیت سے تشریف لے گئے۔ یہ عہدہ بھی اعلیٰ حضرت کے حکم سے قبول فرمایا۔ اس ادارے کو سنبھالا دینے کے بعد ڈسٹرکٹ سیشن جج سید نور الہدیٰ ولد شمس الہدیٰ کے قائم کردہ ادارے مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ میں مدرس اول کی حیثیت سے طلب کئے گئے۔ آپ نے یہاں چار سال تفسیر، حدیث اور فقہ کا درس دیا۔ ۱۳۳۳ھ/۱۹۱۶ء میں سید شاہ بیچ الدین سجادہ نشین خانقاہ کبیرہ بہرام کی درخواست پر مدرسہ خانقاہ کبیرہ بہرام تشریف لے گئے۔ حضرت نے یہاں مدرس اول کی حیثیت سے ۱۳۳۸ھ کے اوائل تک تدریسی خدمات انجام دیں۔ یہیں آپ کے صاحبزادے پروفیسر مختار الدین احمد اور صاحبزادی ربیعہ خاتون کی ولادت ہوئی۔ جن کا تذکرہ آگے آتا ہے۔ یہاں کے رفقاء ادارہ میں مولانا سید ابوالحسن خوشدل بہرامی (م ۱۹۳۵ء) مولانا نجم الدین بہرامی، مولانا رحم الہی مظفر

نگری (م ۱۳۶۳ھ)، مولانا سید موسیٰ رضا کاکوی (م ۱۹۵۲ء) مولانا فرخند علی مدرس خانقاہ کبیرہ کے اسمائے گرامی خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ ان سے روابط کی تفصیلی کے لئے دیکھیے: "ملک العلماء اور علمائے بہرام"۔

۱۳۳۸ھ/۱۹۲۰ء میں مدرسہ شمس الہدیٰ حکومت بہار کے حوالے ہو گیا۔ حکومت کے زیر نگرانی اس کے انتظامات کی تجدید ہوئی اور نئی تقریریاں عمل میں آئیں۔ اس وقت بھی ملک العلماء کو سینئر مدرس کی حیثیت سے منتخب کیا گیا۔ حضرت نے ۱۳۳۸ھ میں یہ منصب سنبھالا اور اسے خوبی تدبیر کے ساتھ نبھایا۔ آپ ۲۲۳۰ سال تک اس ادارے سے وابستہ رہے اور ۱۹۵۰ء میں پرنسپل کی حیثیت سے ریٹائرڈ ہوئے۔ یہاں کے رفقاء ادارہ میں ان کے دیرینہ رفیق مولانا سید عبدالرشید عظیم آبادی، مولانا سید عبید اللہ قادری انجھری، (م ۵ جمادی الاخریٰ ۱۳۳۸ھ) مولانا سید عبد السبحان دسنوی، مولانا حاجی معین الدین ندوی (۳۱ مئی ۱۹۱۳ء) مولانا مشتاق احمد کانپوری (م ۱۳۵۲ھ) ولد علامہ احمد حسن کانپوری، مولانا مقبول احمد خاں در بھنگوی (م ۱۹۷۹ء) مولوی سید دیانت حسین در بھنگوی (م ۱۹۳۹ء) قابل ذکر ہیں۔ ان میں کچھ تو اخیر تک ساتھ رہے، کچھ پہلی بار پٹنہ کی شفٹنگ میں ساتھ رہے اور بعض چند سال ہی رہ سکے۔

ریٹائرمنٹ کے بعد ملک العلماء اطمینان کے ساتھ تصنیف و تالیف میں مشغول ہو گئے۔ لیکن دولت کدے پر بعض حضرات ان دنوں بھی حصول علم کی غرض سے حاضر ہوتے، یوں تدریس کا سلسلہ بھی ضمنی طور پر جاری رہا۔ بارگاہ عشق متین گھاٹ کے سجادہ نشین شاہ شاہد حسین عرف درگاہی میاں کی فرمائش پر ۲۱ شوال المکرم ۱۳۷۱ھ کو ملک العلماء نے کٹیہار (بہار) میں جامعہ

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدظلہ کی حیات اور علمی خدمات

فنون کی کتابیں پڑھیں ہیں، مثلاً بخاری شریف، طحاوی شریف، مسند امام اعظم، تفسیر مدارک، ہدایہ آخرین، تصریح، مسلم الثبوت، دیوان حماسہ وغیرہ اس لئے نہ صرف ایک فن بلکہ مختلف فنون میں طریقہ تدریس کا انداز میرے دل پر اب بھی نقش ہے۔ تمام فنون کی کتابوں میں طریقہ تدریس کی عمدگی، مضامین کی تفہیم اور انداز منفرد

لطیفہ بحر العلوم کا افتتاح فرمایا اور اپنے محنت و کوشش سے اسے کافی فروغ بخشا۔ منصب صدارت کو خود رونق بخشی، تدریس کے لئے اچھے اساتذہ مدعو کئے۔ جن میں مولانا احسان علی ظفر پوری، مولانا محمد یوسف، مولانا محمد مشتاق، مولانا شہاب الدین، مولانا محمد سلیمان ضہا، طاہر مولانا سید عبدالمنان قادری (م ۱۰ نومبر ۱۹۵۶ء) کے

انداز درس:

سے کس دلیل سے ثابت ہے۔ اگر مسئلہ نص سے ثابت ہوتا تو حسب ضرورت یہ بھی بتاتے کہ عبارت النص، اشارۃ النص، دلالت النص، اقتضاء النص میں سے کس نص سے یہ مسئلہ مستنبط ہے۔ اسی طرح یہ بتاتے کہ یہ مسئلہ قیاسی ہے یا اجماعی؟ یا خلاف قیاس استحسان بالاثار وغیرہ ہے۔ علم ہیئت میں ہم نے حضرت ملک العلماء سے صرف تصریح پڑھی۔ جس میں فلک اور کرہ کی تفصیل، رات و دن کے اختلاف، کسوف و خسوف کے وجوہات، برزخ و اقالیم کی تفصیل، صبح و شفق، سمت قبلہ کے استخراج کا طریقہ بتاتے اور مسائل کو پوری وضاحت سے سمجھاتے۔ علم ہیئت میں ان کی سلم الافلاک کا ایک قلمی نسخہ تھا، جسے متعدد طلبہ نے نقل کیا۔ حضرت ملک العلماء کی طرف سے درس گاہ میں طلبہ کو اعتراض کی کھلی چھوٹ تھی۔ مگر عموماً خود ہی اعتراض کی بھی وضاحت کرتے اور خود ہی جواب بھی دیتے

ملک العلماء مستعد، جفاکش، توانا تھے اور علم سے والہانہ شغف رکھتے تھے۔ اس لئے پوری لگن اور محنت سے درس دیتے۔ وہ بھی تسلسل کے ساتھ۔ جامعہ لطیفہ بحر العلوم کئیہا عمر کی آخری منزلیں تھیں اور ادارے نوخیزی کے سبب انتظامی ذمہ داریاں بھی سر پر تھیں۔ ان سب کے باوجود ملک العلماء روزانہ چھ گھنٹہ پڑھاتے تھے۔ اس سے آپ کے تدریسی شغف اور توجہ کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ اسی ادارے کے فیض یافتہ، ملک العلماء کے چہیتے شاگرد مولانا شہاب الدین اشرفی نے اپنے مشاہدات پر مشتمل ایک مضمون تحریر کیا ہے: ”ملک العلماء کی زندگی کے چند گوشے“۔ اس میں وہ حضرت کے طرز تدریس پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

”میں نے حضرت ملک العلماء قدس سرہ سے جو چند

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی دہلی کی حیات علمی خدمات

ذخیرہ مکاتیب کی روشنی میں حضرت کے صاحبزادے پروفیسر مختار الدین احمد تلامذہ کا ایک جامع تعارف ترتیب دے رہے ہیں۔ خدا کرے جلد تکمیل کو پہنچے۔

فنی کمالات:

ملک العلماء ایک باعمل عالم دین، صاحب کرامت انسان، اخلاق مند ہمدرد، راج فنون کے ساتھ کئی ایک نادر فنون میں بھی مہارت رکھنے والے فرد امت تھے۔ دوسرے مضامین میں ان کی فنی مہارت پر مختصر تبصرہ موجود ہے۔ میں یہاں صرف ہیئت و توقیت اور جفر و تکسیر میں فنی قدرت کا مختصر تعارف پیش کرتا ہوں۔

ہیئت و توقیت میں حضرت ملک العلماء قدس سرہ کو خاص مہارت تھی اور اسی فن نے آپ کو زیادہ شہرت عطا کی۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے جن افراد کو اس فن کے بنیادی اصول سکھائے، ان میں ممتاز شخصیت ملک العلماء کی تھی۔ اس فن میں آپ کے توسط سے اعلیٰ حضرت کا علمی فیض آئندہ نسلوں تک پہنچا۔ آپ نے اس فن میں چار کتابیں تصنیف کیں اور کئی ایک تلامذہ پیدا کئے جن میں ممتاز حضرت علامہ حافظ عبدالرؤف بلیاوی نائب شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ مبارک پور اور شمس العلماء مفتی نظام الدین بلیاوی الہ آبادی، امام علم و فن خواجہ محمد مظفر حسین رضوی ہیں۔ تصانیف میں توضیح التوقیت، مؤذن الاوقات، توضیح الافلاک اور مشرقی کاغذ مسلک کافی شہرت رکھتی ہیں۔

ملک العلماء اس فن میں اپنے تلمذ کی کیفیت بیان کرتے ہیں لکھتے ہیں:

”ہیئت و نجوم میں کمال کے ساتھ علم توقیت میں کمال تو حد ایجاد کے درجہ پر تھا یعنی اگر اس فن کا موجد کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ علماء نے جتہ جتہ اس کو مختلف مقامات پر لکھا ہے۔ لیکن

تھے۔ ایسا محسوس ہوتا کہ علم کا دریا موجیں مار رہا ہے۔ دوران درس کسی سبق سے متعلق کوئی واقعہ ہوتا تو اسے بھی بیان فرماتے۔ اور اس سے نتیجہ اخذ کر کے نصیحت فرماتے جو بڑا دلنشین ہوتا۔ (ماہنامہ جہان رضا اگست ۲۰۰۳ء ص ۲۲۰-۲۲۳)

تلامذہ:

حضرت ملک العلماء نے بریلی شریف، آره، پٹنہ، سہرام اور کٹیہار میں درس دیا۔ سب سے زیادہ اوقات پٹنہ میں گذرے۔ اس کے علاوہ مسجد میں درس قرآن، مراسلاتی سطح پر ہیئت اور توقیت کی تعلیم، کاشانہ اقدس پر خارجی اوقات میں طلبہ کے درس کی ذمہ داریاں بھی رہیں۔ غرض زندگی کا ہر لمحہ افادات سے لبریز تھا، تو مستفیدین کی تعداد بھی اسی تناسب سے ہوگی۔ ہزاروں افراد نے آپ سے علمی فیض اٹھائے۔ جن کا کوئی باضابطہ ریکارڈ محفوظ نہیں۔ چند ممتاز تلامذہ کے تذکرے ضمنی طور سے ملتے ہیں۔ انہیں کے ذکر پر اکتفا کرتا ہوں:

☆ سید شاہ احسن الہدیٰ سجادہ نشین خانقاہ شاکریہ پنڈ شریف ضلع مونگیر بہار ☆ سید شاہ فرید الحق عمادی (م ۱۷/ مارچ ۲۰۰۱ء) سجادہ نشین خانقاہ عمادیہ منگل تالاب پٹنہ سٹی ☆ سید شاہ عاشق حسین شمس (وسط اپریل ۲۰۰۱ء) سجادہ نشین درگاہ شاہ ارزاں شاہ گنج پٹنہ ☆ مولانا حافظ عبدالرؤف (م ۱۳۹۱ھ/ ۱۹۷۱ء) نائب شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ مبارک پور ☆ شمس العلماء مفتی محمد نظام الدین بلیاوی، الہ آبادی (م ۱۹۹۳ء) ☆ مفتی غلام مجتبیٰ اشرفی (م ۲۰۰۲ء) ☆ مولانا محمد محمود فاقی مصنف تذکرہ علمائے اہلسنت، مظفر پور ☆ خواجہ علم و فن خواجہ مظفر حسین رضوی، پورنیہ ☆ مولانا شہاب الدین اشرفی ☆ مولانا عبدالرشید رشیدی، چنی بازار، پورنیہ ☆ مولانا شفیق احمد سہرامی مرحوم۔

(حیات اعلیٰ حضرت - جلد اول ص: ۲۷۷-۲۷۸)

جعفر و تکسیر بھی ان علوم میں ہیں۔ جن کے واقف کار خال خال ملیں گے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو اس فن میں مجتہدانہ بصیرت حاصل تھی۔ اعلیٰ حضرت سے اس فن کو جن حضرات نے حاصل کیا۔ ان میں حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں قادری، مفتی اعظم، مصطفیٰ

میرے علم میں کوئی مستقل کتاب اس فن میں نہ تھی۔ اس لئے جب میں نے اور میرے ساتھ مولوی سید شاہ غلام محمد صاحب بہاری، مولانا مولوی حکیم سید شاہ عزیز غوث صاحب بریلوی، مولوی سید محمود جان صاحب بریلوی، حضرت حجۃ الاسلام صاحب زادہ والا جاہ مولانا شاہ حامد رضا صاحب بریلوی، مولوی نواب مرزا

یہ رسالہ جو سرادہا دیں پچھلے برس، میں نے اس کا سب سے پہلے مدرسہ کے مہمان ہوئے اور اپنی عزت بنانے، وقار جمانے کو ادھر ادھر کی بات کرتے ہوئے، فن تکسیر کی واقفیت کا ذکر کیا۔ مولوی صاحب بہت ظریف طبیعت ہیں۔ یہ سن کر ایسا انداز برتا، جس سے ان شاہ صاحب نے سمجھا، کہ میرے فن دانی کے قائل اور معتقد ہو گئے۔ چنانچہ مہینہ دو مہینہ میں ایک دو پھیرا ادھر ان کا ہونے لگا اور مولانا کے یہاں ایک دو وقت قیام ضرور کرتے۔ یہ بھی مہمان نوازی فرماتے۔ جب ان کی ڈیگ بہت بڑھی، تو ایک دن بہت ہلکی زبان سے فرمایا میرے مدرسہ میں بھی ایک مدرس مولانا ظفر الدین صاحب ہیں، وہ بھی فن تکسیر جانتے ہیں۔ بہت حیرت ہوئی، وہ تو سمجھ رہے تھے، کہ مولانا مقبول احمد خاں صاحب کے علم میں دنیا میں، میں ہی تکسیر جاننے والا ہوں اور اسی وجہ سے ایسے زبردست

رسالہ جو سرادہا دیں پچھلے برس، میں نے اس کا سب سے پہلے مدرسہ کے مہمان ہوئے اور اپنی عزت بنانے، وقار جمانے کو ادھر ادھر کی بات کرتے ہوئے، فن تکسیر کی واقفیت کا ذکر کیا۔ مولوی صاحب بہت ظریف طبیعت ہیں۔ یہ سن کر ایسا انداز برتا، جس سے ان شاہ صاحب نے سمجھا، کہ میرے فن دانی کے قائل اور معتقد ہو گئے۔ چنانچہ مہینہ دو مہینہ میں ایک دو پھیرا ادھر ان کا ہونے لگا اور مولانا کے یہاں ایک دو وقت قیام ضرور کرتے۔ یہ بھی مہمان نوازی فرماتے۔ جب ان کی ڈیگ بہت بڑھی، تو ایک دن بہت ہلکی زبان سے فرمایا میرے مدرسہ میں بھی ایک مدرس مولانا ظفر الدین صاحب ہیں، وہ بھی فن تکسیر جانتے ہیں۔ بہت حیرت ہوئی، وہ تو سمجھ رہے تھے، کہ مولانا مقبول احمد خاں صاحب کے علم میں دنیا میں، میں ہی تکسیر جاننے والا ہوں اور اسی وجہ سے ایسے زبردست

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدظلہ کی حیات اور علمی خدمات

معقولی ہونے پر میری عزت کرتے ہیں۔ جب انہیں معلوم ہوا، کہ اس پٹنہ میں مولانا کے دوستوں میں اسی مدرسہ کے مدرسوں میں، ایک شخص فن تکسیر جانتے ہیں تو حیرت کی حد نہ رہی۔ بولے، کہ ان سے میری ملاقات کرا دیجئے گا۔ انہوں نے کہا: اچھا! وہ تو روزانہ مدرسہ کے وقت ۱۰ بجے مدرسہ تشریف لاتے ہیں اور چار بجے دریا پور واپس جاتے ہیں۔

چنانچہ ایک دن مولوی صاحب موصوف شاہ صاحب کو لئے ہوئے میرے پاس تشریف لائے اور ان کا تعارف کراتے ہوئے اور بہت سی خوبیاں بیان کرتے ہوئے خاص انداز سے فرمایا، کہ سب سے بڑا کمال آپ کا یہ ہے، کہ آپ فن تکسیر جانتے ہیں۔ میں سمجھ گیا۔ میں نے کہا کہ اس سے بڑھ کر اور کیا کمال ہوگا، کہ آپ وہ فن جانتے ہیں، جس کے جاننے والے روئے زمین سے معدوم و مفقود نہیں، تو قلیل الوجود ضرور ہیں۔ اس پر شاہ صاحب نے فرمایا مجھے معلوم ہوا ہے، کہ جناب کو بھی فن تکسیر کا علم ہے؟ میں نے کہا یہ مخلصوں کا محض حسن ظن ہے، کسی فن کے چند قواعد کا جان لینا، فن کی واقفیت نہیں کہلاتی ہے۔ ہاں اس فن سے ایک گونہ دلچسپی ضرور ہے۔

اس کے بعد میں نے ان شاہ صاحب سے پوچھا: جناب مربع کتنے طریقے سے بھرتے ہیں؟ بہت فخر سے یہ فرمایا: سولہ طریقہ سے۔ میں نے کہا: بس۔ اس پر فرمایا: اور آپ؟ میں نے کہا: گیارہ سو باون طریقے سے۔ بولے: سچ؟ میں نے کہا: جھوٹ کہنا ہوتا، تو لاکھ دو لاکھ کا عدد مجھے معلوم نہ تھا، گیارہ سو باون کی کیا خصوصیت تھی؟ کہا: میرے سامنے بھر سکتے ہیں؟ میں نے کہا: ضرور، بلکہ میں نے بھر کر رکھ دیا ہے۔ آج چار بجے میرے ساتھ دریا پور تشریف لے چلیں۔ مولانا مقبول احمد خاں صاحب کو بھی میں دعوت دیتا ہوں، وہ کتاب میں حاضر کروں گا۔ ایک ہی نقشہ ہے جو

اتنے طریقے سے بھرا ہوا ہے، جس میں کوئی ایک دوسرے سے ملتا ہوا نہیں۔ پوچھا کن سے سیکھا؟ میں نے اعلیٰ حضرت امام ابلسعد کا نام لیا۔ حضرت کے معتقد تھے، نام سن کر ان کو یقین ہو گیا۔ مگر پوچھا: اور اعلیٰ حضرت کتنے طریقے سے بھرتے ہیں؟ میں نے کہا: تیس سو طریقے سے۔ کہا: آپ نے اور کیوں نہیں سیکھا؟ میں نے کہا: وہ تو علم کے دریا نہیں، سمندر ہیں۔ جس فن کا ذکر آیا، ایسے گفتگو فرماتے، کہ معلوم ہوتا، کہ عمر بھر اسی کو سیکھا اور اسی کی کتب بنی فرمائی ہے۔ ان کے علوم کو میں کہاں تک حاصل کر سکتا ہوں؟ آخر چار بجے وہ میرے ساتھ دریا پور تشریف لائے اور وہ کاغذ جس پر میں وہ نقوش لکھے تھے، ملاحظہ فرمایا۔ بہت تعجب سے دیکھتے رہے اور اعلیٰ حضرت کی زیارت کے مشتاق ہو کر بعد مغرب واپس ہوئے پھر نہ معلوم کہ بریلی شریف حاضر ہوئے یا نہیں۔ (حیات اعلیٰ حضرت۔ جلد اول ص: ۲۸۱ تا ۲۸۲)

ذوق مطالعہ:

ذوق مطالعہ ہی فنی صلاحیتوں کو جلا بخشتا ہے اور فکری حسن کو نکھارتا ہے۔ ملک العلماء کو قدرت نے یہ ذوق بہت فیاضی کے ساتھ عطا کیا تھا۔ آپ کو طالب علمی کے زمانے سے ہی کتب بنی کا شوق تھا جو رفتہ رفتہ عشق کی حد تک پہنچ چکا تھا۔ پروفیسر مختار الدین احمد لکھتے ہیں:

”انہیں کتابیں جمع کرنے کا شوق طالب علمی کے زمانے سے تھا۔ ایک جلد میں ”فہرست کتب علو کہ فقیر ظفر الدین احمد مورخ ۱۰ رجب المرجب ۱۳۲۳ھ“ کے عنوان کے تحت کتابوں کے نام درج کئے ہیں۔ اس وقت بریلی میں ان کے پاس ۹۸ رکت ورسائل تھے۔ (حیات ملک العلماء ص: ۱۰)

ملک العلماء خود ہی مطالعہ سے شغف نہ رکھتے تھے، بلکہ

رہا۔ آپ کو بھی ادیبانہ شوق نہیں چرایا۔ جس سے آپ کی عالمی شان پر دھبہ آئے۔ آپ کی باضابطہ تصنیف کا آغاز ۱۳۲۳ھ سے ہوتا ہے یعنی سال فراغ سے دو سال پہلے۔ پھر یہ سلسلہ اخیر دم تک جاری رہا اور تقریباً سو کتابیں متعدد فنون میں منظر عام پر آئیں۔ موضوعات قلم میں فنون حدیث، اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ، تاریخ، سیرت، سوانح، اخلاق، صرف، نحو، منطق، فلسفہ، مناظرہ، ہیئت، توقیت، تفسیر، اذکار، اوقاف آتے ہیں۔ بیشتر کتابیں اردو زبان میں ہیں، لیکن چند اہم تصانیف عربی میں بھی لکھی گئیں۔ جن میں صحیح البہاری خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ حضرت ملک العلماء کی تحریروں کی خصوصیت یہ ہے، کہ ان میں اعلیٰ حضرت کے افادات ملتے ہیں اور انہیں کا طرز تحقیق جھلکتا ہے۔ سوز دل پایا تھا، اس لئے پر خلوص جذبے بھی ہر جگہ اپنی اہمیت تسلیم کراتے چلے جاتے ہیں۔ حضرت ملک العلماء کی تصانیف اور مختلف فنون میں ان کی مہارت پر اگلے صفحات میں کہیں جزوی اور کہیں مفصل تبصرہ موجود ہے۔ اس لئے یہاں صرف حضرت کی تصانیف کی فہرست موضوعات اور اور سن تصنیف کی تعین کے ساتھ پیش ہوتی ہے:-

(سیرت) ☆ شرح کتاب الشفا للقاضی عیاض (۱۳۲۴ھ) میں آغاز تصنیف۔ مکمل نہ ہو سکی ☆ جنوری السواج فی ذکر المعراج (۱۳۵۳ھ) اس کے کئی حصے لاہور سے شائع ہوئے۔ گھوسی، مبارکپور اور ہزاری باغ نے اس کی بعض جلدیں شائع کیں ☆ مولود رضوی (۱۳۶۰ھ) پاکستان سے شائع ہوئی۔

(حدیث) ☆ نزول السکینة باسانید الاجازات المتینہ (۱۳۳۳ھ) ☆ جامع الرضوی معروف بہ صحیح البہاری (۱۳۳۵ھ) سن آغاز۔ چھ

طلبہ کو بھی مطالعہ اور کتابیں خریدنے کی ترغیب دیتے۔ یہاں بھی مولانا شہاب الدین اشرفی صاحب کا مشاہداتی بیان پیش کرتا ہوں کیونکہ یہ ان کی آنکھوں دیکھی ہے:

ضعف پیری اور علمی تبحر کے باوجود حضرت ملک العلماء علیہ الرحمہ کے مطالعہ کا یہ عالم تھا، کہ ضرورت کی تکمیل کے بعد وقت ضائع نہ فرماتے۔ مختلف علوم و فنون کی کتابوں کا مطالعہ فرماتے، قیلولہ کے وقت عموماً اخبار و رسائل کا مطالعہ کرتے۔ جب میں یا کوئی اور طالب علم خدمت کے لئے جاتا، تو ان سے علمی گفتگو فرماتے یا واقعات بیان کرتے اور ان پر اپنا ناصحانہ تبصرہ بھی کرتے۔ طلباء کو کتابوں اور اہم رسالوں کا مطالعہ کی ترغیب دیتے۔ خصوصاً امام احمد رضا قدس سرہ کے رسائل کے مطالعہ کی تاکید فرماتے۔ ”الاشباہ والنظائر لابن نجیم حنفی“ کے فوائد کا ذکر فرماتے ہوئے مجھے اس کے مطالعہ کی خصوصی ترغیب دی۔ کتابوں کے خریدنے کی نصیحت کرتے اور فرماتے تھے، کہ علماء کے ہتھیار ہیں۔ نیز فرماتے جب بھی سنی علمائے کرام کی کوئی تصنیف منظر عام پر آجائے، تو اپنی گاڑھی کمائی کا پیسہ اس کے حاصل کرنے میں صرف کرو۔ انہیں کی ترغیب کا اثر تھا، کہ وہاں کے محنتی باذوق طلبہ کچھ نہ کچھ کتابیں ضرور خریدتے۔ میں نے بھی بفضلہ تعالیٰ خاصی کتابیں دوران طالب علمی میں ہی خرید لیں۔ چند کتابیں خود حضرت ملک العلماء نے مجھے باہر سے منگوا دی تھیں۔ جن میں شرح جامی کی معروف شرح ”محرم آفتدی“ بھی شامل ہے۔ (جهان رضا اگست ۲۰۰۳ء ص: ۲۳)

تصنیف:

قلم سے ملک العلماء کا زمانہ طالب علمی سے رابطہ رہا۔ فتویٰ نویسی نے اس ذیل میں خاصی کمک پہنچائی۔ لیکن خاص بات یہ رہی کہ آپ کا قلم ہمیشہ دین اور لوازمات دین کے گرد گھومتا

جهان ملك العلماء

حضرت ملك العلماء امام العصر سيد محمد ظفر الدين عظيم آبادی دہلی کی حیات اور علمی خدمات

شاہ بودا برادر شاہ حامد حسین سجادہ نشین درگاہ شاہ ارزاں کے نام سے ۱۳۵۷ھ میں شائع ہوا۔ باقی رسائل غیر مطبوعہ میں۔

(عقائد و مناظرہ) ☆ ظفر الدین

الجید (۱۳۲۳ھ) مطبوعہ ☆ الحسام المسلول علی منکر علم الرسول (۱۳۲۳ھ) ☆ مبین الہدیٰ فی نفسی امکان مثل لمصطفیٰ (۱۳۲۳ھ) یہ خاص مناظراتی تحریر ہے جو ابھی قلمی صورت میں ہے۔ ☆ شکست سفاہت (۱۳۲۶ھ) مطبوعہ ☆ ظفر الدین

الطیب (۱۳۲۷ھ) یہ ظفر الدین الجید کے ساتھ متعدد بار شائع ہوا۔ ☆ سجم الكنزہ علی الکلاب الممطرة (۱۳۲۸ھ) ☆

النب راس لدفع المنہاس (۱۳۲۹ھ) ☆ کشف الستور عن مناظرۃ رامپور (۱۳۳۳ھ) ☆ گنجینۃ مناظرہ (۱۳۳۳ھ) مطبوعہ ☆ ندوۃ العلماء (۱۳۳۸ھ) ☆ الفوائد الثامہ فی اجوبتہ الامور العامتہ (۱۳۵۷ھ)۔

(فضائل و مناقب) ☆ تحفہ الاخبار فی

مناقب الاخبار (۱۳۳۷ھ) ☆ تحفۃ المظافی فضل العلماء (۱۳۶۵ھ) ☆ النور والضيافی سلاسل الاولیاء (۱۳۸۲ھ) سبھی قلمی صورت میں ہیں۔

(تاریخ و سوانح) ☆ المجمل المعقد

لتالیفات المجدد (۱۳۲۷ھ) دیپول ایڈیشن نکلے ہیں ☆ جواہر البیان فی ترجمۃ خیرات الحسان (۱۳۳۳ھ) ☆ حضرت ابن حجر مکی (۹۷۷ھ) نے امام اعظم کی سوانح ”الخیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفۃ النعمان“ تحریر فرمائی۔ ملک العلماء نے حاجی لعل خاں کی فرمائش پر اس کا اردو ترجمہ کیا جو ۱۳۳۳ھ میں کلکتہ سے شائع ہوا پھر اس کے

تین جلدوں میں فقہ حنفی کی مؤید احادیث جمع کرنے کا ارادہ تھا لیکن غالباً چار اجزا اور دس ہزار احادیث پر مشتمل ہے۔ مصنف کی حیات میں ہی شائع ہو چکی تھی، ابھی حال میں پاکستان سے بھی اشاعت ثانیہ ہوئی ہے۔ پہلی جلد پر بھی پاکستان میں کام ہو رہا ہے۔ جو کتاب العقائد پر مشتمل ہے ☆ الافادات الرضویہ۔ اصول حدیث (۱۳۲۴ھ)

(فقہ و اصول) ☆ مواہب ارواح القدس

لکشف حکم العرس (۱۳۲۳ھ) ☆ اعلام الساجد بصرف جلود الاضحیہ فی المساجد

(۱۳۲۵ھ) ☆ التعلیق علی القدوری (۱۳۲۵ھ) ☆ بسط

الراحتہ فی الحظرو الاباحتہ (۱۳۲۶ھ) ☆ فیض

الرضوی فی تکمیل الحموی (۱۳۲۶ھ) ☆ رفع

الخلاف من بین الاحناف (۱۳۳۲ھ) ☆ القول

الاظہر فی الاذان بین یدی المنبر (۱۳۳۳ھ) ☆ تحفۃ

الاحباب فی فتح الکوۃ والباب (۱۳۳۲ھ) ☆ نہایہ

المنتہی فی شرح ہدایت المبتدی (۱۳۳۳ھ)

☆ تسہیل الوصول الی علم الاصول (۱۳۲۸ھ) ☆ نافع

البشر فی فتاویٰ ظفر (۱۳۳۹ھ) ☆ نصرۃ الاصحاب

باقسام ایصال الثواب (۱۳۵۴ھ) ☆ جامع الاقوال فی

رویۃ الهلال (۱۳۵۷ھ) ☆ عید کاجاند (۱۳۷۰ھ)

☆ تنویر المصاحح للقیام عند حی علی

الفلاح (۱۳۷۱ھ) ☆ اصلاح الايضاح۔ ان میں مجموعہ فتاویٰ

نافع البشر ناچیز نے مرتب کر کے شائع کیا جس میں چھ فقہی رسائل

بھی شائع ہوئے۔ جامع الاقوال بوجہ پٹنہ سے شاہ محمود حسین عرف

جهان ملك العلماء

حضور ملك العلماء امام العصر سيد محمد ظفر الدين عظيم آبادی دہلی کی حیات اور علمی خدمات

الشمس البازغہ (۱۳۵۷ھ) سبھی قلمی ہیں۔

(ہینت و توقیت) ☆ الجواہر

والیواقیت معروف توضیح

التوقیت (۱۳۳۰ھ) مطبوعہ ☆ بدر الاسلام لمیقات کل

الصلوۃ والنصیام معروف بہ مؤذن

الاقوات (۱۳۳۵ھ) مطبوعہ ☆ توضیح الأوقات معروف

بہ سلم السماء (۱۳۳۰ھ) ☆ مشرقی اور سمت قبلہ مشرقی کا غلط

سلک (۱۳۵۸ھ) ۱۹۳۰ء جنوری فروری کے معارف اعظم گڑھ

میں قسط وار اشاعت ہوئی۔ ابھی چند سال پہلے لاہور سے کتابی شکل

میں شائع ہوا۔

(جفر و تکسیر) ☆ اطیب الاکسیرنی علم

التکسیر (۱۳۳۰ھ) ☆ التحقیق المبین لکلمات

التوبین (۱۳۳۰ھ) متفرق۔

افتاء:

ملك العلماء ۱۳۲۱ھ میں بریلی پہنچے اور ۱۳۲۲ھ میں

علی حضرت قدس سرہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ درسیات کے

ساتھ مشق افتاء بھی شروع ہوئی۔ پہلا فتویٰ لکھ کر جب علی حضرت کی

خدمت میں بغرض اصلاح پیش کیا، تو حسن اتفاق کی بالکل صحیح

نکلا۔ علی حضرت خوش ہوئے، دعائے دیں اور انعام سے بھی

نوازا۔ ملك العلماء افتخاریہ انداز میں اس نوازش کا تذکرہ کرتے

ہوئے لکھتے ہیں:

”جامع حالات فقیر محمد ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ

کہتا ہے کہ ۱۳۲۲ھ میں سب سے پہلے جو فتویٰ میں نے لکھا

اور علی حضرت کی خدمت میں اصلاح کے لئے پیش کیا۔ حسن اتفاق

سے بالکل صحیح نکلا۔ علی حضرت قدس سرہ العزیز اس فتویٰ کو لئے

متعدد ایڈیشن ہندوستان، پاکستان اور ترکی سے شائع ہوئے۔

☆ خیر السلوک فی نسب الملوک (۱۳۳۳ھ)

☆ چودھویں صدی کے مجدد (۱۳۶۷ھ) ☆ حیات

اعلیٰ حضرت / مظهر المناقب (۱۳۶۹ھ) یہ کتاب چار

وں میں ہے جو بارہ سال کے عرصے میں تصنیف ہوئی۔ پہلی جلد

مصنف کی حیات میں شائع ہوئی۔ باقی دو جلدیں ۲۰۰۳ء میں مفتی

مطیع الرحمن رضوی کی ترتیب سے۔

(اخلاق و نصائح) ☆ سرور القلب

المحزون فی الصبر عن نور العیون (۱۳۳۸ھ) یہ رسالہ

متعدد بار شائع ہوا۔ ناچیز نے اسے ایڈٹ کر کے اسلامی نظریات

کے نام سے المجمع العلمی ہزاری باغ کے زیر اہتمام شائع

کرایا۔ ☆ ہادی الہدی ترک الموالات (۱۳۹۳ھ)

☆ دلچسپ مکالمہ (۱۳۳۷ھ) ہجرت پاکستان کے بعد

۲۵ لاکھ مسلمان عورتیں بیوگی کا داغ لئے بیٹھی تھیں۔ عقد بیوگاں کی

ترغیب میں یہ رسالہ تحریر ہوا جس کے دو ایڈیشن ۱۳۳۷ھ اور

۱۳۵۵ھ میں پٹنہ سے شائع ہوئے۔ ☆ سد الفرار لمہاجری

بہار (۱۳۶۶ھ) ہجرت بنگال کے نام سے مشہور یہ رسالہ پٹنہ سے

شائع ہو کر مفت تقسیم ہوا۔

(نحو و صرف) ☆ التعلیق علی شروح

المغنی (۱۳۳۱ھ) ☆ وافیہ (۱۳۳۵ھ) ☆ القصر المبنی

علی بناء المغنی (۱۳۳۶ھ) ☆ نظم المبنی فی حروف

المعانی (۱۳۳۷ھ) ☆ عافیہ، صرف (۱۳۳۵ھ) ۱۹۳۶ء

میں بریلی سے شائع ہوا۔

(منطق و فلسفہ) ☆ تقریب

(۱۳۳۵ھ) ☆ تذهیب (۱۳۳۵ھ) ☆ الانوار الامعنے من

اتجمن برکات رضا۔ مبنی

حضور ملك العلماء امام احمد رضا کی نظر میں

کے ایک پیچیدہ مسئلے کے بارے میں تھا۔ (مؤذن الاوقات ص: ۳۶)

احقر نے ممکنہ وسائل سے حضرت ملک العلماء کے جتنے فتاویٰ اور فقہی رسائل دستیاب ہو سکتے تھے، انہیں کتابی صورت دیدی ہے۔ یہ فتاویٰ ملک العلماء ۵۱۲ صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں۔

مناظرہ:

ملک العلماء نے غیر مقلدوں، دیوبندیوں، آریوں اور پادریوں سے کئی ایک کامیاب مناظرے کئے۔ کئی مناظروں میں اعلیٰ حضرت کے حکم سے تشریف لے گئے اور کئی جگہ انہیں خود طلب کیا گیا۔ رنگون (برما)، رامپور، بریلی، کلکتہ، میوات، راندیر کے مناظروں کا تذکرہ تحریری صورت میں ملتا ہے۔ کئی تحریریں بھی مناظراتی انداز کی ہیں۔ جن میں مبین الہدیٰ فی نفی امکان مثل المصطفیٰ میں حضرت کا جدلیاتی علم شباب پر ہے۔ کلکتہ کے مناظرے کی روداد ”تجنیہ مناظرہ“ (۱۳۳۴ھ) کے نام سے چھپ چکی ہے۔ رامپور کے مناظرے کی تفصیل کشف الستور عن مناظرۃ رامپور (۱۳۳۴ھ) میں موجود ہے۔ ظفر الدین الحدید میں تھانوی کا گھیراؤ ہے اور ظفر الدین الطیب میں غیر مقلدیت کے فتنے کو گام دی گئی ہے۔ میں یہاں کلکتہ، میوات اور راندیر کے مناظرے کی تفصیلات نقل کرتا ہوں جو حضرت نے خود بیان فرمائی ہیں۔ فیروز پور میوات کے مناظرے کی تفصیل بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

”۱۳۲۶ھ ملک میوات میں وہابیہ دیوبندیہ نے بہت

اودھم مچا رکھا تھا اور بے چارے سیدھے سادے میواتیوں کو اپنے دام نزور میں پھنسانا چاہتے تھے، کہ جناب مولانا صوفی رکن الدین صاحب الوری نے مولانا مولوی احمد حسین خاں صاحب رامپوری مقیم درگاہ معلیٰ اجمیر شریف اندرون حجرہ نواب رامپور کو کسی عالم

ہوئے خود تشریف لائے اور ایک روپیہ دست مبارک سے فقیر کو عنایت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: مولانا! سب سے پہلے جو فتویٰ میں نے لکھا، اعلیٰ حضرت والد ماجد قدس سرہ العزیز نے مجھے شیرنی کھانے کے لئے ایک روپیہ عنایت فرمایا تھا۔ آج آپ نے جو فتویٰ لکھا، یہ پہلا فتویٰ ہے اور ماشاء اللہ بالکل صحیح ہے۔ اس لئے اسی اتباع میں ایک روپیہ آپ کو شیرنی کھانے کے لئے دیتا ہوں۔ غایت مسرت کی وجہ سے میری زبان بند ہو گئی اور میں کچھ بول نہ سکا۔ اس لئے کہ فتویٰ پیش کرتے وقت میں خیال کر رہا تھا کہ خدا جانے جو اب صحیح لکھا ہے یا غلط۔ مگر خدا کے فضل سے وہ صحیح اور بالکل صحیح نکلا اور پھر اس پر انعام اور وہ بھی ان الفاظ کریمہ سے کہ میرے والد ماجد صاحب نے مجھے اول فتویٰ صحیح پر انعام دیا تھا، اس لئے میں بھی اول فتویٰ صحیح پر انعام دیتا ہوں۔ حق یہ ہے کہ ایک خادم کی وہ عزت افزائی ہے جس کی حد نہیں، اور اس کے بعد اس کو ہمیشہ برقرار رکھا۔ میرے پاس چالیس سے زیادہ مکاتیب ہیں جو وقتاً فوقتاً بریلی شریف سے امضا فرمائے۔ اس میں برابر ولدی الاعز مولانا مولوی محمد ظفر الدین جعلہ اللہ تعالیٰ کاسمہ ظفر الدین سے شروع فرمایا۔ فتاویٰ شریف جلد اول میں میرا نام انہیں لفظوں سے تحریر فرمایا۔ (حیات اعلیٰ حضرت جلد اول ص: ۱۵۴)

افتاء کا سلسلہ پوری زندگی چلتا رہا حتیٰ کہ وصال کے دن بھی وراثت کے متعلق ایک مفصل فتویٰ تحریر فرمایا۔ آپ کے صاحبزادے پروفیسر مختار الدین احمد لکھتے ہیں:

”زندگی کے آخری دن صبح دریا پور کی مسجد جا کر حسب معمول انہوں نے قرآن پاک کا درس دیا اور اسی شام کو چار خط لکھے۔ والدہ مرحومہ فرماتی تھیں کہ دو خطوط کے بارے میں تو یاد نہیں، تیسرا خط تمہارے نام تھا اور چوتھا خط بہت طویل تھا جو وراثت

جهان ملك العلماء

حضور ملك العلماء امام العصر سيد محمد ظفر الدين عظيم آبادی دہلی کی حیات اور علمی خدمات

مناظر کو لینے کے لئے بریلی شریف بھیجا۔ مولوی صاحب موصوف بریلی حاضر ہوئے اور اعلیٰ حضرت سے وہاں کے حالات عرض کئے۔ اس وقت اعلیٰ حضرت نے مجھے یاد فرمایا اور حکم دیا کہ ملک میوات تحصیل فیروز پور جھر کہ میں وہابیوں سے مناظرہ کرنا ہے۔ آپ مولانا کے ساتھ تشریف لے جائیے اور وہابیہ کو شکست دیجئے۔ میں نے عرض کیا تعمیل ارشاد کو حاضر ہوں۔ حضور کی دعا کی ضرورت ہے، حضور کی دعا شامل حال رہی تو انشاء اللہ وہابیہ کو ضرور شکست ہوگی۔ اس وقت اعلیٰ حضرت مکان کے اندر تشریف لے گئے اور ایک اونی جبہ لا کر مجھے عنایت فرمایا، اور ارشاد ہوا کہ یہ مدینہ طیبہ کا ہے۔ میں نے اسے دونوں ہاتھوں سے لیکر سر پر رکھا، آنکھوں سے لگایا اور رکھ لیا۔ اعلیٰ حضرت کی دعا اور جہ مبارکہ کی یہ برکت ہوئی کہ وہابیہ کی طرف سے متعدد صاحبان مناظرہ کے لئے آئے تھے۔ ان میں ایک صاحب ایسے بھی تھے جو بقول خود مکہ معظمہ میں تین چار سال قیام بھی کر چکے تھے، اور اسی بنا پر بڑے زور سے دعویٰ کیا تھا کہ تقریریں سب عربی میں ہوں۔ ادھر سے کہا گیا کہ مولانا یہ مجلس مناظرہ ہے، دونوں طرف کے عوام بکثرت شریک جلسہ ہوئے ہیں۔ عربی فریقین کی تقریر ہونے سے یہ کیا سمجھیں گے؟ لیکن وہ نہیں مانے اور اسی پر اصرار کیا۔ دو تین مرتبہ فریقین کی تقریریں ہوئی تھیں کہ مولوی صاحب موصوف تقریر کرتے بول اٹھے: والناس می فہمد۔ مولوی احمد حسین خاں صاحب رامپوری نے فوراً ٹوکا مولانا! یہ تو فصیح عربی نہیں ہوئی، فصیح عربی والناس می سمجھند ہے۔ کیا ایسی ہی عربی مکہ معظمہ سے سیکھ کر آئے ہیں؟ اس پر زبردست قہقہہ پڑا اور مولوی صاحب کھیانے سے ہو گئے۔ اس کے بعد بقیہ تقریر اردو میں کی۔ پھر فریقین کی تقریریں عربی کی جگہ اردو ہی میں ہونے لگیں۔ جب ابتدائی مباحث طے

ہو گئے اور علمی سوالات کی نوبت آئی تو پہلے ہی سوال کے جواب میں سمجھوں نے ایسی خاموشی اختیار کی کہ ایک لفظ بھی نہ بول سکے۔ تقاضے پر تقاضے ہوتے مگر ان کا سکوت نہ ٹوٹتا۔ تین گھنٹے تک سب کے سب خاموش محض رہے۔ آخر ثالث و حکم صاحب نے کہا۔ مولانا! کچھ تو بولنے لائے تاکہ ہم لوگوں کو کچھ کہنے کا موقع ملے اس پر بھی وہ لوگ خاموش محض رہے۔ آخر مجبوراً ان لوگوں نے بھی اعلان کیا۔ صاحبو! آپ لوگوں کے سامنے سب ابتدائی باتیں طے ہوئیں۔ جب علمی باتوں کی نوبت آئی، مولانا ظفر الدین صاحب نے جو سوالات کئے ان کے جواب میں ان تمام علماء نے سکوت محض سے کام لیا اور بالکل خاموشی میں تین گھنٹہ وقت صرف کر دیا۔ اس سے علوم ہوتا ہے کہ ان کے پاس ان سوالوں کا کوئی جواب نہیں ہے اور یہ لوگ جواب سے قاصر ہیں، ورنہ کس دن کے لئے اٹھا رکھتے۔ ان لوگوں کا مذہب باطل اور اور مولوی شاہ رکن الدین صاحب، مولوی شاہ ارشاد علی صاحب و مولانا مولوی ظفر الدین صاحب مولوی احمد حسین خاں صاحب وغیرہ علماء کا مذہب حق ہے۔ آپ لوگ آتے وقت دروازے سے الگ الگ داخل ہوئے تھے۔ اب سب لوگ متفق ہو کر اس دروازہ سے مولوی ظفر الدین صاحب کے ساتھ مناظرہ گاہ سے باہر تشریف لے جائیں۔ چنانچہ ان چند مولویوں کے علاوہ بقیہ سب لوگ علمائے اہلسنت کے ساتھ ساتھ آئے۔ جب بخیر و خوبی کامیابی کے ساتھ ہم لوگ بریلی شریف واپس ہوئے اور اعلیٰ حضرت کو اس مناظرہ کی روداد سنائی اور ان لوگوں کی خواہش کا اظہار کیا کہ میوات والے چاہتے ہیں کہ مناظرہ کے پورے حالات کتابی شکل میں شائع کر دیئے جائیں۔ وہ لوگ اس کی طباعت کے مصارف برداشت کرنے کو تیار ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے بھی اس کو پسند فرمایا اور اس رسالہ کا تاریخی نام

جهان ملك العلماء

حضور ملك العلماء امام العصر سيد محمد ظفر الدين عظيم آبادی دہلی کی حیات اور علمی خدمات

تھا، اب تو میں نوکر ہوں۔ میں پیر کی خدمت کیا کرتا اور ان کی نذر کرتا کہ اٹنے پیر ہی سے روپے وصول کروں۔ میں کچھ تامل کیا۔ اعلیٰ حضرت نے باصرار عنایت فرمایا۔ میں نے قدس بوسی کرتے ہوئے وہ روپے لے لئے اور کلکتہ روانہ ہوا۔ میرے پہنچنے کی خبر ملنے ہی سارا جوش ٹھنڈا ہو گیا، کس میں مناظرہ کا دم ہے۔ اعلیٰ حضرت کی دعا کا اثر ہے۔

میرے ظفر کو اپنی ظفر دے اس سے شکستیں کھاتے یہ ہیں (حیات اعلیٰ حضرت - اول ص: ۱۵۷، ۱۵۸)

راندیر کے مناظرے میں آپ کی طلب اس وقت ہوئی جب ملک العلماء مدرسہ خانقاہ کبیرہ سہرام میں مدرس اول کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اس مناظرے میں مناظر کی حیثیت سے آپ کا انتخاب فرمایا۔ مکتوب رضاملاحظہ ہو:

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم!

مولانا المکرم ذی الحجہ والکریم ولدی الاعز مولانا مولوی ظفر الدین جعلہ اللہ تعالیٰ کاسمہ ظفر الدین! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

وہابیہ خذلہم اللہ تعالیٰ نے تین جگہ شور مچا رکھا تھا۔ بھاگل پور، فیروز آباد، راندیر، بھاگل پور کا نتیجہ تو یہ ہوا، کہ آپ کو اس اشتہار اور مولانا مولوی نعیم الدین صاحب کے خط سے واضح ہوگا۔ یہ خط اصل ہے، بعد ملاحظہ واپس ہو۔ فیروز آباد میں ایک صاحب مورچہ لیے ہوئے ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ وہاں حاجت نہ ہوگی۔ راندیر میں ابھی کوئی آدمی کام کا نہ گیا۔ وہاں ضرورت پڑتی معلوم ہوتی ہے۔ میں نے فاتحان بھاگلپور کو آج ہی لکھ دیا ہے کہ طیار رہیں، مگر انہوں نے وہاں سے کلکتہ جانے کو لکھا تھا اور شاید ابھی انہیں

”یکے نجدیہ کا چپ مناظرہ“ رکھا اور جناب مولانا حسن رضا خاں صاحب نے اس کا تاریخی نام ”فکست سفاہت“ رکھا چنانچہ یہ رسالہ اسی زمانہ میں چھپ کر تمام ملک میں شائع کر دیا گیا۔ (حیات اعلیٰ حضرت - اول ص: ۱۷۸-۱۸۱)

۱۳۳۳ھ میں کلکتہ کا مناظرہ ہوا ہے اس کے بارے میں رقمطراز ہیں:

”۱۳۳۳ھ میں جب میں مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ میں مدرس اول تھا۔ رمضان شریف کی تعطیل میں اعلیٰ حضرت کی قدم بوسی کے لئے حاضر ہوا۔ اس زمانہ میں اعلیٰ حضرت ہیأت میں ایک کتاب تصنیف فرما رہے تھے اور میں اسے صاف کر رہا تھا۔ ارادہ تھا کہ ماہ رمضان المبارک تمام کر کے بعد شش عید کے جب مدرسہ کھلے گا، پٹنہ واپس ہوں گا۔ لیکن اواخر رمضان شریف میں جناب حاجی لعل خاں صاحب مرحوم کا خط پہنچا کہ یہاں ولی اللہ نامی ایک وہابی آیا ہوا ہے اور جگہ جگہ مناظرہ کا چیلنج دیتا ہے۔ حضور والا مولانا ظفر الدین صاحب کو روانہ فرمادیں۔ اس وقت وہ کتاب قریب ختم کے تھی، اعلیٰ حضرت نے دو دن میں اسے تمام کر دیا۔ لیکن مجھے نقل کرنا اور صاف کرنا بہت باقی تھا، اس لئے حضرت نے فرمایا کہ آپ اس کو اپنے ساتھ لیتے جائیے اور نقل کرنے کے بعد اصل اور نقل دونوں رجسٹری سے واپس دیجئے گا۔ جب چلنے کا وقت ہوا اور اسٹیشن جانے کے لئے سواری آگئی، اعلیٰ حضرت باہر تشریف لائے اور دونوں دس دس روپے کے مجھے عنایت فرمائے اور ارشاد فرمایا کہ میرا ارادہ تھا کہ اس سال عید میں آپ یہیں رہیں گے۔ بچوں کے لئے کپڑے بنواؤں گا تو آپ کے لئے بھی بنواؤں گا۔ لیکن دینی ضرورت سے آپ کلکتہ جا رہے ہیں، اس لئے یہ روپے آپ کی نذر ہیں۔ مجھے بہت شرم آئی، کہ طالب علمی کا زمانہ تو ضرورت کا زمانہ

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی دہلی کی حیات اور علمی خدمات

ہوئی۔ اس طور سے آپ ملک العلماء سے عمر میں دس سال چھوٹی تھیں۔ ان کے لطن سے دو بیٹے اور چھ بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ جب تک اعلیٰ حضرت حیات رہے، سبھی بچوں کے نام آپ ہی نے تجویز فرمائے۔ یہ ملک العلماء کی اعلیٰ حضرت سے غایت درجہ عقیدت تھی۔ حضرت خود تحریر فرماتے ہیں:

”۱۳۲۹ھ میں، میں شملہ میں جامع مسجد میں خطیب تھا کہ مکان سے خط آیا اور اس میں بڑی لڑکی کی پیدائش کی خوشخبری تھی۔ میں نے اس خط کو اور اس کے ساتھ ایک عریضہ لکھ کر بریلی شریف اعلیٰ حضرت کی خدمت اقدس میں حاضر کیا۔ جس میں تاریخی نام کے لئے عرض کیا تھا۔ بواپسی ڈاک جواب آیا، جس میں مبارک باد تھی اور بچی کے لئے دعائے خیر اور تاریخی نام ”زرینہ خاتون“ (۱۳۲۹ھ) تحریر فرمایا تھا۔ اسی طرح رجب ۱۳۳۳ھ میں دوسری لڑکی پیدا ہوئی، تو میں نے پٹنہ سے عریضہ حاضر کیا اور تاریخی نام کی

اطراف میں ان کا قیام مناسب ہو۔ لہذا آپ راندیر جانے کے لئے طیارہ ہیں۔ میرے تارکاً انتظار کریں۔
والسلام مع الاکرام۔ فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ ۸ رجب المرجب ۱۳۳۶ھ (حیات اعلیٰ حضرت، دوم ص: ۶۹۲)
اعلیٰ حضرت اپنے دوسرے مکتوب محررہ ۲۲ رجب ۱۳۳۶ھ میں رقم طراز ہیں:

بسم اللہ الرحمن الرحیم
ولدی الاعز مولانا المکرم اکرمکم وجعلک کاسک ظفر الدین!
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

آپ کی مستعدی پر بجزہ تعالیٰ بہت جی خوش ہوا۔ جزا کم اللہ تعالیٰ خیر او بارک فی کم وبکم ولکم وعلیکم۔ آج ۱۳ اردن ہوئے راندیر سے جواب نہ آیا۔ جواب آنے پر کچھ

خاتون تجویز کرنا چاہا۔ اس کا تاریخی نام سر سرتاں رجب سے یہ کے مطابق ۱۳۳۳ھ نکل رہا تھا۔ اس سلسلے میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی رائے مبارک دریافت کرنا چاہی تو بریلی شریف سے یہ جواب موصول ہوا:

اتحییل ہوئے اور وہیں تدریسی ذمہ داریاں نبھالیں۔ دو سال کے بعد ۱۳۲۷ھ کے اواخر میں رشتہ ازدواج سے منسلک ہوئے۔ آپ کی اہلیہ رابعہ خاتون منشی محمد واعظ الحق استھانوی (پٹنہ) کی بڑی صاحبزادی تھیں۔ ان کی ولادت ۱۲ ربیع الاول شریف ۱۳۱۳ھ کو

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی دہلی کی حیات اور علمی خدمات

(حیات علیحضرت - ۷۰۸/۲)

انہیں صاحبزادے کے تعلق سے علیحضرت نے ایک خواب دیکھا۔ اس کے بعد یہ ہدایت فرمائی: نور العین مختار الدین کو تول کر اناج تصدق کیجئے اور ایک راس اس کی طرف سے ذبح

”رئیسہ خاتون کے عدد ۱۳۳۲ھ ہیں، کہ کتاب میں دو (ی) ہیں۔ ہمزہ کے لئے کوئی عدد نہیں، نہ اس کے عدد کبھی لئے جائیں۔ اگر مرکز یعنی واؤ پر ہے تو اس مرکز کے عدد لیں گے جیسے راس، روس، رئیس میں ۱۰، ۶، ۱۔ اور کچھ نہیں جیسے علماء، نساء،

ہندوستان میں کسی عورت کو نصیب نہ ہوا، یعنی حضرت ربیع بنت معوذ انصاریہ صحابیہ بنت صحابی علیہا الرضوان کے نام پر ربیع خاتون (۱۳۳۹ھ) (حیات علیحضرت، دوم، ص: ۷۲۸)

۱۳۳۰ھ میں علیحضرت قدس سرہ کے وصال کے بعد

تین صاحبزادیاں اور تولد ہوئیں۔ ملک العلماء نے صفیہ خاتون

(۱۳۳۲ھ) شمیمہ خاتون (۱۳۳۵ھ) اور نعیمہ خاتون (۱۳۳۸ھ)

نام تجویز کیا۔ ایک صاحبزادے عالم شیرخوارگی میں اور ایک

صاحبزادی ولیہ خاتون پانچ سال کی عمر میں ۲۹ رزی قعدہ ۱۳۳۸ھ

۱۵/اگست ۱۹۲۰ء میں فوت ہو گئیں۔ حضرت نے مرحومہ کو ایک

مرتبہ خواب میں دیکھا کہ بارش میں عریاں پریشان ہیں۔ اعلیٰ

حضرت سے اس خواب کی تعبیر چاہی تو علیحضرت نے تسلی دی

اور فرمایا کہ خواب مبارک ہے:

”بچی مرحومہ کو جس طرح خواب میں دیکھا جاتا ہے،

قیام سہرام کے دوران ۱۳۳۶ھ میں صاحبزادہ

مختار الدین احمد کی ولادت ہوئی۔ علیحضرت نے مبارک باد کا تار

دیا۔ مکتوب تحریر فرمایا اور ملک العلماء کے فرمائش پر تاریخی نام بھی

تجویز ہوا:

مولانا المکرم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خط آیا، اس کا جواب تو بعد کو ہو۔ پہلے یہ گزارش

کہ ۲۸ رزی قعدہ روز جمعہ کو آپ کا خط مژدہ ولادت صاحبزادہ

وطلب نام تاریخی میں آیا۔ میں نے اسی دن تہنیت کا تار دیا اور اس

میں تاریخی نام مختار الدین ۱۳۳۶ھ لکھا۔ اس کی کوئی رسید نہ

آئی۔ میں نے سمجھا کہ غیر ضروری جان کر آپ نے نہ لکھی۔ اب کہ

خط آیا، اس میں بھی اس کا کوئی تذکرہ نہیں، تو ظن ہوتا ہے، کہ تار

پہنچا ہی نہیں، جسے بھیجے ہوئے آج سولہ دن ہوئے۔ اگر ایسا ہے،

اطلاع دیجئے، کہ تار گھر مطالبہ ہو۔ فقیر قادری غفرلہ

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدظلہ کی حیات اور علمی خدمات

خصوصی نوازش کا مستحق سمجھا، اس لئے ملک العلماء کے دل میں بھی اعلیٰ حضرت سے والہانہ وابستگی کے جذبات تھے۔ شفقت و اکرام کے یہ سلسلے ادبیات سے لیکر معاملات تک تھے۔ تصنیف، تدریس، خطابت، مناظرہ، خانگی معاملات، معمولات حیات حتیٰ کہ اذکار و اوراد میں بھی ملک العلماء اعلیٰ حضرت کی پیروی اپنے لئے لازم سمجھتے۔ اعلیٰ حضرت کے حضور بالکل چوں قلم در دست کاتب تھے۔ اپنی پسند، ناپسند کا کوئی دخل نہ تھا۔ ہر کام اعلیٰ حضرت کے مشورے اور حکم سے ہوتا۔ اعلیٰ حضرت نے جہاں تدریس کے لئے متعین کیا وہاں تشریف لے گئے۔ جہاں سے طلب کیا، فوراً حاضر ہوئے۔ ۱۳۲۹ھ تک بریلی شریف میں ہی رہے۔ اس کے بعد اعلیٰ حضرت کے حکم پر شملہ تشریف لے گئے۔ بریلی واپسی ہوئی پھر اعلیٰ حضرت نے آرا بھیجا، متعدد جگہ مناظرے کے لئے روانہ کیا۔ پٹنہ اور بہرام کے دوران قیام مراسلات کا سلسلہ قائم رہا جن میں کتابوں کی تصحیح، متعدد کتب کے حوالوں کی تخریج، ہیئت و توقیت کے نقشہ جات تیار کرنے کا حکم ہوتا اور ملک العلماء خوشی خوشی ساری ذمہ داریوں سے کنارہ کش ہو کر ان احکام کی تعمیل کو اولین ترجیح دیتے اس سلسلے میں کبھی کبھی بہرام سے پٹنہ خدائش لاہری کا سفر کرنا پڑتا اور وہاں قیام کر کے مطلوبہ کتابوں کی عبارتیں تلاش کی جاتیں۔ حیات اعلیٰ حضرت کے اخیر میں جو مکاتیب رضا درج ہیں، ان سے ان معاملات پر روشنی پڑتی ہے۔

ملک العلماء نے حسن ادب کا خاص حصہ پایا تھا اور بارگاہ رضا سے شیفتگی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی، اس لئے دربار رضا کی ہر شئی سے والہانہ انس تھا۔ اس جناب سے بھی ویسی ہی نوازش تھی۔ ملک العلماء ایک مرتبہ کچھ پریشانیوں میں مبتلا ہوئے۔ دل گرفتہ ہو کر عریضہ ارسال خدمت کیا اور طالب دعا ہوئے۔ اعلیٰ حضرت قدس

انشاء اللہ تعالیٰ بہت مبارک ہے۔ نہایت رحمت و برکت ہے اور برہنگی دلیل حاضر بارگاہ ہے کہ دربار عزت میں حاضری یوں ہی ہوگی۔ قال اللہ تعالیٰ: لقد جتتمونا كما خلقناكم اول مرة. وقال صلى الله عليه وسلم: انكم تحشرون حفاة عرأة. اور دیکھنے والے کو صحیح اعمال کی تنبیہ و انداز ہے۔ قال صلى الله عليه وسلم: انا النذير العريان۔ حضرت سرمد کا شعر ہے۔
پوشاندہ لباس ہر کراچپے دید
بے عیباں رالباس عریانی داد
(حیات اعلیٰ حضرت ت-۷۳۲۲)

والسلام
صاحبزادہ پروفیسر مختار الدین احمد کا تعارف اخیر میں آتا ہے۔ ان کا عقد مسنون ان کی سگی خالہ نجم النساء بیگم کی چھوٹی ناظمہ بیگم کے ہمراہ جولائی ۱۹۳۵ء میں ہوا۔ ان سے دو صاحبزادے طارق مختار، اقبال احمد اور دو صاحبزادیاں یاسمین مختار اور فریدہ مختار ہیں۔ طارق مختار (M.A.M.Phil.Arabic) اور اقبال احمد (Studies.B.Com.M.A.Islamic) کی شادیاں ان کی والدہ ناظمہ بیگم کی بھتیجیوں فرزانہ اور ناہید سلطانہ سے ہوئیں۔ یاسمین مختار کی شادی ڈاکٹر طارق چھتاری (شعبہ اردو علیگڑھ مسلم یونیورسٹی، علیگڑھ) کے ہمراہ ہوئی اور فریدہ مختار اعجاز احمد (ایڈوکیٹ) کشمیر سے منسوب ہیں۔ سبھی صاحب اولاد اور شاد و آباد ہیں۔

حضرت ملک العلماء کی اہلیہ محترمہ رابعہ خاتون ۷۵ سال کی عمر میں ۸ رجب ۱۳۸۸ھ ۲۲ اکتوبر ۱۹۶۸ء میں حضور ملک العلماء کے وصال سے چھ سال بعد دنیا سے رخصت ہوئیں اور درگاہ شاہ ارزاں میں شوہر کے پہلو میں دفن ہوئیں۔ رحمہما اللہ رحمۃ واستہ۔

وابستگی رضا:

اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے ملک العلماء کو ہمیشہ اپنی

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدنی کی حیات اور علمی خدمات

سرہ نے مفصل تسلی نامہ تحریر فرمایا اور ساتھ ہی قدرے مالی امداد بھی فرمائی۔ آپ کے صاحبزادے پروفیسر مختار الدین احمد کا بیان ہے:

”دس دس روپے کے یہ نوٹ فاضل بریلوی کے وصال کے بیسیوں سال بعد میں نے والد محترم کے قلمدان میں ایک لفافے میں حفاظت سے رکھے ہوئے دیکھے تھے۔ آپ نے انہیں اپنے استاذ و مرشد کی محبت و شفقت کی یادگار سمجھ کر بطور تبرک محفوظ رکھ چھوڑا تھا۔“ (حیات ملک العلماء ص: ۸)

اب وہ گرامی نامہ ملاحظہ کیجئے اور شاگرد کی محبت کے ساتھ ساتھ استاذ کی شفقت بھی دیکھتے چلیے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

ولدی الاعز مولانا المکرم جعل کاسمہ ظفر الدین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

مولیٰ عزوجل پر توکل کر کے قبول کر لیجئے۔ وہ کریم اکرم الاکریم برکات وافرہ عطا فرمائے۔ اور آپ کو دین سے اور دین کو آپ سے نصرموز پہنچائے۔ آمین آمین بجاہ الکریم المعین علیہ وعلی آلہ اصحابہ الصلاة والتسلیم اور احسن یہ کہ استخارہ شرعیہ کر لیجئے۔

آپ کا خط دربارہ پریشانی دنیا آیا تھا۔ ہفتے ہوئے اور سا کا جواب آج دوں کل دوں مگر طبیعت علیل۔ بار بار بخار کے دورے اور اعدائے دین کا ہر طرف سے ہجوم۔ ان کی دفع میں فرصت معدوم۔ علاوہ اس کے سو سے زیادہ جواب فتاویٰ کے اس مہینہ کے اندر چار رسالے تصنیف کر کے بھیجئے ہوئے اور میری تنہائی اور ضعف کی حالت معلوم۔ و حسبنا ربی ونعم الوکیل، اس سے اعتماد رہتا ہے کہ عدم جواب کو اوزار صحیحہ پر خود محمول فرمائیں گے۔

اس خط کے جواب میں یہ چاہتا تھا کہ آیات و احادیث

در بارہ ذم دنیا و منع التفات بہ تمول اہل دنیا لکھ کر بھیجوں۔ مگر وہ سب بفضلہ تعالیٰ آپ کے پیش نظر ہیں۔ فلاں دست غیب ہے۔ فلاں کو حیدر آباد میں رسوخ ہے۔ یہ تو دیکھا مگر یہ نہ دیکھا کہ آپ کے پاس بعونہ تعالیٰ علم نافع ہے، ثبات علی السنتہ ہے۔ ان کے پاس علم نہیں یا علم مضر ہے۔ اب کون زائد ہے، کسی پر نعمت حق بیشتر ہے؟ جھڑپ ایمان وعدہ علو و غلبہ باعتبار دین ہے، نہ یہ کہ دنیوی امور میں مومنین کو تفوق رہے۔ دنیا سخن (قید خانہ) مومن ہے۔ سخن میں جتنا آرام مل رہا ہے کیا محض فضل نہیں؟ دنیا فاحشہ ہے، اپنے طالب سے بھاگتی اور ہارب کے پیچھے دوڑتی ہے۔ دنیا میں مومن کا قوت کفاف (ضروریات کی کفالت کرنے والا رزق) بس ہے۔ فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ ۱۳-۱۱-۱۳۳۹ھ (حیات علیحضرت، ص: ۷۴۴، ۷۴۵)

علیحضرت کی رضامندی ملک العلماء کو اس قدر مطلوب تھی کہ جو باتیں علیحضرت کو لوجہ اللہ ناگوار ہوتیں، اس سے دست کش ہو جاتے، چاہے اس میں کتنا ہی نقصان کیوں نہ ہو جائے اور دوسروں کو کیسے ہی افادیت کیوں نہ ہو۔ آپ نے منطق، فلسفہ، صرف، نحو میں تقریب، تذبذب، وافیہ، عافیہ تصنیف کیں اور انہیں بغرض اصلاح علیحضرت کی خدمت میں بھیجا۔ چونکہ ان فنون میں کثیر کتابیں پہلے ہی سے موجود ہیں، اسی لئے اس میں شہرت پسندی اور ذوق مصنئی کا پہلو نکلتا ہے جبکہ علیحضرت اپنے وابستگان کو سرا پا خلوص اور دین کا مجاہد دیکھنا چاہتے تھے۔ آپ جوابی مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

”آپ کا رسالہ مؤذن الاوقات آیا، نام بھی نہایت مناسب و موزوں پایا۔ اس کے مقصد اول و خاتمہ کو ضرور دکھالینا چاہئے اور تذبذب کا حرف بحرف قبل طبع دکھالینا فرض ام

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رضوی کی حیات اور علمی خدمات

جملہ طلبائے مدرسہ اہل سنت و جماعت منظر اسلام کی، ان کی خواہش کے مطابق دعوت فرمائی۔ بنگالی طلبہ سے دریافت فرمایا: آپ لوگ کیا کھانا چاہتے ہیں؟ انہوں نے کہا مچھلی بھات۔ چنانچہ روہو مچھلی بہت وافر طریقہ پر منگائی گئی اور ان لوگوں کے حسب خواہش دعوت ہوئی۔ بہاری طلباء سے دریافت فرمایا: آپ لوگوں کی کیا خواہش ہے؟ ہم لوگوں نے کہا: بریانی، زردہ، فیرنی، کباب، بیٹھا ٹکڑا وغیرہ۔ بہاریوں کے لئے پر تکلف کھانا تیار کرایا گیا۔ پنجابی اور ولایتی طلباء کی خواہش ہوئی دنبہ کا خوب چرب گوشت اور تنور کی پکی گرم روٹیاں۔ غرض ان لوگوں کے لئے وافر طور پر اسی کا انتظام ہوا اس وقت خاص عزیزوں مریدوں کے لئے جوڑا بھی تیار کیا گیا تھا۔ نہایت ہی مسرت سے لکھتا ہوں کہ میں بھی انہیں خاص لوگوں میں ہوں، جن کے لئے جوڑا بھی تیار کرا یا تھا۔ وہ کرتا، پانچامہ، جوتا، ٹوپی تو اسی زمانہ میں پہن لیا تھا مگر انگر کھا بہت قیمتی کپڑے کا تھا، گا ہے گا ہے اس کو پہنا کرتا تھا۔ وہ بہت دنوں تک رہا، یہاں تک کہ چھوٹا ہو گیا، تو اس کو تبر کار کھ دیا۔ جب مدرسہ خانقاہ بہرام میں مدرس ہوا اور مخلص قدیم مولوی سید غیاث الدین صاحب چشتی ابوالعلائی رجہتی بہاری کو حسب طلب مخلص محترم حامی دین متین جناب حاجی محمد لعل خاں صاحب کلکتہ بھیجے لگا، اس وقت میں نے وہ انگر کھا مولوی صاحب موصوف کی نذر کر دیا، جو مجھ سے دبے پتلے تھے اور ان کو ٹھیک آ گیا۔ اس وقت ان کے بڑے بھائی مولوی صاحب موصوف نے جواب دیا کہ اولاً مولانا کے میرے علم، اس کے ہر، ثنائہ

ہے۔ مولانا! کسی وقت اپنے آپ کو مشورہ احباب سے مستغنی نہ کرنا بہت مفید فی الدین ہے۔ آپ کی تصانیف عافیہ، وافیہ، تقریب پر خوشی ہوئی، مگر کاش یہ وقت آپ نے بہشتی زیور و گوہر کے قلعی کھولنے میں صرف کیا ہوتا تو عمدہ ذخیرہ عقلمندی ہوتا۔ جہاں ان کتابوں سے گمراہ ہوئے جاتے ہیں۔ (مکتوب محررہ ۲۲ رجب ۱۳۳۶ھ بحوالہ حیات علیحضرت ۷۰۱۲)

اس مکتوب سے جب علیحضرت کی ناپسندیدگی کا پتہ چلا، تو وہ گرامی اور اراق جو محنت شاقہ کے بعد سپرد قلم ہوئے۔ ان کی اشاعت یکنخت روک دی گئی۔ آج کے دور میں استاذ اور مرشد کا ایسا ادب بے نظیر ہے۔ حالانکہ علیحضرت نے ان کتابوں کی تصنیف پر خوشی کا اظہار کیا تھا، ان کی اشاعت پر روک نہیں لگائی تھی۔ انہوں نے صرف اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ ان کے چہیتے شاگرد اور مرشد اپنی توجہ دینی اور مذہبی موضوعات پر مرکوز رکھیں۔ جو عمدہ ذخیرہ عاقبت ہے۔ یہ ادب اور قلبی وابستگی یوں ہی نہیں تھی بلکہ علیحضرت اپنے تلامذہ اور متعلقین کو اتنا نوازتے تھے، ان سے ایسی شفقت سے پیش آتے تھے، کہ دل خود بخود ان کے قدموں جھکے جاتے تھے۔ صرف ایک واقعہ نقل کرتا ہوں جسے ملک العلماء نے خود بیان فرمایا ہے:

”حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب کے برابر لڑکیاں ہی پیدا ہوئیں۔ اس لئے سب لوگوں کی دلی تمنا تھی کہ لڑکا ہوتا تاکہ اس کے ذریعہ علیحضرت کا نسب و حسب

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدظلہ کی حیات اور علمی خدمات

ملک العلماء کے اوقات زندگی بہت منضبط اور ایک متعین نظام کے تحت تقسیم تھے۔ آخری عمر کے معمولات بزمانہ قیام جامعہ لطیفیہ کلپہار حسب ذیل تھے:

فجر سے ذرا پہلے بیدار ہو کر نماز فجر کی تیاریوں میں مصروف ہو جاتے۔ سنت پڑھ کر وظائف میں مشغول رہتے پھر نماز

ایک مکتوب ۱۵ محرم الحرام ۱۳۶۵ھ ریکم جنوری ۱۹۴۵ء میں سطر میں لکھی ہیں: ”خداوند عالم نعمانی میاں صاحب کو مقدرت دے کہ صرف ترجمہ کیا، جملہ تصنیفات حضرت حجۃ الاسلام بلکہ تمام تصنیفات اعلیٰ حضرت امام اہل سنت شائع فرمائیں۔“

(احات ملک العلماء، ص: ۲۶، ۲۷)

سے جاری رہے۔ سب کی مارا اور کئے۔ تصنیفی معاملات مصروف ہو جاتے۔ عشاء کے بعد بھی مطالعہ ہوتا، تصنیفی معاملات رہتے یا وعظ اور سیرت کے جلسوں میں تشریف لے جاتے۔ اخیر کے دنوں میں جب آپ جامعہ لطیفیہ سے سبکدوش ہو کر ظفر منزل پنشن میں مقیم تھے، درسی کم ہو گئی تھی لیکن گھر پر تدریس کا سلسلہ جاری رہا۔ شاہ احسن الہدیٰ، شاہ فرید الحق عمادی، شاہ سید عاشق حسین ارزاں شاہی حضرت کے گھر پر آ کر درس لیتے رہے۔ عوامی سطح پر آپ نے درس قرآن کا سلسلہ تسلسل کے ساتھ جاری رہا۔ ہر یک شنبہ صبح ۱۰ بجے دریا پور کی مسجد میں تشریف لے جاتے اور قرآن حکیم کی تفسیر بیان فرماتے۔ ہاں! معمول کے شب و روز میں کبھی کبھی سفر کا معاملہ ضرور خلل ڈالتا، چاہے وہ سفر کسی دینی مقصد کے لئے ہو یا وعظ و تقریر کے لئے۔

مولانا عبد الاحد پبلی ہیستی، مولانا سید عیاش الدین سن اصدی رضوی، مولانا سید بلخ الدین کبری، مولانا سید ابوالحسن خوشدل سہرامی، مولانا نجم الدین سہرامی، مولانا سید وصی احمد سہرامی، مولانا سید موسیٰ رضا کاکوی کے متعدد خطوط نظر آئے۔ ان کے علاوہ مولانا سید غلام محمد بہاری، مولانا حکم سید عزیز غوث بریلوی، مولانا سید محمود جان بریلوی علم توقیت کے ہم درس احباب تھے۔ ان میں بعض حضرات کی مکاتیب اگلے صفحات میں شامل ہیں۔ ان خطوط کے مطالعے سے ملک العلماء طرز و فاضل، خلوص و محبت، احباب کی غمگساری کا اندازہ ہوتا ہے، کیونکہ اپنے ذاتی مسائل اسی سے کہے جاتے ہیں جن سے ہمدردی اور تعاون کی امید ہوتی ہے۔

معمولات شب و روز:

ان جہنم برکات رضا۔ مہی

حضور ملک العلماء امام احمد رضا کی نظر میں

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدنی کی حیات اور علمی خدمات

شماںل کریمانہ:

مولانا شباب الدین اشرفی بیان فرماتے ہیں:

حضرت ملک العلماء لباس لمبا زیب تن فرماتے، لمبی جگزی سر پر بانہ مٹھے، کھانے میں کریلا بہت پسند فرماتے۔ جب بازار میں خریدیں مہ تو پرول خریدواتے نیم کی چھوٹی چھوٹی شاخ کٹواتے۔ ایک دن طرح پرول کا کریلا تیار ہوا۔ دسترخوان پر آیا۔ مہر (شباب الدین) اور مولانا عبداللہ صاحب حضرت کے ساتھ دسترخوان پر کھانا کھا رہے تھے۔ حضرت فرماتے ہیں کس قدر عمدہ مٹھے۔ سبحان اللہ! مگر ہم لوگوں سے بالکل کھایا نہیں جا سکتا۔ حضرت کے ڈر سے ہم لوگ بالجبر والا کراہ کھاتے رہے۔ کئی راتیں کئی کئی کا پانی مستقل منگوا کر نوش فرماتے تھے۔ کیونکہ مدرسہ کے مٹھے کا پانی بہت اچھا نہ تھا۔ گوشت میں بڑا نکل پسند فرماتے۔ مہر خسر مولانا قاضی مہر الدین صاحب رشیدی علیہ الرحمہ بندوق سے شکار کرتے اور میں گھر آتا تو میرے ہاتھوں چڑیا کا گوشت حضرت کی خدمت میں بھیجتے۔ پہلی بار گوشت کے ٹکڑے چھوٹے چھوٹے تھے۔ فرمایا نکل بڑا بڑا ہونا چاہئے۔ اس کے بعد جب کبھی بھی ان کی خدمت میں گوشت لے جاتا، بڑے بڑے ٹکڑے رکے لے جاتا تو بہت پسند فرماتے۔ ایک بار خالص دودھ کا حریہ آگ پر جلا کر عمدہ دہی تیار کر کے گھر سے لے گیا۔ حضرت کی خدمت میں پیش کیا۔ حکم فرمایا۔ ابھی دہی تیار نہیں جلا سے رہ دو پھر دوسرے دن دہی منگوا، اس میں ترشی پیدا ہو چکی تھی۔ فرمایا: اب دہی تیار ہوا ہے۔ پھر آپ نے رغبت سے تناول فرمایا۔ پھر بھی بڑا پسند فرماتے تھے۔ کئی بار شہر میں نیا مچھلی مٹھے سے دہی کھاتے تھے۔

برستا تھا کہ جو دیکھتا آپ کی علمی جلالت کا احساس و ادراک کر لیتا۔ چہرے سے رعب اس قدر ظاہر تھا کہ کسی کو آپ کے سامنے مجال سخن نہ ہوتی تھی۔ بڑے بڑے علماء کو میں نے دیکھا کہ آپ سے گفتگو کرنے میں لکت لسانی کے شکار ہو جاتے۔ یا تو بولنے کی تاب نہ ہوتی یا پھر ڈر سے سبے انداز میں اپنی بات پیش کرتے۔

حضرت ملک العلماء علمی و جسمانی دونوں اعتبار سے بارعب تھے۔ آواز گرجدار تھی، چہرہ کشادہ جسم بھرا ہوا، آنکھیں بڑی بڑی پیشانی چوڑی، عالمانہ رعب و دبذہ کے ساتھ رہتے، گفتگو پوری شان و شوکت و عالمانہ وقار سے کرتے، ایسا معلوم ہوتا کہ واقعی ایک زبردست عالم دین ہیں۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے پچھلے خلیفہ ہیں۔ اپنے وقت کے بڑے بڑے علماء آتے تو ان کے علمی رعب سے مرعوب ہو جاتے۔ مجلس میں جب گفتگو فرماتے تو سب پر حاوی رہتے۔ گفتگو میں کافی وزن ہوتا، بے تکی باتیں نہیں کرتے، جو کہتے پورے اعتماد سے کہتے کسی سے دب کر گفتگو نہ کرتے بلکہ پورے عالمانہ شان سے پیش آتے۔ ایک بار سفر کے دوران چند سیاسی لیڈروں سے سیاسی موضوعات پر گفتگو ہوئی۔ آپ غالب رہے۔ مگر ان سیاستدانوں نے بور بنانے کے انداز میں کہا: ملاجی! آپ کا گھر کہاں ہے؟ آپ نے فرمایا! عظیم آباد (پٹنہ) ان لیڈران نے مضحکہ اڑاتے ہوئے کہا! یہ عظیم آباد کہاں ہے؟ آپ نے فرمایا عظیم آباد کو پڑھے لکھے لوگ جانتے ہیں۔ چنانچہ داغ دہلوی نے کہا ہے:

کوئی چھینٹا پڑے تو داغ کلکتے چلے جائیں
عظیم آباد میں ہم منتظر ساون کے بیٹھے ہیں

(جہان رضا اگست ۲۰۰۳ء، نصاب: ۲۳-۲۴)

جلال علم کا نور حضرت ملک العلماء کے چہرہ پر ایسا زہد و ورع:

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی شہک حیات اور اس خدمات

ملک العلماء اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے فیض یافتہ تھے۔ اس لئے مذہبی تہلب میں پختہ تھے۔ البتہ تہلب کو تشدد کی حد تک پہنچانے کے قابل نہیں تھے۔ شریعت مضبوطی اور مذہب مہذب اہلسنت پر خود بھی مضبوطی کے ساتھ گامزن تھے اور دوسروں کو بھی گامزن رکھتے۔ آپ کی تصانیف، فتاویٰ اور مکاتیب اس پر بہت بین شاہد ہیں۔ ”مواہب ارواح القدس“ اور دیگر منطراتی اور تحفیدی تحریروں میں آپ کا دینی تہلب خوب ظاہر ہے۔ اس راہ میں پختہ کی ملازمت کے دوران آپ کے صبر و ضبط کا خوب امتحان لیا گیا۔ لیکن آپ کے پائے ثبات میں ذرہ برابر لغزش نہ آئی۔ بد مذہبوں کی صحبت سے خود بھی دور رہتے اور دوسروں کو بھی دور رہنے کی تلقین کرتے۔ اس ذیل میں آپ کے شاگرد مولانا شہاب الدین اشرفی کا بیان بہترین سند ہے:

”ایک بار آپ نے سلسلہ کلام میں ”الصحبہ موثرہ“ پر سیر حاصل گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ، واقعی اچھوں کی صحبت نیک بنا دیتی ہے اور بروں کی صحبت برا بناتی ہے۔ پھر یہ واقعہ ارشاد فرمایا:

”ایک مصلب سنی عالم کا ایک ہی لڑکا تھا۔ سوئے اتفاق کہ وہ لڑکا بھاگ کر کسی قادیانی کے مدرسے میں پہنچ گیا اور وہیں اس نے اپنی تعلیم مکمل کی اور عقیدہ تا بھی وہ قادیانی ہو گیا، جب وہ گھر آیا تو اس کے والد نے اسے دیکھتے ہی بھاگ دیا اور کہہ دیا کہ آج سے تم مجھے اپنا چہرہ نہیں دکھا سکتے۔ وہ لڑکا اسی شہر میں کسی قادیانی کے یہاں پناہ گزیر رہا۔ اس کی والدہ اپنے لڑکے کی جدائی، غم برداشت نہیں کر پاتی۔ وہ اپنے شوہر سے چھپ چھپ کر اپنے لڑکے سے ملنے جاتی۔ کئی بار آنے جانے کے بعد ایک دن اپنے شوہر کو اس نے اپنے دام تزدیر میں پھنسا لیا۔ کہنے لگی آخروہ تمہارا لڑکا ہی تو ہے۔ اس کی باتوں سے متاثر ہو کر اس نے اپنے لڑکے کو آنے

زہد و ورع، احتیاط اور تقویٰ ایک عالم دین کی شان ہے۔ اسے ان اوصاف سے متصف ہونا ہی چاہئے۔ ملک العلماء ایک ممتاز عالم دین تھے، اس لئے تقویٰ اور احتیاط کی بھی امتیازی شان رکھتے تھے۔ نماز جماعت کے مکمل پابند، سنتوں کا آئینہ، مستحبات کے شیفتہ، شریعت سے آراستہ اور طریقت سے رمز آشنا تھے ملک العلماء۔ اعلیٰ حضرت نے انہیں باطنی خوبیوں کی بدولت آپ کو فراغت کے بعد ہی خلافت و اجازت سے سرفراز کر دیا تھا، ورنہ اعلیٰ حضرت خلافتیں تقسیم نہیں کرتے تھے۔ ان کے یہاں اس معاملے بہت احتیاط برتی جاتی تھی۔ دیگر سلاسل کے اوراد مشائخ کی اجازتیں بھی آپ کو عطا کی گئی تھیں۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اپنا مجموعہ وظائف آپ کے حوالے کر دیا تھا کہ جہاں سے چاہیں نقل کر لیں۔

آپ کے افکار و اوراد کا سلسلہ زندگی کے آخری سانس تک قائم رہا حتیٰ کہ ذکر بالجبر کرتے کرتے جان، جان آفریں کے حوالے کر دی۔ آپ کی بے نفسی کا یہ عالم تھا کہ اجازت و خلافت ملنے کے بعد بھی ایک عرصہ تک کسی کو مرید نہیں بنایا۔ بہت اصرار کے بعد ارادات کا سلسلہ شروع کیا۔ لیکن اس پر بھی اپنے مریدوں کو ظفری کی جگہ رضوی لکھنے کی تلقین فرماتے، تاکہ اعلیٰ حضرت کی نسبت کا چرچا ہی عام ہو۔ آپ کی اسی احتیاط کی بنا پر آپ کے مریدین کی تعداد محدود ہے۔ یہ آپ کی بے نفسی ہی ہے، کہ آپ نے اپنے دشمنوں سے بھی انتقام نہیں لیا۔ بلکہ ہمیشہ عفو و درگزر کا معاملہ رکھا۔ اسی تقویٰ کی برکت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی عمر میں برکت دی، اوقات کو مفید کاموں میں مصروف رکھنے کی توفیق عطا فرمائی۔ دلوں کو آپ کی جانب متوجہ کیا اور قبول خاص و عام کیا۔

استقامت فی الدین:

جہان ملک العلماء

حضرت علامہ محمد تقی عثمانی مدظلہ العالی کی تصانیف کا مجموعہ

جاننے کی اجازت دیدنی اور وہ سنی نہ مہم بھی اس قادیانی کے مہر آنے
جانے لگا، آخر کار وہ بھی قادیانی ہو کر مرا۔“
پھر ہم لوگوں کو نصیحت فرمائی کہ ”جب بڑے پتھر عالم کا یہ
حال ہے کہ محبت بد اثر کر جاتی ہے۔ تو تم پڑھے لکھے
یادگاروں کو بروں کی محبت اور بد عقیدوں کی محبت سے کتنا دور رہنا
چاہئے۔ (ایضاً ص: ۲۳۰)

ملی درد:

حضرت حکیم احمد نے دل دردمند پایا تھا۔ دوسروں کی ذرا
سی تکلیف دیکھی نہ جاتی۔ احباب و محققین کی برکتیں دیکھیں اور غم
گسارنی کرتے۔ جب دردمندی کے یہ عام جذبات ہیں تو ملت
کے تئیں ان کے جذبات کی فرہانی کیسے ہوں؟ خوب اندازہ
ہو سکتا ہے۔ ملت پر جب بھی افتاد پڑتی، آپ نے اپنے خون جگر
سے درد ملت کا مداوا پیش کیا ہے۔ باقی الہدایہ ترک الموالیات،
دلچسپ مکالمہ اور سداغرار لہجہ جری بہا راق جذبے نے تحریر کرائے
ہیں۔ سداغرار کا یہ اقتباس دیکھئے، ملی اضطراب نقطہ نقطہ سے برستا
محسوس ہوتا ہے۔ فسادات بہار سے متاثر ہو کر ہزاروں مسلمان
ترک وطن کر کے بے تحاشہ بغیر غور و فکر کے سراسیمگی کی حالت میں

اپنے اس فعل سے دارالاسلام سے اسلام کا تہا ناغ ہو کر اس
دارالکفر بنا رہے ہیں۔ کیا آپ کی غیرت اس کی اجازت دیتی ہے
کہ وہ مساجد جہاں آپ اور آپ کے آباؤ اجداد الہم پر شایوں
گھسا کرتے تھے، ان کو دیران چھوڑ کر جائیں؟ کیا آپ کی غیرت
اس کی اجازت دیتی ہے کہ بندگان کے حرکات جن پر آپ نے ان
لگا کر اور چادر چڑھا کر اپنی سعادت اور قلب ان کی کی غلطیوں
کرتے ہیں، آپ بزرگ کر ان کو کفار و مشرکین کی پہلی اور بدترین
کے لئے چھوڑ جائیں کہ ان کے جانور انتہی ذپاک کر لیں؟ (امیت
حکیم احمد، ص: ۲۳۰، ۲۳۱)

ملی درد کی نشانی یہ بھی ہے کہ ملت کے بہادر آزادیوں
حوصلہ افزائی کی جانے، ان کی کوششوں کو جبراً باجائے ان کے بہادر
پر تعاون اور ان کے ارتحال پر دل تڑپ اٹھے۔ شہدائے میدان
صاحب پنڈ کے ایک شخص سنی بزرگ کہیے، بڑا کوشش کے صاحب
سجادہ تھے۔ رجب شریف کے جلسوں کا انہوں نے پہلی مرتبہ تمام
کیا جو برسوں جاری رہے۔ سنیت کے فروغ میں ان کی ملی
کوششیں ہیں۔ انہیں کے صاحبزادے اور متوسلین کی تہذیب سے
جامعہ ایشیہ کثیرا، (ضلع پورنیہ بہار) قائم ہوئی۔ ان کی وفات ہوئی

پہلے پڑھیں اور پھر لکھیں۔ اس کا نام
کا تہا ناغ روشن کر کے خدا کے یہاں سرخروئی حاصل کی تھی۔ آپ
یوں اس حادثے کے میری مر نور دینی۔ ان اندیوں کا سر۔
شرح صوبائی کانفرنس کی کامیابی کا اعتماد انہیں کے ہاتھ سے محبت

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رضوی کی حیات اور علمی خدمات

کامیابی کے ساتھ اپنی زندگی کے دس پندرہ سال نہ گزار پاتے، جبکہ ان کے رفقاء میں تین ندوۃ العلماء کے اور تین مدرسہ دیوبند کے فارغ التحصیل تھے۔ ان کے عہد کے دونوں پرنسپل مولوی محمود حسن دیوبندی (جو شیخ الہند کے لقب مشہور ہے) کے ارشد تلامذہ میں تھے۔ مدرسے کے کچھ اساتذہ غیر مقلدین میں تھے۔ ان سبھوں کی موجودگی میں ملک العلماء اس سرکاری مدرسے میں مدرس پھر سینئر استاذ اور آخر میں پرنسپل کے عہدے پر فائز ہوئے اور ہزاروں طلباء کو اپنے فیوض سے مستفیض کیا۔ میں نے حضرت کی زیارت تو نہیں کی، البتہ دیکھنے والوں سے یہی سنا، ہاں آپ کی تحریریں دیکھی ہیں۔ سنا ہے کہ تحریر میں کہیں نہ کہیں مصنف کے اندرونی جذبات جھلک ہی جاتے ہیں، اسی لئے تحریروں کو مصنف کا آئینہ کہا جاتا ہے۔ اگر اس تناظر میں کوئی دیکھنا چاہے، تو آج بھی ہر کوئی آپ کے فکری اعتدال اور جذباتی میانہ روی کو محسوس کر سکتا ہے۔ کچھ شواہد تنقید کے عنوان سے میں نے فتاویٰ کے تعارف میں پیش کردئے ہیں۔

البتہ آپ کی اعتدال پسندی میں مسکنت نہیں تھی، آپ کی فکر عالی، جوصلے بلند تھے۔ آپ کہا کرتے تھے: خاک از تودہ

پر تھا۔ یہاں مشائخ اور علماء ہیں۔ لیکن ایسا شیر دل باہمت کا ئی نہ رہا۔“ (حیات ملک العلماء، ص: ۱۵)

قناعت و توکل:

رزق کی کثرت و قلت رب تبارک و تعالیٰ کی مرضی پر منحصر ہے۔ اس راہ میں صلاحیت اور دانشمندی کا دخل نہیں ہوتا۔ ملک العلماء علیہ الرحمہ بھی ایک زمانے میں وسائل کی کمی اور اخراجات کی زیادتی سے پریشان رہے۔ ملک العلماء کے نام اعلیٰ حضرت کے مکاتیب اس کے شاہد ہیں۔ لیکن ان سب کے باوجود ملک العلماء کشادہ دست رہے اور قناعت و توکل کے سائے میں آپ کی زندگی کے ایام گذرے۔ اسے رب کی رحمت پر اعتماد ہی کہا جائے گا کہ صاحبزادہ کو اعلیٰ تعلیم دلائی اور بہت سارے مدارس، اداروں اور افراد کی جیب خاص سے امداد فرماتے رہے۔ میں نے پروفیسر مختار الدین احمد صاحب کے پاس ان منی آرڈروں کی رسیدیں خاصی تعداد میں دیکھیں جنہیں ملک العلماء نے امدادی طور سے اداروں یا افراد کو روانہ کیا تھا۔

میانہ روی:

اعتدال اور توازن کامیابی کا تلامذہ ہے۔ اسلام ہر سطح

جہان ملک العلماء

حضرت ملک العلماء امام احمد رضا رحمہ اللہ العالیہ علیہ السلام کی یاد میں

ایواندی سے ان کا ساتھ نہا۔ ملک العلماء کی اوشاں خوب دیکھے
بچائے اور پڑھائی کے عہد سے حضرت اوشاں مال میں رہے
رکھا۔ حضرت نے ان تمام مخالفتوں اور اذیتوں کو امانت میں
ساتھ برداشت کیا اور ہر ایک کے ساتھ رواداری اور اخلاق سے پیش
آتے رہے۔ ان پر رواداری سے کئی علمی و تحقیقی کام میں
نے کبھی مدد مانگے نہیں کی۔ بوقت ضرورت مخالفت بھی نہ کی اور ان سے
رد میں کتابیں بھی لکھیں۔ نداء العلماء کے دشمن ایک زمانہ ہند
کے دوران ملازمت ہی تصنیف فرمایا۔ مقولیت سے قیام نہیں
عمل ہے کہ بوقت ضرورت ہی تردید ہی انداز لیا جاتا ہے۔
العلماء اور دیگر اکابر اہلسنت نے یہی مقولہ روشن اختیار فرمایا۔

آپ کی غم گساری کا یہ پہلو بھی خاصا پرکشش ہے کہ آپ
اپنے ذاتی ریسرچ سے کام لیکر ضرورت مند احباب کے لئے ملازمت
کی حتی الامکان کوشش کرتے رہے۔ سید وحی احمد صاحب کے
مکاتیب سے جو ای کتاب میں درج ہیں، اس کی تائید پیش کی
جاسکتی ہے۔

شفقت و محبت:

رحم دلی اور شفقت ملک العلماء کی بنیادی خوبیاں تھیں۔
عام طور سے علمی جلال کی ہیبت چہرہ مبارکہ پر طاری رہتی لیکن طلباء
کے ساتھ بے حد اکرمانہ اندازت پیش آتے۔ خصوصاً مفتی اور
ذہین طالب علم کو بہت نوازتے۔ ان فکری دلچسپی، ذہنی ترغیب کا ہر
ممکن سامان کرتے۔ ان کے اخیر دور حیات کے چہیتے شاگرد
مولانا شہاب الدین اشرفی اپنے استاذ کی شفقتوں کی مینٹھی یادیں
آج بھی دل میں لئے بیٹھے ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ ”اگر شہرت کوئی
آدمی طلباء کو دعوت دینے آتا تو حضرت ملک العلماء اسے جانتے
اور پوچھتے کہ تاج یار کشتہ کراہیے پر لائے ہو؟ اگر نہ لائے تو کراہیے پر

جانے کا ارادہ جمیل کو نہ پہنچ سکا۔ ان کے صاحبزادے نے دینی علوم
کے ساتھ ساتھ عصری علوم کی بھی تمہیل کی۔ انہوں نے ہندوستان
کے بہترین درس گاہ مسلم یونیورسٹی علیگزہ میں آٹھ سال تعلیم پاکر عربی
میں ایم۔ اے۔ اور۔ پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگریاں لیں تو تین سالہ
یورپ میں رہ کر دنیا کے شہرہ آفاق درس گاہ آکسفورڈ یونیورسٹی سے
عربی و اسلامیات میں ڈاکٹریٹ فلاسفی کی اعلیٰ سند حاصل
کی۔ علیگزہ میں ان کی علمی تحقیقات کے نگران علامہ عبدالعزیز میمنی
جیسا تبحر عالم و محقق تھا تو آکسفورڈ نے ان کے استاذ اور نگران کار
یورپ کے مشہور مستشرق پروفیسر ہملٹن کب تھے جو یورپ اور
عالم اسلام میں اپنے علمی کاموں کی وجہ سے بے حد شہرت رکھتے
ہیں۔ ڈاکٹر صاحب علیگزہ کے شعبہ عربی و اسلامیات
میں لکچرر، پھر ریڈ اور بعد کو پروفیسر اور اپنے استاد علامہ میمن کی جگہ پر
صدر شعبہ مقرر ہوئے۔ وہ ادارہ علوم اسلامیہ کے ڈائریکٹر، فیکلٹی
آف آرٹس کے ڈین، مسلم یونیورسٹی ایکزیکیوٹو کونسل کے ممبر، مسلم
یونیورسٹی کورٹ رکن بھی مقرر ہوئے۔ گورنمنٹ جامعہ اردو کے
پرووائس چانسلر رہے۔ ۱۹۹۷ء میں وہ مولانا مظہر الحق عربی و فارسی
یونیورسٹی پٹنہ کے پہلے وائس چانسلر مقرر کئے گئے۔ مسلم یونیورسٹی
سے وینفہ یابی کے علیگزہ ہی میں مقیم ہیں اور ضعف اور کبرئی کے
باوجود اپنے ذاتی وسیع کتب خانہ میں بیٹھے علمی و ادبی کاموں میں
مشغول ہیں۔

خیر خواہی اور غم گساری:

نرم نرم طبیعت کے مالک ملک العلماء ہر ایک کے ساتھ
خیر خواہی کا جذبہ رکھتے تھے حتیٰ کہ مخالف کو بھی اذیت پہنچانے سے
باز رہتے اور اس کی ایذا رسانیوں اور غنودور گذر سے کام
لیتے۔ مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ کی ملازمت کے دوران کئی ندوی اور

حضرت ملک العلماء امام احمد رضا کی نظر میں



ایوبی سلاسل میں بھی آپ کو اجازت و خلافت حاصل تھی۔ تواضع کا یہ حال تھا کہ ہمیشہ خود کو دوسروں سے کمتر سمجھتے۔ اکابر نے اکابر ٹھہرے، اصاغر کے ساتھ بھی احترام و خلوص کا معاملہ رکھتے، انہیں آپ سے مخاطب کرتے ان سے بھی سلام میں پہل کرتے، خود پسندی تو آپ کو چھو کر نہ گذری تھی۔ صرف اپنا چہانچہ جلانا کبھی منظر نہ رہا بلکہ احباب کے لئے خصوصی مغللوں میں نشستیں مخصوص رکھتے۔ ایک زمانہ تھا کہ رجبی شریف کی مغللوں میں تسلسل کے ساتھ کئی سال تک آپ ذکر معراج فرماتے رہے۔ ان میں سے بعض تقریریں شائع بھی ہو چکی ہیں۔ اس اجلاس کے لئے آپ نے شرط قرار دی تھی کہ اکابر اہلسنت میں سے کسی ایک کو ضرور

لے لو۔ میرے طلبہ بغیر سواری کے دعوت میں نہ جائیں گے۔ مزید کچھ اور واقعات شفقت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
طلبہ کو جہاں غلطیوں پر ڈالتے تھے، وہیں بے پناہ شفقت بھی فرماتے تھے۔ طلبہ کی اخلاقیات پر خصوصی توجہ رکھتے تھے۔ جو طلبہ حضرت ملک العلماء سے قریب تھے، ان کی خدمت میں رہتے تھے، آج ان میں جو بھی حیات سے ہیں وہ اپنی جگہ حسن اخلاق کے پیکر ہیں۔ ادب و تہذیب سے کما حقہ آراستہ ہیں۔ مدرسین اور طلبہ کے کھانے پینے کا انتظام مطبخ سے تھا۔ کبھی ترکاری میں نمک زیادہ ہو جاتا تو باورچی کو بلاتے اور ڈالتے ہوئے فرماتے ”مولوی یوں سے نمک زیادہ کھلا کر مزید غریب کرنا

استاذ مدرسہ عالیہ کلکتہ (م ۱۳۸۵ھ/ ۱۹۶۳ء) میرے سال مولانا عبد الواحد بدایونی، چوتھے سال مولانا سید شاہ محمد صاحب محدث کچھو چھوی (م ۱۳۸۳ھ/ ۱۹۶۳ء) پانچویں سال مولانا عبد الحامد قادری بدایونی (م ۱۳۹۰ھ/ ۱۹۷۰ء) چھٹے سال مولانا عبد المجید آنولوی بریلوی (م ۱۳۶۲ھ/ ۱۹۴۳ء) تلمیذ رشید تاج الفحول مولانا شاہ عبد القادر بدایونی قدس سرہ (م ۱۳۱۹ھ) ساتویں سال مولانا سید وصی احمد سہرامی صدر مدرس جامعہ نعیمیہ مراد آباد، آٹھویں سال صدر الافاضل استاذ العلماء مولانا سید محمد نعیم الدین اشرفی مراد آبادی (م ۱۳۶۷ھ/ ۱۹۴۸ء) اور دسویں سال مولانا قاضی

العلماء کا ذکر خیر کرتے ہیں اور ان کی شفقت و محبت اور انداز تربیت کا تذکرہ کر کے تسلی حاصل کرتے ہیں۔“ (جہان رضا، ص: ۲۴)

ادب و تواضع:

اکابر اور مشائخ کے حضور ملک العلماء بہت مؤدب رہتے۔ تاج العلماء اور سید العلماء کے مکاتیب سے حضرت کا یہ وصف خوب آشکار ہے۔ کبھی سلاسل طریقت کا احترام آپ کو ملحوظ رہتا، اس لئے قادری، چشتی، سہروردی، اور نقشبندی بزرگوں کے فیوض سے بھی سرفراز رہے۔ سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کے تو آپ مرید و مرشد ہی تھے لیکن چشتی، اشرفی، صابری، شاکری، مجیدی

بہترین ملک العلماء

حضرت ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدظلہ کی حیات اور علمی خدمات

انہیں بہت دیر تک باہر رکھا، جب وہ منت سماجت پر اتر آئے اور کہنے لگے کہ مجھے اپنی غلطی کا احساس ہو گیا۔ میں سمجھ گیا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پتھر کی طرح مجبور محض نہیں پیدا کیا بلکہ اپنی قدرت کاملہ اور حکمت عامہ سے کچھ اختیار بھی دیا ہے۔ میں اپنے جبری عقیدے سے توبہ کرتا ہوں۔ ملک العلماء نے جب انہیں ہدایت کے راستے کی جانب لوٹنے ہوئے دیکھا تو دروازہ کھول دیا۔

ہٹ پٹنہ کے مضافات میں ایک شخص اتحاد الوجود کا قائل تھا۔ وہ ہر ایک کو خدا کہا کرتا۔ ملک العلماء نے منظم پلان کے تحت ایک مجسٹریٹ دوست کو ساتھ لیا اور اس کے گھر پہنچے اس نے ہر ایک کو خدا کہتے ہوئے مخاطب کیا: کہئے خدا کیسے آنے ہو خدا! وغیرہ مجسٹریٹ نے اسے ڈنڈے سے پیشنا شروع کر دیا۔ اس نے کہا ارے! یہ کیا؟ ملک العلماء نے فرمایا: یہ تمہارے خدا ہیں، تمہیں پیٹ رہے ہیں۔ تو اس میں اعتراض کی کیا بات ہے۔ مجسٹریٹ نے کہا: تم نے مجھے خدا کہا مجھ پر اعتراض کرو گے یا فرار ہو گے تو کافر ہو جاؤ گے۔ جب پٹ پٹا کر ہوش میں آیا بہت شرمندہ ہوا پھر اپنی گندی سوچ سے توبہ کر لی۔ (ماہنامہ اعلیٰ حضرت، صد سالہ نمبر آخری قسط ۲۰۰۲ء ص: ۱۷۸)

بذیلہ سنجی:

ملک العلماء علمی اور تحقیقی مصروفیات رکھنے کے باوجود ایک مجلسی انسان تھے کسی انسان کو پرکھنے کے لئے اس کے احباب معیار ہوتے ہیں۔ حضرت ملک العلماء کا وسیع دائرہ احباب ان سے بے تکلف رابطے آپ کی خوشگوار طبیعت کے شاہد ہیں۔ میں نے حضرت کے نام آئے خطوط کی فائل دیکھی، تو اس میں کئی ایک حضرات کے خطوط بہت بے تکلف اور پر لطف مزاحیہ انداز کے ملے۔ ان میں نوری گدا مولانا امجد رضا خاں نوری، پیارے علی

اسرار علی شریفی، بہرائچ، موکے گئے اور انہوں نے اپنے موصاف سے سے صبرین جسد کو بیضیاب کیا۔ ہلے یازدہم اور بعد کے حصوں کے بارے میں کوئی اعتراض نہیں مل سکی لیکن ان جلسوں میں کہ ایک استاد العلماء مولانا سید فہیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ مدظلہ شریف لائے تھے۔ (ساتھ ملک العلماء ص: ۲۱-۲۲)

ایسی سنی، تواسع، کشادہ قلبی اور اور طرف کی دوست کا نثر کہ سب سے وا کبر بھی ملک العلماء کے لئے اپنے دل سے جڑ رکھتے تھے اور عوام و خواص دونوں حلقے میں آپ کو خدا دا دوستی و محبت تھی۔

فہمی نرانی:

ملک العلماء بڑے تدبیروں کے آدمی تھے۔ وہ مسائل کو پڑھ کر خود بخود چوتھی قوتوں کے سہارے پتلیوں میں حل کر دیتے تھے۔ ان ڈیڑھ گھنٹوں کے شرر مولانا غلام مجتبیٰ اشرفی صاحب کی دور و دور سے آتے تھے۔

ملک العلماء کے رشتے کے ماسوں جبریہ فرقتے کے حامی تھے۔ رمضان کے مہینے میں دونوں ایک شخص کی دعوت میں اکٹھا ہوئے۔ رات میں دونوں صاحبان کا قیام ایک ہی کمرے میں ہوا۔ وہ دن کا سو گئے۔ اتفاق سے جبریہ ماسوں کو اپنے کی حاجت ہوئی۔ سب وہ کمرے سے باہر گئے تو ملک العلماء نے دروازہ اندر سے بند کر دیا اور فارغ ہو کر وہیں آئے اور دروازہ بند پا کر اسے بہت شرم ہو کر دیا۔ ملک العلماء بہت دیر تک کئی ان سنی کرتے رہے تو نئے سے ماسوں ڈپٹ کر کہا دروازہ کھولو، باہر ٹنڈک ہے۔ ملک العلماء نے جواب دیا کہ ایک مجبور محض انسان، بھلا دروازہ کیسے کھول سکتا ہوں۔ بس ابھی اللہ کی مرضی نہیں ہے کہ دروازہ کھولے۔ جب اللہ کی مشیت ہوگی تو دروازہ کھول دوں گا۔ غرض

جهان ملك العلماء

حضرت ملك العلماء امام العصر سيد محمد ظفر الدين عظيم آبادی مدنی کی حیات اور ملی خدمات

پیدا ہو جو طلسم توڑے۔ آخر آپ کے عدم کرم بخشے کی وجہ موجب کیا ہے؟“

ایسا طرز تخاطب صرف اس سے روا ہوتا ہے جو خود بھی بے تکلفی سے پیش آتا ہو۔

وصال:

تقریباً اسی سال کی عمر میں ۱۹ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۲ھ ۱۸ نومبر ۱۹۶۲ء کو اتوار کا دن گزار کر پیر کی رات میں وقت متعین آپہنچا اور آپ نہایت سکون کے ساتھ اسم جلال اللہ اللہ اللہ کا ورد کرتے ہوئے اپنے رب کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعہ واعطاء رتبہ علیانی جنہ عالیہ۔ پیر کے دن فردوسی، شطاری سلسلے کے بزرگ حضرت شاہ محمد ایوب شاہدی رشیدی سجادہ نشین خانقاہ اسلام پور ضلع پٹنہ (م ۱۹۶۷ء) نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی جو آپ کے مذکورہ سلاسل میں مرشد اجازت بھی تھے۔ درگاہ شاہ ارزاں (م ۱۰۲۸ھ) کے جوار میں محلہ شاہ گنج کے قبرستان میں اس گنجینہ سعادت کو سپرد خاک کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ ان کے تربت پر رحمت و رضوان کے پھول برسائے اور انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ آمین ثم آمین!

☆☆☆

”ملك العلماء بڑے تدبیروں کے آدمی تھے۔ وہ مسائل کو اپنی حاضر دماغی اور ذہنی قوتوں کے سہارے چٹکیوں میں حل کر دیتے تھے۔“ (مفتی ارشاد ساحل بہرامی)

بریلوی، مارہرہ مطہرہ کے ایک بزرگ جو بڑی سرکار سے غیر متعلق تھے، خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ البتہ عام طور سے حضرت ملک العلماء خود کو لئے دئے رہتے۔ حلم، متانت، وقار کا بارعب پیکر ہوتے، لیکن بے تکلف احباب کی معیت میں خوب کھیلتے اور محفل زعفران زار بن جاتی۔

فتویٰ نویسی ایک خشک موضوع ہے۔ جس میں سیدھے سادے انداز میں حکم شرعی بیان کیا جاتا ہے، یا کسی بے راہ رو کی جم کر خبر لٹجائی ہے۔ لیکن ایسے موضوع میں بھی حضرت کی ظریفانہ طبیعت خوشگواریاں بکھیرتی ہے۔ ایک صاحب کی خبر لیتے ہوئے رقمطراز ہیں: ”مگر آپ جیسے عالی دماغ، روشن خیال حضرات سے ضرور خیال تھا کہ ”فیہ مافیہ“ کا مطلب بجز اس میں وہ ہے، جو اس میں ہے کچھ نہ سمجھیں گے اور اگر حاشیہ کا مطلب کچھ سمجھ بھی لیں، تو ضرور فتنہ بڑ دیکھ کر اسے اپنے پس پشت ڈال دیں گے۔ الخ..... آپ کے اتنا بھی عربی پڑھا لکھا سمجھ سکتا ہے، کہ یہاں زمین مقبرہ سے تمتع اور اسے اپنے تصرف میں لانے کا ذکر ہے۔ اسی لئے ”اگرچہ“ کہہ کر ترقی کرتے ہیں۔ الخ، (فتاویٰ ملک العلماء ص: ۳۶۰، ۳۶۲)

ان جملوں میں ”فیہ مافیہ“ اور ”آپ کے اتنا بھی عربی پڑھا“ سے جو ظرافت کی فضا پیدا کی گئی ہے وہ ہر صاحب علم پر روشن ہے۔ آپ کے مارہروی دوست کا مکتوب بھی ”ملك العلماء کے چند احباب“ میں شامل ہے۔ اس کا ابتدائیہ بہت بے تکلفانہ ہے: ”گد افراموش، نامہربان، مہربان مولانا معظم ہدیہ سلام مسنون دعا سلامی خان وانجان! یہ ناکارہ فقیر مارہرہ، خدا جانے آپ کے فیض کرم سے باوجود شوق دیدار کیوں محروم ہے۔ واللہ کس طرح کا فلسفہ ہے، سمجھ میں نہیں آتا۔ نہ یہ بھید کھلتا ہے، کون مردغیب

منظر اسلام کا پہلا طالب علم

از قلم: استاذ العلماء شیخ الحدیث مفتی عبدالقیوم ہزاروی، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور، پاکستان

ولدیت: عبدالرزاق اشرفی

ولادت: ۱۰ محرم الحرام ۱۳۰۳ھ

وفات: ۱۱ جمادی الآخر ۱۳۸۲ھ

مشہور اساتذہ:

ابا احمد رضا بریلوی..... مولانا وحی احمد سورتی..... مولانا احمد حسن کانپوری..... مولانا بشیر احمد علی گڑھی..... مولانا حامد حسن رامپوری..... مولانا کبیر الدین..... مولانا ابراہیم..... مولانا عبد اللطیف..... مولانا محی الدین اشرف..... مولانا بدر الدین اشرف..... مولانا مہدی حسن..... مولانا اسماعیل بہاری..... قاضی عبدالرزاق..... مولانا فخر الدین..... مولانا منعم..... مولانا اکرام الحق..... مولانا معین اظہر..... مولانا عبداللہ کانپوری۔

مدارس جہاں تعلیم حاصل کی:

گھر، مدرسہ غوثیہ حنفیہ بین پٹنہ، مدرسہ حنفیہ پٹنہ، دارالعلوم کانپور، امداد العلوم کانپور، احسن المدارس کانپور، دارالحدیث پبلی بھیت، مصباح التہذیب بانس بریلی، منظر اسلام بریلی شریف۔

مدارس جہاں تدریس فرمائی:

منظر اسلام بریلی شریف..... دارالعلوم جامع مسجد شملہ..... مدرسہ حنفیہ آراء ضلع شاہ آباد..... شمس الہدیٰ پٹنہ..... جامعہ لطیفیہ بحر العلوم کٹیہار ضلع پورنیہ..... مدرسہ ظفر منزل پٹنہ..... جبکہ

فاضل شہیر ادیب لیب پروفیسر مختار الدین احمد آرزو نے صحیح البہاری کے دوسرے ایڈیشن کی اشاعت کے موقع پر یکم رمضان المبارک ۱۴۱۲ھ مطابق ۷ مارچ ۱۴۲۹ء میں مصنف اور کتاب کا تعارف قلم بند فرمایا۔ پروفیسر صاحب کا یہ تعارفی مقالہ جو ۳۴ صفحات پر مشتمل ہے، جو دوسرے ایڈیشن میں کتاب کی ابتداء میں شامل اشاعت ہے، جو مستند اور جامع بھی ہے۔ اگرچہ وہ تحریر مختصر ہے، مگر دلالت مبسوط ہے، جس کے متعلق انہوں نے خود فرمایا: ”یہ چند صفحات مصنف علامہ ملک العلماء فاضل بہار پر جن میں صرف انکی زندگی اور تصانیف پر گفتگو کی گئی ہے، ارتجالاً لکھ دیئے گئے، یہ اوراق انشاء اللہ ایک مکمل سوانح عمری کے لئے جس کی ترتیب و اشاعت کی ضرورت ہے، پیش خیمہ ثابت ہوں گے۔“ (مختار الدین احمد)

پروفیسر آرزو صاحب مدظلہ کے بیان سے ماخوذ ملک العلماء علامہ ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات کا خلاصہ درج ذیل ہے ملک العلماء کو دارالعلوم منظر اسلام کا پہلا طالب علم ہونے کا شرف حاصل ہے۔

نام: (علامہ مولانا مولوی) ظفر الدین
کنیت: ابوالخیر
لقب: ملک العلماء بہاری قادری رضوی

جہان ملک العلماء

حضرت ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی دہلی کی حیات اور علمی خدمات

مولانا احمد مختار..... مولانا عبد العظیم میرٹھی..... مولانا رحیم بخش.....
مولانا لعل خان..... مولانا عبد الاحد..... مولانا برہان الحق.....
مولانا عبد الباقی..... مولانا شفیع احمد..... مولانا حسین رضا خان۔

جامعہ لہما یہ لاہور کے لئے تقرری ہوئی مگر بریلی شریف سے شملہ کے لئے اچانک منتقل ہونا پڑا۔

جن مدارس کے قیام میں سعی فرمائی:

اعلیٰ حضرت کے ہاں حاضری کے بعد دارالعلوم منظر اسلام کے قیام کے لئے مولانا حامد رضا خاں، مولانا حسن رضا خاں کے اشتراک سے اعلیٰ حضرت سے منظوری لی۔ اور خود اور ایک ساتھی سید عبد اللہ عظیم آبادی سمیت پہلے طالب علم بنے، جامع مسجد شملہ میں مدرسہ قائم فرما کر تدریس کی زندگی کے آخری دور میں جامعہ لطیفہ کلیہار میں دو سال تدریس کے بعد، اور کچھ پہلے اپنے گھر پٹنہ میں ظفر منزل کو مدرسہ کی صورت دی۔

تصانیف:

- شرح کتاب الشفاء بتریف حقوق المصطفیٰ ۱۳۲۴ھ
خیر السلوک فی نسب الملوک ۱۳۳۳ھ
بدر الاسلام لمیقات کل الصلوٰۃ والصیام ۱۳۳۵ھ
مؤذن الاوقات ۱۳۳۵ھ
تنویر السراج فی ذکر المعراج ۱۳۵۳ھ
نافع البشر فی فتاویٰ ظفر ۱۳۶۹ھ
حیات اعلیٰ حضرت ۱۳۷۲ھ
الجمل الممدد لتالیف المجدد ۱۳۳۰ھ
الیواقیت والجوہر فی علم التوقیت ۱۳۳۰ھ
جوہر البیان ۱۳۳۳ھ
عافیہ (صرف) ۱۳۳۵ھ
چودھویں صدی کے مجدد ۱۳۶۷ھ
الجامع الرضوی المعروف بحیح البہاری ۱۳۳۵ھ

بعض شریک درس حضرات:

مولانا عبد الرشید عظیم آبادی..... مولانا غلام مصطفیٰ.....
مولانا محمد ابراہیم روگالوی..... سید غلام محمد بہاری..... سید عبد الرحمن
پتھوی..... مولانا محمد اسماعیل بہاری..... مولانا نذیر الحق رمضان
پوری..... وغیرہم۔

چند مشہور تلامذہ:

مولانا احسن الہدیٰ، مولانا قمر الہدیٰ، مولانا سید فرید
الحق، مولانا سید عاشق حسین فاضل شمس، مولانا عمیم الدین، مولانا
ظہور نعیمی، مولانا حافظ عبد الرؤف صدر مدرس بریلی، مولانا نظام
الدین بلیاوی، مولانا محمد یحییٰ بلیاوی۔

چند مشہور معاصرین:

مولانا حامد رضا خاں..... مولانا حسن رضا خاں.....
مولانا مصطفیٰ رضا خاں..... مولانا محدث کچھوچھوی..... مولانا نعیم
الدین مراد آبادی..... مولانا امجد علی صدر الشریعہ..... مولانا عبد
السلام جبل پوری..... مولانا احمد اشرف..... مولانا دیدار علی.....

اجمالی تعارف کے بعد مناسب تھا، کہ ملک العلماء علیہ
الرحمۃ کے متعلق کچھ تفصیلی تعارف قارئین کی نذر کیا جاتا، لیکن
پروفیسر آرزو صاحب نے اپنے تعارفی مقالہ میں مصنف رحمہ اللہ
تعالیٰ کے متعلق شخصی اور نجی معلومات، دین و ملت کے لئے ان کے
پر خلوص جذبات، احقاق حق و ابطال باطل میں مجاہدانہ مصروفیات،
علوم و فنون کی کثرت و بہتات، تدریس و تالیف میں کثیر باقیات،
زہد و تقویٰ پر دال قابل اعتبار واقعات اور ان کو آغوش تربیت میں
رکھنے والی یکتا شخصیات کو جامع انداز میں بیان کر دیا ہے اگرچہ ملک

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رحمہم کی حیات اور علمی خدمات

ہے اب کون زائد ہے کسی پر نعمت بیشتر ہے آپ کو دین سے اور دین کو آپ سے نضر۔

اور کبھی یوں اظہار تعلق فرمایا

”حیسی ولدی قرۃ عینی“

اور کبھی یوں خطاب فرمایا:

”ولدی الاعزہ، حامی سنت، ماجی فتن، جان پدر بلکہ از جان بہتر۔“

کلام الامام کے اس امام الکلام نے ملک العلماء علیہ

الرحمۃ والرضوان کے متعلق ہمہ پہلو باکمال بلکہ انتہائی باکمال اور

جامع بے مثال ہونے کی شہادت دے دی تو امام اہل سنت مجدد

ملت رہبر شریعت و طریقت، مخزن علوم و حکمت، مظہر عجائبات

قدرت کی اس جامع توصیف کے بعد کسی دوسرے کی کیا ہمت ہے

کہ وہ ملک العلماء کی توصیف و تعریف کا دعویٰ کرے ہاں ”اسا

بنعمۃ ربک فحدث“ کے تحت اس نعمت الہی کی مدح بر منوان

پر لازم ہے کہ یہ شکر الہی ہے، نفس نعمت کا ذکر اور اس کی مدح بھی شرم

کا شکر ہے۔

☆☆☆

اعلماء علیہ الرحمہ کی جاہری اور باطنی حکمت کے اظہار میں پروفیسر صاحب کا اتنا ذکر کر دینا کافی تھا۔

جس ذات گرامی سے انہوں نے سب سے زیادہ علمی

فیوض حاصل کئے ہو وہی حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی علیہ

الرحمۃ تھے۔ جن کی صحبت بابرکت میں ہر سہ ماہیں رہے۔ یہاں اعلیٰ

حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خلیفہ تان الدین لاہور کے نام ایک مکتوب

کوفیہ میں لکھ دیا ہے مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کی شہادت کا جامع بیان ہوگا۔

”مکرمی مولانا مولوی محمد ظفر الدین قادری فقیر کے ہاں

اعز خطاب سے ہیں، اور میرے بجان عزیز، ابتدائی کتاب کے بعد

میں تحصیل علوم کی، اور اب کئی سال سے میرے مدرسہ میں مدرس

اور اس کے علاوہ کار افتاء میں میرے معاون ہیں، میں اتنا ضرور

کہوں گا، سنی خالص مخلص، صحیح العقیدہ پادری مہذب، عام درسیات

میں عاجز نہیں، مفتی ہیں، مصنف ہیں، وانظاہر، مناظرہ کر سکتے

ہیں علامہ زمانہ میں علم توقیت سے تجاہل آگاہ۔“

اور پھر اعلیٰ حضرت نے مصنف کے نام ایک مکتوب میں یوں فرمایا:

”آپ کے پاس بھونہ تعالیٰ علم نافع ہے ثبات علی الن

”اعلیٰ حضرت کے ہاں حاضری کے بعد دارالعلوم منظر اسلام کے قیام کے لئے

مولانا حامد رضا خاں، مولانا حسن رضا خاں کے اشتراک سے اعلیٰ حضرت سے منظوری لی۔

اور خود اور ایک ساتھی سید عبد اللہ عظیم آبادی سمیت پہلے طالب علم بنے، جامع مسجد

شملہ میں مدرسہ قائم فرما کر تدریس کی زندگی کے آخری دور میں جامعہ لطیفہ کٹیہار میں

دو سال تدریس کے بعد، اور کچھ پہلے اپنے گھر پٹنہ میں ظفر منزل کو مدرسہ کی صورت

دی۔“ (مفتی عبد القیوم ہزاروی صاحب)

از قلم: ڈاکٹر محمد اعجاز انجم لطفی، ایم اے، پی ایچ ڈی، استاذ جامعہ رضویہ منگلہ اسلام پبلی شیف

مذکورہ خط میں اٹلی حضرت نے اپنے تلمیذ ارشد حضرت ملک العلماء کی شخصیت، صلاحیت کا پورا جائزہ اور ان کی حیات و خدمات کا مکمل آئینہ پیش کر دیا ہے۔ سمندر کووندے میں بندہ کرنے کی کہاوٹ جو مشہور ہے، وہ اس خط سے عیاں ہیں۔ جن کو امام اہلسنت مجددین و ملت اپنے قلم سے سنی خاص، تجانس بادی ۸ ہدی، مفتی، مصنف، واعظ، منظرہ کھیں اور علماء زمانہ میں علم توقیت میں انہیں تنہا اور منفرد کہیں ان کی صلاحیت، علمی لیاقت، کا اندازہ ہم اور آپ کیا لگا سکتے ہیں۔ ہاں ہم صرف اتنا کہہ سکتے ہیں، کہ آپ کو ”ملک العلماء“ کا خطاب اس عالی مرتبت شخصیت نے دیا ہے، کہ جن کو دنیا ”اٹلی حضرت“ کہتی ہے اور مانتی بھی ہے، جن کی حق گوئی دے باقی اور کمالات علمی کا چہ چہ آت پوری دنیا میں ہو رہا ہے۔ یہ

حضرت ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ والرضوان کی شخصیت کوئی محتاج تعارف نہیں۔ آپ اس ذات گرامی عالم لائٹانی کے شاگرد رشید اور خلیفہ نامدار ہیں، جن کو دنیائے اہلسنت مجددین و ملت اٹلی حضرت امام احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان کے نام سے جانتی اور پہچانتی ہے۔

اٹلی حضرت کے نزدیک ”ملک العلماء“ کا کیا مقام اور مرتبہ تھا اور ان سے انہیں کس قدر پیار، لگاؤ، محبت الفت تھی اس کا اندازہ ذیل کے جملوں سے لگا سکتے ہیں:

”مکرمی مولانا مولوی مولانا محمد ظفر الدین صاحب قادری سلمہ فقیر کے یہاں اعز طلباء سے ہیں، اور میرے بجان عزیز۔ ابتدائی کتب کے بعد یہیں تحصیل علوم کی۔ اور اب کئی سال

اسی سے اندازہ لگائیے، کہ جو شخص اتنا محتاط ہو اور فرمائش

لئے پیش کرتا ہے۔“ (حیات ملک العلماء، مطبوعہ لاہور ص ۸: ۷)

ملک العلماء کیلئے مندرجہ ذیل شعر تحریر فرماتا ہو۔

میرے ظفر کو اپنے ظفر دے

اس سے شکستیں کھاتے یہ ہیں

ایسے شخص کی عبقریت ہمارے ادراک سے بالا ہے۔ بہر

کیف یہ تو استاد شاگرد کی بات تھی۔ لیکن اب اس وقت کے ممتاز

عالم دین مفتی شرع متین کی نظر میں ”ملک العلماء“ کا تاجر علمی ملاحظہ

فرمائیں، فاضل بہار کی شخصیت اور علمی لیاقت بالخصوص علم ہیئت پر

کامل دسترس کا اعتراف کرتے ہوئے حضرت مفتی مظہر اللہ نقشبندی

علیہ الرحمہ شاہی امام مسجد جامع فتحپوری دہلوی رقمطراز ہیں:

”آپ کو یہ فتاویٰ مولانا محمد ظفر الدین صاحب بہاری

دامت برکاتہم کی خدمت میں ارسال کرنے چاہئے تھے۔ وہ دیوبندی

فتویٰ کو ملاحظہ کر کے بڑے خوش ہوتے اور تعجب تھا کہ ان کی صفت

وثناء میں کوئی رسالہ بھی تحریر فرمادیتے کہ میری نظر میں آج ہند میں اس

فن میں ان کا کوئی ثانی نہیں“ (فتاویٰ مظہری مطبوعہ کراچی ۸۶)

مذکورہ فتویٰ پر حاشیہ نگاری کرتے ہوئے ماہر رضویات

جناب ڈاکٹر مسعود احمد صاحب پاکستان لکھتے ہیں:

”سمت قبلہ کیلئے قدر انحراف کے سلسلے میں ایک فتویٰ

دیوبند کے سامنے پیش کیا گیا تھا۔ جس کا جواب مولوی بشیر احمد

(مدرس مدرسہ دیوبند) نے لکھا تھا اور اس پر مولوی سید مہدی حسن

(مفتی دارالعلوم دیوبند) مولوی محمد جمیل الرحمن (نائب

مفتی) مولوی مسعود احمد کوغیرہ کی تصدیقات تھیں۔ یہ جواب

۷ جنوری ۱۹۰۹ء کو لکھا گیا جب حضرت کے سامنے پیش کیا تو

اس وقت ہیئت جاتے تھے، بین بہارت میں ہی۔ ارمہارت اور

دسترس تھی، تو صرف ملک العلماء کو حاصل تھی۔ جبھی تو اعلیٰ حضرت

فاضل بریلوی نے اپنے خط میں لکھا تھا کہ ”علمائے زمانہ میں علم

توقیت سے تنہا آگاہ ہیں۔“

مندرجہ بالا پیرا گراف سے ملک العلماء کی عبقریت اور

علوم و فنون میں کمال دسترس کا اندازہ قارئین کرام کو ہو گیا ہوگا۔ اس

سلسلے میں مزید وضاحت کی چنداں ضرورت نہیں، کیونکہ مثل مشہور

ہے ”آفتاب آمد دلیل آفتاب“ زیر نظر مضمون میں ان کا مختصر سا

سوانحی خاکہ پیش کر کے ان کی دینی و ملی خدمات پر روشنی ڈالنا چاہتا

ہوں۔

سوانحی خاکہ :

حضرت ملک العلماء ۲۹ اکتوبر ۱۸۸۰ء بمقام موضع رسول پور،

میجر، ضلع نالندہ صوبہ بہار میں پیدا ہوئے۔ چار سال کی عمر

۱۳۰۷ھ میں والد ماجد نے تعلیم شروع کرا دی۔ رسم بسم اللہ خوانی

حضرت شاہ چاند صاحب کی مبارک زبان سے انجام پائی۔ ابتدائی

تعلیم آپ نے اپنے والد مشفق کے سایہ عاطفت میں حاصل کی۔

پھر متوسطات کی تعلیم مدرسہ حنفیہ پٹنہ، دارالعلوم کانپور، مدرسہ

امدادالعلوم بانس منڈی کانپور، احسن المدارس کانپور میں حاصل کی۔

جب ان مدارس سے طلب علم کی تشنگی دور نہ ہو سکی۔ تو آپ تشہ

کاموں کی طرح آب شیریں کی تلاش میں رواں دواں اقبال

وخیزاں علم و فن کے بحر بیکراں کے پاس پہنچ گئے۔

جامعہ رضویہ منظر اسلام کا قیام :

مفتی مسعود احمد صاحب کی نظر میں

تعمیلِ تعلیم کے بعد ماہ شعبان ۱۳۲۵ھ میں فاضل
مدلولوی کی درخواست پر شیخ العالم حضرت مخدوم احمد عبداللہ راولوی
اقدس سرہ کی درگاہ کے سجادہ نشین حضرت مخدوم شاہ القات احمد
قدس سرہ نے آپ کے سر پر دستارِ فضیلت باندھی۔ اور سند تدریس

اسے حسن اتفاق ہی کہیے، کہ ملک العلماء کے دم قدم سے منظرِ اسلام
کو قیامِ ثل میں آیا۔ وہ اس طرح سے کہ جب آپ بریلی شریف
آنحضرت کی خدمت بابرکت میں حصولِ علم کے لیے حاضر ہوئے تو
..... (.....) (.....) آپ کے قدم

جب جہاں موقع آیا آپ نے کسی کی پرواہ کئے بغیر بلا خوف و خطر
خدمت انجام دی۔ تحریر و تقریر، درس و تدریس، مناظرہ و مکالمہ، فتویٰ
نویسی و مکتوب نویسی، وعظ و نصیحت، اس طرح کے مختلف عنوانات
قائم کر کے ان کا تعارف کیا جاسکتا ہے۔ اس وقت ہم ان کی
تدریس و تصنیف اور مناظرہ کا اجمالی خاکہ پیش کر رہے ہیں۔

تدریس:

حضرت ملک العلماء نے حصولِ تعلیم کے بعد اپنی
تدریس کا آغاز مادرِ علمی جامعہ رضویہ منظرِ اسلام بریلی ہی سے کیا۔
چند سال آپ نے بڑے ذوق و شوق، محنت و لگن کے ساتھ اپنے مشفق
استاذ کے زیرِ سایہ تدریس کا کام انجام دیا۔ پھر اپنے استاذ کے حکم پر
بحیثیتِ خطیب و واعظ شملہ تشریف لے گئے۔ وہاں ایک سال کی
مدت پوری کر کے اعلیٰ حضرت ہی کے حکم پر مدرسہ حنفیہ آرا بہار حاضر
ہوئے۔ تقریباً وہاں بھی آپ ایک ہی سال رہے۔ وہاں سے مستعفی
ہونے کے بعد آپ مدرسہ اسلامیہ ٹمپس الہدیٰ پٹنہ میں صدر مدرس

.....
قیام کی اطلاع دی اور دوستوں کو بریلی بلا یا۔
گویا کہ آپ کی ذات ستودہ صفات ”منظرِ اسلام“ کے
لئے نشت اول ثابت ہوئی۔

مذکورہ ہی اگراف سے جہاں اس بات کا پتہ چلتا ہے
ہیں اس بات کا واضح ثبوت بھی ملتا ہے کہ منظرِ اسلام میں روز
بول سے بہار کی بہار رہی ہے اور یہ سلسلہ اب تک جاری و ساری
سے خدا کرے ”منظرِ اسلام“ کی بہار قائم و دائم رہے۔ آمین
ملک العلماء نے منظرِ اسلام میں اپنے مشفق استاد سے
ان تمام علوم و فنون کو حاصل کیا جن کے وہ متلاشی تھے۔ شمس العلماء
حضرت علامہ مولانا مفتی غلام مجتبیٰ اشرفی صاحب قبلہ شیخ الحدیث
منظرِ اسلام بریلی شریف نے راقم الحروف سے دوران گفتگو ارشاد
فرمایا کہ ملک العلماء میان کرتے تھے کہ:
”اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ جتنے علوم و فنون جانتے تھے ان
تمام کا وارث انہوں نے صرف مجھے بتایا۔ سہتا سہتا مجھے پڑھایا۔“

کلیہاں جس وقت ضلع نہیں بنا تھا بلکہ ضلع پورنیہ کا ایک بڑا سب ڈویژن تھا۔ اس وقت وہاں دارالعلوم لطمی کا چراغ جل رہا تھا۔ اس کی روشنی گردونواح میں پھیل رہی تھی، علاقے کے لوگ مستفید ہو رہے تھے۔

لیکن صد حیف! کہ اس میں کچھ اساتذہ دیوبندی خیالات کے آگے۔ ابتداء ان کے نظریات و خیالات کا کوئی اظہار نہیں ہوا۔ مگر جب ان کے پیر جم گئے، تو آہستہ آہستہ ان سے صلح کلیت پھیلنے لگی۔ جب یہ مرض متعدی ہو گیا، تو بتدریج عقائد باطلہ کی اشاعت بھی ہونے لگی۔ علاقے میں وہابیت کی وبا عام گھروں تک دستک دینے لگی، توحید کے نام پر عظمت انبیاء و بزرگان دین کے اعراس پر کفر و شرک کے گولے داغے جانے لگے۔ غرض کہ باپ دادا کے طور طریقے اور دینی مراسم کو بدعت و حرام کہا جانے لگا۔ جس کی وجہ سے دارالعلوم کے اساتذہ میں چپقلش پیدا ہو گئی۔ اراکین میں بھی اختلاف و انتشار پیدا ہو گیا۔

انہیں حالات کے پیش نظر پیر طریقت، رازدار شریعت مجاہد سنیہ حضرت علامہ مولانا سید شاہ شاہد حسین عرف درگاہی میاں سجادہ نشین حضرت شاہ رکن الدین عشق پٹنہ نے دارالعلوم لطمی کے مقابل جامعہ لطیفیہ بحر العلوم قائم فرمایا۔ اور داخلی انتظام آپ (ملک العلماء) کے سپرد کیا۔ ڈاکٹر پروفیسر مختار الدین آرزو صاحب رقمطراز ہیں:

”شاہ شاہد حسین عرف درگاہی میاں خلف سید شاہ حمید الدین سجادہ نشین تکیہ حضرت شاہ رکن الدین عشق (متوفی ۱۲۰۳ھ) کی استاد عا پر ۲۱ شوال ۱۳۷۱ھ کو کلیہاں ضلع پورنیہ بہار میں جامعہ لطیفیہ بحر العلوم کا انہوں نے افتتاح فرمایا۔ اور صدر مدرس کے عہدے پر رونق بخشی۔ صرف اس بناء پر کہ اس علاقے میں مسلمانوں کی خاص

کے عظیم منصب پر فائز ہوئے۔ آپ کی صلاحیت اور قابلیت کی شہرت سن کر سید شاہ طبع الدین احمد سجادہ نشین خانقاہ کبیر یہ بہرام نے اپنے مدرسے کی صدارت کیلئے آپ سے فرمائش کی۔ ان کی دلجوئی اور نحوائش کا احترام کرتے ہوئے آپ نے صدر مدرس کی حیثیت سے پانچ چھ سال کا عرصہ وہاں گزارا۔ پھر جب ۱۹۲۱ء میں سید نور الہدی صاحب مرحوم نے مدرسہ اسلامیہ شمس الہدی کو حکومت بہار کے انتظام میں دے دیا۔ تو آپ اس مدرسے میں سینئر مدرس کی حیثیت سے تشریف لائے۔ ۱۹۲۸ء میں آپ اس مدرسے کے پرنسپل نامزد ہوئے۔ ۱۹۵۰ء میں حسب ضابطہ مدت ملازمت مکمل کر کے سبکدوشی حاصل کی۔ (ماخوذ حیات ملک العلماء)

مدرسہ اسلامیہ شمس الہدی پٹنہ کے شاگردوں میں ایک قابل قدر ذی استعداد شاگرد جناب مولانا الحاج انعام الرحمن صاحب صدیقی شمس ساکن موضع کھوپڑا پوسٹ بیلہاری ضلع کلیہاں بہار سے ابھی گزشتہ رمضان المبارک ۱۴۲۰ھ میں راقم الحروف کی ملاقات ہوئی۔ ان سے میرا نانا نواہر کا رشتہ بھی ہے۔ موصوف بہت نحیف ولاغر اور ضیف العری بھی ہے، فالج زدہ بھی ہیں، رب قدیر انہیں صحت و توانائی عطا فرمائے۔ آمین

انہوں نے آپ کے اخلاق و عادات اور دوران درس افہام و تفہیم اور ملکہ تدریس کا ذکر بہت ہی حسین پیرائے میں کیا۔ پھر جب جامعہ لطیفیہ بحر العلوم کلیہاں میں تشریف رکھتے تھے وہاں کی ملاقات کا ایک حسین نقشہ انہوں نے میرے سامنے پیش کیا اور اپنی عقیدت و محبت اور اظہار نیاز مندی کا واقعہ، جو اس وقت رونما ہوا تھا۔ اختصار کے ساتھ سنایا۔ جس سے میری معلومات میں اضافہ ہوا۔

جامعہ لطیفیہ بحر العلوم کا قیام:

- (۳) امام الخو حضرت علامہ مولانا بلال احمد نوری صاحب سابق شیخ الحدیث جامع اشرف کچھوچھو شریف
- (۴) حضرت علامہ مولانا عبدالرشید رشیدی صاحب صدر مدرس مصطفائیہ درگاہ چینی بازار شریف پورنیہ
- (۵) حضرت علامہ مولانا ظلیل الرحمن صاحب طیب پوری شیخ الحدیث جامعہ لطیفیہ، بحر العلوم کٹیہار
- (۶) حضرت مولانا علیم الدین صاحب بھوپلا مالک علمی کتب خانہ بہادر گنج، ضلع کشن گنج
- (۷) حضرت مولانا طیب صاحب چوڑا ہانسی، پورنیہ
- (۸) حضرت مولانا طاہر صاحب جہا سعیدی پور، ہانسی، پورنیہ
- (۹) حضرت مولانا عبدالقادر صاحب چکلہ چندر گاؤں، ہانسی پورنیہ
- (۱۰) حضرت مولانا شہاب الدین صاحب ساکن بھینس بندھا کدوا کٹیہار
- (۱۱) حضرت مولانا مقیم الدین صاحب ساکن گورکھپور ضلع مالده بنگال
- (۱۲) حضرت مولانا عبداللہ صاحب اچھے پور کدوا ضلع کٹیہار
- (۱۳) حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب اچھے پور کدوا ضلع کٹیہار
- (۱۴) حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب اچھے پور کدوا ضلع کٹیہار
- (۱۵) حضرت مولانا محمد سلیمان صاحب بلیہار پور کدوا کٹیہار
(بروایت مفتی غلام مجتبیٰ اشرفی صاحب)

تصنیفی خدمات:

اپنی کتاب میں تحریر فرماتے ہیں:

”جامعہ لطیفیہ کے قیام سے شمالی بہار کے مسلمانوں کو بہت فائدہ پہنچا۔ اور اس علاقے میں دین کو فروغ ہوا۔ سیکڑوں طلباء وہاں سے فارغ ہو کر دور دراز علاقوں میں پھیل گئے۔ بعضوں نے نئے مدارس بھی قائم کئے۔

اس لحاظ سے ملک العلماء کا پورنیہ میں نو سالہ قیام بہت مفید رہا۔ جب انہوں نے دیکھا، کہ ان کا لگایا ہوا پودا مضبوط ہونا ہو کر شجر بار آور ہو گیا، تو ربیع الاول شریف ۱۳۸۰ھ میں جامعہ لطیفیہ کٹیہار سے وہ ظفر منزل شاہ گنج پٹنہ آ کر مقیم ہو گئے۔ اور یہاں انہوں نے سلسلہ رشد و ہدایت شروع کیا۔ (حیات ملک العلماء ص ۱۶، ۱۵)

شاگرد:

ملک العلماء نے جتنے مدارس میں تدریسی خدمات انجام دی ہیں، اگر ان مدارس کے طلبہ کی فہرست ترتیب دی جاتی تو ایک دفتر ہوتا۔ ڈاکٹر معراج الدین آرزو صاحب اس بات کی طرف روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

”ملک العلماء سے مختلف مدارس کے جن طلباء نے علمی لیاض حاصل کئے، ان کی تعداد بتانا آسان نہیں۔ صرف مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کے مترجمین (فارغین) کی تعداد ہزاروں تک پہنچے گی۔ (حیات ملک العلماء ص ۱۶)

کہ آپ کی تصنیفات و تالیفات کی تعداد سرسری طور سے ۱۰۰ سے زائد ہے۔ ایسی ایسی نادر تصنیفات ہیں کہ اگر وہ طبع ہو کر منظر عام پر آجائیں تو اہلسنت و جماعت کیلئے نعمت غیر مترقبہ ثابت ہوں۔ خدا کرے وہ دن جلد نصیب ہو۔

کتابوں کی تعداد اور فنون کی نشاندہی کرتے ہوئے شہزادہ گرامی وقار ڈاکٹر مختار الدین آرزو صاحب لکھتے ہیں:

”ملک العلماء کی تالیفات و تصنیفات کی تعداد ستر سے زائد ہے۔ ۱۳۲۳ھ سے شروع ہو کر تقریباً ان کی رحلت ۱۳۸۲ھ یعنی پچاس سال تک جاری رہا۔ کچھ کتابیں عربی زبان میں ہیں، لیکن زیادہ تر افادہ عام کی خاطر اردو میں لکھی گئی ہیں۔ یہ متحدہ فنون اور موضوعات، حدیث، اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ، تاریخ، سیرت، فضائل، مناقب، اخلاق، نصح، صرف، نحو، منطق، فلسفہ، کلام، ہیئت، توقیت، تفسیر، اور مناظرہ پر مشتمل ہیں۔ کچھ اب تک غیر مطبوعہ ہیں، اور کچھ زیور طبع سے آراستہ ہو کر شائع ہو چکی ہیں۔ (حیات ملک العلماء ص ۱۷)

مناظرہ:

ملک العلماء نے مختلف فرقوں کے حامیوں سے مناظرہ کیا۔ اور اس کیلئے دور دراز کا سفر بھی کیا۔ ڈاکٹر صاحب رقمطراز ہیں:

”مجھے یاد آتا ہے کہ میرے بچپن میں وہ آریہ ساجیوں اور مسیحی مبلغین سے مناظرے کیلئے جلسوں میں بھی تشریف لے جایا

روداد پیش کر رہا ہوں ملاحظہ فرمائیں:

۱۳۲۶ھ کی بات ہے کہ علاقہ میوات میں دیوبندی

مولویوں نے بڑا اودھم مچایا ہوا تھا۔ میواتی حضرات کی جہالت سے

فائدہ اٹھانے کی غرض سے دیوبندی مولوی جگہ جگہ علمائے اہلسنت پر

تمہر بازی کرتے اور مناظرے کا چیلنج دیتے رہے تھے۔ ریاست الور

کے اندر مولانا شاہ محمد رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۵۵ھ

/۱۹۳۶ء) بھی جلوہ افروز تھے۔ آپ علم و عرفان کی دولت سے مالا

مال، اور اسلاف کی مقدس نشانی تھے۔ مذکورہ صورت حال کو دیکھتے

ہوئے، مولانا محمد رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا احمد حسین خان

رام پوری علیہ الرحمہ کو بریلی شریف بھیجا، تاکہ مجدد دین و ملت کسی سنی

مناظر کو وہاں سے روانہ فرمائیں، جو دیوبندی مذہب کی بے دینی

کار از پشت از باہم کر دکھائے۔ چنانچہ جب وہ امام احمد رضا خاں

بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور مدعا بیان کیا تو

امام اہلسنت نے مولانا ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی

۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء) کو طلب کیا، اور فرمایا کہ یہ علاقہ میوات، نواح

فیروز پور جھرک میں دیوبندی مولویوں سے جا کر مناظرہ کرو۔ انشاء

اللہ تعالیٰ فتیاب ہو کر لوٹو گے۔ فتح کی بشارت کے ساتھ آپ نے

مولانا ظفر الدین علیہ الرحمہ کو مدینہ طیبہ کا ایک بیش قیمت اونٹنی جبہ

بھی مرحمت فرمایا۔ یوں تو حضرت ملک العلماء کو اعلیٰ حضرت اپنی

اولاد کی طرح سمجھتے تھے، لیکن اللہ والے کسی خاص موقع پر جب کسی کو

(۱۳۲۶ھ) رہنا۔ مولانا سن رضا حال بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے اس کا تاریخی نام ”شکست سفاہت“ ۱۳۲۶ھ رکھا۔ چنانچہ ساری کاروائی کو ایک رسالے کی شکل میں اکٹھا کیا گیا، اور وہ رسالہ زیور طبع سے آراستہ کر کے متحدہ ہندوستان کے ہر گوشے میں بھیجا گیا۔ (القول السید بدستمبر ۱۹۹۱ء ص ۲۰۳، ۲۰۲)

حضرت ملک العلماء چلتے پھرتے مناظرہ کر لیا کرتے تھے اور اپنے حریف کو شکست دے کر تائب ہونے پر مجبور کرتے تھے۔ اس طرح کے بے شمار واقعات ہیں۔ حضرت شمس العلماء مولانا مفتی غلام مجتبیٰ اشرفی صاحب علیہ الرحمہ نے راقم الحروف کو برسبیل تذکرہ سنایا، کہ ملک العلماء دوران درس طلبہ کو اس طرح کے واقعات اکثر سنایا کرتے تھے، دوران درس کے دو واقعات اب تک میرے ذہن میں محفوظ ہیں۔ راقم نے ان سے فرمائش کی، کہ حضور وہ واقعات سنادیں تاکہ میں قلمبند کروں۔ حضرت شمس العلماء نے ارشاد فرمایا، کہ ملک العلماء کے رشتے میں ایک ماموں جبر یہ فرتے کے حامی تھے۔ حسن اتفاق کہ دونوں کا بستر ایک ہی کمرے میں لگا دیا۔ دونوں آرام کرنے لگے۔ رات میں جبر یہ عقیدہ رکھنے والے ماموں کو استنجا کی حاجت درپیش آئی، جھٹ پٹ بستر سے اٹھ کر دروازے کی چنجنی کھول کر وہ استنجا کرنے چلے گئے۔ اسی اثناء میں حضرت ملک العلماء نے اندر سے دروازے کی چنجنی بند کر دی۔ جب وہ استنجا سے فارغ ہو کر واپس ہوئے تو دروازہ بند دیکھ کر دروازہ پینٹنے لگے جب دیر ہو گئی تو انہوں نے ملک العلماء کو مخاطب کر کے کہا کہ:

مناظرے سے سر رہوئے وہ سن چار ساں ملہ سمہ میں قیام پذیر تھے۔ اس لئے اپنی عربی دانی پر انہیں بڑا ناز تھا۔ جس کے باعث مصر ہے، کہ مناظرہ عربی زبان میں ہوگا ان کی ناز برداری کیلئے یہ شرط مان لی گئی۔ لیکن چند منٹ میں ان کی عربی دانی کا بھرم کھل گیا، اور مجبوراً اعلان کرنا پڑا کہ اب مناظرہ اردو میں ہوگا۔ ابتدائی سوالات پر انکی علیت کا طول و عرض بھی سب کو معلوم ہو گیا۔ کہ مہر سکوت لگ گئی، اور جواب کیلئے منہ کھولنا دشوار ہو گیا۔ ثالث اور حکم نے ان سے اور دوسرے علمائے دیوبند سے بار بار کہا، کہ جواب دیجئے، اور آئے دن جو بلبلے کی طرح ابھرتے، اور چیلنج دیتے تھے، وہ جوش دکھائیے، یہ کیسی جوانمردی ہے، کہ ابتدائی سوالات پر ہی سارے دیوبندی مولوی جھاگ کی طرح تہہ نشین ہو گئے۔ اور کوئی ایک بھی بولنے کا نام نہیں لیتا۔ متواتر تین گھنٹے جواب کا تقاضا رہا، لیکن ادھر جو مہر سکوت لگ چکی تھی۔ اس نے کسی طرح بھی ٹوٹنے کا نام نہ لیا۔ آخر ثالث و حکم نے تین گھنٹے بعد اہل سنت و جماعت کی فتح اور دیوبندی حضرات کی شکست کا اعلان کرتے ہوئے کہہ دیا، اب معاملہ صاف ہو گیا، کہ مولانا شاہ رکن الدین، مولانا ارشاد علی، مولانا ظفر الدین اور مولانا احمد حسین وغیرہ علماء حق پر ہیں، اور دیوبندی علماء کا مذہب باطل ہے ورنہ لا جواب نہ ہوتے۔

جب مولانا ظفر الدین فاضل بہار رحمۃ اللہ علیہ امام احمد رضا بریلوی کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو مناظرے کی ساری روداد سنائی، اور یہ بھی سنایا کہ میوات کے اہلسنت کی یہ خواہش ہے، کہ اس مناظرے کی ساری کاروائی ایک رسالے کی شکل میں مرتب کی

اچانک دونوں اس کے پاس حاضر ہو گئے۔ جب اس نے ان لوگوں کو دیکھا تو عادت کے مطابق بلا کسی جھجک کے کہنے شروع کیا۔
آئیے خدا، بیٹھے خدا، کیسے آتا ہوا خدا، غرضیکہ اس نے ہر بات پر ان دونوں کو خدا کہہ کر مخاطب کیا یہ سنتا تھا کہ مجسٹریٹ صاحب نے پلان کے مطابق اس پر ڈنڈا بڑھانا شروع کر دیا۔ اتحاد الوجود کے قائل نے کہا کہ آپ کیا کر رہے ہیں۔ مجھے بلا تصور کیوں مار رہے ہیں۔ ملک العلماء نے جواب دیا کہ آپ نے انہیں ان کو خدا کہہ کر مخاطب کیا تھا لہذا آپ کا خدا آپ کو مار رہا ہے، اس میں اعتراض کی کیا بات ہے۔ مجسٹریٹ صاحب نے کہا جب میں بقول تمہارے خدا ہوں، اور تم کو مار رہا ہوں، تو تم کو انکار کرنے کا کوئی حق نہیں۔ اگر مجھ سے گریز کرو گے تو کافر ہو جاؤ گے۔ مجسٹریٹ صاحب کی اس بات سے وہ بہت شرمندہ ہوا، اور اپنے بہ عقیدگی سے تائب ہوا۔ سبحان اللہ

حضرت ملک العلماء کی شانِ رفیع میں یہ شعر پیش کرتے ہوئے اپنا مضمون ختم کرتا ہوں۔
ان کا سا یہ اک تجلی ان کا نقش پرتراغ
وہ جدھر نرے ادھر ہی روشنی ہوتی گئی
☆☆☆

باہر شندک شدید ہے، جلدی سے دروازہ کھولئے۔
حضرت ملک العلماء نے سنی ان سنی کر دی۔ جب بہت دیر ہو گئی، تو ملک العلماء نے فرمایا، کہ میں لیٹا ہوا ہوں اور مجبور محض ہوں کیسے اٹھ کر دروازہ کھولوں، ابھی اللہ تعالیٰ کا ارادہ نہیں ہوا ہے، کہ میں دروازہ کھولوں، جب اللہ کی مشیت ہوگی تو کھول دوں گا۔ بہت دیر تک جاڑے میں وہ ٹھہرتے رہے، اور دروازہ پٹیٹے رہے، اور حیران و پریشان ہو گئے۔ بالآخر انہوں نے اقرار کیا، اور کہا، کہ کبھی گیا انسان مجبور محض نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بھی قدرت عطا فرمائی ہے۔ میں اب تک گمراہی میں مبتلا تھا۔ آج تمہاری اس حرکت سے مجھے ہدایت نصیب ہوئی۔

میں تمہارے سامنے اس بد عقیدگی سے توبہ کرتا ہوں اللہ تعالیٰ میری توبہ قبول فرمائے۔ اب آپ برائے کرم دروازہ کھول دیجئے۔ جب انہوں نے توبہ کر لی، تو حضرت ملک العلماء نے دروازہ کھول دیا۔ اسی طرح دوسرا واقعہ شمس العلماء نے سنایا، کہ پٹنہ سے قریب کسی دیہات میں ایک شخص اتحاد الوجود کا قائل تھا۔ ہر چیز کو خدا سے تعبیر کرتا تھا۔ خواہ وہ انسان ہو، یا کوئی دوسری مخلوق۔ ملک العلماء کو جب اس بات کا پتہ چلا تو آپ نے اپنے ایک دوست کو جو مجسٹریٹ بھی تھے، اپنا سارا پلان بتلایا۔ اور دن تاریخ طے کر کے

ملک العلماء بیان کرتے تھے کہ:

”اے علیحضرت رضی اللہ عنہ جتنے علوم و فنون جانتے تھے ان تمام کا وارث انہوں نے صرف مجھے بنایا۔ سبقاً سبقاً مجھے پڑھایا۔“ (ڈاکٹر محمد اعجاز اعظمی)

حیات ملك العلماء پر ایک طائرانہ نظر

از قلم: ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم مصباحی، صدر شعبہ علوم اسلامیہ، ہمدرد یونیورسٹی، نئی دہلی

ترتیب دی اور پھر اسی نام سے آپ کو شہرت ملی اور دنیا نے علم و فضل میں کمال حاصل کیا۔ (حیات ملك العلماء، مختار الدین احمد، صفحہ ۱۰، لاہور ۱۹۹۳ء)

چار سال کی عمر ۱۳۰۷ھ میں آپ کے والد ماجد نے حضرت شاہ چاند بابا صاحب کے مقدس ہاتھوں بسم اللہ خوانی کی رسم ادا کرائی۔ ابتدائی تعلیم خود والد ماجد نے دی۔ قرآن مقدس اور ابتدائی فارسی حافظ مخدوم اشرف، مولوی کبیر الدین اور مولوی عبداللطیف سے گھر پر ہی پڑھیں۔ بروز اتوار شوال ۱۳۱۳ھ مدرسہ حنفیہ غوثیہ موضع بین میں داخل ہوئے اور شیخ محی الدین اشرف مولوی مہدی حسن میجروی اور جناب حافظ محمد اسماعیل بہاری وغیرہم کے سامنے زانوئے تلمذتہ کیا اور علم و فضل کی دولت سے مالا مال ہوئے۔ ۱۳۲۰ھ میں قاضی عبدالوہید فردوسی مرحوم رئیس کڑہ پنڈتہ کی خدمت میں داخل ہوئے، ۱۳۲۶ھ کے قائم کردہ مدرسہ حنفیہ بخش پٹنہ میں داخل ہوئے، جہاں آپ نے حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی (م ۱۳۳۳ھ) سے اکتساب فیض کیا اور جب محدث سورتی مولانا وصی احمد قدس سرہ بوجہ علالت وہاں سے سبکدوش ہو کر چلی، بہیت تشریف لائے تو آپ اپنے رفقاء درس کے ہمراہ کانپور چلے گئے۔ وہاں حضرت مولانا احمد حسن کانپوری (۱۳۲۳ھ) اور مولانا عبداللہ پنجابی کانپوری (م ۱۳۳۳ھ) اور دوسرے ارباب علم سے علوم متداولہ کی تعلیم حاصل کی۔ پھر ۱۳۲۲ھ میں کانپور سے چلی بہیت آ کر اسی مدرسہ

ملك العلماء فاضل بہار حضرت مولانا سید محمد ظفر الدین قادری رسول پور میجر ضلع پنڈہ (موجودہ ضلع نالندہ) صوبہ بہار میں ۱۰ محرم الحرام ۱۳۰۳ھ مطابق ۱۹ اکتوبر ۱۸۸۰ء کو صبح صادق کے وقت پیدا ہوئے۔ والد ماجد کا اسم گرامی ملك عبدالرزاق اشرفی تھا۔ جو سید ابراہیم بن سید ابوبکر غزنوی کی اولاد تھے۔ جن کا سلسلہ نسب صرف چھ واسطوں سے حضرت سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جاملتا ہے۔ سلسلہ نسب جو کتب سوانح میں مذکور ہے، وہ اس طرح ہے: "سید ابوبکر غزنوی بن سید ابوالقاسم عبداللہ بن سید محمد فاروق بن سید ابوالمنصور عبدالسلام بن سید عبدالوہاب بن شیخ محی الدین عبدالقادر حسنی حسینی البیلانی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ آپ کے مورث اعلیٰ میں سید ابراہیم بن سید ابوبکر غزنوی سلطان فیروز شاہ کے عہد (۷۵۲-۷۹۰ھ) میں ہندوستان پہنچے اور یہاں آ کر شاہی فوج میں ملازم ہو گئے۔ وہ عمر بھر جنگی سرگرمیوں میں حصہ لیتے اور بالآخر ۱۲ رزی الحجہ ۷۵۳ھ کو قلعہ رہتاس (شاہ آباد، بہار) کی جنگ میں شہید ہو گئے۔

ولادت کے بعد خاندان کے بڑے بوزھوں نے آپ کا نام عبداللہ بن سید ابوبکر غزنوی اور مختار احمد رکھے گئے۔ کچھ لوگوں نے ظفر الدین کی تجویز پیش کی۔ تمام ناموں سے آپ کو پکارا گیا۔ جب آپ بریلی شریف میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ظفر الدین پر ظفر الدین کو

آپ کو یہ سزا دی گئی تھی کہ اگر آپ اس طرح گرویدہ ہوئے کہ انہی کی خدمت میں درسیات کی تکمیل کا جذبہ انگڑائیاں بیٹے گا۔ مگر وہاں نہ تو کوئی مدرسہ تھا اور نہ ہی دارالعلوم جہاں آپ کی خواہش کی تکمیل ہوتی۔ جب ۱۳۲۲ھ میں مدرسہ "مسطر اسلام" کا قیام ہوا تو آپ اور آپ کے ایک ہم وطن دوست مولانا سید عبدالرشید عظیم آبادی اس مدرسے میں بحیثیت طالب علم داخل ہوئے اور انہی دو طالب علم سے اس مدرسے کے تیسری سال کا آغاز ہوا۔ پروفیسر حقیر احمد راجہ بالاجہارت کی تائید میں لکھتے ہیں:

سید شاہ ملیح الدین احمد سجادہ نشین خانقاہ کبیر یہ بہرام کے مدرسے میں مدرسہ اول ہو کر آگئے اور جب شمس الہدیٰ گورنمنٹ کے زیر انتظام آ گیا تو اس کے پرنسپل منتخب ہوئے۔ جامعہ لطیفیہ بحر العلوم کئی سالوں میں بھی صدر مدرس کے فرائض انجام دیئے ہیں۔

حضرت ملک العلماء نے اپنی پوری زندگی درس و تدریس، تصنیف و تالیف اور اشاعت و سن حق میں گزار دی۔ بے شمار بندگان خدا آپ کے علمی پتھرت سے سیراب ہوئے اور اپنی علمی نشانی بھائی اور متحدہ علوم و فنون پر کئی ایک کتابیں آپ کے نوک قلم سے

چھاپی گئی۔ مولانا سید شاہ ملیح الدین احمد سجادہ نشین خانقاہ کبیر یہ بہرام کے مدرسے میں مدرسہ اول ہو کر آگئے اور جب شمس الہدیٰ گورنمنٹ کے زیر انتظام آ گیا تو اس کے پرنسپل منتخب ہوئے۔ جامعہ لطیفیہ بحر العلوم کئی سالوں میں بھی صدر مدرس کے فرائض انجام دیئے ہیں۔

حضرت ملک العلماء نے اپنی پوری زندگی درس و تدریس، تصنیف و تالیف اور اشاعت و سن حق میں گزار دی۔ بے شمار بندگان خدا آپ کے علمی پتھرت سے سیراب ہوئے اور اپنی علمی نشانی بھائی اور متحدہ علوم و فنون پر کئی ایک کتابیں آپ کے نوک قلم سے

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام احمد رضا کی علمی خدمات اور زندگی کی حیات اور علمی خدمات

ایسا رہا جو جس کی سند و استشہاد میں کوئی خبر اور اثر نہ پیش کی گئی ہو۔“
(حیات ملک العلماء، صفحہ ۳۸)

سلسلہ قادریہ میں امام اہل سنت اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں
فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے اور انہی سے خلافت بھی
حاصل تھی۔ جب تک آپ بقید حیات رہے اسی سلسلے کی اشاعت
فرمائی اور اس کا فیضان عام کیا۔ آپ کے شیخ نے ہی آپ کی گونا گوں
صلاحیت کے پیش نظر آپ کو ”ملک العلماء“ کا خطاب دیا تھا۔

۱۹ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۲ھ مطابق ۱۸ نومبر ۱۹۶۲ء شب

دوشنبہ سپیدہ سحر نمودار ہونے سے پہلے ذکر جہر اللہ کرتے جان
جان آفریں کے سپرد کر کے واصل الی اللہ ہو گئے۔ حضرت شاہ
ایوب ابدالی شاہدی رشیدی اسلام پوری نے جنازے کی نماز
پڑھائی۔ (تذکرہ علمائے اہل سنت، صفحہ ۱۱۲)

گیارہویں صدی ہجری کے مشہور بزرگ حضرت شاہ
ارزاں (م ۱۰۴۰ھ) کی درگاہ سے متصل شاہ گنج کے قبرستان میں
تدفین عمل میں آئی۔ ”فاضل بہار“ مادہ تاریخ وصال ہے۔

☆☆☆

(۲) ظفر الدین الجید

(۳) الحسام المسلول علی منکر علم الرسول

(۴) النبراس لدفع ظلام الناس

(۵) جواهر البیان

(۶) حیات اعلیٰ حضرت

(۷) الاکسیر فی علم التفسیر

(۸) تحفة الاصاب

(۹) رفع خلاف من بین احناف

(۱۰) توضیح التوقیت، وغیرھا

”صحیح البہاری“ پر تبصرہ کرتے ہوئے پروفیسر مختار الدین
احمد لکھتے ہیں:

حضور ملک العلماء فاضل بہار نے احادیث کا سارا ممکن
الحصول مجموعہ کھنگال کر صرف وہی احادیث صحیحہ جمع کرنے کا بیڑہ
اٹھایا جو مؤید مسلک اہل سنت و احناف ہوں اور فقہ حنفی کا ماخذ
مصدر انہوں نے وہ تمام روایات جمع کیں جن پر مذہب حنفی کی
عمارت کھڑی کی گئی ہے اور حتی الامکان فقہ حنفی کا شاید ہی کوئی مسئلہ

آپ کے مورث اعلیٰ میں سید ابراہیم بن سید ابوبکر غزنوی سلطان فیروز شاہ کے عہد (۷۵۲-۷۹۰ھ) میں ہندوستان پہنچے اور یہاں
آ کر شاہی فوج میں ملازم ہو گئے۔ وہ عمر بھر جنگی سرگرمیوں میں حصہ لیتے اور بالآخر ۱۲ رزی الحجہ ۷۵۳ھ کو قلعہ رہتاس (شاہ آباد، بہار) کی جنگ
میں شہید ہو گئے۔

حضرت ملک العلماء نے اپنی پوری زندگی درس و تدریس، تصنیف و تالیف اور اشاعت دین حق میں گزار دی۔ بے شمار بندگان
خدا آپ کے علمی پتھٹ سے سیراب ہوئے اور اپنی علمی تشنگی بجھائی۔ (ڈاکٹر غلام محسنی انجم)

ملک العلماء کی مثالی شخصیت

از قلم: مفتی محمد فیض الرحمن اشرفی، شیخ الحدیث دارالعلوم شیخ احمد، احمد آباد، گجرات

سے ہو چکی تھی، اسلئے بعد فراغت اسی سال منظر اسلام میں پھر مدرسہ خفیہ آ رہے میں بحیثیت صدر مدرس، مہور ہوئے۔ تھوڑے عرصہ بعد مدرسہ خمس الہدیٰ پٹنہ کو عم و فن کا مرکز بنایا۔

ملک العلماء :- نزاعی مسئلہ کے سلسلہ میں جج فقہین نے

اعلیٰ حضرت پر مقدمہ دائر کیا، لیکن اعلیٰ حضرت کبھی کبھت میں خود حاضر نہ ہوئے۔ ان کی طرف سے وکالت کے لئے حضرت ملک العلماء، عبد

الرحمن اور ان کے ساتھ دیگر علماء کو بھیج دیئے۔ دشمنوں نے حاکم کا

کان بھر دیا کہ مولوی احمد رضا خاں مخروڑ آدی ہیں، اجلاس میں حاضر ہونے کو کسر شان سمجھتے ہیں، یہ سن کر حاکم بہت برہم ہوا، اس

کے متعلق حاکم کے استفسار پر حضور ملک العلماء نے اعلیٰ حضرت کی

عدم حاضری کی وجہ دنیا سے قطع تعلق و بے رغبتی اور گوش نشینی بتائی،

اور اس کی فضیلت کو دلیل کی روشنی میں ایسا دلیل بیان کیا کہ حاکم کو

خاموش رہنا پڑا۔ دشمن خائب و رسوا ہوا۔ آخر مقدمہ میں فتح و کامیابی

ملی، گورنمنٹ کی طرف سے آپ کی ذہانت و فطانت دیکھ کر آپ

کو "شخص العلماء" کا خطاب ملا۔ مگر اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے ملک

العلماء کا خطاب عطا فرمایا، اس لئے آپ اسی لقب سے مشہور ہوئے۔

آپ فرماتے تھے، جب سے اعلیٰ حضرت نے یہ دعا دی ہے کہ: میرے ظفر کو اپنی ظفروں سے شکستیں کھاتے یہ ہیں اس سے شکستیں کھاتے یہ ہیں میں اپنے مخالف سے گفتگو کرنے میں مطلق جھجک محسوس نہیں کرتا ہوں۔ نہ مرعوب ہوتا ہوں، بلکہ میں محسوس کرتا ہوں کہ جج فقہین مجھے

العلماء ورتة الانبياء :- علماء انبیاء کے وارث ہیں

اسلام کی نشوونما علماء ربانین کی تحریری، تبلیغی، تدریسی کوششوں سے

ہوتی رہی ہے اور جب تک یہ سلسلہ جاری رہے گا، ہوتی رہے گی۔

ایک عالم سے مردہ قلوب زندہ ہوتے ہیں، روح کی تاریکی دور

ہوتی ہے، قلب ایمان و عرفان کے نور سے معمور ہوتا ہے۔ ان کی

موت عالم کی موت ہوتی ہے، اس لئے ایسے علماء کی حیات کے لئے

دریا میں مچھلیاں، سوراخ میں نیونیاں، ہرے بھرے درخت، چرند و

پرنده عاہ کرتے ہیں، ان ہی علماء عالمین میں سے حضرت ملک العلماء

مولانا العلام سید محمد ظفر الدین قادری رضوی کی ذات تھی۔ آپ

تمام علوم و فنون میں کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ طالب علمی کے زمانے

سے ہی خداداد صلاحیت و استعداد میں شہرت حاصل کر چکے تھے۔

آپ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ کے ارشد تلامذہ اور خلفاء

میں سے تھے۔ اعلیٰ حضرت کا نام نامی اسم گرامی سن کر بڑی عقیدت

غائبانہ محبت رکھتے تھے، ابتدائی تعلیم کے مرحلے سے گزر کر

متوہلات و منہجیات کے لئے اعلیٰ حضرت کی خدمت میں منظر

الاسلام بریلی شریف تشریف لے گئے۔ ۱۲ سال تک کمال ذوق و

شوق کے ساتھ حصول علم میں مشغول رہے، آپ فرماتے تھے میں

نے ۱۲ سال تک اعلیٰ حضرت کے آستانہ کی جاروب کشی کی ہے۔

اعلیٰ حضرت نے عالی ظرف، لائق و ہونہار دیکھ کر سند فراغت کے

ساتھ خلافت سے بھی نوازا۔ آپ کی علمی شہرت زمانہ طالب علمی ہی

جہان ملک العلماء

حضرت ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی شہ کی حیات اور علمی خدمات

دینی خدمت انجام دے سکیں۔ پھر وہ اپنی منصوبہ آپ کے والد سید شمس الہدیٰ کے نام مدرسہ کی شکل میں قیام پذیر ہوا۔

نواب صاحب کو کسی دین دار جید عالم کی بحیثیت صدر مدرس کی فکر لاحق ہوئی۔ ان مصاحبوں میں سے کسی نے حضور ملک العلماء قدس سرہ کا پتہ بتایا اور کہا کہ علم و فضل میں اس وقت ان کا کوئی ثانی نہیں۔ آپ کو نواب صاحب نے بلا کر جہالت و بے دینی تو م کا ماتم کرتے ہوئے حضرت کو اپنے منصوبے سے آگاہ کیا اور آپ وہاں سے منتقل ہو کر یہاں چلے آئے۔ ابھی مدرسے کے قیام کو صرف چھ ماہ ہوئے تھے۔ نواب صاحب نے مدرسے کی ساری ذمہ داری آپ کے ذمہ سونپ دی۔ ایک نصاب بنا کر تعلیم و تعلم کا کام شروع کر دیا۔ منطق و فلسفہ کے امام مولانا مقبول احمد خان درہنگوی کو نائب صدر مدرس مقرر کیا۔ نواب صاحب کو مدرسہ کے استحکام و استقامت کی فکر دامن گیر تھی۔ اپنے ایک دوست انگریز انسپٹر سے مشورہ کیا۔ اس نے کہا کہ میں آپ کے مدرسے کے لئے ایک بورڈ بنا تا ہوں۔ جو ڈائریکٹر ایجوکیشن کے ماتحت ہوگا، آپ کے مقرر کردہ درجات کی پڑھائی کا جو بورڈ سالانہ امتحان لے گا اور کامیاب لڑکے کو حسب لیاقت ڈگری دیگا۔ مزید یہ کہ مدرسہ اور مدرسین کو بطور امداد کچھ رقم دی جائے گی۔

مگر شرط یہ ہے کہ مدرسہ کے نصاب میں ہر درجہ میں انگریزی حساب وغیرہ داخل کر دیں۔ وہ دور انگریزی تعلیم سے تنفر کا دور تھا۔ اس لئے نواب صاحب نے حضرت سے مشورہ لیا۔ آپ نے منظور فرمایا۔ اس میں کوئی حرج نہیں کہ دین کے ساتھ دنیاوی علم بھی طلبہ کو حاصل ہو جائے تو دنیا کمانے کے لئے دنیاوی علم بھی ضروری ہے۔ چنانچہ آج بھی تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ مدرسہ کا اصل نصاب وہی ہے۔ آپ نے اس کا نام درس نظامیہ کے مقابلہ

دیکھ کر ہی مرعوب ہو جاتے ہیں۔ آپ اپنے وقت کے امام اعظم ابوحنیفہ تھے۔ ایک دفعہ جب آپ کچھ چھ مقدسہ عرس مخدومی کے موقع پر تشریف لے گئے، تو حضرت سید محمد محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ نے خانقاہ کے ایک کمرہ میں آپ کے قیام کا انتظام کیا۔ آپ کسی ضرورت سے باہر تشریف لے گئے تھے۔ اس دوران ایک ذائر اسی کمرہ میں آ کر آپ کے بستر پر دراز ہو گیا، جب آپ تشریف لائے، تو اس کو دیکھ کر فرمایا: یہ بستر میرے لئے انتظام کیا گیا ہے، اس نے ایک عام مولوی سمجھ کر تحقیرانہ انداز میں کہا کہ میں یہاں سے نہ بیٹوں گا، آپ کسی دوسرے کمرے میں چلے جائیں۔ آپ نے محدث اعظم ہند کو خبر کیا۔ جب محدث اعظم ہند اس کو مغرورانہ انداز میں دراز دیکھا تو فرمایا۔ آپ کس کی اجازت سے اس کمرے میں آئے؟ آپ کو نہیں معلوم یہ کون ہیں؟ یہ اپنے وقت کے امام اعظم ابوحنیفہ ہیں۔ پھر وہ معافی مانگتے ہوئے دوسرے کمرے میں چلے گئے۔

مدرسہ ضمن الہدی کا قیام :-

نواب سید نور الہدی گاؤں گھونے کے لئے اپنے صحابہ کے ساتھ نقن گاڑی پر سوار ہو کر اپنی آبادی سے باہر نکلے تو دیکھا ایک جنازہ رکھا ہوا ہے۔ حاضرین کسی کی آمد کا انتظار کر رہے ہیں۔ نواب صاحب کے پوچھنے پر ان لوگوں نے بتایا کہ اس آبادی میں کوئی نماز جنازہ پڑھانے والا نہیں ہے۔ سامنے گاؤں سے کسی پڑھانے والے کو بلائے کے لئے آدی گیا ہے۔ اسی کا انتظار کر رہے ہیں۔ نواب صاحب کے دل کو ایک دھچکا لگا۔ کرب محسوس کیا، ضمیر نے طاعت کیا، ہم لوگ نام کے مسلمان ہیں کہ ہم میں کوئی نماز پڑھانے والا نہیں ہے۔ شام کو جب گھر لوٹ کر آئے، تو ایک مدرسہ کے قیام کا منصوبہ بنایا، جہاں سے علم دین حاصل کر کے طلبہ قوم کی

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام احمد رضا رحمہ اللہ کی تعلیمی خدمات کی تعریف

لراغت حاصل کر کے ۱۹۵۸ء مارچ کو خدمتِ عالیہ میں صاحبِ اشرفی بھاگلپوری جو ایک سال قبل اپنے کان سے عورتوں اور فوجیہ اظہارِ علوم میں درج دینے گئے تھے۔ اس کے علم و ادب سے موجودہ مدرسہ مذکور میں طلبہ کی خدمت پر مامور ہوا اور امام احمد رضا کی خدمتِ عالیہ پر فائز ہوں۔ الحمد للہ رب العالمین۔

یہاں پر حضرت کی غائبانہ محبت و کرم کی علامتیں ہوتی رہیں۔ یہ ہو گا کہ تقرری کے بعد میں نے حضرت کو یہاں سے واپس آ کر احوال سے مطلع کرتے ہوئے لکھا تھا کہ ارادین نے ۲۵ روپیہ تنخواہ سنا لے، تو نے کہا ہے کہ ابھی آپ سے ہیں۔ ابھی اس پر اکتفا کریں۔ آئندہ دیکھا جائے گا۔ حضرت کے جواب کا یہ تھا کہ ایسا شفقانہ اور مناظرانہ ہے۔ ”تجربہ ہے ارادین کی کہ تا دینیہ پانچوں نے یہ سوچا کہ تم سے ہو، مگر یہ نہ سوچا جو کتابیں تم کو پڑھانے والی ہیں، وہ تو نئی نہیں ہیں۔ وہ تو پرانی اور درستی قائم ہیں۔ اس وقت تک مدرسہ فوقانیہ تک منظور تھا۔ کافیہ کے عاوم، قدوسی، مرقا، ترجمہ پارہ ۲۹، قصیدہ بردہ، بدیع الزمان، مدالی، مسعود تھیں۔ اس وقت یہ مدرسہ فاضل تک منظور ہے۔“

بحر علمی : پانہ لون کی عہد میں عمران شریف پر پانچ سال تک آپ نے بیان فرمایا اور سبحان المادی اسوی سے لے کر لیا تک تفسیر بیان کر سکے تھے کہ ریٹائر ہو کر مدرسہ بحر العلوم کلکتہ پر تشریف لائے اور تفسیر کا یہ سلسلہ قطع ہو گیا۔ ۱۰ سال کی قیام کا خلاصہ کتاب کی شکل میں چھپ جاتا تھا، بیاض کو میں نے پڑھا ہے۔ مگر اسوں ایک بھی ملحوظ نہ رکھ سکا۔

تدریسی خصوصیات : تدریسی خصوصیات سے ایک یہ ہے کہ آپ طلبہ کے مختلف اطلاق ہونے کا لحاظ فرماتے تھے۔ عہدِ مہارت کا مطالبہ نیز ترجمہ کرنے کے بعد مسائل کی

درس عالیہ رکھا۔ مدت پوری کرنے کے بعد جب آپ پر پہل ہو کر ریٹائر ہوئے، تو شاہ عبداللطیف صاحب قدس سرہ متن گھاٹ پٹنہ کے سجادہ نشین نے آپ سے مشورہ لے کر ہاب البہار کلکتہ کے محلہ عملہ ٹولی میں مدرسہ لطیفیہ بحر العلوم کے نام سے ایک مدرسہ قائم کیا اور آپ بحیثیت صدر مدرس پھر درس و تدریس کے کام میں مصروف ہو گئے اور امام معقولات و منقولات استاذی علامہ مولانا سلیمان صاحب اشرفی بھاگلپوری کو نائب صدر مدرس اور معاون مدرس حضرت مولانا عبدالمنان صاحب، مولانا یوسف صاحب کو تدریس کی خدمات پر مامور فرمایا۔ قیام مدرسہ کے تقریباً دو سال کے بعد فقیر راقم الحروف کو استاذی و والدی حضرت علامہ مولانا محمد اشرف الدین صاحب (نور اللہ مرقدہ) نے ۱۹۵۴ء میں حضرت کی خدمت میں تحصیل علم و فن کے لئے سپرد کر دیا۔

۱۳ سال والد صاحب علیہ الرحمہ کے زیر سایہ رہ کر شرح وقایہ، شرح جامی، قطبی وغیرہ پڑھ کر حضرت کے نام ایک دستخط لے کر آیا تھا جس کا ایک جملہ ہے۔

”میں حضور کی خدمت میں اپنے فرزند ارجمند عزیز محمد فیض الرحمن سلمہ کو بھیج رہا ہوں امید ہے کہ آپ اپنے خادموں میں اسے قبول فرمائیں گے۔“

اور واقعی حضرت نے قبول فرمایا۔ اپنے بغل والے کمرے میں جگہ دیا جس میں مولوی عبدالرشید وغیرہ اوپر درجے کے ہند اور طلبہ تھے۔ حضرت اپنی شفقت و عنایت سے نوازتے رہے۔ استفادہ کے جواب کی تحقیق کتابوں سے کراتے، فتویٰ لکھنے کے بعد اپنی بیاض میں مجھ ہی سے نقل کراتے، اس طرح فتویٰ نویسی کا بھی علم حاصل ہوتا رہا۔

۷ شعبان المعظم ۱۳۵۸ھ بمطابق ۲ مارچ ۱۹۵۸ء کو

ہے؟ جواب دیا، معلوم نہیں۔ پوچھا کہاں سے آرہی ہے؟ کہا معلوم نہیں، کہاں جائے گی؟ کہا، معلوم نہیں۔ کتنے آدمی ہوں گے؟ کہا، معلوم نہیں۔ زمیندار نے اس کو پاس بٹھایا اور زیادہ تنخواہ والے ملازم کو بلایا، کہا دیکھو کیسی دھوم دھام ہے؟ اس نے واپس آ کر کہا، بارات جارہی ہے۔ پوچھا کہاں سے آئی؟ کہا فلاں جگہ سے۔ کہاں جائے گی؟ کہا فلاں جگہ۔ کس کی بارات ہے؟ کہا غیر مسلم کی۔ کتنے آدمی ہونگے؟ کہا تقریباً اتنے ہونگے۔ زمیندار نے سائل سے کہا، تنخواہ کم و بیش کی وجہ سمجھ میں آئی، وہ ہاں کہہ کر خاموش ہو گیا۔

عمل بالسنۃ :- پٹنہ نیز دیگر علاقوں میں نکاح بیوگاں کو معیوب سمجھا جاتا تھا۔ حضرت نے نکاح بیوگاں پر ایک رسالہ لکھ کر اس جہالت کے نظریے کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا اور سب سے پہلے اپنی پھوپھی زاد، ہمیشہ کا جو بیوہ ہو گئی تھیں، نکاح کر کے اس کا خیر کی طرف اقدام فرمایا۔ اپنی وضع، قطع اور ہر عمل و قول میں سنت کا لحاظ

ہر یہاں رین، صوبوں سریف اور مناسرہ رسید یہ پڑھانے کا حق صرف آپ کو تھا۔ چونکہ آپ کا دماغ مناظرانہ تھا اور یہ کتابیں مناظرانہ انداز میں لکھی گئی ہیں۔ اس لئے ان کتابوں کے پڑھانے کا حق ادا کرتے تھے۔ علامہ طحاوی حدیث پاک بیان کرنے کے بعد ائمہ کے مستند مسائل اور ان کے دلائل بیان کرتے ہیں۔ پھر حنفی مسلک اور اس کی دلیل بیان کر کے اس کی وجہ ترجیح بیان کرتے ہیں۔ صاحب ہدایہ کا بھی یہی طرز تحریر اور طریقہ استدلال ہے۔ اس لئے ان کتابوں کو وہی کما حقہ پڑھا سکتے ہیں۔ جن کا دماغ مناظرانہ ہوگا۔ آپ کے اندر اس کی خداداد بھرپور صلاحیت تھی۔ علم ہیئت کے بادشاہ مانے جاتے تھے۔

شرح ہدایۃ الحکمت اس روز قیام گاہ کے کمرہ میں پڑھا رہے تھے۔ کھڑکی کے سامنے باہر سڑک کے کنارے ایک بکری چر رہی تھی، اس کے بدن کا نصف رنگ کالا اور نصف سفید تھا۔ جزء

حدیث پال کی سوسی سند جو میر مطبوعہ سی۔ فارمین میں جو اہل ہوتے، ان کو عطا فرماتے۔ ان میں سے ایک راقم الحروف بھی ہے۔ غیر مطبوعہ کتابوں میں ”توضیح الافلاک“ بھی ہے۔ اس کی

رمایا، ایک زمیندار نے یہاں دو لورسے۔ ایک کی خواہ زیادہ کی، دوسرے کی کم۔ کسی نے اس سے پوچھا کام ایک ہی ہے، تنخواہ کم و بیش کیوں؟ اس نے کہا تھوڑی دیر بیٹھو، اتفاق سے کچھ دوسرے پر

جہان ملک العلماء

حضرت ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رضی اللہ عنہ کی حیات اور علمی خدمات

ایک نقل میرے پاس موجود ہے۔ مطبوعہ میں ”صحیح البہاری“ مشہور و جامع کتاب ہے۔ جو حدیث کی چالیس کتابوں کا خلاصہ ہے۔ تمام حنفی مسلک کی حدیثیں جو احادیث کی مختلف کتابوں میں منتشر تھیں۔ سب کو ”صحیح البہاری“ میں جمع کر دیا ہے۔ علم ہیئت میں ”جوہر والیواقیت“ بہت ہی مقبول و مشہور کتاب ہے۔ جس سے اہل فن بخوبی واقف ہیں۔ علم توحید میں ”مؤذن الاوقات“ بہت مفید رسالہ ہے۔ جس سے ہر مکتبہ فکر کے اہل علم مستفید ہوئے اور ہو رہے ہیں۔ لیکن اب نایاب ہے۔ ”حیات اعلیٰ حضرت“ فاضل بریلوی قدس سرہ جو چار جلدوں میں ہے۔ اعلیٰ حضرت کی حیات مبارکہ پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے۔ اس موضوع پر لکھی گئی کسی کی تصنیف میں اتنی تفصیل نہ ملے گی۔ اس کی بیاض کے نقل میں راقم الحروف کا غالی حصہ ہے۔ اس کے علاوہ ہر علم و فن میں آپ کی تصنیف ہے۔

داد و دہش : کمرہ کے سامنے کوئی سائل آجاتا، تو محروم نہ جاتا۔ آدھ آنہ، ایک آنہ، دو آنہ جو میسر ہوتا، ضرور دیتے۔ ایک روز ایک فقیر (بھکارن) باہر کھڑی، اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا یہ شعر پڑھ رہی تھی:

ع سب سے اعلیٰ داؤلی ہمارا بنی

بہت غور سے سنتے رہے، جب پڑھنا ختم کر چکی، تو آپ نے چار آنہ پیسہ میرے ہاتھ میں تھماتے ہوئے فرمایا، جاؤ اس کو دے آؤ۔ واضح ہو کہ یہ چار آنہ اس وقت کا چار آنہ تھا۔ جب کہ چاول کا بھاؤ ۱۲-۱۳ روپیہ من تھا۔ جب وہ چلی گئی، تو آپ نے فرمایا، یہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا شعر بڑے پروردانہ انداز میں پڑھ رہی تھی۔ سبحان اللہ اپنے ہیر و استاز سے قلبی لگاؤ، بے پایاں محبت اس کو کہتے ہیں۔

حاضر جوابی : - ایک دن دودو یوبندی مولوی آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے، آپ نے کچھ سنا ہے۔ پوچھا کیا، کہنے لگے،

مولوی احمد رضا خاں بریلوی نے سود کے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ آپ نے برجستہ جواب دیا، جی ہاں، اس پر مولوی اشرف علی تھانوی کی بھی دستخط ہے۔ وہ دونوں بہت بوکھلائے اور کہنے لگے، کہاں دستخط ہے، دکھائیے۔ آپ نے فرمایا، اعلیٰ حضرت نے جہاں جائز لکھا ہے، اس کے نیچے الجواب صحیح کر کے ان کی دستخط ہے۔ آپ وہ فتویٰ دکھائیے، میں ان کی دستخط دکھاؤں گا، دونوں شپٹا کر خاموش ہو گئے۔

ایک دفعہ ایک مناظرہ میں غیر مقلد مولوی نے کہا، امام ابو حنیفہ کو امام اعظم کہنا جائز نہیں، یہ شرک ہے، اس لئے کہ اعظم کے معنی ہے، سب سے بڑا اور سب سے بڑا اللہ ہے۔ آپ نے پوچھا کہ پہلے یہ بتائیے کہ آپ کئے بھائی ہیں؟ اس نے کہا، چار بھائی۔ آپ نے دریافت کیا، آپ سب سے بڑے ہیں یا چھوٹے؟ اس نے کہا، میں سب سے بڑا ہوں، آپ نے فرمایا آپ مشرک ہو گئے، پوچھا کیوں؟ آپ نے فرمایا، سب سے بڑا اللہ ہے، ابھی آپ نے کہا کہ غیر اللہ کو سب سے بڑا کہنا شرک ہے۔ آپ اپنے فتویٰ سے مشرک ہو گئے۔ لوگوں نے تالی بجادی، مناظرہ اسی پر ختم ہو گیا۔

ایک شخص نے آپ کے سامنے اظہار مسرت کرتے ہوئے کہا، حضرت پاکستان کے وزیر اعظم نماز پڑھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا، ہمارے یہاں کے گورنر صاحب کھانا کھاتے ہیں، اس نے کہا، یہ کیا تعریف کی بات ہوئی۔ آپ نے جواب دیا، اگر کوئی مسلمان نماز پڑھتا ہے، تو یہ کوئی تعریف کی بات نہیں، یہ تو فرض ہے، ہر مسلمان کو ادا کرنا چاہیے۔ خاص کر وہ شخص جس پر اللہ تعالیٰ کا اتنا بڑا فضل و احسان ہو کہ پورے ملک کا رہنما ہے۔ اگر وہ نماز نہ پڑھے، تو اس سے بڑا بد بخت اور ناشکر اکون ہوگا، وہ شرمندہ خاموش ہو گیا۔

آپ فرماتے تھے، جب کوئی مجھ سے کوئی سوال کرنا چاہتا ہے، تو اس کے سوال کرنے سے پہلے میرے ذہن میں اس کا جواب

جہان ملک العلماء

حضرت ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدظلہ کی دیانت اور علمی خدمات

تسخر پوچھا، عظیم آباد کون سی جگہ اور کہاں ہے آپ نے بردست جواب دیا عظیم آباد کو اہل علم جانتے ہیں۔ اس لئے آپ نہیں جانتے ہیں۔

ایک دوسرے سفر میں ڈبہ میں بیٹھے ہوئے ابھی لوگ خاموش تھے۔ بہت دیر تک خاموش دیکھ کر سامنے کی دو سیٹ پر بیٹھے ہوئے دو شخص سے آپ نے پوچھا کہ آپ دونوں آدمی کے درمیان کب سے ان بن ہے؟ دونوں چونکے اور کہنے لگے، ایسا تو نہیں، ہم دونوں ایک دوسرے کو جانتے بھی نہیں کہ کہاں کے رہنے والے ہیں، آپ نے کیسے جانا۔ آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا، ہم لوگ بہت دیر سے ایسا خاموش ہیں، جیسے آپس میں ان بن ہو۔ پھر سارے لوگ ہنس پڑے اور گفتگو کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ حضرت کی مزاحیہ سکوت توڑنے والی تدبیر سے لوگ بہت محفوظ ہوئے۔

شاعرانہ ذوق :- آپ شاعر نہ تھے۔ مگر شاعرانہ ذوق رکھتے تھے۔ اشعار کے وزن اور ترتیب الفاظ کے اعتبار سے اصلاح فرماتے تھے۔ ۵۴-۵۵ء کی بات ہے۔ کسنگ میں بزم مشاعرہ منعقد کی گئی تھی۔ جس میں فراق گورکھ پوری جیسے بڑے بڑے شعراء رونق بزم تھے۔ دو مصرع طرح دیا گیا تھا (۱) تجھے کس تمنا سے ہم دیکھتے ہیں۔ (۲) ہو رہے گا کچھ نہ کچھ گھبرائیں کیا۔ دونوں مصرعوں پر میں نے بھی تک بندی کی تھی اور یہ پہلی تک بندی تھی۔ حضرت کے سامنے پیش کیا آپ نے اشعار کو موزوں پایا، صرف ایک جگہ لفظی ترمیم فرمایا تھا۔

مضمون نگاری کا عنوان تھا۔ ”آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہوتا۔“ اس عنوان پر بھی پہلی طبع آزمائی تھی مگر میں سب سے اول آیا۔ رنگ کپ انعام ملا، حضرت بے حد خوش ہوئے اور اس سال کے مدرسے سے نکلنے والے اشتہار میں بے حد سرورانہ انداز میں اس اسکا ذکر فرمایا۔ رب کریم ان کی قبر انور پر رحمت و انوار کے

آجاتا ہے۔ ذالک فضل اللہ یو تہ من یشاء۔

مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پنڈت میں دیوبندی خیال کے دوا کے سبق کے دوران حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب و اختیارات اور بشریت وغیرہ نزاعی مسائل پر حضرت قدس سرہ سے بحث کرنے لگے، حضرت نے فرمایا، اچھا ایک بات کا جواب دو؟ دو کمرہ ہے۔ ایک میں بیٹھے ہوئے لوگ آپس میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم خیال کے آنے کو گاؤ، خر کے خیال آنے سے بدتر کہہ رہے ہیں اور دوسرے کمرہ کے لوگ آپس میں علم غیب اور اختیارات کو ثابت اور اپنے جیسا بشر ہونے کا انکار اور نماز میں تصور کر کے سلام کرنے کو بیان کر رہے ہیں، اتفاق سے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کمرے کے پاس سے گزریں اور کچھ دیر رک کر دلوں کی گفتگو سنیں، تو صحیح صحیح بتاؤ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس کی گفتگو سن کر خوش ہوئے، جو علم و اختیارات کی تنقیص کر رہا ہے۔ عام بشر جیسا بشر کہہ رہا ہے۔ آپ کے تصور کو گاؤ، خر کے تصور سے بدتر کہہ رہا ہے۔ اس کی گفتگو سے خوش ہوئے یا ان لوگوں کی باتوں سے جو آپ کے وسعت علم و اختیارات اور عام بشرت بالاتر ہونے اور سلام کرتے وقت آپ کا تصور کرنے کو بیان کر رہا ہے۔ ایک کی بات تو جین و تھپس پر مبنی ہے اور دوسرے کی بات تعریف و توصیف پر، دلوں لڑکے سوال کی حقیقت تک پہنچ گئے اور اسی وقت دیوبندیت سے تائب ہو کر سنی صحیح العقیدہ کے عقیدے پر چلنے کا عہد کر کے کلاس سے باہر ہوئے۔

ایک لڑکے کے سفر میں ڈبہ میں کچھ ذی ہوش لوگ بیٹھے ہوئے آفریں گفتگو کر رہے تھے، اچانک ان میں سے ایک شخص دھرت کی طرف مخاطب ہوا، حضرت نے اپنا تعارف کرانے کے دوران پنڈت کے بجائے عظیم آباد کا لفظ استعمال کیا، ایک منچلے نے ازراہ

کتب میں مشغول ہو جاتے۔ بعد نماز ظہر مدرسے کا وقت ہو جاتا اور تدریس میں مشغول ہو جاتے درس اکثر مسجد میں دیا کرتے۔ کبھی کبھی کمرہ ہی میں درس دینے لگتے۔ بعد نماز عصر حسب معمول چائے نوش فرماتے، غروب آفتاب تک لوگوں کا سلسلہ لگا رہتا، کوئی مسئلہ پوچھ رہا ہے، تو کوئی دیگر علم فن کی بات کر رہا ہے اور ہر ایک کو جواب باصواب عنایت فرما رہے ہیں۔ ملنے والوں میں سے اگر کسی کی طبیعت علیل ہو جاتی، تو آپ عیادت کے لئے تشریف لے جاتے۔ کبھی یوں بھی محض ملنے کے لئے تشریف لے جاتے۔ بعد نماز مغرب تا وقت عشاء ہر میں کڑوا تیل لگواتے، اکثر اس خدمت کا شرف اس فقیر کو بھی حاصل ہوا ہے۔ اس درمیان بھی ملنے والے آتے اور ان کے سوالوں کے جوابات عنایت فرماتے۔ بعد نماز عشاء کھانا تناول فرماتے۔ کھانا بالکل سادہ ہوتا، روٹی کے ساتھ دال ضرور ہوتی۔ ان کے علاوہ کبھی سبزی، کبھی گوشت ہوتا۔ کھانے کے کچھ دیر بعد نہ جانے کتنی دیر تک کتب بنی فرماتے اور کتنی دیر آرام۔

ابتدائی چار سال وکیل عبدالسلام صاحب ناظم مدرسہ کے اس چوبنگلہ میں قیام پذیر رہے۔ جس کے تین طرف کمرہ اور ایک

ذکر رسول اور خدمت خلق سے خالی نہیں ملتا۔ آپ کے روزمرہ کا معمول تھا کہ بعد نماز فجر اور دو ظائف میں مشغول ہو جاتے۔ اس کے بعد دن چڑھنے تک قرآن پاک کی تلاوت فرماتے۔ اس کے بعد مخصوص طریقہ پر چنا کا ناشتہ کرتے۔ مخصوص طریقہ یہ تھا کہ شام کو چنا بھگو دیا جاتا صبح کو سل پر یا کھل میں چور کر کے اس میں نمک گول مرچ ملا دیا جاتا۔ خدمت میں باریابی کے بعد یہ خدمت فقیر راقم الحروف کے ذمہ تھی۔ بعد چائے نوش فرماتے۔ بجائے دودھ کے اکثر لیمن کا عرق ڈال کر نوش فرماتے۔ خصوصاً برسات میں کہ یہ موکی مرطوب آب و ہوا کے مضر اثرات کو زائل کرنے کے لئے بے حد مفید ہے۔ بعد نوش چائے پان کھاتے اس میں چونا اور چھالیا کم سے کم استعمال کرتے۔ زردہ برائے نام۔ پھر اس کے بعد مدرسہ کا وقت ہو جاتا اور درس و تدریس میں مشغول ہو جاتے، بعد ختم اوقات مدرسہ خطوط کے جوابات اور فتویٰ نویسی میں مشغول ہو جاتے۔

حضرت کے پاس خطوط کے انبار لگے ہوتے، کسی دن کی ڈاک چار، پانچ خطوط سے خالی نہیں جاتی۔ پھر سمجھوں کے یکے بعد

جہان ملک العلماء

حضرت ملک العلماء امام احمد رضا محمد ظفر الدین عظیم آبادی رضوی کی حیات اور علمی خدمات

جہالت و غفلت سے بچانے کی کوشش کریں۔ کم از کم سنی صحیح الاعتقاد والہ رہے گا۔ اس زمانے میں کون مرید فخر الدین رازی ہے، جس کے لئے نجم الدین کبریٰ جیسا بیچہ چاہیے۔ آپ میں کس بات کی کمی ہے، علم ہے، عمل ہے، تقویٰ ہے۔ ایک بیچہ ہونے کے لئے یہ اوصاف کافی ہیں۔

وہ کیسی بابرکت، روح پرور، اور سہانی رات تھی۔ وہ دستار فضیلت سے فارغ ہو کر حضرت قدس سرہ اندرون مسجد تہذیب تشریف لائے، تو کھڑے ہو کر پورے جانب آسمان کی جانب نگاہ اٹھایا، ایک ستارہ اپنے آب و تاب کے ساتھ چمک رہا تھا۔ مجھے مخاطب کر کے پوچھا، یہ روشن ستارہ دیکھ رہے ہو، میں نے کہا، جی ہاں۔ آپ نے فرمایا، یہی زہرہ ستارہ ہے، اس وقت آپ مسکرا رہے تھے۔ معادل میں آیا کہ میری قسمت کا ستارہ روشن ہے اور وہ آپ کی حضرت کا زہرہ ستارہ دکھانا میرے لئے فال نیک ثابت ہوا کہ زندگی کے ہر گوشے میں فضل الہی شامل حال ہے۔ ہامرادو کا مہیاہ زندگی گزر رہی ہے۔ اہل و عیال علم و فضل، عزت و جاہ میں روز افزوں ترقی پر ہیں۔ للہ الحمد و هو حسبی و نعم الوکیل۔

وفات :-

تقریباً اسی سال کی عمر میں ۲۲ جمادی الآخری ۱۳۸۳ھ دو بجے شب بعد نماز تہجد آرام کرنے کے لئے لیٹے تھے کہ ہمیشہ کے لئے آرام فرما ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون رب کریم ورحیم آپ کی قبر انور پر رحمت والواری کے پھول برسائے۔ جب تک آفتاب و ماہتاب کی نورانی کرنیں دنیا کو روشن کرتی رہیں۔

☆☆☆

مرف سے بابر نکلنے کا دروازہ تھا۔ دروازے سے متصل دائیں جانب دو اینٹ بچھوائے ہوئے تھے، جس پر کتے کو کھانا دیا کرتے۔ اس کے آس پاس گھاس کا جنگل ہو گیا تھا۔ فقیر راقم الحروف سے اس کو صاف کروا کر منی برابر کرا کے قاعدے سے اینٹ کو بچھوایا تاکہ کتے کو جو لقمہ دیا جائے، آلودہ نہ ہو۔ والد صاحب علیہ الرحمہ سے زمانہ طالب علمی میں فرماتے سنا تھا کہ کتا لقمہ کھانے کے بعد کھلانے والے کے لئے دعا کرتا ہے۔ ”اے اللہ جس نے مجھے کھلایا، تو اس کو کھلا۔“ حضرت علیہ الرحمہ والرضوان کو اس کا پابند عمل پایا، فرماتے ہیں، جب کھانے کے وقت آجائے، اس کو محروم نہ کرنا چاہیے۔

ملفوظات :-

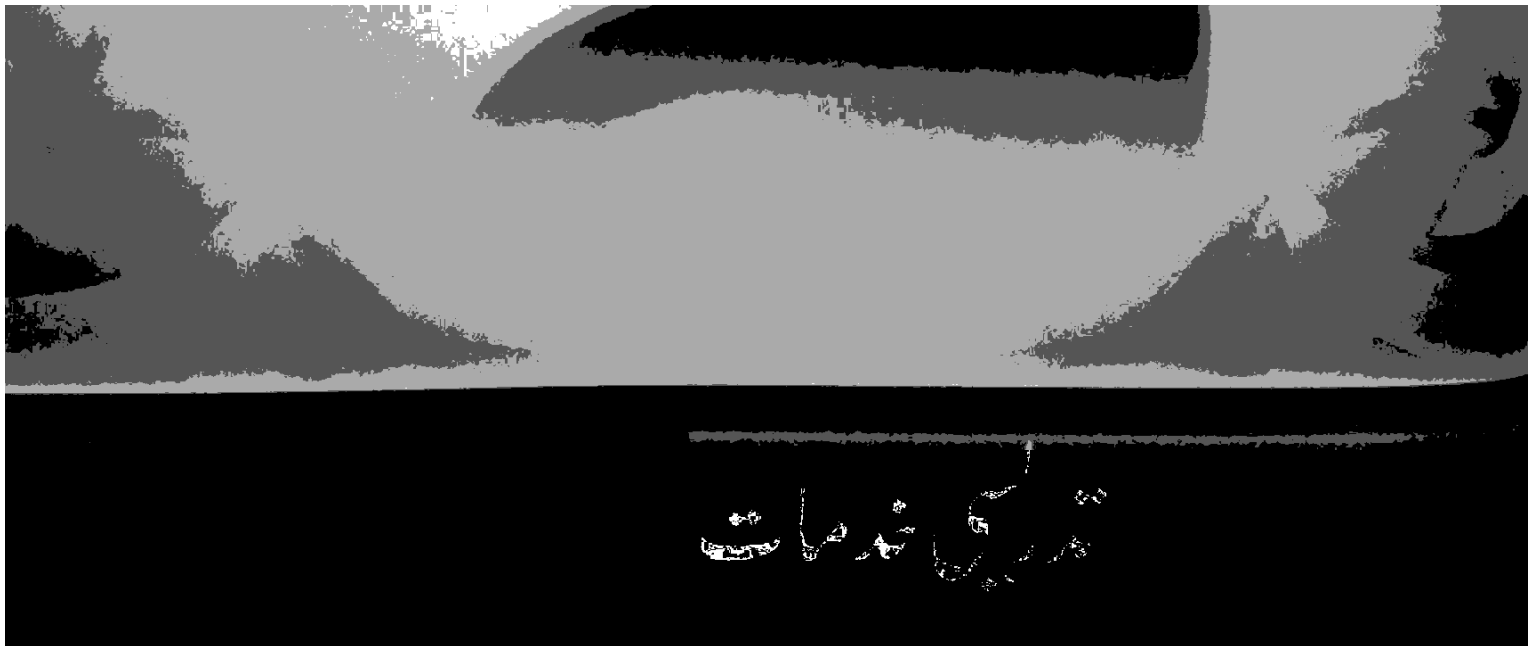
(۱) آپ فرماتے تھے ماں باپ، پیر اور استاد کی بارگاہ میں کبھی خالی ہاتھ نہ جانا چاہیے بلکہ کچھ نہ کچھ تحفہ لے کر جانا چاہیے۔ جو شخص اس کا التزام رکھے گا وہ کبھی محتاج و تنگ دست نہ ہوگا۔

(۲) جو طالب علم چاہے کہ علم نحو و صرف کے قواعد پر عبور حاصل ہو تو اسے چاہیے کہ تلاوت قرآن کو لازم کریں، اس کی ہر آیت میں نحوی، صرفی تراکیب کا لحاظ کرتا رہے۔

(۳) کھانے میں نمک کم استعمال کرنا چاہیے، نمک کی زیادتی افلاس پیدا کرتی ہے۔

(۴) طالب علم کو چاہیے کہ نماز کا پابند ہو۔ نماز سے علم میں برکت ہوتی ہے۔

(۵) استاذنا المکرم مولانا سلیمان صاحب ایک جلسہ کی واپسی پر پٹنہ اتر کر حضرت ملک العلماء سے ملنے چلے گئے۔ دوران گفتگو مولانا صاحب نے عرض کیا کہ حضرت بہت سے لوگ مرید ہونا چاہتے ہیں، مگر میں کرنا نہیں چاہتا ہوں۔ اس لئے کہ میں اپنے کو خالی پاتا ہوں، مانند کھوکھل ہے، حضرت نے فرمایا، ضرور مرید کر لیں، قوم کو



حضرت ملک العلماء بحیثیت استاذ جامعہ منظر اسلام بریلی

از قلم: ڈاکٹر محمد اعجاز نجم لطفی ایم اے، پی ایچ ڈی، استاذ جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف

طالب علمی کا دور ختم ہوتے ہی اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے مولانا سید محمد ظفر الدین بہاری کو ملک العلماء فرمایا تھا، جن کو مجدد دین ملت نے علماء کا بادشاہ فرمایا ہو، ان کے علم و فضل اور تبحر علمی کا اندازہ ہاشما کیا لگ سکتے ہیں اور ان کی علمی شخصیت کا تعارف کیا کر سکتے ہیں۔ بس انجمن برکات رضا ممبئی کا دعوت نامہ قبول کرتے ہوئے اراکین کے پیہم اصرار پر منتخب شدہ عنوان ”حضرت ملک العلماء بحیثیت استاذ جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف“ پر کچھ قلم بند کرنے کی میں کوشش کر رہا ہوں۔ مگر قبول افتدز ہے عز و شرف۔

ابتدائی حالات :

حضرت ملک العلماء ۱۹ اکتوبر ۱۸۸۰ء بمقام موضع رسول پور مجرہ ضلع تاندہ صوبہ بہار میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم آپ نے اپنے والد بزرگوار کے سایہ عاطفت میں حاصل کی۔ پھر متوسطات کی تعلیم مدرسہ خفیہ پٹنہ، اس کے علاوہ کانپور کے مختلف مدارس میں حاصل کی۔ جب ان مدارس دینیہ سے علم کی تشنگی دور نہ ہو سکی، تو آپ حدیث رسول ”اطلب العلم ولو کان بالصین“ کے پیش نظر تشنہ کاموں کی طرح آب شیریں کی تلاش میں رواں دواں افتاں و خیزاں علم و فن کے بحر بیکراں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

اسے اتفاق ہی نہیں، بلکہ حسن اتفاق کہا جائے، کہ حضرت ملک العلماء کے قدم مینت لڑوم سے ہی ”جامعہ رضویہ

حضرت ملک العلماء مولانا سید محمد ظفر الدین قادری بہاری علیہ الرحمۃ والرضوان کی گراں قدر عبقری شخصیت کوئی محتاج تعارف نہیں۔ کیونکہ محتاج تعارف تو وہ شخص ہوتا ہے، جس کی کوئی خدمت نہ ہو، جس کا کوئی علمی کارنامہ نہ ہو۔ مگر چہ وہ اپنے آپ بہت کچھ ہو، خدمت اور کوئی علمی کارنامہ نہ ہونے کی وجہ سے عوام و خواص میں ایسے شخص کا تعارف کرایا جاتا ہے۔ ان کی علمی صلاحیت سے لوگوں کو متعارف کرایا جاتا ہے۔ لیکن جو سراپا کارنامہ ہو علمی خدمات مختلف جتوں سے انجام دینے کی وجہ سے اپنے آپ متعارف ہو، ایسے شخص کا تعارف کرنا میرے نزدیک سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔

ملک العلماء فاضل بہاری کی وہ بلند اقبال ذات گرامی ہے، کہ جن کو اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی نے فراغت کے سال ۱۳۲۵ھ میں ہی ملک العلماء (علماء کا بادشاہ) کا خطاب عطا فرمایا تھا۔ یہاں پر یہ بات واضح رہے، کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے کبھی بھی کسی انسان کی تعریف مبالغہ آرائی سے نہیں کی۔ بلکہ جس کے اندر جو خوبی پائی، اس خوبی کا آپ نے اعتراف کیا اور برملا اس کا اظہار کیا، جیسا کہ رسالہ الاستمداد کے اشعار سے واضح ہو رہا ہے اور مشہور معروف مقولہ بھی ہے کہ ”عالم را عالمی دانند و ولی را ولی می شناسند“ یعنی عالم کو عالم ہی جانتا ہے اور ولی کو ولی ہی پہچانتا ہے۔

جہان ملک العلماء

حضرت ملک العلماء امام العصر سید مظفر الدین عظیم آبادی دہلی کی حیات اولیٰ خدمات

خطر خدمت دین بتین انجام دی۔ تحریر و تقریر تصنیف و تالیف تعلیم تدریس، مناظرہ و مکالمہ لٹوئی نویسی تعویذ نویسی و مظلومیت اس طرح کے مختلف عنوانات قائم کر کے ان کی خدمات کا اعلا کیا جاتا ہے۔ اس وقت ہم اپنے موضوع سے متعلق کچھ تاثرات لکھنے کی جسارت کرتے ہیں۔

منصب تدریس :

حضرت ملک العلماء نے حصول تعلیم کے بعد اپنی تدریس کا آغاز مادر علمی جامعہ رضویہ مظفر اسلام بریلی ہی سے کیا چند سال تک آپ نے بڑے ذوق و شوق، محنت و لگن کے ساتھ اپنے مشفق کرم فرما استاذ کے زیر سایہ تدریس کا کام انجام دیا جو اب آپ کے شہزادہ گرامی وقار جناب ڈاکٹر مختار الدین احمد صاحب نے اپنی کتاب میں تحریر کیا ہے :

"ان (ملک العلماء) کی تدریسی زندگی کا آغاز بھی مدرسہ مظفر اسلام بریلی ہی سے ہوا" جہاں ان کی تعلیم کی تکمیل ہوئی۔ تقریباً چار سال تک وہ وہاں درس دیتے رہے اور فاضل، بی اے کی ہدایت پر لٹوئی نویسی کی خدمت انجام دیتے رہے۔۔۔۔۔ اس زمانے کے مدرسے کے رفقاء کار اور ان کے تلامذہ کا کچھ حال معلوم نہ ہو سکا کہ چار سال کے عرصے میں خاصی تعداد میں طلباء نے شرف کاندہ حاصل کیا: دگا۔ (حیات ملک العلماء ص ۱۳)

حضرت ملک العلماء جن ایام میں مظفر اسلام میں تدریسی خدمات انجام دے رہے تھے، ان ایام کا اس وقت جامعہ رضویہ مظفر اسلام میں کوئی ریکارڈ نہیں ہے اور نہ ہی کوئی ایسی شخصیت ہے، کہ جن سے معلومات فراہم کی جاسکے۔ اس سلسلے میں راجہ المعروف نے کافی جدوجہد کی اور ریکارڈ تلاش کرنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ لیکن کسی قسم کا نہ تو کوئی رجسٹر ملا، نہ کوئی اور دستاویز کہ

مظفر اسلام" کا قیام عمل میں آیا۔ وہ اس طرح سے کہ جب آپ بریلی شریف بغرض تعلیم اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اس وقت بریلی شریف میں کوئی درگاہ نہیں تھی۔ اسی سال ۱۹۰۳ء میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اپنے چند اصحاب کے اصرار پر جامعہ مظفر اسلام کا قیام لرمایا اور اس کا افتتاح حضرت ملک العلماء اور ان کے ساتھی جناب مولانا سید عبدالرشید عظیم آبادی انیس دو طالب علموں سے ہوا۔

جیسا کہ حیات ملک العلماء مطبوعہ لاہور میں درج ہے۔ مولانا مظفر الدین کے ایک دوست اور ہم وطن مولانا سید عبدالرشید عظیم آبادی آگئے تھے، انہیں صرف دو طالب علموں سے مدرسے کا افتتاح ہوا۔

ملک العلماء نے مظفر اسلام میں اپنے مشفق استاذ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی سے ان تمام علوم و فنون کو حاصل کیا، جن کے وہ متلاشی تھے۔ شمس العلماء حضرت علامہ مولانا مفتی غلام مجتبیٰ اشرفی علیہ الرحمہ سابق شیخ الحدیث مظفر اسلام بریلی شریف نے راقم الحروف سے دوران گفتگو ارشاد فرمایا تھا :

"کہ ملک العلماء اکثر دوران درس بیان کیا کرتے تھے کہ اعلیٰ حضرت جتنے علوم و فنون کو جانتے تھے۔ ان تمام علوم و فنون کا وارث انہوں نے صرف مجھے بنایا اور سہا سہا مجھے پڑھایا۔"

خدمات :

حضرت ملک العلماء کی خدمات کی ایک لمبی فہرست ہے۔ جس کا احاطہ کرنا اس مختصر مضمون میں ممکن نہیں۔ انہوں نے اپنی پوری زندگی مذہب و ملت کی اشاعت اور مسلک اعلیٰ حضرت کے فروغ اور استحکام کے لئے وقف کر دی تھی، جب جب جہاں کہیں بھی جیسا موقع آیا، آپ۔ نہ کسی کی پرواہ کئے بغیر باخوف و

حضرت ملک العلماء امام احمد رضا کی نظر میں

جهان ملك العلماء

حضور ملك العلماء امام العصر سيد محمد ظفر الدين عظيم آبادی شہد کی حیات اور علمی خدمات

المعظم ۱۳۲۶ء مطابق ۹/۸/۱۹۰۸ء یومہائے دو شنبہ۔ سہ شنبہ۔ چہار شنبہ کو جلسہ بمقام بریلی مسجد بی بی صاحبہ، میں منعقد ہوئے۔ دو شنبہ کو پہلا جلسہ ہوا اور اسی روز مولانا مولوی شاہ محمد عمر صاحب حیدرآبادی مع سات عالموں کے بریلی تشریف لائے۔ اسٹیشن پر فاضل نوجوان فاضل ابن فاضل قبلہ و کعبہ جناب مولانا مولوی محمد حامد رضا خاں صاحب مدظلہ العالی مہتمم مدرسہ اہلسنت و جماعت و جناب مولانا مولوی مصطفیٰ رضا خان صاحب صاحبزادہ خرد اعلیٰ حضرت مجدد مائتہ حاضرہ مدظلہم و جناب مولوی محمد ظفر الدین بہاری مدرس سوم مدرسہ اہلسنت و جناب سید برکت علی صاحب رئیس و جناب مولانا اسماعیل صاحب واعظ پبلی بھیتی برائے استقبال بوقت شب اسٹیشن پر حاضر تھے، کہ ۸ بجکر ۴۰ منٹ پر مولانا ممدوح تشریف فرما ہوئے۔ جائے قیام پہلے سے مقرر کر لیا گیا تھا۔ چنانچہ پہلے جناب مولانا مولوی عبدالمتقدر نے وعظ فرمایا اور بعد کو مجدد مائتہ حاضرہ و موید ملت طاہرہ امام اہلسنت حاوی معقول و منقول جناب مولوی حاجی قاری شاہ احمد رضا خاں صاحب نے وعظ فرمایا۔ (ماہنامہ اعلیٰ حضرت کا صد سالہ منظر اسلام نمبر پہلی قسط ۲۳۲-۲۳۱) مذکورہ بالا رپورٹ سے یہ بات واضح ہوگئی، کہ حضرت ملک العلماء جامعہ رضویہ منظر اسلام سے فارغ ہونے کے بعد جامعہ ہی میں مدرس سوم کے منصب پر فائز ہو گئے تھے۔

متعلم و معلم دونوں حیثیت سے اولیت :

ملک العلماء منظر اسلام میں سب سے پہلے متعلم ہوئے اور فراغت کے بعد سب سے پہلے معلم بھی ہوئے۔ یہاں پر اس بات کی وضاحت میرے خیال سے قارئین کے لئے باعث مسرت اور قابل رشک ہوگی۔ وہ یہ ہیکہ یوں تو اب تک نہ جانے کتنے مدارس اسلامیہ قائم ہوئے اور نہ جانے کتنے فارغین مدارس سے

جن سے مزید معلومات فراہم ہوتیں۔ البتہ تلاش بسیار کے بعد ۱۹۰۸ء میں جامعہ رضویہ منظر اسلام کا جو دوسرا سالانہ جلسہ دستار بندی ہوا تھا، اس کی رپورٹ و بدبہ سکندری میں شائع ہوئی تھی، اس رپورٹ سے بہت سی باتوں کی نشاندہی ہو رہی ہے۔ اس لئے اس رپورٹ کے کچھ اقتباسات کو میں یہاں تحریر کر رہا ہوں۔

”اراکین انتظامیہ کی سعی عرق ریزی سے مدرسہ اہل سنت و جماعت اپنے مقاصد میں بخوبی ترقی کر رہا ہے۔ آبیاری منتظمین و عرق ریزی طلباء کی مدرسین سے اس نونہال جشن شریعت کی کامیاب طلباء کے عمدہ ثمرے نے حسن تعلیم کے خوشنما شگونی۔ دارالافتاء کے معرکہ الآرا فتوے۔ کامیابی طلباء کے عمدہ نتیجے گزشتہ رودادوں میں شائع ہو چکے۔ گزشتہ سال چار طلباء فارغ التحصیل ہوئے۔ جن کی دستار بندی کا جلسہ تشریف آوری اکثر مشائخ عظام و علماء کرام و عمائد و رؤساء ذوی الاحترام بحسن انتظام نہایت دھوم دھام سے سرانجام ہوا۔ اس سال بھی ہمہ و کرمہ ۸ طلباء فارغ التحصیل ہوئے جن کے نام نامی درجہ ذیل کروں تو زائد مناسب ہوگا۔ (۱) جناب مفتی و مولانا نواب مرزا صاحب سابق مفتی دارالافتاء بریلی (۲) جناب مولانا ظہیر الدین صاحب اعظم گڑھی (۳) جناب مولانا حفیظ احمد صاحب اعظم گڑھی (۴) جناب مولانا نعمت اللہ صاحب نو اکھالوی (۵) جناب مولانا صدیق احمد صاحب نو اکھالوی (۶) جناب مولانا عظیم اللہ صاحب مچھلی شہری (۷) جناب مولانا احمد عالم صاحب رجہتی (۸) جناب مولانا ابراہیم احمد بہاری۔

ان صاحبان کی دستار بندی جناب مولانا شاہ غلام جیلانی صاحب سجادہ نشین بانسہ شریف اور جناب مولانا مفتی نواب مرزا صاحب سابق مفتی دارالافتاء کی دستار بندی اعلیٰ حضرت موصوف نے اپنے دست حق پرست سے کی۔ تاریخہائے ۱۰/۱۱/۱۲ شعبان

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی دہلی کی حیات اور علمی خدمات

بدر الطریقہ، مولانا عبدالعزیز خاں بجنور حجۃ الاسلام، مولانا حامد رضا خاں بریلی شریف، (فرزند اکبر امام احمد رضا) صدر الشریعہ مولانا امجد علی علوم شرعیہ نقلیہ میں اور مولانا رحم الہی علوم عقلیہ میں ممتاز تھے۔ ان میں سے کسے صدر مدرس بنایا جائے اس بارے میں آراء مختلف ہو گئیں۔ امام احمد رضا بریلوی نے فرمایا، انہیں باری باری صدر مدرس بنایا جائے اور ۵۰ روپے مشاہرہ دیا جائے۔ (ماہنامہ اعلیٰ حضرت کا صد سالہ منظر اسلام نمبر دوسری قسط ص ۱۵۸/۵۷)

جب کہ امر واقعہ یہ ہے کہ صدر الشریعہ ۱۳۲۳ھ میں بریلی شریف تشریف نہیں لائے تھے۔ صدر الشریعہ کے تذکرہ نگار فتاویٰ امجدیہ جلد اول کے دیباچہ میں رقمطراز ہیں۔ صدر الشریعہ، بدر الطریقہ حضرت علامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی ابن حکیم مولانا جمال الدین قدس سرہ ۱۲۹۶ھ میں مدینہ العلماء گھوسی ضلع اعظم گڑھ میں پیدا ہوئے۔ اپنے جد امجد بعد از اں اپنے بڑے بھائی مولانا صدیق علیہ الرحمہ سے علوم و فنون کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ پھر استاذ الاساتذہ مولانا ہدایت اللہ خاں رامپوری رحمۃ اللہ علیہ سے اکتساب فیض کے لئے مدرسہ حنفیہ جوینور میں داخل ہوئے۔ علوم و فنون کی تکمیل کے بعد حجۃ العصر مولانا شاہ وصی احمد محدث سورتی قدس سرہ کی خدمت میں مدرسۃ الحدیث (پہلی بھیت) میں حاضر ہو کر درس حدیث لیا اور سند فراغت حاصل کی۔ زمانہ طالب علمی ہی میں آپ کی علمی صلاحیت و حسن لیاقت کا شہرہ ہو چکا تھا۔ اس کے بعد حاذق الملک حکیم عبدالولی جھوٹی ٹولہ لکھنؤ سے علم طب حاصل کیا۔ ۲۳ برس تک حضرت محدث سورتی کے مدرسہ میں درس دیا۔ پھر ایک سال تک پٹنہ میں مطب کرتے رہے۔ اس اثناء میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کو دارالعلوم منظر اسلام بریلی کے لئے ایک لائق و فائق

فارغ بھی ہوئے۔ لیکن ان تمام مدارس اور فارغین میں منظر اسلام کو جو خصوصیت اور امتیازی حیثیت حاصل ہے، وہ آج تک کسی کو حاصل نہ ہوئی اور نہ ہوگی۔ مدارس کے فارغین میں بہت ہی کم ایسے طلبہ ہونگے، کہ جنہوں نے فراغت حاصل کرنے کے بعد فوراً اسی مدرسے میں بحیثیت مدرس منصب تدریس پر تقرر حاصل کر لیا ہو۔ اور بہت ہی کم ایسے مدارس ہونگے، کہ قیام کے دوسرے تیسرے سال میں ان سے طلبہ فارغ التحصیل ہو گئے ہوں۔ لیکن قربان جائیں اعلیٰ حضرت کے قائم فرمودہ جامعہ رضویہ منظر اسلام کی عظمت و رفعت پر اور اعلیٰ حضرت کی عبقریت پر، کہ آپ کے شاگرد حضرت ملک العلماء فارغ ہوتے ہی، آپ ہی کے قائم فرمودہ ادارے میں بحیثیت استاذ خدمت انجام دینے لگے۔ اس امر واقعہ سے بلکہ العلماء کی صلاحیت اور قابلیت کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

ایسے کمالات و اوصاف کے حامل شخص کو لوگوں نے پردہ خفا میں رکھا۔ تذکرہ نگاروں نے حق دیانت ادا نہیں کیا، بعض نے تو ایسی بات لکھ ماری ہے، کہ حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ میرے اس انکشاف کرنے پر لوگوں کو حیرت ہوگی۔ مگر مجھے کوئی تردد اور جھجک نہیں، کیونکہ تاریخ ایک ایسی حقیقت ہے، کہ اس سے چشم پوشی قطعاً ممکن نہیں۔

تاریخی مغالطہ :

حضرت علامہ عبدالحکیم شرف قادری علیہ الرحمہ پاکستان نے منظر اسلام کی روداد ۱۳۲۳ھ کا حوالہ پیش کرتے ہوئے ابتدائی دور کے اساتذہ کا ذکر کیا ہے، اساتذہ کے اسماء گرامی بیان کرتے ہوئے موصوف رقمطراز ہیں:

”مولانا بشیر احمد علی گڑھ، مولانا علامہ رحم الہی مظفر نگر (منگلوری)، صدر الشریعہ مولانا امجد علی گھوسی اعظم گڑھ، مولانا

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رضوی کی حیات اور علمی خدمات

۱۳۲۶ھ تک جب منظر اسلام میں حضرت مولانا رحمہ الہی صاحب بحیثیت مدرس اول خدمت انجام دے رہے تھے، تو پھر ۱۳۲۲ھ کی روداد کا حوالہ پیش کر کے صدر الشریعہ اور مولانا رحیم الہی منگلوری کے درمیان صدر مدرس کے عہدے کو لیکر اختلاف رائے کا قضیہ پیش کرنا چہ معنی دار؟

اس کے علاوہ دوسری شہادت یہ ہے، کہ منظر اسلام کے سب سے پہلے صدر مدرس حضرت مولانا بشیر احمد علی گڑھی منتخب ہوئے تھے۔ جیسا کہ ڈاکٹر حسن رضا الحسنی نے اپنے مقالے میں تحریر کیا ہے۔

”منظر اسلام کے سب سے پہلے صدر مدرس حضرت مولانا بشیر احمد علی گڑھی تلمیذ رشید حضرت مفتی لطف اللہ صاحب علیگڑھی سے بھی آپ (ملک العلماء) نے اکتساب فیض کیا۔ صحیح بخاری و مسلم از اول تا آخر آپ نے فاضل بریلوی سے پڑھی۔ ۱۳۲۵ھ میں فاضل بہاری اور مولانا عبدالرشید صاحب عظیم آبادی، جو اس مدرسہ کے سب سے پہلے طالب علم تھے، ان کی دستار بندی ہوئی۔ حضرت ملک العلماء اس مدرسہ میں مقرر کر لئے گئے۔ کچھ دنوں کے بعد حاجی عبدالرزاق قادری رضوی مقام شملہ کے شدید اصرار پر فاضل بریلوی نے آپ کو (ملک العلماء) جامع مسجد شملہ کی امامت و خطابت پر مامور کر دیا۔ (ماہنامہ اعلیٰ حضرت کا صد سالہ منظر اسلام نمبر دوسری قسط ص ۱۳۲)“

مذکورہ بالا اقتباس سے بھی واضح ہوتا ہے، کہ جب ۱۳۲۲ھ یعنی قیام منظر اسلام سے ہی حضرت مولانا بشیر احمد علی گڑھی صدر مدرس کے منصب پر فائز تھے۔ تو ان کی موجودگی میں دوسرے حضرات کو صدر مدرس بنانے اور اختلاف رائے کرنے کا قضیہ کیوں کر درپیش آیا؟

بہر کیف اتنی بات تو واضح ہو گئی، کہ حضرت ملک العلماء

مدرس کی ضرورت پیش آئی۔ استاذ گرامی حضرت محدث سورتی کے ارشاد پر حضرت صدر الشریعہ مطب چھوڑ کر بریلی شریف چلے گئے۔ ابتدا میں مدرسہ کا کام شروع ہوا۔ (فتاویٰ امجدیہ اول ص ۱)

مندرجہ بالا عبارت پڑھنے کے بعد یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے، کہ صدر الشریعہ مولانا امجد علی علیہ الرحمہ منظر اسلام کے فارغین میں سے نہیں ہیں اور نہ ہی انہوں نے منظر اسلام میں بحیثیت طالب علم تعلیم حاصل کی ہے۔

اس کے علاوہ اس بات کا بھی پتہ ملتا ہے، کہ ۱۳۲۳ھ میں آپ بریلی شریف تشریف ہی نہیں لائے۔ چہ جائیکہ آپ کا منظر اسلام میں مدرس ہونا۔ صدر الشریعہ بحیثیت مدرس بریلی شریف تقریباً ۱۳۲۸ھ میں تشریف لائے، ۱۳۲۲ھ کی روداد میں صدر الشریعہ کا نام بحیثیت صدر مدرس درج ہونا یہ ایک تاریخی مغالطہ ہے یا علامہ عبدالکیم شرف قادری صاحب سے کتابت میں سہو ہوئی ہے۔ میرے اس دعوے کی تائید مفتی عبدالواجد قادری ادارۃ القرآن اسلامک فاؤنڈیشن نیدر لینڈ کی مندرجہ ذیل عبارت سے بھی ہوتی ہے۔ موصوف رقمطراز ہیں:

۱۳۲۶ھ میں مدرسہ کے مہتمم اول استاذ زمن علامہ حسن رضا بریلوی علیہ الرحمہ کے وصال پر ملال کے بعد سربراہی علاوہ مدرسہ کے اہتمام کی بھی پوری ذمہ داری حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ السلام پر آگئی، حضور حجۃ الاسلام نے اہتمام و نظامت کے علاوہ با ضابطہ درس و تدریس کا بھی سلسلہ جاری فرمایا۔ مدرسہ کے مدرس اول حضرت علامہ مولانا رحمہ الہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مستغنی ہو جانے کے بعد، کتب معقول و منقول کے ساتھ ساتھ دورہ حدیث کی کتابیں بھی زیر درس آگئیں۔ (ماہنامہ اعلیٰ حضرت کا صد سالہ نمبر پہلی قسط ص ۱۳۳)

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رضی اللہ عنہ کی حیات اور علمی خدمات

ضرورت پڑتی ہے اور وہ تاریخ کے محتاج ہوتے ہیں۔ مگر منظر اسلام سے کس فیض کرنے والے افراد وہ ہوتے ہیں، جن کو تاریخ کی نہیں، بلکہ تاریخ کو ان کی ضرورت محسوس ہوتی ہے اور یہ وہ اشخاص ہیں، جن کا ذکر تاریخ میں آنے سے مشہور و معروف نہیں ہوتے ہیں، بلکہ تاریخ ان سے مشہور و مرکز توجہ ہوتی ہے اور تاریخ کو ان پر ناز ہوتا ہے۔ یہ جو کچھ ہے سب ان نابغہ روزگار وجود اور شاہین پرواز مفکر کا فیض ہے، جس نے بریلی کی ٹوٹی ہوئی چٹائی پر بیٹھ کر کہکشاں کی نظر سے قوم کے مستقبل کا مقدر دیکھا اور اس نے فریب خوردہ قوم کو پستیوں اور در ماندگیوں سے نکال کر وہ لازوال تمنغہ کمال عطا فرمایا جس کی مثال صدیوں میں نہیں ملتی۔ اس عمق پر مجد کا یہی وہ طرہ امتیاز و کمال و وصف ہے جو ہمارے لئے سرمایہ حیات اور نقیدہ الشال نمونہ ہے۔

☆☆☆

نے جامعہ رضویہ منظر اسلام میں بحیثیت مدرس خدمت انجام دیں۔ منظر اسلام کے فروغ و استحکام کے لئے آپ نے دور طالب علمی سے لے کر دور تدریس تک کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی۔

منظر اسلام کی یہ خصوصیت روز اول ہی سے ہے کہ ہر دور میں اس کے اساتذہ لائق و فائق رہے ہیں اور اس کے فارغین بھی کامیاب و کامراں رہے ہیں۔ اسی امر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے دور حاضر کے ایک لائق و فائق مدرس و محقق حضرت علامہ مولانا محمد عیسیٰ رضوی فارغ التحصیل جامعہ رضویہ منظر اسلام اپنے ایک مضمون میں رقم طراز ہیں:

”منظر اسلام سے ایسے لائق و فائق علماء و افراد پیدا ہوئے، کہ ان میں سے ہر ایک کا مفصل ذکر و تذکرہ ایک مستقل ضخیم کتاب کا خواہاں ہے۔ تاریخ کے اوراق جن کے ذکر سے آج بھی روشن و فروزاں ہیں۔ بعض افراد ایسے ہوئے ہیں، جن کا تاریخ میں ذکر یا نام ہو، اس سے وہ نامور و مشہور ہوئے ہیں۔ ان کو تاریخ کی

”ایسے کمالات و اوصاف کے حامل شخص کو لوگوں نے پردہ خفا میں رکھا تذکرہ نگاروں نے حق دیانت ادا نہیں کیا، بعض نے تو ایسی بات لکھ ماری ہے، کہ حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ میرے اس انکشاف کرنے پر لوگوں کو حیرت ہوگی۔ مگر مجھے کوئی تردد اور جھجھک نہیں، کیونکہ تاریخ ایک ایسی حقیقت ہے، کہ اس سے چشم پوشی قطعاً ممکن نہیں۔“

(ڈاکٹر اعجاز عجم لطفی)

حضرت ملك العلماء بحیثیت پرنسپل جامعہ لطیفیہ بحر العلوم کٹیہار

از قلم: مولینا خواجہ ساجد عالم مصباحی، استاذ مدرسہ لطیفیہ خانقاہ رحمن پور، بارسوئی، کٹیہار، بہار

جامعہ لطیفیہ بحر العلوم عملہ ٹولہ کٹیہار بہار میں حضور ملك العلماء حضرت مولانا شاہ سید محمد ظفر الدین فاضل بہار کی تشریف آرزانی اور قیام ہماری جماعتی تاریخ کا ایک مستقل باب اور دلچسپ موضوع ہے۔ مستقل وہ اس لئے کہ حضرت ملك العلماء نے جب بحر العلوم کٹیہار میں نزول اجلال فرمایا تو مشرقی بہار اور بعض اضلاع بنگال کے اس عظیم خطے میں ہر چار سو انقلاب کی آمد کا احساس ہوا۔ یہ جگہ جہاں پہلے علماء و فضلا کی قابل تعداد نہیں تھی۔ تعلیم و تربیت اور علوم معارف کی تحصیل و دریافت کا کوئی مستقل مرکز نہیں تھا۔ تبلیغ و اشاعت اور اصلاح و تعمیر کے رُخ سے کوئی پلیٹ فارم نہیں دیکھا جاتا تھا۔ تحریک و مشن کے حوالے سے درد مند و ذی ہوش اور بالغ نظر مبلغین و داعین کی کوئی جماعت نظر نہیں آتی تھی۔ صالح و پاکیزہ افکار کے نظریات کی ترسیل و ابلاغ اور ان کے تحفظ و بقاء اور فروغ

پس منظر اور اس کی تعمیر و تشکیل کی داستان دلچسپ ہونے کے ساتھ ساتھ دل گداز بھی ہے۔ سردست اس واقعہ کا بھی تجزیہ کیا جائے گا۔

جامعہ لطیفیہ بحر العلوم اور حضور ملك العلماء:

آپ جامعہ لطیفیہ بحر العلوم میں صرف بطور شیخ الحدیث یا صدر المدرسین ہی نہیں تھے۔ بلکہ خانوادہ عشق، متن گھاٹ، پنڈے کے چشم و چراغ اور صاحب سجادہ خانقاہ عشق اور بانی جامعہ حضرت سید شاہ خواجہ شاہد حسین عرف درگاہی میاں (م ۱۹۸۷ء) کی طرح آپ کا مبارک وجود بھی جامعہ کیلئے موسس و معمار جیسا تھا۔ اگر جامعہ کے ماضی کو کرید اجائے مرور ایام کے اور اراق پارینہ کو دیکھا پرکھا جائے اور عہد رفتہ کے گرد آلود احوال و نشانات کو منصفانہ تحقیق دست ہنر سے صاف کیا جائے، تو یہ حقیقت طشت از بام ہوگی۔ جامعہ کے قیام و تاسیس اور تعمیر و تشکیل میں کلیدی رول دو ہی مردان حق کار ہا ہے۔

آرائی کے بطن سے منصفہ شہود پر آیا تھا۔ جامعہ کی داغ بیل ڈالنے کے رخ کرتا بھی گوارا نہ کرتا۔ حضرت مولانا قاضی نور پرویز رشیدی تلیند

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدظلہ کی حیات اور علمی خدمات

حضور ملک العلماء فرماتے ہیں:

”حضرت ملک العلماء جامعہ بحر العلوم کٹیہار میں عمر طبعی کے اُس حصے میں رونق افروز ہوئے تھے، کہ قیام کے آخر میں ضعف پیری و کمزوری کے سبب درس اکثر اوقات بستر پر دراز ہو کر دیتے تھے اور بیرون جامعہ کی کسی مذہبی تقریب اور اجلاس و محافل وغیرہ میں شرکت سے معذور تھے۔“

آپ نے اپنی حیات مبارکہ کے دس قیمتی سال جامعہ کو دیئے اور اس دوران آپ نے اپنے ہاتھوں سے علم و عرفان کے لگائے ہوئے اس ننھے پودے کی جانسوزی سے سینچائی کی اور اخلاص و اللہیت، ایثار و قربانی اور عشق و وفا کے خون جگر سے اس کو پروان چڑھایا اور پھر ایک دن وہ بھی آیا کہ جب آپ کی نگاہ کیسیا اثر کے طفیل تعلیم و تعلم کے لحاظ سے یہ ادارہ مشرقی بہار اور بنگال کی شناخت قرار پایا۔ آئیے اب قیام جامعہ لطیفیہ کے دلچسپ پس منظر کو دیکھیں۔

جامعہ لطیفیہ بحر العلوم کے قیام و تشکیل کا پس منظر:

جامعہ لطیفیہ بحر العلوم جس ضلع شہر کٹیہار میں قائم ہے وہ اس وقت قدیم ضلع پورنیہ کے ماتحت ایک سب ڈویژن تھا۔ بحر العلوم کے قیام سے پیشتر پورنیہ میں اور کئی دیگر مدارس و دارالعلوم تھے۔ سب سے پہلا مدرسہ محمدیہ اسٹیٹ کا تھا۔ جس کا نام مدرسہ اساتذت رحمت رکھا گیا تھا۔ اس کے قیام کا ایک صدی سے زائد عرصہ بیت چکا ہے۔ اس کے بعد رحمن پور خانقاہ لطیفیہ میں مدرسہ معرض وجود میں آیا، جو مدرسہ لطیفیہ سے معنون ہوا۔ ان دونوں اداروں کو صاحب تصانیف جلیلہ اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کے مخلص و رفیق کار قدوة العلماء زبدۃ المفصلہ حضرت مولانا شاہ حفیظ الدین لطفی قدس سرہ العزیز (م ۱۳۳۳ھ) کی تحریک اور جدوجہد عمل نے قائم کیا تھا۔ حضرت لطفی کنہر یا موضع چشتی مگر نزد

اعظم مگر ضلع کٹیہار کے باشندہ تھے۔ آپ ایک عبقری مدرس، جلیل القدر عالم دین اور قد آور مصنف و محقق ہونے کے ساتھ ساتھ ایک زاہد مرتاض قدسی صفت بزرگ بھی تھے۔ آپ کو بیعت و ارادت و اجازت و خلافت بارہویں صدی ہجری میں قائم شدہ خانقاہ عشق متین گھاٹ پٹنہ کے تاجدار ولایت و طریقت حضرت شاہ خواجہ لطیف علی قدس سرہ العزیز (م ۱۲۹۹ھ) سے حاصل تھی۔ حضرت لطفی نے چودہویں صدی ہجری کی پہلی دہائی میں قریہ رحمن پور بارسواٹی ضلع کٹیہار کے اندر ایک خانقاہ بنام خانقاہ لطیفیہ کی بنیاد رکھی۔ جو تا حال زندہ و تابندہ اور ان کی تاریخی کاوشوں کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

آپ کے ایک خادم خاص اور قریبی شاگرد میں مولانا عابد حسین چندنی پوری تھے۔ مولانا چندنی پوری عہد شعور سے ہی دیوبندیت کی جانب مائل تھے اور عقائد باطلہ کے مقرر بھی یہ سب چھپ چھپا کر ہوتا تھا۔ مگر بعض مجبوری و مصالحوں کی وجہ سے حال باطن کا اظہار نہیں کرتے تھے۔ حضرت لطفی جب تک بقید حیات رہے۔ مولانا چندنی پوری نے اپنی قلبی کدورت اور دینی فطوری کی پردہ پوشی کی۔ لیکن جب حضرت لطفی کا وصال ہو گیا اور کچھ مدت بھی بیت گئی تو انھوں نے کینچلی بدلی اور دیوبندیت کا روپ دھارن کر لیا۔ مولانا چندنی پوری نے اپنی فرقہ وارانہ و گمراہ کن فکر اور فاسد و کاسد اعتقادات و خیالات کی اشاعت و تشہیر، ترویج و تنفیذ کے خاطر شہر کٹیہار میں ایک ادارہ بموسوم ”دارالعلوم لطفی“ کی اساس رکھی اور اس میں دو فاضل دارالعلوم دیوبند مولانا منور حسین و مولانا عبدالرزاق اور ایک فاضل ندوۃ العلماء مولانا عبدالغفار کو بطور استاد بحال کیا۔

مولانا کے اس اقدام سے حضرت لطفی کے مریدین و متوسلین اور خوش عقیدہ مسلمانوں میں شدید برہمی و اضطراب کی لہر دوڑ گئی۔ انہوں نے اس معاملے کو لے کر جا بجا مولانا چندنی پوری کا گمراہ

جہان ملک العلماء

حضرت ملک العلماء امام احمد سعید محمد ظفر الدین عظیم آبادی دہلی حیات اور علمی خدمات

صراط مستقیم سے ہٹ کر اپنی ایک الگ راہ بنائی ہے اور اب وہ اعلانیہ دیوبندی ہو چکے ہیں۔ اس موقع پر جہاں حضرت خواجہ وحید اصغر صاحب نے مولانا چندی پوری سے اپنے دیرینہ خانقاہی تعلق کے انقطاع کا اعلان کیا اور سنی صحیح العقیدہ مسلمانوں کو ان سے دور و نفور رہنے کی تلقین کی۔ وہیں حضرت درگاہی میاں نے حاضرین کے روبرو دارالعلوم لطفی کے ردعمل میں ”جامعہ لطیفیہ بحر العلوم“ کے قیام کا پرزور اظہار کیا اور آنے والے بداعتقادی سیلاب بلا کے آگے بندھ باندھنے کے عزم مصمم کو آشکار کیا۔ اس کے بعد حضرت درگاہی میاں اپنی خانقاہ عشق پٹنہ کیلئے روانہ ہو گئے اور وہاں پہنچ کر اپنے والد ماجد حضرت شاہ خواجہ حمید الدین ابو العلامی قدس سرہم کے دیرینہ رفیق و ہم مجلس حضرت ملک العلماء سے ملے۔ پہلے انہیں اپنے پورنیہ سفر کی سرگذشت سنائی اور پھر جامعہ کی سربراہی کی درخواست پیش کی۔ حضرت ملک العلماء نے درگاہی میاں کے آباد اجداد سے اپنے دیرینہ تعلق خاطر و احترام اور دینی علوم کی اشاعت و ترویج کے جذبات سے مغلوب ہو کر محض رضائے الہی و اُسوۂ حسنہ کی پیروی میں اس درخواست کو بطیب خاطر قبول فرمایا اور آنکھیں موند کر سیدھے جامعہ بحر العلوم کٹیہار کے لئے پابہ رکاب ہوئے ۲۹ شوال المکرم ۱۳۷۱ھ میں ایک اجلاس کے اہتمام کے ساتھ جامعہ کا افتتاح فرمایا اور بخاری شریف کے طلبہ کو پہلا درس دیا۔

حضرت ملک العلماء جامعہ لطیفیہ بحر العلوم میں بحیثیت مدرس :

جب سطح زمین پر جامعہ لطیفیہ کے خاکے کو اتارنے کا حتمی منصوبہ بنا اور حضرت ملک العلماء کی آمد کی نوید جانفزا ہر خاص و عام تک پہنچی، تو جامعہ میں داخلے کیلئے طالبانِ علوم نبوت و شائقین معارف شریعت کی لمبی قطار کھڑی ہو گئی۔ قدیم پورنیہ کے شہر و

کیا اور ان سے باز پرس کرتے ہوئے، جلد از جلد دارالعلوم سے ملایان دیوبند و ندوۃ کونکال باہر کرنے کے لئے سخت احتجاج کیا۔ مگر مولانا چندی پوری تھے کہ جو اپنے کئے پر نظر ثانی کرنے یا ندامت یا تجمل کے آنسو بہانے کے بجائے پوری ڈھٹائی کے ساتھ اٹل رہے۔

جماعت اہلسنت کے اعیان و عمائدین اور دیگر ارباب نظر نے جب یہ حالت دیکھی تو وہ اس قضیہ نامرضیہ کو لئے حضرت لطفی کے پیر خانہ خانقاہ عشق متن گھاٹ پٹنہ پہنچے۔ اس وقت خانقاہ کے صاحب سجادہ حضرت سید شاہ خواجہ شاہد حسین عرف درگاہی میاں تھے۔ انھوں نے وفد کی باتیں کامل توجہ سے سنیں اور پھر معاملے کے تصفیہ و حل کے لئے خانقاہ لطیفیہ رحمن پور کے مقام کا انتخاب فرمایا۔ مقررہ تاریخ پر خانقاہ رحمن پور کے اندر فریقین جمع ہوئے۔ اہلسنت کی نمائندگی حضرت لطفی کے صاحب زادہ اصغر حضرت شاہ خواجہ وحید اصغر کر رہے تھے۔ جب کہ مخالف مکتب فکر کی ترجمانی کے لئے مولانا چندی پوری اور ان کے دوسرے اعوان و انصار موجود تھے۔ حکم و فیصل کی حیثیت سے حضرت درگاہی میاں نے سب سے پہلے فریقین کی گفتگو سماعت کی اور ان کی شکایات و حکایات معلوم کی۔ بعد میں مولانا چندی پوری سے خصوصیت کے ساتھ مخاطب ہوئے اور کئی سوالات کئے۔

پہلا سوال تھا، آپ دیوبندی فرقہ کے عناصر راجع کو ان کے اقوال کفریہ کے سبب کافر گردانتے ہیں یا نہیں؟ اس پر مولانا چندی پوری کا جواب تھا ”ہم نہیں کہہ سکتے ہیں کہ کون کافر ہے اور کون مومن؟ اگر پتہ کرنا مقصود ہو تو عالم برزخ میں جا کر دیکھئے۔“

اس جواب پر عملی دلائل و براہین کے ساتھ خاصی دیر تک بحث و مباحثہ ہوا، لیکن مولانا صاحب اپنے موقف سے بال برابر بھی لٹ سے مس نہیں ہوئے۔ نتیجتاً بھری محفل میں خواص کے ساتھ عوام کو بھی اس امر کا قطعی علم ہو گیا کہ مولانا چندی پوری نے جادہ حق و

جہان ملک العلماء

حضرت ملک العلماء امام احمد سعید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رحمہ اللہ کی حیات اور علمی خدمات

کتابوں میں طریقہ تدریس کی عمدگی، مضامین کی تقسیم کا انداز، فقہ و فرائض کا احاطہ۔ حدیث میں بخاری پڑھانے میں حدیث کا مفہوم، حسب ضرورت راویوں کے حالات کا بیان، حدیث سے مستخرج مسائل کی وضاحت، مسائل کے مختلف فیہ ہونے کی صورت میں تہذیب، تقریب کے حوالے سے روایان حدیث کی جڑوں و عدالت کا ذکر، مذہب حنفی کی دیگر احادیث سے تائید وغیرہ آپ کے حسن تدریس کے جلوے تھے۔ فقہ و اصول فقہ پڑھانے کا انداز بڑا دلنشین تھا۔ فقہ پڑھانے میں اس بات پر بھی روشنی ڈالتے، کہ یہ مسئلہ اولاً اربعوں میں سے کس دلیل سے ثابت ہے۔ اگر مسئلہ نص سے ثابت ہوگا تو حسب ضرورت یہ بھی بتاتے، کہ عبارت اہل اشارہ اہل اہل، دلائل اہل و اقتضا، اہل میں سے کس نص سے یہ مسئلہ مستنبط ہے۔ اسی طرح یہ بتاتے کہ یہ مسئلہ قیاسی ہے یا جمالی؟ یا خلاف قیاس اتحسان بالاثرو غیرہ ہے۔“

مطالعہ سے اشغاف: کبر سنی و نقاہت اور جملہ علوم و فنون

عقلیہ و نقلیہ کے شاندار ٹھہرنے کے باوصف آپ کے مطالعہ کا یہ حال تھا، کہ روزمرہ کی ضرورت کی تکمیل کے بعد وقت کی ایک گھنٹی بھی ضائع نہ فرماتے۔ بلکہ کتب جنی اور ورق گردانی میں مصروف نظر آتے۔ شب میں مختلف علوم و فنون کی کتابوں کا مطالعہ فرماتے۔ جبکہ دن میں قیلولہ کے وقت عموماً اخبار و رسائل پڑھتے۔ یا کسی علمی مباحثے میں شریک ہو کر علمی فیضان تقسیم کرتے۔ اس دوران خدمت میں اگر کوئی طالب علم آجاتا، تو اسے بھی علمی و فنی زر جو اہرات سے مالا مال کر دیتے۔

علمی طنطنہ: اللہ جل مجدہ نے آپ کو بے پناہ علمی طنطنہ و عجب حفاظ فرمایا تھا۔ رخ زبا سے ایسا جلال علم ہویدا تھا کہ بیگانے تو ایک طرف رہے۔ اپنے بھی جلد آپ کے آنے سامنے ہونے کا تاب و توفیق نہیں رکھتے تھے۔ حضرت علامہ شہاب الدین اشرفی کہتے ہیں:

دیہات سے طلبہ تو آئے ہی، بیرون دیار سے بھی ان کے قافلے در قافلے اترے۔ یہاں تک یوپی اور دیگر صوبوں کے مدارس سے طلبہ جوق در جوق آگئے۔ طلبہ داخلہ لے کر ملک العلماء کے حلقہ مٹانڈہ میں شامل ہوئے اور درگاہ فیض میں خوش چینی کر کے دارین کی دولت و نعمت حاصل کرنے لگے۔ حضرت ملک العلماء نے یہاں تدریسی عمل میں معاون کی حیثیت سے بڑے بلند پایہ و تجربہ کار اور کھینچ مشق اساتذہ کا بندوبست کیا تھا تا کہ تعلیمی نظام اور جامعہ کے بنیادی اغراض و مقاصد (یعنی بہترین و ذی استعداد فارغین و فضلاء کی جماعت تیار کرنا اور باشعور و بیدار مغز دعا و مبلغین کی انجلی ٹیم کے طور پر آپ کے ساتھ حضرت مولانا یوسف عظیم آبادی، مولانا عبدالمنان گیاوی حضرت مولانا سلیمان بھاگلپوری وغیرہ جیسے اساطین علم و فن تھے کہ جن کی علمی گہرائی و گیرائی اور فنی کمالات کا شہرہ و غلغلہ پورے ملک میں تھا۔

طرز تدریس:

حضرت ملک العلماء علم و فضل اور تدریسی مہارت و مہارت کے اعتبار سے برصغیر سطح پر چند گنے پنے مدرسین و اساتذہ میں شمار کئے جاتے تھے۔ آپ کا اندازہ تدریس بڑا منفرد و نرالا تھا۔ آپ کو جملہ علوم و فنون میں یکساں طور پر محیر العقول درک و ید طولی حاصل تھا۔ آپ جس فن اور جس علم کی بھی کوئی کتاب پڑھاتے اپنی بے نظیر تدریسی لیاقت و استعداد کا نقش جاوید چھوڑ جاتے۔ حضرت علامہ مفتی شہاب الدین اشرفی تلمیذ حضور ملک العلماء گویا ہیں:

”میں نے حضرت ملک العلماء قدس سرہ سے جو چند فنون کی کتابیں پڑھی ہیں مثلاً بخاری شریف، طحاوی شریف، مسند امام اعظم، تفسیر مدارک، ہدایہ آخرین، تصریح، مسلم الثبوت، دیوان حماسہ وغیرہ اس لئے نہ صرف ایک فن، بلکہ مختلف فنون میں آپ کے طریقہ تدریس کا انداز میرے دل پر اب بھی نقش ہے۔ ان تمام

جہان ملک العلماء

حضرت ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رحمہ اللہ کی حیات اور علمی خدمات

جہاں وہ تعلیم پاتے تربیت لیتے اور اوصاف و خصائل حمیدہ کے سانچے میں ڈھلتے، وہیں جہاں بنی و جہاں داری کے اسرار و رموز بھی سیکھتے اور باشعور و بختے کار عالم و فاضل بن کر ملت و قوم کا سرمایہ قرار پاتے۔ حضرت علامہ مولانا مفتی شہاب الدین اشرفی تلمیذ حضور ملک العلماء و سابق نائب صدر مدرسین جامعہ لطیفیہ بحر العلوم کہتے ہیں:

”طلبہ کو جہاں غلطیوں پر ڈانٹتے تھے، وہیں بے پناہ شفقت بھی فرماتے تھے۔ طلبہ کے اخلاقیات پر خصوصی توجہ رکھتے تھے۔ جو طلبہ حضرت ملک العلماء سے قریب تھے، ان کی خدمت میں رہتے تھے آج ان میں جو بھی حیات سے ہیں۔ وہ اپنی جگہ حسن و اخلاق کے پیکر ہیں، ادب و تہذیب سے کما حقہ آراستہ ہیں۔“

یہ تھی موضوع و عنوان سے وابستہ منتشر مواد و معلومات کی وہ ایک جھلک کہ جسے میں محنت و تلاش سے اپنی کج تحریر میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر سکا۔ ضرورت ہے کہ رضویات کے محققین اپنے حوالے سے بھی کام میں تیزی کریں۔ چنانچہ حضرت ملک العلماء محفل رضا کے چراغ درخشاں ہیں خیر خواہی اور ہمدردی غلامان رضا میں پیش رو ہیں اور فاضل بریلوی کے مشن کے امین و پاسدار تھے۔ بلکہ ہر وہ کچھ کہتے تھے کہ جس سے حیات رضا معنون ہے۔ جامعہ حضرت ملک العلماء کی پچپن سالہ بے لوث خدمت و دعوتی، تبلیغی، علمی و تدریسی زندگی کا آخری پڑاؤ ہے۔ یہاں عالم نقاہت میں آئے اور پھر شدت علالت کی وجہ سے ۱۳۸۰ھ میں رخصت ہوئے۔ اس دوران کی دس سالہ قیمتی مدت بحر العلوم کی حدود و اربعہ میں یونہی بسر نہ ہوئی، بلکہ اس سیماب صفت مرد کبیر و بطل جلیل کا پل پل علم و ادب، فکر و فن، تبلیغ و ارشاد اور تحریک و تنظیم کے طلاطم سے عبارت رہا۔ ارباب علم و قلم کو چاہئے کہ جب وقت کے اس عبقری شخصیت کے اوراق

”چہرہ سے رعب اس قدر ظاہر تھا کہ کسی کو آپ کے سامنے مجال سخن نہ ہوتی تھی۔ بڑے بڑے علما کو میں نے دیکھا کہ آپ سے گفتگو کرنے میں لکت لسانی کے شکار ہو جاتے یا تو بولنے کی تاب نہ ہوتی یا پھر ڈرے سہمانداز میں اپنی بات پیش کرتے۔ میں نے جامعہ لطیفیہ بحر العلوم کے ناظم اعلیٰ وکیل عبدالسلام صاحب رشیدی کو دیکھا جو کہ اپنے علاقے کے مانے ہوئے وکیل تھے۔ پھر آج کل کے ناظموں کا مزاج سب کو معلوم ہے۔ اس کے باوجود حضور ملک العلماء سے کچھ عرض کرنا ہوتا، تو ڈرے سہے مودب انداز میں عرض کرتے، کبھی ایسا بھی ہوتا کہ مجھ سے کہتے ”مولانا شہاب الدین صاحب آپ حضرت سے قریب ہیں آپ میری طرف سے عرض کر دیجئے۔“

شفقت و نوازش :

حضرت ملک العلماء اپنی درازی عمر، وسیع تجربات و طویل مشاہدات اور ذہور دانائی و تجربہ علمی کے سبب اپنے معاون اساتذہ پر نام قابل تسخیر تفوق و برتری کے حامل تھے۔ مگر پاں فضل و کمال آپ ان حضرات پر حدود درجہ مہربان اور ان کے دکھ سکھ کے بڑے قدر دان تھے۔ انتظامی امور ہو، یا تعلیمی مسائل یا پھر درسی گاہی مراحل سے متعلق معاملات آپ ہر موڑ پر ان حضرات کا ہاتھ بٹاتے۔ حضرت مولانا قاضی نور پور پریز رشیدی سخن طراز ہیں:

”حضرت ملک العلماء نے اپنے معاون اساتذہ کو یہ خصوصی رعایت دے رکھی تھی، کہ جب وہ چاہیں انتظامی و تعلیمی امور پر تبادلہ خیال کریں۔ ان کے حل کیلئے خدمت میں پہنچیں اور بلا جھجک و عار کے ہر چھوٹی بڑی بات سامنے پیش کریں۔ یہی وجہ تھی، کہ جب انہیں دوران مطالعہ یا اثنائے تدریس کوئی پیچیدہ مسئلہ یا کوئی لا-مخل عبارت درپیش ہوتی، تو بغیر کسی جھجک کے آپ کے در خدمت پر

حضور ملک العلماء کا انداز تدریس

از قلم: تیسرے شیخ حضور ملک العلماء مولانا شباب الدین صاحب اشرفی، بارسوئی، کنیہار

اسمذخبر تھی اور اس سے بڑھ کر علمی دنیا میں میرے لیے خوشی کی اور کیا بات ہوتی کہ گویا ہمارے گھر میں وہ ذات تعلیم و تدریس کے لیے بلکہ ظاہر و باطن کو سنوارنے کے لیے تشریف لا رہی تھی، جو مجمع البحرین، شریعت و طریقت کا سنگم ہے۔ علوم عقلیہ و نقلیہ کی جامع ہے۔ میں نے پوسٹر پڑھ کر عزم محکم کر لیا کہ آئندہ سال مجھے بہر حال حضرت والا مرتبت کی خدمت بابرکت میں رہ کر زیور علم و ادب سے آراستہ ہونا ہے۔ تعطیل کلاں کے بعد جامعہ میں داخلے کے لیے درخواست پیش کی۔ بفضلہ تعالیٰ وہ قبول ہوئی۔ حضرت ملک العلماء کی آمد سے ہر طرف چہل چہل تھی۔ ہر شخص فرحاں و شاداں تھا۔ اب معلوم ہو رہا تھا کہ یہاں کوئی عظیم جشن منعقد ہونے والا ہے۔ یوں محسوس ہو رہا تھا کہ:

جھوم جھوم اٹھے شجر کلیوں نے آنکھیں کھول دیں

جانب گلشن کوئی مست خرام آئی گیا

اب تو میرے شب و روز اس ہستی کی سرپرستی اور عنایات علمی و روحانی میں گزرنے لگے۔ جنہیں غیر منقسم ہندوستان کے باشندگان نام سے کم ان کے معروف لقب ”ملک العلماء“ سے زیادہ جانتے پہچانتے تھے۔ جب اپنے رفقاء درس کے ساتھ میں نے حضرت کی درسگاہ میں بخاری شریف کا پہلا درس لیا، تو آپ کی علمی جلالت کا سکہ گویا مشاہداتی طور پر دل و دماغ میں بیٹھا اور بیٹھا ہی چلا گیا۔ دل جھکا اور جھکتا ہی چلا گیا۔

مجدد اعظم انجمن تلامذہ احمد رضا فاضل بریلوی کی بارگاہ علم و فن سے ہمارے جن اکابرین نے براہ راست استفادہ فرمایا، ان میں جامع علوم عقلیہ و نقلیہ ملک العلماء علامہ سید محمد تقی الدین فاضل بہاری علیہ رحمۃ والرفضان کا نام بھی اہم گرامی جلی حرفوں اور سرخیوں میں آتا ہے۔ میرے ذہن و فکر میں حضرت ملک العلماء کی ہر ذوق علمی فکری شخصیت کا سکہ اس وقت بیٹھ چکا تھا جب میں عربی کے ابتدائی درجات کا طالب علم تھا۔ میرا تعلق چوتھے بفضلہ تعالیٰ علمی گھرانے سے رہا ہے اور ہے۔ اس لیے بڑوں، علمی شخصیتوں اور دانشوروں کے تہ کرے سنے کا موقع بچپن ہی سے میسر آیا۔ پھر جب گھر سے باہر عربی مدارس میں داخل ہوا، تو اپنے اساتذہ اور دور و نزدیک سے آنے والے مشائخ سے بھی حضرت ملک العلماء کے تہ کرے سنا کرتا۔ اس طرح ان کی علمی جلالت کا غائبانہ تعارف ہوتا رہا۔ پھر جب عربی کے متوسطات تک پہنچا، تو ان کے بعض علمی و تحقیقی رسائل کے مطالعے کا بھی شرف ملا۔ جس سے ان کی عظمت حریر کھر کر سامنے آئی پھر جب میں جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں زیر تعلیم تھا۔ جامعہ لطیفیہ بحر العلوم کنیہار بہار کی جانب سے ایک پوسٹر شائع ہوا۔ جس میں یہ اعلان کیا گیا تھا کہ خلیفہ انجمن تلامذہ علامہ سید محمد تقی الدین فاضل بہاری شیخ الحدیث و صدر مدرس کی حیثیت سے جامعہ لطیفیہ بحر العلوم کنیہار بعد رمضان تشریف لارہے ہیں۔ پوسٹر پڑھتے ہی دل باغ باغ ہو گیا۔ یہ میرے لیے بڑی خوش

جہان ملک العلماء

حضرت ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رضی اللہ عنہ کی حیات اور علمی خدمات

پڑھانے میں اس بات پر بھی روشنی ڈالتے کہ یہ مسئلہ اولاً اربعہ میں سے کس دلیل سے ثابت ہے۔ اگر مسئلہ نص سے ثابت ہوتا، تو حسب ضرورت یہ بھی بتاتے کہ عبارتہ النص، اشارۃ النص دلالتہ النص، اقتضاد النص میں سے کس نص سے یہ مسئلہ مستنبط ہے۔

علم ہیئت میں ہم نے ملک العلماء سے صرف تصریح پڑھی، جس میں ”فلک“ اور ”کرنے“ کی تفصیل، رات و دن کے اختلاف، کسوف و خسوف کے وجوہات، بروج و اقلیم کی تفصیل و شفق، سمت قبلہ کے استخراج کا طریقہ جیسے مسائل کو پوری وضاحت سے سمجھائے۔ علم ہیئت میں ان کی ”مسلم الافلاک“ کا ایک قلمی نسخہ تھا۔ جسے متعدد طلبہ نے نقل کیا۔ حضرت ملک العلماء کی طرف سے درس گاہ میں طلبہ کو اعتراض کی کھلی چھوٹ ہوتی تھی۔ مگر عموماً خود ہی اعتراض کی بھی وضاحت کرتے اور خود جواب بھی دیتے تھے۔ ایسا محسوس ہوتا کہ علم کا دریا موجیں مار رہا ہے۔ دوران درس کسی سبق سے متعلق کوئی واقعہ ہوتا، تو اسے بھی بیان فرماتے۔ اسباق کے بعد ترتیب کے انداز میں کبھی کبھی بزرگوں کے حالات و واقعات بھی بیان کرتے اور اس سے نتیجہ اخذ کر کے نصیحت فرماتے۔ جو بڑا دل نشین ہوتا۔

ذوق مطالعہ:

ضعف چیری اور علمی تبحر کے باوجود حضرت ملک العلماء علیہ الرحمہ کے مطالعے کا یہ حال تھا کہ ضروریات کی تکمیل کے بعد کوئی وقت ضائع نہ فرماتے۔ مختلف علوم و فنون کی کتابوں کا مطالعہ فرماتے، قیلولہ کے وقت عموماً اخبار و رسائل کا مطالعہ کرتے، جب نہیں یا کوئی اور طالب علم خدمت کے لیے جاتا، تو ان سے علمی گفتگو فرماتے یا واقعات بیان کرتے اور ان پر اپنا نامحاذی تبصرہ بھی کرتے۔

میں نے تعلیم کے علاوہ حضرت ملک العلماء کی خدمت کو بھی اپنی اہم مشغولیات کا حصہ بنا لیا۔ جلسوں، مناظروں اور محفلوں میں شرکت کے لیے خادم کی حیثیت سے آپ نے چند مخصوص طلباء کی جو فہرست بنائی، اس میں مجھ حقیر کا نام بھی ازراہ کرم گستری درج فرمایا۔ اس طرح مجھے سفر و حضر، درس اور غیر درس کے اوقات میں جلوت و خلوت میں حضرت کی زندگی کے مطالعے کا شرف ملا اور اسے اپنے لیے نمونہ عمل بنانے کا موقع نصیب ہوا۔

میں نے اپنی آنکھوں سے جو دیکھا۔ کانوں سے جو علمی مباحث اور موشگافیاں سنیں۔ ان کی تفصیل کے لیے دفتر درکار ہے۔ اپنی دیکھی اور سنی ہوئی چند چیزیں یہاں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

طریقہ تدریس:

میں نے حضرت ملک العلماء قدس سرہ سے مختلف فنون کی کتابیں پڑھی ہیں۔ مثلاً بخاری شریف، طحاوی شریف، مسند امام اعظم، تفسیر مدارک شریف، ہدایہ آخرین، تصریح مسلم شریف، دیوان حماسہ وغیرہ اس لیے نہ صرف ایک فن بلکہ مختلف فنون میں آپ کے طریقہ تدریس کا انداز میرے دل پر اب بھی نقش ہے۔ تمام فنون کی کتابوں میں طریقہ تدریس کی عمدگی، مضامین کی تفہیم کا انداز منفرد اور نرالا تھا۔ حدیث میں بخاری شریف پڑھانے میں حدیث کا مفہوم حسب ضرورت راویوں کے حالات کا بیان، حدیث سے مستخرجہ مسائل کی وضاحت، مسائل کے مختلف فیہ ہونے کی صورت میں تہذیب، تقریب کے حوالے سے راویان حدیث کی جرح و عدالت کا ذکر، مذہب حنفی کی دیگر احادیث سے تائید وغیرہ آپ کے حسن تدریس کے جلوے تھے۔

فقہ، اصول فقہ پڑھانے کا انداز بھی بڑا دل نشین تھا۔ فقہ

جہان ملک العلماء

حضرت ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی شہکی حیات اور علمی خدمات

طلبہ کو مطالعے کی ترغیب:

طلبہ کو کتابوں اور اہم رسالوں کے مطالعے کی ترغیب دیتے۔ خصوصاً اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے رسائل کے مطالعے کی۔ الاشباہ والنظائر لابن نجیم حنفی کے فوائد کا ذکر فرماتے ہوئے مجھے اس کے مطالعے کی ترغیب دی۔ کتابوں کے خریدنے کی نصیحت کرتے اور فرماتے تھے کہ یہ علماء کے ہتھیار ہیں۔ بے کتاب کے مولوی ایسے ہیں، جیسے بے ہتھیار کے سپاہی۔ انہی کی ترغیب کا اثر تھا کہ وہاں کے محنتی باذوق طلبہ کچھ نہ کچھ کتابیں ضرور خریدتے۔ میں نے بفضلہ تعالیٰ خاصی کتابیں دوران طالب علمی میں ہی خرید لیں۔ چند کتابیں خود حضرت ملک العلماء نے مجھے باہر سے منگوا دیں، جس میں شرح جامی کی معروف شرح ”محرم آفندی“ بھی شامل ہے۔

عالمانہ رعب:

حضرت ملک العلماء علمی و جسمانی دونوں اعتبار سے بارعب تھے۔ آواز گرجدار تھی۔ چہرہ کشادہ جسم بھرا ہوا۔ آنکھیں بڑی بڑی، عالمانہ رعب و دب د بے کے ساتھ رہتے، گفتگو پوری شان و شوکت اور عالمانہ وقار سے کرتے۔ ایسا معلوم ہوتا کہ واقعی ایک زبردست عالم دین ہیں۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے سچے خلیفہ ہیں۔ اپنے وقت کے بڑے بڑے علماء آتے، تو ان کے علمی رعب سے مرعوب ہو جاتے۔ مجلس میں جب گفتگو فرماتے، تو سب پر حاوی رہتے۔ گفتگو میں کافی وزن ہوتا۔ بے تکی باتیں نہ کرتے۔ جو کہتے پورے اعتماد کے ساتھ کہتے۔ دنیاوی و سیاسی معلومات بھی غیر معمولی رکھتے تھے۔ ایک بار سفر کے دوران چند سیاسی لیڈروں سے سیاسی موضوعات پر گفتگو ہوئی۔ آپ غالب رہے۔ مگر ان سیاست دانوں نے بور بنانے کے انداز میں کہا۔ ملاجی! آپ کا گھر کہاں ہے؟

آپ نے فرمایا ”عظیم آباد“ (پنڈن)۔ ان سیاسیوں نے مستحکم اڑاتے ہوئے کہا۔ یہ عظیم آباد کہاں ہے، آپ نے فرمایا کہ پڑھے لکھے لوگ جانتے ہیں۔ چنانچہ داغ دہلوی نے کہا ہے۔ کوئی چھینٹا پڑے تو داغ کلکتے چلے جائیں عظیم آباد میں ہم منتظر ساون کے بیٹھے ہیں کبھی کبھی اپنے مناظروں کی روداد سناتے۔ آریہ سانجیوں مسیحی مبلغین اور غیر مقلدین سے آپ نے بہت کامیاب مناظرے کیے اس کی روداد ہم لوگوں کو کبھی کبھی سناتے۔ سچ ہے میرے ظفر کو اپنی ظفر دے اس سے شکستیں کھاتے یہ ہیں اذان ثانی سے متعلق اعلیٰ حضرت اور اہل بدایوں کے واقعات بھی سناتے تھے۔ حدائق بخشش حصہ سوم کے استثناء کا جو تنازعہ کھڑا ہوا تھا، اس سے متعلق حضرت ملک العلماء کی تحریر کی نقل مولانا عبدالرشید صاحب رشیدی کے پاس اور میرے پاس اب بھی موجود اور محفوظ ہے۔

علماء و مشائخ کی آمد:

کلپہار، پورنیہ، کشن گنج کے علاقے میں جلسوں، کانفرنسوں میں اس دور کے جید علماء و خطباء جب بھی شرکت فرماتے تو حضرت ملک العلماء سے ضرور ملاقات کرتے۔ عموماً وہ حضرات جامعہ لطیفیہ بحر العلوم تشریف لاتے۔ آنے والوں میں حضور محدث اعظم ہند، شیر پور، اہل سنت مولانا حشمت علی، علامہ حافظ عبدالرؤف صاحب، علامہ مشتاق احمد نظامی، وغیرہم جیسی اہم شخصیتیں تھیں۔ مولانا حافظ عبدالرؤف صاحب نائب شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ مبارکپور سے علم ہیئت و توفیق سیکھنے کے لیے تین ماہ کی رخصت پر تشریف لائے تھے۔ حضرت ملک العلماء نے صرف چند ہفتے میں ان کو علم توفیق سکھا دیا۔

علمی رعب:

”ایک متصلب سنی عالم کا ایک ہی لڑکا تھا۔ سوئے اتفاق کہ وہ

لڑکا بھاگ کر کسی قادیانی کے مدرسے میں پہنچ گیا اور وہیں اس نے اپنی تعلیم مکمل کی۔ اور عقیدہ بھی وہ قادیانی ہو گیا۔ جب وہ گھر آیا۔ تو اس کے والد نے اسے دیکھتے ہی بھگا دیا اور کہہ دیا کہ آج سے تم مجھے اپنا چہرہ نہیں دکھا سکتے۔ وہ لڑکا اسی شہر میں کسی قادیانی کے یہاں پناہ گزیر رہا۔ اس کی والدہ اپنے لڑکے کی جدائی کا غم برداشت نہیں کر پائیں۔ وہ اپنے شوہر سے چھپ چھپ کر اپنے لڑکے سے ملنے جاتیں۔ کئی بار آنے جانے کے بعد ایک دن اپنے شوہر کو اپنے دام تزویر میں پھنسا لیا۔ کہنے لگی کہ آخر وہ تمہارا لڑکا ہی تو ہے۔ اس کی باتوں سے متاثر ہو کر وہ سنی عالم بھی اس قادیانی کے گھر آنے لگا۔ آخر کار وہ بھی قادیانی ہو کر مرا۔“

پھر ہم لوگوں کو نصیحت فرمائی۔ کہ ”جب بڑے تبحر عالم کا یہ حال ہے کہ صحبت بگاڑ کر جاتی ہے، تو کم پڑھے لکھے یا جاہلوں کو بروں کی صحبت اور بد عقیدوں کی صحبت سے کتنا دور و نفور رہنا چاہیے۔“

عادات:

حضرت ملک العلماء لباس لبا زیب تن فرماتے۔ لمبی پگڑی سر پر باندھتے۔ کھانے میں کریلا بہت پسند فرماتے۔ جب بازار میں کریلا نہیں ملتا۔ تو پرول خریدواتے، نیم کی چھوٹی چھوٹی شاخ کٹواتے۔ ایک دن اسی طرح پرول یا کریلا تیار ہوا۔ دسترخوان پر آیا۔ میں (شہاب الدین) اور مولانا عبداللہ صاحب حضرت کے ساتھ دسترخوان پر کھانا کھا رہے تھے۔ حضرت فرماتے ہیں۔ کس قدر عمدہ بنا ہے۔ سبحان اللہ! مگر ہم لوگوں سے بالکل کھایا نہیں جاتا تھا۔ حضرت کے ڈر سے ہم لوگ بالجبر والا کراہ کھاتے رہے۔ کٹیہارا شیش کی ٹشکی کا پانی منگوا کر نوش فرماتے تھے۔ کیونکہ مدرسے کا ٹیوب ویل کا پانی اچھا نہ تھا۔ گوشت میں بڑا کٹڑا پسند فرماتے۔ میرے خسر مولانا قاضی

جلال علم کا نور حضرت ملک العلماء کے چہرے سے ایسا برستا تھا کہ جو دیکھتا، آپ کی علمی جلالت کا احساس و ادراک کر لیتا۔ چہرے سے رعب اس قدر ظاہر تھا کہ کسی کو آپ کے سامنے مجال سخن نہ ہوتی تھی۔ بڑے بڑے علماء کو میں نے دیکھا کہ آپ سے گفتگو کرنے میں ہچکچاہٹ کے شکار ہو جاتے۔ یا تو بالکل ہی بولنے کی تاب نہ ہوتی۔ یا پھر ڈرے سبب انداز میں اپنی بات پیش کرتے۔ میں نے جامعہ لطیفیہ بحر العلوم کے ناظم اعلیٰ وکیل عبدالسلام صاحب رشیدی کو دیکھا جو اپنے علاقے کے مانے ہوئے وکیل تھے اور بڑے زمیندار بھی، پھر آج کل کے ناظموں کا مزاج سب کو معلوم، مگر اس کے باوجود حضرت ملک العلماء سے کچھ بھی عرض کرنا ہوتا تو ڈرے سبب مؤدب انداز میں عرض کرتے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ مجھ سے کہتے۔ مولانا شہاب الدین صاحب! آپ حضرت سے قریب ہیں، آپ میری طرف سے عرض کر دیجیے۔

تقویٰ و پرهیزگاری:

نور علم کے ساتھ اگر جمال تقویٰ بھی ہو، تو آدمی بہت بلند ہوتا ہے۔ حضرت ملک العلماء جہاں علم کے پہاڑ تھے، وہیں تقویٰ و پرهیزگاری اور نیک نفسی کے عظیم درجے پر فائز تھے۔ نماز باجماعت کی سختی سے پابندی، اذکار و وظائف کی کثرت، اولہ شرع پر عمل درآمد، منہیات شرع سے پرهیز، یہ سب آپ کے تھوڑے فائدہ کردار کے جلوے تھے۔ ضعف و نقاہت کے باوجود ان کی عبادت و ریاضت میں فرق نہیں آتا۔ وہ روزانہ کے معمولات حسب سابق انجام دیتے تھے۔ ایک بار اپنے سلسلہ کلام میں ”الصوتہ مؤثرۃ“ پر سیر حاصل گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ واقعی اچھوں کی صحبت نیک بناتی ہے اور بروں کی صحبت بد بناتی ہے۔ پھر یہ واقعہ ارشاد فرمایا۔

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام احمد رضا کی علمی خدمات اور اہم خدمات

شفقت و محبت اور انداز تربیت کا تذکرہ کر کے تسلی حاصل کرتے ہیں۔

محبت پر شفقت:

حضرت ملک العلماء کا مجھ پر بے پناہ کرم و احسان ہے۔ زمانہ طالب علمی میں مجھے اپنی بارگاہ کے مقررین میں رکھا مجھے اپنی خدمت کا موقع عطا فرما کر بہت کچھ سیکھنے کا موقع عنایت فرمایا۔ حد درجہ شفقت فرماتے۔ سفر میں بھی مجھے ساتھ لے جاتے۔ علمی باتیں پوچھتے رہتے۔ بزرگوں کے واقعات سناتے، میری فراغت کے بعد جب جامعہ لطیفیہ بحر العلوم کے شعبہ عالیہ میں مدرس کی ضرورت محسوس ہوئی، تو آپ نے مدرس کے انتخاب میں میرا نام پیش کیا جسے سمجھنے نے بطیب خاطر منظور کر کے میری تقرری کر لی۔ اس طرح مجھے حضرت کی شفقتوں کے سائے میں مزید علمی استفادے کا موقع نصیب ہوا۔ عمر کے اخیر حصے میں جب حضرت ملک العلماء ضعف و سستی کی وجہ سے کلیئاری سے چلے گئے، تو اس کے بعد بھی کوئی پانچ سال تک میں نے وہاں تدریسی فرائض انجام دیے۔ جب وہ مدرسہ بورڈ سے ملحق ہونے لگا، تو چونکہ میرے ملحقہ مدارس میں رہتا اور جنوں شرعی ممنوعات کے ارتکاب کے مترادف تھا، اس لیے میں اراکین کے اصرار کے باوجود وہاں سے مستعفی ہو گیا۔ حضرت ملک العلماء کی ایک یادگار تحریر اب بھی میرے پاس محفوظ ہے۔ جس میں انہوں نے ”نافع الخلاق“ نامی تعویذ کی ایک کتاب کی مجھے اجازت دی ہے، اس میں اپنے قلم سے حضرت نے یہ الفاظ تحریر فرمائیں۔“

الحمد لله رب العالمين حمد الشاكرين و افضل الصلاة و اكمل السلام على سيد المرسلين محمد و آله و صحبه اجمعين الی یوم الدين اما بعد: فقیر محمد ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ وحق لہلہ نے عزیز و تمیزی مولوی محمد شہاب الدین اشرفی سلمہ کو چونکہ اہل دیکھا، اس لیے جمع اوقات و اعمال و

تمیزی الدین صاحب رشیدی علیہ الرحمہ بندوق سے شکار کرتے اور میں گھر آتا، تو میرے ہاتھوں پرند کا گوشت حضرت کی خدمت میں بھیجتے۔ پہلی بار گوشت کے ٹکڑے چھوٹے چھوٹے تھے۔ فرمایا کھڑا بڑا بڑا ہونا چاہیے۔ اس کے بعد جب کبھی ان کی خدمت میں گوشت لے جاتا، بڑے بڑے ٹکڑے کر کے لے جاتا، تو بہت پسند فرماتے۔ ایک بار خالص دودھ کو مزید آگ پر جلا کر عمدہ دہی کر کے گھر سے لے گیا۔ حضرت کی خدمت میں پیش کیا۔ چکھ کر فرمایا۔ ابھی دہی تیار نہیں ہے۔ اسے رکھ دو۔ پھر دوسرے دن دہی منگوا یا، اس میں ترشی پیدا ہو چکی تھی۔ فرمایا اب دہی ہوا ہے۔ پھر آپ نے رغبت سے تناول فرمایا۔ پھل بھی بہت پسند فرماتے۔ کلیئاریہ شہر میں نیا مچھلی ملتی تھی۔ وہی کھاتے تھے۔

شفقت و محبت:

طلبہ کو جہاں غلطیوں پر ڈانٹتے تھے، وہیں بے پناہ شفقت بھی فرماتے تھے۔ طلبہ کی اخلاقیات پر خصوصی توجہ رکھتے تھے۔ جو طلبہ حضرت ملک العلماء سے قریب تھے۔ ان کی خدمت میں رہتے تھے۔ آج ان میں جو بھی حیات سے ہیں، وہ اپنی جگہ حسن اخلاق کے پیکر ہیں۔ ادب و تہذیب سے کما حقہ آراستہ ہیں۔ مدرسین اور طلبہ کے کھانے پینے کا انتظام مطبخ سے تھا۔ کبھی ترکاری میں نمک زیادہ ہو جاتا، تو باورچی کو بلا تے اور ڈانٹتے ہوئے فرماتے: ”مولوی یوں ہی غریب ہوتا ہے نمک زیادہ کھلا کر مزید غریب کرنا چاہتا ہے باورچی مٹی الدین کو اچھا کھانا پکانے کی ہدایت فرماتے۔ وہ پڑھا لکھا نہیں تھا۔ آپ نے اسے قرآن کریم کے کئی پارے تک تھوڑا وقت نکال کر پڑھایا۔ جہاں وہ پڑھنے میں غلطی کرتا، آپ فرماتے۔ میں پڑھاتا ہوں لائین اور تو پڑھتا ہے سلجی“ مختصر یہ کہ مدرسین، طلبہ اور ملازمین سب آپ کی محبت و شفقت سے بے پناہ متاثر تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی سب کے سب حضرت ملک العلماء کا ذکر خیر کرتے ہیں اور ان کی

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی دھبکی حیات علمی خدمات

جمادی الآخر ۱۳۸۲ھ / ۱۸ نومبر ۱۹۶۲ء کو ذکر جہری کرتے کرتے علم و فن کا آفتاب غروب ہو گیا۔ جس کی ضیاء کرنوں سے ہزاروں کو روشنی مل رہی تھی۔ انہوں نے اپنی جان، جان آفریں کو سپرد کردی۔ معروف بزرگ حضرت شاہ ارزاں علیہ الرحمہ کی درگاہ کے متصل شاہ سنج کے قبرستان میں انہیں سپرد خاک کیا گیا۔ یہ خبر سنتے ہی آنکھیں اشکبار ہو گئیں، دل غمزہ ہو گیا۔ اور میرا پورا گھر حضرت کی وفات حسرت آیات پر غم کدہ بن گیا اور سب کی زبان سے ”انا لله وانا الیہ راجعون“ نکلا۔

لله ما اعطى وله ما اخذ وكل شيء عنده باجل مسمى
خدا جو دے وہ اس کا جو لے وہ اس کا اور ہر چیز کے لیے اس کے یہاں وقت مقرر ہے۔ مجھے یقین ہے کہ ایسے وقت میں نہیں ندا دینے والے نے ندا دی ہوگی۔ ”یا ایتھا النفس المطمئنة ارجعی الی ربک راضیة مرضیة“ اے مطمئن جان تو اپنے رب کی طرف پلٹ جا اس حال میں کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی۔
مولیٰ تعالیٰ ان کی قبر پر رحمت و انوار کی بارش برسائے اور ان کے فیضان کرم سے حظ وافر عطا فرمائے۔ (آمین)

نقوش و تعویذات کی اجازت دی، جو مجھ کو اپنے مشائخ کرام و مرشدان عظام سے پہنچی ہیں۔ خصوصاً کتاب ’نافع الخلائق‘ کی اجازت عام و تمام بخشی اور اس امر کا بھی مجاز و ماذون کیا کہ جس سنی صحیح العقیدہ کو اہل دیکھیں، اس کو مجاز و ماذون بنائیں۔ واللہ النافع و صلی اللہ علیہ وسلم خیر خلقہ سیدنا محمد و آلہ وصحبہ اجمعین الی یوم الدین آمین ثم آمین۔

محمد ظفر الدین قادری رضوی چشتی اشرفی صابری شاکری
بمیدی ایوبی غفرلہ وحقنہ لہ۔

تاریخ ۲۹ رزیقہ الحرام روزہ شنبہ ۱۳۷۷ھ
آج بھی جب ان کی شفقتیں یاد آتی ہیں، تو آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں۔ دل رونے لگتا ہے، یوں تمام اساتذہ کی شفقت میرے اوپر بے پناہ رہی۔ جہاں بھی رہا، اساتذہ کی دعائیں ساتھ رہیں۔ مگر دو شخصیتوں کی یادیں دل کو اضطرابی کیفیت میں مبتلا کر دیتی ہیں۔ ایک حضرت ملک العلماء قدس سرہ ہیں اور دوسرے حضرت مولانا سکندر علی صاحب رشیدی علیہ الرحمہ بنی باڑی کشمیر۔ (جو علماء و صوفیاء کے بقول قطب پورنیہ تھے۔)

رحلت:

۲۰ جمادی الآخر کے بعد ہم لوگوں کو یہ جانکاہ خبر ملی کہ ۱۹

”حضرت ملک العلماء علمی و جسمانی دونوں اعتبار سے بارعب تھے۔ آواز گرجدار تھی۔ چہرہ کشادہ جسم بھرا ہوا۔ آنکھیں بڑی بڑی، عالمانہ رعب و دب بے کے ساتھ رہتے، گفتگو پوری شان و شوکت اور عالمانہ وقار سے کرتے۔ ایسا معلوم ہوتا کہ واقعی ایک زبردست عالم دین ہیں۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے سچے خلیفہ ہیں۔ اپنے وقت کے بڑے بڑے علماء آتے، تو ان کے علمی رعب سے مرعوب ہو جاتے۔ مجلس میں جب گفتگو فرماتے، تو سب پر حاوی رہتے۔ گفتگو میں کافی وزن ہوتا۔ بے تکی باتیں نہ کرتے۔ جو کہتے پورے اعتماد کے ساتھ کہتے۔ دنیاوی و سیاسی معلومات بھی غیر معمولی رکھتے تھے۔“

ملک العلماء کی پچپن سالہ تدریسی زندگی کا عمومی جائزہ

از قلم: مولانا محمد ساجد رضا مصباحی خادم تدریس جامعہ صدریہ پھونڈ شریف

ملک العلماء کی عبقری شخصیت کا ہر پہلو اس بات کا تقاضی ہے کہ اس پر مستقل کام ہو، ہر گوشے پر تفصیل سے لکھا جائے، شایان شان لکھا جائے، انصاف کے ساتھ لکھا جائے، ان کی تحقیقات اور تصنیفات کو منظر عام پر لایا جائے، ان کی کراں قدر خدمات کو تحقیق و ریسرچ کا موضوع بنایا جائے، نئی نسل کو ان کے افکار و نظریات سے روشناس کرایا جائے۔ لیکن اپنے اس عقلمن کے ساتھ اب تک ہمارا رویہ بھرا مانہ رہا ہے، ہم نے شعوری یا غیر شعوری طور پر ان کی علمی و فنی خدمات اور بلند قامت شخصیت کو نظر انداز کیا ہے، بھلا ہوا انجمن برکات رضا کے ارباب عمل و عقد کا جنہوں نے معتمد علمائے کرام اور ارباب فکر و قلم کی ایک صحت مند جماعت کا انتخاب کر کے حضرت ملک العلماء کی حیات مبارکہ کے درخشندہ پہلوؤں کو نظر عام پر لانے اور آپ کی قابل قدر خدمات کو خراج عقیدت پیش کرنے کیلئے ”جہان ملک العلماء“ کی اشاعت کا منصوبہ بنایا ہے۔

ملک العلماء ابو البرکات علامہ سید محمد ظفر الدین قادری رضوی فاضل بہاری علیہ الرحمۃ والرضوان (۱۳۰۳-۱۳۸۲ھ) جلیل القدر محدث، زبردست مناظر، بلند پایہ محقق، نامور مصنف اور امام العصر، ماہر مفتی ہونے کے ساتھ ساتھ ہائیفیض مدرس بھی تھے۔ مجدد اعظم امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ (۱۲۷۲-۱۳۳۰ھ) کے تلامذہ میں آپ کی شخصیت امتیازی حیثیت کی حامل تھی، وہ آپ سے بڑی محبت فرمایا کرتے تھے، آپ کی علمی و فنی صلاحیتوں کے معترف تھے، انہیں آپ کے علم و عمل پر کامل اعتماد تھا، آپ کی ہمہ جہت شخصیت اور گونا گوں خصوصیات کو اجاگر کرنے کے لئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کے وہ تاریخی جملے نہایت اہمیت کے حامل ہیں، جو آپ نے انجمن نعمانیہ لاہور کے نام ۱۳۲۸ھ کے ایک مکتوب میں تحریر فرمائے۔

”مولانا مولوی محمد ظفر الدین صاحب قادری سلمہ فقیر کے یہاں اعز طلبہ سے ہیں اور میرے بجان عزیز، ابتدائی کتب کے بعد یہیں تعلیم حاصل کی اور اب کئی سال سے میرے مدرسہ میں مدرس اور اس کے علاوہ کارافتا میں میرے معین ہیں۔ سنی خالص، مخلص، نہایت صحیح العقیدہ، ہادی مہدی ہیں، عام درسیات میں بفضلہ تعالیٰ عاجز نہیں ہیں۔ مفتی ہیں، مصنف ہیں، واعظ ہیں، مناظرہ بعونہ تعالیٰ کر سکتے ہیں، علمائے زمانہ میں علم توقیت سے تنہا آگاہ ہیں۔“

حضور ملک العلماء کی تاریخ ساز کارناموں میں ایک اہم اور قابل قدر کارنامہ ”افراد سازی“ بھی ہے۔ آپ نے دین حق کی ترویج اور اہل سنت و جماعت کی نصرت و حمایت کیلئے تصنیف و تالیف، دعوت و تبلیغ، خطابت و مناظرہ کے علاوہ زندگی کا ایک قیمتی حصہ درس و تدریس کی پاکیزہ خدمت میں بھی گزارا، آپ عمر کے مختلف مراحل میں متعدد اداروں کے مسند تدریس پر جلوہ افروز

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رضوی کی حیات اور علمی خدمات

اس کی تعمیر و تاسیس میں بنیادی کردار ادا کیا۔ بات ان دنوں کی ہے جب ۱۳۳۱ھ میں آپ مختلف اداروں اور متعدد ارباب علم و فضل سے اکتساب فیض کرتے ہوئے امام عشق و محبت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کی بارگاہ میں پہنچے، خانقاہ عالیہ رضویہ میں اقامت پذیر ہوئے، اعلیٰ حضرت سے علم و فضل سے

رہے، کبھی منظر اسلام بریلی شریف میں علم و فن کی بزم آراستہ کی ہے، تو کبھی مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ میں علوم و فنون کے جواہر لٹاتے نظر آتے ہیں، کبھی سہرام مین فیضان علم تقسیم ہو رہا ہے، تو کبھی پورنیہ میں حکمت و معرفت کی محفل بھی ہے، عجب اہتمام ہے، عجب رنگارنگی ہے، شائقین علم و فن کا ایک ہجوم ہے، جو مختلف علاقوں کے

جو وقت بچتا مطالعہ کتب کے لئے وقف ہوتا، حضور ملک العلماء نے اپنے شوق کی تسکین کیلئے ادارے کے قیام کی ضرورت محسوس کی، چنانچہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے معتمدین میں برادر عزیز استاد زمن مولانا حسن رضا بریلوی قدس سرہ (۱۲۷۶-۱۳۲۶ھ) فرزند ارجمند حجتہ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی قدس سرہ (۱۲۹۲-۱۳۶۲ھ) اور حکیم سید امیر اللہ شاہ بریلوی سے تبادلہ خیال کر کے خانقاہ عالیہ میں ایک مدرسے کے قیام کی تجویز رکھی۔ ان نفوس قدسیہ کی مشترکہ کوششوں سے امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ نے ۱۳۲۲ھ میں دارالعلوم منظر اسلام قائم فرمایا، استاد زمن حضرت مولانا حسن رضا خاں بریلوی قدس سرہ (۱۲۷۶-۱۳۲۶ھ) اس کے ناظم اول مقرر ہوئے، حضور ملک العلماء اور آپ کے ہم وطن مولانا سید عبدالرشید عظیم آبادی کو امام احمد رضا فاضل بریلوی

بلاغت و کلام کے رمز شناس بھی ہیں، تصوف و روحانیت کے تاجدار بھی ہیں، کیا کیا ہیں؟ سچ یہ ہے کہ علم کے ایک بحرنا پیداکنار ہیں، جس کی نہروں سے علوم و فنون کی تمام شاخیں سیراب ہو رہی ہیں، حکمت و معرفت کا ہر پودا توانائی حاصل کر رہا ہے، جن کے دم سے گلستان علم و فضل کی ہر کلی مشک بار اور ہر پھول عطر بیڑ ہے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست

تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

زیر نظر مضمون میں اسی ہشت پہلو شخصیت کی تدریسی زندگی کا ایک اجمالی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

حضور ملک العلماء علیہ الرحمہ و الرضوان کی تدریسی زندگی کا آغاز دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف سے ہوتا ہے، یہ وہی منظر اسلام ہے جس کے قیام کیلئے آپ نے بڑی جدوجہد کی اور

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدنی کی حیات اور علمی خدمات

وخطابت کی ذمہ داریاں سنبھال لیں، اسی دوران مولانا عبد الوہاب الہ آبادی جو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کے مخصوصین میں تھے، انہیں خط لکھ کر حضور ملک العلماء کے لئے اپنے مدرسہ فیض النور بارہ بہار کی صدارت کا عہدہ پیش کرنا چاہا اور امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ سے اس کی سفارش کیلئے گزارش کی اور شدید اصرار بھی کیا، شملہ میں امامت و خطابت کا مسئلہ تھا اور مدرسہ حنفیہ بہار میں درس و تدریس کا کام، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ اسلام و سنیت کی ترویج و اشاعت کے لئے خود وقف تھے ہی، اپنے شاگردوں سے بھی یہی خدمت لینا چاہتے تھے، آپ کا نظریہ یہ تھا کہ دین کی تبلیغ و اشاعت کا کام صحیح طور پر اسی وقت ممکن ہے، جب دینی تعلیم عام ہو، باقاعدہ مدارس کھولے جائیں اور تعلیم کا صحیح نظم و نسق قائم ہو، اس نظریے کو عملی جامہ پہنانے کے لئے نئے مدارس کا قیام اور قائم شدہ مدارس کو استحکام بخشنا نہایت ضروری تھا۔

چنانچہ اس خیال سے حضور ملک العلماء کو جامع مسجد شملہ کے منصب امامت و خطابت سے مستعفی ہو کر مدرسہ حنفیہ جانے کی اجازت دے دی، آپ شملہ سے آ رہے بہار تشریف لے گئے اور مدرسہ حنفیہ میں صدارت کی ذمہ داریاں سنبھال لیں، نہایت خلوص اور اعتماد کے ساتھ منصبی فرائض انجام دینے لگے، یہاں آپ کا قیام ایک برس یا اس سے کچھ کم ہی رہا۔

۱۳۳۰ھ میں مسٹر سید نور الہدی ڈسٹرکٹ شیشین جج پٹنہ نے اپنے والد بزرگوار سید شمس الہدی کے نام پر مدرسہ اسلامیہ شمس الہدی قائم فرمایا، عہدہ صدارت کے لئے حضور ملک العلماء کو پیش کش ہوئی، آپ مدرسہ اول کی حیثیت سے عہدہ صدارت پر متمکن ہوئے اور فقہ و حدیث، تفسیر، ہیئت و توقیت، جفر، تفسیر وغیرہ علوم و

علیہ الرحمہ کے مدرسے کا پہلا طالب علم ہونے کا شرف حاصل ہوا، مدرسے کا افتتاح ہو گیا، باضابطہ تعلیم بھی شروع ہو گئی، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ بنفس نفیس تعلیم دینے لگے۔

حضرت ملک العلماء نے اپنے ہا کمال استاذ سے خوب خوب کسب فیض کیا، بخاری شریف پڑھی، درسیات کی تکمیل کی، فتویٰ نویسی سیکھی، اقلیدس کے چھ مقالے پڑھے، چھ مینی کا درس لیا، علم تفسیر اور ہیئت و توقیت میں کامل دسترس حاصل کی، ۱۳۲۵ھ میں شیخ العالم مخدوم عبدالحق ردو لوی کی خانقاہ میں صاحب سجادہ حضرت مخدوم شاہ التفات حسین قدس سرہ کے ہاتھوں دستار فضیلت باندھی گئی، اسی موقع پر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے آپ کو ملک العلماء کا خطاب دیا، سلاسل عالیہ کی اجازت و خلافت عطا فرمائی اور منظر اسلام میں مسند تدریس پر بیٹھا دیا۔ یہاں آپ چار سال تک علوم و فنون کے جوہر لٹاتے رہے، مختلف علوم و فنون کی شبلی و متداول کتابیں زیر درس رہیں، طلبہ کی ایک بڑی تعداد نے کسب فیض کیا، مفسر قرآن مولانا ابراہیم رضا خاں عرف جیلانی میاں اور مفتی نانپارہ مفتی رجب علی نانپاروی بھی ان ہی خوش نصیبوں میں ہیں، لیکن اس زمانے میں اکثر تلامذہ اور رفقاء کے کارکی تفصیل محفوظ نہیں رہ سکی، حضور ملک العلماء کے فرزند ارجمند پروفیسر سید محمد مختار الدین احمد آرزو سابق صدر شعبہ عربی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ "حیات ملک العلماء" میں لکھتے ہیں:

"اس زمانے کے مدرسے کے رفقاء کار اور ان کے تلامذہ کا کچھ حال معلوم نہ ہو سکا کہ چار سال کے عرصے میں خاصی تعداد میں طلبہ نے شرف تلمذ حاصل کیا ہوگا۔"

۱۳۲۹ھ میں حضور ملک العلماء اپنے استاد و مربی اور پیر و مرشد کے حکم سے شملہ تشریف لے گئے اور جامع مسجد شملہ کی امامت

جہان ملک العلماء

حضرت ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رضی اللہ عنہ کی حیات اور علمی خدمات

فنون کا درس دینے لگے، آپ کے علم و فضل اور تدریسی کمالات کا شہرہ ہوا، طلبہ جوق در جوق آپ کے درس میں پہنچنے لگے، دیکھتے ہی دیکھتے علم و فضل کا ایک سرسبز و شاداب چمن آباد ہو گیا، آپ چار سال تک اس گلشن علم و حکمت کی آبیاری کرتے رہے اور علم و ہنر کے بے شمار شہ سوار پیدا کئے۔ ادیب شہیر علامہ ضیا جالوی در بھنگوی نے پنڈہی میں آپ سے شرف تلمذ حاصل کیا۔

خانقاہ کبیرہ بہرام سے امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ (۱۲۷۲-۱۳۴۰ھ) کے گہرے روابط تھے، ملک العلماء ۱۳۳۳ھ میں خانقاہ کبیرہ کے سجادہ نشین سید شاہ سلیم الدین قدس سرہ کی خواہش اور اپنے استاذ و مربی کے حکم کی تعمیل کے لئے بہرام شریف لے گئے اور خانقاہ شریف کے مدرسہ کبیرہ میں عہدہ صدارت پر فائز ہوئے، جہاں مسلسل چار سال تک اپنا علمی فیضان تقسیم فرماتے رہے اور تعلیمی نظم و نسق کی تمام تر ذمہ داریاں نہایت خوش اسلوبی سے نبھائیں۔ بہرام کے زمانہ تدریس میں آپ کے رفقاء کار میں مولانا سید ابوالحسن خوش دل بہرامی (۱۸۶۱-۱۹۳۵ء)، مولانا رحمہ الہی مظفر نگری (متوفی ۱۳۶۳ھ) مولانا سید محمد موسیٰ رضا کا کوئی اور مولانا سید غیاث الدین حسن شریفی چشتی ابوالطلائی، نظامی خاص طور سے قابل ذکر ہیں، آخر الذکر بریلی شریف میں آپ کے ہم سبق رہ چکے تھے اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کے خلیفہ و مجاز بھی تھے۔

۱۳۳۸ھ میں مدرسہ شمس الہدیٰ پنڈہ حکومت کے زیر انتظام آ گیا، مدرسے کے نظام و نصاب میں تبدیلی ہوئی۔ نئی تقریریاں عمل میں آئیں، تعلیم کا معیار بدلا، غرض کہ علم و فن کا یہ قدیم کارخانہ نئے رنگ و آہنگ کے ساتھ ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہو گیا۔ معاملہ اس چمنستان علم و حکمت کی قیادت کا آیا۔ پھر وہی حضور ملک

العلماء یاد کئے گئے۔ آپ کو باصرار دوبارہ پنڈہ بلا لیا گیا۔ عہدہ صدارت پر فائز ہوئے۔ تعلیمی نظم و نسق کی نگرانی کے ساتھ مختلف فنون کی متداول اور نئی کتابوں کا درس بھی دیا کرتے تھے۔ منطق و فلسفہ، ہیئت و قوت، جغرافیہ وغیرہ علوم میں آپ اپنے دور کے امام تھے۔ خاص ان علوم کے حصول کے لئے بھی طلباء کی ایک بڑی تعداد آپ کے درس میں شریک ہوا کرتی تھی، طلباء کے علاوہ علمائے عصر بھی آپ سے کسب فیض کیا کرتے تھے۔ بعض علماء پنڈہ آ کر مہینوں قیام کرتے اور آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر زانوائے ادب بن کر رہتے۔ ایک طویل عرصہ تک آپ اسی شان و شوکت کے ساتھ مدرسہ شمس الہدیٰ پنڈہ کے مسند تدریس پر جلوہ افروز رہے۔ حضور ملک العلماء کی قیادت میں مدرسہ شمس الہدیٰ کی اس علمی تحریک کو آگے بڑھانے میں جو سعادت مند اہل علم رفیق کار رہے ان میں مولانا محمد سہول عثمانی بھاگلپوری، مولانا اصغر حسین بہاری، مولانا سید دیانت حسین در بھنگوی، مولانا سید شاہ عبید اللہ قادری انجھری (متوفی ۱۳۵۸ھ) مولانا سید عبدالسبحان دستوی، مولانا سید عبدالرشید کے نام خاص اہمیت کے حامل ہیں۔

ابتدائی زمانے میں علامہ احمد حسن کانپوری کے خلف ارشد مولانا مشتاق احمد کانپوری (متوفی ۱۳۰۴ھ)، مولانا مقبول احمد خان در بھنگوی، مولانا شاہ محمد الیاس مونگیری بھی مدرسہ شمس الہدیٰ سے وابستہ رہے، لیکن کچھ ہی دنوں میں مولانا مشتاق احمد صاحب مدرسہ عالیہ کلکتہ کے صدر مدرس مقرر ہو گئے اور مدرسہ شمس الہدیٰ پنڈہ سے مستعفی ہو کر کلکتہ چلے گئے۔ اسی طرح مولانا مقبول احمد صاحب مدرسہ جمید یہ در بھنگو کے ناظم منتخب ہونے کے بعد مدرسہ شمس الہدیٰ سے علیحدہ ہو گئے۔

مدرسہ شمس الہدیٰ کی ملازمت سے سبکدوشی کے بعد آپ

جہان ملک العلماء

حضرت علامہ احمد سعید محمد ظفر الدین عظیم لکھنوی صاحب کی حیات اور علمی خدمات

کھیتیاں تباہ و برباد ہو جاتی ہیں۔ مکانات منہدم ہو جاتے ہیں۔ ہزاروں لوگوں کو سال کے کئی مہینے سڑکوں اور خیموں میں گزارنے ہوتے ہیں۔

یہاں کئی معروف خانقاہیں بھی ہیں جن میں خانقاہ لطیفیہ رحمن پور خاص طور سے قابل ذکر ہے۔ ضلع اتر و تاج پور، کشن گنج، پورنیہ اور قرب و جوار کے تلاقوں کے عوام و خواص کی ایک بڑی تعداد یہاں سے وابستہ ہے۔ یہاں باصلاحیت اور ذی استعداد علماء بھی بڑی تعداد میں ہیں، جو ملک کے مختلف شعبوں میں دینی و مذہبی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ آج ہندوستان کا شاید ہی کوئی مذہبی ادارہ ہو، جہاں کنیہار پورنیہ کے طلبہ زیر تعلیم نہ ہوں لیکن جن دنوں مدرسہ لطیفیہ بحر العلوم کا قیام ہوا، اس علاقے کی علمی حالت نہایت اتر تھی۔ مسلمانوں کی کثیر آبادی کے باوجود اہلسنت و جماعت کا کوئی

اپنے دولت خانہ ظفر منزل میں قیام پذیر ہوئے، لیکن یہاں بھی علمی مشاغل جاری رہے، درس و تدریس کا سلسلہ چلتا رہا۔ مولانا شاہ احسن الہدیٰ جو بعد میں خانقاہ شاہ کریمہ پنڈ شریف ضلع موگھیر کے سجادہ نشین ہوئے ایک عرصہ تک آپ کے دولت خانہ ظفر منزل میں قیام کر کے مختلف علوم و فنون کا درس لیتے رہے۔ سید شاہ عماد الحق فریدی سابق سجادہ نشین خانقاہ عمادیہ منگل تالاب پنڈہٹی اور سید شاہ عاشق حسین فاضل شمس سجادہ نشین درگاہ شاہ ارزاں پنڈہٹی آپ کے آخری شاگردوں میں ہیں جو ظفر منزل میں آ کر درس لیا کرتے تھے۔ ان شخصیتوں میں ہر ایک علم و فضل کے آفتاب اور رشد و ہدایت کے پیکر تھے۔ جنہوں نے اپنے اسلاف کی جانشینی کا فریضہ صحیح معنوں میں ادا کیا۔ اور خلق خدا کو اپنے علم و فضل اور تقویٰ و طہارت سے فائدہ پہنچاتے رہے۔ ان چند شخصیتوں کے علم و فضل سے

صاحب، مولانا محمد مشتاق، مولانا محمد سلیمان رضوی، مولانا شاہ عبدالمنان قادری چشتی فردوسی سابق مدرس مدرسہ عربیہ محمدی جاں پنڈہ کے نام ملتے ہیں۔ ان نفوس قدسیہ کی شبانہ روز کی محنتیں رنگ لائیں اور پورے علاقے میں ایک علمی انقلاب برپا ہو گیا۔ دیانہ کے سارے منصوبے خاک میں مل گئے، اہل سنت کا بول بالا ہو گیا۔ یہ

میں رہا ہے۔ بہت سے لوگ اس وقت تک اس سے نہیں جانتے تھے۔ یہاں کے ریلوے کوکشن گنج، نیو جلیپائی گوڑی، بارسوئی، کھلوڈیا جیسے معروف اسٹیشنوں کے منڈل ہونے کا شرف حاصل ہے۔ یہاں سے تیز بہاؤ والی کئی ندیاں بھی گذرتی ہیں، جن سے آبادی والوں کو فائدہ کم اور نقصان زیادہ ہوتا ہے۔ برسات کے موسم میں تباہ کن سیلاب یہاں کا معمول بن چکا ہے۔ جس سے

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدظلہ کی حیات اور علمی خدمات

مدرسہ لطیفیہ بحر العلوم میں آپ سے اکتساب فیض کرنے والوں میں درج ذیل سعادت مندوں کے نام معلوم ہو سکے۔ حضرت مولانا شاہ چراغ عالم صاحب قبلہ سابق سجادہ نشین خانقاہ لطیفیہ رحمن پور، بارسوئی کٹیہار، بہار، حضرت مولانا عین الہدی صاحب رحمن پوری سابق شیخ الحدیث مدرسہ لطیفیہ بحر العلوم کٹیہار، حضرت مولانا خلیل الرحمن رضوی طیب پوری کٹیہاری سابق استاد منظر اسلام بریلی شریف یوپی، حضرت مولانا شاہ خواجہ شمس العالم صاحب قبلہ زیب سجادہ خانقاہ لطیفیہ رحمن پور کٹیہار، حضرت مولانا شہاب الدین صاحب ٹحجہ، کٹیہار، حضرت مولانا قاضی نور پرویز صاحب، کٹیہار بہار۔

کٹیہار میں جامعہ لطیفیہ بحر العلوم کی تاسیس اور حضور ملک العلماء کے دس سالہ قیام سے بہار کے شمالی علاقوں میں جو علمی انقلاب برپا ہوا اس کے اثرات آج بھی محسوس کئے جاسکتے ہیں۔ اس وقت یہاں سیکڑوں مدارس قائم ہیں۔ علماء کی ایک متحرک جماعت سرگرم عمل ہے۔ جس کی تفصیل مستقل مضمون کا متقاضی ہے۔

۱۳۸۰ھ میں آپ کٹیہار سے ظفر منزل تشریف لائے۔ لیکن درس و تدریس کا سلسلہ عمر کے اخیر دنوں تک یہاں بھی بند نہ ہوا۔ شائقین علم و فن یٹنہ میں قیام فرما کر آپ سے مختلف علوم و فنون سکھا

ساری کامیابیاں حضور ملک العلماء ہی کی حسن تدبیر اور خلوص ولہبیت کا نتیجہ تھیں۔

حضور ملک العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان نے جب مدرسہ لطیفیہ بحر العلوم کٹیہار کی قیادت سنبھالی۔ آپ تقریباً اپنی عمر کی ۷۰ ویں منزل تک پہنچ چکے تھے۔ مسلسل جدوجہد اور محنت و مشقت سے ضعف و نقاہت کا طاری ہونا فطری امر تھا۔ اس کے باوجود مدرسے کے انتظامی امور کی نگرانی کے ساتھ ساتھ مختلف فنون کی منتہی کتابوں کا درس بھی دیا کرتے تھے، بقول پروفیسر مختار الدین احمد آرزوان دنوں آپ نے اپنے ذمہ مدارک التزیل، تفسیر بیضاوی، صحیح بخاری، صحیح مسلم، ہدایہ آخرین اور مناظرہ رشیدیہ جیسی معرکتہ الآرا کتابوں کی تدریس رکھی تھی۔ انتظامی امور میں مہارت تھی ہی، صدارت کے فرائض نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیتے تھے۔ آپ کی مخلصانہ کوششوں سے مدرسہ لطیفیہ بحر العلوم کا معیار بہت بلند ہو گیا تھا، آپ کے زمانہ تدریس میں مدرسہ لطیفیہ بحر العلوم میں تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ علم و فن کے ماہ و نجوم بن کر چکے اور دین متین کی گراں قدر خدمات انجام دیں۔

امام علم و فن خواجہ مظفر حسین رضوی پورنوی نے کٹیہار کے زمانہ تدریس ہی میں آپ سے اکتساب کیا۔ خواجہ صاحب مختلف

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رحمہ اللہ کی حیات اور علمی خدمات

ڈھا کا، حاجی محمد ظہور نعیمی مراد آباد، مرید سید العلماء علامہ نعیم الدین مراد آبادی کے نام خاص طور سے شامل ہیں۔

(۲) حیات ملک العلماء :

پروفیسر مختار الدین آرزو

(۳) مقدمہ فتاویٰ ملک العلماء :

مولانا ارشاد احمد مصباحی ساحل بہرائی

(۴) ماہنامہ اشرفیہ جنوری ۱۹۷۹ء:

مضمون مولانا محمود احمد رفاقتی

(۵) ماہنامہ اشرفیہ فروری ۲۰۰۳ء:

مضمون مولانا ارشاد احمد مصباحی ساحل بہرائی

(۶) حیات مولانا سید غیاث الدین حسن شریفی:

مضمون مولانا ارشاد احمد مصباحی ساحل بہرائی

☆☆☆

حضور ملک العلماء کی پچپن سالہ تدریسی زندگی کا یہ ایک سرسری جائزہ ہے۔ جس میں کئی گوشے اب بھی تحقیق طلب ہیں۔

مثلاً مختلف اداروں میں آپ سے اکتساب فیض کرنے والے تلامذہ کے اسماء زیر درس کتب کی فہرست، رفقائے کار اساتذہ کے نام و

حالات۔ میں نے ان میں سے بعض امور کی نشاندہی کے لئے اپنی کوشش کی ہے۔ لیکن ابھی بہت کچھ باقی ہے۔ یہ نقش اول ہے، نقش

ثانی کے لئے انشاء اللہ جدوجہد جاری رہے گی۔ واللہ مستعان علی کل حال۔

ماخذ و مراجع

(۱) حیات اعلیٰ حضرت:

حضور ملک العلماء نے اپنے شوق کی تسکین کیلئے ادارے کے قیام کی ضرورت محسوس کی، چنانچہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے معتمدین میں برادر عزیز استاد زمن مولانا حسن رضا بریلوی قدس سرہ (۱۲۷۶-۱۳۲۶ھ) فرزند ارجمند حجتہ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی قدس سرہ (۱۲۹۲-۱۳۶۲ھ) اور حکیم سید امیر اللہ شاہ بریلوی سے تبادلہ خیال کر کے خانقاہ عالیہ میں ایک مدرسے کے قیام کی تجویز رکھی۔ ان نفوس قدسیہ کی مشترکہ کوششوں سے امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ نے ۱۳۲۲ھ میں دارالعلوم منظر اسلام قائم فرمایا، استاد زمن حضرت مولانا حسن رضا خاں بریلوی قدس سرہ (۱۲۷۶-۱۳۲۶ھ) اس کے ناظم اول مقرر ہوئے، حضور ملک العلماء اور آپ کے ہم وطن مولانا سید عبدالرشید عظیم آبادی کو امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے مدرسے کا پہلا طالب علم ہونے کا شرف حاصل ہوا، مدرسے کا افتتاح ہو گیا۔ (محمد ساجد رضا مصباحی، پھپھوند شریف)

جہانِ ملک العلماء

ملک العلماء: علوم جدید و قدیم کے ممتاز مصنف

از قلم: مولانا محمد شبیر عالم مصباحی، دارالعلوم انوار مصطفیٰ رضاد ہرول، جام نگر، گجرات

ابتدائی کتب کے بعد یہیں تحصیل علوم کی، اور اب کئی سال سے میرے مدرسہ میں مدرس، اور اس کے علاوہ کارافتا میں میرے معین ہیں۔ میں نہیں کہتا کہ جتنی درخواستیں آئیں ہوں، سب سے زائد ہیں۔ مگر اتنا ضرور کہوں گا: (۱) سنی خالص مخلص نہایت صحیح العقیدہ ہادی مہدی ہیں (۲) عام درسیات میں بفضلہ تعالیٰ عاجز نہیں (۳) مفتی ہیں (۴) مصنف ہیں (۵) داعظ ہیں (۶) مناظرہ بعونہ تعالیٰ کر سکتے ہیں (۷) علمائے زمانہ میں علم توقیت سے تنہا آگاہ ہیں۔ فقیر آپ کے مدرسہ کو اپنے نفس پر ایثار کر کے انہیں آپ کے لئے پیش کرتا ہے۔ (حیات اعلیٰ حضرت، جلد ۲، ص ۶۵۱-۶۵۲۔ مرکز اہل سنت برکات رضا پور ہند گجرات)

حضرت ملک العلماء نے درس و تدریس، فتاویٰ نویسی، وعظ و تلقین، تصنیف و تالیف، بیعت و ارشاد اور مناظرہ و قضا جیسی گونا گوں خدمات انجام دیں اور ہر ایک تفصیل کا طالب ہے، لیکن سردست ہمیں موضوع کی مناسبت سے آپ کی تصنیفات سے گفتگو کرنا ہے۔ حضرت نے تصانیف کا سلسلہ ۱۳۲۳ھ سے شروع کیا اور تقریباً اپنی رحلت ۱۳۸۲ھ تک جاری رکھا، اور ایک اندازہ کے مطابق آج علوم قدیم و جدید پر مشتمل آپ کی تصنیفات و تالیفات ایک سو پچاس سے زائد ہیں، ان میں سے اکثر اردو زبان میں ہیں۔ کچھ کتابیں عربی میں بھی ہیں اور محدودے ہی زیور طبع سے آراستہ ہوئی ہیں۔ ورنہ اکثر غیر مطبوعہ ہیں۔ یہ پہلو ہماری جماعت

ملک العلماء ابوالبرکات حضرت علامہ سید محمد ظفر الدین فاضل بہاری قادری رضوی علیہ الرحمۃ والرضوان (۱۳۰۳ھ-۱۳۸۲ھ) اہل سنت و جماعت کے ممتاز عالم دین، جلیل القدر محدث، نکتہ سخ مفتی، بالغ نظر فقیہ، زبردست مناظر، سحر بیان خطیب، علوم قدیم و جدید کے عظیم مصنف، ماہر مدرس، مصلح قوم و ملت، پرسوز داعی اور بندہ طاعت شعار تھے۔

حضرت ملک العلماء ملک کے طول و عرض کے اکابر علماء اور عبقری شخصیات کے خوان علم سے لقمے چنے، پھر مصور عشق و محبت، عالم اسلام کے عبقری فقیہ اور فقید الشال مفتی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ (۱۲۷۲ھ-۱۳۴۰ھ) کے دبستان کے خوشہ چین ہوئے اور تفسیر، اصول تفسیر، تجوید و قرأت، حدیث، اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ، عقائد و تصوف، سیر و تاریخ، بلاغت، عروض، ادب، لغت، نحو و صرف، معانی و بیان، نجوم، ہیئت، توقیت، تفسیر جفر، رمل، منطق و فلسفہ اور ریاضی جیسے علوم قدیم و جدید سے بہرہ ور ہوئے۔ آپ کی اس وسعت علمی اور علمی لیاقت پر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان کا وہ مکتوب منہ بولتا ثبوت ہے جسے اعلیٰ حضرت نے ناظم انجمن نعمانیہ لاہور کو ۵ شعبان المعظم ۱۳۲۸ھ میں تحریر فرمایا تھا:

”مکرمی مولانا مولوی محمد ظفر الدین صاحب قادری سلمہ فقیر کے یہاں کے اعز طلبہ سے ہیں، اور میرے بجان عزیز۔“

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدظلہ کی حیات اور علمی خدمات

فقہ وافتاء:

کے لئے قابل افسوس ہے جو توجہ کا طالب ہے۔

حدیث، اصول حدیث:

حضرت ملک العلماء کی فقہی و افتائی تصانیف کے مطالعہ کے بعد یہ روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتا ہے کہ منصب فقہ و افتاء کے جو تقاضے ہیں اور ایک مفتی و فقیہ میں جو خصوصیات درکار ہیں وہ حضرت کی ذات ستودہ میں بدرجہ اتم موجود تھیں۔

ملک العلماء نے درس و تدریس، وعظ و تقریر اور فتاویٰ وغیرہ میں احادیث کے جو جواہر بکھیرے ہیں، ان سے اس فن میں حضرت کی دسترس کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، ان سب پر بھی نمایاں کارنامہ (۱) ”صحیح البہاری“ ہے جو چھ جلدوں میں فقہ حنفی کی مؤید احادیث پر مشتمل ہے اور ہر جلد ہزاروں احادیث کا اوسط لئے ہوئے ہے۔ آپ کے صاحبزادے پروفیسر ڈاکٹر مختار الدین اس تصنیف کے بارے میں رقمطراز ہیں:

مفتی ارشاد احمد ساحل سہرامی (علیگ) ”مقدمہ فتاویٰ ملک العلماء“ میں لکھتے ہیں:

”ملک العلماء فاضل بہار نے احادیث کا سارا ممکن الحصول مجموعہ کھنجال کر صرف وہی احادیث صحیحہ جمع کرنے کا بیڑا اٹھایا جو مؤید مسلک اہل سنت و احناف ہوں اور فقہ حنفی کا ماخذ و مصدر۔ انہوں نے وہ تمام روایات جمع کیں جن پر مذہب حنفی کی عمارت کھڑی کی گئی ہے اور حتی الامکان فقہ حنفی کا شاید ہی کوئی مسئلہ ایسا رہا ہو جس کی سند و استشہاد میں کوئی خبر اور اثر پیش نہیں کی گئی ہو۔“ (مقدمہ صحیح البہاری، ص ۳۸-۳۹، مبنی)

”جب ہم حضرت ملک العلماء کی فقہی نگارشات کا مطالعہ کرتے ہیں، تو آپ ایک ممتاز فقیہ، بقیہ مفتی اور تجربہ کار اسلامی دانشور نظر آتے ہیں۔ آپ نے چون سال تک افتاء نگاری فرمائی، کثیر فقہی موضوعات پر رسالے تحریر فرمائے۔“ (ص ۳۴)

(۱) ”فتاویٰ ملک العلماء“ یہ بارہ فقہی ابواب اور چھ فقہی رسالوں پر مشتمل ہے جو یہ ہیں۔

آپ کے اس گرانقدر علمی کارنامے کو اپنے غیر سب نے قدر کی نگاہ سے دیکھا اور خراج تحسین پیش کیا اور اس فن میں آپ کی مہارت کے معترف ہوئے۔

(۱) تنویر المصباح للقیام عند حی علی الفلاح (۱۳۳۰ھ)

(۲) عید کا چاند (۱۳۷۰ھ)

(۳) تحفة الاحباب فی فتح الکوة والباب (۱۳۳۶ھ)

(۴) اعلام المساجد بصرف جلود الاضحیة فی المساجد (۱۳۲۵ھ)

(۵) نصرة الاصحاب باقسام ایصال الثواب (۱۳۵۴ھ)

(۶) مواہب ارواح القدس لکشف حکم العرس (۱۳۲۴ھ)

علاوہ ازیں کتب و رسائل، شروح و حواشی اور تعلیقات وغیرہ کچھ اس طرح ہیں۔

(۲) ”الافادات الرضویة“ (۱۳۳۴ھ) اس رسالہ میں فاضل مؤلف نے فاضل بریلوی قدس سرہ کے اصول حدیث سے متعلق نہایت قیمتی باتیں جمع کی ہیں جو حدیث کے پڑھنے، پڑھانے اور علمی ذوق رکھنے والوں کے لئے مفید ہے۔

(۲) التعلیق علی القدوری (۱۳۲۵ھ) غیر مطبوعہ۔ فقہ کی مشہور کتاب ”قدوری“ پر تعلیقات عربی زبان میں ہے۔

(۳) نزول السکينة باسانید الاجازات المتینة (۱۳۳۲ھ)

(۳) بسط الراحة فی الحظر والاباحة (۱۳۲۶ھ) غیر مطبوعہ۔

(۴) الفیض الرضوی فی تکمیل الحموی (۱۳۲۶ھ) غیر مطبوعہ۔

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی شعبہ کی حیات اور علمی خدمات

اس رسالہ میں ان کے سوالات کے ساتھ ساتھ ان سے ملاقات اور بعد کے دوسرے حالات و کوائف بھی درج ہیں، یہ رسالہ مطبوعہ ہے۔
(۳) ”ظفر الدین الطیب“ یہ رسالہ ”ظفر الدین الجید“ کے بعد ہی مرتب ہوا۔

(۴) مبین الہدیٰ فی نفی امکان مثل المصطفیٰ (۱۳۲۳ھ)
(۵) شکست سفاہت (۱۳۲۶ھ)

مولانا شاہ رکن الدین الوری اور مولانا احمد حسین خاں رام پوری مقیم درگاہ اجیر شریف کی استدعا پر فاضل بریلوی نے میوات، نواح فیروز پور جہم کا مناظرے کے لئے ملک العلماء کو بھیجا۔ مناظرہ میں آپ کو فتح و کامرانی ملی، پھر میوات کے لوگوں کی خواہش پر روداد اور مناظرے کے پورے حالات کو زیر گفتگو رسالہ میں شائع کیا گیا۔ (مقدمہ صحیح ابھاری، ص ۲۳، ۲۵)

(۶) مسجم الكنزہ علی الکلاب الممطرہ (۱۳۲۸ھ) غیر مطبوعہ
(۷) النبراس لدفع ظلام المنہاس (۱۳۲۹ھ) غیر مطبوعہ۔
(۸) رفع الخلاف من بین الاحناف (۱۳۳۲ھ) غیر مطبوعہ۔
(۹) کشف الستور عن مناظرہ رامپور (۱۳۳۳ھ) غیر مطبوعہ۔
(۱۰) گنجینہ مناظرہ (۱۳۳۴ھ)

کلکتہ کے ایک مولوی ولی اللہ صاحب نے ۱۳۳۴ھ میں خفیوں کو مناظرے کا چیلنج دے رکھا تھا۔ حاجی محمد لعل خاں صاحب مدد اسی نے فاضل بریلوی کو خط لکھ کر حضرت ملک العلماء کو مناظرے کیلئے بلایا، اس رسالہ میں اسی مناظرہ کی روداد ہے۔ (مقدمہ صحیح ابھاری، ص ۳۰)

(۱۱) ندوة العلماء (۱۳۳۸ھ)
(۱۲) الفوائد الثامۃ فی اجوبة الامور العامة (۱۳۵۷ھ)
سیرو سوانح:

(۵) اقوال الاظہر فی الاغان بین یدی المنیر (۱۳۳۳ھ) غیر مطبوعہ۔
(۶) نہایۃ المتنبی فی شرح ہدایۃ المبتدی (۱۳۳۳ھ) غیر مطبوعہ۔
(۷) تسہیل الوصول الی علم الاصول (۱۳۲۸ھ) اصول فقہ غیر مطبوعہ۔
(۸) جامع الاقوال فی رویۃ الهلال (۱۳۵۷ھ)

یہ رسالہ مسئلہ رویت ہلال، اختلاف مطالع، طریق موجب، خطوط اور تار کے عدم اعتبار میں علمائے سابقین و حال کے بتیں فتاویٰ کا نایاب مجموعہ ہے۔ اس میں ایک مقدمہ، تین فصل اور ایک خاتمہ ہے اور زیور طبع سے بھی آراستہ ہو چکا ہے۔

(۹) ”اصلاح الابضاح“ یہ رسالہ مدرسہ عزیز یہ بہار شریف ضلع پٹنہ کے ایک مولانا صاحب جن کا نام معلوم نہ ہو سکا کے رسالہ ”ابضاح“ کے رد اور اس کی اصلاح میں ہے۔ (مقدمہ صحیح ابھاری، ص ۳۶)
(۱۰) التحقیق المبین لکلمات التواین (۱۳۳۰ھ)

عقائد و مناظرہ:

حضور ملک العلماء نے غیر مقلدوں، دیوبندیوں، آریوں اور سیکی مشنریوں کے مبلغوں سے بحث و مناظرے کر کے عقائد و مناظرہ میں عظیم خدمات انجام دیں اور اسلام کی پاسبانی کے حقوق ادا کئے۔ اس پر مستزاد یہ کہ آپ نے اس موضوع پر کئی ایسے کتب و رسائل بھی تصنیف کئے ہیں جو وسیع اور متنوع علوم میں آپ کی مہارت و ملکہ پر شواہد فراہم کرتی ہیں۔

(۱) الحسام الموصول علی منکر علم الرسول (۱۳۳۳ھ) غیر مطبوعہ
(۲) ظفر الدین الجید (۱۳۲۳ھ)

کذب باری سبحہ و تعالیٰ، علم غیب اور دوسرے مسائل کے متعلق جن میں اہل سنت کے علماء اور علمائے دیوبند میں اختلافات ہیں، حضور ملک العلماء نے زمانہ طالب علمی ۱۳۲۳ھ میں بیس سوالات مرتب کر کے مولانا اشرف علی تھانوی کی خدمت میں پیش کئے تھے۔

جهان ملك العلماء

حضور ملك العلماء امام العصر سيد محمد ظفر الدين عظيم آبادي دہلي کی حيات اور علمي خدمات

نے درس و تدریس کے ذریعہ اس فن کے گوہر لٹائے ہیں وہیں زبانی ملاحظہ فرمائیں۔

تصنیف و تالیف کے بھی ائمہ نقوش چھوڑے ہیں۔

”مولانا محمد ظفر الدین صاحب قادری علمائے زمانہ میں

علم توقیت سے تہا آگاہ ہیں، امام ابن حجر مکی نے زواجر میں اس علم کو

فرض کفایہ لکھا ہے اور اب ہند بلکہ عامہ جاہل میں یہ علم، علماء بلکہ عام

مسلمین سے اٹھ گیا۔ فقیر نے بتوفیق قدیر اس کا ایسا کیا اور سات

صاحب بنانا چاہے، جن میں بعض نے انتقال کیا، اکثر اس کی

صعوبت سے چھوڑ کر بیٹھے۔ انہوں نے بقدر کفایت اخذ کیا، اور اب

میرے یہاں کے اوقات طلوع وغروب و نصف النہار ہر روز و تاریخ

کے لئے اور جملہ اوقات ماہ مبارک رمضان شریف کے لئے بھی

بناتے ہیں۔ (حیات اعلیٰ حضرت، ج ۲، ص ۶۵۱-۶۵۲ مرکز اہل

سنت، برکات رضا)

حضور ملك العلماء نے ان علوم کو نہ صرف سینوں میں

(۱) التعلیق علی شروح المغنی (۱۳۳۱ھ) نحو کے مشہور رسالہ

’مغنی اللیب‘ متداول شرحوں پر عربی زبان میں تعلیقات ہے۔

(۲) والہیہ (۱۳۳۵ھ) اس میں ’نحو میر‘ سے ’مغنی اللیب‘

تک کے مسائل عام فہم زبان میں مذکور ہیں۔

(۳) القصر المبنى علی بناء المغنی (۱۳۳۶ھ)

(۴) نظم المبين فی حروف المعانی (۱۳۳۷ھ)

(۵) عافیہ (۱۳۳۵ھ) یہ رسالہ علم صرف میں لکھی گئی کتاب

’میزان‘ سے ’شافیہ‘ تک کے مسائل کو جامع ہے، اور اس کی

طباعت بھی ہوئی ہے۔

ہیت و توقیت:

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر محمد ظفر الدین عظیم آبادی شہک حیات اور علمی خدمات

علیہ الرحمۃ والرضوان رقم طراز ہیں:

بمبئی عرض ۳۲ درجہ۔ کلکتہ عرض ۲۲۔ کانپور عرض ۲۶۔ گوالیار عرض

۲۶۔ بریلی عرض ۲۹۔ نئی تال ۲۹۔ ملتان عرض ۳۰۔ لاہور عرض

۳۱۔ (مقدمہ صحیح امہاری، ص ۱۸-۱۹)

(۳) توضیح الافلاک معروف بلسلم العلوم (۱۳۲۰ھ) علم

”تقریباً گیارہ سال سے خاکسار، برادرانِ دینی کی خدمت

اور ان کے روزوں کی درستی و صحت کے لئے ہر سال رمضان شریف

کرنے سے۔ ص ۱۱۱۔ ۱۱۲۔ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔ ۱۱۵۔ ۱۱۶۔ ۱۱۷۔ ۱۱۸۔ ۱۱۹۔ ۱۲۰۔ کے قواعد خاصہ سے ترتیب

۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔

اور سمت قبلہ کے عنوان سے شائع ہوا مگر کتابی شکل میں اب تک شائع نہ ہو سکا۔ (ایضاً، ص ۳۲)

تکسیرو:

حضور ملک العلماء کے ہم عصر علماء میں محدودے ہی ایسے تھے، جو نقشِ مثلث یا مربع مشہور قاعدہ سے بھرنا جانتے تھے، لیکن آپ کو اس میں کتنی دسترس حاصل تھی۔ اس کا اندازہ اس سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے، کہ آپ کو ایک صاحبِ طے جن کا خیال تھا، کہ فنِ تکسیر کا علم صرف مجھ کو ہے۔ دورانِ گفتگو فاضل بہار نے ان سے دریافت کیا کہ جناب نقشِ مربع کتنے طریقے سے بھرتے ہیں تو انہوں نے بڑے فخریہ انداز میں جواب دیا، کہ سولہ طریقے سے، پھر انہوں نے فاضل بہار سے پوچھا، کہ آپ کتنے طریقے سے بھرتے

”بدرالاسلام لمیقات کل الصلوٰۃ والصیام“ تصنیف لیا ہے جسے علاوہ تمہید تین مقاصد اور ایک خاتمہ پر ترتیب دیا۔“ (مقدمہ صحیح امہاری، ص ۱۸)

ہندوستان کے ۱۲ درجہ عرض سے ۳۳ درجہ عرض تک ۲۳ رسالوں کو مرتب کرنے کی ضرورت تھی، فاضل بہار نے حسب ضرورت پہلے بہار شریف عرض ۲۵ کے لئے رسالہ مرتب کیا جس کا نام (۳) ”مؤذن الاوقات“ (۱۳۵۳ھ) رکھا، اس رسالہ کے بارے میں فاضل بریلوی ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

”آپ کا رسالہ مؤذن الاوقات آیا۔ نام بھی نہایت مناسب و موزوں پایا۔“ (حیات اعلیٰ حضرت، ص ۷۰، ج ۲، مرکز اہل سنت برکات رضا)

پھر احباب کی فرمائش پر درج ذیل شہروں کے اوقات صوم و صلوٰۃ پر رسالے مرتب کئے جن میں سے کچھ شائع ہوئے اور اکثر طباعت کے منتظر رہے۔

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدنی کی حیات اور علمی خدمات

اور یونہی نسب نگار کسی قصبہ، شہر کے بادشاہ حضرات یا کسی خاندان کا شجرہ نسب قید تحریر کرتا ہے یا کسی ولی، بزرگ کا شجرہ خلافت محفوظ کرتا ہے۔ جس کا آج عام چلن ہے۔ اس فن میں بھی جب ہم ملک العلماء کی تصانیف کا مطالعہ کرتے ہیں، تو تاریخ و انساب کے سارے تقاضے پر کھرا اترتی ہوئی نظر آتی ہیں۔

(۱) المعجل المعدد لتالیفات المجدد (۱۳۲۷ھ)

اس رسالہ میں فاضل مؤلف نے فاضل بریلوی قدس

سرہ کے ۱۳۲۷ھ ۱۹۰۹ء تک کے تحریر کردہ تین سو تصانیف کا تذکرہ کیا ہے۔ (اب تصانیف کی تعداد پچاس سے زائد علوم و فنون پر مشتمل ایک ہزار سے زائد ہے۔ پھر تحقیق و تفتیش کے بعد اس میں ترمیم کر کے خود مؤلف نے تصانیف کی تعداد ۶۰۷ بتائی ہے اور پھر

ہیں۔ تو آپ نے جواب دیا، کہ الحمد للہ میں نقش مربع کو گیارہ سو باون طریقے سے بھرتا ہوں۔ (سوانح اعلیٰ حضرت، ص ۱۶۲، بحوالہ تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ، ص ۴۲۷)۔

اس فن میں (۱) طب الاکسیر فی علم التکسیر (۱۳۳۰ھ) اور (۲) الاکسیر فی علم التکسیر (۱۳۳۷ھ) جیسی آپ کی قیمتی تصانیف ہیں۔

منطق و فلسفہ:

منطق و فلسفہ جیسے عقلی علوم کو حضور ملک العلماء نے جہاں درس و تدریس کے ذریعہ عام کیا ہے وہیں انہیں تحریری شکل بھی دی ہیں۔

(۱) تقریب (۱۳۳۵ھ) فن منطق میں یہ رسالہ ”صغریٰ“

(۳) الانوار الامعہ من الشمس البازغة (۱۳۵۷ھ) غیر مطبوعہ۔ فلسفہ کی مشہور کتاب ”الشمس البازغة“ کے اہم مباحث و مسائل کی تشریح سوال و جواب کے انداز میں ہے۔ (مقدمہ صحیح البہاری، ص ۱۷)

تاریخ و انساب:

اکثر و بیشتر تاریخ نگار گرد و پیش کے کوائف، قوم کی سرگرمیوں، ماضی کے معاشرہ اور موجودہ حالات کی عکاسی کرتا ہے،

قلعہ رہتاس (بہار) کی جنگ میں ۱۳ رزوا الحجہ ۵۳ھ کو جام شہادت نوش کیا۔ جن کا سلسلہ نسب ساتویں پشت میں حضرت غوث صدیقی سیدنا شیخ محی الدین قادری حسنی حسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے، حضور ملک العلماء نے اس کتاب میں ۲۴ قصبات و مواضع کے اسی ملک خاندان سے تعلق رکھنے والے کا شجرہ نسب قلم بند کیا ہے، جو ۳۳ صفحات پر مشتمل ہے اور اب تک طباعت سے محروم ہے۔ (ایضاً، ص ۱۷)

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رحمہ اللہ کی حیات اور علمی خدمات

(۳) اعلام الاعلام باحوال العرب قبل الاسلام (۱۳۳۱ھ) غیر

مطبوعہ ہے۔

(۴) چودھویں صدی کے مجدد (۱۳۶۷ھ)

اس رسالہ میں حضور ملک العلماء نے حدیث شریف ”ان

اللہ یبعث لہذہ الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد

لہا دینہا“ کی صحت کی تصریح سنن ابی داؤد، مستدرک حاکم، معرفۃ

نبیہتی، جامع صغیر سیوطی، مسند بزاز، معجم طبرانی کامل ابن عدی اور حلیہ

ابو نعیم سے کرنے کے بعد ابو الفضل عراقی اور ابن حجر کے اقوال سے

اس حدیث کی مزید توثیق پیش کی ہے۔ پھر ایک صدی ہجری سے

چودھویں صدی ہجری تک کے مجددین کے اسمائے گرامی درج کئے

ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مجددیت پر کلام

کرتے ہوئے شاہ صاحب کے فرزند دلہند حضرت شاہ عبدالعزیز

علیہ الرحمۃ والرضوان کے تیرہویں صدی ہجری کے مجدد قرار دیتے

ہیں اور چودھویں صدی ہجری کے بارے میں رقمطراز ہیں۔

”چودھویں صدی کے مجدد، اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا

خان فاضل بریلوی ہیں، جنہوں نے تیرہویں صدی کے ۳۸ رسال

پائے اور علم و فنون، درس و تدریس، تالیف و تصنیف، وعظ و تقریر میں

مشہور دیار و امصار ہوئے اور چودھویں صدی کے ۳۹ رسال پائے

جس میں حمایت دین و نکایت مفسدین، احقاق حق و ازہاق باطل،

اعانت سنت و اہانت بدعت میں جان و مال، علم و فضل صرف کیا اور

جس طرح بنا ہمیشہ شرع و مذہب کی نصرت اور مخالفین دین متین کا رد

کیا اور اس میں کبھی نہ لومہ لائم کی پروا کی اور نہ کسی بڑی شخصیت کا

خیال آڑے آیا، نہ کبھی شہرت و مدح کی پروا، نہ کسی کے طعن و قدح

کے خیال سے حق کہنے میں کوتاہی فرمائی۔“ (بحوالہ مقدمہ صحیح

الہبھاری، ص ۳۳، ۳۴)

(۵) النور والضیاء فی سلاسل الاولیاء:

اس رسالہ میں فاضل بہار نے صوفیائے کرام اور

بزرگان دین کے ان ۱۶۲ سلسلوں کا شجرہ اور ان کے اسمائے گرامی

لکھے ہیں، جن میں آپ کو بیعت و اجازت حاصل تھی۔

فضائل و مناقب:

ملک العلماء جہاں خود ایک ممتاز عالم دین تھے، وہیں علم

اور اہل علم کے قدردان بھی تھے، یہی وجہ ہے، کہ جہاں آپ نے

وعظ و تقریر میں علم، علماء اور بزرگان دین کے فضائل و مناقب بیان

کئے ہیں۔ وہیں انہیں زینت قرطاس و قلم بھی کئے ہیں۔

(۱) تحفة الاخبار فی اخبار الاحبار (۱۳۳۷ھ)

(۲) تحفة العظماء فی فضل العلماء (۱۳۶۵ھ)

علم اور علما کی فضیلت میں آپ کی معرکہ لا آراء تصنیف

ہے اور مطبوعہ ہے۔

اخلاق:

حضرت ملک العلماء خود اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے اور

الحب فی اللہ والبغض فی اللہ کی زندہ تصویر تھے اور اخلاقیات پر

مشتمل علامہ جلال الدین سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ) کی ”شرح

الصور فی شرح حال الموتی فی القبور“ کا اردو ترجمہ ”سرور

القلب المحزون فی الصبر عن نور العیون“ (۱۳۳۹ھ) کیا اور

چند ضروری مسائل بطور تہمتہ کے آپ نے اضافہ بھی فرمایا۔

نصائح:

۱۹۲۱ء کی مردم شماری سے معلوم ہوا تھا کہ ہندوستانی

مسلمان بیوہ عورتوں کی تعداد ۲۵ لاکھ سے زائد ہے اور اکثر و بیشتر

غربت و افلاس کی زندگی گزار رہی ہیں۔ ۱۹۳۱ء کی مردم شماری میں

یہ تعداد بڑھ کر ۵۰ لاکھ سے زائد ہو گئی تو حضور ملک العلماء نے ان

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی علیہ السلام کی علمی خدمات

میں پرورش پانے والی برطانوی حکومت سے ”ترک موالات“ کی تحریک کے رد میں ہے۔ اس میں مسئلہ خلافت پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے جس کا آغاز ۱۹۱۹ء ہی میں ہوا تھا اور اس زمانہ میں اس کا بہت زور تھا۔ (مقدمہ صحیح البہاری، ص ۲۰)

حضرت ملک العلماء کثرت سے خطوط بھی لکھا کرتے تھے اور خطوں کے جواب فوراً دینے کے عادی تھے۔ روزانہ تین خطوں کا اوسط ضرور رہا ہوگا۔ اس طرح آپ کے وہ سارے خطوط جو آپ نے علماء، احباب، تلامذہ اور اعزاء کے نام لکھے اگر جمع کر دیئے جائیں تو تقریباً پانچ سو خطوط کا مجموعہ ہوگا۔ آپ کے کچھ خطوط ”اخبار دبدبہ سکندری“ (رام پور)، ”اخبار مشرق“ (گورکھ پور) اور ”صدق جدید“ (لکھنؤ) ”رسالہ معارف“ (اعظم گڑھ) اور دوسرے اخبارات، کتب اور رسائل میں شائع ہوتے تھے۔ (مقدمہ صحیح البہاری، ص ۲۳)

☆☆☆

کے پند و نصائح کے لئے ۱۹۲۵ء میں (۱) ”زواج الایامی“ لکھی پھر عام فہم زبان میں (۲) ”تدبیر اکثریت“ لکھی۔ جس کی اشاعت ”دلچسپ مکالمہ“ (۱۳۳۷ھ) کے نام سے کئی بار ہوئی۔ (مقدمہ صحیح البہاری، ص ۳۱)

(۱۳) سدالفرار لمہاجرہ بھار (۱۳۶۶ھ)

۱۹۲۶ء میں بھار کے شریںد ہندوؤں نے بربریت، بے ہمتی اور درندگی کا ثبوت دیتے ہوئے مسلمانوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ ڈھائے، تو مسلمان بنگال اور سندھ جانے لگے، تو ملک العلماء نے اس تصنیف میں اس بھگدڑ کو روکنے اور انہیں سمجھانے کی کوشش کی یہ ہجرت نہیں فرار ہے۔ (ایضاً، ص ۳۲)

سیاست:

(۱) ہادی الہدایۃ لترك الموالاة (۱۳۳۹ھ) ملک العلماء کے دور حیات میں مسلمانوں کے دین و مذہب کو نیست و نابود کرنے کے لئے مختلف تحریکیں چل رہی تھیں، اور علمائے ربانیین اپنی حقانیت کی بنا پر سب کے تار و پود اکھیڑ رہے تھے، درج بالا تصنیف بھی ۱۹۲۰ء

”ملک العلماء جہاں خود ایک ممتاز عالم دین تھے، وہیں علم اور اہل علم کے قدر دان بھی تھے، یہی وجہ ہے، کہ جہاں آپ نے وعظ و تقریر میں علم، علماء اور بزرگان دین کے فضائل و مناقب بیان کئے ہیں۔ وہیں انہیں زینت قرطاس و قلم بھی کئے ہیں۔

(۱) تحفة الاخبار فی اخبار الاحبار (۱۳۳۷ھ)

(۲) تحفة العظماء فی فضل العلماء (۱۳۶۵ھ)

علم اور علماء کی فضیلت میں آپ کی معرکتہ لآراء تصنیف ہے اور مطبوعہ ہے۔“ (مولانا محمد شبیر عالم مصباحی)

حضور ملک العلماء کی تصانیف کا موضوعاتی جائزہ

از قلم: ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی پورنوی، ممبئی

ان کی علمی و فنی خوبیاں اتنی گونا گوں ہیں کہ وہ حقیقتاً مظہر العظمیٰ محضرت معلوم ہوتے ہیں۔

ملک العلماء تعداد علوم اور تعداد تصانیف میں خصوصاً امتیاز رکھتے ہیں، امام احمد رضا کے خلفا و تلامذہ میں یہ امتیاز کہیں اور نظر نہیں آتا۔ وہ کثیر تصانیف بزرگ تو تھے ہی، صاحب آثار و اخلاق حنہ بھی تھے۔ انہوں نے ۱۳۲۲ھ سے لکھنا شروع کیا، جب عمر کی انیسویں بہار تھی، طالب علمی کا عہد تھا، وہ بھی کوئی معمولی کتاب نہیں، حضرت قاضی عیاض مالکی کی 'کتاب الشفا' کی شرح لکھی اردو میں نہیں، عربی کتاب کی شرح عربی زبان میں لکھی۔ یہ ان کا آغاز تھا، اولین نقش تھا، پھر تو کتابوں پر کتابیں لکھتے گئے، تحقیقات و تراجم اور تعلیقات و شروع کی ایک بڑی تعداد یادگار چھوڑی، ان کے رشحات قلم کی تعداد ستر سے بھی زائد ہے۔ پروفیسر مختار الدین صاحب نے 'حیات ملک العلماء میں ستر کتابوں کا ذکر کیا۔ امام علم و فن مظہر العظیم حضرت خواجہ مظفر حسین رضوی فرماتے ہیں:

ملک العلماء کی تصانیف کی مطبوعہ فہرست میری نظر سے گزری ہے۔ جس میں ایک سو کتابوں کے نام درج تھے۔ وہ فہرست کی کتاب کے آخر میں چھپی تھی۔ مختار نامہ مطبوعہ عینگزہ کے مطالعہ سے پتا چلا کہ ڈیزہ سو کتب و رسائل کے مصنف تھے حضور ملک العلماء مدظلہ کے ہاتھ کے مرتبین ہیں ڈاکٹر خورشید اور میراٹھی مدظلہ (عینگزہ)۔

حضرت ملک العلماء ۱۳۰۳ھ میں پیدا ہوئے، ۱۳۸۲ھ میں وفات پائے، ۷۹۔۸۰ سال کی زندگی پائی، ۲۲ برس پرورش و حصول علم میں گزرے، کوئی ۵۸ یا ۶۰ سال دین کی خدمت کی اور خوب کی۔ درس و تدریس، تعلیم و افتادہ تصنیف و تالیف، تقریر و مناظرہ و دعوت تبلیغ، اصلاح و تذکیر، بیعت و ارشاد، غرض ہر جہت سے انہوں نے دین و اہل دین کی خدمت یوں کی کہ دین اور دین داروں کا سرفخر سے اونچا کر دیا۔ تعلیم و تدریس اور تصنیف و تحقیق بطور خاص ان کا میدان تھا۔ اس میدان میں انہوں نے بے حد کمال حاصل کیا، بلکہ ذرہ کمال تک پہنچے۔

حدیث میں مشہور استاذ حدیث حضرت مولانا شاہ وصی احمد محدث سورتی، معقولات میں مشہور معقولی عالم حضرت مولانا شاہ احمد حسن پنجابی ثم کانپوری اور العظیم حضرت ان کے اساتذہ تھے۔ لیکن سب سے زیادہ علمی کمالات اور فنی برتری انہوں نے امام احمد رضا سے حاصل کی۔ ملک العلماء تو اس پر نازاں تھے ہی امام احمد رضا کو بھی اپنے اس شاگرد پر بے حد ناز تھا۔ اس کا اظہار خطوط رضا سے بھی ہوتا ہے۔ امام احمد رضا کے علوم و فنون کے وہ سچے جانشین تھے، افکار و نظریات کے بے باک ترجمان تھے، ان کی تصانیف و تحقیقات اور منہج و اسلوب سے یہ عیاں ہے۔ ان کی تحریر و نگارش پر امام احمد رضا کے اسلوب تحقیق کی گہری چھاپ بھی دکھائی دیتی ہے۔

- ’الجامع الرضوی صحیح البہاری‘ ہے۔ اصول حدیث میں اکتوتی کتاب
 ’الافادۃ الرضویۃ‘ ہے۔ فقہ میں پندرہ کتابیں تحریر کی ہیں، اصول فقہ
 میں وہی ایک کتاب ہے، اس کا نام ’تسهیل الوصل الی علم الاصول‘
 ہے۔ ردو مناظرہ میں دس کتابیں تحریر کی ہیں۔ فن اثبوت، توثیق،
 ریاضی، تفسیر میں سات کتابیں ہیں۔ تاریخ و تذکرہ اخلاق و نساج،
 فضائل و مناقب، انساب و شجرات میں قریب بیس کتابیں ہیں۔
 موضوعی اعتبار سے ایک خام فہرست یہ ہے۔
- (۱) عافیہ
 (۲) دافیہ
 (۳) التعلیق علی شروح المعنی
 (۴) القصر المبنی علی بناء المعنی
 (۵) تقریب
 (۶) تہذیب
 (۷) الانوار الامعة من الشمس البازغہ
 (۸) الفوائد التامہ فی اجوبۃ الامور العامہ۔
 (۹) شرح کتاب الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ۔
 ۱۳۲۳ھ سال تصنیف
- (۱۰) الجامع الرضوی بصحیح البہاری
 (۱۱) نزول المکیہ باسانید الاجازات المتنبیہ
 (۱۲) الافادات الرضویہ
 (۱۳) التعلیق علی القدوری۔ ۱۳۲۵ھ سال تحریر
 (۱۴) تسهیل الاصول الی علم الاصول
 (۱۵) نافع البشر فی فتاویٰ ظفر
 (۱۶) تحفة الاحباب فی الکوة والباب۔ ۱۳۲۶ھ۔
 (۱۷) مواہب ارواح القدس لکشف حکم العرس۔ ۱۳۲۳ھ۔
 (۱۸) اعلام المساجد جلود الاضحیۃ فی
 المساجد۔ ۱۳۲۵ھ غیر مطبوعہ
- کتاب خوانی آسان ہے، کتاب فہمی مشکل ہے۔ اسی
 طرح کتاب بنی آسان ہے کتاب نویسی مشکل ہے۔ یہ مشکل اس
 وقت اور بڑھ جاتی ہے، جب کہ وہ زیر تصنیف کتاب علمی، اصولی،
 کلامی ہو۔ نقل و اخذ اور مختصرات، ملخصات، منکھسات سے کتاب
 تیار کر لینا کوئی مشکل نہیں۔ مشکل تو جب ہے کہ وہ کتاب کسی خاص
 دقیق فن میں، فنی تحقیق، مخطوط شناسی، فن تدوین کے اصول و قواعد کی
 رعایت بھی کرتا ہو۔ ملک العلماء اس خصوص میں خاصے منفرد تھے،
 ان کی کتابیں نقل و اقتباس کا مجموعہ نہیں، تحقیقات عالیہ و تدقیقات
 عالیہ کا مرقع ہیں۔ جس طرح امام احمد رضا کی عام تحقیقات کے سمجھنے
 سے زمانہ قاصر ہے۔ اسی طرح حضور ملک العلماء کی بعض تحقیقات
 سے علمائے عصر حیران و ششدر ہیں۔ اس مختصر تحریر میں حضور ملک
 العلماء کی تصانیف کا موضوعاتی جائزہ پیش کرنے کی کوشش کی گئی
 ہے۔ اس جائزہ میں درسی، غیر درسی، تصنیف، تالیف، تحقیق، ترجمہ،
 تطبیق، تشریح، تاریخ، تذکرہ، سیرت، سوانح، فضائل و مناقب، شجر
 و نسب سب شامل ہے۔ ابتداء درسی کتابوں سے کرتے ہیں۔
 درس نظامیہ کی پہلی جماعت کی پہلی کتاب ’میزان‘ ہے۔
 یہ علم صرف میں ہے۔ ملک العلماء نے علم صرف میں ایک کتاب لکھی
 اس کا نام ’عافیہ‘ ہے۔ علم نحو میں چار (۴) کتابیں لکھی ہیں۔ پہلی ’وافیہ‘
 ہے دوسری ’التعلیق علی معنی الملیب‘ ہے، تیسری ’القصر المبنی علی بناء
 المعنی‘ ہے۔ علم منطق میں ایک کتاب لکھی ہے، نام ’تقریب‘ ہے۔ علم
 فلسفہ میں دو کتابیں لکھی ہیں، پہلی ’تہذیب‘ ہے۔ دوسری ’الانوار
 الامعة من الشمس البازغہ‘ ہے۔ علم کلام میں ایک کتاب ہے، نام
 ’الفوائد التامہ فی اجوبۃ الامور العامہ‘ فن حدیث میں تین کتابیں
 لکھی ہیں، پہلی حضرت قاضی عیاض کی ’کتاب الشفا شریف‘ کی
 شرح ہے۔ دوسری ’نزول المکیہ باسانید الاجازۃ المتنبیہ‘ ہے، تیسری

جهان ملك العلماء

حضرت ملك العلماء امام العصر سيد محمد ظفر الدین عظیم آبادی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمات

- (۱۹) بسط الراحة في الخطر والاباحة- ۱۳۲۶ھ غیر مطبوعہ
- (۲۰) الفيض الرضوي في تكميل العربي- ۱۳۲۶ھ غیر مطبوعہ
- (۲۱) القول الاظهر في الاذان بين يدي المنبر- ۱۳۳۳ھ غیر مطبوعہ
- (۲۲) نهاية المنتهى في هداية المبتدى- ۱۳۳۳ھ غیر مطبوعہ
- (۲۳) مفرة الاصحاب باقسام ايصال الثواب- ۱۳۵۳ھ مطبوعہ
- (۲۴) تنوير المصباح عند حى على الفلاح- ۱۳۷۱ھ مطبوعہ
- (۲۵) اصلاح الايضاح (۲۶) مجموعہ فتاویٰ
- (۲۷) جامع الاقوال في روية الهلال- ۱۳۵۷ھ مطبوعہ
- (۲۸) هادى الهداة لترك الموالات- ۱۳۳۹ھ غیر مطبوعہ
- (۲۹) الحسام المسلول على منكر علم الرسول- ۱۳۳۳ھ غیر مطبوعہ
- (۳۰) سجم اللزه على الكلاب الممطره- ۱۳۲۸ھ غیر مطبوعہ
- (۳۱) النيراس لدفع ظلام المنهاس- ۱۳۲۹ھ غیر مطبوعہ
- (۳۲) رفع الخلاف من بين الاحناف- ۱۳۲۲ھ غیر مطبوعہ
- (۳۳) كشف الشور عن مناظره رامپور- ۱۳۳۲ھ غیر مطبوعہ
- (۳۴) ظفر الدين الجيد- ۱۳۳۲ھ مطبوعہ
- (۳۵) ظفر الدين الطيب- ۱۳۲۳ھ مطبوعہ، بریلی
- (۳۶) شکست سفاهت- ۱۳۲۶ھ مطبوعہ، بریلی
- (۳۷) گنجینہ مناظرہ- ۱۳۳۳ھ بریلی
- (۳۸) بدر الاسلام لميقاته كل الصلوة والصيام- ۱۳۳۵ھ غیر مطبوعہ
- (۳۹) مؤذن الاوقات- ۱۳۳۵ھ مطبوعہ متعدد مقامات
- (۴۰) توضيح الافلاك المعروف بسلم السماء- ۱۳۳۰ھ غیر مطبوعہ
- (۴۱) مشرقى كاغظ مسلک- ۱۳۸۳ھ مطبوعہ، اعظم گڑھ
- (۴۲) الاكسير في علم التفسير- ۱۳۳۷ھ غیر مطبوعہ
- (۴۳) الجواهر واليوقيت في علم التوقيت معروف بتوضيح التوقيت، ۱۳۳۰ھ مطبوعہ، مراد آباد
- (۴۴) مشرقى اور سمت قبلہ- ۱۳۵۸ھ مطبوعہ اعظم گڑھ
- (۴۵) حيز السلوك في نسب الملوك- ۱۳۳۲ھ غیر مطبوعہ
- (۴۶) تنوير السراج في ذكر المعراج- ۱۳۵۲ھ مطبوعہ غیر مطبوعہ
- (۴۷) مولود رضوي- ۱۳۶۰ھ غیر مطبوعہ
- (۴۸) تحفة العظما في فضل العلماء- ۱۳۶۵ھ غیر مطبوعہ
- (۴۹) حیات اعلیٰ حضرت- ۱۳۶۹ھ چارجلہ مطبوعہ
- (۵۰) النور والضيافى سلاسل الاوليا- غیر مطبوعہ
- (۵۱) مکاتیب ملک العلماء- قلمی
- (۵۲) مبین الہدی فی نفی امکان المصطفیٰ- ۱۳۳۳ھ غیر مطبوعہ
- (۵۳) تحفة الحبار في اخبار الاخيار- ۱۳۳۷ھ غیر مطبوعہ
- (۵۴) اعلام الاعلام باحوال العرب قبل الاسلام- ۱۳۳۱ھ غیر مطبوعہ
- (۵۵) لمجمل المعدد لتالیفات المجدد- ۱۳۲۷ھ مطبوعہ پٹنہ
- (۵۶) جواهر البیان- ۱۳۳۳ھ مطبوعہ، کلکتہ
- (۵۷) سرور القلوب المحزون في الصبر عن نور العيون- ۱۳۳۸ھ غیر مطبوعہ
- (۵۸) دلچسپ مکالمہ- ۱۳۲۷ھ غیر مطبوعہ
- (۵۹) زواج الايافى- ۱۳۳۵ھ غیر مطبوعہ
- (۶۰) تدبير اكثریت- ۱۳۳۷ھ مطبوعہ پٹنہ
- (۶۱) تنوير السراج في ذكر المعراج- ۱۳۵۳ھ مطبوعہ غیر مطبوعہ
- (۶۲) سد الفرار لمهاجرى البهار- ۱۳۶۶ھ مطبوعہ پٹنہ
- (۶۳) چودھویں صدی کے مجدد- ۱۳۶۷ھ مطبوعہ، رام پور، لاہور دینان پور
- (۶۴) ندوة العلماء- ۱۳۳۸ھ، مطبوعہ، رام پور
- (۶۵) رسالہ- مطبوعہ، مبارک پور
- (۶۶) التحقیق المبین لکلمات التبرین
- (۶۷) اطیب الاکسیر فی علم التفسیر- ۱۳۳۰ھ غیر مطبوعہ

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی دھرم کی حیات اوردی خدمات

کے مسائل کا باحسن اسلوب احاطہ کیا گیا ہے۔
۱۹۳۶ء میں مطبع حسنی پریس بریلی سے شائع ہوئی ہے۔ صفحات کی
تعداد ۶۰ ہے۔

(۲) وافیہ: سن تصنیف ۱۳۳۵ھ ہے۔ موضوع علم نحو ہے۔
یہ کتاب بے مثال و بے نظیر ہے، زبان وہی آسان عام فہم ہے۔
پیرایہ بیان دلنشین ہے۔ 'نحو میر' سے 'معنی الملیب' تک کے نحوی
قواعد، مسائل مثالیں دے دے کر ذہن نشین کرانے کی کوشش کی گئی
ہے۔ اس کا قلمی نسخہ موجود ہے۔ صفحات کی تعداد ۱۲۸ ہے۔

(۳) التعلیق علی شروح المعنی: سن تحریر ۱۳۳۱ھ
ہے۔ موضوع وہی علم نحو ہے۔ مشہور زمانہ نحوی کتاب 'معنی الملیب' پر
جتنی متداول شرحیں لکھی گئی ہیں، ان تمام شروح پر حضور ملک العلماء
نے تعلیقات لکھی ہیں۔ اس کی زبان عربی ہے۔

(۴) القول الہی علی بناء المعنی: سال تحریر ۱۳۳۶ھ ہے۔ یہ عربی
زبان میں 'معنی الملیب' کی شرح ہے۔ یہ کتاب ناقص الآخر ہے،
اس کی تکمیل ہو سکتی ہے۔ قلمی نسخہ موجود ہے۔

(۵) معظم المعانی فی حروف المعانی: ۱۳۳۷ھ سن
تالیف ہے۔ اس کا موضوع بھی وہی علم نحو ہے۔ اس کا بھی قلمی نسخہ
محفوظ ہے۔

(۶) تقریب: ۱۳۳۵ھ کی تصنیف ہے۔ موضوع علم منطق
ہے، زبان وہی عام فہم، سلیس و سادہ ہے۔ انداز وہی دلنشین ہے،
منطق کی سب سے چھوٹی کتاب 'صغریٰ' سے منطق کی بڑی
کتاب 'سلم' تک کے مسائل پر حسین پرایہ میں گفتگو کی گئی ہے۔

(۷) تذهیب: یہ بھی ۱۳۳۵ھ کی تصنیف ہے، اس کا موضوع
علم فلسفہ ہے۔ علم فلسفہ کے جملہ ابتدائی مسائل کو حاوی ہے۔ زبان
وہی اردو ہے۔ اسلوب وہی آسان و عام فہم ہے۔

(۶۸) معظم المبانی فی حروف المعانی. ۱۳۳۷ھ غیر مطبوعہ

(۶۹) عید کا چاند۔ ۱۳۷۰ھ مطبوعہ دہلی ۱۳۵۲ھ

(۷۰) مکتوبات مشاہیر بنام ملک العلماء

بعض کتابوں کا قدر تفصیلی تعارف یہ ہے۔ آغاز پھر درسی
کتابوں سے کرتے ہیں۔ درس نظامیہ کے نصاب کا تعین ملا نظام
الدین سہالوی نے صدیوں پہلے کیا تھا۔ درس و تعلیم کی مدت سولہ
سال تھی۔ آج کے دور میں یہ مدت اور نصاب پھر زیر بحث ہے۔
نصاب کی تبدیلی پر بطور خاص غور و خاص کیا جا رہا ہے۔ دقیق درسی
کتابوں کی تسہیل پر زور دیا جا رہا ہے۔ مختصرات و ملخصات کی تیاری
بھی زیر غور ہیں۔ اسی طرح حواشی، تعلیقات، تشریحات کی بھی
ضرورت پیش نظر ہے۔ ان تقاضوں کو سامنے رکھ کر دیکھا جائے، تو
سواد اعظم کے خیمہ میں حضور ملک العلماء وہ پہلی شخصیت ہیں۔
جنہوں نے ان تقاضوں کو آج سے قریب نوے سال پہلے محسوس
کر لیا تھا اور صرف نحو، منطق، فلسفہ کے خلاصے تیار کر دیئے تھے۔ یہ
خلاصے و مختصرات ٹھیک آج کی ضرورت کے عین مطابق ہیں۔

مدارس اسلامیہ کے ارباب مجاز اور نصاب ساز حضرات ملک العلماء
کی دی ہوئی گائیڈ لائن سے بھرپور فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ الگ سے
لکھنے لکھانے، سرکھانے سے بھی نجات مل سکتی ہے۔ یہ وہ اہم چیزیں
ہیں جن کی نقلیں لے کر اس دور میں طلبہ پڑھا کرتے اور اساتذہ
استفادہ کیا کرتے تھے۔ خیر یہ صلائے عام ہے یا ران نکتہ واں کیلئے،
اس جملہ معترضہ (جو نہایت اہم ہے) کے بعد درسی و غیر درسی کتب و
رسائل پر ایک تعارفی نظر ڈالتے ہیں۔

(۱) عافیہ: سن تصنیف ۱۳۳۵ھ موضوع علم صرف ہے۔
اردو زبان میں نہایت عام فہم، آسان انداز میں لکھی گئی ہے۔ مبتدی
طلباء کی استعداد کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔ 'میزان' سے 'شافیہ' تک

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام احمد رضا رحمہ اللہ کی یاد میں آبادی کے حکایات اور انہوں نے

کے مقدمہ میں منظم شکل میں پیش کر دیے ہیں۔ ہم نسیف نے انہوں نے بھی منتشر اوراق میں موجود ہیں۔ مذکورہ مقدمہ اور ان اوراق پر مشورہ کو سامنے رکھ کر اصول حدیث کی بہترین کتاب تیار کی جاسکتی ہے۔ جو اپنی افادیت کے اعتبار سے نہایت اہم ہوگی۔

(۱۲) تسہیل الوصول الی علم الاصول (۱۳۲۸ھ کی تصنیف ہے۔ قلمی نسخہ موجود ہے اس کا موضوع اصول فقہ ہے۔

حضور ملک العلماء کی طبع اخاذ سے بعید نہیں، جس طرح انہوں نے اصول حدیث کے فوائد سن کر جمع کئے، ہیئت، توقیت، ریاضی کے بہت سے قواعد، مسائل سن کر ہی بعد میں ضبط تحریر میں لائے۔ اسی طرح ملک العلماء فقہ کے بارے میں بھی جو فوائد و نکات انہوں نے امام احمد رضا سے سنے، بعد میں ترتیب دے دی ہو۔ یا خود بھی فقہ و مفتی تھے، خود سے ہی لکھی ہو، مگر بافیض استاذ کا فیض تو ہوتا ہی ہے۔

یہ بارہ کتابیں ہیں، جو درسیات و نصابیات سے متعلق ہیں۔ ان میں تصنیف بھی ہے، تالیف بھی تشریح بھی ہے، تعلق بھی، ان میں بیشتر ایسی ہیں، جو دور حاضر کے نصابی تقاضہ کو پورا کرتی ہیں۔ ان علمی، فنی اصولی کتابوں سے حضور ملک العلماء کی درسی و نصابی صلاحیت و مہارت بھی خوب واضح ہوتی ہے۔ منظر اسلام بریلی کو چھوڑ کر جو ان کا آغاز تدریس کا زمانہ تھا، جہاں کہیں رہے، مدرس اعلیٰ رہے، صدر المدرسین رہے، پرنسپل رہے، فقہ، حدیث، تفسیر ہی ان کا موضوع و میدان رہا۔ منطق، فلسفہ، ہیئت، توقیت ریاضی تو ان کا اپنا میدان تھا ہی۔ اس میدان میں تمام علمائے عصر کے مرجع و مقتدار رہے۔ مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ، جس کو یونیورسٹی کا درجہ حاصل تھا اور ہے اس کے تدریسی و نصابی جملہ امور حضور ملک العلماء نے ہی سرانجام دیئے۔ مدرسہ و خانقاہ کبیرہ بہرام میں یہی حال رہا۔ جامعہ لطیفیہ بحر العلوم کٹیہار کو بام عروج تک پہنچایا۔ ان

(۸) الانوار الامعة من الشمس البازغة: ۱۳۵۷ھ کی تصنیف ہے، موضوع ظاہر ہے، فلسفہ ہی ہے، فلسفہ کی مشہور مشکل کتاب شمس بازغہ کے اہم مسائل و مباحث کی اس میں تشریح کی گئی ہے۔ طلباء کی تقریب فہم کے لیے سوال و جواب کی صورت میں لکھی گئی ہے۔ ۳۷ سوالات ہیں۔ ظاہر ہے اتنے ہی جوابات بھی ہیں قطعاً کلاں پر صفحات کی تعداد ۳۲۲ ہے۔ مخلوط موجود ہے۔

(۹) الفوائد التامة فی اجوبة الامور العامة: ۱۳۵۷ھ کی تصنیف ہے، اس کا موضوع علم کلام ہے، یہ بھی اہم درس گاہی کتاب ہے، طلباء کو علم کلام کے اہم مباحث و مسائل کو آسان انداز میں سمجھانے کیلئے وہی سوال و جواب کی صورت اپنائی گئی ہے، خطی نسخہ بخط مصنف موجود ہے۔

ملک العلماء نے فن حدیث میں قریب پانچ چھ کتابیں لکھی ہیں۔ اس میں سے دو کا تعلق براہ راست مدارس اسلامیہ کے نصاب سے ہے۔ اس طرح فن فقہ و فتاویٰ میں قریب بیس کتب و رسائل تصنیف کئے ہیں۔ ان میں سے ایک کا تعلق نصاب درس نظامیہ سے ہے تینوں کی تفصیل یہ ہے۔

(۱۰) الجامع الرضوی بصحیح البہاری: ۱۳۳۵ھ کی تصنیف ہے اس کی تصنیف کی غرض ہی نصاب نظامیہ کی تکمیل تھی اور ہے۔ فوراً سے بیشتر اس کو نصاب درس میں شامل کر لینا چاہیے، اس کا ذکر ذرا بعد میں ہم پھر کریں گے۔

(۱۱) الافادات الرضویہ: ۱۳۳۳ھ کی تالیف و ترتیب ہے۔ موضوع اصول حدیث ہے۔ علم حدیث میں یہ وہ علمی و اصولی فوائد و افادات ہیں۔ جن کو حضور ملک العلماء نے امام احمد رضا سے لیے، یادداشت کے طور پر لکھ بھی لئے جو ان کا طریقہ تھا۔ بعد میں مرتب کر دیئے، بعید نہیں، یہی فوائد حضور ملک العلماء صحیح البہاری

تعلیق لکھی، وہ بھی اردو نہیں عربی زبان میں۔ اسی طرح رد و مناظرہ میں سوالات مرتب کرنا مخاصم سے بحث کرنا اور لا جواب کر دینا۔ ملک العلماء کی خاص باتیں بھی اپنے ہم عصروں میں منتخب ہونے کی کھلی شہادت ہیں۔ کیونکہ یہ وصف ان کے کسی معاصر کی سیرت و سوانح میں نظر نہیں آتا۔ ملک العلماء ہی اس میں بالکل انفرادی شان لئے دکھائی دیتے ہیں خیر آئیں اور دیکھیں۔

(۱۳) (۱) شرح کتاب الشفا بتعريف حقوق المصطفى: ۱۳۲۴ھ کی کاوش ہے۔ سن فراغت ۱۳۲۵ھ ہے۔ سیرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر حضرت قاضی عیاض بن موسیٰ (م ۵۴۴ھ) کی مشہور تصنیف 'کتاب الشفاء شریف' کی شرح ملک العلماء نے لکھی اور عربی زبان میں لکھی، مخطوطہ بخط شارح محفوظ ہے۔

(۱۴) (۲) التعلیق علی القدوری: یہ تعلیق ۱۳۲۵ھ میں لکھی اور عربی زبان میں لکھی۔ درس نظامیہ کی یہ فقہی کتاب ہے۔ اس پر یہ تعلیق اہمیت کا حامل ہے۔

(۱۵) (۳) ظفر الدین الجید: ۱۳۲۳ھ کی کوشش ہے۔ علمائے بریلی و دیوبند کے اختلافات ڈھکے چھپے نہیں ہیں۔ امکان کذب باری تعالیٰ، علم غیب رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے مسائل پر حضور ملک العلماء نے بیس سوالات مرتب کئے۔ تحریر کی تاریخ ۱۴ جمادی الآخر ۱۳۲۳ھ ہے۔ اشرف علی تھانوی جو اس وقت بریلی میں موجود تھے، ان کے روبرو پیش کیا، اس رسالہ میں دونوں کی ملاقات و بحث و مذاکرہ کی کیفیت درج ہے۔ یہ کتاب اس زمانہ میں مطبع اہل سنت و جماعت بریلی سے چھپی بھی ہے۔

(۱۶) (۴) ظفر الدین الطیب: یہ بھی ۱۳۲۳ھ کی کوشش ہے۔ یہ ظفر الدین الجید کے بعد کی تحریر ہے۔

ملا جیتوں کو خود امام احمد رضا نے بھانپ لیا تھا، جانچ لیا تھا۔ تبھی تو لاہور کے خلیفہ تاج الدین کو لکھا، تمام خصوصیات کا ذکر فرمایا اور اپنے نفس پر ایثار کر کے ملک العلماء کو انجمن نعمانیہ بھیجنے کی آمادگی ظاہر کی۔ چنانچہ تدریس، تصنیف، مناظرہ جہاں کہیں جیسی ضرورت آن پڑی، اطراف ہند لاہور، شملہ، آرا، پٹنہ، کلکتہ، راندیر، مدراس امام احمد رضا نے انہیں بے دغدغہ روانہ کیا اور وہ ملک العلماء ہی تھے۔ جنہوں نے میدان جیسا بھی رہا، سر کر کے ہی چھوڑا۔ امام احمد رضا نے جس اعتماد کا اظہار کیا، ملک العلماء نے اسے نبھایا ہی نہیں، زائد ہی کر دکھایا۔ مدرس، مفتی، مناظر، خطیب، واعظ، ان خصوصیات کا ذکر امام احمد رضا نے اس وقت فرمایا۔ جب ملک العلماء فاضل جوان تھے، جب نوجوانی کا یہ عالم تھا تو پختہ عمری، بالغ شعوری کا عالم کیا رہا ہوگا۔ عافیہ، وافیہ، تقریب، تذهیب وغیرہ جو ۱۳۳۵ھ کی تصانیف ہیں۔ یہ ساری درسی کتابیں امام احمد رضا کی نظر سے گذریں اور امام احمد رضا نے ان کتابوں کو سراہا بھی۔ یہ نکتہ بھی توجہ کے قابل ہے۔ لہذا اب وقت آ گیا ہے کہ ان مذکورہ کتابوں میں سے بیشتر جو داخل نصاب کے لائق ہیں۔ زمانہ کی گرد جھاڑ کر داخل نصاب کر لیا جائے۔ پس و پیش سے قوم پسا ہوتی ہے۔ قبول میں عافیت ہے، استرداد میں اضطراب ہے۔ درسی و نصابی میدان میں بھی ملک العلماء کی ایک اہم خصوصیت ہے، جوان کے معاصرین میں کہیں نظر نہیں آتی۔

اب ایک نظر ان کتابوں پر جو ملک العلماء نے اپنے عہد تحصیل ہی میں تحریر فرمائی۔ یہ بھی حضور ملک العلماء کا انتہائی اہم امتیاز ہے، سب جانتے ہیں۔ اس دور میں درسی کتابوں ہی کا سمجھنا، سنبھالنا مشکل ہوتا ہے۔ چہ جائے کہ قلم پکڑنا، وہ بھی تشریح و تعلیق کی حد تک، یہ بھی نہیں کہ وہ کتابیں عام فہم ہوں۔ اہم کتابوں کی شرح

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدظلہ کی حیات اور علمی خدمات

کے سب سے مشہور ترین اساتذہ حدیث سے حاصل کیا۔ ایک تو وہی مشہور استاذ حدیث حضرت مولانا شاہ وحی احمد محدث سورتی تھے، دوسرے بقول علمائے عرب راس الحدیثین والمصنفین امام احمد رضا تھے۔ علم حدیث، تفسیر، فقہ سے ملک العلماء کو خصوصی شغف تھا۔ ان تینوں میں وہ مہارت تامہ رکھتے تھے۔ فن حدیث میں ملک العلماء نے پانچ چھ کتابیں تصنیف کیں۔ ان میں سب سے اہم اور معتبر صحیح البہاری ہے اس کی عظمت و اہمیت کے لئے فن حدیث کا ہونا ہی کافی سے زائد ہے۔ دوسری اہمیت اس کی یہ ہے، یہ کتاب جماعت حنفیہ اور سواد اعظم کے لئے نعمت غیر مترقبہ سے کم نہیں۔ اس لئے کہ یہ پہلا موقع تھا کہ یہ کتاب فقہی ابواب کے طرز پر مرتب کی گئی ہے اور فقہ حنفی کے تمام مسائل کی مستدل احادیث صحیحہ معتبرہ مستندہ یکجا جمع کر دی گئیں۔ صحرا سر کرنے اور دریا عبور کرنے کی حاجت باقی ہی نہ رہی۔ اس کتاب نے حنفی مسائل فقہ کے استخراج و استنباط میں علماء و طلبائے احناف کو دوسری کتب احادیث کے دفاتر چھاننے، کھگانے سے بے نیاز کر دیا۔

اس سے قبل فقہ حنفی کی تائید میں حضرت شیخ محدث دہلوی (۱۰۵۸ھ تا ۱۰۵۲ھ) نے فتح المنان فی تائید مذہب النعمان لکھی تھی اس کے دو نسخے جامعہ ملیہ اسلامیہ اور دارالعلوم منوٹا تھ بھجن کے کتب خانوں میں ہیں۔ اس نوع کی دوسری کوشش علامہ سید شاہ محمد مرتضیٰ حسین زبیدی بلگرامی (۱۱۳۵ھ تا ۱۲۰۵ھ) کی ہے۔ جنہوں نے عقود الجواهر المنیفہ فی ادلة امام ابی حنیفہ، تحریر کی۔ اس طرز کی تیسری کتاب 'آثار السنن' بھی ہے۔ جس کے مصنف علامہ ظہیر احسن شوق نیوی بہاری (۱۲۷۸ھ تا ۱۳۲۲ھ) ہیں۔ ۳۱۱ صفحے کی کتاب 'آثار السنن' ۱۳۱۸ھ میں قومی پریس لکھنؤ سے چھپی۔ بعض مدارس کے نصاب میں شامل بھی ہوئی۔ شاید اب

(۱۷) مواہب ارواح القدس لکشف حکم العرس:، سال تصنیف ۱۳۲۳ھ ہے۔ کتاب کے آخر میں امام احمد رضا کی تقریظ بھی ہے۔ قریب سو صفحہ کا یہ رسالہ دوسری بار ترتیب جدید کے ساتھ 'عرس کی شرعی حیثیت' کے عنوان سے ادارہ افکار حق بانسی، پورنیہ کے اہتمام میں شائع ہو چکا ہے۔

(۱۸) اعلام المساجد بعرف جلود الاضحیة فی المساجد:، یہ ۱۳۲۵ھ کی تصنیف ہے۔ جو غیر مطبوعہ ہے۔ عنوان کتاب سے موضوع ظاہر ہے۔

(۱۹) الحسام المسلول علی منکر علم الرسول:، سال تحریر ۱۳۲۳ھ ہے۔ موضوع علم غیب مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے۔ غیر مطبوعہ ہے۔

(۲۰) مبیین الہدی فی نفی امکان مثل المصطفیٰ:، ۱۳۲۳ھ کی تصنیف ہے۔ موضوع وہی امتناع نظیر کا اثبات ہے اور امکان مثل مصطفیٰ کا ابطال ہے۔ یہ بھی غیر مطبوعہ ہے۔

(۲۱) الافادات الرضویہ:، اس کا مجموعہ اصول علم حدیث ہے۔ یہ وہی فوائد و نکات ہیں، جو حضور ملک العلماء نے امام احمد رضا سے دوران درس سماعت کیے۔ یہ اور بات ہے کہ ترتیب و اضافہ کا کام بعد میں ہوا۔

(۲۲) تسہیل الوصول الی علم الاصول:، اس کا موضوع علم اصول فقہ ہے۔ عجب نہیں یہ بھی 'الافادات الرضویہ' کے طرز پر ترتیب دی گئی ہو۔ یہ دس کتابیں حضور ملک العلماء کے عہد طالب علمی کی یادگار ہیں۔ کتابوں کے اسماء اور موضوعات سے واضح ہے کہ وہ کس قدر اہم، فالو اہم ہیں۔

(۲۳) صحیح البہاری: علم حدیث ملک العلماء نے وقت

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رضی اللہ عنہ کی حیات اور علمی خدمات

بھی کہیں داخل نصاب ہو۔ ان سب کے باوجود علمائے احناف کی وہ ضرورت پوری نہ ہو سکی۔ خالص محدثانہ طرز پر کئی، مجلدات پر مشتمل یہ 'صحیح البہاری' ہی ہے جو اس ضرورت کو پورا کرتی ہوئی نظر آتی ہے۔ چونکہ یہ کتاب عقائد، اعمال، عبادات، معاملات تمام شعبوں کو محیط ہے۔ اس میں وہ تمام احادیث و آثار اکٹھے جمع ہیں، جن پر مذہب احناف کی پوری عمارت کھڑی ہے اور فقہ حنفی کا شاید ہی کوئی مسئلہ ہو، جس کی سند استہدائے میں کوئی نہ کوئی خبر، اثر، حدیث پیش نہ کی گئی ہو۔

کبھی خواص جانتے ہیں، ملک العلماء نے اس کتاب کو خالص محدثانہ اسلوب میں چھ جلدوں پر مشتمل لکھنے کا منصوبہ تیار کیا تھا۔ دوسری جلد جو کتاب الطہارۃ کی احادیث پر مشتمل ہے۔ اس کے مجموعی صفحات قریب ایک ہزار ہیں اور احادیث کی تعداد قریب دس ہزار ہیں۔ پہلی جلد کتاب العقائد ہے۔ دوسری جلد کتاب الطہارۃ۔ تیسری جلد کتاب الزکوٰۃ، کتاب الحج، کتاب الصوم ہے، چوتھی جلد کتاب النکاح تا کتاب الوقف ہے۔ پانچویں کتاب البیوع تا کتاب النصب ہے۔ چھٹی جلد کتاب الشفیعہ تا کتاب الفرائض ہے۔ دوسری جلد جو کتاب الطہارۃ و الصلوٰۃ پر ہے، بر بنائے سہولت اسے چار حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ پہلا حصہ جو کتاب الطہارۃ ہے، یہ ۱۹۳۱ء میں شیخ غفور بخش کے اہتمام سے ابو العلالی الیکٹرک پراگرہ سے چھپا۔ کتاب الصلوٰۃ کے بقیہ تین حصے سید مظفر علی دسنوی کے برقی پریس، سبزی باغ پٹنہ سے شائع ہوئے۔ جس کا دورانیہ ۱۹۳۲ء تا ۱۹۳۷ء ہے۔ پھر ایک عرصہ دراز کے بعد دوسری جلد قریب ایک ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔ ۱۴۱۲ء میں حیدرآباد، سندھ پاکستان سے عکسی شائع ہوئی۔

جب 'صحیح البہاری' چھپ کر سامنے آئی، تو اس وقت کے جید مستند علماء نے ملک العلماء کو خوب خراج تحسین پیش کیا۔ پذیرائی

کی اور کتاب کو وقت کا سب سے بڑا علمی، دینی، حدیثی کارنامہ قرار دیا۔ تقریظیں لکھیں، تبصرے لکھے۔ حضرت محدث سورتی کے تلمیذ رشید حضرت مولینا حکیم سعید الرحمن خان، حضرت مولینا مفتی عبدالقدیر عثمانی پروفیسر شعبہ دینیات عثمانیہ یونیورسٹی، حیدرآباد، دکن، حضرت مولینا سید شاہ محی الدین زبیر سجادہ نشین خانقاہ مجیبیہ پھولاری شریف، حضرت مولینا سید شاہ حیدر ولی اللہ قادری ناظم اعلیٰ دارالعلوم لطیفیہ حضرت مکان ویلور، مدراس، حضرت مولینا شاہ حبیب الحق عمادی شاہ سجادہ نشین خانقاہ عمادیہ منگل تالاب پٹنہ اور دیگر کثیر علمائے عصر زبردست قلمی خراج تحسین و آفرین پیش کیا۔ حافظ ملت حضرت مولینا شاہ عبدالعزیز بانی جامعہ اشرفیہ مبارکپور، حضرت علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی، شاہ سلیمان پھولاری، مولینا سعید احمد اکبر آبادی صدر شعبہ دینیات مسلم یونیورسٹی علیگڑھ مولینا حیدر شریف مہتمم امداد المعارف، حیدرآباد، مولینا عز الدین پھولاری استاذ ادب ندوۃ العلماء لکھنؤ، مولینا سید اصغر علی جعفری، پٹنہ۔ وغیرہ نے 'صحیح البہاری' کی قدر و قیمت کا کھلے دل سے اعتراف کیا اور مصنف علام حضرت ملک العلماء کی علمیت و خدمت کے معترف و مداح رہے۔ اختلاف عقاید کے باوجود سید سلیمان ندوی نے زبردست تبصرہ لکھا اور ماہنامہ 'معارف' اعظم گڑھ میں چھاپا۔ مولینا عبدالماجد دریابادی نے کتاب پر کھل کر اظہار خیال کیا اور اپنے یومیہ اخبار 'سچ' لکھنؤ میں شائع کیا۔ اسی طرح غیر مقلد عالم ثناء اللہ امرتسری نے کتاب و صاحب کتاب کی عظمت و اہمیت پر روشنی ڈالی اور اپنے ہفت روزہ اخبار 'الفقیہ' امرتسر میں شائع کرایا۔

غرض کہ ملک کے طول و عرض سے کتاب کی بھرپور پذیرائی ہوئی۔ سنی، غیر سنی، مقلد، غیر مقلد تمام مکاتب فکر کے اہل علم نے 'صحیح البہاری' کو ایک شاندار علمی کارنامہ تسلیم کیا۔ بیسویں

جہان ملک العلماء

ذاتی ذخیرہ میں موجود بھی ہیں۔ ملک العلماء نے ہیئت و توقیت میں سات آٹھ کتابیں یادگار چھوڑیں ہیں۔ یہاں چند کتب و رسائل کا تعارف درج کیا جاتا ہے۔

(۲۳) (۱) الجواهر والیواقیت فی علم التوقیت، معروف بتوضیح التوقیت: فن توقیت میں حضور ملک العلماء کی یہ پہلی تصنیف ہے جو ۱۳۳۰ھ میں لکھی۔ اس میں نصف النہار، ضو کبریٰ، طلوع و غروب، عصر، ضرب ستینی، تقسیم ستینی، کسور اعشاریہ، حبیب لوگارٹھی، دھوپ گھڑی، سمت قبلہ اور اس نوع کے دوسرے اہم و علمی مسائل سادہ و سلیس زبان میں لکھے گئے ہیں۔ مثالیں بھی دی ہیں، نقشہ جات بھی درج کئے ہیں۔ اس کتاب کا تہد یہ ملک العلماء نے اسے مخلص دوست صدر الافاضل حضرت مولانا سید شاہ

صدیق عیسوی کا یہ عظیم الشان حدیثی کارنامہ جو سواد اعظم کی اہم ترین نصابی ضرورت بھی ہے۔ آج پھر اہل سنت و جماعت کی خاص توجہ کا طالب ہے۔ اس حوالہ سے کچھ اہم اشاریے ہم نے اپنے مضمون 'ملک العلماء کی اولیات ایک چشم کشا تحریر' میں لکھے دیئے ہیں۔ جو روزنامہ اردو نائٹس، ممبئی ۲۳ جولائی ۲۰۰۸ء اور ماہنامہ جام نور دہلی شمارہ اگست ۲۰۰۸ء میں اشاعت پذیر ہوا ہے۔ مختصر یہ کہ اپنے زمانہ کی سب زیادہ مشہور و ممدوح کتاب 'صحیح امبہاری کی جدید ترتیب و تخریج جدید اصول تدوین کی روشنی میں ہونی چاہئے اور حسن طباعت کے بعد مدارس اہل سنت کے نصاب میں داخل کر لینی چاہئے۔ یہ ضرورت بھی ہے اور زمانہ کا تقاضا بھی۔

ہیئت، توقیت، تکسیر، جنز، رماضی، جو میٹری، الجبراء، علم

مقصد دوم: میل کلی ۲۳ درجے، ۲۷ دقیقے مان کر پنڈہ کے لئے نمازوں اور روزوں کے اوقات، جو تقریباً پچاس سال کے لئے کارآمد ہوں گے۔

مقصد سوم: عرض ۵ درجے سے ۲۷ درجے تک جملہ بلاد و قصبات و مشہور قریات کا پنڈہ سے فصل کا اس قدر منٹ یا سکند گھٹانے یا بڑھانے سے ان تمام آبادیوں کے لئے وہی وقت کارآمد ہوگا۔

تھے، بلکہ واضح قواعد و شارح مسائل بھی تھے۔ اسی طرح ملک العلماء اپنے وقت میں ان علوم و فنون کے تہا مرجع و مقتدا قرار پائے۔ پہلے وہ بریلی کے اوقات صلوٰۃ و صوم و سحری کا نقشہ تیار کرتے تھے۔ بعد میں ننئی تال، کان پور، بہار شریف، ملکت، گوالیار، بمبئی، لاہور، ملتان وغیرہ کے اوقات الصلوٰۃ و الصوم کے نقشے اور جداول تیار کئے۔ ان میں سے کثیر جداول 'دبدبہ سکندری' رام پور کی متعدد اشاعتوں میں شائع بھی ہوئے ہیں جو خاکسار کی نظروں سے گزرے ہیں۔ کچھ

جہان ملک العلماء

حضرت ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مٹھری حیات اور علمی خدمات



خاتمہ:

میں فن زنج و توقیت کے نہایت نایاب و قیمتی مسائل ہیں۔ جن کا جاننا مسلمانوں کو از بس ضروری اور عایت درجہ مفید ہے۔ یہ کتاب سات جزو کی ہے۔ پورا رسالہ آج تک شائع نہیں ہوا ہے۔

احمد، مرکزی حزب الاحناف لاہور۔

ان میں بیشتر کے قلمی نسخے موجود ہیں۔ قصبہ بہار شریف، کلکتہ، گوالیار، بریلی، نئی تال اور بمبئی کے نسخے کئی کئی بار شائع ہوئے۔

(۲۶) (۳) مؤذن الاوقات: یہ رسالہ ۱۳۳۵ھ میں لکھا گیا۔ ہندوستان کے لئے ۱۲ درجہ عرض سے ۲۳ درجہ عرض تک ۲۳ رسالوں کو مرتب کرنے کی ضرورت تھی۔ جیسے جیسے یہ ضرورت درپیش آتی گئی، ملک العلماء 'مؤذن الاوقات' کے نسخے تیار کرتے رہے۔ درج ذیل دس شہروں کے اوقات صلوٰۃ و صوم مختلف احباب کی ضرورت و فرمائش پر دس رسالے تیار کئے۔

(۲۷) (۴) توضیح الافلاک معروف بہ سلم السماء: یہ ۱۳۳۰ھ کی تصنیف ہے۔ علم ہیئت کی یہ کتاب ایک مقدمہ، پانچ ابواب، ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔ صفحات کی تعداد ۷۷۷ ہے۔ قلمی نسخہ بخط مصنف محفوظ ہے۔

(۲۸) (۵) مشرقی کا غلط مسلک: ۱۳۵۸ھ کی کاوش ہے۔ خاکسار تحریک کے بانی عنایت اللہ خان مشرقی (۱۸۸۸ء۔ ۱۹۶۳ء) کے رسالہ، مولوی کا غلط مذہب نمبر ۹، کے رد میں ہے۔ جس میں مشرقی کے اس دعویٰ کا رد و ابطال علمی و فنی انداز میں کیا گیا ہے۔ مشرقی کا دعویٰ تھا کہ ہندوستان کی تمام مسجدوں کی سمت قبلہ غلط ہے۔ اس کتاب کی اہمیت کی بناء پر سید سلیمان ندوی نے باہنامہ معارف، اعظم گڑھ کے دو شماروں، جنوری، فروری ۱۹۴۰ء میں 'مشرق اور سمت قبلہ' کے عنوان سے شائع کیا۔ کتابی صورت میں اب تک شائع ہونہ سکی۔ قلمی نسخہ بخط مصنف محفوظ ہے۔

بمبئی..... عرض ۳۲ درجہ حسب فرمائش حضرت مولینا مفتی حشمت علی خان لکھنؤ، خطی نسخہ بخط ملک العلماء محفوظ ہے۔

کلکتہ..... عرض ۲۲ درجہ، حسب فرمائش حضرت الحاج لعل محمد خان براسی، ذکر یا اسٹریٹ، کلکتہ، یہ نسخہ بھی محفوظ ہے۔

بہار شریف..... عرض ۲۵ درجہ..... بخط محفوظ ہے۔

کانپور..... عرض ۲۶ درجہ..... بخط محفوظ ہے۔

گوالیار..... عرض ۲۶ درجہ حسب فرمائش حضرت مولینا امجد رضا خان قادری برکاتی تاریخ ترتیب یکم عید الفطر ۱۳۵۲ھ

بریلی..... عرض ۲۹ درجہ حسب فرمائش حضرت مولینا حکیم حسین رضا خان

نئی تال..... عرض ۲۹ درجہ حسب فرمائش حضرت مولینا حامد رضا خان قادری۔

ملتان..... عرض ۳۰ درجہ حسب فرمائش حضرت مولینا نیاز احمد قادری

لوہاری دروازہ، ملتان

لاہور..... عرض ۳۱ درجہ حسب فرمائش ابوالحسنات حضرت مولینا سید

ملک العلماء ہیئت و توقیت میں گویا سدرۃ المنتہیٰ پر فائز تھے۔ اس فن سے شوق رکھنے والے اہل علم خط کتابت سے بھی ان سے استفادہ کرتے تھے، ایسے حضرات میں حضرت مولانا مفتی عمیم الحسنان استاذ مدرسہ عالیہ ڈھاکہ (یہ مدرسہ عالیہ کلکتہ ہی کا ایک حصہ ہے۔ جو تقسیم ہند کے بعد تقسیم ہو کر ڈھاکہ منتقل ہوا) حضرت مولانا حافظ عبدالرؤف بلیاوی سابق نائب شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ مبارکپور اور حضرت الحاج مولانا محمد ظہور احمد نسیمی مراد آبادی خاص صدرالافاضل حضرت مولانا شاہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی بطور

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رحمہ اللہ کی حیات اور علمی خدمات

۱۹۲۸ء میں) طبع ہوا۔ جس پر محقق اہل سنت علامہ ڈاکٹر جلال الدین قادری کھاریاں، گجرات پاکستان کی تقدیم و تحشیہ ہے۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نے تمہید لکھی ہے۔ یہ اشاعت مکتبہ رضویہ لاہور کی ہے، اس کی تیسری اشاعت رضا دارالمطالعہ گلشن آداب رضا متعلقہ الجامعۃ النظامیہ ملک پور ہاٹ، ضلع کلہاڑی کی۔

(۳۲) القول الاظہر من بین یدی المنبر: سن تالیف ۱۳۳۲ھ اس موضوع پر حضور ملک العلماء کا ایک فتویٰ دہدہ سکندری رامپور میں بھی شائع ہوا ہے۔ خطوط رضا میں بھی اس کا ذکر ملتا ہے۔ یہ رسالہ غیر مطبوعہ ہے۔

(۳۳) ہادی الہدایۃ لتکرک الموالات: سن تحریر ۱۳۳۹ھ ہے۔

تحریک ترک موالات، تحریک خلافت کے اتار چڑھاؤ سے اہل نظر بخوبی واقف ہیں۔ ان تحریکوں کے مضر اثرات سے قوم کو متنبہ کیا۔ جن خدشات کی نشاندہی امام احمد رضا اور ملک العلماء نے اپنی کتابوں، رسالوں میں کی تھی۔ بعد کو وہ صدنی صد درست نکلی۔ یہ کتاب امام احمد رضا کی نظر سے گزر چکی تھی۔ خطوط رضا میں اس کتاب کے تعلق سے یہ جملے ملتے ہیں، آپ کا رسالہ اب تک نہ دیکھ پایا، متفرق مقامات سے کچھ کچھ دیکھا ہے۔ جزاکم اللہ خیراً کثیراً..... بہر حال اسے دیکھ کر اللہ چاہے، تو جلد واپس کرنے کا ارادہ ہے، اس کا قلمی نسخہ بجز مصنف محفوظ ہے۔

(۳۴) ندوة العلماء: ۱۳۳۸ھ کی تصنیف ہے۔ سید عبدالحی ناظم ندوة العلماء کی ایک سالانہ رپورٹ ورداد پر یہ تنقیدی تحریر ہے۔ یہ رسالہ مفت روزہ دہدہ سکندری رامپور میں چھ سات قسطوں میں شائع ہوا ہے۔ کتابی صورت میں اب تک چھپ نہیں سکا۔ مؤخر الذکر تین کتابوں کا راست تعلق گور ضویات سے نہیں۔ لیکن انہیں

خاص قابل ذکر ہیں۔ ان کے خطوط مکتوبات مشاہیر بنام ملک العلماء قلمی میں موجود ہیں جن حضرات نے پٹنہ یا کٹیہار میں قیام کر کے ملک العلماء سے ان علوم فنون میں اخذ و اکتساب کیا۔ یہ تینوں نام خصوصیت کے حامل ہیں۔

حضرت مولانا حافظ عبدالرؤف بلیاوی (متوفی ۱۹۷۱ء) سابق نائب شیخ الحدیث الجامعۃ الاثریہ مبارک پور اعظم گڑھ، حضرت مولانا نظام الدین بلیاوی مدرس مدرسہ سبحانیہ الہ آباد اور حضرت مولانا محمد یحییٰ بلیاوی کے اساتذہ ہیں اب ان فنون کے تنہا وارث و امین ملک العلماء کے شاگرد رشید مظہر اعلیٰ حضرت امام علم و فن حضرت خواجہ مظہر حسین رضوی خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند ہیں، خدا ان کی عمر دراز فرمائے۔

رضویات کے حوالے سے ملک العلماء کی جو محنت و جدو جہد جاں سوزی، والہیت، واریگی اور گونا گوں خدمات ہیں، وہ اظہر من الشمس ہیں، اس پر خاص گفتگو ملک العلماء کی اولیات۔ ایک چشم کشا تحریر میں ہو چکی ہے، جس کی پذیرائی ہندو پاک کے طول و عرض سے ہوئی۔ یہاں صرف دو چند کتابوں کے ذکر پر اکتفا کیا جا رہا ہے۔

(۲۹) حیات اعلیٰ حضرت، چار جلدیں، سن تالیف ۱۳۲۹ھ

(۳۰) المعجل العدد لتالیفات المجدد:

سن ترتیب و طباعت ۱۳۲۷ھ۔ رضویات سے شغف و اشتعال رکھنے والے ان دونوں کتابوں کی داستان بلبل رنگیں نواسے خوب واقف ہیں۔ یہاں دونوں کا تذکرہ طول بحث کا باعث ہوگا۔

(۳۱) چودھویں صدی ہجری کے مجدد: سن تالیف ۱۳۶۷ھ۔ یہ طویل مقالہ پہلے پہل مفت روزہ دہدہ سکندری رامپور نے قسطوار چھ قسطوں میں (۳۰ اپریل ۱۹۳۰ء تا ۱۱ اکتوبر

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رحمہ اللہ کی حیات اور علمی خدمات

رضویات سے الگ رکھ کر دیکھا بھی نہیں جاسکتا۔

(۳۵) عید کا چاند: ۱۳۷۰ھ کی تحریر ہے۔ ملک العلماء کے ایک مرید خاص ماسٹر قیس محمد خان استاذ محمدن اینگلو عربک اسکول پٹنہ کے سوال کے جواب میں تحریر کیا گیا۔ رویت ہلال کے بارے میں تار، ریڈیو، ٹیلی فون، وائر لیس، اخبارات کی خبر شرعاً معتبر نہیں۔

اس میں ۱۹۵ھ علمائے سابقین و معاصرین کی تحریرات و تصدیقات بھی درج ہیں۔ ان کا تعلق مختلف مکاتب فکر سے ہے، اس میں امام احمد رضا کا نادور رسالہ جو چھ صفحوں پر مشتمل ہے، نقل کر کے محفوظ کر دیا گیا ہے، نام ہے، از کسی الهلال با بطلان ما احدث الناس فی امر المحال، مؤیدین کے اسماء یہ ہیں، مفتی اعظم ہند حضرت مولانا شاہ مصطفیٰ رضا قادری بریلوی، حضرت سید شاہ بدر الدین قادری سجادہ نشین خانقاہ حبیبیہ پھلواڑی، مولانا مفتی مظہر اللہ نقشبندی دہلوی، معروف دیوبندی عالم رشید احمد گنگوہی و اشرف علی تھانوی، مفتی محمد شفیع دیوبندی دارالافتاء دارالعلوم دیوبند، غیر مقلد مولانا عبد الخیر صدر جماعت اہل حدیث پٹنہ، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا سید سلیمان ندوی، مولانا عبدالماجد دریا بادی وغیرہ، جناب قیس محمد خان نے اسے ۱۹۵۲ء میں ہی شاہ محمد صابر حسن خان صابری فاروقی کے زیر اہتمام برقی پریس دہلی سے شائع کرایا تھا۔ صفحات کی تعداد ۱۱۱ ہے۔ اس کا مخطوطہ موجود ہے۔

(۳۶) جواہر البیان: یہ الخیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفہ النعمان، کا اردو ترجمہ ہے۔ جونویں صدی ہجری کے مشہور مصنف علامہ شیخ شہاب الدین احمد ابن حجر مکی (متوفی ۹۷۳ھ) کی اہم تصنیف ہے حضرت مولانا لعل محمد خان مدراسی کلکتہ کی فرمائش پر ملک العلماء نے یہ ترجمہ کیا اور انہوں نے ہی اپنے مطبع اہل سنت و جماعت زکریا اسٹریٹ کلکتہ سے ۱۳۳۳ھ میں

شائع کیا۔ ترجمہ کا سن بھی وہی ہے۔ دوسرا ایڈیشن بھی شائع ہوا۔ تیسرا ایڈیشن مکتبہ رضویہ نوریہ گلبرگہ لائل پور نے چھاپا، اسی طباعت کا عکسی ایڈیشن مکتبہ ایشیق استنبول، ترکی حضرت شیخ حسین حلمی بن سعید نے ۱۹۷۶ء میں شائع کیا۔ یوں اس مقبول عام ترجمہ کے چار ایڈیشن شائع ہوئے۔ تاہم یہ اہل علم کی نظروں سے اوجھل ہے۔

(۳۷) سرور القلوب محزون فی صبر عن نور العیون: حضرت امام جلال الدین سیوطی (۹۹۱ھ) کی مشہور آفاق تصنیف 'شرح الصدر فی شرح حال الموتی فی القبور' کا یہ اردو ترجمہ ہے۔ جو حضور ملک العلماء نے اواخر ۱۳۳۸ھ میں کیا۔ اصل ترجمہ مع اضافہ مسائل ضروریہ صفحات ۱۱۲ بخط مترجم محفوظ ہے۔

ملک العلماء کے وصال (۱۳۸۲ھ) کے بعد ۱۴۰۳ھ میں یہ ترجمہ پٹنہ ہی سے شائع ہوا۔ طابع و ناشر تھے حضور ملک العلماء کے ایک جاں نثار عقیدت مند مرید خاص حضرت مولانا حافظ عبد الحفیظ صاحب صدر مدرس ادارہ شرعیہ پٹنہ۔

(۳۸) سد الفرار بمہاجری بہار: ۱۳۶۶ھ کی تصنیف ہے۔ ۳۲ صفحے کا یہ رسالہ ربیع الاول شریف ۱۳۶۶ھ میں لکھا گیا، اسی مہینہ میں طبع ہوا۔ دو ہزار کی تعداد میں لیتھو آرٹ پریس دریا پور پٹنہ سے شائع ہو کر دو دراز کے علاقوں تک تقسیم کرایا گیا۔ وجہ تالیف اس کی یہ ہوئی، ۱۹۳۶ء میں بہار کے غیر مسلموں نے وہ سفاکیت، درندگی، بربریت کا سلوک مسلمانوں کے ساتھ کیا۔ جس سے مسلمان دل برداشتہ ہو کر خاصی تعداد میں بنگال اور سندھ کی طرف ہجرت کرنے لگے۔ اس انفر اتفری کے ماحول میں ملک العلماء نے مسلمانوں کی ڈھارس یہ کتاب لکھ کر بندھائی اور مسلمانان بہار ایک گونہ طمانیت محسوس کرنے لگے۔ یہ رسالہ ہجرت بنگال کے نام سے بھی معروف ہے۔

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی بیٹھوکی حیات اور علمی خدمات

موتگیر کے سجادہ نشین حضرت مولانا سید شاہ قمر الہدی (متوفی ۲۹ رمضان ۱۳۸۵ھ) مدعو تھے۔ آپ کے صاحبزادے سید شاہ احسن الہدی ملک العلماء کے شاگرد خاص تھے۔ دوسرے سال حضرت مولانا مشتاق احمد کانپوری (متوفی ۱۳۵۵ھ) استاذ مدرسہ عالیہ کلکتہ، تیسرے سال حضرت مولانا عبدالواحد بدایونی، چوتھے سال محدث اعظم حضرت مولانا سید محمد کچھوچھوی (متوفی ۱۳۸۳ھ ۱۹۲۳ء) پانچویں سال حضرت مولانا عبدالحماد بدایونی (متوفی ۱۳۹۰ھ ۱۹۷۰ء) چھٹے سال حضرت مولانا عبدالحمید آنولوی بریلوی (متوفی ۱۳۶۷ھ ۱۹۲۸ء) تلمیذ خاص تاج العلماء حضرت مولانا شاہ عبدالقادر بدایونی (متوفی ۱۳۱۹ھ) ساتویں سال حضرت مولانا وحی احمد بہرامی صدر مدرس جامعہ نعیمیہ مرادآباد۔ آٹھویں سال صدرالافاضل حضرت مولانا سید شاہ محمد نعیم الدین مرادآبادی اور دسویں سال حضرت مولانا شاہ قاضی احسان الحق نعیمی اشرفی مفتی بہراج مدعو کئے گئے۔ ملک العلماء کا یہ انتہائی اخلاص تھا، وسیع النظری تھی۔ اپنے قابل فخر معاصرین کو بلا کر اپنے اسٹیج پر تقریر کروائے تھے۔ ورنہ وہ خود اس جلسہ کے خطیب خاص و شہ نشین تھے۔

ملک العلماء نے پہلے سال بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھائی گھنٹے تقریر کی۔ دوسرے سال لفظ 'سبحان'، پر تیسرے سال 'الذی' پر، چوتھے سال، اسریٰ پر، پانچویں سال، 'بعبدہ' کے 'با' پر چھٹے سال 'عبد' پر، ساتویں سال 'بعبدہ' کی اضافت پر، یعنی مسلسل تین سال حرف 'بعبدہ' پر تقریر ہوئی۔ آٹھویں سال، لیلۃ پر گفتگو ہوئی، نویں سال لیلۃ کی تنوین پر پورا خطاب ہوا۔ دسویں سال حرف من پر، گیارہویں سال پوری تقریر من کے متعلق پر ہوئی۔ بارہویں سال اور تیرہویں سال ظاہر ہے المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ، پر تقریریں ہوئی ہونگی، اس طویل المدت تقریری سلسلہ سے حضور

دراصل اس دور میں کانگریس اور مسلم لیگ کے درمیان جو سیاسی تصادم تھا۔ وہ بھی مسلمانوں کے لئے خوف و حراس اور سراسیمگی کا باعث تھا۔ اس معاملہ میں امام احمد رضا کے خلفاء و تلامذہ اور وہ جوان کے زیر اثر تھے، دو خانوں میں بٹ چکے تھے۔ ایک گروہ مسلم لیگ کا حامی تھا۔ جس کی قیادت صدرالافاضل حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی فرما رہے تھے۔ دوسرا گروہ نہ مسلم لیگ کا حامی تھا، نہ کانگریس کا۔ اس کی اپنی اسلامی و شرعی پالیسی تھی۔ اس کی قیادت و رہنمائی امام احمد رضا کے پیرخانہ مارہرہ مطبرہ کے زیب سجادہ ممدوح امام احمد رضا تاج العلماء حضرت مولانا سید شاہ اولاد رسول محمد میاں قادری فرما رہے تھے۔ حضرت ملک العلماء کا تعلق حضور تاج العلماء کی اسلامی پالیسی سے تھا۔ تقسیم ہند سے پہلے اور بعد میں مسلمانوں میں جو اتتری پھیلی، جانی و مالی نقصان ہوا، لوٹ، قتل، ہجرت کا بازار گرم ہوا۔ نفسا نفسی کے اس عالم میں خانقاہ مارہرہ کا رول انتہائی تاریخی ہے۔ اسی تاریخی رول کا ایک اہم حصہ تھے حضرت ملک العلماء۔ ضرورت ہے کہ مارہرہ مقدسہ کے اس اہم تاریخی باب پر کام کیا جائے۔ کوئی فاضل قلم کار آگے آئیں، بھرپور مواد فراہم کیا جائے گا۔ خاکسار کے پاس اس حوالہ سے بھی کافی مواد ہے۔

(۳۹) تنوید السراج فی ذکر المعراج: ۱۳۵۳ھ بعد۔ اس کی تقریب یوں ہوئی، خانقاہ عالیہ تکیہ حضرت رکن الدین عشق (متوفی ۱۲۰۳ھ) کے سجادہ نشین حضرت سید شاہ حمید الدین (متوفی ۲۲ رمضان ۱۳۶۲ھ) جلسہ رجبی یعنی بیان معراج کا اہتمام کیا۔ یہ جلسہ رجبی رجب ۱۳۵۳ھ سے شروع ہوا اور کوئی پندرہ سولہ سال تک ہر سال ہوتا رہا۔ ملک العلماء اس جلسہ کے خاص خطیب ہوتے تھے۔ ملک العلماء کی فرمائش پر ہر سال ایک مہمان خطیب بھی بلائے جاتے تھے۔ پہلے سال خانقاہ شاکریہ بند ضلع

فائز تھے۔ فلورہ تاس بہارں جب میں اس آجہ سے ملے۔ یہ ہوئے۔ جسد خاک کی وہاں سے قصبہ بہار شریف لایا گیا اور ایک اونچی پہاڑی پر سپرد خاک کیا گیا۔ مزار شریف پر عالی شان گنبد بنا ہوا ہے، جو زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ حضرت سید ابراہیم کانسب ساتویں پشت میں حضرت عزت پاک شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔ یہ کتاب بھی غیر مطبوعہ ہے، قلمی نسخہ موجود ہے۔

(۴۱) النور و الضیافی سلاسل اولیا:

بزرگان دین کے ۱۶۲ سلسلوں کا شجرہ اور اسمائے گرامی اس میں درج ہیں۔ جن میں حضرت ملک العلماء کو بیعت، اجازت، خلافت، حاصل تھی، پہلا شجرہ سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کا ہے اور آخری سلسلہ علیہ فردوسیہ منعمیہ شاکریہ کا ہے۔ اول سلسلہ میں حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم تک ۳۸ واسطے ہیں اور آخری سلسلہ میں ۴۱ واسطہ ہیں۔ ۳۰۹ صفحات کا یہ شجرہ و نسب نامہ بخط ملک العلماء محفوظ ہے۔

(۴۲) مولود رضوی: ۱۳۶۰ھ۔ میلاد پاک کے موضوع پر یہ کتاب حضور ملک العلماء نے محرم الحرام ۱۳۶۰ھ میں لکھی۔ پٹنہ کی مشہور خانقاہ درگاہ شاہ ارزاں کے سجادہ نشین سید شاہ حامد حسین حامد اواز نے ۱۳۸۱ھ میں اسے منظر فرمائش پر یہ کتاب لکھی گئی۔ حضور

واقعات، حقائق معارف بیان کئے گئے ہوں اور حضور نبی کریم علیہ السلام و التسلیم کے کیسے کیسے اوصاف، کمالات، محاسن و مناقب، فضائل، خصائص کے تحت خطاب ہوئے ہوں گے۔ بالیقین یہ کہا جاسکتا ہے یہ تقریریں علم کا خزانہ ہونگی اور حمد و محامد رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا گنجینہ ہوں گی۔ افادہ عام کی غرض سے یہ تقریریں لکھی جاتی تھیں۔ ملک العلماء ان پر ایک نظر ڈال لیتے تھے۔ یوں یہ تمام تقریریں محفوظ ہو گئیں۔ قریب سب تقریروں کے مسودے موجود ہیں۔ ان میں صرف گیارہویں تقریر ہی شائع ہو سکی ہے۔ پہلا ایڈیشن حضرت مولانا عبدالرحمن، وسید شمس الضحیٰ عظیم آبادی کے زیر اہتمام رضوی دارالکتب سرائے سلطان لاہور نے تعلیمی پرنٹنگ پریس لاہور سے شائع کیا۔ پھر یہی تقریر ذکر معراج، کے نام سے ۱۹۷۸ء میں ادارہ روضۃ المعارف گھوسی، ضلع منو سے شائع ہوئی، ذکر معراج کی ایک تقریر، بیان معراج، کے عنوان سے ادارہ افکار حق بانسی، پورنیہ نے بھی شائع کی ہے۔ ضرورت ہے، یہ تمام خطبات، خطبات معراج کے نام سے شائع کیا جائے اس سے عوام و خواص و خطبا سبھی مستفیض ہوں گے۔ خطبا و

خطبا

حواس و برکات سے نصہ۔ اس میں ۱۳۲۶ھ (متوفی ۱۳۲۶ھ) شاگرد داغ دہلوی اور اعلیٰ حضرت کی بریلوی (متوفی ۱۳۲۶ھ) شاگرد داغ دہلوی اور اعلیٰ حضرت کی

پاکستان جا کر آباد ہو گئے۔ ۴۳ صفحہ کی اس کتاب میں ۲۴ نصبات و مواضع کے ملک حضرات کا شجرہ نسب بیان کیا گیا ہے۔ ملک

انجمن برکات رضیاء۔ ممبئی

حضور ملک العلماء امام احمد رضا کی نظر میں

جہان ملک العلماء

حضرت محمد مہاجر سید محمد تقی زین العظیم آبادی رضی اللہ عنہما کی حیات و عمر کی خدمت

کبھی ایصالِ ثواب کیا نہیں؟ اگر کیا تو کس طریقے سے؟
(۴) فقہ حنفی میں کون سا طریقہ ایصالِ ثواب کا صحیح ہوا ہے یا نہیں؟ اگر
کھٹا ہے تو وہ کیا ہے؟ اور خود حضرت امام اعظم و صاحبین رحمہم اللہ
تعالیٰ سے کوئی روایت منقول ہے یا نہیں؟

اس استفسار کے جواب میں ملک العلماء نے ایک
مستقل کتاب تصنیف کی اور وہیں پینے سے شروع کی، تاکہ ہر
مسلمان اس سے مستفید ہو سکے۔ پہلے سوال کے جواب میں ۲۰
صفحات تحریر کیے، ایصالِ ثواب کے طریقوں پر بحث فرمائی، جو صدر
اسلام سے سلفاً و خلفاً مسلمانوں میں رائج ہیں۔ دوسرے سوال کا
جواب ۶۳ صفحات میں تصنیف کیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور
خلفائے راشدین کے عہد ہائے مبارک میں ایصالِ ثواب کے
پچیس طریقے احادیث قویٰ و ضعیفہ سے ثابت کئے۔ علمائے کرام سے
صراحت و دلالتہ ناٹور دلائل سے مسئلہ زیر بحث کو روشن کیا۔ پھر مزید
تائید و تقویت کے لئے صوفیہ و مشائخ کے تعامل و توارث کا تفصیلی
حوالے پیش کئے۔ اس طرح چوتھے سوال کے جواب میں دس صفحے
رقم کئے۔ یہاں بھی دلائل و براہین کا ذخیرہ لگا دیا۔ یوں علمی اسلوب
میں نقلی و عقلی دلیلیں دے کر مستحق کے تمام شبہات و شکوک کے ازالہ
کی کوشش فرمائی اور عام مسلمانوں کو تمنا عمادی کی ویسے باری سے
محفوظ فرمایا۔

یہ تاریخی کتاب اولاً پینہ عی سے شائع ہوئی، دوسری
اشاعت روضۃ المعارف گھوسی، موہ یوپی کی ہے۔ تیسری اشاعت
عالمی حضرت مولانا سید شمس العظیم آبادی دارالعلوم حزب الاحناف
لاہور کی ہے۔ چوتھی اشاعت المجمع العلمی ہزاری باغ بہار کی

نقش بھی شامل ہیں۔ حضرت شاہ صاحب کا فقہ کلام و سلام بھی
درج کتاب ہے۔ آخر میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی مشہور مناجات
نیا الہی برجگہ تیری عطا کا ساتھ ہو بھی زینت کتاب ہے۔ ۲۲ صفحے
کا یہ رسالہ آج تک شائع نہیں ہوا، البتہ اس زمانہ میں اہل شوق و
محبت نے اس کی نقلیں لے کر ضرور پڑھیں، مسودہ موجود ہے۔

(۴۴) اعلام الاعلام باحوال العرب قبل الاسلام
۱۳۳۱ھ۔ عنوان سے ظاہر ہے، یہ کتاب عربوں کے
احوال، بسلوں، خصوصیتوں پر مشتمل ہے۔ قبائل، مناسبات، جغرافیہ پر بھی
بحث ہوئی ہوگی۔ جو حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آمد آمد
سے پہلے تھی۔ ۱۳۳۱ھ میں یہ اہم موضوع کی کتاب معرض وجود میں
آئی۔ جو آج تک اشاعت پذیر نہ ہو سکی۔ مزید تفصیلات معلوم نہیں۔

(۴۴) نصرة الاصلح بقسطنطنیہ لثواب:

۱۳۵۳ھ۔ بہار کے مشہور اہل قرآن عالم سید محی الدین تمنا
عمادی پھلواوی (۱۸۸۸ء-۱۹۴۰ء) کے قائم کردہ چار سوالوں کے
جواب میں تحریر کیا گیا۔

(۱) ایصالِ ثواب کا کوئی طریقہ قرآن پاک میں بتایا گیا یا نہیں؟ اگر
ہے تو وہ کیا ہے؟

(۲) آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے عہد ہائے
مبارک میں مردوں کے لئے ایصالِ ثواب کا کوئی معمول یا دستور تھا،
یا نہیں؟

(۳) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اہل سنت و
اصحاب میں سے جو وفات پاتے گئے، مثلاً حضرت خدیجہ الکبریٰ،
حضرت رقیہ، حضرت ام کلثوم، حضرت خبیث، حضرت حمزہ، حضرت
جعفر...

ملک العلماء کی تین مہریں

از قلم: پروفیسر مختار الدین احمد صاحب، علیگڑھ

مہروں کی قدیم زمانے سے لے کر گزشتہ صدی تک اہمیت رہی ہے، فرمان، دستاویز اور مکتوب پر جب تک مہر ثبت نہ ہو اس کو مستند نہیں سمجھا جاتا تھا۔ مغل بادشاہوں کے عہد میں مہر برداری وقع اور عزت والا عہدہ تھا جو کسی ذمہ دار اور معتمد شخص کو دیا جاتا تھا۔ ہندوستان اور دوسرے مشرقی ممالک میں قدیم مہروں کو جمع کرنے کی شاید کبھی کوشش نہیں کی گئی۔ آکسفورڈ یونیورسٹی کے ایشیولین میوزیم میں ایک کمرہ صرف مہروں کے لئے مخصوص ہے۔ انگلستان میں قیام کے دوران (۱۹۵۳ء-۱۹۵۶ء) اس کمرے کو جس میں دنیا جہان کی مہریں بھری پڑی تھیں متعدد بار دیکھنے کا مجھے موقع ملا۔ ہر طرح کی مہریں تھیں، پختہ مٹی، لکڑی، لوہے، پتیل، چاندی اور قیمتی پتھروں پر عہد وسطیٰ سے انیسویں صدی تک کی رنگ برنگ کی اور چھوٹی بڑی ہر طرح کی مہریں دیکھنے کو ملیں۔ عقیق جڑی ہوئی کچھ انگوٹھیاں بھی دیکھیں جن پر خوبصورت نسخ اور نستعلیق میں نام کھدے ہوئے تھے۔ بالکل اتفاق سے ایک دن مرزا اسد اللہ خاں غالب دہلوی کی مہر بھی دیکھنے کو مل گئی جو ہندوستان کے آخری مغل فرمانروا بہادر شاہ ظفر کے عہد کے مشہور مہر گن بدر الدین کے ہاتھ کی کندہ کی ہوئی تھی۔ (یہ انگوٹھی میوزیم میں نہیں تھی ڈاکٹر محمد نظام الدین ڈائریکٹر دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد کے ساتھ ایک صاحب میوزیم دیکھنے آئے تھے، ان کا تعلق مرزا غالب کے خاندان سے تھا اور

اسی مناسبت سے اب مرزا غالب کی انگوٹھی ان کے ہاتھ میں تھی)۔ مصنفوں، شاعروں، ادیبوں وغیرہ بلکہ خوش نوییوں کے تذکرے بھی لکھے گئے، مجھے نہیں معلوم اگر کسی نے مہر کندہ کرنے والے ماہروں کی زندگی اور ان کے کارناموں پر ایک مفصل مضمون بھی لکھا ہو۔

منشی نول کشور کے مطبع کی چھپی ہوئی غالب کے عہد کی ایک مطبوعہ کتاب کئی سال پہلے نظر سے گزری۔ اس میں ایک ادبی لغوی مسئلے پر، جو تنازع کی شکل اختیار کر گیا تھا، اس عہد کے مختلف ادیبوں، عالموں اور شاعروں کے خطوط اور ان کی رائیں درج ہیں۔ ان پر عام طور پر نام کے ساتھ ان کی مہریں بھی ثبت ہیں، پچاسوں مہروں کے نقوش اس کتاب میں دیکھنے کو ملے۔

اسی طرح لندن یونیورسٹی کے ایک انگریزی رسالے میں کوئی نصف صدی پہلے اردو زبان کا ایک سپاس نامہ چھپا تھا جو ایسٹ انڈیا کمپنی کے ایک افسر جون پینٹن گبس کو، جس نے اپنے آخری سات سال دہلی میں سیشن جج کی حیثیت سے گزارے تھے، دہلی والوں نے ان کی انگلستان واپسی کے موقع پر ۱۸۵۲ء میں پیش کیا تھا۔ یہ شاید اردو کا قدیم ترین سپاس نامہ ہے۔ سپاس نامہ کے آخر میں دہلی کے پچاسوں اصحاب کے دستخط اور مہریں ہیں۔ ان میں کچھ اصحاب یہ ہیں:

یہ مہر جو ۱۳۲۱ھ کو کندہ کی گئی ہے، ان کی طالب علمی کے آخری زمانے کی یادگار ہے۔ اسی سال وہ کانپور اور پٹنہ کی بہت سے مدارس میں درس لیتے ہوئے طلب علم میں خوب سے خوب تر کی تلاش میں بریلی پہنچے تھے۔ یہاں آکر وہ مدرسہ مصباح العہدیب میں، جس کا نام انہوں نے کانپور میں سن رکھا تھا، مولوی محمد یونس کے درس میں شریک ہو گئے۔ وہ فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں بھی حاضر ہونے لگے، جن کے علم اور قلم کی طاقت دور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ وہ پہلی ہی ملاقات میں ان سے مل کر اور ان کی گفتگو سن کر بہت متاثر ہوئے۔ اس ملاقات کے بعد وہ پابندی سے اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے علمی فیوض حاصل کرنے لگے۔ ابھی محلہ سوداگران میں مدرسہ منظر اسلام قائم نہیں ہوا تھا۔ یہ مہر ملک العلماء کی ایک درسی کتاب کے پہلے صفحے پر ثبت ہے۔ جس پر اعلیٰ حضرت کی دس شعروں کی ایک نعت نقل کی ہوئی ہے، اس کا عنوان ہے ”اشعار نعتیہ از حضور مولانا صاحب قبلہ“ نعت کا پہلا شعر ہے:

وہ گل ہیں یا باد صبا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں
مہتاب یا مہر سہا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

عنوان سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ بارگاہ رضوی میں ان کی حاضری کے بالکل ابتدائی دنوں کی تحریر ہے۔ مہر پر حسب ذیل عبارت کندہ ہے:

محمدی سنی حنفی قادری ابوالبرکات محمد ظفر الدین ۱۳۲۱ھ

پہلے حضرت ملک العلماء اپنی کنیت ابوالبرکات لکھتے تھے اور نام محمد ظفر الدین، اعلیٰ حضرت نے محمد ظفر الدین پر محمد ظفر الدین کو ترجیح دی اور وہ آخر حیات تک اسی نام سے موسوم رہے۔

سر سید احمد خاں، مفتی صدر الدین آرزوہ دہلوی، خاقانی ہند شیخ محمد ابراہیم ذوق، پروفیسر رام چندر (استاد دہلی کالج)، مولوی ذکاء اللہ دہلوی، مولوی کریم بخش (استاد دہلی کالج)، مولوی سبحان بخش (دہلی کالج)، نواب ضیاء الدین احمد خاں خلیفہ نواب احمد بخش خاں، معین الدولہ عمدۃ الامراء ذوالفقار الدین حیدر، محمد حسین آزاد دہلوی خلیفہ مولوی محمد باقر دہلوی۔

بعض حضرات نے دستخط کئے ہیں بعضوں نے اپنا پورا نام اور عہدہ لکھا ہے اور بعض اصحاب نے اپنی مہر سے بھی ثبت کی ہیں۔ یہ مہر بہت خوبصورت کندہ کی ہوئی ہیں۔

دہلی کے رہنے والوں میں اس سپاس نامے پر مرزا شمس الدین احمد خلیفہ نواب احمد بخش خاں اور مرزا اسد اللہ خاں غالب دہلوی کے نام کہیں نظر نہیں آئے۔

گذشتہ صدی کے علماء و مفتیان کرام کا بھی قاعدہ رہا ہے کہ اپنی تحریروں، اپنے مکتوبات اور اپنے فتاویٰ پر اپنے نام کے بعد اپنی مہر ضرور ثبت کرتے تھے۔ علمائے بریلی میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی، حجت الاسلام مولانا حامد رضا خاں، مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا خاں رحمہم اللہ اور وہاں کے متعدد علماء و مفتیان کرام کی مہروں کے نقوش بریلی کی مطبوعات میں اب بھی دیکھنے کو مل جائینگے، محدث صاحب کچھوچھ شریف، سید العلماء مولانا نعیم الدین مراد آبادی، مؤلف بہار شریعت مولانا امجد علی صاحب اعظمی وغیرہ کی مہریں مختلف فتاویٰ پر میری نظر سے گذری ہیں۔

حضرت ملک العلماء کی تین مہریں ان کے نقوش راقم کی نظر سے گزرے ہیں:

پہلی مہر:

جہان ملک العلماء

حضرت ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی دہلی کی حیات اور علمی خدمات

دوسری مہر:

یہ مہر حضرت کی بعض کتابوں اور تحریروں پر ملتی ہے، اس کی عبارت یہ ہے:

”سنی حنفی قادری رضوی عبید المصطفیٰ ظفر الدین احمد“

اس مہر پر تاریخ پڑھی نہیں جاتی لیکن ”رضوی“ اور ”عبید المصطفیٰ“ کے اضافے سے واضح ہے کہ اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں قربت کے بعد پہلی مہر مسترد کر کے یہ مہر کھدوائی گئی ہے، راقم کا خیال ہے کہ یہ مہر ۱۳۲۲ھ یا ۱۳۲۳ھ میں بنوائی گئی ہوگی۔

تیسری مہر:

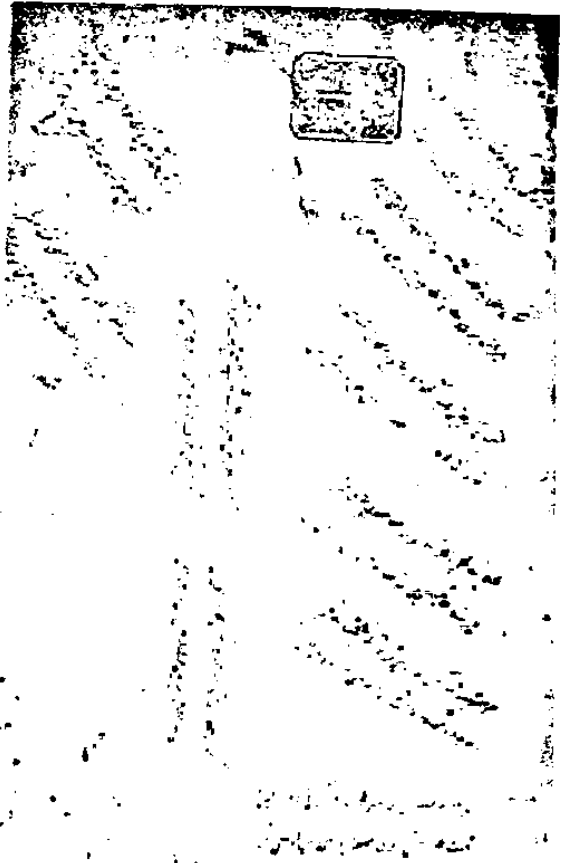
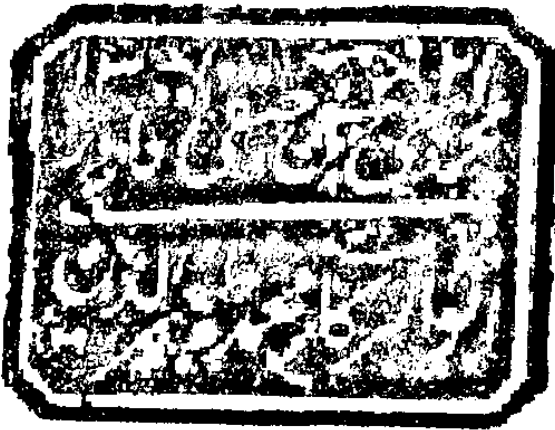
یہ مہر ۱۳۳۸ھ میں کندہ کرائی گئی ہے جب آپ مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ میں استاد حدیث و تفسیر و ہیئت تھے۔ اس کی عبارت حسب ذیل ہے:

”ملک العلماء فاضل بہار محمد ظفر الدین قادری رضوی ۱۳۳۸ھ“

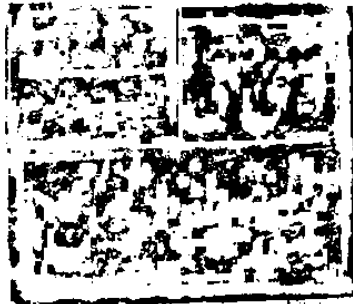
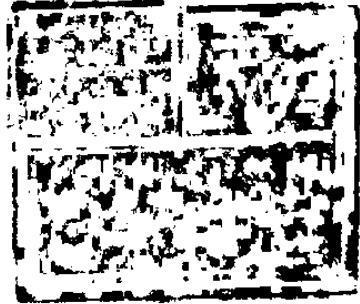
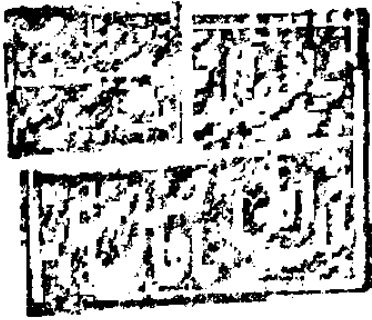
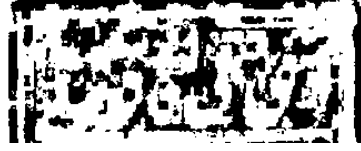
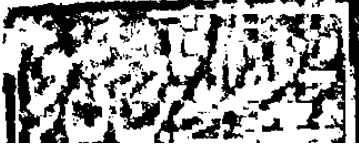
حضرت آخر زندگی تک یہی مہر فتاویٰ وغیرہ پر استعمال کرتے رہے۔ پہلی دو اصل مہریں تو اب موجود نہیں لیکن یہ آخری مہر جو اعلیٰ حضرت کے وصال کے دو سال پہلے کندہ کرائی گئی ہے۔ بجمہ ہمارے پاس محفوظ ہے۔

حضرت ملک العلماء کی پہلی مہر ۱۳۲۱ھ کس کی کندہ کی ہوئی ہے معلوم نہیں، لیکن آخری دونوں مہریں مجھے یقین ہے کہ اعلیٰ حضرت کے مسترشد خاص، بریلی کے مشہور مہر ساز حافظ یقین الدین کے ہاتھ کی کندہ کی ہوئی ہیں۔ حافظ یقین الدین اپنے دور میں اس فن کے ماہروں میں شمار کئے جاتے تھے اور ملک العلماء سے ان کا گہرا قلبی تعلق تھا۔

اب ذیل میں تینوں مہروں کے چر بے شائع کئے جاتے ہیں:



جہان ملک العلماء
حضور ملک العلماء امام احمد رضا کی نظر میں آبادی دشمنی کی حیات اور علمی خدمات



حضور ملك العلماء بحیثیت فقیہ اسلام

راقم: مفتی محمد ذوالفقار علی رشیدی مصباحی دارالعلوم ایام احمد رضا، مقام وپوسٹ بھائول، ضلع اتروڈینا چورہ مغربی بنگال

جامع علوم عقلیہ و نقلیہ ملك العلماء ابوالبرکات، حضرت مولانا مفتی سید شاہ محمد ظفر الدین قادری رضوی بہاری علیہ الرحمۃ والرضوان الہنت و جماعت کے ممتاز عالم، جلیل القدر محدث، زبردست مناظر، بلند پایہ محقق نامور مصنف، صاحب طرز ادیب، ماہر مدرس، تبحر فقیہ اور دقیقہ رس مفتی تھے۔

حضرت ملك العلماء (ولادت ۱۳۰۳ھ، وفات ۱۳۸۲ھ) کے مورث اعلیٰ سید ابراہیم بن سید ابو بکر غزنوی ملقب بدارالملک و مخاطب بملک بیاہیں۔ ان کا نسب نامہ ساتویں پشت میں حضرت محمد سبحانی، قطب ربانی، سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ سید ابو بکر غزنوی کے رہنے والے تھے۔ وہ غزنی سے تین فرسنگ کے فاصلے پر بمقام بت نگر مدفون ہیں۔ سید ابراہیم غزنی سے فیروز شاہ کے عہد (۷۵۲-۷۹۰ھ) میں ہندوستان پہنچے اور یہیں آکر شاہی فوج میں ملازم ہو گئے۔ وہ عمر بھر جنگی سرگرمیوں حصہ لیتے رہے اور بالآخر ۱۳ رذی الحجہ ۷۵۳ھ کو قلعہ رہتاس (شاہ آباد بہار) کی جنگ میں شہید ہوئے۔ قصبہ بہار شریف (جہاں حضرت شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۷۸۳ھ آسودہ ہیں) کی ایک بلند پہاڑی پر سید صاحب کا مقبرہ ہے۔ جس پر قدیم عالی شان گنبد تعمیر ہے۔ سید ابراہیم کا سلسلہ چھ واسطوں سے حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک اس طرح پہنچتا ہے۔

(۱) سید ابو بکر غزنوی بن (۲) سید ابو القاسم عبداللہ بن (۳) سید

محمد فاروق بن (۴) سید ابو المنصور عبدالسلام بن (۵) سید عبدالوہاب بن (۶) شیخ محی الدین عبدالقادر حسی و حسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ (مقدمہ صحیح البہاری از پروفیسر مختار الدین احمد امرجدہ ص ۹) حضرت ملك العلماء قدس سرہ پچیس سے زائد علوم و فنون پر کامل مہارت رکھتے تھے۔ خصوصاً علوم اسلامیہ میں مجددین و ملت امام احمد رضا قادری فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے سچے علمی و فکری جانشین تھے۔ قرآن، تفسیر، اصول تفسیر، تجوید و قرأت، حدیث، اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ، عقائد، تصوف، مناظرہ، عروض، ادب، لغت، نحو، صرف، معانی و بیان، نجوم، ہیئت، توحید، تفسیر، جفر، رمل، منطق، فلسفہ، تاریخ اور ریاضی جیسے علوم و فنون پر آپ کو کامل دسترس حاصل تھی۔

غرض یہ کہ ایک فقہیہ اسلام کے لئے جن علوم کی ضرورت ہوتی ہے وہ سب حضور ملك العلماء کو حاصل تھے۔ اس علمی و فنی وسعت و گہرائی پر آپ کی ایک سو ساٹھ سے زائد تصنیفات و تعلیقات بین شہادت ہیں۔ جن میں مذکورہ سبھی علوم و فنون کی تابناک کرنیں بکھری ہوئی ہیں۔ بلکہ ان میں بعض علوم ایسے ہیں، جن میں آپ اپنے اقران میں ممتاز و منفرد نظر آتے ہیں۔ جس کی تائید و تصدیق آپ کے مربی و مشفق استاذ و مرشد امام احمد رضا قادری قدس سرہ کے اس مکتوب گرامی سے بحسن و خوبی ہو رہی ہے۔ جو انھوں نے انجمن نعمانیہ لاہور کو ۵ شعبان المکرم ۱۳۲۸ھ

جهان ملك العلماء

حضرت ملك العلماء امام العصر سيد محمد ظفر الدين عظيم آبادي ديشيكي حيات اور علمي خدمات

لفظ میں فقہ کا معنی ہے کسی شے کا جاننا اور اصطلاح

میں تحریر فرمایا ہے:

فقہاء میں فقہ نام ہے احکام و مسائل شرعیہ کا علم حاصل کر کے اسے حفظ کر لینے کا۔ (ضمیمہ بہار شریف حصہ نوزدہم ص ۱۹)

فقہیہ:

علامہ زختری فقیہ کی تعریف میں فرماتے ہیں۔ الفقیہ العالم الذی یشق الاحکام و یفتش عن حقا لفقہا۔ "فقہ ایسے عالم دین کو کہتے ہیں، جو احکام شریعت کی تمہیں کھولتا اور ان حقائق کی تفتیش کرتا ہے۔ (مقدمہ نافع البشر از ساحل بہرامی) حضرت مفتی نظام الدین صاحب فقیہ کی جامع تعریف رد المحتار و فتاویٰ رضویہ وغیرہما کی روشنی میں یہ فرماتے ہیں:

"فقہ، وہ سنی صحیح العقیدہ عالم دین ہے، جو کثیر فروغ فقہیہ کا حافظ ہو اور پیش آمدہ مسائل کے احکام صحیحہ، راجحہ، مفتی بہانہ ہب کی کتب معتمدہ سے نکال سکے۔" (ماہنامہ اشرفیہ نومبر ۲۰۰۵ء)

سیدنا امام غزالی علیہ الرحمۃ فقیہانہ اوصاف کی تشریح احیاء العلوم میں اس طرح فرماتے ہیں:

"فقہ وہ ہے جو دنیا سے دل نہ لگائے اور آخرت کی طرف ہمیشہ راغب رہے۔" دین میں کامل بصیرت رکھتا ہو، طاعات پر مداومت اپنی عادت بنالے، کسی حال میں مسلمانوں کی حق تلفی برداشت نہ کرے، مسلمانوں کا اجتماعی مفاد ہر وقت اس کے پیش نظر ہو، مال کی طمع نہ رکھے، آفات نفسانی کی باریکیوں کو پہچانتا ہو، عمل کو فاسد کرنے والی چیزوں سے بھی باخبر ہو، راہ آخرت کی گھاٹیوں سے واقف ہو، دنیا کو حقیر سمجھنے کے ساتھ ساتھ اس پر قابو پانے کی قوت بھی اپنے اندر رکھتا ہو، سفر و حضر اور خلوت و جلوت میں ہر وقت خوف الہی کا غلبہ ہو (مقدمہ نافع البشر ص ۲۰)

فقہ و افتاء مفہوم کے اعتبار سے قریب قریب مساوی

"مکرمی مولانا مولوی محمد ظفر الدین صاحب قادری سلمہ، فقیر کے یہاں کے اعز طلباء سے ہیں اور میرے بجان عزیز۔ ابتدائی کتب کے بعد یہیں تحصیل علوم کی اور اب کئی سال سے میرے مدرسے میں مدرس اور اس کے علاوہ کار افتاء میں میرے معین ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ جتنی درخواستیں آئی ہوں سب سے یہ زائد ہیں۔ مگر اتنا ضرور کہوں گا۔ سنی، خالص، مخلص، نہایت صحیح العقیدہ، حاوی مہدی ہیں۔ عام درسیات میں بفضلہ تعالیٰ عاجز نہیں، مفتی ہیں، مصنف ہیں، واعظ ہیں، مناظرہ بعونہ تعالیٰ کر سکتے ہیں۔ علمائے زمانہ میں علم توقیت سے تنہا آگاہ ہیں۔"

امام ابن حجر مکی نے "زواجر" میں اس علم کو فرض کفایہ لکھا ہے اور اب ہند بلکہ عام بلاد میں یہ علم، علماء بلکہ عام مسلمین سے اٹھ گیا۔ فقیر نے بتوفیق قدیر اس کا احیا کی اور سات صاحب بنانا چاہے۔ جن میں بعض نے انتقال کیا۔ اکثر اس کی صعوبت چھوڑ بیٹھے۔ انھوں نے بقدر کفایت اخذ کیا اور اب میرے یہاں کے اوقات طلوع و غروب و نصف النہار ہر روز و تاریخ کے لئے اور اوقات ماہ مبارک رمضان شریف کے بھی بناتے ہیں۔ فقیر آپ کے مدرسے کو اپنے نفس پر ایٹا رکھ کے انہیں آپ کے لئے پیش کرتا ہے۔" (حیات اعلیٰ حضرت ص ۲۴۴)

میرے مقالے کا عنوان چونکہ "ملک العلماء بحیثیت فقیہ اسلام" ہے۔ لہذا حضرت کی فقیہانہ شان پر کچھ سپرد قریاس کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ فقہ و افتاء اور فقیہ و مفتی کا اجمالی تعارف پیش کر دیا جائے۔ تاکہ بحیثیت فقیہ اسلام، حضرت کی خدمات و زریں کارنامے واضح طور پر سامنے آجائیں۔

فقہ:

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی علیہ السلام کی حیات اور علمی خدمات

ہیں۔ البتہ افتاء، فقیہ کی ایک مخصوص اور ممتاز حیثیت ہوتی ہے۔

افتاء:

افتاء کا لغوی معنی ہے ”جواب دینا“ اسی معنی کے اعتبار سے قرآن مجید میں بادشاہ مصر کا یہ قول منقول ہے۔ ”یا ایہا الملأء

علی الدر المختار“ میں تحریر فرماتے ہیں ”المفتی هو المجتهد فاما غیر المجتهد ممن یحفظ اقوال المجتهد فلیس بمفت والواجب علیہ اذا سئل ان یدکر قول المجتهد کا لامام علی وجہہ الحکایة فعرف ان ما یكون فی زماننا من

لے افتاء کا ہوم ان الفاظ میں بیان فرمایا اسماء ان تعتمد علی شنی و تبین لسائلک ان هذا حکم الشرع فیما سئلت“ افتاء کے معنی یہ ہیں کہ آپ کسی چیز پر اعتماد کریں اور سائل کو بتائیں کہ تم نے جو سوال کیا ہے اس میں شرع کا یہ حکم ہے (فتویٰ رضویہ از ۱/۳۸۲)

مفتی:

لویس معلوف نے المنجد میں مفتی کی تشریح ان الفاظ میں بیان کی ہے ”المفتی الفقیہ الذی یعطی الفتویٰ و یجیب عما القی علیہ من مسائل المتعلقة بالشریعة“ مفتی ایسے اسلامی دانشور کو کہتے ہیں، کہ جب اس کے سامنے شریعت سے متعلق مسائل پیش کئے جاتے ہیں، تو وہ ان کو جواب دیتا ہے اور شرعی فیصلہ صادر کرتا ہے (المنجد ص ۹۸)

حضرت علامہ سید ابن عابدین شامی قدس سرہ ”رد المختار

سریت احد سے۔

فقیر اعظم اسلام علی حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ رسالہ مبارکہ ”اجلی الاعلام بان الفتویٰ مطلقا علی قول الامام“ میں چند بنیادی مقدمات بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں ”الرابعة“: الفتویٰ حقیقیة و عرفة فالحقیقیة هو الافتاء من معرفة الدلیل التفصیلی و اولئک الذین یقال لهم اصحاب الفتویٰ و یقال بهذا افتی القفیہ ابو جعفر و الفقیہ ابو الیث و اضرا بهما رحمهم اللہ تعالیٰ. و العرفیة: اخبار العالم باقوال الامام جا هلا عنها تقلیداله من دون تلك المعرفة كما یقال فتاویٰ ابن نخیم و الغزی و الطوری و الفتاویٰ الخیریہ و هم تنزل زمانا و رتبته الی الفتاویٰ الرضویہ جعلها اللہ تعالیٰ مرضیة مرضیة آمین.“ (الفتاویٰ الرضویة/ ۳۵۸)

مدد و مددوں سے سب سے پہلے فقہ و افتاء کے منصب جلیل سے اپنے محبوب دانائے غیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سرفراز فرمایا۔ آپ کے وصال فرمانے کے بعد جلیل القدر صحابہ کرام ابن عظیم منصب پر فائز ہوئے۔ ان میں سے چند مشہور حضرات کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی مرتضیٰ، حضرت عبداللہ ابن مسعود، حضرت ابو موسیٰ اشعری، حضرت معاذ بن جبل، حضرت ابی بن کعب، حضرت زید بن ثابت اور ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین (مقدمہ عجائب الفقہ، ص ۲۸)

پھر صحابہ کرام کے بعد تابعین عظام کے دور میں حضرت علقمہ بن قیس نخعی، حضرت سعید بن مسیب، حضرت ابراہیم بن یزید نخعی، حضرت حماد بن مسلم اور حضرت نعمان بن ثابت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اسماء مبارکہ سرفہرست ہیں۔ جنہوں نے فقہ و افتاء کے منصب جلیل کو سنبھالا۔ لیکن ان میں حضرت امام اعظم ہی نے فن کی صورت میں فقہ و افتاء کا آغاز فرمایا اور آپ ہی نے سب سے پہلے مدوین فقہ کا کام کیا اور افتاء کے قواعد و ضوابط مقرر فرمائے۔ (رد المحتار، ۱/۳۷)

اور جب تبع تابعین کا دور آیا، تو افتاء کی ذمہ داری ان کے سر آئی۔ اس زمانہ میں جن حضرات نے اس فریضہ کو انجام دیا ان میں سے چند مخصوص لوگوں کے اسماء یہ ہیں۔ حضرت امام مالک،

کے طور پر ایسا کرے۔ جیسے کہا جاتا ہے کہ فتاویٰ ابن نجیم، فتاویٰ غزنی، فتاویٰ طبری اور فتاویٰ خیرید وغیرہ اور بعد کے زمانہ میں فتاویٰ رضویہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو پسندیدہ اور راضی کرنے والا بنا دے۔ آمین۔“

فقہ و افتاء و فقیہ و مفتی کی اہمیت و عظمت اس سے صاف ظاہر ہے کہ رب ذوالجلال نے فقہ کے بارے میں یوں حکم فرمایا ”فلولا نفر من کل فرقة منهم طائفة ليتفقہوا فی الدین ولینذر واقومہم اذا رجعوا الیہم“ تو کیوں نہ ہو کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور واپس آ کر اپنی قوم کو ڈر سنا لیں۔“ (سورہ توبہ، آیت ۱۲۲)

اور خدائے عزوجل یہ نعمت عظمیٰ اسی کو عطا فرماتا ہے، جس کے ساتھ بھلائی کا قصد فرماتا ہے۔ جیسا کہ آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے فقہ کو خیر سے تعبیر فرمایا ہے۔ حدیث پاک میں ہے ”من یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین“ اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے، اسے دین کا فقیہ بناتا ہے۔ (بخاری شریف، ۱/۱۶) دوسری حدیث شریف میں ہے ”لا عبادة الا بفقہ و مجلس فقہ خیر من عبادة ستین سنة“ رواہ الدارقطنی۔ فقہ کے بغیر کوئی عبادت نہیں اور فقہ کی مجلس ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ (کنز العمال، ۱۰/۱۰۰)

بالخصوص افتاء کی فضیلت و برتری کیلئے یہی کافی ہے، کہ

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی بیٹھیکہ کی حیات اور علمی خدمات

حضرت امام احمد بن حنبل، حضرت امام شافعی، حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

حضرت امام اعظم کے مقرر کردہ اصول و قواعد سے احکام و مسائل کے استنباط کو آپ کے شاگرد حضرت امام ابو یوسف ہی نے فروغ دیا اور امام اعظم کے اصول فقہ پر سب سے پہلے آپ ہی نے کتابیں لکھیں۔ پھر مہذب خفی حضرت امام محمد علیہ الرحمۃ نے اسے تنقیح و تہذیب کے بعد اتنے بام عروج پر پہنچا دیا کہ اس میں کسی اضافہ کی حاجت نہ رہی۔ (شامی ۱/۲۷ بحوالہ مقدمہ فتاویٰ مصطفویہ)

صحابہ کرام سے تیج تابعین تک مذکورہ بالا حضرات جو منصب فقہ و افتاء پر فائز ہوئے سب مجتہد اور مفتی مطلق تھے پھر امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد کوئی مفتی مطلق نہ ہوا۔ سب مفتی منتسب ہوئے۔ مگر رب بے نیاز نے ان کو بھی حسب درجہ ایک طرح کی اجتہادی قوت سے سرفراز فرمایا اس لئے کہ اس کے بغیر کوئی مفتی نت نئے مسائل کا حل پیش کر ہی نہیں سکتا۔ حضرت علامہ شامی قدس سرہ السامی تحریر فرماتے ہیں ”التحقیق ان المفتی فی الوقائع لا بدلہ من ضرب اجتہاد و معرفة باحوال الناس“ یعنی نوپید مسائل کو حل کرنے کیلئے مفتی کو ایک طرح کے اجتہاد سے مصعب اور لوگوں کے احوال سے باخبر ہونا ضروری ہے۔ (شامی ۲/۳۹۸)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی نے اس سلسلے میں ایک غامض پہلو کی طرف اشارہ فرمایا ہے، وہ ارشاد فرماتے ہیں ”طب کی طرح افتاء بھی صرف پڑھنے سے نہیں آتا۔ اس میں بھی طبیب حاذق کے مطب میں بیٹھنے کی ضرورت ہے“ ”علم الفتویٰ پڑھنے سے نہیں آتا جب تک مدتہا کسی طبیب حاذق کا مطب نہ کیا

ہو۔“ (فتاویٰ رضویہ ۱۰/۲۳۱) فقہ و فقہیہ اور افتاء و مفتی کی مذکورہ بالا تشریحات کی روشنی میں حضرت ملک العلماء کی ذات اور فقہی نگارشات کا جب ہم مطالعہ کرتے ہیں تو آپ ایک بالغ نظر فقہیہ، تبحر مفتی اور تجربہ کار اسلامی دانشور نظر آتے ہیں۔ آپ نے ۵۴ رسالے تک افتاء نگاری فرمائی۔ کثیر فقہی موضوعات پر رسالے تحریر فرمائے اور نجی محفلوں میں ہزاروں مسائل بیان فرما کر دین و مذہب کی آبیاری فرمائی اور سونے پر سہاگہ یہ کہ عبقری فقہیہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری کی تربیت و اصلاح نے آپ کے تفقہ اور افتاء نگاری تو بام عروج پر پہنچا دیا۔

- (۱) مواہب ارواح القدس لکشف حکم العرس (۱۳۲۳ھ)
- (۲) اعلام الساجد بصر فلولد الاضحیۃ فی المساجد (۱۳۲۵ھ)
- (۳) التعلیق علی القدوری (۱۳۲۵ھ)
- (۴) بسط الراحة فی الخطر والاباحة (۱۳۲۶ھ)
- (۵) الفیض الرضوی فی تکمیل الجوی (۱۳۲۶ھ)
- (۶) رفع الخلاف من بین الاحناف (۱۳۳۲ھ)
- (۷) القول الاظہر فی الاذان بین یدی المنبر (۱۳۳۳ھ)
- (۸) تحفۃ الاحباب فی فتح الکوة والباب (۱۳۳۶ھ)
- (۹) نہایۃ المنتہی فی شرح ہدایۃ المبتدئی (۱۳۳۳ھ)
- (۱۰) تسہیل الوصول الی علم الاصول (۱۳۳۸ھ)
- (۱۱) نافع البشر فی فتاویٰ ظفر (۱۳۳۹ھ)
- (۱۲) نصرۃ الاصحاب باقسام ایصال الثواب (۱۳۵۴ھ)
- (۱۳) جامع الاقوال فی رویۃ الہلال (۱۳۵۷ھ)
- (۱۴) عید کا چاند (۱۳۷۰ھ)
- (۱۵) تنویر المصباح للقیام عند جی علی الفلاح (۱۳۷۱ھ)

التزئیل، تنویر المقیاس، روح المعانی، بحر الحیط، المنہر، تفسیر کبیر، تفسیر کشاف، تفسیر ابن کثیر، فتح البیان قنوجی میں ہے واللفظ الاول "فمن حضر فی الشهر ولم یکن مسافر فلیصمه" لینی جو شخص رمضان کا مہینہ اپنے گھر میں پائے اور مسافر نہ ہو تو اسے چاہئے کہ روزہ رکھے۔

(۲) تفسیر بیضاوی، تفسیر حسینی، روح البیان، بحر الحیط میں ہے واللفظ اللیضاوی، "فمن شهد منکم ہلال شہر فلیصمه" یعنی جو شخص تم میں سے رمضان کا چاند پائے تو اسے چاہئے کہ روزہ رکھے۔

روح المعانی میں اتنا اور بڑھایا "وتیقن بہ" یعنی رمضان کا چاند پائے اور اسے یقین ہو تو اسے چاہئے کہ روزہ رکھے۔ بحر الحیط میں یہ معنی لکھ کر محاورہ کے اعتبار سے اس معنی کو ضعیف کہا کہ محاورہ میں شہادت الہلال نہیں کہتے۔ بلکہ شہادت۔

کتب حدیث اور طرق حدیث کے ذخیروں پر بھی وسیع نگاہ تھی۔ ستر سے زائد کتابوں کے حوالے تو اسی مجموعہ (نافع البشرفی فتاویٰ ظفر) میں ملتے ہیں۔ ایک مضمون کی دسیوں حدیث پیش کر دیتے ہیں۔ ایک حدیث کے دسیوں طرق بیان کر جاتے ہیں۔ تعمیر مسجد کے فضائل پر مختلف رواۃ کی چودہ حدیثیں بیان فرمائیں اسی ذیل کی دوسری حدیث بیان فرمائی تو گیارہ ائمہ حدیث کی نوصحابہ کرام سے مرویات بیان کر دیں اور لطف یہ کہ متن کے مختلف اضافے بھی ذکر فرمائے چنانچہ تحریر فرماتے ہیں۔

"دوسری حدیث میں ہے "من بینی للہ مسجداً" جو شخص خدا کے لئے مسجد بنائے وہی رولیتہ "ولو کمفحص قطاۃ" اگر چہ قطاۃ کے گھونسلے جیسی وہی رواۃ۔ او اصغر یا اس سے بھی چھوٹی وہی رواۃ "یذکر اللہ فیہ عزوجل" تاکہ اس

جیسی آپ کی قیمتی تحریریں فقہ و افتاء کے سمندر میں گوہر آبدار کی حیثیت رکھتی ہیں۔

علم و فن کے میدان میں حضرت ملک العلماء کی جامعیت اور تبحر کا ایک زمانہ شاہد ہے۔ علوم مروجہ کا وہ کون سا گوشہ ہے جو آپ کی نگاہ میں نہیں رہا۔ جن پر واضح ثبوت آپ کی تصنیفات و تالیفات کا عظیم ذخیرہ ہے۔ فقہی نقطہ نگاہ سے چند شواہد یہاں پیش کئے جاتے ہیں۔

حضرت ملک العلماء جملہ اسلامی و فلکیاتی علوم و فنون میں ماہر تھے۔ ان کی تصانیف کی لمبی فہرست سے ہی ان کی علمی و فکری وسعت کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ حضرت ساحل بہسرامی دام مجدہ نافع البشر کے مقدمہ میں حضرت کی وسعت نگاہ سے متعلق ارشاد فرماتے ہیں انھیں کے قلم سے ملاحظہ فرمائیں۔

"احقر نے جب حضرت ملک العلماء کے موجودہ فتاویٰ (نافع البشر) کے ماخذ کتب کی فہرست تیار کی، تو یہ کتابیں تین سو سے اوپر جا پہنچیں۔ ان میں تقریباً تیس کتابیں فن تفسیر سے متعلق ہیں، ستر سے زائد کتب حدیث اور تقریباً بیڑھ سو فقہی کتابیں ہیں۔" فتاویٰ کے دوران جب آپ تفسیر و حدیث اور فقہی کتابوں کے حوالے سے پیش کرنے پر آتے ہیں، تو مستند حوالوں کے انبار لگا دیتے ہیں۔ کتاب الصوم کے آغاز میں آیت کریمہ "فمن شهد منکم الشهر" کی تفسیر پیش کرتے ہوئے رقم طراز ہیں: "فمن شهد منکم الشهر فلیصمه" کی تفسیر میں مفسرین کے متعدد اقوال جو اس وقت نظر فقیر میں ہیں، قلمبند ہوئے ہیں۔

(۱) تفسیر بیضاوی، جلالین، مدارک، تفسیر خازن، ابن جریر طبری، تفسیر نیشاپوری، درمنثور، تفسیر واحدی، تفسیر حسینی، معالم

پورا لحاظ رکھتے بلکہ غیروں کو جب آداب افتاء کی خلاف ورزی کرتے دیکھتے تو ان کا بھرپور تعاقب کرتے اور انہیں ان کی ذمہ داریوں ہ پورا پورا احساس دلاتے۔ اس کی بہت سی مثالیں حضرت ملک العلماء کی تصانیف میں موجود ہیں یہاں (نافع البشری فتاویٰ ظفر) سے چند مثالوں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

طبقات فقہائے احناف سے متعلق رسالہ مبارکہ ”عید کا چاند“ میں رقمطراز ہیں:

”اختلاف مطالع کا اعتبار نہ کیا جائے اور ایک جگہ کی رویت تمام اقلیم کے لئے لازم ہوگی۔ بشرط، ثبوت بطریق موجب ہو جائے۔ یہی مذہب عام احناف کا ہے، یہی ظاہر المذہب، یہی ظاہر الروایۃ ہے یعنی ان مسائل سے ہے جو اصحاب مذہب یعنی امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد سے مروی ہے تو اسی کو ماننا اور حنفی عالم کو اسی پر فتویٰ دینا ضروری ہے۔

علامہ شامی رسم المفتی میں محقق ابن کمال پاشا سے ناقل کہ فقہاء کے سات درجے ہیں۔ اول مجتہدین فی الشرع جیسے ائمہ اربعہ رضی اللہ عنہم، دوم مجتہدین فی المذہب جیسے صاحبین رضی اللہ عنہما۔ سوم مجتہدین فی المسائل جیسے امام خفاف، امام طحاوی وغیرہما۔ چہارم مقلدین سے اصحاب تخریج جیسے امام رازی وغیرہ۔ پنجم مقلدین سے اصحاب ترجیح جیسے ابوالحسین قدوری صاحب ہدایہ وغیرہما۔ ششم طبقہ مقلدین سے جو اتوی، قوی، ضعیف اور ظاہر المذہب، روایت نادرہ میں تیسرے پر قادر ہیں۔ جیسے صاحب کنز، صاحب مختار وغیرہما۔ ہفتم طبقہ مقلدین سے جو ان باتوں پر قدرت نہیں رکھتے۔ جیسے آج کل کے علماء۔ انہیں کے بارے صاحب در مختار لکھتے ہیں:

”و اما نحن فعلمنا اتباع ما رجحوہ و صححوہ

میں ذکر خدا ہو (نہ کہ مسجد ضرار کہ تفریق بین المسلمین و تقلیل جماعت کی غرض سے بنائی جائے) بنسی اللہ له بیتاً فی الجنة اللہ اس کے لئے گھر جنت میں بنائے گا وفسی راویۃ من درر ویاقوت موتی اور یاقوت کے رواہ ابن ماجہ وابن حبان وسیدنا ابوحنیفہ وابن خزیمہ والہزارنی مسندہ والطبرانی والصغیر والترندی فی الکبیر واللاوسط وابن عدی والنسائی عن سیدنا عثمان وعمر و جابر بن عبد اللہ والی ذروانس بن مالک والی امامہ والی ہریرہ واسماء بنت صدیق وعمر وبن عبسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

حضرت ملک العلماء کے فتاویٰ میں فقہی مراجع بھی کثرت سے استعمال ہوتے ہیں۔ جو آپ کے علم و مطالعہ کا روشن ثبوت فراہم کرتے ہیں۔ اس مجملہ فتاویٰ (نافع البشر) میں شامل فقہی رسالے ”تنویر المصباح“ ”نصرۃ الاصحاب“ ”اعلام المساجد“ میں کثیر در کثیر فقہی حوالے موجود ہیں۔ جمعہ کی اذان ثانی کے بارے میں ایک مختصر سے فتوے میں بائیس کتابوں کے حوالے دیکھے جاسکتے ہیں۔ تفسیر، حدیث اور فقہی مراجع کی اس قدر کثرت، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ کے علمی فیضان کی برکت ہی کہی جاسکتی ہے۔ فتاویٰ رضویہ اس تنوع، کثرت اور ہمہ جہتی میں بہت ممتاز ہے۔“

آداب افتاء:

ایک فقیہ اور مفتی کے لئے نہایت ضروری ہے کہ طبقات فقہائے احناف اور مستند کتب مذہب کی درجہ بندیوں کے ساتھ ہی رسم المفتی سے بھی مکمل واقفیت رکھتا ہو اور آداب افتاء کی ضیاءوں میں فتاویٰ صادر کرتا ہو۔ حضرت ملک العلماء کو طبقات فقہائے احناف سے مکمل آگاہی کے ساتھ رسم المفتی اور آداب افتاء پر بھی کامل بصیرت و عبور حاصل تھا۔ اپنی فقہی نگارشات اور فتاویٰ میں ان کا پورا

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدظلہ کی حیات اور علمی خدمات

فہو مرفوع عنہ“ در مختار میں ہے ”ان الحكم والفتيا بالقول المرجوح جهل و خرق للاجماع اقول فكيف بالافتاء بالمرجوع فيه“

بلکہ علامہ شامی نے شرح عقود میں اور نفع الوسائل میں علامہ طرطوسی سے نقل کیا ”المقلد لا يجوز له ان يحكم الابما هو ظاهر الرواية“ اس پر اکثر فقہاء کا فتویٰ ہوتا اور والواجبہ میں صحیح کہنا اس تعریف کے اختیار کرنے کی وجہ نہیں ہو سکتی ہے کہ تعریف کل موضع الخ پر بھی اکثر فقہاء میں کما فی العناہیہ وعلیٰ هذا شارح منیہ نے اس کی بھی تصریح فرمائی ہے۔ پس جبکہ صحیح فتویٰ مختلف ہوئی تو ترجیح ظاہر الروایۃ کی ہوگی۔

بجراائق میں ہے ”الفتوى اذا اختلف كان الترجيح لظاهر الرواية“ اسی میں ہے ”اذا اختلف التصحيح وجب الفحص عن ظاهر الرواية والرجوع اليها“ علیٰ هذا توالی فی الاحکام“ کو جب اس روایت کی گردانا بھی بعد غور معلوم ہو سکتا ہے کہ کس درجہ ضعیف ہے کہ تعریف ظاہر الروایۃ میں ”يقدر علی اقامة الحدود“ ہے نہ کہ یقیم الحدود۔ بالجملہ وجہ اختیار اس تعریف کی کوئی نہیں۔ وجہ مذکورہ یا مشترک یا مردود (اولا غیر ظاہر الروایۃ ہونا۔ ثانیاً اس تعریف کی رو سے مکہ معظمہ و مدینہ منورہ، جہاں زمانہ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے جمعہ قائم ہے، کا مصریت سے خارج ہونا) موجود۔

غنیہ میں ہے ”والفصل فی ذالک ان مكة والمدینة مصران تقام بهما الجمعة من زمنه علیہ السلام الی الیوم فكل موضع كان مثل احدهما فہو مصر و كل تفسیر لا یصدق علی احدهما فہو غیر معتبر حتی التعریف الذی اختاره جماعة المتأخرین

کمالوا فتوافی حیاتہم“ ہم مقلدین کو ان کی اتباع کرنی ہے جسے ان علماء نے ترجیح دی اور جس کی تصحیح کی جیسے وہ حضرات اگر زندہ ہوتے تو کیا ہماری مجال تھی کہ ہم ان کی مخالفت کرتے، نہیں ہرگز نہیں تو جب انہوں نے ایسے اصول و ضوابط مقرر فرمادیئے تو ہمارا فرض مذہبی و منصبی ہے کہ فتویٰ دیتے وقت انہیں کا لحاظ کریں اور عوام کو خوش کرنے کی کوشش میں نہ پڑیں۔“

رسم المفتی کے خلاف ورزی پر قاضی لطف اللہ صاحب رامپوری کی حضرت ملک العلماء نے جو علمی گرفت فرمائی ہے: وہ قابل دید ہے ۱۳۲۳ھ میں مولانا عبدالشکور صاحب نے، دیہات میں نماز جمعہ کے جواز و عدم جواز سے متعلق ایک استفتا قاضی صاحب کے جواب کے ساتھ حضرت ملک العلماء کی بارگاہ میں پیش کیا۔ قاضی صاحب کا جواب رد المختار کے حوالے سے غیر ظاہر الروایۃ کی روشنی میں جواز کا ہے۔ اس پر حضرت ملک العلماء نے جو فتویٰ تحریر فرمایا ہے اور آداب افتاء کی خلاف ورزی پر جو تنبیہ کی ہے: انہیں کے قلم سے ملاحظہ کیجئے۔

”فی الواقع نماز جمعہ نزدیک سادات حنفیہ خصہم اللہ تعالیٰ باللطف العام کے دیہات میں درست نہیں۔ اگر پڑھیں گے گنہگار ہوں گے۔ ظہر ذمہ سے ساقط نہ ہوگا۔ مگر تعریف مصر غیر ظاہر الروایۃ وغیر معتد کو اختیار کرنا، فقہت سے از بس دور، حسب اقرار خود و تصریح علماء کرام ظاہر الروایۃ لہ امیر و قاضی بقدر علی اقامة الحدود کما فی الہندیہ والظہیریہ والنخانیہ والغایہ والبحر والدر المختار وغیرہا من معتمدات الاسفار، علماء نے غیر ظاہر الروایۃ پر فتویٰ دینے کو جہالت و نادانی اور خرق اجماع فرمایا ہے۔

بجراائق میں ہے۔ ”ما خرج عن ظاهر الروایۃ

سے یا بغیر رک جانے کے عمد یا سہوا پڑھنے میں شرع شریف کا کیا حکم ہے؟ (۲) اور بر تقدیر سہو، سجدہ سہو لازم ہے کہ نہیں؟ اگر لازم ہو اور نہ کیا گیا تو کیا حکم ہے؟ (۳) اور ان سہو میں تکرار سورہ خاص، موجب تاخیر رکن کا ہوا کہ نہیں؟ اگر اس سے تاخیر رکن ہوئی تو ترک واجب ہو یا نہیں؟ (۴) اور لزوم سجدہ سہو میں سب نمازوں کا حکم مساوی ہے یا عیدین اور جمعہ کے لئے کوئی حکم مخصوص ہے؟ (۵) اور ان سب نمازوں میں سورہ فاتحہ مکرر عمد یا سہوا پڑھی جائے تو کیا حکم ہے؟ (۶) اور سب نمازوں میں سورہ فاتحہ کی تکرار اور ضم سورہ کی تکرار دونوں برابر ہے یا دونوں میں فرق ہے؟ بیسنوا توجروا

جواب یہ ہے آپ کا سوال کثیر الاذیال چند مسائل کو شامل اور متعدد صورتوں کو مشتمل۔ بعد قرأت فاتحہ ایک ہی رکعت میں سورت دو یا چند بار رک جانے کی وجہ سے پڑھی یا بے رُکے، بر تقدیر ثانی عمد یا سہوا فان التکرار لاجل الحصر انما یکون عمدا تو یہ تین صورتیں ہیں۔ پھر ان میں ہر ایک فرائض میں ہوگی جن میں جمعہ بھی شامل یا واجبات میں کہ وتر و عیدین کو مشتمل یا سنن موکدہ میں کہ تراویح وغیرہ کو تناول یا نفل مطلق میں یہ چار ہوئیں اور بلحاظ وانقسام بہ منفرد و امام و لائٹ لهما لان المقتدی لاحظ له فی القراءۃ۔ واز آنجا کہ جمعہ و عیدین میں انفرادی تصور، یہ چار حق امام چھ کی طرف منحل ہوں گی۔ جمعہ، عیدین، وتر، سنن و نوافل اور بحق منفرد چار ہی رہیں گی اور مجموعہ میں صورتیں ہوں گی کما لا یخفی ان سب کا حکم مجمل یہ ہے کہ صورت مذکورہ میں سہوا کچھ نہیں اور عمد غیر فرائض میں منفرد کو مطلقاً جائز۔ ہاں اس کے سبب یہ رکعت اپنی پہلی سے طول فاحش پیدا کرے تو مکروہ تنزیہی اور امام کو مطلقاً ناجائز جبکہ مقتدیوں پر ثقیل

جنہیں حدیث کی صحیح و تحسین و تضعیف کا مرتبہ خود صاحب حدیث سے حاصل تھا صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ آلہ و بارک وسلم
مثلاً: خدا جانے ان حضرات کو ”بجوز للوہابی مالایجوز لغیرہ“ کا فتویٰ کہاں سے مل گیا؟ حضرت کی ایسی مایہ ناز مسائل و اربعین میں کتنی استناد ان روایات سے موجود جو صحاح نہیں اور ان سے جو متصل الاسناد ہیں اور ان سے جو مرفوع نہیں، اپنے لئے سب کچھ حلال اور دوسرے پر کھنص بزور زبان یا غیظ و جلال ناجائز ہے، حرام ہے، استدلال جائز نہیں“
ان اقتباسات کے بعد حضرت ملک العلماء نے مولوی اسحاق ہی کی کتابوں سے ایسے متعدد حوالے پیش فرما کر (جن میں موصوف نے غیر صحاح سے استدلال کیا ہے) مولوی صاحب کے تعصب اور علمی خیانت کو طشت از بام کر دیا ہے۔

فقہ:

حضرت ملک العلماء کی فقیہانہ بالغ نظری اور تجربہ علمی کے ساتھ آپ کی ذہانت و فطانت نیز حقیقت و استحضار کو اجاگر کرنے والا ایک فتویٰ کے چند اقتباسات حوالوں کی عبارت حذف کر کے پیش کرتا ہوں۔ جنہیں پڑھ کر یقیناً آپ محسوس کریں گے کہ ایک کثیر الاذیال، مغفل و پیچیدہ سوال کے جواب میں آپ نے سوال کے سبھی بہتر ممکنہ صورتوں کو اجاگر فرمانے کے بعد جس طرح ہر ایک کا جامع و مختصر جواب تحریر فرمایا ہے اس سے صرف آپ کی دقیقہ رسی و جزئیات نگاری ہی واضح نہیں ہوتی بلکہ آپ ہمیں حکم شرعی کے اخذ کے لئے اصل کلی بھی عطا فرما رہے ہیں۔

سوال ہے: ”(۱) فرائض خمسہ و نماز عیدین و جمعہ و نوافل میں بعد قرأت فاتحہ کتاب کے ایک ہی رکعت میں ضم سورہ میں ایک ہی سورہ کو دو بار یا تین بار درمیان میں رک جانے کی وجہ

فرائض و واجبات و سنن و نوافل ہیں۔ پھر بلحاظ انقسام بمنفرد و امام اس تقسیم اخیر کی قسم اول بارہ اور اخیر از انجا کہ حق امام میں نمازیں چھ اور حق منفرد میں چار ہیں، کما تقدم ساتھ، جملہ بہتر صورت ہوگی کمالا یخفی علی متعلم ذہین فضلا عن فاضل مثلکم فطین، ان بارہ میں تکرار مطلقا موجب سجدہ سہو نہیں۔ شرح منیہ میں ہے وقید بالاولین..... الخ

ہاں قصداً ہو تو تکرار دو صورت اخیرہ جن میں بعد صورت قرأت فاتحہ ہے مطلقاً ممنوع کہ عکس ترتیب ہے اور صورت اولی امام کیلئے مکروہ تحریمی جبکہ مقتدیوں پر ثقیل ہو۔

اور ان ساتھ میں اگر عمداً ہو تو مطلقاً ناجائز و گناہ مگر دو صورت اخیر میں کہ تکرار فاتحہ قبل سورت نہیں۔ صرف ممانعت ہے لترك واجب القراءة نماز کی حاجت نہیں لعدم ترك واجب الصلوة اور صورت اولی میں کہ تکرار قبل سورت ہے اعادہ بھی واجب لترك الواجب وهو ضم السوره اور اگر سہواً ہو تو صورت اولی میں سجدہ آئے گا کما مر اور دو صورت اخیرہ میں کچھ نہیں لعدم ترك شئ من الواجبات“ (فتاویٰ ظفر ۲۹۰/۹۱)

امت مسلمہ کی خیر خواہی:

حضرت امام غزالی علیہ الرحمۃ والرضوان نے ایک فقیہ اسلام کے جو اوصاف بیان فرمایا ہے، انہیں میں سے ایک خاص وصف یہ ہے کہ ”مسلمانوں کا اجتماعی مفاد ہر وقت اس کے پیش نظر ہو“ اس کی روشنی میں احقر نے جب حضور ملک العلماء کے فتاویٰ اور تصنیفات کا مطالعہ کیا اور حالات زندگی کا جائزہ لیا تو آپ ہمیں قدم قدم پر مخلص امت، مصلح امت، پرسوز داعی، فتنوں سے بیزار، سوز دروں سے لبریز، ملت کے مفاد پر اپنے مفاد کو بے دریغ قربان

کرے۔ رہے فرائض ان میں نفس کراہت علی الاطلاق ہے اور تطویل ہو، تو دوہری کراہت اور ثقیل ہو، تو امام کے حق میں معصیت۔ عالمگیریہ میں فرمایا: اذا كور آية واحدة الخ

”باقی احکام کے نقول آئندہ آتے ہیں اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ ان میں کسی صورت میں سجدہ سہو نہیں۔ فرائض میں عمداً ہوا، تو صرف کراہت ہے اور عمداً میں سجدہ سہو نہیں اور سہو پر صاف فرمایا، کہ کوئی حرج نہیں اور ترک واجب ہوتا تو حرج ضرورتاً، نماز میں قصور تھا۔ جس کی جبر و تلافی کو سجدہ لازم تھا۔ ضم سورۃ میں تکرار سورۃ موجب تاخیر کن نہیں کہ سورت بتکرار، سورت ہی رہے گی نہ کہ کوئی اور صورت اور قرآن عظیم جتنا پڑھا جائے قرآن ہی ہے، نہ کہ فصل بالاجنبی جو مستلزم تاخیر رکوع ہو۔ ولہذا علماء کرام نے تصریح فرمائی کہ اگر بعد فاتحہ چند سورتوں کو جمع کر کے پڑھے یا سورت کے بعد پھر سورۃ فاتحہ پڑھے تب بھی کچھ واجب نہیں کہ قرأت اولی کے متصل ہی رکوع ضرور نہیں کما سیاتی تصریحہ من العلامة الشامی قدس سرہ السامی تمام نمازوں میں سہو کا ایک ہی حکم ہے۔ مگر مشائخ کرام نے جمعہ و عیدین میں (کہ عادتہ ان کی جماعت بڑی ہوتی ہے، مجمع عام، عوام و خواص ہوتا ہے) فتنہ و تشویش بے علماں کے خیال سے سجدہ سہو ساقط جانا۔

عالمگیریہ میں مضمرات اور نیز محیط سے ہے السہو فی الجمعة..... الخ

سورہ فاتحہ مکرر ہونے کی بھی متعدد صورتیں ہیں کہ تکرار صرف قبل سورت کئی بار پڑھنے سے ہوئی یا صرف بعد یایوں کے قبل و بعد دونوں جگہ تلاوت کی اور بہر حال عمداً یا سہواً یہ چھ صورتیں ہیں۔ پھر تکرار کسی رکعت غیر لازمتہ القرآۃ میں ہوگی کہ خمس غیر الفجر کی ماعد الا اولین ہے۔ یا لازمتہ القرآۃ میں کہ مذکورہ کے سوا جملہ رکعت

بقر کیلئے مسلمانوں سے کہیں اور اگر نہیں تو یہ اتحاد کی ایک طرفہ تالی کیسی؟ ہندوؤں کی خاطر ہم اپنا شعار چھوڑ دیں، جسے ہم اپنے گھروں میں پوشیدہ طور سے کرتے ہیں اور وہ سکھ اور گھنٹوں کی مکروہ اور دلخراش آوازوں سے ہماری اعلانیہ دل آزاری سے بھی باز نہ رہیں۔

علاوہ بریں جب ہنود کی مذہبی کتاب ویدوں سے ذبیحہ بقر کی ممانعت ثابت نہیں، بلکہ ان کی کتابوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے، کہ ان کے مذہب میں گائے کا ذبح کرنا جائز اور خود ان کے پیشواؤں کے فعل سے ثابت۔ جیسا کہ رسالہ سوط الجبار وغیرہ سے ظاہر تو اپنے مذہب کے احکام اور پیشواؤں کے افعال سے دل آزاری کیوں؟ ولو فرضنا کہ گایوں کا ذبح ہونا ہنود کی دل آزاری کا سبب ہے، تو کیا صرف انہی تین دن میں جب کہ غریب مسلمان قربانی کے لئے ذبح کرتے ہیں، دل آزاری ہوتی ہے اور بقیہ سال بھر جو برابر کم ریٹ وغیرہ میں روزانہ تیس چالیس ہزار گائیں کٹا کرتی ہیں اس سے کانوں پر جو تیس تک نہیں رنگتی۔ تو ظاہر ہوا، کہ سب مذہبی عناد و عداوت کی وجہ سے مسلمانوں کے مذہب میں دست اندازی اور ان کو قربانی جیسے ثواب عظیم سے روکنے کی جیلہ سازی ہے۔ مسلمانوں کو عقل و حواس سے کام لینا چاہئے۔ ایسے دھوکے بازوں کے دام میں نہ آئیں فرضی، وہی اعزاز دنیوی کی خاطر دین سے دست برداری نہ دیں۔“

(۲) ”سلطان اسلام کیلئے سچے دل سے مساجد و جمعات و جماعت میں دعا کرنا بے شک پسندیدہ کام ہے، علماء کرام نے اپنی کتابوں میں انیس شخص ایسے ذکر کئے ہیں جن کی دعا قبول ہوتی ہے۔ از انجملہ مسلمان، کہ مسلمان کے لئے اس کی غیبت میں دعا مانگے حدیث شریف میں ہے کہ یہ دعا نہایت جلد قبول ہوتی ہے۔“

کردینے والا اور امت مسلمہ کی صحیح رہنمائی فرماتے نظر آتے ہیں۔ مذکورہ بالا اوصاف کی تائید و تصدیق دیکھنی ہو تو فتاویٰ ظفر میں شامل ”تحفۃ الاحباب فی الکوۃ والباب“ کا مطالعہ کیجئے۔ اسی طرح ”ہادی الہدایۃ لترك الموالاة (۱۳۳۹ھ)“ اور ”سدالفرار لہما جری بہار (۱۳۶۶ھ)“ جیسی انمول تحریروں میں بھی آپ نے سوز و درد کے ساتھ ملت کی صحیح رہنمائی کا فریضہ انجام دیا ہے۔ میں یہاں ”نافع البشر فی فتاویٰ ظفر“ کی کتاب السیر سے ایک فتوے کے دو اقتباس قارئین کی نذر کرتا ہوں۔ جس سے حضرت کے سوز و درد اور امت مسلمہ کی خیر خواہی کا قدرے اندازہ ہو جائے گا۔ ہنود سے و داد و اتحاد اور ان کی دل آزاری کے پیش نظر گائے کی قربانی ترک کرنے پر تشبیہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

(۱) ”میں ان خداوند اتحاد سے دریافت کرتا ہوں کہ اس وقت کے اتحاد و اتفاق میں ”جس کی ہر جگہ چیخ و پکار ہو رہی ہے“ امور مذہبی کو بھی دخل ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو ہر شخص نہایت آزادی سے اپنے اپنے مذہب کے فرائض، واجبات، سنن، موکدہ، وغیرہ موکدہ، مستحبات، مباحات، بجالائے اور خلاف اولیٰ، مکروہ تنزیہی، اسماء، مکروہ تحریمی، حرام سے بچے، کوئی کسی طرح کسی پر اعتراض نہ کرے اور دوسرے کے اعمال و افعال شرعیہ میں حارج نہ ہو اشارۃ کنایۃ کسی طرح مذہبی دست اندازی نہ کرے اور اگر اس اتحاد میں امور مذہبی کو بھی دخل ہے۔ اس لئے جس بات سے ہنود کی دل آزاری ہوتی ہو مسلمانوں کو ترک کر دینا چاہئے۔ تو ہنود کی جن جن باتوں سے مسلمانوں کی دل آزاری ہوئی ہے، مثلاً مندروں میں سکھ پھونکنا، گھنٹا بجانا وغیرہ کیا برادران وطن ان سب کے چھوڑنے پر آمادہ ہیں؟ اگر ہاں تو بسم اللہ! پہلے کانگریسی اور دیگر انجمنوں، پبلک جلسوں میں اس کے متعلق ریزولیشن پاس کر لیں۔ پھر ترک اضحیہ

جهان ملك العلماء

حضور ملك العلماء امام العصر سيد محمد ظفر الدين عظيم آبادی دہلی کی حیات اور علمی خدمات

وجہاں و ملکاً نظر آتا ہے۔ وہی جزئیات نگاری، وہی دقیقہ رسی و کثیر در کثیر حوالہ جات اور حسن استدلال و ندرت استنباط کا رنگ دونوں رسالوں میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

”ملك العلماء بحیثیت فقیہ اسلام“ کے عنوان پر احقر نے اپنی کم علمی و بے مائیگی اور محدود مطالعہ کے باوجود جو کچھ زینت قرطاس کیا ہے۔ آیا اس سے موضوع کا حق ادا ہوا ہے یا نہیں یہ قارئین کی آرا پر منحصر ہے۔ البتہ ملك العلماء کے فقیہ اسلام ہونے پر ایک ایسی مستحکم و ٹھوس شہادت پیش کرنے جا رہا ہوں، جس کے آگے کسی بھی منصف مزاج شخص کو چون و چرا کی یقیناً گنجائش نہ ہوگی۔

عقبقری الشرق، فقیہ اعظم جن کی شان نقاہت اور علمی ہمہ گیری کے سامنے علم و فن کے بڑے بڑے قد آور بونے دکھائی دیتے ہیں جن کی ژرف نگاہی اور فقیہانہ بصیرت کا اعتراف اپنے تو اپنے بیگانوں کو بھی ہے اور جن کی جلالت علمی کا خطبہ بیک زبان علماء عرب و عجم نے پڑھا۔ یعنی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی اپنے ہونہار شاگرد اور منظر اتم ملك العلماء کے فقیہ اسلام ہونے کی تائید توثیق فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں ”کار افتاء میں میرے معین ہیں“ ”مفتی ہیں“ ملاحظہ ہو آغاز مقالہ میں مرقوم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کا گرامی نامہ جو انہوں نے انجمن نعمانیہ لاہور کو تحریر فرمایا ہے۔

حضرت ملك العلماء ۱۹ برس کی عمر میں مفتی کے منصب جلیل پر فائز ہو چکے تھے۔ ان کے مجموعہ فتاویٰ میں ایک فتویٰ آٹھ رمضان المبارک ۱۳۲۲ھ کا تحریر کردہ ہے۔ یعنی سن فراغت سے تین سال پہلے دور طالب علمی ہی میں آپ نے فتویٰ لکھنا شروع کر دیا تھا۔ وہ بھی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کے زیر نگرانی۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کے دارالافتاء میں غالباً یہی

فرشتہ کہتے ہیں ولک بمثل ذالک آمین۔ دوسری حدیث میں فرمایا یہ دعا حاجی اور نمازی، مریض و مظلوم کی دعاؤں سے بھی زیادہ جلد قبول ہوتی ہے۔ تیسری حدیث میں ارشاد ہوا اس سے زیادہ جلد قبول ہونے والی کوئی دعا نہیں۔ رواہ الترمذی عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

مگر اس کے لئے نہ کسی وقت کی تخصیص، نہ کاروبار بند کرنے کی تخصیص، ہر وقت کر سکتے ہیں اور ہر وقت کرنا چاہئے۔ خصوصاً بعد صلوات خمسہ شورش، ہنگامہ، فتنہ، فساد سے مسلمانوں کو ہر وقت بچنا چاہئے قال اللہ تعالیٰ والفتنة اشد من القتل (البقرہ، آیت ۱۹۱) فتنہ کرنا قتل سے زیادہ سخت (گناہ) ہے بالجملہ جو لوگ عامیانہ ہڑتال، وحشیانہ افعال کے شریک نہ ہوئے اور انہوں نے مساجد میں باتمال امر ”ادعوا ربکم تضرعاً وخفیة“ (الاعراف، آیت ۵۵) اپنے رب سے دعا کرو گڑگڑاتے اور آہستہ (کنز الایمان) خلیفۃ المسلمین کی فتح و نصرت و بقا و جاہ و عزت کی دعا کی، وہ ہر طرح مستحق تعریف و توصیف ہیں، نہ الٹا قابل مذمت و ملامت واللہ اعلم“

مذکورہ بالا امثال و نظائر و دلائل و شواہد سے حضور ملك العلماء کی تبحر علمی، گہری نقاہت، ذہانت و بیدار مغزی، شریعت کے بنیادی مصادر سے واقفیت اور امت مسلمہ کی خیر خواہی پوری طرح نمایاں ہے۔ اسی طرح ”نافع البشر“ اور اس کے مشمولات ”تنویر المصباح“ ”عید کا چاند“ ”تحفۃ الاحباب“ ”نصرۃ الاصحاب“ ”مواہب ارواح القدرس اور اعلام الساجد“ (جو اس وقت احقر کے پیش نظر ہیں) میں حضرت کی ژرف نگاہی اور فقیہانہ بصیرت کا جو ہر اپنی تمام تر جلوہ سامانیوں کے ساتھ موجود ہے بالخصوص نصرۃ الاصحاب اور اعلام الساجد میں تو عقبقری فقیہ امام احمد رضا کا فقہی کمال

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رضی اللہ عنہ کی حیات اور علمی خدمات

فقہ و افتاد کا شہسوار حضرت ملک العلماء کے وصال فرمائے تقریباً نصف صدی بیت چکی۔ لیکن حضرت سے متعلق چند مضامین، آپ کے کچھ رسائل اور فتاویٰ ظفر کی اشاعت کے سوا، آپ کی ذات پر کوئی خاطر خواہ کام نہ ہو سکا۔ بلکہ اپنے مربی و مشفق استاذ و مرشد کی طرح آپ بھی ایک طویل عرصہ تک اپنی اور بے گانوں کے عدم التفات اور بے توجہی کا شکار رہے۔ مگر ”انجمن برکات رضا“ رضابامج مسجد پھول گلی ممبئی کی پہلے، حضرت سراج ملت سید سراج اظہر رضوی خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند کی سرپرستی و نگرانی میں ”جہان ملک العلماء“ کی گرما گرم پیش کش کی تیاریوں سے محسوس ہو رہا ہے کہ اب جمود ٹوٹ چکا ہے تحقیقی پیش رفت ہو چکی ہے۔ حضور ملک العلماء کی

وہ فتویٰ ہے جس کا ذکر ملک العلماء نے ”حیات اعلیٰ حضرت“ کے صفحہ ۴۶ میں اس طرح فرمایا ہے:

”فقیر محمد ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ کہتا ہے، کہ ۱۳۲۲ھ میں سب سے پہلے جو فتویٰ میں نے لکھا اور اعلیٰ حضرت کی خدمت میں اصلاح کے لئے پیش کیا، حسن اتفاق سے بالکل صحیح نکلا۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز اس فتویٰ کو لئے ہوئے خود تشریف لائے اور ایک روپیہ دست مبارک سے فقیر کو عنایت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا ”مولانا سب سے پہلے جو فتویٰ میں نے لکھا، اعلیٰ حضرت والد ماجد قدس سرہ العزیز نے مجھے شیرینی کھانے کے لئے ایک روپیہ عنایت فرمایا تھا۔ آج آپ نے جو فتویٰ لکھا یہ

میرے ظفر کو اپنی ظفر دے
اس سے شکستیں کھاتے یہ ہیں

اور

ابر رحمت ان کے مرقد پر گہر باری کرے
حشر تک شانِ کریمی ناز برداری کرے

☆☆☆

ہو کر ایک روپیہ مٹھائی کھانے کے لئے دیا جائے اور جن کے بارے
عقبقری فقیہ یہ تحریر فرمائیں ”کار افتاء میں میرے معین ہیں“ اور
”مفتی ہیں“۔

کیا ایسا نکتہ سنج، دقیقہ رس اور فقیہانہ بصیرت کی حامل
شخصیت کے مفتی اور ”فقیہ اسلام“ ہونے پر کسی طرح کا شبہ کیا جاسکتا
ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ بلاشبہ حضرت ملک العلماء ایک بیدار مغز
مفتی اور بالغ نظر فقیہ اسلام تھے۔

علم و فضل کا کوہِ گراں، سادگی و رواداری کا مرقع، میدان

ملك العلماء اور ان کے فتاویٰ

از قلم: مفتی ارشاد احمد ساحل ہسرای، علیگ

داخلہ لیا۔ جہاں تفسیر جلالین اور میرزا ہدایت کی کتابوں کا درس لیا۔ مدرسہ غوثیہ حنفیہ کے اساتذہ نے آپ کی ذہانت دیکھتے ہوئے بہت شفقت کے ساتھ آپ کی تعلیم کا نظم فرمایا۔

قاضی عبدالودود کے والد ماجد قاضی عبدالوحید صدیقی فردوسی رئیس لودی کٹرہ و خلیفہ امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہما (۱۲۸۹ھ - ۱۳۲۶ھ) نے ۱۳۱۸ھ میں پٹنہ کی سرزمین پر ایک عظیم الشان کانفرنس بلائی، جو تحریک ندوہ کے اسلام مخالف نظریات کا تردیدی پس منظر رکھتی تھی۔ اس کانفرنس میں امام احمد رضا قادری برکاتی بنفس نفیس شرکت کے لئے پٹنہ تشریف لے گئے جہاں دیگر اکابر علمائے اہل سنت بھی جلوہ افروز تھے۔ اسی موقع سے قاضی عبدالوحید فردوسی علیہ الرحمۃ نے ایک سنی ادارے کی داغ بیل ڈالی، نام رکھا مدرسہ حنفیہ۔ اس ادارے کے لئے قابل اساتذہ کا انتخاب کیا، جن میں مسند وقت حضرت علامہ شاہ وحی احمد محدث سورتی قدس سرہ (متوفی ۱۳۳۴ھ) بھی شامل تھے۔ مرحوم فردوسی نے اسی ادارے سے ایک علمی رسالہ ”تحفہ حنفیہ ملقب بہ مخزن تحقیق“ جاری کیا، جو عرصہ دراز تک علم و فن اور دین و سنت کی گرانقدر خدمات انجام دیتا رہا۔

حضرت ملك العلماء نے جب اس مدرسے کی شہرت اور حضرت محدث سورتی کا چرچا سنا، تو ۲۵ جمادی الآخرہ ۱۳۲۰ھ کو پٹنہ چلے آئے اور محدث سورتی کی خدمت میں رہ کر مسند امام اعظم،

ملك العلماء حضرت مولانا شاہ محمد ظفر الدین قادری برکاتی رضوی قدس سرہ (۱۳۰۳ھ - ۱۳۸۲ھ) اپنے عہد کے ممتاز عالم دین، اسلامی دانشور، تدریس آشنا فقیہ، نکتہ سنج مفتی، دقیقہ رس مصنف، ماہر مدرس اور سراپا خلوص، مرتاض پیشوائے طریقت تھے۔ بچپن ہی سے آثار کرامت آپ کی پیشانی سعادت پر درخشاں تھے۔ پھر جب اس گلستان فکر کو امام احمد رضا کی فضائے نوبہار میسر آگئی، تو اس کی شادابی اور درخشاںی میں کچھ اور اضافہ ہو گیا۔

حضرت ملك العلماء کے مورث اعلیٰ سید ابراہیم بن سید ابوبکر غزنوی ملقب بہ مدار الملک و مخاطب بہ ملک بیاہیں۔ ان کا نسب نامہ ساتویں پشت میں حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔

حضرت ملك العلماء کی ولادت مبارکہ ۱۰ محرم الحرام ۱۳۰۳ھ / ۱۹ اکتوبر ۱۸۸۰ء کو صبح صادق کے وقت موضع رسول پور میجر ضلع ناندہ، بہار میں ہوئی۔ والد ماجد ملك عبدالرزاق اشرفی علی الرحمۃ نے خاندانی طرز کے مطابق چار سال، چار مہینہ، چار دن کی عمر (۱۳۰۷ھ) میں اپنے مرشد گرامی چاند شاہ پتھوی کے دست مبارک سے آپ کی بسملہ خوانی کرائی۔ ابتداء والد ماجد کی آغوش تربیت میں رہے پھر قرآن حکیم اور اردو فارسی کی کتابیں حافظ مخدوم اشرف، مولوی کبیر الدین اور مولوی عبداللطیف سے پڑھیں۔ پھر اپنے نانیہال موضع بین ضلع پٹنہ کے مدرسہ غوثیہ حنفیہ میں ۱۳۱۲ھ میں

کے خوشہ پیمیں جوہرے۔

ان تمام علوم میں چند شاخیں آپ کی خاص پہچان تھیں۔

(۱) علوم حدیث (۲) فقہ و تصوف (۳) عقائد و مناظرہ (۴) ہیئت و توقیت (۵) اور سوانحی ادب۔

فقہ و تصوف پر آپ کو کس قدر عبور حاصل تھا، اس کی قدرے وضاحت کے لئے تو یہ مقالہ ہی تحریر کیا جا رہا ہے۔ باقی گوشوں پر بھی ایک اجمالی نگاہ ڈالتے چلتے ہیں۔

علوم حدیث میں عبقریت :

حضرت ملک العلماء نے بریلی شریف کے علاوہ جہاں بھی منصب تدریس سنبھالا۔ وہاں علمی صدارت کی شہ نشینی آپ کی خدمت میں ہی پیش کی گئی۔ اسی لئے صحاح ستہ کا درس بھی ہمیشہ آپ کے ذمہ رہا۔ اس طور سے درس حدیث کی آپ نے پوری زندگی گرانقدر سعادت حاصل کی۔ وعظ و تذکیر میں کثرت کے ساتھ آپ حدیث شریف تلاوت کرتے اور اس کے قیمتی نکات بیان فرماتے۔ فتاویٰ اور مختلف تصانیف میں بھی آپ نے جس کثرت کے ساتھ احادیث طیبہ کے حوالے پیش کئے ہیں، وہ آپ کی اس علم شریف پر دسترس کا کافی ثبوت ہیں۔ لیکن اس فن شریف میں آپ کی سب سے اہم یادگار ہے ”جامع الرضوی معروف بہ صحیح البہاری“۔ چھ جلدوں میں آپ نے مذہب حنفی کی مؤید احادیث کا ذخیرہ تیار کرنے کا منصوبہ بنایا اور ہر جلد میں دس ہزار

میں عجب برکتیں دے رکھی تھیں یکن اس ذیل میں آپ کے اوقات کی منضبط تقسیم کا بھی خاص داخل تھا۔

حضرت ملک العلماء عرصے سے فشار الدم کے رض میں مبتلا تھے جس کی وجہ سے کافی نحیف ہو گئے تھے۔ اس عالم نقاہت میں بھی آپ کے معمولات شب و روز میں کوئی فرق نہ آیا۔ ریاضتوں کے وہی سلسلے تھے اور علمی مصروفیات بھی اپنی جگہ تھیں۔ بالآخر یکشنبہ کا دن گزار کر دو شنبہ کی شب میں ۱۹ جمادی الآخرة ۱۳۸۲ھ / ۱۸ نومبر ۱۹۶۲ء کو اسم ذات کا ذکر بالجبر کرتے ہوئے اس طرح پرسکون انداز میں اپنے محبوب حقیقی کے حضور حاضر ہو گئے کہ حاضرین کو کچھ دیر تک اس بات کا احساس بھی نہ ہو سکا کہ آپ لذت وصال سے شاد کام ہو چکے ہیں۔ دوسرے دن حضرت شاہ محمد ایوب شاہدی رشیدی سجادہ نشین خانقاہ اسلام پور ضلع پٹنہ (متوفی ۱۹۶۷ء) نے جن سے حضرت کو فردوسی، شطاری وغیرہ سلاسل کی اجازت حاصل تھی، آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور درگاہ شاہ ارزاں (متوفی ۱۰۲۸ھ) کے قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔

حضرت ملک العلماء علامہ محمد ظفر الدین قادری برکاتی رضوی قدس سرہ علم و فن کی بیشتر شاخوں پر دسترس رکھتے تھے خصوصاً علوم اسلامیہ میں امام احمد رضا کے علمی اور فکری جانشین تھے۔ علوم قرآن، تفسیر، اصول تفسیر، تجوید و قرأت، علوم حدیث، حدیث، اصول حدیث، فقہی علوم، فقہ، اصول فقہ، عقائد و تصوف، بلاغت،

خصوص میں اسمعیل دہلوی کے ہم درس اور مکتب شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے خاص فیض یافتہ علامہ فضل حق خیر آبادی خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ آپ نے حمایت حق اور باطل کی سرکوبی کا جو مستحکم سلسلہ شروع کیا تھا۔ اسی کی کڑیاں ملاتے ہوئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری نے بھی حق کی حمایت اور باطل کے خلاف محاذ آرائی کا سلسلہ چھیڑ رکھا تھا۔ جس نے باطل کے منہ زور بڑھنے سیلاب پر کامیاب بند باندھا۔ حضرت ملک العلماء بھی مکتب رضا کے فیض یافتہ تھے اس لئے آپ نے بھی باطل سے مختلف محاذ پر لہا لیا اور انہیں فاش شکستیں دیں۔ آپ کے مناظرے کی خصوصیت یہ تھی کہ آپ حریف کو اسی کے اسلحے سے اس شائستگی سے زیر کرتے تھے کہ ذوق لطیف پر ذرا سی بھی خراش نہ آئی۔ شائستہ اور متین تشبیہ آپ کی پہچان کہی جاسکتی ہے۔

آپ نے وہابیت کی جملہ شاخوں غیر مقلدیت، دیوبندیت اور آریوں، مسیحی مشنریوں کے مبلغوں سے بہت کامیاب بحثیں کیں اور انہیں شکست سے دوچار کیا۔ آپ کا دور تو دیوبندیت اور وہابیت پر دارو گیر کا خاص دور تھا، اس لئے ان سے رزم آرائیاں تو تھیں ہی، آریہ سماجیوں اور عیسائی مشنریوں نے بھی بھولی بھالی عوام کو پھانسنے کے لئے جال پھیلا رکھا تھا۔ اس لئے علمائے اسلام ان کے خلاف بھی صف آرا ہوتے۔ ملک العلماء نے بھی اس محاذ پر اسلام کی پاسبانی کے حقوق ادا کئے۔ آپ جہاں کہیں حمایت حق کے لئے تشریف لے گئے، نصرت خداداد آپ کی رفتی

بڑی مدد ملی نگاہوں سے دیکھا اور اسے ایک سہم بالشان علمی کارنامہ قرار دیا۔ اس گرانقدر علمی کارنامے کو خراج تحسین پیش کرنے والوں میں محدث سورتی مولانا وصی احمد پبلی بھتی، مولانا عبدالقدیر پروفیسر حدیث و صدر شعبہ دینیات جامعہ عثمانیہ حیدر آباد، مولانا سید حیدر ولی اللہ قادری ناظم دارالعلوم لطیفیہ خانقاہ حضرت قطب ویلور کرناٹک، مولانا سید سلیمان ندوی، مولانا عبدالماجد دریا آبادی، غیر مقلد عالم ثناء اللہ امرتسری جیسی شخصیات شامل ہیں۔

اس کتاب کے مطالعہ کے بعد ہر شخص حضرت ملک العلماء کی علم حدیث میں مہارت اور اس کے مختلف گوشوں پر دسترس کی بھر پور شہادت دے گا۔ خاص طور سے ۲۵ صفحات پر پھیلا ہوا اس کتاب کا گرانقدر مقدمہ، اصول حدیث کا شاندار گلدستہ ہے جسے پڑھ کر ہر صاحب ذوق قاری جھوم اٹھتا ہے۔ حضرت کے یہ سارے حدیثی افادات محدث بریلی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ کے بحر علم کی چند قیمتی موجیں ہیں۔ جس کا اعتراف خود حضرت ملک العلماء نے ان کلمات سے کیا ہے:

”ہذا نھر اصغر من البحر الاکبر من بحار علوم سیدی و شیخی نفعنا بیر کانه فی الدنیا و الآخرة“ (صحیح البہاری، کتاب الصلوٰۃ، ۲۶/۱)

مناظرانہ مہارت:

حضرت ملک العلماء کا دور معتقداتی معرکہ آرائیوں کا گرما گرم دور تھا۔ اہل سنت کی وحدت پارہ پارہ ہو رہی تھی اور لوگ نت

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رضی اللہ عنہ کی حیات اور علمی خدمات

مناظرہ رامپور (۱۳۳۳ھ) (۷) گنجینہ مناظرہ (۱۳۳۳ھ)
(۸) ظفر الدین الطیب وغیرہ رسائل بھی مناظراتی تحریریں ہیں۔
ان کے مجموعہ فتاویٰ میں بھی کئی فتاویٰ مناظراتی انداز کے ہیں۔ جن پر گفتگو ابھی آتی ہے۔ یہ تمام چیزیں حضرت ملک العلماء کے مناظراتی معیار فن کو متعین کرتی ہیں اور معتقداتی پہلوؤں اور تقابلی ادیان کے وسیع اور متنوع علوم میں آپ کی دسترس کے شواہد فراہم کرتی ہیں۔

ہینت و توقیت میں درجہ امتیاز:

یہ فنون حضرت ملک العلماء کی پہچان تھے اور آپ ان میں معاصرین کے درمیان یکتائے روزگار۔ اس امتیاز کے لئے امام احمد رضا کی یہ شہادت کافی ہے:

” (مولانا محمد ظفر الدین قادری) علمائے زمانہ میں علم توقیت سے تنہا آگاہ ہیں۔ امام ابن حجر کی نے زواج میں اس علم کو فرض کفایہ لکھا ہے اور اب ہند بلکہ عام بلاد میں یہ علم، علما بلکہ عام مسلمین سے اٹھ گیا۔ فقیر نے بتوفیق قدیر اس کا احیا کیا اور سات صاحب بنانا چاہے، جس میں بعض نے انتقال کیا، اکثر اس صعوبت سے چھوڑ بیٹھے۔ انہوں نے بقدر کفایت اخذ کیا اور اب میرے یہاں کے اوقات طلوع و غروب و نصف النہار ہر روز و تاریخ کے لئے اور جملہ اوقات ماہ رمضان شریف کے لئے بھی بناتے ہیں۔“ (حیات اعلیٰ حضرت ۱/۲۴۳)

حضرت ملک العلماء نے اس علم کو اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی بارگاہ میں رہ کر سیکھا اور اس میں مکمل مہارت حاصل کی۔ ہندو پاک کے دائمی اوقات صلوٰۃ تخریج کئے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ کے زبانی افادات اور اپنی ذاتی توضیحات کو یکجا کر کے کئی رسائل ترتیب دیئے: (۱) الجواہر والیواقیت فی علم التوقیت معروف بہ توضیح التوقیت (۱۳۳۰ھ) (۲) بدرالاسلام لمیقات کل الصلوٰۃ والصیام معروف بہ مؤذن الاوقات (۱۳۳۵ھ)

رہی۔ آپ کی اسی فاتحانہ شوکت کو شفیقانہ تحسین پیش کرتے ہوئے آپ کے شفیق مربی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ نے فرماتے ہیں:

میرے ظفر کو اپنی ظفر دے
اس سے شکستیں کھاتے یہ ہیں

ملک العلماء کے صاحبزادے پروفیسر مختار الدین احمد لکھتے ہیں:

”مجھے یاد آتا ہے کہ میرے بچپن میں وہ (حضرت ملک العلماء) آریہ سماجیوں اور مسیحی مبلغین سے مناظرے کے لئے جلسوں میں بھی تشریف لے جایا کرتے تھے۔ غیر مقلدین وغیرہم سے مناظرے کے لئے بھی وہ دور دراز کے علاقوں سے مدعو کئے جاتے تھے۔ ایک مناظرے کے لئے وہ برما بھی تشریف لے گئے تھے۔ (حیات ملک العلماء ص ۱۶)

حضرت ملک العلماء، اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے حکم پر فیروز پور میوات کے علاقے موضع جھرکا میں دیبانہ سے مناظرے کے لئے تشریف لے گئے اور فتح یاب ہو کر بریلی شریف واپس ہوئے۔“ اس موقع پر اعلیٰ حضرت نے ایک اونی جبہ عنایت فرمایا اور ارشاد فرمایا: یہ مدینہ طیبہ کا ہے۔ میں نے اسے دونوں ہاتھوں سے لے کر سر پر رکھا اور آنکھوں سے لگایا۔“ (حیات اعلیٰ حضرت ۱/۵۵)

اس مناظرے کی پوری روداد آپ کے مرتبہ رسالہ ”شکست سفاہت“ (۱۳۲۶ھ) میں موجود ہے۔ اس کے علاوہ اس موضوع پر اور بھی کئی رسالے آپ نے تصنیف فرمائے:

(۱) الحسام المسلول علی منکر علم الرسول (۱۳۲۳ھ) (۲) ظفر الدین الجید (۱۳۲۳ھ) (۳) بحم الکثرہ علی الکلاب الممطرۃ (۱۳۲۸ھ) (۴) النمر اس لدفع غلام المنہاس (۱۳۲۹ھ) (۵) رفع الخلاف من بین الاحناف (۱۳۳۲ھ) (۶) کشف الاستور عن

متوفی ۱۹۷۱ء) مفتی نظام الدین بلیاوی الہ آباد (م ۱۹۹۳ء) اور مولانا یحییٰ بلیاوی خاص طور سے قابل ذکر ہیں:

سوانحی ادب پر عبور:

حضرت ملک العلماء بہت شستہ اور نکھر ادبی ذوق رکھتے تھے۔ آپ کی تحریریں جاے، جس موضوع سے تعلق رکھتی ہوں، بیان کی شائستگی اور لہجے کی شگفتگی سے آراستہ ہوتی ہیں۔ مناظرانہ اور تنقیدی تحریروں میں بھی کہیں سوقیانہ لب و لہجے کا دور دور تک پتہ نہیں چلتا۔ اسی شگفتہ نثر میں سیرت و سوانح کے موضوع پر بھی آپ نے قیمتی تحریریں چھوڑی ہیں۔

- (۱) المجلد والمعد و التالیف المجدد (۱۳۲۷ھ) (۲) خیر السلوک فی نسب المملوک (۱۳۳۳ھ) (۳) جواہر البیان فی ترجمہ خیرات الحسان (۱۳۳۳ھ) (۴) اعلام الاعلام باحوال العرب قبل الاسلام (۱۳۳۱ھ) (۵) تنویر السراج فی ذکر المعراج (۱۳۵۳ھ)
- (۶) مولود رضوی (۱۳۶۰ھ) (۷) چودھویں صدی کے مجدد (۱۳۶۷ھ) (۸) حیات اعلیٰ حضرت / مظہر المناقب (۱۳۶۹ھ)
- (۹) شرح الشفاللقاضی عیاض (ناکمل) یہ ساری تحریریں آپ کے سوانحی ادب کا شاہکار ہیں۔

یوں تو حضرت کی ساری تصانیف اخلاص اور عقیدت کے جذبے سے سرشار ہو کر معرض تحریر میں آئیں۔ لیکن مذکورہ بالا تصانیف میں عشق رسول اور محبت رضا کے شیریں جذبے کچھ زیادہ ہی نمایاں ہیں۔

اعلیٰ حضرت قبلہ نے علم توقیت کے قواعد کتابی شکل میں مدون نہیں فرمائے۔ بلکہ میری تعلیم کے زمانے میں قواعد زبانی فرمایا کرتے تھے جس کو میں اردو زبان میں لکھ لیتا اور میرے دوست وہم سبق حکیم سید عزیز غوث صاحب بریلوی فارسی میں لکھ لیا کرتے اور شرکائے درس میں کوئی ان سے، کوئی مجھ سے سیکھا کرتا۔ بہر کیف! ایک زمانے تک وہ سب رومی پرزے کی شکل میں رہے۔ اس کے بعد میں نے بعض احباب کی فرمائش سے ان سب کو کتابی شکل میں جمع کر دیا اور اس کو آسان سے آسان تر کرنے کے لئے مثالوں کے علاوہ تشریح مقامات متعلقہ کے عنوانات سے ہر قاعدے کو اتنا واضح کر دیا کہ اس کتاب کو پیش نظر رکھ کر ہر شخص اس فن کو بہ آسانی گھر بیٹھا سیکھ سکتا ہے۔ کہیں شبہ ہو، تو بذریعہ خط دریافت کر لینا کافی ہے۔“ (حیات ملک العلماء ص ۲۹)

حضرت نے نہ صرف یہ کہ اس علم کے افادات تحریری شکلوں میں عام کئے۔ بلکہ اسے سفینوں کے ساتھ ساتھ سینوں میں بھی منتقل کیا اور کئی ایک نامور تلامذہ پیدا کئے۔ بہترے شائقین اس فن میں آپ سے خطوط کے ذریعہ استفادہ کرتے۔ ان مستفیدین میں مولانا حاجی محمد ظہور نعیمی مراد آباد اور مولانا مفتی سید محمد عظیم الاحسان ڈھا کہ خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔ ان میں اول الذکر نے متحدہ ہندو پاک کے سارے مشہور مقامات کے اوقات صوم و صلوة ”ظہور الاوقات“ کے نام سے تخریج کئے ہیں۔ اس

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رضی اللہ عنہ کی حیات اور علمی خدمات

رضاحمۃ اللہ علیہ کے عاشق جو ٹھہرے۔“ (ماہنامہ جہان رضا، لاہور۔
جون ۱۹۹۹ء ص ۶۱)

جب تک اعلیٰ حضرت حیات سے رہے، ملک العلماء نے ہمہ دم خود کو ان کی ہر ممکن علمی خدمت کے لئے مستعد رکھا۔ کارافتا میں معین رہے، منظر اسلام کی تدریسی ذمہ داری سنبھالی، حضرت صدر الشریعہ اور ملک العلماء نے بڑی تندہی سے اعلیٰ حضرت کی تصنیفات کی حفاظت اور اشاعت کی جانب توجہ فرمائی۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی رحلت کے بعد حضرت مفتی اعظم شاہ مصطفیٰ رضا قادری برکاتی نوری قدس سرہ کی خواہش پر ملک العلماء بریلی شریف تشریف لے گئے اور تین چار مہینے کی جانکاہ محنت کے بعد اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی ڈھیروں تصانیف کے مہیضے تیار کئے، منتشر اوراق کی شیرازہ بندی کی اور یوں بہتیری تصانیف رضا کو ضائع ہونے سے بچالیا،

شفاء قاضی عیاض کی عربی حاشیہ نگاری کا آغاز ۱۳ ربیع الاول شریف ۱۳۲۴ھ بروز چہار شنبہ ہوا۔ اس کے آغاز میں لکھتے ہیں:

”انی نذرت للرحمن انه لماتمت هذه الحاشية اصلي مائة ركعة ان شاء الله.“

”میں نے خدا کے حضور نذر مانی ہے کہ جب یہ حاشیہ پایہ تکمیل کو پہنچے گا، اس وقت سو رکعت نمازیں شکرانہ نفل کی پڑھوں گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ (۱۲۔ ساحل)

مجدد ملت، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ سے آپ کو بہت گہری عقیدت تھی۔ آپ نے امام احمد رضا کے اتباع رسول اور عشق مصطفیٰ علیہ التحیۃ والتثا کی خوشبوؤں میں بے شب و روز دیکھے، ان کی شفقتیں، ہمدردیاں، انسانیت نوازی اور اعلیٰ اخلاقی قدروں کا مشاہدہ کیا، علم و فن اور فکر و قلم کی عبقریت

ہوتا۔“ (حیات ملک العلماء ص ۲۷)

مولانا امجد رضا خاں نوری کو ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:

”اس وقت اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کی جملہ تصنیفات و تالیفات و تحریرات چھپ جائیں تو سینوں کو کسی دوسری کتاب کی ضرورت نہ ہوگی۔ تفسیر، حدیث، فقہ، تصوف، عقائد،

”رات کے کھانے کے بعد اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ

اللہ علیہ کا والہانہ ذکر شروع ہوتا اور ان کے فضائل و مناقب میں پوری رات گزر جاتی تھی۔ درمیان میں کبھی کبھی اعلیٰ حضرت رحمت اللہ علیہ کی تصانیف، تحریرات کے دفتر بھی کھل جاتے تھے اور عبارتیں پڑھی جاتی تھیں اور ان کے محاسن پر گفتگو ہوتی تھی۔ دونوں امام احمد

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی دہلی کی حیات اور علمی خدمات

اخلاق کے علاوہ تاریخ، جغرافیہ، ہیئت، توقیت، حساب، جبر و مقابلہ، تکسیر، جفر، زائچہ، کون سے علوم ہیں جن میں اعلیٰ حضرت کی تصنیف نہیں۔ جس وقت یہ کتابیں جناب کی ہمت و محنت و توجہ سے چھپ جائیں گی، اس وقت لوگوں کی آنکھیں کھلیں گی کہ اعلیٰ حضرت کیا تھے۔“ (حیات ملک العلماء ص ۲۶)

احسان شناسی کے جذبوں سے لبریز حضرت ملک العلماء کی ذات گرامی نے اپنے سارے محسنوں کے حقوق محبت ادا کئے۔ آپ کے ذخیرہ مکاتیب اور قلمی یادداشتوں کے مجموعے اس کی تصدیق کے لئے کافی سے زائد مواد فراہم کرتے ہیں۔

آپ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ کے سب سے زیادہ منت کش تھے، اس لئے ہمیشہ ان کی یادوں میں مگن اور ان کے ذکر جمیل میں رطب اللسان رہے۔ پوری زندگی ان کے فکری مشن کی اشاعت کے لئے وقف رکھی، ان کی نگارشات کے تحفظ اور طباعت کے لئے حضرت صدر الشریعہ اور ملک العلماء یکساں طور سے مضطرب نظر آتے ہیں۔ آپ اپنے دامن سے وابستہ حضرات کو ”ظفری“ کے بجائے ”رضوی“ لکھنے کی تاکید فرماتے۔ اعلیٰ حضرت کی تصانیف کی سب سے پہلی شیرازہ بندی کا سہرا آپ کے سر رہا۔ ”المجلد المعدد لتالیف الحمد“ میں سب سے پہلے آپ نے امام احمد رضا کی تقریباً آٹھ سو تصانیف کی موضوعاتی فہرست پیش کی ہے۔ امام احمد رضا کے حوالے سے آپ کا سب سے عظیم کارنامہ ”حیات اعلیٰ حضرت“ کی تدوین ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ کا وصال شریف ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء میں ہوا۔ آپ کے وصال کے سترہ سال بعد تک آپ کی حیات و خدمات پر کوئی کام نہ ہوسکا۔ چند مقالات، تاثرات یا مختصر کتابچے ظاہر ہے مشرق کے اس عبقری کا

کیا تعارف کرا سکتے تھے۔ اس راہ میں کئی چیزیں حاصل ہوئیں۔ ۱۹۲۱ء کا زمانہ خلافت مومنت اور نان کو اپریشن تحریک کی شور مچوں سے لبریز زمانہ تھا۔ پھر سلطنت عثمانیہ کے سقوط، ۱۹۲۵ء سے آریہ سماج کا شدھی سنگٹھن اور پھر ۱۹۳۰ء سے دو قومی نظریے میں انقلاب شدت اور قیام پاکستان کے تصورات نے ایسا ماحول پیدا کر دیا تھا جس نے اسلامیان ہند کے دل و دماغ ہلا کر رکھ دیئے تھے۔ ماحول کی ابتری اور دینی اور سیاسی قائدین کی غیر ذمہ دارانہ حرکتوں نے ذہنوں میں قنوطیت کی ایسی برف جما رکھی تھی کہ فکریں قریب قریب مثل ہو چکی تھیں۔ رفتہ رفتہ حالات نے سنبھال لیا اور برف کھپنے لگی اور پھر امام احمد رضا کے حوالے سے اس جمود کے حصار سے جو ذات گرامی سب سے پہلے نکلی وہ منظور نگاہ اعلیٰ حضرت، حضرت ملک العلماء کی ذات کریم تھی۔ آپ نے ہی سب سے پہلے کمر ہمت کھی اور اس ”ہفت خواں“ کو طے کرنے کی ٹھانی۔ اس راہ میں وابستگان رضا میں سے جاں نثار اعلیٰ حضرت، مولانا سید الوب علی قادری رضوی نے آپ کا پورا پورا تعاون کیا۔ بلکہ انہوں نے بے مثل ایثار کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے پاس موجود سارا سوانحی مواد حضرت ملک العلماء کے حوالے کر دیا۔ بارہ سال کی محنت کے بعد چار جلدوں میں یہ تصنیف مکمل ہوئی۔ ۱۹۵۵ء میں اس کا صرف پہلا حصہ شائع ہوا۔ دوسری جلد اب تک دستیاب نہ ہو سکی۔ تیسری اور چوتھی جلد پہلی جلد کے ہمراہ نصف صدی غلطی کرنے کے بعد اب شائع ہونے جا رہی ہے۔ اس طور سے دیکھا جائے تو حضرت ملک العلماء نے سوانحی ادب پر بھی خاصے علمی آثار چھوڑے ہیں۔

فقہ و تصوف:

”من تفقہ و لم يتصوف فقد تفسق و من تصوف و لم يتفقہ فقد تزندق“ (امام مالک)

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رضی اللہ عنہ کی حیات اور علمی خدمات

ہو، مال کی طرح نہ رکھے، آفات نفسانی کی باریکیوں کو پہچانتا ہو، عمل کو فاسد کرنے والی چیزوں سے بھی باخبر ہو، راہ آخرت کی گھاٹیوں سے واقف ہو، دنیا کو حقیر سمجھنے کے ساتھ ساتھ اس پر قابو پانے کی قوت بھی اپنے اندر رکھتا ہو، سفر و حضر اور جلوت و خلوت میں ہر وقت دل پر خوفِ الہی کا غلبہ ہو۔“ (احیاء العلوم)

فقہ اور فقیہ کی ان تشریحات کی روشنی میں ہم دیکھتے ہیں، تو حضرت حضرت ملک العلماء قدس سرہ ایک ممتاز فقیہ اور پر سوز صوفی نظر آتے ہیں۔ تصوف پر آپ کی کوئی باضابطہ تصنیف تو نہیں ملتی، لیکن آپ کی جملہ فقہی اور دینی تصنیفات میں حضرات صوفیہ کی روا داری اور اخلاص کے جذبے رونق افروز ملتے ہیں۔ آپ کی پاکیزہ زندگی کے شب و روز معمولات صوفیہ اور اذکار و اشغال سے معمور دکھائی دیتے ہیں۔ تعصب اور تنگ نظری سے کوسوں دور، قلبی پاکیزگی اور طہارت باطن کا نگار خانہ تھی آپ کی ذات گرامی معاند

”جس نے عالم شریعت ہونے کے ساتھ ساتھ طرز صوفیا کی پیروی نہ کی، وہ بے عمل ٹھہرا اور جس نے صرف زہد اختیار کیا اور شریعت کے علم سے بے بہرہ رہا، اس کے ایمان کا بھی بھروسہ نہیں۔“ (۱۲ اساطیل) اس ارشاد مالکی کی روشنی میں فقہ اور تصوف کا آپس میں گہرا ربط نظر آتا ہے۔ بلکہ ابتدا میں دونوں ایک ہی دائرہ علم میں آتے تھے۔

”ان الفقه فی الزمان القديم کان متناولاً لعلم الحقیقة وهی الالہیات من مباحث الذات والصفات و علم الطریفة وهی مباحث المنحیات و المہلکات و علم الشریعة الظاہرة“

”زمانہ قدیم میں علم فقہ، علم حقیقت کے مباحث پر مشتمل ہوتا تھا، جسے علم الہیات کہتے ہیں اور جس میں خدائے تعالیٰ کی ذات و صفات سے بحث ہوتی ہے۔ یونہی نجات بخش اور ہلاکت آمیز

”فقیہ وہ ہے، جو دنیا سے دل نہ لگائے اور اس طرف ہمیشہ راغب رہے، دین میں کامل بصیرت رکھتا ہو، طاعات پر مداومت اپنی عادت بنالے، کسی حال میں بھی مسلمانوں کی حق تلفی برداشت نہ کرے، مسلمانوں کا اجتماعی مفاد ہر وقت اس کے پیش نظر

تاکہ قارئین، کتاب کے مندرجات اور خود صاحب کتاب کی شان کمال کا اندازہ کر سکیں۔
انسان جستجو اور دریافت کا پیکر اور ایک دوسرے کے

انجمن برکاتِ رضا۔ ممبئی

تو ان کا تاج ہے۔ اس لئے ابتدائے آفرینش سے ہی اس کی جستجو کا سفر جاری ہے اور اس کے ساتھ حوازی طور پر باہمی مضامنت کا عمل بھی۔ تحقیق جستجو اور مضامنت کے اسی سلسلے کو فقہ (یعنی فہم) و افتاء (یعنی باہمی دریافت) کی معزز اصطلاحات سے موسوم کرتے ہیں۔ اس طور سے یہ دونوں چیزیں ابتدائے تحقیق سے چلی آ رہی ہیں۔ قرآن حکیم، احادیث طیبہ میں بھی اس کی واضح ہدایات اور تفہیمیتیں وارد ہیں۔ قرآن کریم کی یہ آیت کریمہ ”فاسئلوا اہل الذکر ان کتبہ لا تعلمون۔ (تخل ۴۳) (تو اے لوگو! اہل علم والوں سے پوچھو، اگر تمہیں علم نہیں) مفتی اور مستفتی دونوں کی اہمیت واضح فرما رہی ہے۔ سارے انبیاء و مرسلین، دعاۃ و مبلغین اپنی امتوں اور مائتوں کو اسلامی احکام بتاتے چلے آئے اور ساری امتیں اپنے پیغمبروں اور رہنماؤں سے شرعی احکام دریافت کرتی رہیں، اس لئے عمومی تناظر میں سبھی رہنما فقہ اور مفتی اور سارے مقہمین مستفتی نظر آتے ہیں۔ لیکن ہماری گفتگو امت محمدی کے مخصوص عرفی فقہاء تک محدود ہے، اس لئے ان الفاظ کے وہی معانی بیان ہوں گے جو ان کے معروف اصطلاحی مفہوم کے گرد گھومتے نظر آئیں۔

فقہ و افتاء مفہوم کے اعتبار سے قریب قریب مساوی ہیں۔ البتہ افتاء فقہ کی ایک مخصوص اور ممتاز حیثیت ہوتی ہے۔ علامہ زحشری فقہ کی تعریف ان لفظوں میں کرتے ہیں:

”الفقیہ: العالم الذی یشق الاحکام و یفتش عن حقائقہا۔“

”فقہ ایسے عالم دین کو کہتے ہیں جو احکام شریعت کی تمہیں کھولنا اور ان کے حقائق کی تفتیش کرتا ہے۔“

ابتدائی زمانہ میں یہ لفظ مجتہد مطلق کے تعلق سے استعمال کیا جاتا تھا لیکن اب ایسے تاقی فتویٰ کو مفتی اور فقہ کہتے ہیں جو

فقہائے کرام کے مختلف طبقات پر گہری نظر رکھتا ہو اور ان میں مرجوح، مفتی بہ میں امتیاز کی صلاحیت رکھتا ہو۔

حضرت علامہ سید محمد ابن عابدین شامی قدس سرہ ۱۰۰۰ الحدیث علی الدر المختار میں تحریر فرماتے ہیں:

”المفتی هو المجتهد فاما غیر المجتهد من یحفظ اقوال المجتهد فلیس بمفتی والواجب علیہ ان یسل ان یدکر قول المجتهد کالامام علی وجہ الحکمة فعرف ان ما یكون فی زماننا من فتویٰ الموجودین لیس بفتویٰ بل هو نقل کلام المفتی لیاخذ بہ المستفتی (رد المحتار ۱/۴۸)

”مفتی تو مجتہد ہوتا ہے۔ جو شخص مجتہد نہ ہو، صرف کسی مجتہد کے اقوال کو یاد رکھتا ہو، وہ مفتی نہیں ہوتا۔ ایسے شخص پر لازم ہے کہ جب اس سے کچھ پوچھا جائے، تو کسی مجتہد جیسے حضرت امام اعظم کا قول بطور حکایت بیان کر دے۔ اس وضاحت سے معلوم ہو گیا کہ ہمارے زمانے کے اصحاب فقہ کے فتاویٰ درحقیقت فتویٰ نہیں ہوتے بلکہ وہ کسی حقیقی مفتی کے اقوال کی نقل ہوتی ہے تاکہ مستفتی اس کی روشنی میں حکم شریعت اخذ کر سکے۔“

اسی لئے اولیٰں معلوف نے المنجد میں مفتی کی موجودہ تشریح یہ بیان کی ہے:

”المفتی: الفقیہ الذی یعطی الفتویٰ ویحبہ علما ألقى علیہ من مسائل المتعلقة بالشریعة“

”مفتی ایسے اسلامی دانشور کو کہتے ہیں کہ جب اس کے سامنے شریعت سے متعلق مسائل پیش کئے جاتے ہیں، تو وہ ان کے جواب دیتا ہے اور شرعی فیصلہ صادر کرتا ہے۔“ (المنجد ص ۹۸)

عبرتی فقہ، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ رسالہ

صحابیات بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر اسلامی تعلیمات کا درس لیتے، درپیش آنے والے مسائل دریافت کرتے۔ استفتا اور افتا کا یہ سب سے مستند، قیمتی اور زریں دور ہے جو قیامت تک کے پیش آمدہ مسائل کے حل کے لئے سرچشمہ فیض کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس دور میں رسول کریم ﷺ کی ذات والا صفات ہر مسئلہ کا مکمل، مقدس اور تشفی بخش حل پیش کرتی۔ اس تقدس مآب دور اولین کے بعد اب تک فقہ و افتا کے چار شاندار دور گزر چکے ہیں۔

فقہ و افتا کا دوسرا دور: (۱۰ھ تا ۴۱ھ)

اس جہان رنگ و بو سے خورشید رسالت کا جب ظاہری رخ روپوش ہو گیا، تو اکابر صحابہ کرام نے امت کی زمام قیادت سنبھالی۔ حضرات خلفائے راشدین نے اسلامی سلطنت کی سرحدیں وسیع کیں، تو عجمی تمدن نے نئے نئے مسائل در آمد کئے۔ جن کے اسلامی حل کے لئے گروہ صحابہ کے صاحبان تدبر اور والیمان تفقہ نے کتاب و سنت کی روشنی میں اپنے تدبر اور تائید الہی کے سہارے فیصلے صادر فرمائے، جو بعد کی نسلوں کے لئے استناد کا درجہ رکھتے ہیں۔ اس دور میں جو ۱۰ھ سے لے کر ۴۱ھ تک محیط ہے۔ حضرات خلفائے راشدین، حضرت عبداللہ بن مسعود (م ۳۲ھ) حضرت ابو موسیٰ اشعری (م ۵۲ھ) حضرت معاذ بن جبل (م ۱۸ھ)، حضرت ابی بن کعب، حضرت زید بن ثابت، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ (م ۵۷ھ) رضی اللہ تعالیٰ عنہا و عنہم اجمعین کے فیقہانہ فیصلے اور فتاویٰ بہت شہرت رکھتے تھے۔

تیسرا دور: (۴۱ھ تا ۱۰۰ھ)

اکابر صحابہ کی صفیں خالی ہونے کے بعد اصغر صحابہ کرام اور کبار تابعین نے امت کی قیادت سنبھالی۔ اس دور میں اسلامی سلطنت کی وسعتیں شرق و غرب جنوب و شمال کی وسعتوں کو اپنے

مبارکہ "اجلی الاعلام ان الفتویٰ مطلقاً علی قول الامام" (۱۳۳۴ھ) میں چند بنیادی مقدمات بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"الرابعة: الفتویٰ حقیقیة و عرفیة. فالحقیقیة هو الافتاء عن معرفة ج الدلیل التفصیلی و اولئک الذین یقال لهم اصحاب الفتویٰ و یقال "بهذا الفتی الفقیہ ابو جعفر و الفقیہ ابو الیث و اضربهمار رحمهم اللہ تعالیٰ. و العرفیة: اخبار العالم باقوال الامام جاهلا عنها تقلیداله من دون تلك المعرفة كما یقال فتاویٰ ابن نجیم و الغزی و الصوری و الفتاویٰ الخیریة و حلم تنزلا زمانا و رتبة الی الفتاویٰ الرضویة جعلها اللہ تعالیٰ مرضیة مرضیة. امین."

"چوتھا مقدمہ: فتویٰ کی دو قسمیں ہیں: عرفی اور حقیقی۔ حقیقی یہ ہے کہ دلیل تفصیلی کی معرفت کے بعد فتویٰ دیا جائے۔ یہی وہ لوگ ہیں، جن کو اصحاب فتویٰ کہا جاتا ہے۔ کہتے ہیں: یہی فتویٰ دیا ہے فقیہ ابو جعفر، فقیہ ابو الیث اور ان کے امثال نے اور عرفی فتویٰ یہ ہے کہ عالم لوگوں کو امام کے اقوال بتادے۔ وہ دلیل کو نہ جانتا ہو، محض تقلید کے طور پر ایسا کرے۔ جیسے کہا جاتا ہے: فتاویٰ ابن نجیم، فتاویٰ غزی، فتاویٰ طوری اور فتاویٰ خیریہ وغیرہ اور بعد کے زمانہ میں فتاویٰ رضویہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو پسندیدہ اور راضی کرنے والا بنا دے۔ آمین!" (الفتاویٰ الرضویہ - مترجم - ۱/۱۰۹)

اس کا ذکر پہلے ہو چکا کہ افتا کی تاریخ اتنی ہی قدیم ہے، جتنی انسان کی۔ شریعت محمدی کے نزول سے اس کا شاندار اور ممتاز دور شروع ہوتا ہے۔ سرکار دو عالم ﷺ کی بعثت اور نزول قرآن سے اسلامی تعلیمات کا دائرہ مکمل ہونا شروع ہوا۔ حضرات صحابہ و

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی دہلی کی حیات اور علمی خدمات

العالیہ رفیع بن مہران (م ۹۰ھ) (۲۷) حضرت انس بن مالک (م ۹۳ھ) (۲۸) حضرت ابوالشعثاء جابر بن یزید (م ۹۳ھ) (۲۹) حضرت قتادہ بن دعامہ (م ۱۱۸ھ) (۳۰) امام تعمیر دارالروایا حضرت محمد بن سیرین (م ۱۳۱ھ) کے جلوؤں سے بصرہ کی سرزمین جگمگاتی تھی۔ (۳۱) حضرت عبدالرحمن بن غنم اشعری (م ۷۸ھ) (۳۲) حضرت ابودریس خولانی (م ۸۰ھ) (۳۳) حضرت قتیبہ بن ذویب (م ۸۱ھ) (۳۴) حضرت عمر بن عبدالعزیز (م ۱۰۱ھ) (۳۵) حضرت رجاء بن حیوۃ کندی (م ۱۱۲ھ) ملک شام کے نامور فقہاء میں شمار ہوتے تھے۔ (۳۶) حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص (م ۶۵ھ) (۳۷) حضرت ابوالخیر مرشد بن عبداللہ (م ۹۰ھ) حضرت یزید بن ابی حبیب (م ۱۲۸ھ) نے مصر کے علمی ایوانوں میں اجالا کر رکھا تھا۔ (۳۹) حضرت طاؤس بن کسان جندی (م ۱۰۶ھ) (۴۰) حضرت وہب بن منبہ صنعانی (م ۱۱۳ھ) (۴۱) حضرت یحییٰ بن کثیر نے یمن کی بزم علم میں برکتیں بکھیر رکھی تھیں۔ اس مختصر ترین فہرست سے ہی اندازہ کیجئے کہ اس دور میں اس فن نے کتنی وسعت اختیار کر لی تھی۔ اس کثیر پھیلاؤ کی باضابطہ شراذہ بندی ہوتی ہے چوتھے دور میں۔

چوتھا دور :

اس دور کا دائرہ دوسری صدی ہجری کی ابتدا سے لے کر چوتھی صدی ہجری کے وسط تک پھیلا ہوا ہے۔ اسی دور میں سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی جلیل الشان ذات گرامی معجزہ سرور کائنات کی صورت میں جلوہ گر ہوئی جنہوں نے اپنے چالیس برگزیدہ تلامذہ کے ساتھ مل کر اس فن کی باضابطہ شاندار تدوین فرمائی جو قیامت تک کے مسائل حیات حل کرنے کے لئے سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ حضرات محققین نے خوب فرمایا:

داسن میں سمیٹ چکی تھیں۔ تمدن کی وسعت، علم کی کساد بازاری، اور عبر و عجم کے اختلاط نے اجتہادی جذبوں میں بڑی تیز گامی پیدا کر دی تھی۔ مدینہ منورہ، مکہ معظمہ، کوفہ، بصرہ، شام، مصر اور یمن میں فقہائے مجتہدین کی کثیر صفیں آراستہ تھیں اور ہر ایک کے درس و افادہ کی اپنی ایک الگ ہی دھوم تھی۔ چنانچہ اسمائے گرامی پیش ہوتے ہیں۔

(۱) ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (م ۵۷ھ) (۲) حضرت ابو ہریرہ (م ۵۸ھ) (۳) حضرت عبداللہ بن عمر (م ۷۳ھ) (۴) حضرت سعید بن مسیب مخزومی (م ۹۳ھ) (۵) حضرت عروہ بن زبیر بن عوام اسدی (م ۹۳ھ) (۶) حضرت ابوبکر بن عبدالرحمن (م ۹۳ھ) (۷) حضرت امام زین العابدین علی بن حسین (م ۹۳ھ) (۸) حضرت قاسم بن محمد بن ابوبکر (م ۱۰۶ھ) (۹) حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر (م ۱۰۶ھ) (۱۰) حضرت سلیمان بن یسار (م ۱۰۷ھ) (۱۱) حضرت امام محمد باقر محمد بن علی بن حسین (م ۱۱۳ھ) (۱۲) حضرت نافع (م ۱۱۷ھ) (۱۳) حضرت ابن شہاب زہری (م ۱۲۳ھ) (۱۴) حضرت ابوالزناد عبداللہ بن ذکوان (م ۱۳۱ھ) (۱۵) حضرت امام جعفر بن محمد بن علی بن حسین (م ۱۲۸ھ) رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین مدینہ طیبہ میں جلوہ افروز تھے۔

(۱۶) حضرت عبداللہ بن عباس (م ۶۸ھ) (۱۷) حضرت مجاہد بن جبیر (م ۱۰۳ھ) (۱۸) حضرت عکرمہ ابن عباس (م ۱۰۷ھ) مکہ معظمہ کے نامور فقیہ تھے۔ (۱۹) حضرت علقمہ بن قیس (م ۶۲ھ) (۲۰) حضرت مسروق بن اجدع (م ۶۳ھ) (۲۱) حضرت عبیدہ بن عمرو سلمانی (م ۹۲ھ) (۲۲) حضرت اسود بن یزید نخعی (م ۹۵ھ) (۲۳) حضرت قاضی شریح بن حارث کندی (م ۹۵ھ) (۲۴) حضرت سعید بن جبیر (م ۹۵ھ) (۲۵) حضرت عمر (م ۱۰۲ھ) کے فقہی افادات کی کوفہ میں دھوم تھی۔ (۲۶) حضرت ابو

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رضی اللہ عنہ کی حیات اور علمی خدمات

امت کا دو تہائی حصہ حنفی ہے۔ (مرقات ۲/۲۳) اپنے تو خیر اپنے ٹھہرے، غیروں نے بھی آپ کی عظمت، جلالت اور مقبول بارگاہ الہی ہونے کی شہادت دی ہے۔ سیدنا امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول کافی شہرت رکھتا ہے:

الناس فی الفقه عیال علی ابی حنیفۃ : لوگ فقہ میں ابوحنیفہ کے دست نگر ہیں۔

بہت ممتاز شافعی ہندی محدث اور فقیہ علامہ محمد طاہر نقوی (م ۱۸۶۷ء) صاحب ”مجمع البحار“ ”المغنی“ میں بہت سچی بات تحریر فرماتے ہیں:

فلو لم یکن للہ سر خفی فیہ لما جمع لہ شطر الاسلام او ما یقاربه علی تقلیدہ حتی عبد اللہ بفقہہ و عمل برائہ الی یومنا ما یقارب اربع مائۃ و خمسین سنۃ و فیہ اول دلیل علی صبحتہ . (المغنی ص ۸۰)

”اگر اس مذہب حنفی میں اللہ تعالیٰ کی قبولیت کا راز پوشیدہ نہ ہوتا، تو نصف یا اس کے قریب مسلمان اس مذہب کے مقلد نہ ہوتے۔ ہمارے زمانے تک، جس کو امام صاحب سے تقریباً ساڑھے چار سو برس کا عرصہ ہوتا ہے، ان کی فقہ کے مطابق اللہ وحدہ کی عبادت ہو رہی ہے ان کی رائے پر عمل ہو رہا ہے۔ یہ اس مذہب کے عند اللہ مقبول اور صحیح ہونے کی شاندار دلیل ہے۔“

(تاریخ علم فقہ۔ مفتی سید عظیم الاحسان، مطبوعہ مکتبہ برہان، دہلی۔ ص ۷۷)

فقہ حنفی کی ایجاد کو بارہ سو سال سے زائد کا عرصہ بیت چکا ہے۔ اس طویل عرصے میں لاکھوں فقہاء اور ارباب فتاویٰ پیدا ہوئے، ان کی لسانی اور قلمی یادگاریں تلامذہ اور تصانیف کی صورت میں منظر عام پر آتی رہیں۔ اسلام بحرور کی وسعتوں پر محیط ہو چکا ہے۔ کسے یارا ہے کہ ان کے اجمالی حالات بلکہ صرف اسمائے گرامی ہی شمار

”فقہ کی کاشت سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمائی۔ حضرت علقمہ نے اس کی آبیاری کی، حضرت ابراہیم نخعی نے اس کھیتی کو کاٹا، حضرت حماد نے اس کی بھوسی اتاری، حضرت امام اعظم نے اسے باریک پیسا، حضرت امام ابو یوسف نے اسے گوندا اور حضرت امام محمد بن حسن شیبانی نے اس کی روٹیاں پکائیں ساری امت ان روٹیوں سے شکم سیر ہو رہی ہے۔“

اس دور میں امام الاممہ، سراج الاممہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ (۸۰-۱۵۰ھ) کے علاوہ بہت سارے اممہ کے فقہی مکاتب کی بنیاد پڑی کے مدینہ طیبہ میں حضرت امام مالک بن انس (۹۳ھ-۱۷۹ھ)، مصر میں حضرت امام محمد ادریس شافعی (۱۵۰-۲۰۴ھ)، بغداد میں حضرت امام احمد بن حنبل (۱۶۴-۲۴۱ھ) کوفہ میں حضرت سفیان ثوری (م ۱۶۱ھ) مصر میں امام لیث (م ۱۷۵ھ) بغداد میں امام ابو ثور (م ۲۴۰ھ)، اندلس اور دمشق میں امام عبدالرحمن بن عمرو اذاعی (۸۸-۱۵۷ھ) کے مذاہب پھیلے۔ لیکن چار مشہور فقہی مذاہب حنفی، مالکی اور حنبلی کے سوا کسی دوسرے فقہی مکتب کو بقائے دوام نہ مل سکی۔

یہی وہ دور ہے، جس میں فقہ کی باضابطہ اصولی تدوین ہوئی، مختلف مذہبی پھیلے، ہر مذہب کی ترجمان کثیر کتابیں لکھی گئیں، فقہی، مباحثات کی روش عام یہاں تک کہ عالم میں صرف چار فقہی مذاہب کے اثرات ہی محفوظ رہ سکے۔ ان چار مذاہب میں جو عروج اور قبول عام، فقہ حنفی کو نصیب ہوا اسے محض فضل الہی، امام الاممہ سراج الاممہ، کاشف الغمہ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوئی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طہارت باطن، فکری گہرائی اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ کی مقبولیت کا ثمرہ ہی کہا جاسکتا ہے۔ امام جلیل حضرت ملا علی قاری حنفی (م ۱۰۱۴ھ) کے بیان کے مطابق پوری

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی دمشقی حیات اور علمی خدمات

الحسن کرخی (م ۳۳۰ھ) شمس الائمہ حلوانی (م ۴۵۶ھ) شمس الائمہ
سرخسی (م ۵۰۰ھ)، امام فخر الاسلام بزدوی (م ۴۸۲ھ)، امام فخر
الدین قاضی خاں (م ۵۹۳ھ)
(۴) اصحاب تخریج:

حضرات فقہاء کا یہ طبقہ اجتہاد و استنباط مستقل کی قدرت
نہیں رکھتا، البتہ ائمہ مذہب کے وضع کردہ سارے احکام و

کر سکے۔ اس لئے مزید تفصیل میں نہ جا کر فقہائے احناف کے
طبقات، فقہ حنفی کی مستند کتابوں کی درجہ بندیاں اور چند ممتاز ترین
کتب فتاویٰ کی تفصیل پر اکتفا کی جاتی ہے۔
ماہرین فقہ نے حضرات فقہاء کو سات طبقوں میں تقسیم کیا ہے۔
(۱) مجتہد فی الشرع / مجتہد مطلق مستقل:

فقہاء اساساً کا وہ طبقہ ہے، جنہیں اصولی قواعد کی

الحسن علی بن ابی بکر فرغانی مرغینانی (م ۵۹۳ھ) وغیرہ۔
”ہذا اولیٰ، هذا اصح، هذا اوضح، هذا
اوفق للقیاس“ جیسے اقوال ان کی پہچان ہوتے ہیں۔
(۶) اصحاب تمیز:

فقہاء کا یہ گروہ مذہب کے قوی اور ضعیف، مقبول اور
مردود اقوال میں تمیز کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ ظاہر الروایہ اور
نادر روایات کے درمیان امتیاز کی قدرت ان میں موجود ہوتی ہے،
جیسے اصحاب متون معتبرہ مثلاً صاحب مختار، صاحب وقایہ، صاحب
مجمع وغیرہ۔

(۷) مقلد محض:

جن میں مذکورہ بالا کوئی صلاحیت موجود نہ ہو۔ ایسے

تابع رکھتے ہیں اور ان کے بنائے ہوئے اصول کی روشنی میں کتاب
وسنت، اجماع اور قیاس سے مسائل کے استخراج کی صلاحیت رکھتے
ہیں۔ یعنی اصول میں مقلد ہوتے ہیں اور فروع میں مجتہد۔ جیسے
حضرت امام ابو یوسف (م ۱۸۳ھ)، امام محمد (م ۱۸۹ھ)، امام عبداللہ
بن مبارک (م ۱۸۱ھ) وغیرہ تلامذہ امام اعظم قدمت اسرار ہم۔
(۳) مجتہد فی المسائل / مجتہد مقید:

ایسے فقہاء اس زمرے میں آتے ہیں، جو اصول و فروع
دونوں میں مجتہد مطلق کے تابع ہوں اور ان کے وضع کردہ اصول و
فروع کی روشنی میں ایسے مسائل کا استنباط کر سکتے ہوں، جن کے
بارے میں ائمہ مذہب سے کوئی روایت نہیں ملتی۔ جیسے امام ابو بکر
خصاف (م ۲۶۱ھ)، امام ابو جعفری طحاوی (م ۳۳۱ھ)، امام ابو

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رحمہ اللہ کی حیات اور علمی خدمات

ان میں وہ مسائل آتے ہیں، جنہیں ائمہ ثلاثہ کے بعد والے طبقے نے تصنیف یا روایت کیا ہو، جیسے فقہ ابو الیث سمرقندی کی کتاب النوازل، دیگر حضرات کی مجموع النوازل، واقعات الناطقی، واقعات صدر الشہید، واقعات دراصل فتاویٰ یا قضایات کے مجموعے ہوتے ہیں۔ اسی صنف سے زیر نظر کتاب کا خاص تعلق ہے۔

موجودہ دور میں فقہ حنفی کی ماخذ کے طور پر استعمال ہونے والی مستند کتابیں یہ ہیں۔

- (۱) اصول بزدوی۔ امام علی بن محمد بزدوی (م ۲۸۲) (۲) المبسوط۔ شمس الائمہ سرخسی (م ۵۰۰ھ) (۳) بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع شرح تحفۃ الفقہاء۔ ملک العلماء امام ابو بکر بن مسعود بن احمد کاسانی (م ۵۸۷ھ) (۴) فتاویٰ قاضی خاں۔ امام فخر الدین حسن بن منصور اوزجندی فرغانی معروف بہ قاضی خاں (م ۵۹۲ھ) (۵) الھدایۃ۔ امام ابو الحسن علی بن ابی بکر فرغانی مرغینانی (م ۵۹۳ھ) (۶) البحر الرائق شرح کنز الدقائق، شیخ زین بن ابراہیم معروف بہ ابن نجیم صاحب شاہ والنظار (م ۹۷۰ھ) (۷) در مختار شرح تنویر الابصار۔ علامہ محمد علاء الدین بن علی صفحی (۱۰۸۸ھ) (۸) رد المحتار علی الدر المختار۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی (م ۱۲۵۲ھ) (۹) حاشیۃ الطحاوی علی الدر المختار۔ علامہ سید احمد طحاوی (م ۱۳۰۲ھ)۔ (۱۰) طحاوی علی مراقی الفلاح۔ علامہ سید احمد طحاوی۔ (۱۱) فتاویٰ عالمگیری۔ مفتی نظام الدین وعلما کابورڈ (۱۲) العطا یا البویۃ فی الفتاویٰ الرضویۃ۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی۔ (م ۱۳۳۰ھ) قدست اسرارہم۔

متوسطین فقہانے کتب احناف کی ایک درجہ بندی اور کی ہے یعنی، متون، شروح، اور فتاویٰ۔ سب سے مقدم اور اہم متون

حضرات کا ذاتی قول قابل عمل نہیں ہوتا۔ بس یہ ائمہ مذہب کے اقوال نقل کر سکتے ہیں۔ جیسے موجودہ دور کے صاحبان فقہ۔ حنفی فقہاء کی طرح کتب احناف کے بھی طبقات ہیں۔ علماء نے ان کے تین طبقے بیان کئے ہیں۔ (۱) کتب اصول (۲) کتب نوادر (۳) کتب واقعات۔

(۱) کتب اصول :

کتب اصول ہی کو ظاہر الروایہ بھی کہتے ہیں۔ اس طبقے میں وہ کتابیں اور روایات شامل ہیں جو اصحاب مذہب سے منقول ہیں۔ حنفی ائمہ ثلاثہ سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ، امام ابو یوسف، اور امام محمد کی مرویات اسی ذیل میں آتی ہیں۔ ان میں امام زفر، امام حسن بن زیاد وغیرہ ثلاثہ امام اعظم کی روایات کا بھی شمار ہوتا ہے۔ لیکن عموماً ظاہر الروایۃ کا اطلاق حضرت امام محمد بن حسن شیبانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ان چھ تصانیف مبارکہ پر ہوتا ہے:

- (۱) مبسوط (۲) جامع صغیر (۳) جامع کبیر (۴) سیر صغیر (۵) سیر کبیر (۶) زیادات۔ یہ کتابیں ظاہر الروایۃ اس لئے کہلاتی ہیں کہ انہیں تو اتر کے ساتھ راویوں نے روایت کیا ہے۔ موجودہ دور میں مسائل اصول جن کتابوں میں جمع ہیں۔ ان میں حاکم شہید کی کتاب الکافی اور شمس الائمہ سرخسی کی مبسوط نہایت معتمد ہیں۔

(۲) کتب نوادر :

اس کے ذیل میں اصحاب مذہب کی وہ روایات آتی ہیں۔ جو مذکورہ بالا کتابوں میں نہ ہوں۔ جیسے حضرت امام محمد کی کیسانیات، ہارونیات، جرجانیات رقیات، زیادۃ الزیادات (امالی امام محمد بروایت ابن رستم) کے مسائل اور روایات حضرت امام ابو یوسف کی کتب الامالی، حضرت امام حسن بن زیادہ کی المحرر وغیرہ۔

(۳) کتب واقعات :

۱۰۰۰ء تک۔ اور عادتاً یہ ساری کتابیں باصابطہ مدون ہیں۔ ۱۷ویں صدی کے آغاز کی چیز ہے، تو پھر فتاویٰ، اور فقہانیا جو وقتی ضرورتیں پوری کرتے ہیں، ان کی مدون نہ ہو سکی، تو یہ کوئی تعجب خیز بات نہیں۔ اس ترقی یافتہ دور میں بھی سیکڑوں اصحاب فتاویٰ ایسے طیس گئے، جن کے فتاویٰ محفوظ نہیں رہ پاتے اور رہتے بھی تو ان کی ترتیب و اشاعت کی نوبت نہیں آتی۔ پھر بھی بعد کی صدیوں میں دوسرے فنون کی کتابوں کی طرح مرتب فتاویٰ کی شرح بھی بدھمتی گئی۔ مدونین کی ماہ میں سب سے پہلا مجموعہ فتاویٰ حضرت فقیہ ابوالیث سمرقندی کا ہے۔ ”کتاب المنوازل۔“

۱۷ویں صدی کی ترتیب سے چند مشابہہ فتاویٰ ذکر کئے جاتے ہیں:
 فتاویٰ ابی بکر، فتاویٰ ابی القاسم (تیسری صدی ہجری)،
 فتاویٰ ابن قطان، فتاویٰ ابی الیث، فتاویٰ ابن الحداد (چوتھی صدی)

۱۰۰۰ء تک۔ اور عادتاً یہ ساری کتابیں باصابطہ مدون ہیں۔ ۱۷ویں صدی کے آغاز کی چیز ہے، تو پھر فتاویٰ، اور فقہانیا جو وقتی ضرورتیں پوری کرتے ہیں، ان کی مدون نہ ہو سکی، تو یہ کوئی تعجب خیز بات نہیں۔ اس ترقی یافتہ دور میں بھی سیکڑوں اصحاب فتاویٰ ایسے طیس گئے، جن کے فتاویٰ محفوظ نہیں رہ پاتے اور رہتے بھی تو ان کی ترتیب و اشاعت کی نوبت نہیں آتی۔ پھر بھی بعد کی صدیوں میں دوسرے فنون کی کتابوں کی طرح مرتب فتاویٰ کی شرح بھی بدھمتی گئی۔ مدونین کی ماہ میں سب سے پہلا مجموعہ فتاویٰ حضرت فقیہ ابوالیث سمرقندی کا ہے۔ ”کتاب المنوازل۔“

مستند فتاویٰ:

- ۱۔ خانہ ۲۔ خلاصہ ۳۔ بزاز یہ ۴۔ خزائن المغنیین ۵۔ جواہر الفتاویٰ ۶۔ محیطات (محیط نام کی متعدد کتابیں) ۷۔ ذخیرہ ۸۔ واقعات مطلق ۹۔ واقعات صدر الشہید ۱۰۔ نوازل فقیہ ۱۱۔ مجمع المنوازل ۱۲۔ دلو الجیہ ۱۳۔ ظہیر یہ ۱۴۔ عمدة ۱۵۔ کبریٰ ۱۶۔ صغریٰ ۱۷۔ تہذیب الفتاویٰ ۱۸۔ صیر فیہ ۱۹۔ فضول عمادی ۲۰۔ فصول استروشنی ۲۱۔ جامع صفار ۲۲۔ ۲۳۔ خانہ ۲۴۔ ہندیہ فتاویٰ عالمگیری ۲۵۔ الاشباہ

صدی) ، فتاویٰ ابن سینا ، فتاویٰ رازی ، فتاویٰ بی (۱۷۰۰)
 صدی) فتاویٰ قاری الہدیۃ ، فتاویٰ حمادیہ ، فتاویٰ ابن شمس ، فتاویٰ
 ابی السعود ، فتاویٰ زبیدیہ (دسویں صدی) ، الفتاویٰ الخیریۃ لنفع البریۃ ،
 العقود الدرریۃ فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیۃ (تالیف ۱۲۳۸ھ) ، فتاویٰ
 جامع البرکات ، فتاویٰ نقشبندیہ۔ یہ محدودے چند اسمائے فتاویٰ تھے
 جو کشف الظنون سے انتخاب کئے گئے۔

ہندستانی فتاویٰ کی تاریخ بھی اتنی ہی پرانی ہے۔ جتنی
 ہندستانی اسلام کی۔ ہند کی سرزمین مسلمانوں کے قدم سے عہد
 فاروقی میں ہی سرفراز ہو چکی تھی۔ جب سلاطین اسلام نے ہندستان
 میں قدم جمائے اور اس کفرستان میں اسلام کی پرچم کشائی ہوئی تو
 اسلامی احکام کے نفاذ اور دریافت کا ایک سلسلہ چل پڑا۔ خود سلاطین
 اسلام ، اسلامی دانشور ہوا کرتے تھے اور فقہی معاملات سے گہری
 دلچسپی رکھتے تھے۔ اس ذیل میں سلطان محمود غزنوی ، ظہیر الدین محمد
 بابر ، سلطان عالمگیر اورنگ زیب کے نام خصوصیت کے ساتھ قابل
 ذکر ہیں۔ محمود غزنوی نے خود فقہ پر شاندار کتاب تصنیف کی
 ”اتفرید فی الفروع“۔ دیگر سلاطین نے بھی فتاویٰ کے مجموعے
 مرتب کرائے۔ اس ذیل میں فتاویٰ عالمگیری کو عالمگیر شہرت حاصل
 ہوئی جس کی تدوین پر اس زمانے میں دو لاکھ روپے صرف ہوئے۔
 یہ کتاب عجب اخلاص اور دیانت کی پاکیزہ ٹھنڈی چھاؤں میں مرتب
 ہوئی ، کہ صدیوں کی گرد بھی اس کی مقبولیت اور افادیت پر ذرہ برابر
 اثر انداز نہ ہو سکی۔ بلکہ آئے دن اس کی مقبولیت میں اضافہ ہوتا جاتا

لی یادگار ہیں۔

دستور اسلامی کی بنیادی زبان عربی تھی اور سلاطین ہند کی
 سرکاری زبان فارسی ، اس لئے بیشتر فنون کی طرح فتاویٰ کی کتابیں
 بھی یا تو عربی زبان میں لکھی گئیں یا فارسی زبان میں۔ بارہویں
 صدی کے اخیر میں جب اس سرزمین پر اردو نے قدم جمائے تو
 افغانی سلاطین ہند کے قدم اکھڑ رہے تھے اور انگریزوں کے تسلط کا
 آغاز ہو رہا تھا اس لئے اب عوام انفرادی سطح پر علمائے امت سے
 مسائل میں رجوع کرنے لگے اردو فتاویٰ کے قیمتی مجموعے بھی منظر
 عام پر آنے لگے۔ ان میں چند اہم مجموعے ہائے فتاویٰ یہ ہیں:

العتایا النبویۃ فی التفتاویٰ الرضویۃ (۱۳۱۰ھ) عبقری
 فقیہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ (م ۱۳۴۰ھ)
 فتاویٰ ارشادیہ (مطبوعہ ۱۹۵۵ھ) علامہ ارشاد حسین راپوری (۳)
 فتاویٰ مجبویہ (مطبوعہ ۱۳۱۶ھ) مولانا احمد حسین (۴) فتاویٰ امجدیہ
 علامہ مفتی حکیم ابوالعلا محمد امجد علی قادری رضوی (۵) فتاویٰ عبدالحی
 فرنگی محلی (۶) فتاویٰ قیام الملتہ والدین۔ مولانا عبد الباری فرنگی محلی
 فتاویٰ نعیمیہ۔ مفتی احمد یار خاں نعیمی (۸) فتاویٰ نظامیہ۔ مفتی رکن
 الدین۔ مطبوعہ آباد دکن (۹) فتاویٰ صداقت العالیہ۔ مطبوعہ لاہور
 (۱۰) واحدی۔ علامہ عبدالواحد سیوستانی (مطبوعہ لاہور
 ۱۳۴۶ھ) (۱۱) فتاویٰ مسعودی علامہ محمد مسعود شاہ نقشبندی (۱۲)
 مجموعہ فتاویٰ۔ مہر علی شاہ گولڑوی (قلمی) (۱۳) فتاویٰ ملک العلماء
 ملک العلماء مولانا شاہ محمد ظفر الدین قادری برکاتی رضوی ، وغیرہ

وغیرہ.....

فقہ وافتا کی تاریخ پر اجمالی نگاہ ڈالنے کے بعد آئیے یہ دیکھتے ہیں کہ افتا کے تقاضے کیا ہوتے ہیں؟

فقہ اسلامی کا تعلق زندگی کے ہر شعبہ سے ہے۔ سیاست و امارت، قوانین جرائم، انفرادیت اور اجتماعیت، عبادات و معاملات سبھی اس سے جڑے ہوئے ہیں۔ اس لئے مذہب سے لے کر معاشرت تک کے مسائل اور رب سے لے کر بندے کے حقوق اس کے دائرہ بحث میں شامل ہیں۔ انفرادی اور شخصی طور پر دیکھئے تو نکاح طلاق، نسب، پرورش و پرداخت، نفقہ، میراث، ان سبھی معاملات کے مسائل زیر غور آتے ہیں جن سے عائلی اور خاندانی تنظیم میں مدد ملتی ہے۔ اجتماعی اور تمدنی معاملات میں خرید و فروخت، اجارات، رہن، کفالت، شرکت، قرض، وقفائے عہد اور دیگر مسائل پر گفتگو ہوتی ہے۔ حقوق عباد میں والدین، اولاد، اہل خاندان، پاس پڑوس، شہر، ملک، قوم اور ملت کے مفادات کا تحفظ اسلامی نقطہ نگاہ سے ملحوظ ہونا چاہئے۔ اسی لئے یہ سارے معاملات بھی فقہ اسلامی کے دائرے میں آتے ہیں۔ حقوق اللہ میں جملہ فرائض و واجبات، سنن و مستحبات سبھی شامل ہیں۔ غرض دنیا سے لے کر آخرت تک کے مسائل اس فن سے وابستہ ہیں۔ اس لئے فقیہ اور مفتی کا منصب بھی اپنے ساتھ بہت ساری نزاکتیں، ہمہ گیریاں اور اہمیتیں رکھتا ہے۔ جن کے معیار پر پورا اترنے کے لئے مفتی کے اندر چند ممتاز خصوصیات کا ہونا ضروری ہے۔ آئیے دیکھتے ہیں کہ وہ خصوصیات کیا ہیں؟

دیانت دار، صداقت شعار، روادار، پیکر اخلاص، درد مند طبیعت رکھنے والا فرد امت ہو، حق پسند، حق گو، ہر قسم کی عصبیت سے بالاتر، حلیم اور بردبار، قول کا دھنی، عمل کی دولت سے مالا مال، دینی تہلب سے آراستہ، شرافت و تہذیب کا پیکر اور شانستگی سے بھرپور ایک اچھا انسان ہو۔ جو فقیہ ان اوصاف سے آراستہ ہوگا وہی علم اور دین کے تقاضے پورا کر سکے گا۔

علمی سطح پر اس دور میں مقلد مفتی کے اندر درج ذیل خصوصیتیں ہونی چاہئیں:

(۱) مفتی کے لئے ضروری ہے، کہ وہ شریعت کے بنیادی مصادر سے واقف ہو خصوصاً کتاب و سنت، تفسیر و حدیث کے موجودہ ذخیرے پر وسیع نگاہ ہونی چاہئے، تاکہ وہ پوری بصیرت کے ساتھ اپنے ائمہ مذہب کے اقوال کی تفہیم اور تلقین کی ذمہ داری ادا کر سکے اور نئے نئے مسائل کے جوابات کتاب و سنت کی جاں بخش ضیاءوں میں اصول ائمہ مذہب سے استفادہ کرتے ہوئے مدلل طریقے سے پیش کر سکے۔

(۲) مفتی جس امام کی تقلید کرتا ہے، اس مذہب کی کتابوں اور فقہاء کے علمی مراتب اور طبقات سے پوری طرح واقفیت رکھتا ہوتا، کہ اس ناقل مفتی کو اقوال ائمہ کی نقل و روایت میں دشواری پیش نہ آئے اور نہ وہ اس راہ میں تسامح کا شکار ہو۔ بلکہ پوری پوری بصیرت کے ساتھ افتا کی منصبی ذمہ داری پوری کر سکے۔

(۳) مفتی کو راجح اور مرجوح اقوال کا علم ہونا چاہئے تاکہ کہیں بے علمی میں قول قول مرجوح پر فتویٰ نہ دے بیٹھے جب کہ قول مرجوح پر فتویٰ دینا باطل ہے۔

(۴) مذہب احناف کی کتابوں میں متاخرین نے بالترتیب تین درجہ بندیاں کی ہیں۔ (۱) متون (۲) شروح (۳) فتاویٰ۔ ہر

کسی مفتی اور فقیہ کے اندر ایک عامی سے بالاتر ذاتی اور علمی دونوں سطح پر کچھ امتیازی خصوصیتیں ہونی چاہئیں۔ ذاتی سطح پر وہ ربط خالق، ربط خلق اور ربط نفس میں تقاضے پورا کرتا ہو۔ وہ ایک خدا ترس، اطاعت شعار بندہ، رسول رحمت کا جاں نثار امتی،

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدظلہ کی حیات اور علمی خدمات

”اصل یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول پر عمل کیا جائے۔ اسی لئے مشائخ اکثر انہی کی دلیل کو ان کے مخالف اصحاب کی دلیل پر ترجیح دیتے ہیں اور مخالف کے استدلال کا جواب بھی پیش کرتے ہیں۔ یہ اس بات کی علامت ہے، کہ عمل قول امام پر ہوگا۔ اگرچہ ایسی جگہ حضرات مشائخ نے یہ صراحت نہ فرمائی ہو، کہ فتویٰ قول امام پر ہے۔ اس لئے کہ ترجیح خود صراحتاً تصحیح کا حکم رکھتی ہے۔ کیونکہ مرجوح راجح کے مقابلے میں بے ثبات ہوتا ہے۔“

جب معاملہ یہ ہے تو قاضی اور مفتی کو قول امام سے انحراف کی گنجائش نہیں۔ مگر اس صورت میں جب کہ مشائخ میں سے کسی نے یہ صراحت فرمائی ہو، کہ فتویٰ امام کے سوا کسی اور کے قول پر ہے۔“ (فتاویٰ رضویہ، مترجم جلد اول ص ۱۰۰-۱۰۱)

لیکن کسی بھی امام کا قول دو طرح کا ہوتا ہے۔ (۱) قول صوری (۲) قول ضروری۔

اس کی توضیح عبقری الشرق، بے مثل حنفی فقیہ، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ کے قلم سے ملاحظہ کیجئے۔ آپ اپنے جلیل الشان رسالہ ”اجلسی الاعلام ان الفتویٰ مطلقاً علی قوم الامام“ میں تحریر فرماتے ہیں:

”الخامسة“ اقول وباللہ التوفیق: ”القول قولان، صوری و ضروری. فالصوری هو المقول المنقول و الضروری مالہ یقلہ القائل نصاباً بالخصوص لکنہ قائل بہ فی ضمن العموم الحاکم ضروری بان لو تکلم فی هذا الخصوص لتکلم کذا و ربما یخالف الحکم الضروری الحکم الصوری وح یقضی علیہ الضروری حتی ان الاخذ بالصوری یعد مخالفة للقائل و العدول عنه الی الضروری موافقة او اتباعاً له کان کان

ایک درجے میں معتمد اور غیر معتمد دونوں طرح کی کتابیں موجود ہیں۔ مفتی کو اس کی واقفیت ہونی چاہئے کہ کون سے کتاب کس خانے میں آتی ہے اور آیا وہ معتمد ہے بھی یا نہیں؟

(۵) معتمد اور متداول کتابوں کا بالاستیعاب مطالعہ ہونا چاہئے اور ائمہ مذہب کے اختلاف کی صورت میں رسم الحنفی اور آداب الافتاء کی دفعات کی پابندی کرنی چاہیے، یعنی روایت، درایت، ترجیح تصحیح کے اعتبار سے مضبوط پہلو پر عمل ہو۔

(۶) مفتی کے لئے حالات زمانہ سے واقفیت اور حتی الوسع رعایت ضروری ہے۔ ورنہ زبردست فساد کا اندیشہ ہے۔ ”من لم یعرف اهل زمانه فهو جاهل۔“ (جو حالات زمانہ سے واقف نہیں، وہ نادان ہے) مشہور فقہیانہ مقولہ ہے۔

(۷) فقہی اصطلاحات، مستند کتابوں کے انداز بیان اور مصنفین کے ترتیبی مزاج سے واقفیت بھی ضروری ہے، تاکہ اقوال اخذ کرنے میں غلطی نہ ہونے پائے۔ بعض ائمہ سب سے پہلے قوی قول بیان کرتے ہیں، پھر ضعیف، بعض کا انداز اس سے مختلف ہوتا ہے۔

(۸) حنفی مفتی کو کسی دوسرے امام کے مذہب پر فتویٰ دینا جائز نہیں۔ حنفی مطلقہ امام اعظم کے مذہب پر عمل کرے گا اور حنفی مفتی ہمیشہ حضرت امام اعظم کے قول پر فتویٰ دے گا۔ اسی مستحکم اتباع کے سبب تو اسے حنفی کہتے ہیں۔

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

(ترجمہ) ”طبع سلیم کے لئے قابل قبول انصاف کی بات یہ ہے کہ ہمارے زمانے کے مفتی کا کام یہی ہے، کہ مشائخ نے جو فتویٰ دیا ہے، اسے نقل کر دے۔ اسی پر علامہ ابن شلیمی اپنے فتاویٰ میں گامزن ہیں۔ وہ فرماتے ہیں:

کی تعظیم ترک کر دیں تو اطاعت گزار ٹھہریں گے۔ ایسا ہی معاملہ اقوال ائمہ میں بھی پایا جاتا ہے۔“

اس توضیح کی روشنی میں یہ بات واضح ہوگئی ہوگی، کہ ائمہ احناف بعض اوقات حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے قول ظاہر سے انحراف کرتے ہوئے دیگر پہلو پر کیوں عمل کرتے ہیں اور اس کے باوجود حنفی کیوں کہلاتے ہیں؟ لیکن قول امام سے عدول ہر جگہ روا نہیں بلکہ مخصوص حالات میں خاص اسباب کے تحت اس کی اجازت ہوتی ہے۔ وہ خاص اسباب کون سے ہوتے ہیں، اس کی وضاحت کرتے ہوئے امام اہل سنت، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا حنفی قادری برکاتی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

(ترجمہ) ”ائمہ مذہب کے قول صوری کے خلاف حکم ضروری پر عمل ہوتا ہے۔ اس کے درج ذیل چھ اسباب ہوتے ہیں:

(۱) ضرورت (۲) حرج (۳) عرف (۴) تعادل (۵) کوئی اہم مصلحت جس کی تحصیل مطلوب ہو (۶) کوئی بڑا مفسدہ جس کا ازالہ مطلوب ہو۔

ان اسباب کی بنا پر قول ضروری پر عمل اس لئے ہوتا ہے کہ ضرورتوں کا استثناء، حرج کا دفعیہ، ایسی دینی مصلحتوں کی پاسداری جو اپنے سے زیادہ فساد سے خالی ہوں، فساد کو دور کرنا، عرف کا لحاظ کرنا اور تعادل پر کار بند ہونا، یہ سب ایسے قواعد کلیہ ہیں، جو شریعت سے معلوم ہیں۔ سارے ائمہ ان کی جانب مائل، ان کی پاسداری کے قائل اور ان پر اعتماد کرتے ہیں۔ اب اگر کسی مسئلے میں امام کا کوئی صریح حکم موجود ہو، پھر حکم تبدیل کرنے والے مذکورہ امور میں سے کوئی ایک پیدا ہو، تو ہمیں یہ قطعی یقین ہوگا، کہ اگر یہ صورت حال خود ائمہ مذہب کے زمانے میں پیدا ہوتی، تو ان کا قول اس کے تقاضے کے مطابق ہوتا۔ ان حالات سے آنکھیں موند کر

زید صالحا قامر عمرو خدامہ باکر امہ نسا جہارا و کرر ذلک علیہم مرارا و قد کان قال لہم ”ایاکم ان تکرر ما فاسقا ابدا“۔ فبعد زمان فسق زید علانیۃ فان اکرمہ بعدہ خدامہ عملا بنصہ المکرر المقرر۔ لکانوا عاصین و ان ترکوا اکرامہ کانوا مطیعین و مثل ذلک یقع فی اقوال الائمة۔ (الفتاویٰ الرضویۃ ۱ / ۱۰۹ لاہور)

”پانچویں مقدمہ“ میں اللہ کی توفیق کے سہارے عرض کرتا ہوں کہ قول کی دو قسمیں ہوتی ہیں: (۱) قول صوری اور (۲) قول ضروری۔

قول صوری وہ ہے، جو کسی نے صراحتاً کہا اور اس سے نقل ہو اور قول ضروری وہ قول ہے، جسے قائل نے صراحتاً اور خاص طور پر نہ کہا ہو۔ مگر وہ کسی ایسے عموم کے ضمن میں اس کا قائل ہو۔ جس سے ضروری طور پر یہ حکم برآمد ہوتا ہے، کہ اگر وہ اس خصوص میں کلام کرتا، تو اس کا کلام ایسا ہی ہوتا۔

کبھی حکم ضروری، حکم صوری کے خلاف بھی ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں حکم صوری کے خلاف حکم ضروری راجح اور فیصلہ کن ہوتا ہے، یہاں تک کہ اب قول صوری پر عمل کرنا قائل کی مخالفت شمار ہوتا ہے اور حکم صوری کو چھوڑ کر حکم ضروری کی طرف رجوع کو قائل کی موافقت یا اس کی پیروی کہا جاتا ہے۔ مثلاً زید نیک اور صالح انسان تھا۔ اس لئے عمرو نے اپنے خادموں کو کھلے لفظوں میں صراحتاً حکم دیا کہ وہ زید کی تعظیم کیا کریں۔ اس نے اس حکم کا بار بار اعادہ کیا لیکن اس سے پہلے وہ خدام کو یہ حکم عام بھی دے چکا تھا کہ کسی فاسق کی تعظیم ہرگز نہ کریں۔ اتفاق ایسا ہوا کہ زید فاسق معلن ہو گیا۔ اب اگر عمرو کے خدام اس کے مکرر ثابت شدہ صریح حکم پر عمل کرتے ہوئے زید کی تعظیم کریں تو عمرو کے نافرمان شمار ہوں گے اور اگر اس

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رحمہ اللہ کی حیات اور علمی خدمات

شروح میں ہونا (۳) تصحیح کا شروح میں اور دوسرے کا فتاویٰ میں ہونا۔ (۴) فقہانے اس تصحیح کی علت بیان فرمائی اور دوسرے کی کوئی علت اور دلیل نہ پیش کی۔ (۵) تصحیح کا استحسان ہونا۔ (۶) ظاہر الرواۃ ہونا۔ (۷) وقف کے لئے زیادہ نفع بخش ہونا۔ (۸) قول

اس کے برعکس وہ ائمہ بھی حکم نہ دیتے۔ ایسی صورت میں ان ائمہ سے غیر منقول قول ضروری پر عمل کرنا ہی دراصل ان کے قول پر عمل ہے۔ اب ان کے سابقہ منقول اقوال صوری پر جم جانا، ان کے پیروں نے کہلائے گا۔“ (فتاویٰ رضویہ ۱/۱۱۰)

جواب بی سحت کا یسین حاصل ہو جائے، تب جا کر جواب سپرد م کرے۔ ورنہ بسا اوقات سوال کی جزئیات کے مختلف ہونے سے جواب کی نوعیت بھی بدلتی رہتی ہے۔ اگر باریک بینی اور غور و خوض سے کام نہیں لیا گیا معاملہ کچھ کا کچھ ہو جاتا ہے۔

(۱۰) خوف خدا کے سائے میں جواب صاف ستھرے اسلوب میں وضاحت کے ساتھ تحریر کرے۔ شق درشق کی بیچ داریوں سے خود بھی بچے اور سائل کو بھی اس الجھنے سے بچائے۔ اگر صورت جواب مختلف النوع ہو، تو سائل سے سوال قائم کرنے کی نوعیت متعین کر لے پھر متعین رخ پر تحقیقی جواب تحریر کرے۔ لفاظی اور صناعتی سے بالکل احتراز کرے، دو ٹوک لفظوں میں جواب دے۔ ہاں سلاست اسلوب کی مستحسن رہے گی۔

فقہ وافتا اور ان کے لوازمات کے اس قدرے تفصیلی جائزے کے بعد جب ہم حضرت ملک العلماء کی فقہی نگارشات کا مطالعہ کرتے ہیں، تو آپ ایک ممتاز فقیہ، مجتہد مفتی اور تجربہ کار اسلامی

”لو ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رای من النساء ما راینا لمنعهن من المسجد کما منعت بن اسرائیل نساہا۔“

”اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عورتوں کی موجودہ حالت ملاحظہ فرماتے، تو انہیں مسجد میں آنے سے روک دیتے۔ جس طرح بنی اسرائیل نے اپنی عورتوں کو مسجد کی حاضری سے روک دیا۔“ (۸) اصحاب ترجیح فقہانے جس قول کو ترجیح دے دی، مفتی کو اس کے خلاف فتویٰ دینا ہرگز روا نہیں۔ اگر کسی مسئلے میں مختلف اقوال مصححہ پائے جائیں تو ان میں سے جو زیادہ موکدا اور راجح ہوں، اسی پر فتویٰ دیا جائے۔

اس ترجیح کے لازم العمل اسباب، عبقری فقیہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ نے بیان فرمائے ہیں۔ میں اس کا خلاصہ ذیل میں درج کرتا ہوں:

(۱) تصحیح کا زیادہ موکدا ہونا (۲) تصحیح کا متون میں اور دوسرے کا

ذخیرے اور مختلف گرفتار اور اوراق کی زیارت کی ہے۔ کسی مبالغہ اور تردد کے بغیر عرض کرتا ہوں کہ آپ مجھے ہر قدم پر مخلص امت، مصلح ملت، پرسوز داعی، خدا ترس، بندۂ طاعت شعار، درد مند طبیعت اور سوز دروں سے لبریز ایک اچھے انسان نظر آئے۔ آپ کے یہاں حرص و آرزو گزر نہیں، قناعت پسندی شیوہ فطرت تھی، تنگ دستی کے باوجود ہر کار خیر میں سبقت فرماتے۔ کثیر مدارس، خانقاہوں اور مکتبوں کی اپنی جیب خاص سے مدد کرتے۔ ملت کے مفادات پر ذاتی مفاد کو بے دریغ قربان کر دیتے، ہر آڑے وقت پر کام آتے۔ آپ کے ساتھ جس نے بھی احسان کیا، اسے ہمیشہ یاد رکھا۔ بلکہ اس کا حق احسان ادا کرنے کی کوشش کی۔ فتنوں سے بے زار اور ہمدردیوں سے ہمیشہ قریب رہے۔ ان باتوں کی قدرے تائید دیکھنی ہو، تو آپ کے مجموعہ فتاویٰ میں شامل رسالہ مبارکہ ”تحفۃ الاحباب فی فتح الکوة والباب“ کا مطالعہ کیجئے۔ اسی طرح ”ہادی الھدایۃ لترك المولات (۱۳۳۹ھ) اور ”سد الفرار لمہاجر جری بہار“ (۱۳۶۶ھ) جیسی تحریروں میں بھی آپ نے بہت سوز دل کے ساتھ ملت کی صحیح راہنمائی کا فریضہ انجام دیا ہے۔

دانشور نظر آتے ہیں۔ آپ نے چون سال تک افتا نگاری کی، کثیر فقہی موضوعات پر رسالے تحریر فرمائے اور نجی محفلوں میں ہزاروں لاکھوں مسائل بیان کئے۔

(۱) مواہب ارواح القدس لكشف حکم العرس (۱۳۲۳ھ) (۲) اعلام الساجد۔ بصرہ جلود الأضحیۃ فی المساجد (۱۳۲۵ھ) (۳) التعلیق علی القدری (۱۳۲۵ھ) (۴) بسط الرحمة فی المحظر والاباحہ (۱۳۲۶ھ) (۵) الفيض الرضوی فی تکمیل الحموی (۱۳۲۶ھ) (۶) رفع الخلاف من بین الاحناف (۱۳۳۲ھ) (۷) القول الاظہر فی الاذان بین یدی المنبر (۱۳۳۳ھ) (۸) تحفۃ الاحباب فی فتح الکوة والباب (۱۳۳۶ھ) (۹) نہایۃ المنتہی فی شرح ہدایۃ المبتدی (۱۳۳۳ھ) (۱۰) تسہیل الوصول الی علم الاصول (۱۳۳۸ھ) (۱۱) نافع البشر فی فتاویٰ ظفر (۱۳۳۹ھ)، (۱۲) نصرۃ الاصحاب باقسام ایصال الثواب (۱۳۵۳ھ) (۱۳) جامع الاقوال فی رویۃ الہلال (۱۳۵۷ھ) (۱۴) عید کا چاند (۱۳۷۰ھ) (۱۵) تنویر المصباح للقیام عند علی الفلاح (۱۳۷۱ھ) جیسی آپ کی قیمتی تحریریں فقہ و افتا کے موضوع سے ہی تعلق رکھتی ہیں۔

مفتی اور فقیہ کا جو معیار حضرت امام غزالی نے پیش کیا تھا، اس کی روشنی میں احقر نے منصب افتا کے ذمہ دار کے لئے خصائص کے دو خانے ذکر کئے تھے۔ جن میں سے ایک کا تعلق اس کی ذاتی سطح سے تھا اور دوسرے کا علمی سطح سے۔ دونوں سطحوں کا معیار، ان کے لوازمات اور تقاضوں پر گذشتہ اوراق میں گفتگو ہو چکی۔ ان کے تناظر میں ہم جب حضرت ملک العلماء کے اوراق حیات کا مطالعہ کرتے ہیں، تو آپ ان دونوں معیار پر کھرے اترتے دکھائی دیتے ہیں۔

آپ کا اخلاقی معیار اتنا روشن ہے کہ بس دیکھا کیجئے۔ احقر نے حضرت کی خودنوشت یادداشتیں، قلمی سرمائے، خطوط کے

میں یہاں کتاب السیر کے ایک فتوے کا اقتباس پیش کرتا ہوں۔ جس سے حضرت کے سوز دروں اور خیر خواہی امت کا قدرے اندازہ ہو جائے گا۔ ہنود کی دل آزاری کے پیش نظر گائے کی قربانی ترک کرنے پر تنبیہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

”لایسا لو نکم خبالا“ کی تصدیق دیکھئے، کہ ہاتھ ملاتے ہی قربانی پر نظر شفقت پھیری۔ بظاہر ترک اضحیٰ بقر کی خواستگاری ہے۔ مگر اہل اسلام کی مذہبی حالت، احکام خدا کی تعمیل میں توانی (سستی) و مساہلت، ہر ایک کے پیش نظر ہے۔ آج جب روپے، ڈیڑھ روپے میں واجب اضحیٰ ادا ہو جاتا ہے، جب تو یہ

حضرت ملک العلماء جملہ اسلامی اور فلکیاتی علوم میں اتھارٹی تھے۔ ان کی تصانیف کی فہرست سے ہی ان کی علمی وسعت کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ زیر نظر مضمون فتاویٰ میں بھی آپ کی علمی گہرائی اور فکری گیرائی کے شواہد بکھرے پڑے ہیں۔ میں یہاں اس کے چند اشارے دیتا ہوں۔

احقر نے جب حضرت ملک العلماء کے موجودہ فتاویٰ کے مآخذ کتب کی فہرست تیار کی، تو یہ کتابیں تین سو سے اوپر جا پہنچیں۔ ان میں تقریباً تیس کتابیں فن تفسیر سے متعلق ہیں۔ ستر سے زائد کتب حدیث اور تقریباً ڈیڑھ سو فقہی کتابیں ہیں۔

فتاویٰ کے دوران جب آپ تفسیر و حدیث اور فقہی کتابوں کے حوالے پیش کرنے پر آتے ہیں، تو مستند حوالوں کے انبار لگادیتے ہیں۔ کتاب الصوم کے آغاز میں آیت کریمہ ”فمن شهد منکم الشهر“ کی تفسیر پیش کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

”فمن شهد منکم الشهر فلیصمه“ کی تفسیر میں مفسرین کے متعدد اقوال ہیں۔ چند اقوال جو اس وقت نظر فقیر میں ہیں، قلمبند ہوتے ہیں۔

(۱) تفسیر بیضاوی، جلالین، مدارک، تفسیر خازن، ابن جریر طبری، تفسیر نیشاپوری، درمنثور، فیر واحدی، تفسیر حسینی، معالم التنزیل، تنویر المقیاس، روح المعانی، بحر الحیظ، النہر، تفسیر کبیر، تفسیر کشاف، تفسیر ابن کثیر، فتح البیان قنوجی، میں ہے: واللفظ للاول ”فمن حضر فی الشهر و لم یکن مسافر ا فلیصمه“ یعنی جو شخص رمضان کا مہینہ اپنے گھر میں پائے اور مسافر نہ ہو تو اسے چاہئے کہ روزہ رکھے۔

(۲) تفسیر بیضاوی، تفسیر حسینی، روح البیان، بحر الحیظ میں ہے: واللفظ للبیضاوی ”فمن شهد منکم ہلال شہر فلیصمه“ یعنی جو

حالت ہے کہ سیکڑے تیس، جن پر قربانی واجب ہے، نہیں کرتے۔ پھر جب چھ سات روپے صرف ہونے لگیں گے، سیکڑے ستر اسی اس ثواب سے محروم رہا کریں گے۔ بقیہ کا کرنا بھی اس صورت پر موقوف ہے، کہ برادران وطن سچے دل سے اس کی اجازت دیں۔ ورنہ دل آزاری کا وہ نایاب نسخہ ہاتھ لگا ہے کہ نہ صرف قربانی بلکہ اذان، تکبیر، جمعہ، جماعت، وعظ، بصیحت، جس کام کو چاہیں گے، بند کرادیں گے اور پھر دوست کے دوست۔

مسٹر گاندھی وغیرہ لیڈران ہنود کا مسلمانوں سے اتفاق و اتحاد ظاہر کرنا، خلافت خلاف چلانا، صرف اپنا آلو سیدھا کرنے، گاؤ کشی ترک کرانے کے لئے ہے۔ اخباروں کے کالم ان واقعات سے بھرے پڑے ہیں۔ اخبار حقیقت لکھنؤ ۳۰ جنوری ۱۹۲۰ء کا مضمون جس کی سرخی ”اسداد گاؤ کشی پر مسلمانوں کا شکوہ“ ہے، ملاحظہ کرنے سے یہ امر اچھی طرح واضح ہو جاتا ہے۔ اسداد گاؤ کشی میں مسٹر گاندھی نے سب سے پہلے ابتدا کی ہے۔ انہوں نے اپنی دلی محبت سے مسلمانوں سے اتحاد عمل کر لیا ہے اور اس طرح وہ گایوں کی جانوں کو بچانے میں کامیاب ہو گئے۔ غرض ان کی چکنی چپڑی باتوں میں آنا اور ابتدائے اسلام سے اس وقت تک مسلمانوں پر جو مظالم ہوتے آئے ہیں، خصوصاً حال کے واقعات شاہ آباد و کٹار پور وغیرہ کو اس قدر جلد بھلا دینا، مسلمانوں کی سخت نادانی اور غلطی ہے۔“ (فتاویٰ ملک العلماء، ص ۲۲۵، ۲۲۶)

علمی سطح پر حضرت ملک العلماء کی جامعیت کا ایک زمانہ شاہد ہے۔ رائج دینی علوم کا کون سے ایسا گوشہ ہے جو آپ کی نگاہ میں نہ تھا۔ اس وسیع النظری پر قدرے گفتگو پہلے بھی ہو چکی ہے۔ فقہی زاویے سے چند شواہد یہاں بھی پیش ہوتے ہیں۔

وسعت نگاہ :

کا اعتبار ہے، اگرچہ پہلے سے شیخ سدو یا کسی کے نام سے مشہور کیوں نہ ہو ردالمحتار میں ہے 'المدار علی المقصد عند ابتداء الذبح' اور یہی معنی آیت شریفہ وما اهل لغير الله بسہ کے ہیں، کسی جانور کا کسی نام سے فقط مشہور ہو جانا موجب حرمت نہیں، ورنہ چاہئے کہ تمام جانور حرام ہو جائیں۔ کیونکہ ہر جانور کسی نہ کسی کے نام سے مشہور ہوتا ہے (مثلاً عمر کی گائے۔ زید کا بکرا وغیرہ) (ص ۵۰) آگے دلائل کی مزید تفصیلات اور ذبیحہ کا حکم بیان ہوا ہے۔

تنقیح مسائل: حضرت ملک العلماء نے اپنے فتاویٰ میں اس بات کا بھی التزام کیا ہے، کہ صورت مسئلہ کی تنقیح و توضیح کر کے اس کے جزئیات اور متنوع پہلوؤں کی وضاحت کر دیں تاکہ مسائل کو اصل مسئلہ اور اس کے لواحق کو سمجھنے میں آسانی ہو۔ اس طرح کی تنقیح کا ایک فائدہ یہ بھی ہوتا ہے کہ بسا اوقات کسی مسئلے میں مطلق حکم نہیں ہوتا، بلکہ اسی مسئلے میں محض نیت کے بدل جانے سے یا مقام و شکل بدل جانے سے حکم تبدیل ہو جاتا ہے اور ایسا ہو سکتا ہے کہ جواب کو مسائل کسی دوسرے مفہوم میں لے لے، جو مفتی کا مطلب نہ ہو، مسئلے کی تنقیح کے بعد اس طرح کی غلط فہمی یا معنی مراد کے سمجھنے میں غلطی کی گنجائش ختم ہو جاتی ہے۔

تنقیح مسائل کی مثالیں مولانا کے فتاویٰ میں متعدد جگہ وارد ہوئی ہیں۔ مثلاً ایک سائل نے دریافت کیا کہ تعزیہ بنانا ملیدہ اور کھچڑے وغیرہ کا تعزیہ کے سامنے رکھ کر فاتحہ دینا اور علم اٹھانا اور مرثیہ پڑھنا کیسا۔ مولانا نے اس کے جواب میں یہ وضاحت کر دی کہ فاتحہ دینا اور تعزیہ کو فاتحہ دینا دو الگ الگ باتیں ہیں۔ اسی طرح مرثیہ پڑھنے اور مرثیہ کے ذریعہ انبیا و صحابہ کی توہین کرنا (جو فی الوقت ہوتا ہے) دو الگ الگ باتیں ہیں۔ اس لئے دونوں کے حکم بھی علیحدہ

کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ بسا اوقات دلائل اتنے اہم نہیں ہوتے جتنے کے مسئلے کی وضاحت، مولانا نے اس بات کا التزام کیا ہے کہ دلائل چاہے مختصر ہوں یا مفصل، لیکن ان کی پیچیدگی اصل مسئلے کو متاثر نہ کرے بلکہ مسائل کو مسئلہ واضح طور پر معلوم ہو جائے، چونکہ مسائل کی نظر میں اصل اہمیت مسئلے کی ہوتی ہے۔ دلائل کی نہیں، دلائل صرف اس کی تشریح کرتے ہیں کہ مسئلہ نصوص شرعیہ سے مستفاد ہے اور مفتی کا اپنا اجتہاد نہیں، مولانا جواب دیتے ہوئے پہلے صورت مسئلہ کو واضح کرتے ہیں اور اس کے بعد دلائل بیان کرتے ہیں۔ دلائل میں اگر قرآن و حدیث ہو، تو اس کا ترجمہ یا توضیحی ترجمہ کر دیتے ہیں اور اگر فقہ کی کتابوں سے حوالہ ہو، تو اکثر بلا ترجمہ چھوڑ دیتے ہیں، کسی دلیل کی وضاحت کرنی ہو، تو وضاحت بھی کر دیتے ہیں۔

مثلاً ایک شخص نے سر پر سہرہ باندھنے کے بارے میں سوال کیا کہ درست ہے یا نہیں۔ مولانا نے جواب دیا سہرا صرف پھولوں کا ہو تو جائز ہے۔ بعلم المانع ولان الوصل فی الاشیا الاباحۃ شرعاً۔ بعض اصحاب کا اس کو ناجائز ٹھہرانا اور تشبہ بالکفار تانا محض جہالت ہے: جو امر فی نفسہ مذموم نہ ہو، اس میں بلا قصد مشابہ ہونا منع نہیں ہے۔ بلکہ اس نیت سے کرنا کہ کفار کی سی مشکل پیدا ہو یا اگر چہ ارادہ نہ کرے، مگر وہ فعل خود شعار کفار ہو جس سے وہ پہچانے جاتے ہوں، تو ناجائز ہے اور اس کی بعض صورتوں پر من تشبہ بقوم فہو منہم، بھی صادق ہے، ورنہ اگر مطلقاً اشتراک موجب ممانعت ہو، تو انگریزوں، ٹوپی پہننا وغیرہ وغیرہ بھی حرام ہو جائیں گے یہ سب ہندو بھی پہنتے ہیں (ص ۴۹-۵۰)

اسی طرح ایک شخص نے شیخ سدو وغیرہ کے نام مرغا، بکرا پالنا اور ان کے کھانے کا حکم دریافت کیا، مولانا نے جواب میں لکھا کہ اصل اس میں وقت ذبح خاص ذابح کی نیت و قول

حضور ملک العلماء امام احمد رضا کی نظر میں

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رضی اللہ عنہ کی حیات اور علمی خدمات

ہیں۔ دلچسپی کے لئے پورا جواب نقل کیا جاتا ہے۔

”تعزیه داری رائج الوقت قطعاً بدعت ناجائز اور حرام ہے۔ ہاں روضہ اقدس حضور سید الشہداء (امام حسین) کے صحیح نقشے بقصد تبرک بغیر آمیزش منہیات جس طرح حرمین محترمین سے کعبہ اور روضہ عالیہ کے نقشے آتے ہیں۔ اپنے پاس رکھنے میں کوئی حرج نہیں۔ فاتحہ امام ہمام ودیگر شہدائے کرام و اولیاء عظام و سائر اہل اسلام کچھزالمیدہ پر ہونا اور کسی دوسرے ماکولات و مشروبات پر یا تنہا فاتحہ ہر طرح جائز و مندوب و موجب اجر ہے، مگر وہ فاتحہ تعزیه کا نہ ہو کہ تعزیه کے ثواب پہنچانے کو کوئی معنی نہیں، نہ تعزیه رکھ کر ہو، کہ یہ محض فضول بلکہ قرآن شریف کے ساتھ اساتذت ادب ہے، خصوصاً جبکہ تعزیه میں پری یا براق وغیرہ کی تصویریں ہوں کہ اس میں قرآن شریف کی زیادہ بے حرمتی ہے۔ ذکر شہادت شہید شریف نظم میں ہوں یا نثر میں جبکہ روایات صحیحہ مقبولہ سے ہو اور منکرات شرعیہ مثل کلمات توہین انبیاء و مرسلین و ملکہ مقربین و اہلبیت طاہرین و صحابہ مکرمین وغیرہ محرمات سے بالکل خالی ہو، بلاشبہ جائز و مستحسن و موجب ثواب و نزول رحمت و ہاب ہے اور اگر شائعات مذکورہ پر مشتمل ہو، تو حرام و گناہ ہے۔ نص علیہ الامام ابن حجر المکی فی الصواعق المحرکہ اس لئے یہ مرثیہ کہ رائج ہیں، مطلقاً حرام ہیں اور ان کا پڑھنا سننا اور سینہ کو بی و ماتم و لوحہ خوانی سب حرام ہیں حدیث شریف میں ہے کہ نہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن المرأتی۔ (۵۷-۵۸)

کثرت مراجع: مولانا ظفر الدین قادری کے فتاویٰ کی ایک خوبی یہ ہے کہ وہ بکثرت مراجع و مصادر استعمال کرتے ہیں، ان کے مراجع میں بنیادی اصول قرآن و سنت کے علاوہ فقہ و فتاویٰ کی بیشتر متداول کتابیں شامل ہیں۔ فتاویٰ کی امہات کتب جیسے درمختار،

ردالمحتار، فتاویٰ قاضی خان، حاشیہ طحاوی علی مراتی الفلاح، خزائن المفتیین، فتح القدیر، مجمع الانہر، جوہرہ، بدائع الصنائع، بحر الرائق، ہجرت الاسرار، الکافی، ہدایہ، ہندیہ، تبیین وغیرہ کے علاوہ ثانوی مراجع جیسے وجیز امام کردی، فتاویٰ القرویہ، برجندی، فتاویٰ ظہیریہ، شرح کنز ملامسکین، نظم الفرائد اور واقعات المفتیین وغیرہ ہیں غیر فتاویٰ کی کتب بھی ان کے مراجع میں دیکھنے میں آتے ہیں، جیسے تفسیر کی کتابیں تفسیر بیضاوی، تفسیر جلالین، اور تفسیر مدارک اور متعدد کتب تفسیر، میزان الشریعہ (عبدالوہاب شعرانی) قصیدہ بردہ (امام بوصیری) وغیرہ، روزے کے سلسلے میں ایک استفتا کے جواب میں حسب ذیل مراجع استعمال کئے گئے۔ تفسیر بیضاوی، جلالین، حازن، ابن جریری طبری، در منثور، واحدی، تفسیر حسینی معالم التنزیل، تنویر المقیاس، روح المعانی، بحر الحیث، النحر، تفسیر کبیر، کشاف، ابن کثیر، فتح البیان توجی، بحر الحیث، تفسیر مخدوم علی مہانگی، نووی، لسان العرب، (ص ۱۳۰) وراثت کا ایک استفتا مولوی عبدالکریم خان حنفی موضع ابوسعید پور، ڈاکخانہ، مجید پور، ضلع اعظم گڑھ کے جواب میں حسب ذیل بیس کتابوں کے حوالے ملتے ہیں۔ درمختار، طحاوی، خلاصہ، خزائن المفتیین، فتح القدیر، وجیز امام کردی، جوہرہ نیرہ تبیض، بدائع، اتحاف الابصار و البصائر، فتاویٰ قرویہ، واقعات المفتیین، برجندی، فتاویٰ ظہیریہ، مجمع الانہر، شرح کنز ملامسکین، نظم الفرائد، تیسر المقاصد، بحر الرائق، حاشیہ علی علامہ

شبلی علی التبیین، الشفا قاضی عیاض (۵۱)

مولوی ولی اللہ بنگالی متعلم مدرسہ عالیہ رامپور کے استفسار کے جواب میں حسب ذیل کتابوں کے نام آئے ہیں: الکنز، الوافی، الملتقی، الکافی، الہندیہ، الشامی، المحيط،

تھے۔ وہ یہ فتاویٰ مولانا قادری کو جواب کے لئے مرحمت فرمایا کرتے تھے۔ مسئلہ مسئلہ اعلیٰ حضرت تاج العارفین حجۃ الخلف سیدنا شاہ ابوالحسین صاحب احمد نوری مارہروی (ص ۵۲) مسئلہ مرسلہ جناب شاہ سلامت اللہ صاحب مع رسالہ مبارکہ الشمس الطالع از رامپور (ص ۸۵) مسئلہ مرسلہ مولانا نثار احمد صاحب خلف مولانا احمد حسن صاحب کانپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (ص ۹۳)۔ مسئلہ مرسلہ مولوی نعیم الدین صاحب مدرسہ امدادیہ، مراد آباد (ص ۳۸) مولانا نثار احمد کانپوری اور مولانا نعیم الدین مراد آبادی تو خیر ملک العلماء کے معاصرین و احباب میں تھے۔ انہوں نے اپنے استفسار انہیں ممکن ہے بھیجے ہوں، لیکن مولانا سید شاہ ابوالحسین نوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور مولانا شاہ سلامت اللہ صاحب نے یقین ہے کہ اپنے استفسار فاضل بریلوی ہی کو بھیجے ہوں گے۔

ایک امر اور اس خیال کی موید ہے۔ ایک مستفسر نے اپنے استفسار میں انہیں 'مقتدائے زماں پیشوائے اہل ایمان' کہہ کر خطاب کیا ہے۔ (ص ۸۰) تو دوسرے نے انہیں 'زبدۃ العارفین' و قدوة الواصلین، خاتم المحدثین، وارث کلام سید المرسلین حضرت استاذنا و مرشدنا دام فیوضہم علینا و علی سائر المسلمین، لکھا ہے (ص ۳۲) یہ انداز خطاب بیس سال کے ایک نوجو عالم کیلئے کسی طرح موزوں نہیں، پھر اس مجلہ کے ص ۸۶ پر ایک سوال کرنے والے نے مجدد ماہ حاضرہ، عالم اہلسنت، مولانا ابوالفضل اولانا کے الفاظ سے مخاطب کر کے مسئلہ بالکل واضح کر دیا، کہ دارالافتا بریلی میں جو استفسارات آتے تھے۔ ان کے علاوہ کچھ استفسارات جو فاضل بریلوی کی خدمت میں بھیجے جاتے تھے، ان میں سے کچھ وہ خود اپنے جواب دینے کے لئے رکھ لیتے تھے اور کچھ مولانا قادری کو دے دیتے تھے، کہ وہ جواب لکھ کر

جواہر الاخلاطی، المراقی، شرح الوقایہ، فتح القدیر، المحيط بتکملۃ الرازی، الحلیۃ، فتاویٰ عالمگیری، القنیہ شرح منیۃ، فتح القدیر، الطحطاوی، البحر الرائق، مجمع الانہار، شرح المجموع، نحر الفائق، فتاویٰ ظہیریہ، الحجۃ، خزائن المفتین، مختار الفتاویٰ، سراجیہ، شرح الكنز ملامسکین، تاتارخانیہ، فتاویٰ صوفیہ، جامع المضممرات، در مختار، فتاویٰ رحمانیہ، خزائن الروایات، التمر تاشی، ابن الشحنة، المقدسی، ابو السعود، قاضی بدیع الدین، شیخ الاسلام، الحلبی، وغیرہم (۳۰)

مقبولیت: مولانا کے فتاویٰ کا جو مجموعہ راقم الحروف کے پیش نظر ہے، اس میں بہت کم عرصے کے فتاویٰ ہیں اور وہ بھی ابتدائی عہد کے، لیکن مولانا کی شہرت اور ان کے فتاویٰ کی مقبولیت کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے اور قریب اور دور دراز علاقوں (میرٹھ، پیتھو شریف، بہار) بریلی، تلہر، شاہ جہاں پور) یہ فتاویٰ مختلف دیار امصار (اعظم گڑھ، گوالیار، مین تال، گجر نوالیہ، گورکھپور، بنارس ردولی، بارہ بنگلی) رام پور، راندیر، نوکھالی، (بنگل) علی گڑھ، احمد آباد، مارہرہ، بین، (ضلع پٹنہ) بہار شریف، (ضلع پٹنہ) پبلی بیت، گجرات، راولپنڈی، پونی ضلع جمنٹارہ..... مجا بک متوسطہ (مدھیہ پردیش کا قدیم نام) کانپور، مراد آباد، مہولی، (ضلع مونگیر) سلہٹ، بنارس، کاٹھایا واڑ، مارہرہ، اور بیدر (جنوبی ہند) وغیرہ سے ان کے پاس آتے رہے۔

فتاویٰ کے پیش نظر مجلہ کے مطالعے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ فاضل بریلوی کو اپنے تلمیذ خاص کی فقہی بصیرت و اصابت رائے پر اس درجہ اعتماد تھا کہ جب بعض اہم مسائل پر ان کے بعض مقتدر حضرات اپنے استفسارات فاضل بریلوی کی خدمت میں بھیجتے

بھیج دیں۔

بھی کچھ استفسارات اور ان کے جوابات ملتے ہیں۔ مثال کے طور پر

کچھ یہ ہیں:

عالم رویا میں بیعت (ص ۵۳) محمد و احمد نام رکھنے کا جواز
(ص ۵۴) ہنود کو السلام علیکم کہنا اور ان کے یہاں کھانا پینا
(ص ۵۵) ہندوستان دارالحرب ہے یا دارالسلام (ص ۵۸)
دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنا (ص ۵۹) لولاک لما خلقت الافلاک
کیسی حدیث ہے (ص ۶۱) ذکر جلی کا حکم (ص ۶۴) مصارف مسجد
کے لئے مسجد کی دکانوں سے انتفاع (ص ۱۱) قادیانیوں کا مذہب
(ص ۷۷) دیہات میں نماز جمعہ (ص ۸۲) بنو ہاشم کو زکوٰۃ و صدقات
(ص ۸۷) گھاس یعنی پھوس وغیرہ پر عشر واجب ہے یا نہیں؟ اس
کے مصارف کیا کیا ہیں؟ (ص ۸۹) باب افعال کا ہمزہ قطعی ہے،
یا وصلی؟ اگر کوئی شخص قرآن شریف میں قداح کی جگہ قدح پڑھے،
تو جائز ہے یا نہیں اور اس طرح کی قرأت سب سے کسی سے مروی
ہے یا نہیں؟ (ص ۱۰۵) اور اسی طرح کے دوسرے مسائل ہیں۔
آخر مضمون میں ایک استفسار اور ملک العلماء کا جواب اور کچھ علما کی
تصدیقات نقل کی جاتی ہیں۔

☆☆☆

مولانا کے اس مجموعے میں صرف فتاویٰ نہیں ہیں، بلکہ
بعض غیر فقہی مسائل اور ان کے متعلقات بھی درج ہیں، جیسے تحریک
خلافت، سوراج اور ہندو مسلم اتحاد سے متعلق بھی مباحث ہیں۔
مولانا کے عہد کی سیاسی اور ملی سرگرمیوں اور ان کے سلسلے میں
علمائے اہلسنت والجماعت کا موقف بھی سامنے آجاتا ہے، جو بعض
اوقات دوسرے مسلک کے علماء سے مختلف ہوتا ہے۔ فتاویٰ کے پیش
نظر مجلہ میں طہارت، صلوٰۃ، زکوٰۃ، نکاح، طلاق، معاملات بین
الزوجین (عدت نان و نفقہ، مہر وغیرہ)، معاملات بین المسلمین
(وراثت وغیرہ)، اوقاف اور دوسرے مسائل پر استفسارات
اور ان کے جوابات ہیں۔ تعجب ہے، کہ حج کا کوئی مسئلہ نہیں پوچھا
گیا۔ چودہویں صدی ہجری کے نصف اول کے ہندوستان
میں جو مذہبی اختلافی مسائل مسلمانوں کے درپیش تھے، اس سلسلے
کے بھی استفسارات ہیں۔ حضور سرکار کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم کو ہر جا حاضر و ناظر ہونا، علم غیب، محفل میلاد اور اس میں قیام،
عرس و ایصال ثواب، رویت ہلال کے سلسلے میں ریڈیو، تار، ٹیلیفون
کا عدم اعتبار وغیرہ وغیرہ۔

اس مجموعہ فتاویٰ میں عام فقہی موضوعات سے ہٹ کر

”حضرت ملک العلماء نے اپنے فتاویٰ میں اس بات کا بھی التزام

کیا ہے، کہ صورت مسئلہ کی تنقیح و توضیح کر کے اس کے جزئیات اور

متنوع پہلوؤں کی وضاحت کر دیں تاکہ سائل کو اصل مسئلہ اور اس کے

لواحق کو سمجھنے میں آسانی ہو۔“ (مفتی ابوالاخصلاص قادری)

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رضی اللہ عنہ کی حیات اور علمی خدمات

بمخلاف روافض و قادیانی کے کہ ان کی فقہ کی کتاب میری نظر سے نہیں گزری، جس سے یہ معلوم کیا جاسکے، کہ ان کے یہاں ارکان و فرائض کیا ہیں، مفسدات نماز کیا کیا چیز ہیں۔

ہاں ایک مقدمہ میں بنارس جانا ہوا تھا، جو ایک مسجد کے بارے میں حفیوں سے تھا۔ اس وقت ان کی فقہ کی کتاب فروع کافی دیکھنے سے معلوم ہوا، کہ ستر عورت ان کے یہاں صرف سوئ نہیں ہے بس اور ستر کے معنی یہ ہے، کہ کسی طرح سے جسم کی رنگت بدل جائے، مثلاً نورہ لگا دیا جائے، تو جس کے یہاں صرف نہیں ہے، چونکہ لگا دینے سے ستر عورت ہو جاتا ہو۔ ننگ دھڑنگ نماز پڑھے گا نماز ہو جائے گی۔ مگر ہمارے یہاں وہ بالکل ننگا ہے۔ ہرگز نماز نہ ہوگی۔ وہی ہذا القیاس۔ دیگر مسائل فقہیہ کی بنا پر نماز کا فرق ظاہر ہوگا۔ میں بین گیا تھا

لفظوں کے ساتھ لوگوں کو اس عقیدہ کی طرف بلاتے ہیں۔ بخلاف روافض و قادیانی کے اس لیے یہاں تمام دیوبندیوں کا ایک حکم نہیں۔ چونکہ علماء نے تصریح فرمائی، کہ جیسے کفر یہ اعتقاد رکھنا کفر ہے۔ یونہی کفر کا بول زبان سے بولنا بھی کفر ہے۔ اسی لیے جو لوگ ایسے کلمات کے قائل ہوں، جنہوں نے لکھا چھاپا، شائع کیا اور اچھا جانا اس لکھنے کو حق سمجھا وہ ضرور کافر ہیں۔ مگر جو دیوبندی یا غیر دیوبندی نہ اس کے قائل نہ اس کو حق مانتے ہیں نہ اس طرز تحریر کو پسند کرتے ہیں بلکہ اس طرز تحریر کو ناپسند کرتے ہیں وہ ان الفاظ کے قائل ہوئے ایسا اعتقاد رکھنے کی وجہ سے کافر نہیں کہے جاسکتے۔ اگر ان کی تکفیر ہوگی، تو من شک فی کفرہ کی وجہ سے اس کے متعلق اپنی تحقیق اس پہلے خط میں آپ کو پورے طور پر لکھ چکا ہوں۔

ہو تو میجر ای ہی کے پتہ سے لکھیے موضع میجر اڈاک خانہ مدہور ضلع پٹنہ۔
دعا گو: ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ذیل کے مسائل
میں جواب باصواب سے سرفراز فرما کر عند اللہ ماجور اور عند الناس مشکور ہوں۔
(1) تار، ٹیلی فون، ریڈیو، جنتری، علم نجوم و ہیبات کی خبر پر یا
ریڈیو کے نشری اعلان پر ۳۰ شعبان المعظم کو یکم رمضان قرار دے کر

کہ اس کے بدلنے سے وہ جھگڑا طے ہو جائے۔ علاوہ بریں عدم تکفیر سے یہ ضرور نہیں، کہ ان کے پیچھے نماز بھی جائز ہو۔ اس لیے کہ مفسدات نماز کا ارتقاع و فرائض و ارکان کا وقوع بھی، تو اس کے لیے ضروری ہے۔ تو دیوبندی چونکہ فروعاً حنفی ہیں۔ اس لیے کہ ان کی نماز کے فرائض و ارکان وہی ہیں جو ہمارے نزدیک ہیں اور مفسدات نماز ان کے یہاں بھی وہی ہیں جو ہمارے یہاں ہیں۔

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رضی اللہ عنہ کی حیات اور علمی خدمات

باندھے داڑھی منڈائے سلطان گنج کی طرف سے آیا سڑک پر ہم لوگ کھڑے تھے، کہ اس نے سلام کیا اس سے چاند کی خبر پوچھی گئی، تو بولا میں بردوان سے آ رہا ہوں۔ بنڈل اسٹیشن کے قریب گاڑی پر ہم نے چاند دیکھا ہے۔ میرے ساتھ چھ سات آدمی اور تھے، چاند دیکھ کر افطار کیا وہ شخص اپنی سسرال جا رہا تھا، پھر چند منٹ کے بعد ایک شخص بھاگلپور سے آیا اس نے کہا کہ کل مغرب کے بعد میں نے لوگوں سے کہا کہ چاند ہو گیا ہے اور کل عید ہے، ان تینوں بیان کو سن کر بستی کے چند لوگوں نے کہا، کہ تب تو عید ہونی چاہیے، اس بستی کے رہنے والے ایک سنی عالم نے جو دونوں گواہی کے وقت موجود تھے اور تمام دینی امور میں ان کی رائے پر عمل ہوتا تھا، فرمایا کہ ریڈیو اور تار وغیرہ کی خبر پر روزہ رکھنا اور افطار کرنا جائز نہیں ہے اور چونکہ پہلے شخص کی کوئی کیفیت معلوم نہیں ہے اور دوسرے شخص نے افواہی خبر بیان کی اس لیے انتہی روزہ کے بعد افطار جائز نہیں ہے۔ اس لیے عید نہ کی جائے، بستی کے پیش امام صاحب کے پوچھنے پر مولوی صاحب نے سب باتیں ان کو سمجھا دی، تو انہوں نے بھی مولوی صاحب کی رائے کو تسلیم کر لیا اور بات طے ہو گئی، کہ عید نہ منائی جائے مولوی صاحب کے اس جگہ سے چلے جانے کے بعد بستی کے امرانے پیش امام صاحب پر زور ڈالا کہ نماز پڑھا دیجیے، ورنہ ہم لوگ ضرور عید منائیں گے اور دوسرے امام سے نماز پڑھوائیں گے اور آپ کو ہمیشہ کے لیے امامت سے معزول کر دیں گے۔ مجبوراً امام صاحب نماز پڑھانے پر راضی ہوئے نماز پڑھا دی۔ نماز پڑھنے والوں میں بستی کے اکثر اشخاص شامل تھے۔ محض چند حضرات جنہوں نے افطار نہیں کیا اور مولوی صاحب کی رائے پر قائم رہے اور دوسرے روز مولوی صاحب کی اقتداء میں عید کی نماز ادا کی، جن کی تعداد چھوٹے بڑے ملا کر تقریباً پچاس تھی۔ اب دریافت طلب یہ ہے، کہ از روئے شرع شریف ان دو

روزہ رکھنا اور ۳۰ رمضان المبارک کی صبح کو عید کرنا جائز ہے جبکہ مطلع ابراؤد ہو؟

(۲) ریڈیو سے یہ بات معلوم ہوئی کہ گذشتہ شعبان کی ۲۹ کی شام کو چار عالم صاحبان ہوائی جہاز سے پرواز کر کے چار ہزار فٹ کی بلندی پر گئے اور وہاں دو بین لگا کر چاند دیکھا۔ پھر اس دنیا میں واپس آ کر اعلان کیا کہ ہم لوگوں نے چار ہزار کی بلندی پر جا کر دو بین سے چاند دیکھا ہے، اس لیے اے دنیا والو تم کل سے روزہ رکھو۔ یہ واقعہ کراچی کا ہے، کیا علمائے مذکورین کا یہ فعل شریعت مطہرہ کے موافق ہے، اور ان کے نشری فتویٰ کے مطابق ہندوستان اور پاکستان کے مسلمانوں پر ۳۰ شعبان کو روزہ رکھنا واجب ہے، جب کہ ۲۹ کا دن گزار کر شام کو ہر جگہ مطلع ابراؤد تھا اور کہیں بھی رویت نہیں ہوئی اور جو لوگ اس حکم کو نہ مانے اس پر عندالشرع کوئی مواخذہ ہے اور جو اس اعلان پر روزہ رکھے، اس کا روزہ رمضان میں شمار ہوگا اور اسے اجر صوم کی امید رکھنی چاہیے اور پھر اس اعلان والا روزہ دار ۳۰ دن پورا کر کے افطار کرے یا نشری روزہ کو چھوڑ کر ۳۰ روزے پورے کرے جبکہ مطلع ابراؤد ہو؟

۳۔ ہماری بستی مونگیر اور بھاگلپور سے تیرہ تیرہ کوس کے فاصلہ پر واقع ہے۔ یہاں ۲۹ شعبان کو مطلع ابراؤد تھا۔ بہت کوشش کی گئی، مگر چاند نظر نہیں آیا۔ بلکہ کہیں سے بھی رویت کی خبر نہیں آئی۔ اس لیے ۳۰ دن شعبان کا پورا کر کے لوگوں نے روزہ رکھا وہ اتوار کا دن تھا۔ اور ۳۰ شعبان سینچر کے دن چاند بھی نہیں دیکھا گیا تھا۔ اب ۲۹ روزہ پورا کر کے شام کو مطلع ابراؤد تھا، کوشش بلیغ کرنے پر بھی چاند نظر نہیں آیا۔ سوموار کے دن ۳۰ رمضان کی صبح کو قریب کے ایک دیہات سے کہ وہاں ریڈیو ہے خبر آئی ہے، کہ ڈھاکہ، ممبئی اور دہلی میں کل عید ہے، پھر ایک غیر معروف شخص ننگے سر ٹھیونے تک دھوتی

جهان ملک العلماء

حضرت علامہ احمد رضا رحمہ اللہ کی علمی خدمات اور علمی خدمات

جماعتوں میں کون برسر حق ہے، ۳۰ رمضان کو عید منانے والی جماعت یا دوسرے دن افطار کرنے والی جماعت اور مولوی صاحب کا شہادت قبول نہ کرنا اور ریڈیو کی خبر کو قابل اعتبار نہ سمجھنا کہاں تک شریعت مطہرہ کے مطابق ہے اور پہلی جماعت یعنی امراء و عوام کا امام صاحب کو مجبور کرنا کہ ۳۰ رمضان کو عید منانے والا مولوی صاحب نے

۵ اہل حضرت مجددیہ حاضرہ قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ مقدس میں تار، ٹیلی فون یا ریڈیو کا کوئی واقعہ ہوا ہے کہ حضرت قبلہ قدس سرہ نے ان کے عدم اعتبار کا فتویٰ دیا ہے، پھر کسی سبب سے علماء حق اس کو عدم اعتبار سمجھتے ہیں، پھر اب کہ پاکستانی علماء ریڈیو پر احکام شرعی خصوصاً دست طیار، صوم و افطار کا اعلان کرتے ہیں تو پاکستان ہونے

الرامم : حضور کا غلام
عزیز حسین عفی عنہ رضوی از موضع لکھنؤ روڈ اسٹانڈ انگریج
واہ سلطان گنج، ضلع بھاگلپور، ۲۱ جولائی ۱۹۵۰ء جمعہ
الجواب: قبل تحریر جواب ان چند امور کا لکھنا مفید معلوم
ہوتا ہے اور ان سے جواب مسائل پر کافی روشنی پڑے گی۔

م دبیے کا وہ سبب ہے کہ یہ...
نقل جائیے، ہاں نماز پڑھ لیجیے۔ چنانچہ دونوں صاحبوں نے روزہ رکھتے ہوئے نماز میں شریک ہوئے اور نماز کے بعد بھی افطار نہ کیا بلکہ دوسرے دن مولوی صاحب کی جماعت کے ساتھ نماز ادا کی، ان معتکفین کا اعتکاف کب تک رہا نماز پڑھنے کے بعد بھی روزہ رکھنا اور دوسرے دن بروز سہ شنبہ عید کی نماز پڑھنا اس کا کیا حکم ہے؟

انجمن برکاتِ رضا - ممبئی

حضور ملک العلماء امام احمد رضا کی نظر میں

درست ہو جاتا ہے اور سب لوگوں کو امام کی تلبیرات انتقالیہ کا علم ہو جاتا ہے اس کے علاوہ اس میں سخت دقت یہی ہے کہ پہلی تکبیر تحریرہ کے لئے حسب تصریح فقہائے کرام یہ ضروری امر ہے کہ مکبر کی نیت تکبیر افتتاح سے صرف اعلام نہ ہو بلکہ احترام مقصود ہو۔ اگر صرف اعلام کے لئے مکبر نے تکبیر کہی اور تکبیر تحریرہ کہنا مقصود نہ تھا تو اس کی نماز نہ ہوئی اور ان لوگوں کی جنہوں نے اس کی تکبیر پر تکبیر کہی، اس لئے کہ اس نے ایسے شخص کی اقتدا کی جو داخل نماز نہیں

کہ سب مقتدیوں لوہرات سنا میں تو اس کے لئے خواہ خواہ تکلف کرنا اور ایک آلہ کا سہارا پکڑنا بے فائدہ بات ہے۔ خصوصاً اس حالت میں جب کہ اکثر درمیان قرأت یہ آلہ فیل کر جاتا ہے اور طرح طرح کی واہی تباہی آوازیں مسوع ہوتی ہیں جو مقتدیوں کی پریشانی کا باعث ہوتی ہیں۔

علاوہ بریں یہ امر بھی قابل غور ہے کہ اس آلہ کے ذریعہ سے جو آواز مسوع ہوتی ہے، وہ امام ہی کی آواز ہے یا امام کی آواز اس لئے کہ اگر آلہ نکلتا ہے جس کے ذریعہ آواز

مع التبلیغ للمصلین فذا لک هو المقصود منه شرعا کذا فی فتاوی الشیخ محمد ابن محمد الغزی المقلب بشیخ الشیوخ وجہہ ان التکبیر الا افتتاح شرط اور کن فلا بد فی تحقیقها من قصد الاحرام ای الدخول فی الصلاة۔

اس عبارت سے بہت واضح طور پر معلوم ہوا کہ مبلغ جب

الصراح۔ تو اس صورت میں امام کی قرأت نہیں بلکہ خارج سے ایک قرأت سن رہا ہے اور اس کی اقتدا کرتا ہے۔ اس صورت میں آلہ کو نماز میں لگانا اپنی نماز کو مشتبہ کرنا ہے، اس لئے احتراز ہی کرنا چاہیے۔

اور اگر کہا جائے کہ یہ آلہ قرأت سنانے کو نہیں لگاتے ہیں بلکہ تکبیرات انتقالیہ تکبیر تحریرہ کو دعوت و مدد وجود کے لئے لگاتے ہیں تو یہ تو جیہہ بھی صحیح نہیں۔ اس لئے کہ اس کا انتظام شریعت نے بذریعہ

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام انصاری محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدظلہ کی حیات اور علمی خدمات

انتقالیہ بلکہ ایک غیر مصلیٰ کی اقتدا کر کے قرأت اور تکبیرات سنی اور کہی۔ ایسی صورت میں لاؤڈ سپیکر نماز میں ہرگز نہ لگانا چاہیے۔ یہی قرین عقل اور مقتضائے فقہ ہے اور مقتضائے عقل و ورع ہے، کیوں اپنی نماز کو بے وجہ خطرہ میں ڈالیں اور دوسروں کی نماز ضائع ہونے کا وبال اپنے سر لیں۔ واللہ اعلم جل مجدہ اتم و احکم

☆☆☆

پہلی تکبیر کہے تو اس کی نیت نماز شروع کرنے کے ساتھ زور زور سے کہنا اعلان کے لئے ہو اور اگر صرف اعلام ہی کی غرض سے مکبر نے تکبیر کہی تو اس کی نماز نہ ہوگی، اس لئے اقتدا غیر مصلیٰ کے ساتھ ہوئی اور یہ بھی جائز نہیں۔ اور ظاہر ہے کہ جس شخص نے لاؤڈ سپیکر کی آواز پر تکبیر کہی، اس نے بھی غیر مصلیٰ کے ساتھ اقتدا کیا، اس لئے کہ لاؤڈ سپیکر کو مصلیٰ نہیں بلکہ وہ ایک آلہ ہے جان ہے جو امام کی آواز سے نکرا کر ایک آواز پیدا کرتا ہے اور بجلی کی قوت سے صاف طور پر لوگوں کو سناتا ہے تو اقتدا کرنے والوں کی نماز درست نہ ہو گی، اس لئے کہ انہوں نے امام کی اقتدا میں نہ تکبیر کہی، نہ دیگر تکبیرات

”جہاں مختصر جماعت ہوتی ہو وہاں امام کی ہی تکبیرات کافی ہیں اور جہاں بڑی جماعت ہوتی ہے تو تیسری یا چوتھی صف میں مکبر متعین کر دیئے جاتے ہیں۔ یہ امام کی تکبیرات کے ساتھ تکبیرات کہتے ہیں اور تمام مصلیوں تک پہنچتی ہیں۔ اس سے نظم درست ہو جاتا ہے اور سب لوگوں کو امام کی تکبیرات انتقالیہ کا علم ہو جاتا ہے اس کے علاوہ اس میں سخت دقت یہی ہے کہ پہلی تکبیر تحریمہ کے لئے حسب تصریح فقہائے کرام یہ ضروری امر ہے کہ مکبر کی نیت تکبیر افتتاح سے صرف اعلام نہ ہو بلکہ احترام مقصود ہو۔“

انجمن برکاتِ رضا۔ ممبئی

حضور ملک العلماء امام احمد رضا کی نظر میں

فتاویٰ ملک العلماء: ایک تجزیاتی مطالعہ

از قلم: مولانا ممتاز عالم رضوی، امام احمد رضا اکیڈمی، بریلی شریف، یوپی

آپ کا وقار آپ کی ذات ستودہ صفات سے قائم رہا۔
حضرت ملک العلماء قدس سرہ العزیز یوں تو بیت و
توقیت اور حدیث میں زیادہ معروف تھے، لیکن آپ ایک بلند پایہ
اسلامی و سیاسی دانشور، نامور مصنف و محقق، زبردست مناظر و مقرر
اور باریک بین، نکتہ سنج مفتی و فقیہ بھی تھے۔ فتویٰ نویسی میں آپ کو جو
ثقافت و مہارت حاصل تھی۔ اس کے ثبوت کے لئے صرف یہ ذکر
کردینا کافی ہے، کہ آپ نے حضرت مجدد اعظم قدس سرہ العزیز کی
ہدایت پر منظر اسلام میں تقریباً چار سال تک تدریس کے ساتھ
ساتھ فتویٰ نویسی کی خدمت بھی انجام دیتے رہے۔
مقدمہ صحیح البہاری میں ہے:

”ان کی (حضور ملک العلماء کی) تدریسی زندگی کا آغاز
بھی مدرسہ منظر اسلام بریلی سے ہوا، جہاں ان کی تعلیم کی تکمیل ہوئی،

آپ پٹنہ اور کانپور کی متعدد تعلیم گاہوں میں اپنے وقت
کے جلیل القدر اور نامور اساتذہ مثلاً: مسند وقت حضرت علامہ شاہ
وصی احمد محدث سورتی (متوفی: ۱۳۳۳ھ) حضرت علامہ الشاہ احمد
حسن کانپوری (متوفی: ۱۳۲۲ھ) اور مولانا عبد اللہ صاحب پنجابی
(متوفی: ۱۳۲۳ھ) سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد ۱۳۲۱ھ کو بریلی
شریف حاضر ہوئے اور مدرسہ مصباح العہدیب میں مولوی غلام
لیسین دیوبندی کے درس میں شریک ہوئے، لیکن چونکہ وہ درپردہ
سنیت کے خلاف کام کر رہا تھا، اسلئے آپ یہاں سے اوب کر
مجدد اعظم، امام اہلسنت سیدنا علیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کی بارگاہ میں
حاضر ہوئے جہاں آپ ہی کے اصرار و اصرار پر ۱۳۲۲ھ میں مدرسہ
منظر اسلام قائم ہوا۔ یہاں آپ نے اعلیٰ حضرت سے بخاری شریف
اقلیدس کے چھ مقالے تشریح الافلاک، تشریح، شرح چغینی وغیرہ کا

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رضی اللہ عنہ کی حیات اور علمی خدمات

فتاویٰ ملک العلماء کے سعادت مند مرتب حضرت مولانا ارشاد احمد صاحب مصباحی (ساحل سہرامی) اپنے مقدمہ میں تحریر کرتے ہیں۔

”حضرت ملک العلماء (علیہ الرحمہ) آداب افتاء پر بصیرانہ عبور رکھتے تھے اور اپنے فتاویٰ میں ان کا پورا پورا خیال رکھتے بلکہ اوروں کو جب ان کی حدود پھلانگتے دیکھتے تو ان کا بھرپور تعاقب کرتے اور انہیں ان کی ذمہ داریاں یاد دلاتے۔“ (مقدمہ: فتاویٰ ملک العلماء: ۳۸)

تقریباً چار سال تک وہ وہاں درس دیتے رہے اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی ہدایت پر فتویٰ نویسی کی خدمات بھی انجام دیتے رہے۔“ (۸/۱) آپ کے فقہی مقام و مرتبہ کا اندازہ آپ کے گراں قدر فتاویٰ سے بھی ہوتا ہے کہ کیونکہ آپ کی فقہی نگارشات اس بات کا پتہ دیتی ہیں کہ آپ آداب افتاء اور جزئیات فقہیہ پر نظر رکھنے والے ایک ماہر و ممتاز مفتی و فقیہ ہیں۔

مفتی محمد نظام الدین صاحب رضوی اپنی تقدیم مشمولہ ”فتاویٰ ملک العلماء“ میں رقمطراز ہیں۔

ایک مفتی کو درج ذیل اوصاف کا حامل ہونا ضروری ہے:

(۱) مذہب کے متون، شروح فتاویٰ پر اس کی گہری نظر ہو، ساتھ ہی احتضار ہو۔

(۲) عرف ناس و حالات زمانہ سے باخبر ہو۔

(۳) سوال فہم ہو، مسائل کے خلیجان اور اس کی الجھن کو سمجھ سکے۔

(۴) جواب تحقیق کے ساتھ لکھے اور مذہب کے جزئیات مفتی بہا سے استناد کرے۔

(۵) جواب مسئلہ کے تمام ضروری گوشوں کو حاوی و محیط ہو۔

(۶) اس بات پر بھی نظر رکھے کہ سائل یا کوئی بد مذہب اس کے فتویٰ سے غلط فائدہ حاصل نہ کر سکے۔

ان اوصاف کا تذکرہ کرنے کے بعد آگے لکھتے ہیں۔

”ان امور کی روشنی میں جب ہم حضرت کے فتاویٰ کا جائزہ لیتے ہیں، تو آپ ان تمام اوصاف کے جامع نظر آتے ہیں اور کیوں نہ ہو، کہ آپ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کی درس گاہ کے تربیت یافتہ ہیں۔ یہ شواہد اس امر کی بین دلیل ہیں، کہ حضرت ملک العلماء رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے ایک ذمہ دار مفتی تھے اور آپ کے فتاویٰ ہمارے لئے سند و حجت ہیں۔“ (مقدمہ: فتاویٰ ملک العلماء: ۸)

دوران طالب علمی ہی میں آپ کو فقہ میں اس قدر لیاقت حاصل تھی کہ آپ نے اسی دور سے فتویٰ نویسی کا آغاز کر دیا تھا۔ فراغت کے بعد بھی آپ دیگر خدمات کے ساتھ ساتھ فتویٰ نویسی کی خدمت انجام دیتے رہے۔ لیکن چند وجوہ سے بریلی شریف میں قیام کے علاوہ دنوں کے فتاویٰ کی نقلیں محفوظ نہ رکھی جاسکیں۔

آپ کے گرامی قدر صاحبزادے عالی جناب ڈاکٹر مختار الدین احمد صاحب دام اقبالہ وائس چانسلر مظہر الحق عربی، فارسی یونیورسٹی پٹنہ و سابق صدر شعبہ عربی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ اسی پہلو کو بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

”والد ماجد علیہ الرحمہ نے فتویٰ نویسی کا آغاز اپنی

طالب علمی کے زمانے ہی سے کر دیا تھا۔ ان کا سال فراغ ۱۳۲۵ھ

ہے اور انہوں نے پہلا فتویٰ ۸ رمضان المبارک ۱۳۲۲ھ کو تحریر

فرمایا، جب وہ فاضل بریلوی کی بارگاہ میں حاضر ہو کر درس حدیث

لینے اور فتویٰ نویسی سیکھنے میں مصروف تھے۔ فارغ التحصیل ہونے

کے بعد والد ماجد کی علمی مصروفیات میں گوں ناگوں اضافہ ہو گیا

لیکن فتویٰ نویسی سے رشتہ اخیر دم تک قائم رہا، گرچہ وقفے کے ساتھ

ہی سہی، لیکن قیام بریلی کے ابتدائی سالوں کے علاوہ دنوں کے

- (۴) اعلام المساجد بصرف جلود الاضحية فى المساجد (۱۳۲۵ھ)
 (۵) تحفة الاحباب فى فتح الكوة والباب (۱۳۳۶ھ)
 (۶) نصرۃ الاصحاب باقسام ايصال الثواب (۱۳۵۴ھ)
 انشاء اللہ تعالیٰ قارئین کرام اس کتاب كى محققانہ اور مدللانہ فتاویٰ اور حضرت ملك العلماء قدس سرہ العزیز كے اسلوب تحریر و تفہیم كے پاكیزے جلوے دیکھ كر بے ساختہ یہ کہتے ہوئے نظر آئیں گے كہ

دامان نگہ تن و گل حسن تو بسیار
 گل چیں جمال تو ز داماں گلہ دارو

کوئی متعصب قاری بھی صرف اس کتاب كے ماخذ و مراجع پر ہی نظر كر لے، تو ضرور اس كے دل میں کتاب اور صاحب کتاب حضرت ملك العلماء قدس سرہ العزیز كى علمى و فقہى حیثیت و اہمیت گھر كر جائے گی۔ آپ نے فتاویٰ نویسی میں تفسیر، حدیث، عقائد، اصول، فقہ، سیرت اور تصوف وغیرہ اہم علوم و فنون كى جس قدر كتابوں سے رجوع كیا ہے۔ انہیں فاضل مرتب حضرت مولانا ساحل سہرامی صاحب نے بڑے ہی خوبصورت انداز میں اس كتاب كے اخیر میں یکجا فرما دیا ہے۔ مرتب نے ہر كتاب كے ساتھ اس كے مصنف اور ان كى تاریخ وفات كو بھی بیان كرنے كا التزام كیا ہے، جو فقہ و افتاء سے دلچسپی ركھنے والے افراد خصوصاً نوآموز مفتیوں كے لئے بہت ہی مفید ہے۔ ان كتابوں كى اجمالى تعداد یہاں پر درج كى جاتی ہے۔

تعداد	۳۲	(۱) كتب تفسیر
=	۸۳	(۲) كتب احادیث
=	۱۸۹	(۳) كتب عقائد، اصول فقہ
=	۳۴	(۴) كتب سیرت و تصوف

فتاویٰ كى نقلیں محفوظ نہ ركھی جاسکیں۔ اس میں ملك العلماء كى نقل مكانى كا دخل رہا۔ وہ بریلی اور پٹنہ دو جگہ ہی زیادہ رہے، ورنہ اور سالوں میں قریب قریب سیماى کیفیت رہی۔ بعد كے زمانے كے صرف وہی فتاویٰ محفوظ رہ سکے جو كتاب اور رسالے كى صورت اختیار كر گئے۔ چنانچہ زیر نظر مجموعے میں بھی شامل كئی رسائل بعد كے زمانوں كى یادگار ہیں۔“ (مقدمہ: فتاویٰ ملك العلماء: ۵)
 اس تناظر میں یہ بات دو اور دو چار كى طرح بالكل واضح ہوگئی، كہ ”فتاویٰ ملك العلماء“ آپ كے تمام فتاویٰ كا مجموعہ نہیں ہے، بلکہ غالباً صرف ایک چوتھائی حصہ كا ہی مجموعہ ہے۔ اگر آپ كے سارے فتاویٰ محفوظ ہوتے، تو مزید كئی ضخیم جلدیں تیار ہو جاتیں اور اس طرح آپ كى علمى وراثت میں ہمیں ایک بہت بڑا اہم ذخیرہ مل جاتا۔ خیر جو كچھ حصہ محفوظ رہ سكا اور دیر سے سہی طبع ہو كر سامنے آیا ہے، وہ بھی بہت اہم سرمایہ ہے۔ بلاشبہ یہ مختصر مگر قیمتی علمى ذخیرہ ہے۔ فقہ كى معتبر اور مستند كتابوں میں سے ایک اہم كتاب ہے۔ دور حاضر كے علماء و اصحاب افتاء كے لئے بھی یہ كتاب ایک رہنما كى حیثیت ركھتی ہے۔

فتاویٰ ملك العلماء كتاب و سنت كى تائیدات سے مزین ہے۔ تحقیق كے مواقع پر فتاویٰ میں تو احادیث رسول كا سیل رواں موجیں مارتا نظر آتا ہے۔ قواعد اصولیہ اور فقہی کلیات و جزئیات اور نظائر و شواہد بھی بكثرت پائے جاتے ہیں اور آپ كے طرز استدلال اور حسن استنباط نے تو گویا سونے پہ سہاگا كا كام كیا ہے۔ اس كتاب میں چھوٹے چھوٹے فتاویٰ بھی ہیں اور طویل بھی كئی اہم فتاویٰ مستقل رسالہ كے نام سے بھی اس میں شامل ہیں جو یہ ہیں:

- (۱) تنویر المصباح للقیام عند حى على الفلاح (۱۳۳۰ھ)
 (۲) عمید كا چاند (۱۳۷۰)
 (۳) مواہب ارواح القدس لكشف حكم العروس (۱۳۲۴ھ)

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی دہلی کی حیات اور علمی خدمات

تصوف کے نمونے: ص ۳۱۲ پر پیر و مرشد سے توجہ لینے، اولیاء کرام کے مکاشفہ اور بزرگان دین کے ہاتھ یا قدم چومنے کے متعلق کئے گئے ایک سوال کے جواب میں بڑے ہی محققانہ اور صوفیانہ انداز میں ملک العلماء تحریر فرماتے ہیں:

الجواب: توجہ لینا اپنے پیر و مرشد سے اور مرشدوں کا اپنے

۳۸۸

مجموعی تعداد

اس کتاب میں مندرجہ ذیل کل ۱۲ فقہی ابواب ہیں۔

(۱) کتاب الطہارت	۳	(۲) کتاب الصلوٰۃ	۳۲
(۳) کتاب الزکوٰۃ	۵	(۴) کتاب الصوم	۶
(۵) کتاب النکاح	۲۱	(۶) کتاب الطلاق	۹

ایدینا ساعة ثم قال الحمد لله اللهم انک بعثت بھذہ الکلمۃ و وعدتنی علیہا الجنة وانت لاتخلف الميعاد ثم قال ابشر و فان الله قد غفر لکم۔“

یعنی مروی ہے یعلیٰ بن شداد سے کہا مجھ سے بیان فرمایا میرے باپ حضرت شداد بن اویس نے اور حضرت عبادہ بن صامت تشریف رکھتے تھے اور میرے باپ کی تصدیق فرماتے تھے۔ کہا، تھے ہم نزدیک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے: کیا تم میں کوئی اجنبی یعنی یہودی یا نصرانی ہے؟ ہم نے عرض کی نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ پس حضور نے دروازہ بند کرنے کا حکم فرمایا اور ارشاد ہوا کہ تم اپنے ہاتھوں کو اٹھا کر لا الہ الا اللہ کہو تو ایک ساعت تک ہم لوگوں نے ہاتھوں کو اٹھایا۔ پھر حضور نے دعاء فرمائی کہ سب خوبیاں اللہ ہی کے لئے

اور ایسا کیوں نہ ہو کہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مبارک ارشاد ہے: ”من تفقہ ولم يتصوف فقد تفسق ومن تصوف ولم يتفقہ فقد تزندق“ یعنی جس نے عالم شریعت ہونے کے ساتھ ساتھ طرز صوفیاء کی پیروی نہ کی، وہ بے عمل ٹھہرا اور جس نے صرف زہد اختیار کیا اور شریعت کے علم سے بے بہرہ رہا، وہ زندیق ہو گیا۔ (مقدمہ: فتاویٰ ملک العلماء: ۱۹)

آپ کا تصوف سے حد درجہ ربط و لگاؤ ہی ہے کہ آپ نے عام صوفیانہ روش سے ہٹ کر خاص صوفیانہ مسائل پر بھی بہت کچھ تحریر فرمایا ہے۔ کتاب الخطر والاباحۃ مشمولہ فتاویٰ ملک العلماء میں اس نوعیت کے متعدد فتاویٰ درج ہیں، طوالت کے خوف سے یہاں صرف دو ہی نمونے ذکر کرنے پر اکتفاء کیا جا رہا ہے۔ تفصیل کے لئے اصل کتاب کی طرف مراجعت کی جائے۔

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی دمشقی حیات اور علمی خدمات

ہے۔ یعنی میں تمامی مکتوبات لوح محفوظ کو مشاہدہ کر رہا ہوں۔“

(بہجة الاسرار شریف)

”نفعات الانس فی حضرات القدس“ کے صفحہ

۴۹ میں عارف نامی مولانا جامی قدس سرہ السامی تحریر فرماتے ہیں:

”حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندی قدس سرہ می فرمود

کہ حضرات عزیزان علیہ الرحمۃ والرضوان می گفتہ اند کہ زمین در نظر

ایں طائفہ چوں سفرہ ایست کہ مای گوئیم کہ چوں روی ناخن است۔

بیچ از ایشان غائب نیست۔“

یعنی سب چیزوں کو دیکھ رہے ہیں۔ اس کے سوا اور

مکاشفہ نام کس کا ہے؟

حضرت ملک العلماء قدس سرہ العزیز اس کے بعد

بزرگان دین، مرشدان عظام اور اساتذہ کرام کی دست بوسی اور

قدم بوسی کے متعلق فرماتے ہیں: ”بیشک بزرگان دین، مرشدان

عظام و اساتذہ کرامہ آلاء و کرامہ ایشا اللہ انوارہ... گ مع...“

ہیں۔ یا الہی! تو نے مجھے اس کلمہ کے ساتھ بھیجا اور اس پر مجھے جنت کا

وعدہ فرمایا اور تو وعدہ خلائی نہیں فرماتا۔ پھر فرمایا، کہ خوش ہو کہ اللہ عزوجل

نے تم کو بخش دیا۔“ (رواہ الامام احمد باسناب حسن والطبرانی وغیرہما)

اس کے بعد آپ نے فرمایا:

یہ خاص توجہ لینے اور دینے کا جز یہ ہے، ورنہ لا الہ الا اللہ کی

تعلیم کے لئے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام جہان کی

طرف بھیجے گئے۔ پھر اس پوچھنے کے کیا معنی تھے کہ ”هل فيكم غريب“

تم میں کوئی اجنبی تو نہیں؟ پس اس پوچھنے پر بس نہ فرمایا، بلکہ دروازہ

بند کرنے کا حکم دیا، کہ غیر کا دخل نہ ہو۔ تو معلوم ہوا، کہ یہ کوئی خاص

تلقین لا الہ الا اللہ تھی، جس میں خاص ہی خاص حضرات کا حصہ

ہے اور یہ وہی توجہ ہے کہ مشائخ کرام اپنے مریدین کو دیتے ہیں۔

وللہ الحمد واللہ تعالیٰ اعلم۔

اولیائے کرام کے مکاشفہ کے متعلق آپ نے تحریر فرمایا:

اولیائے کرام کا مکاشفہ بلاشبہ حق ہے۔ کتب تصوف اس سے مملوء و

جلدی کی ہم نے اپنی سواریوں سے اترنے میں پس چوما ہم نے

دست و پار رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا۔“

شیخ محقق محدث دہلوی اشعة اللمعات میں فرماتے ہیں:

”میں نے خدا کے تمام شہروں کو جسم اتصال رانی کے دانہ کی طرح دیکھا۔“

نیز فرماتے ہیں۔ ”وان بوء بوء عینی فی اللوح

المحفوظ“ اور یقیناً میری آنکھ کی پتلی لوح محفوظ میں لگی ہوئی

۳۱۲ تا ۳۱۳ (العلماء: ص ۳۱۲ تا ۳۱۳)

فتاویٰ ملک العلماء ص ۳۱۷ پر ایک طویل استفتاء ہے، جس میں ۱۲ ضمنی سوالات کئے گئے ہیں، ان میں ایک سوال ہے منقطع سلسلہ میں بیعت جائز ہے یا نہیں؟ اس کے جواب میں حضرت ملک العلماء قدس سرہ العزیز تحریر فرماتے ہیں:

”و منقطع سلسلہ میں بیعت جائز نہیں۔ اس لئے کہ اصل مبداء فیض حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات مبارک اور یہ مشائخ کرام کی ذات بمنزلہ جد اول نہر ہے۔ تو اگر جد اول سے نالیاں ملی ہوں گی، پانی پہنچتا رہے گا اور جو جد اول نہر سے منقطع ہو، اس سے سیرابی ممکن نہیں۔“

کتاب جامع الاصول فی الاولیاء میں ہے:

”والتعلیم من شیخ ماذون اجازة صحیحة مستندة الی شیخ صاحب طریق وهو الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔“

یعنی تعلیم ایسے شیخ ماذون سے چاہئے جس کی اجازت مستند ہو شیخ صاحب طریق تک اور ان کا طریقہ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک مسلسل ہو۔“

سبع سنابل شریف میں ہے: ”اے پسر! شرط صحت بیعت و طریقیت اجازت سلف است“ یعنی اے لڑکے! طریقیت میں بیعت کے صحیح ہونے کی شرط سلف کی اجازت ہے۔“ اسی میں ہے:

مسلک صحیح ہو (یعنی اس کا سلسلہ بیعت سلسل کے ساتھ بنی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہنچتا ہو)۔ پیری کے شرائط سے دوسری شرط یہ ہے، کہ پیر حقوق شرع ادا کرنے میں قاصر و متہاؤن نہ ہو۔ تیسری شرط یہ ہے کہ پیر کا عقیدہ صحیح و درست ہو، عقیدہ اہلسنت و جماعت کے موافق ہو۔ بد مذہب نہ ہو۔ ۱۲

دیکھا، آپ نے حضرت ملک العلماء قدس سرہ العزیز نے کیسے خالص صوفیانہ انداز اور کس قدر ٹھوس و مضبوط دلائل و براہین سے ان امور کو بیان فرمایا۔ تصوف کے ساتھ آپ کے فتاویٰ میں نقد و نظر کے جلوے بھی خوب ملتے ہیں، جس سے اندازہ ہوتا ہے، کہ اللہ جل شانہ نے اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بطفیل آپ کو نقد و نظر کی بھی خاص قسم کی صلاحیت و لیاقت عطا کیا تھا۔ تیکھی تنقید کی جھلک آپ بھی ملاحظہ کرتے چلیں۔

تنقید کے جلوے: پیر و مرشد سے توجہ لینا، ان کا اپنے مریدین کو توجہ دینا، اولیائے عظام کے مکاشفہ کو صحیح جاننا اس کا قائل ہونا اور بزرگان دین، مرشدان عظام، اساتذہ کرام، آبائے کرام، بادشاہان اسلام وغیرہم کی دست بوسی و قدمبوسی کو وہابیہ کفر یا شرک کہتے ہیں۔ ان کے اس عقیدہ پر تنقید کرتے ہوئے حضرت ملک العلماء قدس سرہ العزیز بڑے ہی خوبصورت انداز میں تحریر فرماتے ہیں:

..... رہا حضرات وہابیہ کا ان سب باتوں کو کفر یا شرک

جہان ملک العلماء

حضرت ملک العلماء امام احمد رضا رحمہ اللہ عظیم آبادی مظہر کی حیات اور علمی خدمات

کہتا، ان سے ان کی کیا شکایت، مثل مشہور ہے۔ الاناء يتروشح بماء فيه۔ (یعنی برتن سے وہی نکلتا ہے جو اس میں ہوتا ہے) ان بزرگوں کو آپائی ترکہ سلسلہ عن الکتوب عن الدہلوی عن الشہدی عن مجتہد ہفتک السادس، اسی شرک و کفر کا ملا ہے۔ اب اس کے سوا لوگوں کو کیا دیں اور کہاں سے دیں، بات بات میں شرک و کفر نہ ہو تو

الشرطان و الابالسة والد جاجلة اجمعون۔
اشراک نجدین کہ ناحق برسد مذہب معلوم و اہل مذہب معلوم
”فاسلہم اللہ انی یوفکون“ (التوبہ: ۱۳۰) السائقون: ع) اللہ
انہیں مارے کہاں اوندھے جاتے ہیں۔ کنز الایمان واللہ تعالیٰ اعلم۔
(فتاویٰ ملک العلماء ۳۱۵)

اسی سعرت خمام اسین، مجدد مآۃ حاضرہ، سیدی وسندی، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی مدظلہم الاقدس نے اپنی کتاب مستطاب ”الامن والعلی لنا عنی المصطفیٰ بدافع البلا“ میں ساٹھ آیتوں اور تین سو حدیثوں سے ثابت فرمایا کہ مذہب وہابیہ اگر حق ہے تو آدمیوں سے لے کر فرشتوں اور امتوں سے لے کر رسولوں، بندوں سے لے کر خدا تک کوئی شرک سے محفوظ نہیں۔ سب مشرک و مشرک گر ہیں۔ وہ قرآن شریف جو شرک کو بیخ برکنہ کرنے کے لئے آیا، معاذ اللہ ان کے (ان وہابیہ کے) طور پر شرک سے مملو ہے۔ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کہ توحید سکھانے کو مبعوث فرمائے گئے۔ عیاذ اللہ ان کے مذہب پر سب خود مشرک و مشرک گر تھے۔ نعوذ باللہ من شرور

رکھے ہوئے کیا، اگرچہ حصول مقصد انگریزوں کی ہندوستان سے روانگی اور حکومت ہند پر ہنود کے تسلط کے بعد بظاہر سیاست سے علیحدہ ہو گئی ہے، لیکن زمانہ دراز سے مجلس بازاری، رزولوشن سازی کی جو عادت پڑ گئی ہے، ۱۸/۱۹ اگست کے جلسہ میں بھی وہی روش اختیار کی۔ اخباروں سے معلوم ہوتا ہے، کہ جمعیت علمائے ہند کے ۳۵ افراد مراد آباد میں جمع ہوئے۔ لیکن انہوں نے عالمانہ طرز پر عالم ہونے کی حیثیت سے کوئی فتویٰ تحریر نہ کیا، جس کے حکم کو قرآن شریف، حدیث شریف، فقہ کی عبارات سے مدلل کرتے۔ بلکہ سیاسی طرز پر رزولوشن سازی سے کام لیا۔ اگرچہ شرط در شرط کے ساتھ مشروط کرنے کی وجہ سے وہ رزولوشن علمائے محققین کے فتویٰ کے خلاف نہیں، لیکن عوام کو دھوکا اور ہر سال عیدین کے موقع پر ایک

بعد حضور ملک... ہر شخص جانتا ہے، کہ یہ فیصلہ کسی عامی شخص کا نہیں، نہ عوام کی پنچائت کا بلکہ جمعیت العلماء کے تین درجن مولویوں کا متفقہ فیصلہ ہے اور وہ بھی مشروط بشرائط جسے اخبار الجمعہ سنڈے ایڈیشن اور دوسرے اخباروں نے دو سطر کی سرخی کے ساتھ شائع کیا ہے (سرخی یہ ہے)

”رویت ہلال کا اعلان اور شرعی نقطہ نظر۔ چند شرطوں کے ساتھ ریڈیو کے اعلان پر عمل کیا جاسکتا ہے“ آپ اس سرخی پر تبصرہ کرتے ہوئے مزید لکھتے ہیں: ”اس سرخی نے بتایا کہ ریڈیو کے ذریعہ آئی ہوئی خبر جمعیت علمائے ہند کے نزدیک بھی شہادت کی حیثیت نہیں رکھتی، خود اسی مضمون میں ہے: ”ریڈیو کے ذریعہ جو اعلان کیا جاتا ہے، اس کے متعلق یہ تو ظاہر ہے کہ اس کو شہادت کی حیثیت نہیں دی جاسکتی، نہ اعلان کرنے والا اس کو شہادت کے طور پر پیش کر سکتا ہے، نہ شرعی قانون شہادت کی شرطیں اس میں پائی جاتی ہیں۔ اس اطلاع کو اگر خبر کی حیثیت دے دی جائے تب بھی وہ موجودہ صورت میں قابل اعتماد نہیں۔ کیونکہ خبر دینے والا ایک ایسا شخص ہوتا ہے، جس کو نہ سننے والے جانتے ہیں اور نہ اس میں وہ شرطیں موجود ہوتی ہیں، جو شرعی نقطہ نظر سے ایسی خبروں کے لئے ضروری ہیں۔ علاوہ ازیں وہ صرف ایک شخص کی خبر ہوگی، جس کی بناء پر کسی خاص صورت کے علاوہ عام طور پر رویت ہلال کا فیصلہ نہیں کیا جاسکتا۔“

اس عبارت کے متعلق آپ تحریر فرماتے ہیں:

شرطوں کے ساتھ مشروط اور ہر شخص مشروط حکم کے متعلق جانتا ہے کہ اس کی حیثیت خواب میں سلطنت کرنے والے شخص کی ہے۔ جب خواب دیکھ رہا ہے سلطنت کے پورے سامان ہیں، آنکھ کھلی تو ہوا کا میدان۔ یہی حالت مشروط حکم کی ہے۔ اگر شرط پائی گئی حکم برقرار و موجود ورنہ ہباء منثور۔ اذافات الشرط فات المشروط اور جبکہ ایک شرط نہیں، بلکہ چند شرطوں کے ساتھ حکم مشروط ہو تو سب شرطوں کا پایا جانا ضروری ورنہ حکم بے سیاہ مریج کا کافور ہوگا“۔ (ایضاً ص ۱۷۶-۱۷۷)

اس کے بعد آپ نے اس فیصلہ کو تین ٹکڑوں میں تقسیم کر کے ان پر خاص طویل تنقید فرمائی جسے اس مختصر مضمون میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔ اخیر میں آپ نے فرمایا کہ ”میرے خیال میں یہ فیصلہ لسان العصر اکبر الہ آبادی کے اس شعر کا مصداق ہے۔

ہے وہ ہم نقش ہستی ہر چند دل نشیں ہے
دیکھو اسے تو سب کچھ سوچو تو کچھ نہیں ہے (ایضاً ص ۱۷۹)

خلاصہ بحث: کہاں تک بیان کیا جائے اور کیا کیا لکھا جائے۔ حضرت ملک العلماء قدس سرہ العزیز اس قدر جامع شخصیت کے مالک تھے اور آپ کے فتاویٰ ایسے ایسے محاسن و خوبیوں سے مملو و مشون ہیں کہ ان پر جس قدر لکھا جائے، پھر بھی آپ اور آپ کے فتاویٰ کا کما حقہ تعارف کرایا جانا باقی ہی رہے گا۔

☆☆☆

تنویر المصباح ایک تحقیقی مطالعہ

از: مولانا فہیمہ احمد ثقلینی ازہری، پرنسپل دارالعلوم فیضان شاہ ثقلین، قصبہ گمرالہ، ضلع بدایوں شریف، یوپی

حاصل کی اور پچپن سال تک اپنے فتاویٰ کے ذریعہ خلق خدا کو فیضیاب کرتے رہے۔

حضرت ملک العلماء کا علمی قد کیا تھا، تلامذہ امام علامہ میں آپ کا کیا مقام تھا، ہم عصر علماء میں آپ کی کیا پوزیشن تھی، آپ کی ہمہ جہت شخصیت کو جاننے اور سمجھنے کے لئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کا یہ مکتوب گرامی بہت کافی ودانی ہے۔ امام موصوف انجمن حزب الاحناف لاہور کے نام رقم طراز ہیں۔

”مکرمی مولانا مولوی محمد ظفر الدین صاحب قادری سلم فقیر کے یہاں کے اعز طلبا سے ہیں اور میرے بجان عزیز، ابتدائی کتب کے بعد یہیں تحصیل علوم کی اور اب کئی سال سے میرے مدرسے میں مدرس کے علاوہ کار افتاء میں میرے معین ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ جتنی درخواستیں آئی ہوں سب سے یہ زائد ہیں مگر اتنا ضروری کہوں گا: (۱) سنی خالص مخلص نہایت صحیح العقیدہ، ہادی مہدی ہیں۔ (۲) عام درسیات میں بفضلہ تعالیٰ عاجز نہیں۔ (۳) مفتی ہیں۔ (۴) مصنف ہیں۔ (۵) داعظ ہیں۔ (۶) مناظرہ بعونہ تعالیٰ کر سکتے ہیں۔ (۷) علمائے زمانہ میں علم توقیت سے تبا آگاہ ہیں۔“

امام ابن حجر مکی نے ”زواجر“ میں اس علم کو فرض کفایہ لکھا ہے اور اب ہند بلکہ عام بلاد میں یہ علم علماء بلکہ عام مسلمین سے اٹھ گیا ہے، فقیر نے بتوفیق قدیر اس کا احیاء کیا اور سات صاحب بنانا

زمانہ کروٹیں بدلتا رہتا ہے۔ بہار و خزاں کے ہزاروں دور آتے جاتے ہیں۔ رب کریم کے فضل و کرم کی بارش ہوتی ہے۔ اس کا دریائے کرم مؤجرن ہوتا ہے۔ تب کہیں کوئی باکمال ہستی اور ممتاز شخصیت وجود میں آتی ہے جو فضل و کمال کا آفتاب بن کر دکتی اور ماہتاب بن کر چمکتی ہے اور اپنے فیوض و برکات سے عالم کو فیضیاب کرتی ہے۔ عوام و خواص پر اس کا فیضان کرم برستا ہے سبھی اس سے مستفیض ہوتے ہیں۔ مگر جب وقت آتا ہے، تو وہ ذوات قدسیہ آن واحد میں رخصت ہو جاتی ہیں اور ان کے وجود گرامی سے دنیا خالی ہو جاتی ہے۔ وہ فضل و کمال کا آفتاب غروب ہو جاتا ہے اور دنیا تاریک ہو جاتی ہے۔ زمانہ اسی رفتار پر چلتا رہتا ہے۔

انہیں صاحب فضل و کمال اور ممتاز اشخاص میں ایک نمایاں شخصیت اہل سنت و جماعت کے ممتاز عالم دین، جلیل القدر محدث، زبردست مناظر، بلند پایہ محقق، نامور مصنف، بالغ نظر فقیہ اور ماہر مفتی حضور ملک العلماء حضرت علامہ مولانا شاہ محمد ظفر الدین قادری رضوی فاضل بہار ”رحمت حق تعالیٰ علیہ“ (۱۳۸۲ھ) بھی تھے۔

فقہ و فتویٰ نویسی میں آپ کی ثقاہت و مہارت کے ثبوت کے لئے یہ سند کافی ہے کہ آپ نے عالم اسلام کے عبقری فقیہ اور مذہب حنفی کے فقید المثال وکیل اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں حنفی قادری فاضل بریلوی کے زیر سایہ کرم رہ کر فتویٰ نویسی کی تربیت

آخر آپ کے تعلق سے کیوں نہیں لکھا گیا؟ آپ کی حیات و خدمات کا اعتراف کیوں نہیں کیا گیا؟ یہ بات ان رسائل و جرائد اور مجلات کی روشنی میں کہہ رہا ہوں۔ جو میرے پاس موجود ہیں۔ اس پر جتنا بھی افسوس کیا جائے کم ہے۔

حضرت ملک العلماء محافظ سقیت، رضویات کے ماہر اور محقق اول اور مدون اول تھے۔ تلامذہ امام موصوف میں ہر پہلو سے ممتاز اور نمایاں تھے۔ اتنا سب کچھ ہوتے ہوئے اس عبقری شخصیت اور ماہر علوم نادرہ پر اب تک کوئی باضابطہ اور مستقل کام نہ ہوا، جہاں ملک العلماء اس سلسلہ کی پہلی کوشش ہے، جہاں حضور ملک العلماء خواب خرگوش سے بیدار ہوئے اور جہاں ملک العلماء سے پہلے اگر چند کتابیں منظر عام پر آجائیں، تو کتنا بہتر ہوتا اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی بھی توفیق خیر مرحمت فرمائے آمین۔

یہ بہت بڑا المیہ ہے، کہ حضور ملک العلماء کے وارثین اور تلامذہ و خلفاء نے آپ کی تصنیفات کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔ تقریباً نصف صدی گزرنے کے باوجود دو کتابیں بھی اپنی کامل صورت میں ہمارے درمیان موجود نہیں۔ تلامذہ امام موصوف میں حضور ملک العلماء کے علاوہ دوسری کوئی شخصیت ایسی نظر نہیں آتی، جس نے اتنے زیادہ موضوعات پر ہمارے لئے علمی مواد چھوڑا ہو۔ حضور ملک العلماء کی تمام تصنیفات کا مجھے علم نہیں ہے،

ملک العلماء اور رسائل و مجلات

راقم الحروف کے پیش نظر اس وقت اہل سنت و جماعت کے مختلف رسائل و جرائد اور مجلات ہیں، جو کم و بیش گذشتہ نصف صدی پر مشتمل ہیں۔ ۱۹۵۵ء سے لے کر ۲۰۰۰ء تک، جو عارف باللہ حضرت مولانا شاہ شرافت علی میاں نور اللہ مرقدہ قادری مجددی نکرالوی بریلی شریف کی خدمت کے حاضر باش محبوب العلماء مولانا طاہر علی خاں صاحب شرافتی قادری سابق چیئر مین نکرالہ نے راقم الحروف کو عنایت کئے۔ محترم چیئر مین صاحب کا جتنا بھی شکریہ ادا کیا جائے، کم ہے۔ جیسے ماہنامہ نوری کرن بریلی شریف، ماہنامہ سنی لکھنؤ، ماہنامہ تاجدار کائنات رامپور، ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف، ماہنامہ سلطان الہند اجیر معلیٰ، ماہنامہ المیزان بمبئی، ماہنامہ نقیب حق بدایوں، ماہنامہ مظہر حق بدایوں، ماہنامہ مومن بدایوں، ماہنامہ حجاز جدید دہلی، ماہنامہ پاسبان اللہ باد، ماہنامہ فیض الرسول براؤں شریف، ماہنامہ قاری دہلی، استقامت ڈائجسٹ کانپور وغیرہ وغیرہ۔

حضرت ملک العلماء کی تاریخ وصال ۱۹ جمادی الآخریٰ ۱۳۸۳ھ مطابق ۱۸ نومبر ۱۹۶۳ء ہے۔ ان رسائل میں حضرت ملک العلماء کے وصال اور ان کی خدمات کے تعلق سے ایک مضمون بھی نہیں ہے۔ راقم الحروف نے تمام رسائل کا بنظر غائر مطالعہ کیا، مگر مذکورہ بالا رسائل میں کچھ بھی پانے سے محروم رہا۔

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رضی اللہ عنہ کی حیات اور علمی خدمات

(۵) نعرۃ الاصحاب باقسام ایصال الثواب ۱۳۵۲ھ ایصال ثواب کے شرعی طریقے۔ اس میں ایصال ثواب کے پچیس طریقے مع دلائل کتاب و سنت تحریر فرمائے ہیں۔

(۶) مواہب ارواح القدس لکشف حکم العرس ۱۳۲۳ھ عرس کے جواز کا ثبوت۔

راقم الحروف تنویر المصباح کی روشنی میں حضرت ملک العلماء کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کرنے کی کوشش کرے گا۔ آپ کی فقہی بصیرت اور محدثانہ عظمت پر کچھ جرأت ارقام کرے گا۔

حضرت ملک العلماء کا فقہی رسالہ ”تنویر المصباح للقیام عند جی علی الفلاح“ کتاب الصلوٰۃ کا پہلا فتویٰ ہے، جو صفحہ ۸۱ سے صفحہ ۱۰۵ تک تقریباً پچیس صفحات پر مشتمل ہے۔ اس رسالہ کا موضوع یہ ہے کہ جماعت کی نماز میں امام اور مقتدی کب کھڑے ہوں۔

حضرت ملک العلماء نے اس رسالہ کو چھ شکلوں پر تقسیم کیا ہے۔ جس سے کہ زیر بحث مسئلہ ہر جہت سے آشکارا ہو جائے اور مسئلہ کا کوئی پہلو تشنہ نہ رہ جائے۔

شکل اول:

زیر نظر رسالہ کی پہلی شکل یہ ہے کہ امام اور مکبر دونوں ایک ہی شخص ہے اور امام نے مسجد میں آ کر تکبیر شروع کی، تو جب تک تکبیر پوری ختم نہ ہو جائے، مقتدی سب کے سب بیٹھے رہیں، کوئی کھڑا نہ ہو۔ شکل اول کے ثبوت میں حضور ملک العلماء نے سات فقہی کتابوں کے حوالہ جات پیش کئے ہیں۔ مثلاً در مختار، فتاویٰ عالمگیری، فتح اللہ المعین، جاشیہ کنز ملا مسکین، جامع الرموز، بحر الرائق، ملتقى البحر، مجمع الأنهر۔

میری ناقص معلومات کے مطابق آپ کی تصنیفات کی تعداد ستر ہے۔ جو مختلف علوم و فنون پر مشتمل ہیں۔ بعض ایسے علوم ہیں کہ عصر حاضر میں ان علوم کے سمجھنے والے نایاب نہیں، تو کیا اب ضرور ہیں۔ ان علوم کی تعلیم و تعلم کا سلسلہ مدارس سے رخصت ہو چکا ہے۔ آپ نے علم مناظرہ، علم عقائد و کلام، ہیئت و توقیت، منطق و فلسفہ، حدیث، اصول حدیث اور فقہ، اصول فقہ میں شاندار خامہ فرسائی کی ہے، اور ہمارے لئے بیش از قیمت گراں قدر علمی ذخیرہ چھوڑا۔

حضور ملک العلماء جملہ علوم و فنون میں مہارت تامہ اور کامل صلاحیت رکھتے تھے۔ آپ کی شخصیت کا مطالعہ چاہے، جس جہت سے کیا جائے، آپ ہر علم میں امام ہر فن میں یگانہ روزگار تھے۔ آج بھی اگر آپ کی جملہ تصنیفات و تالیفات اشاعت کے مراحل سے گذر کر منظر عام پر آ جائیں، تو آپ آج بھی اہل علم کے اذہان و قلوب پر حکومت کرتے نظر آئیں گے۔

راقم الحروف کی نظر سے اب تک آپ کی دو کتابیں گذری ہیں، ایک فتاویٰ ملک العلماء اور دوسری الجامع الرضوی المعروف بہ صحیح البہاری، فتاویٰ ملک العلماء میں یہ چھ فقہی رسالے بھی شامل ہیں۔

(۱) تنویر المصباح للقیام عند جی علی الفلاح ۱۳۳۰ھ

جماعت کی نماز میں امام اور مقتدی سب کو مکبر کے جی علی الفلاح کہنے کے وقت اٹھنے اور اس سے قبل بیٹھے رہنے کے ندب و استحباب پر یہ رسالہ تصنیف کیا گیا ہے۔

(۲) عید کا چاند ۱۳۷۰ھ رویت ہلال کے مسائل پر ہے۔

(۳) تحفۃ الاحباب فی فتح الکؤۃ والباب ۱۳۳۶ھ کھڑکی کا فیصلہ۔

(۴) اعلام الساجد بصرف جلود الاضحیۃ فی المساجد ۱۳۲۵ھ قربانی کی کھال بچ کر اس کی رقم سے تعمیر مسجد کا حکم

حضور ملک العلماء امام احمد رضا کی نظر میں

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رضی اللہ عنہما کی جبا . اور علی خدمات

شکل دوم:

تویر المصباح کی دوسری شکل یہ ہے کہ امام اور مکبر ایک ہی شخص ہے اور امام نے مسجد میں پہنچنے سے قبل ہی تکبیر شروع کر دی تو تمام ائمہ حنفیہ کا اتفاق ہے کہ مقتدی سب کے سب بیٹھے رہیں، ایک امام مسجد میں داخل نہ ہو۔

زیر نظر رسالہ میں شکل رابع یہ ہے کہ امام و مؤذن دو شخص ہیں اور تکبیر کے وقت امام مسجد میں موجود نہیں اور مسجد میں پورب کی طرف (خلاف جانب قبلہ) سے آ رہا ہے، تو جس جس صف سے آگے گزرے گا، وہ لوگ کھڑے ہو جائیں، تکبیر شروع ہو۔ یا حی علی الفلاح پر پہنچنے کے وقت سب کو کھڑا ہونے کا حکم نہیں۔

ہو چکی ہے۔ بعض مقتدی مسجد میں اس وقت داخل ہوئے، وان و م ہے کہ بیٹھے جائیں اور جب مکبر حی علی الفلاح پر پہنچے، تب کھڑے ہوں اس لئے کہ کھڑے ہو کر انتظار کرنا مکروہ ہے۔ شکل خامس کے ثبوت میں حضور ملک العلماء نو حوالے سپرد قلم فرماتے ہیں۔ فتاویٰ عالمگیریہ، جامع المضمورات، در مختار، ردالمحتار، طحاوی علی مراقی الفلاح قہستانی، وقایہ، جامع الرموز، فتاویٰ بزازیہ، عمدۃ الرعاہ حاشیہ شرح وقایہ۔

شکل ششم:

تکبیر و اقامت کے سلسلہ میں آخری اور چھٹی شکل یہ ہے کہ امام و مقتدی مسجد میں موجود ہیں اور مؤذن غیر امام ہے جو صورت عام طور پر ہوا کرتی ہے تو اس مسئلہ میں ائمہ کرام، فقہاء

جب مقتدی امام کو دیکھ لیں، اس وقت کھڑے ہوں۔ حضور ملک العلماء شکل ثالث کو بھی سات کتابوں کے حوالہ سے مزین کرتے ہیں۔ چار کتابیں علم فقہ سے متعلق ہیں۔ در مختار، فتاویٰ عالمگیریہ، بدائع الصنائع، تبیین الحقائق، شرنبلالیہ دو حوالہ کتب حدیث سے پیش کئے ہیں۔ پہلا حوالہ صحیح البخاری کی مشہور شرح فتح الباری للامام ابن حجر العسقلانی مصری سے نقل کیا ہے۔ جب کہ دوسرا حوالہ امام ابوالحسنات عبدالحی لکھنوی کی عالمی سطح پر مشہور کتاب التعلیق الممجد علی مؤطا امام محمد سے نقل کیا ہے۔ جس میں امام لکھنوی نے بخاری و مسلم کی ایک روایت جس کے راوی اعلیٰ حضرت ابوقادہ رضی اللہ عنہ ہیں سے استدلال کیا ہے اور اپنا یہ موقف حدیث و فقہ کی روشنی میں ثابت کیا ہے۔

شکل چہارم:

اتجی من بركات رضا۔ مہی

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام احمد رضا کی نظر میں آبادی کی حیات اور علمی خدمات

عظام اور مجتہدین ذوق الاحترام کے پانچ اقوال ہیں۔

قول اول:

اس مسئلہ میں پہلا قول سیدنا حضرت امام محمد بن اور یس شافعی مصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امام الشیخ، سیدنا حضرت امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے اور ان کے ساتھ علماء کی ایک جماعت ہے اور وہ قول یہ ہے کہ امام و مقتدی سب کے سب بیٹھے رہیں، صرف مکلم کھڑا ہو اور تکبیر کہے، جب تکبیر سے فارغ ہو جائے، تو تکبیر ختم ہونے کے بعد امام و مقتدی سب کھڑے ہوں۔ امامین کے اس قول کی تائید میں کتب حدیث سے پانچ حوالے پرد قرطاس فرماتے ہیں۔ عمدۃ القاری للامام بدر الدین العینی، ارشاد الساری للامام شہاب الدین القسطلانی، نووی شرح مسلم، التعلیق الممجد علی مؤطا امام محمد، للامام ابی الحسن علی بن ابی طالب

قول سوم:

تیسرا قول سیدنا امام زفر اور سیدنا امام حسن بن زیاد کا ہے، جو قول ثانی سے قریب تر ہے اور وہ یہ ہے کہ جب مؤذن پہلی مرتبہ قد قامت الصلوٰۃ کہے، تو لوگ کھڑے ہو جائیں اور جب دوسری مرتبہ کہے تو نماز شروع کر دیں۔

اس قول ثالث میں چھ حوالہ پرد قرطاس ہیں۔ عمدۃ القاری للامام بدر الدین العینی بدائع الصنائع، رد المحتار، ذخیرہ جامع الرموز، محیط.

قول چہارم:

حضرت ملک العلماء رقم طراز ہیں کہ چوتھا قول امام دارالہجرۃ سیدنا امام مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔ ان کے نزدیک کھڑے ہونے کا کوئی وقت مقرر نہیں، وہ فرماتے ہیں کہ

العسقلانی، عمدۃ القاری للامام بدر الدین العینی، نووی شرح صحیح مسلم، التعلیق الممجد للامام اللکنوی، شرح مؤطا للامام الزرقانی، مذکورہ بالا کتب کی روشنی میں امام مالک اور علماء مالکیہ کے تین قول ہیں۔ (۱) اصل مذہب اور امام مالک کا قول یہ ہے کہ مقتدیوں کو ضعف و قوت کے

چوتھے حوالہ کے ضمن میں ایک روایت ابن منذر اور ایک روایت سعید بن منصور سے بھی نقل کی ہے۔ ساتواں حوالہ مصنف سے نقل کیا ہے مگر یہ ذکر نہیں ہے کہ یہ مصنف ابن ابی شیبہ ہے یا مصنف ابن عبدالرزاق یا اس کے علاوہ کوئی تیسرا۔

الفلاح، الايضاح، تبیین الحقائق، فتح اللہ المعین حاشیہ شرح کنز ملامسکین، بحر الرائق، مجمع الانهر، محیط، فتاویٰ ہندیہ، جامع الرموز، فتاویٰ بزازیہ، حاشیہ شیخ شلبی علی تبیین الحقائق، الوجیز للامام الکردری، مبتغی، الدرر المننتقی شرح الملتقی، عینی شرح کنز، شرح الیاس، مبسوط للامام السرخسی، کتاب الاثار للامام محمد، عمدۃ الرعاہ حاشیہ شرح وقایہ.

حضور ملك العلماء نے "تنویر المصباح للقیام عندحی علی الفلاح" میں ایک سو گیارہ دلائل مع حوالہ تحریر فرمائے ہیں جن میں پچیس حوالے کتب علوم حدیث سے نقل کئے ہیں بقیہ فقہ اصول فقہ کی معروف و مشہور معتبر و مستند کتابوں سے نقل فرمائے ہیں۔ آپ نے اس مسئلہ میں جس شرح و بسط اور تفصیل کے ساتھ کلام کیا ہے، وہ صرف حضرت ملك العلماء کے قلم کا حصہ ہے، ایک سو گیارہ حوالوں کے علاوہ اور بھی ضمنی حوالہ جات موجود ہیں۔ ضمنی حوالوں میں تیرہ حوالے کتب حدیث سے ہیں اور کچھ ضمنی دلائل فقہ اصول فقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

فقہ اور فقہ کی تشریحات کی روشنی میں اور تنویر المصباح کے مطالعہ کی روشنی میں ہم دیکھتے ہیں، تو حضرت ملك العلماء ایک ممتاز فقہ اور زبردست مفتی نظر آتے ہیں۔ فتویٰ تحریر کرتے وقت جب آپ تفسیر و حدیث اور فقہی کتابوں کے حوالے پیش کرنے پر آتے ہیں، تو مستند حوالوں کے انبار لگا دیتے ہیں۔ کتب حدیث، طرق حدیث، اسناد حدیث، اختلاف الفاظ حدیث، اسماء رجال حدیث، تفسیر حدیث اور تصحیح حدیث پر حضور ملك العلماء کی نظر بہت وسیع تھی۔ گیارہ حدیث کی کتابوں سے پچیس سے زائد حوالے

اعتبار سے کھڑے ہونے کا اختیار ہے۔ (۲) عام علماء مالکیہ کا کہنا یہ ہے کہ ابتداء اقامت سے کھڑے ہو جائیں۔ (۳) اکثر علماء مالکیہ کا مذہب یہ ہے کہ تکبیر ختم ہونے کے بعد کھڑے ہوں۔

قول پنجم:

ایام الائمہ سراج الائمہ کشف الغمہ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے شاگرد امام شافعی کے استاذ امام الفقہاء، سیدنا امام محمد بن حسن شیبانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ جب مکبر حی علی الصلوٰۃ کہے اس وقت امام و مقتدی سب کھڑے ہوں۔

حضرت ملك العلماء نے امام اعظم کے مذہب کی تائید میں پچاس کتابوں کے حوالے زینت فتویٰ فرمائے۔ جس میں تقریباً سات کتابیں علوم حدیث سے متعلق ہیں۔ مابقیہ فقہ اصول فقہ سے تعلق رکھتی ہیں وہ چار کتب حدیث یہ ہیں۔ عمدۃ القاری للامام بدر الدین العینی، فتح الباری للامام ابن حجر العسقلانی، نووی شرح صحیح مسلم ارشاد الساری للامام القسطلانی، عون المعبود للامام العظیم آبادی، مرقاة المفاتیح للامام علی القاری، مؤطا للامام محمد۔

مذہب حنفی کی مؤید مابقیہ فقہی کتابیں یہ ہیں۔ تنویر الابصار، رد المختار، کنز الدقائق، نور الايضاح، الاصلاح للوقایہ فی الفروع، فتاویٰ ظہیریہ، بدائع الصنائع در الاحکام، غرر الاحکام، عیون المذہب، فیض، وقایہ، نقایہ، الحاوی للفتاویٰ المختار، ملتقی الابحر، ذخیرہ، مراقی الفلاح، طحطاوی علی مراقی

فیصلہ کیا کہ حضرت علامہ ساحل سہرا می نے فتاویٰ ملک العلماء بہت عجلت اور لا پرواہی سے شائع کیا ہے۔ بغیر پروف ریڈنگ اور نظر ثانی کئے بغیر شائع کر دیا ہے اور اس رسالہ میں پروف ریڈنگ کی تمیں غلطیاں ہیں، جو اس بات کا روشن ثبوت ہے کہ سہرا می صاحب نے اشاعت میں توجہ سے کام نہیں لیا ہے، آپ کی خدمت میں بصد ادب و احترام عرض ہے کہ آئندہ ایڈیشن میں اس کا خیال رکھیں، اگر میری تحریر باعث آزار ہو، تو گستاخی معاف فرمائیں۔

کچھ صحیح البہاری کے بارے میں:

جب ہم کتب حدیث کے مدونات و مصنفات پر نظر ڈالتے ہیں، تو کوئی ایسا مجموعہ حدیث نظر نہیں آتا، جو فقہ حنفی کی متدل احادیث کا مجموعہ ہو۔ صحاح ستہ اور دیگر کتب حدیث سب کی سب علماء شوافع کی ہیں۔ جن میں احناف کی مؤید احادیث نہیں ہیں۔ اگر ہیں بھی تو رد و انکار کے ساتھ۔ جس کی وجہ سے آج پوری دنیا میں مسلک حنفی متہم ہے اور یہ الزام عائد کیا جاتا ہے کہ مسلک حنفی ذاتی آراء اور قیاس پر مبنی ہے۔ قیاسی، صاحب الرائے اور اہل الرائے جیسے نازیبا کلمات کا استعمال کیا جاتا ہے کہ احناف کا حدیث سے دور کا بھی رشتہ نہیں ہے۔ حد تو یہ ہے کہ امام ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنفہ میں مستقل ایک باب اسی موضوع پر رکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ علم حدیث سے کورے تھے۔ اسی طرح کے بعض مسائل امام خطیب بغدادی نے بھی اپنی کتاب تاریخ بغداد اور دیگر کتابوں میں بھی اٹھائے ہیں۔ اس طرح کے اعتراضات کے جوابات امام زاہد الکوثری دمشقی نے النکت الطریفہ اور تانیب الخطیب میں کافی و شافی دیئے ہیں۔ بلفظ دیگر اینٹ کا جواب بندوق سے دیا ہے۔ امام زاہد الکوثری دمشقی نے اپنی دیگر تصنیفات اور ان کے تلمیذ رشید علامہ عبدالفتاح ابو غدہ زاہدی حلبی نے اپنی تمام تصنیفات میں

اسی رسالہ میں موجود ہیں۔ ایک مضمون کی متعدد حدیثیں مختلف طرق سے پیش کر جاتے ہیں۔ حضرت ملک العلماء کے فتویٰ میں فقہی مراجع بھی کثرت سے ملتے ہیں، جو آپ کے علم اور وسعت مطالعہ کا روشن ثبوت ہے۔

زیر نظر رسالہ اس بات پر شاہد عدل ہے کہ آپ سرف مذہب حنفی کے ماہر اور مفتی نہ تھے، بلکہ مذاہب اربعہ پر مالہ ماطلیہ حاوی تھے۔ ائمہ اربعہ کے علاوہ دیگر ائمہ کرام کے مسلک اختلاف مذاہب اور ان کی متدل احادیث آپ کے سامنے ایک کھلی کتاب تھی آپ نے ہر شق اور ہر پہلو پر اتنی زبردست بحث کی ہے کہ معترض اور مخالف کو مجال دم زدن نہیں رہتا اور نہ اس کے پاس اعتراض کے لئے کوئی موقع رہتا ہے۔

ڈاکٹر محمد مختار الدین احمد آرزو ”تنویر المصباح“ کے تعلق سے مقدمہ صحیح البہاری میں ارقام فرماتے ہیں کہ اس رسالہ پر ایک سو اسی مشاہیر علماء ہند کی تصدیقات موجود ہیں، مگر یہ تصدیقات ”فتاویٰ ملک العلماء“ میں اس رسالہ کے ساتھ شائع نہیں ہوئی ہیں۔ اگر وہ موجود ہوتیں، تو ناظرین وقارئین ان کی زیارت کرتے اور اس رسالہ کی قدر و منزلت اور اہمیت میں مزید اضافہ ہوتا۔ جب وہ تصدیقات اس رسالہ کی زینت ہیں، آخر انہیں شامل اشاعت کیوں نہیں کیا گیا؟

ایک نظر ادھر بھی:

تمام اہل سنت و جماعت کی یہ حرماں نصیبی اور محروم الفیضی ہے کہ تصانیف حضور ملک العلماء کی اشاعت نہ کر سکے اور آپ کے علمی فیوض و برکات سے مستفید و مستفیض نہ ہو سکے۔ مشکل تمام ”صحیح البہاری جلد دوم“ اور ”فتاویٰ ملک العلماء“ منظر عام پر آسکے، راقم الحروف نے ”تنویر المصباح“ کے مطالعہ کے بعد یہ

گئے اور جب فقہ حنفی کی مؤید و مستدل احادیث کی زیارت کریں گے، تو متعجب اور حیران بھی ہوں گے۔

جملہ علماء کرام اہل سنت و جماعت کی خدمت میں بھد ادب و احترام بعد از قدم بوسی عرض ہے کہ صحیح البہاری کو اولین فرصت میں تخریج کر کے شائع کرنے کا عزم مہم فرمائیں اور فقہ حنفی کی خدمت میں ایک نئے باب کا اضافہ کریں اور اصناف کے مخالفین کا منہ بند کر دیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ملک العلماء کے مشن کو آگے بڑھانے کی توفیق رفیق مرحمت فرمائے اور آپ کے علمی و روحانی فیوض و برکات سے مستفیض فرمائے۔ آمین۔

☆☆☆

کہ آپ نے تنہا عمر عزیز کا بیشتر حصہ اس کتاب کی جمع و تدوین اور ترتیب میں صرف کیا اور فقہ حنفی کی مستدل احادیث جمع کیں اور اس بات کو ثابت کر دکھایا کہ اصول فقہ حنفی کے تمام جزئیات اور قواعد احادیث میں موجود ہیں اور مذہب حنفی کی بنیاد کتاب و سنت پر ہے۔ صاحب ثروت علماء کرام اسباب و وسائل کے حاملین مشائخ عظام کے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ اولین فرصت میں ”الجامع الرضوی المعروف بصحیح البہاری“ کی اشاعت کے بارے میں غورو فکر کریں۔ جلد دوم جس حالت میں ہمارے سامنے موجود ہے، اس سے مقصد پورا نہیں ہو سکتا، بلکہ عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق جدید طرز پر تخریج، تبویب اور ترتیب کی اشد ضرورت ہے۔ جب ہم عالم اسلام کے علمی مرکز کعبۃ العلم والعلماء منارة العلم ”جامعہ الازہر

ملک العلماء خود ارشاد فرماتے ہیں:
”حضور اعلیٰ حضرت نے مجھے اپنے تمام علوم کا وارث بنایا ہے۔“

ملک العلماء اور عرس کی شرعی حیثیت

از قلم: مفتی ال مصطفیٰ مصباحی کٹیہاری، جامعہ امجدیہ گھوسی

ہوئے تو چند صفحے بعد مقبولان بارگاہ الہی کو سفارشی ماننے والے مسلمانوں پر کفر و شرک کا فتویٰ اس طرح صادر کیا۔ ”جو کوئی کسی سے یہ معاملہ (پکارنا، منت، مانگنا، نذر و نیاز کرنا، وکیل اور سفارشی ماننا) کرے گا گو کہ اس کو اللہ کا بندہ اور مخلوق ہی سمجھے۔ سو ابوجہل اور وہ شرک میں برابر ہے۔“ (ص: ۱۰)

عرس و اعراس کا معاملہ شرک و بدعت ہی تک محدود نہیں رکھا گیا۔ بلکہ اس سے بڑھ کر ستم ظریفی یہ ہوئی کہ ابن عبدالوہاب نجدی کی طرح مولوی اسماعیل دہلوی نے بھی اولیاء کرام کے مزارات کو بت خانوں سے تعبیر کیا۔ حتیٰ کہ دہلی کے جلیل القدر بزرگ حضرت نظام الدین اولیاء کے مزار پاک کو ڈھانے کی مکمل سازش بھی کر لی۔ چنانچہ وحید احمد مسعود اپنی تصنیف ’سید احمد شہید کی اصل تصویر‘ میں رقم طراز ہیں:

”تقویۃ الایمان اور صراطِ مستقیم نامی کتابوں کا ذکر کرتے ہی خانقاہی حلقے وہابیت کے خطرے سے چونک پڑتے ہیں، اور ان کے سامنے وہ روایت آجاتی ہے کہ شاہ اسماعیل جب سکھوں سے لڑنے جانے لگے، تو دہلی میں انہوں نے درگاہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کی بابت کہا۔ ”سکھوں کی مہم سے فارغ ہو جاؤں، تو اس بت خانے کو بھی ڈھاؤں گا۔“ (ص: ۸، ۹)

یہ ہے وہابیت کی ترویج و تبلیغ! جس سے ہر زندہ ضمیر اور صحت مند شعور رکھنے والا آدمی بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ جس مذہب کی

عرس و فاتحہ اور میلاد و قیام کا تعلق اصول عقائد سے نہیں، بلکہ یہ فروعی مسائل ہیں۔ اہل سنت انہیں فرض اور واجب بھی نہیں کہتے صرف جائز و مستحسن مانتے ہیں۔ لیکن وہابیہ انہیں نہ صرف حرام و ناجائز بلکہ کفر و شرک گردانتے ہیں۔ اسی وجہ سے وہ ساری دنیا کے مسلمانوں کو کافر و مشرک سمجھتے ہیں۔ اس لحاظ سے یہ مسائل اہمیت کے حامل ہیں کہ ان کی اصلیت و حقیقت سے نا آشنائی نے مخالفین کو تکفیر مسلم جیسے عظیم ترین وبال و گناہ میں مبتلا کر رکھا ہے۔ ان کی افترا پرداز یوں، گستاخوں سے نہ ذاتِ باری محفوظ رہی اور نہ ہی انبیائے کرام اور اولیائے عظام کا دامن عصمت و عظمت مامون و محفوظ رہا۔ اور ان افکار فاسدہ اور عقائد باطلہ کی ترویج کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمان مختلف ٹولوں میں بٹ گئے۔ امتِ مسلمہ کی وحدت و یگانگت کا شیرازہ منتشر ہو کر رہ گیا، اور امت کی تعمیر صلاحیت تخریب کی نذر ہو گئی۔

عرس سے متعلق سردست چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیں جن سے ان کے عقائد و افکار کا بھرپور اندازہ ہوگا۔

مولوی اسماعیل دہلوی ”تقویۃ الایمان“ میں لکھتے ہیں: مشکل کے وقت پیروں، پیغمبروں، اماموں، شہیدوں اور فرشتوں کو پکارنا شرک، ان سے مرادیں مانگنا شرک، منتیں مانگنا شرک، حاجت برآری کے لیے ان کی نذر و نیاز شرک۔ (ملخصاً ص: ۵)

صاحب ”تقویۃ الایمان“ جب اس وضاحت سے مطمئن نہ

الولد الأغر قرۃ عینی وبہائی و دینی الفاضل المولوی
ظفر الدین جعلہ اللہ کاسمہ ظفر الدین ومن حماة السنن
و محاة الفتن و کماة المؤیدین للدين المتین و نفعہ بعلمہ
و المسلمین آمین الخ (ص ۴۳)

ترجمہ: میں نے صاحب فضل و شرف ولد اعز روشن ضمیر
میری آنکھوں کی ٹھنڈک اور میری رونق و زینت فاضل جلیل مولوی
ظفر الدین کے اس قیمتی رسالہ کو سنا۔ اللہ تعالیٰ ان کو ان کے نام
ظفر الدین کی طرح اسم باسما بنائے اور ان کو سنن کے حامیوں اور
فتنوں کو مٹانے والوں اور دین کے محافظوں میں سے بنائے اور ان
کے علم سے ان کو اور مسلمانوں کو فائدہ پہنچائے۔ آمین (۱۲ مترجم)
اب آئیے! کتاب کی تفصیلات سے قبل اس کا اجمالی خاکہ
ملاحظہ فرمائیں تاکہ اصل کتاب کے سمجھنے میں دشواری نہ ہو۔

عرس کی حقیقت:

ہر سال بزرگان دین کی تاریخ وفات پر حاضر ہو کر ان کے
لیے فاتحہ پڑھنا، قرآن کی تلاوت کرنا، صدقات و خیرات کرنا، چادر
پوشی و گل پاشی کرنا مسلمانوں کے نزدیک عرس کہلاتا ہے۔
اس سے معلوم ہوا کہ عرس چند امور کے مجموعے کا نام ہے۔
(۱) تاریخ کی تعیین و تخصیص (۲) ایصالِ ثواب، فاتحہ، قرآن خوانی
(۳) مزار پر چادر پوشی و گل پاشی، اور یہ تمام چیزیں بجائے خود جائز
و درست ہیں۔

(۱) سال میں کوئی تاریخ عرس کیلئے متعین کر لینا۔ تخصیص و
تعیین دو طرح کی ہوتی ہے۔ (۱) شرعی (۲) عادی۔ پھر شرعی کی دو
قسمیں ہیں۔ (۱) شرعی غیر منفک (۲) شرعی منفک۔

تخصیص شرعی غیر منفک:

شریعت کی جانب سے ایسی تخصیص کہ مخصوص ایام کے علاوہ

بنیاد اللہ و رسول کی شان میں گستاخی اور اولیائے کرام کی بے حرمتی پر
ہو اس مذہب کے عقائد و نظریات کیا ہوں گے؟ اگر ایسا عقیدہ
رکھنے والا شخص عرس و فاتحہ یا میلاد و قیام کو شرک و بدعت قرار دیتا ہو،
تو یہ کوئی تعجب خیز امر نہیں۔

علمائے اہلسنت نے تحریر و تقریر کے ذریعہ ہر دور میں ان افکار
فاسدہ اور عقائد باطلہ کا ردِ بلیغ کیا اور قوم مسلم کی صحیح رہبری فرمائی۔
عرس سے متعلق زیر نظر کتاب 'موہب ارواح القدس
لکشف حکم العرس' ملک العلماء علامہ سید محمد ظفر الدین
فاضل بہاری علیہ الرحمہ کی ہے، جو ایک بالغ نظر مفکر اور دیدہ و روشنی
و محدث تھے۔ جنہوں نے امام اہل سنت اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ
سے براہ راست علمی و روحانی فیوض حاصل کر کے اپنے کو مستنیر کیا۔
مختلف علوم و فنون پر ان کی تحقیقی تصانیف ان کے علم و فضل کی کھلی
شہادت دیتی ہیں۔ ملک العلماء علیہ الرحمہ کی تصانیف کی سب سے
اہم خصوصیت یہ ہے کہ انداز تحریر اور طریق استدلال میں امام اہل
سنت علیہ الرحمہ والرضوان کی فکر بلیغ کی جھلک محسوس ہوتی ہے۔
جس مسئلہ پر گفتگو کرتے ہیں، اس کے تمام اطراف و جوانب اور
مضمرات و نتائج پر سیر حاصل بحث ہوتی ہے۔ کوئی گوشہ تشنہ تکمیل
نہیں رہتا۔ عرس کا موضوع ایک خشک موضوع ہے۔ مگر ایک استفتاء
کے جواب میں آپ نے اس مسئلہ پر جس نئے اسلوب کے ساتھ
بحث کی ہے اور اپنے موقف و مسلک کو جن دلائل و شواہد کے ساتھ
مبرہن کیا ہے، وہ آپ ہی کا حصہ ہے۔ کتاب کی اہمیت و افادیت
اور صاحب کتاب کی بصیرت و بصارت پر اس سے بڑھ کر اور کیا
دلیل ہوگی کہ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ والرضوان نے
ان الفاظ کریمہ کے ساتھ اس کی تصدیق جلیل فرمائی ہے۔

سمعت هذه الرسالة الغلالة لذي فضل و نبالة

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی دہلی کی حیات اور علمی خدمات

علیہ وسلم ہر سال کے سرے پر شہدائے اُحد کی قبروں پر تشریف لے جاتے تھے۔ (۱۲ مترجم)

حضرت انس بن مالک کی ایک روایت میں ہے کہ خلفائے راشدین کا بھی یہی عمل تھا۔ مسلم شریف میں پیر کے دن روزہ رکھ

درست ہی نہ ہو۔ جیسے ایام نحر قربانی کے لیے۔

تخصیص شرعی منفق:

شرعاً تخصیص تو ہو۔ مگر ایام مخصوصہ یا اوقات مخصوصہ کے علاوہ دیگر اوقات میں بھی درست ہو۔ جیسے روزہ، نماز وغیرہ۔

ہوئی۔ (۱۲ مترجم)

الغرض یہ سب توقیعات عادیہ سے ہیں، جس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ان مخصوص ایام کے علاوہ دوسرے ایام میں درست نہیں، یا دوسرے ایام میں ثواب کم ہوگا۔ اسی طرح عرس کے لیے یوم رحلت کی تعیین و تخصیص جس کو نہ کوئی فرض سمجھتا ہے نہ ہی واجب۔

البتہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کی سنت ضرور ہے۔ کَمَا مَرَّ اور جس کے بارے میں ارشاد نبوی ہے۔ "علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدين المہدیین۔" تم پر میری اور میرے خلفائے راشدین کی سنت کی پیروی لازم ہے۔

(۲) ایصالِ ثواب، قرآن خوانی وغیرہ تمام علمائے اہل حق کا متفقہ فیصلہ ہے کہ مردوں کو زندوں کے اعمال خیر کا ثواب ملتا ہے۔ عہد رسالت میں ایصالِ ثواب کے مختلف طریقے رائج تھے۔

مساجد میں جماعت کے لیے وقت سین کیا جاتا ہے، تاکہ نمازی وقت پر حاضر ہو کر جماعت سے نماز ادا کر سکیں۔ کیا تبلیغی جماعت کے "اجتماع" کی تاریخ متعین نہیں کی جاتی؟ کیا دیوبندیوں کے جلسے جلوس کی تاریخ متعین نہیں ہوتی۔ ضرور ہوتی ہے، مگر یہاں معاملہ یہ ہے کہ۔ ع

جو بات کہیں فخر وہی بات کہیں لنگ

عرس کا دن اس لیے مقرر کیا جاتا ہے کہ وہ دن اُن کی وفات کی یاد دلاتا ہے۔ کوئی مسلمان تعیین یوم کو واجب نہیں سمجھتا۔ اس طرح کے افعال میں تعیین یوم خود سرور کائنات ﷺ سے ثابت ہے..... چنانچہ علامہ شامی رد المحتار میں فرماتے ہیں:

روی ابن ابی شیبہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یأتی قبور الشهداء بأحد علی رأس کل حول۔ (رد المحتار، باب زیارة القبور، ج ۱)

ترجمہ: ابن ابی شیبہ نے روایت کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ

قال فی فتاوی الحجۃ وتکرہ الستور علی القبور ولكن نحن نقول الآن اذا قصد به التعظیم فی عیون العامة حتی لا یحتقروا صاحب القبر بل لجلب الخشوع والادب للغافلین الزائرین فهو جائز لان "الاعمال بالنیات"۔ (ج ۱ ص: ۳۹۳)

ترجمہ: فتاویٰ حجہ میں کہا ہے کہ چادر قبروں پر مکروہ ہیں۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ آج کل جب کہ عوام کی نظر میں تعظیم مقصود ہو کہ وہ صاحب قبر کو حقیر نہ جانیں، بلکہ حضور دل اور غافل زائرین کا ادب مطلوب ہو تو جائز ہے۔ کیونکہ عمل کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔ (۱۲ مترجم) رہی گل پوشی، اس کی اصل یہ حدیث نبوی ہے۔

عن ابن عباس قال مرّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بقبرین فقال انھما لیعذبان وما یعذبان فی کبیر اما احدھما فکان لا یستترہ من البول واما الآخر فکان یمشی بالنمیمۃ ثم اخذ جریرۃ رطبة فشقھا بنصفین ثم غرز فی کلّ قبر واحدۃ قالوا اما صنعت هذا فقال لعلہ ان یخفف عنھما مالہم یبسا۔ (مشکوٰۃ باب آداب الخلاص ۴۲، مسلم ج ۱ ص ۱۴۱)

ترجمہ: حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ کا دو قبروں پر گزر ہوا۔ فرمایا ان دونوں قبر والوں پر عذاب ہو رہا ہے۔ اور یہ عذاب کسی بڑی چیز سے نہیں ہو رہا ہے۔ ایک تو پیشاب کے چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغلی کیا کرتا تھا۔ پھر آپ نے ایک تر شاخ لی اور اس کو پھاڑ کر ایک ایک دونوں قبروں پر گاڑ دی۔ صحابہ نے عرض کیا آپ نے ایسا کیوں کیا؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا جب تک یہ خشک نہ ہوں گی ان کے عذاب میں تخفیف ہوتی رہے گی۔ (۱۲ مترجم) اس سے ثابت ہوا کہ تر پھول مزار پر ڈالنا جائز و مستحسن

جس کی قدرے تفصیل حضرت انس کی روایت میں ملتی ہے۔ وہ روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ!

انا نتصدق عن موت ونحج عنھم وندعو الھم فھل یصل الیھم ذلک فقال نعم انہ یصل الیھم ویفرحون کما یفرح احدکم بالطبق اذا اھدی الیہ۔ ہم میت کی طرف سے صدقہ دیتے، حج کرتے اور دعا کرتے ہیں، تو کیا ان سب کا ثواب ان کو پہنچتا ہے۔ فرمایا ہاں! ضرور پہنچتا ہے اور اس سے وہ خوش ہوتے ہیں، جس طرح تم ہدیہ ملنے پر خوش ہوتے ہو۔ (۱۲ مترجم) خود دیوبندیوں کے پیشوا خلیل احمد پٹنہوی نے براہین قاطعہ میں لکھا ہے:

اور مسلم تمام امت کا ہے کہ ایصالِ ثواب مستحسن اور مندوب ہے۔ (ص: ۱۳۷)

رہا ایصالِ ثواب کا مروجہ طریقہ جس میں کھانے کی چیزیں سامنے رکھ کر قرآن کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں، یہ بھی بلاشبہ جائز و مستحسن ہیں۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فتاویٰ عزیز یہ میں تحریر فرماتے ہیں:

”طعام یہ کہ ثواب آں نیاز حضرت اما میں نمایند بر آں نقل و فاتحہ و درود خواندن متبرک می شود و خوردن بسیار خوب است۔“ (ص: ۷۵)

ترجمہ: یعنی جس کھانے پر حضرت حسنین کریمین کا نیاز کریں۔ اس پر نقل و فاتحہ اور درود پڑھنا باعث برکت و ثواب ہے اور اس کا کھانا بہت اچھا ہے۔

(۳) مزار پر چادر و گل پاشی۔ یہ دونوں چیزیں بھی مستحسن ہیں۔ چادر پوشی کے سلسلہ میں علامہ شامی یوں رقم طراز ہیں:

ہے۔ ان اقوال وارشادات کی روشنی میں بخوبی سمجھا جاسکتا ہے کہ عرس میں ہونے والے تمام تقریبات انفرادی طور پر مستحسن اور باعث برکت و ثواب ہیں۔ اس کے باوجود عرس کو ناجائز و حرام یا شرک و بدعت قرار دینا ایسے ہی ہے، جیسے کوئی شخص دودھ، شکر،

می شود۔“ (فتاویٰ عزیز یہ ص ۴۰۱)
ترجمہ: قبروں پر سال میں ایک دن متعین کر کے جانے کی دوسری صورت یہ ہے کہ اجتماعی شکل میں بہت سے لوگ جمع ہوں اور ختم قرآن کریں، اور شیرینی یا کھانے پر فاتحہ دے کر حاضرین میں تقسیم کر دیا جائے۔

مشائخ اور دنیا کے مسلمانوں کا عمل اس کے بدعتِ حسنہ ہونے پر شاہد ہے۔ چنانچہ سنی اور دیوبندی دونوں کے معتمد علیہ بزرگ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فتاویٰ عزیز یہ میں رقم طراز ہیں:

اذہان منور کیجیے۔ اللہ عزوجل تمام مسلمانوں کو قبولِ حق کی توفیق رفیق عطا فرمائے۔ آمین، بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

☆☆☆

”دوم آنکہ بہ ہیئت اجتماعیہ مردماں کثیر جمع شوند و ختم کلام اللہ کنند و فاتحہ بر شیرینی نمودہ تقسیم در میان حاضران نمایند ایں معمول در زمانہ پیغمبر خدا و خلفاء راشدین نہ بود، اگر کسے ایں طور مکند ہا کے نیست زیرا کہ دریں قسم تیج نیست بلکہ فائدہ احیاء و اموات را حاصل

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فتاویٰ عزیز یہ میں تحریر فرماتے ہیں:
”طعام یہ کہ ثواب آن نیاز حضرت امامین نمایند بر آن قل و فاتحہ و درود خواندن متبرک می شود و خوردن بسیار خوب است۔“

(مفتی ال مصطفیٰ رضوی)

نصرة الاصحاب: تعارف و جائزہ

از قلم: مولانا محمد امتیاز رضا مصباحی، مبارکپور

مثال ہے۔ یہ اس کتاب کی پانچویں اشاعت ہے، جس کا سہرا خالص مذہبی، دینی و ملی ادارہ الجمع الاسلامی کے سر ہے۔ اس سے قبل یہ کتاب 1354ھ میں ملک العلماء کی حیات ہی میں پٹنہ سے شائع ہوئی۔ اس کا دوسرا ایڈیشن ادارہ احسن المعارف کانپور سے مولانا محمد ادریس رفاقتی کے اہتمام سے 1385ھ میں شائع ہوا۔ اس ایڈیشن کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں فارسی عبارتوں کا ترجمہ بھی مولانا محمد یوسف عظیم آبادی (مدرس مدرسہ احسن المدارس) کانپور نے کر دیا ہے، پھر اسی دوسرے ایڈیشن کا عکس الجمع العلمي ہزاری باغ بہار سے شائع ہوا، اور اس کا ایک ایڈیشن پاکستان سے بھی شائع ہو چکا ہے۔ اس پانچویں ایڈیشن کی اشاعت کا اہتمام مولانا نصر اللہ رضوی رکن الجمع الاسلامی مبارک پور نے کیا ہے۔ کتاب کی اہمیت کا اندازہ اس کے مطالعہ ہی سے لگایا جاسکتا ہے۔

اس کتاب میں ایصال ثواب کے ان شرعی طریقوں کا ذکر ہے، جن طرق کی تعداد پچیس تک پہنچتی ہے۔ ان میں سے جس طریقہ پر بھی عمل کیا جائے، میت کو ثواب ملے گا، جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

(پہلا طریقہ) سورہ یسین شریف پڑھنا، جس کا کرنا مرنے کے بعد بلکہ وقت احتضار ہی سے ثابت ہے، (دوسرا طریقہ) بزرگوں کی میت کو چومنا اور بوسہ دینا (تیسرا طریقہ) کسی بزرگ کے پہنے ہوئے تبرک کپڑے میں دفن دینا (چوتھا طریقہ) میت

پیش نظر کتاب امام العصر ملک العلماء حضرت علامہ مفتی سید محمد ظفر الدین بہاری عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۸۳ھ/۱۹۶۲ء) کی وقیع اور گراں قدر تصنیفات میں سے ایک ہے۔ انہوں نے اس کتاب کو بڑی دقت نظر اور دیدہ ریزی کے ساتھ قلیل عرصہ میں مرتب کیا ہے۔ موصوف خلفائے اعلیٰ حضرت میں خصوصی امتیاز کے حامل ہیں، خلیفہ ہی نہیں، ان کے فیضان علوم نبوی سے استفادہ کرنے والوں میں بھی سرفہرست ہیں۔ اعلیٰ حضرت انہیں بے حد عزیز رکھتے۔ ملک العلماء کا خطاب خود آپ ہی نے دیا ہے۔ 55 برس تک درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا اور حکمت کے گنجینے خوب لٹائے، اس دوران اہم اور مستند کتابیں بھی تصنیف کیں۔ ان میں سے زیادہ تر زیور طبع سے آراستہ نہ ہو سکیں اور بعض قلمی نسخے کی صورت میں محفوظ ہیں۔ کچھ ہی کتابیں ہیں جو طباعت کے مرحلے سے گزر کر منظر عام پر آچکی ہیں۔

زیر تبصرہ کتاب ایسی ہی معتبر اور گراں مایہ شخصیت سے منسوب ہے، اس کتاب کا نام ”نصرة الاصحاب باقسام ایصال الثواب“ معروف بہ ”ایصال ثواب کے طریقے“ ہے، جو 1354ھ کی تصنیف ہے۔ یہ کتاب 164 صفحات پر پھیلی ہوئی ہے، ابتدا میں پیش لفظ کے بعد سات صفحات پر مصلح قوم و ملت مولانا عبدالمبین نعمانی مصباحی رکن الجمع الاسلامی مبارک پور کا ایک وقیع مضمون ہے، جو ملک العلماء کے مختصر تعارف کے حوالے سے بے

جهان ملک العلماء

حضرت علامہ امام احمد رضا رحمہ اللہ کی زندگی اور خدمات

طریقہ) میت کی طرف سے صدقہ کرنا۔ (بھیسواں طریقہ) میت کی طرف سے قربانی کرنا۔

میت کو ثواب پہنچانے کے ان بھیس طریقوں کو نہایت ہی جامع اور دل پذیر انداز میں قرآن و حدیث اور محدثین و مفسرین، علماء ائمہ کرام و صوفیہ اعلام کے اقوال سے حزن ناکا ہے، اس کتاب کے مطالعہ سے ایصال ثواب کے تعلق سے تمام حقائق منکشف ہو جاتے ہیں، جن میں صحت روایت و درایت کے ساتھ خلوص و عقیدت کی چاشنی بھی شامل ہے۔ ایصال ثواب کے ثبوت اور اس کے طریقوں کے تعلق سے اس طرح مبرہن اور مدلل کتاب دیکھنے میں نہیں آئی۔ مصنف کی دیگر کتابوں کی طرف یہ کتاب بھی تحقیق و تدقیق کے اعلیٰ معیار پر فائز ہے۔

مسلمانوں میں ایک جماعت ایسی بھی ہے جو اسلام دشمن عناصر کے اشاروں پر سرے سے ایصال ثواب ہی کا انکار کر بیٹھی۔ حالانکہ اسے قرن اول سے ہی مستحسن اور کار خیر شمار کیا جاتا رہا ہے اور جس پر صحابہ و تابعین، اہل بیت کرام اور ائمہ دین کا ہمیشہ سے عمل رہا ہے اور کچھ ایسے افراد بھی ہوئے جنہوں نے انکار تو نہیں کیا لیکن تذبذب کا شکار ضرور ہوئے۔ انہیں لوگوں میں بہار کی مشہور و معروف خانقاہ عماد یہ مجیبہ، پھلواری شریف کے ایک فرد مولانا محمد الدین تمنا عمادی بھی ہیں، انہیں ایصال ثواب کے طریقوں میں کسی باہری اثر کی وجہ سے شک پڑ گیا۔ اس لئے انہوں نے رفع شک کے لئے جامعہ اسلامیہ ٹرسٹ الہدیٰ پٹنہ کے اساتذہ کی خدمت میں سوال نامہ بھیجا۔ اساتذہ نے خود جواب نہ دے کر یہ سوال نامہ اسی مدرسہ میں ہیئت و حدیث کے ممتاز استاذ امام العصر ملک العلماء حضرت مولانا سید ظفر الدین قادری رضوی قدس سرہ کی بارگاہ میں پیش کر دیا۔ موصوف نے نقلیل مدت میں اس استفتاء کے جواب میں دلائل و

کے کفن پر کوئی آیت کریمہ، کلمہ طیبہ یا عہد نامہ یا کوئی دعا لکھنا (پانچواں طریقہ) جنازہ کو دیکھ کر تعریف کرنا اور میت کی خوبیوں کو بیان کرنا (چھٹا طریقہ) نماز جنازہ پڑھنا اور بکثیر مصلیان مطلوب و مرغوب ہے، اس لئے یہ نمازی اس میت کا سفارشی ہے اور کثرت سفارش ابیت کی دلیل ہے، (ساتواں طریقہ) مقدس جگہوں اور صالحین کے پڑوس میں دفن کرنا، (آٹھواں طریقہ) جب قبر تیار ہو تو تھوڑی دیر اس قبر میں کوئی بزرگ بیٹھیں یا بیٹھیں اور کوئی دعا یا قرآن شریف کی کوئی سورہ یا آیت پڑھیں، اس کے بعد مردے کو دفن کر دیں، (نواں طریقہ) قبر پر پانی چھڑکنا، (دسواں طریقہ) بعد دفن میت کو تلقین کرنا، (گیارہواں طریقہ) دعائے نعت کرنا، (بارہواں طریقہ) بعد دفن قبر پر اذان دینا (تیرہواں طریقہ) قبر کے اوپر کھجور کی شاخ یا کوئی لکڑی یا کوئی سبزی وغیرہ رکھنا، (چودھواں طریقہ) دفن کے بعد سر ہانے فاتحہ بقرہ اور پانچویں خاتمہ سورہ بقرہ پڑھنا، (پندرہواں طریقہ) قبر کے پاس اتنی دیر تک ٹھہرنا کہ اونٹ ذبح کر کے تقسیم کیا جاسکے، (سولہواں طریقہ) زیارت قبور کرنا، خصوصاً اپنے اعزاء و اقارب اور جانے پہچانے شخص کی قبر پر جانا کہ اس سے مردہ کو انس حاصل ہوتا ہے، (سترہواں طریقہ) انہر شب قبرستان جا کر مردوں کے لئے دعا کرنا، (اٹھارہواں طریقہ) جمعہ، جمعرات کے دن خصوصاً والدین کی قبر کی زیارت کرنا، (انیسواں طریقہ) سال بہ سال ہر سال پر زیارت کو جانا، (بیسواں طریقہ) ستر ہزار بار کلمہ طیبہ پڑھ کر اس کا ثواب مردے کو بخشنا کہ امین مغفرت ہے، (ایکسواں طریقہ) قرآن شریف پڑھ کر بخشنا (بائیسواں طریقہ) میت کے لئے نماز پڑھنا، روزہ رکھنا، یعنی نماز پڑھ کر، روزہ رکھ کر اس کا ثواب میت کو بخشنا، (تیسواں طریقہ) کنواں کھودو کر میت کی طرف سے واقف کر دینا، (چوبیسواں

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رضوی کی حیات اور علمی خدمات

پہنچا۔“
درحقیقت ”نصرة الاصحاح باقسام ایصال الثواب“ ضرورت ہے کہ اسے زیادہ سے زیادہ افراد تک پہنچایا جائے تاکہ ایصال ثواب کے تعلق سے جو حضرات تذبذب کے شکار ہیں انہیں ٹھوس جواب مل سکے اور ان کا شک دور ہو جائے اور جو حضرات اس پر عمل پیرا ہیں ان کے اعتماد و یقین میں پختگی آجائے۔

یہ ایڈیشن حسن ظاہری و باطنی دونوں طرح کی خوبیوں سے مزین ہے۔ کتاب کا گیٹ آپ، کاغذ، طباعت، کتابت عمدہ ہے۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ مصنف، مہتمم اور ناشر کی مساعی جیلہ کو شرف قبولیت سے سرفراز فرمائے اور انہیں دارین کی سعادتوں سے مالا مال کرے۔ آمین۔

برائین کے انبار لگاتے ہوئے ایک مبسوط رسالہ تحریر فرمایا، جس کی مخالف و موافق علمائے تصدیق کر کے مولانا تمنا عمادی کو پہنچا دیا۔ واضح رہے کہ یہ رسالہ مولانا تمنا عمادی کے چار سوالات کے جواب میں تحریر کیا گیا، لیکن چونکہ عوام و خواص سب کے لئے یکساں مفید ہے، اس لئے اشاعت کے مراحل طے کرتے ہوئے یہ رسالہ ہم تک پہنچا، چنانچہ کتاب کے مصنف خود فرماتے ہیں:
”قصد تھا کہ ان چاروں سوالات کے مختصر جوابات لکھ کر روانہ کر دیئے جائیں، مگر جواب نے ایک رسالہ کی شکل اختیار کی، تو مناسب معلوم ہوا، کہ تاریخی نام ”نصرة الاصحاح باقسام ایصال ثواب“ 1354ھ رکھا جائے۔
خداوند اس رسالہ کو میرے دیگر رسائل و تصانیف کی طرح مقبول فرما اور مجھ کو اور میرے سب دینی بھائیوں کو اس کا فائدہ

”میت کو ثواب پہنچانے کے ان پچیس طریقوں کو نہایت ہی جامع اور دل پذیر انداز میں قرآن و حدیث اور محدثین و مفسرین، علماء ائمہ کرام و صوفیہ اعلام کے اقوال سے مزین کیا گیا ہے، اس کتاب کے مطالعہ سے ایصال ثواب کے تعلق سے تمام حقائق منکشف ہو جاتے ہیں، جن میں صحت روایت و درایت کے ساتھ خلوص و عقیدت کی چاشنی بھی شامل ہے۔ ایصال ثواب کے ثبوت اور اس کے طریقوں کے تعلق سے اس طرح مبرہن اور مدلل کتاب دیکھنے میں نہیں آئی۔ مصنف کی دیگر کتابوں کی طرح یہ کتاب بھی تحقیق و تدقیق کے اعلیٰ معیار پر فائز ہے۔“ (علامہ محمد انبیاز رضا مصباحی)

ملک العلماء اور نصرة الاصحاب باقسام ایصال الثواب

از قلم: مولانا عبدالہادی خاں رضوی، جامعہ فاروقیہ، بنارس

و پرانا طریقہ ہے اور قرآن کریم کا اس کو ذکر کرنا اور اس کو منع نہ کرنا ان کاموں کے درست ہونے کی قوی ترین دلیل ہے، مدارک شریف جلد سوم ص: ۷۷ میں آیت مبارکہ لستخذن علیہم مسجدہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”علی باب الکھف یصلی فیہ المسلمون ویتبرکون بمکانہم، یعنی اصحاب کھف جس غار میں تشریف فرما ہیں اس غار کے دروازے پر ایک مسجد تعمیر کرائیں گے، تاکہ مسلمان اس میں نمازیں ادا کریں اور ان کے مزار و مکان سے برکت حاصل کریں۔“

تفسیر خازن جلد چہارم، تفسیر بغوی جلد چہارم میں اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

”وامر الملک ان یتخذوا علی باب الکھف مسجداً یصلی فیہ وجعل لہم عیداً عظیماً و امر ان یوتی کل سنة، یعنی بیدروس بادشاہ نے اس بات کا حکم دیا، کہ غار کے دروازے پر مسجد بنائیں، تاکہ لوگ اس میں نماز ادا کریں اور ان کے وصال کے تاریخ کو عظیم الشان عید کے دن سے تعبیر کریں اور سالانہ عرس لگائیں، کتب تفاسیر و احادیث اس قسم کے احکام پر مشتمل روایتوں سے لبریز ہیں۔ جس کو قلم کرنے کے لئے دفاتر درکار ہیں، لیکن افسوس کی بات ہے، کہ آج کل کچھ گندم نما جو فروش، مسلم نما اسلام فروش کلمہ گو پیدا ہو گئے ہیں، جو صیہ ہونی ثروت و سرمایہ

اصحاب قبر کی زیارت اور ان کی بارگاہ میں نذرانہ ایصال ثواب پیش کرنا ہر قرن و طبقہ میں خوش نصیبوں کا وطیرہ رہا ہے، ان کی بارگاہ میں ایصال ثواب کر کے ان کے ساتھ اپنے کو بھی فیضیاب و کامراں کرتے ہیں۔ اللہ والوں کا عرس منانا، ان کی بارگاہ میں نذر و نیاز پیش کرنا، ان کی یادگاریں قائم کرنا، لوگوں کو ان کی بارگاہ میں حاضری کی دعوت دینا، ان کی بارگاہ سے سعادت حاصل کرنا، خوش عقیدہ حضرات کا مقبول و محبوب طریقہ رہا ہے، سلف و خلف نے ہر زمانے میں اس کار ثواب کو پسند کیا ہے، اللہ عزوجل قرآن مجید میں اصحاب کھف کے مزار اور ان کی بارگاہ میں حاضری و قیام مسجد وغیرہ کا یوں تذکرہ فرماتا ہے:

”اذ یتنازعون بینہم امرہم فقالوا ابنا علیہم بنیاناً ربہم اعلم بہم قال الذین غلبوا علی امرہم لستخذن علیہم مسجداً ط یعنی اصحاب کھف کے انتقال کے بعد جب لوگ ان کے معاملہ میں باہم جھگڑانے لگے، تو بولے ان کے غار پر کوئی عمارت بناؤ، ان کا رب انہیں خوب جانتا ہے، وہ بولے جو اس کام میں غالب رہے تھے، قسم ہے ہم تو ان پر مسجد بنائیں گے، تاکہ لوگ اس میں نمازیں ادا کریں اور ان کے قرب سے برکت حاصل کریں۔“

اس آیت سے معلوم ہوا، کہ بزرگوں کے مزار پر جانا اور ان کے مزارات کے قریب مسجدیں تعمیر کرنا اہل ایمان کا قدیم

ولایتی ترغیب میں ایسے مصروف ہیں، کہ ان کی دوستی سے سایہ میں خیالات فاسدہ سے لبریز سیکڑوں کتابیں لکھ کر صحیح عقائد و نظریات کو اپنے اوہامات کا ذبح و تصورات فاسدہ کے مسموم ہواؤں سے متاثر کرنے کی پوری کوشش میں مصروف ہیں۔ ہندوستان میں یہ اسماعیلی باطل و فاسد نظریہ انگریزی دور حکومت میں معرض وجود میں آیا، اور انگریزی حکومت کے سایہ میں پروان چڑھتے ہوئے پورے ملک میں اس طرح پھیل گیا، کہ عوام کے ساتھ وہ لوگ بھی تذبذب و شبہ کے شکار ہو گئے۔ جن کا سونا جاگنا، اوڑھنا بچھونا، کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا ہی نیاز و فاتحہ تھا۔ ایصال ثواب کی محفل سجانا ان کی زندگی کا اہم مشغلہ تھا۔ تعظیم بزرگاں اور رسومات اہلسنت و معمولات اختیار امت کو فروغ دینا تھا، معمولات بزرگاں سے تذبذب اور اسماعیلی توہمات و افکار سے متاثر بہار کی ایک مشہور خانقاہ، خانقاہ عمادیہ مجیبیہ، پھلواری شریف کے ایک فرد مولانا محی الدین تمنا عمادی بھی ہیں۔ جناب والا کو بھی ایصال ثواب کے کارخیز ہونے اور معمولات سلف و خلف کے سلسلے میں شک و تردد واقع ہو گیا۔ انہوں نے اپنے شک و شبہ کے ازالے کے لئے جامعہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ کے اساتذہ کی خدمت میں ایک استفتاء پیش کیا۔ اتفاقاً، کہ اساتذہ میں اکثریت اسماعیلی خیالات

وہاں، ست سمیت سے باد بہار، پیر سوم سیات، ہاں بہار، ہیئت و توقیت، الجبر و ریاضی کے امام اعظم، فقہ و تفسیر کے فقیہ اعظم، حدیث و اصول حدیث کے محدث اعظم، ملک العلماء سند الفضلاء ہمام الصلحاء حضرت علامہ مولانا الشاہ مفتی سید شاہ محمد ظفر الدین فاضل بہاری، شاگرد ارشد و مرید اوحد حجۃ السلف مرجع الخلف امام اہلسنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی بارگاہ میں پیش کر دیا جائے۔ باتفاق رائے، یہ استفتاء حضرت ممدوح کی بارگاہ میں پیش کر دیا گیا۔ حضرت ممدوح علیہ الرحمہ نے قلم برداشتہ مسئلہ ایصال ثواب پر آیات قرآنیہ و احادیث نبویہ اور ارشادات ائمہ و تصریحات علمائے ملت و تعامل سلف و خلف سے مدلل و مبرہن ایسا جواب مقبول و محبوب پیش کیا، کہ منکرین و مذہبذین مہوت و مغلوب ہو گئے۔ مولوی محی الدین تمنا عمادی محیبی کے سوالات کے جوابات کے ضمن میں کچھ خصوصی مفید بحثیں بھی قلمبند فرمایا اور موجودہ زمانہ میں مسلمانوں کے یہاں ایصال ثواب کے جو طریقے رائج ہیں، اس کے اثبات میں ایسا جامع رسالہ تحریر فرمایا، کہ ویسا جامع رسالہ ابھی تک مارکیٹ میں نظر نہیں آیا۔ اس رسالہ کا مطالعہ بصیرت و بصارت، فکر و شعور کو ایسی جلا بخشنا ہے، کہ برسہا برس سے قعر تذبذب میں گرا ہوا انسان اگر منصف مزاجی سے مطالعہ کرے تو ہدایت کے بام ثریا

سرچشمہ "جود و سخا، نور دیدہ مالک کون و مکاں، گل گزار قادریت،
نوشہ بزم فضیلت، بقیۃ السلف حجۃ الخلف کی بارگاہ والا میں، کہ
حضور عالیجاہ نے حضرت ملک العلماء کے خدمات و تعلیمات کو
آشکارا فرما کر ہم اہلسنت و محبت پر احسان عظیم فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ
حضور مخدوم امت، سراج ملت مدظلہ العالی کو عمر خضر کے ساتھ سایہ
فلک رکھے اور حضور سے خوب خوب مسلک اعلیٰ حضرت کی اشاعت
کا کام لے۔ آمین۔

☆☆☆

آپ نے اس جامع و مقبول و مرغوب جواب کا نام
"نصرة الاصحاح باقسام ایصال الثواب" رکھا۔
آپ نے اس رسالہ میں ایصال ثواب کے پچیس طریقے
تحریر فرمائے۔ ہر طریقوں کو ایک مستقل عنوان سے قلمبند فرمایا اور
اس کے ذیل میں آیات و احادیث اور معمولات اختیار امت کو ذکر
فرما کر اپنے نظریات و مسلمات اہلسنت کو مؤید فرمایا ہے۔

ایصال ثواب کے پچیس طریقے یوں قلمبند ہیں، کہ آپ
نے یہ ثابت فرمایا، کہ کسی عمل خیر فرض، واجب، سنت، مستحب،
مباح، بدئی یا مالی یا دونوں کا مجموعہ ایصال ثواب کسی کے نفع اخروی
کی نیت سے انجام دینا، یا خود اپنے لئے کرنا، یا اس عمل خیر کے انجام
دیتے وقت یا بعد میں اپنی زبان یا دل سے یہ کہنا، کہ یا اللہ یہ میرے
فلاں عمل کا ثواب، فلاں زندہ شخص یا فلاں مردہ شخص کو پہنچے، تو یہ
ثواب خود یا اس شخص یا جس کی نیت کرتا ہے، اس کو ضرور پہنچتا ہے،
اور اگر کسی دوسرے کی مغفرت، درجات کی بلندی کے لئے ان
اعمال کو ادا کرتا ہے، تو اس کی مغفرت تو ہوتی ہی ہے، خود اس
کار خیر کا عامل بھی اس کے برکات سے مستفیض و مستنیر ہوتا ہے۔
لیکن افسوس کی بات ہے، کہ یہ رسالہ عوام و خواص کی نگاہ سے اوجھل
ہوتے جا رہا ہے۔ اگر اہل خیر اس کی اشاعت کی طرف متوجہ ہو کر
جدید پیرایہ میں اشاعت کرا دیں، تو معمولات اہل سنت کی حقانیت
و صداقت کا سورج بے شمار قلب و جگر کو منور و مجلی اور کور باطن کے

ملک العلماء بحیثیت دیدہ ورفیقہ

از قلم: علامہ شبیبہ قادری، مہتمم غوث الوری عربی کالج، سیوان، بہار

امام التوقیت والتکسیر۔ ملک العلماء حضرت مولانا سید شاہ محمد ظفر الدین صاحب علیہ الرحمہ کی عبقری شخصیت اپنی گونا گوں خوبیوں کی وجہ سے نامور علماء میں ایک امتیازی حیثیت کی حامل ہے، اور دنیائے اہلسنت میں آپ جلیل القدر عالم دین، راس المحدثین، زبردست مناظر اور عمدۃ المحققین اور بلند پایہ معلم۔ بالغ النظر فقیہ کے لحاظ سے جانے پہچانے جاتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین و ملت حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کے زیر سایہ رہ کر جہاں تفسیر و حدیث، اصول ہیئت، جفر و تکسیر، توقیت و فرائض و دیگر علوم عقلیہ و نقلیہ سے آراستہ پیراستہ ہوئے۔ وہیں فتویٰ نویسی میں ید طولیٰ کی سعادت سے سرفرازی حاصل کی۔ خود حضور اعلیٰ حضرت نے ایک مکتوب میں آپ کی صلاحیت علمی اس طرح ذکر فرمایا:

”مولانا مولوی ظفر الدین صاحب قادری سلمہ فقیر کے یہاں کے اعز طلبہ سے ہیں اور میرے بجان عزیز۔ ابتدائی کتب کے بعد یہیں تحصیل علم کی اور اب کئی سال سے میرے مدرسہ میں مدرس اور استاد کا رافقاء میں میرے معین ہیں، سنی خالص، نہایت صحیح

مفتی ہیں، مصنف ہیں، واعظ ہیں، مناظرہ بعونہ تعالیٰ کر سکتے ہیں، علمائے زمانہ میں علم توقیت سے تنہا آگاہ ہیں۔ (حیات اعلیٰ حضرت) حضرت ملک العلماء ماہر مدرس، قابل مفتی، اور لائق صد تعریف مصنف اور دیگر بے شمار صلاحیت و قابلیت اور اعلیٰ حضرت کے شاگردوں اور خلفاء میں عبقری شخصیت کے باوجود بعض متعصبین کے ڈالے گئے پردہ میں چھپے رہے، گرچہ لوگ آپ کی تصنیفی و تالیفی کارگردگی سے آشناء کر ذخائر معلومات سے فائدہ اٹھاتے رہے۔

لائق صد ہزار داد و تحسین ہیں ناشر مسلک اعلیٰ حضرت پیر طریقت خلیفہ حضور مفتی اعظم سراج ملت حضرت الحاج الشاہ مولانا سید سراج اظہر صاحب رضوی بانی و سربراہ اعلیٰ دارالعلوم فیضان مفتی اعظم پھول گلی ممبئی جنہوں نے بنام ’جہان ملک العلماء‘ لکھوا کر ایک بہت بڑے خلاء کو طرح طرح کے مضامین اور معلومات حقہ سے پر کر دیا ہے۔ حضرت ملک العلماء کی تقریباً پچاس ساٹھ کتابوں کی مدد سے فقہ حنفی کی مؤید حدیثوں کے ذخائر سے مرصع کتاب صحیح البہاری تالیف فرمائی، جس کی ضرورت تمام مدارس ہر دارالافتاء میں ہے، مگر افسوس کہ لوگوں نے اس کی قدر و منزلت اور

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی دہلی کی حیات اور علمی خدمات

تعالیٰ جہان ملک العلماء کی رہنمائی سے لوگ ملک العلماء اور تصنیفات ملک العلماء سے متعارف ہو کر مالائقتہ ضرورتوں سے روشناس ہوں گے۔

مقام ملک العلماء: ملک العلماء کا مقام جہاں علمی فنی لحاظ سے اونچا نظر آتا ہے، وہیں نسبی حیثیت سے بھی ممتاز دکھائی دیتا ہے، کہ حیات اعلیٰ حضرت میں آپ نے جو اپنا نسب نامہ بیان کیا ہے، اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ کا شجرہ نسب آپ کے مورث اعلیٰ حضرت شہید سید ابراہیم بن سید ابو بکر غزنوی منقب ”بمدار الملک“ و مخاطب ”ملک بیا“ سے جا ملتا ہے۔ جن کا شجرہ نسب تقریباً سات پشتوں سے غوث الثقلین تاجدار اولیاء محبوب سبحانی سیدنا محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتا ہے۔ شہر عظیم آباد پٹنہ بہار سے متصل موضع میجر رسول پور میں آپ پیدا ہوئے اور ابتدائی تعلیم سے متوسطات تک کی تعلیم مدرسہ خویشہ حنفیہ موضع بین قدیم ضلع پٹنہ اور قاضی عبدالوہید صدیقی فروری رئیس اودھی کٹرہ پٹنہ شی خلیفہ اعلیٰ حضرت امام بلسنت کے مدرسہ حنفیہ میں بعدہ کانیپور احسن المدارس اور پیلہ بھیت میں محبت اعلیٰ حضرت حضرت علامہ ہسی احمد محدث سورتی کے مدرسہ میں حاصل کیا۔ پھر بریلی شریف آکر شریعت و طریقت کے دریائے ناپیدا کنار سے مستفیض ہوئے۔

ملک العلماء کا تفقہ فی الدین: حضرت ملک العلماء کو آداب افتاء، کتب فقہ سے حوالہ جات کا استخراج اور رسم المفتی کی واقفیت اور سوالات کے جوابات لکھتے اور اس کی ترتیب میں سحرے پاکیزہ، سنجیدہ الفاظ، فصاحت و بلاغت سے عبارت کو

سجانے میں مہارت تامہ حاصل تھی۔ آپ کے فتاویٰ میں پوری پوری تجلی فتاویٰ رضویہ کی ملتی ہے۔ ایک مختصر فتویٰ جمعہ اذان ثانی کا تحریر فرمایا، تو اس میں آپ نے تقریباً بائیس کتابوں سے اسے مبرہن فرمادیا، جیسے فتاویٰ ملک العلماء کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ آپ نے اس بارے میں ایک رسالہ بھی تحریر فرمایا جس کا نام رکھا ”القول الاظہر فی الآذان بین یدی المنبر“ آپ نے اعلیٰ حضرت کی تقریباً تیرہ سو تصنیفات و کتب کی طرح کتابوں کا نام مقرر رکھا۔ صرف فرق یہ کہ اعلیٰ حضرت کی تمام کتابوں رسالوں کا نام تاریخی ہے، اور آپ کی بعض کتابوں سے تاریخ نکل آتی ہے۔ غرضیکہ آپ کی تمام تر تصانیف کی عبارت کا لہجہ و انداز اعلیٰ حضرت کے انداز بیان کا پرتو ہے۔ مندرجہ ذیل روزہ کے متعلق ایک سوال کا جواب ملاحظہ فرمائیں:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ کیا روزہ ارکان اسلام میں شامل ہے؟ اور قرآن کریم میں ”قَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمْ الشَّهْرَ“ کی آیت میں ”شَهِدَ“ سے کیا مراد ہے؟ اہم کتابوں کے حوالے سے مزین کر کے جواب عنایت فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: بلاشبہ روزہ ماہ مبارک بھی اہم و اعظم فرائض اسلام سے ہے۔ جس کی فرضیت خود قرآن شریف میں مذکور اور احادیث صحیحہ ثابتہ سے مدلل ہے۔ قَالَ تَعَالَى: ”شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ“.

اقول وهذا كما ترى لانك تقول شهدت الهلال لما رايته وشهدت الهلال اعم منه كما صرح به في نفسه لقوله وشهد من الشهود والتركيب يدل على الحضور اما اذا اتا او علما وقد قيل لكل منهما.

(۳) تفسیر فتح الرحمن علامہ شیخ علی مہانگی میں ہے: ”(فمن شهد) ای علم (منکم الشهر) باستکمال شعبان او شاهد الهلال (فلیصمه)۔“ یعنی تم میں سے جس کو ماہ رمضان کا علم ہو شعبان کے دیکھنے سے تو اسے چاہئے کہ روزہ رکھے۔

(۴) تفسیر کبیر میں ہے: ”(فمن شهد) ای من شاهد الشهر بعقله ومعرفته (فلیصمه)“ یعنی جو شخص ماہ رمضان کو حاضر جانے اپنی عقل سے، معرفت سے تو اسے چاہئے کہ روزہ رکھے۔ اگرچہ بظاہر متعدد اقوال ہوتے ہیں۔ مگر سب ایک ہیں لہذا فیہ بمنزلہ قیود و احترازا ت۔ خلاصہ یہ کہ جسے رمضان شریف کا علم ہو، خواہ چاند دیکھ کر یا ثقہ عادل کی گواہی سے، ورنہ شعبان کے تیس دن پورا کر کے اس پر فرض ہے، کہ رمضان کا روزہ رکھے، جب کہ عاقل بالغ مکلف مقیم تندرست غیر معذور ہو۔ اس لئے، کہ شہود کا معنی علم کے ہیں۔ کما صرح بہ المہانمی فی فتح الرحمن و اشار الیہ النووی فی ”روح المسائل فی الفروع“ لقوله شهود الشهر اما بالروية والسماع والنخازن لقوله ”وقيل هو محمول على العادة شهود الشهر ای روية الهلال ولذلك قال النبي صلى الله

(البقرة: ۱۸۵) رمضان کا مہینہ وہ ہے (متبرک مہینہ) جس میں قرآن نازل کیا گیا، لوگوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے اور فیصلہ کی روشن باتیں، تو جو شخص پائے، تم میں سے اس مہینہ کو اسے چاہئے کہ روزہ رکھے۔ فمن شهد منکم الشهر فلیصمه، کی تفسیر میں مفسرین کے متعدد اقوال ہیں۔ چند اقوال جو اس وقت نظر فقیر میں ہیں، قلمبند ہوتے ہیں۔

(۱) تفسیر بیضاوی، جلالین، مدارک، تفسیر خازن، ابن جریر طبری، تفسیر نیشاپوری، در مشور، تفسیر واحدی، تفسیر حسینی، معالم التنزیل، تنویر المقیاس، روح المعانی، بحر الحیظ، النہر، تفسیر کبیر، تفسیر کشاف، تفسیر ابن کثیر، فتح البیان قنوجی میں ہے واللفظ للال ”فمن حضر فی الشهر ولم یکن مسافرا فلیصمه“ یعنی جو شخص رمضان کا مہینہ اپنے گھر میں پائے اور مسافر نہ ہو، تو اسے چاہئے کہ روزہ رکھے۔

(۲) تفسیر بیضاوی، تفسیر حسینی، روح البیان، بحر الحیظ میں ہے: واللفظ للبیضاوی ”فمن شهد منکم هلال شهر فلیصمه“ یعنی جو شخص تم میں سے رمضان کا چاند پائے، تو اسے چاہئے، کہ روزہ رکھے۔

روحانی المعانی میں اتنا اور بڑھایا ”وتیقن به“۔ یعنی رمضان کا چاند پائے اور اسے تیقن ہو، تو اسے چاہئے کہ روزہ رکھے۔ بحر الحیظ میں یہ معنی لکھ کر محاورہ کے اعتبار سے اس معنی کو ضعیف کہا، کہ محاورہ شہدات الهلال نہیں کہتے بلکہ شہادت۔

تعالیٰ علیہ وسلم صوموا لرویتہ و افطروا لرویتہ
 اخرجہ فی الشیخین ولا خلاف انہ یصوم رمضان من
 رای الہلال ومن استكمل شعبان وفصلہ الامام الرازی
 فی الکبیر کما ہو دابہ حیث قال: "اعلم ان قولہ تعالیٰ
 فمن شہد منکم الشہر فلیصمه یتدعی بحین۔ البحت
 الاول ان شہود الشہر بماذا یحصل؟ فنقول اما بالرویۃ
 واما بالسمع فنقول اذا رای انسان ہلال رمضان فاما ان
 یکون منفردا بتلک الرویۃ اولایکون؟ فان کان منفردا
 بیہا فاما ان یرد الامام شہادتہ اولایردہا؟ فان تفرد بالرویۃ
 ورد الامام شہادتہ لزمہ ان یصوم لأن اللہ تعالیٰ جعل فی
 حقہ فوجب ان یجب علیہ الصوم واما ان انفرد بالرویۃ
 وقبل الامام شہادتہ اولم ینفرد بالرویۃ فلا کلام فی
 وجوب الصوم واما السماع فنقول اذا شہد عدلان علی
 رویۃ الہلال حکم بہ فی الصوم والفضر جمیعا واذ شہد
 علی ہلال رمضان یحکم بہ احتیاطا لامر
 الصوم۔" (التفسیر الکبیر ۵/۲۵۶)

ان دونوں اکابر مفسرین کی تصریح سے یہ بات صاف طور
 پر معلوم ہوئی، کہ من شہد منکم الشہر کے معنی من علم کے
 ہیں اور یہی مفہوم حدیث شریف "صوموا لرویتہ و افطروا
 لرویتہ" کا ہے۔ کما نص علیہ الخازن و بعد تصریحات
 العلماء فی کتب الغة لسان العرب بین الرویۃ النظر
 بالعين والقلب۔ اسی میں ہے: "ورویۃ القلب هو العلم۔
 تو حدیث شریف کا مطلب یہ ہوا کہ روزہ رکھو رمضان کا،
 خود چاند دیکھ کے یا دو عادل کی رویت پر پھر دوسرے کے یا شعبان کے
 تیس دن پورے کر لو کہ اس کے بعد کا دن ضرور رمضان ہی کا ہے۔
 یونہی انظار کرو عید کا چاند دیکھ کر روزہ دو عادل کی رویت پر پھر دوسرے
 کے ورنہ ماہ رمضان کا تیس دن پورا کر کے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
 بہر حال آپ جس قدر تمام خوبیوں کے جامع تھے، ان تمام
 کا احاطہ صفحہ قرطاس اور کسی مضمون میں سمیٹ لینا مشکل ہے۔ مذکورہ
 بالا چند سطور لکھ کر میں نے گویا آپ کے ان تخلصین کی صفوں میں
 جنہوں نے مقالے، مضامین، کتابچے، رسالے کے ذریعہ آپ کی عظیم
 خدمات رضیہ کو روشن کیا ہے خصوصاً حضور سراج ملت خلیفہ حضور منشی
 اعظم کے اس نمبرے کارنامے کی فہرست میں اپنا نام اندراج کرانے کی
 سعادتیں حاصل کی ہیں۔ جب یہ بات محبوب العلماء خلیفہ حضور منشی
 اعظم حضرت علامہ منشی محبوب رضا روشن القادری پوکھر ریوی شیخ الحدیث
 دارالعلوم فیضان منشی اعظم ممبئی سے معلوم ہوئی، کہ ناشر مسلک
 اعظم حضرت خلیفہ منشی اعظم حضور سراج ملت جہان ملک العلماء نکال
 رہے ہیں، تو بے حد خوش ہوئی، دل چل گیا۔ چاہتا تھا، کہ اپنی معلومات کے
 مطابق طویل مضمون رقم کروں، مگر بقول منشی صاحب کہ وقت کم ہے۔
 جہان ملک العلماء کی کاروائی آخری مرحلے سے گذر رہی ہے۔ بایں وجہ
 ہی گوہر نایاب کو صفحہ عقیدت پر بکھیرنے کی سعادت حاصل کی۔ باقی
 انشاء اللہ آئندہ۔

☆☆☆

صحابہ کرام اور ایصالِ ثواب

از قلم : مولانا محمد ولی اللہ قادری، پٹنہ

حضور ملک العلماء مولانا سید محمد ظفر الدین فاضل بہاری کی اس کتاب کے نام سے ۱۳۵۴ھ برآمد ہوتا ہے جو کتاب کا سال تصنیف ہے اور عیسوی تقویم کی رو سے ۱۹۳۵ء اس کا سن تطبیق قرار پاتا ہے۔ اگر ہم اس رسالہ کے مصنف کی پیدائش کا سال مد نظر رکھیں تو کہہ سکتے ہیں کہ یہ اپنے وقت کے ایک ”پچاس سالہ“ عالم دین کی تحریری یادگار ہے۔

یہ ۱۳۳۸ھ/۲۰۱۹-۱۹۱۹ء کی بات ہے، جب ملک العلماء سید مولانا محمد ظفر الدین فاضل بہاری کو سہرام سے پٹنہ بلا یا گیا تھا اور ایک مدرس کی حیثیت سے، ”مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ“ میں انہوں نے اپنی منصبی ذمہ داریاں سنبھالی تھیں۔ یہاں سے ۱۳۷۰ھ/۵۱-۱۹۵۰ء میں وہ سبکدوش ہوئے۔ جس زمانہ میں مولانا موصوف اس درس گاہ کے تشنگان علم و ادب کو اپنے مدرسے فیضان سے نوازر رہے تھے، اس زمانے میں عظیم آباد کی علمی و دینی فضا اپنا خاص اثر و سونخ رکھتی تھی اور یہاں کے علمی حلقے، مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کے تعلیمی ماحول اور وہاں کے ذی وقار اساتذہ کی بے پناہ علمی استعداد سے حد درجہ متاثر ہی نہیں، اس کے اعلانیہ معترف بھی تھے اور یہی وجہ تھی کہ جب کوئی خالص علمی موضوع سامنے آتا تھا، تو اس دینی درس گاہ کے علمائے عظام کی طرف رجوع کرنا ضروری سمجھا جاتا تھا۔

جس دور کا ذکر ہو رہا ہے، اس دور کی ایک اہم علمی

ایک معروف و مقتدر عالم دین کی حیثیت سے حضرت ملک العلماء مولانا سید محمد ظفر الدین رضوی قادری بہاری کی شخصیت اور ان کے کارنامے یقیناً باعثِ صداقتار ہیں۔ مولانا موصوف کی ولادت ۱۳۰۳ھ/۱۸۸۵ء میں ہوئی اور ۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء میں انہوں نے اس دار فانی کو الوداع کہا۔ وہ علمی حلقوں میں ”ملک العلماء“ اور ”فاضل بہاری“ کے لقب سے جانے جاتے ہیں اور بلاشبہ وہ عہدِ انگلیشی کی صبح و شام اور حصولِ آزادی کے بعد، کم و بیش پندرہ برسوں کا زمانہ پانے والے ان بزرگوں میں محسوب ہونے کے سزاوار ہیں، جنہوں نے مختلف موضوعات پر نہایت شرح و بسط کے ساتھ اظہار خیال فرمایا ہے اور دلائل و براہین سے آراستہ اپنی متعدد کتابیں، اہل ذوق کے لئے یادگار چھوڑی ہیں۔

یہاں حسب عنوان، ان کی جس کتاب کا ذکر ہمیں مقصود ہے وہ اصل میں ایک فقہی رسالہ ہے اور اس کا پورا نام:

”نصرة الاصحاح باقسام ایصال الثواب“ ہے۔

اس نام سے ہی کتاب کے موضوع اور اس میں آنے والے مباحث کا اندازہ ہو جاتا ہے ”ایصالِ ثواب“ کا مسئلہ، امت مسلمہ کے درمیان، ایک متفق علیہ اور معمولیہ مسئلہ ہے۔ ثواب پہنچانے یا ثواب بخشنے کی ایک علمی و تحقیقی بحث ہے، جو اس کتاب میں پیش کی گئی ہے اور ”ایصالِ ثواب کے شرعی طریقے“ پوری تفصیل کے ساتھ یہاں بیان کر دیے گئے ہیں۔

جہان ملک العلماء

حضرت ملک محمد ناصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدظلہ کی حیات اور علمی خدمات

نام بھی لیا تھا اور ان سب سے ”خصوصیت کے ساتھ ان سوالوں کی طرف توجہ“ فرمانے کی ”بابوب استدعا“ کی تھی۔ تمنا عمادی کا کہنا وہ مکتوب ہے جو بحیثیت استفتاء حضور ملک العلماء کے اس فقہی رسالہ کی تصنیف کا سبب بنا ہے۔

یہ رسالہ مولانا عبد السبحان، مولانا عبید اللہ اور مولانا دیانت حسین کے علاوہ مولانا محمد عبد الرشید قادری عظیم آبادی کی تقریظات سے آراستہ ہے۔ یہ سبھی بزرگ اس وقت کے مدرسین مدرسہ ہیں۔ تقریظ نگاروں میں تین شخصیتیں تو ایسی ہیں کہ تمنا عمادی نے خود اپنے مکتوب میں ان کے نام لئے تھے اور چوتھی شخصیت وہ ہے، جس کا اگرچہ نام نہیں لیا گیا تھا مگر اساتذہ مدرسہ میں وہ شامل تھے۔ یہاں بریٹیل تذکرہ، یہ وضاحت بھی شاید دلچسپی سے خالی نہ ہو کہ مصنف کتاب حضور ملک العلماء اور موخر الذکر تقریظ نگار مولانا عبد الرشید قادری ایسے بزرگوں میں ہیں کہ ان دونوں کی دستار بندی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قادری کی درخواست پر، ایک ہی محفل میں اور ایک ہی پیر طریقت حضرت شاہ التفات احمد علیہ الرحمۃ کے ہاتھوں عمل میں آئی تھی۔

رسالہ ”نصرة الاصحاب باقسام ایصال الثواب“ میں تقریظ نگاروں نے اپنے دستخط کے ساتھ جو تاریخ لکھی ہے، اس میں تمنا عمادی کے نام کے ساتھ جو تاریخ درج ہے اور مصنف نے رسالہ کے صفحہ اختتام پر جو تاریخ رقم کی ہے ان سب پر تقابلی انداز سے غور کریں، تو واضح ہو جاتا ہے کہ جمادی الاول ۱۲۸۵ھ میں جو سوالات بھیجے گئے تھے ان کے جوابات جمادی الثانی ۱۲۸۶ھ میں تیار کر

شخصیت وہ بھی تھی، جسے تمنا عمادی کے نام سے جانا جاتا ہے۔ سید محمد الدین تمنا عمادی مجھی پھلواوی کی پیدائش کا سال ۱۳۰۵ھ ۱۸۸۷-۱۸۸۸ء ہے۔ اس لحاظ سے وہ فاضل بہاری کے ہم عصری نہیں ”بالکل ہم عمر“ کہلانے کا حق رکھتے ہیں۔ تمنا عمادی تقسیم وطن کے بعد، پاکستان چلے گئے اور انہوں نے وہیں زندگی کی آخری سانس لی، ان پر لکھے گئے، اپنے ایک مضمون میں، ان کے خواہر زادہ ڈاکٹر خواجہ افضل امام نے بتایا ہے کہ انہوں نے ایک منظوم وصیت نامہ لکھا تھا، جس میں چہارم، چہلم، فاتحہ، نذر و نیاز اور ایصال ثواب کی ممانعت فرمائی تھی۔ (ماہنامہ ”رفیق“ پٹنہ علمائے بہار نمبر، ج ۷ ش ۱-۲، ص ۱۳۱) ”وصیت نامہ“ عام طور پر زندگی کے آخری دور میں لکھا جاتا ہے۔ قرینہء اظہار یہ ہے کہ تمنا عمادی نے بھی ایسا ہی کیا ہوگا، مگر حقیقت یہ ہے ”ایصال ثواب“ کے موضوع پر شکوک و شبہات کے پہلو، عرصہ دراز سے ان کے ذہن میں تھے۔ تمنا عمادی کا انتقال تو ۱۳۹۲ھ ۱۹۷۷ء میں ہوا۔ جب کہ ان کی مرقبہ باپچاس سال تھی، لیکن سچی بات یہ ہے، کہ پچاس سال کی عمر کے آس پاس سے ہی وہ اس موضوع پر، بحث و تحقیق کے دروازے کھولنے کی کاوشوں پر متوجہ ہو چکے تھے۔

بات ۲۰ جمادی الاول ۱۳۵۳ھ ۲۰، اگست ۱۹۳۵ء کی ہے جب کہ انہوں نے ”دارالادب“ پھلواوی شریف سے، بصورت مکتوب ایک استخانت لکھا تھا اور اسے پرنسپل مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کے توسط سے ”علمائے ملت اسلامیہ“ کی خدمت میں بفرض ”منفصل جوابات“ بھیجنا مناسب سمجھا تھا۔ اپنے اس مکتوب

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی صاحب کی حیات اور علمی خدمات

کیوں کہ مستفتی نے مدرسہ کے متعدد اساتذہ سے سوال پر توجہ کی استدعا کی تھی، اس منظر و پس منظر میں بھی ”نصرة الاصحاح“ کا معنوی اور اشارتی دائرہ مخفی نہیں رہتا۔ غرض کہ حضور ملک العلماء نے اس رسالہ کے نام کا انتخاب کرتے ہوئے بڑی ہی جامعیت، دوراندیشی اور علمی و فکری معنویت و نفاست سے کام لیا ہے۔ اس نام سے رسالہ کا سال تصنیف مل جانا اتنی اہم بات نہیں، جتنی اہم بات یہ ہے کہ اسے استعارے کی زبان میں ”نصرة الاصحاح“ کہہ دینے سے موضوع کے افہام و تفہیم کے لئے ایک مناسب علمی و نفسیاتی فضا ہاتھ آ جاتی ہے۔

فقہی رسائل کی ترتیب کا جیسا کہ عام طریقہ ہے، یہاں بھی مصنف نے سب سے پہلے مستفتی کی تحریر، قارئین کے سامنے رکھ دی ہے، چوں کہ یہ استفعا، ایک خط کی صورت میں ہے۔ اس لئے اس کے جواب میں بھی وہی صورت اپنائی گئی ہے۔ جیسا کہ وضاحت ہو چکی، یہاں نہ تو مستفتی کوئی عام اور نامعروف آدمی ہے، نہ ہی کوئی کم عمر نوجوان، لہذا بصورت مکتوب، جواب استفعا لکھتے ہوئے، مولانا موصوف نے اس کی شخصیت اور اس کے علمی مرتبہ کا مناسب خیال رکھا ہے اور خطاب میں کوئی ایسا طریقہ نہیں اپنایا ہے، جس سے مخاطب کی عزت نفس مجروح ہو اور وہ کوئی تکدر اور سبکی محسوس کرے۔ بلکہ مفتی یا مکتوب نگار یا بحیثیت نویسنده جواب ملک العلماء نے بہت ہی ہوشیاری اور علمی و مقصدی احتیاط کے ساتھ اپنی تحریر کا آغاز کیا ہے۔

مثلاً یہ کہ مستفتی نے اپنے سوالات چوں کہ ذاتی طور پر صرف اور براہ راست مولانا موصوف کے نام نہیں بھیجا تھا، اس لئے مولانا نے یہ نہیں لکھا، کہ آپ کے سوالات میرے پاس پہنچے۔

بلاتا خیر منظر عام پر لایا گیا ہوگا۔ ”نصرة الاصحاح“ حضور ملک العلماء کے ان علمی رسائل میں سے ایک ہے جس کی کئی اشاعتیں منظر عام پر آچکی ہیں۔ اس وقت اس کتاب کا وہ نسخہ ہمارے سامنے ہے جو ”مدرسہ گلشن ابراہیم“ پٹنہ سیٹی کی ”مجلس اشاعت“ کے زیر اہتمام ۱۴۲۹ھ/۲۰۰۸ء میں زیور طبع سے آراستہ ہوا ہے۔

آج سے تقریباً پچھتر سال پہلے لکھے گئے اس رسالے کے بارے میں یہ ذکر آچکا ہے کہ اس کے نام ”نصرة الاصحاح“ باقسام ایصال الثواب“ سے اس کا سال تصنیف برآمد ہوتا ہے، لیکن بات یہیں مختصر نہیں ہوتی، کہ مولانا موصوف نے اس رسالہ کا تاریخی نام تجویز فرمایا ہے بلکہ یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ اس طرح رسالہ کا جو عربی نام رکھا گیا ہے اس کا ایک ایک ٹکڑا معنوی تہدار یوں کا حامل ہے۔ اگر ”ایصال الثواب“ سے اس فقہی رسالہ کا موضوع سامنے آتا ہے، تو لفظ ”اقسام“ اس رسالہ میں آنے والی بحث و تفصیل کے خاص رخ کا بھی اشارہ دے جاتا ہے۔ ”نصرة الاصحاح“ کا ٹکڑا، رسالہ لکھنے کے منظر و پس منظر، اس کاوش کی مقصدیت و ضرورت اور اس موضوع کی اہمیت کی طرف ہمیں صدا ہا اشاراتی لطافت کے ساتھ متوجہ کر لیتا ہے۔ جو تفصیلیں بیان ہو چکی ہیں، ان کی روشنی میں دیکھیں تو ”نصرة الاصحاح“ کی گونا گوں معنویت ہے۔ اس رسالہ کا مقصد دراصل ان لوگوں کی فکری، ذہنی اور مطالعاتی مدد ہے، جو اخلاص کے ساتھ، اس موضوع کو سمجھنا چاہتے ہیں۔ ”نصرة الاصحاح“ سے موضوع کی اہمیت کا رخ یوں سامنے آتا ہے، کہ گویا ایصال ثواب اور اس کی مختلف قسمیں، مصنف کے نزدیک وسیع معنوں میں دوستوں کی مدد کی

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر محمد ظفر الدین ایم آبادی مالکی دیانت اور علمی خدمات

بہرہ النعالی طور پر، یہاں ایک فرضی سوال کا سہارا لے کر
 کھنگو آگے بڑھائی گئی ہے اور منطقی انداز سے سوال قائم کر کے اصل
 موضوع کو سمجھا دیا گیا ہے اور ان لوگوں کے خیال کی تردید کی گئی ہے،
 جو ایصالِ ثواب کے قائل نہیں ہیں، اسی پر ہاتھ ٹم نہیں ہوئی ہے۔
 بلکہ یہ نکتے ایصالِ ثواب کا ثبوت مانگنے والوں کے سامنے مار

استعمال کر لے کی مثال ہے۔ دوسرے جملہ میں بھی یہی اشارہ ہے
 کہ قائلِ طبعیہ مٹھم لائے بغیر صرف اتنا ہی تحریر فرمایا کہ:
 ”دیکھ کر خط کا شکر ادا کیا کہ: ثواب کو
 نفس ایصالِ ثواب میں کلام نہیں“
 بظاہر یہ سادہ سی مہارت ہے، لیکن اصلاً مسرت و اجہرت

طور پر، ایصالِ ثواب یعنی ثواب پہنچنے کے علمی ثبوت حاضر کر دیا
 ہے تو تحریر جواب سے پہلے ”تمہیدات“ کی صورت میں لفظ ”ثواب“
 اور ”ایصال“ کی علمی توثیق بھی سامنے لادی ہے اور بتا دیا ہے کہ:
 ”ثواب، مزدعمل نہیں جس کی مقدار معین ہو اور کام کرنے
 والے کو ملے..... بلکہ وہ اجر اس عمل مقبول کا ہے جو اللہ تعالیٰ
 اپنے کسی بندے کو، اپنے فضل و کرم سے عطا فرمائے
 اس لئے اس کی کوئی حد نہیں..... اب رہا ایصال، یہ خدا
 کو وکیل کرنا نہیں، کہ اس امر کا ثواب میرے نامہ اعمال
 میں نہ لکھا جائے، بلکہ لہاں کے نامہ اعمال میں لکھا جائے،
 اور اس کو دیا جائے۔ اس لئے کہ توکیل اس میں صحیح ہے، جو
 کام انسان خود کر سکتا ہے..... اور ظاہر ہے، کہ ثواب یہ شخص
 نہ خود لے سکتا ہے نہ کسی دوسرے کو دے سکتا ہے لہذا اس میں

اعتقادی اموال کی تفصیل سے جو اعتراض ناواقف نہیں وہ یہ بھی سمجھ
 سکتے ہیں اور کہہ سکتے ہیں، کہ حضرت ملک العلماء کی بڑی دوراندیشی
 اور عقلمندی تھی، کہ انہوں نے اپنے امکانات بھانپ لئے تھے، جو
 بالآخر تمنا عبادی کے اس منگولوم و سمبھت نامے کی شکل میں ظاہر
 ہوئے، جس کا ذکر تھوڑی دیر پہلے اس مضمون میں آچکا ہے۔
 ”نصرۃ الاصحاح“ میں جواب استفتا کے ابتدائی دو
 پیرا گراف کی لحاظ سے کافی اہم ہیں۔ یہاں نہ صرف یہ کہ مستفتی کے
 سوال کا خلاصہ پیش کر دیا گیا ہے بلکہ وہاں ناموصوف نے نہایت علمی
 و ادبی جاہلہتی سے کام لیا ہے اور شاید یہ لکھ کر طریح کا خوبصورت
 حق بھی ادا کر دیا ہے کہ:
 ”بعض ہاندہ پایہ حضرات تو نفس ایصالِ ثواب ہی میں کلام کرتے
 ہیں، ان کا خیال ہے کہ مردوں کو ثواب دینا پختہ ہی نہیں۔“

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی دہلی کی حیات اور علمی خدمات

جواب کا سلسلہ، کتاب کے تقریباً ۹۰ صفحات کا احاطہ کر لیتا ہے اور ص ۴۸ سے ص ۱۴۰ تک پہنچتا ہے۔

تمنا عمادی کا تیسرا سوال تھا، کہ رسول پاک کے عہد میں اہل بیت اور اصحاب میں سے جو لوگ وفات پاتے گئے ان کے لئے رسول پاک نے خود یا آپ کے حکم سے اور صحابہ یا اہل بیت نے کبھی ایصالِ ثواب کیا یا نہیں؟ اگر کیا تو کس طریقے سے؟ ایک بار کیا یا برابر کرتے رہے؟ اور بعد از وصال یا قبل از وصال، خاص رسول پاک کے لئے، یا اپنے وقت کے اموات و شہدا کے لئے خلفائے راشدین نے کبھی ایصالِ ثواب کیا یا نہیں؟ اگر کیا، تو کس طریقے سے؟ اور ایک بار کیا یا برابر کرتے رہے؟ پہلے اور دوسرے سوالوں کے جوابات میں آنے والے بعض نکات کی طرف اشارہ کے ساتھ ساتھ اس تیسرے سوال کا اثباتی اور قدرے اجمالی، مگر مدلل جواب دیتے ہوئے حضور ملک العلماء نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ کتاب کے تقریباً دس صفحات پر مشتمل ہے اور ص ۱۴۰ سے ص ۱۵۱ تک پہنچتا ہے۔ یہاں ایک بہت ہی اہم گفتگو وہ ہے جو حضرت

مخدوم جہاں کی کتاب ”مسیخ المعانی“ کے حوالہ سے کی گئی ہے۔
تمنا عمادی کا چوتھا سوال تھا، کہ فقہ حنفی میں ایصالِ ثواب کا کوئی طریقہ لکھا ہے یا نہیں؟ اگر لکھا ہے تو وہ کیا ہے؟ اور خود امام اعظم اور صاحبین سے اس کی کوئی روایت منقول ہے یا نہیں؟ ان باتوں کا مثبت جواب کتاب کے تقریباً چودہ صفحات پر محیط ہے۔ جو ص ۱۵۱ سے آخری صفحہ کتاب یعنی ۱۶۴ تک پہنچتا ہے۔ کتاب کی اختتامی سطروں میں، دعائیہ کلمات اور عبارت ترقیمہ سے پہلے مصنف نے ایک بات لکھی ہے۔ جو بہت ہی نکتہ کی بات ہے، کہ ایصالِ ثواب کے طریقوں کو محض بدعت کی روک تھام کے نام پر مشکوک و مشتبہ قرار نہیں دیا جاسکتا، مصنف کے لفظوں میں:

کسی دوسرے کو وکیل بھی نہیں کر سکتا، بلکہ ایصالِ ثواب خداوند عالم سے دعا ہے، کہ خداوند، میں نے یہ نیک کام تیرے لئے کیا ہے۔ اس کا ثواب مجھ کو اور میرے ساتھ فلاں فلاں اشخاص کو بھی اپنے فضل و کرم سے عطا فرما..... ایصالِ ثواب جس طرح مردوں کے لئے ہوتا ہے، زندوں کے لئے بھی ہو سکتا ہے..... قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو شخص کوئی عبادت کرے، اس کو حق ہے کہ اس کا ثواب غیر کو دے، چاہے وہ غیر زندہ ہو یا مردہ۔“ (نصرۃ الاصحاح ص ۲۱ ص ۲۲ و ص ۲۴)

تمہیدی باتیں کتاب کے تقریباً آٹھ صفحات پر محیط ہیں۔ ان کا سلسلہ ص ۸ سے ص ۱۵ تک پہنچتا ہے۔ ان باتوں کے بعد، اصل سوالوں کے جوابات کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ تمنا عمادی کا پہلا سوال تھا کہ مردوں کے لئے ایصالِ ثواب کا کوئی طریقہ قرآن پاک میں بتایا گیا ہے یا نہیں؟ اگر بتایا گیا ہے تو وہ کیا ہے؟ اس کے جواب میں ”نصرۃ الاصحاح“ کے اوراق بتاتے ہیں، کہ قرآن پاک سے مردوں کے لئے ایصالِ ثواب کے چار طریقے ثابت ہیں۔ یعنی دعائے مغفرت، دعائے رحمت، نماز جنازہ، قبر پر ٹھہرنا اور دعا کرنا۔ پہلے سوال کا مدلل و مفصل جواب، کتاب کے تقریباً ۲۲ صفحات کا احاطہ کرتا ہے جو ص ۲۵ سے ص ۴۸ تک پھیلا ہوا ہے۔

تمنا عمادی کا دوسرا سوال تھا، کہ رسول پاک اور خلفائے راشدین کے زمانے میں مردوں کے لئے ایصالِ ثواب کا کوئی طریقہ دستور تھا یا نہیں؟ اور اگر تھا تو وہ کیا تھا؟ اس کا جواب دیتے ہوئے ”نصرۃ الاصحاح“ میں لکھا گیا ہے، کہ عہد رسالت اور خلفائے راشدین کے دور میں مردوں کے لئے ایصالِ ثواب کے متعدد طریقے متداول رہے اور پھر تفصیل کے ساتھ ایسے پچیس طریقوں کی واضح و مدلل نشاندہی کی گئی ہے۔ دوسرے سوال کے

اکثر مقامات پر ترجمہ کا اہتمام بھی رکھا ہے۔ مطالعہ کتاب کے دوران بعض جزوی محاسن بھی قاری کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ بوسنہ قبر کے جواز و رواج پر برسبیل تذکرہ جو گفتگو آئی ہے، وہ بہت ہی کیاب اور بہت ہی نفیس پہلو رکھتی ہے۔ اسے کتاب کے ص ۵۱ پر دیکھا جاسکتا ہے۔ اسی طرح کتاب کے ص ۱۰۰ پر نظر ڈالیں اور کتاب کا ص ۱۰۵ دیکھیں تو اندازہ ہو جاتا ہے کہ ملک العلماء نے اس رسالے میں حسب موقع، اپنی علمی رائے کا بھی نہایت خوبی سے اظہار کیا ہے اور اگر ضرورت محسوس ہوئی ہے تو خالص طریق تدریس کا استعمال کرتے ہوئے بعض ممکنہ اعتراضات سامنے لا کر ان کے جوابات بھی مہیا فرما دیا ہے۔

جہاں تک برجستہ اور متعلقہ حوالہ جات کی فراہمی کا تعلق ہے بلاشبہ اس لحاظ سے ”نصرة الاصحاح“ کا تحقیقی مرتبہ بہت ہی بلند اور بہت ہی روشن ہے اور اس سے بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ حضور ملک العلماء بہت ہی وسیع مطالعہ اور معلومات رکھنے والے عالم دین تھے اور انہوں نے زبردست تحقیقی مزاج پایا تھا۔ قرآن پاک اور احادیث نبویہ کے علاوہ اس کتاب میں متعدد تفاسیر قرآن، حدیثی شروح و حواشی اور فقہی کتابوں کے مستند و متداول اور خصوصی حوالے موجود ہیں۔ فاضل بہاری نے صرف عربی ہی نہیں، بلکہ متعدد فارسی کتب فقہ و تفسیر سے بھی استفادہ کیا ہے اور نفس مضمون کو واضح، مدلل اور بیش از بیش مبرہن بنانے کی خاطر بزرگان علم و تصوف کے مکاتیب و ملفوظات سے بھی خوب کام لیا ہے۔

یہاں جو حوالے ہیں، عموماً بنیادی حوالے ہیں، ثانوی نوعیت کے حوالوں سے کام چلانے کی کوشش رسماً بھی نہیں کی گئی ہے۔ مصنف نے اگر حسب ضرورت، اپنے ایک علمی رسالہ کا حوالہ لایا ہے یا اپنے استاد علی حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کے دو

”دیکھیے کہ جو لوگ بدعت پر سخت دارو گیر کرتے ہیں، وہ بھی نئے نئے طریقے اور ادو اشغال کے نکالتے اور ان اشغال جدیدہ کو درج کتاب کر کے دوسروں کو ان نئے نئے طریقوں پر چلنے کی ہدایت کرتے ہیں۔ ان نئی نئی باتوں پر یہ شبہ نہیں ہو سکتا، کیا گریہ طریقے شرعاً جائز ہوتے، تو ہم سے پہلے صحابہ ضرور کرتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان باتوں کا حکم ضرور دیتے۔ یہ سب اوہام و خیالات ہیں۔ شیطان کی ایک زبردست چال یہ ہے کہ: نہی عن المنکر کے پردے میں عمل بالمعروف سے روکتا ہے۔ ولا یغرنکم باللہ الغرور۔“

یہ عبارت بتا رہی ہے، کہ حضور ملک العلماء نے صرف تمام سوالوں کے مدلل اور کافی و شافی جوابات لکھ دینے ہی کا فریضہ انجام نہیں دیا ہے۔ بلکہ علمی و منطقی لحاظ سے اس طرح ذہن سازی کا فریضہ بھی ادا کیا ہے، کہ اگر کہیں، کسی کے دماغ میں تشکیک کے دروازے کھل رہے ہوں، تو وہ کھلنے سے پہلے ہی ہمیشہ کے لئے بند ہو جائیں اور بدعت پر دارو گیر میں شیطانی غلو کی راہ پیدا نہ ہو۔

تتمنا عمادی چونکہ خود ایک بہت پڑھے لکھے آدمی تھے، اس لئے جب انہوں نے اپنے سوالات مرتب کئے، تو حسب موقع یہ شرط بھی جا بجا شامل کر دی، کہ جوابات مع نقل آیات، مع نقل روایات و حوالہ کتب و تعیین صفحہ و نام مطبع ہو اور حوالہ میں پوری عبارت لکھی جائے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ”نصرة الاصحاح“ کے مصنف نے، مسائل کے ان مطالبوں کی تکمیل کا بطریق احسن پورا پورا خیال رکھا ہے اور نہ صرف یہ کہ مفصل حوالہ جات قلم بند کئے ہیں۔ بلکہ اخذ مطلوب کے لئے حوالہ جات کا بہترین علمی و عملی تجزیہ بھی فرما دیا ہے اور یہ حوالے زیادہ سے زیادہ مفید مطلب ہوں، اس خیال سے

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدظلہ کی حیات اور علمی خدمات

اتنے ہی لئے گئے ہیں، جتنے نفس مضمون کی وضاحت و صراحت کے لئے ناگزیر ہیں۔ بہ الفاظ دیگر بہت ہی علمی و تحقیقی اور تجزیاتی تہذیب و شعور کے ساتھ ”نصرۃ الاصحاب“ میں حوالوں کا استعمال ہوا ہے۔ یہاں محض معروف و متداول حوالے اور اقتباسات ہی نہیں، بلکہ بعض حوالے بہت ہی نادر، کمیاب اور بہت ہی خاص بھی ہیں۔ ایسی مذہبی تصانیف میں عموماً فارسی حوالہ جات سے کام لینے پر زیادہ توجہ نہیں دینی جاتی۔ جب کہ یہاں فارسی کی مستند کتابوں سے خوب خوب فائدہ اٹھایا گیا ہے اور اہل طریقت مصنفین کی باتوں اور صوتی شعرا کے کلام سے بھی پرہیز نہیں رکھا گیا ہے۔ غرض کہ ”نصرۃ الاصحاب“ مجموعی لحاظ سے بہت ہی بلند پایہ، موثر اور منفرد علمی رسالہ ہے اور اس کا مطالعہ قاری کو بہر صورت اس کے علمی مرتبہ کا معترف بنا دیتا ہے۔

☆☆☆

فقہی رسالے اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے والد گرامی علامہ نقی علی خاں کی کتاب ”حسن الوعا“ سے استفادہ کیا ہے، تو دیوبند مکتب فکر کے مشہور عالم کی کتاب ”تحذیر الناس“ سے بھی کام لینے میں کوئی قباحت محسوس نہیں کی ہے۔ جو اصلاً علمی وسعت نظر کا ایک مناسب رخ ہے۔

ایک اندازہ کے بموجب ”نصرۃ الاصحاب“ میں مجموعی طور پر ساٹھ سے زیادہ کتابوں کے حوالے موجود ہیں اور پھر ان حوالہ جات کے توسط سے جو اقوال نقل ہوتے چلے گئے ہیں، ظاہر ہے، کہ ان کی تعداد سینکڑوں تک پہنچتی ہے۔ مگر اتنے حوالہ جات و اقتباسات سمیٹ لینے کے باوجود بھی یہ کتاب جو محصل یا محض حوالوں کی کھتونی معلوم نہیں ہوتی ہے اور نہ ہی ان حوالوں سے ترتیب و تسلسل بیان پر کوئی ناگوار اثر پڑتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حوالے وہیں لئے گئے ہیں، جہاں ان کی واقعی ضرورت ہے اور اقتباسات

”انجمن برکات رضا“

تحفظ ناموس رسالت تشہیر مسلک اعلیٰ حضرت غریب و نادار بیکس و لاچار کی امداد، قوم و ملت پر ناگہانی حادثات کی صورت میں چارہ سازی، معاونت، شادی بیاہ، وقت کی ضرورت کے مد نظر کتابوں کی اشاعت، جلسہ، جلوس، کانفرنس، محافل و اعراس بزرگاں کا انعقاد، ممبئی مہاراشٹر، اور اس کے علاوہ صوبہ جات میں دشمنان دین کے سدباب میں دورہ تبلیغی، جا بجا اس کی شاخوں کے ذریعے مدارس قائم کرنا، مساجد رضا کی تعمیر کروانا، احباب اہلسنت کے نوجوانوں میں دینی بیداری پیدا کرنا، قوم کی نادار غریب بچیوں کی تعلیم کا انتظام کرنا، دیگر مفاد عامہ و امور مذہبی مقاصد کے پیش نظر، آج سے تقریباً ۳۵ سال پہلے اس کا قیام بدست حضور سراج ملت خلیفہ حضور مفتی اعظم حضرت علامہ الحاج سید سراج انظر صاحب قادری رضوی بانی و سربراہ اعلیٰ رضوی نوری دارالافتاء دارالعلوم فیضان مفتی اعظم عمل میں آیا۔

جہان ملک العلماء کی اشاعت تشہیر مسلک اعلیٰ حضرت کا ہی ایک حصہ ہے۔

فتاویٰ ملک العلماء میں اصلاح و مواعظت کا عنصر

از قلم: مولانا شہاب الدین رضوی، مجمع الاسلامی، مبارک پور، اعظم گڑھ

ملک العلماء حضرت علامہ سید محمد تقی عثمانی قادری برکاتی قدس سرہ العزیز اپنے دور کے ایک بلند پایہ عالم دین اور زبردست فقیہ معقولات و منقولات کے بحرِ خارتھے۔ آپ ۱۰ محرم الحرام ۱۳۰۳ھ ۱۹ اکتوبر ۱۸۸۰ء کو موضع رسول پور میجر اضلع نائندہ میں جلوہ افروز ہوئے۔ والد ماجد ملک عبدالرزاق اشرفی نے خاندانی روایت کے مطابق چار سال چار مہینہ چار دن کی عمر میں اپنے مرشد گرامی شاہ چاند تقوی کے دست و محبت کا اظہار فرمایا ہے چنانچہ فرماتے ہیں:-

مکرمی مولانا، مولوی محمد تقی عثمانی صاحب قادری سلم فقیر کے یہاں اعز طلبہ سے ہیں اور میرے بھائی عزیز ابتدائی کتب کے بعد یہیں تحصیل علوم کی اور اب کئی سال سے میرے مدرسے میں مدرس اور اس کے علاوہ کار افتاء میں میرے معین ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ جتنی درخواستیں آئی ہوں سب میں یہ زائد ہیں مگر اتنا ضرور کہوں گا: سنی خالص، مخلص نہایت صحیح العقیدہ مادہ، صدقہ، صبر، ایمان

جہان ملک العلماء

حضرت ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی دہلی کی حیات اور علمی خدمات

کو بیعت نہ کرنی چاہئے۔ (فتاویٰ ملک العلماء ص ۳۱۸-۳۲۰)
ان اقتباسات میں جہاں اصلاح و موعظت کا رنگ جھلک رہا ہے، وہیں یہ ایجاز اور اختصار کے ساتھ معانی و مفہیم کی بھرپور افادیت سے بھی لبریز ہیں، یہ تمام باتیں بے اصل و سند نہیں لکھیں، بلکہ ہر حکم کا حوالہ بھی درج ہے، اختصار کے پیش نظر ان کو نظر انداز کر دیا گیا۔
قاضی کو نکاح خوانی کا نذرانہ لینے اور اجنبی شخص جس نے

آپ نے اصلاح و موعظت کا وہ انوکھا انداز اپنایا ہے جو ایک دین کا درد رکھنے والے سچے خادم دین ہی کا کام ہو سکتا ہے۔ آپ نے تدریس، نکتہ سنجی اور دقت نظری کے جو گل کھلاتے ہیں وہ دیکھنے کے قابل ہے، آپ کے فتاویٰ سے اصلاح و موعظت کی چند مثالیں پیش ہیں۔ سلسلہ مدار یہ میں بیعت ہونے نہ ہونے کے متعلق ایک تفصیلی سوال کے جواب میں، آپ نے جس وقار و متانت کے ساتھ مصلحت

حالانکہ وہ دو شخص جو زنانے میں جا کر عورت سے اجازت لیتے ہیں، وہ صرف توکیل کے گواہ ہیں، یعنی ان دونوں کے سامنے عورت نے فلاں شخص کو نکاح پڑھانے کی اجازت دی، نکاح کے گواہ وہ سب مجمع والے ہیں اور وہ لوگ جن کے کہنے سے شوہر نے اقرار و قبول کیا، غرض جن جن لوگوں نے اقرار و قبول کے الفاظ سنے، وہ سب کے سب نکاح کے گواہ ہیں (ایضاً ص ۲۷۷)

حضرت ملک العلماء نے اصلاح امت کے لئے رو و مناظرہ تصنیف و تالیف میں اپنی ساری عمر گزار دی۔ آپ کے فتاویٰ میں بھی ملی ہمدردی اور نمگساری کا جذبہ موجزن نظر آتا ہے۔ اخلاص اور شائستگی کے ساتھ نرم لب و لہجہ میں موقع محل کی مناسبت

جس سلسلہ میں چاہے، مرید ہوں، مگر بہتر ہے سلسلہ علیہ عالیہ قادر یہ شریفہ میں داخل ہوں۔

پیری کے تینوں شرائط بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ پیر کے لئے ضروری ہے کہ کسی مدرسے سے دستار فضیلت پائے ہو، بلکہ اس کو علم باللہ اور علم باحکام اللہ ہو۔ مسائل اعتقادیہ و عملیہ فقہ و قلبیہ تصوف سے بے بہرہ و بے علم نہ ہو۔ حضرات سادات کرام کی فضیلت سید ہونے کی وجہ سے سر آنکھوں پر ہے، مگر یہاں نسبی بزرگی کی ضرورت نہیں، بلکہ مرید ایسے شخص سے ہونا چاہئے جس کے متعلق اس کا یہ اعتقاد ہو کہ اس زمانہ میں تمام لوگوں سے تربیت مرید کے لئے اعلیٰ و افضل ہے، ورنہ اس

جهان ملك العلماء

حضور ملك العلماء امام احمد رضا رحمہ اللہ کی زندگی اور علمی خدمات

سے دل پذیر انداز میں حکم شرع سنا تے ہیں۔

دے، عاق نہ بنے، والدین کی رضا بہت بڑی نعمت ہے، انکی قدر کرے۔ (ایضاً ص ۳۰۵)

باپ کی رضا کے بغیر سلوک کے منازل طے کرنا کیسا ہے؟
باپ کا لڑکے کو اذکار و اشغال سے روکنا غلط ہے یا صحیح؟ یہ سوال آپ کی بارگاہ میں ہوا!

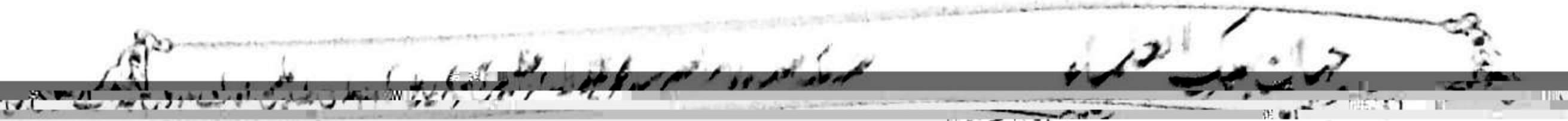
زید فضولی نے بالغہ باکرہ کا نکاح مجمع عام اس کے والد کی اجازت سے گواہ متعین بغیر کر دیا، اس زید نے یا اس کے باپ نے لڑکی سے قبل نکاح یا بعد نکاح اجازت لے لی تھی، ساتھ ساتھ لڑکی کو معلوم تھا کہ آج اس کا نکاح خالد کے ساتھ ہونے والا ہے، جب اس کو اطلاع دی، تو وہ چپ رہی، نکاح کے بعد خلوت صحیحہ بھی ہوئی، اس صورت میں نکاح ہو گیا یا تجدید نکاح ضروری ہے۔

اس کے جواب میں آپ فرماتے ہیں:-
یہ شخص (یعنی لڑکا) ضرور گنہگار ہے، اسے ہرگز روا نہیں کہ رضائے والد واجب کو چھوڑ کر شغل و اشغال ایک مستحب کام میں مشغول ہو۔ کسی عبادت کو قبول کرنا یا اس کے منہ پر مار دینا اللہ کی مرضی ہے، اس کا ہمارے پاس ٹھیکہ نہیں کہ قبولیت یا مردودیت عبادت کا پروانہ دیا جائے کہ مجھے اپنا ہی حال معلوم نہیں کہ جو کچھ ہم کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے یا معاذ اللہ نہیں۔ ہاں اس کے فضل سے امید کی جاتی ہے جو اسکی مرضی کے موافق ہو، اپنی رحمت سے قبول فرمائے، مگر والدین کی ناراضگی میں ہرگز اس کی رضا نہیں۔۔۔ اگر اس کا باپ اسے روکنے میں کوئی مصلحت شرعیہ دیکھتا ہو یا اسے اپنی ایذا کا خیال ہے کہ اسے تنہا چھوڑ کر وہ اپنا کام نہ کر سکے گا، تو کوئی حرج نہیں، اگر اس کا کوئی حرج نہیں، تو ذکر و فکر شغل و اذکار سے اپنے بیٹے کو نہ روکے، کیونکہ اس کو اجازت نہیں کہ وہ کام کرے جو اللہ اور رسول کی رضا کے خلاف ہو (ایضاً ص ۳۰۹)۔

اس سوال کے جواب میں دو مفتیان کرام نے ٹھوکر کھائی اور بے احتیاطی میں حکم شرع کے خلاف مسئلہ بتا دیا کہ نکاح کی صحت محل نظر ہے۔ حضور ملک العلماء نے اس کا مفصل مصلحانہ جواب عنایت فرمایا، جس کے چند اقتباسات پیش ہیں: بصورت مسئلہ میں نکاح صحیح و نافذ ہوا، اب نہ تصریح اذن ہندہ کی ضرورت نہ تجدید نکاح کی حاجت۔ مفتی صاحب کو تنبیہ فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں:-
مولوی صاحب یہاں تک کہ جو لکھا محض اجتہاد تھا اور اپنے خیال پر احکام تھے، اب عوام کے نزدیک فتویٰ کی عزت اور اسے بھاری بھر کم بنانے کو عربی عبارت تحریر فرمائی، مگر اس سے تو نہ لکھنا ہی اچھا تھا (فتاویٰ ملک العلماء ص ۱۹۴-۱۹۷)

اس مفصل فتویٰ میں اصلاح و معظمت کے انداز میں مزید فرماتے ہیں:-
پس صورت مستفسرہ میں جبکہ باپ اس کا شیخ کے یہاں جانے، حلقہ میں شامل ہونے سے روکتا ہے اور کہتا ہے کہ اس میں میری سخت ناراضگی ہے، ہرگز اس کو اجازت نہیں کہ والدین کو ناراض کر کے حلقہ میں شامل ہو۔۔۔ باپ کو ناراض کر کے حلقہ میں شامل ہونے کی کیونکر اجازت دی جائیگی، اس شخص کو چاہئے کہ شیطان کے دھوکے سے باز آئے والد کی فرما برداری کرے، ان کو ایذا نہ

یہ آپ کے فتاویٰ کی چند مثالیں تھیں، ورنہ آپ کی پوری زندگی اصلاح امت تبلیغ و ارشاد سے عبارت تھی، یہی وجہ ہے کہ آپ کے نوک قلم سے ستر سے زائد کتابیں معرض وجود میں آئیں، جو اپنی نوعیت کے لحاظ سے منفرد ہیں، آپ کا زیادہ وقت درسی مشاغل میں گزرتا تھا، لیکن اسی میں سے کچھ وقت نکال کر کارا فقا اور رد و مناظرہ کی خدمات خوب انجام دیں، آپ کے فتاویٰ کی تعداد اگرچہ کم ہے، لیکن تحقیق و جستجو کے لحاظ سے بہت سی ضخیم جلدوں پر بھاری ہیں۔



جہان ملک العلماء

عصر ملک احمد علیؒ احمد سید محمد تقی العزیز عظیم آبادی شہر کی حیات اور اس خدمت

جامع اور ماہر ہیں اور انہوں نے کسی حد تک ان علوم میں مہتمم اور محقق ہونے کا مظاہرہ بھی کیا۔ انہوں نے ہر باب میں اختلاف مسائل کو تو ان اظہار و افلاں کے ساتھ بیان کرنے کا اتنا حوصلہ ہی ہے اور فقہ میں غیر معروف حضرات کے دست تک تو یہاں آ کر قریب الامام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے آ کر گواہوں سے غیر حریف تو کیا۔ شاذ کے مرتبے میں بھی پسند آ رہا اور صرف مستقام پسند ان کتب امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے لکھا گیا۔

موتیں کتب حدیث کے اس عنوان اور قائل قسموں تو کہا جا سکتا ہے لیکن اس پر اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔ یہ تو کسی بھی کتاب

تہ کرنے کا مقصد یہی ہو سکتا ہے، کہ وہ ان ائمہ کے مسلک کے نوع نہیں ہیں، تو ان کو جواباً کہا جا سکتا ہے۔ بقول آپ کے ازم آپ کا کہ آپ حضرات کا مسلک ان ائمہوں احادیث کے مخالف ہو۔

۲۔ کتب صحاح ستہ اور دیگر مشہور کتب مثلاً مسند احمد مصنف ابی حنیفہ مصنف عبد الرزاق مسند دارمی وغیرہا میں بیگلروں وہ احادیث ہیں۔ جو ان کے مسلک فقہی کے خلاف ہیں، بلکہ مخالف کی نوعیت ہیں۔ اس صورت میں کہا جا سکتا ہے کہ آپ حضرات کا مسلک ان احادیث کے خلاف ہے۔ لہذا آپ بھی اہل الرائے ہیں اور احادیث کے مقابلے میں قیاس پر عمل بھی ہیں، مثلاً وضو کے باب

امام ابو حنیفہ کے لئے یہ حکم کیوں مختص ہے۔

۳۔ آپ کے معیار کے مطابق فقہ شافعی کے بانی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سب سے بڑے اہل الرائے اور تارک الحدیث، مخالف الحدیث قرار پائیں گے۔ کیونکہ ہر مسئلے میں ان کے دو مختلف قول ہیں، بغداد میں فقہی مسلک کچھ تھا۔ پھر مصر تشریف لے جانے کے بعد ہر مسئلے میں فقہی مسلک مختلف ہو گیا، ظاہر ہے کہ مسلم محدث ہونے کی حیثیت سے ان کا پہلا اور دوسرا دونوں مسلک احادیث سے مستنبط ہیں جب پہلا مسلک متروک قرار پایا، تو لازم آیا کہ موجودہ شافعی مسلک ان ذخیرہ احادیث کے مخالف ہے جو پہلے مسلک کا مبنی تھا، تو اتنے بڑے ذخیرہ احادیث کے مخالف مسلک والے حضرات کا خود کو موافق حدیث اور امام ابو حنیفہ کو مخالف حدیث یا تارک حدیث قرار دینا باعث افسوس ہے۔

لہذا لاکھوں احادیث میں سے اپنے مسلک کی تائید کے خیال سے چند ہزار احادیث کو مرتب کر کے یہ دعویٰ کرنا کہ فلاں امام کا مسلک مطلقاً احادیث کے خلاف ہے۔ یہ بہت بڑی زیادتی اور نا انصافی ہے۔ اس کے باوجود رد عمل کے طور پر ائمہ احناف کا شوافع حضرات کے مقابلے میں اپنے مسلک کے موافق اور مؤید احادیث کو کتابی صورت میں مرتب نہ کرنا، تعجب خیز ہے۔ پھر اس سے بڑھ کر تعجب کی بات یہ ہے کہ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے شوافع حضرات پر حقیقت واضح کرنے کیلئے معرکہ الآراء کتاب ”شرح معانی الآثار“ مرتب فرمائی، لیکن پھر بھی احناف نے صرف معروف صحاح ستہ پر ہی اپنی توجہ مرکوز رکھی اور اپنے درس و تدریس میں ”شرح معانی الآثار“ کو وہ مقام نہ دیا، جس کی وہ حقدار تھی احناف کے اس استغناء سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے شافعی محدثین کے دعوے کو قابل اعتناء نہ سمجھا اور نہ امام طحاوی کی خدمات کو اپنے

لئے غنیمت سمجھتے کہ انہوں نے حنفی مسلک کی مؤید احادیث کیجا مرتب کر کے نہ صرف کتابی صورت میں پیش کیا، بلکہ شافعی حضرات پر حقیقت کو واضح کر کے انہوں نے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ پر طعن کا موثر اور مسکت جواب دیا احناف کے اس طرز عمل نے سوچنے پر مجبور کیا، تو غور و فکر کے بعد جو بات سمجھ میں آئی، وہ یہ ہے، کہ لکل فن رجال ایک حقیقت ہے، اللہ تعالیٰ نے جس کام کیلئے جس کو پیدا فرمایا۔ اس کو اسی کام کی لگن دے دی لاکھ عوارضات ہوں وہ سب کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنی توجہ کو اپنے کام پر مرکوز رکھتا ہے، دیگر ائمہ اور ان کے متعلقین سے اللہ تعالیٰ نے روایت حدیث کے ساتھ ساتھ درایت حدیث کا کام لیا اور انہوں نے اپنے اس کام کو بام عروج تک پہنچایا۔

لیکن امام اعظم ابو حنیفہ اور ان کے متعلقین کو اللہ تعالیٰ نے جس کام کیلئے منتخب فرمایا، وہ کام انتہائی دقیق اور بلند ہے۔ جس کیلئے فہم و فراست کی انتہائی گہرائی اور تدقیق کے ساتھ ساتھ فہم بلند پرواز بھی ضروری تھی۔ کیونکہ دقیق و رفیع چیز کو حاصل کرنے کیلئے ادق و ارفع جدوجہد کی ضرورت ہوتی ہے۔ چنانچہ احناف کے حصے میں جو کام آیا، وہ قرآن و حدیث کے دقیق معانی اور تاویلات کا فہم و استنباط ہے۔ جو مقاصد شرع اور فطرت انسانی دونوں کے مطابق و موافق ہوں تاکہ ”المدین یسر“ ”یسروا ولا تعسروا“ اور ”لا یرید اللہ بکم العسر“ کے معیار پر شرائع و احکام کی تدوین ہو سکے، یسر کیلئے ضروری ہے کہ اسکے اصول قطعی اور جامع ہوں کیونکہ شک و انتشار قدم قدم پر مشکلات کا باعث ہوتے ہیں۔ جو اجتماعیت میں رکاوٹ پیدا کرتے ہیں، یہی وجہ ہے، کہ احناف کے وضع کردہ اصول جہاں مقاصد شرع کے مطابق ہیں وہاں وہ فطرت انسانی کے بھی قریب ہیں اور

روایت کی بجائے الہامی ملکہ سے بھی کام لے، امام حسن بصری نے فقیہ کی تعریف میں فرمایا البصیر با مر دینہ یعنی نصوص کے الفاظ و معانی اسے باطنی ادراک اور بینظر بنور اللہ کا مقام بھی عطا کرے جبکہ یہ باطنی ادراک منصب روایت سے درآہ ہے۔ ان روایات سے ثابت ہوا کہ اعلیٰ و افضل فقیہ کا منصب روایت نہیں۔ بلکہ روایات کا باطنی ادراک و بصیرت ہے، جس کو بروئے کار لا کر ادعیٰ افتقہ اور انہم کے منصب پر فائز ہونا ہے۔

ملا علی قاری نے شرح مشکوٰۃ میں امام محی السنہ صاحب المصاحیح کا قول معالم التنزیل سے نقل فرمایا۔ لکل آیه منها ظہر و بطن اور بطن کی تفسیر میں فرمایا البطن تاویلہ وقد یفتح اللہ علی المتدبر و المتفکر من التاویل والمعانی ما لا یفتحہ علی غیرہ و فوق کل ذی علم علیم۔ یعنی نصوص میں تدبر اور تفکر سے وہ معانی اور تاویل حاصل ہوتے ہیں۔ جو محض روایت سے حاصل نہیں ہوتے۔ امام محی السنہ کے اس ارشاد سے بھی واضح ہوا، کہ نصوص میں تدبر اور تفکر فقیہ کا اعلیٰ منصب ہے، جو کہ روایت کا منتہی و مقصود ہے۔ ابوداؤد ابن ماجہ کی روایت العلم ثلاث آیۃ محکمۃ او سنۃ قائمۃ او فریضۃ عادلۃ فریضۃ عادلہ میں ملا علی قاری نے تین قول نقل فرمائے۔ قیل المراد بہا الحکم المستنبط من الكتاب والسنة بالقیاس، قیل فریضۃ معدلۃ بالکتاب والسنة ای مزکاۃ بہما قیل ما اتفق علیہ المسلمون۔

غرض کہ فریضۃ عادلہ سے مراد استنباط و اجتہاد سے حاصل شدہ حکم ہے تینوں اقوال مؤید ہو اور ایسا کہ اس پر مسلمان متفق ہو پائیں۔ یعنی وہ مستنبط حکم فطری اور قطعی و جامع ہوتا، کہ اس کے معیار پر وہی مستنبط حکم ہوگا، جو کتاب اللہ اور سنت رسول دونوں سے

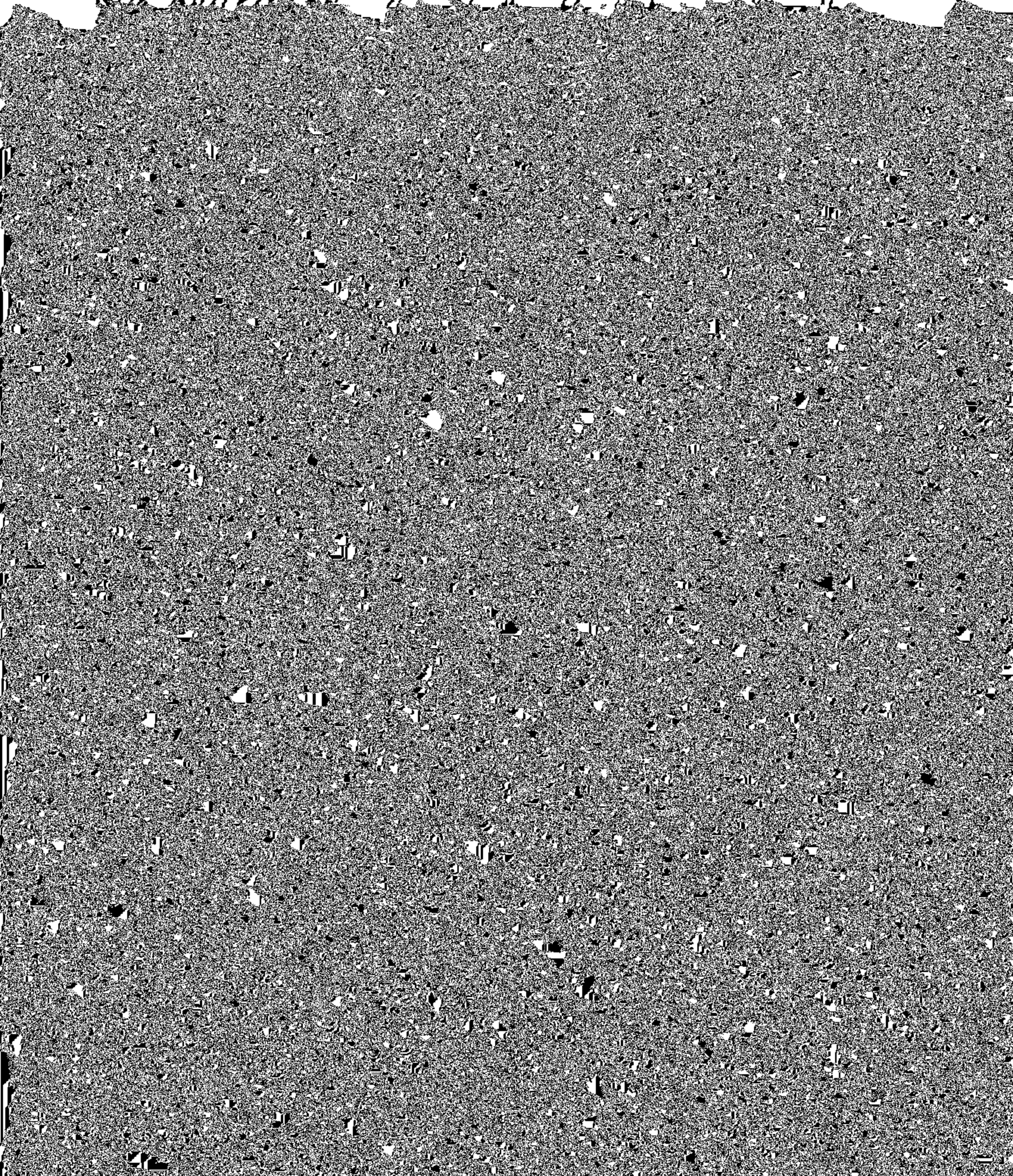
جیسے وہ قطعی ہیں ایسے ہی وہ جامع بھی ہیں اسی وجہ سے دنیا بھر کے مسلمانوں کی دو تہائی اکثریت حنفی مسلک پر عمل پیرا ہے۔ بلکہ مالکی، شافعی، حنبلی بھی بعض مسائل میں حنفی مسلک پر عمل کیلئے مجبور ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے، کہ قرآن و حدیث نے تفقہ اور اجتہاد کا جو اعلیٰ معیار بیان فرمایا، امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا اجتہاد و تفقہ ہی اس معیار کا ہے، اب قرآن و حدیث کی روشنی میں معلوم کرنا چاہئے کہ اجتہاد اور تفقہ فی الدین کے مراتب کیا ہیں، اور ائمہ میں سے کس نے کس مرتبے کا کام کیا اور کون سا مرتبہ مقصود شارع ہے اور اس مطلوبہ معیار کو کس نے پایا ہے۔ اس سے یہ معلوم ہو جائیگا، کہ امام ابوحنیفہ اور ان کے متعلقین حدیث روایت کی طرف کیونکر متوجہ نہ ہوئے۔ ترمذی، ابوداؤد، احمد وغیرہم کی روایت کردہ حدیث میں رسول ﷺ کا ارشاد ہے رب حامل فقہ لیس بفقہ ورب حامل فقہ الی من ہو افتقہ منہ یعنی حامل حدیث اور راوی حدیث فقیہ نہ ہوگا یا ہوگا لیکن جس کو وہ سنا رہا ہے وہ زیادہ فقیہ اور افتقہ ہوگا یہاں افتقہ کو حامل اور راوی نہیں فرمایا بلکہ اس تک پہنچ کر روایت کا سلسلہ ختم کر دیا گیا۔

ترمذی اور ابن ماجہ کی ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں فرب مبلغ او عیٰ لہ من سامع (او عیٰ ای افہم و اتقن) یعنی سننے سنانے اور روایت والے جس کو پہنچا رہے ہیں، وہ افہم و اتقن ہوگا، یہاں بھی جس کو او عیٰ فرمایا۔ وہ مبلغ ہے یعنی اس کو راوی سے بالا ذکر فرمایا۔ ابو نعیم کی روایت ہے عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ من یرد اللہ بہ خیرا یفقہ فی الدین یلہمہ رشدۃ یعنی بہترین فقیہ وہ ہے۔ جس پر اللہ تعالیٰ اپنا رشد الہام فرمائے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ نصوص کے الفاظ و معانی کے علاوہ الہامی رشد کا بھی حامل ہو اور صرف

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی شہید کی حیات اور علمی خدمات

عالم کمالیہ کے نام سے مشہور ہیں۔ ان کی تالیفات میں سے "تاریخ علمائے ہند" اور "تاریخ علمائے ہند" کے نام سے مشہور ہیں۔



جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدظلہ کی حیات اور علمی خدمات

عوام ابو حنیفہ کے وجود پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں، کہ انہوں نے انکے لئے وسیع گنجائش پیدا کی ہے۔ امام ابن حجر عسقلانی نے فرمایا، مذہب حنفی کی کتاب میں جس طرح مضبوط قواعد و اصول موجود ہیں ایسے شافعیوں کے ہاں نہیں ہیں۔ امام ابو یوسف نے فرمایا: ”مسا خالفته (ابی حنیفہ) فی شیء الدرایت الذی ذہب الیہ اتجی فی لآخرہ وربما کنت ملت الی الحدیث وکان ہو الصبر بالحدیث وقال مارایت اعلم بشرح الحدیث من ابی حنیفہ رضی اللہ عنہ امام ترمذی نے فرمایا الفقہاء اعلم المعانی الحدیث“ کو صاف اعتراف ہے، کہ رب حامل فقہ لیس بفقہ، ورب حامل فقہ الی من ہوا فقہ منہ کما قال صلی اللہ علیہ وسلم کہ امام ابو حنیفہ ہی فقہ کے مصداق ہیں،

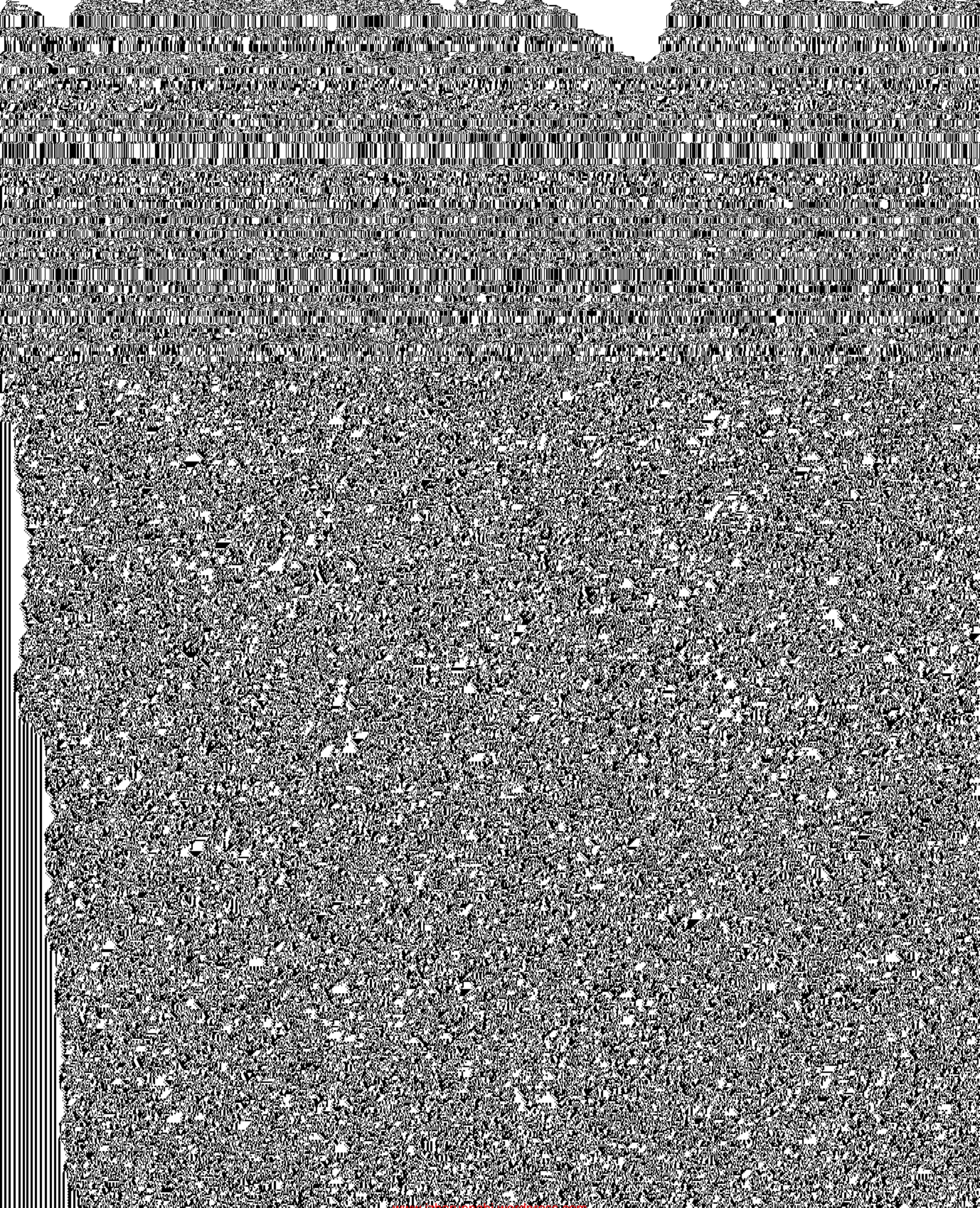
جہاں تک حدیث کے میدان میں خدمات کا تعلق ہے، تو یہاں بھی احناف کسی سے پیچھے نہیں ہیں۔ خود امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو فقہ کی طرح حدیث میں بھی تقدیم حاصل ہے اور کوئی بھی محدث امام صاحب کے سلسلہ تلمذ سے خارج نہیں۔ لہذا کہا جاسکتا ہے ائمہ ثلاثہ کے مقابلے میں امام اعظم کے تلامذہ احادیث زیادہ ہیں۔ اگرچہ خالص کتب حدیث اور روایات کی ترتیب میں کثرت

دیگر ائمہ کو حاصل رہی، لکن یہ سب سب کثرت کے زور پر

احادیث سے مؤید فرمایا ہے۔ اسکے علاوہ کتب حدیث خصوصاً مسکن رزق کی شرح اور تعلیقات میں جو مقام احناف نے پیدا فرمایا ہے۔ دوسروں کو حاصل نہیں، باقی رہا، حدیث کے مقابلے میں قیاس پر عمل کا مسئلہ، تو اس میں خود شافعی حضرات زیادہ مبتلا ہیں۔ کیونکہ ان کے ہاں حدیث ضعیف کے وجوہ زیادہ ہیں، تو ضعیف احادیث کی تعداد بھی ان کے ہاں زیادہ ہے۔ جبکہ ضعیف حدیث مفید احکام نہیں۔ لہذا ان حضرات کو احکام کے لئے حدیث کی بجائے قیاس کی طرف رجوع کی ضرورت زیادہ ہے۔ مثلاً صرف متصل حدیث ان کے ہاں حجت ہے باقی تمام اقسام ان کے ہاں ضعیف ہے اس طرح مرفوع کے مقابلے میں باقی دونوں قسموں کو حجت نہیں مانتے نیز مجمل جرح سے بھی حضرات راوی کو ساقط الاعتبار قرار دیکر اسکی روایت کو ضعیف بناتے ہیں۔

جبکہ احناف کے ہاں ہر قسم کی حدیث قیاس سے مقدم ہے بشرط کہ قطعی یا مشہورہ متواتر نص یا شرعی مسلمہ قاعدے کے خلاف نہ ہو، پھر ان حضرات کے ہاں، تو صحیح حدیث بلکہ قرآن کے مجمل میں بھی قیاس کو دخل ہے۔ کیونکہ مطلق کو مقید پر محمول کرنے کے قاعدے نے ان کو مطلق نص (خواہ قرآن ہو یا صحیح حدیث ہو) کو مقید پر قیاس کرنے پر مجبور ہیں۔ حتیٰ کہ قرآن کے اطلاق کو بھی

حضور ملک العلماء و امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی ریس کالج دارالعلوم اسلامیہ
الجلالہ



حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی شہکی حیات اور علمی خدمات

تقلید کو شرک قرار دیتے ہوئے براہ راست حدیث پر عمل کا دعویٰ شروع کر دیا۔ انگریز کے کاشت کردہ اس پودے نے اپنی جہالت کی بناء پر صحاح ستہ کو ہی تمام ذخیرہ احادیث قرار دیا۔ احادیث کو صرف صحاح ستہ میں محصور سمجھا اور شور مچایا کہ ہندوستانی مسلمانوں کی حنفی اکثریت کا مذہب احادیث کے خلاف ہے۔ کیونکہ صحاح ستہ کی حدیث کے موافق نہیں ہے اس موقع پر ہندوستان کے بعض علماء نے عوام کو تردد سے محفوظ رکھنے کے احساس سے حنفی مسلک کی مؤید احادیث کو محدثانہ انداز میں مرتب کرنے کا اقدام فرمایا۔ چنانچہ اس دور کی پہلی کوشش علامہ ظہیر احسن شوق بہاری صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمائی انہوں نے چودہویں صدی ہجری کی ابتداء میں ”آثار السنن“ کے نام سے فقہی ابواب کی ترتیب پر کتاب کو مرتب کرنا شروع کیا۔ لیکن افسوس! کہ ابھی یہ کتاب ”کتاب الحج“ کے آخری ابواب پر تھی کہ مصنف علیہ الرحمہ کا ۱۳۲۲ھ میں وصال ہو گیا۔ علامہ پروفیسر مختار الدین آرزو کے بقول اس کتاب کا پہلا ایڈیشن ۱۳۱۸ھ میں مصنف علیہ الرحمہ کی حیات میں لکھنؤ قومی پریس میں طبع ہوا جس کے کل صفحات ۲۱۱ تھے جو علماء احناف کے یہاں نہایت مقبول ہوئی اور پروفیسر صاحب مدظلہ کے بیان کے مطابق ان کے دور میں یہ کتاب صوبہ بہار کے دینی مدارس کے نصاب میں شامل تھی، جس سے اس کتاب کی اہمیت اور مقبولیت عیاں ہوتی ہے۔ اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن پاکستان میں ملتان سے شائع ہوا ہے، جس کا راقم الحروف نے مطالعہ کیا ہے میری نظر میں یہ کتاب صحاح ستہ کا درس دینے والے حنفی مدارس کیلئے طہارت، صلوٰۃ اور جنازہ کے اختلافی مسائل میں بے حد مددگار ہے۔ اگر مصنف علیہ الرحمہ کی مساعی سے یہ کتاب مکمل ہو جاتی تو نہ صرف باقی تمام کتب سے مستثنیٰ کر دیتی بلکہ سنن میں اپنا امتیازی مقام حاصل کر لیتی۔

آثار سنن اور اس کے مؤلف کا مختصر تعارف
نام، کنیت اور لقب: ظہیر احسن بن سبحان علی صدیقی، ابوالخیر شوق
ولادت: بروز بدھ ۲۴ جمادی الاولیٰ ۱۲۷۸ھ
وفات: بروز جمعہ ۱۷ رمضان المبارک ۱۳۲۲ھ
شیخ و استاذ: محدث شہیر مولانا فضل الرحمن گنج مراد آبادی و مولانا عبدالحی لکھنوی انصاری
سن تالیف آثار سنن: ۱۳۱۳ھ
طبع اول: قومی پریس لکھنؤ ۱۳۱۸ھ دو اجزاء میں کل صفحات ۳۱۱
طبع ثانی مع التعليقات: مکتبہ امدادیہ ملتان پاکستان ۱۳۱۸ھ ایک جلد میں کل صفحات ۳۳۲

ابتداء کتاب الطہارۃ... باب السیاء عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ لا یبولن احدکم فی الماء الدائم الذی یجری ثم یغتسل فیہ اختتام کتاب..
باب زیارة قبر النبی ﷺ عن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ قال ان بلالاً رای فی منامہ رسول اللہ ﷺ وهو یقول ما ہذا الجفوة یا بلال اما ان لک ان تزورنی.. احادیث کی کل تعداد ۱۱۱۳ صفحات، کل تعداد ۳۱۱

اس سلسلے کی دوسری اور تیسری کوشش چودہویں صدی میں ہوئی۔ اس دور میں مذکورہ موضوع پر حضرت علامہ ابوالحسنات سید محمد عبداللہ بن مولانا سید مظفر حسین حیدر آبادی نے ”زجاجة المصابیح“ اور حضرت ملک العلماء علامہ سید محمد ظفر الدین رضوی فاضل بہار نے ”جامع الرضوی المعروف بصحیح البہاری“ کے نام سے کتابیں مرتب فرمائیں، اول الذکر (زجاجة المصابیح) کو نظام ابوالحسنات سید عبداللہ شاہد صاحب حیدر آبادی نے ”مشکوٰۃ المصابیح“ کے انداز پر مرتب فرمایا۔ اس کے ابواب اور ان کے عنوانات بالکل

- مشکوٰۃ کے موافق ہیں۔ لیکن ہر باب میں حنفی مسلک کے مؤید روایات کو یکجا کر دیا گیا ہے۔ جس میں احادیث، آثار، سنن اور فتاویٰ صحابہ کا کثیر ذخیرہ موجود ہے، جو حنفی مسلک کیلئے مآخذ کا کام دیتا ہے۔ اس کے ساتھ مصنف علیہ الرحمہ نے بعض ضروری مقامات پر حواشی کے ذریعے حدیث کے مقصد کو قرآن اور دیگر روایات سے مؤید فرمایا ہے یہ کتاب پانچ جلدوں میں مکمل ہوئی ہے۔
- ۶۔ مشکوٰۃ میں تقریباً ہر باب کو تین فصلوں پر منقسم کیا گیا ہے۔ مگر یہاں فصلوں کا التزام نہیں کیا گیا۔
- ۷۔ زجاجہ کو پانچ اجزاء پر منقسم کر کے قاری کیلئے استفادے میں آسانی پیدا کی گئی ہے اور اس مقصد کیلئے جلد کا سائز بھی متوسط رکھا گیا ہے۔
- ۸۔ حدیث کی یہ واحد مکمل کتاب ہے، جو کسی ہندوستانی عالم نے لکھی، جس میں تمام فقہی ابواب پر حنفی مسلک کی تائید

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی شہد کی حیات اور علمی خدمات

منظر اسلام بریلی شریف، دارالعلوم جامع مسجد شملہ، مدرسہ حنفیہ آره ضلع شاہ آباد، مدرسہ خانقاہ کبیر یہ سہرام، مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ، جامعہ لطیفیہ بحر العلوم کٹیہار ضلع پورنیہ، مدرسہ ظفر منزل پٹنہ، جبکہ جامعہ نعمانیہ لاہور کیلئے تقرری ہوئی مگر بریلی سے شملہ کیلئے اچانک منتقل ہونا پڑا۔

جن مدارس کے قیام میں سعی فرمائی:

علیحضرت کے یہاں حاضری کے بعد منظر اسلام بریلی کے قیام کیلئے مولانا سید عبدالرشید عظیم آبادی سمیت پہلے طالب علم بنے۔ جامع مسجد شملہ میں مدرسہ قائم فرما کر تدریس کی۔ زندگی کے آخری دور میں جامعہ لطیفیہ کٹیہار میں دس سال تدریس کے بعد اور کچھ پہلے، اپنے گھر پٹنہ میں ظفر منزل کو مدرسے کی صورت دی۔

بعض شریک درس حضرات:

مولانا سید عبدالرشید عظیم آبادی، مولانا غلام مصطفیٰ، مولانا محمد ابراہیم اوگانوی، سید غلام محمد بہاری، سید عبدالرحمن پتھوی، مولانا محمد اسمعیل بہاری، مولانا سید عاشق حسین فاضل شمسی، مولانا مفتی عمیم الدین، مولانا ظہور نعیمی، مولانا حافظ عبدالرؤف نائب صدر مدرس جامعہ اشرفیہ مبارکپور، مولانا نظام الدین بلیاوی، مولانا محمد تکی بلیاوی۔

چند مشہور تلامذہ:

مولانا احسن الہدیٰ، مولانا قمر الہدیٰ، مولانا سید فرید الحق، مولانا نذیر الحق رمضان پوری وغیرہم۔

چند مشہور معاصرین:

مولانا حامد رضا خان، مولانا حسن رضا خان، مولانا مصطفیٰ رضا خان، مولانا محدث کچھو چھوی، مولانا نعیم الدین مراد آبادی، مولانا امجد علی صدر الشریعہ، مولانا عبدالسلام جبلی پوری،

ہے۔ تحریر مختصر ہے، مگر دلالت مبسوط ہے۔ جس کے متعلق انہوں نے خود فرمایا۔

یہ چند صفحات مصنف علام حضور ملک العلماء فاضل بہار پر جن میں صرف انکی زندگی اور تصانیف پر گفتگو کی گئی ہے ارتجالاً لکھ دئے گئے یہ اور اقا انشاء اللہ ایک مکمل سوانح عمری کیلئے جس کی ترتیب و اشاعت کی ضرورت ہے، پیش خیمہ ثابت ہوں گے۔ (مختار الدین احمد)

پروفیسر آرزو صاحب مدظلہ کے بیان سے مؤلف اور تالیف کے متعلق معلومات کا خلاصہ درج ذیل ہے، نام، کنیت، لقب اور ولدیت، (علامہ مولانا مولوی) ظفر الدین ابوالخٹار، حضور ملک العلماء فاضل بہاری قادری رضوی ابن عبدالرزاق اشرفی۔

پیدائش: ۱۰ محرم الحرام ۱۳۰۳ھ۔۔ وفات ۱۱ جمادی الآخر ۱۳۸۲ھ

مشہور اساتذہ:

علیحضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی، مولانا وصی احمد محدث سورتی، مولانا احمد حسن کانپوری، مولانا بشیر احمد علی گڑھی، مولانا حامد حسن رامپوری، مولانا کبیر الدین، مولانا ابراہیم، مولانا عبداللطیف، مولانا محی الدین اشرف، مولانا بدر الدین اشرف، مولانا مہدی حسن، مولانا محمد اسماعیل بہاری، قاضی عبدالرزاق، مولانا فخر الدین، مولانا منعم، مولانا اکرام الحق، مولانا معین اظہر، مولانا عبداللہ کانپوری۔

مدارس جہاں تعلیم حاصل کی:

گھر، مدرسہ غوثیہ حنفیہ بین پٹنہ، مدرسہ حنفیہ پٹنہ، دارالعلوم کانپور، امدادالعلوم کانپور، حسن المدارس کانپور، دارالحدیث پبلی بھیت، مصباح التہذیب بانس بریلی، منظر اسلام بریلی شریف،

مدارس جہاں تدریس فرمائی:

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی دہلی کی حیات اور علمی خدمات

دال قابل اعتبار واقعات اور ان کو آغوش تربیت میں رکھنے والی یکتا شخصیات کو جامع انداز میں بیان کر دیا ہے، اگرچہ مصنف علیہ الرحمہ کی ظاہری اور باطنی عظمت کے اظہار میں پروفیسر صاحب کا اتنا ذکر کر دینا کافی تھا، جس ذات گرامی سے انہوں نے سب سے زیادہ علمی فیوض حاصل کیے، وہ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ جن کی صحبت بابرکت میں برسہا برس رہے ”یا اعلیٰ حضرت کے خلیفہ تاج الدین لاہوری کے نام ایک مکتوب کو بیان کر دینا ہی مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی ثقاہت کا جامع بیان تھا۔“

مکرمی مولوی ظفر الدین قادری فقیر کے ہاں اعز طلباء سے ہیں اور میرے بجان عزیز، ابتدائی کتب کے بعد یہیں تحصیل علوم کی، اور اب کئی سال سے میرے مدرسے میں مدرس اور اس کے علاوہ کار افتاء میں میرے معین ہیں، میں اتنا ضرور کہوں گا، کہ سنی، خالص مخلص، صحیح العقیدہ، ہادی، مہدی، عام درسیات میں عاجز نہیں، مفتی ہیں، واعظ ہیں، مصنف ہیں، مناظرہ بعونہ تعالیٰ کر سکتے ہیں، علمائے زمانہ میں علم توقیت سے تنہا آگاہ ”اور پھر اعلیٰ حضرت نے مصنف کے نام اپنے ایک مکتوب میں یوں فرمایا ”آپ کے پاس بعونہ تعالیٰ علم نافع ہے ثبات علی السنہ ہے اب کون زائد ہے، کس پر نعمت بیشتر ہے، آپ کو دین سے اور دین کو آپ سے نصر“ اور کبھی یوں اظہار فرمایا، ”جیبی، ولدی، قرۃ عینی، اور کبھی یوں خطاب فرمایا ”ولدی الاعز، حامی سنت، ماحی فتن، جان پدر بلکہ از جان بہتر“ کلام الامام کے اس امام الکلام نے مصنف علیہ الرحمۃ والرضوان کے متعلق ہمہ پہلو باکمال بلکہ انتہائی باکمال اور جامع بے مثال ہونے کی شہادت دیدی، تو امام اہلسنت، مجدد ملت رہبر شریعت و طریقت، مخزن علوم، مظہر عجائب قدرت کی اس جامع توصیف کے بعد کسی دوسرے کی کیا ہمت ہے کہ وہ مؤلف کی

مولانا احمد اشرف، مولانا دیدار علی، مولانا احمد مختار، مولانا عبد العظیم میرٹھی، مولانا رحیم بخش، مولانا لعل خان، مولانا عبد الاحد، مولانا عبد الباقی، مولانا شفیع احمد، مولانا حسین رضا خان۔

تصانیف:

مختلف فنون کے مختلف موضوعات پر کل ستر کتابیں مرتب فرمائیں۔ جن میں بعض مشہور درج ذیل ہیں۔

- شرح کتاب الشفا بتعريف حقوق المصطفى ۱۳۲۲ھ
 خیر السلوک فی نسب الملوک ۱۳۳۳ھ
 بدر الاسلام لمیقات کل الصلوٰۃ والصیام ۱۳۳۵ھ
 مؤذن الاوقات ۱۳۳۵ھ
 تنویر السراج فی ذکر المعراج ۱۳۵۳ھ
 نافع البشر فی فتاویٰ ظفر ۱۳۲۹ھ
 حیات اعلیٰ حضرت ۱۳۲۹ھ
 المعجل المعد لتالیف المجدد ۱۳۲۷ھ
 الجواهر والیواقیت فی علم التوقیت ۱۳۳۰ھ
 جواهر البیان ۱۳۳۳ھ
 عافیہ (صرف) ۱۳۳۵ھ
 چودھویں صدی کے مجدد ۱۳۶۷ھ
 الجامع الرضوی المعروف بصحیح البہاری ۱۳۲۵ھ

اجمالی تعارف کے بعد مناسب تھا، کہ مصنف علیہ الرحمہ کے متعلق کچھ تفصیلی تعارف قارئین کی نظر کیا جاتا۔ لیکن پروفیسر آرزو صاحب نے اپنے تعارفی مقالے میں مصنف علیہ الرحمہ کے متعلق شخص اور نجی معلومات، دین و ملت کیلئے ان کے پر خلوص جذبات، احقاق حق و ابطال باطل میں مجاہدانہ مصروفیات، علوم و فنون کی کثرت و بہتات، تدریس و تالیف میں کثیر باقیات، زہد و تقویٰ پر

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی دہلی کی حیات اور علمی خدمات

توصیف و تالیف کا دعویٰ کرے ہاں ”امابنعمت ربک
فحدیث“ کرتے ہیں۔ ہاں نعمت ربک کا یہ جو ممنون ہاں لازم سے کہہ
آٹھ ابواب میں سے کم از کم چار ابواب تفسیر، فتن، اشراط اور مناقب
کا ذکر نہیں ہے، لہذا اصطلاحی طور پر کتاب کا نام ”الجامع الرضوی“

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدظلہ کی حیات اور علمی خدمات

ہے۔ تو ترکیب اضافی یہ عنوان، اصطلاحی طور پر بھی درست ہے ویسے بھی معروف کتب صحاح کی طرح مصنف علیہ الرحمہ کو بھی تقلیب کا حق ہے۔ جس پر کسی کو اعتراض نہیں ہو سکتا۔ لہذا اس کتاب کو جو حقیقتاً زمرہ سنن میں ہے ”جامع الرضوی“ المعروف صحیح البہاری“ سے معنون کرنا برحق ہے اور مصنف کا ابتداء مقدور مقدمہ میں ”ہذا مجلدتان من المجلدات الصحاح الست“ فرمانا بھی صحیح اور درست ہے، کہ المجلدات کو الصحاح اور الست دو صفات سے موصوف فرمایا۔ کیونکہ یہ صحیح البہاری کی چھ مجلدات ہیں، تو ظاہر ہے، مجلدات بھی صحاح ہیں۔

پروفیسر علامہ آرزو صاحب نے فرمایا: ملک العلماء نے اس کتاب کی جمع و تبویب میں عمر کا خاصہ حصہ صرف فرمایا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ فقہ حنفی کی تائید میں یہ کتاب مرتب فرما رہے تھے۔ چونکہ فقہ جزئیات کے احکام سے بحث کرتی ہے خصوصاً فقہ حنفی، جس کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ جزئیات کے دائرے کو وسیع تر بناتی ہے۔ اسکی موافقت میں احادیث کی تخریج کا دائرہ بھی وسیع کرنا ضروری تھا، جس کے لئے مصنف علیہ الرحمہ کو ممکن الحصول کتب احادیث کی تلاش۔ حصول۔ اور پھر ان کی ورق گردانی کرنا پڑی۔ پھر وہ دور بھی ایسا تھا، کہ ماسوائے چند تمام کتب حدیث مطبوعہ نہ تھیں، تو قلمی نسخوں کیلئے سفر بھی ضرور کرنا ہوا، اس سلسلے میں مصنف علیہ الرحمہ کی محنت اور کاوش کا اندازہ صحیح البہاری کو دیکھ کر کیا جاسکتا ہے۔ کتاب میں ایک ایک مسئلے پر جمع کردہ ذخیرہ احادیث دیکھ کر انسان دنگ رہ جاتا ہے، کہ اتنا بڑا ذخیرہ مصنف کو کہاں سے اور کیسے میسر ہوا۔

مثلاً ایک مسواک کے مسئلے میں ۱۲ فصلیں اور ہر فصل میں کثیر احادیث جو ۲۵ سطریں صفحات میں پھیلی ہیں۔ جن کی تعداد

کے مقالے میں جہاں ترکیب تو صنی ”الجامع الرضوی“ لکھا گیا۔ وہ تصرف ناخ معلوم ہوتا ہے معروف نام صحیح البہاری مصنف نے مقدمے میں اور پروفیسر صاحب نے بھی ہر جگہ یہ نام ترکیب اضافی ذکر فرمایا ہے۔ لہذا یہ متعین ہے اور قرین قیاس بھی ہے۔ کیونکہ محدثین کی اصطلاح میں ”صحیح“ حدیث کے اس مجموعے کو کہا جاتا ہے۔ جس میں مصنف نے صحیح احادیث کو جمع کرنے کا التزام کیا ہو۔ جبکہ ہر مصنف کی شرائط صحت مختلف ہیں۔ لہذا کسی کتاب کے ”صحیح“ ہونے کا معیار مصنف خود متعین کرتا ہے۔ اس لئے کتاب کو ”صحیح“ سے معنون کرنا ہر محدث کی اپنی اصلاح پر موقوف ہے۔ حضرت فاضل بہار محدث رضوی نے ”صحیح“ کے متعلق اصطلاح یوں بیان فرمائی ہے:

”ان احادیث الكتاب اما صحاح او حسان لما صرح العلماء ان الحدیث المروى من طرق ضعيفة ليصل الي درجة الحسن كما سيأتي فلما وصل الحدیث الضعيف بكثرة الطرق الي درجة الحسن لم يبق ضعيف اصلاً ولذا لم جهدا في تكثير الاحاديث ما استطعت ليرتقى الضعيف الي درجة الحسن والحسن الي الصحيح (مقدمة الكتاب، الفائدة الاولى)

یعنی اس کتاب کی احادیث صحیح ہیں یا حسن ہیں۔ کیونکہ علماء نے تصریح فرمائی ہے، کہ ضعیف حدیث، جب متعدد طرق ضعیف سے مروی ہو، تو وہ درجہ حسن کو پہنچتی ہے۔ جب ضعیف کے طرق متعدد ہو جائیں، تو پھر وہ ضعیف نہیں رہتی۔ اسلئے میں نے اپنی پوری کوشش سے ہر حدیث کے کثیر طرق جمع کیے ہیں۔ تاکہ حدیث، ضعف سے حسن اور حسن سے درجہ صحیح تک پہنچ جائے۔

لہذا ”صحیح البہاری“ میں ”صحیح“ منسوب الی المصنف

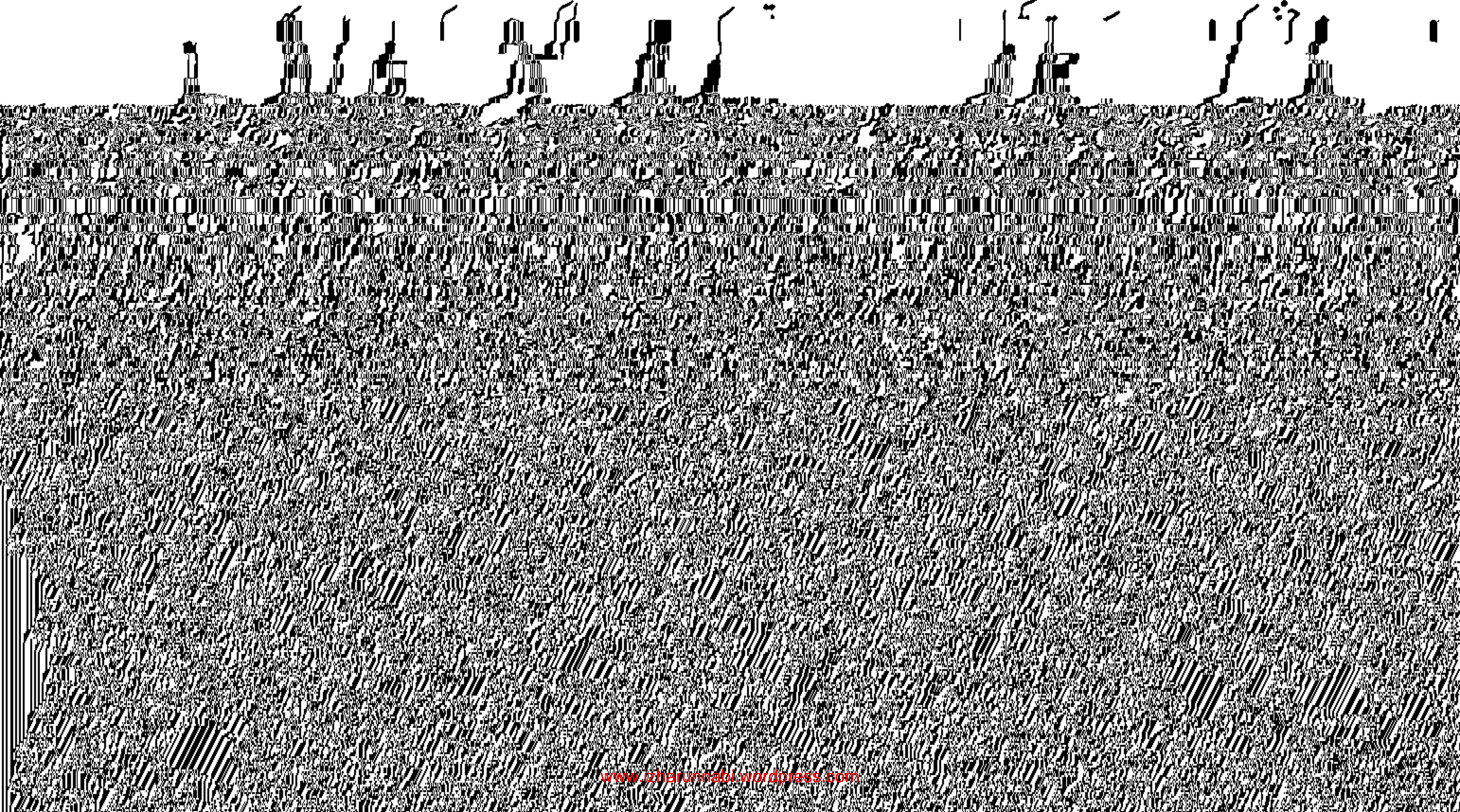
جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رحمہ اللہ کی حیات اور علمی خدمات

جلد اول یعنی کتاب العقائد میں اختلافی مسائل تھے اس لئے اسے پہلے نہ شائع کر کے دوسری اور تیسری جلد جو طہارۃ، نماز، زکوٰۃ اور حج پر مشتمل تھی، شائع کرنے کا منصوبہ فاضل مؤلف نے بنایا۔ اس لئے کہ عام مسلمانوں کو ان مسائل کی واقفیت کی زیادہ ضرورت ہے۔ اشاعتی منصوبے میں دوسری اور تیسری دونوں جلدوں کا ذکر ہے۔ لیکن اشاعتی عمل میں صرف جلد ثانی کی اشاعتی تفصیلات کو بیان فرمایا، یہاں تیسری جلد کی اشاعت کا بیان چھوڑ دیا اشاعت کے منصوبے میں تیسری جلد کے ذکر سے معلوم ہوتا ہے، کہ تیسری جلد کا کم از کم مسودہ ضرور موجود تھا، جبکہ یہاں حاشیے میں صرف پہلی جلد کے مسودے کا ذکر کیا کہ میرے ذاتی کتب خانے میں موجود ہے، لیکن تیسری جلد کے مسودے کا ذکر نہ فرمایا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بقیہ جلدوں کی طرح تیسری جلد کا مسودہ بھی موجود نہیں ہے، اگر ہوتا تو ضرور ذکر فرماتے۔ حالانکہ مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مقدمے میں جس طرح چھ جلدوں اور ان کے مشمولات کو تفصیل سے بیان فرمایا۔ اس سے تمام جلدوں کی مسودات کے وجود کا اندازہ

ایک سو کے قریب ہے۔ تو اندازہ کیا جاسکتا ہے، کہ مصنف علیہ الرحمہ نے اس کتاب کی جمع و تبویب میں عمر کا کتنا حصہ صرف کیا ہوگا، حالانکہ انہوں نے تمام عمر تدریس، تبلیغ اور افتاء میں بسر فرمائی اور مزید یہ کہ ”صحیح البہاری“ کے علاوہ مختلف فنون میں ستر کتب بھی تصنیف فرمائی ہیں۔ اس سے ان کے قلم اور عمل کی سرعت کا بھی اندازہ کیا جاسکتا ہے، پروفیسر صاحب نے مقالے میں فرمایا:

”اسے چھ جلدوں میں مکمل کرنے کا منصوبہ بنایا، اس منصوبے کی تفصیل کو مصنف علیہ الرحمہ نے خود اپنے مقدمے میں ذکر فرمایا ہے۔ جس کی تلخیص پروفیسر صاحب نے فرمائی ہے لہذا اس خاکے کی تفصیل معلوم کرنے کیلئے مصنف علیہ الرحمہ کے مقدمے کو دیکھا جائے۔ جس میں عقائد سمیت طہارت سے لیکر فرائض تک فقہ کے تمام ابواب کو چھ جلدوں میں تقسیم کرتے ہوئے ہر جلد کے مشمولات کو بیان کیا گیا ہے۔ اگر اس سنن صحیح البہاری کی تالیف مکمل ہو جاتی اور مطبوعہ جلد ثانی کے اندازے پر ہر باب کی فقہی جزئیات کی مؤید احادیث کا ذخیرہ یکجا جمع ہو جاتا، تو نہ صرف



جائے یہ کم از کم مصنف علیہ الرحمہ کے مشن کے خلاف ضرور ہے۔ لہذا جلد اول کتاب العقائد کو اشاعت میں مؤخر کرنے کی کوئی معقول وجہ ضرور ہے وہ میری نظر میں یہ ہے کہ جلد اول کا مسودہ دراصل ابھی مکمل تیار نہ تھا۔ مسودے کے جس حصے کا ذکر فرمایا وہ بیشک محفوظ ہے لیکن مکمل نہیں اس کی ایک دلیل جو بالکل واضح ہے کہ مسودے کے ابواب کی فہرست سے پہلے ابتدائی صفحے کی پیشانی پر ایک طرف بخط مصنف علیہ الرحمہ تحریر ہے۔

فہرس مایقال صحیح البہاری بحسب الکتب والرسائل الرضویہ پھر اس عنوان کے تحت علیحضرت کی کتب و رسائل کو ذکر کرتے ہوئے پہلی سطر میں ”سبحان السبوح“ از صفحہ ۱۳۱ تا ۱۳۲ اسی طرح پورے صفحے کتب و رسائل کو نمبر وار ذکر کر کے فہرست تیار کی گئی ہے اور اس فہرست کی آخری کتاب ”تجلی المشکوٰۃ“ کو نمبر ۶۲ ردے کر از ۲۶۱ تا ۲۶۱ لکھا ہے۔ اس صفحے کی آخر میں ”ختم شد خاتمہ“ کے الفاظ بھی تحریر شدہ ہیں جب ابواب کی فہرست اور کتاب کو دیکھا۔ صفحہ ۱۳۱ تا ۱۳۲ ”سبحان السبوح“ میں

کی تائید کر رہی ہے۔ اس صورت میں مصنف علیہ الرحمہ کے چھ جلدوں اور ان کے مشمولات کے تفصیلی بیان کو ذہنی خاکے پر محمول کیا جائیگا۔ تاہم پروفیسر صاحب مدظلہ کا تیسری جلد کو اشاعتی منصوبے میں ذکر کرنا قابل فہم ہے پروفیسر صاحب نے پہلی جلد کتاب العقائد کے متعلق جو ذکر فرمایا، کہ وہ اختلافی مسائل پر مشتمل ہے درست ہے اور اس سے پہلے دوسری جلد کی اشاعت کی بیان کردہ وجہ بھی درست ہے۔

لیکن پہلی جلد کو سرے سے اشاعتی منصوبے میں ذکر نہ کرنے کی وجہ معلوم نہ ہو سکی۔ کم از کم دوسری جلد کے ساتھ تیسری جلد کی طرح پہلی جلد کو بھی اشاعتی منصوبے میں ذکر تو کیا ہوتا، جبکہ اس کا مسودہ بھی تیار تھا، جیسا کہ پروفیسر صاحب نے حاشیے میں ذکر فرمایا کہ ”جلد اول کا مسودہ بخط مؤلف رحمۃ اللہ علیہ راقم کے ذاتی کتب خانے میں محفوظ ہے، صفحات ۲۶۱ رسطورفی صفحہ ۲۱ اس میں ۶۰۰ ابواب ہیں اور احادیث کی تعداد کا تخمینہ تین ہزار کے قریب ہے۔“

درج ہیں، تو اس کا جواب یہ ہے کہ جلد ثانی کی طرح جلد اول کے بھی کئی حصص مصنف علیہ الرحمہ کے پیش نظر ہو سکتے ہیں، تو جلد اول کے حصہ اول کی فہرست کا، خاتمہ، اور ختم شدہ، مراد ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اس جلد اول کتاب العقائد کے سرنامے کے مطابق ابھی کام خصوصاً ”فتاویٰ رضویہ“ کی چٹھی جلد کتاب السیر عقائد و کلام والے اہم حصے کی احادیث کو شامل کرنا باقی ہے۔

جلد اول کتاب العقائد :

مکرمی پروفیسر علامہ آرزو صاحب کے تعارفی مقالے میں جلد اول کے تعارفی ذکر اور اس پر ان کا لکھا ہوا حاشیہ راقم الحروف کے ناقص فہم پر مبنی تبصرے کو مرتب کر دیا جائے، تو جلد اول کا تعارف مکمل ہو جاتا ہے کہ جلد اول، عقائد کی مختلف ابحاث پر مشتمل ہے۔ اس کے کل صفحات ۲۶۱ ہیں اور ہر صفحہ ۲۱ سطر ہے۔ اس میں تقریباً ۶۰۰ یعنی ۶۵۸ ابواب ہیں۔ آخری باب ۶۵۸ کا عنوان حرمت الزکوٰۃ علیٰ بنی ہاشم ہے، اور احادیث کی تعداد کا تخمینہ تین ہزار کے قریب ہے۔ مسودے کی صورت میں مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے صاحبزادے پروفیسر علامہ مختار الدین آرزو صاحب سابق صدر شعبہ عربی اور اسلامیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے ہاں ان کے ذاتی کتب خانے میں موجود ہے۔ یہ مسودہ بخط مولف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ محفوظ ہے۔ جس پر مولف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جلی قلم سے ”سنن الرضوی“ لکھا ہے اگرچہ یہ مسودہ بادی النظر میں مکمل معلوم ہوتا ہے، لیکن بعض وجوہ کے بناء پر اس کو مکمل قرار دینا قرین؟

اس مسودے کی فوٹو کاپی (فوٹو اسٹیٹ) پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد سرپرست اعلیٰ ادارہ تحقیقات ”امام احمد رضا“ کراچی نے حضرت پروفیسر علامہ آرزو سے حاصل کی اور اس کی ایک فوٹو کاپی پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب نے راقم الحروف کو دی اور فرمایا ”صحیح البہاری“

الرحمہ کی نظر میں اس جلد کا کام باقی تھا، باقی رہا یہ سوال، کہ اس مذکورہ صفحے کے آخر میں ختم شدہ خاتمہ کے الفاظ ہیں تو اسکی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ جلد ثانی کی طرح جلد اول کی بھی کئی حصص پیش نظر ہوں تو جلد اول کے حصہ اول کا خاتمہ۔ ختم شدہ۔ ہو اور مسودے کے نامکمل ہونے کی دوسری دلیل یہ کہ متعدد صفحات میں متعدد جگہ حدیث نامکمل درج ہے۔ متن مکمل نہیں، یا ابتداء میں راوی صحابی کا ذکر یا آخر میں منقول عنہ کتاب حدیث کا ذکر نہیں ہے۔ ایسے تمام مقامات میں بیاض ہیں، جس کا مطلب واضح ہے، کہ ابھی مصنف علیہ الرحمہ کا ان بیاضات کو پر کرنا باقی تھا اور تیسری دلیل یہ ہے، کہ ابواب کی فہرست کو کتب و رسائل کی مرتبہ فہرست کے مطابق مرتب کیا گیا ہے۔ جس کتاب میں عقائد سے متعلق جو حدیث ملی ہے اس کے مناسب باب قائم کر دیا گیا ہے۔ یعنی ابواب کی ترتیب میں مناسبت کا کام بھی باقی تھا ورنہ ابواب کی موجودہ فہرست میں انتشار ہے جو کسی بھی سلیم الطبع کے ہاں قابل تہذیب ہے۔

غرضیکہ کتاب میں بہت سے بیاضات ہیں جس کا مطلب واضح ہے کہ ابھی مصنف علیہ الرحمہ کا ان بیاضات کو پر کرنا باقی ہے تیسری وجہ یہ ہے کہ مسودے میں ابواب کی فہرست کو کتب و رسائل کی مرتبہ فہرست کے مطابق مرتب کیا گیا ہے، جس کتاب میں عقائد سے جو حدیث ملی وہیں۔ اس کا مناسب باب قائم کر دیا گیا ہے، یعنی ابواب کی ترتیب میں ابھی مناسبت کرنا باقی ہے ورنہ ابواب کی موجودہ فہرست میں انتشار ہے جو مصنف علیہ الرحمہ کی طبع سلیم سے بعید ہے۔

اس لئے اس کی تہذیب ضرور ان کے پیش نظر ہوگی، یہاں ایک خدشہ ہے، جو مذکورہ وجوہ کے نتیجے کو مشکوک بناتا ہے، وہ یہ کہ اس ابتدائی صفحے میں جس پر کتب و رسائل اعلیٰ حضرت کی فہرست ہے۔ فہرست کے آخر میں ختم شدہ، خاتمہ، کے الفاظ بخط مصنف

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدنی کی حیات اور علمی خدمات

پہلے ایڈیشن کے متعلق تفصیل کو یوں بیان فرمایا: ”صحیح البہاری کی جلد دوم جو طہارت اور صلوٰۃ کی احادیث پر مشتمل ہے، آسانی کیلئے چار حصوں میں شائع کی گئی، پہلا حصہ یعنی کتاب الطہارۃ ۲۲۰ صفحات پر مشتمل ہے اور اس میں ۲۲۳۴ احادیث درج ہیں، یہ حصہ شیخ غفور بخش کے ابوالعلائی الیکٹریک پریس آگرہ سے ۱۹۳۱ء میں چھپا بقیہ تین حصے جو کتاب الصلوٰۃ پر مشتمل ہیں، سید منظر علی دسنوی کے برقی پریس سبزی باغ پٹنہ سے ۱۹۳۲ء میں چھپنے شروع ہوئے اور ۱۹۳۷ء میں اختتام پذیر ہوئے (جلد دوم) کا دوسرا حصہ ۲۸۸ صفحات پر مکمل ہوا۔ اس میں ۳۰۶۸ احادیثیں ہیں تیسرے حصے کے صفحات ۲۱۶ ہیں، اور حدیثوں کی تعداد ۲۱۳۶ ہے، چوتھے حصے کے صفحات کی تعداد ۲۳۹ ہے، ۱۸۴۹ احادیث پر مشتمل ہے، مکمل (جلد دوم) کے صفحات ۹۶۰ ہیں اور احادیث کی مجموعی تعداد ۹۲۸۷ تک جا پہنچی ہے۔ مختصر لفظوں میں ہم کہہ سکتے ہیں، کہ صحیح البہاری کی مطبوعہ جلد دوم تقریباً ایک ہزار صفحات پر مشتمل ہے اور احادیث کی تعداد دس ہزار ہے۔

وضاحت:

پہلے حصے کتاب الطہارۃ کے ۲۲۰ صفحات میں سے پہلے ۲۶ صفحات خطبے اور مقدمے پر مشتمل ہیں لہذا کتاب الطہارۃ کی احادیث کے صفحات کی تعداد ۱۹۴ اور جلد دوم کے مجموعی صفحات کی تعداد ۹۳۴ ہوئی جس کو آسان لفظوں میں تقریباً ایک ہزار کہہ سکتے

کی جلد اول پر کام نہایت ضروری ہے، لہذا ”رضا فاؤنڈیشن“ لاہور کے تحت یہ کام مکمل کیا جائے۔ اگرچہ ”فتاویٰ رضویہ“ پر بھاری کام اور اس کی اشاعت کا بندوبست بھی ”رضا فاؤنڈیشن“ نے اپنے ذمے لے رکھا ہے۔ اس کے باوجود ”صحیح البہاری“ کی اہمیت کے پیش نظر اس ذمہ داری کو راقم الحروف نے قبول کیا۔ کیونکہ اس جلد اول پر کئی جہات سے کام کی ضرورت ہے۔ اس لئے ابھی نصف مسودے پر کام باقی ہے، متن حدیث کی تصحیح، روایت کرنے والے صحابی کا نام، اصل منقول عنہ کتاب کا نام (ماخذ) کی جہاں ضرورت تھی مکمل کرنے کے بعد تخریج کا کام کیا جا رہا ہے۔ پورے مسودے پر اس کام کے بعد ابواب کی طبعی ترتیب کیلئے تقدم و تاخر کا کام کیا جائیگا۔ ”فتاویٰ رضویہ“ پر کام میں عجلت کی وجہ سے ”صحیح البہاری“ کی جلد اول پر کام سست ہے اس کے علاوہ درمیان میں کئی اہم کتب پر کام کو اشاعت تک پہنچایا جاتا ہے، جبکہ اس وقت ”الدولة المکیہ“ بمع حواشی کی تخریج کا کام زیر تکمیل ہے اور ساتھ ”مالی الحیب“ (جس کا ”الدولة المکیہ“ کیساتھ گہرا تعلق ہے) کو بھی زیر عمل رکھا گیا ہے، تاکہ ساتھ ساتھ اسکی تخریج بھی مکمل ہو جائے۔ صرف تخریج و تحقیق کا کام ہوتا تو کچھ آسانی ہوتی۔ مگر ”رضا فاؤنڈیشن“ کو ہی اشاعت کا کام بھی کرنا پڑتا ہے۔ جس کی وجہ سے وقت زیادہ صرف ہوتا ہے۔ اس کے باوجود الحمد للہ دس سال

میں ”فتاویٰ رضویہ“ کی جلد دوم شائع ہو چکی ہے اور جلد

رسول اللہ ﷺ لا يقبل صلوة بغير طهور ولا صدقة من غلولٍ رواه مسلم والترمذی الخ اور اختتام، باب استعمال المدر بعد البول، حدیث عن امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ کان یبول ثم یمسح ذکر بحجر ثم یمسه الماء رواه عبد الرزاق” اور اس کے اختتامی الفاظ یہ ہیں۔ هذا آخر ما اردنا ایرادہ و تبویہ و جمعہ و ترتیبہ من الاحادیث فی کتب الطہارة بعدہ درود شریف۔

حصہ دوم کتاب الصلوٰۃ کی ابتداء، باب فریضة الصلوٰۃ، آية کریمہ قال اللہ تعالیٰ، اقيموا الصلوٰۃ ولا تكونوا من المشركين اور اختتام، باب الرعاف فی الصلوٰۃ حدیث عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال من رعف فی الصلوٰۃ فلینصرف فلیتوضا فان لم یتکلم بنی علی صلوتہ وان تکلم استأنف رواه ابن شیبہ اس کے آخر میں اختتامی الفاظ یہ ہیں هذا آخر ما اردنا جمعہ فی الحصة الثانية للمجلد الثاني من جامع الرضوی المعروف بصحيح البهاری بعدہ درود شریف حصہ سوم کتاب الصلوٰۃ المكتوبة کی ابتداء، باب الصلوٰۃ الخمس، حدیث عن ابن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ خمس صلوات کتبهن اللہ تعالیٰ علی العباد، الخ رواه الامام مالک الخ” اور اختتام باب قراءة المعوذتين فی السفر“ حدیث عن عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال سالت رسول اللہ ﷺ عن المعوذتين امن القرآن هما فامنا رسول اللہ ﷺ فی صلوٰۃ الفجر بهما. رواه الحاكم فی المستدرک“ اس

کے آخر میں اختتامی الفاظ یہ ہیں هذا آخر ما اردنا جمعہ فی الحصة الثالثة للمجلد الثاني من جامع الرضوی المعروف بصحيح البهاری“ بعدہ درود شریف۔

حصہ چہارم: کتاب الجنائز کی ابتداء ”باب المرض وثوابہ“ حدیث عن ابی سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی ﷺ قال ما یصیب المسلم من نصب ولا وصب ولا هم ولا حزن ولا اذى ولا غم حتی الشوكة یشاکها الا کفر اللہ بہامن خطایا رواه البخاری ومسلم اور اختتام باب الصلوٰۃ والسلام عند قبر رسول ﷺ حدیث عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ غیر انہ اذا قدم من سفر اتی قبر النبی ﷺ فقال السلام علیک یا رسول اللہ، السلام علیک یا ابا بکر السلام علیک یا اباہ رواه عبد الرزاق فی مصنفہ باسناد صحیح“ اس کے آخر میں درود شریف کے بعد التجا اور دعا۔

مصنف علیہ الرحمہ نے جلد دوم کے حصہ اول کتاب الطہارة میں کتاب الغسل اور کتاب التیمم کو اور حصہ دوم (کتاب الصلوٰۃ) نے کتاب صفة الصلوٰۃ اور کتاب الجماعۃ والامامة، کو حصہ سوم کتاب الصلوٰۃ المكتوبة میں، کتاب الصلوات المستحبة، کو حصہ صلوٰۃ سے شروع کیا ہے، اور حصہ سوم کے آخر میں درود شریف کے بعد ۲۵ صفر ۱۳۵۶ھ کی تاریخ درج ہے۔

صحیح البهاری جلد دوم کا دوسرا ایڈیشن
حضرت پروفیسر علامہ آرزو صاحب نے اپنے تعارفی مقالے کے آخر میں صحیح البهاری کے دوسرے ایڈیشن کے متعلق لکھا ہے ”صحیح البهاری آج سے نصف صدی پہلے شائع ہوئی تھی۔ اس کے نسخے کمیاب ہی نہیں، اب نایاب ہو گئے تھے۔ دوسرا ایڈیشن

جہان ملک العلماء

حضرت ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدظلہ کی حیات اور علمی خدمات

آرزو صاحب نے عنوان کے مطابق مصنف کی شخصی، نجی احوال اور قومی، دینی، ملی اور ملکی خدمات کے ساتھ زندگی بھر درس و تدریس، تصنیف و تالیف اور اشاعت و تبلیغ کے مشاغل کو نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ مختصر، مگر جامع انداز میں بیان فرمایا اور آخر میں مصنف علیہ الرحمہ کی تالیفات کا تفصیلی تعارف بھی دیا ہے۔ یہ مقالہ کیا ہے، کوزے میں دریا نہیں سمندر بند ہے، جزا، ہم اللہ خیراً۔

شائع کرنے کی عرصے سے ضرورت محسوس کی جا رہی تھی لیکن "کل امر مر ہون باوقاتہ" احادیث نبوی کی وسیع پیمانے پر اشاعت کی سعادت یعنی "بلغوا عنی ولو آیة" والے ارشاد گرامی کی تعمیل پاکستان کے عزیز کرم فرما حضرات کیلئے مقدر ہو چکی تھی۔ جن کی توجہ اور عنایت سے یہ کتاب دوبارہ شائع ہو کر منظر عام پر آرہی ہے۔ خدا انہیں جزائے خیر دے اور توانا اور تندرست رکھے کہ وہ

حضرت سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی کے مطبوعہ حارحی دو جلدوں

کے منتظم

مقالہ بھی کتاب کے ابتداء میں شامل اشاعت کیا گیا ہے۔

صحیح البہاری کی امتیازی حیثیت:

یہ کتاب فن حدیث کی کتب میں امتیازی حیثیت رکھتی ہے۔ خصوصاً فقہ حنفی کی مؤید احادیث کے مجموعات میں خصوصیت کی حامل ہے۔ خصوصیات و امتیازات مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ بنیادی طور پر اس کتاب کا فنی اصطلاح کے اعتبار سے سنن میں شمار ہے، جن میں فقہی ابواب کی ترتیب پر احادیث کو مرتب کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ مصنف علیہ الرحمہ نے اپنے مقدمے میں کتاب کے مشمولات کو ذکر کر کے ظاہر فرمایا۔ جبکہ صحیح البہاری باقی تمام سنن کے مقابلے میں سب سے جامع ہے۔ کیونکہ اس میں نہ صرف سنن بلکہ جامع، مسانید، معاجم، اور ان کے مستدرکات و مستخرجات سمیت حتیٰ کہ اجزاء، امالی اور اطراف تمام کے منفردات کو شامل ہے جس کا اندازہ اس کتاب کے ابواب اور ان کی مشمولہ احادیث سے کیا جاسکتا ہے۔

۲۔ دیگر سنن کے مقابلے میں اس کتاب کا دائرہ سب سے وسیع ہے مثلاً سنن اربعہ میں عنوانات باب میں سنن نسائی سب سے وسیع ہے اگرچہ باب کی احادیث کے متابعات و شواہد میں سنن ترمذی میں فی الباب عن فلاں و فلاں کہہ کر احادیث کی تعداد مذکورہ دونوں سنن کے ابواب اور مشمولہ احادیث کی مجموعی تعداد سے بھی زیادہ ہے۔ مثلاً نسائی کتاب الطہارۃ کے کل ابواب ۱۹۹ ہیں اور ان کے تحت احادیث کی تعداد تقریباً ۵۰۰ ہے اور ترمذی کی کتاب الطہارۃ کے تحت ۱۰۹ باب ہیں۔ جن کے تحت احادیث کی تعداد شواہد ۶۰۰ سے زائد نہیں ہے، جبکہ صحیح البہاری کے طہارت کے کل ابواب کی تعداد ۱۳۶۲ اور ان کے تحت احادیث کی مجموعی تعداد ۲۲۰۰ سے زائد ہے۔ یونہی نسائی اور ترمذی کے ”کتاب الجنائز“ کے ابواب اور ان کی احادیث کی مجموعی تعداد سے ”صحیح البہاری“ کی

صفحات نمبر مطابق ہیں، اگرچہ دوسرے ایڈیشن میں وہ حسن اہتمام نہ ہو سکا، جو پہلے پروقا را ایڈیشن میں ہوا تاہم ایک نایاب علمی خزانہ اہل علم کے ہاتھ آ گیا ہے، الحمد للہ علی ذالک و جزی اللہ تعالیٰ من سعی فی ذالک

جامع الرضوی المعروف بصحیح البہاری
(سنن الرضوی) کا مجموعی تعارف:

یہ کتاب سنن کے اندازے پر مرتب کی گئی ہے۔ جس کی کل چھ جلدیں مصنف علیہ الرحمہ کے پیش نظر تھیں۔ جنکی تفصیل مصنف علیہ الرحمہ نے اپنے مقدمے میں ذکر فرمائی۔ جن میں سے پہلی جلد کتاب العقائد (الایمان) کا مسودہ زیر تکمیل صورت میں موجود ہے، جس میں مصنف علیہ الرحمہ نے اپنے شیخ و استاذ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی کی مختلف تصانیف سے اخذ کردہ احادیث کو ابواب پر مرتب فرمایا۔ جبکہ راقم کی نظر میں ابھی یہ کام تکمیل کو پہنچنے کا منتظر ہے۔ کتاب کی دوسری جلد کتاب الطہارت و کتاب الصلوٰۃ سے متعلق احادیث کا مجموعہ ہے۔ جو ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔ اشاعت میں آسانی کی خاطر خود مصنف علیہ الرحمہ نے اسے چار حصوں میں منقسم فرما کر سپرد اشاعت کیا۔ یہ چاروں حصے مختلف اوقات میں آگرہ اور پٹنہ سے شائع ہوئے ۱۹۳۱ء تا ۱۹۳۷ء ان کی پہلی اشاعت مکمل ہوئی۔ چونکہ جلد دوم نے اشاعت میں تقدم حاصل کیا۔ اس لئے صحیح البہاری کتاب کا خطبہ اور مقدمہ اس سے پہلے شائع ہونے والی جلد کی ابتداء میں شامل اشاعت کیا گیا، تاکہ شائع ہونے والی کتاب جز ربط و معرفت کے ساتھ پڑھا جائے اور قاری کو آئینے کا کام دے، پھر ۱۹۹۲ء میں جلد دوم کے چاروں حصے دوبارہ یکجا ایک ہی جلد میں حیدرآباد سندھ سے شائع ہوئے۔ اس دوسرے ایڈیشن میں حضرت پروفیسر ڈاکٹر مختار الدین آرزو کا تعارفی

کتاب الجنائز کے ابواب و احادیث کی تعداد زیادہ ہے۔ کیونکہ ”نسائی“ میں جنائز کے ابواب ۱۲۱ ہیں اور ان کی احادیث ۴۰۰ کے قریب ہیں۔ اور ترمذی کے جنائز کے ابواب کی تعداد ۶۷ اور احادیث کی تعداد ۳۰۰ کا اندازہ ہے، تو دونوں کے مجموعی ابواب ۱۹۷ اور احادیث اندازاً ۷۰۰ سو ہیں جبکہ صحیح البہاری کے جنائز کے ابواب کی تعداد ۴۳ اور احادیث کی تعداد تقریباً دو ہزار ہے، کہنے والا کہہ سکتا ہے۔ مصنفات اور کنوز کی احادیث کی تعداد زیادہ ہوتی ہے اگر یہ تسلیم کر لیا جائے، تو بھی ابواب کی تعداد میں صحیح البہاری کو امتیازی حیثیت حاصل رہے گی۔ واللہ الحمد

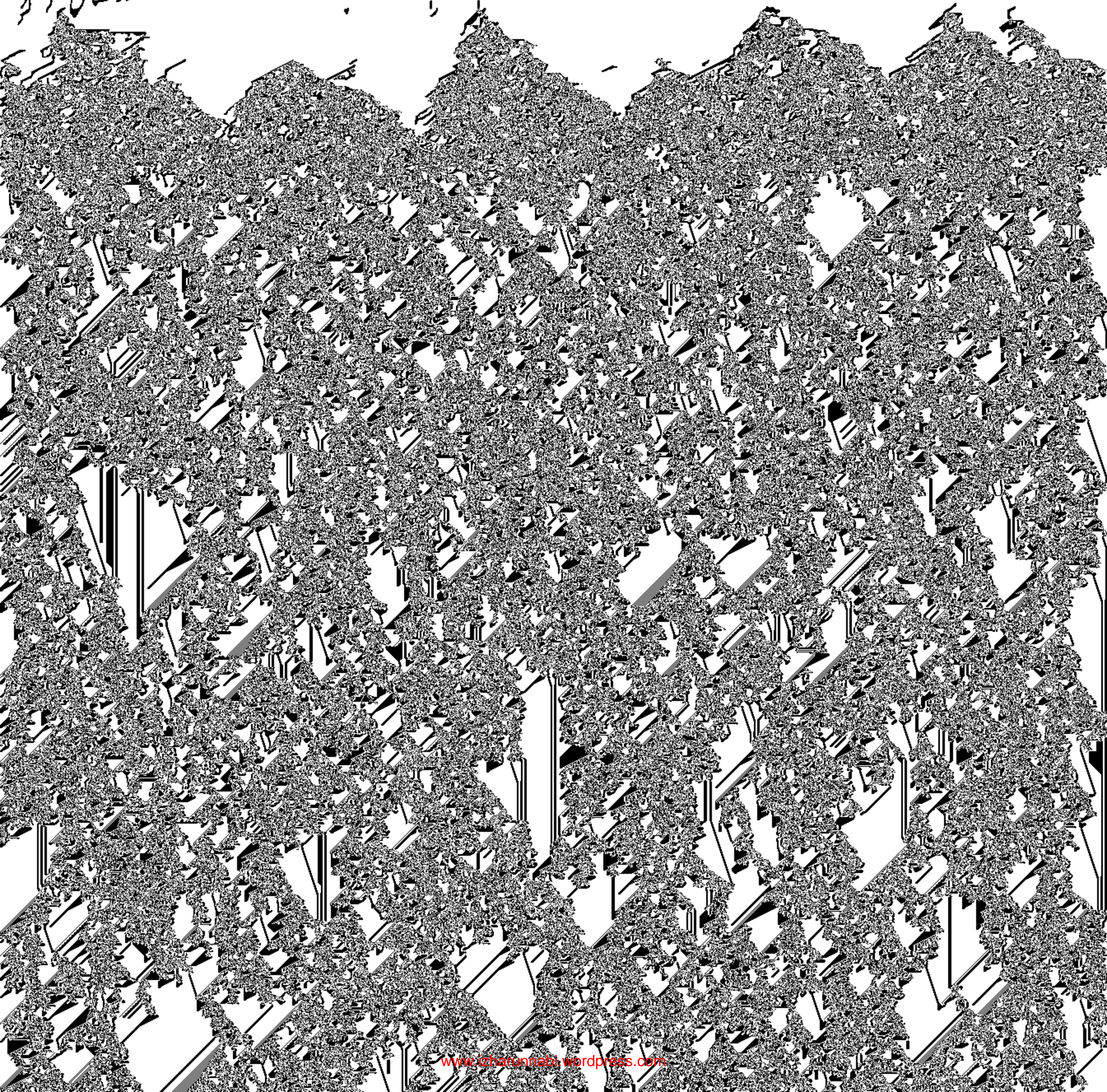
۳۔ حنفی مسلک کی مؤید احادیث کے سلسلے میں، حضرت محمد ظہیر حسن شوقی النیموی متوفی ۱۳۲۲ھ کی تالیف ”آثار السنن“ جو صحیح البہاری کی مطبوعہ جلد دوم کی طرح باب زیارت قبر النبی ﷺ پر اختتام پذیر ہے اور تقریباً اسی دور کی تصنیف ہے اس کی کتاب الطہارت کے ابواب کی تعداد ۴۱ ہے اور احادیث کی تعداد ۱۹۱ ہے اور اس کے کتاب الجنائز کے ابواب ۱۹ اور احادیث کی تعداد ۶۶ ہے جبکہ اسی موضوع اور اسی دور کی دوسری تالیف ”زجاجة المصابیح“ مصنفہ سید عبداللہ بن مظفر حسین حیدر آبادی جو ”مشکوٰۃ المصابیح“ کے انداز پر حنفی مشکوٰۃ کے نام سے تعبیر کی جاتی، اور یہ واحد کامل کتاب ہے، جو فن حدیث کے طور پر تمام ابواب فقہ سے متعلقہ حنفی مسلک کی مؤید احادیث کا مجموعہ اور پانچ جلدوں میں مطبوعہ ہے، اس کی کتاب الطہارت ۱۴ ابواب اور ۴۷ احادیث پر اور کتاب الجنائز ۸ ابواب اور ۲۷ احادیث پر مشتمل ہے۔ جبکہ صحیح البہاری، کتاب صلوٰۃ کے عدد اور ابواب بصرہ جمع کے عنوانات

البہاری“ اپنے ابواب اور احادیث کی عدد کے اعتبار سے تمام سنن پر فائق ہے۔

۴۔ حدیث سے استنباط و استخراج کردہ مسئلے کو ترجمہ الباب قرار دیا جاتا ہے۔ لہذا جس کتاب کے تراجم کثیر ہوں گے، اس میں مستنبط مسائل کا ذخیرہ بھی زیادہ ہوگا، اسی طرح یہ کثرت ابواب مصنف کی قوت استنباط و استخراج مسائل اور اس کی وسعت پر بھی دال ہوگی، تو صحیح البہاری جہاں دیگر سنن کی نسبت اپنے موضوع میں اتم و اکثر ہے۔ وہاں اس کے مصنف بھی دیگر اصحاب سنن کی نسبت تفقہ و استنباط میں اکمل ہیں۔ کیونکہ فقہ ادلہ سے مسائل جزئیہ کے استنباط و استخراج کا نام ہے، تو جب تراجم کی کثرت، احادیث اور استنباط کی کثرت پر دال ہے، تو لازم ہے مستنبط و مترجم اسی نسبت سے افقہ ہوگا۔ جس نسبت سے اس کا استنباط و استخراج اکثر ہوگا تو ثابت ہوا، کہ صاحب صحیح البہاری نہ صرف ملکہ استنباط میں وسیع و کثیر ہیں، بلکہ ذخیرہ احادیث میں بھی وسیع النظر ہیں، تو حضور ملک العلماء محدث بہاری رحمۃ اللہ علیہ نے ثابت کر دیا، کہ حنفی فقہ میں جزئیات کی اکثریت ائمہ احناف کے ہاں ذخیرہ احادیث پر دلیل ہے۔ جبکہ ان کی تصنیف کا ایک مقصد یہ دلیل قائم کرنا بھی تھا۔ سعیه مشكور والاتمام من الله۔

۵۔ عام کتب احادیث میں کتاب اس کے تحت ابواب مفردہ میں سے ہر باب کے تحت متعلقہ احادیث کو ذکر کیا گیا ہے۔ جبکہ بعض مثلاً مشکوٰۃ شریف میں باب کی جگہ فصل ذکر کی گئی۔ مگر صاحب صحیح البہاری نے اپنی اس کتاب میں مرکزی عنوان ”کتب بصیغہ جمع“ ذکر فرمایا۔ پھر اس کو متعدد کتب پر تقسیم فرمایا اور ہر کتاب ”ابواب بصیغہ جمع“ پر تقسیم کیا۔ پھر اس کے تحت مفرد باب پھر باب

- ۸۔ پھر تراجم میں ایک مسئلے کے احکام کی تفصیلات کو بھی پیش نظر رکھنا اس کتاب کو کتب حدیث میں ممتاز کرتا ہے مثلاً طہارۃ البیرو، انسان، سنور، دجاجہ، فارہ، منسجہ اور غیر منسجہ پر اور امامت کو خیار، اسن احسن وجہا والی امام الحی، صاحب البیت، کے اقسام پر تراجم قائم کر کے مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حنفی مسلک کو ترجمان الحدیث ثابت کیا۔
- ۹۔ صحیح البہاری میں مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کتاب اور ابواب تحت ابتداء میں متعلقہ عمل کے فوائد اور فضائل کو لے کر
- پھر ہر کتاب مثلاً کتاب الوضو کے تحت ابواب فرائض الوضو ابواب کذا و کذا ایسا گیارہ عنوان اور پھر مثلاً ابواب فرائض الوضو کے تحت باب کذا باب کذا کر کے ہر باب کے تحت مثلاً باب مسح الرأس کے تحت متعدد احادیث کو ذکر فرمایا۔ اس کاوش کی وجہ وہی حدیث و فقہ کی تقریب ہے، چونکہ فقہ حنفی کی خصوصیت کثرت جزئیات ہے، جن کی تفصیل کے پیش نظر مؤید احادیث کی تفصیل بھی ضروری تھی۔ اس لئے مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو کتاب کے عنوانات میں تفصیلی تقسیم کرنا پڑی۔
- (نوٹ) باب المسواک کے تحت مصنف علیہ الرحمہ نے بارہ فصلیں



جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی دہلی کی حیات اور علمی خدمات

حاصل ہے۔ مقدمے کو مصنف علیہ الرحمہ نے حدیث سے متعلق ۳۲ فوائد کے عنوان سے مرتب فرمایا ہے۔ اس مقدمے کے متعلق پروفیسر علامہ مختار الدین آرزو صاحب نے اپنے تعارفی مقالے میں یوں تحریر فرمایا ہے ”مقدمہ جو ۲۵ صفحات پر پھیلا ہوا ہے ہر طرح قابل قدر ہے، اس میں اصول حدیث کے فوائد ۳۲ فصلوں میں لکھے گئے ہیں۔ جن میں نہایت قیمتی معلومات درج ہیں جن کا جاننا حدیث شریف کا مطالعہ کرنے والوں کے لئے بے حد ضروری ہے۔ مقدمہ تحریر کرتے وقت مؤلف علام کے پیش نظر امہات کتب تھیں۔ لیکن سب سے زیادہ استفادہ انہوں نے اعلیٰ حضرت کے ان تفردات سے کیا ہے، جنہیں برسوں پہلے انہوں نے بڑی توجہ و انتہاک سے جمع کر کے ”الافادات الرضویہ“ کے نام سے مرتب فرمایا۔ خود مصنف علیہ الرحمہ نے اس مقدمے کو یوں متعارف فرمایا،
ولنقدم قبل الشروع فی المقصود مقدمة يشتمل فوائد
التقدمها من تصانيف العلماء لاسيما سیدی وملاذی
شیخی واستاذی شیخ الاسلام والمسلمین وارث
علوم سید المرسلین مؤید الملة الطاهره مجدد الامانة
الحاضرہ مولانا شاہ احمد رضا خان القادری البرکاتی
البریلوی نفعنا الله تعالیٰ ببرکاته فی الدنيا والآخرة.

جناب پروفیسر آرزو صاحب نے جہاں مقدمے کو قیمتی معلومات بے حد ضروری حدیث دانی کے لئے لابی قرار دیا۔ وہاں مصنف علیہ الرحمہ نے مقدمہ اور فوائد کو نکرہ ذکر فرما کر خود ان کی عظمت و اہمیت کا اظہار فرمایا ہے۔ پھر جس طرح خود مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان فوائد کا ماخذ خصوصیت سے اپنے پیر و مرشد و استاذ شیخ الاسلام مجدد ملت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتب کو قرار دیا ہے اسی طرح پروفیسر صاحب نے اپنے والد گرامی کی اس علمی تحقیقی اہم خدمت کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے ان فوائد کو اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کے خصوصی فیوض و برکات قرار دیے۔ اس نسبت سے عظمت حاصل کرنے پر باپ اور بیٹے دونوں کی اعظمت کو سلام۔ نہ خود مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کو اپنی عظمت و فخر کے خلاف سمجھا اور نہ ہی قابل قدر بیٹے نے بڑائی کا اظہار کرنے کے لئے اس کو اپنے عظیم المرتبت باپ کی عظمت کے خلاف محسوس کیا عظمت فہمی کا یہ عروج انہی خوش نصیبوں کا حصہ ہے جنہوں نے اپنے تمام تر کمالات کو اپنے اسلاف و اکابر کے دامن سے وابستہ کر رکھا ہے۔

☆☆☆

”میری نظر میں اس کتاب کا نام ”جامع الرضوی“ دو طرح سے درست قرار دیا جاسکتا ہے۔ ایک یوں کہ جامع اصطلاحی مراد لیا جائے اور تو جیہہ یہی کی جائے، کہ مذکورہ مشمولات کو مصنف علیہ الرحمہ نے ابتدائی خاکے کے طور پر فرمایا، جبکہ جامع، کے بقیہ ابواب کا اضافہ بھی مقصود تھا، دوسری تو جیہہ جو کہ ظاہر ہے، مصنف علیہ الرحمہ نے اس کتاب کے نام میں، جامع، کو اصطلاحی معنی میں استعمال نہیں فرمایا، بلکہ لغوی معنی سے، جامع کو مضاف قرار دیا۔“ (مفتی عبدالقیوم ہزاروی)

صحیح البہاری مسائل حنفیہ کا مستند ماخذ

از قلم: مفتی محبوب رضا روشن القادری صاحب، شیخ الحدیث، دارالعلوم فیضان مفتی اعظم، ممبئی۔ ۳

یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ قرآن حکیم اور احادیث کریمہ دین اسلام کے دو بنیادی ماخذ ہیں۔ جملہ تعلیمات دین کی اساس انھیں سے ہے۔ ان دونوں کی حیثیت لازم و ملزوم کی ہے۔ کلام اللہ دین پاک کا اصل الاصول ہے، تو احادیث مبارکہ اس کی تشریح و توضیح ہیں۔ یہ مسلم الثبوت مسئلہ ہے، کہ بغیر حدیث نبویہ کے اسلامی زندگی نامکمل و ناقص ہے، اجماع امت اور قیاس و اصول فقہ انھیں کی تجلی کا مظہر ہے۔ عہد رسالت میں پھر دور صحابہ سے لے کر تابعین بعدہ تبع تابعین، ائمہ کرام محدثین عظام، مفسرین ذوی الاحترام اور مجتہدین و محققین نے اپنے اپنے زمانے میں تصنیفی و تالیفی کارنامے جس قدر انجام دیئے ہیں، وہ سب اس دین متین کی صداقت ہی ہے کہ ہر زمانے میں لاکھوں لاکھ صاحبان علوم نے رنگہا رنگ انداز و تحقیق میں بی شمار کتابیں لکھ کر دفتر کے دفتر بھر دیئے۔

انھیں محققین کی ایک کڑی چودھویں صدی کے اوائل میں ابھر کر آنے والی ذات حضرت ملک العلماء کی تھی جو صوبہ بہار کی صوبائی راجدھانی، شہر عظیم آباد پٹنہ کے نواحی علاقہ موضع رسولپور میجر میں ۱۳۰۳ھ کو عالم وجود میں آئی۔ آپ کے مورث اعلیٰ سید ابراہیم بن سید ابوبکر غزنوی ملقب بدار ملک و مخاطب بملک بیا ہیں۔ آپ کا روضہ بہار شریف میں زیارت گاہ ہر خاص و عام ہے جن کا نسب نامہ ساتویں پشت میں غوث اعظم محبوب سبحانی، غوث صدیقی، قندیل نورانی، شہباز لامکانی، سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی

رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ سید ابراہیم سلطان فیروز شاہ کے عہد میں ہندوستان پہنچے اور شاہی فوج میں ملازم ہو کر ۱۷۳۵ھ کو قتل رہتا تھا شاہ آباد بہار کی جنگ میں شہید ہو گئے۔ سیدنا مخدوم الملک، مخدوم جہاں و مخدوم بہار حضرت شیخ شرف الدین احمد نور دین عارف باللہ، صاحب عرفان حضرت سیدنا یحییٰ منیری علیہما الرحمۃ والرضوان متوفی ۸۴۷ھ کے روضہ پر انوار سے چند فرسنگ دور بلند پہاڑی پر آسودہ ہیں۔ حضرت سید ابراہیم وقت کے شب زندہ دار دلی کامل اور خدا رسیدہ بزرگ تھے۔ آپ کے آستانے پر بہت سارے اشعار پتھر پر کندہ ہیں، جنہیں حضرت ملک العلماء نے حیات اعلیٰ حضرت میں نقل کیا ہے۔ چند اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

دریں گنبد کہ ہست از روئے معنی
بقدر از گنبد افلاک برتر
مدار الملک ابراہیم بو بکر
کہ تیغ از بہر حق می زد چو حیدر
بعہد دولت شاہ جہانگیر
کہ باد آور بہار ملک نوروز
شہنشاہ جہاں فیروز سلطان
کہ بر شاہان گیتی گشت فیروز

(ملک سیرت ملک بیو ابراہیم - کہ شد در دین ابراہیم تن سوز)
(ہجرت ہفت صد پنچہ سہ تاریخ - مسافر شد ملک در جنت امروز)

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی شہکی حیات اور علمی خدمات

حضرت ملک العلماء کے والد گرامی ملک عبدالرزاق اشرفی پابند صوم و صلوة اور عابد و زاہد تھے۔ والدہ ماجدہ بھی نیک خصلت و پاک طینت دیندار تھیں غوث اعظم محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی رضہ اللہ تعالیٰ عنہ کی گیارہویں کے اہتمام میں مشہور تھیں۔ موضع بن سابق ضلع پٹنہ کے زمیندار شیخ مبارک حسین کی صاحبزادی تھیں۔ نانیہالی سہولتوں کے مد نظر حضور ملک العلماء نے یہاں کے مدرسہ غوثیہ حنفیہ میں تفسیر جلالین شریف، رسالہ میر زاہد وغیرہ کی تعلیم حاصل فرمائی۔ چونکہ ناشر ملک اعلیٰ حضرت پیر طریقت، ضیغم رضویت، خلیفہ حضور مفتی اعظم حضور سراج ملت حضرت مولانا الحاج الشاہ سید سراج اظہر صاحب، قادری رضوی سربراہ اعلیٰ و بانی رضوی لوری دارالافتاء و دارالعلوم فیضان مفتی اعظم و مہتمم انجمن برکات رضا خطیب و امام رضا جامع مسجد پھول گلی ممبئی کا آبائی وطن موضع بن ہے۔

بائیں وجہ آپ کے والد ماجد استاذ القراء صوفی باصفا حضرت مولانا قاری سید محمد ابوالہاشم علیہ الرحمۃ والرضوان سابق خطیب و امام رضا جامع مسجد ممبئی کو حضور ملک العلماء سے مراسم و لگاؤ بہتر تھا نیز ان کا بھی نسب نامہ حضرت سید ابراہیم ملک بیاسے جا ملتا ہے۔ اس طرح خاندانی اور نانیہالی رشتوں کی بنا پر دونوں حضرات کے تعلق ہمیشہ بہت خوشگوار رہے۔ حضور ملک العلماء جہاں بھی رہے، مگر اکثر و بیشتر موضع بن کا آنا جانا ہوتا رہتا تھا۔ حضرت ملک العلماء دور طالب علمی ہی سے بہت ذہین و فہیم تھے، اس لئے ہر نظر میں محبوب و مقبول رہا کرتے گویا گلشن صوبہ بہار کی ذات گرامی تازہ بہار تھی۔ مدرسہ غوثیہ حنفیہ کے بعد آپ نے قاضی عبدالوحید صدیقی فردوسی پٹنہ کی دینی مذہبی درسگاہ جو ۱۳۱۸ھ میں قائم ہوئی، آ کر داخلہ لیا۔ اور تعلیم حاصل کی، اس وقت اس ادارہ

کے بڑے بڑے نامور اساتذہ کرام تھے۔ انہیں میں ایک ممتاز شخصیت محبت اعلیٰ حضرت علامہ شاہ وصی احمد محدث سورتی علیہ الرحمہ کی تھی، جن کی شفقت و علم و حکمت سے آپ زیادہ سے زیادہ مستفیض ہوئے۔ جب محدث سورتی بوجہ علالت یہاں سے چلے گئے، تو حضور ملک العلماء کا پورا آگے۔ یہاں تعلیم حاصل کرتے رہے، پھر جب معلوم ہوا کہ محدث صاحب اپنے ہی مدرسہ پبلی بحیثیت میں درس حدیث دے رہے ہیں، پھر پبلی بحیثیت آگئے۔

حضور ملک العلماء عالمگیر پیمانہ پر شہرت پذیر شخصیت اعلیٰ حضرت کا مسلسل نام سنتے آ رہے تھے۔ مزید محدث سورتی کی خدمت میں اس عبقری ذات کا ایہم تذکرہ سن کر مضطرب تھے کہ اس مرکز عقیدت کی حاضری کا شرف حاصل ہو جائے۔ بالآخر حضرت محدث صاحب کی اجازت سے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا، تو عقیدت و محبت کی آنکھیں بچھا کر ادب سے صحبت میں رہ کر تعلیم کے حصول کی خواہش کا اظہار کیا۔ پیشانی ملک العلماء کی ذہانت دیکھ کر بنفس نفیس درس دینے کا وعدہ فرمایا، حتیٰ کہ اعلیٰ حضرت کے شہزادے حضرت حجۃ الاسلام اور حضور مفتی اعظم ہند اور حضرت علامہ حسن بریلوی اور دیگر حضرات کی کوششوں سے منظر اسلام کا قیام عمل میں آیا، آنا فانا میں مدرسین و طلبہ کی ایک بڑی جماعت نے دارالعلوم منظر اسلام کی رونق کو دوبالا کرنا شروع کر دیا، یہاں تک کہ حضور ملک العلماء کے ہم سبق کی کثیر و طویل جماعت ہو گئی اور اعلیٰ حضرت نے اپنی تمام تر مصروفیات کے باوجود مستعدی کے ساتھ انہیں اپنے مختلف علوم و فنون کے علاوہ تفاسیر و حدیث کے اسباق سے انہیں مستفیض کرنا شروع کر دیا۔

حضور ملک العلماء دستار فضیلت کے بعد اسی ادارہ میں

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدنی کی حیات اور علمی خدمات

تا غصب، چھٹی جلد کتاب الشفیعہ تا کتاب الفرائض کے بیان میں ہے، دوسری جلد کی طباعت بار بار ہو چکی ہے۔ اسے ایک بار تاثر مسلک اعلیٰ حضرت پیر طریقت سراج ملت خلیفہ مفتی اعظم حضرت مولانا شاہ سید سراج اظہر صاحب، بانی و سربراہ اعلیٰ دارالعلوم فیضان مفتی اعظم پھول گلی ممبئی نے بھی انجمن برکات رضا کی جانب سے طباعت کروا کر ہندو پاک کے اکثر مدارس میں بلا عوض ارسال کروایا تھا۔

دوسری جلد میں تقریباً کم و بیش سات ہزار نو سو پچیس احادیث کریمہ ہیں اور یہ نو سو ساٹھ صفحات پر مشتمل فقہ حنفی کی تائید کا ایک بڑا ذخیرہ ہے۔ الجامع الرضوی المعروف صحیح البہاری کی تالیف پر ہر ذی علم خصوصاً مقتدر ہستیوں میں جو پزیرائی ہوئی ہے، وہ اس کی مقبولیت کی روشن دلیل ہے کہ اس شخصین و داد کا نجم درخشاں مرکز ثریا سے کہیں اونچا اصحاب محدثین کی صفوں میں روشن نظر آتا ہے، جس کا شاندار اسلوب اور روایات کا حسن انتخاب فقہ حنفی کی رعایت سے واضح احادیث کی ترتیب اپنی بے شمار خوبیوں اور خصوصیات کی آئینہ دار ہے۔ یہ سب اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے بحر علوم کی چند علمی قیمتی موجیں ہیں، جن کا اعتراف خود حضور ملک العلماء نے اپنے ان کلمات سے کیا۔

نہر اصغر من البحر الاکبر من ابصار علوم سیدی و شیخی نفعنا اللہ ببرکاتہ فی الدنیاء والآخرۃ (مقدمہ صحیح البہاری) یعنی یہ ذخیرہ حدیث کی ایک چھوٹی نہر ہے، جو میرے ہاتھوں جاری ہوئی میرے مخدوم و شیخ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کے ابصار علوم کے بڑے سمندر سے اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے برکات و فیضان سے دنیا و آخرت میں نفع بخشے۔ (آمین)

مدرس ہو گئے اور تربیت افتاء کی مہارت کے بعد اعلیٰ حضرت نے انہیں مسند افتاء پر بیٹھا دیا۔ غرضیکہ شب و روز کی صحبت مجدد اعظم دین و ملت نے انہیں یکتائے روزگار بنا دیا۔ بریلی شریف کے علاوہ چند مشہور مدارس میں آپ صدر المدرسین اور شیخ الحدیث کی حیثیت سے قیام پذیر رہے اور بہار کے مشہور و معروف مدرسہ شمس الہدیٰ میں ایک مدت مدید اور زمانہ بعید تک پرنسپل رہے۔ یہاں خدا بخش لائبریری کی وجہ سے تالیفی و تصنیفی کام آپ کا آسان سے آسان تر ہوتا چلا گیا۔ حضور ملک العلماء پر جہاں اساتذہ کرام اور مشائخ عظام کی نگاہ عنایت تھی وہیں اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، مجدد اعظم دین و ملت امام اہل سنت حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کے فیضان کرم بے شمار تھے۔

بایں وجہ آپ کی مقبولیت ہم عصر علماء و مشائخ اور ارباب علم و ہنر میں بے پناہ تھی۔ آج بھی آپ کسی نہ کسی حیثیت سے مدارس اسلامیہ، دارالافتاء خانقاہوں میں یاد کئے جاتے ہیں۔ ہر کوئی آپ کی رفعت شان، وسعت نظر، جودت علم اور مختلف مضامین و علوم اور نوع بنوع فنون پر تالیف و تصنیف کی مہارت کا معترف ہے۔ علم توحید و تکسیر، ہیئات و جفر، نجوم فلکیات، فقہ و اصول فقہ، سیرت و تاریخ، اعمال و تصوف، صرف و نحو، مناظرہ و ادب، علم رمل و ریاضیات، حکمت و ادویات اور ادو وظائف وغیرہ جس قدر کتابیں تصنیف فرمائی ہیں، وہ سب خدمات یقیناً لائق صد تحسین و آفریں ہیں، مگر ان سب میں عموماً حدیث میں خصوصاً آپ کا ایک بہت بڑا کارنامہ ہے جو حضور ملک العلماء نے جامع الرضوی المعروف صحیح البہاری تالیف فرمائی ہے، جس کی پہلی جلد عقائد دوسری جلد طہارت و صلوة، تیسری جلد زکوٰۃ و روزہ حج،

چوتھی جلد کلام، پانچویں جلد فرائض، چھٹی جلد عقائد و اصول فقہ،

اور محبوب ترین شخصیت کو دنیا فراموش نہیں کر سکتی اور نہ کسی عصبیت کی تاریکی سے اعلیٰ حضرت کا یہ روشن کردہ چراغ کبھی بجھ سکتا ہے، یہ تو معجزہ ہے ہمارے آقا سید المرسلین رحمۃ اللعالمین شفیع المذنبین بزم کونین کے دولہا، احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ عرب کی سرزمین جو سنگلاخ بن چکی تھی۔ ہر چہار جانب جہالت کے حظل و اندرائن اور خاردار جھاڑیاں نظر آتی تھیں۔ آپ نے آب رحمت سے سینچ کر اخلاق و کردار اور اسوۂ حسنہ کی تجلیوں سے زمین ہموار فرمائی اور عشق و محبت اور انسانیت کا ایسا گلشن سجایا کہ جس کا ہر شجر و پودا گلاب و بیلا، شہلا و چمپا عود و اگر عنبر اور چند بن کر دنیا کو معطر کر دیا۔ سرکار نے ہر دائرہ اسلام میں آنے والے کو صحابیت کا تاج پہنا دیا اور ایسی سرفرازی و کرامت بخشی کہ ان میں کا ادنیٰ فیروز مندی و خوش بختی پانے والا زمانے کے ہزار برسوں تک زندہ رہ کر عبادت کرنے والا زاہد و عابد اس کا ہمسر نہیں ہو سکتا۔ ہر عشاق صحابہ کے سینہ کو انوار علم اور تجلیات معرفت کا گنجینہ بنا دیا۔ بایں وجہ یہی مستفیض و مہدیین مادین کی زندگی کا نصب العین اور معمول و دستور بن گیا کہ سرکار کے ہر قول و فعل جہاں آنکھوں میں بسا کر اس پر عمل کو خوشنودی خالق موجودات اور رضائے ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم خیال کرتے، وہیں ان مقتدر ہستیوں نے حضور کے ہر قول و فعل کو حرف بحرف اپنے سینے کے نہاں خانے میں محفوظ رکھنا شروع کر دیا۔

صرف یہی نہیں بلکہ آئندہ کے خطرات کے پیش نظر ارشادات و فرمودات، افعال و کردار کو صفحہ قرطاس پر لانا شروع کر دیا غرضیکہ عہد رسالت میں ہی تدوین حدیث کا کام شروع ہو چکا تھا۔ جس کی اجازت سرکار کی جانب سے مل چکی تھی، جیسے فتح مکہ کے موقع پر جو آپ نے طویل خطبہ فرمایا تھا، سامعین میں ایک وہ

بھی یمن کے تھے، جنہوں نے کہا تھا اکتب لی یا رسول اللہ (میرے لئے یہ خطبہ لکھ دیجئے یا رسول اللہ) تو آپ نے فرمایا اکتبوا لابی فلان تم فلاں شخص کے لئے خطبہ لکھ دو۔ اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص کو اجازت ملی۔ حضرت عبداللہ کا بیان ہے کہ حفاظت کی غرض سے میں رسول اللہ سے سن کر ہر بات لکھ لیا کرتا، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے بیان کے مطابق کہ مجھ سے زیادہ صحابہ میں کسی کے پاس حضور کی حدیثیں محفوظ نہ تھیں سوائے عبداللہ ابن عمر کے، چونکہ وہ احادیث لکھ لیا کرتے تھے اور میں سن کر سینے میں محفوظ کر لیا کرتا تھا۔ ابوداؤد اور بخاری کی روایت سے یہ ثابت ہے نسیان کی شکایت پر جب چادر دوامن پھیلانے کا حکم ہوا تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے نصیبے کا ستارہ محور اوج ثریا کے بلند مینارہ نور پر چمک اٹھا۔

منگتا کا ہاتھ اٹھتے ہی داتا کی دین تھی

دوری قبول و عرض میں بس ہاتھ بھر کی ہے

(اعلیٰ حضرت)

سرکار اپنے دونوں ہاتھوں کے لپ خزانہ عرفان میں بڑھاتے اور لے کر ابو ہریرہ کے پھیلانے ہوئے دامن میں ڈالے جاتے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ صرف ہاتھوں کے لپوں کو دیکھ رہے تھے اور پھیلی ہوئی چادر تک آتے دیکھتے، جب چادر بھر دیا، تو حکم کے مطابق ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنے سینے سے چمٹا لیا۔ اب عالم ہی بدل گیا ایسے ذہین و فہیم اور قوی الحافظ ہو گئے کہ کبھی نسیان کا شبہ تک نہ ہوا اور حرف بحرف بلفظہ و بعینہ سرکار کی حدیث کو سینے میں ضبط کرتے چلے گئے۔ اس کے باوجود روایت کے مطابق ان کے پاس حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کریمہ کا کتابی شکل میں دفتر محفوظ تھا۔ جس طرح دور صحابہ میں احادیث کو جمع کا اہتمام زور

جہان ملک العلماء

حضرت ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رحمہ اللہ کی حیات اور علمی خدمات

علماء کو خوب خوب موقع میسر آیا۔ خصوصاً شہنشاہ اعظم ہند، مجدد اسلام حضرت محی الدین ابوالمظفر محمد اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ غازی کے زمانہ میں تفسیر و احادیث، عقائد و فقہ وغیرہ کی کتابوں کی تدوین و تالیف اور تصنیف کا زبردست کام ہوا۔ خود بادشاہ دیندار عالم دین، مجدد کو اس کا زیادہ سے زیادہ شغف رہا ہے۔ دربار میں بڑے بڑے تصنیفی کارنامے انجام دیئے گئے۔ انھیں میں فقہ حنفی کی مشہور کتاب فتاویٰ عالمگیری اپنی پوری جامعیت کے ساتھ وجود میں آئی، یہ شغف مغلیہ شاہی حکومت کے آخری چراغ حضرت بہادر شاہ ظفر شہنشاہ ہند کے عہد میں بھی کافی عروج پر تھا۔

مگر جب انگریز کا جور و ظلم اور اس کی بربریت کا طوفان برپا ہوا تو علماء کو کافی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا اور افراتفریط میں بہت سارے کام رک گئے۔ اس کے باوجود علمائے جانباز نے اپنی حقانیت و صلاحیت کو بروئے کار لانے میں کسر باقی نہ رکھی اور مسلسل انگریز کے تسلط کے بعد بھی تصنیفی کارہائے مالا نقہ وجود میں آتے رہے، بلکہ بعض اہم اہم امور دیدیہ کے لئے علمائے حق نے اپنے اپنے قلم کو تیز تر کر دیا۔ جہاں دیوبندیوں و ہابیوں کے نامور علمائے سونے انگریز کے زر خرید غلام بن کر تفریق بین المسلمین پر کتابیں لکھنی شروع کر دی، وہیں علمائے حقانین کی سیف حقانیت نے ان بدباطنوں کا قلع قمع کیا اور اپنے دین کی حقانیت کا اظہار صفحات قرطاس پر موتی کی طرح بکھیرنا شروع کر دیا۔ حتیٰ کہ انگریزی زوال کا پس منظر حضرت علامہ فضل الحق اور ان کے ہم عصر حق گو سینکڑوں علماء کی تاریخ تابناک بنا تا دکھائی دیتی ہے۔ انھیں میں شہر بریلی کی وہ ممتاز عبقری شخصیت جنہیں دنیا مجدد اعظم دین و ملت، امام اہل سنت، اعلیٰ حضرت، فاضل بریلوی، قاطع صف شکن نجدیت ماجی کفر و بدعت کے القابات سے یاد کرتی ہے۔ وہ

دارقطنی ۳۸۵ھ محمد بن اسحاق بن خزیمہ ۳۳۱ھ، عبدالرحمن بن ابی حاتم ۳۷۱ھ، ابونعیم اصبہانی ۴۳۰ھ، احمد بن قافی ۴۲۵ھ، احمد بن حسن بیہقی ۴۵۸ھ، احمد بن خطیب بغدادی ۴۶۳ھ، عبدالرحمن بن منذر ۴۷۰ھ، علی بن عساکر ۵۷۱ھ، عبدالرحمن جوزی بکری ۵۹۷ھ، محمد بن ذہبی ۷۴۸ھ، علی بن حجر عسقلانی ۸۵۲ھ، جلال الدین سیوطی ۹۱۱ھ، احمد بن قسطلانی ۹۲۳ھ اور ان جیسے بے شمار محدثین آسمان شہرت پر آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے۔ مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، عراق، کوفہ، سمرقند و بخارا، مصر و شام، نیشاپور، بستان، یمن و نسا، ایران وغیرہ امصار و مضافات۔

مختلف ممالک کی طرح سرزمین ہندوستان پر مختلف زبان و اقدار میں سب سے زیادہ تفسیر و حدیث، فقہ و اصول، فقہ ادب و اخلاقیات وغیرہ کے کارہائے نمایاں انجام پزیر ہوئے ہیں اور یہ سلسلہ تاہنوز جاری و ساری ہے۔ دور جہانگیری و اکبری اور عہد شاہجہانگیری میں اہم سے اہم تصنیفات کا کام سرانجام دیا گیا۔ عہد جہانگیری کی مشاہیر شخصیت اور عبقری ذاتوں میں ایک شمس بازغہ کی طرح روشن نام حضرت محقق اطلاق علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی ہے، جنہوں نے اس دور میں عروج پانے والی زبان فارسی کے پیش نظر آپ نے ایضاً الممعات شرح مشکوٰۃ شریف نہایت محققانہ چھ جلدوں میں تصنیف فرمائی اور اسی مشکوٰۃ شریف کی شرح مرقاۃ المفاتیح شیخ نور الدین علی بن سلطان محمد ہروی مشہور بالقاری فقہ حنفی کی مناسبت سے عربی میں تحریر فرمائی۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے احادیث کا مجموعہ فتح المنان فی تائید مذہب العثمان معرکہ الاراء کتاب تحریر فرمائی۔ اسی طرح حضرت ملا جیون اور حضرت مجدد الف ثانی و دیگر نامور علمائے ربانیین کی خدمات کو دنیا کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔ مغلیہ دور اقتدار میں دینی خدمات کا موقع

جاتے ہیں قومہ میں آتے ہیں ہاتھوں کو اٹھاتے ہیں، جو سراسر خلاف سنت اور ممنوع و منسوخ ہے، تحریمہ میں ہاتھوں کو کندھے کے برابر جھکا دے کر سینہ پر ہاتھ باندھ لیتے ہیں، جب کہ صرف تحریمہ میں ہاتھوں کا کانوں تک اٹھانا سنت ہے اور زیناف باندھنا منسوخ ہے۔ نیز یہ لوگ ہاتھوں پر ہاتھ اس طرح رکھتے ہیں کہ انگلیاں کہنیوں تک پہنچی ہوتی ہیں حالانکہ طریقہ اصل اس کے خلاف ہے۔

جسے حضرت ملک العلماء نے باب رفع الیدین عند التحريمہ میں فقہ حنفی کے مطابق سات حدیثیں اور رفع الیدین الی الاذنین یعنی کانوں تک ہاتھوں کو اٹھانے سے متعلق باب میں چودہ حدیثیں اور باب وضع الیمنی علی الیسری یعنی دایاں ہاتھ بائیں پر رکھنے کے باب میں دس حدیثیں اور باب اخذ الیسری بالیمنی فی لصلوة یعنی نماز میں دائیں ہاتھ سے بایاں ہاتھ کو پکڑنے سے متعلق باب میں گیارہ حدیثیں اور باب وضع الیمین علی الشمال تحت السرہ یعنی دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنے سے متعلق باب میں بارہ حدیثیں نقل فرمائی ہے اور یہ ثابت کر دیا ہے کہ دشمنوں، الزام تراشوں کے سارے دعوے جھوٹے اور باطل ہیں۔ سیدنا حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جن جن مسائل کو وضع کیا ہے، وہ سب احادیث کریمہ کے آئینہ دار ہیں۔ جن پر ہزاروں محققین فقہاء نے بے شمار کتابیں لکھ کر دنیائے سعیت پر احسان فرمایا ہے اسی طرح آپ سے حدیثیں سماعت کرنے والے محدثین کی کثیر جماعت نے ہزاروں شواہد کے حوالہ کیا۔ پھر مختلف مقامات کے ائمہ محدثین جنہیں امام اعظم کی شاگردی کی سعادت حاصل ہے، فن حدیث میں بڑی بڑی کتابیں تحریر فرمائیں۔ انہیں کی ایک تجلی حضرت ملک العلماء کی تالیف صحیح البہاری ہے۔

الفوائد عجیبة و لطائف غریبة مشتملا لمسائل الطهارة والصلوة علی منهج صاحب المشکوٰۃ حاویا علی المتون المتکاثرة والطرف المتوافره فیلیق علی کل منتظم المدرسة العربیة ان یدخله فی الکتب الدرسیة ویلزم علی المعلم تعلیمه وعلی المتعلم تتمیمه الخ عبارت بالا میں حضرت شاہ صاحب نے حضور ملک العلماء کو بڑے بڑے القابات و خطابات سے نوازتے ہوئے صحیح البہاری کی جامعیت و افادیت اور فقہائے حنفی کے لئے ماخذ ٹھہرایا اور نصح تالیف کو بیان کیا ہے اور اس کو مدارس دینیہ میں داخل نصاب کرنے کو منتظمین و معلمین کو ترغیب دی ہے اور مدرسین و متعلمین کے پڑھنے پڑھانے کی طرف ذہن کو مبذول کروایا ہے۔ بحمدہ تعالیٰ بہت سارے اداروں نے نصاب میں داخل کر کے اس کی افادیت سے طلبہ کو مستفیض کرتے جا رہے ہیں۔ تمام حنفی اداروں میں اس کی تعلیم کی ضرورت ہے، تاکہ طلباء مسائل حنفی میں مضبوط ہوں اور حدیث کی معرفت سے کسی مسئلہ حنفی پر زیادہ سے زیادہ قوت حاصل کر سکیں۔ آج کل وہابی، غیر مقلد، مسائل حنفیہ پر طرح بطرح اعتراض کرتے اور الے لعن و طعن کرتے نظر آتے ہیں اور سراج الامت، امام الائمہ سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مسائل فقہی پر ہوا یہ اڑاتے ہیں کہ ان کے فقہ کا ماخذ قیاس یا حدیث ضعیف ہے، ان دریدہ دہنوں کے لئے صحیح البہاری دندان شکن جواب ہے۔

حضرت ملک العلماء نے وقت کی نزاکت اور عصری تقاضے کے پیش نظر حدیثوں کا یہ ایک ذخیرہ جمع فرما کر یہ ثابت کر دیا کہ وہابی، غیر مقلد کا عمل منسوخ حدیثوں پر ہے اور احناف کا عمل قرآن و سنت اقوال امت اور قیاس کے ارکان آئینی پر ہے۔ مثال کے طور پر یہ سمجھیں کہ وہابی تحریمہ کے علاوہ بھی جب رکوع میں

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی صاحب کی حیات اور علمی خدمات

رفع الیدین الی الاذنین سے متعلق حدیث کا ایک نمونہ ملاحظہ فرمائیں جسے آپ نے نقل فرمائی ہے عن البراء قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا افتتح الصلوة رفع یدیه الی قریب من اذنیہ ثم لایعود رواہ ابو داؤد یعنی براء بن عازب سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، جب آپ نماز شروع فرماتے، تو اپنے دونوں ہاتھوں کو کانوں تک اٹھاتے، پھر تحریمہ باندھنے کے بعد ہاتھ نہ اٹھاتے۔ حضرت وائل بن حجر سے ہے، جسے ابو داؤد اور طحاوی نے روایت کیا۔ قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یرفع ابهامیہ فی الصلوة الی شحمة اذنیہ یعنی وائل نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ نماز میں تحریمہ باندھتے وقت اپنے ہاتھوں کے دونوں انگوٹھے کو اپنے کانوں کے ٹھنوں تک اٹھاتے اخذ الیسری بالیمنی فی الصلوة سے متعلق ایک حدیث بطور نمونہ ملاحظہ فرمائیں۔ عن وائل بن حجر قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین کبر اخذ شمالہ بیمیئہ (رواہ ابن شیبہ) وائل بن حجر سے روایت ہے انہوں نے کہا میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ تحریمہ میں تکبیر کہہ کر بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ سے باندھ لیتے۔

وضع الیمین علی الشمال تحت السره یعنی دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنے سے متعلق حدیث پاک بطور مثال ملاحظہ کریں عن امیر المؤمنین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ انہ قال السنۃ وضع الکف علی الکف تحت السره (رواہ احمد و ابو داؤد و الدارقطنی و البیہقی) امیر المؤمنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا ناف کے نیچے ہاتھ پر ہاتھ رکھنا سنت ہے۔ حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے ہی

دوسری روایت ہے۔ قال ثلاث من اخلاق النبوة تعجل الافرطار و تاخیر السحور و وضع الکف علی الکف تحت السرة فی الصلوة (رواہ ابن شاہین) یعنی انہوں نے کہا کہ تین چیزیں نبوت کے عادات سے ہیں۔ افطار میں جلدی کرنا، عری میں تاخیر کرنا، نماز میں دائیں ہتھیلی کو بائیں ہتھیلی پر ناف کے نیچے رکھنا۔ فقہ حنفی کی کتب عامہ میں ہے کہ نماز میں بعد تکبیر تحریر فوراً ہاتھ باندھ لینا چاہئے، وہ اس طرح کہ مرد ناف کے نیچے دہنے ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی کلائی کے جوڑ پر رکھے، چھنگلیا اور انگوٹھ کلائی کے اعلیٰ بغل رکھے اور باقی انگلیوں کو بائیں کلائی کی پشت پر بچھائے، اس سلسلے میں حضور ملک العلماء نے حضرت عباس کی روایت کردہ حدیث جسے ابو داؤد نے روایت کیا ہے نقل فرمائی ہے وضع یدہ الیمنی علی ظہر کفہ الیسری والرسم والمساعد اور طبرانی نے وضع یدہ الیمنی علی ظہر الیسری فی الصلوة قریباً من الریم کے لفظ سے روایت کیا۔ یعنی رکھے اپنا داہنا ہاتھ اس طرح بائیں ہتھیلی کی پیٹھ پر کہ گنا اور کلائی تک انگلیاں پہنچ جائیں اور طبرانی نے روایت کیا ہے کہ رکھے اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر اس طرح نماز میں کہ گنا پکڑ جائے۔ غرضیکہ حضرت ملک العلماء نے اپنی کتاب صحیح البہاری میں فقہی ابواب میں بیان کردہ مسائل کی مطابقت میں حدیثیں جمع فرمائی ہیں اور ایک اہم خلاء کو پر کر دیا ہے۔ جس کی اشد ضرورت تھی، مگر افسوس یہ ہے کہ چند طرح کی عصیت کی بنیاد پر یہ کتاب اپنی شہرت و ضرورت کی اصل منزل تک نہ پہنچ سکی، گرچہ اہم اہم مواقع پر لوگوں نے اس سے فائدہ اٹھایا ہے اور اٹھا رہے ہیں، مگر حوالے کی نشان دہی میں کتمان سے کام لیتے ہیں۔

حضرت ملک العلماء کی تصنیفات سے یہ بات ٹھس

کی پرمغز علمی تقریر ہوئی جسے حضور ملک العلماء فاضل بہاری نے اپنی تالیف حیات اعلیٰ حضرت میں مرقوم فرمایا ہے۔ حضور ملک العلماء نے چودھویں صدی کے مجدد نامی کتاب لکھ کر وقت کی ایک بڑی ضرورت کو پورا کیا ہے، چونکہ چودھویں صدی میں مجدد ہونے کا ارمان بہت سارے دلوں میں انگڑائیاں لے رہا تھا، مگر مجدد کے میزان پر نہ اترنے کی وجہ سے ہندوستان میں ایک خلا محسوس کیا جا رہا تھا، لیکن صرف ایک ذات بابرکت اعلیٰ حضرت کی اہل علم و عرفان کو نظر آئی، تو بلا قیل و قال ہندو بیرون ہند عرب و عجم نے اعلیٰ حضرت کو مجدد اعظم دین و ملت تسلیم کیا، کہ آپ کے اندر ہر وہ کمالات و صفات اور ہر وہ علم و کردار و شرائط موجود تھے، جو مجدد کے لئے متقاضی ہیں، جیسا کہ حضور ملک العلماء فاضل بہاری نے چودھویں صدی کے مجدد میں تحریر فرمایا، لکھتے ہیں کہ مجدد کے لئے ضروری ہے کہ وہ سنی صحیح العقیدہ عالم فاضل، علوم و فنون کا جامع، اشہر مشاہیر زمانہ، بے لوث حامی دین متین، بے خوف قانع مبتدعین ہو۔ حق کہنے میں نہ خوف لومۃ لائم ہو، نہ دین کی ترویج میں دنیوی منافع کی طمع، متقی، پرہیزگار، شریعت و طریقت کے زیور سے آراستہ، رذائل و خلاف شرع سے دل برداشتہ ہو اور بحسب تصریح علامہ حقی مجدد کے لئے یہ ضروری ہے کہ جس صدی میں پیدا ہو اس کے خاتمہ اور جس صدی میں انتقال کرے اس کے اول میں مشہور و معروف ہو پھر تحریر فرمایا، کہ مجدد کے لئے یہ بھی ضروری ہے، کہ علماء عصر قرائن و احوال اور اس کے علوم سے انتفاع دیکھ کر اس کے مجدد ہونے کا اقرار کریں۔ اسی لئے علوم دینیہ ظاہرہ و باطنہ کا عالم، حامی السنہ، قانع البدعہ ہونا چاہئے۔ آپ نے چند حوالہ سے یہ بھی تحریر فرمایا، کہ یہ بھی ضروری نہیں کہ ہر صدی میں ایک ہی مجدد ہو۔ بلکہ چند ہو سکتے ہیں۔ متذکرہ بالا خوبیوں کے اعلیٰ حضرت جامع تھے اس لئے عرب و عجم

بازغہ کی طرح روشن نظر آتی ہے کہ آپ نے پوری زندگی درس و تدریس افتاء و وعظ اور جس وقت جس کی ضرورت درپیش ہوئی تصنیف و تالیف کے کام کو تیز کرنے میں گزار دی۔ جب دیوبندیوں نجدیوں نے مجددین کی لسٹ تیار کرنے کا پروگرام بنایا تو آپ نے پختہ حوالوں اور محقق براہین و دلائل سے مرصع **چودھویں صدی کے مجدد** نام کی کتاب لکھ کر حقیقت کو آشکارا کیا اور اپنی نیاز مندانہ عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے یہ ظاہر فرمادیا، کہ اس دور میں اعلیٰ حضرت کا ہم پایہ اور آپ کا ثانی کوئی نہیں ہے، یقیناً **چودھویں صدی کے مجدد** اعلیٰ حضرت ہیں۔ جیسا کہ اہل علم و عرفان کی ڈھونڈنے والی آنکھیں اسی منزل پر آ کر مرکوز ہوئیں اور وقت کے اس امام کی شناخت مجدد کی صورت میں وقت پر ہوئی اور بالاتفاق علمائے مشاہیر نے اپنے انتخاب پر خوشی کا اظہار کیا کتابوں رسالوں کے ذریعہ یہ بات دنیا میں پہونچانا شروع کر دیا۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کو سب سے پہلے شہر عظیم آباد پٹنہ بہار کے عظیم الشان اجلاس میں مجدد مائتہ حاضرہ کہا گیا۔ قاضی عبدالوحید رکیس پٹنہ کے زیر اہتمام ایک تاریخی عظیم الشان جلسہ ۱۳۲۶ھ میں منعقد ہوا، جس میں ملک و ملت کے کثیر تعداد مشاہیر علمائے اہلسنت شرکت فرماتے۔ انہیں علماء میں ایک ممتاز شخصیت اعلیٰ حضرت امام اہل سنت حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کی بھی موجود تھی۔ یہ اجلاس چند لحاظ سے اہم تھا لاکھوں لاکھ مشائخ و صوفیاء علماء عوام کو مخاطب فرماتے ہوئے برسر اجلاس حضرت مولانا عبدالمتقندر بدایونی علیہ الرحمہ نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کو دیگر القابات کے ساتھ لقب مجدد مائتہ حاضرہ سے پہلے پہل یاد کیا، جس لقب کی سارے مشاہیر علماء کرام نے بھرپور تائید کی بعدہ اعلیٰ حضرت

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدنی کی حیات اور علمی خدمات

علامہ بدرالدین صاحب نے بھی جمع فرمایا ہے، وہ یہ ہیں۔

تاریخ وصال	اسمائے گرامی مجددین عظام	صدی
۱۰۱ھ	بالاتفاق خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	مجدد مائتہ اولیٰ
۲۰۴ھ	بالاتفاق حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	مجدد مائتہ ثانیہ
	حضرت قاضی ابوالعباس بن شریح شافعی حضرت امام ابوالحسن اشعری حضرت محمد بن جریر طبری علیہم الرحمہ	مجدد مائتہ ثالثہ
	حضرت امام ابو بکر باقلانی حضرت ابوطیب صعلو کی وغیرہ علیہم الرحمہ	مجدد مائتہ رابعہ
	حضرت امام محمد بن محمد غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	مجدد مائتہ خامسہ
۶۰۶ھ	حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	مجدد مائتہ سادسہ
	حضرت امام تقی الدین ابن دقین العید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	مجدد مائتہ سابعہ
	حضرت امام زین الدین عراقی حضرت علامہ شمس الدین جوزی حضرت امام سراج الدین بلقینی علیہم الرحمہ	مجدد مائتہ ثامنہ
۹۱۱ھ	حضرت امام جلال الدین سیوطی حضرت علامہ شمس الدین سخاوی علیہما الرحمہ	مجدد مائتہ ناسعہ

نے مجدد مانا لکھا اعلیٰ حضرت شرع و مذہب کی نصرت اور مخالفین دین متین کا رد کرنے میں کسی کو خاطر میں نہ لائے اور نہ کبھی شہرت و مدح کی پرواہ کی اور نہ کسی کے لعن و طعن کا خیال حق گوئی میں حائل ہوا بلکہ یہ رباعی بالکل حسب حال فرمائی۔۔۔۔۔

نہ مرا نوش ز تحسین نہ مرا نیش ز طعن
نہ مرا ہوش بدمے نہ مرا گوش زے
منم و کج خمولی کہ نہ گنجد دروے
جز من و چند کتاب و دوات قلمے

چودھویں صدی کے مجدد میں یہ بات بھی درج کی گئی، کہ ہر کس و ناکس کو مجدد کہنا حدیث پاک کی تحقیر ہے۔ اس میں یہ بھی شرح و بسط کے ساتھ لکھی گئی کہ ہر بڑا عالم مجدد نہیں ہو سکتا، اگر ایسا ممکن ہو، تو گذشتہ صدیوں کے صد ہا مجتہدین کو مجدد کہا جاسکے گا مگر اس کا کوئی عالم قائل نہیں۔

بعض روایات کے پیش نظر اس کتاب میں مجددین کے اسماء کی فہرست تیار کرتے ہوئے مجدد مائتہ ثانیہ میں خلیفہ مامون رشید، حسن بن زیاد، اشہب مالکی، علی بن موسیٰ، یحییٰ بن معین، حضرت معروف کرخی کو اور مجدد مائتہ ثالثہ میں خلیفہ مقتدر باللہ، حضرت امام جعفر طحاوی حنفی کو اور مجدد مائتہ رابعہ میں خلیفہ قادر باللہ، امام ابو احمد اسفرائینی، ابو بکر محمد خوارزمی حنفی کو اور مجدد مائتہ خامسہ میں خلیفہ مستظہر باللہ قاضی فخر الدین حنفی کو بھی بیان کیا ہے۔

مگر تفصیل علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی کے رسالہ الفوائد الحججہ فی من یبعثہ اللہ لہذہ الامہ اور حضرت جلال الدین کے رسالہ متنہ فیمن یبعثہ اللہ علی رأس المائتہ کے مطابق مندرجہ ذیل اسمائے مجددین کا ذکر فرمایا، جنہیں بعض کے علاوہ حضور ملک العلماء فاضل بہاری کے حوالے سے سوانح اعلیٰ حضرت میں حضرت

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی صاحب کی حیات اور علمی خدمات

قطب اور تقویٰ شعار اور نامور عالم دین گذرے ہیں، جنہوں نے کسی نہ کسی طور پر اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کرنے اور اظہار محبت و عقیدت کی سعادتیں حاصل کی ہیں۔ اور آپ کی شان و رفعت کو اجاگر کر کے حقیقت کو آشکارا کیا ہے۔ ایسے ہی حضور ملک العلماء فاضل بہاری نے تقریباً اپنی ہر تصنیفات میں احسان عظیم کا اظہار کرتے ہوئے یہ ثابت کیا ہے، کہ جو کچھ میں نے لکھایا کہا وہ سب اعلیٰ حضرت ہی کی دین اور آپ کا ہی عطا کردہ ہے۔ چودھویں صدی کے مجدد نامی کتاب میں آپ نے کسی اہل دل کے کلام کو پیش فرمایا ہے جو منقبت عربی میں ہے۔ بحسب فرمان ناشر مسلک اعلیٰ حضرت خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند حضرت سراج ملت الحاج الشاہ مولانا قاری حافظ سید سراج اظہر صاحب مدظلہ العالی بانی و سربراہ اعلیٰ دارالعلوم فیضان مفتی اعظم خطیب و امام رضا جامع مسجد پھول گلی ممبئی راقم الحروف خادم العلماء محبوب رضا روشن القادری شیخ الحدیث دارالعلوم ہذا ترجمہ کرنے کا شرف حاصل کرتا ہوا پیش کرنے کی سعادت سے فیروز مند ہو رہا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

منقبت در شان والا، عظیم المرتبت امام اہل سنت، مجدد اعظم دین و ملت، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز

أَيُّهَا الْبَحْرُ الْعَظْمُطَّمُ أَيُّهَا الْجَبْرُ الْعَلَمُ
أَنْتَ شَيْخُ الْكُلِّ فِي كُلِّ سَيِّدِي أَحْمَدُ رَضَا
اے قوم کے سرداروں کے پیشوا اور علم کے عظیم سمندر
اے میرے امام احمد رضا بہر صوت آپ ہر صاحبان علم کے شیخ ہیں

أَنْتَ مِفْضَالٌ كَرَامٌ أَنْتَ مِقْدَامٌ هُمَامٌ
رُحْلَةٌ قَرْمٌ هُمَامٌ سَيِّدِي أَحْمَدُ رَضَا
آپ بزرگی میں اونچے فضل والے اور بلند ہمت والے قاعد ہیں
عالی ہمت سردار علم کے اے میرے امام احمد رضا آپ ہی مرجع ہیں

مجدد مائتہ عاشرہ یعنی الف	حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمہ حضرت امام شہاب الدین رملی	۱۰۱۳ھ
مجدد مائتہ حادی عشر یعنی الف ثانی	حضرت امام ربانی سیدنا شیخ احمد سرہندی فاروقی اور صاحب تصانیف کثیرہ شہیرہ، زاہرہ، باہرہ حضرت محقق علی الاطلاق سیدنا علامہ عبدالحق محدث دہلوی	۱۰۳۳ھ ۲۷ صفر ۱۰۵۲ھ
مجدد مائتہ ثانی عشر	اور حضرت میر واحد بلگرامی صاحب سنابل شریفہ علیہم الرحمہ	۱۰۷۱ھ
مجدد مائتہ ثانی عشر	سلطان دین پرور، مالک بحر و بر، شہنشاہ اعظم ابوالمظفر محی الدین محمد اورنگ زیب بہادر عالمگیر شاہ غازی اور حضرت شاہ کلیم اللہ فانی فی اللہ چشتی و حضرت سیدنا علامہ قاضی محبت اللہ بہاری علیہم الرحمہ	۱۱۱۷ھ ۱۱۳۳ھ ۱۱۱۹ھ
مجدد مائتہ ثالث عشر	حضرت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ابن حضرت علامہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہم الرحمہ	۱۱۱۹ھ ۱۱۳۹ھ
مجدد مائتہ رابع عشر یعنی مجدد حاضرہ	مجدد مائتہ حاضرہ، موید ملت طاہرہ، صاحب تصانیف باہرہ، عظیم البرکت، اعلیٰ حضرت، امام اہل سنت، سیدنا امام احمد رضا قادری برکاتی، حنفی، نفعنا اللہ ببرکاتہ فی الدنیا والآخرہ	۱۱۳۹ھ ۱۳۳۰ھ

اعلیٰ حضرت سے سچی عقیدت رکھنے والے تلامذہ
ذیشان اور خلفائے عالیشان جن میں ایک سے ایک اپنے دور کے

جامع الرضوی المعروف بصحیح البخاری:

حضرت ملک العلماء نے اپنے شیخ امام احمد رضا فاضل بریلوی کی نسبت سے جامع الرضوی اور مقام و سکونت کے لحاظ سے صحیح البخاری اس کتاب کا نام رکھا جیسے سیدنا حضرت امام بخاری نے صحیح البخاری جامع کا نام رکھا۔ یہ غایت درجہ کی عقیدت کا اظہار اور محسن اعظم کے احسان کا بیان ہے۔ اقسام کتب احادیث اور حدیثوں کی بہت ساری قسموں میں سے بعض زیر قلم ہیں تاکہ حضور ملک العلماء کی صحیح البخاری کا حسن انداز آ شکارا ہو ملاحظہ فرمائیں:

اصطلاحات

صحیح۔ جس کتاب کے مصنف نے صرف احادیث صحیح کا التزام لیا ہو جیسے صحیح بخاری، صحیح مسلم۔

جامع۔ جس میں آٹھ عنوانات احادیث لائی جائیں۔ سیر، آداب، تفسیر، عقائد، فتن، احکام، اشراط، مناقب جیسے بخاری ترمذی جامع الرضوی وغیرہ سنن۔ جس کتاب میں فقط احکام سے متعلق احادیث ہوں، جیسے سنن ابی داؤد ونسائی

مسند۔ جس کتاب میں ترتیب صحابہ سے احادیث لائی جائیں، جیسے مسانید امام اعظم و امام احمد بن حنبل

معجم۔ جس کتاب میں ترتیب شیوخ سے حدیثیں لائی جائیں جیسے معجم طبرانی پھر مستدرک، اربعین، مستخرج، جز، امالی وغیرہ

حدیث مرفوع۔ جس حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال اور تقریرات کا بیان ہو۔

حدیث موقوف۔ جس میں صحابہ کرام کے اقوال و افعال اور تقریرات کا بیان ہو۔

حدیث مقطوع۔ جس میں تابعین کے اقوال و افعال اور تقریرات بیان ہو۔ حدیث مشہور۔ جس کے بہت سارے راوی ہوں۔

إِنْتَسَابِي مِنْكَ يَكْفِينِي لِحُسْنِ الْخَاتِمَةِ
أَنْتَ لِي نُورٌ لِقَبْرِ سَيِّدِي أَحْمَدُ رَضَا
میرے حسن خاتمہ کے واسطے بس آپ کی نسبت (رضوی) کافی ہے
اے میرے امام احمد رضا آپ مری قبر کے نور و سکون ہیں

أَنْتَ مَوْلَانَا الْفَخِيمُ أَنْتَ مَلَجَا الْعَظِيمِ
أَنْتَ مَوْلَانَا الْكَرِيمُ سَيِّدِي أَحْمَدُ رَضَا
آپ عظیم المرتبت ہمارے مادی اور سب سے بڑے ہمارے ملجاء ہیں
اے میرے امام احمد رضا آپ ہی ہمارے کرم نواز آقا ہیں

أَنْتَ كَنْزٌ لِي لِيَوْمِي أَنْتَ ذُخْرِي فِي غَدِي
قَدْ غَوَّيْتَنِي أَنْتَ غَيْبِي سَيِّدِي أَحْمَدُ رَضَا
آپ ہی میرے حیات دنیوی کیلئے کنز کرامت ہیں
اور آپ کل قیامت میں میرے لئے خزانہ بخشش ہیں
اے میرے امام احمد رضا آپ ہی میری فریاد سننے والے
اور میرے فریاد رس ہیں

متذکرہ بالا کلام بلاغت نظام سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے، کہ حضور ملک العلماء کے دل میں سرکار اعلیٰ حضرت کی کتنی محبت تھی، اور معیار عقیدت کتنی اونچی تھی انھیں باتوں اور والہانہ عقیدت کا ثمرہ تھا، کہ مجدد اعظم دین و ملت نے بھی مکتوب میں ولدی الاعز لکھا، کبھی مولانا المکرم ذی الجمد والکرم ولدی الاعز سے یاد فرمایا۔ حضور ملک العلماء فاضل بہاری حیات میں جس طرح اعلیٰ حضرت کے فیضان سے مستفیض تھے، بعد وصال ان کے فیضان کے لئے رب العالمین کے حضور میں دعا کرتے رہے صحیح البخاری میں بھی لکھا، نفعنا الله ببركاتہ في الدنيا والآخرة

نبی کے چاہنے والے مسلمان کی زبانوں پر
رہے گا تا قیامت نام امام احمد رضا تیرا

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی دہلی کی حیات اور علمی خدمات

حدیث متواتر - وہ ہے جس کے راوی اس قدر زیادہ ہوں کہ نبی کریم کے زمانہ سے لے کر آج تک اتنی تعداد ہو جن کو جھٹلانا عاۓدۃً محال ہو۔
حدیث اثر - وہ ہے جو کسی طریقے سے حضور سے منقول ہو۔
حدیث خبر - وہ ہے جس میں نبی کریم، صحابہ اور تابعین سے روایت ہو اور تاریخی واقعہ ہو۔

حدیث مرسل - وہ ہے جس کی اسناد تابعی تک ہو صحابی کا ذکر نہ ہو۔
حدیث صحیح - وہ ہے جس کا راوی مکمل عدل و ضبط میں مشہور ہو۔
حدیث منقطع - وہ ہے جس کی دو ات سے درمیان میں ایک یا زیادہ راوی کا پتہ نہ ہو۔

حدیث موضوع - وہ ہے جس کی سند میں کوئی ایسا راوی ہو جس سے وضع فی الحدیث ثابت ہو۔

اسی طرح مراتب ارباب احادیث ہیں۔

طالب - حدیث کا معلم

شیخ - حدیث کا معلم یا محدث کہلاتا ہے

حافظ - جس شخص کو متناً، سنداً ایک لاکھ احادیث یاد ہوں۔

حجۃ - جس کو تین لاکھ حدیثیں متناً، سنداً، جرحاً، تعدیلاً محفوظ ہوں۔

حاکم احادیث مرویہ متناً، سنداً تمام محفوظ ہوں۔

ظاہر ہے مختصر اشارہ سے آپ کا ذہن تازہ ہو گیا ہوگا، کہ

ایک محدث کو کن کن امور میں کیا کیا ضروری مسائل درپیش ہوتی ہیں۔

لہذا ابواب و فصول کی تزیین کاری تو انھیں علوم کے نتائج

کے جلوے ہیں۔

حدیث کی قسمیں اور

ملک العلماء کا بیان فن مناظرہ

صحیح البہاری کے مقدمہ میں حضرت ملک العلماء نے مشاہیر ائمہ محدثین کے حوالہ سے حضرت سیدنا عبدالحق محدث دہلوی

کی طرح اقسام احادیث کی بالذلیل تعریف فرمائی ہے۔ یہاں محض تین قسموں کا ذکر کر دینا مناسب سمجھتا ہوں، جسے حضرت علامہ شیخ الحدیث مفتی احمد یار خان صاحب اشرفی بدایونی مترجم مشکوٰۃ المصابیح نے بھی جاء الحق میں تحریر کیا ہے۔ چوں کہ غیر مقلد ہر اس حدیث کو ضعیف کہہ بیٹھتے ہیں، جو ان کے منشاء کے خلاف ہو اور یہ ضعیف سے مراد جھوٹی، گڑھی ہوئی حدیث لیتے ہیں اور لوگوں میں یہ ذہن نشین کرانا چاہتے ہیں، کہ ضعیف حدیث کا کوئی اعتبار نہیں، اس کا کوئی مقام نہیں۔ حالانکہ مقدمہ صحیح البہاری میں حوالہ جات سے اظہر من الشمس ہے، کہ حدیث ضعیف فضائل میں معتبر ہے۔ یعنی کسی کی عظمت و فضیلت کے باب میں اس کا عمل ثابت ہے۔ اس لئے کہ اسناد کے ضعف سے متن حدیث کا ضعف لازم نہیں آتا صحیح البہاری کے مقدمہ میں ملک العلماء نے لکھا۔

الحدیث الضعیف یكون قویا بعمل اهل العلم

یعنی اہل علم کے عمل سے حدیث ضعیف قوی ہو جاتی ہے اسی طرح ملا

علی قاری نے مرقات میں فرمایا اور ترمذی میں ہے۔

الحدیث حسن صحیح غریب یعنی یہ حدیث ضعیف کبھی

ایک اسناد میں حسن ہے، دوسری میں صحیح تیسری میں غریب اس کا

مطلب یہ ہے کہ بعد کا ضعف اگلے محدث و مجتہد کے لئے مضرب نہیں۔

مثلاً امام بخاری و امام ترمذی کو جو حدیث ضعیف ہو کر ملی ہو تو یہ ضرور نہیں، کہ

سیدنا امام اعظم کو بھی ضعیف ملے چونکہ امام اعظم تابعین میں سے ہیں۔

لہذا تابعی کو صحیح سند سے ملنے والی حدیث پیچھے چل کر ضعیف ہو سکتی ہے۔

اس لئے وہابیوں کا امام اعظم پر لعن کرنا کھلی جہالت

ہے۔ جس امام کی باتوں پر یہ چلتے ہیں، وہ جابر جعفی وہ امام اعظم کے

بعد پیدا ہوا، امام اعظم پہلے، تو پھر ان وہابیوں کا الزام لگانا، کہ امام

اعظم حدیث ضعیف سے مسئلہ حرام و حلال اخذ کرتے ہیں۔ یہ ان

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی صاحب کی حیات اور علمی خدمات

الفاغفر اللہ تعالیٰ له الخ اس حدیث کو مکمل مقدمہ میں لکھا یعنی شیخ محی الدین ابن عربی نے ایک حدیث سنی تھی، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو ستر ہزار بار کلمہ طیبہ پڑھ کر کسی کے نام پر یہ ایصال ثواب کر دے، تو اس کی مغفرت ہو جاتی ہے۔

جیسا کہ ایک جوان صاحب کشف نے اپنی ماں کو دوسرے جوان پر جب کھانا حاضر ہو گیا، تو دیکھا کہ وہ جہنم میں ہے، جب رونے لگا تو ملا علی قاری کے مرقات میں بیان کے مطابق کہ ایک شیخ نے سب پوچھا، تو اس نے کہا اری امی فی العذاب یعنی میں اپنی ماں کو عذاب میں گرفتار دیکھتا ہوں۔ شیخ نے خود جو تسبیح میں ستر ہزار پڑھا تھا، اس کی ماں کو ایصال کر دیا فضحک فقال اراھا الآن فی حسن العآب وہ جوان ہنسنے لگا، اور کہا اب اس کو ابھی اچھی حالت میں جنت میں پارہا ہوں فقال الشیخ نعرفت صحة الحدیث بصحة كشفه وصحة الكشف بصحة الحدیث تو فرمایا شیخ نے کہ میں نے جان لیا حدیث کی صحت کو اس جوان کے کشف کی صحت سے اور اپنے کشف کی صحت سے معلوم ہوا علمائے کالمین کے عمل سے ضعیف حدیث حسن بن جاتی ہے جیسا کہ امام ترمذی نے فرمایا هذا الحدیث غریب ضعیف والعمل علیہ عند اهل العلم .

مذکورہ بالا مضمون حدیث ضعیف سے متعلق غیر مقلد تو غیر مقلد ہیں، خنثی کا جھوٹا دعویٰ کرنے والے وہابیوں کے مقلدین دیوبندی بھی اپنے موقف کے پیش نظر بلاد لیل سینوں کی جانب سے پیش کی جانے والی احادیث کو برجستہ ضعیف کہہ دیتے ہیں۔ خصوصاً فضائل نبوت اور مناقب اولیاء کے باب میں، اگر علم غیب کے ثبوت میں، اگر حدیث متواترہ، مشہورہ بھی پڑھی جاتی ہے تو یہ بد مذہب صرف اپنا عیب چھپانے کے لئے بکواس کرتے رہتے ہیں۔ جیسا

ناپاکوں کا فریب اور جھوٹ ہے، جو یہ غیر مقلدین گڑھتے ہیں۔ (معاذ اللہ) واضح ہو کہ جابر بھٹی سیدنا امام اعظم کی وفات ۱۵۰ھ کے بعد پیدا ہوا۔ امام اعظم کی پیدائش ۵۸۰ھ میں ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا زمانہ قریب ہے۔ اس وقت حدیث ضعیف کم تھی، جیسے جیسے زمانہ بڑھتا گیا راویوں میں تبدیلی آتی گئی۔ بعض راوی غیر متقی یا غیر قوی الحافظہ بیچ میں آ گیا، اس طرح ضعف کا اندیشہ بڑھتا چلا گیا۔ حدیث صحیح وہ ہے جس میں چار خوبیاں ہوں (۱) اس کی اسناد متصل ہو کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر مؤلف کتاب تک کوئی راوی کسی جگہ نہ چھوٹا ہو (۲) اس کے سارے راوی اول درجے کے متقی پرہیزگار ہوں کوئی فاسق یا مستور الحال نہ ہو (۳) تمام راوی نہایت قوی الحافظہ ہوں، کہ کسی کا حافظہ بیماری یا بوڑھا پے کی وجہ سے کمزور نہ ہو۔ (۴) وہ حدیث شاذ یعنی احادیث مشہورہ کے خلاف نہ ہو۔ حدیث حسن وہ ہے جس کے کسی راوی میں یہ صفات اعلیٰ درجہ کے نہ ہوں یعنی کسی کا حافظہ یا تقویٰ اعلیٰ درجہ کا نہ ہو۔ حدیث ضعیف جس کے راوی متقی یا قوی الحافظہ نہ ہو یعنی جو صفات صحیح میں معتبر تھیں ان میں سے کوئی ایک صفت نہ ہو۔ راویان حدیث کے سلسلہ کو اسناد حدیث اور الفاظ حدیث کو جس پر اسناد ختم ہو متن کہتے ہیں۔ بلا وجہ کسی حدیث کو ضعیف کہنا غیر معتبر ہے، اس لئے کہ جب ضعف ائمہ کے اختلاف سے ہے، بعض ایک چیز کو عیب جانتے ہیں بعض نہیں، جیسا کہ نور الانوار بحث طعن علی الحدیث میں ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ ملک العلماء نے اس موضوع پر جو حوالہ جات جمع فرمایا ہے، یہ ایک علمی کارنامہ ہے۔ آپ نے باب قول لا الہ الا اللہ واھد اثوابہ میں حدیث نقل کی عن الشیخ محی الدین بن العربی قال بلغنی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه قال من قال لا الہ الا اللہ سبعین

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رضی اللہ عنہ کی حیات اور علمی خدمات

کہ ۱۳۳۹ھ کا مدرسہ رضاء العلوم کنہواں دایہ پر یہاں ضلع سیتا مڑھی بہار کا تاریخ ساز مناظرہ تھا نہ بیلا میں دیوبندیوں نے اس طرح کی بکو اس سے منہ کی کھائی، یہ مناظرہ دیوبندیوں سے علم غیب رسالت کے باب میں تھا، جس کو والدی شیخ العلام، کشف الظلام حضرت مفتی محمد عظیم الدین صاحب فاضل بہاری علیہ الرحمہ بانی مدرسہ رضاء العلوم نے وضع دیا تھا، جس میں حضرت ملک العلماء، حضرت صدرالافاضل، حضرت محدث اعظم ہند، حضرت علامہ عارف باللہ لاہور کے علاوہ مقامی و بیرونی علماء کثیر تعداد میں شریک ہوئے تھے۔ یہ دوروزہ مناظرہ طے شدہ تھا، جس کے پہلے اجلاس کے مناظرہ سنیوں کی طرف سے حضرت علامہ مفتی محمد عظیم الدین صاحب فاضل بہار اور دوسرے دن کے دوسرے اجلاس کے مناظرہ حضرت ملک العلماء تھے۔ دیوبندیوں کی جانب سے دیوبند، سہارنپور، لکھنؤ، متو وغیرہ کے مولویوں کی کافی تعداد تھی۔ مگر اسٹیج پر چند ادھر سے علماء شریک ہو سکتے تھے بالآخر سنا ہے، کہ جب لاکھوں کی تعداد میں آئے ہوئے عوام کے روبرو ایک حج فیصل کی موجودگی میں مناظرہ ہوا، اس کے مناظر بھی عجیب تھے۔

علم غیب رسالت سے متعلق مناظرہ شروع ہوا دیوبندیوں کے پیشوا کی اس گندی عبارت کو بھی پڑھ کر سنایا گیا جس میں حضور کے علم پاک کو پاگل، چوپائے جملہ بہائم سے تشبیہ دے کر علوم نبوت کی توہین کی ہے، شان نبوت میں گستاخی ہے۔ ابھی مناظرہ دو گھنٹے بھی نہ چل پایا تھا کہ دیوبندیوں کے مناظر بدلتے رہے اور ہر مناظر کسی نہ کسی بیماری کے بہانے پانی پیتا رہا بالآخر ایک دیوبندی نے بخاری شریف کی ایک ایسی کوئی حدیث پڑھنا شروع کیا، جس سے اپنے کفر کی صفائی دینا چاہی تھی، مگر درمیانی جملہ کوئی کلمہ ایسا تھا، جس کے شروع میں ب تھی اس نے یہ سمجھا کہ حرف

جارہ ہے اس لئے کلمہ کو مجرور پڑھتا رہا۔ بار بار روکنے پر بھی سمجھ میں نہ آیا اور مبہوت ہو گیا، جب کہ اسٹیج کے دیگر معاونین دیوبندی مولوی اپنے مناظر کی خلاف دستور مدد کرنے لگے۔

مگر ادھر سے سنی مناظر کی للکار حق گوئی سے وہ مناظر بالکل لا جواب ہو کر بیٹھا رہا تو سرزمین پوکھریا سے آئے ہوئے معاون مناظر حکیم عطاء الرحمن صاحب نے سخت سخت جملے میں دیوبندیوں کی جہالت کو جھنجھوڑنا شروع کر دیا، پھر یہ لوگ یکے بعد دیگرے اسٹیج چھوڑ کر حکم کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے بھاگنے لگے۔ لوگوں نے فتح سیت کا اعلان کیا۔ فلک شگاف نعروں سے مناظرہ گاہ کو دہلا دیا۔ بھاگتے ہوئے دیوبندیوں کو سخت ہزیمت اٹھانی پڑی۔ جب فتح کا اعلان ہوا، تو اس کے ساتھ ہی جلسہ فتح کا شب میں پروگرام لوگوں کو بتا دیا گیا۔ آخر جلسہ گاہ لاکھوں لاکھ کی تعداد سے بھر گیا۔ پہلی تقریر حضور ملک العلماء کی علمی نکات پر مشتمل ہوئی، جس میں فن مناظرہ اور اسباب فتح کو شاندار انداز میں بیان کرتے ہوئے احادیث کی ضرورت اور اسلام میں ان کی افادیت کو روشن فرماتے ہوئے اسے حرمت و حلت کے ضوابط کو بتاتے ہوئے، حدیث ضعیف پر علمی روشنی ڈالی اور باب قول لا الہ الا اللہ کے مد نظر واقعہ کی صداقت کو تھذیر الناس مصنفہ مولانا محمد قاسم میں جنید بغدادی علیہ الرحمہ کے واقعہ سے مسکت جواب کے طور پر خطاب کرتے ہوئے ثابت کر دیا کہ علمائے کالمین کے عمل سے حدیث ضعیف حسن بن جاتی ہے۔ اور ہر طرف سے یہ صدا بلند ہونے لگی کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے ماننے والے سنی صحیح العقیدہ مسلمان ہی حق پر ہیں اور اشرفی کے چاہنے والے سب باطل پرست، دھوکہ باز ایمان کے لٹیرے ہیں۔

ایں سعادت بزور بازو نیست تانہ بخشد خدائے بخشندہ
وما توفیقی الا باللہ و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد والہ و صحبہ اجمعین

صحیح البہاری کی اہمیت و افادیت

از قلم: مفتی محمد شمشاد حسین رضوی (ایم. اے.) صدر المدرسین مدرسہ شمس العلوم گھنٹہ گھر مدایوں

فاضل بہاری، حضرت ملک العلماء کی ذات و شخصیت اب محتاج تعارف نہیں۔ وہ ایسے بلند آسماں تھے۔ جس کے دامن تقدس میں ہزاروں ستاروں نے پناہ لے رکھی تھی۔ ان کی وجہ سے ایک انجمن بھی ہوئی تھی۔ عشق و محبت، فکر و شعور، علم و ادراک کی بزم آراستہ تھی۔ حضرت ملک العلماء نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے اصول و نظریات اور مراسم اہل سنت کو فروغ دینے میں بہت زیادہ کوشش کی، جہاں کہیں رہے اعلیٰ حضرت کا ہو کر رہے اور مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج و اشاعت میں لگے رہے۔ یہ اور بات ہے کہ اس دور میں مسلک اعلیٰ حضرت کی اصطلاح وجود میں نہیں آئی تھی، مگر انھوں نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے جن نظریات علم و فن، اصول و اعتقادات اور مراسم اہل سنت کی اشاعت کو دل و جاں سے

مرہ کی زبانوں میں آگیا۔ تاجر علمی ایک ایسی ترکیب ہے، جو تشبیہ پر دلالت کرتی ہے۔ اس میں تاجر محسوس اور علمی معقول ہے۔ معقول کو محسوس سے تشبیہ دی گئی ہے۔ اسے آپ یوں بھی کہہ سکتے ہیں، علم کو سمندر سے تشبیہ دی گئی ہے اور یہاں وجہ تشبیہ وسعت اور گہرائی ہے۔ لہذا اب علمی تاجر سے علمی وسعت فکری معنویت، درک تام، قدرت کاملہ اور ذہنی صلاحیت مراد لی جاتی ہے۔ علمی تاجر کے یہ تمام اوصاف و خصوصیات حضرت ملک العلماء کی ذات و شخصیت میں جمع تھیں۔ وہ ایک پر جوش سمندر تھے، جس میں ندرت فکر اور لطافت معانی کی موجیں اٹھتی تھیں اور تحقیق و تلاش کی لہریں سراٹھاتی تھیں۔ حضرت ملک العلماء کو یہ وسعت و کشادگی اور علمی گہرائی کس طرح حاصل ہوئی؟ کہاں سے ملی؟ وہ کون تھا؟ جس نے انھیں علمی تاجر بنا دیا؟

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی پٹنہ کی حیات اور علمی خدمات

دل نہیں چاہے گا کہ ان سے اکتساب نور و ضیا کیا جائے اور فائدہ اٹھایا جائے۔ ملک العلماء کے دل میں بھی ایک خوبصورت خواہش نے جنم لیا اور انہوں نے اپنے آپ کو اس پر جوش سمندر کے حوالہ کر دیا۔ اعلیٰ حضرت نے بھی انہیں اپنا لیا۔ ان کے دل میں چمک کی خواہش تھی اور ان کے قلب میں چمکانے کی۔ جب ولولہ و شوق میں ایک جیسی چاہت ہوتی ہے، تو اس کے نتائج اچھے، مثبت اور خوشگوار ہوا کرتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے کیا دیا، ملک العلماء نے کیا لیا؟ اس کو جاننے کے لئے درج ذیل عبارت کا مطالعہ کیجئے۔ مولانا ساحل سہرامی رقم طراز ہیں.....

پھر ۱۳۲۱ھ میں بانس بریلی میں حاضر ہوئے اور مدرسہ مصباح التہذیب میں مولوی غلام بکمل کے درس میں شریک ہوئے لیکن یہاں کی سنیت بیزار فضا سے جلدی اوب کر سرچشمہ علم و ادب اور مصدر عشق و محبت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پھر ان سے ایسے مانوس ہوئے کہ انہیں کے ہو کر رہ گئے بلکہ پوری زندگی ان کے مشن کی ترویج و اشاعت کے لئے وقف کر دی۔ حضرت ملک العلماء کے ذوق علم کی برکت ہے کہ امام احمد رضا نے آپ کے اصرار پر ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۳ء میں منظر اسلام قائم فرمایا، جس کا افتتاح ان دو طالب علموں سے ہوا (۱) ملک العلماء مولانا سید محمد ظفر الدین قادری رضوی، (۲) مولانا سید عبدالرشید عظیم آبادی۔ حضرت ملک العلماء نے حضرت امام احمد رضا سے بخاری شریف، اقلیدس کے ۶

تاریخ بتاتی ہے، امام احمد رضا ۵۵/۷۰/۱۰۵ علوم و فنون پر مہارت رکھتے تھے۔ ان کی ذات سے علم و شعور فکر و آگہی کو جلا ملی، جس علم نے جو چاہا ان سے لیا، خوب لیا اور اتنا لیا کہ وہ فن کی بہاروں، نزاکتوں میں کھو گیا۔ امام احمد رضا ایسے دریا دل تھے کہ انہوں نے دونوں ہاتھوں سے دیا۔ شعور و ادراک کو بھی دیا اور فکر و تدبر کو بھی مروجہ علوم بھی مستفیض ہوئے اور فنون جدیدہ بھی۔ افراد اور جال بھی امام احمد رضا کے آستاں پر حاضر ہوئے اور علم و فن کے پر جوش سمندر سے سیراب ہوئے اور ایسا آب شیریں پیا کہ زندگی بھر اس کی سرخوشی نہ گئی اور مستی چھائی رہی۔ خالی ہاتھ آئے تھے گو ہر مراد سے جھولی بھر کر گئے۔ خاک بن کر آئے تھے اور سونا بن کر گئے۔ ایسے گئے کہ ان کے ہاتھوں میں علم و شعور، فکر و ادراک کے جواہرات بھرے پڑے تھے اور ان کی شخصیتیں اجالوں سے پر نور تھیں۔ دیکھنے والی نگاہیں انہیں دیدہ حیرت سے دیکھ رہی تھیں، کوئی ملک العلماء بن کر گیا اور کوئی صدر الافاضل اور صدر الشریعہ کے منصب پر فائز ہوا۔ شیر بیشہ اہل سنت کو جو کچھ ملا امام احمد رضا ہی سے ملا۔ اس دور میں ان کے سوا اور کون تھا جو کسی کو دیتا۔ ان کے دینے کا انداز کتنا انوکھا، نرالا تھا کہ یہ انداز، انداز نہ رہ کر عجیب و غریب اور نادر و نایاب کرشمہ بن گیا۔ جس آستاں کی ذرہ نوازی کا یہ دستور و عالم ہو؟ ماشاء اللہ اس کا کیا کہنا؟ کیا عجب؟ کہ ایسے آستانوں میں چاند تارے بھی اجالے جاتے ہوں اور خورشید تاباں بھی ڈھالے جاتے ہوں؟ انہیں چمک پانے والوں میں حضرت ملک العلماء فاضل بہاری بھی تھے۔

امام احمد رضا اور ملک العلماء :

امام احمد رضا جیسی عبقری شخصیت، علم و شعور کی جامعیت اور شعور و ادراک کا پر جوش سمندر نیز اس میں اٹھنے والی لہروں کو دیکھ کر کس کا

مقالے، تشریح الافلاک، تشریح شرح چغنی کا درس لیا اور فتویٰ نویسی کے آداب سیکھے اور اس طرح علم ہیئت، توحیت، جفر، ریاضی جیسے نادر فنون میں کمال حاصل کیا۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے سلوک کی ظاہری اور باطنی منزلیں بھی طے کیں، تصوف کی مشہور کتابیں، رسالہ قشیریہ اور عوارف المعارف کا سبقاً سبقاً درس لیا۔ سال فراغ کے فوراً بعد حضرت ملک العلماء نے مدرسہ منظر اسلام میں تدریس و تصنیف اور افتا نویسی کا سلسلہ شروع کر دیا۔ (تقدیمات فتاویٰ ملک العلماء، ص: ۱۱، ۱۲)

حضرت ملک العلماء پورے ۸ سال تک امام احمد رضا فاضل بریلوی کی خدمت بابرکت میں رہے۔ نہایت ہی محنت و مشقت اور پوری لگن کے ساتھ علم و ادراک، نور و ضیا کا اکتساب کرتے رہے۔ اس مدت میں انھوں نے اخذ و حصول کے کسی بھی دقیقہ کو فرو گذاشت نہ کیا۔ برابر اپنی دھن میں لگے رہے اور شدید انہماک کے ساتھ تحصیل علم و شعور کرتے رہے۔ جب آدمی کسی کام میں یکسوئی اور جوش و خروش کا مظاہرہ کرتا ہے، تو ہر طرف سے اس پر فیضان ہونے لگتا ہے اور علوم و فنون کے تمام دریچے کھل جایا کرتے ہیں۔ یہی کچھ حال حضرت ملک العلماء کا تھا وہ ہر علم، ہر فن کی وادی میں سیر کرنے لگے۔ فکر و آگہی کے تمام ابواب ان کے لئے وا ہو گئے۔ ہر قسم کے گلستانِ فکر سے انھوں نے خوشنما پھولوں کا انتخاب کیا اور اپنی ذات و شخصیت اور دامن تقدس میں سجاتے رہے، نکہتوں میں بساتے رہے اور بہاروں کے موسم سے لطف اندوز ہوتے رہے۔ جذب و کشش اور علوم و فنون کی تمام تر تابانیاں ان کی

شخصیت کے عناصر میں تبدیل ہو گئیں۔ امام احمد رضا کی بارگاہ میں جب وہ حاضر ہوئے، تو ظفر الدین بہاری تھے لیکن امام عشق و محبت کی نگاہ ناز کے پڑتے ہی ملک العلماء اور ماہر علوم و فنون ہو گئے۔ وہ نیر تاباں تھا اور یہ ماہ شب چہار دم ان کی پر نور شعاعیں تھیں اور ان کی شخصیت کا انگ انگ اجالوں اور سنہری کرنوں سے تابناک ہو رہا تھا۔ حضرت ملک العلماء کی انھیں تابشوں، اجالوں، کرنوں اور بے پناہ خوبیوں سے ان کی شخصیت کا جو ہر کمال تاباں ہوا۔ فکر و دانش والوں نے انھیں مانا، تسلیم کیا، بڑے بڑے ماہرین علوم جدیدہ نے انھیں سلام کیا۔ عزت کی نگاہ سے دیکھا اور ان کے روبرو سر تسلیم خم کیا۔ امام احمد رضا نے اپنے اس پیارے کو کس قدر چاہا؟ کیسا چاہا؟ امام احمد رضا صرف استاذ ہی نہ تھے، بلکہ ان کے مربی بھی تھے، انھیں دل کے قرین رکھا، اپنی دعاؤں سے نوازا اور فتح و کامرانی کے لئے التجائیں کیں۔

میرے ظفر کو اپنی ظفر دے
اس سے شکستیں کھاتے یہ ہیں

اس التجا میں اعتماد و یقین کا جلوہ تھا، پردرد لب و لہجہ تھا، اجابت نے اسے جھوم کر لیا، قدرت کا کرشمہ دیکھئے۔ جس طرح کی التجا تھی، ملک العلماء اس التجا کی واضح تفسیر و تعبیر تھے۔ انھیں کامیابی ملی اور خوب ملی اور ایسی ملی، کہ آج تک ان کی یادیں ارباب بصیرت کے دلوں میں تازہ ہیں اور فکر و دانش کے متوالے ان کی یادوں سے جودت و ندرت کشید کرتے ہیں اور پھر ابدی مسرتوں میں کھوجاتے ہیں۔

ملک العلماء ایک لقب ہے، جس میں زبردست گہرائی اور معنویت پائی جاتی ہے۔ یہ ایک ایسا لقب ہے، جس کی فطرت میں سیادت، قیادت کی توانائی پائی جاتی ہے اور سرخمدگی کے تمام تقاضے، اس لقب کے جس قدر عناصر اور تقاضے ہونے چاہیے وہ

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدظلہ کی حیات اور علمی خدمات

اور ضعف و نکان سے بہت دور رہے۔ آج انھیں کی کوششوں کا ثمرہ ہے، کہ عوام و خواص مسلک اعلیٰ حضرت کا نعرہ لگا رہے ہیں اور ناہموار فکروں پر ضرب کاری پڑ رہی ہے۔ حضرت ملک العلماء کی شخصیت اور ان کی نفسیات کا تجزیاتی مطالعہ کرتے ہیں، تو مجھے زبردست حیرت ہوتی ہے، کہ کاتب ازل نے انھیں کس قدر حساس طبیعت کا مالک بنایا تھا، کہ انھیں ہر کام، ہر جذبہ کے پس منظر، روشن مستقبل کا خیال رہتا تھا، کہ جس مقصد کے تحت انھوں نے کام کی ابتدا کی خداوند قدوس نے اسے یہ پایہ تکمیل تک پہنچا دیا۔ چند کاموں کا یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔

قیام مدرسہ کا خیال :

حضور سیدنا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی سوانح میں صرف اس قدر آیا ہے، کہ اعلیٰ حضرت نے ملک العلماء کے اصرار پر ۱۹۰۴ء میں مدرسہ منظر اسلام قائم فرمایا۔ اس سے زیادہ نہیں، لیکن مقام غور یہ ہے، کہ صرف انھیں کے ذہن میں یہ خیال کیوں آیا؟ خیالوں کا ایک طویل سلسلہ ہوتا ہے، جو پانی کے بلبلوں کی طرح اٹھتا ہے اور پھر غائب ہو جاتا ہے۔ مگر یہ خیال حباب کی مثل نہ تھا، اس میں پائیداری تھی، اسی لیے حضرت ملک العلماء نے اس پر اصرار کیا اور ایک مدرسہ کے قیام پر زور دیا۔ اس اصرار پر تعمق فکر سے کام لیجئے، تو اس کے پس منظر ایک خوشگوار جذبہ کی جھلک نظر آتی ہے اور وہ یہ ہے، کہ ملک العلماء نے امام احمد رضا کی شخصیت، علمی صلاحیت اور کثرت فنون و مضامین کو دیکھ کر یہ محسوس کر لیا تھا، کہ آنے والے دنوں میں اعلیٰ حضرت کے علمی، فکری اصول و نظریات، میتھڈ آف اسکول کی صورت اختیار کر لیں گے۔ تو پھر اس کا ایک مرکزی ادارہ ہونا چاہیے۔ اس لیے حضرت ملک العلماء نے اس پر اصرار کیا اور مدرسہ منظر اسلام کا قیام عمل میں آیا۔ قدرت کا کرشمہ دیکھئے، جیسا ملک العلماء نے خواب دیکھا تھا وہ حقیقت میں تبدیل ہو گیا اور

سب حضرت ملک العلماء علیہ الرحمۃ کی شخصیت میں موجود تھے۔ اس کے شواہد تو آنے والے صفحات میں بیان کئے جائیں گے، جن کے تجزیاتی مطالعہ سے حقیقت حال عیاں ہو جائیگی، یہ بھی ٹھوس حقیقت ہے، شواہد پر نظر رکھنے والی شخصیتیں خطا کر سکتی ہیں، بے راہ روی کا شکار ہو سکتی ہیں، لیکن جس نگاہ نے اندرونی علمی، فکری صلاحیتوں کا اندازہ کر کے انھیں اس لقب سے ملقب کیا، اس میں دور دور تک خطا نہیں، کیونکہ وہ کسی اور کی نگاہ نہ تھی۔ ان کے استاذ و مربی کی نگاہ تھی، امام اہل سنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی نگاہ تھی۔ انھوں نے القاب دینے میں غلو سے کام نہ لیا، بلکہ اس بارے میں انھوں نے نہایت ہی دقت نظر سے کام لیا۔ شخصی توازن اور علمی فکری اعتدال کو بروئے کار لاتے ہوئے، القاب عطا کئے، خطابات دیئے، اپنے اکابر کی بارگاہ میں بھی القاب کا گلدستہ پیش کیا، ہم عصر علماء کو بھی خطابات دیئے۔ اپنے شاگردوں کو بھی محروم نہ رکھا۔ اس بنیاد پر ہم کہہ سکتے ہیں، جب امام احمد رضا نے انھیں ملک العلماء کہا، تو یقیناً مولانا اس کے مستحق تھے۔ استاذ و مربی ہونے کے اعتبار سے انھیں معلوم تھا، حضرت ملک العلماء کیا ہیں؟ ان کی علمی صلاحیت کیا ہے؟ اور ان کی فکر کی پرواز کہاں تک ہے؟ سچ پوچھئے، تو حضرت ملک العلماء علیہ الرحمۃ بلند حوصلہ، پر جوش و ولولہ رکھتے تھے، وہ عقاب کی نگاہ رکھتے تھے، بلند پروازی ان کا شیوہ تھا، اس لئے انھوں نے علمی میدان میں کبھی تکان محسوس نہیں کیا۔

تندی با مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب
یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لئے

حضرت مولانا سید ظفر الدین علیہ الرحمۃ صحیح معنی میں ملک العلماء فاضل بہاری تھے۔ اعلیٰ حضرت کے جس مشن کو لے کر آگے بڑھے تھے، اسے پورا کیا۔ اس کی ترویج و اشاعت میں ولولہ و ہمت سے کام لیا

شیر بیشہ اہل سنت ہوں یا عبد العظیم صدیقی میرٹھی، یہ تمام حضرات اپنے اپنے دور میں تابندہ ستارے تھے، جن کی نورانی کرنوں سے غیر متوازن افکار و نظریات کے اندھیرے چھٹے، مثبت اور صداقت پر مبنی نظریوں کا سویرا نمودار ہوا۔ غیروں نے اسلام و سنیت پر جو تیر چلائے، ان حضرات نے اسے بھی روکا اور نہایت ہی سنجیدہ انداز میں انھیں اس طرح دندان شکن جواب دیا، کہ ان کا سارا جوش تعصب سرد پڑ گیا اور غیض و غضب کا آتش نشاں پھٹنے سے رہ گیا۔ ان کے ان علمی خدمات اور فکری کارناموں کو یاد رکھنا چاہیے۔ مگر یہ بھی خیال رہے، کہ ان کارناموں میں جن کی تابانیاں پائی جاتی ہیں، ان کا تذکرہ نہ کرنا، اور انھیں نظر انداز کر دینا، نہ صرف انصاف و دیانت کے خلاف ہے، بلکہ یہ حرکتیں شرافت کش اور انسانیت سوز بھی ہیں۔ دور حاضر میں میں کچھ اسی قسم کے جذبے ابھر رہے ہیں اور نظریے جنم لے رہے ہیں، جو افراد ذی شعور ان منفی اور غیر صالح نظریوں کو اپنے دامن تقدس سے ہوادے رہے ہیں۔ انھیں خود اپنا محاسبہ کرنا چاہیے اور سائنٹفک انداز سے اس پر غور کرنا چاہیے۔ کہیں ایسا نہ ہو، کہ ان کے احمقانہ رویوں سے پانی سر سے اونچا ہو جائے اور جذبہ انحراف کا زہر ہلاہل ملت کو ضعف و اضمحلال سے دوچار کر دے اور سوچنے کی بات یہ بھی ہے، کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے شاگردوں نے جب انھیں فراموش نہیں کیا، تو پھر ہمیں کیا حق پہنچتا ہے، کہ ان تلامذہ کا سہارا لے کر ہم انھیں نظر انداز کر دیں اور ان کے خلاف موقف اختیار کریں۔ یہ کوئی انصاف نہیں۔ جہاں تک فروعی مسائل میں اختلاف کی بات ہے، تو یہ ضرورت و افادیت اور دلائل کی بنیاد پر کیا جاسکتا ہے۔ مگر اس کے لئے صحیح اور مناسب تناظر ہونا چاہیے۔ سستی شہرت، یا جلب منفعت کے سبب ایسا کرنا، نہ کل مناسب تھا، نہ آج ہے اور نہ ہی آئندہ کل ہوگا۔

مدرسہ منظر الاسلام کو تمام اداروں پر فوقیت حاصل ہوگئی اور وہ مرکزی حیثیت کا حامل بن گیا۔ حضرت ملک العلماء، منظر اسلام کے لئے علت باعث ثابت ہوئے اور علت غائی بھی۔ امام احمد رضا جیسی علمی، فکری اور باکمال شخصیت اور ان کے مرکزی ادارہ سے ملک العلماء کی قربت، صرف قربت نہ رہ کر، کمال قرب اور جوہر محبت کی واضح مثال ہو گئی اور ملک العلماء کی شخصیت میں انفرادیت، ندرت و بانگین جیسے غیر معمولی اوصاف راہ پائے گئے۔ یہ وہ ویژن تھا، جسے ہر ایک انسان نہیں دیکھ سکتا تھا، صرف فاضل بہاری کی یہ خصوصیت تھی، کہ انھوں نے اس ویژن کو دیکھا اور اس کو عملی صورت میں پیش کرنے کی کوشش کی۔

منظر اسلام میں تعلیم کا آغاز :

بسا اوقات ایسا دیکھا گیا ہے، کہ نظریہ کوئی پیش کرتا ہے، اسے عملی صورت کوئی دوسرا شخص دیتا ہے اور پھر اس نظریہ کا تجربہ کسی تیسرے شخص پر کیا جاتا ہے۔ مگر یہاں معاملہ قطعی اس کے برعکس تھا۔ ملک العلماء نے خود نظریہ پیش کیا، اس کو عملی صورت میں لانے کی کوشش بھی کی اور اس کا تجربہ بھی خود اپنی ذات پر کیا۔ یعنی خود منظر اسلام میں طالب علم کی حیثیت سے داخل ہوئے اور امام اہل سنت سے علم و فن کا استفادہ کیا، انھوں نے کیا پڑھا؟ یہ بتایا جا چکا ہے۔ اسے مزید دو بارہ پیش کرنے کی ضرورت نہیں۔ تعلیمی اصول و نظریات کے فروغ و ارتقاء میں طلبہ اور شاگردوں کی کیا اہمیت و افادیت ہے۔ اس سائنسی دور میں سانس لینے والا کوئی بھی فرد انسان اس کا انکار نہیں کر سکتا ہے، نیرتاباں، خورشید فلک کی روشنیاں اپنی جگہ ہیں، مگر شب و بچور کی ظلمتوں کو دور کرنے کے لئے چاند تاروں کا ہی سہارا لیا جاتا ہے۔ امام اہل سنت کے مشن کی ترویج و اشاعت میں ان کے شاگردوں کا بھی اہم رول رہا ہے۔ خواہ ملک العلماء ہوں یا صدر الشریعہ، صدر الافاضل ہوں یا محدث اعظم،

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رحمہ اللہ کی حیات اور علمی خدمات

ایک ظفر الدین! کدھر کدھر جانیں

پس منظر:

یہ تو ایک تو صوفی جملہ ہے، مگر اس کا اسلوب استفہامی ہے، جو باب تخریر کو کھولتا ہے۔ یہ جملہ کب اور کس موقعہ پر کہا گیا اور اس موقعہ کی نزاکت کیا تھی۔ ان تمام پہلوؤں کی وضاحت سے ایک پس منظر تیار ہوتا ہے، اس کی مکمل توضیح کے لئے درج ذیل عبارت کا مطالعہ کریں.....

سینوں کی عام حالت یہی ہو رہی ہے، کہ جن کے پاس مال ہے، انھیں دین کا کم خیال ہے اور جنہیں دین سے غرض ہے افلاس کا مرض ہے، ورنہ کلکتہ

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے جس قدر بھی شاگرد تھے، انھوں نے امام احمد رضا کے مشن، اور ان کے مقاصد حسنہ کی ترویج و اشاعت کو ترجیح دی، بلکہ جی توڑ کوشش کر کے اسے فروغ دیا اور کمال عروج تک پہنچایا۔ حضرت ملک العلماء علیہ الرحمہ کو ہی لے لیجئے، انھوں نے کیا نہیں کیا، بلکہ انھوں نے سب کچھ کر کے دکھایا، جو ان کے بس میں تھا۔ انھیں کی نکہتیں تھیں، جسے انھوں نے دور دور تک پہنچا دیا۔ کبھی تحریر سے، کبھی مناظرہ سے اور کبھی درس و تدریس سے، نظریوں کی صورت میں بھی اور تخلیقی عمل میں بھی۔ اس سلسلے میں انھوں نے ہر طرف رخ کیا۔ جہاں ان کی ضرورت محسوس کی گئی، آپ بصد شوق گئے اور نہایت

ہر گوشہ پہنچا دیا۔ کبھی مناظرہ سے اور کبھی درس و تدریس سے، نظریوں کی صورت میں بھی اور تخلیقی عمل میں بھی۔ اس سلسلے میں انھوں نے ہر طرف رخ کیا۔ جہاں ان کی ضرورت محسوس کی گئی، آپ بصد شوق گئے اور نہایت

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدظلہ کی حیات اور علمی خدمات

(۳) دینی جذبہ سے سرشار افراد میں افلاس کا ہونا

(۴) شمس الہدیٰ کے اوقاف کا تحفظ

(۵) سرزمین کلکتہ میں شدید ضرورت کا پایا جانا

(۶) دیوبندیوں کی ریشہ دوانیوں پر نظر رکھنا

پوری تندہی سے کوشش کرتا ہے۔ یہ اخلاقی جمالیات بھی ان کے حصہ میں آئی تھیں اور اس سلسلہ میں ملک العلماء سے کوئی بھی کوتاہی سرزد نہیں ہوئی۔ کلکتہ میں رہے، جب بھی ان کے مشن کو انجام دیا۔ شمس الہدیٰ پٹنہ میں بچہ صدر مدرس رہے، تو امام اہل سنت کے نظریوں کی اشاعت کی اور ان کی علمی صلاحیتوں کو اجاگر کیا اور اہل زمانہ کو بتا دیا، کہ اعلیٰ حضرت جیسی علمی صلاحیت نہ ماضی میں تھی، نہ اب ہے اور نہ آئندہ ہوگی۔ کیونکہ ان کی صلاحیت کوئی عام صلاحیت نہ تھی، بلکہ ایسی صلاحیت تھی، جہاں سے حیرت و کشمکش اور استعجاب کی تازہ ہوائیں آتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں۔ اسی باب تیس سے متعلق درج ذیل تحریروں کا مطالعہ کیجئے، صداقت خود آپ کے روبرو آ جائے گی.....

یہ وہ اسباب و عوامل تھے، جن پر توجہ دینا بہت ضروری تھا۔ انہیں ضرورتوں کا احساس حضرت ملک العلماء کو تھا، جنہیں پورا کرنے کے لئے انہوں نے ہر طرف تگ و دو شروع کی۔ آپ کی اسی جدوجہد، سعی مسلسل اور ولولہ و امنگ، جوش و خروش کو دیکھ کر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے ارشاد فرمایا: ”**ایک ظفر الدین کدھر کدھر جائیں**“؟ ایسا نہیں، کہ اس وقت علماء نہ تھے۔ تھے اور ضرور تھے، مگر مذکورہ ضرورتوں پر جو کھرا اترا، انہیں کو مولانا ظفر الدین اور ملک العلماء کہا جاتا ہے۔ اس تناظر میں حضرت ملک العلماء کی شخصیت کی جو ہمہ جہتی، رنگارنگی اور جاذبیت نکھر کر سامنے آتی ہے، اس پر دل و جاں نثار کرنے کو جی چاہتا ہے اور یہ محسوس ہوتا ہے، کہ اب ایسے عالم، فاضل، واعظ و مدرس کہاں؟ یہ سب کرشمہ تھا، امام احمد رضا کے انداز تربیت کا، کہ انہوں نے ملک العلماء کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا اور اگر یہ کہا جائے، تو کوئی غیر مناسب بات نہ ہوگی، کہ انہوں نے ملک العلماء کو اوج ثریا کی بلندی اور سمندر کی گہرائی عطا کی اور اپنے مخصوص رنگ میں اس طرح رنگ دیا، کہ عمر کے کسی بھی حصہ میں ان کے سر کی مستی نہ گئی اور ان کے بادہ عرفاں کا شمار نہ اترا۔

حق و فاداری :

شاگرد کوئی بھی ہو، اپنے استاد و مربی کی علمی صلاحیتوں اور مذہبی ذوق و شوق کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ شاگرد جہاں بھی رہتا ہے، اپنے استاد کے مشن کو پورا کرتا ہے اور اس کے فروغ و ارتقا میں

مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ میں شاہ صاحب نامی ایک شخص آیا، جسے علم تکسیر میں اچھی خاصی شہادت تھی، مگر وہ اس شہادت پر کافی نازاں تھا، اترا تا بھی تھا اور تصور کرتا تھا، کہ مجھ جیسا اس فن میں کوئی کامل نہیں ہے۔ اپنے ان خیالات کا اظہار وہ مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ کے ایک مدرس مولوی مقبول احمد خاں در بھنگوی سے کیا کرتے تھے۔ انہیں ان کا اترا تا زیادہ پسند نہ آیا، مولوی مقبول احمد خاں صاحب نے فرمایا: میرے مدرسہ میں بھی ایک مدرس ہیں، جو اس علم کو جانتے ہیں۔ شاہ صاحب نے ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا۔ ان کی ملاقات حضرت ملک العلماء سے کرائی گئی۔ دونوں کے مابین جو گفتگو ہوئی ملاحظہ فرمائیں:

”چنانچہ ایک دن مولوی صاحب موصوف شاہ صاحب کو لئے ہوئے میرے پاس تشریف لائے

ایک دوسرے سے ملتا ہوا نہیں۔ پوچھا کن سے سیکھا؟ میں نے اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کا نام لیا۔ حضرت کے معتقد تھے نام سن کر ان کو یقین ہو گیا، مگر پوچھا اور اعلیٰ حضرت کتنے طریقوں سے بھرتے ہیں؟ میں نے کہا تیس سو طریقے سے۔ کہا آپ نے اور کیوں نہیں سیکھا، میں نے کہا، وہ علم کے دریا نہیں سمندر ہیں۔ جس فن کا ذکر آیا ایسی گفتگو فرماتے، کہ معلوم ہوتا، کہ عمر بھر اسی علم کو سیکھا اور اسی کی کتب بنی فرمائی ہے۔ ان کے علوم کو میں کہاں تک حاصل کر سکتا ہوں۔ (حیات اعلیٰ

حضرت، ص: ۶۲، ۱۶۳)

اور ان کا تعارف کراتے ہوئے بہت سی خوبیاں بیان کرتے ہوئے خاص انداز سے فرمایا، سب سے بڑا کمال آپ کا یہ ہے، کہ آپ فن تکسیر جانتے ہیں، میں سمجھ گیا، میں نے کہا اس سے بڑھ کر اور کیا کمال ہوگا، کہ آپ وہ فن جانتے ہیں، جس کے جاننے والے روئے زمین سے معدوم و مفقود نہیں، تو قلیل الوجود ضرور ہیں۔ اس پر شاہ صاحب نے فرمایا، کہ مجھے معلوم ہوا ہے، کہ جناب کو بھی فن تکسیر کا علم ہے۔ میں نے کہا یہ مخلصوں کا حسن ظن ہے، کسی فن کے چند قواعد کا جان لینا فن کی واقفیت نہیں کہلاتی۔ ہاں اس فن سے ایک گونہ دلچسپی ضرور ہے۔ اس کے بعد میں نے ان شاہ صاحب سے پوچھا کہ جناب مرہج کتنے طریقے سے بھرتے ہیں۔ بہت فخریہ فرمایا، سولہ طریقے سے۔ میں نے کہا، بس! اس پر فرمایا اور آپ؟ میں نے کہا گیارہ سو باون طریقے سے۔ بولے سچ! میں نے کہا جھوٹ کہنا ہوتا، تو کیا لاکھ دو لاکھ کا عدد مجھے معلوم نہ تھا۔ گیارہ سو باون کی کیا خصوصیت تھی۔ کہا، میرے سامنے بھر سکتے ہیں، میں نے کہا ضرور، بلکہ میں نے بھر کر رکھ دیا ہے۔ آج ۴ بجے میرے ساتھ دریا پور تشریف لے چلیں۔ مولانا مقبول احمد خاں صاحب کو بھی میں دعوت دیتا ہوں، وہیں ناشتہ چائے چلے، وہ کتاب میں حاضر کر دوں گا، ایک ہی نقش ہے، جو اتنے طریقوں سے بھرا ہوا ہے، جس میں کوئی

مذکور بالا اقتباس کو پڑھئے اور خوب غور سے پڑھئے۔ اس میں جو مضمرات ہیں، ان کے تناظر میں اعلیٰ حضرت امام اہل سنت اور حضرت ملک العلماء کی شخصیتوں اور ان کی علمی، فنی، صلاحیتوں کا اندازہ لگائیے، ایسی گہرائی جو ان دونوں کی شخصیتوں میں پائی جاتی ہے، کہیں نظر نہیں آتی اور نہ ہی سننے کو ملتی ہے۔ میں دعویٰ سے کہتا ہوں، اس دور میں کوئی بھی کسی نقش کو ۱۶ طریقوں سے نہیں بھرتا اور جو مذکور بالا تمام طریقوں سے بھر لے دور حاضر میں وہ فن تکسیر کا امام تصور کیا جائے گا۔ ۱۱۵۲/۱ یا ۲۳۰۰ طریقوں سے بھرنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، یہ خصوصیت تو صرف ملک العلماء کی تھی یا پھر امام اہل سنت کی۔ علم و فن کا ایسا سمندر اب دیکھنے کو کہاں ملتا؟ چراغ لے کر بھی ڈھونڈیے، اس کے باوجود نہیں مل سکتا۔ ملک العلماء نے اس فن کے تعلق سے جہاں اپنی مہارت، درک تام کا اظہار کیا، وہیں امام اہل سنت کی تبحر علمی اور فنی برتریت کا ان لفظوں سے اظہار فرمایا.....

”وہ علم کے دریا ہی نہیں سمندر ہیں۔ جس فن کا ذکر آیا،

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی علیہ السلام کی حیات اور علمی خدمات

ایسی گفتگو فرماتے، کہ معلوم ہو، تا عمر بھر اسی علم کو سیکھا اور اس کی کتب بینی فرمائی ہے اور جب ملک العلماء کی شخصیت اور کمال فن کے اظہار کی بات آئی، تو عجز و انکساری اور تواضع کو بروئے کار لاتے ہوئے فرمایا..... مخلصوں کا حسن ظن ہے، کسی فن کے چند قواعد کا جان لینا فن کی واقفیت نہیں کہلاتی۔ اس پورے اقتباس میں حق و فاداری نبھایا گیا اور استاذ کے تئیں جذبہ عزت و وقار کا اظہار کیا گیا۔ گلوں کا حسن و بانگین اور مشک کی خوشبو چھپتی نہیں، جس قدر چھپانے کی کوشش کی جاتی ہے اسی قدر نمایاں ہوتی ہے اور ارباب بصیرت کو اپنی طرف مرکوز کر لیتی ہے۔ حضرت ملک العلماء کی شخصیت بھی کچھ اسی انداز کی تھی وہ اگرچہ بہار کی سرزمین پر رہے اور علمی خدمات بھی وہیں انجام دیتے، اس کے باوجود ان کی خوبیاں، کمالات اور جمالیاتی صلاحیتیں سرحدوں کی پابندیوں سے آزاد ہو کر گلشنِ نو بہار میں اپنا جلوہ حسن دکھا رہی ہیں اور نظامِ گلشن میں کسی نئے انقلاب کا پیغام دے رہی ہیں۔ دور حاضر کے مفکروں، دانشوروں کو اس طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ وہ آئیں اور اپنے قلم و قرطاس کی جولانیاں دکھائیں۔ اہل سنت و جماعت کے لئے انھوں نے جو خدمات انجام دی ہیں، انھیں نذر نسیاں کر دینا حقیقت کی جلوہ سامانیوں سے نظریں چرانا ہے۔

استاذ کو بھی پیار آھی گیا :

حضرت ملک العلماء کے مطالع شخصیت و سیرت کے دوران بہت سی ایسی خوبیوں اور زہرہ جمال خصوصیتوں کا انکشاف ہوا، جنہیں دیکھتے ہی استاذ و مربی امام اہل سنت سیدی اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کو بھی ملک العلماء پر پیار آ ہی گیا ہوگا اور انھوں نے بڑے ہی فخر و ناز سے زندگی کی کسی نہ کسی ساعت میں اس کا تذکرہ ضرور کیا ہوگا۔ جب ہم اس نقطہ نظر کو سامنے رکھ کر ملک العلماء کی عالمانہ شخصیت کی طرف اپنی توجہ مبذول کرتے ہیں، تو اس طرح

کے چند زاویے اپنی تبسم ریزی سے پوری فضا کو خوش گوار بناتے ہوئے دکھائی پڑتے ہیں۔ مثال کے طور پر اس خوبصورت زاویہ کا مطالعہ فرمائیں.....

مکرمی، مولانا مولوی محمد ظفر الدین صاحب قادری سلمہ فقیر کے یہاں کے اعز طلباء سے ہیں اور میرے جان عزیز، ابتدائی کتب کے بعد یہیں تحصیل علم کی اور اب کئی سال سے میرے مدرسے میں مدرس اور اس کے علاوہ کار افتاء میں میرے معین ہیں، میں یہ نہیں کہتا، کہ جتنی درخواستیں آئی ہوں، سب میں یہ زائد ہیں۔ مگر اتنا ضرور کہوں گا سنی، خالص، مخلص، نہایت صحیح العقیدہ، ہادی، مہدی ہیں، عام درسیات میں بفضلہ تعالیٰ عاجز نہیں، مفتی ہیں، مصنف ہیں، واعظ ہیں، مناظرہ بعونہ تعالیٰ کر سکتے ہیں۔ علمائے زمانہ میں علم توقیت سے تنہا آگاہ ہیں۔

آپ کے مدرسہ کو اپنے نفس پر ایثار کر کے انھیں آپ کے لئے پیش کرتا ہے۔ (تقدیمات فتاویٰ ملک العلماء، ص: ۱۳)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے ملک العلماء کے جن اوصاف کا ذکر فرمایا وہ کسی طرح بھی، گلہائے رنگارنگ سے کم نہیں بلکہ ان کی موجودگی سے کسی بھی شخصیت میں تہہ در تہہ جمالیات کا احساس بیدار ہوتا ہے اور یہ جمالیات اس بات کا تقاضہ کرتی ہیں، کہ ملک العلماء کی تابندگی منظر اسلام کے آئینہ خانہ پر رہے، تو بہتر و مناسب ہے۔ مگر منظر اسلام کے بجائے کسی اور مدرسہ کے لئے ملک العلماء کو پیش کرنا، یقیناً سیدی اعلیٰ حضرت کا جذبہ ایثار تھا اور اس

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی عظیمی کی حیات اور علمی خدمات

جذبہ ایثار کی اصل وجہ ملک العلماء کی ذات گرامی تھی۔

خدمات ہیں جن پر فوری توجہ دینے کی ضرورت ہے ان کی قوس قزح اور دلکش رنگارنگی، کچھ خاص التفات و توجہ کا مطالبہ کرتی ہے اور وہ ہے علم حدیث میں ان کی روشن و تابناک خدمتیں۔

علم حدیث اور ملک العلماء:

حضرت ملک العلماء نے جہاں دیگر علوم و فنون کے تعلق سے عظیم خدمتیں انجام دی ہیں، وہیں علم حدیث میں ان کی خدمت اس قدر عظیم، روشن و تابناک ہے، کہ رہتی دنیا تک یہ خدمت ہماری جماعت اور ملت حنفیہ کے لئے باعث سعادت دارین اور اخروی فلاح و بہبودی کی ضامن رہے گی اور اس کی وجہ سے حضرت ملک العلماء کی یادیں ہمیشہ تازہ رہیں گی اور ہم ان یادوں کی ناکھوں، لطافتوں اور نزہتوں سے لطف اندوز ہوتے رہیں گے۔ علم حدیث میں ان کی مشہور و معروف کتاب ”الجامع الرضوی المعروف بہ صحیح

حضرت ملک العلماء کے تعلق سے اب تک جو باتیں پیش کی گئیں، آغاز تعلیم و تربیت سے سال فراغ تک اور اس مدت میں ان کی جو علمی، دینی مصروفیات رہیں، ٹھیک اسی طرح عمر کے اوخر تک انہوں نے تدریس و تالیف اور بحث و مناظرے جو کئے سب کے سب ان کے علمی تبحر پر شاہد عدل ہیں۔ ان خدمات میں بہت سے ایسے علمی کارنامے اور فکری خدمات نظر آتی ہیں، جن سے علمی تبحر اور فکری تفوق کا شگفتہ نظام تبسم ریز ہوتا ہے اور پھر اس سے پوری زندگی ناکھوں میں بس جاتی ہے۔ ایسی باکمال، پروقار شخصیت کا وجود مسعود ہم اہل سنت کے لئے زبردست نعمت تھی، اس سے استفادہ اور اس کی صیانت و حفاظت ہمارا ملی فریضہ تھا۔ مگر ہمیں افسوس ہے، کہ ہم ان کے کارناموں کی کما حقہ حفاظت و صیانت نہ کر سکے اور نہ ہی ان کے علمی خزانوں اور فکری جواہر یاروں سے نقاب کشائی۔ یہ ایسی جماعتی سرد

البھاری“ ہے۔ یہ مع کتاب الآرا کتاب ۶ جلدوں پر مشتمل ہے۔

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی دہلی کی حیات اور علمی خدمات

ان مذکورہ مجلدات میں ابواب کی ترتیب خالص فقہی ترتیب ہے، جو اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ اس کا نام سنن الرضوی ہونا چاہیے۔ خود حضرت ملک العلماء کی ابتدائی تحریر سے بھی اس کتاب مستطاب کا سنن ہونا ثابت ہوتا ہے، جیسا کہ حضرت کے صاحبزادہ ذی وقار پروفیسر مختار الدین صاحب آرزو تحریر کرتے ہیں.....

جلد اول کتاب العقائد کے اس نسخہ پر جو بخط مصنف ہے، جلی قلم سے نام سنن الرضوی لکھا ہوا ہے۔ ممکن ہے، پہلے یہی نام رکھا ہو۔ لیکن جب کام زیادہ پھیلا، تو سنن پر جامع کو ترجیح دے کر مولف نے الجامع الرضوی رکھ دیا۔ جلد اول کا مسودہ بخط مولف رحمۃ اللہ علیہ راقم کے ذاتی کتب خانے میں محفوظ ہے۔ صفحات ۶۶۱، سطور ۲۱ فی صفحہ اس میں ۶۰۰ ابواب ہیں اور احادیث کی تعداد کا تخمینہ تین ہزار کے قریب ہے۔ اس جلد کی ترتیب کی ابتدا ۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۱ھ کو ہوئی۔ (حاشیہ مضمون اردو، صحیح البہاری)

پروفیسر صاحب نے اپنی تحریر میں سنن پر جامع کی جووجہ ترجیح بیان فرمائی کچھ زیادہ سمجھ میں نہیں آتی، کیونکہ باعتبار مضامین و ابواب، سنن میں زیادہ وسعت پائی جاتی ہے اور جامع میں یہ وسعت نہیں ہے، کہ جامع صرف ۸ مضامین پر مشتمل ہوا کرتا ہے اور وہ آٹھ مضامین یہ ہیں..... سیر، آداب، تفسیر، عقائد، فتن، احکام، اشراط، مناقب وغیرہ اور سنن میں ابواب فقہی، اتالیقی، سیر، مناقب وغیرہ

اولاً - اس بات کا جاننا ضروری ہے، کہ صحیح البہاری کی جمع و تالیف کا مقصد کیا تھا؟ کیا مولف علیہ الرحمہ خود کو اس تالیف کے ذریعہ محدثین کے زمرہ میں شامل کرنا چاہتے تھے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ حاشا کلا آپ کا قطعی یہ مقصد نہ تھا، کہ یہ سراسر عجب اور شخصیت نما کی ہوتی۔ آپ تو نہایت ہی منکسر المزاج اور بقول امام احمد رضا، خالص و مخلص تھے۔ اس لیے آپ نے اپنی تالیف کو محدثین کی کتابوں کی مانند نہ سنن کہا اور نہ ہی جامع۔

ثانیاً - اس مذکور بالا تالیف کا مقصد صرف یہ تھا، کہ فقہ حنفی میں وارد تمام مسائل و جزئیات کے مصادر احادیث ایک جگہ جمع کر دیے جائیں اور وہ آپ نے کر دکھایا۔ اس اعتبار سے آپ کی یہ تالیف تخریج احادیث کے زمرہ میں آتی ہے۔ اس مقصد کے تحت جو تالیف معرض وجود میں آتی ہے، اسے نہ سنن کہا جائے اور نہ ہی جامع، کیونکہ سنن یا جامع علم حدیث کی مصطلحات میں سے ہیں۔ علم تخریج کی مصطلحات میں سے نہیں۔

ثالثاً - اگر صحیح البہاری کی واقعی ترتیب اس کے سنن ہونے کو متقاضی ہے، مگر یہ نام صرف معنی اصطلاحی پر دلالت کرتا ہے اور مولف اس نام کے ذریعہ خود کو زمرہ محدثین میں شامل نہیں کرنا چاہتے تھے، اس لئے آپ نے اپنی تالیف کو سنن سے تعبیر نہیں کیا۔ جامع اگرچہ یہ بھی ایک اصطلاح ہے، لیکن اس کا اصطلاحی معنی اس تالیف پر صادق نہیں آتا، جو اس بات پر قرینہ ہے، کہ الجامع الرضوی میں الجامع سے معنی اصطلاحی مراد نہ لیا جائے، بلکہ معنی لغوی مراد لیا جائے اور اس لغوی معنی کے اعتبار سے مولف نے سنن پر جامع کو ترجیح دی۔ اسے صحیح

جہان ملک العلماء

حضرت ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی دہلی کی حیات اور علمی خدمات

واقعی حیثیت کو اجاگر کرنے کے مقصد سے صحیح البہاری نام رکھا گیا۔

صحیح البہاری کی اہمیت و افادیت :

میں واضح کر چکا ہوں، کہ صحیح البہاری کا تعلق علم تخریج احادیث سے ہے اور علم حدیث سے بھی، اسی لیے میں نے اس کتاب مستطاب کا بیان عنوان علم حدیث کے تحت کیا ہے، کیونکہ علم تخریج، علم حدیث کی ذیلی قسم ہے۔ لغت میں تخریج کا معنی ظہور اور وضوح بتایا گیا ہے اور یہ دونوں معانی بیان و عبارت کے متقاضی ہیں، کہ کسی بھی معنی و مفہوم یا مافی الضمیر کا اظہار بیان و عبارت کے بغیر ممکن نہیں۔ مگر علمائے حدیث اس لفظ کا استعمال چند معانی میں کرتے ہیں.....

(الف) - احادیث کا اس کے مخارج کے ساتھ ذکر کرنا، جیسے یہ کہا جائے یہ حدیث بخاری یا مسلم میں ہے وغیرہ۔ اس معنی میں علمائے احادیث کی جو کتابیں ہیں انھیں دو گروپوں میں بانٹا جاسکتا ہے.....

(۱) وہ کتابیں، جن میں احادیث کی تخریج احکام فقہ پر کی گئی ہے۔

(۲) وہ کتابیں، جن میں احادیث کی تخریج سند و روایت پر کی گئی ہے۔

(ب) تخریج کا ایک معنی یہ بھی ہے، کہ مصنف کی مرویات احادیث کا اپنی سندوں کے ساتھ اس طرح ذکر کرنا، کہ سند میں مصنف کے شیوخ کا ان کے شیوخ کے ساتھ اتصال ہو جائے۔

(ج) کسی بھی مصنف کی مرویات کے مصادر، اسانید اور شیوخ کے ذکر کو بھی تخریج کہا جاتا ہے۔

(د) کسی بھی مروی حدیث کے مصادر اصلیہ اور رجال روایت کی تحقیق و تفتیش کو بھی تخریج کا نام دیا گیا ہے۔ دور حاضر میں لفظ تخریج سے یہی آخری معنی مراد لیا جاتا ہے، جو اس فن میں تھوڑی سی بھی شدید رکھتا ہے۔ وہ تخریج کے اس معنی سے واقف ہے، دوسرے علوم و فنون کی طرح، تخریج بھی ایک فن ہے اور دور حاضر میں اس کی ضرورت محسوس کی جا رہی ہے۔ گذشتہ ادوار میں ہندوستانی علماء اگرچہ اس

طرف زیادہ راغب نہ تھے۔ لیکن اب رفتہ رفتہ اس طرف دلچسپی لے رہے ہیں اور تخریج کی اہمیت و افادیت کو سمجھ رہے ہیں۔

علم تخریج بحیثیت فن اس میں احادیث کا ماخذ یا اس کے مصادر اصلیہ اور اصول حدیث کے اعتبار سے اس کے مراتب کا ذکر کیا جاتا ہے، کہ حدیث صحیح ہے یا حسن، مرسل ہے یا ضعیف وغیرہ۔ حضرت ملک العلماء کی کتاب صحیح البہاری بھی فن تخریج پر کھری اترتی ہے اور اس فن میں اس کی جو اہمیت ہے، اس کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ حضرت ملک العلماء نے کہیں عز و جمال سے کام لیا اور کہیں عز و تنسیل سے اور کہیں ضرورت محسوس ہوئی، تو درایت احادیث پر تفصیل سے گفتگو فرمائی، لیکن اس قسم کی بحث بہت کم نظر آتی ہے۔

فنی تجزیہ : جب ہم فن تخریج اور اس کے پسندیدہ طریقوں کو پیش نظر رکھ کر صحیح البہاری کی طرف رجوع کرتے ہیں، تو اس میں بنیادی طور پر چند خصوصیات نظر آتی ہیں.....

(۱) **خصوصیت اولی :** حضرت ملک العلماء نے اپنی کتاب میں ہر حدیث کے راوی اعلیٰ کا ذکر فرمایا ہے، کہیں یہ راوی اعلیٰ صحابی رسول ہیں اور کہیں تابعی ہیں۔

(۲) **خصوصیت ثانیہ :** اس تالیف میں یہ خوبی بھی نظر آتی ہے، کہ حضرت والا نے جو احادیث بیان فرمائیں، ان میں متن حدیث کے الفاظ و عبارات کا زبردست التزام پایا جاتا ہے۔

یہ دو خوبیاں ایسی ہیں، جن سے احادیث کی صحت اور تیقن کو فائدہ پہنچتا ہے۔ روایت و درایت پر دل مطہر ہوتا ہے۔

(۳) **خصوصیت ثالثہ :** حضرت ملک العلماء نے ہر حدیث کے آخر میں اس کے مصادر کا بھی ذکر کر دیا ہے، کہ یہ حدیث بخاری شریف کی ہے یا مسلم شریف کی، مصنف عبدالرزاق میں ہے یا جامع صغیر و کبیر میں وغیرہ وغیرہ۔

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی دہلی کی حیات اور علمی خدمات

- (۵) الاحکام الشریعة الكبرى - علامہ عبدالحق اشہیلی
 (۶) الاحکام الشریعة الوسطی - علامہ عبدالحق اشہیلی
 (۷) الاحکام الشریعة الصغری - علامہ عبدالحق اشہیلی

ان کتابوں میں زیادہ تر کا تعلق فقہ شافعی سے ہے اور کچھ کا فقہ مالکی سے فقہ حنفی سے متعلق کسی تخریجی کتاب کا سراغ نہیں ملتا۔ پوری تاریخ اس بارے میں سونی نظر آتی ہے، یہی وجہ ہے، کہ غیروں نے فقہ حنفی پر ایرادات کئے، جرح و تعدیل سے کام لیا اور یہ الزام بھی عائد کیا، کہ امام اعظم قیاس کو احادیث پر مقدم رکھتے تھے۔ حالانکہ یہ الزام کسی بھی نوعیت سے درست نہیں۔ کیونکہ علمائے احناف، صناعات و مراہیل احادیث کو بھی قیاس پر مقدم رکھتے ہیں، تو پھر یہ الزام کیوں؟ اسے غلط فہمی قرار دی جائے، یا پھر جوشِ تعصب میں حواسِ پختگی، مگر یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے، کہ ایسا الزام کیوں عائد ہوا؟ عائد کرنے والوں سے ہمیں کوئی غرض نہیں، مگر عائد ہوا کیوں؟ کاش فقہ حنفی کے مسائل و فروعیات کے مصادر اصلیہ کی تخریج کر دی جاتی، تو یہ صورت

(۴) خصوصیت رابعہ : اصول حدیث کے اعتبار سے جو حدیث جس مرتبہ میں پائی جاتی ہے، حضرت نے اسے بھی بیان فرما دیا ہے، کہ صحیح ہے یا حسن مقطوع ہے یا موقوف، ضعیف ہے یا مرسل۔ یہ تمام خوبیاں جو اوپر ذکر کی گئیں اس بات کو ثابت کرتی ہیں، کہ صحیح البہاری فن تخریج پر بالکل کھری اترتی ہے اور اہل علم کو بھی اس کی اہمیت و افادیت کا اندازہ ہو گیا ہے۔ ایسے بے نظیر اور نادر و نایاب فوائد و نکات پر مشتمل کتاب کو نظر انداز کر دیا جائے۔ انصاف و دیانت اور علم و فن سے دلچسپی اس کی قطعی اجازت نہیں دیتی۔ علم دوستی کا جذبہ جس دل میں ہے یقینی طور وہ صحیح البہاری پر اپنی توجہ مبذول کرے گا اور اسے پسندیدہ نظروں سے ضرور دیکھے گا۔

ہمارے چاروں اماموں نے فقہ کی تدوین فرمائی، احکام و مسائل کا استخراج فرمایا۔ اس بات میں کوئی شک نہیں، کہ ان اماموں نے نصوص قطعیہ اور احادیث سے مسائل و جزئیات استنباط کیا۔ مگر انہیں اتنی فرصت کہاں تھی؟ کہ وہ احادیث پر اصول حدیث کے تناظر

میں بحث کرے؟ اور مسائل کو کھردر کر اور لچکا کر کے اس کا تصور

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی پٹنہ کی حیات اور علمی خدمات

بھی رہے گی۔ افادی نقطہ نظر سے دیکھئے، تو اس کتاب کو ہمہ گیریت اور بین الاقوامی حیثیت حاصل ہے۔ یہ حیثیت ملکی سرحدوں میں گھر کر نہیں رہ سکتی۔ اسے تو آزاد فضا چاہیے میں سمجھتا ہوں۔ جہاں جہاں علم

النعمان کے نام سے مرتب کیا۔ اس کے بعد سید علامہ مرتضیٰ زبیدی نے ۱۱۳۵ھ/۱۲۰۵ھ میں عقود الجواهر المنیفہ فی ادلة امام ابی

سوم : حالات حاضرہ کے تقاضوں کو دیکھتے

ہوئے، اس میں مندرجہ تمام احادیث کی تخریج کرائی جائے اور اس کے درجات کا تعین بھی کیا جائے۔

چہارم : تخریج آیات و احادیث کے ساتھ اسے کم از کم ۱۵ جلدوں میں شائع کیا جائے۔

پنجم : صحیح البہاری کی اشاعت کر کے منظم انداز میں اسے غیر ممالک بھی بھیجے جائیں، تاکہ

اہل ذوق حضرات اس سے کامل استفادہ اٹھا سکیں۔

ابھی گزشتہ ادوار میں ”مکتبہ ایشین ترکی“ نے ارسال

کتب کے سلسلے میں جو اقدامات کئے ہیں۔ اسی طرز و رویہ کو اپناتے ہوئے کوششیں کریں اور جدوجہد جاری رکھیں۔ آج کے دور کا یہی تقاضہ ہے اور ضرورت بھی۔

اب وقت آ گیا ہے، کہ صحیح البہاری کو نصاب تعلیم میں داخل کیا جائے اور طلبہ کو سبقاً سبقاً پڑھایا جائے، تاکہ طلبہ فقہ حنفی کے مرویات اور موید احادیث سے اپنے کام و ذہن کو شاد کام کر سکیں اور لطف اٹھائیں۔

اب تک حضرت ملک العلماء کے تعلق سے جو تفصیلی گفتگو

کی گئی، اس سے بخوبی اندازہ ہو گیا ہوگا، کہ ان کی شخصیت کیا تھی؟

ذہنی صلاحیت اور علمی تبحر کا کیا عالم تھا۔ اس سلسلہ میں انہوں نے جو علمی خدمات انجام دیئے ہیں، ان کی علمی، افادہ اور تاریخی حیثیت کیا تھی؟ اس کا بھی یقین ہو گیا ہوگا۔ علمی تبحر کبھی جزوی طور پر پایا جاتا

ہے اور کبھی کلی طور پر۔ میں نے تبحر علمی کے جو حالات و کوائف بیان کئے ہیں، وہ سب کلی طور پر پائے جاتے ہیں۔ حضرت ملک العلماء کی شخصیت میں علمی تبحر کے جو عکوس و ظلال نظر آتے ہیں۔ وہ نہایت ہی تاباں و درخشاں نظر آتے ہیں۔ ان میں دھندلا پن یا کسی بھی گرد و

غبار کی پرچھائیاں نہیں پائی جاتی ہیں اور یہی ان کی شخصیت، علمیت و جامعیت کا کمال ہے۔ حضرت ملک العلماء کے علمی تبحر کا ایک اور نمونہ میرے پیش نظر ہے، جسے میں زینت قرطاس کرنے کا شرف حاصل کر رہا ہوں۔ اس پیش کش کو آپ تتمہ اور خاتمہ بھی کہہ سکتے ہیں۔ اسے بیان نہ کرنا، اس مضمون کے ساتھ سراسر حق تلفی اور ظلم و زیادتی ہوگی۔ مضمون اگرچہ طویل ہو چکا ہے، اس کے باوجود میں اپنی اس تحریر کا مطالعہ کرنے کی درخواست کرنا چاہتا ہوں۔

ملک العلماء اور علم توقیت

توقیت : وہ علم ہے، جس کے ذریعہ اوقات صلوٰۃ و صوم اور غروب و طلوع کی تخریج کی جاتی ہے۔ اس کی تعریف سے ہی واضح ہو رہا ہے

کہ اس علم کی بھی اہمیت و افادیت ہے کیونکہ نماز و روزہ جیسے پسندیدہ اعمال و عبادات کا دار و مدار اسی علم پر ہے۔ علامہ ابن حجر نے زواجر

میں اس علم کو فرض کفایہ میں شمار کیا ہے۔ مگر یہ علم عوام و خواص کے درمیان سے اٹھ چکا تھا۔ کسی بھی اہل علم کی اس کی طرف دلچسپی نہ تھی۔

لیکن قربان جائے، اعلیٰ حضرت کی ذات و شخصیت پر، کہ انہوں نے اس علم کا احیاء فرمایا۔ اسے بال و پر عطا کئے، اس کی برہم زلفوں کو

سنوارا، پڑ مردہ چہرہ پر ہنسی لوٹا دی اور بہتر شگفتگی عطا فرمادی، خود امام اہل سنت ارشاد فرماتے ہیں:

”مولانا محمد ظفر الدین قادری علمائے زمانہ میں علم

توقیت سے تنہا آگاہ ہیں۔ امام ابن حجر مکی نے

زواجر میں اسے فرض کفایہ لکھا ہے۔ اب ہند بلکہ

عام بلاد میں یہ علم علماء بلکہ عام مسلمین سے اٹھ

گیا۔ فقیر نے اس کا احیاء کیا اور سات صاحب

بنانا چاہے، جن میں بعض نے انتقال کیا، اکثر اس

کی صعوبت سے چھوڑ بیٹھے، انہوں نے بقدر

تخلیقی خزانہ دے دیا۔ مندرجہ ذیل کتابوں کا مطالعہ فرمائیں۔ اس بات کا آپ بخوبی اندازہ لگالیں گے.....

(۱) الجواهر والیواقیت فی علم التوقیت

(۲) بدر الاسلام لمیقات کل الصلوٰۃ والصیام

(۳) توضیح الافلاک (۴) مشرقی اور سمت قبلہ

یہ وہ کتابیں ہیں، رسائل ہیں، جن سے توقیت کی فنی حیثیت اجاگر ہوتی ہے۔ علم رفتہ رفتہ فن کی طرف ارتقاء کرتا ہے اور اس کے علوئے مرتبت کو چھوتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں، کہ کسی بھی علم کو فنی حیثیت دینے میں اس علم کے ماہرین کا دخل تام ہوا کرتا ہے۔ ان کی کوششوں کے بغیر علم فن کی حیثیت اختیار نہیں کر سکتا۔ اسی لئے میرا ماننا ہے، علم توقیت کو وسعت دینے میں حضرت ملک العلماء کا زبردست ہاتھ رہا ہے۔ ایسا وہی کر سکتا ہے، جن کو اس علم میں تبحر حاصل ہو۔ یہ اس علم تبحر کا معاملہ تھا، جو نادرا الوجود تھا اور عوام و خواص جس کو بھلا بیٹھے تھے، تو پھر ان علوم و فنون میں انھیں کس قدر تبحر رہا ہوگا، جو پہلے ہی سے فن کی حیثیت اختیار کر کے فنون مروجہ ہو چکے تھے۔ علم فقہ ہو یا علم تفسیر، علم قرآن ہو یا علم حدیث، منطق ہو یا فلسفہ، اصول حدیث کی بات ہو یا تدوین حدیث کی، اصول فقہ سے واقفیت کا معاملہ ہو یا اصول تفسیر کا، ان تمام علوم میں انھیں تبحر و تفوق، برتری اور کمال حاصل تھا۔ ایسی شخصیتیں بار بار جنم نہیں لیتی ہیں۔ برسوں میں رونق بزم کا ثبات ہوتی ہیں اور پھر اپنی بہار و قار دکھلا کر رخصت ہو جاتی ہیں۔ ایسی شخصیتوں کے مرقد نور پر پھولوں کی بارش ہو، بس میری یہی دلی خواہش ہے۔ ☆☆☆

کفایت اسے اخذ کیا اور اب میرے یہاں کے اوقات طلوع و غروب و نصف النہار ہر روز و تاریخ کے لئے اور جملہ اوقات ماہ رمضان شریف کے لئے بھی بناتے ہیں۔ (حیات اعلیٰ حضرت، ص: ۲۴۴)

علم توقیت نہایت ہی مشکل اور دقیق علم ہے۔ اسی لئے اس کی صعوبت سے بعض نے اسے سیکھنا بند کر دیا۔ لیکن حضرت ملک العلماء ڈٹے رہے۔ ہمت و حوصلہ اور پختہ عزم و ارادہ سے اسے حاصل کیا۔ بقدر کفایت اخذ بھی کر لیا۔ اس کا مطلب یہ ہے، کہ اوقات کی تخریج کے لئے جس قدر ضرورت تھی، انھوں نے حاصل کیا اور پھر اپنی خداداد ذہانت و فطانت سے وقتوں کی تخریج فرمانے لگے۔ اس علم کے تعلق سے حضرت ملک العلماء کا یہ تخلیقی عمل تھا جو لطیف و خوشگوار تھا اور جاذب و دلکش بھی، لیکن مولانا کا یہ علم حاصل کرنا، سماجی معاشرتی اور مذہبی تقاضوں کو کس قدر پورا کر رہا ہے۔ کوئی بھی دانشور اسے نظر انداز نہیں کر سکتا۔ حضرت ملک العلماء نے اس علم کو صرف علم تک محدود نہ رکھا، بلکہ اسے فن کی حیثیت عطا کی اور دوسرے علوم و فنون کے زمرے میں اسے بھی شامل کر دیا۔ ایسا وہی کر سکتا ہے، جس کو اس فن میں عبور، اور تبحر حاصل ہو، جو اس علم کی وسعت و گہرائی میں اترا ہی نہ ہو۔ وہ اسے فن کا درجہ کیونکر دے سکتا ہے؟ فن کا درجہ دینے کا مطلب یہ ہے، کہ اس کی جامع، مانع تعریف کی جائے، موضوع اور غرض و غایت کا تعین کیا جائے اور اس کے اغراض و مقاصد کی تشریح بھی کی جائے۔ حضرت ملک العلماء نے یہ سب کر کے دکھا دیا اور اہل علم کے ہاتھوں میں ایک زبردست علمی، فکری اور

”افراد و رجال بھی امام احمد رضا کے آستان پر حاضر ہوئے اور علم و فن کے پر جوش سمندر سے سیراب ہوئے اور ایسا آب شیریں پیا کہ زندگی بھر اس کی سرخوشی نہ گئی اور مستی چھانی رہی، خالی ہاتھ آنے تھے گوہر مراد سے جھولی بھر کر گئے۔“

تصانیف ملک العلماء

خصوصاً صحیح البہاری کی طباعت وقت کی اہم ضرورت

از قلم: وارث ریاضی کا شانہ ادب سکطا (دیوارج)، بہار

ریاست بہار ہر دور میں علمائے کرام مشائخ عظام کا مرکز رہی ہے۔ انہی علمائے ربانین میں حضور ملک العلماء مولانا سید محمد ظفر الدین فاضل بہاری کی ذات گرامی بھی تھی۔

حضور ملک العلماء مولانا سید محمد ظفر الدین فاضل بہاری کے مورث اعلیٰ سید ابراہیم بن سید ابو بکر غزنوی سلطان فیروز کے عہد میں ہندوستان آئے اور شاہی فوج میں ملازمت اختیار کر لی۔ قلعہ رہتاس کی جنگ میں شہادت پائی۔ بہار شریف کی ایک بلند پہاڑی پر آج بھی ان کا مقبرہ مرجع خلائق ہے۔ (حیات ملک العلماء ص ۹)

ملک العلماء کا خاندان راجگیر کے قریب رسول پور، میجرا میں کب آ کر آباد ہوا؟ معلوم نہیں۔ بہر حال ملک العلماء رسول پور، میجرا (سابق ضلع پٹنہ اور موجودہ ضلع نالندہ) میں ۱۹ اکتوبر یا ۲۳ اکتوبر ۱۸۸۰ء کو پیدا ہوئے۔ ملک العلماء کے پدر بزرگوار ملک عبدالرزاق صوم و صلوٰۃ کے پابند، نہایت صالح انسان تھے اس لیے ملک العلماء کی پرورش و پرداخت خالص مذہبی ماحول میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد محترم اور دیگر اساتذہ سے گھر پر حاصل کی۔ بعدہ مدرسہ غوثیہ حنفیہ موضع بین میں داخلہ لے کر جلالین شریف اور میرزاہد وغیرہ کا درس لیا۔ پھر ملک العلماء مدرسہ حنفیہ پٹنہ سٹی کی شہرت سن کر پٹنہ آ گئے اور یہاں ملک العلماء نے مسند امام اعظم، مشکوٰۃ شریف اور ملا جلال کی تعلیم پائی۔

۱۳۲۰ء میں ملک العلماء حصول علم کے لیے کانپور چلے گئے

جہاں ایک سال قیام کر کے کانپور کے مدارس میں اکتساب علم کیا۔ ۱۳۲۱ء میں مولانا نے بانس بریلی جا کر مدرسہ مصباح التہذیب میں مولانا غلام یسین سے درس لیا۔ (حیات ملک العلماء ص ۱۲/۱۱)

آخر میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی علمی شہرت سن کر ان کے حلقہ تلامذہ میں شامل ہو گئے۔ ۱۳۲۲ھ میں محلہ سوداگران بریلی میں جب مدرسہ منظر اسلام کا قیام عمل میں آیا، تو ملک العلماء نے منظر اسلام میں داخلہ لے کر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے علوم و معارف سے خوب خوب استفادہ کیا۔ پروفیسر مختار الدین احمد رقم طراز ہیں:

”مولانا ظفر الدین صاحب نے فاضل بریلوی سے صحیح بخاری پڑھی اور فتویٰ نویسی سیکھنی شروع کی۔ بعد کو جب مدرسے میں کچھ جید علماء اور مستند مدرسین کی خدمات حاصل کی گئیں تو انہوں نے مولانا حکیم امیر اللہ شاہ بریلوی، مولانا حامد حسین رامپوری تلمیذ خاص حضرت مولانا شاہ ارشاد حسین فاروقی رامپوری (۱۳۲۹-۱۳۱۱ھ) مولانا سید بشیر احمد علیگزہمی تلمیذ رشید استاذ حضرت مولانا لطف اللہ علیگزہمی (۱۲۴۴-۱۳۳۴ھ) سے مسلم الثبوت، صحیح مسلم شریف اور دوسری درسیات کی تکمیل کی، فاضل بریلوی سے انہوں نے صحیح بخاری، اقلیدس کے چھ مقالے، تشریح، تشریح الافلاک، شرح چھمینی تمام کر کے علم ہیئت، ریاضی، توفیق، جفر و تفسیر وغیرہ فنون حاصل کیے۔ تصوف کی کتابوں میں ان سے عوارف المعارف اور رسالہ قشیریہ کا بھی درس لیا۔“ (حیات ملک العلماء ص ۱۳)

جہان ملک العلماء

حضرت ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رحمہ اللہ کی حیات اور علمی خدمات

کوئی پچپن سال تک مسلسل تدریس کا سلسلہ قائم رکھا اور بریلی، آرا، سہرام، پٹنہ (اور) کلپھار (پورنیہ) کے مدارس میں ہزاروں طالبان علم کو اپنے علمی فیوض سے سیراب کیا۔ تدریس کے ساتھ افتاء اور مواعظ کا سلسلہ جاری رہا۔“

ملک العلماء صرف ایک باصلاحیت استاذ، ایک جید مفتی اور فصیح و بلیغ واعظ و خطیب ہی نہیں، بلکہ وہ ہندوستان کے ایک کثیر التصانیف عالم دین تھے۔ جن کی تصنیفات و تالیفات کی تعداد ستر سے بھی زائد ہے۔ پروفیسر مختار الدین احمد لکھتے ہیں:

”ملک العلماء کی تالیفات و تصنیفات کی تعداد ستر سے زائد ہے۔ تصانیف کا سلسلہ ۱۳۲۲ھ سے شروع ہو کر تقریباً ان کی رحلت ۱۳۸۲ھ یعنی پچاس پچپن سال تک جاری رہا۔ کچھ کتابیں عربی زبان میں ہیں، لیکن زیادہ تر، افادۂ عام کی خاطر اردو میں لکھی

۱۳۲۵ھ میں ملک العلماء نے منظر اسلام سے فراغت حاصل کی، اسی سال ان کی دستار بندی ہوئی۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے ان کو درس و تدریس اور افتاء کی اسناد کے ساتھ سند خلافت بھی عنایت کی اور سید محمد مفتی ظفر الدین صاحب کو ملک العلماء فاضل بہار کے خطاب سے سرفراز کیا۔ (حیات ملک العلماء ص ۱۳)

فراغت کے بعد فاضل بریلوی کی ہدایت پر تقریباً ۴ سال تک ملک العلماء نے مدرسہ منظر اسلام میں تدریسی خدمات کے ساتھ فتویٰ نویسی کا فریضہ بھی بہ طریق احسن انجام دیا۔ فاضل بریلوی کے مشورے سے منظر اسلام سے سبکدوشی کے بعد مولانا نے مدرسہ حنفیہ آرا (ضلع شاہ آباد بہار) کچھ عرصہ تک تعلیمی خدمات انجام دیں۔ ۱۹۲۱ء میں مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ میں جب حکومت بہار کی تحویل میں آگیا، تو ملک العلماء کا تقرر مدرسہ اسلامیہ شمس

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی بشیخ کی حیات اور علمی خدمات

باقسام ایصال الثواب، مشرقی اور سمت قبلہ، سید
الفرار لمہاجری بہار، چودہویں صدی کے مجدد، حیات
علی حضرت، عید کا چاند، جامع الاقوال فی رویۃ الهلال اور صحیح

خالص محدثانہ انداز میں حنفی نقطہ نظر سے ہندوستان میں جو
پہلا مجموعہ احادیث مرتب ہوا، وہ علامہ ظہیر احسن شوق بہاری
(۱۲۷۸-۱۳۲۲ھ) کی ”آثار السنن“ ہے یہ کتاب ۱۳۱۸ھ میں

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی شہکی حیات اور علمی خدمات

کر کے اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے رحمۃ اللہ الرحمن وادخلہ فی الجنان:

حضور ملک العلماء فاضل بہار کے صاحبزادہ محترم برصغیر کے مشہور مصنف وادیب اور بالغ نظر محقق پروفیسر محی الدین احمد آرزو (سابق صدر شعبہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) "الولد سرلابہ" کے مصداق ہیں۔ موصوف علی گڑھ میں علم و ادب اور تحقیق کی بزم آراستہ کیے ہوئے ہیں۔ خدائے کارساز تادیر انہیں زندہ رکھے اور کوئی ایسی صورت و سبیل پیدا کر دے، کہ وہ ملک العلماء فاضل بہار سید محمد ظفر الدین قادری علیہ الرحمۃ کی غیر مطبوعہ تصنیفات و تالیفات کی اشاعت کرا سکیں اور ملک العلماء کی جو کتابیں شائع ہو کر کم یاب یا نایاب ہو چکی ہیں وہ بھی زیور طبع سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آجائیں!

ایں دعا از من و من جملہ جہاں آمین باد۔

☆☆☆☆

صحیح البہاری کی پہلی جلد چار حصوں پر مشتمل ہیں۔ جس میں ۹۲۸۷ احادیث تقریباً ایک ہزار صفحات پر مندرج ہیں۔ جب یہ پہلی جلد شائع ہو کر منظر عام پر آئی تو بلا امتیاز مسلمانوں کے ہر کتب فکر کے علمائے عظام نے اسے نہ صرف قدر و تحسین کی نگاہ سے دیکھا بلکہ اسے ایک مہتمم بالشان علمی کارنامہ قرار دیا اور معیاری جرائد و اخبارات نے اس پر گراں قدر تبصرے شائع کیے۔ اب یہ مجموعہ احادیث نایاب ہو چکا ہے۔ (ایضاً ص ۳۹)

یہ جان کر خوشی ہوئی کہ پاکستان کے کچھ ارباب علم و دانش اسے شائع کرنا چاہتے ہیں۔ اگر صحیح البہاری کی مکمل جلدیں شائع ہو کر منظر عام پر آگئیں تو یہ عالم اسلام کے حنفی مسلک کے اہل علم کے لیے اس صدی کا تحفہ عظیم ثابت ہوں گی۔

صحیح البہاری جیسے مجموعہ احادیث کے جامع و مؤلف علام، اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں فاضل بریلوی کے ممتاز شاگرد اور ان کے علوم و معارف کے وارث اور شارح و ترجمان ملک العلماء سید محمد ظفر الدین قادری ۱۸ نومبر ۱۹۶۲ء کو اس دنیائے فانی سے رحلت

”صحیح البہاری میں ملک العلماء سید محمد ظفر الدین قادری نے حنفی مسلک کی متدل احادیث کو فقہی ابواب پر مرتب کرتے ہوئے اپنی عمر عزیز کا قیمتی حصہ صرف کیا اور اسے چھ جلدوں میں مرتب کرنے کا پروگرام بنایا۔ پہلی جلد چونکہ عقائد سے متعلق احادیث پر مشتمل تھی اور اس میں اختلافی مسائل زیر بحث آگئے تھے، اس لیے اس کی اشاعت بعد کے لیے ملتوی کر کے جلد ثانی (جو کتاب الطہارۃ اور کتاب الصلوٰۃ کی احادیث پر مشتمل ہے) اور جلد ثالث (جس میں کتاب الصوم، کتاب الزکوٰۃ اور کتاب الحج کی احادیث جمع کی گئی ہیں) کو شائع کرنے کا منصوبہ بنایا۔“

صحیح البہاری کا مقدمہ: ایک علمی و فنی شاہکار

از قلم: مولانا محمد افروز رضا نظامی، دہلی

میں اپنی قیمتی زندگی صرف کر دی۔ درس و تدریس، تقریر و تحریر اور مناظرہ کے ذریعہ اسلام و سنیت کا پرچم لہراتے رہے۔

حضور ملک العلماء رحمۃ اللہ علیہ گونا گوں صفات کے حامل تھے، قلم دوستی ان کا خاص طرہ تھا، وہ ایک باصلاحیت و باکمال قلمکار تھے۔ دور طالب علمی سے ہی تصنیف و تالیف کا ذوق اور جذبہ رکھتے تھے۔ اسی زمانہ میں کئی اہم کتب تصنیف فرمائی، اپنے شفیق استاذ فاضل بریلوی کی بارگاہ میں پیش کی۔ استاد خوش ہوئے، دعائیں دیں، ساتھ ہی تقریر قلم فرمائی۔ قلم و تحریر سے ان کی پوری زندگی وابستہ رہی، مختلف علوم و فنون پر ستر (۷۰) سے زائد کتابیں نوک قلم سے وجود میں آئیں۔ ان میں سے ہر ایک اہمیت و افادیت کی حامل رہی ہے۔ ڈاکٹر مختار الدین احمد آرزو صاحب تصانیف کے بارے میں لکھتے ہیں:

”ملک العلماء“ کی تالیفات و تصنیفات کی تعداد ستر سے زائد ہے۔ تصانیف کا سلسلہ ۱۳۲۲ھ سے شروع ہو کر تقریباً ان کی رحلت ۱۳۸۲ھ یعنی پچاس پچپن سال تک جاری رہا۔ کچھ کتابیں عربی زبان میں ہیں لیکن زیادہ تر افادہ عام کی خاطر اردو میں لکھی گئی ہیں۔ یہ متعدد فنون اور موضوعات: حدیث، اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ، تاریخ، سیرت، فضائل، مناقب، اخلاق، نصح، صرف، نحو، فلسفہ، کلام، ہیئت، توقیت، تفسیر اور مناظرہ پر مشتمل ہیں۔ کچھ اب تک غیر مطبوعہ

چودھویں صدی ہجری کے عظیم مجدد امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کی ذات والا صفات ایک علمی اور مرکزی حیثیت کی تھی، جہاں بہترین دل و دماغ جمع ہو گئے تھے، ان کی تربیت نے طالبان علوم میں تلاش و جستجو اور تحقیق و تفحص کا ایسا ذوق دیا کہ دنیا آج بھی اس کی لذت محسوس کر رہی ہے، ان کی بارگاہ میں جو بھی علمی پیاس بجھانے آیا اور زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ وہ تمام علم و فضل کے مہر و ماہ بن کر چمکے۔ جس کی کرنوں سے آج بھی علمی دنیا روشن و تاباں ہے۔

حضور ملک العلماء مولانا سید محمد ظفر الدین فاضل بہاری علیہ الرحمۃ (۱۸۸۰ء-۱۹۶۲ء) کی شخصیت انہی کے فیضان کرم کا آئینہ تھی، جس نے ظفر الدین سے ”ملک العلماء“ بنا دیا اور ان کے علمی مذاق کو پروان چڑھایا۔ اسی صحبت و تربیت کا اثر تھا کہ جن علوم و فنون پر فاضل بریلوی کو کمال و دسترس حاصل تھا۔ ان کے تلامذہ میں ان علوم غریبہ کے جاننے والے واحد ملک العلماء کی ذات تھی۔

حضور ملک العلماء کی علمی اور عملی زندگی خدمت دین و اشاعت اسلام سے عبارت ہے، ان کی ذات اس اعتبار سے بھی خصوصی اہمیت کی حامل رہی کہ اپنے عالمانہ جلال و کمال اور شکوہ فکر و عمل سے عظیم کارہائے نمایاں انجام دیا، آپ کی نادر اور انوکھی شخصیت جدید و قدیم علوم کا حسین امتزاج تھی، مذہب و مسلک کی ترویج و اشاعت اور فکر رضا کے فروغ میں ہمہ وقت مصروف رہے اور خدمت دین

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رحمہ اللہ کی حیات اور علمی خدمات

ہیں اور کچھ زیور طبع سے آراستہ ہو کر شائع ہو چکی ہیں۔“
حضور ملک العلماء رحمۃ اللہ علیہ کے تصنیفی و تالیفی کارناموں میں سب سے اہم کارنامہ ان کا وہ مجموعہ احادیث ہے، جو حنفی مسلک و مذہب کی تائید و توثیق والی حدیثوں کو بڑی دقت نظر، باریک بینی، عرق ریزی اور جانفشانی کے ساتھ جمع فرمایا۔ یہ تمام ذخیرہ احادیث میں منتشر اور پھیلی ہوئی تھیں۔ کتب احادیث، صحاح و سنن، جوامع و مسانید اور معاجیم و امالی میں موجود تھیں۔ مفید احادیث جمع فرمایا۔ مذہب حنفی کی صحیح احادیث کا اتنا بڑا ذخیرہ ترتیب دے کر مؤلف علام نے قابل فخر اور عظیم کارنامہ انجام دیا، صدیوں سے بلند ہونے والی مخالف آواز کو اپنی اس تالیف لطیف کے ذریعہ خاموش کر دیا۔ بلاشبہ یہ پوری جماعت کے لئے سرمایہ افتخار اور قابل فخر ہے۔ مؤلف علام نے اس مجموعہ کا نام ”الجامع الرضوی المعروف بصحیح البہاری“ تجویز فرمایا یہ ضخیم مجموعہ چھ جلدوں پر مشتمل ہے۔

(۱) جلد اول: کتاب العقائد (۲) جلد دوم: کتاب الطہارۃ اور کتاب الصلوٰۃ (۳) جلد سوم: کتاب الزکوٰۃ، کتاب الحج اور کتاب الصوم (۴) جلد چہارم: کتاب النکاح تا کتاب الوقف (۵) جلد پنجم: کتاب البیوع تا کتاب الغصب (۶) جلد ششم: کتاب الشفعہ یا کتاب الفرائض۔

کتاب کی ابتداء میں کئی صفحات پر مشتمل ایک وقیع مقدمہ تحریر فرمایا ہے، جو اصول حدیث کی اہم باتوں کو فوائد کے طور پر ذکر فرمایا۔ جس سے اصول حدیث کی کافی معلومات ملتی ہیں، ساتھ ہی صاحب کتاب کی علمی تبحر اور فکر کی گہرائی و گیرائی کا پتہ چلتا ہے۔ طالبان علوم حدیث کے لئے خاص معلومات جمع کر دی ہے یقیناً اس کا مطالعہ نفع بخش ہوگا۔

ڈاکٹر مختار الدین صاحب مقدمہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

”یہ مقدمہ جو ۲۵ صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ ہر طرح قابل قدر ہے، اس میں اصول حدیث کے ضروری فوائد ۳۲ فصلوں میں لکھے گئے ہیں۔ جن میں نہایت قیمتی علمی معلومات درج ہیں جن کا جاننا حدیث شریف کے مطالعہ کرنے والوں کے لئے بے حد ضروری ہے۔ مقدمہ تحریر کرتے وقت مؤلف علام کے پیش نظر اصول حدیث کی امہات کتب تھیں لیکن سب سے زیادہ استفادہ انہوں نے اعلیٰ حضرت کے ان تفردات سے کیا ہے جنہیں برسوں پہلے انہوں نے بڑی توجہ اور انہماک سے جمع کر کے ”الافادات الرضویہ“ کے نام سے مرتب فرمایا تھا۔“

جامع الرضوی المعروف بصحیح البہاری کی دوسری جلد مجموعہ ۲۰۰۳ء انجمن برکات رضا، رضا جامع مسجد، پھول گلی، ممبئی طابع و ناشر ہے، اس میں مقدمہ کا خطبہ تقریباً ایک صفحہ کو محیط ہے۔ جس میں حدیث شریف کے تمام انواع و اقسام کو بڑے شگفتہ اور نرا لے انداز میں شامل فرمایا ہے۔ اس کے بعد اپنی کتاب کے چھ جلدوں کی تفصیل ذکر کی ہے، صفحہ ۴ سے ۲۵ تک ۳۲ فوائد ذکر فرمائے ہیں، جن میں حدیث کے اقسام ذکر کرتے ہوئے ہر ایک کے رد و قبول کو واضح فرمایا۔ ساتھ ہی احناف پر وارد ہونے والے اعتراضات کے جواب میں علمائے حنیفہ کا قول نقل فرمایا، حدیث کی صحت و عدم صحت پر دیگر محدثین عظام کے اقوال بھی شامل ہیں۔ حدیث کے درجات بیان کرتے ہوئے بتایا کہ کون سی حدیث باب عقائد میں قابل قبول ہے اور کون سی قابل رد، پھر فضائل کے باب میں ضعیف احادیث قابل عمل ہیں یا نہیں۔ فائدہ نمبر ۹ میں محدثین کا کسی حدیث کے بارے میں یہ کہنا کہ ”صحیح نہیں“ اس کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ غلط اور باطل ہے، بلکہ صحیح ان کی اصطلاح میں ایک

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی دہلی کی حیات اور علمی خدمات

اعلیٰ درجہ کی حدیث ہے، جس کی شرائط سخت اور دشوار ہیں۔ شرائط کی عدم موجودگی کے سبب فرمادیتے ہیں۔ ”یہ حدیث صحیح نہیں“ یعنی اس درجہ علیا کو نہیں پہنچتی۔ فقط اتنا ہوتا ہے کہ اس کا پایہ بعض اوصاف میں اس بلند مرتبے کو نہیں پہنچتا۔

حلیہ شرح منیہ میں وضو کے بعد رومال سے پوچھنے کے بارے میں ہے:

قول الترمذی ”لا یصح عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی هذا الباب شیء (انتھی) لاینفی وجود الحسن ونحوه والمطلوب لا یتوقف ثبوته علی الصحیح بل کما یثبت بہ یثبت بالحسن ایضاً

ترجمہ: امام ترمذی کا یہ فرمانا کہ اس باب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی صحیح حدیث نہیں ملی (انتھی) حسن اور اس کے مثل کی نفی نہیں کرتا اور ثبوت مقصود کچھ صحیح ہی پر موقوف نہیں، بلکہ جس طرح اس سے ثابت ہوتا ہے، یونہی حسن سے بھی ثابت ہوتا ہے۔

دوسری جگہ صفۃ الصلوٰۃ کے آخر میں ہے:

فیما کرہ فعلہ فی الصلاۃ سے تھوڑا پہلے اسے ذکر کیا ہے۔ علی المشی علی مقتضی الاصطلاح الحدیثی لایلزم من نفی الصحۃ نفی الثبوت علی وجہ الحسن ترجمہ: اصطلاح علم حدیث کی رو سے صحت کی نفی حسن ہو کر ثبوت کے خلاف نہیں۔

امام ابن حجر عسقلانی ازکار امام نووی کی تخریج احادیث میں فرماتے ہیں: ”من نفی الصحۃ لا ینتفی الحسن“ صحت کی نفی سے حدیث کا حسن ہونا منافی نہیں ہوتا۔“

مذکورہ محدثین کے دلائل کے علاوہ علامہ علی قاری سید نور الدین سمودی علامہ عبدالباقی زرقانی رحمہم اللہ کے اقوال درج ہیں جس

سے ثابت ہوتا ہے کہ حدیث کو کسی محدث کا صحیح نہ کہنا یہ ثابت نہیں کرتا کہ ضعیف ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول احادیث کو مرتبہ سے اعتبار سے تقسیم کیا گیا ہے۔ کچھ مشہور اور متواتر ہیں۔ کچھ حدیث کے قبول کرنے میں قوت و سند اور صحت کا خاص خیال رکھا گیا ہے فائدہ نمبر ۱۳ کے تحت تحریر فرماتے ہیں۔ ”جو معنی حدیث سے ثابت ہوتا ہے، اس کی تین قسمیں ہیں۔

اول:

جن چیزوں کا ثبوت حدیث سے پایا جاتا ہے، وہ سب ایک منزل میں نہیں، بعض تو اس اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہیں کہ جب تک حدیث مشہور اور متواتر نہ ہو، اس کا ثبوت نہیں دے سکتے۔ احادیث اگرچہ کیسے ہی قوت و سند اور اعلیٰ صحت پر ہوں، اس معاملہ میں کام نہیں دیتیں، کیونکہ عقائد کے باب میں خاص یقین کی ضرورت ہوتی ہے۔“

علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ شرح عقائد نسفی میں فرماتے ہیں:

خبیر الواحد علی تقدیر اشتمالہ علی جمعی ع الشرائط المذكورة فی اصول الفقہ لا یفید الا الظن ولا عبرة بالظن فی باب الاعتقادات.

ترجمہ: حدیث احاد اگرچہ تمام شرائط کی جمع ہو، ظن ہی کا فائدہ دیتی ہے اور معاملہ اعتقاد میں ظن کا کچھ اعتبار نہیں۔

علامہ علی قاری ”منح الروض الازہی“ میں تحریر فرماتے ہیں:

”الأحاد لا یفید الاعتقاد فی باب الاعتقاد“

ترجمہ: احادیث احاد باب عقائد میں قابل اعتماد نہیں۔

دوم:

دوسرا درجہ احکام کا ہے، اس میں اگرچہ اتنی قوت درکار نہیں، پھر

بھی حدیث کا صحیح لذاتہ یا غیرہ یا حسن لذاتہ ہو یا کم از کم حسن لغیرہ ہونی چاہیے۔ یہاں ضعیف احادیث کا کوئی اعتبار نہیں۔

سوم:

تیسرا درجہ فضائل و مناقب کا ہے۔ یہاں بالاتفاق ضعیف کافی ہے۔ شیخ ابوطالب المکی قوت القلوب فی معاملۃ المحبوب میں تحریر فرماتے ہیں:

الأحادیث فی فضائل الأعمال وتفضیل الأصحاب متقبلة محتملة علی کل حال مقاطعها ومراسیلها لا تعارض وترک كذلك کان السلف یفعلون.

ترجمہ: فضائل اعمال و تفضیل صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی حدیثیں کیسی ہی ہوں، ہر حال میں مقبول ہیں۔ خواہ حدیث مقطوع ہوں یا مرسل۔ ان کی مخالفت کی جائے، نہ رد کریں۔ اسلاف کا یہی طریقہ کار رہا ہے۔

مقاصد حسنہ میں ہے: قد قال عبدالبر انہم يتساهلون فی الحدیث اذا کان من فضائل الأعمال.

فتح القدر میں ہے: "الضعیف غیر الموضوع یعمل بہ فی فضائل الأعمال"۔

کسی حدیث پر موضوعیت کا حکم اس وقت لگا سکتے ہیں جبکہ ائمہ حدیث کے وضع کردہ قواعد کے خلاف ہو۔ محدثین نے پندرہ وجوہ ذکر کئے ہیں اگر اس کے خلاف ہو تو موضوعیت کا حکم لگا سکتے ہیں۔ پندرہ وجوہ کی تفصیل کے لئے مقدمہ کا مطالعہ کریں نیز اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کا رسالہ منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین کا مطالعہ بھی سود مند ہوگا۔

"محدثین اگر کسی حدیث پر وضع کا حکم لگاتے، جو مضمون

قرآن و حدیث یا اجماع قطعی اور عقل صریح وغیرہ کے خلاف ہو، تو اس سے نفس حدیث پر حکم لگانا لازم نہیں آتا بلکہ صرف سند حدیث پر جو اس وقت اس کے پیش نظر ہے۔ یعنی نفس حدیث ثابت ہے۔ مگر اس سند سے ضعیف یا موضوع ثابت ہو، ایک سند دیکھ کر ضعیف کا قول کرنا یقیناً درست نہیں، کیونکہ ایک حدیث کئی سندوں سے مروی ہوتی ہے فقط ایک سند کو بنیاد بنا کر باطل نہیں کہہ سکتے۔

میزان الاعتدال میں امام ذہبی فرماتے ہیں:

ابراہیم بن موسیٰ المروزی عن مالک عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حدیث "طلب العلم فریضة" قال احمد بن حنبل "هذا کذب" یعنی بهذا الاسناد والافالمتن له طرق ضعیفة

ترجمہ: ابراہیم بن موسیٰ المروزی مالک سے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ امام احمد رضی اللہ عنہ نے جو طلب العلم فریضة کو کذب فرمایا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ خاص اس سند سے کذب ہے ورنہ اصل حدیث تو کئی ضعیف سندوں سے وارد ہے۔

امام ابو عمر بن عبدالبر نے "التہمید" میں حدیث "صلاة بسواک خیر من سبعین صلاة غیر سواک" کا امام ابن معین سے اس کا بطلان نقل کیا۔ علامہ شمس الدین سخاوی مقاصد حسنہ میں اسے ذکر فرماتے ہیں:-

قول ابن عبدالبر فی التہمید عن ابن معین انہ حدیث باطل، ہو بالنسبة لما وقع له من طرقہ. یعنی امام ابن معین کا یہ فرمانا کہ "حدیث باطل ہے" اس سے سند کی نسبت ہے، جو انہیں پہنچی۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ ایک حدیث نقل فرماتے ہیں:

'ان رجلاً اتى النبى صلى الله عليه وسلم فقال ان

امراتی لا تدفع يد لا مس قال مطلقها قال انى احبها قال استمتع بها.

ترجمہ: ایک شخص بارگاہ نبوی میں آیا اور عرض کیا: میری بیوی کسی بھی چھونے والے ہاتھ کو منع نہیں کرتی۔ آپ نے ارشاد فرمایا: اسے طلاق دے دو۔ عرض کیا: میں اس سے محبت رکھتا ہوں۔ تو آپ نے فرمایا: اس سے نفع حاصل کر۔

اس حدیث کو جو حافظ ابوالفرج نے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد ”لیس له أصل ولا یثبت عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم“ کی اتباع کرتے ہوئے لا اصل له کہا ہے۔ امام الشان کتاب اللالی میں اواخر النکاح میں اس حدیث کا صحیح ہونا ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ”یہاں صرف ترجمہ دیا جا رہا ہے۔“

”ابوالفرج ابن جوزی کی اس بات کی طرف توجہ نہیں دی جائے گی کہ انہوں نے اس حدیث کو موضوعات میں شامل کیا۔ اس کی دوسری اسناد ذکر نہیں کیں ماسوائے اس سند کے جس کے حوالے سے خلال نے ابوالزبیر عن جابر روایت کیا اور اس کے بطلان میں اسی پر اعتماد کر لیا جو خلال نے احمد سے نقل کیا ہے۔ یہ بات ابن جوزی کے قلت مطالعہ اور غلبہ تقلید کو واضح کرتی ہے یہاں تک کہ انہوں نے اپنے امام سے منقول محض رائے کی بنیاد پر حدیث کو موضوع کہہ دیا، حالانکہ یہ سندیں اگر ان کے سامنے پیش کی جائیں، تو وہ ضرور اعتراف کر لیتے کہ حدیث اصل ہے لیکن ایسا نہ ہو سکا، اس وجہ سے یہ حدیث اصلاً ان کی سند میں نہیں آئی اور نہ ہی روایات میں جو ان سے مروی ہیں، نہ سند ابن عباس سے اور نہ ہی سند جابر سے، علاوہ اس سند کے جس کے بارے میں خلال سے سوال کیا تھا اور امام احمد اسی کے جواب میں معذور ہیں، اس سند کے اعتبار سے۔“

مذکورہ بالا چند فوائد کی تفصیل ہے، دیگر فوائد کے تحت حدیث

مرسل کے قبول کرنے نہ کرنے میں احناف کے ساتھ دیگر مسالک کے علماء کا قول نقل فرمایا، آگے چل کر بتایا کہ حدیث ضعیف کن وجوہات کے تحت تقویت پاتی ہے۔ پھر علیحدہ علیحدہ ذکر کیا کہ مجتہد کے استدلال سے حدیث ضعیف قابل عمل ہو جاتی ہے۔ اہل علم کے عمل کی وجہ سے کشف و تجربہ کے ذریعہ اہل علم کے اتفاق سے اور امت کی تلقی بالقبول سے ضعیف احادیث صحت پا جاتی ہیں۔

حاصل یہ کہ مقدمہ صحیح البہاری کافی معلوماتی اور اصول حدیث کا خزانہ ہے، جس کے مطالعہ سے احادیث کے اقسام اس کی صحت و سقم معلوم ہوتی ہیں۔ مصنف علیہ الرحمہ نے بڑی ہی دقت نظر سے مقدمہ تحریر فرما کر اذہان میں اٹھنے والے خلیجان کو دور فرمایا ہے۔ نیز مسلک احناف کی مؤید احادیث کے ذریعہ تائید و توثیق فرمائی کہ اس کی بنیاد خالص قیاس و رائے پر نہیں، بلکہ مسائل کے استخراج و استنباط میں ان کا ماخذ و مرجع احادیث نبویہ ہیں۔

مراجع:

- (۱) حیات ملک العلماء
ناشر: انجمن برکات رضا، پھول گلی، ممبئی
- (۲) حیات ملک العلماء
ناشر: انجمن برکات رضا، پھول گلی، ممبئی
- (۳) مقدمہ از صحیح البہاری ص ۹-۸ مطبوعہ ۲۰۰۳ء
ناشر: انجمن برکات رضا، پھول گلی، ممبئی
- (۴) مقدمہ از صحیح البہاری ص ۱۳-۱۲، مطبوعہ ۲۰۰۳ء
ناشر: انجمن برکات رضا، پھول گلی، ممبئی
- (۵) مقدمہ از صحیح البہاری ص ۲۲-۲۳ مطبوعہ ۲۰۰۳ء
ناشر: انجمن برکات رضا، پھول گلی، ممبئی

☆☆☆

صحیح البہاری: ایک مختصر جائزہ

از قلم: مولانا محمد سلیمان قادری، پٹنہ

تاریخ کا اگر جائزہ لیا جائے، تو اس سرزمین پر نہ صرف عہد قدیم میں بلکہ تیرہویں اور چودھویں صدی ہجری میں بھی جو محدثین پیدا ہوئے، ان کی خدمات بھلائی نہیں جاسکتیں۔ اگرچہ یہاں انہیں نام بنام یاد کرنے کا موقع نہیں، لیکن بہر حال یہ ایک سچائی ہے کہ اس تعلق سے نہ جانے کتنی ہی ایسی اہم شخصیتیں ہیں، جنہوں نے مذکورہ دور میں یایوں کہا جائے کہ گزشتہ صدی ہجری میں علم حدیث کی خدمت کا یوں شرف حاصل کیا ہے کہ ہندستان میں حدیثی مولفات کی تاریخ انہیں کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔ ایسی ہی گرانمایہ شخصیتوں میں ایک ممتاز نام حضرت مولانا سید محمد ظفر الدین بہاری کا بھی ہے۔ جو کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کے شاگرد ہیں۔

ملک العلماء مولانا سید محمد ظفر الدین بہاری کو یقینی طور پر اُس سلسلہ کی ایک سنہری کڑی کہا جاسکتا ہے جو علم الحدیث کے تعلق سے ”مکتب مخدوم“ کی صورت میں صدیوں پہلے سامنے آیا تھا۔ واقعی جیسا کہ ابھی کہا گیا، یہ بات کچھ کم دلچسپ نہیں کہ ہندستان میں سب سے پہلے صحیح البخاری کی موجودگی کا پتہ جس جگہ پر رکھا گیا ہے۔ وہ حضرت مخدوم بہاری کی خانقاہ ہے اور

ہندستان میں علم حدیث کی تاریخ معلوم و مشہور بھی ہے اور معتبر و مستند بھی۔ یہ دراصل اقوال رسول کے مبارک علم کی عالمی تاریخ کا ایک شاندار حصہ ہے اور وہ لوگ جنہوں نے اس موضوع کا مطالعہ کیا ہے، اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ شمالی ہند، خصوصاً صوبہ بہار میں علم حدیث کی تاریخ کئی اعتبار سے نہایت ممتاز مقام رکھتی ہے۔

بہار کا حدیثی مکتب، تاریخی لحاظ سے ”مکتب مخدوم“ کہلاتا ہے۔ جو کہ حضرت شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری راحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ ساتویں اور آٹھویں صدی ہجری کے ان چار حدیثی مکاتیب میں سے ایک ہے۔ جو کہ ہندستان میں مختلف مقامات پر صوفیائے عظام کی بدولت قائم ہوئے۔ جیسا کہ بتایا جاتا ہے۔ تاریخی لحاظ سے اس حدیثی مرکز کی ایک بہت ہی خاص بات یہ ہے کہ، یہی وہ مرکز ہے۔ جہاں سب سے پہلے بخاری شریف اور مسلم شریف کی موجودگی کا پتہ چلتا ہے۔

بلاشبہ بہار میں آٹھویں صدی ہجری سے گیارہویں صدی

ہجری تک ہندستان میں علم حدیث کی تاریخ کا ایک شاندار حصہ ہے اور وہ لوگ جنہوں نے اس موضوع کا مطالعہ کیا ہے، اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ شمالی ہند، خصوصاً صوبہ بہار میں علم حدیث کی تاریخ کئی اعتبار سے نہایت ممتاز مقام رکھتی ہے۔

جہان ملک العلماء

حضرت ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی صاحب کی حیات اور علمی خدمات

میں انہوں نے "نزول السکینہ باسمائید الاجازات المتنبیہ" اور اصول حدیث میں "الافادات الرضویہ" مرتب فرمایا ہے۔ جو کہ بالترتیب ۱۳۳۳ھ/۱۵-۱۹۱۴ء اور ۱۳۴۴ھ/۱۹۲۵ء کو یادگار ہوئے۔ مگر کہنے کا اضافہ درج ذیل ہے کہ "الحدیث اور اصول حدیث سے متعلق جو قیمتی نکات و فوائد پیش کیے ہیں، ان کی تعداد ۳۲ تک پہنچتی ہے اور وہ کتاب کے تقریباً ۱۰ صفحات پر محدود ہے۔" اس عبارت سے ظاہر ہے کہ انہوں نے کتاب کے مقدمہ میں اس قدر کوشش کی ہے کہ اسے ایک نئی شکل دے سکیں۔

صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم“ تک ہے۔ جب کہ امام احمد رضا کے شاگرد حضرت فاضل بہاری کی ”صحیح بہاری“ اس سے کہیں زیادہ جامع، مفصل اور مکمل ہے۔ یہ کتاب چھ جلدوں میں ہے یعنی جلد اول عقائد، جلد دوم طہارت و صلوٰۃ اور جلد سوم زکوٰۃ اور صوم و حج سے متعلق ہے اور جلد چہارم کتاب النکاح تاوقف، جلد پنجم کتاب البیوع تاغصب اور جلد ششم کتاب الشفعہ سے فرائض تک ہے (۳) اس طرح اس کتاب میں اس کے ناشر و مشہر پروفیسر مختار الدین احمد آرزو کے کہنے کے بموجب تخمیناً نو دس ہزار حدیثیں ہیں (۴) مزید برآں اس کتاب کی علمی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے بھی اس کے تقریظ نگاروں نے غلط نہیں کہا ہے کہ:

”عام طور سے حضرات اہل حدیث یہ کہا کرتے ہیں کہ مسلک حنفی کا دار و مدار صرف حضرت امام اعظم یا ان کے شاگردوں کی رایوں پر ہے اور اس کو احادیث سے کوئی تعلق نہیں، اس کتاب نے اس خیال کو غلط ثابت کر دکھایا..... اور اس بات کو واضح کر دیا کہ مسلک حنفی کا کوئی جزئیہ بھی حدیث کے خلاف نہیں (۵) مولانا نے اس کتاب کی تالیف و تدوین میں مذہب حنفیہ کی ایک لازوال اور بے نظیر خدمت انجام دی ہے..... مولانا نے یہ کتاب لکھ کر علماء حنفیہ کے اس دعویٰ کو کہ احادیث و آثار کے اطاعت و اتباع میں مقلدین مذہب حنفی اعتقاداً اور عملاً دونوں طرح مذہب اہلسنت کے ہر دوسرے فرقہ سے پیش پیش ہیں، نہ صرف ثابت و مبرہن بلکہ ایک اعتبار سے محسوسات کی طرح بدیہی بنا دیا..... علامہ سید محمد ظفر الدین نے اپنے مذہب کی تائید و تقویت میں بجائے اس کے کہ محض الفاظ

کے الٹ پھیر اور دل خوش کن و پر جوش تقریر سے کام لیں، احادیث کا ایک ایسا مجموعہ تیار (کذا) کیا۔ جس میں ایک طرف وہ تمام روایات جمع ہیں۔ جن پر مذہب حنفی کی عمارت کھڑی کی گئی ہے اور حتی الامکان فقہ حنفی کا کوئی مسلمہ مسئلہ ایسا نہ رہ جائے۔ جس کی سند و استشہاد میں کوئی خبر اور اثر نہ پیش کی گئی ہو اور دوسری طرف مقدمہ لکھ کر بحوالہ مستند محدثین و اکابر علمائے اصول یہ ثابت کیا کہ سلسلہ رواۃ میں محض کسی راوی کے مجروح ہونے سے روایت ناقابل استناد نہیں ہو جاتی اور نہ اصطلاحاً کسی حدیث کو ضعیف یا موضوع کہنے کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ وہ روایت قطعاً بے اصل اور ناقابل اعتماد ہے۔ بلکہ یہ سب الفاظ محض فنی اصطلاح کی حیثیت رکھتے ہیں اور یہ فیصلہ کرنا کہ کون سی روایت قابل اعتماد ہے اور کس پر عملدرآمد کیا جاسکتا ہے، مجتہدین و فقہائے امت کا کام ہے..... اگر اس کتاب کی تدوین اس زمانے میں ہوئی ہوتی۔ جب دینی حکومت برسر عروج اور مسلمانوں کا مذہبی و ملی قانون فقہ اسلامی تھی۔ تو کوئی شبہ نہیں کہ مصنف کا شمار ائمہ فقہ و حدیث میں ہوتا۔“ (۶)

یوں تو ”صحیح بہاری“ کے تعلق سے ایک مضمون کیا، پوری کتاب لکھی جاسکتی ہے، لیکن یہاں فی الوقت مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ تقریظی اقتباسات پر ہی گفتگو مختصر کر دی جائے۔

☆☆☆

صحیح البہاری... قدیم و جدید تبصرے کی روشنی میں

از قلم: مولانا محمد ادریس رضوی، ایم۔ اے، سنی جامع مسجد، پتہ پل، کلیان، مہاراشٹر

- ”صحیح البہاری“ برسوں کی محنت و مشقت اور تلاش و جستجو کا نتیجہ ہے، حضور سرور عالم ﷺ کی پیاری پیاری (۳) احادیث مبارکہ کا ضخیم مجموعہ ہے، علماء، فضلا، فقہاء، مفسرین و محدثین کی نظروں میں پسندیدہ ہے، دینی درسگاہوں کے طلبہ کے لئے سودمند ہے، حضرت ملک العلماء علامہ سید محمد ظفر الدین قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ کی علمی کاوش ہے، جمع و ترتیب کے لحاظ سے بہارِ نو کی خوشبو لئے ہوئی ہے۔ جو دماغ کو معطر اور روح کو مجلا کرتی ہے، ”صحیح البہاری“ کے صفحات کو زبان ”وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ“ سے نکلے ہوئے جملہ و الفاظ سے سجائے گئے ہیں، وہ زبان جس کے جملہ و الفاظ پر دونوں جہاں قربان کئے جاسکتے ہیں، نبی دو عالم ﷺ کی ذات وہ ذات ہے، جو اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات و افعال میں فنا کے اس مقام پر پہنچی کہ اپنا کچھ باقی نہ رکھا، اسی کو قرآن مجید نے کہا ”وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ“ ترجمہ! اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کہتے ہیں، جو کچھ کہتے ہیں، وہ وحی الہی ہوتی ہے ”صحیح البہاری“ کو دیکھنے سے پتا چلتا ہے کہ یہ حدیث کی متعدد کتابوں سے ماخوذ کتاب ہے، ماخذ کتابوں میں سے چند کتب اور مصنفین کے نام ذیل میں ملاحظہ کیجئے۔
- (۱) صحیح بخاری: امام عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری (۱۱) قدس سرہ ولادت ۱۹۲ھ وفات ۲۵۶ھ
- (۲) صحیح مسلم: امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری (۱۲) قدس سرہ ولادت ۲۰۲ھ وفات ۲۶۱ھ
- سنن ابوداؤد: امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث ہجلی قدس سرہ ولادت ۲۰۲ھ وفات ۲۷۵ھ
- جامع ترمذی: امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی قدس سرہ ولادت ۲۰۹ھ وفات ۲۷۹ھ
- سنن ابن ماجہ: امام ابو عبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ قزوینی قدس سرہ ولادت ۲۰۹ھ وفات ۲۷۳ھ
- نسائی: عبدالرحمن بن احمد بن شعیب نسائی قدس سرہ ولادت ۲۱۵ھ وفات ۳۰۳ھ
- مشکوٰۃ: شیخ ولی الدین محمد بن عبداللہ خطیب تبریزی قدس سرہ ولادت (..) وفات ۷۴۰ھ
- مؤطا امام مالک: امام ابو عبداللہ مالک بن انس اصبحی قدس سرہ۔ ولادت ۹۳ھ وفات ۱۷۹ھ
- مسند احمد ابن حنبل: احمد بن محمد بن حنبل قدس سرہ ولادت ۱۶۲ھ وفات ۲۴۱ھ
- دارمی: ابو محمد عبداللہ بن عبدالرحمن دارمی قدس سرہ ولادت ۱۸۱ھ وفات ۲۵۰ھ
- دارقطنی: ابوالحسن بن علی بن عمر دارقطنی قدس سرہ ولادت ۳۰۵ھ وفات ۳۸۵ھ
- بیہقی: ابو بکر احمد بن حسین قدس سرہ

ولادت ۳۸۲ھ وفات ۴۵۸ھ

(۱۳) شعب الایمان: ابو بکر احمد بن حسین قدس سرہ

ولادت ۳۸۲ھ وفات ۴۵۸ھ

(۱۴) طحاوی: ابو جعفر احمد بن محمد زدی طحاوی قدس سرہ

ولادت ۲۲۹ھ وفات ۳۲۱ھ

(۱۵) طبرانی: ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی قدس سرہ

ولادت ۲۶۰ھ وفات ۳۶۰ھ

ان کتابوں کے علاوہ ذیل کی کتابوں کے بھی حوالے ہیں۔

الدیلی، الشاشی، ابو نعیم، مسند الفردوس، البغوی، کے علاوہ بھی دیگر کتابوں کے حوالے ملتے ہیں، اس لئے ”صحیح البہاری“ بخاری، مسلم، مشکوٰۃ، ابوداؤد، نسائی، ترمذی وغیرہ کی صف میں رکھی جاتی ہے اور رکھی جائے گی کہ یہ حدیث پاک کا عمدہ مجموعہ ہے، جو تار یک دل کے لئے نور آنکھوں کے لئے سرور اور غم کے لئے کافور ہے، حدیث پاک کے پڑھنے اور پڑھانے والوں، سننے والوں اور حفاظت کرنے والوں پر رب تبارک تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔

کتابیں کسی بھی موضوع اور عنوان پر ہوں، اس پر

”تقریظات و تبصرے“ لکھنے کا عمل پرانا ہے، ”تقریظات و تبصرے“

خلاصہ سامنے آجاتا ہے، تقریظات و تبصرے عمدہ ہوں تو کتاب پڑھنے والے کا ذوق مطالعہ بڑھنے لگتا ہے، اگر مطالعہ میں وہی چیزیں پائی جاتی ہوں جو تقریظات و تبصرے میں کہی گئی ہیں تو پھر شوق کا شیر خرام بھرنے لگتا ہے، روح کی روانی اچھا لکھانے لگتی ہے، علم کے کشکول میں اضافہ ہونے لگتا ہے، معلومات کی کھیتیاں لہلہانے لگتی ہیں۔

”تقریظات و تبصرے“ کے فائدے ان لوگوں کو زیادہ

ملتے ہیں، جو دنیا داری یا دین داری کے کاموں میں مصروف ہوتے ہیں اور صرف تقریظات و تبصرے پڑھ کر پوری کتاب کو جاننا چاہتے ہیں، اگر یہ حلوہ مزیدار ہے، قرینے سے بنایا گیا ہے، اور سلیقے سے دسترخوان پر سجایا گیا ہے، تو اس کا ذائقہ قارئین کو اصل پونجی کی طرف بڑھنے پر مجبور کر دیتا ہے ”تقریظات و تبصرے“ راہ بھی ہیں، رہنما بھی، مہمان بھی ہیں، میزبان بھی، خاموش تماشائی بھی ہیں، تماشے کے مبلغین بھی، کسی کو بلاتے بھی نہیں ہیں اور جو آجاتے ان کو آگے کی راہ دکھا بھی دیتے ہیں۔

کتاب خریدنے والوں کے لئے تقریظات مفید ہیں اور

نہیں خریدنے والوں کے لئے تبصرے سود مند ہیں کہ تبصرے پڑھ کر

بہت سارے لوگ کتاب تک پہنچ جاتے ہیں، یہ دونوں کنویں کے

مسلماں کے لئے بہت ہی مفید ہیں اور اگر آپ کو

رہتے ہیں، پوچھئے کہ جناب آپ ایسا کیوں کرتے ہیں، آپ ان

حالی موالی کے لئے بے چین و بے تاب کیوں ہیں؟ تو کہتے ہیں صاحب! زمانے کا مطالبہ ایسا ہی ہے، قارئین کی مانگ ایسی ہی ہے، گویا کہ آگیا سیادام میں۔

”تقریظات و تبصرے“ کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ ”صحیح البہاری“ عربی زبان میں ہے، عربی زبان پڑھنے اور سمجھنے کے لئے عوام کو تو چھوڑ دیجئے، بہت سارے سند یافتہ مولوی عالم کہلانے والے بھی عربی پڑھنے اور سمجھنے سے قاصر ہوتے ہیں، لیکن جب ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی نے

”صحیح البہاری“ پر لکھے گئے تبصرے کو تلاش کر کے مضمون کی شکل میں شائع کیا، لوگوں نے پڑھا، عوام کے طبقہ نے بھی مطالعہ کیا تو، ان کا دل بھی ”صحیح البہاری“ کی زیارت کے لئے تڑپنے لگا، تو وہ مدارس کے مدرسین اور مساجد کے ائمہ سے پوچھتے پھرنے لگے کہ ”صحیح البہاری“ آپ کے پاس ہے تو دکھا دیجئے؟

”صحیح البہاری“ نایاب تو نہیں، کم یاب ضرور ہے دکھائیں تو کہاں سے؟ اس کے بارے میں بتائیں تو کیا بتائیں؟ کیا اپنی غلطی کو دہرائیں کہ جناب ”صحیح البہاری“ کی ایک ہی جلد کبھی چھپی تھی، ہمارے پاس نہیں ہے، کہیں تو ہوگی؟ پتا تو بتا دو، پتا بتانے سے بھی ہم قاصر ہیں، یہاں پر آکر ہم مات کھا جاتے ہیں، دوستوں کے سامنے میدان میں آکر ہاتھ ملانے سے پہلے ہی چپت ہو جاتے ہیں، جس قیمتی دولت کو لوگوں تک پہنچا کر ناز کرنے کی بات تھی، ہم بغیر پہنچائے ہوئے ناز کرتے ہیں، چلئے یہ اپنی اپنی سمجھ ہے، کوئی لٹانے پر ناز کرتا ہے، تو کوئی لٹ کر فخر کرتا ہے، لیکن ہم تو نہ لٹا رہے ہیں نہ لوٹ رہے پھر یہ ناز کیسا؟ آئیے اب ”صحیح البہاری“ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ اس پر کیسے کیسے لوگوں

تبصرہ (۱)

مولانا حیدر شریف مہتمم امداد المعارف مدرسہ نظامیہ حیدر آباد کن نے ان الفاظ میں صحیح البہاری کو سراہا:-

”.....و جدتہ کتابا انیقا جامعاً لجميع المسائل من الطہارة و جیزافی علوم الحدیث علی منہاج المشکوٰۃ و التیسیر مفید الطلبة الحنفیة لمشتافی الحدیث النبوی علیہ الصلوٰۃ و السلام (۱)“

چونکہ ”صحیح البہاری“ عربی میں ہے، اس کے موصوف نے عربی میں ہی تقریظ لکھ کر اپنا تاثر پیش کیا اور بہت ہی عمدہ طریقے پر پیش کیا کہ ”صحیح البہاری“ کے شایان شان تقریظ تحریر فرمائی، عمدہ تعارف کرایا اور بتایا کہ ”اس کے تعلق سے میں نے ایک جامع اور خوش کن کتاب پائی، جس میں طہارت (پاکی) سے متعلق تمام مسائل موجود ہیں، مشکوٰۃ اور تیسیر کے طریقے پر علوم حدیث میں مختصر ہے حدیث نبوی ﷺ کے مشتاق حنفی طلبہ کے لئے مفید ہے“ اس تقریظ کو متعدد مدبر و مبصر نے سراہا ”صحیح البہاری“ پر قلم اٹھایا تو اپنی تحریر کو اس سے مزین کیا اور نصف صدی پیشتر لکھی ہوئی تحریر کو زندہ رکھا۔

تبصرہ (۲)

حضرت مولانا سید شاہ محمد حبیب الحق قادری، سجادہ نشین عمادیہ، منگل تالاب، پٹنہ کی تقریظ کا یہ حصہ ملاحظہ کیجئے:-

”.....عام طور پر حضرات اہل حدیث کہا کرتے ہیں کہ مسلک حنفی کا دار و مدار صرف حضرت امام اعظم یا ان کے چند شاگردوں کی رایوں پر ہے اس کو احادیث سے کوئی تعلق نہیں، اس کتاب نے اس خیال کو غلط ثابت کر دکھایا اور واضح کر دیا کہ

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدظلہ کی حیات اور علمی خدمات

مسک خفی کا کوئی جزئیہ حدیث کے خلاف نہیں (۲)

مذکورہ بالا تبصرہ کی روشنی میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ

علامہ مفتی ظفر الدین قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ نے ”صحیح البہاری“ لکھ کر خفیوں کے سر سے بہت بڑے الزام دفعہ کر کے یہ ثابت کر دکھایا کہ مسلک احناف کا دار و مدار صرف رایوں پر نہیں بلکہ حدیث کی مضبوط و مستحکم بنیاد پر اس کی عمارت کھڑی ہے، معترض اپنی معلومات کی کمی کی وجہ سے خفیوں پر اعتراض کرتے ہیں، ”صحیح البہاری“ کو دیکھ کر اہل حدیث کے عالم مولوی اصغر علی جعفری کیا کہا مندرجہ ذیل تبصرہ میں ملاحظہ کیجئے۔

تبصرہ (۳)

مولوی اصغر علی جعفری، اہل حدیث، صدر مدرس مدرسہ اصلاح المسلمین، پٹنہ:-

موصوف صحیح البہاری کے تعلق سے اپنے تبصرہ میں ایک جگہ لکھتے ہیں:

”اگر اس کتاب کی تدوین اس زمانہ میں ہوئی ہوتی جب دینی حکومت برسر عروج اور مسلمانوں کا مذہبی و ملکی قانون فقہ اسلامی تھی، تو کوئی شبہ نہیں کہ مصنف کا شمار ائمہ حدیث میں ہوتا..... الخ (۳)

کتاب کی اہمیت کے پیش نظر ہی اتنا پر مغز اور قیمتی تبصرہ سامنے آیا ہے، یہاں ”من ترا حاجی بگویم تو مرا حاجی بگو“ والا

معاملہ نہیں ہے، یہاں علوم و فنون کی میزان ہی کام آئی ہے، علم و آگاہی کے جوہر ہی ساتھ دیئے ہیں، حدیث سنائی کا عمل ہی

سرچڑھ کر بول رہا ہے، فکر و دانشمندی کے سورج کو دیکھ کر ہی اتنی قیمتی باتیں کہی گئی ہیں، ملک العلماء لعلماء کا محدثانہ انداز ہی نہیں ہے

بلکہ اگر جوہر سنائی زمانہ ہوتا تو ملک العلماء کا ائمہ حدیث میں شمار ہوتا، ہیرے کے پرکھنے والے ہوتے، تو ملک العلماء انعام و اکرام

سے نوازے جاتے، بغداد کے جیسا علم کا بازار ہوتا، تو ملک

العلماء کے علم کی دھوم ہوتی، صحیح البہاری سے درس گاہیں

مڑیں، لائبریریاں پڑھتیں، نجی کتب خانے سجے ہوئے

ہوتے، لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے دھیان کی

کرنیں ابھی تک اس جانب ملتفت نہیں ہوئی ہیں، دھرتی کا سینہ

سوکھ جانے کے بعد بادلوں کو بھی رحم آجاتا ہے اور وہ اپنی آنکھیں

اشکبار کر کے زمین کو سیراب کر دیتے ہیں، اپنی صفات کے

دروازے کھول دیتے ہیں، سخاوت کی دھوم مچا کر زمین کا سینہ سیراب

کر کے اپنی حقیقت بتلاتے ہیں کہ ہم ہیں کیا! لیکن ”صحیح

البہاری“ کے نہ چھپنے پر ہم سنیوں کو کوئی افسوس نہیں ہے، اتنی قیمتی

دولت کے منظر عام پر ابھی تک نہ آنے سے ہماری آنکھیں اشک بار

نہیں ہوتیں، ہمارا دل نہیں تڑپا، ہماری نیندیں اچاٹ نہیں ہوتیں،

ہماری صفات کا باب وا نہیں ہو سکا، ہماری سخاوت کا در کھل نہیں سکا

، نہ ہمارے دل میں کسک پیدا ہوئی، نہ ہم اس پر آہ کر سکے نہ

اُف..... ”صحیح البہاری“ کے لئے ہم ابر کی طرح برسنا بھول

گئے، ”صحیح البہاری“ کو ہم شائع کریں گے، تو ملک العلماء کے اوپر

پر نہیں، بلکہ اپنے اوپر، اپنی نوجوان نسل کے اوپر، اپنی قوم کے اوپر

احسان کریں گے، اللہ کرے کہ ”صحیح البہاری“ چھپ جائے

تا کہ انتظار کی گھڑی ختم ہو۔

تبصرہ (۴)

مولانا علی احمد مصباحی سیوانی نے ۱۹۹۰ء صحیح البہاری پر تبصرہ

تحریر کیا:-

حقیقت یہ ہے کہ اس عظیم عالم دین اور مجاہد سنیت کے علمی

کارناموں کی قدر نہیں ہو سکی، جس کا نتیجہ ہے کہ اہل علم کا طبقہ بھی اور

خاص طور پر نئی نسل کے پروردہ ملک العلماء کی علمی خدمات سے

نا آشنا ہیں، آپ کی تصانیف میں ”جامع الرضوی المعروف بہ صحیح البہاری“ چھ جلدوں پر مشتمل ہے، ہر جلد میں تقریباً آٹھ سو صفحات ہیں، اس کتاب میں اندازاً نو ہزار احادیث درج ہیں (۴) مولانا علی احمد مصباحی صاحب مزید تحریر فرماتے ہیں:-

”یہ کتاب اس لائق تھی کہ اس کو احناف کی تمام عربی درس گاہوں میں داخل نصاب کیا جاتا۔ وہ ہندوستان کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے اہلسنت کے بڑے بڑے مدارس مثلاً اشرفیہ مبارکپور، جامعہ اہلسنت ناگپور، جامعہ نعیمہ مرادآباد، دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف جو مرکزیت کے دعویدار ہیں، نے بھی اس کو در خود اعتنائی نہیں سمجھا بالخصوص دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف نے بھی جس کا قیام ہی ملک العلماء کا رہن منت ہے، اس کتاب کو داخل نصاب نہیں کیا، ان میں کسی درس گاہ کو یہ توفیق نہیں ہوئی کہ اعلیٰ حضرت کے اس مایہ ناز شاگرد کو اس کتاب کے ذریعہ یاد رکھے جانے کا اہتمام کرے (۵)

موصوف کی باتیں قابل غور ہیں۔ لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ ”صحیح البہاری“ کو ہندوستان میں شائع ہوئے کافی عرصہ ہو گیا ہے، کتاب عام نہیں ہے، کتب خانوں سے دستیاب نہیں ہے تو اس کو داخل نصاب کیسے کریں گے؟ داخل نصاب کرنے کی باتوں سے زیادہ ضرورت ہے ”صحیح البہاری“ کو شائع کرنے کے بارے میں غور و فکر کرنا، شائع کرنے کی راہ ڈھونڈنا اور شائع کر کے عام کرنا، کتاب عام ہوگی، تو داخل نصاب بھی ہوگی، کتاب عام ہوتی تو مدارس کے مدرسین کو منصرمین کو منتظمین کو آواز دی جائے، تب نہ درد مندوں کی آواز پر لوگ آگے بڑھیں گے، لہیک کہیں گے، طلبا کو راغب اور کتاب کو داخل نصاب کریں گے، دوسرے اداروں کو داخل نصاب کرنے کی ترغیب دیں گے، اہمیت بتائیں گے،

لہذا اب ضروری ہو گیا ہے کہ ہم اپنے احساسات کے پیش نظر عالمی دنیا میں آکر ”صحیح البہاری“ کو شائع کرنے کا انتظام کریں۔

تبصرہ نمبر (۵)

ڈاکٹر مختار الدین احمد علی گڑھ نے ۱۹۹۲ء لکھا کہ:-
”ملک العلماء فاضل بہار نے احادیث کا سارا ممکن الحصول مجموعہ کھنگال کر صرف وہی احادیث صحیحہ جمع کرنے کا بیڑا اٹھایا جو موید مسلک اہل سنت و احناف ہوں اور فقہ حنفی کا ماخذ و مصدر، انہوں نے وہ تمام روایات جمع کیں، جن پر مذہب حنفی کی عمارت کھڑی کی گئی ہے اور حتی الامکان فقہ حنفی کا شاید ہی کوئی مسئلہ ایسا رہا ہو، جس کی سند و استشہاد میں کوئی خبر اور اثر پیش نہیں کی گئی ہو“۔ (۶)

مذکورہ تحریر پر غور کیجئے کہ ”صحیح البہاری“ کتنی محنت اور جانفشانی سے لکھی گئی ہے، تقریباً ۶۰۰۰ صفحات پر پھیلی ہوئی ”صحیح البہاری“ کے لئے کتنی احادیث کی کتابوں اور کتنے صفحات کا مطالعہ کیا گیا ہوگا، ایک باب کے لئے ایک حدیث ایک کتاب سے، دوسری حدیث دوسری کتاب سے اس طرح نہ جانے کتنی کتابوں سے احادیث اخذ کر کے ایک باب مکمل کیا گیا ہوگا، اس میں کتنا عرصہ لگا ہوگا، اس کا اندازہ تو قلم پکڑنے والے اور تصنیف و تالیف کی راہوں سے گزرنے والے ہی لگا سکتے ہیں، اس تعلق سے ڈاکٹر مختار الدین احمد نے جو لکھا ہے، اس کا مطالعہ کیجئے۔

”ملک العلماء نے اس کتاب کی جمع و تبویب میں عمر کا خاصا حصہ صرف کیا، فقہی ابواب کی ترتیب پر، انہوں نے اسے چھ جلدوں میں مکمل کرنے کا منصوبہ بنایا اور اس کا نام ”الجامع الرضوی المعروف بصحیح البہاری“ رکھا، ترتیب اس طرح تھی، جلد اول: کتاب العقائد۔ جلد دوم: کتاب الطہارۃ، کتاب الصلوٰۃ۔ جلد سوم: کتاب الزکوٰۃ، کتاب الحج، کتاب

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی علیہ السلام کی حیات اور علمی خدمات

الصوم۔ جلد چہارم : کتاب النکاح تا کتاب الوقف۔
جلد پنجم : کتاب البیوع تا کتاب الغضب۔ جلد ششم : کتاب الشفیعہ تا
کتاب الفرائض، ہر جلد ایک ہزار صفحات پر مرتب کرنے کا خیال
تھا، جلد اول یعنی کتاب العقائد میں اختلافی مسائل تھے اس لئے
اسے پہلے نہ شائع کر کے دوسری اور تیسری جلد جو طہارت، نماز،
روزہ، زکوٰۃ و حج پر مشتمل تھی شائع کرنے کا منصوبہ فاضل مصنف
نے بنایا، اس لیے کہ عام مسلمانوں کو ان مسائل کی واقفیت کی زیادہ
ضرورت ہے۔

”صحیح البہاری“ کی جلد دوم جو طہارت و صلوٰۃ
کی احادیث پر مشتمل ہے، آسانی کے لئے چار حصوں میں شائع کی
گئی، پہلا حصہ یعنی کتاب الطہارۃ، ۲۲۰ صفحات پر مشتمل ہے اور
اس میں ۲۲۲۴ احادیث درج ہیں، یہ حصہ شیخ غفور بخش کے
ابوالعلائی الکرکری پریس آگرہ سے ۱۹۳۱ء میں چھپا، بقیہ تین حصے
جو کتاب الصلوٰۃ پر مشتمل ہیں، سید منظر علی دسنوی کے برقی پریس،
سبزی باغ پٹنہ سے ۱۹۳۲ء میں چھپنے شروع ہوئے اور ۱۹۳۷ء میں
اختتام پذیر ہوئے، دوسرا حصہ جو ۲۸۸ صفحات پر مکمل ہوا، اس میں
۳۰۶۸ حدیثیں ہیں، تیسرے حصے کے صفحات ۲۱۶ ہیں اور
حدیثوں کی تعداد ۲۱۳۶ ہے، چوتھے حصے کے صفحات کی تعداد
۲۳۹ ہے اور یہ ۱۸۲۹ احادیث پر مشتمل ہے، مکمل جلد کے صفحات
۹۶۰ ہیں اور احادیث کی مجموعی تعداد ۹۲۸۷ تک جا پہنچی
ہے، مختصر لفظوں میں ہم کہہ سکتے ہیں ”صحیح البہاری“ کی
مطبوعہ جلد تقریباً ایک ہزار صفحات پر مشتمل ہے اور احادیث کی
تعداد دس ہزار کے قریب ہے۔

”صحیح البہاری“ کی اشاعت کے بعد اسے عظیم
الشان علمی و دینی کارنامہ قرار دیا گیا اور ہر مکتبہ فکر کے لوگوں نے

اس کتاب کی پذیرائی کی، علما نے اس پر تقریظات لکھیں، اور علمی
و دینی اخبارات و رسائل میں بہت اچھے تبصرے شائع ہوئے اور اس
کتاب کو علم حدیث و فقہ حنفی کی بہت مفید خدمت بتائی۔

’صحیح البہاری‘ آج سے نصف صدی پہلے شائع
ہوئی تھی، اس کے نسخے کمیاب ہی نہیں اب نایاب ہو گئے تھے،
دوسرے اڈیشن شائع کرنے کی عرصے سے ضرورت محسوس کی
جا رہی تھی لیکن ”کُلُّ أَمْرٍ مَرُّهُ نَبَأٌ بَأْوِقَاتِهِ“ احادیث نبوی کی
وسیع پیمانے پر اشاعت کی سعادت یعنی ”بَلِّغُوا عَنِّي وَاَوْ آيَةً“
(بخاری) والے ارشاد گرامی کی تعمیل، پاکستان کے چند عزیز کرم
فرما حضرات کیلئے مقدر ہو چکی تھی، جن کی توجہ و عنایت سے یہ کتاب
دوبارہ منظر عام پر آرہی ہے، خدا انہیں جزائے خیر دے اور انہیں
توانا و تندرست رکھے کہ وہ بدستور دینی و علمی خدمات انجام دیتے
رہیں (۷)

ڈاکٹر صاحب موصوف کے اس تبصرے سے بہت
حد تک ”صحیح البہاری“ کا پس منظر سمجھ میں آ جاتا ہے کہ پہلی
جلد کے چاروں حصے میں کتنے صفحات اور کتنی احادیث ہیں، پہلے
اڈیشن کو مصنف علام نے کتنی محنت سے شائع کیا ہے، اس کے شائع
ہونے میں کتنا عرصہ لگا وغیرہ وغیرہ۔

ڈاکٹر صاحب موصوف کے تبصرے سے معلوم ہوا کہ
”صحیح البہاری“ کے دو ایڈیشن شائع ہوئے ہیں پہلا
ایڈیشن، ۱۹۳۱ء میں شروع ہو کر ۱۹۳۷ء میں مکمل ہوا، دوسرا ایڈیشن
۱۹۹۲ء میں حیدرآباد سندھ سے اس کے بعد تیسرا ایڈیشن برکات
رضا، ممبئی سے ۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳ء میں، اور ”تاریخ جماعت رضائے
مصطفیٰ“ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ”جامع الرضوی
المعروف بہ صحیح البہاری“ کا ایک ایڈیشن ”جماعت

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی دہلی کی حیات اور علمی خدمات

رضائے مصطفیٰ بریلی کے اشاعتی شعبہ نے ”قادری پریس بریلی، سے شائع کیا تھا، دو سو تیس (۲۳۲) کتابوں کی فہرست میں سب سے اخیر میں درج ہے ”جامع الرضوی المعروف بہ صحیح البہاری“ مولانا ظفر الدین بہاری (۸)

اس بات کی وضاحت نہیں ہے کہ کتاب کی کتنی جلدیں اور کس سن میں شائع ہوئیں، اس فہرست کو دیکھنے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مذکورہ اشاعتی شعبہ نے ملک العلماء کی ”موہب ارواح القدس لکشف حکم العرش“ بھی شائع کیا تھا۔

تبصرہ نمبر (۶)

پروفیسر مجید اللہ قادری نے ۱۹۹۲ء میں اس طرح اظہار خیال فرمایا:-

”جامع الرضوی المعروف بہ صحیح البہاری“ علم حدیث کی تدوین میں یہ ایک ایسی روشن خدمت ہے جو کبھی فراموش نہیں کی جاسکتی، اس کتاب نے فقہ حنفی پر طعنہ زنی کرنے والوں کی زبان گنگ کر دی ہے، جامع الرضوی چھ جلدوں پر مشتمل ہے۔ جس میں فقہی ابواب کی ترتیب اس طرح ہے۔

- (۱).....المجلد الاول.....در بیان عقائد
- (ب).....المجلد الثانی.....در بیان طہارت، صلوٰۃ
- (ج).....المجلد الثالث.....در بیان زکوٰۃ، صوم، حج
- (د).....المجلد الرابع.....در بیان کتاب النکاح تا وقف
- (ه).....المجلد الخامس.....در بیان کتاب البیوع تا غصب
- (و).....المجلد السادس.....کتاب الشفعہ تا فرائض

ہر جلد میں تقریباً آٹھ سو صفحات ہیں، اس کتاب میں اندازاً نو ہزار احادیث درج ہیں احادیث کا یہ ایک ایسا مجموعہ ہے۔ جس میں مصنف نے ایک طرف وہ تمام روایات جمع فرمائیں، جن

پر مسلک حنفی کی عمارت تعمیر ہوئی ہے اور کوشش کی ہے کہ فقہ حنفی کوئی مسئلہ مسلمہ ایسا نہ رہ جائے جس کی سند و استشہاد میں خبر و اثر نہ پیش کی گئی ہو اور دوسری طرف ایمان افروز مقدمہ لکھ کر مستند محدثین و اکابر علمائے اصول سے یہ ثابت کیا ہے کہ سلسلہ رواۃ میں کسی راوی کے مجروح ہونے سے روایت ناقابل استناد نہیں ہو جاتی اور نہ اصطلاحاً کسی حدیث کو ضعیف یا متروک کہنے سے یہ مطلب ہوتا ہے کہ روایت قطعاً بے اصل یا ناقابل اعتماد ہے، بلکہ یہ سب محض فنی اصطلاحات ہیں“ (۹)

مذکورہ بالا تبصرہ سے واضح ہو جاتا ہے کہ ”صحیح البہاری“ کے اوراق کی مجموعی تعداد کتنی ہیں اور وہ اپنے سینے میں نو ہزار (۹۰۰۰) احادیث کے ذخیرہ کو سموئے ہوئے ہے۔ مصنف کی خوبی اور ان کا کمال یہ ہے کہ انہوں نے انہیں احادیث کو جمع فرمایا ہے جن پر مسلک حنفی کی عمارت تعمیر ہوئی ہے اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ مستند محدثین اور اکابر علمائے اصول کے قول کی روشنی میں ان مسائل کو بھی سلجھا دیا ہے کہ راوی کے قول و فعل و عمل کی کمزوری کی بنیاد پر روایت ناقابل عمل نہیں ہو سکتی ہے اور ضعیف یا متروک تو صرف فنی اصطلاحات ہیں، یہ بہت ہی عمدہ بات ہے، ضعیف یا متروک کی رٹ لگانے والوں کے لئے بہترین سند ہے، کتاب کی انہیں خوبیوں کو دیکھ کر اہل علم نے کتاب کو سراہا، داد دی، مصنف کو سپاس نامہ پیش کیا، گلے سے لگایا اور کتاب پر تبصرے تحریر کئے، اسی سلسلے کا ایک اور تبصرہ پڑھیے۔

تبصرہ (۷)

پروفیسر مجید اللہ قادری ۱۹۹۲ء میں ہی ایک جگہ اس طرح تبصرہ کرتے ہیں:-

”جامع الرضوی المعروف بصحیح

کوئی فرد ہلانا ارادہ کیا، نہ کوئی آگے بڑھانہ کوئی ”صحیح البہاری“ کی اشاعت کے لئے میدان میں نکلا، نہ کسی نے ہاں کی نہ ہوں، ہماری بے حسی کی وجہ سے جنگل میں منگل نہیں ہوسکا، ظلمت کی راہ میں کوئی نور لے کر نہیں آیا، سب کے سب انتظار میں ہیں دیکھئے پہل کون کرتا ہے، آگے کون بڑھتا ہے، صحیح البہاری کو سینے سے لگا کر پریس تک کون پہنچاتا ہے۔

جب کہیں سے کوئی آواز نہیں آئی، کوئی بیداری پیدا نہیں ہوئی، طوفان اٹھانے پر بھی پتہ نہیں ہلا، کوئی جنبش نہیں ہوئی بند باب وا نہیں ہوئے، نہروں، تالابوں، دریاؤں یہاں تک کہ سمندروں میں بھی کوئی لہر پیدا نہیں ہوئی، مزید انتظار کرنے میں ظلمت کے بڑھ جانے کا شدید خطرہ تھا۔ آخر کار سراج ملت حضرت مولانا سید سراج اظہر قادری رضوی کمر کس کراٹھے، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے شاگرد فاضل بہار کی لکھی ہوئی ”صحیح البہاری“ کا وہ نسخہ، جو حیدرآباد سندھ سے ۱۹۹۲ء میں شائع ہوا تھا، ۲۰۰۳ء/۱۴۲۴ھ میں سینے سے لگا کر پریس پہنچانے کا انتظام فرمایا ”صحیح البہاری“ شائع ہوئی، نا سے ہاں تو ہوئی، کچھ نہ تھا، تو کچھ تو ہوا۔ بقول مولانا احمد مصباحی، مدرس دارالعلوم فیضان مفتی اعظم ممبئی، کہ حضرت سراج ملت نے ”صحیح البہاری“ شائع کر کے عالموں، مفکروں، دانشوروں مدرسوں اور لائبریریوں کو مفت تقسیم فرمایا اور ۱۰ شوال ۱۴۲۵ھ ۴ نومبر ۲۰۰۴ء میں جب آپ نے دارالعلوم فیضان مفتی اعظم قائم کیا تو دارالعلوم کے نصاب میں ”صحیح البہاری“ کو شامل کر کے دیگر مدارس اہلسنت کے ذمہ داروں کو بھی پیغام دیا کہ آپ بھی ”صحیح البہاری“ کو اپنے دارالعلوم میں داخل نصاب کریں۔

اس کے باوجود ہزاروں اہل علم ابھی بھی تشنہ ہیں، کنویں سے دور ہیں، دور تک سیراب ہونے کی کوئی سبیل نظر نہیں آرہی ہے،

البہاری“ (۱۳۳۵ھ) خالص محدثانہ انداز میں حنفی نقطہ نظر سے اس کتاب میں صرف ان احادیث کو جمع کیا گیا ہے جو مؤید مسلک اہلسنت و احناف ہوں اور فقہ حنفیہ کا ماخذ و مصدر، آپ نے احادیث کی تمام کتب کفگال کروہ تمام روایات جمع کی ہیں، جن پر مذہب حنفی کی عمارت کھڑی کی گئی ہے، یہ کتاب چھ جلدوں پر مشتمل ہے اور حال ہی میں اس کی دوسری جلد جو ۱۰۰۰ صفحات پر مشتمل ہے حیدرآباد سے شائع ہوئی ہے (۱۰)

تبصرہ نمبر (۸)

حضور سراج ملت مولانا سید سراج اظہر قادری رضوی نے ۲۰۰۲ء میں لکھا کہ:-

”جامع الرضوی المعروف بہ صحیح البہاری“ آج سے پچاس سال پہلے چھپی جس کے نسخے اب نایاب ہو چکے تھے، اس کا عکس خواجہ پرنٹنگ پریس حیدرآباد سندھ پاکستان والوں نے چھاپا ہے، ہندوستان میں اس کے حصول اور استفادہ کی کوئی سبیل نہیں ہے، اشاعت سنتیت و رضویت میں عالمگیر شہرت یافتہ ”رضا کیڈمی“ ممبئی کے روح رواں برادر دینی الحاج محمد سعید نوری حفظہ اللہ جنہوں نے کنز الایمان فی ترجمہ قرآن، صحیح بخاری و مسلم، مشکوٰۃ، فتاویٰ رضویہ متن و شرح کے علاوہ درسی و غیر درسی چھوٹی بڑی سینکڑوں کتابیں افادہ عام کے لئے شائع فرمایا، مولیٰ تعالیٰ اشاعت خیر کے لئے انہیں سلامت رکھے ”جامع الرضوی“ کی طرف توجہ کر دیں، تو سنتیت و حنفیت کی بے مثال اشاعت ہو جائے، اس کی اشاعت ان کی گردن پر فرض کفایہ ہے، مولیٰ تعالیٰ، رسول اعظم، امام اعظم، مجدد اعظم، مفتی اعظم کے صدقے جلد از جلد طباعت کرانے کی توفیق عطا فرمائے (۱۱)

پُرورد لہجے میں دی گئی صدا پر بھی کوئی جنبش نہیں ہوئی، نہ

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدظلہ کی حیات اور علمی خدمات

کس کو آواز دی جائے، کس کا دروازہ کھٹکھٹایا جائے، غاری وقت سراج ملت حضرت مولانا حافظ سید سراج اظہر قادری رضوی کا ہی دامن تھا ما جائے اور کہا جائے کہ حضرت آپ ہی قدم آگے بڑھائیے، اس لئے کہ زمینداری کے دور میں ایک زمیندار صاحب ہر سال اپنی زمینداری کے علاقہ میں جا کر رعایا کو جمع کرتے اور سب سے پوچھتے تھے کہ فلاں فلاں، فلاں کے یہاں کتنے دنوں کی مالکداری باقی ہے؟ ایک کہتا میرے یہاں ایک سال کی، دوسرا کہتا میرے یہاں نو سال کی، تیسرا کہتا میرے یہاں دس سال کی باقی ہے، جتنے لوگوں کے یہاں دو سال دو سال کی مالکداری باقی ہوتی زمیندار صاحب انہیں لوگوں کو کہتے تھے کہ تم لوگ بقایا جمع کرو، نو اور دس سال کا بقایا رکھنے والوں کو کچھ نہیں کہتے، کسی نے زمیندار سے پوچھا، یہ کیا معاملہ ہے کہ زیادہ دنوں کا بقایا رکھنے والوں سے نہیں مانگتے اور سال دو سال والوں سے ہی تقاضا کرتے ہیں؟ زمیندار نے کہا کم دنوں کا بقایا رکھنے والوں کو دینے کی عادت ہے، اسی لئے ان سے مانگتا ہوں، اس واقعہ کی روشنی میں دیکھا جائے، تو سراج ملت نے بہت ساری اہم دینی کاموں میں پہل کر کے وہ کارنامے انجام دیئے ہیں، جو مدتوں یاد رکھے جائیں گے، لہذا ان سے ہی درخواست کی جائے آپ صحیح البہاری کو پھر سے شائع کرادیں تاکہ تشنہ لوگ سیراب ہو جائیں۔

تبصرہ (۹)

مولانا ظہور الحسن نوری، خطیب و امام رضا مسجد، درگاہ اعلیٰ حضرت، بریلی شریف ۲۰۰۲ء میں لکھا:۔

آپ کا سب سے عظیم کارنامہ یہ ہے کہ صدیوں تک ہندوستان میں شافعی علما کے تیار کردہ احادیث کے مجموعے پڑھائے جاتے رہے، ملک العلماء نے ان احادیث مبارکہ کا ایک ایسا نسخہ

تیار کرنے کا ارادہ کیا، جس میں وہ احادیث جمع کر دی جائیں جن سے مسلک اہل سنت و جماعت اور مذہب حنفی میں استدلال کیا جاسکے، تو آپ نے ”صحیح البہاری“ کی ترتیب دی جو چھ جلدوں پر مشتمل ہے اور ہر جلد چار چار حصوں پر یعنی کل چوبیس حصوں پر مشتمل ہے۔ (۱۲)

موصوف کے تبصرہ کی روشنی میں یہ کہنا پڑتا ہے کہ ملک العلماء نے حنفیوں کو اس دولت سے نوازا ہے جس دولت سے ان کا گھر سونا تھا، جس کے لئے وہ ترستے تھے، دوسروں کے محتاج تھے، دوسروں کے مرہون منت تھے، ان کے پاس اپنی دولت نہیں تھی، فخر کا سامان نہیں تھا، سر اٹھا کر بات کرنے کی پونجی نہیں تھی، فقہ حنفی سے استدلال کرنے کا وہ سامان نہیں تھا، جو ہونا چاہئے تھا، جو کسی نے نہیں کیا، جو کسی نے نہیں دیا، وہ ملک العلماء نے کیا، ملک العلماء نے دیا، لیکن پھر بھی ہماری آنکھیں نہیں کھلیں، ملک العلماء کی دی ہوئی دولت کو ہم نے دیکھا پرکھا، ماشا اللہ، سبحان اللہ، بہت خوب ہے کہا اور کہہ کر آنکھیں بند کر لیں، سوال پیدا ہوتا ہے، کیوں؟ ہم کہتے ہیں، اللہ جانے، لیکن اب آنکھیں بند کرنے کا نہیں، آنکھیں کھولنے کا وقت ہے ”صحیح البہاری“ کے چھاپنے کا، درس گاہوں میں پہنچانے کا، ہندو پاک کے علاوہ دنیا کے گوشے گوشے میں پھیلانے کا، اس کے تعارف کرانے کا وقت ہے، اس کے لئے سونے کی نہیں بیدار ہونے کی ضرورت ہے۔

تبصرہ (۱۰)

مفتی محمد اشرف رضا قادری، ادارہ شرعیہ، مہاراشٹر نے ۱۳۲۳ھ/۲۰۰۳ء میں رقم فرمایا:۔

”سرکار اعلیٰ حضرت کے جملہ تلامذہ و خلفاء و احباء کی کتب و تصانیف سے حنفیت کی نصرت و حمایت اور اشاعت ظاہر

البہاری، کی اہمیت کے قائل اپنے بھی ہیں اور بے گانے بھی، محدثین بھی ہیں، مفکرین بھی، مدرسین بھی ہیں اور طلباء بھی، اور اس کے نہ چھپنے کا غم، کسک، ٹیس اور درد ہر اہل علم کے سینے میں ہے، لیکن میں پوچھنا چاہوں گا کہ آخر آپ حضرات اس درد کو کب تک اپنے سینے میں چھپائے، بسائے، پالے اور اپنے آپ کو اس غم میں گھلاتے رہیں گے یا اس غم کے مداوے کی راہ بھی ڈھونڈیں گے؟ کونسا غم ہے کہ جس کا علاج نہیں ہے؟ تفکر و تدبر سے کام لیجئے، سر جوڑ کر بیٹھئے، اپنی بات کھل کر کہئے اور دوسروں کی بھی سنئے، مخیر حضرات کو دعوت دیجئے، اہل ثروت کو بلائیے ”صحیح البہاری“ سے متعلق گفتگو کیجئے، مخیر اور اہل ثروت حضرات نے ہاں کر دی، تو سبحان اللہ اور اگر نفی میں جواب دیں، تو آگے بڑھئے، کنواں اور دریا کہلانے والے اشاعتی ادارہ کے پاس چلئے، اگر یہ بھی خشک ثابت ہوں، تو خود سے کنواں کھودئے، انشاء اللہ یہی کنواں دائمی ہوگا جو اہل علم کی پیاس بجھائے گا۔

تبصرہ (۱۱)

مفتی محمد ارشاد احمد رضوی ساحل سہرا می ۱۴۲۲ھ / ۲۰۰۳ء

میں تحریر فرمایا:-

حضرت ملک العلماء نے بریلی شریف کے علاوہ جہاں بھی منصب تدریس سنبھالا، وہاں علمی صدارت کی شہ نشینی آپ کی خدمت میں ہی پیش کی گئی، اسی لئے صحاح ستہ کا درس بھی ہمیشہ آپ کے ذمہ رہا، اس طور سے درس حدیث کی آپ نے پوری زندگی گرانقدر سعادت حاصل کی، وعظ و تذکیر میں کثرت کے ساتھ آپ حدیث شریف تلاوت کرتے اور اس کے قیمتی نکات بیان فرماتے، فتاویٰ اور مختلف تصانیف میں بھی آپ نے جس کثرت کے ساتھ احادیث طیبہ کے حوالے پیش کئے ہیں، وہ آپ کی اس علم شریف پر

دبا رہے مگر آپ نے اپنے احب و اعز تلمیذ و خلیفہ عمدۃ الفقہاء ملک العلماء خیر الحدیثین، امام اہل سنت کلمین حضرت علامہ سید محمد ظفر الدین احمد فاضل بہاری علیہ الباری کو اس فن حدیث میں خصوصی مہارت و ملکہ عطا فرمایا اور دیگر کتب احادیث صحاح و سنن و جوامع و مسانید و معاجم و امالی سے ان احادیث مبارکہ کو جمع و ترتیب دینے کی ترغیب و ترتیب فرمائی جو سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کوفی رضی اللہ عنہ کے مذہب مہذب کی مؤید ہوں بفضلہ تعالیٰ حضرت ملک العلماء محدث بہاری علیہ رحمۃ الباری نے صحیح احادیث کا اتنا بڑا ذخیرہ تدوین و ترتیب فرمایا، جس کی مثال امام طحاوی علیہ الرحمہ کے بعد نہیں ملتی، آپ نے اس مجموعہ کا نام ”الجامع الرضوی المعروف بصحیح البہاری“ تجویز فرمایا، یہ چھ جلدوں پر مشتمل ہے۔“

مفتی صاحب اپنے مقدمہ میں آگے چل کر لکھتے ہیں ”صحیح البہاری شریف“ کی صرف دوسری و تیسری جلدیں آج سے پچاس سال پہلے چھپی اور تباہ ہو کر رہ گئیں دوسرا ایڈیشن پاکستان سے چھپا، پہلی، چوتھی، پانچویں، چھٹی جلدیں اب تک منتظر طبع ہیں، مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب و محبوب رحمت عالم و سیدنا امام اعظم و شیخ دہلوی محقق اعظم و اعلیٰ حضرت مجدد اعظم، ملک العلماء محدث اعظم و میرے مرشد سرکار مفتی اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی روحانیت پاک کے صدقے و طفیل اپنے بندوں کو ”صحیح البہاری“ کی تمام جلدوں کی اشاعت کی توفیق رفیق عطا فرمائے، جس وقت یہ تمام جلدیں زیور طبع سے آراستہ ہو کر اہل علم و فن کے سامنے آئیں گی، تو فن حدیث میں مہارت رکھنے والے انصاف پسند غیر متعصب اعتراف حق کرتے ہوئے یہ کہنے پر مجبور ہوں گے کہ یہ جامع اپنی جامعیت و افادیت کے سبب صحاح ستہ پر یک گونہ فوقیت رکھتی ہے۔ (۱۳)

”الجامع الرضوی المعروف بصحیح

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدظلہ کی حیات اور علمی خدمات

لگی ہیں کہ ”صحیح البہاری“ دارالعلوم منظر اسلام بریلی، مدرسہ اہل سنت و جماعت جامعہ نعیمیہ مراد آباد اور مدرسہ شمس الہدیٰ ایجوکیشن بورڈ پٹنہ میں داخل نصاب تھی، آخر نصاب سے خارج کیوں کر دی گئی؟ تو ڈاکٹر حسن رضا صاحب پی ایچ ڈی پٹنہ نے آواز دی کہ ”صحیح البہاری“ مدرسہ شمس الہدیٰ ایجوکیشن بورڈ پٹنہ میں آج بھی داخل نصاب ہے، بات واضح ہوئی حوصلہ بلند ہوا، خوشی ہوئی کہ ملک العلماء کو لوگ بھولے نہیں ہیں، ہم لوگ ہی بے خبر ہیں، ”دارالعلوم فیضان مفتی اعظم“ ممبئی میں بھی داخل نصاب ہے۔

تبصرہ (۱۲)

مولانا ملک الظفر سہرامی نے ۲۰۰۸ء میں رقم فرمایا:-

حضور ملک العلماء کی یہ مایہ ناز تالیف بلاشبہ کتب حدیث میں امتیازی خصوصیت رکھتی ہے بالخصوص فقہ حنفی کی تائید پر مشتمل احادیث کے تعلق سے تو اس کا ثانی نہیں، فنی اعتبار سے یہ کتاب سنن میں داخل ہے، جن میں فقہی ابواب کی ترتیب پر احادیث جمع کی جاتی ہیں، صحیح البہاری تمام سنن کے مقابلے میں جامع ترین ہے۔ کیوں کہ اس میں نہ صرف سنن بلکہ جامع، مسانید، معاجم اور ان کے مندرجات و مستخرجات یہاں تک کہ اجزاء، امالی اور اطراف تک کو شامل ہے، دیگر سنن کے مقابلے میں اس کا دائرہ بھی بہت پھیلا ہوا ہے، عنوانات باب کے اعتبار سے سنن اربعہ میں سنن نسائی سب سے وسیع ہے، اب آپ دیکھیں سنن نسائی کتاب الطہارت کے کل ابواب ۳۶۲ ہیں اور اس کے تحت احادیث کی تعداد ۲۲۰۰ ہے۔

حدیث سے استخراج و استنباط کردہ مسائل کو ترجمہ الباب کہا جاتا ہے، جس کتاب کے تراجم زیادہ ہوں گے لازماً اس میں

دسترس کا کافی ثبوت ہے، لیکن اس فن شریف (علوم حدیث) میں آپ کی سب سے انمول یادگار ہے ”جامع الرضوی معروف بہ صحیح البہاری“ چھ جلدوں میں آپ نے مذہب حنفی کی مؤید احادیث کا ذخیرہ تیار کرنے کا منصوبہ بنایا اور ہر جلد میں دس ہزار احادیث کا اوسط رکھا، مصنف کی حیات میں اس کی صرف دوسری جلد چار قسطوں میں شائع ہو سکی، جس کے اندر تقریباً دس ہزار احادیث مبارکہ کا ذخیرہ موجود ہے۔

اس عظیم الشان خدمت حدیث کو اہل علم کے ہر طبقے نے بڑی قدر کی نگاہوں سے دیکھا اور اسے ایک مہتمم بالشان علمی کا نامہ قرار دیا، اس گرانقدر علمی کارنامے کو خراج تحسین پیش کرنے والوں میں محدث سورتی مولانا وصی احمد پبلی بھیتی، مولانا عبدالقدیر پروفیسر حدیث و صدر شعبہ دینیات جامعہ عثمانیہ حیدرآباد، مولانا سید حیدر ولی اللہ قادری ناظم دارالعلوم لطیفیہ خانقاہ حضرت قطب ویلور کرناٹک، مولانا سید سلیمان ندوی، مولانا عبدالماجد دریا آبادی، غیر مقلد عالم ثناء اللہ امرتسری جیسی شخصیات شامل ہیں۔

اس کتاب کے مطالعہ کے بعد ہر شخص حضرت ملک العلماء کی حدیث میں مہارت اور اس کے مختلف گوشوں پر دسترس کی بھرپور شہادت دے گا، خاص طور سے ۲۵ صفحات پر پھیلا ہوا اس کتاب کا گرانقدر مقدمہ، اصول حدیث کا شاندار گلدستہ ہے جسے پڑھ کر باذوق قاری جھوم اٹھتا ہے۔ (۱۳)

’جامع الرضوی معروف بہ صحیح البہاری‘ کی تمام جلدیں چھپ کر منظر عام پر آجائیں، نئی نسل کے علما، دانشوروں، محدثوں اور مفکروں کے پاس پہنچ جائیں تو پھر ایسا غلغلہ مچ جائے گا، چشم ہوئی رجز گاری برا بھی ایک دو ہی اچھٹکے رہاوی

اس کا مطالبہ بھی حق ہے، اس سے دامن چھڑانا مشکل ہے، آنکھیں بند کر لینا نا انصافی ہے، ایسی حالت میں ملت کے غیوروں کو سوچنا ہوگا کہ مطالبہ حق ہے تو اس کو پورا کیسے کیا جائے؟ دنیا کا، ملک کا، ملت کا، سماج کا، معاشرے کا مشکل سے مشکل مسئلہ حل ہو جاتا ہے تو ”صحیح البہاری“ کے شائع کرنے کا مسئلہ بھی حل ہو سکتا ہے بشرط کہ خلوص نیت سے ہم آگے بڑھیں تو انشاء اللہ یہ مسئلہ بھی حل ہو جائے گا، اللہ کرے ایسا ہی ہو جائے۔
آمین ثم آمین۔☆☆☆

ماخذ مراجع

(۱) تذکرہ خلفائے اعلیٰ حضرت

ص ۳۰۶-۳۰۷، مرتبین۔ محمد صادق قصوری و پروفیسر مجید اللہ

قادری، ناشر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی

(۲) ماہنامہ ”اشرفیہ“ مبارک پور، ستمبر ۱۹۷۷ء ص ۳۵

(۳) تذکرہ خلفائے اعلیٰ حضرت

ص ۳۰۷، ناشر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی،

مرتبین محمد صادق قصوری و پروفیسر مجید اللہ قادری

(۴) نور مصطفیٰ، پٹنہ۔ ستمبر، اکتوبر ۱۹۹۰ء

(۵) نور مصطفیٰ، پٹنہ۔ ستمبر، اکتوبر ۱۹۹۰ء

(۶) حیات ملک العلماء ص ۳۸-۳۹، از قلم ڈاکٹر مختار الدین احمد علیگزہ

(۷) حیات ملک العلماء ص ۳۹-۴۰، از قلم ڈاکٹر مختار الدین احمد علیگزہ

(۸) ”تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ“ ص ۱۱۰،

از قلم محمد شہاب الدین رضوی

(۹) تذکرہ خلفائے اعلیٰ حضرت ص ۳۰۵-۳۰۶،

ناشر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی، مرتبین

محمد صادق قصوری و پروفیسر مجید اللہ قادری

اس تالیف میں ثابت فرمادیا ہے کہ فقہ حنفی میں جزئیات کی اکثریت ائمہ احناف کے یہاں ذخیرہ احادیث کی کثرت پر دال ہے، صحیح البہاری میں ملک العلماء نے فقہی جزئیات کی طرح تراجم میں من، این، متی، کم، کیف و کذا، یوں ہی احکام سببہ فرض، واجب، سنت، مستحب، مباح، حرام اور مکروہ کو انواع و احکام کے طور پر سمونے کی کوشش کی ہے، کتاب کے تراجم میں ”مسواک الزیتون والاراک“ ارسال الماء من فوق الوجه“ مراعاة ادلة المواقیف الشفق هو البیاض، کسر اصابع الرجلین فی السجود، ضم اعضاء للنساء، جعل الاصابع الی القبلة فی السجدة، لم یسمی صلوة لیالی رمضان بالتراویح، اور ان جیسے دوسرے ابواب قائم کر کے نہ صرف یہ کہ کتاب میں ندرت پیدا فرمائی بلکہ اسے حنفی مسلک کا باقاعدہ ترجمان بنایا، مصنف علیہ الرحمہ نے خطبے میں حدیث کے انواع و اقسام کتب اصطلاح کو حمد، صلوة اور نعت میں استعمال فرما کر نہ صرف فن حدیث میں بلکہ عربی ادب میں بھی اپنی ماہرانہ و خداداد صلاحیتوں کا اظہار فرمایا ہے، کتاب کے آغاز میں ۲۵ صفحات پر مشتمل ایک جامع مقدمہ ہے، جو فن حدیث کا مختلف جہتوں سے احاطہ کئے ہوا ہے، جس کے مطالعہ سے نہ صرف یہ کہ فن حدیث میں گہری بصیرت حاصل ہوتی ہے، بلکہ مسلک اہل سنت سے متعلق دوسرے فرق باطلہ کی تمام تشکیکات و اغلوطات کے جواب کے لئے ضروری مواد بھی فراہم ہو جاتے ہیں، مختصر یہ کہ اس کتاب کا مطالعہ سیکڑوں کتابوں سے بے نیاز کر دیتا ہے (۱۶)

آخری بات :

مذکورہ بالا قدیم و جدید تبصرے کے مطالعہ سے ”صحیح البہاری“ کی اہمیت کی وضاحت تو ہو جاتی ہے لیکن ضرورت دامن گیر ہے اور

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی دہلی کی حیات اور علمی خدمات

(پھول گلی) ممبئی ۳۔ سال اشاعت ۱۳۲۲ھ/۲۰۰۳ء

(۱۰) تذکرہ خلفائے اعلیٰ حضرت ص ۳۰۹-۳۱۰،

(۱۲) فتاویٰ ملک العلماء ص ۱۳-۱۴،

ناشر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی، مرتبین محمد صادق قسوری
و پروفیسر مجید اللہ قادری

از قلم مفتی محمد ارشاد احمد رضوی ساحل شہر امی

(۱۵) ماہنامہ جام نور ص ۲۸-۲۹، اکتوبر ۲۰۰۸ء

(۱۱) حیات ملک العلماء ص ۵، از قلم ڈاکٹر مختار الدین احمد علی گڑھ

(۱۶) ماہنامہ جام نور دہلی ص ۳۲-۳۳، اکتوبر ۲۰۰۸ء

(۱۲) ماہنامہ اعلیٰ حضرت ص ۲۷۰ اپریل تا جون ۲۰۰۲ء

(۱۳) مقدمہ ”الجامع الرضوی المعروف بصحیح البہاری“

☆☆☆

ص ۵-۶، ناشر انجمن برکات رضا، سید ابوالہاشم اسٹریٹ

جب کہیں سے کوئی آواز نہیں آئی، کوئی بیداری پیدا نہیں ہوئی، طوفان اٹھانے پر بھی پتا نہیں ہلا، کوئی جنبش نہیں ہوئی بند باب وانہیں ہوئے، نہروں، تالابوں، دریاؤں یہاں تک کہ سمندروں میں بھی کوئی لہر پیدا نہیں ہوئی، مزید انتظار کرنے میں ظلمت کے بڑھ جانے کا شدید خطرہ تھا۔ آخر کار سراج ملت حضرت مولانا سید سراج اظہر قادری رضوی کمر کس کر اٹھے، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے شاگرد فاضل بہار کی لکھی ہوئی ”صحیح البہاری“ کا وہ نسخہ، جو حیدرآباد سندھ سے ۱۹۹۲ء میں شائع ہوا تھا، ۲۰۰۳ء/۱۳۲۴ھ میں سینے سے لگا کر پریس پہنچانے کا انتظام فرمایا ”صحیح البہاری“ شائع ہوئی، نا سے ہاں تو ہوئی، کچھ نہ تھا، تو کچھ تو ہوا۔ بقول مولانا احمد مصباحی، مدرس دارالعلوم فیضان مفتی اعظم ممبئی، کہ حضرت سراج ملت نے ”صحیح البہاری“ شائع کر کے عالموں، مفکروں، دانشوروں مدرسوں اور لائبریریوں کو مفت تقسیم فرمایا اور ۱۰/شوال ۱۴۲۵ھ/نومبر ۲۰۰۴ء میں جب آپ نے دارالعلوم فیضان مفتی اعظم قائم کیا تو دارالعلوم کے نصاب میں ”صحیح البہاری“ کو شامل کر کے دیگر مدارس اہلسنت کے ذمہ داروں کو بھی پیغام دیا کہ آپ بھی ”صحیح البہاری“ کو اپنے دارالعلوم میں داخل نصاب کریں۔ (مولانا ادیس رضوی)

حضور ملک العلماء کا محدثانہ مقام

از قلم: مولانا کوثر امام قادری، استاذ دارالعلوم قدوسیہ پرسونی بازار، مہراج گنج، یوپی

یوں تو صوبہ بہار میں حضور مخدوم بہاری کے زمانے میں علوم حدیث کی صبح طلوع ہو چکی تھی، آنحضور خود زبردست محدث تھے اور آپ کے خلفاء اور خلفاء کے تلامذہ میں ایک سے زیادہ بلند پایہ محدث گذرے۔ جن میں بعض نے پوری زندگی درس حدیث میں گذاری، کچھ لوگوں نے درس و تدریس کے ساتھ حفظ حدیث کا بھی اہتمام کیا، کسی نے صحیح بخاری و مسلم کو زبانی یاد کر کے حافظ صحیحین کے لقب سے شہرت پائی، کسی نے اس زمانے میں رائج حدیث کی مشہور کتاب مشارق الانوار کی سب سے پہلے شرح لکھی، کسی نے دارقطنی پر حاشیہ لکھا، کسی نے آثار السنن جیسی مختصر مگر گراں قدر مجموعہ حدیث تیار کیا، مختصر یہ کہ بہار کی سرزمین بہت پہلے ہی فرامین رسول کی خوشبو سے معطر ہو چکی تھی اور خادمان سنت نبویہ احادیث و آثار کو مرکز توجہ بنا چکے تھے۔

ان ہی خوش نصیب، فیروز مندوں اور باحوصلہ محدثین کی جماعت میں ایک ممتاز شخصیت حضور ملک العلماء کی بھی ہے۔

پیش نظر مضمون میں محدث اعظم ہند حضور ملک العلماء شاہ سید محمد ظفر الدین فاضل بہاری کی محدثانہ بصیرت و مقام کا مطالعہ مقصود ہے۔ جس کے لئے بنیادی طور پر دو چیزیں سامنے ہیں۔ ایک صحیح البہاری، دوسری مقدمہ جامع الرضوی۔ تو سب سے پہلے کچھ ابتدائی کوائف پر نظر ڈالتے ہیں۔

نام: محمد ظفر الدین

کنیت: ابوالبرکات

لقب: ملک العلماء

خطاب: فاضل بہار، محدث بہار وغیرہ

والد گرامی: عبدالرزاق اشرفی

تاریخ ولادت: ۱۰ محرم الحرام ۱۳۰۳ھ / ۱۹ اکتوبر

۱۸۸۰ء صبح صادق کے وقت

جائے ولادت: رسول پور، میسجرا، ضلع ناناندہ

نسب: حسنی و حسینی سید حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ سے

سلسلہ نسب ملتا ہے۔

چار سال کی عمر میں والد گرامی نے پڑھائی شروع کرادی

ابتدائی تعلیم قرآن مجید، اردو، فارسی کی کتابیں والد گرامی سے

پڑھی، بعدہ مدرسہ غوثیہ حنفیہ موضع بین میں داخل ہوئے، وہاں کے

اساتذہ سے متوسطات تک تعلیم حاصل کی پھر دارالعلوم حنفیہ پٹنہ

بہار میں داخلہ لیا۔ جہاں حضرت علامہ شاہ وصی اللہ محدث سورتی

رحمۃ اللہ علیہ، منصب صدارت پر فائز تھے اور علوم حدیث کا دریا بہا

رہے تھے۔ حضور ملک العلماء کو خوب فیض اٹھانے کا موقع ملا۔ مگر

تھوڑے دنوں بعد محدث سورتی مدرسۃ الحدیث پبلی، بھیت چلے گئے

اور حضور ملک العلماء نے دیگر مشائخ کی بارگاہوں کا رخ کیا۔

آپ کے اسفار علمیہ پر علامہ محمود احمد رفانقی نے اچھی

انجمن برکات رضا۔ ممبئی

روشنی ڈالی ہے چنانچہ فرماتے ہیں:

’ملک العلماء کے ورود کانپور کے وقت استاذ زمن حضرت مولانا احمد حسن کانپوری کا آخر عہد تھا، پھر بھی ان کا بحر علم پورے زور و شور سے لہریں لے رہا تھا۔‘

’حضرت ملک العلماء نے مولانا شاہ احمد حسن کانپوری سے علوم و فنون کی آخری کتابیں پڑھیں اور مولانا شاہ عبید اللہ سے ہدایہ آخرین پوری تحقیق سے پڑھی اور مولانا قاضی عبدالرزاق مرحوم سے کتب حدیث میں استفادہ کیا۔‘

’ملک العلماء کو پٹنہ ہی کے زمانہ قیام میں حضرت محدث سورتی کی شفقت و عطوفت اور بلند علمی منزلت نے اپنا گرویدہ بنا لیا تھا۔ کانپور میں بھی حضرت کے دل میں محدث سورتی کی یاد کا جذبہ برقرار رہا۔ اس کے علاوہ جس چیز نے ان کو پہلی بھیت کی حاضری پر ابھارا۔ وہ دوران درس حضرت مولانا احمد حسن کانپوری کی زبان حق شناس سے حضرت محدث سورتی کے وفور علمی خصوصاً مہارت علم حدیث کا مسلسل و متواتر تذکرہ تھا۔ ۱۳۲۲ھ میں ملک العلماء کانپور سے پہلی بھیت پہنچے اور ان کے موج بحر علم سے دوبارہ سیراب ہونے لگے۔ حضرت محدث سورتی بھی ان کی آمد سے بہت مسرور ہوئے۔‘ (ماہنامہ اشرفیہ اپریل ۱۹۷۷ء، ص ۲۸)

حضرت محدث سورتی کی بارگاہ میں عموماً اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کا تذکرہ ہوتا رہتا تھا۔ حضور ملک العلماء بغور سنتے، یہاں تک کہ آپ کے دل نے قصد بریلی پر آمادہ کیا اور کچھ دن محدث سورتی کی بارگاہ میں رہ کر سوائے بریلی روانہ ہوئے۔ ۱۳۲۲ھ میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کی بارگاہ فضل و کمال میں پہنچے۔ چونکہ وہاں باقاعدہ مدرسہ کا قیام ابھی نہیں ہوا تھا، اس لئے اعلیٰ حضرت نے مدرسہ اشاعت العلوم میں

رہنے کی اجازت دیدی اور اپنے یہاں مشق افتاء کا موقع فراہم کیا۔ بعد میں چل کر حضرت حجۃ الاسلام حامد رضا خاں اور علامہ حسن رضا خاں حسن بریلوی کے مشورہ پر اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے مدرسہ منظر اسلام قائم فرمایا ماشاء اللہ ادارہ کی قسمت دیکھئے مدرس اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی اور متدرس حضور ملک العلماء۔

علامہ رفاقتی لکھتے ہیں:

’صحیح بخاری و مسلم از اول تا آخر اعلیٰ حضرت ہی سے پڑھا۔ حضرت الاستاذ پر اعلیٰ حضرت کی عنایات فزوں تر تھیں۔ خوش قسمتی سے ان کو بخاری شریف کا وہی نسخہ پڑھنے کو مل گیا، جس میں اعلیٰ حضرت نے اپنے والد ماجد سے پڑھا اور تیرہ برس کی مختصر عمر میں محشی کیا تھا۔ اس حاشیہ کی قدر و قیمت کے بارے میں حضرت الاستاذ تحریر فرماتے ہیں۔‘

مرے بخاری شریف پڑھنے کے زمانے میں مصری بخاری کے علاوہ مولانا احمد علی سہارنپوری کے تحشیہ والی بخاری بلکہ شروح بخاری میں عینی، فتح الباری، ارشاد الساری، سب کتابیں تھیں۔ لیکن اعلیٰ حضرت کا نسخہ قلمی بخاری شریف جس میں اعلیٰ حضرت نے پڑھا تھا اور اپنے پڑھنے کے زمانے میں مصری کو محشی کیا تھا اس کے افادات و نکات کی لطافت کارنگ ہی اور تھا۔‘ (اشرفیہ جولائی ۱۹۷۷ء، ص ۱۶)

۱۳۲۵ھ میں اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے حضور ملک العلماء کو جلسہ دستار بندی کے حسین موقع پر مشائخ وقت کی موجودگی میں دستار فضیلت اور سند فضیلت عطا فرمائی۔

’حضور ملک العلماء کو ان کے شیخ نے سترہ اسانید مرحمت کئے تھے جس کی تفصیل انہوں نے اپنے رسالہ اسانید نزول

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدظلہ کی حیات اور علمی خدمات

علم کی معرفت، نسخ و منسوخ کا علم اختلاف متون و اسناد کی جانکاری میں دستگاہ کامل رکھتے تھے، ائمہ اربعہ کے مستدلات اور ماخذ و مراجع پیش نگاہ تھے۔ مسانید و معاجم، صحاح و سنن، جوامع و شروح و حواشی کا کوئی گوشہ نگاہوں سے اوجھل نہ تھا اور یہ وہ ساری خوبیاں ہیں، جو محدثین کی صفوں میں آپ کی بلند مقام کی تعیین کرتی ہیں۔ بلاشبہ حضور ملک العلماء محدث ہی نہیں محدث اعظم ہند تھے اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کے بعد اپنی مثال آپ تھے۔

حضور ملک العلماء کا محدثانہ مقام جاننے سے پہلے عہد اسلام کے دور اول اور تدوین سنت کے ابتدائی مراحل کی طرف تھوڑی توجہ دی جائے، تو فائدہ سے خالی نہ ہوگا اور جو کچھ ہمارے بزرگوں (اللہ تعالیٰ ان کی لغزشوں کو معاف فرمائے اور جنت نعیم میں ان کے درجات بلند کرے، آمین) سے صادر ہوا۔ اس کے تناظر میں حضور ملک العلماء کی تصنیف کی افادیت نکھرتی نظر آئے گی۔

انبیاء علیہم السلام کی تاریخ بتاتی ہے کہ ایک نبی کے رخصت ہونے کے بعد ان کے مشن کو آگے بڑھانے کے لئے دوسرے نبی کی بعثت ہوتی۔ پھر دوسرے کے بعد تیسرے پھر چوتھے اس طرح رشد و ہدایت کا کام آگے بڑھتا رہتا۔ گویا تبلیغ کی ساری ذمہ داری حاملین نبوت و رسالت کے سر تھی۔ لیکن رسول گرامی و قار صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قوم کی پیشوائی، تعلیم و تربیت، رشد و ہدایت کا منصب علماء امت کو تفویض ہوا۔

تبلیغ و عمل کا تعلق براہ راست قرآن مقدس اور فرامین رسول سے تھا۔ اس لئے ان کی طرف خصوصی توجہ دی گئی اور علماء امت کی ایک بڑی جماعت جسے محدثین کی جماعت کہا جاتا ہے۔ حدیث رسول کی تدوین، ترتیب، جمع و تالیف میں مشغول ہوئی۔

السکینۃ باسانید الازات المتیذہ میں تحریر فرمائی ہے۔“

آپ نے اپنے اساتذہ سے حدیث کی جن کتابوں کا درس لیا۔ سیرت نگاروں کی تحقیق کے مطابق وہ حسب ذیل ہیں:

(۱) صحیح البخاری (۶) مسند امام اعظم

(۲) صحیح مسلم (۷) موطا احمد محمد

(۳) سنن نسائی (۸) موطا امام مالک

(۴) سنن ابوداؤد (۹) مشکوٰۃ المصابیح

(۵) سنن ابن ماجہ (۱۰) طحاوی

یہ تو اساتذہ سے پڑھی ہوئی کتابیں ہیں۔ از خود جن کتابوں کا مطالعہ کیا، ان کی تعداد کثیر ہے۔ جس کا اندازہ آپ کی تصانیف سے بخوبی ہو سکتا ہے۔

اصول حدیث، جرح و تعدیل، اسماء الرجال کی کون کون سی کتابیں اپنے اساتذہ سے پڑھی ہیں، سردست اس کا سراغ نہیں لگ سکا۔ لیکن مقدمہ جامع الرضوی کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اس فن کی بڑی بڑی کتابیں مطالعہ میں آچکی تھیں۔

آپ کے علم و عمل، فضل و کمال، شعور و آگہی، وسعت نگاہی، بلند خیالی پر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کو کامل اعتماد تھا۔ بے پناہ محبت و شفقت فرماتے اور بہت سے فضلاء وقت و نابغہ روزگار شخصیات پر آپ کو ترجیح دیتے تھے۔

حضور ملک العلماء نے فراغت تحصیل علم کے بعد درس و تدریس کی طرف عنان توجہ موڑی۔ برسوں تک بڑے بڑے مراکز علم میں گوہر علم و فن لٹاتے رہے۔ اس کے ساتھ تصنیف و تالیف کا کام بھی کیا اور چالیس سے زائد کتابیں مختلف علوم و فنون پر تصنیف فرمائی۔

آپ کی تصنیفات و فتاویٰ شاہد ہیں کہ علوم حدیث کے تمام شعبوں پر آپ کی گرفت مضبوط تھی۔ سندوں کی حیثیت، شد و ذو

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدظلہ کی حیات اور علمی خدمات

جن لوگوں نے اس عظیم و جلیل خدمت کو انجام دیا وہ وہ مقبول و مشہور ہوئے اور ان کے لئے بے شمار

گزہ رقمطراز ہیں:

منصف مزاج قاری کا دل مطمئن ہو جائے اور مخالف و حاسد کا ناطقہ بند ہو جائے۔

”خالص محدثانہ انداز میں حنفی نقطہ نظر سے ہندوستان میں جو پہلا مجموعہ احادیث مرتب ہوا، وہ علامہ ظہیر احسن شوق نیوی بہاری (۱۲۷۸/۱۳۲۲ھ) کی آثار السنن ہے۔ یہ کتاب ۱۳۱۸ھ میں ۳۱۱ صفحات پر قومی پریس لکھنؤ میں چھپی۔ افسوس کہ یہ مکمل نہ ہو سکی کتاب کا خاتمہ باب فی زیارۃ قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اچانک ختم ہو گیا۔ اس کے بعد کے ابواب وہ لکھنا چاہتے تھے۔ بوجہ اس میں تاخیر ہوتی گئی۔ تا آن کہ مؤلف علام کی وفات ہو گئی۔ یہ مختصری کتاب علماء احناف میں قدر کی نگاہ سے دیکھی گئی اور میرے طالب علمی کے زمانے میں بہار کے مدارس میں ہمارے درس میں شامل تھی۔ ممکن ہے کہیں کہیں اب بھی پڑھائی جاتی ہو۔

مقدمہ میں وضاحت کی گئی ہے کہ حدیث کی موضوعیت کیسے ثابت ہوتی ہے، اس کے اصول اور جن لوگوں نے بلا لحاظ قواعد و ضوابط صحیح یا حسن یا ضعیف حدیثوں کو زمرہ موضوعات میں شامل کر لیا ہے۔ ان کی تردید و تعاقب، احادیث ضعیفہ کا مقام و معیار، احکام و اعتبار پر زور دار بحث ہے۔ راوی مجہول و منکر کی حیثیت و مرتبہ، حدیث منکر و متروک و مبہم پر کی جانے والی موشگافیوں کا محققانہ تجزیہ کچھ اس انداز سے فرمایا کہ قاری درطہ حیرت میں پڑ جائے۔

یہ دیکھ کر کہ یہ مختصری کتاب ہے اور اس سے احناف کی ضرورت پوری نہیں ہوتی، حضور ملک العلماء فاضل بہار نے احادیث کا سارا ممکن الحصول مجموعہ کھنگال کر صرف وہی احادیث صحیحہ جمع کرنے کا بیڑا اٹھایا، جو موید مسلک اہل سنت و احناف ہوں اور فقہ حنفی کا ماخذ و مصدر، انھوں نے وہ تمام مرویات جمع کیں۔ جن پر مذہب حنفی کی عمارت کھڑی کی گئی ہے اور حتی الامکان فقہ حنفی کا شاید ہی کوئی مسئلہ ایسا رہا ہو، جس کی سند اور استشہاد میں کوئی خبر اور اثر پیش نہ کی گئی ہو۔“ (ملک العلماء و تصانیف، ص ۳۲)

منصف مزاج قاری سنجیدگی کے ساتھ مقدمہ کا مطالعہ کرے تو بآسانی اس نتیجے پر پہنچ سکتا ہے کہ حضور ملک العلماء کے سامنے اصول حدیث کی مستند مطول و مختصر اور تمام شروح و متون کی کتابیں مثل آئینہ ہیں اور ناقدین فن، ائمہ جرح و تعدیل کے اقوال و فرمودات، اسماء الرجال کے مباحث تاریخ و سیر اور جرح و تعدیل کی کتابیں بالکل ازبر ہیں۔ لگتا ہے کہ امام سیوطی کا احتیاط، ذہبی کی سرعت قلمی، ابن معین و قطان کی ناقدانہ بصیرت، امام نسائی کی شدت، حاکم کی نرمی، ابن حجر کی خامہ رفتاری، خطیب بغدادی کی ہمہ جہتی، امام ابو یوسف کی فقہی حمیت، امام محمد کی شان استدلال، بدر عینی کا طرز تعاقب، داری کی شان، سخاوی کا انداز، حافظ زلیعی کی شوکت تخریج، نقد ابن مبارک کی جلوہ سامانی، ابن عدی و دارقطنی کی معلومات، ابن الصلاح کی وسعت فہمی، امام نووی کا زور بیان، غوث اعظم کی برکتیں انتہائی عروج پر ہیں اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کے فیضان کا چشمہ سطر سطر سے پھوٹ رہا ہے۔ عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد کے شیخ الحدیث اور صدر شعبہ

ملک العلماء صحیح البہاری کے آغاز میں ایک معلوماتی مقدمہ تحریر فرمایا ہے۔ ۳۲ فصلوں پر مشتمل مقدمہ میں آپ نے جس سادہ، شستہ، شگفتہ اور سہل انداز میں اصول حدیث کے دقتیں، بنیادی اور ضروری مسائل کو بیان فرمایا ہے، وہ اپنی مثال آپ ہے۔ ناقدین فن کے آرا کتب اصول کی عبارتیں محققین کے اقوال، ائمہ احناف کے موقف کی تائید میں کچھ اس طرح پیش کی گئی ہیں کہ

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی صاحب کی حیات اور علمی خدمات

دینیات حضرت شاہ عبدالقدیر حسرت حسینی نے مقدمہ کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

”میں خصوصیت کے ساتھ اس کے مقدمہ کی تعریف کرتا ہوں۔ جس میں بہت سے ضروری فوائد ذکر کئے گئے ہیں۔ جس میں گویا وہ اصول حدیث کا اہم رسالہ ہے۔ خدائے تعالیٰ مولف کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔“ (ماہنامہ اشرفیہ، جنوری ۱۹۷۹ء، ص ۱۳)

اس مقدمہ کی تالیف کیسے ہوئی علامہ رفاقتی فرماتے ہیں:

”جب انہوں نے صحیح البہاری کو مکمل کر لیا، تو ان کو اصول حدیث پر ایک مقدمہ لکھنے کا خیال آیا۔ انہوں نے برسہا برس پہلے اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے مطبوعہ وغیر مطبوعہ رسائل سے احادیث کی تحقیق اور اصول حدیث کی تدقیق میں ان کے تفردات کو بڑی محنت سے جمع فرمایا تھا اور الافادات الرضویہ کے نام سے اس مرتب فرمایا تھا۔ حضرت الاستاذ نے صحیح البہاری کے مقدمہ میں اس سے استفادہ فرمایا اور آخر میں صاف صاف اعتراف فرمایا۔ وهذا النهر صفر من البحر الاکبر من بحار علوم سیدی و شیخی (ماہنامہ اشرفیہ، جنوری ۱۹۷۹ء، ص ۱۳)

مقدمہ کے بعد جامع الرضوی معروف صحیح البہاری کا آغاز ہوتا ہے۔ مصنف کے پروگرام و منصوبے سے قطع نظر جو نسخہ میرے سامنے ہے۔ نو سو ساٹھ صفحات اور دس ہزار احادیث و آثار پر مشتمل ہے۔ ترتیب میں مشہور انداز یعنی ابواب فقہیہ ملحوظ رکھا گیا ہے۔ عنوان کے انتخاب و تعبیر اور ترجمہ ابواب کی ندرت سے آپ کی فقہی بصیرت ظاہر ہے، تو کثرت احادیث سے شان محدثانہ عیاں۔

صحاح و سنن، مسانید و معاجم کی متعدد مطول و مختصر کتابیں نظروں سے گذریں۔ مگر جو التزام اس کتاب میں نظر آتا ہے، وہ کہیں اور نہیں۔ دور نہ جا کر کتب مشہورہ پر نظر ڈالتے ہیں۔ ائمہ

احناف و شوافع کے درمیان مشہور اختلافی مسئلہ رفع یدین کا ہے۔ اس عنوان پر سب نے کچھ نہ کچھ لکھا ہے۔ اپنے اپنے موقف کی تائید میں احادیث و آثار جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔

امام بخاری ایک باب باندھتے ہیں۔ بسبب رفع الیدین اذا کبر و اذ رکع و اذا رفع اس باب کے تحت حدیث ذکر کر کے رفع یدین ثابت کرتے ہیں۔ مگر اس کی وضاحت نہیں کہ آیا رفع یدین سنت ہے یا فرض، واجب ہے یا مستحب۔

امام نسائی باب باندھتے ہیں بسبب رفع الیدین للسجود (یہاں بھی کوئی وضاحت نہیں) پھر دوسرا باب باندھتے ہیں باب ترک رفع الیدین للسجود مطلب یہ کہ وقت سجود رفع یدین ترک ہے۔ کیا سمجھ کر حرام یا مکروہ یا کیا۔ اس کی کوئی وضاحت نہیں کہ رفع یدین کرنے کی صورت میں صحت نماز پر کیا منفی اثر مرتب ہوگا؟ اس طرح امام ترمذی کسی کسی باب کے آخر میں فرماتے

ہیں العمل علی هذا عند اهل العلم یعنی اس حدیث پر اصحاب علم کا عمل ہے۔ مگر اس کی کوئی صراحت نہیں کہ اصحاب علم کے عمل کی نوعیت کیا ہے۔ عمل کرنے والوں نے اسے فرض یا واجب یا سنت، یا مستحب یا مستحسن، کیا سمجھ کر عملی جامہ پہنایا۔

ہاں اصحاب صحاح ستہ نے کسی کسی باب میں وجوب یا استحباب یا حرمت یا کراہیت کا قول کیا ہے۔ مگر ہر مسئلہ میں اس کا التزام نہیں۔ لیکن صحیح البہاری دیکھئے، تو آپ پائیں گے کہ حضور ملک العلماء کی عادت ہے کہ باب باندھتے وقت مراتب احکام کا خیال رکھتے ہیں۔ مثال کیلئے حسب ذیل ابواب پر نظر دالیں۔

(۱) ابواب فرائض الوضو

(۲) ابواب سنن الوضو

(۳) ابواب مستحبات الوضو

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رحمہ اللہ کی حیات اور علمی خدمات

(۴) ابواب مباحات الوضو

(۵) ابواب مکروہات الوضو

(۶) ابواب الوضو المفروض

(۷) ابواب الوضوء الواجب

(۸) ابواب الوضوء المسنون

(۹) ابواب شروط الصلوٰۃ

(۱۰) ابواب فرائض الصلوٰۃ

(۱۱) ابواب واجبات الصلوٰۃ

(۱۲) ابواب سنن الصلوٰۃ

(۱۳) ابواب مندوبات الصلوٰۃ

(۱۴) ابواب مکروہات الصلوٰۃ

وغیرہ

گویا باب پر نظر پڑتے ہی قاری کو یک گونہ علم حاصل

ہو گیا کہ اس ذیل میں جتنی حدیثیں آئیں گی، ان سے فلاں نوعیت

کا حکم مستفاد ہوگا۔

درج کی جاتی ہیں۔ اس کے دو فائدے ہیں۔

اول یہ کہ صحاح میں کسی طرح کی کوئی کمی ہو، تو مجموعہ

ضعاف کے ذریعہ اس کا ازالہ ہو جائے اور اسے مزید تقویت مل

جائے اور صحاح کی موافقت کی وجہ سے رواۃ ضعاف کے متعلق

اطمینان حاصل ہو جائے اور صحاح و ضعاف کا مجموعہ قوی سے قوی تر

ہوتا چلا جائے، جو باب احکام میں مطلوب و مقصود ہے۔

جبکہ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ ضعیف حدیثیں مردود و بیکار

ہونے کے بجائے محفوظ و منضبط اور عملی زندگی میں جاری ہو جائیں۔

کیوں کہ فن جرح و تعدیل جس کے ذریعہ حدیثوں کی صحت و ضعف

کا علم ہوتا ہے، اس لئے وضع نہیں ہوا کہ کسی راوی میں ادنیٰ سی کمی

کے باعث اقوال رسول کو رد کر دیا جائے، بلکہ مقصد وضع تو یہ ہے کہ

حدیث کو صیانت و حفاظت فراہم کی جائے اور قول رسول کو اقوال

غیر سے ممتاز کیا جائے۔

حضور ملک العلماء نے صحاح کے ساتھ ضعاف کو بھی جگہ

دی۔ جس کے سبب ایک ایک باب میں کئی کئی نہیں، بلکہ درجن کے

اہل نظر ترجمہ ابواب کی جدت و ندرت سے حضور ملک

العلماء کے اشارہ و فقیرانہ اور متعلمہ و محققانہ کا بخوبی راہ راہ کر کے سکتے ہیں۔ ان کے لئے یہ کتاب بہت ہی قیمتی ہے۔

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام احمد رضا رحمہ اللہ کی عظیم کتاب کی ضخیم حیات اور علمی خدمات

(۹) باب الجمع الصوری بین الصلوٰتین ۱۳۸/احادیث

(۱۰) باب وضع الیمین علی الشمال تحت السرة ۱۲/احادیث

(۱۱) باب التشهد کیف هو ۱۶/احادیث

عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد کے شیخ الحدیث اور صدر شعبہ دینیات حضرت شاہ عبدالقدیر حسرت حسینی نے جزء اول کو ملاحظہ فرما کر یوں رقم طراز ہیں:

”ہر مسئلہ پر اس قدر کثرت سے حدیث بیان کی ہیں کہ ضعیف، حسن، حسن صحیح، آثار مشہور کا درجہ حاصل کر لیتی ہے، جو لوگ مذہب احناف کو مبنی برائے اور مخالف حدیث سمجھتے تھے۔ اس کتاب کو دیکھنے کے بعد ان کو اپنی رائے بدل لینی پڑے گی۔“ (ماہنامہ اشرفیہ، جنوری ۱۹۷۹ء، ص ۱۳)

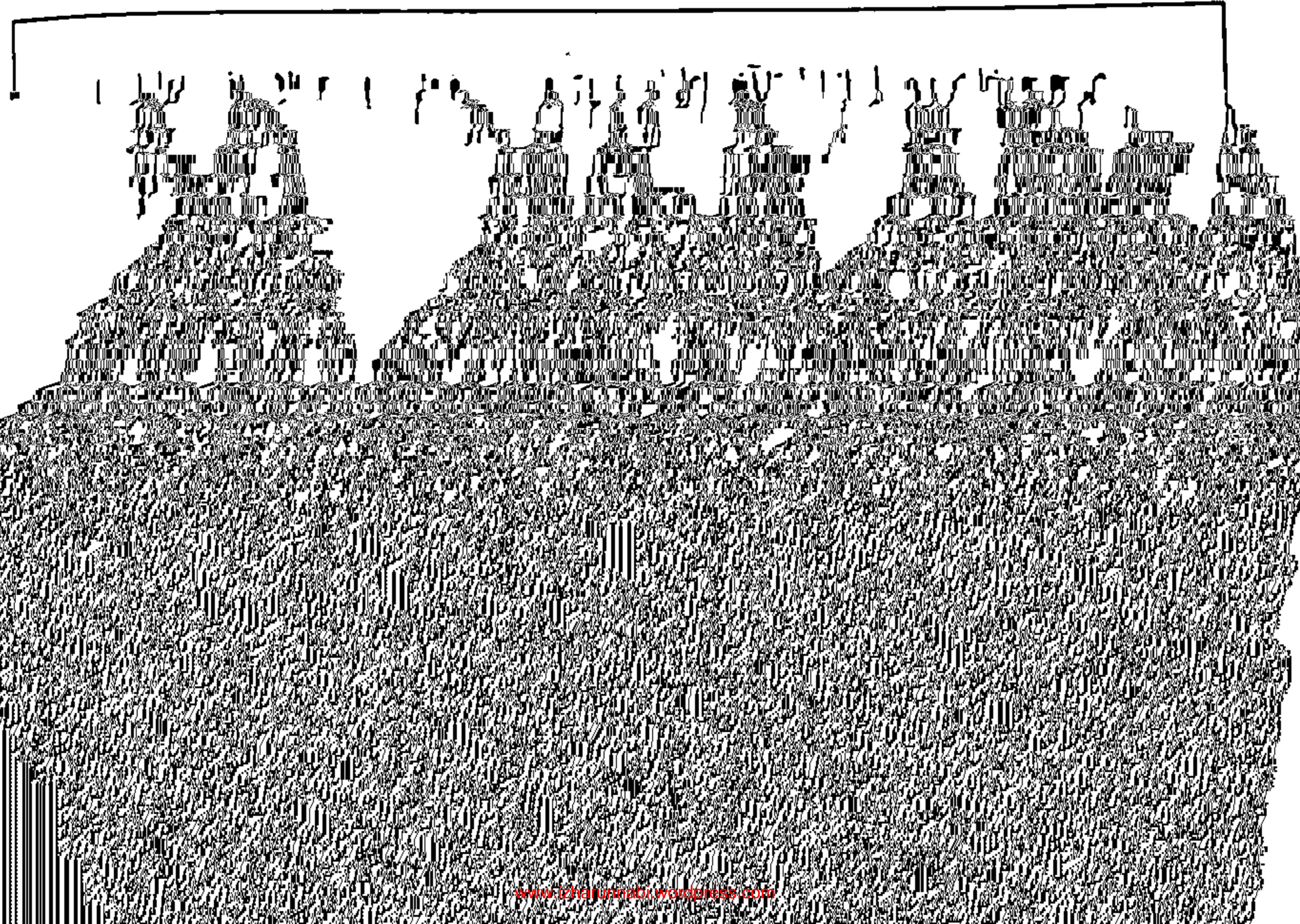
حضور ملک العلماء کا علم حدیث میں بڑا اونچا مقام تھا۔ معاصر محدثین آپ کے فضل و کمال کے معترف تھے، علماء اہل

سنت، علماء دیوبند، علماء اہلحدیث وغیرہ نے کھلے لفظوں میں آپ کی محدثانہ بصیرت اور علوم حدیث میں مہارت و مہارت کا اعتراف کیا۔ اور کیوں نہ ہو، جب کہ ایک طرف مخدوم بہار کا فیضان آپ کے سر پہ سایہ فلک تھا، تو دوسری طرف مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رضی اللہ عنہ کی شفقتیں، نوازشیں معاون و مددگار تھیں۔

اسی بلند قامت شخصیت اور عظیم ہستی کے محدثانہ مقام پر بہت کچھ لکھنے کی طبیعت چاہتی ہے، مگر کتابوں کی قلت اور وقت کی تنگی دامن گیر ہے۔ اس لئے ان ہی چند سطور پر اکتفا کرتا ہوں۔

اگر خموش رہوں تو تو ہی سب کچھ ہے
جو کچھ کہا تو ترا حسن ہو گیا محدود

☆☆☆



صحیح البہاری اہل علم و دانش کی نظر میں

از قلم: مولانا محمد مجاہد حسین جیبی، رکن آل انڈیا تبلیغ سیرت مغربی بنگال، ۶- تالکھ لین، کلکتہ-۱۳

عمدۃ المحققین، سلطان المناظرین، ملک العلماء حضرت علامہ مولانا سید شاہ محمد ظفر الدین قادری رضوی علیہ الرحمہ کی ذات ستودہ صفات محتاج تعارف نہیں۔ آپ کی زندگی امت مسلمہ کی سرفرازی و سر بلندی سے عبارت تھی۔ ہمہ وقت دین و سنت کے فروغ کے لئے مستعد رہتے۔ جس پر آپ کی صبح و شام کی زندگی شاہد عدل ہے۔ علاوہ ازیں آپ فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے معتمد خاص اور مقبول نظر تھے، قیام منظر اسلام کے محرک آپ ہی بنے۔ تصانیف رضا کی فہرست آپ ہی نے مرتب فرمائی اور مرشد برحق مجدد دین و ملت اعلیٰ حضرت کے وصال فرمانے کے بعد سب سے پہلے حیات اعلیٰ حضرت کے نام سے آپ ہی نے چار جلدوں میں کتاب تحریر فرمائی جو بعد میں اعلیٰ حضرت پر کام کرنے والوں کے لئے ماخذ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس بنا پر آپ کو رضویات کا موسس اول قرار دیا جائے تو کچھ بیجا نہ ہوگا۔

عبد سلام سلامت جس سے سخت آفات میں آتے یہ ہیں میرے ظفر کو اپنی ظفر دے اس سے شکستیں کھاتے یہ ہیں ان اشعار میں خلف اکبر حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں، مولانا عبدالسلام جبل پوری کے بعد ملک العلماء علامہ ظفر الدین فاضل بہاری کا آپ نے ذکر فرمایا۔ پھر علی الترتیب صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی گھوسوی، صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی، مولانا سید احمد اشرف کچھوچھوی، مولانا سید دیدار علی لاہوری، مولانا احمد مختار، مولانا عبدالعلیم صدیقی میرٹھی، مولانا عبدالاحد پبلی بھیت، مولانا رحیم بخش آروی، مولانا حاجی لعل خاں کلکتہ، مولانا مصطفیٰ رضا خاں بریلوی، مولانا برہان الحق عبدالباقی جبپوری، مولانا شفیع احمد پسرپوری، مولانا حسنین رضا بریلوی کے اسمائے گرامی آتے ہیں۔ جس سے اس امر کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ملک العلماء اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے مقرب خاص اور منظور نظر تھے۔ اس صحبت و قربت کا اثر یہ ہوا کہ مرشد طریقت کے عکس جمیل بنے۔ قلم و قرطاس سے ہمیشہ جڑے رہے۔ ستر سے زائد معیاری و تحقیقی کتابیں تصنیف فرمائیں جو اپنی مثال آپ ہیں۔

یہ کتابیں مختلف علوم و فنون مثلاً حدیث، اصول حدیث، فقہ، فلسفہ، منطق، ہیئت، توقیت، نحو، سیرت، مناظرہ وغیرہ پر ہیں، لیکن ان کتابوں میں جو شہرت صحیح البہاری کو حاصل ہوئی، وہ اپنی

اس سعادت بزور بازو نیست تانہ بخشد خدائے بخشندہ خود فاضل بریلوی کی نگاہ میں آپ کی قدر و منزلت کیا تھی، اسے ان اشعار سے سمجھا جاسکتا ہے جو انہوں نے اپنے اصحاب کے ذکر اور ان کے حق میں دعا کے لئے کہے ہیں۔ فرماتے ہیں۔

تیرے رضا پر تیری رضا ہو اس سے غضب تھراتے یہ ہیں بلکہ رضا کے شاگردوں کا نام لئے گھبراتے یہ ہیں حامد منی انامن حامد حمد سے ہمد کھاتے یہ ہیں

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدظلہ کی حیات اور علمی خدمات

مثال آپ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حدیث کی جتنی بھی کتابیں مدارس اسلامیہ اور عوام و خواص میں فی زمانہ رائج ہیں مثلاً صحاح ستہ، مشکوٰۃ وغیرہ یہ زیادہ تر شافعی محدثین کی لکھی ہوئی ہیں۔ جن میں اس قسم کی حدیثیں جمع کرنے کا التزام کیا گیا ہے جو ان کے مذہب و مسلک کی مؤید ہیں، بایں وجہ ایک زمانے سے حاسدین امام اعظم ابوحنیفہ، اور فقہ حنفی پر اعتراض کرتے رہے ہیں کہ امام ابوحنیفہ نے اپنے مذہب کو رائے اور قیاس کے سہارے کھڑا کیا ہے جو کہ سراسر غلط ہے، ملک العلماء نے صحیح البہاری کی ترتیب کے ذریعہ اس کا واضح ثبوت فراہم کیا کہ فقہ حنفی کے جتنے بھی مسائل ہیں، وہ سب احادیث اور آثار سے ثابت شدہ ہیں۔ اگرچہ ملک العلماء علامہ ظفر الدین بہاری سے کافی عرصہ پیشتر حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ (۱۰۵۲ھ-۹۵۸ھ) نے فقہ حنفی کی تائید میں احادیث کا ذخیرہ جمع کیا اور فتح المنان فی تائید مذہب النعمان کے نام سے کتاب لکھی۔ اس سلسلے کی دوسری کوشش علامہ سید شاہ محمد مرتضیٰ زبیدی بگرامی (۱۱۳۵ھ-۱۲۰۵ھ) نے کی اور عقود الجواهر المنفیہ فی ادلة امام ابی حنیفہ تحریر فرمائی۔ اس طرز کی تیسری کوشش علامہ ظہیر احسن شوق نیوی بہاری (۱۲۷۸ھ-۱۳۲۲ھ) نے فرمائی اور آثار السنن کے نام سے ایک مجموعہ احادیث خالص محدثانہ طرز پر تیار کیا۔ جو آج بھی بعض مدارس میں داخل نصاب ہے تاہم مذکورہ کتابوں سے فقہ حنفی کی وہ ضرورت نہیں ہو پارہی تھی جو وقت کا ایک اہم تقاضہ تھا۔ لہذا اس بارگراں کو اٹھانے اور خلاء کو پر کرنے کے لئے ملک العلماء علامہ ظفر الدین بہاری سامنے آئے۔ عمر عزیز کا بڑا حصہ اس کی ترتیب و تبویب میں صرف فرمایا اور الجامع الرضوی معروف بہ صحیح البہاری کے نام سے فقہی ابواب کی طرز پر ذخیرہ حدیث کو چھ ضخیم جلدوں میں جمع فرمایا۔

اس کتاب میں عقائد، اعمال، عبادات، معاملات اور اخلاقیات پر احادیث کا بیش بہا ذخیرہ موجود ہے۔ اس میں وہ تمام احادیث و آثار جمع کئے گئے ہیں جن پر فقہ حنفی کی عمارت کھڑی ہے۔ فقہ حنفی کا شاید ہی کوئی مسئلہ ہو جس کی تائید میں اس کتاب میں بطور دلیل کوئی حدیث، خبر یا اثر پیش نہ کی گئی ہو۔ بایں وجہ حنفی محدثین کی لکھی ہوئی کتابوں میں جامع الرضوی معروف بہ صحیح البہاری منفرد و ممتاز ہو گئی ہے۔ ملک العلماء نے اسے چھ ضخیم جلدوں میں تحریر فرمایا جو کچھ اس طرح ہیں۔

پہلی جلد کتاب العقائد پر۔ دوسری جلد کتاب الطہارۃ پر۔ تیسری جلد کتاب الزکوٰۃ، کتاب الحج، کتاب الصوم پر، چوتھی جلد کتاب النکاح تا کتاب الوقف، پانچویں جلد کتاب البیوع تا کتاب الغضب، چھٹی جلد کتاب الشفیعہ تا کتاب الفرائض پر مشتمل ہے۔

ان چھ جلدوں میں صرف دوسری جلد متعدد مرتبہ ہندستان سے اور ایک مرتبہ پاکستان سے شائع ہو چکی ہے۔ اس دوسری جلد کی ضخامت ۹۶۰ صفحات ہے اور تقریباً دس ہزار احادیث پر مشتمل ہے۔ بقیہ جلدیں کسی وجہ سے اب تک منظر عام پر نہیں آسکیں، جو ملک العلماء علامہ ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ کے جانشین پروفیسر ڈاکٹر محمد مختار الدین صاحب کے پاس موجود محفوظ ہیں۔ تاہم ۱۹۳۱ء تا ۱۹۳۷ء کے درمیان جب صحیح البہاری کی جلد دوم کتاب الطہارۃ کی اشاعت ہوئی، تو ملک کے جلیل القدر علماء اور دانشوران قوم نے اسے خوب سراہا۔ عظیم الشان علمی و دینی کارنامہ قرار دیا۔ دوسرے مکاتب فکر کے صاحبان علم و دانش نے بھی داد و تحسین سے نوازنے میں کمی نہ کی۔ علمائے کتاب پر تقریظ اور تبصرے لکھے، مبارکبادیاں بھیجیں۔ ملک کے طول و عرض سے شائع ہونے والے اخبارات و رسائل نے بھی اچھے تبصرے شائع کیے۔

اپنی خوش نصیبی پر آپ کو نازاں ہونے اور علما کو غبطہ کرنے کا موقع ہے اللہ تعالیٰ آپ کی سعی کو مشکور فرمائے۔ اصل کتاب جس مقصد کو پیش نظر رکھ کر تالیف کی گئی ہے اس سے قطع نظر ترتیب اور خاص کر اوائل کتاب میں افادات کے اضافہ نے فوائد خوبی میں غیر معمولی اضافہ کر دیا ہے، جو بجائے خود ایک خاص چیز اور آپ کی جودت و وسعت نظر پر دال ہے۔ کاش مصر وغیرہ ممالک اسلامیہ سے اس کی اشاعت ہوتی تو اس کی شہرت و مقبولیت دنیائے اسلام میں ہوتی۔

خیر طلب: سعید الرحمن

حضرت مولینا مولوی عبدالقدیر صاحب

پروفیسر حدیث و صدر شعبہ دینیات کلیہ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن
اما بعد فقیر نے جامع الرضوی المعروف بہ صحیح البہاری مجلد
ثانی مصنفہ مولینا مولوی محمد ظفر الدین صاحب کو دیکھا، یہ حدیث کی
نہایت اچھی اور جامع کتاب ہے۔ بحدا امکان احادیث کو جمع کرنے
میں کوتاہی نہیں کی۔ مذہب احناف کی تائید کا خصوصیت سے لحاظ
رکھا گیا ہے ہر مسئلہ پر اس قدر کثرت سے حدیثیں بیان کی ہیں کہ
ضعیف حدیث حسن، حسن صحیح، احاد مشہور کا مرتبہ حاصل کر لیتی ہے
جو لوگ مذہب احناف کو مٹی برائے اور مخالف حدیث سمجھتے تھے۔
اس کتاب کے دیکھنے کے بعد ان کو اپنی رائے بدل لینی پڑے گی۔
خیر اب بھی حق ظاہر ہو جائے اور اس جلیل القدر امام کے متعلق
سو ظن دور ہو جائے تو الحمد للہ میں خصوصیت سے اس کے مقدمہ کی
تعریف کرتا ہوں جس میں بہت سے ضروری فوائد ذکر کئے گئے
ہیں، گویا وہ اصول حدیث کا اہم رسالہ ہے۔ خدائے تعالیٰ مؤلف
کو جزائے خیر عطا کرے اور مسلمانوں کو اس کے مطالعہ کی اور اشاعت
کی توفیق دے۔ وانا الفقیر الی اللہ الغنی عبدالقدیر محمد صدیق الحسینی

جو افادہ عوام کے لیے کمی بیشی کے بغیر ہدیہ ناظرین ہیں۔

حضرت امیر شریعت بہار و اڑیسہ حضرت مولینا سید شاہ

محمی الدین صاحب زیب سجادہ عالیہ مجیب پھلواری شریف

”میں نے اس کتاب موسوم بہ جامع الرضوی معروف صحیح
البہاری کے مقدمہ و اکثر مقامات کو دیکھا بحمد اللہ یہ تصنیف مذہب
حنفیہ پر اغیار کے اس غلط الزام کا کہ ”یہ لوگ اقوال منصوصہ کو چھوڑ کر
اقوال امام اعظم پر عمل کرتے ہیں“ بہت کافی و شافی جواب ہوگی۔
انشاء اللہ تعالیٰ، اور اہل انصاف پر روز و روشن کی طرح واضح
ہو جائے گا کہ تقلید امام ابوحنیفہ کس نیت سے ہے اور یہ کہ اس تقلید کو
شخصیت پرستی سے کوئی تعلق نہیں بلکہ خدا پرستی و اتباع رسول کا اصلی
ذریعہ ہے۔ اللہ پاک مصنف کو جزائے خیر عطا فرمائے اور اس عمل کو
ان کے درجہ مقبولیت بخشے اور اس کتاب کو مقبول خاص و عام کرے
آمین ثم آمین۔

محمد محی الدین قادری پھلواری

۱۰ صفر بروز جمعہ ۱۳۵۱ھ

حضرت مولینا مولوی حکیم سعید الرحمن خان

صاحب ارشد تلامذہ اعلیٰ حضرت مولینا وصی احمد محدث سورتی پہلی بھیت
جامع الرضوی کی تالیف سے آپ نے مسلک حنفیہ و
مذہب حنفیہ کی وہ عدیم النظیر خدمت کی ہے جس کا صلہ خدائے تعالیٰ
آپ کو دارین میں عطا فرمائے گا۔ حقیقتاً یہ ایک بڑی کمی تھی جس کی
جانب تعجب ہے کہ اس سے قبل ہمارے علمائے کرام نے توجہ نہ فرمائی
کل امر مرہون باوقاتہ اس خیر جاری کے لئے مصلحت
الہی میں یہی وقت مقرر اور اس نعمت عظمیٰ سے آپ کا مشرف ہونا
مقدر تھا۔

این سعادت بزور بازو نیست تانہ بخشہ خدائے بخشندہ

جهان ملك العلماء

حضرت مولانا محمد حيدر شريف صاحب

مہتمم امداد المعارف مدرسہ نظامیہ حیدرآباد دکن

وبعد قد طالعت جزء ثانيا من جامع الرضوى المعروف به صحيح البهارى من اواله الى اخره اجمالا ووجدته كتابا ينقا جامعا لجميع المسائل من الطهارة وجيزا فى علوم الحديث على منهج المشكوة والتسير مفيد للطلبة الحنفية المشافى الحديث النبوى عليه الصلوة والتسليم. لله در لجامعه فانه لم يال بذل الجهد والسعى فى تهذيبه وترتيبه وجمعه فطوبى لكم ايها الطلبة بادرو اليها هدا دنيكم عليه فرض عليكم واجب اعلامه.

کتبہ محمد حيدر شريف مہتمم امداد المعارف النظامیہ

حضرت مولانا سيد حيدر ولي الله صاحب قادري

ناظم دارالعلوم لطيفيه خانقاه حضرت قطب ويلور (مدارس)

اما بعد فقد وصل الينا كتاب دابر، وخطاب عاطر من العلامة صاحب التمكين والجاه، ذى الدارية والانتباه، صانه الله تعالى عن الخطاء والاشتباه. واوصل فيضه الى كل من ناهى عنه ووالاه. اى كتاب جامع لانحاء مسانيد ماخذ الفقهاء الكرام سيما العلماء الحنفية الجهابذة العظام. فياله من جامع مستعن عن التوصيف ومطالعتة للتعريف تغنى عن التعرف والتعريف. فما احسن تبيه وتنميقة وتهذيبه، سيما لهجه فى سياق المتون الاسافلة والاعالية المتكاثرة المتواليه. لاعتضاد البعض ببعضها. وسرد طرق الاسانيد بقضها وقضيضها، الا انه نبذة مमारام.

حضور ملك العلماء امام العصر سيد محمد ظفر الدين عظيم آبادى صاحب حيات اورى خدمات

وانمودجة لمقام. واعتنى تبضيفه وتصدى لتاليفه فيا ايها العلماء العظام. والطلباء الكرام. والسادة الضخام. وقادة الزمام. قوامو مؤيدين باشاعته الرافعين الى اجابته بعهد وفاق المصنف لعصده ميثاق العرف سيد حيدر ولي الله قادري عفى عنه

ناظم دارالعلوم لطيفيه واقع خانقاه حضرت قطب ويلور قادري گرامى جناب مولانا مولوى سيد شاه عز الدين صاحب پهلوار وى اديب دارالعلوم ندوة العلماء لکھنؤ

ہندستان میں مدتوں سے یہ ضرورت محسوس کی جا رہی تھی کہ کوئی ایسی جامع کتاب لکھی جائے جو حنفیہ کے فقہی مسائل کی حدیث سے تطبیق دے۔ اس موضوع پر متعدد علماء نے کتابیں لکھیں لیکن حنفیہ کی جانب سے حدیث کی بے اعتنائی کا عام خیال جو اہل حدیث علماء کی کوششوں سے پیدا ہو گیا تھا وہ بالکل زائل نہ ہو سکا۔ اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے جناب ذوالفضائل والنہی مولانا ظفر الدین صاحب مدرس ہیات و حدیث مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ نے ایک ضخیم کتاب (جامع الرضوی المعروف صحیح البہاری) بڑی دیدہ ریزی و عرق سوزی سے لکھا شروع کی جس کی ترتیب ابواب فقہ پر قائم کی اور ہر مسئلہ کے نیچے اس کی دلیل حدیث سے پیش کی اگرچہ یہ کام مشکل تھا لیکن مولانا جیسے عزم و ارادہ کے لوگوں کے لئے نہیں۔ بحمد اللہ اس عظیم دفتر کا پہلا حصہ منظر عام پر آ گیا ہے۔ حدیث کے بیان میں مصنف نے کسی کتاب کی تخصیص نہیں کی ہے بلکہ صحاح ستہ کے علاوہ دیگر کتب حدیث سے بھی استناد کیا ہے۔ الغرض کتاب نہایت جامع اور حنفیہ کے لئے مفید ہے۔ علماء و طلباء کے لئے یکساں مفید ہے۔ اہل علم حضرات کو اس کی طرف متوجہ ہونا چاہئے اور تقریباً اس کا ایک نسخہ اہل علم کے گھر

میں ہونا چاہئے۔

عزالدین پھلواڑی شریف

گرامی جناب مولانا سید شاہ غیاث الدین حسن صاحب

چشتی نظامی فخری شریفی رجہتی۔ دامت فیوضہ

جامع الرضوی صحیح البہاری شریف کی زیارت ہوئی مولینا! واللہ آنکھیں روشن، اور دل منور ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی اس محنت و کاوش کے صلہ میں آپ کو محبوب حضرت ختم رسالت صلی اللہ علیہ وسلم بنائے، آپ کی حیات میں ترقی دے۔ آپ کے فیوض کی خیر و برکت سے دنیا کو بہرہ مند فرمائے۔ یہ فقیر آپ کی محنت کا شکر یہ ادا کرنے سے قاصر ہے۔

فقیر سید شاہ غیاث الدین حسن شریفی عفی عنہ

واقف اسرار و حقائق حضرت مولانا حافظ

سید شاہ محمد حبیب الحق،

عمادی قادری سجادہ نشین خانقاہ عمادیہ، منگل تالاب پٹنہ:

میں نے مخلصی مولوی شاہ محمد ظفر الدین صاحب کی کتاب صحیح البہاری کو بنظر غور دیکھا اور اس کو ایک نہایت مفید کتاب پایا، عام طور سے حضرات اہل حدیث یہ کہا کرتے ہیں کہ مسلک حنفی کا دار و مدار صرف حضرت امام اعظم یا ان کے چند شاگردوں کی راؤں پر ہے اور اس کو احادیث سے کوئی تعلق نہیں۔ اس کتاب نے اس خیال کو غلط ثابت کر دکھایا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس دور کے بزرگ ہیں، جب کہ اکابرین جمع حدیث کی طرف زیادہ توجہ نہیں کرتے تھے اور کتاب اللہ سے بے داسوہ حسنہ نبویہ فتوے دیا کرتے تھے۔ احادیث کی چھان بین نہایت حزم و احتیاط سے کرتے تھے اور استنباط مسائل خلفائے راشدین اور صحابہ کے اصول پر کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جس

طرح خلفائے راشدین اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اپنے معتمد علیہ حدیثوں کا کوئی ذخیرہ جمع نہیں فرمایا، اسی طرح حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے جمع حدیث سے احتیاط کرنا مناسب سمجھا، لہذا جس طرح یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ حضرات خلفائے راشدین و صحابہ کرام رضی اللہ عنہم احادیث سے بے خبر تھے اور فقط اپنی راؤں سے فتوے دیا کرتے تھے۔ اسی طرح حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ پر یہ الزام اصول متقدمین سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔ ہمارے محترم دوست نے یہ کتاب لکھ کر اس بات کو واضح کر دیا کہ مسلک حنفی کا کوئی جزئیہ بھی حدیث کے خلاف نہیں۔ فشکر اللہ مساعیہ و جزاء اللہ عنا وعن جمیع المسلمین جزاء حسنا۔ امید ہے کہ علمائے کرام و طلبہ دین خیر الا نام اس کتاب سے حظ وافر اور فائدہ اٹھائیں گے اور ہمارے مخلص کی محنت دنیا میں مشکور اور عاقبت میں ماجور ثابت ہوگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

خادم الطلبة خاکپائے درویشاں

فقیر محمد حبیب الحق غفر اللہ ذنوبہ عمادی

جامع علوم عقلیہ و نقلیہ واقف آثار و سنن جناب مولانا حاجی

سید علی اصغر علی جعفری، پٹنہ

کتاب مستطاب صحیح البہاری معروف بہ جامع الرضوی، اخبار و آثار کا ایک جدید و مفید مجموعہ ہے، جس کے جامع و مولف جناب مولانا ظفر الدین صاحب ابقاہ اللہ تعالیٰ مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ کے استاذ الحدیث ہیں۔ مولانا نے اس کتاب کی تالیف و تدوین میں مذہب حنفیہ کی (جس کے مقلدین و تبعین کی تعداد دین اسلام کے ہر دوسرے فرقے سے زیادہ ہے) ایک لازوال اور بے نظیر خدمت انجام دی ہے، جو انشاء اللہ ہمیشہ باقی رہے گی اور جس سے اہل علم آئندہ زمانوں میں ہمیشہ استفادہ اور روشنی حاصل

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی صاحب کی حیات اور علمی خدمات

کرتے رہیں گے۔

مذہب حنفی پر مخالفین کا سب سے زیادہ مشہور اور کارگر
اعتراض یہ رہا ہے کہ اس مذہب کی بنیاد ائمہ مجتہدین کی رائے و قیاس
پر ہے جو بیشتر احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و آثار صحابہ و

مقدمہ لکھ کر روایت ناقابل استناد نہیں ہو جاتی اور نہ اصطلاحاً کسی
حدیث کو ضعیف یا موضوع کہنے کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ وہ روایت قطعاً
بے اصل اور ناقابل اعتماد ہے، بلکہ یہ سب الفاظ محض فنی اصطلاح کر
حشمت رکھتے ہیں اور فہم لڑ کر ہرگز

کے ابواب اور مشمولہ ذخیرہ احادیث سے بآسانی کیا جاسکتا ہے۔
(جام نور۔ ص ۳۲ بابت اکتوبر ۲۰۰۸ء بروایت مولانا غلام جابر شمس مصباحی)

علامہ **عبد المبین نعمانی** قادری رضوی
رکن الجمع الاسلامی، مبارکپور اعظم گڑھ

ملک العلماء فاضل بہاری حضرت علامہ محمد ظفر الدین رضوی قدس سرہ علم حدیث کے بحر ذخارتھے۔ انہوں نے احادیث کی متداول کتابوں پر جب نظر کی، تو دیکھا کہ احناف کی متداول روایات پر مشتمل کتابیں بہت کم ہیں اور جو ہیں وہ ضرورت پوری نہیں کرتیں۔ احادیث کے جو مجموعے مروج و متداول ہیں ان کی ترتیب کچھ اسی انداز کی ہے کہ ان میں زیادہ تر غیر حنفی مسالک کی تائید میں حدیثیں پائی جاتی ہیں۔ ان کے درمیان احناف کی تائید میں بھی بہت سی حدیثیں پائی جاتی ہیں۔ لیکن ان کے یکجانہ ہونے کی وجہ سے استدلال میں دشواریاں پیش آتی ہیں۔ اسی کے پیش نظر حضرت ملک العلماء علیہ الرحمہ نے جامع الرضوی معروف بہ صحیح البہاری کے نام سے ایک ضخیم مجموعہ احادیث تیار کیا۔ جس میں ہر عنوان کے تحت انہیں احادیث کو لیا ہے، جن سے حنفی مذہب کی تائید ہوتی ہے، اس کی پہلی جلد عقائد پر مشتمل ہے۔ جو اب تک غیر مطبوعہ ہے۔ دوسری جلد طہارت و صلوٰۃ پر ہے، جسے مصنف نے خود اپنی حیات میں چار حصوں میں طبع کرایا، ان کے کل صفحات ۹۶۰ ہیں۔ جب کہ فہرست اور تقدیمات کے ۷۲ صفحات ان کے علاوہ ہیں۔ ضرورت ہے کہ اس کتاب کو جدید طرز پر شائع کیا جائے۔ تخریج و تفسیر کا بھی اہتمام کیا جائے، اگر ایسا کیا گیا، تو اندازہ ہے کہ اس جلد دوم کے ۲۰۰۰ صفحات ہو جائیں گے۔ کاش کوئی ادارہ اس کی طرف توجہ دیتا تو ایک بڑا کام ہو جاتا۔

اس کتاب کے شروع میں حضرت ملک العلماء نے اپنے

استاذ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلی قدس سرہ کے حدیثی افادات پر مشتمل ایک وسیع مقدمہ بھی قلم بند فرمایا ہے جو اصول حدیث کے ۳۲ فوائد پر مشتمل ہے اور اپنی جگہ بڑا ہی پر مغز اور مفید ہے۔ جس میں خاص طور سے موضوع اور ضعیف احادیث پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے اور اس سلسلے میں جو لوگ فضائل اعمال میں موضوع کے ساتھ ضعیف حدیثوں کو بھی مسترد کرتے رہتے ہیں، ان کی خوب خبر لی ہے اور دلائل سے ثابت کیا ہے کہ موضوع حدیثیں تو ضرور رد کرنے کے قابل ہیں۔ لیکن ضعیف حدیثیں فضائل اعمال اور مناقب میں ضرور قابل حجت ہیں۔

یہ صحیح البہاری احادیث کا ایک ایسا مجموعہ ہے کہ جس کی مثال علمی دنیا میں پیش کرنی مشکل ہے۔ ضرورت ہے کہ اس کی دیگر جلدیں بھی اگر دستیاب ہوں، تو شائع کی جائیں اور اگر ایسا نہیں ہے تو کوئی فاضل اسی انداز پر باقی جلدیں لکھ کر اس اہم کام کو پائے تکمیل تک پہنچائے۔ اس کی جلد اول جس کا مسودہ مصنف کے صاحبزادے ڈاکٹر مختار الدین احمد صاحب کے پاس محفوظ ہے اس کو تو ضرور جلد از جلد منظر عام پر آنا چاہئے۔ اگر ایسا ہو جائے، تو میں سمجھتا ہوں کہ عقائد اہلسنت کے باب میں ایک بہت بڑا کارنامہ منظر عام پر آجائے گا اور اس سے مذہب اہلسنت کی بڑی تائید ہوگی۔

محمد عبدالسین نعمانی قادری رضوی

پروفیسر ڈاکٹر **مختار الدین آرزو**، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی
ہم کہہ سکتے ہیں ”صحیح البہاری“ کی مطبوعہ جلد تقریباً ایک ہزار صفحات پر مشتمل ہے اور احادیث کی تعداد دس ہزار کے قریب ہے۔ مقدمہ جو ۲۵ صفحات پر مشتمل ہوا ہے ہر طرح قابل قدر ہے۔ اس میں اصول حدیث کے ضروری فوائد ۳۲ فصلوں میں لکھے گئے ہیں جن میں نہایت قیمتی معلومات درج ہیں جن کا جاننا حدیث

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدظلہ کی حیات اور علمی خدمات

ہیں۔ ۲۵۔ صفحات پر مشتمل ایک گراں قدر مقدمہ بھی شامل کتاب ہے، جسے ۳۲ فائدوں پر تقسیم کیا گیا ہے۔ جس میں اصول حدیث کے ضروری قواعد بڑے دل نشیں پیرائے میں بیان کئے گئے ہیں۔ اصول حدیث کی امہات الکتاب کے علاوہ امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کے رسالہ ”الہاد والکاف فی حکم الضعاف“ سے بھرپور استفادہ کیا گیا ہے۔

شریف کا مطالعہ کرنے والوں کے لئے بے حد ضروری ہے۔ مقدمہ تحریر کرتے وقت مولف علام کے پیش نظر اصول حدیث کی امہات الکتاب تھیں لیکن سب سے زیادہ استفادہ انہوں نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے ان تفردات سے کیا ہے جنہیں برسوں پہلے انہوں نے بڑی توجہ اور انہماک سے جمع کر کے ”الافادات الرضویہ“ کے نام سے مرتب فرمایا تھا۔ (جہات ملک العلماء، ص: 39)

مولانا محمد اختر حسین فیضی،

استاذ جامعہ اشرفیہ مبارکپور

جامعہ اشرفیہ مبارکپور کے درجہ فضیلت کے ایک ہونہار طالب علم عزیز م طفیل احمد بانکوی سلمہ نے اس وسیع مقدمے کا اردو زبان میں ترجمہ کیا ہے۔ ان کی یہ کاوش ”ضعیف اور موضوع حدیث کا علمی و فنی جائزہ“ کے نام سے منظر عام پر آچکی ہے، جو اردو اہل حضرات کے نزدیک نظر تحسین سے دیکھی جائے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

جامع الرضوی معروف بہ صحیح البہاری یہ احادیث کریمہ کا بے نظیر مجموعہ ہے جس میں مولف کتاب حضرت ملک العلماء علامہ محمد ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان احادیث کو جمع کیا ہے جن سے مذہب حنفی کی تائید و توثیق ہوتی ہے۔ یہ کتاب احناف کے لئے احادیث نبویہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک جامع اور مستند ذخیرہ ہے۔ جو خالص محدثانہ انداز میں حنفی رہنما نظر کرتے ہیں۔

پروفیسر ڈاکٹر غلام یحیٰ، انجم

رنگ ڈھنگ میں شائع کیا جائے۔ اگر ایسا ہو جاتا ہے تو اس کی اہمیت و افادیت مزید بڑھ جائے گی۔ محمد عبد المعید قادری ازہری حافظ ملت علامہ شاہ عبد العزیز محدث مراد آبادی بانی جامعہ اشرفیہ مبارکپور، مفسر قرآن حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی اشرفی اور مولانا سعید احمد اکبر آبادی شاگرد مولانا نور شاہ کشمیری صدر شعبہ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ بھی کتاب کی قدر و منزلت کے معترف اور صاحب کتاب کے ثنا خواں رہے ہیں۔

اخبار و رسائل کے آراء و تبصرے

اخبار سچ لکھنو:

مولانا عبد الماجد دریا آبادی ایڈیٹر اخبار سچ مورخہ ۱۷ جون ۱۹۳۲ء میں لکھتے ہیں:

فقہ حنفی ایک سحر ناپید اکنار ہے، سب کتابیں یکجا کی جائیں تو الماریوں کی الماریاں کیا پورے کے پورے کتب خانے اکٹھے ہو جائیں، مگر اکثر کتابوں میں صرف جزئیات احکام مندرج ہیں، صرف بعض نے توجہ اس جانب کی کہ جزئیات کے ساتھ ساتھ ان کے ماخذ قرآن یا حدیث سے بھی درج کئے جائیں۔ پھر بھی ابھی تک اس سلسلہ میں بہت کچھ کام کرنے کو باقی رہ گیا ہے۔ اس وقت بڑی ضرورت اس کی تھی کہ جو احادیث نبوی مسلک حنفیہ کی تائید میں ملتی ہیں، انہیں یکجا کر دیا جائے۔ اس لئے کہ مخالفین حنفیہ کا بڑا اعتراض یہی ہے کہ فقہ حنفی کے احکام حدیث سے بہت دور جا پڑے ہیں۔

مولانا ظفر الدین صاحب قادری نے اس موضوع پر قلم اٹھایا ہے اور جامع الرضوی یا صحیح البہاری کے نام سے ۶ مجلدات شائع کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ زیر نظر کتاب جلد ۲ کا صرف حصہ اول ہے۔ جس میں صرف کتاب الطہارہ کی وہ احادیث جمع کر دی گئی ہیں

کرنے کی ضرورت تھی، خدا کرے کہ جنت الفردوس عطا فرمائے فاضل بہار ملک العلماء حضرت مولانا ظفر الدین قادری کو کہ انہوں نے اس طرف توجہ فرمائی اور مذہب حنفی کی تائید میں الجامع الرضوی المعروف بصحیح البہاری کے نام سے چھ جلدوں میں احادیث کا ذخیرہ جمع کیا۔ جن کی ترتیب کچھ اس طرح ہے۔ جلد اول عقائد جلد دوم طہارت و صلوٰۃ جلد سوم زکوٰۃ، صوم و حج جلد چہارم نکاح و طلاق وغیرہ جلد پنجم، بیع صرف و کفالت وغیرہ جلد ششم مزارعہ، ذبائح، ہجر و اباحہ وغیرہ جیسی بحثوں پر مشتمل ہے۔

صحیح البہاری کی جلد دوم جو مطبوعہ ہے، وہ تقریباً ایک ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔ جس میں احادیث کی تعداد دس ہزار کے قریب ہے۔ صحیح البہاری کی دوسری جلدوں کو اسی پر قیاس کیا جاسکتا ہے۔ بیسویں صدی کے نصف میں ملک العلماء نے یہ کام کر کے نہ صرف مذہب احناف بلکہ مسلک اہل سنت و جماعت کا بھی سرفخر سے بلند کیا ہے۔ مصنف کی اس خدمت کی جس قدر بھی ستائش اور پذیرائی کی جائے کم ہے۔ ضرورت ہے کہ صحیح البہاری کی تمام جلدوں کی نئی کتابت اور حسین زیور طباعت سے آراستہ کر کے احناف کے مدارس میں نصاب درس کا حصہ بنایا جائے مصنف کی اعتراف خدمت کا یہ بہتر طریقہ ہے۔ امید ہے کہ مذہب احناف کے ارباب حل و عقد اس پہلو پر بھی سنجیدگی سے غور فرمائیں گے۔

مولانا عبد المعید قادری ازہری

مرکز اہلسنت برکات رضا، پور بندر گجرات

الجامع الرضوی صحیح البہاری کی زیارت کی سعادت پہلی بار جامع ازہر مصر میں ہوئی۔ اس کتاب کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے خصوصاً حنفی مذہب کے پیروکاروں کے لئے یہ بیش بہا تحفہ ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اسے تخریج و تفسیر کے ساتھ نئے

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی علیہ السلام کی حیات اور علمی خدمات

خلیج کم ہو جائے گی، اس لئے فاضل مصنف کی محنت قابل داد ہے۔
رسالہ ندیم گیا:

ماہ اگست ۱۹۳۲ء: عرصہ سے اس امر کی ضرورت محسوس کی جا رہی تھی کہ جس قدر احادیث مذہب احناف کی موید ہیں تمام کتابوں سے ان سب کو انتخاب کر کے ایک جگہ جمع کیا جائے اور مناسب ترتیب و عمدہ تبویب کے ساتھ کتابی شکل میں ان کو مسلمانوں کے سامنے پیش کیا جائے جس سے اس غلط پروپیگنڈہ کا پورے طور پر ازالہ ہو سکے۔ جو بعض لوگوں نے پھیلا رکھا ہے کہ امام صاحب کو صرف حدیثیں معلوم تھیں اور فقہ حنفیہ کا دار و مدار فقط ذاتی رائے اور قیاس محض پر ہے الحمد للہ کہ ہمارے صوبہ کے مشہور عالم جناب مولانا مولوی ظفر الدین صاحب قادری رضوی نے اس کی طرف توجہ مبذول فرمائی اور اس اہم مفید کتاب (جامع الرضوی معروف بہ صحیح البہاری کو چھ جلدوں میں مرتب فرمایا۔ کتاب کا اہداف انتساب صوبہ کے علم دوست وزیر تعلیمات آنریبل خان بہادر سر سید محمد فخر الدین صاحب کی طرف کر کے دانش مندی کا ثبوت دیا گیا ہے اور جس طرح فتاویٰ عالمگیر حضرت اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کے عہد سلطنت کی بہترین یادگار ہے۔ اسی طرح یہ گنجینہ جامع الرضوی عرف صحیح البہاری آنریبل سر سید فخر الدین وزیر تعلیمات صوبہ بہار کے عہد وزارت کی پیش بہا یادگار ہوگی جو ان کے نام کو اسلامی دنیا میں زندہ رکھے گی۔

اخبار الفقیہ:

مولانا حکیم معراج احمد قادری ایڈیٹر اخبار الفقیہ: امرتسر ۶ جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ مطابق ۱۷ اکتوبر ۱۹۳۲ء میں لکھتے ہیں۔ صحیح البہاری بطرز صحیح البخاری مصنفہ جناب مولانا مولوی محمد ظفر الدین صاحب قادری رضوی مدت فیوضیہ یہ کتاب چھ جلدوں میں مرتب

جو ائمہ حنفیہ کی متدل ہیں۔ شروع میں ۲۵-۲۶ صفحہ کا مقدمہ ہے۔ باقی حصہ میں اصل کتاب ہے۔ جو بکثرت ابواب میں منقسم ہے۔ فاضل مؤلف کی کوشش ہر آئینہ قابل داد اور تلاش و کاوش بہر نوع مستحق تحسین و آفرین حنفی مدارس کے طلباء کے زیر درس اگر اس قسم کی کتابیں رہیں تو بہت خوب ہو جن حضرات کو فقہ حنفی سے یہ بدگمانی رہتی ہے کہ وہ سنت نبوی سے الگ اور اس کے معارض ہے ان کے لئے اس کا مطالعہ انشاء اللہ ضرور نافع ہوگا۔

رسالہ معارف اعظم گڑھ:

سید سلیمان ندوی ایڈیٹر رسالہ معارف نمبر ۱، جلد ۳۰، ماہ جولائی ۱۹۳۲ء میں لکھتے ہیں:

مولانا ظفر الدین صاحب مدرس مدرسہ شمس الہدیٰ نے جو مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کے ارشد تلامذہ میں ہیں۔ جامع الرضوی معروف بہ صحیح البہاری کے نام سے حدیث کا ایک ضخیم مجموعہ مذہب حنفی کو سامنے رکھ کر تیار کیا ہے، جو فقہی ابواب کی ترتیب پر چھ جلدوں میں تقسیم ہے اس وقت اس کی دوسری جلد کا پہلا حصہ پیش نظر ہے یہ حصہ کتاب الطہارہ کی احادیث پر مشتمل ہے اس کی ابتدا میں فن حدیث پر حنفی نقطہ نظر سے ایک بسیط مقدمہ لکھا گیا ہے۔ یہ علم حدیث وفقہ حنفی کی ایک مفید خدمت انجام دی گئی ہے۔

اخبار اہل حدیث امرتسر:

غیر مقلد عالم مولانا ثناء اللہ امرتسری ایڈیٹر اخبار اہل حدیث ۲۳، ربیع الاول ۱۳۵۱ھ مطابق ۲۹ جولائی ۱۹۳۲ء کے اخبار میں لکھتے ہیں: صحیح البہاری یہ حدیث کی ایک جدید کتاب ہے جو ایک حنفی عالم نے تخریج ذیلیعی وغیرہ سے ماخوذ کر کے لکھی ہے یعنی مسائل فقیہ حنفیہ کی سندات احادیث سے پیش کی ہیں۔ ہمارے خیال میں حنفیہ کرام میں احادیث کا رواج ہونے سے حنفی، اہل حدیث میں یہ

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدظلہ کی حیات اور علمی خدمات

کی گئی ہے۔ مصنف علام نے سردست اس کی دوسری جلد چھپوا کر شائع کر دی ہے جس کی ضخامت ۲۲۰ صفحہ سائز ۲۲x۲۹ کاغذ ڈی ویز لکھائی چھپائی خاصی ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ علماء حنفیہ کا جمود حد سے متجاوز ہو چکا ہے عربی میں سلسلہ تصانیف کو ضرورت زمانہ کے مطابق انہوں نے بند کر دیا ہے۔ حالانکہ مذہبی نقطہ خیال سے اس کی سخت ضرورت تھی۔ کیوں کہ ابتدائی طالب علم کو جب نصاب تعلیم ہی آج کل اس خاص طرز مخصوص سے پیش کیا جاتا ہے کہ جس میں احناف کے خلاف ہی مواد جمع ہوں، تو انتہائی تعلیم تک طالب علم کے دماغ میں ابتدائی تعلیم کا اثر قائم رہتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج کل ہر طرف سے یہ آوازیں کسی جا رہی ہیں کہ مذہب حنفی کی بنیاد احادیث ضعیفہ یا روایات موضوعہ اور صرف قیاس پر قائم ہے۔ اسی ناقابل شنوائی آواز سے متاثر ہو کر مولینا ممدوح نے اپنے حنفی بھائیوں کے سامنے عربی میں ایک عربی نصاب تعلیم پیش کیا ہے، جس میں وہ تمام احادیث درج کی گئی ہیں، جو مختلف کتابوں

سے ہم کو تلاش کرنی پڑتی تھیں جزا ہم اللہ خیر الجزا۔ سردست مولینا ممدوح صرف جلد ثانی کی اشاعت جزوی پر قادر ہو سکے ہیں۔ ہماری کمال خوش نصیبی ہوگی کہ کسی دن ہم اس کتاب کی تمام جلدیں اپنے سامنے دیکھ لیں گے۔ مولینا ممدوح نے اس میدان میں بڑی جرأت کے ساتھ قدم اٹھایا ہے اس لئے ہر ایک اہل علم حنفی بھائی کا فرض مذہبی ہے کہ سردست اس کی دوسری جلد ہی خرید کر کے لطف اٹھائیں اور ان تمام زحماتوں سے فارغ ہو جائیں جو اپنے مسئلہ کی تلاش میں بڑی بڑی کتابوں کی ورق گردانی کرنے میں برداشت کیا کرتے تھے اور جو حنفی بھائی عربی داں نہیں ہیں۔ ان کا بھی فرض منصبی ہے کہ کم از کم اس خیال کو مد نظر رکھتے ہوئے اس سلسلہ کی اشاعت بدستور جاری رہے اور اس کے خریداروں میں شامل ہو جائیں اور ذی وسعت احناف کو واجب ہے کہ اس کتاب کے بہت سے نسخے خرید کر ان عربی داں طالب علموں پر تقسیم کر دیں جو اس سلسلہ سے وابستگی رکھتے ہیں اور خرید نہیں سکتے۔ واللہ الموفق

ملک العلماء فاضل بھاری حضرت علامہ محمد ظفر الدین رضوی قدس سرہ علم حدیث کے بحر ذخارتھے۔ انہوں نے احادیث کی متداول کتابوں پر جب نظر کی، تو دیکھا کہ احناف کی مستدل روایات پر مشتمل کتابیں بہت کم ہیں اور جو ہیں وہ ضرورت پوری نہیں کرتیں۔ احادیث کے جو مجموعے مروج و متداول ہیں ان کی ترتیب کچھ اسی انداز کی ہے کہ ان میں زیادہ تر غیر حنفی مسالک کی تائید میں حدیثیں پائی جاتی ہیں۔ ان کے درمیان احناف کی تائید میں بھی بہت سی حدیثیں پائی جاتی ہیں۔ لیکن ان کے یکجانہ ہونے کی وجہ سے استدلال میں دشواریاں پیش آتی ہیں۔ اسی کے پیش نظر حضرت ملک العلماء علیہ الرحمہ نے جامع الرضوی معروف بہ صحیح البھاری کے نام سے ایک ضخیم مجموعہ احادیث تیار کیا۔ جس میں ہر عنوان کے تحت انہیں احادیث کو لیا ہے، جن سے حنفی مذہب کی تائید ہوتی ہے۔ (مولانا مجاہد حسین حبیبی)

صحیح البہاری کی خصوصیات و امتیازات

از قلم: مفتی محمد عیسیٰ رضوی قادری، شیخ الحدیث والافتاء الجامعۃ الرضویہ، گرسہائے گنج ضلع قنوج (یو۔ پی)

ملک ہندوستان جو سونے کی چڑیا کہلاتا ہے، اسکے مشرقی بحر العلوم حضرت علامہ مفتی سید محمد ظفر الدین قادری رضوی قدس سرہ خطے کا ایک زرخیز صوبہ جو بہار کے نام سے لایا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ جہان ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین قادری رضوی قدس سرہ

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی دہلی کی حیات اور علمی خدمات

اور پڑمردہ چہرے مسکرائٹھتے، درد و کرب سے کراہتے ہوئے بیمار دلوں کو مسیحا کا دامن اور نسخہ شفا مل جاتا۔

حضرت ملک العلماء کے شب و روز کو نکھارنے اور ان کی زندگی میں بہار بے خزاں لانے میں شیخ الاسلام و المسلمین اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کا وہ مقدس و باکرامت ہاتھ ہے، جس کے سہارے ان کی پرواز کو پر مل گئے، فکر کو بلندی ملی، عمل کو میدان مل گیا۔ منظر اسلام بریلی شریف کے وہی سب سے پہلے طالب علم ہیں۔ جس کے درس بخاری سے اس کا تعلیمی افتتاح ہوا۔ پھر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کی مشقت و محبت کا عالم یہ تھا کہ پیار سے انہیں ”ولدی الاعز“ اور ”عزیز از جان“ کہا کرتے تھے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی انہیں باضمیر، عالی ظرف اور عالی ہمت جانتے، جو دینا چاہتے، عطا فرمادیتے تھے۔ ان کے اندر اکتساب علم و فیض کی صلاحیت موجود تھی۔

انہوں نے امام احمد رضا کے خرمن علم سے ایسی خوشہ چینی کی کہ خود بحر العلوم ہو گئے، امام العصر ہو گئے۔ حضرت ملک العلماء بارگاہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کے پروردہ و تربیت یافتہ تھے، اس کا اثر ان کی زندگی میں غالب و نمایاں رہا، وہ قطرہ تھے، دریا ہو گئے۔ اپنے امام کی فیض بخششوں سے وہ زمانے کے چاند اور اپنے معاصر علماء میں ممتاز ہو گئے، ہم انہیں ان کی شخصیت پر نہیں بلکہ ان کے علمی و مذہبی کارناموں کی بنیاد پر خراج تحسین و تبریک پیش کرتے ہیں۔ دنیا میں ایسی ہستیاں کبھی کبھی جنم لیتی ہیں، حضرت ملک العلماء کا وجود نہ صرف سرزمین بہار کیلئے بلکہ پورے برصغیر کیلئے ایک نعمت عظمیٰ ہے۔

میرا خیال یہ ہے کہ حضرت ملک العلماء کا سوانحی خاکہ یا اس کا کوئی گوشہ اس وقت تک نامکمل و ناتمام رہے گا جب تک اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کا تذکرہ جمیل نہ ہو کیونکہ ان

کی حیات و کارناموں میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کی وہ روحانی قوت مضمرو پنہاں ہے۔ جس سے ان کے گلشن زندگی میں گلاب کھلے، ان کے جلوؤں میں رعنائیاں آئیں، بہاروں میں بانگین آئیں۔ اسی لئے جہاں اور جس جگہ حضور ملک العلماء کے محامد و محاسن کا تذکرہ ہوگا۔ وہاں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کا ذکر جمیل خود بخود آ ہی جائیگا۔ گویا کہ امام احمد رضا کے خوابوں کی سچی تعبیر کا نام ہے حضور ملک العلماء، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کی یادگار و باقیات کا نام ہے، ملک العلماء بزم و رزم میں انہیں جو تمنغہ افتخار ملا ہے وہ امام احمد رضا ہی کی نظر خاص کا عطیہ ہے، اسی سے وہ سرمدی سعادت اور بین العلماء مقبولیت کے حامل ہوئے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ نے اپنے بعد ایک طرف تصانیف و تالیفات کا انبار چھوڑا، جس سے دنیا کو ہدایت و ارشاد کی روشنی مل رہی ہے۔ دوسری طرف انہوں نے علماء اور تلامذہ کی ایک جماعت چھوڑی، جو آفاق و امصار میں پھیل گئے اور اپنے علمی انوار و برکات سے خطہ ہائے عالم کو روشن و تابناک کر دیا۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کی خاموش تحریک و یادگار ان کی سینکڑوں تصانیف اور علمی نشانیاں ہیں اور ان کی چلتی پھرتی بولتی ہوئی یادگار علماء کی جماعت ہے۔ ان کی دونوں یادگاروں سے مذہب اہلسنت یعنی مسلک اعلیٰ حضرت کو فروغ و استحکام مل رہا ہے، دین و سنت کو تقویت مل رہی ہے، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی نے مذہب حق ہی کی ترویج و تشہیر کیلئے بے مثل قربانیاں پیش کیں، اس کی خاطر سب کچھ گوارا کیا، مگر مذہب حق اور ناموس رسالت کے خلاف ایک حرف بھی برداشت نہ کیا۔ وہ اپنوں کیلئے موم سے بھی زیادہ نرم اور دشمنان دین کیلئے اشداء علی الکفار کی عملی تصویر تھے۔

حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی صاحب قادری

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رضی اللہ عنہ کی حیات اور علمی خدمات

صدر الافاضل مولانا نعیم الدین صاحب مراد آبادی، فاتح یورپ و افریقہ مولانا عبدالعلیم صاحب میرٹھی، حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں صاحب، حضور مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا نوری وغیرہ ہم علماء امام احمد رضا فاضل بریلوی کی یادگار و نشانیاں ہیں۔

ان میں حضرت ملک العلماء بحر العلوم علامہ مفتی سید محمد ظفر الدین صاحب رضوی علیہ الرحمۃ بعض حیثیتوں سے سرفہرست اور ممتاز دکھائی دیتے ہیں خاص طور سے ان کو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی سے ایسا قرب حاصل تھا کہ انہیں گھر کا ایک فرد اور اولاد کی مانند سمجھا جاتا تھا، یہی وجہ ہے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کو حضرت ملک العلماء پر کامل اعتماد تھا۔ خواہ دینی و علمی معاملہ ہو یا گھریلو ذمہ داریاں، ہر اعتبار سے وہ آزمودہ اور پرکھے ہوئے تھے۔

اپنے مرشد برحق اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کی خاص نظر عنایت کا کمال تھا کہ وہ گونا گوں اوصاف و کمالات میں اپنے معاصرین پر فوقیت لے گئے، علمی حلقوں میں ان کی فضیلت و بزرگی کا خطبہ پڑھا جانے لگا علماء نے ان کی علمی برتری کا اعتراف کیا۔ جب سچائیوں کا سورج طلوع ہوتا ہے، تو ہر انسان اس کی عظمت و برتری کو تسلیم کر لیتا ہے۔

شیخ الاسلام و المسلمین امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ نے امام اعظم ابوحنیفہ کے مقلد و پیرو ہونے کی حیثیت سے فقہ حنفی پر دل کھول کر لکھا اور ایسا لکھا، جس سے زمانہ حیران و ششدر رہ گیا، ان کے لکھنے لکھانے کا سلسلہ عمر بھر جاری رہا۔ فتاویٰ رضویہ کی ضخیم مجلدات اس پر شاہد و ناظر ہیں۔ میرے خیال میں بعد کے زمانے میں فقہ حنفی پر اردو میں فتاویٰ رضویہ کی مانند جامع کوئی اور کتاب موجود نہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی نے بہت سارے ژولیدہ مسائل کو استدلال کی صاف ستھری زبان عطا فرمائی ہے، گو کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی مجتہد نہیں،

مگر وہ اجتہادی صلاحیتوں سے مالا مال تھے، ان کی تحریر و تصنیف میں کہیں کہیں رنگ اجتہاد جھلکتا دکھائی دیتا ہے۔ اس بات کے معترف و مداح اپنے بیگانے سب ہیں۔ کچھ لوگوں نے تو یہ کہا ہے کہ ”وہ امام اعظم ثانی معلوم ہوتے ہیں۔“ اس کے باوجود انہوں نے اپنے آپ کو مجتہد نہیں سمجھا، بلکہ خود کو امام اعظم ابوحنیفہ کا مقلد و پیرو ہی کہلایا، اسی پر لکھا، اسی پر فتاویٰ صادر فرمائے، بعض دو مسائل جہاں دیگر مفتیان کرام کسی مصلحت سے مذہب امام اعظم کے خلاف دوسرے ائمہ کے مطابق مذہب پر فتویٰ دیتے ہیں۔ ان میں بھی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی نے مذہب امام اعظم ابوحنیفہ کو ترجیح دیا اور اسی کے مطابق فتویٰ دیا اور لکھا کہ بے سبب اپنے امام کے خلاف مذہب فتویٰ دینا مناسب نہیں ہے۔

فتاویٰ رضویہ میں مذہب حنفی کا مہکتا ہوا گلشن اور فقہ حنفی کی ایک وسیع و رنگین کائنات آباد ہے۔ کسی کہنے والے نے سچ کہا ہے ”چودھویں صدی میں ہندوستان کے اندر اگر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کا وجود نہ ہوتا، تو منکرین فقہ و تقلید کی خرافات و ریشہ دوانیوں سے فقہ حنفی کی بنیادیں کمزور ہو جاتیں، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کی مساعی جمیلہ سے یہ خطرہ ٹل گیا اور حنفیت کوئی آب و تاب حاصل ہوئی۔“

یہ امر مسلم ہے کہ دنیا بھر میں ائمہ اربعہ کے جتنے مقلدین و تبعین ہیں، ان میں احناف کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔ ہر جگہ ان کی اکثریت غالب ہے، آخری زمانے میں قیامت قائم ہونے سے پہلے جب امام مہدی رضی اللہ عنہ ظہور فرمائیں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام آسمان سے زمین پر تشریف لائیں گے، تو ان کے عمل سے بھی مذہب حنفی کی تائید ہوگی، یہ مطلب نہیں کہ معاذ اللہ وہ امام اعظم ابوحنیفہ کے مقلد ہوں گے۔ (کوئی نبی کسی غیر نبی کی تقلید نہیں کرتا)۔

حضور ملک العلماء امام احمد رضا کی نظر میں

بلکہ اسے جس طریقہ پر عمل کا حکم ہوگا، اسی کے مطابق مذہب حنفی ہوگا۔
ظہور مہدی اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے
آسمان سے نزول فرمانے کے بعد ان کے عمل اور طریقہ نماز سے
مذہب حنفی کی تائید ہونے سے متعلق امام احمد رضا فاضل بریلوی
ایک استفتاء کے جواب میں فرماتے ہیں۔

امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ طریقہ حنفیہ کے مطابق نماز
پڑھیں گے، نہ یوں کہ مقلد حنفی ہوں گے، بلکہ یوں کہ سید عالم صلی
اللہ علیہ وسلم اسی طرح فرمائیں گے، اس دن کھل جائیگا کہ اللہ
ورسول کو سب سے زیادہ پسند مذہب حنفی ہے۔ اگر وہ مجتہد ہیں، تو
جملہ مسائل میں ان کا اجتہاد، ورنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا
ارشاد مطابق مذہب امام اعظم ہوگا۔

اسی خیال سے بعض اکابر کے قلم سے نکلا کہ وہ حنفی المذہب
ہوں گے، بلکہ یہی لفظ معاذ اللہ سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی
نسبت صادر ہو گیا، حاشا کہ نبی اللہ کسی امام کی تقلید فرمائے، بلکہ وہی
ہے کہ ان کے عمل مطابق عمل مذہب حنفی ہوں گے۔ جس سے مذہب
حنفی کی سب سے کامل تر تصویب ثابت ہوگی۔ غرض ان کے زمانے
میں تمام مذاہب منقطع ہو جائیں گے اور صرف مسائل مذہب حنفی باقی
رہیں گے۔ ولہذا اکابر ائمہ کشف نے فرمایا ہے کہ:

چشمہ شریعت کبریٰ سے بہت نہریں نکلیں اور تھوڑی
تھوڑی دور جا کر خشک ہو گئیں۔ مگر مذاہب اربعہ کی چاروں نہریں
جوش و آب و تاب کے ساتھ بہت دور تک بہیں، آخر میں جا کر وہ
تین نہریں بھی تھم گئیں اور صرف مذہب حنفی کی نہر اخیر تک جاری
رہی۔ یہ کشف اکابر ائمہ شافعیہ کا بیان ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم
اجمعین۔ (المسلفو ظ ۲، ص ۳۵۶ تخریج شدہ از محمد عیسیٰ رضوی قادری،
مطبع ایڈوانس پرنٹنگ، دہلی)

میں تو یہ کہتا ہوں کہ بالفرض اگر فقہ حنفی پر کوئی ایک بھی
کتاب نہ ہوتی یا جو کتابیں ہیں، انہیں بالکل علیحدہ ایک طرف رکھ دیا
جائے، تو مذہب حنفی پر عمل کیلئے ”تہا“ فتاویٰ رضویہ کافی ہے۔ فتاویٰ
رضویہ علیحضرت امام احمد رضا بریلوی کا وہ عظیم و جلیل کارنامہ ہے جو
فقہ حنفی کا دائرہ المعارف ہونے کے ساتھ اصلاح عقائد و اعمال کی
اہم دستاویز بھی ہے اور منکرین فقہ و تقلید کیلئے تازیانہ عبرت بھی،
اس میں شریعت و طریقت کے حقائق و معارف بھی ہیں اور تصوف
و سلوک کے نام پر اسی دور زندقہ والوں کیلئے سامان ہدایت و نجات
بھی۔ غرضیکہ فتاویٰ رضویہ ایقان و عمل کیلئے تمام شعبہائے زندگی پر
حاوی ہے۔ ”مبئی کے ایک فاضل حج نے کہا تھا کہ اگر ہندوستان
میں اسلامی احکام و قوانین کا نفاذ ہوتا، تو ملک کی عدالتوں میں فتاویٰ
رضویہ کے مطابق فیصلہ صادر کیا جاتا۔“ فتاویٰ رضویہ اور علیحضرت
امام احمد رضا فاضل بریلوی کے بارے میں شاعر مشرق ڈاکٹر اقبال
وغیرہ اپنوں اور بیگانوں کے اقوال و آراء مشہور و معروف ہیں، میں
یہاں صرف ایک قول پر اکتفا کرتا ہوں۔

حافظ کتب حرم شریف علامہ سید خلیل مکی علیہ الرحمۃ فتاویٰ رضویہ اور
اس کے مصنف کے بارے میں فرماتے ہیں۔

واللہ اقول والحق اقول انه لوراها ابو حنفیۃ النعمان
لاقرت عینہ ولجعل مولفہا من جملة الاصحاب.

میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر امام اعظم ابو حنیفہ نعمان
رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان فتاویٰ کو دیکھتے، تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں اور ان
فتاویٰ کے مولف یعنی علیحضرت امام احمد رضا بریلوی کو اپنے تلامذہ
میں شامل کر لیتے۔ (الاجازت الممتینہ، ص ۲۲، مطبع رضا کیڈمی۔ ممبئی)

علیحضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ نے
جہاں عمر بھر فقہ حنفی کے مطابق لکھا، وہیں جزئیات فقہ اور مسائل

شرعیہ کے بیان میں انہوں نے وہ احادیث نبویہ پیش کیں، جن سے مذہب حنفی کی تائید و توثیق ہوتی ہے۔ امام احمد رضا فاضل بریلوی صرف مفتی ہی نہیں وہ عظیم محدث بھی تھے، ان کی حدیث دانی کے ثبوت میں فتاویٰ رضویہ یا ان کی کسی بھی تصنیف کو پیش کیا جاسکتا ہے، ان کی تصنیف خواہ بڑی ہو یا چھوٹی، ہر ایک میں اس کی ضخامت کے حساب سے احادیث و آثار کی ایک نمایاں اور معتد بہ تعداد نظر آتی ہے۔ عالم یہ ہے کبھی کبھی وہ ایک مسئلہ کے ثبوت و تائید میں تین تین سو احادیث پیش فرماتے ہیں، یہ ان کا طرہ امتیاز ہے، اہل اسلام میں بڑے بڑے محدثین و مصنفین پیدا ہوئے، جنہوں نے حدیث کی خدمت میں اپنی زندگیاں صرف کیں اور علم حدیث پر عظیم و جلیل کتابیں تصنیف کیں، مگر ایک مسئلہ کی تائید و توثیق میں تین تین سو احادیث کا ذخیرہ شاید کہیں اور کسی کی تصنیف میں نظر نہیں آتا۔ یہ بات صرف اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کی تحریر و تصنیف میں دکھائی دیتی ہے، یہ امتیاز و تفرقان کا خاص حصہ ہے۔ وہ جب علم حدیث اور اسماء الرجال پر گفتگو کرتے ہیں تو امام بخاری و امام مسلم کے ہمسرو ہم پایہ معلوم ہوتے ہیں۔

مگر تصانیف اعلیٰ حضرت سے متفرق احادیث کو یکجا کرنے کا اولیٰ سہرا معمار رضویات حضور ملک العلماء بحر العلوم حضرت علامہ مفتی سید محمد ظفر الدین صاحب رضوی قدس سرہ کے سر جاتا ہے، کیونکہ سب سے پہلے اس سلسلے کی بنیاد انہوں نے ہی ڈالی۔ حضرت ملک العلماء نے تصانیف اعلیٰ حضرت سے منتشر حدیثوں کو چن چن کر جمع کیا اور ان کے مجموعہ کا نام ”صحیح البہاری“ تجویز فرمایا۔ جو چھ جلدوں تک پہنچ گیا۔ معمار رضویات نے ”صحیح البہاری“ کو خالص عربی زبان میں ترتیب دیا۔ اس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ اسے اسلامی درسگاہوں کے نصاب تعلیم میں داخل کیا جائے

اور باضابطہ اس کی تعلیم ہوتا کہ دلوں کے آفاق میں حقیقت کے چراغ روشن و فروزاں ہوں۔ دنیا جہاں کے لوگ اس کی روشنی میں اپنے حسن عمل کا انتخاب کریں۔ اگرچہ ہماری درسگاہوں میں صحاح ستہ کے ساتھ دیگر کتب احادیث کی بھی تعلیم ہوتی ہے، مگر ہمارے لئے مشکل یہ ہے کہ زیادہ تر حدیث کی کتابیں ان محدثین کرام کی جمع کردہ ہیں جو امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقلد و پیرو ہیں۔

ظاہر ہے کہ جو جس امام مذہب کا مقلد و تبع ہوگا، وہ اسی کا مؤید و حمایتی ہوگا، وہ اپنی توانائی اپنے امام کے مذہب کی تائید و حمایت میں صرف کرے گا۔ ایسا ہی کچھ حال بعض محدثین کا ہے کہ انہوں نے اپنی کتابوں میں ان احادیث کو ترجیح دیا، جن سے مذہب شافعی کی تائید ہوتی ہے، یہ اگرچہ ایک فطری بات ہے، مگر بعض محدثین نے احناف پر بے جا تنقیدیں کی ہیں اور مذہب حنفی کا ضعف ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس کوشش میں اگرچہ وہ کامیاب نہیں ہوئے، پھر بھی اس سے احناف کے خلاف جو تاثرات و خیالات پیدا ہوئے، وہ حنفیوں کیلئے سبب تکلیف اور کرب انگیز ہیں۔ جبکہ عالم قریش سیدنا امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا جو لحاظ و ادب کرتے تھے، وہ عالم آشکارا ہے کہ وہ جب مزار امام اعظم پر حاضر ہوتے تو ان کا لحاظ و پاس کرتے ہوئے خود اپنے مذہب پر عمل نہیں کرتے، بلکہ مذہب امام اعظم پر عمل کرتے تھے جیسا کہ قنوت پڑھنے کے معاملے امام شافعی کا عمل مشہور ہے۔

نیز امام شافعی علیہ الرحمہ خود فرماتے ہیں:

☆ عورتوں نے ابوحنیفہ جیسا کوئی اور نہ جانا۔

(اجلی الاعلام۔ از امام احمد رضا)

☆ جو شخص دین کی سمجھ حاصل کرنا چاہے، اسے چاہیے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے شاگردوں سے فقہ سیکھے کیونکہ

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رضی اللہ عنہ کی حیات اور علمی خدمات

مسلمہ کی سہولت و آسانی کیلئے قرآن و حدیث سے احکام و مسائل کا استخراج کیا، ان کے جزئیات و کلیات کو واضح انداز میں پیش فرمایا اور ہر مسئلے کو دلائل سے آراستہ و مزین کیا، جس مسئلے کو حدیث سے مدلل کیا۔ اس کے لئے انہوں نے صحیح ترین حدیث کا انتخاب فرمایا، استخراج مسائل میں ضعیف یا منسوخ حدیثوں سے صرف نظر کیا، تاکہ ضعف حدیث کے پردے میں کسی کو ان کے مستخرجہ مسائل میں اختلاف اور انگشت نمائی کی گنجائش نہ ملے۔

دلائل و براہین پر ان کی نظر گہری اور وسیع تھی۔ ان کے فکر و تدبر کی منزل تک کسی کی رسائی نہ ہو سکی۔ ان کے معاصرین بھی ان کے دفور علم و عقل کو تسلیم کرتے تھے، اپنے بیگانے سب کو ان کی عظمت کا اعتراف تھا۔

صحیح البہاری کی خصوصیت اور اس کا امتیازی وصف یہ ہے کہ اس میں تصانیف اعلیٰ حضرت اور دیگر کتب حدیث سے ان احادیث کو یکجا کیا گیا ہے، جو مذہب حنفی کی تائید میں ہیں، اس کی ترتیب و تالیف سے حضور ملک العلماء کا مقصود و مدعا یہی تھا کہ مسائل شرعیہ کے ساتھ مذہب حنفی کی مؤید حدیثیں عالم آشکارا ہوں اور وہ ہر خاص و عام کو ازبر و یاد ہو جائیں، تاکہ دنیا جہاں کے لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ فقہ حنفی کی بنیاد فکری اور اختراعی قیاسات پر نہیں، جیسا کہ بعض مخالفین نے یہ مکر وہ و نازیبا پروپیگنڈہ کیا اور احناف کے خلاف محاذ آرائی کی، بلکہ فقہ حنفی کا اساس تو صحیح ترین احادیث ہیں۔ اسی لئے حضرت ملک العلماء نے ”صحیح البہاری“ کی جمع و ترتیب میں صرف تصانیف اعلیٰ حضرت سے اخذ حدیث پر اکتفا نہ کیا، بلکہ حدیث کی دوسری کتابوں سے بھی استفادہ کیا، تاکہ ہر پہلو سے کتاب جامع ہو جائے، قاری کو کسی جہت سے تشنگی کا احساس نہ ہو، اسی جذبے کے تحت ان کو جو حدیثیں احناف کی تائید

تمام لوگ فقہ میں امام اعظم کے بچے ہیں۔

(مناقب امام اعظم، للموفق، ص ۳۲۲)

☆ لوگ فقہ میں امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے محتاج ہیں میں نے ان سے زائد فقیہ کسی کو نہیں دیکھا، جس نے امام اعظم کی کتب میں غور و فکر نہ کی نہ وہ علم میں ماہر ہو سکتا ہے اور نہ ہی فقیہ بن سکتا ہے۔ (الخیرات الحسان، ص ۱۰۳)

ابن شبرمہ نے فرمایا:

☆ اے ابوحنیفہ! عورتیں تم جیسے شخص کو جننے سے عاجز ہو گئیں، آپ کے علم میں کسی قسم کا تکلف نہیں۔

ابوسلیمان نے فرمایا:

☆ ابوحنیفہ عجائب روزگار میں سے ایک تھے۔ ان کے کلام سے وہی شخص اعراض کرے گا، جو اس کو سمجھ نہ سکے۔

سفیان ثوری نے فرمایا:

☆ ابوحنیفہ کی مخالفت وہی کر سکتا ہے، جو قدر و منزلت میں ان سے بلند تر ہے اور ایسا شخص ملنا مشکل ہے۔

علی بن عاصم سے منقول ہے:

☆ اگر روئے زمین کے آدھے انسانوں کے ساتھ ابوحنیفہ کی عقل کو تو لا جائے، تو ابوحنیفہ کی عقل وزنی نکلے گی۔

بکر بن حبیش نے فرمایا:

☆ اگر ابوحنیفہ اور ان کے تمام معاصرین کی عقلوں کا موازنہ کیا جائے، تو ابوحنیفہ کی عقل وزنی نکلے گی۔

(اجلی الاعلام ان الفتوی مطلقاً علی قول الامام)

اہل علم اور اہل عرفاں ہی صحیح طور پر امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام و مرتبہ سمجھ سکتے ہیں۔ ہم اتنا جانتے ہیں کہ ابوحنیفہ ایک عظیم امام اور بے مثل مجتہد و فقیہ تھے۔ انہوں نے امت

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی دہلی کی حیات اور علمی خدمات

میں ملتی گئیں، انہیں اپنی کتاب میں داخل کر لیا۔ اس طرح کی کاوش سے مذہب حنفی کی مؤید احادیث کا ایک بڑا ذخیرہ جمع ہو گیا جو ”صحیح البہاری“ کے نام سے معروف ہوا۔ اس کی اہمیت و افادیت کا اندازہ وہ لوگ بخوبی لگا سکتے ہیں۔ جنہیں حنفیت سے کچھ بھی لگاؤ ہے۔ بعد کے زمانے میں حدیث کی جو کتابیں لکھی گئیں، ان میں ”صحیح البہاری“ کو اس حیثیت سے ایک خاص اور ممتاز و نمایاں مقام حاصل ہے کہ وہ خالص مذہب حنفی کی تائید میں لکھی گئی ہے۔

ان سب کے باوجود افسوسناک پہلو یہ ہے کہ اسے ہماری جملہ درس گاہوں میں داخل نصاب کرنا، تو دور کی بات ہے، وہ آج تک زیور طبع سے آراستہ نہ ہو سکی۔ معلوم نہیں کیوں وہ اب تک تشنہ طبع ہے، اس کے ساتھ یہ بے اعتنائی کیوں برتی گئی، اسے پردہ خفا میں کیوں رکھا گیا؟ صرف اس کی ایک مطبوعہ جلد جو کتاب الطہارۃ پر مشتمل ہے، میری نظر سے گذری ہے، جو واقعہ واہم ہونے کے ساتھ کافی ضخیم بھی ہے، اس میں ابواب فقہ کے اعتبار سے ترتیب کا لحاظ بھی ہے اور حسن سلیقہ مندی بھی۔ اگر صحیح البہاری کی تالیف میں صرف تصانیف علی حضرت ہی سے حدیثوں کو جمع کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے، تو بھی مقصود میں کوئی خلل نہ پڑتا۔ مگر ابواب کی کامل جامعیت اور کتاب کی افادیت عام کرنے کی غرض سے فتاویٰ رضویہ وغیرہ تصانیف علی حضرت کے ساتھ دیگر کتب حدیث سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ اس سے علم حدیث پر حضرت ملک العلماء کی دقت نظر اور وسعت مطالعہ کا پتہ چلتا ہے، احادیث کے ذخیرے سے یہ تلاش کر لینا کہ کونسی حدیث مسائل حنفیہ کی تائید میں ہے اور کونسی نہیں، یہ بات کمال ہنرمندی اور ذہانت چاہتی ہے، اس کام کو وہی شخص بحسن و خوبی انجام دے سکتا ہے۔ جسے احادیث سے استخراج مسائل کا ادراک و علم ہو۔ حضرت ملک العلماء کو علم حدیث پر مہارت

و دسترس حاصل تھی، علم فقہ پر بھی عبور تھا۔ یہ امر ظاہر ہے کہ محدث کا فقیہ ہونا ضروری نہیں، مگر محدث ہونا ضروری ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل علم حاصل تھا، وہ بھی اپنے استاذ و مربی کے نقش قدم پر گامزن نہ سراج الامۃ امام الائمہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صرف فقیہ یا صرف محدث نہ تھے، بلکہ وہ فقیہ محدث اور محدث فقیہ دونوں اوصاف کے حامل تھے، امام اعظم ابو حنیفہ اگرچہ فقیہ کی حیثیت سے زیادہ مشہور ہیں۔ مگر حدیث دانی میں بھی ان کا کوئی جواب نہ تھا، ائمہ کی صف میں یکتا ہیں۔ ان کے علم و عقل کی کوئی مثال نہیں، کیا امام اعظم سے سوال پوچھے جانے پر احادیث سے استدلال کر کے امام اعظم کے بر ملا جواب دینے کا حیرت انگیز واقعہ یاد نہیں۔

حضرت امام اعظم جو ہمارے امام اعظم کے استاذ حدیث ہیں، ان سے کچھ مسائل کسی نے پوچھے، اس وقت ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی وہاں تشریف فرما تھے۔ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہمارے امام سے فتویٰ لیا، آپ نے سب مسائل کا فوراً جواب دیا، امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا، یہ جواب آپ نے کہاں سے اخذ کئے؟ آپ نے فرمایا، انہیں حدیثوں سے، جو میں نے آپ سے سنی اور پھر آپ نے وہ احادیث مع اسناد پڑھ کر بتادیں، امام اعظم نے فرمایا بس کیجئے، میں نے جو حدیثیں سون میں بیان کیں وہ آپ نے گھڑی بھر میں مجھے سنادیں، مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ احادیث سے اس قدر مسائل اخذ کرتے ہیں۔

یا معشر الفقہاء انتم الاطباء ونحن الصیادلة وانت ایہا الرجل اخذت بکلا الطرفين اے گروہ فقہاء تم طبیب ہو اور ہم محدثین عطار ہیں اور اے ابو حنیفہ تم

نے دونوں کنارے گھیر لئے۔

(فتاویٰ رضویہ قدیم ج ۱۰، ص ۱۹۹ مطبع رضا اکیڈمی ممبئی)

ساتھ بھی یہ ستم ہوا ہے، جبکہ وہ بھی مذہب حنفی کی تائید میں حنفی
المذہب امام کی لکھی ہوئی کتاب ہے، احناف کے نزدیک اسے
ایک خاص مقام بھی حاصل ہے، اسے مستند و معتبر بھی سمجھا جاتا ہے مگر
کیا یہ کتاب ہماری درسگاہوں کی زینت بن سکی ہے؟ آخر اسکے
ساتھ بھی یہ بے اعتنائی کیوں برتی گئی؟ کیا یہ اس لائق نہیں کہ اسے
داخل نصاب کیا جائے؟ اور دیگر کتب احادیث کے مثل اس کی بھی
باضابطہ تعلیم ہو؟ جبکہ اس کی ثقاہت و افادیت مسلم اور اظہر من
الشمس ہے۔ معلوم نہیں اس کے ساتھ یہ سلوک کیوں روا رکھا گیا۔
صحیح البہاری بھی اپنے موضوع پر جامع اور مفید کتاب ہے۔ خدا
کرے اسے اس کا اپنا مقام مل جائے اور لوگ اس کی قرار واقعی
اہمیت و حیثیت سے مانوس و آگاہ ہو جائیں۔ آمین

یہ حقیقت ہے کہ حضرت ملک العلماء کے علمی کارناموں
میں ”صحیح البہاری“ کو نمایاں اور امتیازی مقام حاصل ہے۔ یوں تو
انہوں نے بہت ساری کتابیں تصنیف کیں اور ڈھیر سا علمی اثاثہ
یادگار چھوڑا۔ ان کی تصانیف میں ”حیات علی حضرت“ عوام و خواص
سب میں مقبول و مشہور ہوئی اور ”صحیح البہاری“ علمی حلقوں میں

میں مقبول و مشہور ہوئی اور ”صحیح البہاری“ علمی حلقوں میں

کتب احادیث میں صحاح ستہ کا جو مقام و رتبہ ہے، وہ
آفتاب نیمروز کے مثل روشن و ظاہر ہے، اقوام عالم کی تاریخ میں ان
کتابوں کا نہ کوئی جواب ہے نہ کوئی مثال، چونکہ ان کتابوں میں پیغمبر
برحق حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اقوال و افعال کو
صحیح ترین روایات و اسانید کے ساتھ جمع کر دیا گیا ہے۔ اگر کوئی ان
کتابوں کو دیکھنے سننے اور پڑھنے کے بعد کہے کہ میں نے اقوال
رسول صلی اللہ علیہ وسلم یا افعال رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے یاد کیے، تو
وہ اپنے قول میں صادق اور اپنے دعوے میں سچا ہوگا۔ جب دونوں
جہاں میں ہمارے نبی کا کوئی جواب نہیں، تو کسی قوم میں ان کتابوں
کا جواب کہاں سے ہو سکتا ہے۔ صحیح بخاری شریف کا رتبہ، تو کتاب
اللہ کے بعد سب سے بڑھ کر بتایا جاتا ہے کہ قرآن پاک کے بعد
اگر دنیا میں کوئی صحیح ترین اور مقدس کتاب ہے، تو وہ امام بخاری کی
”صحیح بخاری“ ہے۔ واقعی بخاری شریف کا یہی مقام ہے اس میں
کوئی شک و ریب نہیں ہے۔

مجموعہ حنفی کے ”صحیح البہاری“ کے

ان کی علمی خدمات میں یہ ایک درخشاں کارنامہ ہے۔

’صحیح البہاری‘ کی تصنیف سے حضرت ملک العلماء کا نقطہ نظر یہ تھا کہ دیگر کتب احادیث کے مثل یہ کتاب بھی درس نظامی میں شامل ہو جائے اور مذہب احناف کی تائید میں جو حدیثیں ہیں، ان سے استفادہ کرنے اور ان کو وقت ضرورت تلاش کرنے میں محققین اور مفتیان کرام کو کسی تکلف و دقت کا سامنا نہ ہو۔ دراصل یہ وہ علمی ذخیرہ ہے۔ اس پر جتنا فخر و ناز کیا جائے کم ہے۔ اس کے مضمرات میں وہ سچائیاں تلاش کی جاسکتی ہیں۔ جن کے لئے امام اعظم نے اپنی اجتہادی توانائیاں صرف کیں اور جن کی بدولت ابوحنیفہ ائمہ امت میں ’امام اعظم‘ کے لقب سے سرفراز ہوئے۔ اس کے عوائل و نتائج میں حضرت ملک العلماء کی نگاہ نے جو دیکھا، وہ ہم نہ دیکھ سکے، انہوں نے جو پرکھا، ہم اس کی گہرائی تک نہ پہنچ سکے۔

وہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کے پروردہ تھے مستقبل کو حال کے مثل دیکھ لیتے تھے، ان کی نگاہ انتخاب کا جو کمال تھا، ہم کماحقہ اس کی قدر و منزلت کو نہ پہچان سکے۔ آج ہماری کامیابیوں اور منزل مقصود کو پانے کا راز اسی میں مضمر و پنہاں ہے کہ ہم اپنے اکابر و مشائخ کی نشانیوں کی حفاظت کریں، ان کے آثار و باقیات سے استفادے کو آسان بنائیں، دنیا کو ان کی شخصیات اور ان کے ہمہ گیر پہلوؤں سے متعارف کرائیں، ان کے تاریخ ساز علمی و دینی کارناموں کو دنیا کے سامنے عصری اسلوب میں جدت طرازیوں کے ساتھ پیش کریں، ان کا عرفان عام ہوگا تو دنیا ہمیں پہچان لے گی، ماضی اور اکابر امت کے حوالے سے ہمارا وقار و تشخص تسلیم کیا جائے گا، آنے والی نسلیں ہمیں، اشکناک آنکھوں سے دیکھیں گی، یاد رکھو جو اپنے محسن و مربی کے احسانات کو بھلا دے، تاریخ ایسے شخص کو کبھی معاف نہیں کرے گی۔

میرے تجزیہ کے مطابق ’صحیح البہاری‘ کی امتیازات خصوصیت یہی ہے کہ ’طحاوی شریف‘ کے بعد حنفی ائمہ سب محدثین کا جمع کردہ کتب حدیث میں اس کا قد بہت اونچا اور معیاری ہے۔ اس کی تدوین کے ذریعہ اس کی افادیت کو عام کر دیا جائے، معلمین و محققین کو اس کی طرف راغب و مائل کیا جائے، تو اس کا درجہ اعتبار اور بھی بلند و با وزن ہوگا اور اسے استنادی حیثیت سے بھی پیش کیا جاسکے گا۔ جن فروعی مسائل میں امام اعظم و امام شافعی اور دیگر ائمہ مذاہب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے درمیان اختلاف ہے (جیسے نماز میں رفع یدین کا مسئلہ، قنوت کا مسئلہ، مس ذکر سے وضو ٹوٹنے کا مسئلہ وغیرہ) اجتہاد اور استخراج مسائل میں دلائل و براہین پر نظر کے فرق سے بے مسئلہ ایک ہے، مگر دلائل مختلف ہیں۔ دلائل کے اختلاف سے حکم میں اختلاف ہو گیا ہے اور یہ اختلاف ایسا ہرگز نہیں ہے۔ جس سے کسی امام پر کوئی حکم نافذ ہو یا کسی کی تغلیط کی جائے۔ ائمہ اربعہ برحق ہیں، ان کا ہر مقلد ناجی ہے۔ ہاں فقہ اور تقلید ائمہ کا منکر ہرگز ناجی نہیں۔ صحیح البہاری کی تالیف سے حضرت ملک العلماء نے مقلدین امام اعظم کے ہاتھوں میں دلائل و براہین کی دستاویز دینے کی کوشش کی اور صحیح البہاری کی مثل میں مسائل حنفیہ کو استدلال کی قوت عطا فرمائی۔ میرا وجدان و احساس کہتا ہے کہ حضرت ملک العلماء کا یہ قابل ستائش کارنامہ عرصہ دراز تک جریدہ عالم پر نقش رہے گا۔ قافلے آتے رہیں گے اور جاتے رہیں گے ان کا یہ کام جب تک باقی رہے گا۔ آنے جانے والوں کو اس سے حنفیت اور امام اعظم ابوحنیفہ کا پیغام ملتا رہے گا، صفحہ قرطاس پر صحیح البہاری کا جب تک ایک ایک نقش تابندہ رہے گا اہل علم و عرفان کو اس کی روشنی ملتی رہے گی۔ ساتھ میں حضرت ملک العلماء کا نام بھی زندہ و پابندہ رہے گا۔ جس کے درخشندہ کارناموں سے دنیا کو علم و ایقان کا اجالا ملتا ہے۔ تاریخ کے اوراق سے اس کا نام اور تذکرہ جمیل منایا نہیں جاسکتا۔

صحیح البہاری کی خصوصیات

از قلم: علامہ قاری عبدالرحمن خاں قادری مدیر ماہنامہ اعلیٰ حضرت و استاذ جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف

سراج ملت حضرت علامہ الحاج الشاہ سید سراج اظہر صاحب قبلہ

بانی و سربراہ اعلیٰ دارالعلوم فیضان مفتی اعظم پھول گلی ممبئی

حضور ملک العلماء جنہوں نے مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کے تعارف اور سوانح نگاری کا حق ادا کیا۔ جنہوں نے مختلف علوم و فنون پر تحقیقی کتابیں لکھ کر محدثین و محققین سے داد تحسین و تحقیق حاصل کی۔ افسوس ہے کہ ایسی عبقری اور قابل اتباع شخصیت پر تا حال کوئی اہم اور شایان شان کام نہ ہو سکا۔ جو نہایت حیرت ناک بھی ہے اور تعجب خیز بھی۔ الحمد للہ! آپ نے تائید ربانی سے اس جانب خصوصی توجہ فرمائی اور ملک العلماء قدس سرہ کے ”جہان علم و فن“ کو ”جہان ملک العلماء“ میں محفوظ کرنے کی سعی فرمائی۔ کام اگرچہ کافی تاخیر سے شروع ہوا مگر ”دیر آید درست آید“ کے مصداق صحیح نفع پر کام ہو رہا ہے۔ حضرت موصوف کی ہر کتاب پر کام ہونا چاہئے۔ رب قدر توفیق خیر کی مرحمت فرمائے۔ آپ کے ارشاد کی تعمیل میں جہان ملک العلماء کا اعلان ماہنامہ اعلیٰ حضرت میں شائع کر دیا گیا۔ نیز حضور ملک العلماء کی جامع ”صحیح البہاری“ پر چند کلمات حاضر خدمت ہیں۔

ع: گر قبول افتدڑ ہے عز و شرف

خادم: عبدالرحمن قادری بریلوی، مدیر ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف

مؤسس رضویات، جامع الکملات، سید مکرم حضرت شاہ محمد ظفر الدین صاحب قادری رضوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنی ”حیات فیض رساں“ میں ستر سے زائد اور ایک روایت کے مطابق ۱۶۰ تصنیفات و تالیفات قلم بند فرمائیں۔ جن میں سے ہر ایک اپنی مثال آپ ہے۔ اس دور کے تقاضوں کے بموجب آپ نے جس موضوع پر قلم اٹھایا، اس کا حق ادا کر کے دکھایا۔ متعدد موضوعات و فنون، حدیث، اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ، تاریخ، سیرت، فضائل، مناقب، اخلاق، نصح، صرف، نحو، منطق، فلسفہ، کلام، ہیئت، توقیت، تفسیر اور مناظرہ جیسے اہم فنون پر آپ نے ایسی بے مثال کتابیں ملت اسلامیہ کو عطا فرمائیں کہ اہل علم و دانش پڑھ کر دم بخود رہ گئے اور حضرت فاضل مصنف کی علمی بصیرت و بصارت، فنی مہارت و لیاقت کی داد دیئے بغیر نہ رہ سکے۔ ان تحقیقی اور بے مثال کتابوں میں آپ کی ایک ممتاز و منفرد کتاب ”الجامع الرضوی المعروف بہ صحیح البہاری“ (مجموعہ احادیث ۱۳۲۵ھ) کو جو خصوصیت اور نمایاں عبقریت حاصل ہے، اس کا کوئی جواب نہیں۔ ”صحیح البہاری“ کے سلسلے میں صاحب تذکرہ حضرت ملک العلماء کے فرزند ارجمند، حضرت ڈاکٹر مختار الدین احمد صاحب آرزو (سابق صدر شعبہ عربی مسلم یونیورسٹی علیگزہ) کے چند تعارفی جملے ہدیہ ناظرین ہیں جنہیں ”سمندر در کوزہ“ کی ایک شاندار مثال قرار دیا جاسکتا ہے۔

صحیح البہاری: (حضور ملک العلماء نے محسوس کیا کہ)

ہندوستان کے مدارس اسلامیہ میں عام طور پر صحاح ستہ، مشکوٰۃ المصابیح اور بلوغ المرام وغیرہ کا درس دیا جاتا ہے، درس نظامی میں بھی یہی کتب احادیث رائج ہیں۔ ان کے مولفین شافعی المسلک ہیں اور ان کتابوں میں زیادہ تر وہی احادیث ملتی ہیں، جو شافعی

مسلک کے مؤید ہیں۔ ان میں ”مختلف فیہ مسائل کے متعلق روایات درج کی گئی ہیں، یا ان کو ترجیح و تقدیم دی گئی ہے، جو ان محدثین کے مسلک کی مؤید تھیں۔ مختارات مذہب حنفی کی بنیاد جن اخبار و آثار پر ہے ان کا ذکر نہیں کیا گیا یا کیا گیا، تو رد و انکار کے ساتھ، شرحیں اور حواشی بھی انہیں کتابوں کے لکھے گئے اور اردو ترجمے بھی ہوئے، تو کتب حدیث کے۔ اس طرح غیر مہتمم ہندوستان میں کئی صدیوں تک شافعی علماء کے تیار کردہ احادیث کے مجموعوں کی ترویج و اشاعت ہوتی رہی۔ گیارہویں صدی ہجری میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۹۵۸-۱۰۵۲ء) شاید پہلے حنفی عالم ہیں جنہوں نے مسلک احناف کی تائید میں ایک مجموعہ احادیث ”فتح المنان فی تائید مذہب النعمان“ کے نام سے مرتب کیا۔ اس کے بعد علامہ سید مرتضیٰ زبیدی بگرامی (۱۱۳۵ھ-۱۲۰۵ھ) نے ”عقود الجواہر المنفیہ فی ادلۃ امام ابی حنیفہ“ تصنیف کی۔ یہ دونوں رسالے مسلک حنفی کی تائید میں لکھے گئے ہیں۔

خالص محدثانہ انداز میں حنفی نقطہ نظر سے ہندوستان میں جو پہلا مجموعہ احادیث مرتب ہوا، وہ ظہیر احسن شوق نیوی بہاری (۱۲۷۸-۱۳۲۲ھ) کی آثار السنن ہے۔ یہ کتاب ۱۳۱۸ھ میں ۳۱۱ صفحات پر، قومی پریس لکھنؤ میں چھپی، افسوس کہ یہ مکمل نہ ہو سکی، کتاب کا خاتمہ ”باب فی زیارۃ قبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم“ پر اچانک ختم ہو گیا ہے۔ اس کے بعد کے ابواب وہ لکھنا چاہتے تھے لیکن بوجہ اس میں تاخیر ہوتی گئی تا آن کہ مؤلف کی وفات ہو گئی۔ یہ مختصری کتاب علمائے احناف میں قدر کی نظر سے دیکھی گئی اور میری طالب علمی کے زمانے میں بہار کے مدارس میں ہمارے درس میں شامل تھی۔ ممکن ہے کہ

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدظلہ کی حیات اور علمی خدمات

کہیں کہیں اب بھی پڑھائی جاتی ہو۔

یہ دیکھ کر کہ یہ مختصر سی کتاب ہے اور اس سے احناف کی ضرورت پوری نہیں ہوتی، ملک العلماء فاضل بہار نے احادیث کا سارا ممکن الحصول مجموعہ کھنگال کر صرف وہی احادیث صحیحہ جمع کرنے کا بیڑا اٹھایا جو مؤید مسلک اہلسنت و احناف ہوں اور فقہ حنفی کا ماخذ و مصدر۔ انہوں نے وہ تمام روایات جمع کیں جن پر مذہب حنفی کی عمارت کھڑی کی گئی ہے اور حتی الامکان فقہ حنفی کا شاید ہی کوئی مسئلہ ایسا رہا جو جس کی سند اشتہاد میں کوئی خبر اور اثر پیش نہیں کی گئی ہو۔

ملک العلماء نے اس کتاب کی جمع و ترویج میں عمر کا خاصہ حصہ صرف کیا۔ فقہی ابواب کی ترتیب پر انہوں نے اسے چھ جلدوں میں مکمل کرنے کا منصوبہ بنایا اور اس کا نام ”الجامع الرضوی المعروف بہ صحیح البہاری“ رکھا۔ ترتیب اس طرح تھی۔ جلد اول: کتاب العقائد۔ جلد دوم: کتاب الطہارۃ، کتاب الصلوٰۃ۔ جلد سوم: کتاب الزکوٰۃ، کتاب الحج، کتاب الصوم۔ جلد چہارم: کتاب النکاح تا کتاب الوقف۔ جلد پنجم: کتاب البیوع تا کتاب الغصب۔ جلد ششم: کتاب الشفعۃ تا کتاب الفرائض۔ ہر جلد ایک ہزار صفحات پر مرتب کرنے کا خیال تھا۔ جلد اول یعنی کتاب العقائد میں اختلافی مسائل تھے اس لئے اسے پہلے نہ شائع کر کے دوسری اور تیسری جلد جو طہارت، نماز، روزہ، زکوٰۃ و حج پر مشتمل تھی۔ شائع کرنے کا منصوبہ فاضل مؤلف نے بنایا، اس لئے کہ عام مسلمانوں کو ان مسائل کی واقفیت کی زیادہ ضرورت ہے۔

صحیح البہاری کی جلد دوم جو طہارت و صلوٰۃ کی احادیث پر مشتمل ہے، آسانی کے لئے چار حصوں میں شائع کی گئی۔ پہلا حصہ یعنی کتاب الطہارت ۲۲۰ صفحات پر مشتمل ہے اور اس میں ۲۲۳۴ احادیث درج ہیں۔ یہ حصہ شیخ غفور بخش کے ابوالعلائی الکشرک

پر پریس آگرہ سے ۱۹۱۳ء میں چھپا۔ بقیہ تین حصے جو کتاب الصلوٰۃ پر مشتمل ہیں، سید منظر علی دسنوی کے برقی پریس، بنوری باغ پٹنہ سے ۱۹۳۲ء میں چھپنے شروع ہوئے اور ۱۹۳۷ء میں اختتام پذیر ہوئے۔ دوسرا حصہ ۲۸۸ صفحات پر مکمل ہوا اس میں ۱۳۶۸ احادیثیں ہیں۔ تیسرے حصے کے صفحات ۲۱۶ ہیں اور حدیثوں کی تعداد ۲۱۳۶ ہے۔ چوتھے حصے کے صفحات کی تعداد ۲۳۹ ہے اور یہ ۱۱۸۴۹ احادیث پر مشتمل ہے۔ مکمل جلد کے صفحات ۹۶۰ ہیں اور احادیث کی مجموعی تعداد ۹۲۸ تک جا پہنچی ہے۔ مختصر لفظوں میں ہم کہہ سکتے ہیں صحیح البہاری کی مطبوعہ جلد تقریباً ایک ہزار صفحات پر مشتمل ہے اور احادیث کی تعداد دس ہزار کے قریب ہے۔

مقدمہ جو ۲۵ صفحات پر پھیلا ہوا ہے ہر طرح قابل قدر ہے۔ اس میں اصول حدیث کے ضروری فوائد ۳۲ فصلوں میں لکھے گئے ہیں جن میں نہایت قیمتی علمی معلومات درج ہیں، جن کا جاننا حدیث شریف کے مطالعہ کرنے والوں کے لئے بے حد ضروری ہے، مقدمہ تحریر کرتے وقت مؤلف علام کے پیش نظر اصول حدیث کی امہات کتب تھیں لیکن سب سے زیادہ استفادہ انہوں نے اعلیٰ حضرت کے ان تفردات سے کیا ہے جنہیں برسوں پہلے انہوں نے بڑی توجہ انہماک سے جمع کر کے الافادات الرضویہ کے نام سے مرتب فرمایا تھا۔ (حیات ملک العلماء)

مذکورہ بالا ”تخریر تنویر“ کی روشنی میں یہ ”حقیقت اظہر من الشمس“ ہو جاتی ہے کہ ”صحیح البہاری“ ایک زبردست سرمایہ امت مرحومہ کی ایک عظیم امانت اور بالخصوص احناف کا گراں قدر بیش بہا خزانہ ہے۔ جس کا کوئی بھی بدل نہیں۔ کتب احادیث میں اس کی انفرادی اور امتیازی خصوصیت ہے بلکہ فقہ حنفی کی تائید پر مشتمل احادیث کے تعلق سے کوئی کتاب اس کی ثانی نہیں۔ فقہ حنفی

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی دہلی کی حیات اور علمی خدمات

کی تائید میں احادیث کے چند مجموعے منظر عام پر ضرور آئے مگر صفحات کی ضخامت اور احادیث کی کثرت کے اعتبار سے ”صحیح البہاری“ کی شان امتیازی اپنی جگہ مسلم ہے۔

”صحیح البہاری“ کی تالیف و ترتیب سے یہ سچائی بھی بخوبی آشکارا ہو جاتی ہے کہ جب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے ایک شاگرد رشید اور فیض یافتہ شخصیت کی فن حدیث و اصول حدیث میں مہارت و مہارت کا یہ عالم ہے تو خود امام احمد رضا کی حدیث دانی کا عالم کیا ہوگا۔ اگر اس کا کچھ اندازہ لگانا چاہیں تو ”جامع الاحادیث“ کا مطالعہ کریں۔

ملک العلماء کی اس گراں قدر تالیف کو بلا امتیاز ہر طبقے میں سراہا اور اسے وقت کی ایک اہم ضرورت سے تعبیر کیا اور ملک العلماء کی وجاہت علمی کا سکہ اپنوں اور بیگانوں کے درمیان یکساں طور پر کھٹکانے لگا۔ مولانا حیدر شریف مدرسہ نظامیہ (حیدرآباد)، مولانا عبد القادر، جامعہ عثمانیہ حیدرآباد، مولانا شاہ محی الدین امیر شریعت صوبہ بہار، حضرت مفتی احمد یار خاں صاحب نعیمی؛ حافظ ملت حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب بانی الجامعۃ الاشرافیہ، مولانا سعید احمد اکبر آبادی، مولانا شاہ محمد حبیب الحق خانقاہ عمادیہ پٹنہ، مولانا سید حیدر ولی اللہ قادری (ویلوور)، مولانا شاہ عزیز الدین پھلواری، مولوی اصغر علی جعفری پٹنہ مدیر رسالہ معارف اعظم گڑھ، مولانا سید سلیمان ندوی، مولانا عبد الماجد دریابادی، مولانا ثناء اللہ امرتسری نے اس کتاب کی تحسین کی اور ملک العلماء کی جلالت علمی کی قسمیں کھائی گئیں۔

فنی اعتبار سے یہ کتاب سنن میں داخل ہے۔ بلکہ ”صحیح البہاری“ تمام سنن کے مقابلے میں بہت جامع ترین ہے۔ عنوانات باب کے اعتبار سے سنن اربعہ میں سنن نسائی سب سے

وسیع ہے۔ اب آپ دیکھیں سنن نسائی کتاب الطہارت کے ابواب ۱۹۰۹ ہیں اور ان کے تحت بیان کردہ احادیث کی تعداد ۱۰۰ ہے جبکہ ”صحیح البہاری“ کی کتاب الطہارت کے کل ابواب ۲۱۲ ہیں اور اس کے تحت احادیث کی تعداد ۲۲۰۰ ہے۔

استاذ المحدثین حضرت مفتی عبدالقیوم ہزاروی نے اس کا فنی علمی نقطہ نظر سے بغور تنقیدی جائزہ لیا اور اس کو ”سنن“ میں شمار کرتے ہوئے کہا کہ ”صحیح البہاری“ تمام سنن کے مقابلے میں سب سے زیادہ جامع اور اس کا دائرہ سب سے زیادہ وسیع ہے۔ کیونکہ اس میں نہ صرف سنن، بلکہ مسانید، جامع اور اس کے مستدرکات و مستخرجات حتیٰ کہ اجزاء، امالی اور اطراف تک تمام مفردات کو محیط ہیں۔ اس کا اندازہ اس کے ابواب اور مشمولہ ذمیرہ احادیث سے آسانی کیا جاسکتا ہے۔ (جام نور، اکتوبر ۲۰۰۸ء، ص: ۱۸)

اس کی حفاظت اہل سنت بالخصوص علمائے احناف کی منصبی ذمہ داری ہے۔ اور اس کا موثر و کارگر طریقہ یہ ہے کہ اولین فرصت میں اسے شائع کر کے عام سے عام تر کیا جائے۔ نہایت افسوس کی بات ہے کہ ادھر پچاس سالوں میں اس کی ایک بار بھی اشاعت نہ ہو سکی۔ آخر کیوں؟ اس کا جواب مدارس احناف کے ذمہ داران اور مکاتیب اہل سنت کے ناشرین و مالکان کو دینا چاہئے۔ اکثر مدارس اہل سنت کے نصاب میں اس کا شامل نہ ہونا بھی انتہائی حیران کن ہے اور اس سے بھی زیادہ حیرت ناک ”صحیح البہاری“ کا مدارس اسلامیہ کے نصاب تعلیم سے اخراج ہے۔ معتبر تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور حجۃ الاسلام علامہ شاہ مفتی محمد حامد رضا خاں صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان کے عہد اہتمام میں جامعہ منظر اسلام بریلی شریف کے نصاب درس میں بھی ”صحیح البہاری“ شامل تھی اور ہونا بھی چاہئے۔ اس لئے کہ ”منظر اسلام“ کو ملک العلماء سے اور

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رحمہ اللہ کی حیات اور علمی خدمات

رطب اللسان نظر آئے۔ بڑے بڑے علماء اور ارباب فکر و بصیرت اور محدثین زمانہ پکاراٹھے کہ ذخیرہ احادیث میں ”صحیح البہاری“ ایک ایسی قیمتی اضافہ ہے کہ جس کا کوئی جواب نہیں۔ یہ فقہ حنفی کی تائید میں نادر المثال مجموعہ اور مخالفین احناف کے اعتراضات کا شافی اور مسکت جواب ہے۔

☆ حضرت مولانا عبد القدیر صاحب پروفیسر حدیث و صدر شعبہ دینیات کلیہ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد نے کہا ہے کہ جو لوگ مذہب احناف کو مٹی بررائے اور مخالف حدیث سمجھتے تھے اس کتاب کے دیکھنے کے بعد ان کو اپنی رائے بدل لینی پڑے گی۔ الحمد للہ! میں خصوصیت سے اس کے مقدمے کی تعریف کرتا ہوں جس میں بہت سے ضروری فوائد ذکر کئے گئے ہیں گو یا وہ اصول حدیث کا اہم رسالہ ہے۔

☆ حضرت مولانا حکیم سعید الرحمن خان صاحب تلمیذ رشید حضرت مولانا وصی احمد صاحب محدث سورتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

حقیقتاً یہ ایک بڑی کمی تھی جس کی جانب تعجب ہے کہ اس سے قبل ہمارے علمائے کرام نے توجہ نہ فرمائی ”کل امر مرہون باوقانہ“ اس خیر جاری کے لئے مصلحت الہی میں یہی وقت مقرر اور اس نعمت عظمیٰ سے آپ کا مشرف ہونا مقدر تھا۔ (خط کے اخیر میں) کاش مصر وغیرہ ممالک اسلامیہ سے اس کی اشاعت ہوتی تو اس کی شہرت و مقبولیت دنیائے اسلام میں ہوتی۔

☆ واقف اہل اہل وحقائق حضرت مولانا حافظ سید شاہ محمد حبیب الحق عمادی قادری سجادہ نشین خانقاہ عمادیہ منگل تالاب پٹنہ تحریر فرماتے ہیں:

میں نے مخلصی مولوی شاہ محمد ظفر الدین صاحب کی کتاب

”ملک العلماء“ کو منظر اسلام سے ایک خصوصی تعلق حاصل ہے۔ منظر اسلام کے قیام میں بھی حضرت ملک العلماء کی پر خلوص کوششوں کا زبردست عمل داخل ہے۔

۱۹۰۴ء - ۱۳۲۲ھ میں (منظر اسلام، ۱۳۲۲ھ) قائم ہوا اور حضرت ملک العلماء نیز موصوف کے ایک ہم وطن دوست حضرت مولانا سید عبدالرشید عظیم آبادی سے مدرسہ منظر اسلام کا افتتاح ہوا۔ ان حضرات نے اپنے حلقہ احباب میں خطوط لکھ لکھ کر لوگوں کو منظر اسلام کی طرف متوجہ کیا۔ جس کے نتیجے میں بہار کے طلباء علوم دینیہ نے جوق در جوق آ کر منظر اسلام میں داخلہ کیا۔ اہل بہار اس حقیقت سے واقف ہیں کہ فاضل بہار، ملک العلماء کو اس جامعہ (منظر اسلام) سے خصوصی تعلق و ربط حاصل ہے۔ اس لئے آج بھی اہل بہار اس تعلق خاص کی وجہ سے منظر اسلام کو خاص ترجیح دیتے ہیں اور نہایت عقیدت و احترام کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ صدر الافاضل حضرت علامہ سید نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دور اہتمام میں ”جامعہ نعیمیہ“ میں جو اس وقت ”مدرسہ اہل سنت و جماعت“ کے نام سے معروف تھا۔ ”صحیح البہاری“ داخل تھی۔ الحمد للہ! آج بھی بہت سے مدارس میں شامل نصاب ہے اور جن میں نہیں ہے ان کے ذمہ داران سے گزارش ہے کہ اس طرف توجہ فرمائیں۔ بعض مدارس کے نصاب تعلیم میں اغیار کی بھی کچھ کتابیں شامل ہیں جن کی جگہ اہل سنت کی کتابیں ہونی چاہئے۔ اس طرف بھی خصوصی توجہ کی ضرورت ہے۔

”صحیح البہاری“ ایسی منفرد المثال، عظیم المرتبت چھ جلدوں پر مشتمل حدیثی دستاویز ہے کہ اب سے نصف صدی پیشتر جب شائع ہو کر یہ منظر عام پر آئی تو کیا اپنے کیا بیگانے، کیاسنی کیا مخالف، کیا مقلد کیا غیر مقلد، سبھی اس کی مدح و ستائش میں

جہان ملک العلماء

حضرت علامہ امجد علی محمد طفیل رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف اور تصانیف

’صحیح البہاری‘ کو بنظر غور دیکھا اور اس کو ایک نہایت مفید کتاب پایا۔ عام طور سے اہل حدیث یہ کہا کرتے ہیں کہ مسلک حنفی کا دارومدار صرف حضرت امام اعظم یا ان کے چند شاگردوں کی راویوں پر ہے اور اس کو احادیث سے کوئی تعلق نہیں۔ اس کتاب نے اس خیال کو غلط ثابت کر دکھایا۔ (چند لائنوں کے بعد)

ہمارے محترم دوست نے یہ کتاب لکھ کر اس بات کو واضح کر دیا کہ مسلک حنفی کا کوئی جزیہ بھی حدیث کے خلاف نہیں۔
فشکر اللہ مساعیہ و جزاہ اللہ عنا وعن جمیع المسلمین جزاء حسنا۔

امید ہے کہ علمائے کرام و طلبہ دین خیر الا نام اس کتاب سے خط وافر اور فائدہ محکاثر اٹھائیں گے اور ہمارے مخلص (ملک العلماء) کی محنت دنیا میں مشکور اور عاقبت میں ماجور ثابت ہوگی۔
انشاء اللہ تعالیٰ۔

☆ مولانا حاجی سید علی اصغر علی جعفری پٹنہ قطر از ہیں:

مولانا نے اس کتاب کی تالیف و تدوین میں مذہب

حنفی کی ایک لازوال اور بنظر غور مہتمم تالیف کی حیرت انگیز

دین کے اس دور کساد و خمود میں ایسے صبر آزمو اور محنت طلب کام کا عزم کیا۔ اگر اس کتاب کی تدوین اس زمانے میں ہوتی تو جب دینی حکومت بد سرحد تھی اور مسلمانوں کا مذہبی و کئی قانون فقہ اسلامی تھا۔ تو کوئی شبہ نہیں کہ مصنف کا شمار ائمہ فقہ و حدیث میں ہوتا آج اگر چہ زمانے کا رخ پلٹا ہوا ہے پھر بھی اہل نظر اور اہل حقیقت مولانا کی کاوش کی داد دینے بغیر نہیں رہیں گے اور جو لوگ جزیہات احکام شرعیہ کا سراغ سلف صالحین کے اعمال و رسوم میں لگانا چاہتے ہیں اس کے حق میں اس جامع کا مطالعہ افادہ سے خالی نہیں ہوگا۔

☆ ادیب ندوۃ العلماء مولانا عزیز الدین پھولانی کا اعتراف ملاحظہ فرمائیے:

ہندوستان میں مدتوں سے یہ ضرورت محسوس کی جا رہی تھی کہ کوئی ایسی جامع کتاب لکھی جائے جو حنفیہ کے فقہی مسائل کی حدیث سے تطبیق دے۔ اس موضوع پر متعدد علماء نے کتابیں لکھیں۔ لیکن حنفیہ کی جانب سے حدیث کی بے اعتنائی کا عام خیال جو اہل حدیث علماء کی کوششوں سے پیدا ہو گیا تھا۔ وہ بالکل زائل نہ

علماء و طلباء کے لئے یکساں مفید۔ اہل علم حضرات کو اس کی طرف متوجہ ہونا چاہئے اور تقریباً اس کا ایک نسخہ ہر اہل علم کے گھر میں ہونا چاہئے۔ ان بیش بہا علمی اور آب زر سے لکھے جانے کے لائق عمدہ خیالات کے علاوہ سیکڑوں ارباب علم حدیث، اہل فقہ و ادب اور درجنوں وقیع جرائد و رسائل اور اخبارات کے مدیران و ارباب قلم نے حضرت ملک العلماء کی اس بے مثال اور انمٹ حدیثی خدمت کو خراج عقیدت پیش کیا اور اسے اپنے دور کا نادر تحفہ اور گراں قدر سرمایہ قرار دیا۔ فقہ حنفی کا زبردست قیمتی خزانہ شمار کیا اور اہل علم و طلب کو اس کی جانب متوجہ کرنے کی بھرپور سعی کی۔ پھر بھی نہ جانے کن وجوہ و عوامل کی بنیاد پر یہ زبردست سرمایہ عام اہل عالم کی آنکھوں سے کافی حد تک مخفی رہا۔ تقریباً نصف صدی سے اب تک اس کی اشاعت سے غفلت برتنا اور مدارس احناف کے نصاب میں اس کا شامل نہ ہونا نہ جانے کس فکر و تردد کا نتیجہ ہے۔ ☆☆☆

یہ ”حقیقت اظہر من الشمس“ ہو جاتی ہے کہ ”صحیح البہاری“

ایک زبردست سرمایہ امت مرحومہ کی ایک عظیم امانت اور

بالخصوص احناف کا گراں قدر بیش بہا خزانہ ہے۔ جس کا کوئی بھی بدل

نہیں۔ کتب احادیث میں اس کی انفرادی اور امتیازی خصوصیت ہے بلکہ

فقہ حنفی کی تائید پر مشتمل احادیث کے تعلق سے کوئی کتاب اس کی

ثانی نہیں۔ فقہ حنفی کی تائید میں احادیث کے چند مجموعے منظر عام پر

ضرور آئے مگر صفحات کی ضخامت اور احادیث کی کثرت کے

اعتبار سے ”صحیح البہاری“ کی شان امتیازی اپنی جگہ مسلم ہے۔

قاری عبدالرحمن صاحب، بریلی

صحیح البہاری اور اس کے مصنف

از قلم: عبدالملک رضوی، سیتا مڑھی

صوبہ بہار کا ایک مردم خیز ضلع پٹنہ ہے۔ اس شہر کو ہر اعتبار سے دیگر شہروں پر فضیلت حاصل ہے۔ دنیاوی اعتبار سے اس زمانے میں جنم لیا، اس وقت انگریزوں کا دور دورہ تھا۔ انگریزی کی شہرت کا عالم یہ ہے کہ اسے برلن، لندن، نیویارک اور دیگر بڑے شہروں کے مقابلے میں کم از کم سمجھا جاتا تھا۔

ملک العلماء حضرت مولانا ظفر الدین صاحب نے جس

زمانے میں جنم لیا، اس وقت انگریزوں کا دور دورہ تھا۔ انگریزی

کی شہرت کا عالم یہ ہے کہ اسے برلن، لندن، نیویارک اور دیگر بڑے شہروں کے مقابلے میں کم از کم سمجھا جاتا تھا۔

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی دہلی کی حیات اور علمی خدمات

کتابیں متوسطات تک پڑھیں بعد دارالعلوم حنفیہ بخشی محلہ پٹنہ میں داخل ہوئے۔ اس زمانہ میں شیخ الحدیث حضرت مولانا دہلی احمد محدث سورتی قدس سرہ صدارت کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ اس کے بعد کانپور پہنچ کر استاذ زمن حضرت مولانا احمد حسن قدس سرہ سے استفادہ کیا۔ حضرت مولانا عبد اللہ کانپوری سے آخرین خوب محنت و لگن سے پڑھی اور حضرت مولانا قاضی عبدالرزاق کانپوری کے درس حدیث میں شریک ہو کر احادیث کی کتابیں پڑھیں لیکن دل مضطرب کو ابھی تک تسکین خاطر نہ ہوا۔ حضرت محدث سورتی کی یاد لمحہ بہ لمحہ شدت رہی۔ آخر کار پہلی بھیت حضرت محدث سورتی کی خدمت عالیہ میں میں پہنچے جو پہلے ہی سے وہاں تشریف فرما تھے انہیں کے قائم کردہ مدرسہ مدرسۃ الحدیث میں شریک ہو کر سماعت قرأت میں مکمل توجہ کے ساتھ منہمک ہو گئے۔

خداوند قدوس نے جو ذہانت و فطانت و دیعت فرمائی تھی، محدث سورتی اس سے بخوبی واقف تھے۔ لہذا علمی استعداد اور کتابی صلاحیت اور باطنی اکتساب کے لئے استاذ محترم حضرت محدث سورتی نے امام اہلسنت مجدد ملتہ حاضرہ امام احمد رضا کی بارگاہ میں ۱۳۲۲ھ میں انہیں بھیج دیا۔ وہاں مولوی غلام یسین خامسرائی کے مدرسہ مصباح اجتہاد میں داخلہ لیکر تعلیم حاصل کرنے لگے۔ فرصت کے اوقات میں اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں حاضری دیتے لیکن جب مولوی موصوف کی بد عقیدگی ظاہر ہوئی تو آپ اس مدرسہ سے الگ ہو گئے اور اعلیٰ حضرت کی بارگاہ کے مخصوص اشخاص کی کی توجہ ایک ایسے امر عظیم کی طرف دلائی جو تاریخ کے درخشندہ ابواب میں اب زر سے لکھنے کے قابل ہے، وہ یہ ہے، کہ حضرت مولانا الشاہ حسن رضا (پ ۱۲ صفر المظفر ۱۲۷۰ھ المتونی ۱۳۲۶ھ ۱۳۰۸ھ) و مولانا حامد رضا خاں (پ ربیع النور شریف ۱۲۹۲ھ ۱۲۹۲ھ ماہ اپریل ۱۸۷۴ء وفات ۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۳ھ مطابق ۱۵ مئی

۱۹۳۳ء) کو اپنا ہم خیال بنا کر بڑی جانفشانی کے بعد بریلی کی سرزمین پر مدرسہ ”منظر اسلام“ کا افتتاح کر لیا۔ مدرسے کا تاریخی نام مولانا حسن رضانی رکھا اور مولانا حسن رضا ہی مدرسہ کے پہلے مہتمم مقرر ہوئے۔ اس مدرسے کے سب سے پہلے طالب علم اور سند فراغت پانے والے حضرت ملک العلماء اور حضرت مولانا عبدالرشید عظیم آبادی ہیں۔ امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی نے بخاری شریف کے درس سے اس مدرسے کا آغاز فرمایا۔ ملک العلماء امام اہلسنت کے بہت چہیتے اور محبوب شاگرد تھے۔ مندرجہ ذیل کتابیں اعلیٰ حضرت نے پڑھائیں:

بخاری شریف، اقلیدس کے چھ مقالے تشریح الافلاک، شرح چھ مینی تمام کر کے، علم توقیت و جفر تکمیر حاصل کی۔ تصوف کی کتاب عوارف المعارف رسالہ قشیریہ۔ شعبان ۱۳۲۵ھ میں کثیر مجمع میں فاضل بریلوی کی درخواست پر حضرت مخدوم شاہ حیات احمد قدس سرہ سجادہ نشین ردولی شریف میں دستار فضیلت باندھی اور سند مرحمت فرمائی۔

امام اہلسنت میں ۱۳۳۵ھ میں اپنے تمام سلاسل کا ماذون و جواز بنایا۔ ۱۳۰۸ھ سے ۱۳۲۵ھ تک طالب علمی کی زندگی بسر کی۔ متعدد مقامات سے علم و معرفت کی تشنگی دور کر کے علم و فضل کی انتہاء تک رسائی حاصل کرتے رہے، اور میں اپنے یقین کے مطابق یہ لکھنے میں ذرہ برابر مبالغہ آرائی تصور نہیں کرتا کہ آپ کدو کاوش سے غایت درجہ کی کامیابی و کامرانی حاصل کی۔ آپ کی کوشش رائیگاں نہ گئی بلکہ دیرینہ تمنائیں پوری ہوئیں اور یہی کامیابی کی اصل ضمانت ہے۔

مذکورہ بالا مدارس میں ملک العلماء نے ان مشائخ عظام و علمائے کرام کے زیر سایہ اپنی زندگی میں چار چاند لگایا:

(۱) حضرت مولانا عبدالرزاق صاحب

جہان ملک العلماء

- (۲) حضرت مولانا معین الدین اشرف صاحب
- (۳) حضرت مولانا بدرالدین اشرفی صاحب
- (۴) حضرت مولانا مولانا معین الدین ازہر صاحب
- (۵) حضرت مولانا وصی احمد صاحب محدث سورتی
- (۶) استاذ زمن حضرت مولانا احمد حسن کانپوری
- (۷) حضرت مولانا شاہ عبداللہ صاحب
- (۸) حضرت مولانا حضرت مولانا قاضی عبدالرزاق صاحب
- (۹) حضرت مولانا حکیم امیر اللہ بریلوی
- (۱۰) حضرت مولانا حامد حسن رامپوری
- (۱۱) حضرت مولانا بشیر احمد علیگزھی
- (۱۲) امام اہلسنت مجدد اعظم الشاہ احمد رضا قدس سرہ۔

اب اسی سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جب ایسے فطین ولبیب شخص کا استاذ کوئی جامع علوم عقلیہ و نقلیہ ہے تو کوئی امام التفسیر الکلام، کوئی شیخ الحدیث ہے۔ تو کوئی استاذ الفقہاء۔ اگر کوئی میدان منطق کا غازی ہے تو کوئی وادی فلسفہ کابرق و رفتار شہسوار، اگر کوئی توفیق و جفر میں فقیہ المثال ہے تو کوئی فقہ و اصول میں یکتائے زمانہ ہے۔ ایسی عالی مرتبت شخصیتوں کی درسگاہ کا فیض یافتہ بھی بے شمار علوم و معارف سے بے بہرہ کیوں کر ہو سکتا ہے۔

درس و تدریس:

دور طالب علمی سے ملک العلماء کی علمی قابلیت اور راسخ علمی لوگوں پر آشکارا رہی۔ دوران تعلیم ہی میں پیشوائے وہابیہ مولوی اشرف علی سے اس کی کتاب حفظ الایمان کی گمراہ کن عبارت پر زبانی بحث و مباحثہ کر کے اس کی کم علمی، نادانی، کج فہمی و گمراہی کا رزار آشکارا کر کے مجمع عام میں لاجواب کر دیا۔ اسی زمانہ سے عوام و خواص سبھی اچھی طرح سے آپ کی شخصیت سے روشناس

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی دہلی کی حیات اور علمی خدمات

ہو گئے۔ فراغت کے بعد مدرسہ منظر اسلام میں مدرس جنس کے گئے۔ برسوں سے علم و حکمت کا وہ بے بہا گنجینہ جسے اپنے سینے میں محفوظ کیا تھا اس سے تشنگان علوم کو سیراب کرنے لگے۔ بہت ہی کم عرصہ میں ایک مدرس کی حیثیت سے آپ کے علم کا شہرہ ملک کے خطہ خطہ میں پھیل گیا۔

بہت سے لوگ آپ کی تدریسی خدمات کے خواہش مند تھے۔ لیکن اس سلسلے میں ۱۳۲۹ھ میں جناب حاجی عبدالرزاق قادری رضوی مقیم شملہ کو کامیابی حاصل ہوئی۔ حضرت فاضل بریلوی نے آپ کو جامع مسجد شملہ کی امامت و خطابت پر مامور کر دیا۔ لیکن یہاں زیادہ عرصہ تک نہ رہ سکے اور حضرت مولانا رحیم بخش قادری رضوی المتوفی ۱۳۲۹ھ نے مدرسہ فیض الغرباء کے لئے عرض پیش کی اور ان کی جانب سے شدید اصرار پر ۱۳۳۰ھ میں مدرسہ فیض الغرباء کے مسند تدریس پر جلوہ فگن ہوئے۔

الحاج سید نور الہدی المتوفی ۱۳۳۵ھ ایم، اے، ایل، ایل، ایم کیمرج یونیورسٹی انگلینڈ نے اپنے دیرینہ دوست مآب سید فخر الدین وزیر حکومت بہار و اڑیسہ و دیگر و نیدار حضرات کی رائے کم نومبر ۱۹۱۳ء/ ۱۳۳۰ھ کو مدرسہ شمس الہدی کی بنیاد ڈالی تھی اور تفسیر و فقہ، حدیث کے درجات کھولے گئے۔

کچھ دنوں بعد جب مولانا مشتاق احمد کانپوری المتوفی ۱۳۵۳ھ مولانا احمد حسن کے پاس مدرسہ عثمانیہ اجیر شریف تشریف لے گئے تو آپ کو استاذ تدریس و حدیث اور مدرس اول منتخب کیا گیا آپ کے ہیں معترف سب عالمان ارض پاک آپ کی تقدیریں کے قائل ہیں سبھی پیرو جواں۔

مناظرہ:

حضرت ملک العلماء علیہ الرحمہ کی حقیقت بیانی، اعطاء

تقریر، پند و نصائح پرستان تو حید و عاشقان مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے رحمت اور مہمان ادیان باطلہ کے لئے زحمت، گمراہوں کے درمیان کھلبلی مچ گئی، سمجھوں کی فریب کاری و گمراہی طشت از بام ہوتی ہوئی نظر آئی۔ جگہ جگہ مناظرہ ہوتا رہا، مگر ہر جگہ فتح و نصرت کا تاج زریں بدستور آپ کے سروں پہ بندھا رہا۔ تب سب دم دبا کر بھاگ گئے اور کسی میں لب کشائی کی جرأت نہ ہوئی، لب کشائی تو درکنار کسی کو سامنے کھڑے ہونے کی ہمت نہیں ہوئی۔ کتنے چیلنج کرنے والوں نے جب آپ کا نام سنا تو اسی وقت بھاگ کھڑے ہوئے۔ جیسا کہ واقعات و مشاہدات اس پر شاہد ہیں۔ ایک واقعہ جو حضرت ہی کا تحریر کردہ ہے ملاحظہ ہو:

جب میں مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ میں مدرس تھا تو رمضان شریف کی تعطیل میں اعلیٰ حضرت کی قدمبوسی کے لئے حاضر ہوا۔ اس زمانہ میں اعلیٰ حضرت علم ہیئت میں ایک کتاب تصنیف فرما رہے تھے اور میں اس کو صاف کر رہا تھا۔ ارادہ تھا، کہ ماہ رمضان المبارک تمام کر کے بعد شش عید کے جب مدرسہ کھلے گا پٹنہ واپس ہوں گا۔ لیکن اواخر رمضان شریف حاجی لعل محمد خاں صاحب کا خط پہنچا کہ یہاں ولی اللہ نامی ایک وہابی آیا ہے، اور جگہ جگہ مناظرہ کا چیلنج دیتا ہے۔ حضور ملک العلماء کو روانہ فرمادیں۔

اس وقت وہ کتاب قریب ختم کے تھی اعلیٰ حضرت نے فرمایا۔ آپ اس کو اپنے ساتھ لے جائیے اور نقل کرنے کے بعد اصل اور نقل دونوں رجسٹری سے واپس کر دیجئے۔ جب جانے کا وقت ہوا اور اسٹیشن

اس لئے یہ روپے آپ کی نذر ہیں؟

مجھے بہت شرم آئی، کہ طالب علمی زمانہ تو ضرورت کا زمانہ تھا، اب تو میں نوکر ہوں، میں پیر کی خدمت کیا کرتا اور ان کی نذر کرنا کہ لئے پیر ہی سے وصول کروں۔ میں نے کچھ تامل کیا، اعلیٰ حضرت نے باصرار عنایت فرمایا میں نے قدم بوسی کرتے ہوئے وہ روپے لے لئے اور کلکتہ روانہ ہوا۔

میرے پہنچنے کی خبر ملتے ہی سارا جوش ٹھنڈا ہو گیا۔ اب کس میں مناظرہ کا دم ہے۔ اعلیٰ حضرت کی دعا کا اثر ہے۔ میرے ظفر کو اپنی ظفردے اس سے شکستیں کھاتے یہ ہیں (حیات اعلیٰ حضرت ج ۱، ص: ۳۸-۳۹ بریلی شریف)

جب حضرت مولانا خود اپنی زبان سے یہ کہہ رہے ہیں تو حقیقت لاجمالا اس سے زیادہ ہوگی۔ کیونکہ منکر لہزاجی تو واضح انکساری علماء کا خاصہ ہے آپ بھی اپنی تعریف و توصیف سے سخت نفرت کرتے تھے۔ مولانا علی احمد سیوانی صاحب نے اپنے ایک مضمون ”ملک العلماء خود اپنے وطن میں اجنبی“ میں لکھتے ہیں:

حضرت ملک العلماء درجنوں کتابوں کے مصنف تھے۔ منجملہ ان کی ایک کتاب ”حیات اعلیٰ حضرت“ تین ضخیم جلدوں میں ہے اور اس موضوع پر بنیادی اور مستند ترین کتاب ہے۔ (ماہنامہ نور مصطفیٰ پٹنہ ص ۳۳)

یہاں مولانا نے جلدوں کی تعداد شمار کرنے میں غلطی کی ہے، جیسا کہ خود مصنف کی عمارت سے واضح ہے:

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی صاحب کی حیات اور علمی خدمات

صبح اللہ اللہ کا نعرہ لگاتے ہوئے منہدم ہو گیا۔ ع

کون اس چمن سے اے باد صبا جاتا ہے
رنگ رخسار سے پھولوں کا اڑا جاتا ہے
موت اس شخص کی ہے جس پہ زمانہ روئے
یوں تو دنیا میں بھی آئے مرنے کے لیے

پٹنہ کی دھرتی پر آپ کے مزار اقدس سے آج بھی عوام و
خواص اسی طرح فیضیاب ہو رہے ہیں جس طرح حیات ظاہری میں
ہوا کرتے تھے۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے

سبز نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

حافظ شیرازی کے بقول اپنی مرقد انور میں رہ کر ایک عالم

کو فیضیاب کر رہے ہیں کیونکہ۔

ہرگز نہ میرا آنکہ دلش زندہ شد بعشق سبت ست بر جریدہ عالم دوام ما

صحیح البھاری:

برسہا برس نہیں بلکہ صدیوں سے علمائے کرام فضلاء عظام
وصلحاء امت کی آنکھیں ترس رہی تھیں کہ کوئی ایسی کتاب معرض وجود میں
آئے جس میں وہ احادیث یکجا ہوں جو مذہب حنفی کا ماخذ اور موند ہوں۔

لیکن چونکہ چودہویں صدی کے اوائل تک کوئی ایسی کتاب
دیکھنے کو نہ ملی۔ بالآخر قدرت نے فاضل بریلوی کو علمائے امت کی دیرینہ
آرزو پوری کرنے کے لئے منتخب کیا، اور ملک العلماء کے دل میں یہ جذبہ
بیدار ہوا کہ میں خود ایسی کتاب مرتب کر دوں جس میں صرف مذہب حنفی کی
موند احادیث ذکر کی جائیں۔

اس مہتمم بالشان کام کا آغاز قیام بہرام کے دوران اپنے
استاذ محترم مرشد برحق اعلیٰ حضرت کی دعا و اجازت سے کیا۔ جب اس کی
ترتیب و تصنیف میں مکمل طور سے منہمک ہو گئے، تو دشوار گزار مراحل پر

مرتب روحانی نے اپنی گونا گوں مصروفیات کے باوجود ہمسائی کی اور
فوق کتابیں بھی ارسال کرتے رہے۔ پٹنہ کی مشہور و معروف خطا
لاہری سے آپ نے بھرپور استفادہ کیا علاوہ ازیں مخصوص اجاب
و متعلقین نے بھی مواد کی فراہمی میں ناقابل فراموش رول ادا کیا۔

پوری جانفشانی و جہد مسلسل کے بعد دس سال کے طویل
عرصہ ۱۳۳۵ھ تا ۱۳۴۵ھ میں یہ عالمی کارنامہ پایہ تکمیل کو پہنچا، مکلف
ستم ظریفی زمانہ یا وسائل کی عدم فراہمی کی وجہ سے پانچ سال یہ کتاب
کتابت و طباعت..... سے محروم رہی۔ بعدہ حسین، دیدہ زیب اور
جاذب نظر ٹائٹل سے آراستہ و پیراستہ ہو کر عوام و خواص کے لئے
راحت قلب و جاں اور سکون دل و نظر ہوئی۔

حضرت فاضل بھاری کی یہ کتابچہ جلدوں پر مشتمل ہے،
جس کی قدرے تفصیل یہ ہے:

جلد اول۔۔	عقائد
جلد دوم۔۔	طہارت و صلوٰۃ
جلد سوم۔۔	زکوٰۃ و صوم و حج
جلد چہارم۔۔	کتاب النکاح تا وقف
جلد پنجم۔۔	کتاب البیوع تا غصب
جلد ششم۔۔	کتاب الشفاء تا فرائض

حضرت ملک العلماء کا خیال ہوا، کہ دوسری جلد جس میں
طہارت و صلوٰۃ کا بیان ہے، پہلے اسی کو منظر عام پر لایا جائے، اس لئے وہی
چھپ کر بارہ نواز ہوئی۔ لیکن اس کی ضخامت کے سبب اسے چار حصوں
میں تقسیم کر دیا گیا۔ جیسا کہ ان حصص سے کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے۔

حصہ اول کتاب الطہارت ۲۴۰ صفحہ پر مشتمل ہے۔ اس میں
۲۰۶۳ حدیثیں بیان کی گئی ہیں۔ حصہ دوم میں ۲۸۸ صفحات ہیں، اس
میں ۳۳۰۹ حدیثیں آتی ہیں حصہ سوم ۲۱۶ صفحوں پر ختم ہوتا ہے، اس

میں ۲۱۲۹ حدیثیں درج ہیں۔ حصہ چہارم ۲۳۶ صفحہ پر مشتمل ہے اس میں ۱۸۰۱ حدیثیں درج ہیں۔ اس طرح سے یہ چاروں حصے ۹۶۰ صفحات اور ۹۳۰۲ حدیثوں پر مشتمل ہیں۔

حضرت ملک العلماء کی یہ کتاب گونا گوں خوبیوں کی حامل ہے۔ باب احکام میں جن حدیثیں ذکر کی گئی ہیں باب فضائل میں حتیٰ الوسع یہی سعی کی گئی ہے کہ احادیث مذکور ہوں لیکن ضعیف احادیث بھی ذکر کی گئی ہیں۔ کیونکہ فضائل میں حدیث ضعیف معتبر ہے۔ ساتھ ہی ساتھ اس بات کہ بھی کوشش کی گئی ہے کہ حدیث کی متعدد سندیں فراہم کر دی جائیں اور باب احکام میں تو اس کا التزام ہے تاکہ کوئی حدیث حسن سے کم درجہ کی نہ رہے۔ اس کتاب سے اس غلط پروپیگنڈہ کی حقیقت بے نقاب ہو جاتی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ ”مذہب حنفی احادیث و نصوص کے علاوہ قیاس آرائی پر قائم ہے“۔

ان احادیث کے بیان سے آپ نے واضح کر دیا، کہ مذہب احادیث رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عین مطابق ہے۔ اس کتاب میں احادیث کی پوری سندیں درج نہیں کی گئی۔ بلکہ ان احادیث کی تخریج کرنے والے محدثین یا ان کی کتابوں کا حوالہ دے دیا گیا ہے جیسا کہ مشکوٰۃ وغیرہ کتب احادیث کا طرز تدوین ہے۔

حضرت ملک العلماء علامہ ظفر الدین علیہ الرحمہ نے جلد ثانی کے حصہ اول میں ایک طویل مقدمہ لکھ کر یہ بیان کر دیا کہ کون سی حدیث معتبر ہے کون نہیں، حدیث کب حسن ہوتی ہے کب ضعیف، کس وقت ضعیف کا اعتبار ہوگا، کس وقت نہیں، حدیث ضعیف موضوع ہوتی ہے یا نہیں۔ ہر ایک کو دلائل و شواہد اور اقوال ائمہ و محدثین سے مدلل و مبرہن کیا۔ تمام فوائد کا اجمالاً یہاں تذکرہ کیا جاتا ہے۔

فائدہ ۱: یہ مجلدات اگرچہ بادی النظر میں صحاح یعنی بخاری، مسلم، جامع ترمذی، سنن ابوداؤد، نسائی و ابن ماجہ وغیرہ کی طرح

احادیث صحاح حسان و ضعاف پر مشتمل ہیں۔ لیکن ان اشخاص پر جو احادیث کی کتابوں میں باریک بینی سے کام لیتے ہیں ان پر بخوبی عیاں ہوگا کہ اس کتاب کبھی احادیث یا تصحیح ہیں یا حسن ہوں گے کہ میں نے ایک حدیث کے متعدد طرق جمع کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے جس کی وجہ سے اگر کوئی ضعیف حدیث آئی تو وہ تعدد طرق سے حسن ہو گئی۔

فائدہ ۲: حنفیہ حدیث کا سختی سے اتباع کرتے ہیں اور حدیث سے دوسرے کی نسبت زیادہ استدلال کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ حدیث مرسل کو بھی حجت مانتے ہیں اور اس کے ہوتے ہوئے قیاس کو ترک کر دیتے ہیں اور جمہور کے نزدیک بھی جن میں امام مالک بھی ہیں حدیث مرسل حجت ہے مگر امام شافعی کے نزدیک یہ حجت نہیں ہے۔

فائدہ ۳: حدیث کے مراتب کے بیان میں ہے۔ سب سے اعلیٰ مرتبہ صحیح لذلکہ پھر صحیح لغیرہ پھر حسن لغیرہ یہ چاروں مطلقاً حجت ہیں، پھر ضعیف بضعف قریب، پھر ضعیف بضعف قوی، پھر ساتواں حصہ حدیث مطروح کا ہے پھر اس کے بعد موضوع۔

فائدہ ۴: حدیث ضعیف تعدد طرق سے درج حسن تک پہنچ جاتی ہے۔

فائدہ ۵: تقویت حدیث کے لئے دو سندیں کافی ہیں۔

فائدہ ۶: حدیث ضعیف اہل علم کے عمل سے قوی ہو جاتی ہے۔

فائدہ ۷: حدیث ضعیف کبھی بالکل ضعیف ہوتی ہے، لیکن علماء کے تجربہ کی بناء پر لائق عمل ہو جاتی ہے۔

فائدہ ۸: کتب علماء میں حدیث کے بلا سند مذکور ہونے پر بھی اکتفا کر لی جاتی ہے اور صرف ان پر اعتماد کی بناء پر بیان کر دیا جاتا ہے۔

فائدہ ۹: محدثین کا قول ہے ”لا تصح فی ہذا الباب۔۔۔ حجت ہونے کے منافی نہیں ہے۔“

فائدہ ۱۰: عدم صحت و موضوعیت کے درمیان بہت زیادہ فرق ہے۔

فائدہ ۱۱: ۹ میں جو کچھ اجمالاً ذکر کیا گیا ہے، اسی فائدہ کو

شرح وسط کے ساتھ بیان کئے ہیں۔

اگرچہ امام بخاری ہی نے منکر الحدیث کہا ہو۔

فائدہ ۱۲: جو حدیث سے ثابت ہو اس کی تین قسمیں ہیں: اول

فائدہ ۲۴: متروک راوی کی حدیث بھی موضوع نہیں جبکہ

عقائد، دوم احکام، سوم فضائل و مناقب کتاب میں بالتفصیل مذکور ہے۔

ضعفاء میں متروک سب سے نیچے درجہ کا ضعیف ہے جس کے بہم

فائدہ ۱۳: فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل کرنا مستحب ہے۔

بالوضع یا کذاب و دجال ہی کا نمبر ہے۔

فائدہ ۱۴: صحیح و معتبر احادیث سے بھی یہ ثبوت فراہم

فائدہ ۲۵: مجہول راوی کی حدیث بھی موضوع نہیں ہوتی

ہوتا ہے کہ فضائل حدیث ضعیف قابل عمل ہے۔

زیادہ سے زیادہ ضعیف ہو سکتی ہے۔

فائدہ ۱۵: فضائل اعمال میں عقل بھی اس بات کی مقتضی ہے

فائدہ ۲۶: حدیث بہم موضوع نہیں ہوتی۔

کہ حدیث ضعیف مقبول ہو۔

فائدہ ۲۷: حدیث مجہول تعدد طرق سے حسن ہو جاتی ہے۔

فائدہ ۱۶: بطل احتیاط ہو تو حدیث ضعیف کا احکام اعتبار

فائدہ ۲۸: وضع کا حکم سند پر ہوتا ہے نہ کہ متن پر یہ ہو سکتا ہے

کیا جائے گا۔

کہ کوئی حدیث ایک سند کے لحاظ سے موضوع قرار پاتی ہو لیکن دوسری

فائدہ ۱۷: فضائل میں موضوع کے علاوہ ہر حدیث پر عمل

سندوں سے ضعیف یا حسن یا اس سے بھی بالاتر صحیح ثابت ہو جائے

کیا جائے گا۔

کتاب میں اس کی مثالیں بھی دی گئی ہیں۔

فائدہ ۱۸: موضوعات کو بتانے کے لئے جو کتابیں تصنیف کی

فائدہ ۲۹: متعدد طریقوں سے طعن ہونے کی وجہ سے

گئی ہیں ان میں کسی حدیث کا مذکور ہونا اس کو مستلزم نہیں کہ وہ ضعیف

حدیث موضوع نہیں۔

ہی ہو کیونکہ جن لوگوں نے صرف موضوعات کو لانے کا التزام کیا ہے

فائدہ ۳۰: موضوع کچھ ثابت کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی اور

ان کی کتابوں میں بھی تیضیح ظاہر ہوا کہ حسن بلکہ موضوع درج ہو گئی

متعدد موضوع چند طریقے سے مروی ہو تو بھی اس کی خرابی میں کمی

ہیں اور جنہوں نے اس کا التزام نہیں کیا ہے ان کی کتابوں میں صحاح

نہیں آتی۔

و حسان کا ہونا خود ہی ظاہر ہے۔

فائدہ ۳۱: عمل بالموضوع اور عمل مافی الموضوع میں ہے۔

فائدہ ۱۹: صرف راوی کے ضعیف ہونے سے حدیث کو

موضوع نہیں کہا جاسکتا۔

موضوع نہیں کہا جاسکتا۔

فائدہ ۳۲: حدیث ضعیف کی روایت بلاشبہ جائز ہے۔

فائدہ ۲۰: ایسا غافل جو دوسرے سے تلقین قبول کر لیتا ہو اس

کیونکہ صحیح بخاری میں بھی ایک حدیث کے بارے میں ضعیف ہونے کی

کی حدیث کو بھی موضوع نہیں کہا جاسکتا۔

ائمہ نے صراحت کی ہے اور صحیح مسلم اور دیگر صحاح و مسانید وغیرہ میں تو

فائدہ ۲۱: انقطاع وضع کو مستلزم نہیں۔

بکثرت موجود ہے خصوصاً حدیث کی تقویت کے لئے متابعت اور شواہد

فائدہ ۲۲: حدیث مضطرب بلکہ منکر بھی موضوع نہیں ہوتی۔

میں ضعیف احادیث بلا تکثیر لائی جاتی ہے۔ (مقدمہ، ص: ۸۳۴)

فائدہ ۲۳: منکر الحدیث راوی کی حدیث بھی موضوع نہیں

ہے جن سے طالبان حدیث کا واقف ہونا ضروری ہے۔

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدنی کی حیات اور علمی خدمات

مولانا عبد الماجد دریابادی نے اخبار سچ لکھنؤ ۷۱ جون میں تحریر کیا: ”فقہ حنفی ایک بحرنا پیدا کنار ہے سب کتابیں یکجا کی جائیں تو الماریاں کی الماریاں کیا کتب خانے اکٹھے ہو جائیں۔ مگر اکثر کتابوں میں صرف جزئیات مندرج ہیں صرف بعض نے اس طرف توجہ کیا کہ جزئیات کے ساتھ ساتھ ان کے ماخذ قرآن یا حدیث سے بھی درج کئے جائیں پھر ابھی تک اس سلسلہ میں بہت کچھ کام کرنے کو باقی رہ گیا ہے۔ اس وقت بڑی ضرورت اس کی تھی کہ جو احادیث نبوی مسلک حنفی کی تائید میں ملتی ہیں انہیں یکجا کر دیا جائے۔ اس لئے کہ مخالفین حنفیہ کا بڑا اعتراض یہی ہے کہ فقہ حنفی کے احکام حدیث سے بہت دور جا پڑے ہیں۔“

ملک العلماء نے اس موضوع پر قلم اٹھایا اور جامع الرضوی یا صحیح الہیاری کے نام سے چھ مجلدات شائع کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ زیر نظر کتاب جلد دو کا صرف حصہ اول ہے جس میں کتاب الطہارت کی وہ احادیث جمع کر دی گئی ہیں جو ائمہ حنفیہ کی مستدل ہیں۔ ۲۶/۲۵ صفحہ کا مقدمہ ہے باقی حصص میں اصل کتاب ہے۔ جو بکثرت ابواب میں منقسم ہیں۔

فاضل مؤلف کی کوشش ہر آئینہ قابل داد اور تلاش و کاوش بہر نوع مستحق تحسین و آفریں، حنفی مدارس کے طلباء کے زیر درس اگر اس قسم کی کتابیں رہیں تو بہت خوب ہو جن حضرات کو فقہ حنفی سے یہ بدگمانی رہتی ہے کہ وہ حدیث نبوی سے الگ اور اس کے معارض ہیں ان کے لئے اس کا مطالعہ انشاء اللہ بہت نافع ہوگا۔“

(۵) ایضاً جلد ثانی

☆☆☆

صحیح الہیاری کے متعلق علمائے کرام نے جو تقریریں تحریر کی ہیں ان اقتباسات کی ایک جھلک:

جامع علوم عقلیہ و نقلیہ واقف آثار و سنن جناب مولانا حاجی سید علی اصغر صاحب جعفری زینی دامت فیوضہ ”مولانا نے یہ کتاب لکھ کر علماء و اعلام حنفیہ کے اس دعوے کو کہ احادیث و آثار کی اتباع میں مقلدین مذہب حنفی اعتقاد اور عمل دونوں طرح مذہب اہلسنت ہر دوسرے فرقہ سے آگے اور پیش پیش ہے نہ صرف ثابت و مبرہن بلکہ ایک اعتبار سے محسوسات کی طرح بدیہی بنا دیا“ الجامع الرضوی ص: ۸

حضرت مولانا حافظ سید شاہ محمد حبیب الحق قادری عمادی صاحب: ”محترم دوست نے یہ کتاب لکھ کر اس بات کو واضح کر دیا کہ مسلک حنفی کا کوئی جز یہ بھی حدیث کے خلاف نہیں۔“

حضرت مولانا عبد القدیر صاحب پروفیسر حدیث و صدر دینیات کلیہ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد ”فقیر نے جامع الرضوی معروف بہ صحیح الہیاری جلد ثانی مصنف مولانا مولوی محمد ظفر الدین صاحب کو دیکھا یہ حدیث کی نہایت جامع اور اچھی کتاب ہے۔ بحمد امکان حدیث کو جمع کرنے میں کوتاہی نہیں کی۔ مذہب احناف کی تائید کا خصوصیت سے لحاظ رکھا گیا ہر مسئلہ پر اس قدر کثرت سے حدیثیں بیان کی ہیں کہ ضعیف حسن صحیح احادیث مشہور کا مرتبہ حاصل کر لیتی ہے۔“

حضرت مولانا حافظ سید شاہ محمد حبیب الحق قادری عمادی صاحب قبلہ اور مولانا عبد القدیر صاحب دونوں کی تحریریں الجامع الرضوی کے جلد ثالث صفحہ ۸ اور جلد ثانی صفحہ ۲ پر واقع ہے۔

علمائے کرام کے علاوہ بہت سارے ایڈیٹران اخبار و جرائد نے بھی آپ کی عرق ریزی کی داد دی ہے۔ ذیل میں چند ایڈیٹران کے تبصرے ملاحظہ ہوں:

عافیہ: ایک تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ

از قلم: علامہ رضوان احمد نوری شریفی، بانی الجامعہ البرکاتیہ، گھوسی، ضلع منو۔ یوپی

فن صرف کی اہمیت : ملحق کی گردانیں اور ان کے تحت چند مصادر کا ذکر ہے اور کہیں کہیں کچھ کلمات کی تفسیر بھی ہے۔ بیچ بیچ میں صحیح معقولہ اور مہسوز کا ذکر ہے اور حقیقت یہ ہے کہ صحیح پڑھنا اور سمجھنا اور ان کلمات کے علم پر

”جس علم کے ذریعہ اوزان کلمات معلوم ہوں اس کو علم صرف کہتے ہیں، غرض اس سے یہ ہے کہ صیغوں کے بولنے اور سمجھنے میں غلطی نہ ہو، موضوع اس کا کلمہ ہے۔“

۲۔ مذکورہ کتابوں میں سے صرف شافیہ میں علم صرف کی تعریف کی گئی ہے۔ مگر موضوع اور غرض و غایت کا ذکر نہیں ہے۔ صرف میر میں تعریف (گردان) کی تعریف تو ہے، مگر علم صرف، اس کی غرض اور موضوع کا ذکر نہیں ہے۔ اسی طرح اسم، فعل اور حرف کا ذکر بعض کتابوں میں تو ہے ہی نہیں اور بعض کتاب مثلاً صرف میر میں ہے۔ مگر، تعریف نہیں اور علم الصیغہ میں ان کا ذکر تعریف کے ساتھ ہے۔ مگر جس مختصر اور آسان انداز میں مصنف علام نے ان کی تعریف کی ہے، ایسا انداز اب تک اردو کی کتابوں میں بھی نظر نہیں آیا۔ چنانچہ کلمہ کی تعریف کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

”جو کلمہ اپنے ذاتی معنی کو نہ بتا سکے اس کو حرف کہتے ہیں جیسے ھن، الی کہ خود یہ دونوں کلمے اپنے ذاتی معنی ابتداءً غایت اور انتہائے غایت کو نہیں بتاتے، جب تک دوسرا کلمہ اس کے ساتھ نہ ملایا جائے اور اگر اپنے ذاتی معنی پر دلالت کرے، مگر تینوں زمانے ماضی، حال، استقبال سے کوئی بھی اس میں نہ پایا جائے، تو وہ اسم ہے۔ جیسے (زَيْدٌ عَالِمٌ) جو کلمہ اپنے ذاتی معنی پر دلالت کرنے کے ساتھ کسی زمانہ کو بھی بتائے، اس کو فعل کہتے ہیں جیسے نَصَرَ (اس نے مدد کی زمانہ گذشتہ میں)۔“

عربی زبان کی کتابوں میں ذاتی معنی کی تعبیر ”معنی فی نفسہا“ سے کی گئی ہے، اور فارسی زبان کی کتابوں میں معنی مستقل سے کی گئی۔ جس کا سمجھنا مبتدی طلبہ کیلئے آسان نہ تھا۔ مگر مصنف علام نے اس کی تعبیر ذاتی معنی سے کر کے بالکل آسان کر دیا۔ مذکورہ بالا عبارت سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے، کہ آپ کو کسی معنی کو مختصر اور سلیس الفاظ میں بیان کرنے کا ملکہ حاصل تھا۔

میزان و منشعب ابتدائی طلبہ کے اذہان کے پیش نظر لکھی گئی اور صرف میر، پنج گنج وغیرہ میں وہ باتیں ترک کر دی گئیں، جن کا ذکر میزان و منشعب یا کسی دوسری ابتدائی کتاب میں ہو چکا ہے۔ اسی طرح فصول اکبری میں بہت سی وہ باتیں جن کا ذکر میزان و منشعب، صرف میر اور پنج گنج میں ہو چکا ہے، ترک کر دی گئیں۔ علم الصیغہ میں بھی وہ باتیں، جن کا ذکر مذکورہ کتابوں میں ہو چکا ہے، مکمل طور سے بیان نہیں کی گئیں۔ آج سے تقریباً ڈیڑھ سو سال پیشتر وقت کی فراوانی اور مشاغل کی کمی تھی، اس لئے ممکن ہے، کہ کسی نے اس کی ضرورت محسوس نہ کی ہو، کہ ایک ایسی کتاب ہونی چاہئے، جو صرف کے تمام مسائل پر مشتمل ہو۔ لیکن مصنف علام ملک العلماء کی دور رس نگاہ دیکھ رہی تھی، کہ ایک ایسا دور آنے والا ہے، جس میں مشاغل کی فراوانی اور وقت کی تنگی ہوگی اور فارسی زبان کا رواج ختم ہو جائیگا۔ اس لئے آپ نے عافیہ تصنیف فرمائی۔ جو آسان اور سلیس اردو زبان میں ہے اور از ابتدا تا انتہا صرف کے تمام مسائل کو حاوی ہے۔ جو بلاشبہ صرف کی دوسری کتابوں سے بے نیاز کر دینے والی ہے غالباً اسی لئے اس کا نام ”عافیہ“ رکھا گیا۔

عافیہ کی خصوصیات :

۱۔ مذکورہ بالا کتابوں میں شافیہ عربی زبان میں اور باقی کتابیں فارسی زبان میں ہیں اور ظاہر ہیکہ مادری زبان میں مسائل و قواعد کا علم بہ نسبت دوسری زبانوں کے آسانی سے حاصل ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے عافیہ کو سلیس اردو زبان میں تصنیف فرمایا، تاکہ مبتدی طلبہ بھی آسانی سے سمجھ سکیں۔ ساتھ ہی اس بات کی بھرپور کوشش کی گئی ہے، کہ فن سے متعلق کوئی مناسب اور ضروری بات رہ نہ جائے۔ چنانچہ سب سے پہلے حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے فن صرف کی تعریف اس کا موضوع اور غرض و غایت کو مختصر الفاظ میں یوں بیان فرمایا ہے۔ تحریر فرماتے ہیں:

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رحمہ اللہ کی حیات اور علمی خدمات

۳۔ اسی طرح جو باتیں مذکورہ کتابوں میں تو مذکور ہیں، مگر کہیں کہیں صرف اصطلاحی لفظ پر اکتفا کیا گیا ہے، تو آپ نے اس کی تعریف کرتے ہوئے، اس کی وضاحت فرمادی ہے۔ چنانچہ پنج گنج اور فصول اکبری میں خاصیت کا بیان تو ہے، مگر خاصیت کی تعریف نہیں۔ لیکن عافیہ میں اس کی تعریف ان الفاظ کی گئی ہے۔

”خاصیت اس اثر کو کہتے ہیں جو اسی شے پر مرتب ہو خواہ اس کے ساتھ مختص ہو جیسے مغالبہ خاصہ نصر کا ہے، یا دوسرے میں بھی پایا جائے جیسے تعدیہ کہ افعال و تفضیل وغیرہ میں پایا جاتا ہے۔“

۴۔ پنج گنج اور صرف میر میں صرف خاصیات کی اصطلاحات کا ذکر ہے۔ کہیں کہیں اجمالی طور پر معانی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور فصول اکبری میں اکثر اصطلاحات کے مختصر انداز میں معانی بیان کرتے ہوئے، مثالیں دی گئی ہیں۔ مگر عافیہ میں تمام اصطلاحات کی تعریفات مع امثلہ بیان کی گئی ہیں اور بعض مقامات پر اس بات کو بھی واضح طور پر بیان کر دیا گیا، جس کی طرف تبادر و ہنی نہیں ہوتا۔ مثلاً شافیہ اور پنج گنج میں باب افعال کی خاصیت تعدیہ بتا کر مثال پیش کر دی ہے اور فصول اکبری میں بھی تعریہ اور تھبیر کا ذکر کرنے کے بعد مثال پر اکتفا کیا ہے۔ مگر عافیہ میں اس کی پوری وضاحت کی گئی ہے چنانچہ تحریر فرماتے ہیں:

”(خاصیت افعال) تعدیہ و تھبیر یعنی فعل لازم کو متعدی اور متعدی بیک مفعول کو بدو مفعول اور بدو مفعول کو بسہ کر دینا جیسے خروج زید نکلنا زید اخرو جتہ نکالا میں نے اس کو لزومہ لازم ہوا وہ اس کو، الزمۃ لازم کر دیا میں نے اس کا اس کو علمت زیداً فاضلاً جانا میں نے زید کو فاضل اعلمت عمرواً زیداً فاضلاً معلوم کرایا۔ میں نے عمرو کو زید کو فاضل (عمرو کو کہ زید فاضل ہے)۔ حقیقت یہ ہے، کہ جہاں تعدیہ کا ذکر ہوتا ہے، عام طور سے

یہی سمجھا جاتا ہے۔ فعل لازم جب باب افعال سے آتا ہے، تو متعدی ہو جاتا ہے۔ اس بات کی طرف ذہن نہیں جاتا ہے، کہ متعدی بیک مفعول باب افعال میں آنے کے بعد متعدی بدو مفعول ہو جاتا ہے اور متعدی بدو مفعول اس باب میں آنے کے بعد متعدی بسہ مفعول ہو جاتا ہے۔ مگر حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے اس کو وضاحت سے بیان فرمایا، جس کا ذکر اس فن کی دوسری کتابوں میں نظر نہیں آتا۔

۵۔ علم الصیغہ میں نصر سے مہوز فا کی گردان کے بعد تحریر فرماتے:

”امرا میں باب کہ خذ آمدہ برخلاف قیاس است، قیاس مقتضی آں بود کہ اُوخُد می آید بابدال ہمزہ بو او بقاعدہ اُو مِن ہم چنیں امر اکلن یا اکلن آمد۔ و در امر یا مَرُ حذف ہمزتین و ابقائے ہر دو ہم جائزست۔ مَرُ و اُو مَرُ ہر دو آمد۔“

مگر عافیہ میں اس کو مختصر الفاظ میں بیان کرتے ہوئے خلاف قیاس حذف کی وجہ بھی بیان کی گئی۔ چنانچہ تحریر فرماتے ہیں:

”اور کُل، خذ، مَرُ میں حذف خلاف قیاس ہے مطابق قاعدہ اوکل، اور او خذ او مَرُ ہونا چاہئے تھا مگر کثرت استعمال کی وجہ سے خلاف قیاس حذف کیا گیا۔“

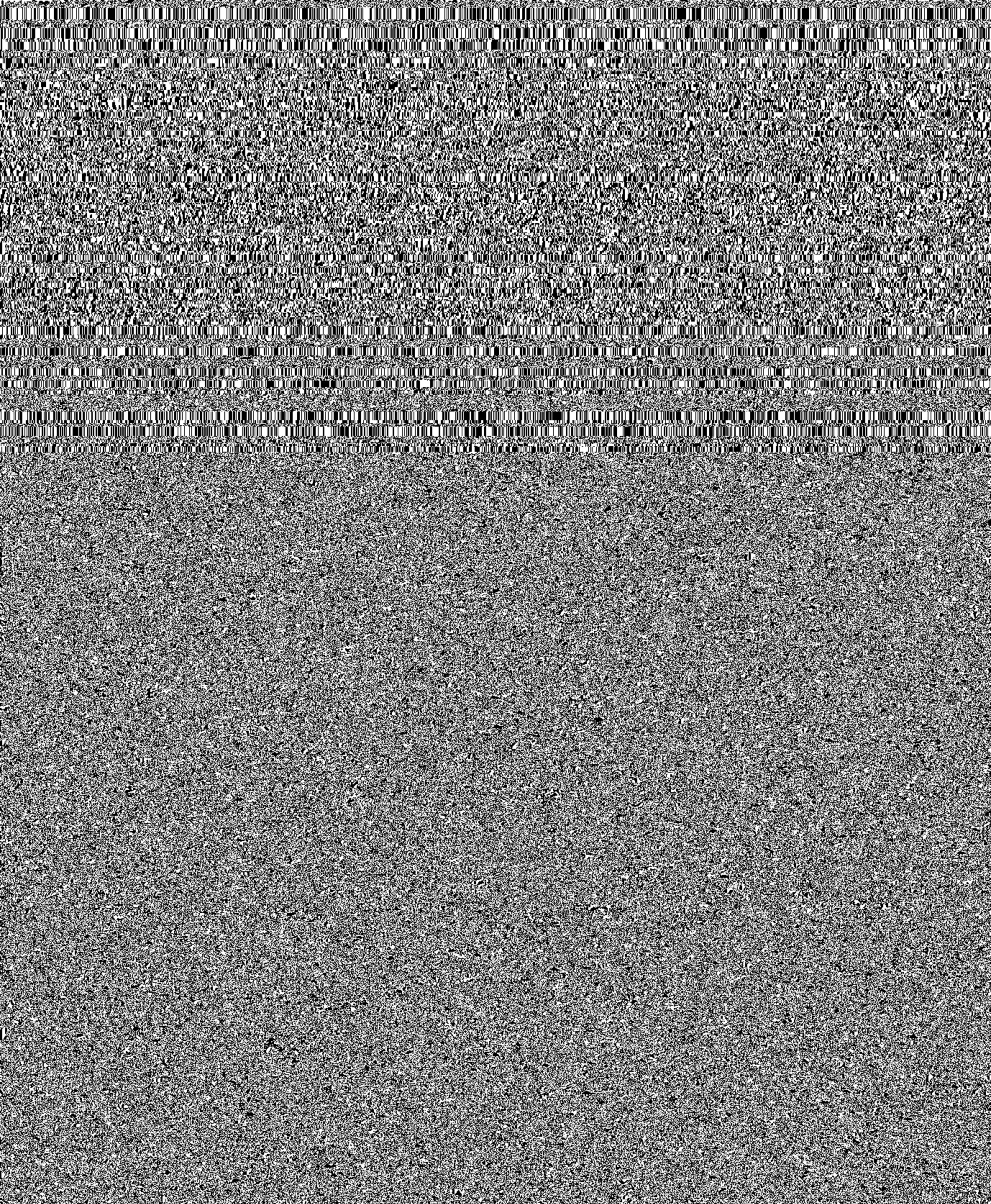
ابھی علم الصیغہ کی مذکورہ بالا عبارت میں یہ بتایا گیا کہ امر یا مَرُ میں دونوں ہمزہ کے حذف کے ساتھ مَرُ بھی آیا ہے اور دونوں کو باقی رکھتے ہوئے اُو مَرُ بھی آیا ہے۔ مگر یہ معلوم نہیں ہو رہا ہے، کہ ان میں کون فصیح ہے اور اُصح کی کیا صورت ہے اور اُصح کیوں ہے؟

لیکن عافیہ میں مختصر الفاظ میں اس کی وضاحت موجود ہے چنانچہ تحریر فرماتے ہیں:

”البتہ خذ اور کُل یہ التزام محض سماعی خلاف قیاس ہے اور اُو مَرُ سے مَرُ فصیح ہے مگر و مَرُ سے و اُصح فصیح کہ قرآن شریف میں یوں ہی آیا ہے۔“

اسکی تائید علامہ ابن حاجب کی شافیہ سے بھی ہو رہی ہے

جماعت ہذا کے علماء
جن کے عالمی اور اعلیٰ محققانہ عظیم کاموں کی وجہ سے علم دنیا



جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدظلہ کی حیات اور علمی خدمات

يَدْرُءُ اَحَدُ (پنجم) ہمزہ ثانیہ مکسور اولی مفتوح جیسے جَاءَ اِبِلٌ (ششم) اولی مضموم جیسے يَسْدْرُءُ اِبِلٌ (ہفتم) اولی مکسور جیسے من تَلْقَاءِ اِبِلٍ (ہشتم) اولی ساکن جیسے لَمْ يَدْرُءُ اِبِلٌ (نہم) ہمزہ ثانیہ مضموم اولی مفتوح جیسے جَاءَ اَوْلَانِكَ (دہم) اولی مضموم جیسے يَدْرُءُ اَوْلَانِكَ (یازدہم) ہمزہ اولی مکسور من تَلْقَاءِ اَوْلَانِكَ (دوازدهم) ہمزہ اولی ساکن لَمْ يَدْرُءُ اَوْلَانِكَ۔

تو ان تمام صورتوں میں دونوں ہمزوں کو ثابت رکھنا بھی جائز ہے۔ اس لئے، کہ یہ اجتماع عارضی ہے اور دونوں ہمزوں میں تخفیف بھی جائز ہے۔ اس لئے، کہ اگر چہ عارضی ہے۔ مگر اجتماع کی وجہ ثقل ضروری ہے اور کسی ایک کی تخصیص محض تحکم ہے۔ اس لئے دونوں میں تخفیف کریں گے۔ اور لا علی التعین ایک میں بھی تخفیف جائز ہے۔ اس لئے، کہ ثقل اجتماع کی وجہ سے ہے، تو جب کسی ایک میں تخفیف ہوگی، تو ثقل جاتا رہے گا۔ مگر ابو عمرو کا مختار تخفیف اولی ہے اور خلیل کے نزدیک پسندیدہ تخفیف ثانیہ ہے اس لئے، کہ اول تک کو ثقل نہیں تھا دوسرے کی وجہ سے ہوا، تو دوسری ہی میں تخفیف مناسب۔ باقی وجوہ تخفیف ماسبق سے واضح ہے۔

۹۔ اس کتاب کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ ابواب اور ان کی گردانوں کا ذکر کرنے کے بعد مجموعی تعداد پھر انہیں کثیر الاستعمال کی تعداد اور ان کی تفصیل بھی مذکور ہے۔ چنانچہ حضرت مصنف علام حضور ملک العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں:

”بالجملہ تمام ابواب ۵۱ ہیں پانچ ثلاثی مجرد مطرد ۳ ثلاثی مجرد شاذ ۱۳ ثلاثی مزید مطلق باہمزہ وصل ۵ بے ہمزہ وصل ۱ رباعی مجرد ۱ رباعی مزید بے ہمزہ وصل ۲ رباعی مزید باہمزہ وصل ۱ ملحق برباعی مجرد ۱ ملحق برباعی مزید مگر ان میں مشہور اور کثیر الاستعمال صرف ۴۰ ہیں ۶ ثلاثی مجرد ۷ ثلاثی مزید باہمزہ وصل ۵ بے ہمزہ

وصل ۱ رباعی مجرد ۱ رباعی مزید بے ہمزہ وصل ۲ رباعی ہمزہ وصل ۱ ملحق برباعی مجرد ۱ ملحق برباعی مزید جو ہر قسم کے اول میں ذکر کئے گئے۔

۱۰۔ ایک خاص بات یہ بھی ہے، کہ اخیر کتاب میں چند مشکل صیغے کے ساتھ ان کی اصل بھی مکتوب ہے اور ترمین و تشہید کے پیش نظر اور کتابوں کی طرح جوابات نہیں لکھے گئے۔ چنانچہ خود حضرت مصنف علام حضور ملک العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں:

”اب جملہ مباحث ضروریہ صرفیہ سے فراغت کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے، کہ بعض مشکل صیغے اخیر میں درج کر دیئے جائیں، تاکہ ترمین الطلاب و تشہید الاذہان ہو۔ اگرچہ آخر پنج گنج و خاتمہ علم الصیغہ میں بھی یہ درج ہے اور وہیں سے میں نقل کرتا ہوں، مگر از انجا کہ ان دونوں کتابوں میں صیغے مع جواب و تعلیل درج ہیں۔ اس لئے عموماً درس سے خارج رہتے ہیں، کہ معلم اور متعلم دونوں کے خیال میں یہ آتا ہے، کہ جوابات درج ہیں، تو خود طلبہ دیکھ لیں گے۔ اس کے بعد دوسری کتاب شروع کرنے کے بعد ان کی طرف توجہ نہیں رہتی بنا بریں میں نے مناسب خیال کیا کہ نفس صیغے بہ ترتیب مباحث و وضع کلمات لکھ دیئے جائیں اور اعانت بالائے اعانت یہ ہو کہ ان صیغوں کے اصول بھی درج ہوں تاکہ ایک توجہ میں طلبہ جواب دے سکیں۔ معلمین کو چاہئے کہ طلبہ جب صیغے بتالیں تو خود انہیں سے تعلیل بھی پوچھیں۔“

الغرض اس کتاب کی افادیت فن صرف کی تمام مذکورہ کتابوں سے زیادہ ہے اس کے پڑھنے اور پڑھانے سے وہ باتیں چند مہینوں میں حاصل ہو سکتی ہیں جو دوسری کتابوں سے سالہا سال کی محنت کے بعد حاصل ہوتی ہیں۔ مدائس عربیہ کے ذمہ داروں کو چاہئے کہ عافیہ کو نصاب میں داخل کریں تاکہ طلبہ کو علم صرف کم مدت میں آسانی سے حاصل ہو جائے۔

☆☆☆

عافیہ: تعارف و جائزہ

از قلم: مولانا انوار محمد عظیم آبادی، پٹنہ

کتاب کا نام شامل نہیں۔ جب کہ علم نحو سے تعلق رکھنے والی چار پانچ کتابوں کے نام شامل ہیں۔ ان میں وہ کتابیں بھی ہیں جو عربی زبان میں ”معنی اللیب“ کی شرح ہیں یا پھر اس کتاب کی متداول شروع پر تعلیقات بہ زبان عربی۔ علم نحو میں ملک العلماء کی یہ کتابیں ۱۳۳۱/۱۳-۱۹۱۲ اور ۱۳۳۵ تا ۱۳۳۷ھ/۱۹۱۶ تا ۱۹۱۸-۱۹ء کی یادگاریں ہیں۔ ان میں فاضل بہاری کی وہ کتاب خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہے جو اردو زبان میں ہے اور جس کا نام ”دافیہ“ ہے۔ یہ ۱۳۳۵ھ/۱۹۱۶ء کی تصنیف ہے۔ مختار الدین احمد آرزو کا بیان ہے کہ ۱۲۸ صفحات پر مشتمل اس کا ایک قلمی خوش خط نسخہ ان کے ذاتی کتب خانہ میں محفوظ ہے۔

”دافیہ“ پر مزید گفتگو سے قطع نظر جہاں تک ”عافیہ“ کے مطالعہ کا سوال ہے، ۱۶ سنی میٹر چوڑائی اور ۲۳ سنی میٹر لمبائی والی تقطیع کی اس کتاب کے سرورق کی پوری عبارت حسب ذیل ہے:

”شائقین علم صرف کے لیے ایسی صرف ایک یہی کتاب ہے، جو ان کو صرف کی ساری کتابوں سے بے نیاز کر دے۔ اس کتاب کو — طرز جدید پر عالی جناب فاضل بہار مولانا مولوی سید محمد ظفر الدین صاحب سینئر مدرس مدرسہ عالیہ شمس الہدیٰ بانگی پور نے سلیس اردو میں تصنیف کیا — اور — عافیہ — نام رکھا — حسب حکم حضرت مصنف عم فیضہ محمد حسین رضا خاں نے

گزشتہ صدی ہجری کے ان بہاری علمائے عظام میں، جن کی تحریری باقیات کا ایک بڑا ذخیرہ بصورت مطبوعہ ہم تک پہنچا ہے اور بصورت مخطوطہ بھی محفوظ ہے، یقیناً ملک العلماء مولانا سید محمد ظفر الدین قادری بہاری کا نام نامی محتاج تعارف نہیں۔ ان کی تحریری زندگی کم و بیش نصف صدی کا احاطہ کرتی ہے جو ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء سے شروع ہوتی اور ان کے سال وفات ۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء تک پہنچتی ہے۔ حضرت مولانا سید محمد ظفر الدین فاضل بہاری کی تحریری باقیات کا ایک بڑا وصف یہ ہے، کہ وہ متنوع موضوعات و فنون سے ہم رشتہ نظر آتی ہیں۔ انہوں نے صرف حدیث و فقہ، سیرت و تاریخ و فلسفہ، ہیئت و توحیت اور تفسیر و مناظرہ پر ہی بہت ساری کتابیں یادگار نہیں چھوڑی ہیں، بلکہ ان کی تحریری باقیات کا ایک خاص حصہ ”تشکیلیات“ سے بھی متعلق ہے۔ کہنے کی ضرورت نہیں، کہ علم لسانیات میں صرفیات و نحویات کا مجموعی نام ”تشکیلیات“ ہے۔ جس کے تحت وہ مباحث آتے ہیں، جن کا ذکر قواعد زبان کے مصنفین کے یہاں علم صرف اور علم نحو کے نام سے ہوتا ہے۔

فاضل بہاری کی مطبوعہ تصانیف میں علم نحو سے متعلق کسی کتاب کا نام نہیں ملتا البتہ علم صرف کی ایک کتاب ”عافیہ“ کا نام ضرور شامل ہے، جو کہ ۱۳۳۵ھ/۱۵-۱۹۱۶ء کی یادگار ہے۔ اس کے برخلاف ان کی غیر مطبوعہ تصانیف میں علم صرف سے متعلق کسی

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی دہلی کی حیات اور علمی خدمات

کون زائد تو اسی قسم کا کلمہ فاعین لام سے بنا کر دیکھیں کہ کون کون حرف ان حرفوں کے مقابل پڑا ہے ان کو اصلی جانیں، باقی کو زائد مثلاً اجْتَنَبَ میں حروف اصلی کی تمیز مقصود ہے تو فاعین لام سے اسی قسم کا لفظ اِفْتَعَلَ بنا کر دیکھا کہ جیم نون با، فاعین لام کی جگہ پر پڑے تو وہ اصلی ٹھہرے گا باقی الف اور تازائد ہیں۔“ (عافیہ ص ۱۶)

اسی طرح ’فائدہ‘ کے تحت ایک جگہ لکھا گیا ہے کہ:

”باب تفاعل اور مفاعلت ان دونوں میں دو شخصوں کی شرکت فاعلیت و مفعولیت میں معلوم ہوتی ہے مگر فرق یہ ہے کہ باب تفاعل میں صراحتاً دونوں کی فاعلیت معلوم ہوتی ہے اور ضمناً دونوں کی مفعولیت سمجھی جاتی ہے اور مفاعلت میں اول کی فاعلیت، دوسرے کی مفعولیت صراحتاً معلوم ہوتی ہے اور دوسرے کی فاعلیت اور پہلے کی مفعولیت ضمناً سمجھی جاتی ہے اس لیے باب تفاعل میں مفاعلت سے ایک مفعول کم آتا ہے جو وہاں دو مفعول چاہتا ہے یہاں ایک چاہے گا اور جو وہاں ایک مفعول چاہتا ہے تفاعل میں وہ دو مفعول چاہتا ہے جیسے جاذب زید عمر الثوب۔ کھینچا زید و عمر نے کپڑے کو۔ اور ت جاذب زید عمر و الثوب کھینچا زید و عمر نے کپڑے کو۔“ (عافیہ ص ۳۸)

مولانا سید محمد ظفر الدین بہاری نے نہ صرف یہ کہ علم صرف کی ”عافیہ“ جیسی کتاب کو بیان فوائد اور امثلہ کے ذریعہ پڑھنے والوں کے لیے زیادہ سے زیادہ آسان اور کارآمد بنانے کی قابل قدر اور کامیاب کوشش کی ہے بلکہ

اپنے اہتمام سے — اپنے — مطبع سنی واقع آستانہ عالیہ رضویہ محلہ سوداگران بریلی میں چھاپا۔“

کتاب کے سرورق ہی پہ ”قیمت ۰۵“ بھی درج ہے۔ ممکن ہے کہ سن اشاعت بھی درج ہو، لیکن اس وقت جو نسخہ ہمارے سامنے ہے اس کی بنیاد پر اس سلسلہ میں کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ کتاب کا متن ۲۱ سطری ہے، ہر صفحہ پر کتاب کا نام درج ہے اور پوری کتاب ۶۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ جن میں سے آخری صفحہ ”صحت نامہ کتاب“ کے لیے وقف ہے۔ جیسا کہ مصنف نے خود لکھا ہے:

”یہ مختصر رسالہ عافیہ ایک مقدمہ، پانچ ابواب، ایک خاتمہ پر مرتب ہے۔“

”عافیہ“ کا مطالعہ بتاتا ہے، کہ یہاں پہلا باب ۱۶ فصلوں پر مشتمل ہے جب کہ دوسرے اور پانچویں باب میں دس دس فصلیں اور تیسرے اور چوتھے باب میں بالترتیب پانچ اور تین فصلیں ہیں۔ یہ اگرچہ بظاہر ایک مختصر رسالہ ہے، لیکن مجموعی اعتبار سے یہ بلاشبہ اپنے فن میں نہایت ہی کامیاب و مفید اور عام فہم تدریسی رسالہ کہلانے کا پوری طرح حقدار ہے۔ کتاب میں اس امر کا التزام موجود ہے کہ معنی کے لحاظ سے عربی اور اردو افعال کی صورت ظاہر ہو جائے یہی وجہ ہے کہ ہر نئے فعل کے پہلے صیغہ کا اردو ترجمہ صفحہ کے دائیں، بائیں حاشیہ پر نمبر کے ساتھ لکھ دیا گیا ہے۔

صاحب ”عافیہ“ نے نہ صرف یہ کہ مختلف ابواب و فصول کے تحت نہایت مفید نکات بیان فرمایا ہے، بلکہ متعدد مقامات پر ”فائدہ“ کے تحت بھی انہوں نے بہت ساری ایسی باتیں لکھ دی ہیں۔ جو کتاب کی فنی و تعلیمی افادیت میں چار چاند لگا دیتی ہیں۔

مثلاً اس کے طور پر اس کے پہلے باب میں لکھا ہے کہ

میلادِ رضوی: تعارف و تجزیہ

از قلم: غلام مصطفیٰ رضوی، مالیگاؤں

بریلوی (م ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) نے ”سہانی گھڑی“ سے تعبیر کیا ہے جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام سیرت طیبہ کا موضوع بڑا وسیع اور منفرد و اچھوتا ہے۔ میلاد کا عنوان سیرت کا ایک مستقل اور اہم باب ہے۔ جس پر اب تک بے شمار کتابیں لکھی جا چکی ہیں اور لکھی جا رہی ہیں اور یہ سلسلہ بڑھتا ہی رہے گا۔ اس مقالے میں ہم امام احمد رضا کے خلیفہ و شاگرد رشید ملک العلماء مفتی سید شاہ محمد ظفر الدین قادری رضوی بہاری (م ۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء) کی تصنیف ”میلادِ رضوی“ کا مختصر جائزہ پیش کریں گے۔

میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

میلاد دراصل سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری و ولادت کے تذکرہ کو کہا جاتا ہے۔ اس لیے اس کا اہتمام کرنا کوئی نیا اور باعثِ عار کا کام نہیں، اسلاف کرام نے اس کا اہتمام اسلامی شان کے ساتھ کیا ہے بلکہ قرآنی اسلوب میں بھی اس کے جلوے پیش کیے جاسکتے ہیں، جیسے:

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ

”بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا، مسلمانوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا، جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے۔“

نعمت و انعام کے عطا ہونے پر خوشی منانا یہ فطری امر ہے اور سرشتِ انسانی کا حصہ اور خدائے قدیر کا حکم بھی:

قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَلِكَ فَلْيَفْرَحُوا
”تم فرماؤ اللہ ہی کے فضل اور اسی کی رحمت اور اس پر چاہیے کہ خوشی کریں۔“

رحمت عالم ہادی کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تشریف لانا نعمت و عافیت، برکت و سعادت اور عطا و نوازش کا نقطہٴ عروج ہے۔ جب آفتاب رسالت طلوع ہوا، تو کفر کی تاریکیاں چھٹ گئیں اور حق کا اجالا پھیل گیا، اللہ تعالیٰ کی توحید و یکتائی اور عظمت و شان کا نغمہ لبوں پر جاری ہو گیا۔ ان انعامات کے شکر اور اظہارِ فرح و مسرت کے لیے مسلمانوں کا ولادتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جشن منانا ایک ایمان افروز اور کفر سوز کام ہے۔ امام محمد شرف الدین بوسیری نے حقیقت افزا بات کہی۔

حَتَّىٰ إِذَا طَلَعَتْ فِي الْأُفُقِ عَمَّ هَذَا
هَٰذَا الْعَالَمِينَ وَأَخِيَّتْ سَائِرَ الْأُمَمِ

ترجمہ: یہاں تک کہ جب افق کائنات پر وہ آفتاب طلوع ہوا تو اس کی ہدایت سارے جہانوں میں پھیل گئی اور اس نے بہت ساری قوموں کو حیاتِ عطا کر دی۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کی ساعتِ سعید کو مجددِ اسلام امام احمد رضا قادری برکاتی فاضل

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدظلہ کی حیات اور علمی خدمات

اسی طرح انبیائے کرام سے جو عہد لیا گیا اور محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی بشارت سنائی گئی، اس میں بھی کیا دل کش اسلوب ہے:

علامہ حافظ عماد الدین ابن کثیر دمشقی (م ۷۷۴ھ)

وَإِذَا خَرَلُوا الْأَرْضَ وَمَنْعَاكَ مِنَ الْمَرْءِ الْمَغْلُوبِ أَلَمْ يَلْمُوكَ لَمَ إِتْرَأْتَهُمْ كَمَا أَتَوْا لَكَ الْمُلْكُ نَارَ الْوَجْدِ

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رضی اللہ عنہ کی حیات اور علمی خدمات

کے فتاویٰ میں بھی دکھائی دیتی ہے۔ ”میلاد رضوی“ ولادت مصطفیٰ کے حوالے سے سیرت کے موضوع پر ملک العلماء کا بڑا اہم رسالہ ہے۔ جس کی زبان سادہ اور عام فہم ہے اور اسلوب دل کش و دل پذیر۔ غالباً اس کی تصنیف کے وقت ملک العلماء کے ذہن میں عوام کی سہولت کا خیال رہا ہوگا۔ پھر بھی علمیت کا جلوہ ضرور موجود ہے۔ کم پڑھا لکھا شخص بھی مطلب تک بہ آسانی رسائی حاصل کر لے گا۔ پیرایہ بیان میں دل چسپی کا پہلو اس قدر ہے کہ پڑھنے والا جب شروع کرے گا، تو آخر تک پڑھے بغیر نہیں رہ سکے گا۔

میلاد رضوی کی تقریب کچھ یوں ہوئی کہ علاقہ بہار میں میلاد کی محافل بہ کثرت جتنی تھیں اور ان میں مطبوعہ میلاد نامے پڑھے جاتے تھے۔ لوگ کثیر تعداد میں یک جا ہوتے۔ ان محافل کے تذکرے میں ڈاکٹر مختار الدین احمد تحریر فرماتے ہیں:

”ربیع الاول شریف میں خاص طور پر اور دوسرے مہینوں میں عام طور پر خانقاہ ہی میں نہیں، محلوں کے گھروں میں میلاد کی محفلیں منعقد ہوتی تھیں۔ شاہ حامد حسین (سجادہ نشین درگاہ شاہ ارزاں محلہ شاہ گنج پٹنہ) کے متوسلین میں ایک صاحب محمد حبیب یاد آتے ہیں، خوش گلو تھے اور ان کی آواز پاٹ دار تھی۔ خاندانوں میں زیادہ تر یہی حضرت میلاد پڑھتے تھے۔ چھپے ہوئے میلاد ناموں سے کچھ حصہ نثر پڑھنے کے بعد درمیان میں نعتیں سناتے تھے، جو زیادہ تر شاہ حامد حسین صاحب کی لکھی ہوئی ہوتی تھیں۔“ ۹

حضور ملک العلماء بارگاہ رضا کے تربیت یافتہ تھے اور محتاط و باخبر عالم دین تھے۔ اس وجہ سے حزم و احتیاط کے جلوے آپ کی تحریروں میں ہر جگہ دکھائی دیتے ہیں۔ آپ سے درخواست کی گئی کہ محافل میں پڑھنے کی غرض سے میلاد کے موضوع پر ایک کتاب مستند روایات پر مشتمل لکھ دیں۔ درگاہ شاہ ارزاں پٹنہ کے سجادہ نشین

پٹنہ (موجودہ ضلع ناندہ) میں ۱۰ محرم الحرام ۱۳۰۳ھ مطابق ۱۶ اکتوبر ۱۸۸۰ء میں بہ وقت صبح صادق ہوئی۔ تاریخی نام ”غلام حیدر“ اور ”مختار احمد“ رکھے گئے اور عرفیت ”ظفر الدین“۔ امام احمد رضا کی بارگاہ میں پہنچے، تو آپ نے ”ظفر الدین“ کے نام سے یاد کیا، اس طرح ملک العلماء اپنا نام ”محمد ظفر الدین“ لکھا کرتے۔ ڈاکٹر مختار الدین احمد لکھتے ہیں:

”بعد کو وہ ”محمد ظفر الدین“ لکھتے رہے اور اسی نام سے وہ مشہور ہوئے۔ ان کی کنیت ”ابوالبرکات“ ہے۔ جیسا کہ متعدد استفتا کے جوابات اور ان کی مملو کہ کتابوں میں ثبت کی ہوئی مہر سے معلوم ہوتا ہے۔“ ۸

ملک العلماء کی زندگی درس و تدریس، تصنیف و تالیف اور فتویٰ نویسی و مناظرہ میں گزری۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی بارگاہ سے کئی علوم جدیدہ و قدیمہ میں اکتساب فیض کر کے مہارت کاملہ حاصل کی۔ بعض علوم میں یکتاے روزگار تھے۔ حضور ملک العلماء کی تصنیفات و تالیفات کی تعداد ۷۰ سے زائد ہے۔ جن میں ”حیات اعلیٰ حضرت“ (تاریخی نام مظہر المناقب ۱۳۶۹ھ) بہت مقبول ہوئی اور رضویات کا بنیادی ماخذ بنی۔

ملک العلماء کا وصال شب دو شنبہ ۱۹ جمادی الآخر ۱۳۸۲ھ/۱۸ نومبر ۱۹۶۲ء میں ہوا۔ وقت وصال زبان ذکر الہی سے ترھی اور چہرہ مثل آئینہ اور شگفتہ تھا۔

میلاد رضوی:

بصیرت افزا اس نے لکھیں کتابیں
عیاں جن سے ہے اس کی علمی وجاہت
یوں تو ملک العلماء کی کتابوں کے موضوعات کثیر ہیں۔
تاہم انھوں نے سیرت طیبہ پر بھی کافی کچھ لکھا۔ جس کی جھلک ان

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رضی اللہ عنہ کی حیات اور علمی خدمات

شاہ حامد حسین صاحب نے حضور ملک العلماء سے استدعا کی جو قبول کی گئی اور ملک العلماء نے ”میلا درضوی“ کے نام سے ایک کتاب ۲۴ محرم الحرام ۱۳۶۰ھ میں لکھ دی، ڈاکٹر مختار الدین احمد تحریر فرماتے ہیں:

”سجادہ نشین صاحب نے ملک العلماء سے فرمائش کی کہ معتبر و مستند روایات پر مشتمل ایک میلا دنامہ لکھ دیجئے، جو عوام و خواص دونوں کی دل چسپی کا ہو۔ ملک العلماء نے دو تین نشستوں میں یہ میلا دنامہ مکمل کر کے انھیں دے دیا، اس کی نقلیں خاصی تعداد میں محلہ درگاہ کے رہنے والوں نے لے لیں اور وہاں کے گھرانے میں یہ میلا دنامہ پڑھا جانے لگا۔“

اس کی اشاعت پہلی مرتبہ بزم عاشقان مصطفیٰ لاہور نے ربیع الاول شریف ۱۳۱۶ھ میں کی۔ راقم کے پیش نظر یہی نسخہ ہے جو ۳۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ آغاز میں ڈاکٹر مختار الدین احمد کی تقدیم ہے، اصل مضمون ۲۱ صفحات پر مبنی ہے۔

میلا درضوی کا آغاز ”حمد الہی“ سے ہوتا ہے۔ ابتدا میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے برادرِ اوسط علامہ حسن رضا خاں بریلوی کا حمد یہ کلام ہے۔ جس کا مطلع ہے

فکر ادنیٰ ہے مری مرتبہ اعلیٰ تیرا
وصف کیا خاک لکھے خاک کا پتلا تیرا

اس کے بعد ذکر و وجود باری سے متعلق عقیدہ افزا بات ذہن نشین کراتے ہیں اور محفل میلاد کے توسط سے فکر کی بالیدگی کا سامان کرتے ہیں:

”الفاظ اگرچہ مختلف ہیں، لیکن ہر ایک شخص کی زبان پر تیرا ذکر ہے۔ بحر میں تیرا چرچا، بر میں تیرا تذکرہ، کون سر ہے جس

و شمر ہر چیز تیرا پتہ دیتی ہے۔ دنیا کی چیزیں رنگ میں مختلف، شکل میں مختلف، افعال و خواص میں مختلف، منافع و مضار میں مختلف، مگر سب کی سب تیری ذات پر دلیل ہونے میں متحد الخیال، متحد الاتوال سب، ایک زبان، ایک بیان ہیں۔“

پھر نعت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عنوان قائم کر کے مرکزی موضوع پر گفتگو کی ہے۔ اس میں ایمان، خوفِ الہی، ادب و احترام اور محبت و الفت رسول، ولادت طیبہ جیسے گوشوں پر نثر اور نظم دونوں رخ سے روشنی ڈالی ہے۔ درمیان میں امام اہل سنت امام احمد رضا فاضل بریلوی، علامہ حسن رضا بریلوی اور شاہ حامد حسین عظیم آبادی کے نعتیہ کلام بڑے سلیقے سے پیش کیے ہیں۔ اس طرح ایک مرصع گلدستہ تیار کر دیا ہے۔ جس میں میلاد کے جلوے اپنی شان دکھاتے ہیں اور عقیدے کو جلا دیتے ہیں۔ اس طرح اختصار و اجمال میں بڑی عمدہ میلاد نگاری کی ہے۔ یہاں چیدہ چیدہ گوشوں کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

خصائص و کمالات اور اہتمامِ نعمت:

حضور ملک العلماء عقلی دلیل قائم کر کے رفعت و صفِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بیان کرتے ہیں، ذرا تمثیل کا انداز دیکھیں:

”ہر صاحب عقل و فہم غور کر سکتا ہے کہ سمندر میں کتنے اربوں دوات کے برابر پانی ہوگا اور پھر اس کے فنا ہونے پر سات سمندر جو اور آئیں گے اور یہ سب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و کمالات، اوصاف مراتب لکھتے لکھتے خشک ہو جائیں۔ تو اس سے کس قدر کروڑہا کروڑ ضخیم مجلدات کبیرہ تیار ہوں گی اور پھر بھی اوصاف ختم نہ ہو سکیں گے اور کیوں نہ ہو کہ یہ سب چیزیں محدود اور متناہی ہیں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف غیر

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رضی اللہ عنہ کی حیات اور علمی خدمات

ڈالے۔ جب تک انسان کے دل میں حضور کے نام نامی کا نقش کا الحجر نہ ہو، وہ فی الحقیقت آدمی نہیں، جب تک انسان حضور کے تیغ مرگاں سے گھائل ہو کر مرغِ بسمل کی طرح تڑپتا نہ رہے، وہ انسان نہیں۔ بلبلیں حضور ہی کے رنگ و رخ کا جلوہ، گلوں میں دیکھ کر ان کی یاد میں چپک رہی ہیں۔ مادِ شام تو کیا حضرت جبریل کی عزت اس در کی در بانی سے ہے۔ ہر شخص کی بلندی اور رفعت ان پر قربانی سے ہے۔“ ۱۲

ایمان کی جان محبت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے، اگر اسی میں کمزوری ہے، تو اعمال کا ذخیرہ کس کام کا؟..... اس لیے کہ پہلے ایمان و عقیدے کا پختہ ہونا ضروری ہے اور پھر اعمال قابل قبول ہوں گے۔ کیسی ہی عبادت کی ہو، اگر ایمان سلامت نہیں، شان رسالت میں جرأت و بے ادبی کر دی، تو تباہی ہی تباہی اور بربادی ہی بربادی۔ بڑے پیار سے حضور ملک العلماء سمجھا رہے ہیں کہ اے مسلمانو! جان ایمان صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرو۔ ملک العلماء لکھتے ہیں: ”میرے پیارے بھائیو! یقین جانو کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ایمان بلکہ ایمان کی بھی جان ہے۔“ ۱۵

اس کے بعد حضور ملک العلماء نے قرآن مقدس سے محبت رسول پر دلیل قائم کر کے فکروں کو جھنجھوڑا ہے، ضمیر کو آواز دی ہے، فلسفہ محبت کو دیا کیا ہے کہ رشتے کام نہ آئیں گے، اگر نبی سے رشتہ استوار نہ ہو۔ کئی ایک مثالوں کے ذریعے آپ نے دعوتِ فکری ہے اور رب کی خوش نودی و رضا کے لیے رضائے مصطفیٰ کس قدر ضروری ہے، اسے آسان انداز میں سمجھایا ہے۔ اس سلسلے میں حدیث پاک سے بھی استدلال فرمایا ہے۔ بڑے عمدہ انداز میں عقیدے کا درس دے گئے ہیں اور توحید کے دعوے داروں کے دعوؤں کی حقیقت کھول کر رکھ دی:

عَلَيْكَ (پارہ ۲۶، سورۃ فتح ۲۸، رکوع ۱) اور آپ پر اپنی نعمتیں تمام کر دے۔“ ۱۲

اس کے بعد یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ:

”اگر تمام اولین و آخرین عمر نوح پائیں اور مدت العمر درختوں کے قلم سمندر کی سیاہی سے حضور کے اوصاف لکھتے رہیں، تو قلم گھس جائیں، دریا خشک ہو جائیں، مگر اوصاف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم احاطہ تحریر میں نہ آئیں گے اور کوئی شخص ان کے اوصاف کو کیا بیان کر سکتا ہے، جن کا خود خدا مدح خواں ہو۔“ ۱۳

اس کی ترجمانی ہم امام اہل سنت سیدی اعلیٰ حضرت کے الفاظ میں یوں کرتے ہیں۔

اے رضا خود صاحب قرآن ہے مداح حضور تجھ سے کب ممکن ہے پھر مدحت رسول اللہ کی

عشق و الفت:

ایمان کا لازمہ محبت رسول ہے، یہ نہیں، تو زندگی فضول ہے اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی آگ بجھ جائے، تو مسلمان خاک کا ڈھیر بن کر رہ جاتا ہے، بے روح ہو کر رہ جاتا ہے۔ قرآن مقدس میں محبوب کی تعظیم و عظمت سکھائی گئی اور وفاداری کا درس دیا گیا اس کے باوجود بعض کم فہم تعظیم و تکریم سے کتراتے ہیں اور چہرے پر شکن آ جاتی ہے۔ ملک العلماء نے ”میلادِ رضوی“ میں محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے باب کو خاصی وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے، تاکہ ایمان مضبوط ہو جائے اور دل میں بد عقیدگی کا غبار راہ نہ پانے پائے۔ محبوب کی عصمت و عظمت پر مر مٹنے کا جذبہ جنوں خیز دیتے ہوئے حضور ملک العلماء فرماتے ہیں:

”آدمی وہی ہے، جو اپنے کو شمعِ محمدی کا پروانہ بنائے۔ اس روئے تاباں کے عشق کی آگ سے اپنے خرمن ہستی کو جلا

یعنی میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو چاندنی رات میں دیکھا اور اس وقت حضور سرخ جوڑا زیب تن فرمائے تھے، تو میں کبھی حضور کو دیکھتا ہوں اور کبھی چاند کو، تو واللہ! حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میرے نزدیک چاند سے زیادہ حسین و خوب صورت ہیں۔

جس کے چہرہ تاباں و درخشاں کے سامنے آفتاب شرمائے۔ جس کے دندان مبارک کی چمک سے اندھیری رات میں سوئی نظر آ جائے۔ کیا ایسا حسین کوئی دوسرا ہے؟ ایسا حسن والا کسی نے دیکھا ہے؟ دیکھا نہ سہی کسی نے سنا ہے؟ تو اے حسن ظاہر کے پرستارو! دربار رسول میں آؤ اور اس حسن مجسم سے محبت کرو۔“ ۱۸

فانی الذکر سے متعلق حضور ملک العلماء لکھتے ہیں:

”اگر آپ مال کے دل دادہ ہیں اور مال کی وجہ سے محبت کرنا چاہتے ہیں، جب بھی دربار رسول ہی میں آئیے کہ ان سے بڑھ کر کسی کو آپ مال دار نہ پائیں گے، (طبرانی، معجم کبیر، جامع کبیر صغیر جلد اول، ص ۲۵) یہ وہ ہیں، جن کے ہاتھوں دونوں جہاں کی دولت بٹی ہے، مال داروں کو بھی یہی مال دیتے ہیں، نعمت والوں کو یہی نعمت بخشتے ہیں، اولاد والوں کو یہی اولاد عطا کرتے ہیں، عزت والوں کو یہی عزت بہہ فرماتے ہیں، سب نعمتوں کا دینے والا خدا ہے، مگر انھیں کے ہاتھوں سے ملتی ہیں۔ (اس سلسلے میں دیکھیے، الموہب اللدنیہ، جلد اول) انما انا قاسم واللہ المعطى۔ (اللہ دینے والا ہے میں بانٹنے والا ہوں۔)“

تاج والے ہوں اس میں یا محتاج

سب نے پایا دیا ہوا تیرا

جو دو سخا اور عنایت و عطا میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے کئی ایک جلوے آپ نے میلاد رضوی میں دکھائے ہیں۔ جن میں ہر ایک پہلو ایسا ہے کہ جس سے ایمان کو جلا ملتی ہے

”جس کے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نہیں، خدا کی محبت بھی نہیں۔ خدا کی محبت اور اس کا راستہ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی نے دکھایا۔ بغیر حضور کے خدا تک رسائی ناممکن ہے۔ انعامات تو اس رحمۃ للعالمین کے صدقہ میں ملتے ہیں۔“ ۱۹

فکری پیغام یہیں پر ختم نہیں ہو جاتا، بلکہ کلمہ گو یوں کو مخاطب کر کے پیار سے سمجھاتے ہیں اور ایمان کی بات کہتے ہیں:

”پس اے اللہ والو! تم کو لازم ہے کہ رسول اللہ کی محبت میں اپنے کو فنا کر دو، دیکھو خداوند عالم خود ان سے محبت کرتا ہے، تو ضروری ہے تم بھی تخلقو ابا خلاق اللہ کے ساتھ متصف ہو جاؤ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ پیارا جانو۔ کیا کام دے گا جس کو فقط ہو خدا سے عشق ہو گی نجات کیا جو نہ ہو مصطفیٰ سے عشق

محبت نبوی کے تین عقلی دلائل:

محبت کے لیے ظاہری اسباب تین ہیں: (۱) جمال (۲) مال (۳) کمال

اول الذکر سے متعلق حضور ملک العلماء لکھتے ہیں:

”اگر آپ حسن ظاہر کے شیدائی ہیں، تو دربار رسول میں آئیے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کیجیے کہ حسن ظاہر میں بھی آپ اپنی نظیر اور جملہ صفات و کمالات کی طرح اس میں بھی بے مثل و بے نظیر ہیں۔“

حدیث شریف میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قال رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی لیلۃ ضحیان و علیہ حلۃ احمر فجعلت انظر الیہ والی القمر فهو عندی احسن من القمر. (شائل ترمذی، ص ۲)

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رضی اللہ عنہ کی حیات اور علمی خدمات

جاری ہوتے ہیں۔ انہیں کی غلامی سے دنیا کی عزت اور خداوند عالم کی محبوبیت حاصل ہوتی ہے:

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب سے فرماتا ہے: اے میرے پیارے تم کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو، تو میرے غلام بن جاؤ، میرے فرماں بردار بن جاؤ، میرے نقش قدم پر چلو، اللہ کے تم محبوب بن جاؤ گے۔

اللہ کا محبوب بنے جو تمہیں چاہے
اس کا تو بیاں ہی نہیں کچھ تم جسے چاہو

اس کے بعد فرماتے ہیں:

”غرض عقلی طور پر بھی یہ بات ظاہر ہو گئی کہ انسان کو چاہیے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرے اور سب سے پیارا جانے اس لیے کہ جو اسباب ہیں، بس یعنی مال، جمال، کمال، ان سب صفات کی بروجہ کمال جامع ذات آپ ہی کی ہے، تو سب سے زیادہ محبت حضور ہی کی ہونی چاہیے۔“ ۲۲

اس سے پہلوی پیغام کو ہم میلاد رضوی کا مرکزی نکتہ بھی کہہ سکتے ہیں، اس لیے کہ اگر یہ باتیں کوئی مسلمان اپنالے، تو اس کی آخرت بھی سنور جائے گی اور کردار بھی روشن ہواٹھے گا۔

دعوت اصلاح:

حضور ملک العلماء مذمت دنیا میں دعوت فکر دیتے ہیں۔ جس میں آخرت سنوارنے اور اعمال صالحہ کے بجالانے کا گوشہ مؤثر ہے، فرماتے ہیں:

”باوجود دعویٰ اسلام ہم آخرت سے بے فکر اور دنیا میں کیوں ایسے منہمک ہیں، گویا اصل الاصول اور خلاصہ کائنات اور نتیجہ خلقت مخلوقات فقط دنیا ہی دنیا ہے، دنیا کو ہم نے اپنے لیے

اور محبت پروان چڑھتی ہے۔ اس کا ایک گوشہ بہ طور نمونہ پیش ہے، جس میں کلام رضا ”واہ کیا جو دو کرم ہے شہ بطحا تیرا“ کے اشعار کی ترجمانی بھی ہے اور وارثی بھی:

”یہ شہنشاہ بطحا کا دربار ہے، جن کا مانگنے والا کبھی محروم نہیں پھرتا، ان کے ایک قطرہ عطا سے دھارے چلتے اور ایک ذرہ سخا سے تارے کھلتے ہیں۔ یہ کوثر و تسنیم کے مالک ہیں، ان کا فیض نرالا ہے، ان کا دریا خود پیاسوں کی تجسس کرتا ہے، ان کا باڑا وہ ہے جس در سے اغنیا پلتے ہیں۔ ان کا رستہ وہ ہے، جس میں اصفیا سر سے چلتے ہیں۔ فرش والے ان کی رفعتِ علو کما حقہ نہیں جان سکتے۔ ان کا پھر پیرا عرش پر لہراتا ہے، ان کے جو دو کرم کے خون زمین اور آسمان ہیں، سارا زمانہ ان کا مہمان ہے، یہی صاحب خانہ ہیں۔ بلا شبہ یہ سارے جہان کے مالک ہیں کہ یہ سب چیزیں خدا کی ملک ہیں۔ جو حضور کا حبیب ہے اور حضور اس کے محبوب اور محبوب و محبت میں میرا تیرا نہیں ہوتا۔ آپ کے جو دو سخا کی طرح رحم و کرم کا دریا بھی ایسا لہرا رہا ہے کہ ایک میں کیا اور میرے گناہوں کی اس رحمت عالم کے سامنے کیا حقیقت ہے کہ مجھ جیسے کروڑہا کروڑ گنہ گاروں کو ان کا اشارہ کافی ہے۔“ ۲۰

اس میں نثر کیسی سادہ ہے، لیکن حسن و سلاست اور برجستگی کے جلوے ادب کے دامن کو بھر بھر دیتے ہیں۔ اس میں کلام رضا سے دلی تعلق کا معاملہ بھی عود کر آتا ہے، اس لیے کہ حضور ملک العلماء کے عشق رسول کا پس منظر یہ بتاتا ہے کہ محبت کی روشنی بارگاہِ رضا سے ہی تو ملی ہے۔

آخوالذکر سے متعلق حضور ملک العلماء فرماتے ہیں:

”سارے کمالات کا سرچشمہ انہیں کی ذات ہے، جملہ کمالات کی نہریں یہیں سے نکلتی ہیں۔ کمالات کے دریا یہیں سے

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدظلہ کی حیات اور علمی خدمات

ہمیشہ کا مستقر سمجھ رکھا ہے، گویا کبھی ہمیں یہاں سے جانا ہی نہیں۔ صبح ہے تو دنیا کی فکر، شام ہے، تو دنیا کا خیال، دوپہر ہے، تو اسی کا تصور، شب ہے تو اسی کی دھن۔“ ۲۳

اس کے بعد آخرت کی منظر کشی کی ہے اور خدائے واحد کا خوف دلایا ہے۔ محبت کو جھنجھوڑا ہے، احساس کو جگایا ہے، فرماتے ہیں:

”جن جن سے ہمدردی اور امداد کی امید ہو سکتی ہے، وہ سب کنار کشی اختیار کریں گے۔ ایسی مصیبت کے وقت مددگار ہوں گے، تو وہی ہوں گے: جن کی محبت کا خدا نے ہم کو حکم دیا اور ہم انہیں بھلا بیٹھے ہیں۔ ان کی محبت ہم لوگوں کے دلوں میں اس درجہ پختہ ہو جائے کہ دن دیکھیں تو روئے روشن کی یاد ہو اور رات آئے تو زلفِ مشکیں کا خیال ہو۔“ ۲۴

چار نفیس نکتے:

ذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے باب میں فلسفہ الفت و محبت اور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف و خصائص نیز رب کریم کے انعامات و نوازشات کو دلائل و براہین سے بیان کرنے کے بعد چار نکاتی نتیجہ اخذ فرماتے ہیں۔ یہ نکات گرہ میں باندھنے اور زندگی کے طاق میں سجانے سے تعلق رکھتے ہیں:

اول..... حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت، ایمان بلکہ ایمان کی بھی جان ہے۔

دوم..... آپ کسی وجہ سے کسی شخص سے محبت کرنا چاہتے ہیں تو آپ کو چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے محبت کیجیے۔

سوم..... اللہ تعالیٰ خود بھی ان سے محبت رکھتا ہے بلکہ ان کے طفیل میں ان کے متبعوں، حلقہ بگوشوں کو بھی محبوب بنا لیتا ہے۔

چہارم..... حضور ہی کی محبت قیامت کے دن کام آئے گی اور اس

سے بیڑا پار ہوگا۔ ۲۵

ان نکات کے متعلق یہی کہا جا سکتا ہے کہ کوزے میں دریا سمیٹ دیا ہے۔ مختصر میں طویل بات کہہ دی۔ ان میں ایمان کی تازگی کا پہلو واضح ہے۔

میلاد و قیام:

بعض تنگ نظر اور دانش سے عاری میلاد میں قیام یعنی کھڑا ہونے پر اعتراض کر دیتے ہیں۔ حضور ملک العلماء نے اس کی عقلی و نقلی توضیح اپنے مقالے میں کی ہے اور قرآن مقدس سے استدلال فرمایا ہے: ”اس جگہ یہ خیال ہو سکتا ہے کہ ہم حضور کا تذکرہ کس طرح کریں، کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر اور مولود شریف میں یہ قیام کیوں کیا جاتا ہے، تو اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں کچھ نہیں چھوڑا، اس کو بھی بیان فرما دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ عقل مندوں کی تعریف فرماتا ہے:

الذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ (آل عمران: ۱۹۱) یعنی اولوالالباب وہ لوگ ہیں، جو اللہ کو یاد کرتے ہیں کھڑے ہو کر بیٹھ کر اور لیٹے ہوئے۔“ (اس آیت کریمہ کے تحت چند مفید گوشے ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں)

”صحت کی حالت میں دو ہی صورتیں رہتی ہیں، قیاماً و قعوداً اب اگر پورے ذکر میں شروع سے اخیر تک کھڑے رہیں فقط قیاماً پر عمل ہوا۔ اور اگر بالکل بیٹھ کر ہی ذکر کرتے رہیں، تو صرف قعوداً پر عمل ہوا۔ اسی لیے مجلس میلاد شریف میں کچھ ذکر بیٹھ کر کرتے ہیں اور کچھ کھڑے ہو کر، تاکہ پورے قیاماً و قعوداً پر عمل ہو اور وقت ولادت و تشریف آوری حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ مناسبت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کی تعظیم بھی رسول اللہ کی طرح کرنی چاہیے اور آنے والے کی تعظیم قیام کے ساتھ ہوتی ہے، تو آنے کے ذکر کی تعظیم بھی قیام سے مناسب۔“ ۲۶

آمین کہیں:

”ہم سب لوگوں کو اسلام پر قائم رکھ۔ جب تک زندہ رہیں تیرے ذکر تیرے حبیب کے ذکر سے تر زبان رہیں، تیری محبت تیرے حبیب پاک کی محبت میں مست و سرشار رہیں اور تیری توفیق سے مذہب اہل سنت پر قائم رہیں۔ جب مرنے کا وقت ہو، مدینہ طیبہ کی حاضری نصیب ہو اور سبز گنبد کو دیکھ کر قفسِ عنصری سے روح پرواز کرے، جنت البقیع مدفن ہو۔“ ۲۸

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی مناجات پر دعا کا اختتام ہے۔ جس کا مقطع کیف و سرور کے جذبات سے ایسا پر ہے کہ پڑھتے ہی لب آمین کہہ اٹھتے ہیں۔

یا الہی جب رضا خواب گراں سے سراٹھائے
دولت بیدار عشقِ مصطفیٰ ﷺ کا ساتھ ہو

عرضِ اخیر:

حضور ملک العلماء کے پیش نظر ”میلا درضوی“ کی تصنیف کے کئی مقاصد تھے،

- ۱۔ مسلمان ذکر و میلا در رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محافل کا انعقاد واہتمام کریں۔
- ۲۔ جہاں میلا کی محافل سجتی ہیں اور میلا دنامہ پڑھا جاتا ہے، ان میں بعض موضوع روایات کا گمان ہوتا ہے۔ اس غرض سے ایک مستند و معتبر میلا دنامہ بہ صورت کتاب تیار کر دیا جائے۔
- ۳۔ مطبوعہ میلا دنامہ کو عام مسلمان بھی جمع ہو کر سن سکتے ہیں۔ بلکہ ایسے مقامات یا قصبے جہاں علمائے اہل سنت نہ ہوں، وہاں یہ میلا دنامہ پڑھ کر سنادینا ہی کافی افادیت کا باعث ہوگا۔ ان شاء اللہ
- ۴۔ مسلمان اپنے قلب میں عشق و محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بسالیں، تاکہ اغیار کی عشوہ طرازیوں کا سودا نہ کر سکے۔

اس مقام پر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا شعر زبان پر چل رہا ہے، جس میں ان لوگوں کی مذمت ہے۔ جنہیں تعظیمِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تکلیف ہوتی ہے اور وہ بے ادبی کو اپنا ح نظر بنائے بیٹھے ہیں۔

شرک ٹھہرے جس میں تعظیمِ حبیب
اس برے مذہب پہ لعنت کیجیے

نور نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام:

سرکارِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم وجہِ تخلیق کونین ہیں۔ آپ کے نور پاک کی جلوہ گری سے آدمیت کا وقار بلند ہوا۔ میلا درضوی کے اخیر حصے میں نور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان ”خلقت“ سے ”جلوت“ تک کا مختصر ہے۔ بہ وقت ولادت جو انوار و برکات کا ظہور ہوا، زمانے کی فضا میں ایک انقلاب آفریں آیا، بہاریں جلوہ بار ہو گئیں اور خزاں چھٹ گئی۔ اس پر بڑے اچھے انداز میں روشنی ڈالی ہے، اپنے گہر ریز قلم سے حضور ملک العلماء لکھتے ہیں:

”دوشنبہ کے دن صبح صادق کے وقت وہ آفتاب رسالت مطلعِ حدوث سے طلوع فرما ہوا، جس نے سارے جہاں سے کفر و شرک، جہل و ظلم کی تاریکیوں کو دور فرما کر دونوں جہاں روشن فرمایا۔“ ۲۷

اختتام پر اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے مشہور زمانہ و مقبول عام سلام۔
مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام
سے ۱۳ اشعار درج کیے ہیں، جو میلا دنامے کی چاشنی و شیرینی کو بڑھاتے ہیں اور زبان کو لطف ملتا ہے۔

اختتامیہ:

اختتام پر دعا ہے، جو سوز و کیف کا مرقع ہے اور سادگی کا نمونہ و محسوسات کا آئینہ۔ اس کا ایک اقتباس آپ بھی پڑھیں اور

موجودہ دور میں مادی چکا چونڈ نے روحانی طور پر مسلمانوں کو کھوکھلا کرنے میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی، ضروری ہے کہ مسلمان اپنی روح کی صفائی و ستھرائی کا سامان کریں۔ اپنے نبی اکرم سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت کریں اور ان کے دشمن سے شدت برتیں۔

(۱) میلاد رضوی کو با وضوح جمع ہو کر سنیں، کوئی ایک مسلمان اسے صحیح تلفظ کے ساتھ سنائے۔

(۲) سنی اشاعتی ادارے اس کی اشاعت کر کے معمولی ہدیہ میں مہیا کریں۔

(۳) مختلف زبانوں مثلاً گجراتی، انگریزی، ہندی میں اس کی اشاعت عمل میں آئے۔

(۴) اکثر و بیشتر اس کے سماع کی محفلیں رکھی جائیں۔ یہ نہیں کہ صرف سال میں ایک بار ربیع الاول کے موقع پر۔ اس لیے کہ ذکر رحمت عالم تو ہر وقت ہی کیا جانا چاہیے۔

ذکر سب پھیکے جب تک نہ مذکور ہو
نمکیں حسن والا ہمارا نبی ﷺ

حوالہ جات:

(۱) القرآن الکریم؛ سورۃ یونس: ۵۸/ ترجمہ کنز الایمان

(۲) نفیس احمد مصباحی، مولانا، کشف بردہ، مجمع القادری مبارک پور ۲۰۰۵ء، ص ۲۱۸

(۳) القرآن الکریم؛ سورۃ آل عمران: ۱۶۳/ ترجمہ کنز الایمان

(۴) القرآن الکریم؛ سورۃ آل عمران: ۸۱/ ترجمہ کنز الایمان

(۵) یس اختر مصباحی، مولانا، جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم رضا اکیڈمی ممبئی ۲۰۰۷ء، ص ۲۰

(۶) جلال الدین سیوطی، امام، حسن المقصد فی عمل المولد (میلاد

سیوطی)، دارالعلوم جائس رائے بریلی ۲۰۰۳ء، ترجمہ محمد آصف رضا، ص ۲۶
(۷) عماد الدین ابن کثیر، علامہ، مولد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (میلاد ابن کثیر)، دارالعلوم جائس رائے بریلی ۲۰۰۳ء، ترجمہ سید علیم اشرف جائسی، ص ۲۰

(۸) مختار الدین احمد، ڈاکٹر، ابتدائی حیات اعلیٰ حضرت، مکتبہ نبویہ لاہور، ص ۹

(۹) مختار الدین احمد، ڈاکٹر، تقدیم میلاد رضوی، بزم عاشقان مصطفیٰ لاہور ۱۴۱۶ھ، ص ۱۰-۱۱

(۱۰) مرجع سابق، ص ۱۱

(۱۱) ظفر الدین قادری بہاری، مولانا، میلاد رضوی، بزم عاشقان مصطفیٰ لاہور ۱۴۱۶ھ، ص ۲

(۱۲) مرجع سابق، ص ۴

(۱۳) مرجع سابق، ص ۵

(۱۴) مرجع سابق، ص ۷

(۱۵) مرجع سابق، ص ۹

(۱۶) مرجع سابق، ص ۸-۹

(۱۷) مرجع سابق، ص ۱۰-۱۱

(۱۸) مرجع سابق، ص ۱۱-۱۲

(۱۹) مرجع سابق، ص ۱۲-۱۳

(۲۰) مرجع سابق، ص ۱۴-۱۵

(۲۱) مرجع سابق، ص ۱۶-۱۷

(۲۲) مرجع سابق، ص ۱۷-۱۸

(۲۳) مرجع سابق، ص ۲۰

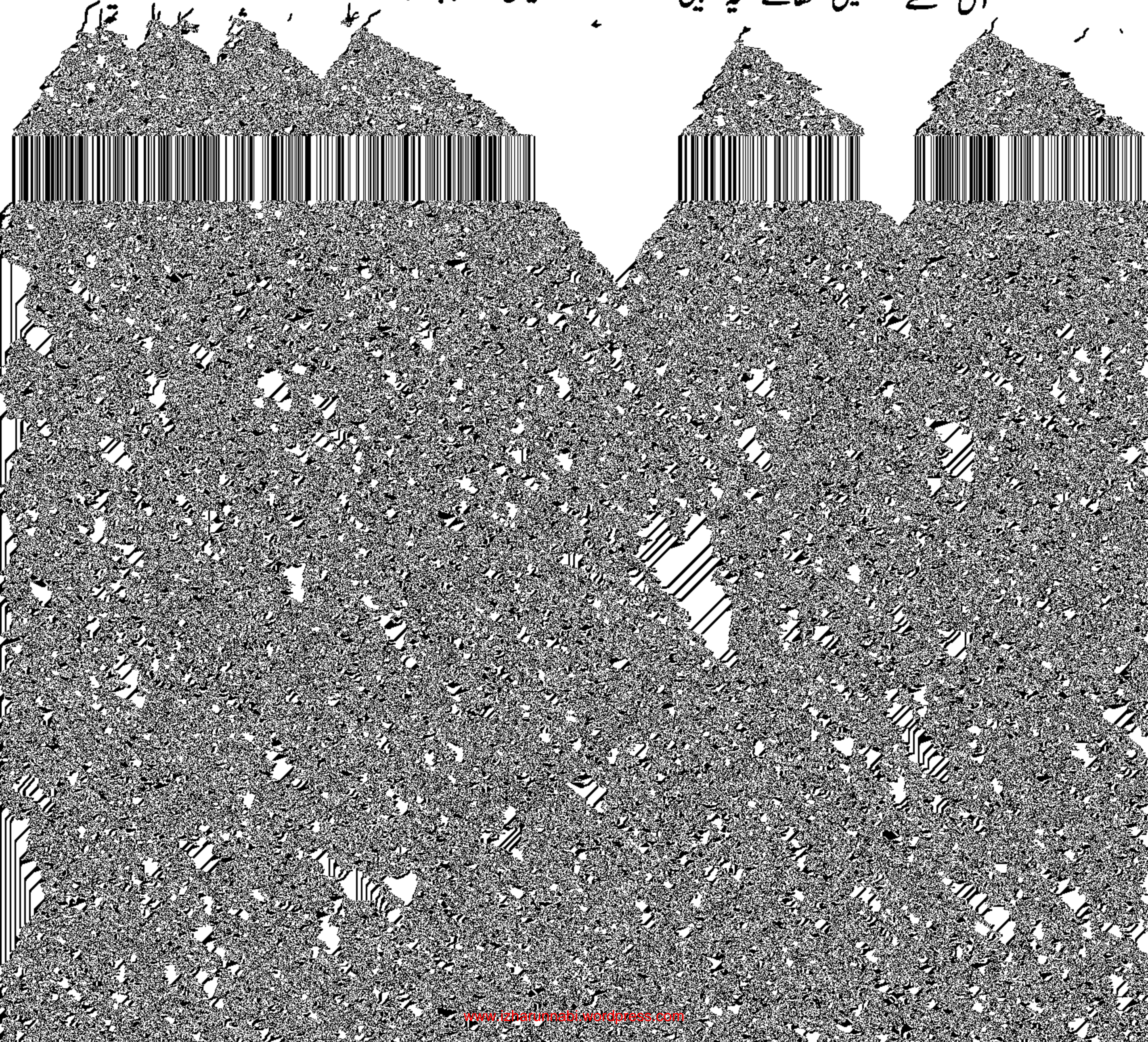
☆☆☆

ملک العلماء اور جواہر البیان

از قلم: مولانا محمد قمر الحسن قادری ایم، اے علیگ، ہوسٹن امریکہ

جو دت طبع اور علوم عقلیہ و نقلیہ وغیرہ میں طاق تھے اور اپنی ہمہ جہت
خوبیوں کے سبب ہر جگہ قدر کی نگاہ سے دیکھے اور عزت کی مسند پر

میرے ظفر کو اپنی ظفر دے
اس سے شکستیں کھاتے یہ ہیں



الخیرات الحسان: حضرت علامہ شیخ شہاب الدین احمد بن حجر مکی شافعی علیہ الرحمۃ متوفی ۹۷۳ھ / ۱۵۶۷ء کی عربی تصنیف ہے جو حضرت موصوف نے سراج الامۃ، امام الائمہ، مجتہد اجل سیدی امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ متوفی ۱۵۰ھ کی سوانح، سیرت اور فضائل و مناقب میں تصنیف فرمایا تھا۔ باوجودیکہ آپ شافعی المسلک تھے مگر امام اعظم رضی اللہ عنہ کی مدح سرائی، ادب و تعظیم، عزت و وقار اور آپ پر حاسدین و معاندین کے اعتراضات کا ایسا شافی جواب دیا ہے کہ حق تصنیف ادا کر دیا ہے۔ خصوصاً اس بے بنیاد اعتراض کا کہ امام اعظم قیاس کو قرآن و حدیث پر ترجیح دیتے ہیں۔ سختی سے تردید کی ہے اور قیاس کی ترجیحات کب لازم آئیں گی اس کا انتہائی محققانہ جواب دیا ہے، جو کہ مکمل علمی دلائل، تحقیقات و اصول پر مبنی ہے، اس طرح کہ حضرت امام اعظم کو بے داغ آئینے کی طرح پیش کیا ہے۔

جواہر البیان: جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے یہ الخیرات

الحسان کا اردو ترجمہ ہے جو ۱۳۳۳ھ میں معرض وجود میں آیا، اس سے پہلے آپ کے فیض رسا قلم سے آٹھ کتابیں پایہ تکمیل کو پہنچ چکی تھیں۔

۱ شرح کتاب الشفا بتعريف حقوق المصطفى عربی ۱۳۲۲ھ
۲ التعلیق علی القدوری
۳ التعلیق علی شرح المعنی عربی ۱۳۲۵ھ
۴ نیر السلوک فی نسب الملوک عربی ۱۳۳۱ھ

۵ ظفر الدین الجید
۶ شکست سفاہت
۷ المجلد المعدد لتالیفات المجدد
۸ الجواہر والیواقیت فی علم التوقیت معروف بتوضیح التوقیت ۱۳۳۰ھ

(ماخوذ از تذکرہ خلفائے اعلیٰ حضرت)

جواہر البیان آپ کی تعلیمی فراغت شعبان ۱۳۲۵ھ کے آٹھ سال بعد آپ کے قلم کی جولانی سے منصب شہود پر آئی۔ اگرچہ اس سے قبل آپ نے کئی ایک تصانیف عربی میں مکمل فرمائی تھیں، جو آپ کی جولانیت، بصارت، ثنرت فکر، ذہن رسا اور وسعت نظر پر بین دلیل ہیں۔ مگر جواہر البیان، آپ کی طبیعت کا مقتضی اور مسلک حنفی کے ساتھ والہانہ شیفتگی کا جذبہ صادق ہے۔ جس نے اس کتاب کو عربی سے اردو میں منتقل کرنے کے لیے آپ کو آرزوئے شوق کی مئے ناب پلائی اور بخودی و سرشاری میں اشہب قلم میدان کمال میں مست خرامی و سبک روی سے چلتا رہا۔ اپنی اس شیفتگی اور دلی کیفیات کا ذکر التماس مترجم غفرلہ کے زیر عنوان خود انہی کے زبان و قلم سے ملاحظہ فرمائیے:

”زمانہ طالب علمی میں جب میں نے شرح و قایہ شروع کیا تھا۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے جن جن مسکوں میں اور دوسرے ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم کا اختلاف ذکر کیا ہے، ان میں سید التالبعین امام الائمہ کاشف الغمہ امام اعظم ابو حنیفہ قدس سرہ کا مذہب آیات و احادیث کے مطابق اور دلائل عقل کے موافق دیکھ کر امام صاحب کی وقعت و محبت ایسی پیدا ہوئی، جس نے بار بار تقاضہ کیا کہ کوئی کتاب سوانح امام میں تصنیف کروں، مگر قلت لیاقت و عدم بضاعت مانع ہوئی۔ (جواہر البیان)

پھر یہ شوق دیگر مصروفیات کی دینز تہوں میں مستور ہو گیا، مگر دل میں جذبہ عقیدت نے جگہ بنالی تھی، وہ ختم نہ ہوسکا، بلکہ خموشی کی گہرائیوں میں کروٹیں بدلتا رہا۔ خدا جانے اس جذبہ صادق میں کون سی قوت کار فرما تھی کہ اس نے گزرتے وقتوں کے ساتھ اس میں مزید جلا بخش دی تھی۔ کہا جاتا ہے، کل امر مرہون باوقاتہا۔ بزبان امام الکلام کلام الامام:

اے رضا ہر کام کا اک وقت ہے

دل کو بھی آرام ہو ہی جائے گا

پھر جب آپ مجدد اعظم، نائب سراج الامۃ، معجزۃ من معجزات سید المرسلین امام احمد رضا کی بارگاہ میں عقبہ بوسی کے لیے حاضر ہوئے اور وہاں علم و معرفت کے جام پینے لگے۔ آگہی میں شہود کا جلوہ ابھرا، اور ادراک کو نئی زندگی ملی۔ چشم بصیرت میں بینائی کا جو ہر مزید جاگا۔ دل کی کشود ہوئی اور عقل کو علمی توانائی ملی تو وہ روپوش جذبہ پھر جاگ اٹھا، اب آپ نے قرطاس و قلم کا سہارا لے کر اپنے دلی جذبات کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش شروع کر دی اور سیرت امام اعظم رضی اللہ عنہ لکھنا شروع کر دیا۔ مگر کثرت کار اور ذمہ داری کے احساس نے پھر عزم کو منتشر کر دیا اور وہ کام چند اوراق سے آگے نہ بڑھ سکا۔ آپ خود فرماتے ہیں:

”جب عقبہ بوسی بارگاہ رضوی دامت فیوض صاحبہا کا شرف حاصل ہوا اور کار افتاء میرے متعلق کیا گیا، اس وقت کتاب مستطاب میزان الشریحۃ الکبریٰ علامہ عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی کے مطالعے سے وہ شوق پھر تازہ ہو گیا اور چند ورق لکھنے کا اتفاق ہوا۔ مگر کثرت کار مدرسہ و مطبع و افتاء وغیرہ کی وجہ سے تمام نہ کر سکا۔“

یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ مسودے کے وہ اوراق محفوظ ہی ہیں یا حوادث زمانہ کی دست برد سے ضائع ہو گئے۔ قیاس یہ کہتا ہے کہ اگر اوراق محفوظ ہوتے، تو اپنی نوعیت کی ایک انتہائی جامع کتاب تشنگان علم کو میسر ہوتی، جس سے ہر تشنہ لب سیرابی حاصل کر سکتا۔

جواہر البیان: ع ”کرۃ فال بنام من دیوانہ زند“

الخیرات الحسان کے ترجمہ کا کرۃ فال خلیفہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی حضرت منشی محمد لعل خاں قادری رضوی علیہ الرحمۃ کے ذریعے حضرت ملک العلماء علیہ الرحمۃ کے نام تھا۔ اس لیے اس

ساعت سعید کا انتظار تھا۔ جو اپنے مقررہ وقت پر آگئی اور جواہر البیان کے ترجمہ کا سبب رب کریم کی طرف سے مقرر کر دیا گیا۔ حضرت منشی محمد لعل خاں علیہ الرحمۃ نے، الخیرات الحسان کے ترجمے کے لیے آپ کو مجبور کیا، پھر دیکھتے ہی دیکھتے علمی فقہی شہ پارہ آپ کے قلم کی جولانیت سے معرض وجود میں آ گیا، ارشاد فرماتے ہیں:

”آخر میرے دوست حاجی دین متین، حاجی شرمبند عین مخلصی حاجی منشی محمد لعل خاں صاحب قادری برکاتی رضوی کثیر اللہ فینا امثالہ نے کتاب مستطاب الخیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفۃ النعمان مصنفہ علامہ شیخ شہاب الدین احمد بن حجر مکی متوفی ۹۷۳ھ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ترجمہ کرنے کے متعلق ارشاد فرمایا: امام صاحب قدس سرہ العزیز کی سوانح لکھنے کا تو میں عرصے سے خواہش مند ہی تھا، یہ اچھا موقعہ ہاتھ لگا۔ ع

چہ خوش بود کہ برآمد بیک کرشمہ دوکارے (ایضاً ص ۹۱۸)

جواہر البیان فی ترجمۃ الخیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفۃ النعمان کا جو نسخہ ہمارے سامنے ہے، وہ مکتبہ اشیق استنبول ترکی کا فوٹو آفسیٹ ہے۔ یہ عظیم تصنیف حضرت محدث ابن حجر مکی علیہ الرحمۃ والرضوان کی ہے۔ اس میں تین مقدمے اور چالیس فصلیں ہیں۔ قصیدہ نعمانیہ کے شمول کے ساتھ یہ کتاب دو سو صفحات پر مشتمل ہے۔ ہم مقدمات اور فصول کی تفصیلات پر آگے بحث کریں گے۔

مصنف علام نے خطبے میں اپنی اس تصنیف کا سبب ذکر فرمایا ہے، جس کو دیکھنے کے بعد مصنف (حضرت امام ابن حجر مکی علیہ الرحمۃ) اور مترجم (حضرت ملک العلماء علیہ الرحمۃ) میں اشتراک قدریں واضح طور پر نظر آتی ہیں۔ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس عظیم سیرت کی تصنیف یا تالیف کے دوران جس ذہنی پرداخت اور

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رضی اللہ عنہ کی حیات اور علمی خدمات

حالات سے مترجم قدس سرہ العزیز دو چار ہوئے بالکل اسی طرح مصنف علیہ الرحمۃ بھی دو چار ہوئے تھے کہ حضرت مصنف علیہ الرحمۃ کی پہلی تصنیف دوستوں اور احباب کو عاریۃ (مکتبی) دینے میں ضائع ہو گئی جس کے سبب دوبارہ محنت کرنی پڑی، اسی طرح مترجم قدس سرہ کا وہ مسودہ جو انہوں نے اولین مرحلے میں ترتیب دیا تھا، وہ بھی دستبرد سے محفوظ نہ رہ سکا اور یہ عزم مسلسل ٹوٹا اور جڑتا رہا۔

نیز جس طرح حضرت مترجم سے منشی محمد لعل خاں علیہ الرحمۃ قادری کلکتوی نے اس کتاب ”الخیرات الحسان“ کا ترجمہ کرنے کی خواہش کا اظہار کیا تھا اور حضرت مترجم کو یہ کام کرنا پڑا اسی طرح حضرت مصنف علیہ الرحمۃ سے بھی مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران قسطنطنیہ کے ایک فاضل نے حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی سیرت پر کتاب لکھنے کی درخواست کی تھی اور حضرت مصنف نے اس کو قبول کر لیا تھا جس کے سبب یہ کتاب ”الخیرات الحسان“ ہم تک پہنچی، چنانچہ اس حکایت دل کو مصنف کے قلم اور مترجم کی زبانی ملاحظہ فرمائیے:

”کئی برس ہوئے کہ میرے پاس مکہ مشرفہ میں (زیادہ کرے اللہ اس کے شرف و کرامت اور بزرگی اور ہیبت اور تعظیم کو) آئے ایک شخص فضلاء قسطنطنیہ اور ان کے صالحین میں سے جو جامع تھے علوم اخلاق و مواہب اور احوال و مطالب کے، جس کے ساتھ فتح مند ہوئی ہے، وہ قوم جو سلامت ہے، اعتراض و ملامت سے یعنی ہمارے حضرات صوفیہ اور ائمہ طائفہ جنیدیہ، پس فخر کیا ہم سے اور فخر کیا ہم نے اس سے مثل فخر کرنے ایسے احباب کے جو ایک دوسرے کے سامنے ہوئے ہیں، تختوں پر اور معارف کے دریا سے چہو لیتے ہیں۔ یہاں تک کہ بات آپڑی ان اماموں کی جو علوم اسمیہ اور معارف وہیبیہ کے جامع اور ہیبت کی مشاہدہ اور موسلا دھار بارش، کرم و بخشش کے تحفے سے مالا مال ہیں۔ پس اس فاضل عالم کامل

نے کہا کہ میں آپ سے خواہش رکھتا ہوں، ایک کتاب مختصر کی، جو جامع ہو اور قاعدہ کلیہ کے دستور العمل پاکیزہ کی جو مانع ہو، جس میں خلاصہ ہو ان تمام باتوں کا جو طویل بیان کیا ہے ائمہ نے تعریف میں امام اعظم اور پیشوائے مقدم کے۔ جن کا نام پاک ابو حنیفۃ النعمان ہے۔ اللہ ان کی مرقد منور کو رحمت و رضوان کی بارش سے سیراب کرے اور ان کو اعلیٰ فردوس جہاں میں جگہ دے۔ پس میں نے ان کے حکم واجب التعمیل کے بجالانے میں جلدی کی اور ان مناقب کا خلاصہ لکھنے میں پوری کوشش صرف کی، اس لیے کہ یہ مقصد اہم ہے۔ پس یہ کتاب بحمد اللہ تعالیٰ ایک پاکیزہ مختصر اور شریف نمونہ تیار ہوئی۔ تو اس کا ایک نسخہ لکھا اور اس کو اپنے شہر میں لے گئے۔ جو اسلامی شہروں میں بڑا شہر علمائے اسلام کی سواریاں بیٹھنے کی جگہ منبع افاضل اور مفرغ امثال ہے۔ پھر اور لوگوں نے ان کے بعد اس رسالے کو لکھا اور ان کے نقش قدم اور بزرگوں کی پیروی کی اور مختلف شہروں میں متفرق ہو گئے اور میرے پاس کوئی نسخہ باقی نہ رہا۔ سوائے اصل مسودے کے اور اللہ ہی مستعان ہے۔ پھر اس کو عاریۃ لیا بعض حنفیہ نے، تاکہ نقل کر کے واپس دے دیں۔ مگر اس کو لے کر سفر میں چلے گئے اور اس کے گم ہو جانے کا جو گناہ ہے، اس کا خیال نہ کیا، جس سے مجھے بہت افسوس ہوا۔“ (ایضاً ص ۱۱، ۱۲)

یقیناً عرق ریزی اور جگر کاوی کا نچوڑا اگر ضائع ہو جائے، تو اس سے دل کو کتنی ٹھیس پہنچتی ہے، یہ وہی جان سکتا ہے، جو اس مرحلے سے گزرا ہو۔ مزید برآں کسی صاحب قلم کی عرق ریزی یہ وہ خسارہ ہے، جس کی تلافی ممکن نہیں۔ یوں وہ پہلا نسخہ دست بدست گم ہو گیا اور حضرت مصنف کو دوبارہ عرق ریزی کرنی پڑی پھر ”الخیرات الحسان“ کی ترتیب عمل میں آئی رقم طراز ہیں:

”دوبارہ میں نے ان ائمہ کی کتابوں کو دیکھا، جنہوں نے

مناقب لکھے ہیں، یہاں تک کہ میں نے ایک کتاب کو جامع دیکھا جس کے مصنف ہمارے دوست شیخ علامہ نیک بخت فہامہ، ثقہ، مطلع، حافظ متبع شیخ محمد شامی دمشقی مصری ہیں۔ پس خلاصہ کیا میں نے اس کے مقاصد کا اور تنقیح کی میں نے اس کے مصادر و موارد کی اس کتاب عجیب، جامع، مستحکم، مضبوط میں اور میں نے اس کا نام ”الخیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفۃ النعمان“ رکھا رحمت ہو اللہ تعالیٰ کی ان پر۔ (ایضاً ص ۱۲، ۱۳)

چنانچہ ”الخیرات الحسان“ کے مقدمات و فصول پر نظر ڈالنے سے کتاب کی افادیت و اہمیت کا صحیح پتا چلتا ہے، اور اس منظر نامے میں سیدی امام اعظم علیہ الرحمۃ کا قد کتنا بلند ہے، چمکتے سورج سے زیادہ روشن نظر آنے لگتا ہے، اور اس ترجمے ”جو اہر الحسان“ کی ضرورت کا احساس بھی دیکتی صبح کی طرح محسوس ہونے لگتا ہے۔

ترتیب کتاب --- مقدمات

(۱) پہلا مقدمہ، حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مناقب جلیلہ اور ان پر تراشیدہ بہتان و طعن و اعتراض کے رد میں۔ نیز علمائے حق کے اقوال کی تاویل و تصحیح خصوصاً امام عزالی علیہ الرحمۃ کے اعتراضات کے جوابات شافی و تاویلات وافی میں۔

(۲) دوسرا مقدمہ۔ مجتہدین کے فضائل و مناقب، ان کی ضرورت نیز ان کے مصیب و مٹاب ہونے کے بیان میں۔

(۳) تیسرا مقدمہ۔ دربارہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ حضرت سرور عالم ﷺ کی بشارتیں۔

اس کے معاً بعد مصنف علام نے چالیس فصول قائم فرمائی ہیں۔ جو حسب ذیل ہیں۔

فصول:

۱۔ پہلی فصل: بیان میں ان امور کے جو اس کتاب کی تالیف کا

باعث ہوئے۔

۲۔ دوسری فصل: آپ کے نسب کے بیان میں۔

۳۔ تیسری فصل: آپ کے سنہ ولادت کے بیان میں۔

۴۔ چوتھی فصل: آپ کے نام نامی کے بیان میں۔

۵۔ پانچویں فصل: آپ کی صورت کے بیان میں۔

۶۔ چھٹی فصل: ان صحابہ کرام کے بیان میں جن کو امام صاحب نے پایا۔

۷۔ ساتویں فصل: آپ کے اساتذہ کے بیان میں۔

۸۔ آٹھویں فصل: علم حدیث اور فقہ میں آپ کے شاگردوں کے

بیان میں۔

۹۔ نویں فصل: آپ کی پیدائش و نشوونما اور علم کی طرف توجہ کے بیان میں۔

۱۰۔ دسویں فصل: فتویٰ دینے اور پڑھانے کے لیے پہلے پہل بیٹھنے

کے بیان میں۔

۱۱۔ گیارہویں فصل: ابنائے مذہب امام کے بیان میں۔

۱۲۔ بارہویں فصل: ان صفات کے بیان میں ہے جن کی وجہ سے

آپ اپنے بعد والوں سے ممتاز ہیں۔

۱۳۔ تیرہویں فصل: ائمہ نے جو آپ کی تعریفیں کی ہیں ان کے بیان میں۔

۱۴۔ چودھویں فصل: عبادت میں آپ کی کوشش کے بیان میں۔

۱۵۔ پندرہویں فصل: امام صاحب کے خوف و مراقبہ الہی کے بیان میں۔

۱۶۔ سولہویں فصل: لایعنی باتوں سے زبان کے محفوظ رکھنے اور حتی الامکان

برائی سے بچنے کے بیان میں۔

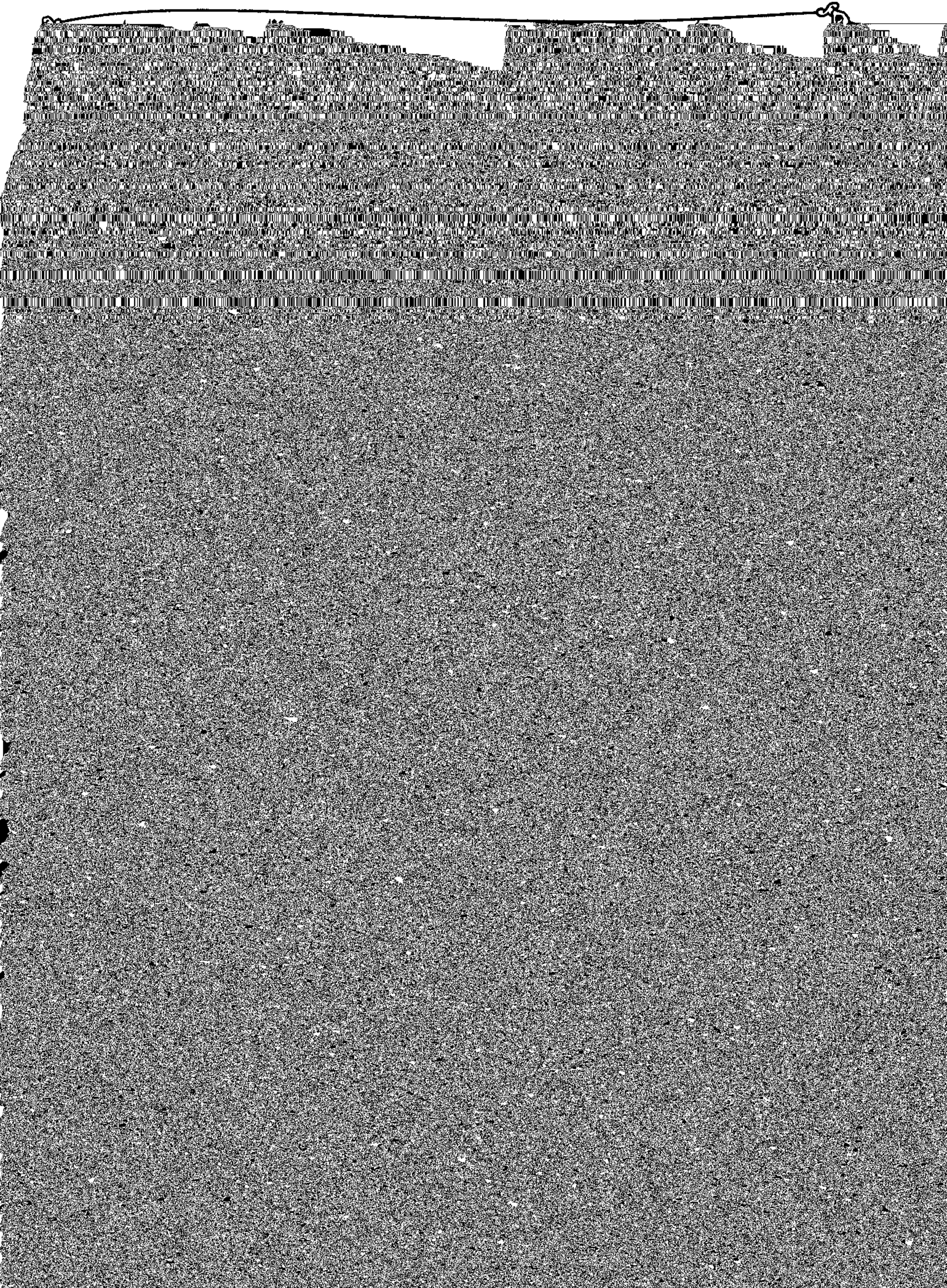
۱۷۔ سترہویں فصل: آپ کے کرم کے بیان میں۔

۱۸۔ اٹھارہویں فصل: آپ کے زہد اور پرہیزگاری کے بیان میں۔

۱۹۔ انیسویں فصل: آپ کے امانت دار ہونے کے بیان میں۔

۲۰۔ بیسویں فصل: آپ کے وفور عقل کے بیان میں۔

۲۱۔ اکیسویں فصل: آپ کی فراست کے بیان میں۔



جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدظلہ کی حیات اور علمی خدمات

طرح چمکتے پڑ رہے ہیں۔ اس وقت کسی بھی مصنف یا مترجم کا اپنے عصری اسلوب سے متاثر ہونا ناگزیر تھا۔ چنانچہ جواہر البیان میں اسی وقت کی زبان، سبک محاورے اور تراکیب استعمال ہوئی ہیں، جوئی زمانہ انتہائی شستہ، سہل ممتنع، با محاورہ، سلیس اور سادے ہونے کے باوجود انتہائی رواں ہے۔ بلکہ اثنائے مطالعہ کبھی کبھار ایسا محسوس ہونے لگتا ہے کہ جیسے بعض عبارتیں خود حضرت مترجم قدس سرہ کی ہوں، کیونکہ اسلوب بیان کی جاذبیت اور ترجمے پر زبان کی گرفت سے ایسا ربط اور تسلسل ہوتا ہے کہ یہ ترجمہ نہیں بلکہ عین کتاب ہو۔

جواہر البیان میں ایک خصوصی بات جو جگہ جگہ محسوس کی جاسکتی ہے، وہ حضرت مترجم کے ذہن و دماغ پر اپنے استاد کا علمی پرتو ہے۔ جہاں فقط علمی ترشحات ہی نظر آتے ہیں۔ چونکہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کا علمی قد اور ان کی فکری جولانی ان کی تحریروں میں پھوٹی پڑتی ہے، اور علم کا بحر بیکراں موجیں مارتا ہوا نظر آتا ہے۔ اس کی چھاپ حضرت مترجم قدس سرہ کی تحریروں پر بھی پڑی ہوئی دکھائی پڑتی ہے۔ ترجمے میں الفاظ کا ذخیرہ اور لغوی مشمولات اتنے وافر مقدار میں جمع کر دیے گئے ہیں کہ لفظ لفظ اور سطر سطر سے جلالت علمی آشکارا ہوتی جاتی ہے۔ تاہم مربوط، مسلسل، سبک اور سہل ممتنع اسلوب بیان نے ترجمے میں ایسی جاذبیت پیدا کر دی ہے کہ کیف دو بالا ہو جاتا ہے۔ یہ سبھی کو معلوم ہے کہ ترجمے کا کام کوئی آسان نہیں، کیونکہ اس میں ہر دو زبان میں قدرت کاملہ اور مہارت تامہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایک مفہوم کو دوسری زبان کا قالب پہنا دیا جاتا ہے، ورنہ روح وہی ہوتی ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہے کہ حضرت ملک العلماء علیہ الرحمۃ بیک وقت دونوں زبانوں پر عبور رکھنے کے ساتھ ساتھ ان کی روح کی گہرائیوں میں بھی ڈوبے ہوئے تھے۔

ترجمے میں اتنی گہرائیوں تک سرایت کیے ہوتی ہے کہ اس کا علمی معیار لفظ لفظ میں جھلکنے لگتا ہے۔ نیز ایسا بھی ہوتا ہے کہ ترجمہ اپنے عصر کی زبان کا مکمل غماز ہوتا ہے۔ مترجم کے زمانے میں زبان اپنے جن ارتقائی مراحل سے گزر رہی ہوتی ہے، اسی کا ترجمہ قرطاس پر بٹھرتا ہے۔ حضرت ملک العلماء علیہ الرحمۃ کی علمی جلالت سے معمور قلم کا یہ پہلا ترجمہ ہے، جو انہوں نے چند دنوں میں مکمل فرمایا۔ جبکہ مباحث پر نظر ڈالنے سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ کام کتنا دشوار اور صبر آزما تھا۔ اگرچہ ترجمے میں ایک مترجم کے علمی احساسات اور فکری جولانیوں کا آئینہ جگہ جگہ جھلکتا نظر آتا ہے۔ مگر تواضع کا اظہار کچھ عجیب حسن پیدا کر رہا ہے۔ آپ خود اس کے بارے میں رقم طراز ہیں:

”یہ ترجمہ آپ کے پیش نظر ہے۔ چند دنوں میں مرتب کیا اور ”جواہر البیان فی ترجمۃ الخیرات الحسان“ اس کا نام رکھا۔ یہ تو مسلم ہے کہ کسی کتاب یا عبارت کا ترجمہ دوسری زبان میں کیا جائے، تو وہ لطف نہیں رہتا، جو اصل کتاب یا عبارت میں ہے۔ اس لیے میں نے حتی الامکان عام فہم اور سلیس ہونے کے خیال سے لفظی ترجمے کا التزام نہیں کیا ہے۔ مجھے اس جگہ اس امر کے اعتراف میں بھی تامل نہ کرنا چاہیے کہ ”کار بکثرت“ ہے اور یہ رسالہ میرا پہلا ترجمہ ہے۔ اس لیے ممکن ہے کہ مترجم کے فرض منصبی کو پورے طور پر ادا کرنے سے قاصر رہا ہوں۔ مگر یہ جذبہ دل اور تعمیل ارشاد مخلص ہے، جو یہ کام انجام کو پہنچا، ورنہ:

ع۔ ’صلاح کار کجا من خراب کجا‘ (ایضاً ص ۶)

جواہر البیان کی زبان ان کے عصر کی زبان ہے اور قیاس یہ ہے کہ ۱۹۱۲ء کے آس پاس یہ ترجمہ معرض وجود میں آیا ہے۔ اردو میں خصوصی تبدیلی ترقی پسند تحریک کے بعد عمل میں آئی۔ ورنہ اس سے قبل فارسی سے بہت متاثر رہی ہے۔ اس وقت علمی اقدار آئینے کی

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی علیہ السلام کی حیات اور علمی خدمات

شاگردوں کو، اب جو چاہے، خوش ہو اور جسے ناپسند ہو، وہ ناخوش ہو۔ بعض ائمہ سے سوال کیا گیا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ آپ خاص کرام ابو حنیفہ ہی کی تعریف کرتے ہیں اور کسی کی نہیں؟ فرمایا: اس لیے کہ اوروں کا رتبہ ان جیسا نہیں۔ جس قدر ان کے علم سے لوگوں کو نفع پہنچا، کسی کے علم سے نہ ہوا۔ اس لیے میں انہی کا ذکر کرتا ہوں، تاکہ لوگ ان سے محبت کریں اور ان کے لیے دعا کریں۔ (ایضاً ص ۸۸)

نمبر ۲: ”ایک مرتبہ کوفہ کی بکریوں میں ایک چھنی ہوئی بکری ملی، تو لوگوں سے دریافت فرمایا کہ کتنے دنوں بکری زندہ رہتی ہے؟ لوگوں نے کہا سات سال تک، امام صاحب نے سات سال تک بکری کا گوشت نہ کھایا۔

اسی زمانے میں بعض فوجیوں کو دیکھا کہ اس نے گوشت کھا کر اس کا بقیہ کوفہ کی نہر میں ڈال دیا۔ آپ نے مچھلی کی عمر دریافت فرمائی، لوگوں نے کہا اتنے سال، آپ نے اتنے زمانے تک مچھلی کھانا چھوڑ دیا۔ ہمارے بعض حضرات ائمہ و شافعیہ یعنی استاذ ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے رسالے کے باب التقویٰ میں فرمایا ہے کہ امام صاحب اپنے قرضدار کے درخت کے سائے میں بیٹھنے سے بھی بچتے تھے اور فرماتے جس قرض سے نفع ہو وہ سود ہے، اور اس کے موافق یزید بن ہارون کا قول ہے کہ میں نے کسی کو امام صاحب سے زیادہ پرہیزگار نہ دیکھا۔ میں نے ایک دن ان کو ایک شخص کے دروازے کے سامنے دھوپ میں بیٹھے ہوئے دیکھا۔ میں نے کہا اگر حضور! اس سائے میں تشریف لے جاتے، تو اچھا ہوتا۔ فرمایا مالک مکان پر میرا قرض ہے اور میں نہیں چاہتا کہ اس سے نفع حاصل کروں اور اس کے مکان کے سائے میں بیٹھوں۔ یزید نے کہا کہ اس سے بڑھ کر پرہیزگاری اور کیا ہوگی؟ (ایضاً ص ۱۰۰)

نمبر ۳: ”علاوہ بریں بے سمجھے بوجھے کثرت روایت میں تو

ترجمے کے دوران کہیں کہیں آپ نے حواشی بھی اپنے قلم سے نقل فرمائے ہیں۔ جہاں کہیں مفہوم میں کوئی اغلاق یا خفا محسوس ہوا، اس پر افہام مفہوم کے لیے حواشی ناگزیر تھے، جس کا اضافہ کرنا مترجم نے اپنی اخلاقی ذمہ داری خیال کیا۔ کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ دو روایات یا اقوال میں تضاد محسوس ہونے کی صورت میں تطبیق و توضیح بھی درج فرماتے ہیں۔ حضرت سیدی امام اعظم رضی اللہ عنہ پر جن لوگوں نے جرح کیا ان کا رد کرتے ہوئے حضرت مصنف علیہ الرحمۃ نے ایک تفصیلی بحث قائم کی ہے اور آخر میں حضرت عمرو بن دینار اور حضرت امام مالک رضی اللہ عنہما کے اقوال نقل کر کے ان کے افکار کو واضح کیا۔ اس پر حضرت مترجم قدس سرہ نے اپنا عندیہ پیش کرتے ہوئے اظہار خیال فرمایا:

”فقیر مترجم غفرلہ المولیٰ القدر کہتا ہے کہ یہ صرف ان دونوں حضرات کا خیال ہے، ورنہ علمائے کرام کی شان ارفع و اعلیٰ ہے اس بات سے کہ وہ ایک دوسرے سے حسد رکھیں یا بلا وجہ بغض و عداوت رکھیں۔“ (ایضاً ص ۱۸۳)

اسلوب نگارش یا طرز تحریر کا استدلالی طریقہ حوالوں کے شواہد سے مزین ہونے کا متقاضی ہے۔ جواہر البیان کی زبان اور ترجمہ نگاری کے سبک کے لیے ہم چند نمونے جواہر البیان سے نقل کر رہے ہیں۔

نمونہ نمبر ۱: قاضی شریح فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ اکثر خاموش رہتے۔ اکثر سوچا کرتے، فقہ میں آپ کی نگاہ بہت باریک تھی، مسائل نفیسہ استخراج فرماتے، علم و بحث میں بھی پاکیزہ تھے۔ اگر طالب علم فقیر ہوتا، تو اس کو مال دار کر دیتے۔ جو شخص آپ سے سیکھتا فرماتے ”تو غنا کبر کی طرف پہنچا، اس لیے کہ حلال و حرام کو جان لیا۔“ خلف ابن ایوب کہتے ہیں کہ علوم اللہ تعالیٰ سے نبی ﷺ کو پہنچے۔ ان سے صحابہ کرام کو، ان سے تابعین کو، بعد ازاں امام ابو حنیفہ اور ان کے

کوئی خوبی نہیں ہے، بلکہ علامہ ابن عبدالبر نے تو اس برائی میں مستقل باب مقرر کیا لکھا ہے کہ فقہائے مسلمین و علمائے دین کا اتفاق ہے کہ بدون تفقہ اور بغیر تدبر کے کثرت روایت مذموم ہے۔ ابن شبرمہ نے کہا کہ کم روایتی تفقہ ہے۔ ابن مبارک نے کہا اکثر پر بھی اعتماد کرنا چاہیے، اور معتبر وہ رائے ہے، جس سے حدیث کی تفسیر ہو سکے۔ امام صاحب کی قلت روایت کا سبب یہ بھی ہے کہ ان کے نزدیک اسی شخص کو روایت کرنا جائز ہے، جسے سننے کے دن سے روایت کے وقت تک حدیث یاد ہو، تو وہ صرف حافظ کے لیے روایت کرنا درست بتاتے تھے۔ (ایضاً ص ۱۰۰، ۱۰۱)

مذکورہ بالا تینوں اقتباسات کی زبان کی شگنی روانی، تسلسل اور انداز بیان کتنا جاذب ہے اور اس دور میں جبکہ زبان اردو بھی محنت کشا نہ تھی۔ جواہر البیان کا یہ ترجمہ جو اپنے عصر کے لحاظ سے ایک گراں قدر اور انتہائی وقیع اور تمام خوبیوں کا جامع ہے جو کسی ترجمے کے لیے لازم ہوتی ہے۔

ہمارے سامنے ”جواہر البیان“ کا جو نسخہ ہے، اس میں حضرت سیدی امام اعظم رضی اللہ عنہ کا قصیدہ نعمانیہ بھی درج ہے۔ حضرت امام اعظم کے قلم فیض رسا کا یہ قصیدہ ایک زندہ کرامت ہے۔ جس میں کل ترپن ۵۳ اشعار ہیں، آپ نے اس میں ان تمام معتقداتی بحثوں کو سمودیا ہے، جو اس وقت مسلمانوں کا عقیدہ ہوتی تھیں، جسے آج کل کچھ کج فہم اور بے ادب لوگ شرک و بدعت کہہ کر مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔ یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ اس نعتیہ قصیدے کو حضرت مترجم قدس سرہ نے خود درج کیا ہے یا حضرت مترجم قدس سرہ کے غیر نے چونکہ الخیرات الحسان کا عربی نسخہ ہمارے پاس موجود نہیں اس لیے کوئی حتمی فیصلہ بھی کرنا دشوار ہے۔ تاہم اس پورے قصیدے کی شعر سے شعر میں

ترجمانی اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت مترجم قدس سرہ ایک نکتہ رس اور بالغ نظر شاعر بھی تھے کیونکہ پورے قصیدے کا ترجمہ اردو اشعار میں کیا گیا ہے، اس کے چند اشعار عربی مع اردو بطور نمونہ درج ہیں:

یا سید السادات جنتک قاصداً

ار جو رضاک واحتمی بحماک

یا رسول اللہ بندہ حاضر دربار ہے

آپ کی خوشنودی و حفظ و اماں درکار ہے

واللہ یا خیر الخلائق ان لی

قلبا مشوقا لا یروم سواک

ہے میرے پہلو میں خیر الخلائق ایسا دل

جو ہے شیدا آپ کا اور غیر سے بیزار ہے

انت الذی لما توسل آدم

من زلة بک فاز و هو اباک

آپ کے دادا صغی اللہ ہوئے جب کامیاب

اپنی لغزش پر وسیلہ جبکہ چاہا آپ کا

بک لی قلب مغرم یا سیدی

وحشتا محشوة یھواک

دل مرا ہے آپ ہی کا شیفتہ یا سیدی

جان جو باقی ہے جس میں آپ ہی کی ہے ہوا

جواہر البیان“ ایک عصری ترجمے کا منہ بولتا ثبوت ہے جس

سے حضرت مترجم کا علمی قد اور زبان و بیان ہم عصران کی مہارت

تاماہ چڑھتے سورج کی طرح روشن ہے۔

☆☆☆

رسالہ ہاجرت: ایک جائزہ

از قلم: پروفیسر ریاض الرحمن شیروانی، سابق صدر شعبہ عربی اسلامیات کشمیر یونیورسٹی، کشمیر

ملک العلماء مولانا سید محمد ظفر الدین قادری رضوی (۱۸۸۰ تا ۱۹۶۲) بہار کے ایک مشہور کثیر التصانیف عالم تھے۔ وہ مدرسہ اسلامیہ طمس الہدیٰ پٹنہ سے بحیثیت استاد اور پھر بحیثیت پرنسپل طویل مدت تک وابستہ رہے جہاں ان سے طلبہ کی کثیر تعداد نے استفادہ و استفادہ کیا۔ خود ان کے اساتذہ میں کئی فضلاء روزگار مثلاً مولانا شاہ وحی احمد محدث سورتی، مولانا احمد حسن کانپوری اور مولانا شاہ عبداللہ کانپوری، مولانا بشیر احمد علی گڑھی، کے اسمائے گرامی ملتے ہیں۔ لیکن جب ان کا اصلی تعلق اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی سے قائم ہوا تو ان کا شمار فاضل بریلوی کے ممتاز تلامذہ و خلفاء میں ہونے لگا۔ وہ پوری طرح فاضل بریلوی کے دینی اور سیاسی مسلک کے پیرو تھے۔ مولانا مدۃ العمر کی سیاسی جماعت کے رکن نہیں رہے۔ تاہم ملک میں وقتاً فوقتاً جو واقعات و حادثات پیش آتے رہے، ان سے کسی بھی پڑھے لکھے اور باشعور انسان کا بے خبر اور غیر متاثر رہنا ممکن نہیں ہو سکتا اور ان میں ملک العلماء کا استثناء بھی نہیں ہو سکتا تھا۔

بعد اس عمل میں زیادہ تیزی اور زیادہ شدت پیدا ہو گئی۔ کانگریس اور مسلم لیگ کے اختلافات مختلف مسائل پر روز افزوں تھے۔ ان حالات میں لارڈ دیول وائسرائے ہند نے صدر کانگریس پنڈت جواہر لال نہرو کو ملک میں جمہوری حکومت بنانے کی دعوت دی۔ مسلم لیگ نے اس حکومت میں شمولیت سے انکار کر دیا اور اس کے صدر مسٹر محمد علی جناح نے بطور احتجاج ۱۶ اگست کو یوم راست عمل منانے کا اعلان کیا۔ اس وقت بنگال میں مسلم لیگ کی حکومت تھی اور مسٹر حسین شہید سہروردی اس کے وزیر اعلیٰ تھے۔ انہوں نے ۱۶ اگست کو صوبے میں سرکاری تعطیل کر دی۔ اس دن کلکتہ میں جس پیمانے پر اور جس نوعیت کے فرقہ وارانہ فسادات کی ایسی لہر ابھری، جس نے تباہی و بربادی کے پچھلے تمام ریکارڈ توڑ دیے۔ اواخر اکتوبر اوائل نومبر میں ان فسادات کی زد میں صوبہ بہار آیا اور وہاں مسلمانوں کا شدید جانی و مالی نقصان ہوا۔ فسادات کی آگ اتنی جھلسا دینے والی تھی کہ بہت سے مسلمان اس کی تاب نہ لا کر نقل مکانی اور ترک

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدظلہ کی حیات اور علمی خدمات

درجے میں بھی اس کا حل نہیں ہے۔ بلکہ نت نئے مسائل کو جنم دے سکتا ہے۔ اس جذبے سے انہوں نے ایک رسالہ بعنوان 'سد الفرار لمہاجری بہار'، معروف بہ 'ہجرت بنگال'، قلم بند فرمایا۔ (آئینہ ۱۹۴۶ء) جس میں مسئلہ مذکور کے تمام پہلوؤں کا بنظر غائر مطالعہ فرمایا، اس کے حسن و قبح پر روشنی ڈالی اور اہل بہار کو مشورہ دیا کہ وہ بجائے ترک سکونت کرنے کے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے جہاں ہیں، وہاں مقیم رہیں اور اپنی حفاظت کا انتظام وہیں رہ کر کریں۔ حالات ان شاء اللہ ایسی کروٹ لیں گے جس سے ان کے مصائب و مشکلات دور ہوں گے اور امن و سکون کی صورت نکلے گی۔

یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیے، کہ ابھی ملک کی تقسیم عمل میں نہیں آئی تھی اور ان فسادات کی نوعیت تقسیم کے پیش خیمے کی تھی۔ جیسا کہ عرض کیا گیا ابھی ترک سکونت کے مسئلے کا تعلق کسی نئے ملک سے نہیں تھا، بلکہ متحدہ ہندوستان ہی کے ایک صوبے سے دوسرے صوبے کا تھا۔ پھر بھی ملک العلماء کی نگاہ دور رس وہ تمام مناظر دیکھ رہی تھی، جو بعد میں پیش آنے والی بڑی "ہجرت" اپنے جلو میں لے کر رونما ہونے والی تھی۔ ان واقعات سے متاثر ہو کر ملک العلماء نے انگریزوں کو جو مشورہ دیا تھا کہ وہ انتقال اختیارات کو "کم سے کم ایک صدی" کے لیے ملتوی کر دیں۔ وہ تو اب از وقت تھا اور اگر انگریز اس مشورے پر غور کرنے کے لیے تیار بھی ہو جاتے۔ تو ایک طرف بین الاقوامی حالات کا دباؤ اور دوسری طرف خود اندرون ملک کا جذبہ حریت پسندی (اپنی تمام خامیوں اور نقائص کے باوجود) انہیں ایسا کرنے کی اجازت نہیں دے سکتا تھا۔ لیکن اس سے آگے بڑھ کر ملک العلماء نے جو کچھ لکھا ہے وہ ایک طرف ان کے درددل اور دوسری طرف ان کی فراست کا غماز ہے۔ انہوں نے

تحریر فرمایا ہے: "غرض اس واقعہ فاجعہ (بہار کا فساد) اور خاص کر اس سے بہت زیادہ قلق آمیز اور خون کے آنسو لانے والا یہ سماں ہے کہ اس حادثے سے مسلمان ایسے حواس باختہ ہو گئے ہیں، آگے پیچھے ادبچ نیچ، نفع نقصان کے سوچ بچار کرنے کا دماغ ہی کھو بیٹھے۔ دیکھیے کتنے بستر باندھ رہے ہیں۔ یا لیگ سے سبز ٹکٹ لے کر بنگال جا رہے ہیں اور اگر پوچھیے، تو اس بزدلانہ فعل کو شریعت کا رنگ دے کر ہجرت فرما رہے ہیں۔ یہ ہجرت نہیں، آپ مہاجر نہیں کہلا سکتے، آپ کا شمار بھگڑوں میں ہے۔ یوں دل خوش کرنے کو جو چاہیں کہہ لیں۔" ملک العلماء کی اس تمہیدی عبارت کا اتنا طویل اقتباس ہم نے اس لیے دیا ہے کہ ہمارے اس خیال سے مولانا نے آئندہ صفحات میں جو کچھ لکھا ہے، وہ اسی اجمال کی تفصیل ہے۔

ملک العلماء نے یہ بتایا ہے کہ ہجرت کن حالات میں کی جاتی ہے اور اعتراف کیا ہے، کہ بہار میں ایسے حالات نہیں ہیں، جو ہجرت کے متقاضی ہوں۔ انبیاء کرام علیہم السلام کے واقعات ہجرت نقل کیے ہیں۔ ان کے اسباب بیان کیے ہیں اور ان کے نتائج سے بحث کی گئی ہے۔ خود نبی کریم ﷺ کی ہجرت مبارکہ کے جو نتائج مرتب ہوئے ان پر روشنی ڈالی ہے۔ احادیث شریفہ سے ثابت کیا ہے، کہ ہماری ہجرت وہ ہجرت نہیں ہے، جو باعث اجر اور موجب خیر و برکت ہے۔ یہ بھی بتایا ہے کہ جہاں آپ جا رہے ہیں اس کی کیا ضمانت ہے، کہ وہاں آپ کے جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت ہوگی۔ اصل حفاظت اللہ تعالیٰ کی حفاظت ہے اور اسی پر بھروسہ ضروری ہے۔ یہ بات یاد کر لی جائے کہ ابھی پاکستان نہیں بنا تھا اور مولانا جو گفتگو فرما رہے تھے وہ انگریزوں کے دور حکومت میں ایک ایسے صوبے سے ہے جہاں غیر مسلموں کی اکثریت تھی ایک ایسے صوبے کی جانب ہجرت سے متعلق تھی، جہاں مسلمان اکثریت

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رضی اللہ عنہ کی حیات اور علمی خدمات

سیلاب بلا پوری شدت سے آتا رہا۔

ملک العلماء نے جو کچھ فرمایا تھا، وہ انگریزی دور حکومت کے ایک مخصوص موڑ پر ایک مخصوص صورت حال کو پیش نظر رکھ کر فرمایا تھا۔ جب وہ صورت حال بدل گئی بلکہ ملک کی تقسیم در تقسیم عمل میں آگئی، تو ان ارشادات کی معنویت گرچہ قدرے متاثر ہوئی۔ پھر بھی انہوں نے جو نیا بنیادی مشورہ دیا تھا، یعنی فسادات سے ڈر کر اور گھبرا کر ترک سکونت نہ کرنا۔ اُس کی اہمیت و صداقت ہمیشہ برقرار رہی اور بالآخر نہ صرف بہار، بلکہ کل ہندوستان کے مسلمان اسی نتیجے پر پہنچے، کہ ترک سکونت مسئلے کا حل ہرگز نہیں ہے۔ بلکہ اس سے مسئلہ اور الجھتا اور زیادہ گہبھرتا ہے۔ چنانچہ جب سے مسلمانان ہند نے ترک سکونت سے اجتناب کلی اختیار کیا ہے۔ الحمد للہ صورت حال ان کے حق میں بہتر ہوئی ہے اور فسادات کی شدت بدرجہا کم ہو گئی ہے۔ بلکہ ادھر برسوں سے تو کسی حد تک امن ہے۔ اور آثار بتاتے ہیں کہ ان شاء اللہ یہ امن محکم تر ہوگا۔ کہنا یہ نہیں ہے کہ مسلمانوں کے مسائل باقی نہیں رہے ہیں، اس وقت بحث صرف فرقہ وارانہ فسادات سے ہے۔

☆☆☆

میں تھے۔ ملک العلماء ۱۹۶۲ء تک حیات رہے۔ ۱۹۴۷ء میں ملک بٹ گیا تھا اور پاکستان وجود میں آ گیا تھا۔ اس موقع پر اور اس کے بعد تک بھی قتل و غارت گری کا سلسلہ جاری رہا اور مدت تک مسلمان ہجرت کے نام پر ترک سکونت کر کے مغربی اور مشرقی پاکستان جاتے رہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ملک العلماء کے احساسات اس معاملے میں اس وقت بھی وہی ہوں گے، جو ۱۹۴۶ء میں تھے۔

البتہ ۱۹۷۱ء میں جب پاکستان کی تقسیم عمل میں آئی اور مشرقی پاکستان نے بنگلہ دیش کی شکل میں نیا جنم لیا۔ وہاں انسانی جان و مال کی جو آرزائی ہوئی اور اس سے جس طرح ”بہاری“ سب سے زیادہ متاثر ہوئے۔ اس وقت ملک العلماء کی وفات ہو چکی تھی ورنہ وہ خود اپنی آنکھوں سے دیکھتے اور رنجیدہ ہوتے، کہ ان کے مشورے کے خلاف ان کے ہم وطن مسلمانوں نے ”ہجرت“ کر کے ہر نوعیت کا کس قدر نقصان اٹھایا۔ تاہم یہ عرض کیے بغیر چارہ نہیں ہے، کہ ملک العلماء نے اپنے رسالے میں بڑے وثوق اور اعتماد سے اس خیال کا اظہار فرمایا تھا کہ بہار میں آئندہ اس قسم کے حالات پیش نہیں آئیں گے۔ جیسے ۱۹۴۶ء میں پیش آئے تھے۔ افسوس ہے کہ نہ صرف بہار میں بلکہ ہندوستان کے بیشتر دوسرے صوبوں (جنہیں اب ریاستیں کہا جاتا ہے۔) میں بھی وقتاً فوقتاً یہ

”ملک العلماء نے یہ بتایا ہے کہ ہجرت کن حالات میں کی جاتی ہے اور اعتراف کیا ہے، کہ بہار میں ایسے حالات نہیں ہیں، جو ہجرت کے متقاضی ہوں۔ انبیاء کرام علیہم السلام کے واقعات ہجرت نقل کیے ہیں۔ ان کے اسباب بیان کیے ہیں اور ان کے نتائج سے بحث کی گئی ہے۔ خود نبی کریم ﷺ کی ہجرت مبارکہ کے جو نتائج مرتب ہوئے ان پر روشنی ڈالی ہے۔ احادیث شریفہ سے ثابت کیا ہے، کہ ہماری ہجرت وہ ہجرت نہیں ہے، جو باعث اجر اور موجب خیر و برکت ہے۔“ (پروفیسر ریاض الرحمن شیروانی)

’ دلچسپ مکالمہ ’ پر ایک نظر

از قلم: پروفیسر فاروق احمد صدیقی: امرود بگان، نزد جیل چوک، چند واڑہ، مظفر پور، پن نمبر، 842001 بہار

روزگار اور مایہ افتخار ہونا ہی تھا۔ مختلف علوم و فنون میں تقریباً ستر سے زائد کتابیں لکھ کر انہوں نے اپنے علم و دانشوری کی دھاک بٹھا دی۔ سارے ہندوستان میں ان کی شہرت پھیل گئی اور آج بھی بعد از وصال وہ اپنے بلند و وسیع علمی کارناموں کی بدولت اہل علم و دانش کے درمیان زندہ و تابندہ ہیں۔

علماء و اہل مدارس کے ماحول میں ایک مفسر، محدث اور فقیہ کی حیثیت سے ان کی شناخت بنتی ہے۔ ان تینوں میدانوں میں انہوں نے اپنے فتوحات کے جو جھنڈے گاڑے ہیں، وہ آج بھی پوری آن بان کے ساتھ فضائے بسیط میں لہرا رہے ہیں۔ ان کے علاوہ علم توقیت و علم ہیئت میں جس ژرف نگاہی اور فنی بصیرت کا آپ نے ثبوت دیا ہے، وہ بھی بے نظیر و بے عدیل ہے۔

ملک العلماء کے ان تمام قابل قدر اور زریں کارناموں کے باوجود میں نے قصداً ان کے بظاہر ایک غیر اہم رسالہ کو موضوع بنایا ہے۔ جو عام نظروں سے اوجھل ہے اور جس کی قدر و قیمت کا عرفان عام نہیں ہے، اس کا ایک اہم سبب یہ ہے کہ بڑے لوگوں کی نگاہیں اس چھوٹے سے رسالے پر نہیں پڑیں گی، اس طرح وہ محروم تعارف رہ جائے گا، دوسرا سبب یہ کہ ملک العلماء نے زیر بحث رسالہ میں جس موضوع پر گفتگو کی ہے، آج بھی اس کی اہمیت و افادیت مسلم ہے۔ اس لئے اس رسالہ کے ذریعہ ان کا پیغام ہندوستانی مسلمانوں کی موجودہ اور آئندہ نسلوں تک

ملک العلماء حضرت مولانا سید محمد ظفر الدین قادری فاضل بہاری علیہ الرحمہ کی جامع حیثیات اور حامل کمالات شخصیت علمائے اہل سنت کی زریں تاریخ میں بے حد محترم اور قد آور ہے۔ آپ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے چہیتے شاگرد اور مرید و خلیفہ تھے۔ ان کو آپ کے علم و تفقہ پر اعتماد و افتخار تھا۔ چنانچہ دینی امور میں آپ کو اپنا معتمد وکیل سمجھتے تھے۔ اس لئے پورے اعتماد کے ساتھ میدان مناظرہ میں اعلیٰ حضرت آپ کو نمائندہ بنا کر بھیجتے تھے، اور یہ ایک شاگرد کے لئے بڑے شرف و سعادت کی بات ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی نے اپنے رسالہ ”الاستمداد“ میں (جو تین سوا شعرا پر مشتمل ہے) جن مخصوص احباب و اصحاب کا ذکر فرمایا ہے، ان میں حضور ملک العلماء بھی شامل ہیں اور ترتیب کے اعتبار سے تیسرے نمبر پر ہے۔ ان پر صرف حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں رضی اللہ عنہ اور مولانا عبد السلام رضی اللہ عنہ جبل پوری کو تقدم حاصل ہے۔ اسی سے نگاہ امام میں حضرت ملک العلماء کے مقام و مرتبے کا اندازا کیا جاسکتا ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کی خوردبین نگاہ کسی ایسے ویسے کو خاطر میں نہیں لاسکتی تھی۔ وہ صلاحیتوں کے سچے پارکھ اور نباض تھے، جس کسی کو بھی اس پارس صفت کا قرب میسر ہوا، وہ زمانے میں کندن بن کر چمکا۔ حضور ملک العلماء کو دراصل فیضان نظر بھی ملا۔ اور مکتب کی کرامت نے بھی سنوارا۔ پھر تو ان کو یگانہ

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی دہلی کی حیات اور علمی خدمات

پہنچانے کی ضرورت ہے۔

نباضی کر رہا تھا اور نکاح بیوگاں سے ان کو یہ فائدہ نظر آ رہا تھا کہ
مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوگا، تو وزارت رہ حکم

”دلیسہ، مکالمہ، ذمہ“ ”تسمیہ کثرت“ ملک العلماء

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدظلہ کی حیات اور علمی خدمات

نعیمہ: راتے بھولے کی بھی ایک کمی میں خاص طور پر تمہارے اور تمہارے ہی ملنے کو گھر سے آئی ہوں۔

حبیبہ: اوہو کیا میں بھی اس قائل ہوں کہ کوئی مجھ سے ملنے آئے۔
نعیمہ: کیوں آخر کوئی وجہ، تم مجھے بھول گئی ہو، میں تمہیں نہیں بھولی ہوں، یا تمہیں یاد نہیں کہ ہم دونوں ایک ہی استانی کی شاگرد ہیں۔ اس لئے میں تم سے ملنے آئی ہوں۔

حبیبہ: یہ محض تمہارا اخلاق ہی اخلاق، ورنہ میں اب ہرگز اس لائق نہیں کہ کوئی مجھ سے ملنے آئے۔

نعیمہ: کیا واقعی ایسی نہیں ہو یا ایسی بنی ہوئی ہو۔
حبیبہ: بننے کی بھی ایک کمی، بنوں گی کس کے لئے۔
نعیمہ: جس کے لئے سب عورتیں بنتی ہیں۔

یہ سن کر حبیبہ سو گوار ہو جاتی ہے اور اس کی چٹکوں پر ستارے جھلکانے لگتے ہیں، صورت حال کی نزاکت کو دیکھ کر نعیمہ بھی افسردہ بے کیف ہو جاتی ہے۔ تھوڑی دیر میں اس پر یہ منکشف ہو جاتا ہے کہ حبیبہ کا سہاگ لٹ چکا ہے اور وہ بیوگی کے نمناک دن گزار رہی ہے، گویا حبیبہ کے لئے لطف جینے میں بے باقی نہ مزہ مرنے میں۔

اب نعیمہ پوری ہمدردی اور دردمندی کے ساتھ اس کو نکاح ہانی کیلئے آمادہ کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ اس کی اہمیت و افادیت کو طرح طرح کے احساس دلاتی ہے، لیکن حبیبہ پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔

نعیمہ اب اس کے سامنے نکاح بیوگان کا سیاسی پہلو رکھتی ہے اور اس کی ملی غیرت کو بیدار کرتی ہے کہ مسلمان قلیل تعداد میں ہونے کے باعث تو کئی مسائل و مصائب سے دوچار ہیں، اکثریت اسے فنا کھاتا ہمارے کیلئے نت نئے منصوبے بنتی رہتی ہے۔

اگر قلت تعداد کی وجہ سے مسلمان کچل ڈالے گئے تو اس کا سارا وبال تم پر ہوگا بلکہ تم جیسی ہماری جتنی بہنیں ہیں سارا الزام ان پر ہوگا۔ مگر حبیبہ پر اس کا بھی کوئی اثر نہیں ہوتا اور وہ یوں جواب دیتی ہے:
”گھر گھر جا کر مزدوری اچھی ہے مگر دوسرے شوہر کی جی حضور اچھی نہیں“

اس کے جواب میں نعیمہ جس زور بیان، قوت استدلال اور طلاقت لسانی کا مظاہرہ کرتی ہے اس کے لئے حضور ملک العلماء کے خامہ گو ہر بار کو مرعوبہ کہتے:

”کیا کوئی ادنیٰ عقل والا بھی سلطنت پر فخر، امارت پر غربت، عزت پر ذلت اور شوکت پر کبکٹ کو پسند کرتا ہے، جو تم ایسی بات کہتی ہو، نوج! مزدوری یا گدائی کرے تمہارا دشمن“

(اس عبارت میں ”نوج“ خالص بیگماتی زبان ہے، کس بے تکلفی اور بے ساختگی سے حضور ملک العلماء نے اس کا استعمال کیا ہے، داد دیجئے)

مگر نعیمہ کا یہ زور خطابت بھی رائیگاں جاتا ہے اور حبیبہ نے یوں تیر دکھلایا:

”شادی کے بعد زندگی مقید ہو جاتی ہے، آزادی سلب ہو جاتی ہے، بیوگی کی زندگی آزادی کی زندگی ہے۔“

اس کے جواب میں حضور ملک العلماء نے نعیمہ کی زبان سے جو الفاظ اور جملے ادا کرائے ہیں، وہ دل دہلا دینے والے ہیں۔ محسوس ہوتا ہے، انہیں روشنائی کے بجائے خون دل سے لکھا گیا ہے۔ ایک ایک لفظ حقیقت و واقعیت کا ترجمان ہے، تجربے کی وسعت اور مشاہدے کی گہرائی سے مزین عبارت حسب ذیل ملاحظہ ہو:

”کیا تمہیں معلوم نہیں کہ آج کتنی عورتیں بیوہ ہیں، جو نکاح ہانی کو عیب جان کر اس پر تو آمادہ نہیں ہوئیں۔ مگر اندر فطری

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رضی اللہ عنہ کی حیات اور علمی خدمات

جوش سے مجبور ہو کر اپنی آبرو دکھو بیٹھیں، جہاں تک چھپ سکا، چھپایا، جب راز کھل گیا، پھانسی لگا کر مر گئیں یا زہر کھا کر سو گئیں، ایک چھوڑ دو دو گناہ کی مرتکب ہوئیں۔“

میرے خیال میں نکاح بیوگاں کی حمایت میں اس سے بڑی بات اور کوئی نہیں کہی جاسکتی، ملک العلماء نے محرم راز درون میخانہ کی حیثیت سے۔

ع کاغذ یہ رکھ دیا ہے کیجہ نکال کے

چنانچہ جیبہ ٹوٹنے لگتی ہے، مگر وہ اتنی آسانی سے پسپائی قبول کرنے کو تیار نہیں ہوتی اور اب نکاح ثانی سے گریز کی یہ راہ نکالتی ہے کہ سرال والوں کا اس کے ساتھ بڑا شریفانہ برتاؤ ہے، وہ اس کے آرام و آسائش کا بے حد خیال رکھتے ہیں، اب اسے مزید آرام و عافیت کی خواہش نہیں۔

نعیمہ اس کی یہ دلیل یہ کہہ کر کاٹ دیتی ہے کہ سرال والوں کا یہ حسن سلوک محض عارضی ہے، جب اس کے شوہر کی جمع کردہ پونجی ختم ہو جائے گی، تو ان لوگوں کا رویہ بھی بدل جائے گا، اس لئے اسے اس خوش فہمی میں نہیں رہنا چاہئے۔ اب جیبہ اپنے خوش حال میکے کی دہائی دے کر نکاح ثانی سے بچنا چاہتی ہے کہ اگر سرال والوں نے نگاہیں پھیر لیں، تو وہ میکے میں بقیہ زندگی گزار لے گی، اس کے جواب میں نعیمہ جو تقریر کرتی ہے وہ آب زر سے لکھنے کے لائق ہے۔ ملک العلماء کے زرخیز اور ذہن رسا نے کیا پتے کی بات کہلوائی ہے:

”مگر پیاری بہن! یہ تو بتاؤ کہ جس وقت تمہاری شادی

ہوئی تھی، کیا تم اس وقت دس بیس کو کھلا پلا کر کھاپی نہیں سکتی تھی۔ اس وقت کیا خدا نخواستہ کچھ حالت خراب تھی، جو تمہارے والدین کو بیاہ دینے کی ضرورت پڑی اور اس کیلئے مجبور ہوئے، کیا ماں باپ فقط

اپنی غربت اور مجبوری کی وجہ سے بیٹی کی شادی کرتے ہیں، اگر ایسا ہے، تو کوئی شخص کسی منٹ کو کسی ہجرے کو کیوں نہیں بیٹی دیتا، اگرچہ وہ قارونی دولت رکھتا ہو، تم اسے خیال نہیں کرتی، اگر یہی سبب ہوتا، تو کوئی بادشاہ، نواب، تعلقدار، رئیس اپنی بیٹی کو خود سے جدا نہیں کرتا۔“

نعیمہ کی اس مدلل گفتگو سے جیبہ کا خیال نکاح ثانی کے خلاف کچھ متزلزل ضرور ہو جاتا ہے، مگر اس کو بہانے تراشنے میں اس قدر مہارت حاصل ہے کہ نعیمہ کو اس کا جواب دینے کے لئے خاصی محنت کرنی پڑتی ہے۔ ملک العلماء نے جیبہ کو بھی غیر معمولی ذہانت اور فطانت کا پیکر بنا کر پیش کیا ہے۔ اگر وہ ذہین نہیں ہوتی، تو نعیمہ کی لسانی قوت کے آگے کب کی ڈھیر ہو گئی ہوتی، مگر وہ اپنے موقف پر ڈٹی ہوئی ہے، لیکن اب کوئی معقول جواز نہیں مل رہا ہے، اس لئے قدرے لاجواب ہو کر جیبہ یوں ہم کلام ہوتی ہے:

جیبہ: تم میری بچپن کی سکھی ہو، تم سے کیا چھپانا۔ مجھے شادی کی خواہش نہیں، خلاف مزاج کام کیسے کروں؟“

نعیمہ: اب تو خواہش نہیں، پہلے جو تمہارا بیاہ ہوا تھا، کیا اس وقت جی چاہتا تھا، ذوق چشیدہ کی رغبت تو انجان نادان سے کہیں زیادہ ہوتی ہے، دنیا کی سب خواہشیں ایسی ہی ہیں، جیسی تھیں، کھانے، پینے، نہانے، دھونے، پہننے کی، مگر نہیں خواہش ہے، تو ایک اس کی اور اگر کوئی خواہش نہیں، سب سے آزاد ہو گئیں تو کیا کہنا، ماشاء اللہ! اب تم فرشتہ بن گئیں۔“

نعیمہ کے اس منطقی جواب سے جیبہ متفق ہونے کی بجائے اپنی اکلوتی لڑکی جو جوانی کی دہلیز پر قدم رکھ چکی ہے، اس کی شادی کا عذر پیش کرتی ہے۔

”اب مجھے اس کی شادی کی فکر کرنی چاہئے یا اپنی۔ کیا

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی دہلی کی حیات اور علمی خدمات

بٹی بیا ہے، داماد کے گھر آنے کے بعد شوہر کے ساتھ رہنے کا زمانہ کی زائیدہ اور پروردہ ہیں۔ حضور ملک العلماء کے زرخیز تخیل نے

سد الفرار کا ایک عمومی مطالعہ

از قلم: محمد شوکت جمال، پٹنہ

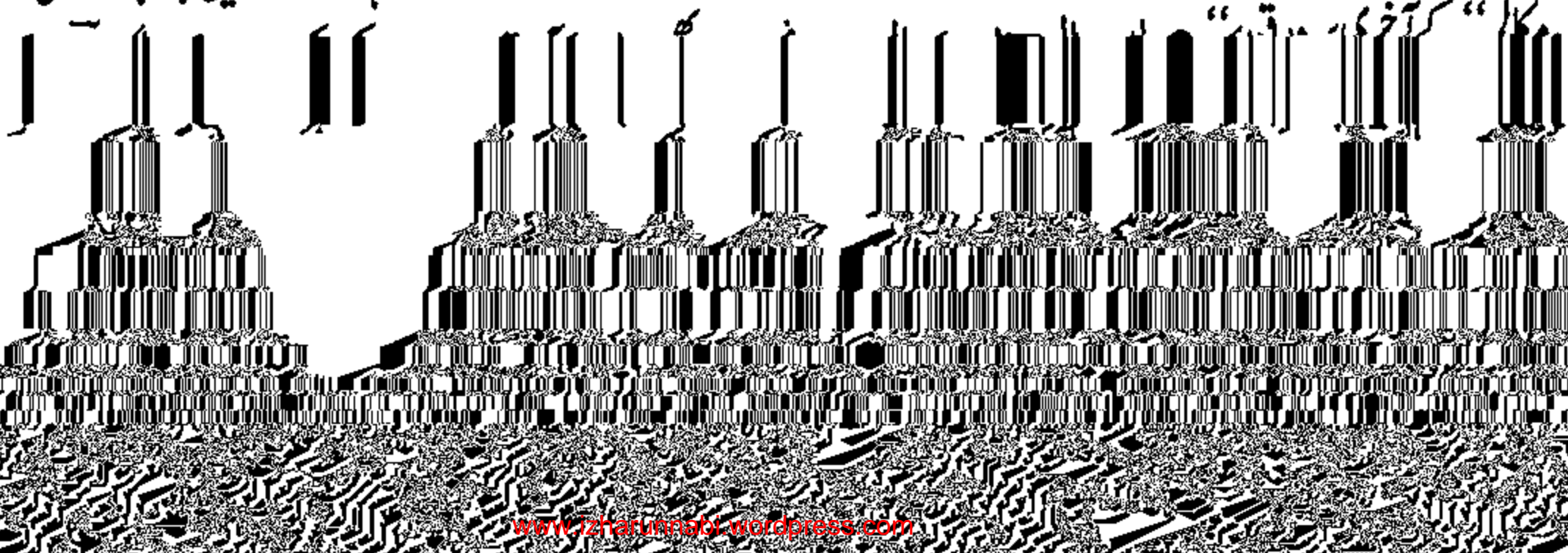
”دلچسپ مکالمہ“ پر کتاب کی قیمت درج نہیں، لیکن ”سد الفرار“ پر ”قیمت ۴ (آٹھ)“ درج ہے۔

”دلچسپ مکالمہ“ ۱۳۴۷ھ/۲۹-۱۹۲۸ء کی تصنیف ہے جو کہ دوسری مرتبہ ذی قعدہ ۱۳۵۵ھ/جنوری ۱۹۳۷ء میں طبع ہوئی ہے اور گہرے سبز کاغذ پر نیل بوٹوں سے مزین خوبصورت سرورق والے طبع ثانی کا یہی نسخہ اس وقت ہمارے مطالعہ کی میز پر ہے۔ جس کی تزئین و کتابت کا عمل محمد منیر عالم کے قلم کی یادگار ہے۔ دوسرے ایڈیشن کے بارے میں مصنف کے فرزند گرامی جناب مختار الدین آرزو نے بتایا ہے کہ یہ سید منظر علی دستوی کے زیر اہتمام شائع ہوا تھا، لیکن اس وقت جو نسخہ ہمارے سامنے ہے، وہ اس کی تصدیق سے قاصر نظر آتا ہے۔

فاضل بہاری کے ”دلچسپ مکالمہ“ کو اگر ایک لحاظ سے ”مختصر افسانے“ کے قسم کی چیز قرار دیا جائے، تو چنداں مضائقہ نہیں۔ اس رسالہ میں حبیبہ، نعیمہ، نسیم اور گلبدن نامی نسوانی کرداروں کے علاوہ سلیم، علیم صاحب اور مولوی امیر اللہ صاحب سے ہماری ملاقات ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں جگہ جگہ ”راوی“ کے بیانات

پیش نظر عنوان میں ”نصیحت نامے“ سے مراد ملک العلماء مولانا سید محمد ظفر الدین قادری کی ایسی کتابیں ہرگز نہیں، جو اسی نام سے منظر عام پر آئی ہوں، بلکہ اس سے ہمارا اشارہ فاضل بہاری کے ایسے دو مختصر رسائل کی طرف ہے۔ جنہیں بجا طور پر موضوع کے اعتبار سے ”نصائح“ کے تحت محسوب کیا گیا ہے۔ ان میں ایک ”دلچسپ مکالمہ“ ہے جو ”مدیر اکثریت“ کے نام سے مشہور ہے اور دوسرا ”سد الفرار لمہاجر البہار“ جو ”ہجرت بنگال“ کے نام سے جانا جاتا ہے۔

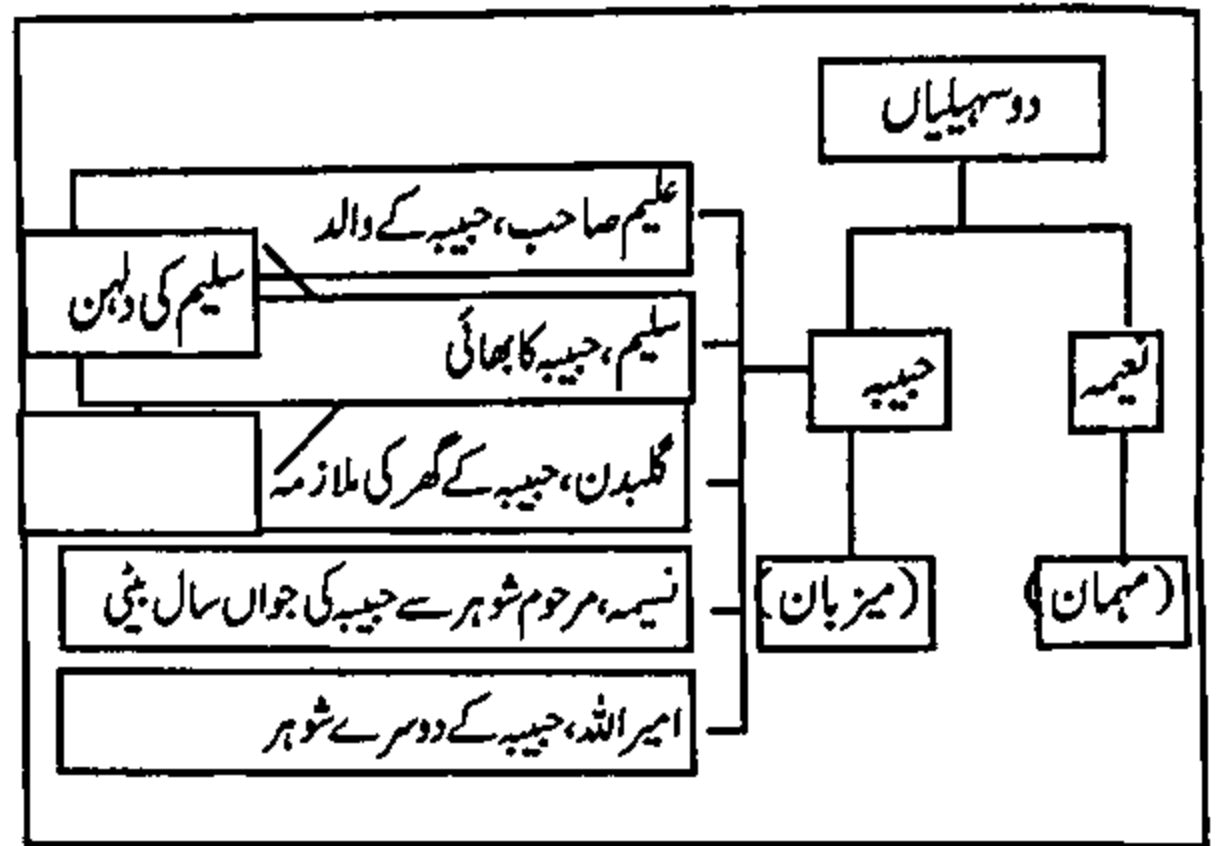
بارہ سینٹی میٹر چوڑائی اور اٹھارہ میٹر لمبائی کی تقطیع والے یہ دونوں ہی کتابچے تینتیس صفحات پر یوں مشتمل ہیں کہ آخری صفحہ کا متن، کتاب کے تیسرے سرورق پر آ گیا ہے۔ جب کہ دوسرے سرورق پر مصنف کی ایسی چھتیس کتابوں کی فہرست درج ہے، جن کا سال تصنیف ۱۳۲۳ھ سے شروع ہوتا اور ۱۳۴۰ھ تک پہنچتا ہے اس فہرست میں پہلی کتاب ”ظفر الدین الجید“ ہے، جس کا تعلق فن مناظرہ سے ہے۔ جب کہ آخری ”سلم الافلاک“ ہے جو کہ علم ہیئت سے تعلق رکھتی ہے۔ مزید برآں ان میں سے ”دلچسپ



جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رحمہ اللہ کی حیات اور علمی خدمات

البتہ مولوی امیر اللہ کے کردار کا تھوڑا سا تعارف یوں بڑھتا ہے کہ ان کے نام کے ساتھ بی اے بھی درج ہے اور سلیم کا کردار یوں کہ اس کی دلہن اور بیٹی کا ذکر بھی آیا ہے۔ رشتوں کے لحاظ سے ”دلچسپ مکالمہ“ کے کرداروں کا خاکہ حسب ذیل ہے:



وقت کے لحاظ سے یہ ”دلچسپ مکالمہ“ صبح آٹھ بجے سے شروع ہوتا اور دوپہر کے کھانے تک چلتا رہتا ہے اور اس ”دلچسپ مکالمہ“ کی کہانی حبیبہ اور سلیمہ کی ملاقات کے دن سے آئندہ ایک ہفتہ میں اپنے انجام تک پہنچتی ہے۔

زیر بحث رسالہ کی کہانی کا خلاصہ یہ ہے کہ حبیبہ اور نعیمہ دو سہیلیاں ہیں۔ نعیمہ کافی تعلیم یافتہ ہے۔ اس نے شاہ عبدالقادر صاحب کا ترجمہ قرآن اور ان کی تفسیر ”موضح القرآن“ پڑھ رکھا ہے، جب کہ حبیبہ کی تعلیم ”قرآن شریف اور راہ نجات“ پڑھنے تک ہی محدود ہے۔ ایک صبح نعیمہ اپنی سہیلی کے گھر آتی ہے، جس کا شوہر، ایک جواں سال بیٹی چھوڑ کر لگ بھگ سال بھر پہلے وفات پا چکا ہے اور نہایت خوشگوار ماحول میں اسے بات چیت کے ذریعہ عقد بیوگان کی عصری ضرورت اور اہمیت سمجھاتی ہے۔ گفتگو کے دوران ناشتہ کا وقت آ جاتا ہے، ناشتہ کے بعد اتفاق سے حبیبہ کا چھوٹا

بھائی سلیم بھی وہاں آ پہنچتا ہے اور حبیبہ اس سے اس کی دلہن اور بیٹی کی خیریت پوچھتی اور گھر بھر کی خیر و عافیت معلوم کرتی ہے، تو نعیمہ اسے رفتہ رفتہ اس موضوع کی طرف لے آتی ہے، جس پر پہلے دونوں سہیلیوں میں بات چیت چل رہی تھی۔ وہ اپنی سہیلی کو تو پہلے ہی قائل کر چکی تھی، کھانے کا وقت آتے آتے بالآخر وہ سلیم کو بھی قائل کر لیتی ہے۔ دوپہر کے کھانے کے بعد کسی وقت نعیمہ وہاں سے رخصت ہوتی ہے اور پھر سلیم سے وعدہ کے بموجب وہ تیسرے دن حبیبہ کے والدین سے ملاقات کرتی ہے اور انجام کار ایک ہفتہ کے بعد حبیبہ کی شادی مولوی امیر اللہ سے ہو جاتی ہے، جن کی پہلی بیوی کا صرف ایک ماہ پہلے انتقال ہوا تھا۔ اس طرح یہ کہانی مصنف کے قلم سے حبیبہ کی رخصتی کے ذکر اور اس کے لئے صالح اولاد کی دعا پر ختم ہوتی ہے۔

”دلچسپ مکالمہ“ کی کہانی کا ماحول دولت مند اور موروثی جائیداد رکھنے والے افراد خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ نظریاتی لحاظ سے اس کہانی کی ہیروئن نعیمہ ہے، ایک خاص وقتی سیاسی اور معاشرتی مسئلہ پر نہ صرف یہ کہ وہ ایک فرد بلکہ ایک گھرانے کا ذہن صاف کرنے اور اسے ہم خیال بنانے میں کامیابی پالیتی ہے اور ایک خاص نظریہ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے فوری جدوجہد بھی کرتی ہے۔ یہاں تک کہ اس کا مشن پورا ہوتا ہے اور حبیبہ کا دوسرا عقد ہو جاتا ہے۔

واقعاتی لحاظ سے اس کہانی کی ہیروئن حبیبہ ہے۔ کیوں کہ سارا قصہ اسی کا ہے۔ وہ ایک خوش حال گھرانے کی بیٹی ہے اور ایک بھرے پرے گھرانے کی بہو، جو ایک عمر پا کر بیوہ ہو جاتی ہے۔ کہانی اس کی بیوگی کے ابتدائی ماہ و سال سے شروع ہوتی ہے اور اس کے نکاح ثانی پر ختم ہوتی ہے۔ ”دلچسپ مکالمہ“ میں دراصل قصہ طرازی سے زیادہ مکالمہ نگاری ہی پر مصنف کی توجہ رہی ہے اور

حقیقت یہ ہے کہ اس کی اہمیت واقعہ سے زیادہ نظریہ کی پیش کش پر ہی قائم ہے اور شاید یہی وجہ ہے کہ مکالمہ نگاری کے باب میں تمام تر دلچسپی کے باوجود فن پر پوری توجہ نہیں دی جاسکی ہے۔ یہاں تک کہ بیشتر مقامات پر مکالمہ اور تقریر کا فرق جاتا رہا ہے۔ مصنف نے اگرچہ یہاں مزاح لطیف کے عناصر کی شمولیت کے لئے بھی کچھ سعی کی ہے اور کچھ زمانہ محاورے بھی لائے ہیں۔

ظاہر ہے کہ قصہ کے بیانہ اور اس کی ترتیب کا طرز پرانا ہے اور دوران گفتگو نفسیاتی اثرات کرداروں کے طرز بیان سے نہیں، بلکہ ”راوی“ کے حوالے سے اجاگر کئے گئے ہیں۔ مقصد تک پہنچنے کے لئے شروع سے ہی جیبہ کو تعلیمی احساس کتری میں جتلا رکھا گیا ہے۔

”دلچسپ مکالمہ“ کی باتیں، جا بجا کھلے طور پر اس وقت کے سیاسی و سماجی حالات کی جھلکیاں دکھاتی ہیں۔ یہاں ۱۹۲۱ء کی مردم شماری کی رپورٹ کا ذکر اور صوبہ بہار کے تناظر میں اس پر تجزیاتی و معاشرتی تبصرہ بھی ہے، کسی مضمون کو سمجھانے کے لئے ایک مشہور رِقاصہ مس ماڈلین کا حوالہ بھی ہے اور ساتھ ہی ساتھ یہاں نعیم و سلیم کی گفتگو کے دوران اس وقت کی ”نہرورپورٹ“ اور مسلم لیگ، خلاف کمیٹی، جمعیتہ العلماء اور امارت شرعیہ کے ریزولیشنوں اور ان کے جلسوں کی قراردادوں کا تذکرہ بھی ہوا ہے۔ اس اعتبار سے ”دلچسپ مکالمہ“ سیاسی و معاشرتی تناظر میں ”حالات حاضرہ“ پر لکھا گیا ایک رسالہ بھی کہا جاسکتا ہے۔ اگرچہ یہ صحیح ہے کہ ”دلچسپ مکالمہ“ کا موضوع آج وقت کے ساتھ ساتھ کچھ زیادہ تازہ نہیں رہا، لیکن اس کے باوجود اس کی اہمیت بہر حال اس کے ناصحانہ پہلو کی بدولت آج بھی علیٰ حالہ برقرار ہے اور اسی کے شانہ بشانہ اس رسالہ کی اہمیت ایک اور پہلو سے بھی روشن ہوتی ہے۔

ملک العلماء مولانا سید محمد ظفر الدین فاضل بہاری کے بارے میں عام طور پر یہ بات کہی جاتی ہے کہ ان کی تحریروں میں مناظرانہ رنگ کا غلبہ ہوتا ہے اور وہ اپنی ہر تحریر میں اپنے استاد گرامی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کے پیش از پیش تتبع کا خیال رکھتے ہیں اور یہ بات مذکورہ رسالہ کے مطالعہ سے بخوبی واضح ہو جاتی ہے۔ اگر مثال مطلوب ہو، تو چند سطروں کے بعد آنے والا اقتباس دیکھا جاسکتا ہے۔ جس میں خیال اور الفاظ و اسلوب دونوں ہی اعتبار سے قربت بالکل ہی نمایاں ہے، ایسی نمایاں کہ معلوم ہوتا ہے کہ نعیم کے منہ میں ملک العلماء نے اپنے استاذ کی زبان رکھ دی ہے اور بالکل اسی انداز سے عورتوں کی نفسیات کا تجزیہ ہوا ہے، جس انداز سے کسی موقع پر فاضل بریلوی کے یہاں ہوا تھا۔ انہوں نے ۱۳۱۶ھ/۹۹-۱۸۹۸ء میں اپنے رسالہ ”مروج النجاء لخروج النساء“ میں لکھا تھا کہ:

”زنان جوان خصوصاً حسینوں کو بلا ضرورت ان سے (محارم سے) احتراز ہی چاہیے اور برعکس رواج عوام بیاہیوں کو کنواریوں سے زیادہ کہ..... ذوق چشیدہ کی رغبت، انجان نادان سے کہیں زائد۔ لیس الخیر کالمعابنہ“ (رسالہ مذکور، مطبوعہ بمبئی ۱۳۱۸ھ ص ۵)

اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کے دیے ہوئے اسی فلسفہ کو، تقریباً اسی زبان میں ”دلچسپ مکالمہ“ کے مصنف نے بھی حوالہ قرطاس کر دیا ہے کہ:

”پہلے جو تمہارا بیاہ ہوا تھا، کیا اس وقت جی چاہتا تھا، خواہش ہوئی تھی، جواب نہ ہونے کا عذر کرتی ہو۔ جس وقت بھولی بھالی نادان تھی، انجان تھی اس وقت خواہش ہوئی تھی، اب جان بوجھ کر انجان ہوتی ہو۔ پڑھ لکھ کر جاہل بنتی ہو۔“

تتاظر میں ”سد الفرار“ سے ناول نگار نے کس طرح نظریاتی اور دیگر ضروری غذا حاصل کی ہے۔

”سد الفرار“ متعدد ذیلی سرخیوں سے آراستہ ہے۔ اس میں مصنف نے آیات قرآنیہ کو ذیلی عنوان بنانے کے ساتھ ساتھ ”ہجرت کیوں کی جاتی ہے؟“، ”ہجرت انبیا“، ”ہجرت کا ثواب“، ”بخاری شریف میں ہجرت کی حدیث“، ”خداوند عالم خود تمہارا محافظ ہے“ اور ”مسلمانوں کو خوش خبری“ جیسی ذیلی سرخیوں کے تحت گفتگو کی ہے اور متعدد دیگر ذیلی عناوین سے کام لیتے ہوئے نفس موضوع کے سلسلہ میں مسلمانوں کی خام خیالیوں کا تجزیہ فرمایا ہے۔ آخر میں ”خلاصۃ الکلام“ کے عنوان سے تمام باتوں کا نچوڑ بھی لکھ دیا گیا ہے۔

ظاہر ہے کہ موقی موضوع پر تحریر کردہ اس رسالہ کے بیشتر مندرجات اگرچہ آج پرانی باتوں کا درجہ پانچکے ہیں، لیکن اس کے باوجود اس رسالہ کی اہمیت اس کے واضح ناصحانہ پہلوؤں سے علیٰ حالہ تروتازہ ہے۔ اس رسالہ کی ایک اہمیت یہ بھی ہے کہ اس سے اُس دور میں پٹنہ اور اطراف پٹنہ کے رفیوجی کیمپ وغیرہ سے متعلق بہت ساری ایسی باتیں اور ایسی اصطلاحیں ہمارے علم میں آتی ہیں، جو عام کتابوں میں کم سے کم ملتی ہیں۔ پھر یہ کہ شعائر اسلام سے محبت کے سلسلے میں مساجد کے ساتھ ساتھ جس طرح مصنف نے بزرگوں کے مزارات کا ذکر ضروری سمجھا ہے۔ اس سے صاف اندازہ ہوتا ہے کہ اس دور میں بھی ہندستان اور بالخصوص بہار و بنگال کے مسلمانوں میں مقامات مقدسہ سے عقیدت مندانہ وابستگی کا ماحول انتہائی مستحکم تھا۔ ورنہ بصورت دیگر ظاہر ہے کہ عام مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے مساجد کا ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ یہ لکھنے کی ضرورت محسوس نہ ہوتی کہ:

ذوق چشیدہ کی رغبت تو انجان نادان سے کہیں زائد ہوتی ہے
لیس الخبر کالمعاينہ“ (دلچسپ مکالمہ ص ۱۴ ص ۱۵)

پیشک ”مروج النساء“ سے ”دلچسپ مکالمہ“ تک بات کا پس منظر بدل گیا ہے، لیکن ایک شاگرد نے یہاں جس طرح اپنے استاذ کی بات کو ان ہی کے الفاظ و انداز میں بدلے ہوئے منظر پر چسپاں کر دیا ہے، وہ یقیناً بیرون کمالات نہیں، بلکہ ایسے نکات کے انکشاف سے بلاشبہ ملک العلماء کے ”دلچسپ مکالمہ“ جیسے نصیحت نامہ کی اہمیت دو بالا ہو جاتی ہے۔

”دلچسپ مکالمہ“ کے دیگر پہلوؤں سے قطع نظر، جہاں تک پند و نصائح کے تحت آنے والے، فاضل بہاری کے دوسرے رسالہ ”سد الفرار“ کا معاملہ ہے یہ رسالہ ۲ ربیع الاول ۱۳۶۶ھ ۲۴ جنوری ۱۹۴۷ء کی تحریر ہے۔ جو دراصل ۱۹۳۶ء کے فساد سے متاثر بہار کے مخصوص حالات اور ”ہجرت“ کے نام پر مسلمانوں میں پیدا ہونے والے ترک وطن کے شدید رجحانات کو سامنے رکھتے ہوئے حوالہ قرطاس ہوئی ہے۔ اس لحاظ سے یہ مختصر رسالہ اس وقت کے سیاسی و سماجی ”حالات حاضرہ“ کے موضوع سے وابستہ ہو جاتا ہے اور شاید کہ اس اعتبار سے اپنے موضوع پر یہ پہلا باقاعدہ رسالہ بھی ہے۔ اس میں مصنف نے قرآن و حدیث اور معتبر تاریخی واقعات و متعدد حکایات کی روشنی میں اپنی بات پیش کی ہے اور اسے سیاسی حالات کے سنجیدہ تجزیہ کے ساتھ بخوبی تمام سمجھایا ہے۔ اب اگرچہ زمانے کے ساتھ ساتھ یہ موضوع تروتازہ نہیں رہا، لیکن بہر صورت اس کی اہمیت اور خصوصاً ادبی دنیا میں نظریاتی لحاظ سے اس کے خاموش اثرات کا حال یہ ہے کہ ابھی چند سال پہلے منظر عام پر آنے والے ”اگر تم لوٹ آتے“ (اچار یہ شوکت خلیل) جیسے ناول کا جن لوگوں نے مطالعہ کیا ہوگا، وہ بخوبی محسوس کر سکتے ہیں کہ کسی اشارے کے بغیر سہی، لیکن بہر حال سیاسی

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی صاحب کی حیات اور علمی خدمات

”کیا آپ کی غیرت اس کی اجازت دیتی ہے کہ بزرگوں کی وہ قبور متبرکہ جن پر آپ صندل اور چادر چڑھا کر اپنی سعادت اور قلب و ایمان کی ٹھنڈک محسوس کرتے ہیں..... ان کو کفار و مشرکین کی پامالی اور تذلیل کے لئے چھوڑ جائیں کہ ان کے جانور اپنے پیشاب اور گوبر سے انہیں ناپاک کریں۔“ (سدالفرار ص ۲۸)

فاضل بہاری کی زیر بحث کتاب میں اگرچہ یہ عبارت ایک خاص

تناظر میں آئی ہے، لیکن عصری پس منظر میں دیکھا جائے تو اس کی اہمیت آج بھی برقرار ہے۔ بیشک یہ کہنا غلط نہیں کہ ملک العلماء کا ”دلچسپ مکالمہ“ ہو یا ان کا رسالہ ”سدالفرار“ بہر حال ناصحانہ معنویت کے اعتبار سے اس کی تازگی میں آج بھی کوئی فرق نہیں آیا ہے اور یقیناً بشرط دستیابی یہ ”نصیحت نامے“ آج بھی فرصت کے اوقات میں مطالعہ کی چیزیں ہیں۔

☆☆☆

بیادگار مجدد ابن مجدد اعظم

دارالعلوم فیضان مفتی اعظم

مسلم اعلیٰ حضرت کا صحیح ترجمان اور مثالی ادارہ ہے، جو سرزمین ممبئی پر دینی ملی خدمات میں نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔ بحمدہ تعالیٰ اس ادارہ میں درس نظامی، مولوی ابتدائی فاضل اور دورہ حدیث کی ساتھ ساتھ شعبہ حفظ و قرأت اور امامت کا بھی انتظام ہے۔ دارالعلوم ہذا کے طلباء کے لئے مفت قیام و طعام، علاج و معالجہ اور دیگر ضرورتوں کا خاصہ انتظام خود ادارہ کرتا ہے۔ قوم مسلم کو مسائل شرعیہ کی معلومات دینے اور راہ اسلام کی جانب رہنمائی کے لئے ادارہ ہذا میں بنام رضوی نوری دارالافتاء والقضاء کا شعبہ قائم ہے، جہاں سے عوام اہلسنت فیض یاب ہو رہے ہیں۔ ساتھ ہی کمپیوٹر کا شعبہ بنام ’مخدوم بہار کمپیوٹر سینٹر‘ بھی قائم ہے۔ احباب اہلسنت، ہمدردان قوم و ملت سے گزارش ہے کہ دامے، درمے، قدمے، سخنے، ہر طرح سے اپنے محبوب ادارہ کا تعاون فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

اپیل کنندگان: بانی و سربراہ اعلیٰ الحاج الشاہ سید سراج اظہر قادری نوری و اراکین انجمن برکات رضا و

دارالعلوم فیضان مفتی اعظم، رضا جامع مسجد، سید ابوالہاشم اسٹریٹ، پھول گلی، ممبئی ۴۰۰۰۰۱

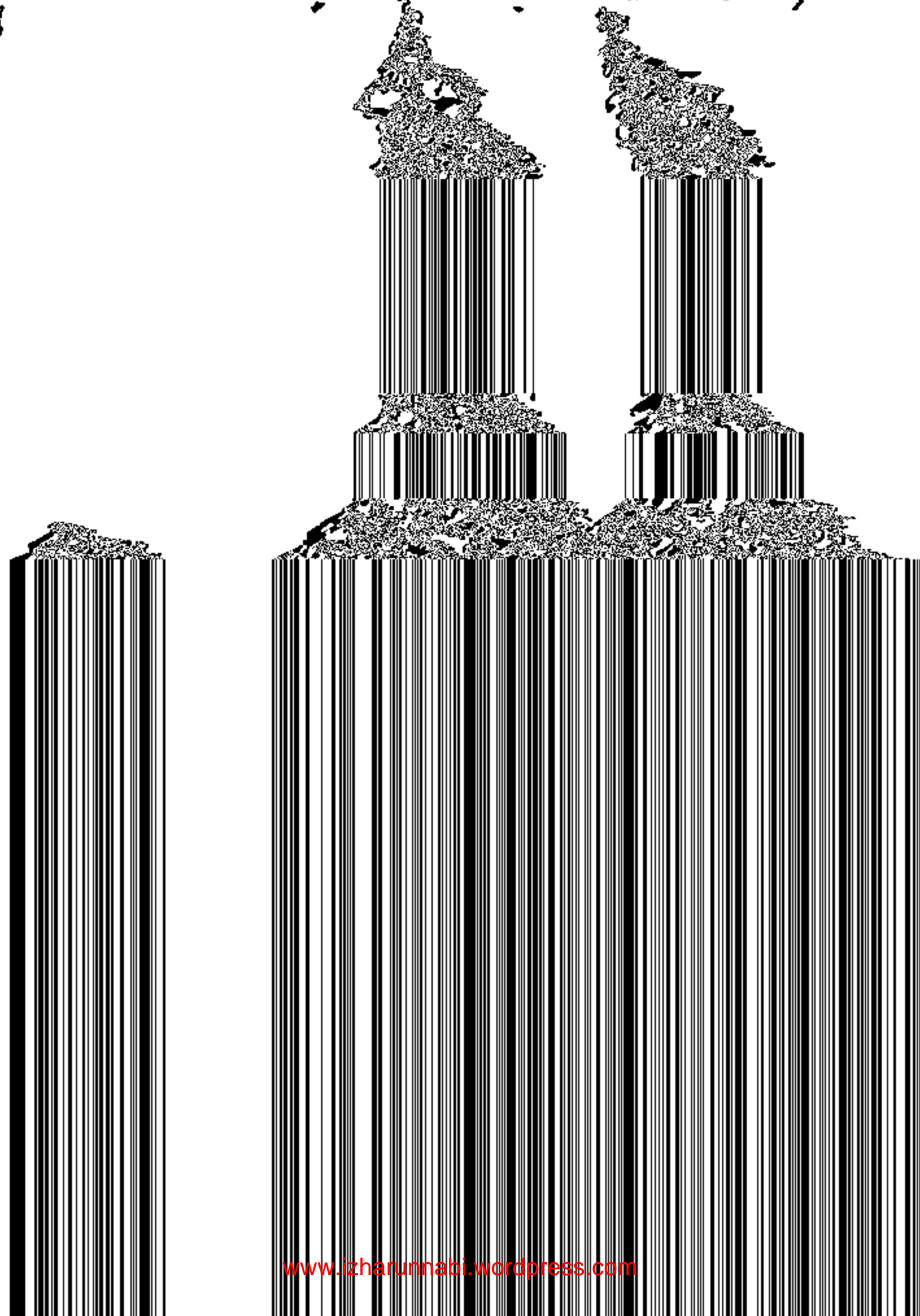
اسلامی نظریہ موت: ایک جائزہ

از قلم: ڈاکٹر منظور احمد، دکن، گلبرگہ

امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جن حضرات نے اکتساب علم و عمل اور اجازت و خلافت حاصل کی۔ ان میں حضرت ملک العلماء علامہ سید محمد ظفر الدین فاضل بہاری قادری رضوی کا نام سر فہرست رکھا جاسکتا ہے۔ یہ اعلیٰ حضرت کی صالح صحبت کا فیض ہے کہ حضور ملک العلماء نے اپنے پیچھے فکر و عمل کے ایسے ان مٹ نقوش یادگار چھوڑے ہیں۔ جن کو زمانہ فراموش نہیں کر سکتا۔ حضور ملک العلماء نے علم و ادب اور دین متین کی جو

کی ۵۷ سے زائد تصنیفات و تالیفات کا ذکر ملتا ہے۔ اس ضمن میں ڈاکٹر مختار الدین احمد (علی گڑھ) رقمطراز ہیں:

”ملک العلماء کی تالیف و تصنیف کی تعداد ”۷۵“ سے زائد ہیں۔ تصانیف کا سلسلہ ۱۳۲۳ھ سے شروع ہو کر تقریباً ان کی رحلت ۱۳۸۲ھ یعنی پچاس پچپن سال تک جاری رہا۔ کچھ کتابیں عربی زبان میں ہیں، لیکن زیادہ تر افادہ عام کی خاطر اردو میں لکھی گئی ہیں۔ یہ متعدد فنون اور موضوعات حدیث، اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ،



جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رحمہ اللہ کی حیات اور علمی خدمات

اور قارئین کو احادیث، اقوال و حکایات کی روشنی میں ”نظریہ موت“ سے روشناس کروایا گیا ہے۔

بعد ان کے جاں نثار معتقد و مسترشد حافظ عبد الحفیظ اشرفی صاحب صدر مدرس ادارہ شرعیہ پٹنہ ربیع الاول شریف ۱۴۰۳ھ میں پٹنہ سے شائع کردہ ہے لیکن وجہ تالیف و ترجمہ پر مشتمل اوراق جو ضروری تھے، حذف دیئے گئے ہیں۔“

حضور ملک العلماء نے اپنی صاحبزادی کی وفات کے بعد اسے ترتیب دیا ہے۔ دراصل یہ کتاب علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی ”شرح الصدور فی شرح حال الموتی فی القبور“ کا اردو ترجمہ ہے۔ جسے حضور ملک العلماء نے ۱۳۳۸ھ میں مکمل کیا۔ وجہ تالیف بیان کرتے ہوئے حافظ عبد الحفیظ لکھتے ہیں:

(بحوالہ: حیات ملک العلماء، مرتبہ: ڈاکٹر مختار الدین احمد، علی گڑھ ص ۳۰/۳۱) کتاب ہذا کو حضرت ملک العلماء نے حسب ذیل عناوین سے مزین کیا ہے۔

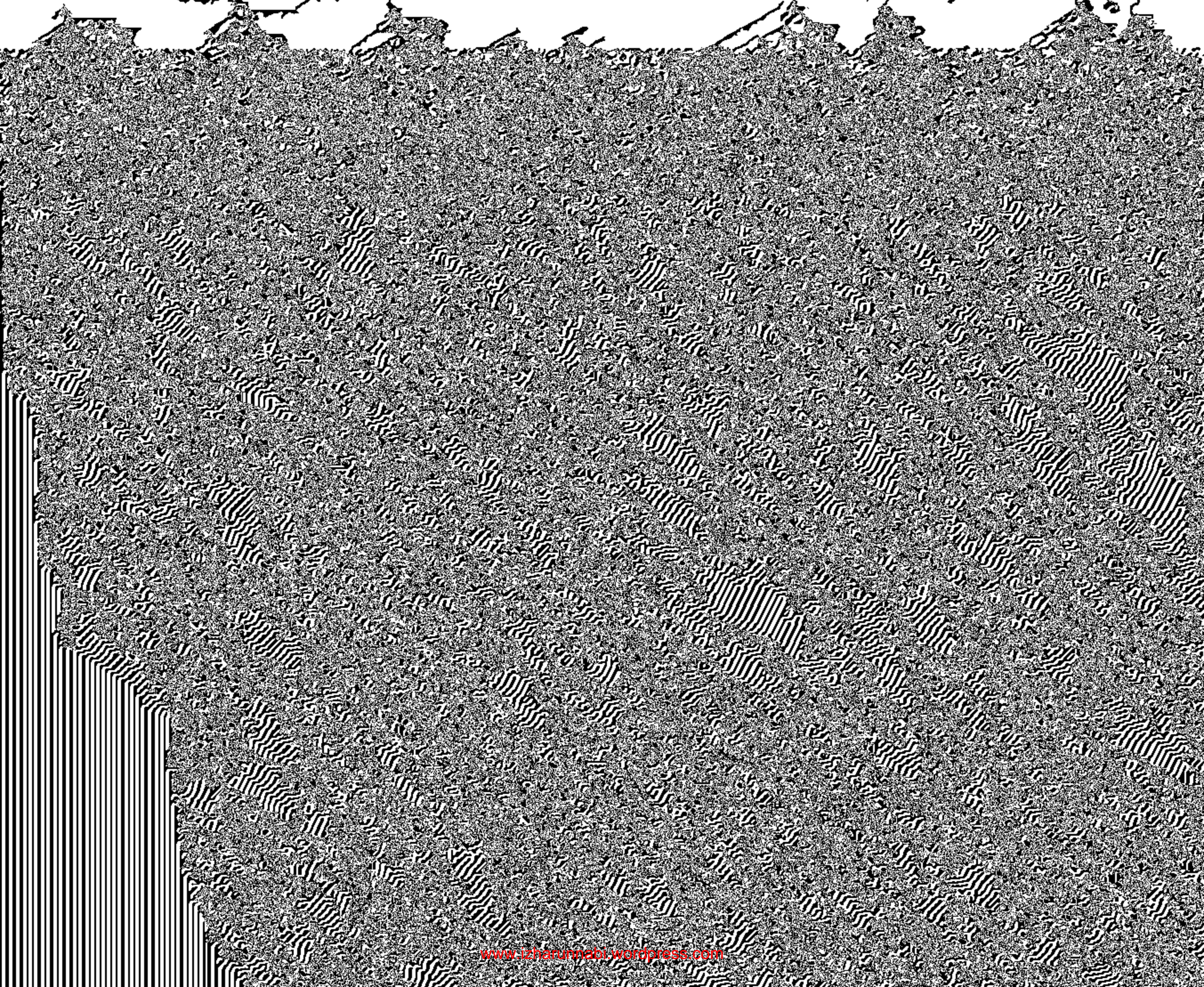
”زیر نظر کتاب“ سرور القلوب المحزون فی الصبر عن نور العین“ جو ملک العلماء نے اپنی ننھی منی پیاری صاحبزادی کی وفات حسرت آیات سے متاثر ہو کر قلمبند فرمائی ہے، جس میں بہت سی مفید و سبق آموز باتیں نہایت سلیس، شگفتہ اور آسان زبان میں

☆ موت کی ابتداء اور اسکی خوبی۔

☆ کیفیت موت مومن۔

☆ مرنے والے کے نزدیک کیا پڑھنا چاہئے۔

☆ ہر سال مردوں کی فہرست چھٹی ہے۔



آسکتی ہے۔

فی زماننا، دنیا میں ایسی کوئی بات یا مسئلہ نہیں، جہاں کل مسلمان نہ پایا جاتا ہو اور اختلاف نام کی کوئی شئی نہ ہو۔ موجودہ زمانے میں مسلمانوں کا یہ حال ہے کہ چھوٹی چھوٹی باتوں میں اختلاف اور جھگڑے ہیں۔ ایک خدا ایک رسول ایک کتاب ایک دین کے باوجود عقائد و خیالات میں اختلافات سے کون آگاہ نہیں ہے ان اختلاف کا نتیجہ ہے کہ آج امت محمدیہ مختلف خانوں میں منقسم ہے۔ کچھ جماعتیں اپنی عقل کی کسوٹی کے ذریعہ قرآن و حدیث کے گمراہ کن تراجم و مطالب لوگوں کے سامنے پیش کر رہی ہیں اور دولت کا لالچ دے کر ایمان پر ڈاکہ زنی کر رہی ہیں اور قرآن و سنت اور حضور اقدس ﷺ، صحابہ اور اہلبیت اطہار کی محبت، دلوں سے نکالنے میں کامیاب ہوتے نظر آتی ہیں۔ ڈاکٹر اقبال ایک صدی قبل ہی کہا تھا کہ۔

فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں

کیا زمانے میں پینے کی یہی باتیں ہیں

غرض مسلمانوں میں ایسی کوئی شئی نہیں ہے۔ جس کے متعلق اختلاف نہ پایا جاتا ہو۔ تاہم ایک ایسی شئی بھی ہے جس میں کل مخلوق میں اختلاف کی گنجائش نہیں ہے وہ شئی ”موت“ ہے قرآن حکیم میں اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ”کل نفس ذائقۃ الموت“ یعنی ہر تنفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔ اس بات پر تمام مذاہب عالم اتفاق رکھتے ہیں کہ ہر ذی روح کے لئے موت برحق۔ موت ایک اٹل حقیقت ہے۔ تمام چیزیں فانی ہیں۔ صرف اللہ کی ذات باقی رہنے والی ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: کل شئی ہالک الا وجہہ لہ الحکم والیہ ترجعون۔ ہر چیز فانی ہے سوائے اللہ کی ذات کے، اسی کا حکم ہے

☆ زندوں کے کارنامے مردوں پر پیش کیے جاتے ہیں۔
☆ کس سبب سے روح اپنے اعلیٰ درجہ سے محروم رہتی ہے۔
☆ وصیت کا بیان۔
☆ زندہ اور مردہ کی رو میں خواب میں ملتی ہیں۔
☆ چند روایتوں کا بیان جو مردوں نے اپنی حالت۔۔۔۔۔
☆ زندوں کے قول یا فعل سے مردہ کو ایذا ہوتی ہے۔
☆ مفصلہ باتوں کی وجہ سے بھی مردوں کو ایذا ہوتی ہے۔
☆ کون کون باتیں مردہ کے لئے نفع رساں ہیں۔
☆ میت کے لئے اس کے قبر پر قرآن شریف پڑھنے کا بیان
☆ کس وقت موت آنی بہتر ہے۔
☆ جن اعمال کی وجہ سے آدمی مرتے ہی جنت میں جاتا ہے۔
☆ سب مردے سڑتے ہیں، سوائے انبیاء کرام اور ان کے لواحقین کے۔

ان مذکورہ عناوین کے مطالعہ سے موت اور متعلقات موت کے متعلق معلومات حاصل ہو جاتی ہے اور ذہن کو بصارت و بصیرت، دل کو بیداری اور روح کو غذا حاصل ہوتی ہے۔ موت پر مدلل گفتگو کی قدر و قیمت کا اندازہ وہی شخص کر سکتا ہے، جس نے دینی احکام پر کبھی خود غور و فکر سے کام لینے کی سعی کی ہو۔ آج کے مادہ پرست اور مفاد پرستانہ دور میں اس کتاب کی اہمیت و افادیت اور بڑھ جاتی ہے۔ مغربی تہذیب و تمدن کو اپنانے سے آج امت محمدیہ اپنے دین و مذہب سے دور ہو رہی ہے۔ جس کی وجہ سے دین و مذہب کی چھوٹی چھوٹی باتوں سے بھی ناواقف و نابلد ہے۔ اسلام میں کس طرح شب و روز گزارتے ہیں، اس ضمن میں جدید تعلیم سے آراستہ لوگ بھی ان احکامات سے بے بہرہ ہیں۔ ایسے پر آشوب دور میں اس طرح کی کتاب سے عوام و خواص کے فکر و عمل میں تبدیلی

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی دہلی کی حیات اور علمی خدمات

اور اسی کی طرف پھروٹ جاؤ گے۔ (پارہ: ۲۰، رکوع: ۱۲)

ایک اور جگہ قرآن میں ارشاد بانی ہے کہ: کل من علیہا فان ویبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام۔ زمین پر جتنے ہیں سب کو فنا ہے اور باقی تمہارے رب کی ذات عظمت اور بزرگی والا۔ (پارہ: ۲۷، رکوع: ۱۲)

حضور ملک العلماء نظریہ موت پر جو کچھ تحریر فرمایا ہے، وہ نہایت بیش قیمت ہے، ان کی یہ تحریریں یہ اعلان کر رہی ہیں، کہ موصوف کو علمی شغف حاصل تھا۔ ان عناوین اور مخلف ارشادات کا سمجھنا شاید دشوار بھی نہیں ہے۔ اس کتاب کا پہلا عنوان ”موت کی ابتدا اور اسکی خوبی“ کے متعلق مختلف راویوں کے حوالے سے پیش کیا۔ اس طرح مختلف عناوین کے تحت کئی احادیث نقل کئے ہیں اور کچھ احادیث، اقوال اور حکایات وغیرہ کا بر محل استعمال کیا ہے۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ملاحظہ فرمائیں:

”حضرت حسن سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم اور ان کی ذریات کو پیدا فرمایا، فرشتوں نے عرض کی، کہ یہ زمین ان کے لئے کافی نہ ہوگی۔ رب العزت نے فرمایا میں موت پیدا کروں گا، انہوں نے عرض کیا، تو ان لوگوں کو زندگی کا مزہ نہ آئیگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان لوگوں کے لئے ایک مدت کروں گا“

اس روایت کی رو سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ تخلیق ذی روح سے قبل اللہ جل جلالہ نے موت کو پیدا کیا اور پھر زندگی کے لئے ایک وقت مقررہ قائم کیا۔ حیات اور موت ایک دوسرے کی ضد ہونے کے باوجود ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم بھی ہیں۔

زندگی کیا ہے عناصر میں ظہور ترتیب

موت کیا ہے انہیں اجزا کا ہریشاں ہونا

غرض ان عناوین کے علاوہ تمہ کے تحت انتقال کے بعد

کے اہم احکامات کو یکجا کیا گیا ہے۔ موجودہ زمانے میں مسلمانوں کی لاپرواہی اور بے دینی کی وجہ سے ان مسائل کا جاننا ضروری ہے۔ تمہ کے تحت حضور ملک العلماء نے حسب ذیل عناوین کے تحت ضروری احکامات کو قلمبند کیا ہے۔ ہم انہیں وقت کی اہم ضرورت کہہ سکتے ہیں۔

☆ غسل میت کا بیان ☆ کفن کا بیان

☆ جنازہ لے جانے کا بیان ☆ کفن پہنانے کا طریقہ

☆ نماز جنازہ کا بیان ☆ قبر و دفن کا بیان

☆ زیارت قبور کا بیان

حقیقت یہ ہے، کہ اس کتاب کے مطالعہ سے موت سے پہلے اور بعد کے احکامات سے واقفیت حاصل ہو جاتی ہے۔ جو کسی بھی مسلمان کے لئے ضروری ہے۔ حضور ملک العلماء نے عام فہم اور سلیس زبان کو رو رکھا ہے۔ اس کتاب کی اہمیت اور بڑھ جاتی اگر اس میں مصادر و مراجع کا خیال رکھا جاتا۔ آج کے سائینٹفک دور میں مواد کی ترتیب و تدوین میں حوالوں کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی جیسی عبقری اور حوالوں کی کثرت میں جینے والی شخصیت کے ساتھ ملک العلماء بہت زیادہ رہے ہیں۔ اس لئے ہمیں تعجب بھی ہوتا ہے، کہ ملک العلماء کے پاس آخر کون سی وجہ ہو سکتی تھی کہ انہوں نے مراجع و مصادر کا التزام نہیں رکھا۔

بہر کیف عوام و خاص کے لئے یہ کتاب نعمت غیر مترقبہ کہی جاسکتی ہے۔ اس کتاب کے فیضان کو عام کرنے کی ضرورت ہے پہلی مرتبہ ۱۴۰۳ھ میں شائع ہوئی۔ دوسری مرتبہ ۱۹۸۲ء میں حضور ملک العلماء کے قابل فخر فرزند نے اس کتاب کی اشاعت فرمائی تھی۔ اس کتاب کی دوبارہ اشاعت کی ضرورت محسوس کی جا رہی ہے قوی امید ہے، کہ اس کی دوبارہ اشاعت کے بعد قارئین بھرپور

☆☆☆

استفادہ فرمائیں گے۔

اسلامی نظریہ موت: ایک تعارف

از قلم: مفتی ارشاد احمد ساحل سہرا می، علیگ

حضرت ملک العلماء (ولادت ۱۰ محرم الحرام ۱۳۰۳ھ - ۱۹ اکتوبر ۱۸۸۰ء) امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری برکاتی قدس سرہ کے منظور نگاہ تلمیذ اور پروردہ خاص تھے۔
قصبہ میجر سے یہ نور بداماں ذرہ اٹھا اور موضع بین، پٹنہ، کانپور، پبلی بھیت ہوتا ہوا بریلی شریف آفتاب فضل و کمال امام احمد رضا کی بارگاہ میں پہنچا اور پھر وہیں کا ہو کر رہ گیا۔ تحصیل علم کے بعد پچپن سال تک امتیازی شان سے مسلسل تدریسی خدمات انجام دیں اور نادر روزگار افراد پیدا کئے۔ مادر علمی منظر اسلام بریلی شریف، مدرسہ حنفیہ آرہ، خانقاہ کبیر یہ سہرام، مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ اور جامعہ لطیفیہ بحر العلوم کٹیہار میں صدارت علمی کی شہ نشین پر متمکن رہے۔ ان مقامات کے علاوہ اپنے مرشد و مربی کے ارشاد پر شملہ بھی تشریف لے گئے۔ انجمن نعمانیہ لاہور میں بھی آپ کی طلب تھی۔
تدریسی مصروفیت کے ساتھ ساتھ افتاء، تصنیف، خطابت، امامت اور مناظرہ کا سلسلہ بھی چلتا رہا۔ اس طور سے آپ کی پوری زندگی متنوع دینی خدمات سے لبریز رہی۔

میرے ظفر کو اپنی ظفر دے
اس سے شکستیں کھاتے یہ ہیں

(امام احمد رضا)

امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنے طویل قصیدہ ”الاستمداد“ میں جہاں اپنے خصوصی احباب و خلفاء اور تلامذہ کا ذکر

کیا، وہاں خلف اکبر حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں اور عید الاسلام مولانا عبدالسلام جبلپوری کے بعد آپ نے اپنے اسی ”ولد عزیز“ حضرت ملک العلماء کا تذکرہ فرمایا ہے۔ جسے کبھی ”جیبی و ولدی و قرۃ عینی“ سے یاد فرماتے، تو کبھی ”ولدی الاعز حامی السنن حاجی الفتن“ لکھتے اور کبھی ”جان پدر بلکہ از جان بہتر“ سے خطاب فرماتے۔

حضرت ملک العلماء اپنے اسی شفیق مربی، محسن استاذ اور ہادی مرشد کے سب سے زیادہ منت کش احسان رہے۔ ۱۳۲۱ھ میں بارگاہ رضا میں رسائی ہوئی۔ اپنے اصرار اور پرسکون آرزو سے ۱۳۲۲ھ میں دارالعلوم منظر اسلام کی امام احمد رضا کے مبارک ہاتھوں تاسیس کرائی اور امام احمد رضا کے فیضان سے عالم اسلام کو فیضیاب ہونے کا زرین موقع عطا کیا۔ متعدد علوم خصوصاً حدیث، فقہ، اصول، ہیئت، تصوف، توقیت، ریاضی، جفر، تفسیر کا امام احمد رضا سے درس لیا اور افتا کی تربیت بھی حاصل کی۔ امام احمد رضا قدس سرہ کی سنتوں بھری نورانی پر کیف زندگی اور مشفقانہ طرز تربیت آپ کو اتنا بھا گیا کہ ایک سال بعد ہی ۱۳۲۲ھ - ۱۹۰۴ء میں حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے۔ پھر تازہ زندگی اس عظیم مربی و محسن کے گن گاتے رہے، ان کے انداز تربیت کا فیض تقسیم کرتے رہے، ان کے عشق رسول کی برکتیں بانٹتے رہے، ان کے چھوڑے ہوئے مشن کو آگے بڑھاتے رہے۔

سب سے پہلے امام احمد رضا کی مفصل سوانح ”حیات اعلیٰ حضرت“ کے نام سے چار جلدوں میں آپ ہی کے قلم سے وجود

جہان ملک العلماء

حضرت ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدظلہ کی حیات اور علمی خدمات

زندگی کیا ہے، عناصر میں ظہور ترتیب
موت کیا ہے، انہیں اجزا کا پریشاں ہونا

میں آئی۔ اعلیٰ حضرت کے رسائل کی سب سے پہلی فہرست ”المجلد
المعدولتالیفات المجدد“ کے نام سے آپ نے مرتب فرمائی۔
اعلیٰ حضرت کے وصال کے بعد حضرت مفتی اعظم کے اصرار پر غالباً
۱۹۲۴ء میں ملک العلماء بریلی تشریف لے گئے اور تین مہینہ شب
وروز کی جانفشانی کے بعد درجنوں سے زائد رسائل رضویہ کے منتشر
مسودات ترتیب دیئے، اپنے قلم سے ان کے مبیضے تیار کئے۔ پھر کئی
رسائل کی اپنی نگرانی میں کتابت کرائی۔

اس رسالہ میں حضرت ملک العلماء نے موت کی چشم کشا
اسلامی حقیقت اور دنیا کی بے ثبات رنگینیوں کے آلام روزگار کے
ساتھ تصادم کا جو اثر خیز نقشہ کھینچا ہے، وہ موت کی غیر مرئی حقیقت کو
تھوڑی دیر کے واسطے پیکر محسوس میں لاکھڑا کرتا ہے۔

امام احمد رضا نے بھی اپنے اس جاں نثار کو خوب نوازا۔
فراغت کے سال ۱۳۲۵ھ ہی میں اپنی سند قرآن وحدیث وفقہ،
قرات کے ساتھ جملہ سلاسل بیعت کی اجازت عنایت فرمائی،
”ملک العلماء“ اور ”فاضل بہار“ کا شاندار لقب عطا فرمایا، ہر مشکل
میں دستگیری کی، ہر موڑ پر رہنمائی کی، ہر شفقت سے نوازا۔ ملک
العلماء جب اپنی تصانیف بغرض اصلاح اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی
بارگاہ میں بھیجتے تو بے پناہ مصروفیات اور ضعف وعلالت کے باوجود
بھرپور توجہ کے ساتھ اعلیٰ حضرت اسے ملاحظہ کرتے، اپنی گرانقدر
اصلاحات سے نوازتے۔ مختصر یہ کہ حضرت ملک العلماء اپنے مشفق
مرہبی کے فیضان کرم سے ہمہ دم سرفراز رہے۔

حضرت ملک العلماء ۱۳۳۲ھ-۱۹۱۶ء میں بہرام مدرسہ
خانقاہ کبیریہ میں صدر مدرس کی حیثیت سے تشریف لے گئے
جہاں ۱۳۳۸ھ تک آپ کا قیام رہا۔ حضرت نے حسب سابق دیگر
دینی اور علمی مشاغل کی طرح تصنیف وتالیف کا سلسلہ یہاں بھی
جاری رکھا۔ تقریباً پانچ سالہ قیام کی اس مختصر مدت میں۔ ۱۔ گنجینہ
مناظرہ۔ ۲۔ کشف الستور عن مناظرۃ رامپور۔ ۳۔ موزن
الاوقات۔ ۴۔ بدرالسلام لمیقات کل الصلوٰۃ والصیام۔ ۵۔
عافیہ۔ ۶۔ وافیہ۔ ۷۔ تقریب۔ ۸۔ تذہیب۔ ۹۔ القصر المہین علی
بناء المغنی۔ ۱۰۔ نظم المبانی فی حروف المعانی۔ ۱۱۔ تحفۃ الاحباب فی فتح
الکوٰۃ والباب۔ ۱۲۔ تحفۃ الاحبار فی احوال الاخیار، ۱۳۔ الاکسیر فی علم
التفسیر اور۔ ۱۴۔ سرور القلوب المحزونون فی الصبر عن نور العیون جیسی
گرانقدر تصانیف آپ کے قلم سے وجود میں آئیں۔ بلکہ الجامع الرضوی
المعروف بصحیح البہاری کی تصنیفی ابتدا بھی بہرام ہی میں ہوئی۔

حضرت ملک العلماء جید عالم دین ہونے کے ساتھ
ساتھ بڑے بااوقات شخص تھے۔ ضعیفی میں بھی رات گئے تک
تصنیف وتالیف اور مطالعہ میں مصروف رہتے۔ اسی توجہ اور انہماک
کا اثر تھا کہ درس وافتاء، وعظ وتذکیر، درس قرآن، امامت و بیعت،
اسفار کی کثرت جیسے اہم مشاغل کے باوجود آپ کی ستر سے زائد
تصانیف یادگار ہیں۔ تصنیف وتالیف کا یہ سلسلہ آپ کی شب رحلت
(دوشنبہ ۱۹ جمادی الاخریٰ - ۱۸ نومبر ۱۹۶۲ء) تک جاری رہا۔

پیش نظر کتاب ”سرور القلب المحزونون“ ایک المناک
حادثہ کی یادگار ہے۔ مصنف علیہ الرحمہ اس سلسلہ میں خود کتاب کے
آغاز میں رقم طراز ہیں:

سرور القلب المحزونون فی الصبر عن نور العیون:

”جب ۲۹/ذی قعدہ ۱۳۳۸ھ روز یکشنبہ مطابق ۱۵
اگست ۱۹۲۰ء کو میری چھوٹی لڑکی ولیہ خاتون بھرم ۵ سال ۳ ماہ
۴ یوم بعارضہ فصلی ۱۱/رگھنے کی علالت میں اس دنیا کو خیر آباد کہہ کر

حضرت ملک العلماء امام احمد رضا کی نظر میں

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدظلہ کی حیات اور علمی خدمات

اپنے حقیقی مکان کو سدھاری، تو اس کی جدائی کا ہمارے دل پر سخت
صدمہ ہوا اور زمانہ تک اس کی گوری صورت، اس کی پیاری باتیں یاد
آ کر دل کو بے چین اور پریشان کرتی رہیں۔ میں اگرچہ طرح
طرح سے اپنے دل کو سمجھاتا، مگر اس کا صدمہ کبھی کم نہ ہوتا تھا۔ ایک
دن مجھے خیال ہوا کہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب
”تاریخ علماء ہند“ میں امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب
ماہنامہ المیزان کچھو چھو شریف کی فائل نظر سے گزری۔ اس میں یہ
پوری کتاب قسطوں میں چھپی دیکھی۔ باگاہ رضا کی غلامانہ نسبت کی
وجہ سے اس دربار سے وابستہ ہر ذرے سے راقم کو والہانہ انسیت
ہے، حضرت ملک العلماء تو اعلیٰ حضرت کے اعزاز شدہ روحانی چشم
و چراغ ٹھہرے، پھر یہ کیسے ممکن تھا کہ صرف نظر کرتے ہوئے
تاریخ علماء ہند میں امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب

جهان ملک العلماء

ضربتک علماء امام احمد سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی شہک حیات اور علمی خدمات

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی دہلی کی حیات اور علمی خدمات

محنت طلب تھا اور عام قاری کے مطلب کا بھی نہیں۔ ثانیاً اس کی اکثر مرویات اپنے حوالوں کے ساتھ شرح الصدور کے عربی نسخوں میں موجود ہیں۔ اہل ذوق اس سے رجوع کر سکتے ہیں۔

کتاب کی افادیت اور اہمیت تبصرہ سے بالاتر ہے۔ قاری زبان و بیان، حسن ترتیب اور ذوق انتخاب کی داد دینے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اخیر میں مسائل میت کا اضافہ بھی خوب ہے۔ اس سے کتاب کی افادیت دو چند ہو جاتی ہے۔ اب یہ صرف تذکیری کتاب نہیں رہ جاتی، بلکہ دلوں میں لرزش اور آخرت کی تڑپ پیدا کرنے والی روایات اور اہم ترین گرانقدر مسائل کے خوبصورت گلدستے کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ مولیٰ تعالیٰ اس کے افادات عام فرمائے۔ مرتب کے لئے مصنف علیہ الرحمہ کے فیوض و برکات کی توجہ کا ذریعہ بنائے اور مجمع علمی کے جملہ اراکین کو جزائے خیر سے نوازے۔

☆☆☆

الصدور بشرح حال الموتی والقبور“ کا اردو زبان میں ترجمہ جو اواخر ۱۳۳۸ھ میں تمام ہوا۔ رجب المرجب ۱۳۴۶ھ میں مصنف کے دوستوں مولوی نعیم الحق ساکن منیر شریف ضلع پٹنہ اور حکیم محمد ہاشم کی فرمائش پر چند ضروری مسائل کا بطور تہمتہ اضافہ کیا گیا۔ تاریخ تکمیل ۲۵/رجب المرجب ۱۳۴۶ھ صفحات ۹۷ بخط مصنف محفوظ دوسرا نسخہ مع اضافہ صفحات ۱۱۲ بھی کتب خانے میں محفوظ ہے۔

یہ رسالہ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے رحلت کے بعد ان کے جاں نثار معتقد و مسترشد حافظ عبد الحفیظ اشرفی صاحب صدر مدرس ادارہ شرعیہ پٹنہ نے ربیع الاول شریف ۱۴۰۳ھ میں پٹنہ سے شائع کر دیا ہے۔ لیکن وجہ تالیف و ترجمہ پر مشتمل اوراق جو ضروری تھے حذف کر دیئے گئے ہیں۔“ (حیات ملک العلماء، ص ۲۴، ۲۵) ادارہ المیزان کا تجویز کردہ نام عصر حاضر کے مطابق ہے اور موضوع پر بھرپور روشنی بھی ڈالتا ہے، اس لئے راقم بھی اسی کو برقرار رکھتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے روایات کے حوالوں کی تخریج کا بھی مشورہ دیا تھا، لیکن اسے دو وجہ سے دانستہ چھوڑ دیا گیا۔ اولاً یہ کام کافی

سرزمین ممبئی پر ”دارالعلوم فیضان مفتی اعظم“ مسلک اعلیٰ حضرت کا

صحیح ترجمان اور مثالی ادارہ ہے، جو دینی و ملی خدمات میں نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔ بجمہ تعالیٰ اس

ادارہ میں درس نظامی، ابتدائی فاضل اور دورہ حدیث کے ساتھ ساتھ شعبہ حفظ و قرأت و امامت کا

بھی انتظام ہے۔ ساتھ ہی ”مخدوم بہار کمپیوٹر سینٹر“ کا بھی شعبہ قائم ہے۔

اہل خیر حضرات سے گزارش ہے کہ تعاون فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

ملک العلماء: الجواہر والیواقیت ایک جائزہ

از قلم: مفتی محمد سعید الرحمن صاحب، پوکھریا شریف، بہار

میرے طالب علمی کے دور میں استاذ گرامی حضرت مولانا العلام ملک العلماء فاضل بہاری قبلہ علیہ الرحمہ والرضوان کو متعدد بار آفتاب شریعت، ماہتاب طریقت عزت الاسلام حضور والدی ماجدی مولانا الشاہ محمد ولی الرحمن صاحب قبلہ ولی نور اللہ مرقدہ نے اپنے یہاں پوکھریا شریف مدرسہ یا خانقاہ نور یہ رحمانیہ ولیہ میں عرس جد کریم قطب عالم محبت اعلیٰ حضرت شیخ الاسلام والمسلمین حضرت مولانا الشاہ محمد عبدالرحمن رحمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے موقع پر شرکت کی غرض سے بلا تے رہے۔ حضرت پٹنہ عظیم آباد سے تشریف لاتے رہے۔ نیز اپنے ساتھ اپنے صاحبزادے مولانا مختار الدین آرزو کو اور کبھی اپنے نواسے مولانا جسیم الدین کو لائے علاوہ اس کے ضرورتاً اضلاع مظفر پور، یادربھنگ، یا نیپال جہاں جیسے مناظرے ہوتے تھے، حضرت والد بزرگوار اپنے ساتھ لے جاتے تھے۔ حضرت والدی ماجدی علیہ الرحمہ کو ملک العلماء سے بڑا گہرا تعلق تھا۔ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی کے مصداق تھے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انعامات و اکرام کا کیا کہنا ہے۔ جسے تو امام موصوف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

میرے ظفر کو اپنی ظفر دے

اس سے شکستیں کھاتے یہ ہیں

راقم الحروف حضور والدی ماجدی علیہ الرحمہ کے وصال

ازنی پھرتی تھیں ہزاروں بلبلیں گلزار میں
جی میں کیا آیا کہ پابند نشین ہو گئیں
مجھے یہ خبر طلق اللسان فصیح البیان فاضل نوجوان گرامی
قدر عزیزم مولانا مولوی مفتی محبوب رضا روشن القادری صاحب زید
مجہد سے سن کر بے حد مسرت ہوئی، کہ حامی سنت ماحی کفر و بدعت
عالم باعمل حضرت علامہ مولانا سید سراج اظہر صاحب خلیفہ حضور مفتی
اعظم ہند علیہ الرحمہ والرضوان حضور ملک العلماء مولانا الشاہ سید محمد
ظفر الدین صاحب قبلہ فاضل بہاری پٹنہ عظیم آبادی علیہ الرحمہ کی
سوانح حیات تالیف کر رہے ہیں، جس میں مولانا روشن القادری کی
خواہش ہوئی کہ آپ بھی ملک العلماء سے متعلق کچھ تحریر فرمادیں۔

افسوس ہے، کہ میں ان سے عقیدت و محبت رکھتے ہوئے
بھی حالات سے بالکل بے خبر ہوں۔ بہر حال مولانا موصوف کی دل
افزائی اور خواہشات پوری کرنے کی غرض سے یہ چند سطریں لکھ رہا ہوں۔
امام احمد رضا خاں رضی المولیٰ عنہ کے ملک العلماء فاضل
بہاری علیہ الرحمہ بہت پیارے محبوب خلیفہ و شاگرد گذرے ہیں۔ جن
کی ذات صوبہ بہار میں مرکز اعظم کی تھی، جن کا فیض صوبہ بہار کے
باہر بھی، دور دراز تک پھیلا ہوا ہے۔ آج بھی ان کے تقریری، تدریسی،
تصنیفی، تعمیری اور بہت سارے کارنامے اور خدمات دینیہ زندہ ہیں۔
اہل سنت و جماعت کو بڑی تقویت اور دیوبندیوں، وہابیوں کو خوف
و دہشت تھی، مذہب و ملت کے اساطین میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی صاحب کی حیات اور علمی خدمات

کے بعد اپنے یہاں کی خانقاہ کے جلسہ عرس میں شرکت کی غرض سے استاذ گرامی ملک العلماء کو دعوت دینے کی غرض سے شہر کٹیہار حاضر ہوا۔ جہاں ملک العلماء نے ایک مدرسہ بحر العلوم قائم کیا تھا، جو محلہ عملہ ٹولی میں واقع ہے۔

حضرت سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا، اپنے مقصد کو ظاہر کیا، حضرت نے دعوت قبول فرمائی۔ اس کے بعد حضرت نے دریافت کیا کہ بیٹے! کہاں پڑھتے ہو؟ کیا پڑھتے ہو؟ میں نے جواباً عرض کیا۔ میں اپنے والد بزرگوار سے شرح جامی وغیرہ پڑھتا تھا، اب حضرت کا سایہ بظاہر نہ رہا۔ سوچ رہا ہوں کہ بریلی شریف جامعہ رضویہ میں داخلہ لے لوں، تو حضرت ملک العلماء نے فرمایا۔ بیٹے! گھبرانے کی بات نہیں۔ میں زندہ ہوں، اب آپ مجھ سے پڑھیں۔ الحمد للہ! چند ماہ حضرت سے تعلیم حاصل کیا، پھر چند وجوہ حضرت سے اجازت لے کر مکان آ گیا۔ بعدہ استاذ العلماء والفصحاء و امام المنطق والفلسفہ عامل باعمل فاضل اکمل حضرت علامہ مولانا شاہ مفتی محمد عظیم الدین صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات مجمع حسنات ایسی تھی کہ ان کو فاضل بہاری ثانی، یا علامہ، یا مولانا، یا ملا، یا مولوی، یا مفتی، یا قاضی، یا محدث، یا مفسر، یا مفکر، یا فقیہ، یا عارف، یا ولی وغیرہم جو کہیں میری عقیدت میں سب درست اور صحیح ہے۔ من آنم کہ من دانم۔ سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ حضرت موصوف نے ملک العلماء سے متعلق مجھ سے فرمایا کہ میں ایک بار بریلی شریف مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی خدمت میں علم جفر حاصل کرنے کی غرض سے حاضر ہوا۔ حضور مفتی اعظم ہند نے میرا سوال سن کر جواباً ارشاد فرمایا کہ مولانا آپ کے گھر میں ملک العلماء موجود ہیں، ان سے ہی اس علم کہ آپ حاصل کریں۔ قربان جائیے! حضرت کے اس قول پر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں رضی

اللہ تعالیٰ عنہ نے نہ جانے کتنے اور کیسے کیسے علوم سے ملک العلماء کو نوازا تھا۔ بعدہ بریلی شریف تو سطات حضور مفتی اعظم ہند و مفسر اعظم ہند جامعہ رضویہ میں داخلہ لیکر اپنے فرض منصبی میں مشغول ہو گیا۔ ہم سبق ساتھیوں میں ریحان ملت حضرت مولانا ریحان رضا خاں صاحب رحمانی میاں و صدر العلماء حضرت مولانا تحسین رضا خاں صاحب علیہما الرحمۃ والرضوان تھے۔ مولیٰ تعالیٰ دونوں حضرات کے قبروں کو نور پھول سے بھر دے، اور جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے، آمین۔ پھر وہیں حضور مفتی اعظم ہند و مفسر اعظم نے خلافت تقریری عطا فرمائی۔ نیز رحمان ملت نے کچھ عرصہ کے بعد پوکھریا شریف تشریف آوری کے موقع سے تحریری خلافت عطا فرمائی، جس کو صاحبزادہ علامہ توصیف رضا خاں صاحب بریلوی نے ملاحظہ فرمایا ہے۔ الحمد للہ! مجھے خود والدی ماجدی علیہ الرحمہ نے بھی اپنی خلافت پہلے ہی یعنی دور طالب علمی ہی میں عطا فرمادی تھی۔ یہ اپنا اپنا نصیبہ اور قسمت ہے۔

حضرات مشائخ کرام بیس فی صدی ایسے ہیں جو نقش مثلث یا مربع مشہور قاعدہ سے بھرنا جانتے ہیں، لیکن پوری چال سے نقوش کی خانہ پری کرنے پر شاید چار، پانچ سو میں دو چار حضرات کو عبور ہوگا۔ ملک العلماء فاضل بہاری کو ایک شاہ صاحب ملے، جن کا خیال تھا کہ فن تکسیر کا علم صرف مجھ کو ہے۔ دوران گفتگو میں فاضل بہاری نے ان سے دریافت کیا کہ جناب نقش مربع کتنے طریقے سے بھرتے ہیں؟ شاہ صاحب مذکور نے بڑی فخریہ انداز میں جواب دیا کہ سولہ طریقے سے پھر انہوں نے فاضل بہاری سے پوچھا کہ آپ کتنے طریقے سے بھرتے ہیں؟ مولانا نے بتایا کہ الحمد للہ! میں نقش مربع کو گیارہ سو باون طریقے سے بھرتا ہوں۔ شاہ صاحب سن کر محو حیرت ہو گئے، اور پوچھا کہ مولانا آپ نے فن تکسیر کس سے

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رحمہ اللہ کی حیات اور علمی خدمات

سیکھا ہے؟ فاضل بہاری نے فرمایا۔ حضور پر نور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔ شاہ صاحب نے دریافت کیا، اور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نقش مربع کتنے طریقوں سے بھرتے تھے؟ فاضل بہاری نے جواب دیا۔ دو ہزار تین سو طریقے سے۔ علم ریاضی، ہیئت اور نجوم میں کمال کے ساتھ ساتھ علم توقیت میں اعلیٰ حضرت کا کمال درجہ ایجاد میں تھا۔ فن توقیت میں متقدمین کی کوئی مستقل تصنیف نہیں ہے، جب حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری وغیرہما نے اعلیٰ حضرت سے فن توقیت حاصل کرنا شروع کیا، تو اس فن میں کوئی کتاب نہ ہونے کے باعث اعلیٰ حضرت اس کے قواعد زبانی ارشاد فرماتے، یہ حضرات ان کو لکھ لیتے اور انہیں قواعد کے مطابق نصف النہار، طلوع، غروب، صبح صادق، ضحہ کبریٰ، عشاء اور عصر کے اوقات نکالتے۔ مولانا ظفر الدین بہاری نے اعلیٰ حضرت کے ان بتائے ہوئے قواعد کو ایک کتاب میں جمع کیا، اور اپنی طرف سے تشریح اور مثالوں کا اضافہ کر کے ”الجواہر والیواقیت فی علم التوقیت“ کے نام سے اس کو

شائع بھی کر دیا ہے۔ فن توقیت میں حضرت کے کمال کا یہ عالم تھا کہ سورج آج کب نکلے گا اور کس وقت ڈوبے گا بلا تکلف معلوم کر لیتے۔ ستاروں کی معرفت اور ان کی چال کی شناخت پر اس قدر عبور تھا کہ رات میں تارہ اور دن میں سورج دیکھ کر گھڑی ملا لیا کرتے، اور وقت بالکل صحیح ہوتا، ایک منٹ کا بھی فرق نہ پڑتا، علماء کا قول ہے کہ ملک العلماء فاضل بہاری لکڑی کی گھڑی بنا کر سورج کی روشنی سے چلا کر پٹنہ عظیم آباد میں لوگوں کو دکھا دیا، اردو صحیح ملک العلماء کے سامنے بول لینا ہر شخص کا کام نہ تھا۔ کٹیہار میں پنڈت جواہر لال نہرو کی کئی غلطیاں پکڑی گئیں، جس کی خبر پنڈت نہرو کو کر دی گئیں تھیں۔ تصنیفات میں بہت ساری کتابیں آپ کی ہیں۔ سب سے اجاگر کتاب ”صحیح البہاری“ ہے۔ جس کے مطالعہ سے موطا حضرت امام احمد و امام مالک علیہما الرحمہ کی یادیں تازہ ہوتی ہیں۔ ابر رحمت ان مرقد پر گوہر باری کرے۔ آمین بجاہ سید المرسلین۔ صلوات اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

☆☆☆

حضرت موصوف نے ملک العلماء سے متعلق مجھ سے فرمایا کہ میں ایک بار بریلی شریف مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی خدمت میں علم جفر حاصل کرنے کی غرض سے حاضر ہوا۔ حضور مفتی اعظم ہند نے میرا سوال سن کر جواباً ارشاد فرمایا کہ مولانا آپ کے گھر میں ملک العلماء موجود ہیں، ان سے ہی اس علم کو آپ حاصل کریں۔ قربان جائیے! حضرت کے اس قول پر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہ جانے کتنے اور کیسے کیسے علوم سے ملک العلماء کو نوازا تھا۔

حضور ملک العلماء: وارث علوم احمد رضا

از قلم: حضرت علامہ سید وجاہت رسول صاحب قادری، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی، پاکستان

کے تعلیم یافتہ اسکالرز، دونوں آپ کے علمی مقام و مرتبہ کو قدر و احترام کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ حتیٰ کہ آپ کے مرشد برحق اور مشفق استاذ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت قدس سرہ العزیز نے بھی آپ کی اس علمی لیاقت کا اکرامی اعتراف خود اپنے قلم سے یوں تحریر کیا ہے:

”مکرمی مولانا مولوی محمد ظفر الدین صاحب قادری سلمہ فقیر کے یہاں کے اعز طلبا سے ہیں اور میرے بھائی عزیز۔ ابتدائی کتب کے بعد یہیں تحصیل علم کی اور اب گئی سال سے میرے مدرسہ میں مدرس اور اس کے علاوہ کار افتاء میں میرے معین ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ جتنی درخواستیں آئی ہوں، سب میں یہ زائد ہیں مگر اتنا ضرور کہوں گا:

سنی خالص، مخلص، نہایت صحیح العقیدہ، ہادی مہدی ہیں۔ عام درسیات میں بفضلہ تعالیٰ عاجز نہیں، مفتی ہیں مصنف ہیں، واعظ ہیں، مناظرہ بعونہ تعالیٰ کر سکتے ہیں، علمائے زمانہ میں علم توقیت سے تنہا آگاہ ہیں۔ فقیر آپ کے مدرسے کو اپنے نفس پر ایثار کر کے انہیں آپ کے لیے پیش کرتا ہے۔“

(کلیات مکاتیب رضا، ص: ۲۰۹، ۲۱۰ کلیر شریف)

گرچہ ملک العلماء متعدد علوم و فنون پر دسترس رکھتے تھے، مگر علوم کی درج ذیل فروع میں آپ کو تخصص کا درجہ حاصل تھا:

- ۱۔ علوم حدیث ۲۔ فقہ ۳۔ تصوف ۴۔ عقائد و مناظرہ ۵۔ ہیئت و توقیت اور ۶۔ سوانحی ادب

از سر شیشہ گزشتن ز خرد مندی نیست
اے بسا لعل کہ اندر دل سنگ است ہنوز

ملک العلماء حضرت مولانا ظفر الدین قادری رضوی بہاری علیہ الرحمۃ والرضوان (۱۳۰۳ھ / ۱۸۸۰ء - ۱۳۸۲ھ / ۱۹۶۲ء) کے بلند علمی قد و قامت کے تعارف کے لیے یہی سند کافی ہے کہ آپ عالم اسلام کے عظیم فقیہ، مجدد عصر اور عبقری وقت کے شاگرد و رشید، خلیفہ اور علوم عقلیہ و نقلیہ میں اپنے استاذ گرامی (اعلیٰ حضرت) کے سچے جانشین ہیں۔

ملک العلماء کی علمی فتوحات، آپ کی نگارشات، تحقیقات اور فتاویٰ کا گہری نظر سے مطالعہ کرنے والی مقتدر علمی شخصیات اس حقیقت پر گواہ ہیں کہ مقامات دین کے فہم اور اصول دین کی بصیرت کا جو خاص رنگ ان کی مربی، شیخ طریقت اور استاذ گرامی امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کا تھا، وہ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کے فتاویٰ اور تحقیقی نگارشات سے جگہ جگہ جھلکتا ہوا نظر آتا ہے۔ اس اعتبار سے حضرت ملک العلماء نے علوم عقلیہ و نقلیہ کی تحصیل میں اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کے ورثہ علمی کے محافظ کا کردار ادا کیا ہے۔ برصغیر پاک و ہند میں آپ بحیثیت ایک محدث، ایک محقق، ایک مناظر، ایک مصنف، ہیئت و توقیت اور تفسیر و ریاضی کے ماہر نیز ایک محنتی اور وسیع المطالعہ مدرس اور ماہر تعلیم، ایک اچھی شہرت کے مالک ہیں۔ آپ کے ہم عصر علماء اور کالج و یونیورسٹیوں

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رضی اللہ عنہ کی حیات اور علمی خدمات

علامہ سید شاہ غلام مصطفیٰ احمد نعیمی فرماتے ہیں:

”انسانی وراثت کی حفاظت اس کے اخلاف سے ہوتی ہے خواہ نسبی اخلاف ہوں یا علمی، ورنہ وہ شخص خواہ کتنا ہی بلند قد رکھتا ہو اس کی تعلیمات، علمی خدو خال، زندگی کے شب و روز سب کچھ ضائع ہو جاتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کی سوانح حیات کی تدوین اور ان کے تصنیفات کی ترتیب و اشاعت کا کام بڑی محنت و محبت سے ملک العلماء نے کیا۔ شاگردی کا حق ادا کرتے ہوئے گنج مخفی کو ظاہر کرنے کا بنیادی اور ابتدائی کام انجام دیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس کی جزائے خیر دے گا۔ آج اتنے وسائل مہیا ہیں، مگر ہنوز فاضل بریلوی کی نصف تصانیف بھی شائع نہیں ہوئی ہیں۔ گویا ہم نے ابھی انہیں آدھا بھی نہیں جانا ہے، ان کے بہترے پہلو ہم سے پوشیدہ ہیں۔“ (۱)

آج اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمۃ دنیا کی جامعات میں جو کچھ تحقیقی پیش رفت ہوئی ہے اور علماء اور محققین حیات اعلیٰ حضرت کے جو کچھ گوشے تصانیف و تالیفات کی صورت میں سامنے لائے ہیں، وہ سب حضرت ملک العلماء کی بنیادی

تصنیف، حیرت انگیز اور حضرت کا نام ہرگز نہ مٹے گا۔

کیا کہ عام دیوبندی تو اکابر دیوبند کی کفریات سے واقف نہیں ہوتے تو ان پر من شک فی کفرہ و عذابہ فقد کفر کا حکم نافذ ہوتا ہے کہ نہیں۔ ان پر یہ حکم نافذ نہیں ہوتا ہے تو پھر عام شیعہ بھی تو اپنے اکابر کی کفریات اور اسلام مخالف نظریات سے واقف نہیں ہوتے پھر ان کا کیا حکم ہوگا؟ یہ معذب ہوں گے کہ نہیں اور اگر ہوں گے تو عام شیعہ اور عام دیوبندی میں وجہ فرق کیا ہے؟

ملک العلماء نے اس فرق کی جیسی واضح تشریح فرمائی ہے وہ پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ دیوبندیوں کے ہتھے چڑھنے والے بھولے بھالے لوگ عموماً سنی ہوتے ہیں۔ اہل سنت کے گھرانے میں آنکھ کھولتے ہیں، اہل سنت کے معمولات پر عمل کرتے ہیں، بزرگوں سے عقیدت رکھتے ہیں، غرض سچے پکے سنی مسلمان ہوتے ہیں ایسے صاحب ایمان لوگ دیوبندیوں اور تبلیغیوں کے مکارانہ عمل اور جھوٹے پروپیگنڈے کے چکر میں آ کر نادانی میں ان کے گروپ میں شامل ہو گئے تو ابھی ان کے زوال ایمان کا حکم نہیں لیا جاسکتا، جب تک کہ وہ دیوبندی کفریات کو قبول نہ کر لیں۔ ان کا پہلے مومن ہونا یقینی ہے

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی دہلی کی حیات اور علمی خدمات

فرمایا۔ یہ مفصل فتویٰ مولانا شہاب الدین اشرفی صاحب کے پاس محفوظ ہے۔ اس سے آپ کی فقیہانہ بصیرت اور ژرف نگاہی کا پتہ چلتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے آپ کو کس قدر محبت تھی۔ (۲)

ملک العلماء علم سے والہانہ شغف رکھتے تھے۔ اس لیے پوری لگن اور محنت سے درس دیتے وہ بھی تسلسل کے ساتھ۔ ملک العلماء کے چہیتے شاگرد مولانا شہاب الدین اشرفی نے اپنے مشاہدات پر مشتمل ایک مضمون تحریر کیا ہے: ”ملک العلماء کی زندگی کے چند گوشے۔“ اس میں وہ حضرت کے طرز تدریس پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

”میں نے حضرت ملک العلماء قدس سرہ سے جو چند فنون کی کتابیں پڑھی ہیں، مثلاً بخاری شریف، طحاوی شریف، مسند امام اعظم، تفسیر مدارک، ہدایہ آخرین، تصریح، مسلم الثبوت، دیوان حماسہ وغیرہ۔ اس لیے نہ صرف ایک فن بلکہ مختلف فنون میں آپ کے طریقہ تدریس کا انداز میرے دل پر اب بھی نقش ہے۔ تمام فنون کی کتابوں میں طریقہ تدریس کی عمدگی، مضامین کی تفہیم کا انداز منفرد اور نرالا تھا۔ بخاری پڑھاتے وقت حدیث سے مستخرج مسائل کی وضاحت، مسائل کے مختلف فیہ ہونے کی صورت میں تہذیب و تقریب کے حوالے سے روایان حدیث کی جرح و عدالت کا ذکر، مذہب حنفی کی دیگر احادیث سے تائید وغیرہ آپ کے حسن تدریس کے جلوے تھے۔

فقہ و اصول فقہ پڑھانے کا اندازہ بڑا دلنشین تھا۔ فقہ پڑھانے میں اس بات پر بھی روشنی ڈالتے کہ یہ مسئلہ اولہ اربعہ میں سے کس دلیل سے ثابت ہے۔ اگر مسئلہ نص سے ثابت ہوتا تو حسب ضرورت یہ بھی بتاتے کہ عبارت النص، اشارۃ النص، دلالت النص،

اقتضاء النص میں سے کس نص سے یہ مسئلہ مستنبط ہے۔ اسی طرح یہ بتاتے کہ یہ مسئلہ قیاسی ہے یا الحاقی؟ یا خلاف قیاس استحسان بالاثر وغیرہ ہے۔ علم ہیئت میں ہم نے حضرت ملک العلماء سے صرف تصریح پڑھی جس میں فلک اور کرہ کی تفصیل، رات و دن کے اختلاف، کسوف و خسوف کے وجوہات، برزخ و اقالیم کی تفصیل، صبح و شفق، سمت قبلہ کے استخراج کا طریقہ بتاتے اور مسائل کو پوری وضاحت سے سمجھاتے۔ علم ہیئت میں ان کی سلم الافلاک کا ایک قلمی نسخہ تھا، جسے متعدد طلبہ نے نقل کیا۔ حضرت ملک العلماء کی طرف سے درس گاہ میں طلبہ کو اعتراض کی کھلی چھوٹ ہوتی تھی۔ مگر عموماً خود ہی اعتراض کی بھی وضاحت کرتے اور خود ہی جواب بھی دیتے تھے۔ ایسا محسوس ہوتا کہ علم کا دریا موجیں مار رہا ہے۔ دوران درس کسی سبق سے متعلق کوئی واقعہ ہوتا تو اسے بھی بیان فرماتے۔ اور اس سے نتیجہ اخذ کر کے نصیحت فرماتے جو بڑا دلنشین ہوتا۔ (۳)

ملک العلماء یوں تو ایک باعمل عالم دین، صاحب کردار انسان، اخلاق مند ہمدرد، راج فنون کے ساتھ کئی ایک نادر فنون میں بھی مہارت رکھنے والے فرد امت تھے۔

لیکن راقم اختصار کی خاطر صرف ایک اہم اسلامی فن پر ان کی مہارت کی بات کرتا ہے:

جیسا کہ آپ جانتے ہیں ملک العلماء قدس سرہ کو ہیئت و توقيت میں خاص مہارت حاصل تھی اور اسی فن نے آپ کو زیادہ شہرت دی۔

ملک العلماء اس فن میں اپنے تلمیذ استاذ کی کیفیت بیان کرتے ہیں لکھتے ہیں: ”اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمۃ کو ہیئت و نجوم میں کمال کے ساتھ علوم توقيت میں کمال تو حد ایجاد کے درجہ پر تھا یعنی اگر آپ کو اس فن کا موجد کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ علماء نے جستہ

بوتے دیگر است۔ (۴)

آپ کو طالب علمی کے زمانے سے ہی کتب بینی کا شوق تھا جو رفتہ رفتہ عشق کی حد تک پہنچ چکا تھا۔ آپ کے صاحبزادے پروفیسر مختار الدین احمد صاحب لکھتے ہیں:

”انہیں کتابیں جمع کرنے کا شوق طالب علمی کے زمانے سے تھا۔ ایک مجلد میں ”فہرست کتب علوم کہ فقیر ظفر الدین احمد مورخہ ۱۰ رجب المرجب ۱۳۲۳ھ“ کے عنوان کے تحت کتابوں کے نام درج کیے ہیں۔ اس وقت بریلی میں ان کے پاس ۹۸ کتب و رسائل تھے۔ (حیات ملک العلماء ص ۱۰)

مولانا شہاب الدین اشرفی صاحب کا مشاہداتی بیان ہے کہ:

”ضعف دیر کی اور علمی تبحر کے علاوہ جو حضرت ملک العلماء

جستہ اس کو مختلف مقامات پر لکھا ہے۔ لیکن میرے علم میں کوئی مستقل کتاب اس فن میں نہ تھی۔ اس لیے جب میں نے اور میرے ساتھ مولوی سید شاہ غلام محمد صاحب بہاری، مولانا مولوی حکیم سید شاہ عزیز غوث صاحب بریلوی، مولوی سید محمود جان صاحب بریلوی، حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا صاحب بریلوی، مولوی نواب مرزا صاحب بریلوی نے اس فن کو حاصل کرنا شروع کیا، تو کوئی کتاب اس فن کی نہ تھی، جس کو ہم لوگ پڑھتے۔

اسی وجہ سے اعلیٰ حضرت خود ہی اس کے قواعد زبانی ارشاد فرماتے۔ اسی کو ہم لوگ لکھ لیتے اور اسی کے مطابق عمل کر کے اوقات نصف النہار، طلوع، صبح صادق، عشاء، ضحوة کبریٰ، عصر، ہلکتے۔ لکھنے کے لئے۔ قولہ ہم لوگ لکھ لیتے اور اسی کے مطابق عمل کر کے

جہان ملک العلماء

حضرت ملک العلماء امام احمد رضا رحمہ اللہ کی تالیف اور علمی خدمات

بیان فرمائیں گے۔ یا پھر کچھ تفصیلی احوال ملک العلماء مصنفہ علامہ ساحل سہرا میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔ یا پھر مزید تفصیل دیکھنی ہو، تو حیات اعلیٰ حضرت کے صفحات مطالعہ کیجئے۔ اسی لیے ان کے تلامذہ اور وابستگان ہمدوم جاں نثاری پر آمادہ رہتے۔ اس سلسلے میں سبھی یکساں جذبات رکھتے ہیں، لیکن اس خصوص میں صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی، صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی، ملک العلماء اور قاضی عبدالوحید علیہم الرحمہ کی جاں نثاریاں بے نظیر ہیں۔ اسی جاں نثاری کے باعث حضرت کے وصال کے بعد بھی ان

تعالیٰ خاصی کتابیں دوران طالب علمی میں ہی خرید لیں۔ چند کتابیں خود حضرت ملک العلماء نے مجھ سے منگوا دی تھیں جن میں شرح جامی کی معروف شرح ”محرم آفتدی“ بھی شامل ہے“ (۵) ملک العلماء کی سب سے بڑی خوبی اپنے استاد گرامی اور مرہد برحق سے والہانہ وابستگی تھی۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے ملک العلماء کو ہمیشہ اپنی خصوصی نوازش کا مستحق سمجھا، اس لیے ملک العلماء کے دل میں بھی

جہان ملک العلماء

حضرت علامہ احمد رضا رحمہ اللہ نے یہ کتاب لکھی ہے جس کی حیات اور حیات

وزارت رسول قادری اور حضرت علامہ مولانا سید ہدایت
رسول قادری نورانی لکھنوی علیہا الرحمۃ سے بڑے دیرینہ محبت و
پیکار کے تعلقات تھے۔ حضرت والد ماجد سے اکثر ملک
العلماء کی علمی و جاہت اور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے ساتھ ان
کی گہری محبت و الفت کے واقعات زبانی سن رکھے تھے۔ سچ تو
یہ ہے کہ ملک العلماء اہل سنت والجماعت بالخصوص رضویوں
کے محسن تھے۔ لیکن صد افسوس کہ ہم نے اپنے اس محسن کی تا

کیسا استفادہ کر سکیں۔ آمین۔ جہاں سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم
بوقت رحمت اسے ساکنان صدر جلال
زر وی حافظہ و اس آستانہ یاد آریہ

☆☆☆

[1] تقدیم ملک العلماء مصنفہ علامہ ساحل شہرانی، جس کے ہاتھوں
تحقیقات امام احمد رضا، مکتبہ

جہان ملک العلماء
حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی شہسوار کی حیات اور علمی خدمات

ملک العلماء: فکر و رضا کے ترجمان

از قلم: مولانا غلام مصطفیٰ قادری رضوی، باسنی ناگور راجستھان

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی بلوچ کی حیات اور علمی خدمات

مولینا محمد ارشاد احمد ساحل سہرا می لکھتے ہیں:

”تصنیف، تدریس، خطابت، مناظرہ، خانگی معاملات، معمولات حیات حتی کہ اذکار و اوراد میں بھی حضور ملک العلماء علیحضرت کی پیروی اپنے اوپر لازم سمجھتے۔ اپنی پسند، ناپسند کو کوئی دخل نہ تھا، ہر کام علیحضرت کے مشورے اور حکم سے ہوتا۔ علیحضرت نے جہاں تدریس کیلئے متعین کیا۔ وہاں تشریف لے گئے، جہاں سے طلب کیا فوراً حاضر ہو گئے۔ ۱۳۲۹ھ تک بریلی شریف میں ہی رہے۔ اس کے بعد علیحضرت کے حکم پر شملہ تشریف لے گئے۔ بریلی واپسی ہوئی۔ پھر اعلیٰ حضرت نے آرا بھیجا، متعدد جگہ مناظرے کیلئے روانہ کیا، پٹنہ اور سہرام کے دوران قیام مراسلات کا سلسلہ قائم رہا، جن میں کتابوں کی تصحیح، متعدد کتب کے حوالوں کی تخریج، ہیئت و توقیت کے نقشہ جات تیار کرنے کا حکم ہوتا اور ملک العلماء خوشی خوشی ساری ذمہ داریوں سے کنارہ کش ہو کر ان احکام کی تعمیل کو اولین ترجیح دیتے۔“ (ملک العلماء ص ۵۲-۵۵ مطبوعہ کراچی)

زیر نظر مقالہ میں مسلک رضا کے فروغ و ارتقاء کیلئے کی گئی ملک العلماء کی کاوشوں کا مختصر ذکر کرنا مقصود ہے۔

حضرت ملک العلماء نے فکر رضا کے ترجمان ہونے کی حیثیت سے جو کام کئے ان کا اندازہ لگانے کیلئے ان کی حیات کے متعدد پہلوؤں کا مطالعہ کرنا ہوگا۔ تاہم یہ حقیقت بھی مسلم ہے کہ دارالعلوم منظر اسلام (۱۳۲۲ھ/۱۹۰۳ء) بریلی شریف کے ذریعے افکار دین و سنیت کو جو فروغ ملا وہ بلند مرتبہ دینی درسگاہ حضرت ملک العلماء کے منصوبہ ساز ذہن ہی کا نتیجہ ہے اور آج بجزہ تعالیٰ اس کی دینی، علمی خدمات جلیلہ سے ہر سنی ادارہ بالواسطہ یا بلاواسطہ فیض یاب ہے۔

ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی لکھتے ہیں:

”منظر اسلام قائم ہو گیا۔ ملک العلماء پڑھتے، امام احمد رضا

کے مشاغل علمیہ میں ہاتھ بٹاتے، نقل و تمہیض کرتے، حوالہ جات نکالتے، حوادث زمانہ پر گہری نظر رکھتے، وقت کے سرکشوں کو کراہی جواب دیتے۔ ”الصحیۃ مؤثرۃ“ کے بموجب راہوار قلم کو مہینہ لگ چکی ہے۔ لہذا وہ تصنیف و تالیف بھی کرتے، عہد طالب علمی ہی کی یہ پانچ کتابیں یادگار ہیں۔

(۱) ظفر الدین الجید ۱۳۲۳ھ (۲) مواہب ارواح القدس لکشف حکم العرس ۱۳۲۳ھ (۳) الحسام المسلول علی منکر علم الرسول ۱۳۲۳ھ (۴) شرح کتاب الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ ۱۳۲۳ھ (۵) مبین الہدیٰ فی نفی امکان المصطفیٰ ﷺ (امام احمد رضا، خطوط کے آئینے میں، ص: ۲۵۱)

امام احمد رضا بتمحور عالم، وسیع المطالعہ مفکر اور کثیر التصانیف مصلح تھے۔ مختلف علوم و فنون پر ایک ہزار کے قریب تصانیف میں ان کے خزائن علمیہ پوشیدہ ہیں اور ہر کتاب ایسی جس پر محققین علماء ریسرچ کرتے آرہے ہیں۔ ایک ایک استفتاء کے جواب میں وہ ضخیم کتاب لکھ دیتے تھے، جس میں حقائق و معانی کے گل بوٹے کھلے ہوئے نظر آتے ہیں۔ علوم و معارف کے دفاتر کھلے ہوئے ہیں۔ ایسی محققانہ اور مصلحانہ تصانیف کی صرف فہرست تیار کرنا بھی ایک اہم کار خیر تھا، تاکہ اسمائے کتب سے بھی مصنف کی جلالت علمی ظاہر ہو اور اس سے استفادہ کی کوشش جاری ہو۔

ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی لکھتے ہیں:

”۱۳۳۷ھ/۱۹۰۹ء کو علما و احباب خصوصاً حیدرآباد کے جلیل القدر عالم و بزرگ حضرت مولانا سید عبدالجبار قادری نے فرمائش کی کہ ملک العلماء مولانا سید محمد ظفر الدین رضوی امام احمد رضا کی تصنیفات و تحقیقات جسکی اس وقت تک تصنیف و تحقیق ہو چکی

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العبر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی دہلی کی حیات اور علمی خدمات

ہے کی ایک جامع فہرست مرتب کر دیں، کہ ملک العلماء ان دنوں وہیں دارالعلوم منظر اسلام کے مدرس ونگراں تھے اور اپنے استاذ علام کی کتب و مصنفات کی تمییز و تسوید اور طباعت و اشاعت کا اہتمام بھی کرتے تھے، ساتھ ہی خود بھی تصنیف و فتویٰ نویسی کرتے تھے۔ جو بغرض اصلاح امام احمد رضا کی نگاہ سے گذرتی تھی۔

بہر کیف تکمیل فرمائش میں ملک العلماء نے محنت و جانفشانی سے فہرست تیار کی، جس کا تاریخی نام ”المجمل

مسلل کرتے رہتے۔ چنانچہ آپ کے فرزند محترم ڈاکٹر مختار الدین احمد آرزو رقم طراز ہیں:

”۱۹۴۴ء میں اس بات کی ضرورت محسوس کی گئی، کہ ان

(امام احمد رضا) کے مسودات درست کئے جائیں اور بعض اہم تصانیف

شائع کی جائیں۔ مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ

۱۴۰۲ھ کے اصرار پر ملک العلماء بریلی تشریف لے گئے اور تین ماہ

وہاں رہ کر بہت محنت و توجہ سے منتشر مسودات مرتب کئے۔ جو بیشتر

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدظلہ کی حیات اور علمی خدمات

ضرورت نہ ہوگی، تفسیر، حدیث، فقہ، تصوف، عقائد اخلاق کے علاوہ تاریخ، جغرافیہ، ہیئت، توقیت، حساب جبر و مقابلہ، تفسیر، جفر، زائچہ، کون سے علوم ہیں جن میں اعلیٰ حضرت کی تصنیف نہیں، جس وقت یہ کتابیں جناب کی ہمت و محنت و توجہ سے چھپ جائیں اس وقت لوگوں کی آنکھیں کھلیں گی کہ اعلیٰ حضرت کیا تھے، واقعی جناب نے انہیں حیات جاوید بخشی اور ہر شخص کو ان کے علوم و فنون سے متمتع ہونے کا موقع دیا۔

میرے بریلی سے آنے کے بعد سے اس وقت تک ربیع الاول تارمضان شریف تین رسالے چھپے ہیں اور وہ تو وہی ”نشاط السکین“ جس کی نصف سے زیادہ کاپیاں میرے سامنے لکھی جا چکی تھیں اور دوسرا رسالہ ”الاسد السوال“، تیسرا ”غایۃ التحقیق“ یہ سب رسالے نمبر ۱۳ سے ۱۳ تک میں نے منگوائے ہیں۔ افسوس ہے کہ ۵، ۴، ۳ جو لاہور میں چھپنے کے واسطے بھیجے تھے۔ معلوم ہوتا ہے، کہ اب تک انہوں نے چھپوا کر نہیں بھیجا، مولوی ابوالبرکات سید احمد صاحب سے ایسی توقع نہ تھی اور تین رسالے نمبر ۱۱، ۱۲، ۱۳، بہت خراب چھپے ہیں، صحت کا بھی التزام نہیں کیا ہے۔

بریلی شریف والے منشی صاحب جنہوں نے رسالہ اتا ۱۰۰ کی کتابت کی تھی، بہت ہی خوشخط ہیں۔ یہ بیچارے بدایونی صاحب ٹھیک نہیں ہیں۔ بہتر ہے کہ انہیں منشی صاحب سے کتابت کا کام لیا جائے۔ خدا جناب کو اپنے مقصد عالی میں کامیاب کرے تاکہ تصانیف (کی اشاعت) کا کام حسب خواہش انجام پائے۔“ (مکاتیب ملک العلماء قلمی ص ۱۵-۱۴)

سید پیارے علی بریلوی اور مولانا تقدس علی خان کے نام ایک مکتوب ۱۵/ محرم الحرام ۱۳۶۵ھ، یکم جنوری ۱۹۴۵ء میں حسب ذیل سطور ملتی ہیں:

”سید عرفان صاحب (قادری رضوی بلیسل پوری) کا خط آیا ہے کہ اعلیٰ حضرت کی تصانیف کی مکمل فہرست چھپ رہی ہے، تاکہ معلوم ہو کہ ان کی کیا کیا کتابیں ہیں اور کس کس فن میں، کس کس زبان میں اور کس حجم میں، یہ سب میں نے مکمل کر دیا، صرف چھپنا باقی ہے اور اب وہ چھپ رہی ہے کہ عرس شریف سے قبل چھپ کر شائع ہو جائے گی۔ اسے دیکھ کر کتاب آپ اشاعت کیلئے پسند کر لیجئے گا۔ (مکاتیب ملک العلماء قلمی ص ۵۷)

انہیں کو ایک دوسرے خط میں تحریر فرماتے ہیں :

”مولانا (مصطفیٰ رضا خاں) صاحب یقیناً اپنے سفر سے بریلی شریف پہنچ گئے ہوں گے۔ وہ اعلیٰ حضرت کی تصانیف اگر طباعت کیلئے تم عزیز کو روانہ فرمائیں تو ازیں چہ بہتر۔“ سلسلۃ المصطفیٰ“ میں نے بہت تلاش کی تھی، کہیں پتہ نہیں چلا۔ ہاں ”علوم الغیب“ کا مسودہ مجھے ملا تھا، جس کو بڑی محنت و کاوش سے میضہ کر کے اور تبویب اس کی کرا کے الماری میں رکھوا دیا ہے۔ مفتی اعظم صاحب سے اس کے متعلق خط و کتابت کیجئے کہ وہاں سے روانہ فرمادیں۔ واقعی عجیب و غریب کتاب ہے علم غیب کے مسئلہ میں اس کتاب کو دیکھ کر کسی کو شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ اس قدر مواد جمع کر دیا کہ شاید و بایں۔ وہ کتاب اگر چھپ جائے۔ سبحان اللہ و بجمہ۔ (مکاتیب ملک العلماء قلمی ص ۳۲-۳۱-۳۰ مقدمہ صحیح البہاری ص ۲۱)

ملک العلماء اپنے استاذ و پیر کا حد درجہ ادب و احترام تو کرتے تھے۔ وہ دوسروں کو بھی اس عظیم علمی ہستی کا کتابوں کے ذریعے شاگرد بننے کا موقع فراہم کرنا چاہتے تھے۔ اس لئے اشاعت تصنیفات رضا کیلئے وہ نئے نئے طریقے استعمال کرتے رہتے۔ آج امام احمد رضا کی شخصیت و فکر کے حوالے سے خاصا کام ہو رہا ہے۔ تاہم اس عبقری الشرق کی حیات و کارناموں سے

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی صاحب کی حیات اور علمی خدمات

سب سے پہلے جس نے نثری انداز میں کام کیا، وہ ملک العلماء کی ذات گرامی ہے۔ ان کے اس رضویاتی کار کا محققین ادباء کو بھی اعتراف ہے۔ "حیات اعلیٰ حضرت" بلاشبہ ایک خزانہ ہے جس میں فکر رضا کو بحسن و خوبی بیان کیا گیا ہے۔ اس کی وجہ تالیف بیان کرتے ہوئے خود ملک العلماء رقم طراز ہیں:

"افسوس صد ہزار افسوس کہ اس آفتاب عالمتاب کو غروب ہوئے آج (۱۹۳۸ء) میں سترہ سال ہو گئے، مگر سوائے اس مختصر منظوم "ذکر رضا" (۱۹۲۱ء) حامی دین و ملت مولانا مولوی محمود جان صاحب جام جو دھپوری کے کوئی مفصل سوانح عمری آپ کی شائع نہ ہوئی۔ پھر بھی ہم رضویوں کو جناب حاجی مولوی سید ایوب علی صاحب رضوی بریلوی کا شکر گزار ہونا چاہیے، کہ اس کی طرف سب سے پہلے توجہ فرمائی اور برادران طریقت کو توجہ دلائی۔ ان کی تحریک سے بعض احباب نے کچھ حالات ان کے پاس لکھ بھیجے اور زیادہ حصہ خود سید صاحب موصوف نے لکھا۔ جب ان کو میرے حیات اعلیٰ حضرت (۱۹۳۸ء) لکھنے کی خبر ہوئی، تو جو کچھ مواد ان کے پاس تھا۔ سب مجھے عنایت فرما دیا۔ خداوند عالم کا ہزار ہزار شکر کہ عرصہ بارہ میں یہ کتاب چار جلدوں میں مکمل ہوئی اور باعتبار ختم تالیف مظهر المناقب (۱۳۶۹ھ) تاریخی نام تجویز ہوا مولیٰ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے اور سب سنیوں کو اس سے فائدہ پہنچائے۔ آمین۔ (حیات اعلیٰ حضرت ۱/۸۱ مطبوعہ ممبئی ۲۰۰۳ء)

حیات اعلیٰ حضرت بلاشبہ باب رضویات کی زینت ہے آج فکر رضا پر تحقیق کرنے والوں کیلئے یہ اولین ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس میں امام احمد رضا کی سوانح عمری صرف ولادت، تعلیم و تربیت اور مریدین بنانے تک ہی نہیں، بلکہ ان کے آثار علمیہ پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ ان کی جلالت علمی، مقام عشق اور رد بدعات و

منکرات میں بے مثال کاوشوں کا محققانہ بیان بھی بطور احسن ہوا ہے۔ حیات اعلیٰ حضرت کی دوسری جلد میں تصانیف امام احمد رضا کے حوالے سے حضور ملک العلماء نے جو بحث فرمائی ہے، وہ ایک طرف امام احمد رضا کی علمی بصیرت ظاہر کرتی ہے تو دوسری طرف حضرت ملک العلماء کی لیاقت و استعداد علمی پر بھی دلالت کرتی ہے۔ افکار و نظریات رضا کو جس خوش اسلوبی سے بیان کیا گیا ہے۔ وہ مصنف کتاب کا حصہ ہے، مذکورہ کتاب میں ہی رد بدعات و منکرات پر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کی نگارشات کو بھی بڑے اچھے طریقے سے ذکر کیا ہے۔ جن کے مطالعہ سے یہ بے بنیاد الزام خاک میں مل جاتا ہے، کہ "وہ (اعلیٰ حضرت) بدعتوں کے فروغ میں کوشش کرتے تھے۔" حیات اعلیٰ حضرت کی تیسری جلد میں اس بے بنیاد بہتان کا خوب پردہ چاک کیا گیا ہے اور امام احمد رضا کو چودہویں صدی کا مجدد ثابت کیا گیا ہے۔ ظاہر ہے مجدد وہی ہوتا ہے، جو دین کو تازہ کرتا ہے بدعات کا خاتمہ کرتا ہے۔

الغرض ملک العلماء اپنے مربی و محسن اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے علمی و فکری مشن کی اشاعت کیلئے ہمیشہ مصروف رہے اور دنیا کو بتا دیا، کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی نے کوئی نیا مسلک ایجاد نہیں کیا، بلکہ وہ دین حقہ اہلسنت و جماعت کے ہی مبلغ و داعی تھے۔

☆☆☆

”حیات اعلیٰ حضرت“

صبح تالیف سے لے کر شام طباعت تک

از قلم: پیرزادہ اقبال احمد فاروقی ایم اے مرکزی مجلس رضا، لاہور، پاکستان

ہم آپ کی خدمت میں ”حیات اعلیٰ حضرت“ کا تذکرہ کر رہے ہیں۔ یہ کتاب اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، امام اہلسنت، مولانا الشاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی پینسٹھ سالہ (۱۸۵۶ء تا ۱۹۲۱ء) زندگی کے حالات پر مشتمل ہے۔ اسے اعلیٰ حضرت کے ایک شاگرد رشید، فاضل علوم دینیہ اور خلیفہ خاص، حضور ملک العلماء، مولانا سید محمد ظفر الدین قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ نے مرتب کیا تھا۔ اس کتاب کے اکثر واقعات فاضل مولف کے مشاہداتی قلم کا نتیجہ ہیں۔ اعلیٰ حضرت کے معاصر علماء کرام، صاحبزادگان محترم، شاگردان عزیز اور خدمت گزارانِ دربار رضویت کی روایات پر مشتمل ہیں۔ کئی مقامات پر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی اپنی زبان سے بیان کردہ احوال موجود ہیں اور بعض اوقات آپ کے انٹرویو سے اقتباسات لئے گئے ہیں۔

”حیات اعلیٰ حضرت“ آج سے اسی سال پہلے لکھی گئی تھی۔ آج ”فاضل بریلوی“ جن کے حالات پر یہ کتاب ہے اور ”فاضل بہار“ جو حالات کو جمع کرتے رہے ہیں کو اس جہان ناپائیدار سے رخصت ہوئے ایک عرصہ ہو گیا ہے اور دنیا کی نگاہیں اس کی اشاعت کیلئے مدتوں چشم براہ رہی تھیں۔ الحمد للہ یہ ایک نادر ورثہ بڑے طویل مراحل طئے کرنے کے بعد ایک کتاب کی شکل میں نمودار ہوا ہے۔

حضور ملک العلماء مولانا سید محمد ظفر الدین رضوی رحمۃ اللہ علیہ

نے اعلیٰ حضرت کے وصال (۱۹۲۱) کے سترہ سال بعد ۱۹۳۸ء میں آپ کے حالات قلم بند کرنا شروع کئے اور اسے شبانہ روز کوششوں سے پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ مؤلف علام کے ایک رفیق کار سید ایوب علی رضوی جو بریلی میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے قلمی مسودات، تالیفات اور فتاویٰ جات کے ایک عرصہ تک منصرم تھے۔ انہوں نے یہ کتاب لکھنے کی تجویز اور تشویق کی۔ جسے حضور ملک العلماء نے ایک ضخیم کتاب میں مرتب کر کے دنیائے سنیت پر بہت بڑا احسان فرمایا۔

یہ اُس زمانے کی بات ہے جب ”حیات اعلیٰ حضرت“ مکمل طور پر مرتب ہو کر طباعت کے مراحل طئے کرنے لگی تھی۔ ۱۳۵۶ھ میں اس کتاب کا مکمل مسودہ تیار ہوا۔ تو مؤلف علام نے بعض حضرات کی خدمت میں نظر ثانی کیلئے پیش کیا۔ خصوصاً اعلیٰ حضرت کے پیر و مرشد و حضرات مارہروی کے صاحبزادگان عظام اور علماء کرام کی خدمت میں پیش کی گئی۔ ”جہان رضا“ لاہور ماہ اپریل و مئی ۲۰۰۳ء میں بعض قدیم خطوط چھپے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ فاضل مولف نے کتاب کا پورا مسودہ مارہرہ شریف کے سجاد نشین محمد میاں قادری کی خدمت میں نظر ثانی کیلئے شعبان ۱۳۷۱ھ کو پیش کیا تھا پھر بعض حضرات نے اس کتاب کو پریس میں جاتے ہوئے دیکھ کر آرڈر بھی بک کروائے کہ یہ کتاب چھپتے ہی ان تک پہنچے۔ ملک بھر میں اس کتاب کی طلب کی سرگرمی نظر آنے لگی۔ مگر نامعلوم یہ کتاب کیوں نہ چھپ سکی۔ ہم ان حالات

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی علیہ السلام کی حیات اور علمی خدمات

کی طباعت کے اشتیاق کا اظہار کیا اور اصرار کیا کہ کتاب کا قلمی مسودہ انہیں دیا جائے تو اسے دو سال کے اندر اندر زیور طباعت سے آراستہ کر کے عوام تک پہنچا دیا جائے گا۔ ڈاکٹر مختار الدین احمد صاحب ایک کتاب دوست، دانشور ہیں۔ وہ تحقیقی امور سے بے پناہ دلچسپی رکھتے ہیں۔ اس سلسلہ میں وہ عالمی شہرت کے مالک ہیں۔ انہوں نے ان علماء کرام کے اشتیاق اور اصرار کو دیکھا، تو بلا تامل کتاب کا مسودہ ان کے حوالے کر دیا۔

”حیات اعلیٰ حضرت“ کا مسودہ جو ایک تاریخی ورثہ تھا اور بے حد اہمیت کا حامل تھا، مولانا محمد محمود احمد قادری برکاتی، سجادہ نشین خانقاہ قادریہ اشرفیہ، بھوانی پور، ضلع مظفر پور (بہار) کے زیر نگاہ آ گیا۔ انہوں نے اخبارات میں اعلان کیا، کہ ”حیات اعلیٰ حضرت“ چھپ رہی ہے، شائقین کتاب اس کے حصول کیلئے آرڈر بک کروائیں۔ یہ اعلان بڑا خوش کن تھا، سارے ہندوستان میں ہی نہیں، سارے پاکستان میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ چالیس سالہ گم گشتہ خزانہ برآمد ہونے کی بشارت مل گئی اور اب اہل علم اس کی راہیں دیکھنے لگے۔ اس اعلان پر یقین کرتے ہوئے ”مرکزی مجلس رضا لاہور“ نے اعلان کیا، کہ ”حیات اعلیٰ حضرت“ کو مختلف حصوں میں شائع کر کے مفت تقسیم کیا جائے گا۔ ”ماہنامہ جہان رضا لاہور“ نے حیات اعلیٰ حضرت کی جلد اول جو کراچی سے چھپ چکی تھی۔ تین اقساط میں چھاپ کر مفت تقسیم کرنا شروع کر دی اور ساتھ ہی اپنے قارئین کو یقین دلایا، کہ جو نہی ہندوستان سے کتاب چھپ کر آئی جائے گی، اسے بالاقساط شائع کر کے تقسیم کیا جائے گا۔



کا اندازہ نہیں کر سکتے کہ یہ کتاب پریس کے دروازوں پر دستک دے کر کیوں واپس آگئی اور کتاب کا مسودہ کن حضرات کی نظر بد کی نذر ہو گیا اور کس بزرگ کے ذخیرہ کتب میں آج تک دبا پڑا ہے۔

۱۹۳۷ء میں ملک تقسیم ہو گیا۔ پاکستان کا وجود عمل میں آیا۔ برصغیر کے مسلمان اہل علم مختلف اطراف میں بکھر گئے۔ فاضل مؤلف اپنے آبائی وطن، بہار چلے گئے۔ سید ایوب علی رضوی پاکستان آ گئے اور یہ معلوم نہ ہو سکا کہ ”حیات اعلیٰ حضرت“ کے اوراق کہاں کہاں بکھر گئے۔ سید ایوب علی رضوی جب ہجرت کر کے لاہور آ گئے تو ان کے پاس کتاب کے چند صفحات تھے۔ انہوں نے کراچی کے بعض سابقہ رفقاء سے مل کر ”حیات اعلیٰ حضرت“ کی طباعت کا بندوبست کیا۔ ۱۹۵۵ء میں ”حیات اعلیٰ حضرت“ کی جلد اول چھپوانے میں کامیاب ہو گئے۔ یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ باقی جلدیں کس کے پاس محفوظ ہوئیں۔ یہ کتاب پہلی بار کراچی سے مکتبہ ”رضویہ“ آرام باغ سے چھپی اور شبستان رضویت کی شمع بن کر اہل علم تک پہنچی۔ جلد اول کی اشاعت کے بعد ”تشنہ لبان حیات اعلیٰ حضرت“ کے اشتیاق میں بے پناہ اضافہ ہو گیا اور وہ مکمل کتاب کی طلب کیلئے بے تاب نظر آنے لگے۔

قیام پاکستان کے بعد کئی سال گذر گئے، مگر اس کتاب کی طرف نہ کسی نے توجہ دی نہ کوئی آواز سنائی دی۔ مولوی سید ایوب علی رضوی ۱۹۷۰ء میں لاہور میں انتقال کر گئے۔ ۱۹۸۲ء میں امین شریعت حضرت مفتی رفاقت حسین رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے حضرت مولانا محمود احمد قادری اشرفی (مؤلف تذکرہ علماء اہلسنت و مرتب مکتوبات اعلیٰ حضرت) مؤلف گرامی کے فرزند ارجمند ڈاکٹر

مختار الدین احمد سادات صدر شیعہ لی مسلم ہونور شری علی گڑھ کے پاس

حضور ملک العلماء اور رد شیعیت

از قلم: مفتی ولی محمد رضوی، سنی تبلیغی جماعت، باسنی، ناگور، راجستھان

جاتے رہے، لیکن جب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کی شاگردی ۱۳۲۲ھ میں اختیار کی تو انہوں نے ظفر الدین تجویز کیا بعد میں جب تک بریلی میں رہے اپنے نام کے آگے عبیدالمصطفیٰ بھی لکھتے رہے۔

چار سال کی عمر میں ۱۳۰۷ھ سے آپ کے والد ماجد نے تعلیم شروع کر دی۔ رسم بسم اللہ خوانی حضرت شاہ چاند صاحب کے مبارک ہاتھوں سے انجام پائی۔ ابتدائی تعلیم والد ماجد نے دی۔ پھر قرآن مجید اور اردو و فارسی کی کتابیں اپنے گھر پر حافظ مخدوم اشرف مولوی کبیر الدین اور مولوی عبداللطیف سے پڑھیں، شادی کے بعد مولوی شیخ بدر الدین اشرف، مولوی محی الدین اشرف صاحبزادگان رئیس دیندار والا تبار عالی جناب شیخ رمضان علی مرحوم کے اصرار پر مدرسہ غوثیہ حنفیہ میں تفسیر جلالین، میرزا ہدو وغیرہ کا درس لیا۔

اس کے بعد حضرت مولانا شاہ وحی احمد محدث سورتی قدس سرہ کی علمی شہرت سن کر ۲۵ جمادی الآخر ۱۳۳۰ء کو مدرسہ حنفیہ پٹنہ آگئے جہاں آپ نے مسند امام عظیم، مشکوٰۃ شریف اور ملا جلال، پڑھی پھر دارالعلوم کانپور میں پہنچ کر وہاں کے مشہور استاد مولانا احمد حسن کانپوری سے منطق کی کتابیں پڑھیں اور مولانا شاہ عبداللہ پنجابی کانپوری سے ہدایہ آخرین ختم کی۔ کانپور سے پہلی بھیت میں محدث سورتی کا قائم کردہ مدرسہ دارالحدیث میں پہنچ کر ان سے درس

مجددین ملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قادری برکاتی رحمۃ اللہ علیہ نے احقاق حق و ابطال باطل کا جو فریضہ انجام دیا اس پر علماء نے بہت کچھ لکھا ہے بلاشبہ وہ اسلام و سنت کے فروغ میں زندگی بھر مصروف رہے اور بدعات و منکرات کی بیخ کنی میں خوب لکھتے رہے۔ اسی طرح آپ کے خلفاء اور شاگردوں نے بھی مذاہب باطلہ کی قلعی کھولی اور ان کے گندے عقائد و نظریات سے قوم مسلم کو آگاہ کیا حضور ملک العلماء علامہ مفتی سید محمد ظفر الدین فاضل بہاری اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے خاص شاگرد اور خلیفہ تھے، جن پر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کو ناز تھا اور شاگرد و مرید کو اپنے استاذ و پیر سے خاص عقیدت تھی، اسی لئے صحبت و محبت کا یہ سلسلہ عرصہ تک جاری رہا۔ اعلیٰ حضرت کا یہ شعر حضور ملک العلماء کے مقام کو بڑھاتا ہے۔

میرے ظفر کو اپنی ظفر دے

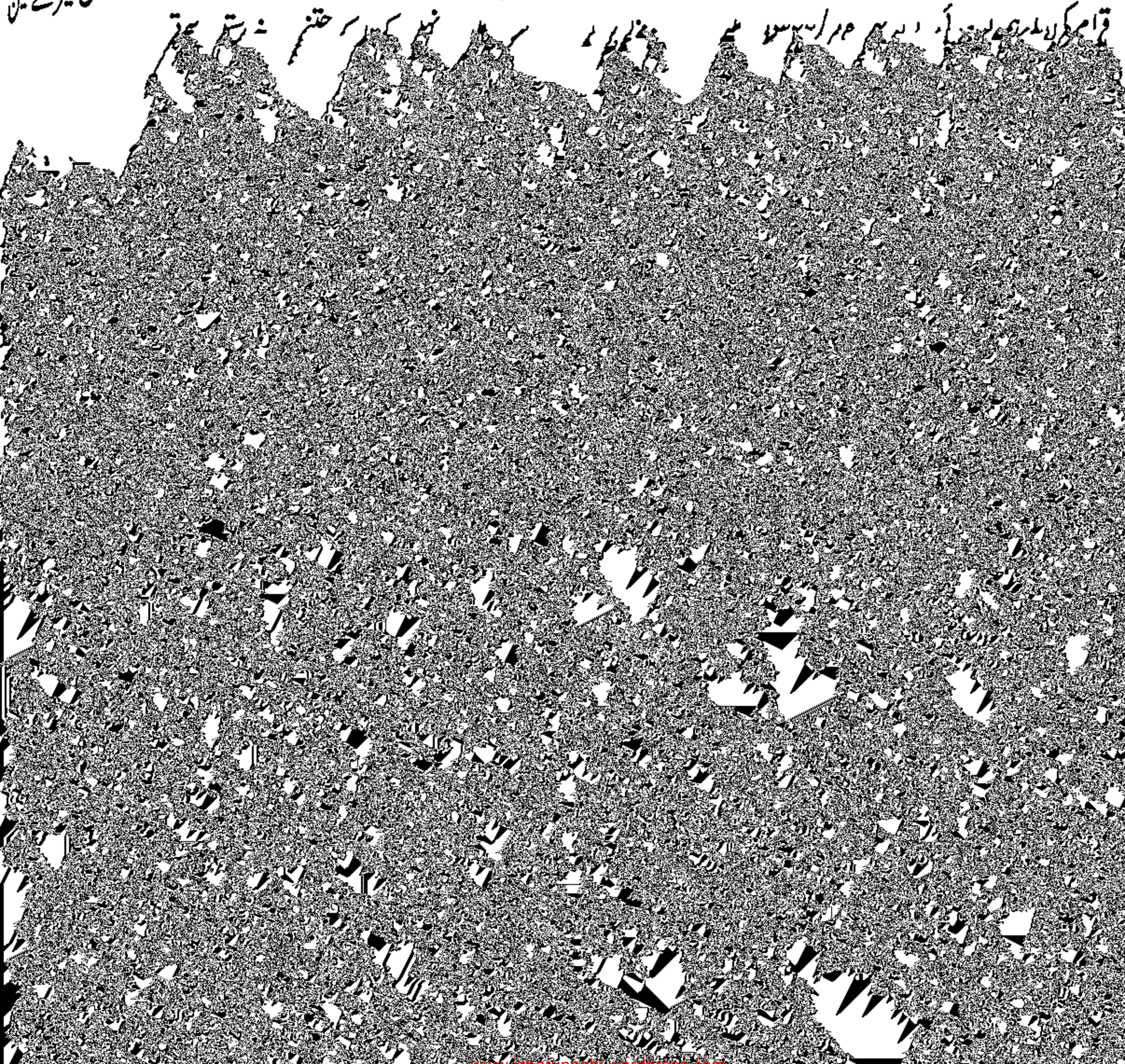
اس سے شکستیں کھاتے یہ ہیں

حضور ملک العلماء مفتی سید محمد ظفر الدین قادری رضوی کی پیدائش رسول پور میجر ضلع پٹنہ صوبہ بہار میں ۱۰ محرم الحرام ۱۳۰۳ھ مطابق ۱۹ اکتوبر ۱۸۸۰ء کو صبح صادق کے وقت ہوئی، والد صاحب نے تاریخی نام غلام حیدر اور مختار احمد تجویز کیا۔ اعزاکم خواہش پر ظفر الدین رکھا گیا، ایک عرصہ تک اسی نام سے پکارے

کیا، چار سال وہاں تعلیم دیتے رہے اور فاضل بریلوی کی ہدایت پر فاضل بریلوی کی خدمات بھی انجام دیتے رہے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اپنے شاگردوں سے بہت محبت فرماتے تھے۔ ملک العلماء کو بھی آپ بہت نیک دُعاؤں سے نوازتے اور آپ کی بہت قدر کرتے، جیسا کہ اپنے ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:

”مکرمی مولانا مولوی محمد ظفر الدین صاحب قادری سلم فقیر کے یہاں کے اعز طلبہ سے ہیں، اور میرے بجان عزیز، ابتدائی کتب کے بعد یہیں تحصیل علوم کی اور اب کئی سال سے میرے مدرسے میں مدرس اور اس کے علاوہ کارافتا میں میرے معین

حدیث لیا۔ آخر خوب سے خوب ترکی تلاش انہیں امام اہلسنت سیدنا امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی تک لے گئی۔ جن کے علم و قلم کی شہرت و طاقت دور دور تک پھیلی ہوئی تھی، پہلی ہی ملاقات میں بہت زیادہ متاثر ہوئے، اُن سے فیض اُٹھانا چاہتے تھے۔ اس وقت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کے یہاں نہ کوئی درس و تدریس کا سلسلہ تھا اور نہ ہی کوئی مدرسہ قائم تھا۔ آپ نے اعلیٰ حضرت کے چھوٹے بھائی مولانا حسن رضا بریلوی اور بڑے صاحبزادے مولانا حامد رضا خاں بریلوی مولانا حکیم سید امیر اللہ شاہ بریلوی اور دوسرے اصحاب سے مل کر مشورہ کیا اس طرح مدرسہ کے



یہ بات تاریخ کا معمولی طالب علم بھی جانتا ہے، کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں دو فرقے گمراہ ہو کر ہلاک ہو چکے ہیں۔ ایک رافضی دوسرے خارجی، رافضی اس لئے ہلاک ہوئے، کہ انہوں نے حضرت علی کو اس قدر بڑھایا، کہ انہیں خدا تک کہہ دیا۔ (تحفہ اثنا عشریہ) اور خارجیوں نے اس قدر ان سے بغض و عداوت رکھی کہ انہیں کافر کہہ دیا۔

غنیہ شرح منیہ میں ہے امالو کان مؤذیالی الکفر فلا یجوز اصلا کالغلاۃ من الروافض الذین یدعون الالوہیۃ لغلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ او ان النبوة کانت لہ فغلط جبریل (ص ۴۱۴-۴۱۵ مطبوعہ لاہور)

مذکورہ دونوں فرقے حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں پیدا ہو چکے تھے۔ ہاں شیعان علی جن کی کثرت کوفہ کے اندر تھی اولاً گمراہ و گمراہ گرنہ تھے، مگر اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا، کہ اگر ابن ملجم خارجی کے ہاتھوں ۴۰ھ میں حضرت علی کی شہادت ہوئی، تو یہ شیعان علی کے ہاتھوں ۶۱ھ میں میدان کربلا میں شہزادہ گلگلوں قبا جگر گوشہ مصطفیٰ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ اے نفوس قدسیہ کی شہادت ہوئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا، کہ تمہاری حالت حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسی ہے۔ یہودیوں نے ان سے یہاں تک عداوت کی، کہ ان کی والدہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی اور نصاریٰ نے ان سے محبت کی تو اس قدر حد سے تجاوز کر گئے کہ ان کو اللہ یا اللہ کا بیٹا کہہ دیا۔ (رواہ الحاکم)

نبی کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی کے پیش نظر حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے بھرے مجمع میں ارشاد فرمایا، کہ کان کھول کر سن لو، میرے بارے میں بھی دو گمراہ گروہ ہوں گے ایک

کے رد و ابطال میں ہمیشہ کوشاں رہتے ہیں اور دودھ کا دودھ پانی کا پانی کرنے والے مردان حق کسی لومۃ لائم کی پرواہ نہیں کرتے۔ ان فرقوں میں شیعہ فرقہ بھی شرانگیز اور فتنہ انگیز رہا ہے جس کا فتنہ خوش عقیدہ مسلمانوں کے ایمان کو کمزور کرنے والا ہے۔ یہ نام نہاد آل رسول کا شیدائی ہونے کا مدعی ہے، مگر کام یزید پلید جیسے کرتا ہے۔ سینہ کوبی، تعزیہ داری وغیرہ اور مرثیہ خوانی ان کے نمائشی کام ایسے ہیں، کہ بھولا بھالا سیدھا سادہ انسان ظاہری بناوٹ کو دیکھ کر متاثر ہو ہی جاتا ہے۔ چونکہ ان کے عقائد و نظریات بڑے خطرناک رہے ہیں، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جو دین و ملت کے پاسان ہیں۔ ان کے مقدس خون سے شجر اسلام نے سیرابی حاصل کی ان حضرات کے تعلق سے ان کے دلوں میں بغض و کینہ ہے۔ جب کہ ان مقدس نفوس نے جو کارنامے انجام دیئے، انہیں پڑھ کر تو اہل ایمان کے دل باغ باغ ہو جاتے ہیں۔ مگر یہ فرقہ باطلہ ان حضرات کی شخصیت پر کچھڑ اچھالنے کی کوشش کرتا ہے۔ جو خود ان پر اچھلتا جاتا ہے۔ ذلت و رسوائی ان کا مقدر بن جاتی ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مستند و جامع کتاب تحفہ اثنا عشریہ میں ان بد مذہبوں کی خوب خبر لی ہے اور رد و ابطال کا حق ادا کر دیا ہے۔ آئیے اس فرقہ شیعہ کے عقائد و نظریات بھی دیکھ لیں اور ایسے باطل عقائد و افکار کے حامل لوگوں سے ہمیشہ دور و نفور رہنے کی کوشش کریں۔

یوں تو علمائے اہل سنت نے متعدد مقامات پر اس گمراہ فرقہ کے ابتدائی دور اور پھر ان کی فسادی تعلیم کے تعلق سے لکھا۔ مگر انداز رد و ابطال اثنا عشریہ (از شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ) میں ہے وہ اپنی مثال آپ ہے کہ وہاں ہر بات حوالہ کے ساتھ لکھی گئی ہے۔ اس لئے اسی کتاب سے چند اقتباسات پیش کئے جائیں گے، تاکہ حقائق کا علم ہو سکے۔

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی پیشی کی حیات اور علمی خدمات

میری محبت میں حد سے تجاوز کرے گا اور میری ذات سے ان باتوں کو منسوب کرے گا، جو مجھ میں نہیں ہیں اور دوسرا گروہ اس قدر بغض و عداوت رکھے گا، کہ مجھ پر بہتان لگائے گا۔ (تاریخ الخلفاء)

دور حاضر میں خارجی و شیعہ اپنی حالت پر باقی نہ رہے، مگر عداوت و محبت میں غلو کرنے کی وجہ سے ضلالت و گمراہی سے تجاوز کر کے کفر و شرک اور الحاد و زندقہ کی دہلیز تک پہنچ گئے۔ شیعوں کے بنیادی عقائد اسلامی لباس اسلامی پہننے والے ابن سبا کے ایجاد کردہ ہیں۔ رافضی مصنف لکھتا ہے:

”ابن سبا وہ پہلا شخص ہے، جس نے ابو بکر و عمر و عثمان رضی المولیٰ عنہم کو گالیاں دیں اور سب شتم کا یہ عقیدہ شیعوں نے ابن سبا سے لیا ہے، ہر شیعہ خلفاء ثلاثہ کے خلاف خصوصاً اور عموماً تمام صحابہ کرام کے خلاف نفرت و حقارت کے جذبات رکھتا ہے۔“

(منظہر حق کا تاج الفحول صفحہ نمبر ۲۳۵)

عقیدہ اسلامی تو یہ ہے، کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ اس میں تحریف اور کمی بیشی کو کچھ دخل نہیں ہونا ہوگا۔

اثنا عشریہ فرقہ جو امامیہ سے ہیں کہتے ہیں، کہ آج کے دن یہ قرآن جو مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے، بالکل قرآن نہیں ہے۔ بلکہ اس میں بعض الفاظ لوگوں کے داخل کئے ہوئے ہیں اور نہ پورا قرآن ہے، جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اور ان کی حیات باقی تھا۔ بلکہ بہت آیتیں اس سے ساقط کر دی ہیں، کہ اس معاملے میں روایتیں کلینی کی جو ہشام بن سالم اور محمد بن جہم ہلالی سے ہیں۔

اس عقیدے میں بھی مخالفت کتاب اللہ کی صریح کیا، بلکہ اصرح ہے، جیسا کہ قول خدائے تعالیٰ کا بیان کیا جاتا ہے۔ لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ (یعنی نہیں پہنچتا

ہے اس کو باطل نہ سامنے سے نہ پیچھے سے) تَنْزِيلُ مِنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ (اور تنزیل ہے حکیم حمید سے) اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ (یعنی ہم ہی ہیں کہ ہم نے یہ ذکر نازل کیا اور ہم ہی ہیں حفاظت کرنے والے)

خیال کیا جائے، جس چیز کی حفاظت خدائے تعالیٰ کرے اس میں تغیر و تبدل کو دخل ہو سکتا ہے؟ اور یہ بھی ہے کہ پہنچانا قرآن کا جیسا کہ اتر ا تھا، ویسے ہی ذمہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے واجب تھا۔

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ (اے رسول پہنچا دو جو کچھ اترتا تمہیں تمہارے رب کی طرف سے اور ایسا نہ ہو، تو تم نے اس کا کوئی پیام نہ پہنچایا۔ کنزالایمان) اور سب اس بات کا یقین جانتے ہیں، کہ جو کوئی مسلمان ہوتا تھا اول اس کو قرآن سکھایا جاتا تھا۔ پھر دوسری تعلیم دی جاتی تھی۔ حتیٰ کہ آپ کے سامنے ہزاروں آدمیوں نے قرآن سیکھا تھا۔ چنانچہ بعض لڑائیوں میں ستر ستر آدمی قاری شہید ہوتے ہیں۔ بعض اس کے ہزاروں مسلمان شہر اور دیہات کے اس کی تلاوت کو

اعظم قربات سے جانتے ہیں اور صبح و شام اور نصف شب نماز اور غیر نماز میں اس کو پڑھا کرتے ہیں اور پہلے ہر لڑکے کو قرآن ہی پڑھاتے ہیں قرآن شریف کلینی اور تہذیب نہیں ہے کہ تقیہ کی راہ سے کنج خانہ میں صندوق مقفل میں چھپا رکھا ہو اور تنہائی کے وقت غیروں سے ڈرتے کانپتے ایسا نہ ہو کہ کوئی تورانی آجائے اور دیکھ پائے ایک دو صفحے اس کے چرا چھپا کر دیکھ لے، پھر جب ایسی کتابوں میں الحاق و تغیر پیش نہیں کیا جاتا، تو قرآن میں کیوں کر ہو سکتا ہے۔

اب عزت کی مخالفت اس عقیدے سے ہے، کہ تمام روایات امامیہ میں موجود ہے، کہ جملہ اہل بیت یہی قرآن پڑھتے ہیں اور عام و خاص کے ساتھ اسی کے وجوہ پر تمسک کرتے تھے اور

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رضی اللہ عنہ کی حیات اور علمی خدمات

اسی سے گواہی چاہتے تھے اور اس کی آیتوں کی تفسیر کرتے تھے، وہ تفسیر، جو کہ حضرت امام عسکری کی ہے۔ یہی قرآن ہے لفظ لفظ لڑکوں، کنیروں، خادموں اور اہل و عیال کو جو تعلیم فرماتے تھے وہ یہی قرآن ہے اسی کے پڑھنے کا نماز میں حکم کرتے تھے اور انہیں باتوں پر غور کر کے شیخ ابن بابویہ اپنی کتاب الاعتقادات میں اس عقیدہ کا ذہب سے دست بردار ہوا اور فارغ خطی دی، اسی سبب سے اس کو صدوق کہتے ہیں (تحفہ اثنا عشریہ باب پنجم ص ۲۶۴)

آپ نے تفصیلی جواب اس طرح مرحمت فرمایا۔ جس میں ایسے امام کے بارے میں حکم بھی بیان کیا جو ایسی خرافات کراتا ہو ملاحظہ کریں:

”تجزیہ مروجہ زمانہ کہ مجموعہ صد ہا خرافات و ہزار ہا وہابیات ہے قطعاً بدعت و ناجائز و حرام ہے۔ ذکر شہادت، سراپا سعادت جب کہ روایت صحیح مقبولہ سے ہو اور منکرات شرعیہ مثل کلمات توہین انبیاء و مرسلین و ملائکہ مقربین و اہل بیت طاہرین و صحابہ معظمین و مشائخ مکرمین و نوحہ و مرثیہ ممنوعہ و تکلف و تصنع غم پروری و سینہ کوبی و گریبان درمی و غیرہ محرمات سے خالی ہو۔ بلاشبہ جائز و مستحسن و موجب رحمت ذوالہمن ہے اور اگر شناعات پر مشتمل ہو تو حرام و گناہ کما نص علیہ العلماء فی کتبہم۔“

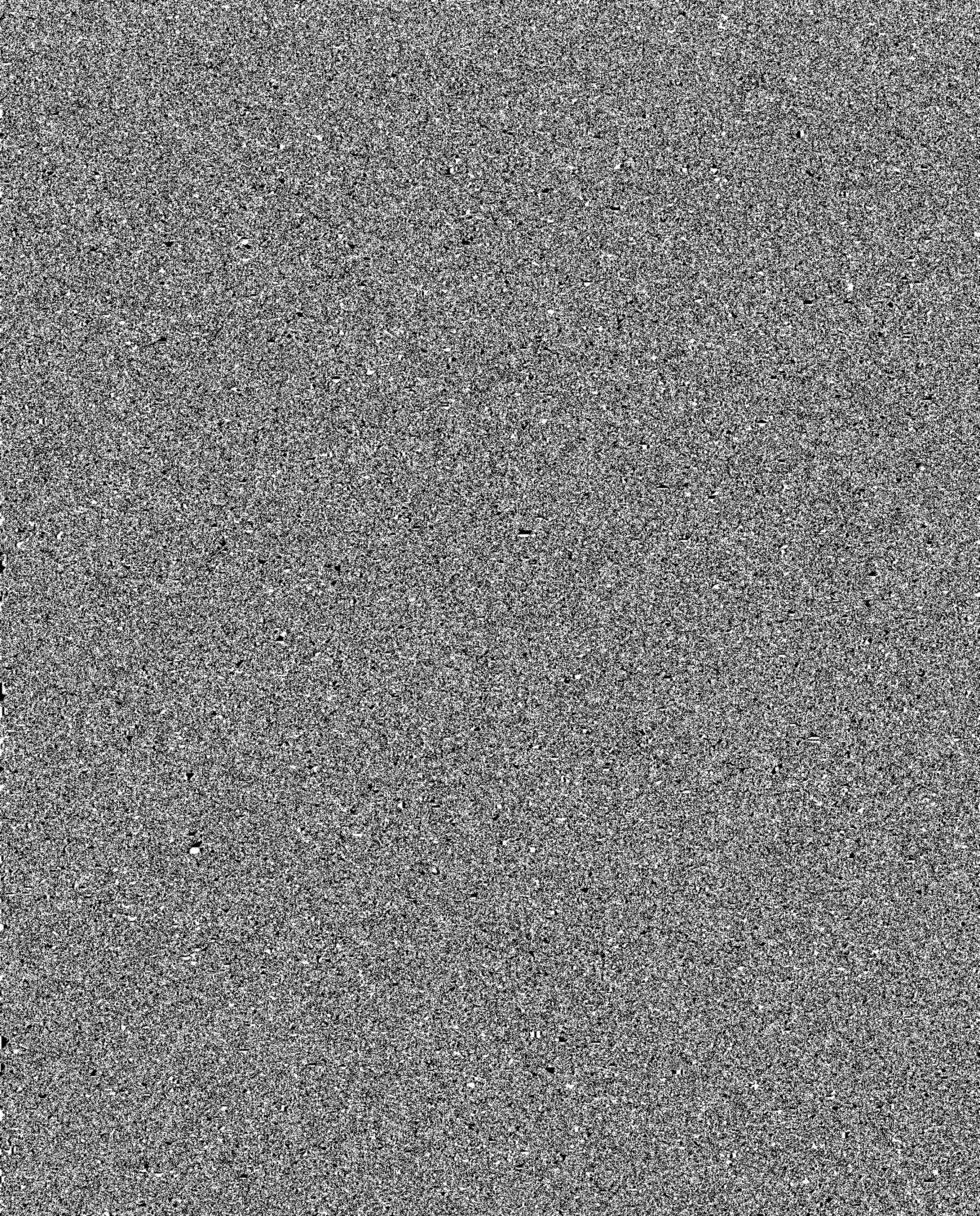
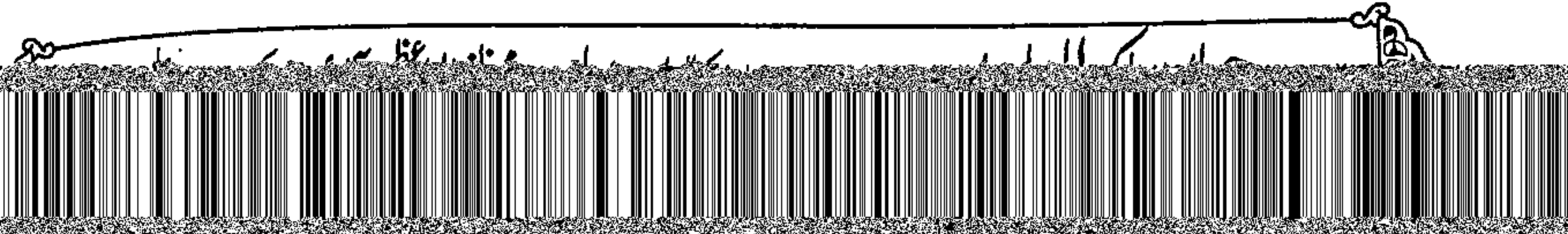
یوں ہی، فاتحہ امام علی جدہ الکریم و علیہ السلام و دیگر بزرگان دین و اولیاء کرام و سائر اہل اسلام شیرینی مالیدہ، شربت پر ہو یا کسی اور کھانے اور کپڑے وغیرہ پر تنہا فاتحہ ہر طرح جائز و مندوب و موجب اجر ہے۔

تجزیہ کا چڑھایا کھانا سے اگر یہ مراد کہ اس فاتحہ کا ثواب تجزیہ کو پہنچایا گیا ہو، تو اس میں قرآن شریف کی بے ادبی خصوصاً اس حالت میں کہ تجزیہ میں براق یا کسی کی شکل بنی ہو سخت اساءت ادب ہے۔ مگر تب بھی اس کے کھانے پینے میں حرج نہیں۔ ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی واجب الاعادہ، اس کو امام بنانا گناہ ہے، کہ ایسے شخص کے فسق میں شک کہ تجزیہ و علم شدہ بنانا، اس کی زیارت کو جانا، اس پر مٹھائی وغیرہ چڑھانا، ایام محرم میں مثل روافض مرثیہ خوانی کرنا، بلکہ اس میں سرگرم رہنا شیعوں سے میل جول، سلام و کلام، ان سے مواکلت، مشاربت کرنا، ان کی ناپاک مجلس میں شریک ہونا، کہ تبرا سے خالی نہیں ہوتی، ان کے یہاں کھانا کھانا، ان سے تبرک جانا، اپنی مجالس میں ان خبثا سے مرثیہ پڑھوانا، مجلس میں

ملک العلماء علیہ الرحمہ مجاہد حق تھے اہل سنت و جماعت کے فروغ و ارتقاء میں ہمیشہ کوشاں رہے اور بدعات و منکرات کے رد و ابطال میں ہمیشہ تگ و دوں کرتے رہے اور کیوں نہ ہو کہ ان کے پیش نظر احادیث مصطفیٰ تھیں کہ بدعات و منکرات کو دیکھ کر عالم اپنا علم ظاہر کرے اور ان کو حتی الامکان دور کرنے کی کوشش کرے۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

اذا ظهر الفتن او البدع فی امتی ولم یظہر العالم علمہ فعلیہ لعنة الله والناس اجمعین جب میری امت میں فتنہ و گمراہی ظاہر ہو اس وقت میری امت کا عالم اپنے علم کے ذریعے میری امت کی رہنمائی کر کے ایمان و عقیدہ کا تحفظ نہ کرے تو اس پر اللہ اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔

ذیل میں ملک العلماء کے چند فتاویٰ نقل کئے جاتے ہیں۔ اگرچہ وہ چند ہیں، مگر معنوی طور پر کافی رہنمائی ان میں موجود ہے۔ فتنہ کی سرکوبی بحسن و خوبی کی گئی ہے، احباب اہل سنت کے تحفظ ایمان کی بھی خوب کوشش کی گئی ہے۔ آج ان قیمتی موتیوں سے ہم اپنی متاع ایمانی کا تحفظ کر سکتے ہیں اور ایمان میں چمک دمک لا سکتے ہیں۔ ملک العلماء سے شیعہ کے بارے میں اور ان کی رسوم کے بارے میں سوال کیا گیا، جو محرم کے مہینے میں ادا کی جاتی ہیں، تو



فن مناظرہ میں ملک العلماء کا مقام

از قلم: ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی

امتیاز بنی ہوئی ہیں۔ ذیل کی تحریر میں اختصاراً صرف مناظرانہ خوبیوں پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔

بائیس سال کا مناظر اور بے مثال مناظرہ، چونکہ ملک العلماء ۱۳۰۳ھ میں پیدا ہوئے، ۱۳۲۵ھ میں درسیات کی تکمیل فرمائی، ۱۳۲۶ھ میں امام احمد رضا نے مدنی جبہ اور خاص دعادے کر انہیں مناظرہ میوات کے لیے روانہ فرمایا۔ اس وقت آپ اپنی عمر کی تیسویں بہار سے گزر رہے تھے۔ ملک العلماء تشریف لے گئے، تو باطل کے پرستار چارز انوچت ہو گئے اور ملک العلماء فتح و ظفر کی دھوم مچاتے بریلی واپس لوٹے، ذرا قدرے تفصیل میں خود ملک العلماء کی زبانی سنئے:

”۱۳۲۶ھ ملک میوات میں وہابیہ دیوبندیہ نے بہت اودھم مچا رکھا تھا اور بے چارے سیدھے سادھے میواتیوں کو اپنے دام تزیور میں پھنسانا چاہتے تھے کہ جناب مولانا صوفی رکن الدین صاحب الوری نے مولوی احمد حسین خان صاحب رامپوری مقیم درگاہ معلیٰ اجمیر شریف اندرون حجرہ نواب رامپور کو کسی عالم مناظر کو لینے کے لیے بریلی بھیجا۔ مولوی صاحب موصوف بریلی حاضر ہوئے اور اعلیٰ حضرت سے وہاں کے حالات عرض کئے، اس وقت اعلیٰ حضرت نے مجھے یاد فرمایا اور حکم دیا کہ ملک میوات تحصیل نواح فیروز پور جھرگا میں وہابیوں سے مناظرہ کرنا ہے، آپ مولانا کے

ملک العلماء حضرت مولانا سید محمد ظفر الدین رضوی علیہ الرحمہ ۱۳۱۲ھ میں بریلی شریف حاضر ہوئے، ۱۳۲۵ھ تک امام احمد رضا سے اخذ علم و فیض کرتے رہے، فارغ ہوتے ہی جامعہ منظر اسلام میں مدرس مقرر ہوئے، جہاں آپ ۱۳۲۹ھ تک درس دیتے رہے۔ ۱۳۳۰ھ میں امام احمد رضا کے حکم سے جامع مسجد شملہ پھر مدرسہ حنفیہ فیض الغربا آرا اور پھر وہیں سے مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ تشریف لے گئے۔ شوال یا ذی قعدہ یا ذی الحجہ ۱۳۳۲ھ میں خانقاہ کبیریہ سہرام بلائے گئے۔ ۱۳۳۸ھ کے آخر میں مدرسہ شمس الہدیٰ کے ارکان کے باصرار بلانے پر دوبارہ پٹنہ تشریف لائے۔ ۱۸ نومبر ۱۹۶۲ء کو امام احمد رضا کے وہ نور نظر، ”جان پدر بلکہ از جان بہتر“ اللہ کو پیارے ہوئے۔ خدا جانے والے کو خوش رکھے۔ (آمین)

ملک العلماء نہایت باکمال مدرس، معتمد مفتی، بے مثال خطیب، بے جوڑ مصنف، علم ہیئت و توقیت اور علم الافلاک میں بے تاج بادشاہ، تفسیر و حدیث اور فقہ میں لاثانی، مفسر و محدث و فقیہ اور فاتح و غالب مناظر اسلام تھے، ملک العلماء جماعت رضائے مصطفیٰ، بریلی کے سرپرست اور شعبہ مناظرہ کے صدر تھے۔ (تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ، بحوالہ سہ ماہی افکار رضا، مہینہ شمارہ اکتوبر تا دسمبر ۱۹۹۸ء) کمال تو یہ ہے کہ وہ ان تمام خوبیوں کے جامع تھے، جو انفرادی طور پر دوسرے لوگوں کیلئے وجہ افتخار اور شان

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی دہلی کی حیات اور علمی خدمات

اس پر بھی وہ لوگ خاموش محض رہے، آخر مجبوراً ان لوگوں نے بھی اعلان کیا: صاحبو! آپ لوگوں کے سامنے سب ابتدائی باتیں طے ہوئیں، جب علمی باتوں کی نوبت آئی، مولانا ظفر الدین صاحب نے جو سوالات کئے ان کے جواب میں ان تمام علماء نے سکوت محض سے کام لیا اور بالکل خاموشی میں تین گھنٹہ وقت صرف کر دیا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے پاس ان سوالوں کا کوئی جواب نہیں ہے اور یہ لوگ جواب سے قاصر ہیں، ورنہ کس دن کے لیے اٹھا رکھتے۔ ان لوگوں کا مذہب باطل اور مولوی شاہ امن الدین صاحب، مولوی شاہ ارشاد علی صاحب، مولوی ظفر الدین صاحب، مولوی احمد حسین خان صاحب وغیرہ علماء کا مذہب حق ہے۔ آپ لوگ آتے وقت دور دراز سے الگ الگ داخل ہوئے تھے، اب سب لوگ متفق ہو کر اس دروازہ سے مولوی ظفر الدین صاحب کے ساتھ مناظرہ گاہ سے باہر تشریف لے جائیے۔ چنانچہ ان چند مولویوں کے علاوہ بقیہ سب لوگ علمائے اہلسنت کے ساتھ ساتھ آئے۔ واللہ علی ذلک جب بخیر کامیابی کے ساتھ ہم لوگ بریلی شریف واپس ہوئے اور اعلیٰ حضرت کو اس مناظرہ کی روداد سنائی اور ان لوگوں کی خواہش کا اظہار کیا کہ میوات والے چاہتے ہیں کہ مناظرہ کے پورے حالات کتابی شکل میں شائع کر دیئے جائیں۔ وہ لوگ اس کی طباعت کے مصارف برداشت کرنے کو تیار ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے بھی اسے پسند فرمایا اور اس رسالہ کا تاریخی نام ”کے نجدی کا چپ مناظرہ ۱۳۲۶ھ“ رکھا اور جناب مولانا حسن رضا خان نے اس کا تاریخی نام ”شکست سفاہت ۱۳۲۶ھ“ رکھا، چنانچہ یہ رسالہ اسی زمانہ میں چھپ کر تمام ملک میں شائع کر دیا گیا۔“ (حیات اعلیٰ حضرت، جلد اول ص ۵۴ تا ۵۶ مطبع رضوی)

وہ دور مناظرانہ ہنگامہ آرائیوں کا آئینہ دار معلوم

ساتھ تشریف لے جائیے اور وہابیہ کو شکست دیجئے۔ میں نے عرض کیا، تعمیل ارشاد کو حاضر ہوں، حضور کی دعا کی ضرورت ہے۔ حضور کی دعا شامل حال رہی تو انشاء اللہ وہابیہ کو ضرور شکست ہوگی۔ اس وقت اعلیٰ حضرت مکان کے اندر تشریف لے گئے اور ایک ادنیٰ جبہ لا کر مجھے عنایت فرمایا اور ارشاد ہوا کہ یہ مدینہ طیبہ کا ہے۔ میں نے اسے دونوں ہاتھوں سے لے کر سر پر رکھا، آنکھوں سے لگایا اور رکھ لیا۔ اعلیٰ حضرت کی دعا اور اس جبہ مبارکہ کی یہ برکت ہوئی کہ وہابیہ کی طرف سے متعدد صاحبان مناظرہ کیلئے آئے تھے، ان میں ایک صاحب ایسے بھی تھے، جو بقول خود تین چار سال مکہ معظمہ میں قیام بھی کر چکے تھے اور اسی بناء پر بڑے زور سے دعویٰ کیا تھا کہ تقریریں سب عربی میں ہوں، ادھر سے کہا گیا کہ یہ مجلس مناظرہ ہے، دونوں طرف کی عوام بکثرت شریک جلسہ ہوئے ہیں، عربی میں فریقین کی تقریر ہونے سے یہ کیا سمجھیں گے، لیکن وہ نہیں مانے اور اسی پر اصرار کیا۔ دو تین فریقین کی تقریریں ہوئی تھیں کہ مولوی صاحب مصروف تقریر کرتے کرتے بول اٹھے: والناس فی مہنہ مولوی احمد حسین خان صاحب را پوری نے فوراً ٹوکا، مولانا یہ تو فصیح عربی نہیں ہوئی، فصیح عربی والناس لی سمجھنے ہے۔ کیا ایسی ہی عربی مکہ معظمہ سے سیکھ کر آئے ہیں؟ اس پر زبردست قہقہہ پڑا اور مولوی صاحب کھیانے سے ہو گئے۔ اس کے بعد بقیہ تقریر اردو میں کی، پھر فریقین کی تقریریں عربی کی جگہ اردو میں ہی ہونے لگیں، جب ابتدائی مباحثے طے ہو گئے اور علمی سوالات کی نواب آئی تو پہلے ہی سوال کا جواب میں سمجھوں نے ایسی خاموشی اختیار کی کہ ایک لفظ بھی نہ بول سکے، تقاضے پر تقاضے ہوئے، مگر ان کا سکوت نہ ٹوٹا۔ تین گھنٹے تک سب کے سب خاموش محض رہے، آخر ثالث و حکم صاحب نے کہا، مولانا کچھ تو بولیے تاکہ ہم لوگوں کو کچھ کہنے کا موقع ملے،

جہان ملک العلماء

حضرت ملک العلماء امام احمد رضا رحمہ اللہ کی تالیف "تاریخ حیات اور علمی خدمات"

ہوتا ہے، شاید اسی لیے جگہ جگہ اور بات بات پر مناظرہ ہوا کرتا تھا۔ شراب بولہبی چراغ مصطفوی بجانے کے درپے رہا ہوگا، مگر وہ شمع کیا بجھتی، بلکہ اس کی نو اور تیز ہوگئی۔ دشمن دین کے سینکڑوں نہیں نکالنے کے باوجود دین حنیف کا دریا روز افزوں موجزن ہی رہا، امام احمد رضا کے ایک مکتوب گرامی کا یہ حصہ ملاحظہ کیجئے، جس سے مناظرے کی ہماہمی، ملک العلماء کی مستعدی اور اس پر امام احمد رضا کا اظہار مسرت کا اندازہ ہوتا ہے:

”وہابیہ خذلہم اللہ تعالیٰ نے تین جگہ شور مچا رکھا تھا، بھاگلپور، فیروز آباد، راندریہ۔ بھاگلپور کا نتیجہ تو یہ ہوا کہ آپ کو اس اشتہار اور مولانا مولوی نعیم الدین صاحب کے خط سے واضح ہوگا، یہ خط اصل ہے، بعد ملاحظہ واپس ہو۔ فیروز آباد میں ایک صاحب مورچہ لیے ہوئے ہیں اور انشاء اللہ وہاں حاجت نہ ہوگی۔ راندریہ میں ابھی کوئی آدمی کام کا نہ گیا، وہاں ضرورت پڑتی معلوم ہوتی ہے۔ میں نے فاتحانہ بھاگلپور کو آج ہی لکھ دیا ہے کہ تیار رہیں، مگر انہوں نے وہاں کلکتہ جانے کو لکھا تھا اور شاید ابھی انہیں اطراف میں ان کا قیام مناسب ہو۔ لہذا آپ راندریہ جانے کے لیے تیار رہیں، میرے تار کا انتظار کریں۔“ (مکتوب امام احمد رضا بنام ملک العلماء، محررہ رجب المرجب ۱۳۲۶ھ حیات اعلیٰ حضرت، جلد اول، مطبع مکتبہ رضویہ ۲۷۴)

”آپ کی مستعدی پر بحمدہ تعالیٰ بہت جی خوش ہوا، جزاکم اللہ خیراً وبارک فیکم ویکم ویکم علیکم۔“

(مکتوب رضا بنام ملک العلماء محررہ ۲۲ رجب ۱۳۳۶ھ حیات اعلیٰ حضرت ص ۲۷۹)

جریدہ ”دبدبہ سکندری“ راپور، ۲۰ جون ۱۹۲۵ء کے حوالے سے مولانا محمد ادریس رضوی، ایم اے لکھتے ہیں: ”موضع پٹنہ

ضلع لوگرا میں مناظرہ کے لیے دونوں جانب سے خوب تشہیر کی گئی تھی، سنیوں نے ملک العلماء کی آمد پر ان کا شاندار استقبال کیا، غرض کہ مناظرہ شرور ہو گیا، ابتداً چند تحریرات کی آمد و رفت بزبان عربی ہوئی، جس سے غیر مقلدین کا مقصود علمی موازنہ تھا۔ مناظرہ کا وقت ایک بجے سے پانچ بجے تک کا تھا۔ ملک العلماء اسٹیج پر رونق افروز تھے اور غیر مقلدین کو بھرے مجمع میں چیلنج پر چیلنج کر رہے تھے۔ مگر افسوس کہ وقت مقررہ پر میدان میں شیر ہلسٹ کود کچھ کر کوئی بھی نہ آیا۔ حاضرین سے تمام جلسہ گاہ بھری ہوئی تھی، ہر ایک گردنیں اٹھا ٹھا کر دیکھتا اور پھر رہ جاتا تھا۔ غیر مقلدین کے مناظرین نے سنی شیر کو بلا تو لیا، مگر سامنے آنے کا یار نہ تھا۔ غیر مقلدین مناظرہ جلسہ میں نہ آئے اور سب نے راہ فرار اختیار کی۔ ان کے نہ آنے پر عوام بہت متاثر ہوئے اور یہ سمجھ گئے کہ سنیوں کی بات بالکل حق ہے اور یہی صراط مستقیم پر قائم ہیں۔ فوراً دو سو آدمیوں نے وہابیت اور غیر مقلدیت سے توبہ کی اور اسلام میں داخل ہو گئے۔“ (سہ ماہی افکار رضامینی، شمارہ اکتوبر تا دسمبر ۱۹۹۸ء صفحہ ۳۶)

رمضان ۱۳۳۳ھ میں ملک العلماء پٹنہ سے بریلی

تشریف لائے اور حسب عادت امام احمد رضا کی تصانیف میں تمہیض و ترتیب میں لگ گئے۔ اس دوران کلکتہ سے ناصر ملت الحاج لعل محمد خاں علیہ الرحمہ کا اعلیٰ حضرت کے پاس خط آیا، ملک العلماء کو فوراً کلکتہ روانہ کیا جائے، یہاں دیوبند کے تربیت یافتہ مولوی ولی اللہ مناظرے کا چیلنج دیتا پھرتا ہے۔ امام احمد رضا نے انہیں بیس روپے دے کر کلکتہ روانہ فرمایا۔ کچھار رضا کے اس شیر کے پہونچتے ہی مولوی موصوف کا پتہ پانی اور اس کے حوالی موالی کے جذبات ہرن ہو گئے۔ اس کا بیان ملک العلماء کے قلم سے پڑھیے:

”۱۳۳۳ھ میں جب مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ میں

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی صاحب کی حیات اور علمی خدمات

نام تسہیل التعديل صاف کر کے اصل نقل دونوں بنام اعلیٰ حضرت
بصیغہ رجسٹری روانہ کر دیا۔ (حیات اعلیٰ حضرت، ص ۴۲۸ تا ۴۹۳)

جامعہ اشرفیہ کے ہونہار مدرس مولانا ارشاد احمد مصباحی
نے ملک العلماء کے قیام سہرام پر ایک مفید معلوماتی مقالہ لکھا تھا،
جو ملک العلماء اور علمائے سہرام کے عنوان سے ماہنامہ جہان رضا،
لاہور، شمارہ جون ۱۹۹۹ء میں چھپا، محترم مقالہ نگار لکھتے ہیں:
”واضح ہو کہ حضرت ملک العلماء کے سہرام میں قیام کا زمانہ
۱۳۳۳ھ کے آخر سے لے کر ۱۳۳۸ھ تک ہے۔

ملک العلماء نے سہرام کے قیام میں ایک مناظرہ کیا،
جس کی روداد ”گنجینہ مناظرہ“ کے نام سے ۱۳۳۴ھ میں چھپی تھی۔“
مصنف کا یہ لکھنا ملک العلماء کے بیان کی روشنی میں بے
وزن ہو جاتا ہے، یہ مناظرہ قیام پٹنہ کا ہے اور مزید وضاحتیں آئینہ
مکتوبات رضا“ میں دیکھیے۔

”فتح مبارک ہو پہلے ہی معلوم تھا، مگر ہمارے حاجی
صاحب کا استعجاب جس کا حاصل یہ ہوا کہ آپ یہاں سے چلے
گئے..... سنیوں کی عام حالت یہ ہو رہی ہے کہ جن کے پاس مال
ہے، انہیں دین کا کم خیال ہے اور جنہیں دین سے غرض ہے، افلاس
کا مرض ہے۔ ورنہ کلکتہ میں حمایت دین کے لیے، دو ہزار روپے
ماہواری بھی کوئی چیز تھے، ادھر مدرسہ شمس الہدیٰ جس کی نسبت میں
نے سنا کہ ۱۶ ہزار روپے کی سالانہ جائداد اس کے لیے وقت ہے،
اس کا بھی ہاتھ میں رکھنا ضروری ہے۔“

مکتوبات امام احمد رضا بنام ملک العلماء بزمانہ قیام کلکتہ محررہ ۲۶/۱۲/۱۳۳۷ھ
مبارک ۱۳۳۷ھ)

مکتوب رضا کے اس حصے سے جہاں سنیوں کی غربت
و بے حسی اور مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ کی اہمیت پر روشنی پڑتی ہے، وہیں

مدرس اول تھا، رمضان شریف کی تعطیل میں اعلیٰ حضرت کی قدم بوسی
کے لیے حاضر ہوا۔ اس زمانہ میں اعلیٰ حضرت عم بیت میں ایک
کتاب تصنیف فرما رہے تھے اور میں اسے صاف کر رہا تھا۔ ارادہ تھا
کہ رمضان المبارک تمام کر کے شش عید کے جب مدرسہ کھلے گا،
پٹنہ واپس آ جاؤں گا، لیکن اوخر رمضان شریف میں جناب حاجی لعل
خان صاحب مرحوم کا خط پہنچا کہ یہاں ولی اللہ نامی ایک وہابی آیا
ہے اور جگہ جگہ مناظرہ کا چیلنج دیتا ہے، حضور والا مولانا ظفر الدین
صاحب کو روانہ فرمادیں۔ اس وقت وہ کتاب قریب ختم تھی،
اعلیٰ حضرت نے دو دن میں اس کو تمام کر دیا۔ لیکن مجھے نقل کرنا اور
صاف کرنا بہت باقی تھا، اس پر حضرت نے فرمایا کہ اس کو اپنے
ساتھ لیتے جائیے اور نقل کرنے کے بعد اصل اور نقل دونوں رجسٹری
سے واپس کر دیجئے گا۔ جب چلنے کا وقت ہوا اور اسٹیشن جانے کے
لیے سواری آگئی، اعلیٰ حضرت باہر تشریف لائے اور دونوں دس دس
روپے کے مجھے عنایت فرمائے اور ارشاد فرمایا کہ میرا ارادہ تھا کہ
امسال آپ عید میں یہیں رہیں گے، بچوں کیلئے یہ روپے نذر ہیں۔
مجھے شرم آئی کہ طلب علمی کا زمانہ تو ضرورت کا زمانہ تھا، اب تو میں
نوکر ہوں، میں پیر کی خدمت کیا کرتا اور ان کی نذر کرتا کہ الٹے پیر
ہی سے روپے وصول کروں۔ میں نے کچھ تامل کیا، اعلیٰ حضرت نے
باصرار عنایت فرمایا، میں نے قدم بوسی کرتے ہوئے وہ روپے لے
لیے اور کلکتہ روانہ ہوا۔ میرے بچے کی خبر ملتے ہی سارا جوش ٹھنڈا
ہو گیا، اب کس میں مناظرہ کا دم ہے، اعلیٰ حضرت کی دعا کا اثر ہے۔“
میرے ظفر کو اپنی ظفر دے اس سے شکستیں کھاتے یہ ہیں

مفصل کیفیت اس زمانہ میں حاجی عبدالرحمن مارواڑی
کے نام سے رسالہ ”گنجینہ مناظرہ“ ۱۳۳۴ھ میں چھپ کر شائع
ہو چکی ہے۔ کلکتہ کے قیام میں میں نے اس رسالہ مبارک کو جس کا

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدظلہ کی حیات اور علمی خدمات

”ملک العلماء نے آریاؤں، قادیانیوں، دہائیوں، دیوبندیوں اور دوسرے فرقہ بانی باطل کے اکڑنوں سے متعدد مناظرے کیے اور ہر جگہ سے کامیاب اور کامران لوٹ کر آئے، سہیت کے شیر پر امام احمد رضا علیہ الرحمہ والرضوان کو بھی ناز تھا۔“ (سہ ماہی افکار رضا، ممبئی شمارہ اکتوبر تا دسمبر ۱۹۹۸ء)

”تذکرہ علمائے اہل سنت“ کے مؤلف مولانا محمود احمد قادری کی تحقیق کے مطابق ملک العلماء کی تعداد کتب ۱۶۰ ہے۔ جب کہ ملک العلماء کے نامور فرزند ڈاکٹر مختار الدین آرزو اپنے نیک نام والد ماجد کے رشحات قلم کی تعداد ۷۰ بتاتے ہیں، لیکن یہ فہرست یقینی نہیں، جیسا کہ ڈاکٹر موصوف نے لکھا ہے۔ درج ذیل کتابیں ملک العلماء کی فن مناظرہ میں ملتی ہیں، جو صاحب سیرت کے علم مناظرہ میں عبور و کمال اور مہارت و بصیرت کی کھلی شہادتیں ہیں۔ (۱) ظفر الدین الجید ۱۳۲۳ھ (۲) الحسام المسلمون علی منکر الرسول ۱۳۲۳ھ (۳) شکست سفاہت ۱۳۲۶ھ (۴) بحم الكنزہ علی الکلاب المطرہ ۱۳۲۸ھ (۵) النمر اس لدفع کلام النہاس (۶) رفع الخلاف من بین الاحناف ۱۳۳۲ھ (۷) کشف الستور عن مناظرہ رامپور ۱۳۳۳ھ (۸) گنجینہ مناظرہ ۱۳۳۴ھ (۹) ظفر الدین الطیب۔ یوں تو ان کتابوں کے ناموں سے مفاہیم کچھ ظاہر ہیں، مگر فی الوقت یہ تمام علمی شہ پارے چشم مطالعہ اور اس قلم کی گرفت سے باہر ہیں۔ اسباب مناظرہ، رواد مناظرہ اور احوال و وجوہ نہ جاننے کی بناء پر راقم اثم تعارف و تبصرہ سے دست کش ہونے ہی میں عافیت سمجھتا ہے، البتہ ظفر الدین الجید کے بارے میں حیات ملک العلماء کے مؤلف علام لکھتے ہیں:

”کذب باری سبحانہ و تعالیٰ، علم غیب اور دوسرے مسائل کے متعلق جن میں علمائے بریلی اور علمائے دیوبند میں اختلافات

ملک العلماء کی صلاحیت و سرگرمی کا پتہ بھی چلتا ہے اور یہ بھی کہ اب پٹنہ سے کلکتہ تشریف لے گئے تھے، ناصر ملت الحاج لعل محمد خان علیہ الرحمہ کے نام خط میں بھی یہ جملہ ملتا ہے۔ ”مدرسہ شمس الہدیٰ کے لیے آدمی وہی تجویز کریں، مجھے اطلاع دیں۔“

(مکتوب امام احمد رضا بنام حاجی لعل خان محررہ شوال المکرم ۱۳۳۴ھ حیات اعلیٰ حضرت ص ۲۷۱)

خطوط کے ان دونوں ٹکڑوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل کلکتہ ملک العلماء کے حد درجہ متعطف و گرویدہ تھے کہ اس زمانہ میں دو ہزار کی پیش کش کی تھی اور ملک العلماء جیسے عالم کا ملنا نہایت مشکل تھا اس کی نشاندہی مکتوب رضا کا یہ جملہ کرتا ہے۔ ”افسوس کہ ادھر نہ مدرس نہ واعظ نہ ہمت والے مالدار۔ ایک ظفر الدین کدھر کدھر جائیں۔“ (حیات اعلیٰ حضرت ص ۲۷۰) ملک العلماء کے بیان اور مکاتیب رضا کی ان عبارتوں سے واضح ہوتا ہے کہ ملک العلماء سہرام شوال، ذیقعدہ یا ذی الحجہ ۱۳۳۴ھ میں تشریف لے گئے۔

حضرت ملک العلماء نہ صرف مسلم نما جو فروشوں کا بخیہ ادھیڑتے، بلکہ اپنے علمی اور منطقی استدلال سے آریہ سماجیوں اور مسیحی مبلغین پر بھی چھا جاتے تھے، مشہور آفاق فاضل، محقق اور نقاد و قلم کار پروفیسر علامہ مختار الدین احمد صاحب آرزو رقم طراز ہیں:

”میرے بچپن میں وہ (ملک العلماء) آریہ سماجیوں اور مسیحی مبلغین سے مناظرہ کے لیے جلسوں میں بھی تشریف لے جایا کرتے تھے۔ غیر مقلدین وغیر ہم سے مناظرہ کے لیے بھی وہ دوز دراز علاقوں سے مدعو کئے جاتے تھے۔ ایک مناظرہ کیلئے وہ برما بھی تشریف لے گئے۔“ (حیات ملک العلماء مشمولہ صحیح البہاری، صفحہ ۱۰، مطبوعہ حیدرآباد، ۱۹۹۲ء)

مولانا محمد ادریس رضوی ایم اے کے بقول:

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی علیہ السلام کی حیات اور علمی خدمات

ہیں، سوالات، جسے مولانا ظفر الدین قادری نے مرتب کر کے مولانا اشرف علی تھانوی کی خدمت میں بریلی میں پیش کئے، اس رسالے میں ان سے ملاقات کا حال اور دوسرے بعد کے کوائف بھی درج ہیں۔ یہ رسالہ انہوں نے ۱۴ جمادی الاخریٰ ۱۳۲۳ھ کو اپنی طالب علمی کے زمانے میں مرتب کیا تھا۔“

(حیات ملک العلماء مشمولہ صحیح الہیاری ص ۱۸ مطبوعہ حیدرآباد ۱۹۹۲ء)

ملک العلماء کے پہلودار، گوشہائے حیات کے مطالعہ سے یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ وہ دین و سنیت کے درمند اور خواجہ تاشان رضویت کے عظیم محسن ہیں، علوم و فنون میں وہ امام احمد رضا کے مظہر اور فکر قلم کے پرتو ہیں۔ خدمت اسلام اور افکار رضا کی

☆☆☆

سرزمین ممبئی پر مسلک اعلیٰ حضرت کا سچا ترجمان

دارالعلوم فیضان مفتی اعظم

جہاں شعبہ حفظ و قرأت، شعبہ نظامی تہذیبی تافضیت،

عصر حاضر کے مد نظر شعبہ کمپیوٹر بنام 'مخدوم بہار کمپیوٹر سینٹر' بھی قائم ہے۔ اپنے بچوں کو دارالعلوم ہذا میں داخل کرا کے ایک بہترین عالم دین بنانے کے ساتھ ساتھ مسلک اعلیٰ حضرت کا سچا سپاہی و پاسبان بنائیں۔

پتہ۔ سید ابوالہاشم اسٹریٹ، پھول گلی۔ ممبئی ۴۰

رابطہ نمبر: 09869197521 09821178669 022 65787841

e-mail id----dfma786@yahoo.co.in / hash1231@gmail.com

حضرت ملک العلماء: ایک عظیم مناظر

از قلم: مفتی محمد عابد حسین قادری رضوی نوری برکاتی مصباحی، شیخ الحدیث مدرسہ فیض العلوم، جھارکھنڈ

ہیں، عام درسیات میں بفضلہ تعالیٰ عاجز نہیں، مفتی ہیں، مصنف ہیں، واعظ ہیں، مناظرہ بعونہ تعالیٰ کر سکتے ہیں۔“

اس تحریر میں حضرت ملک العلماء قدس سرہ کی عبقری شخصیت کے متنوع، ہمہ جہت اور جامع الصفات ہونے کا ایک مختاط محدث و محقق نے ذکر کیا ہے۔ لہذا جو کچھ کہا گیا ہے، وہ بلاشبہ حق و صواب ہے۔ لیکن سر دست ان صفات میں سے صرف ایک صفت جلیلہ مناظرہ کی جہت سے اس سگ بارگاہ قادریت کو گفتگو کرنی ہے۔ کیونکہ پیر طریقت سراج ملت الحاج سید سراج اظہر رضوی صاحب نے اس فقیر کو اسی موضوع کے ساتھ مقید کر دیا ہے۔ لہذا میری تمام تر گفتگو بعد تمہید اسی محور پر گردش کرے گی۔

حضرت ملک العلماء ان سادات کرام میں شمار کئے جاتے ہیں، جنہیں ملک برادری سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ جن کا سلسلہ نسب کئی پشتوں کے بعد محبوب سبحانی، قطب ربانی حضرت محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتا ہے۔ اس اعتبار سے حضرت ملک العلماء کو رب ذوالہمنن کی طرف سے ان کے جد اعلیٰ غوثیت مآب کے فیوض و برکات سے حظ وافر ملا، پھر ان کے طفیل سید ناعلیٰ حضرت قدس سرہ کی صحبت کیمیا اثر کے فیضان سے ایسا مالا مال ہوئے کہ علوم و فنون اور جامع صفات ہونے میں نابغہ روزگار ہوئے گئے۔ قادری رضوی برکاتی فیضان سے ایسے سرشار ہوئے کہ بیسیوں مناظروں کا سامنا کیا۔ مگر کبھی ہمت نہ ہاری اور دشمنوں کو شکست فاش

میرے ظفر کو اپنی ظفر دے

اس سے شکستیں کھاتے یہ ہیں (اعلیٰ حضرت)

حضور ملک العلماء سید شاہ محمد ظفر الدین قادری رضوی بہاری علیہ الرحمۃ الباری کا شمار ہندو پاک کے تبحر عالم، ماہر مفسر، ممتاز محدث، نقاد فقیہ، معتمد مفتی، مایہ ناز مصنف، نکتہ سخ مناظر اور قادری برکاتی رضوی مشرب کے یکتائے روزگار ولی کی حیثیت سے ہوتا ہے۔ حضور ملک العلماء ۱۲ محرم الحرام ۱۳۰۳ھ بمطابق ۱۸۸۰ء کی عین صبح صادق کے وقت اس خاکدان غیتی پر جلوہ بار ہوئے۔ ۱۹ رجمادی الآخری ۱۳۸۲ھ بمطابق ۱۹۶۲ء کی شب ذکر جہر ”اللہ اللہ“ کرتے ہوئے اپنی جان جان آفریں کے سپرد کر دی اور فرمان رب العالی ”ان الذین قالو ربنا اللہ ثم استقامو لتنزل علیہم الملائکۃ الایۃ۔“ اور فرمان رسول ”من کان آخر کلامہ لا الہ الا اللہ دخل الجنة“ کے بموجب رحمت و غفران اور جنت نعیم کے حق دار ہوئے۔

علم و عمل کے اس بے تاج بادشاہ کے بارے میں آیۃ من آیات اللہ، معجزۃ من معجزات رسول اللہ، نائب غوث الوری، قطب عالم سیدنا علی حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی نے اپنے ایک محبت خلیفہ تاج الدین احمد ناظم انجمن نعمانیہ، لاہور کے نام ۱۳۲۸ھ کے ایک خط میں ارشاد فرمایا تھا:

”دستی، خالص مخلص، نہایت صحیح العقیدہ، ہادی، مہدی

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی صاحب کی حیات اور علمی خدمات

کرنے پر مجبور کر دیتے کہ ”میں اس فن میں جاہل ہوں اور میرے اساتذہ بھی انا۔“

قابل غور بات یہ ہے کہ حضرت والا اس کامیابی کو اپنی کامیابی نہیں سمجھتے، دین کی کامیابی تصور کرتے۔ روداد مناظرہ کا کتنا اچھوتا نام رکھتے ہیں۔ ’ظفر الدین الجید‘ یعنی دین اسلام کی اچھی کامیابی۔ اور دوسرے رسالے کا ’ظفر الدین الطیب‘ یعنی دین کی بہترین کامیابی۔ حق ہے، جو دین کی کامیابی اور سر بلندی چاہتا ہے اللہ تعالیٰ اسے سرخرو کامیاب اور سر بلند کر دیتا ہے۔ مولانا سید محمد ظفر الدین کو ہر موڑ پر فلاح و ظفر کیوں نہ ملے، ان کے شیخ و مرہبی نے ان کے حق میں خاص اپنے مولیٰ کی بارگاہ اقدس میں استغاثہ کیا ہے۔ میرے ظفر کو اپنی ظفر دے۔ ان سے شکستیں کھاتے یہ ہیں پھر دیگر اصحاب و احباب میں انہیں شامل فرما کر آخر میں بارگاہ محبوبیت میں یوں عرض کناں ہیں۔

ان پہ کرم رکھ سر پہ قدم رکھ تیرے ہی کہلاتے یہ ہیں

تیرے ہی گدا ہیں تجھ پہ فدا ہیں تیرا ہی کھاتے گاتے یہ ہیں

(الاستمداد، اعلیٰ حضرت)

شفیق اشاد شیخ کامل کی شاگرد نوازی اور اس سے سرشار شاگردوں کے مقابل وہابیوں دیوبندیوں کی گھبراہٹ کا اندازہ لگانے کیلئے یہ شعر بھی ملحوظ خاطر رہے۔

بلکہ رضا کے شاگردوں کا نام لئے گھبراتے یہ ہیں

ہاں ابھی تین سال بھی نہ گزرے، ابھی عمر کی تیسویں بہار میں داخل ہیں، ۱۳۲۶ھ کا سال ہے کہ میوات نواح فیروز پور جھڑکا میں وہابیوں نے شور و غوغا کا طوفان مچا رکھا ہے۔ سنیوں سے مناظرہ کریں گے۔ مباحثہ کریں گے۔ شکستیں دیں گے۔ پھر انہیں زمین پر رہنے نہ دیں گے۔ میوات میں اپنی فیض بخشوں کا ابر

دے کر انہیں ان کے گھر تک پہنچا دیا۔ وہ گونا گوں خصوصیات سے مزین تھے، مگر میدان مناظرہ میں انفرادی شان کے مالک تھے۔ ان کے علم و عمل، طہارت و تقویٰ اور گونا گوں خوبیوں سے حد درجہ متاثر ہو کر آج سے تقریباً آٹھ دس سال پہلے میں نے ایک مضمون لکھا تھا۔ لیکن بروقت سطح ذہن پر نہیں کہ کس رسالہ میں مطبوع ہوا۔ آج مجھے بے حد مسرت و شادمانی ہو رہی ہے کہ برسوں کا جمود ٹوٹا، علماء کرام بیدار ہوئے اور ان کی شخصیت پر کام کرنے کے لئے خم ٹھونک کر تیار ہو گئے ہیں۔

مذکورہ مکتوب میں سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے کئی

نمایاں کمالات کے ساتھ ساتھ مناظرہ ہونے کا بھی تذکرہ کیا ہے۔

ظاہر ہے کہ مناظرہ وہی ہو سکتا ہے، جو کئی علوم و فنون پر مہارت و ملکہ

اور دسترس رکھتا ہو۔ کیونکہ معلوم نہیں کہ مد مقابل کس علم سے متعلق

سوال کھڑا کر دے، پھر یہ کہ خصم کی کتابیں نظر کے سامنے مستحضر

ہوں، طباع، حاضر دماغ اور حاضر جواب ہو۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے

ان کے اکابر کے طفیل کم عمری ہی میں انہیں فن مناظرہ کی صلاحیت

کا حامل اور دیگر علوم عقلیہ و نقلیہ کا ہمالہ بنا دیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ

تاریخ کے جھروکے سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ

اپنی بیس سال کی کم عمری میں یعنی اپنے دور طالب علمی ہی سے

بد مذہبوں کے بڑے سے بڑے چغادری سے مناظرہ کرنے لگے

تھے۔ جب کہ اس عمر میں مناظرہ ہونا تو دور کی بات ہے۔ عام طور پر

آدمی بارعب، ہمت و راوردی صلاحیت عالم نہیں بن پاتا۔ مگر آپ

زندگی کی دوسری دہائی میں مناظرہ کر رہے ہیں۔ عام مولوی سے

نہیں بلکہ دیوبندی، وہابی کے مانے ہوئے گرو، ان کے بڑے

مولانا، بڑے متجدد اثر فعلی تھا نوی سے، خط و کتابت سے غائبانہ

نہیں، دو بدو، روبرو۔ اور ایسا کہ اس کا ناطقہ بند کر دیتے اور یہ عذر

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدظلہ کی حیات اور علمی خدمات

کابل بالا اور دشمنوں کا منہ کالا ہو جاتا ہے۔ چند دن انتظار کرتے ہیں، پھر اس کی روداد و سرگزشت 'گنجینہ مناظرہ' کلکتہ ۱۳۳۳ھ کے نام سے ترتیب دیتے ہیں۔ (مقدمہ صحیح الہیاری مصنفہ پروفیسر مختار الدین آرزو، وماہنامہ سنی دنیا بریلی شریف بابت دسمبر ۲۰۰۸)

یہ تو آپ کے مناظروں کی جھلکیاں ہیں۔ ورنہ اتنی کثیر تعداد میں مناظرہ کئے کہ ان کا شمار نہیں کیا جاسکتا۔ وہ بلاشبہ علوم کے بحرِ خارتھے، بے باک مناظر اہلسنت تھے، پختہ کار، مشاق مناظر، مناظرہ ان کا خاص میدان تھا۔ اسی لیے انھوں نے صرف غیر مقلد و ہابیوں اور مقلد و ہابیوں (اہل دیوبند) سے مناظرہ نہ کیا، بلکہ آریہ سماج سے بھی اور عیسائی مبلغین سے بھی اعلاء کلمۃ الحق کے لئے بطریق احسن مناظرہ کیا، طویل مسافتیں طے کیں اور میدان جیت کر لوٹے۔

اگر ذہن پر بار نہ ہو، تو اس حوالے سے حیات ملک العلماء کے دو محققین کے اقتسابات کو زیر نظر کرتے چلیں۔ پروفیسر مختار الدین آرزو صاحب رقم طراز ہیں،۔

”مجھے یاد آتا ہے کہ میرے بچپن میں وہ آریہ سماج اور مسیحی مبلغین سے مناظرے کے لئے جلسوں میں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ غیر مقلدین سے مناظرہ کے لئے وہ دور دراز کے علاقوں سے مدعو کئے جاتے تھے۔ ایک مناظرہ کے لئے وہ برما بھی تشریف لے گئے۔“ (مقدمہ صحیح الہیاری ص ۱۰)

ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی لکھتے ہیں:

”مناظرے کے لئے وہ میوات جائیں، کلکتہ جائیں، برما جائیں، مدراس جائیں، رام پور جائیں، بنارس جائیں، کہاں کہاں جائیں، آریہ سماج سے مناظرہ کریں، کیا کیا کریں؟ روداد سفر لکھیں یا سرگزشت مناظرہ لکھیں۔“

(ماہنامہ سنی دنیا بریلی شریف، بابت دسمبر ۲۰۰۸ء ص ۲۱)

نیساں برسانے والے مولانا صوفی رکن الدین الوری اور مولانا احمد حسین خاں رامپوری کے استاد عا پر امام اہلسنت آپکو میوات جانے کا حکم دینے تے ہیں۔ وہابیہ کی ٹولی جمع ہے۔ ایک وہ بھی ہے، جو مکہ مکرمہ میں کئی سال رہ چکا ہے۔ اپنی عربی دانی پر نازاں و فرحاں ہے۔ زبان عربی میں مناظرہ کرنا چاہتا ہے۔ حضرت ملک العلماء بھی اس سے عربی زبان ہی میں مناظرہ کرتے ہیں۔ تھوڑی ہی دیر میں اسکے سر سے عربی دانی کا بھوت اتار دیا۔ وہابیوں کو پانی پانی کر دیا۔ مکی وہابی ہو کہ ہندی سب کے منہ پر مہر سکوت لگ گئی۔ آپ نے چند سوالات ہی رکھے کہ سناٹا چھا گیا۔ نہیں نہیں ہمیشہ کے لئے چپ شاہ بن گئے سب میدان ہار گئے۔ ہمیشہ کے لئے راہ فرار اختیار کر گئے۔ حضرت ملک العلماء میدان سر کر کے بریلی شریف واپس آئے اللہ و رسول عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خوشنودی حاصل کرنے کے بعد اپنے مرشد و استاذ امام عشق و محبت کو پیغام فتح سنا کر شاداں و فرحاں کیا، روداد مناظرہ تیار کی، امام عشق نے اس کا تاریخی نام 'پکے نجدیہ کا چپ مناظرہ رکھنا' پسند فرمایا اور استاذ زمن مولانا حسن رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے 'شکست سفاہت رکھا۔' (دیکھئے حیات اعلیٰ حضرت نسخہ قدیمہ ۵۵-۵۶)

ابھی ملک العلماء تیسری دہائی سے گزر رہے ہیں۔ ۱۳۳۳ھ کا سال آیا۔ کلکتہ کا ایک بد عقیدہ بڑا مولوی، سنی، حنفی مسلمانوں کو چیلنج کر رہا ہے۔ میں تمہارے علماء سے مناظرہ کروں گا۔ سنیوں کے قلوب کی دھڑکن، محسن ملت جناب حاجی لعل محمد خاں مدراسی مرحوم، اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی بارگاہ عالی میں حضرت ملک العلماء کی بابت خط یا تار بھیجتے ہیں اعلیٰ حضرت حکم فرماتے ہیں، موصوف کلکتہ پہنچ جاتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت کے دھاڑتے ہوئے شیر کی بد عقیدہ مولوی تاب نہیں لاتا اور روپوش ہو جاتا ہے۔ پھر کیا تھا، سنیوں

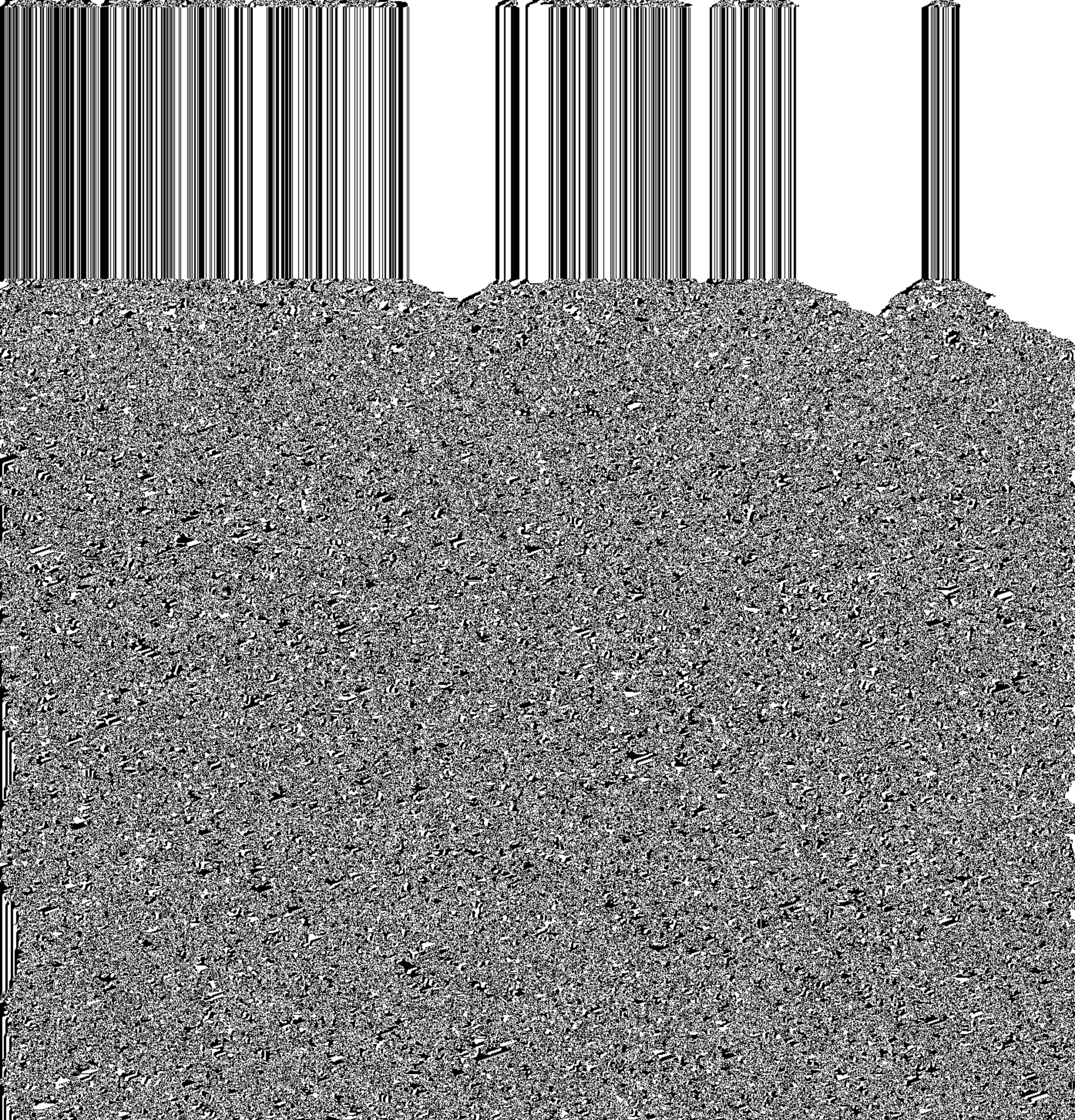
جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی صاحب کی حیات اور علمی خدمات

تقویٰ، تحریک و تنظیم اور تصنیف و تالیف کی شعاعیں بکھیرتے رہے۔ ادھر سے ضیا پاشیاں ہوتی رہیں اور ادھر دل جگمگاتے رہے، مگر ہائے افسوس! ہمارے اکابر ہم کو تنہا چھوڑ گئے۔ حضرت ملک العلماء چلے گئے۔ حضرت شیر پیشہ سنت چلے گئے، حضرت صدر الافاضل چلے گئے وغیرہ وغیرہ۔

حاصل یہ کہ حضرت ملک العلماء نہ صرف منقولات بلکہ معقولات پر بھی کافی دستگاہ رکھتے تھے، بلکہ اپنے استاذ و مرشد کے فیضان سے مالا مال ہو کر بیسیوں علوم و فنون میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے۔ علم توحید و ہیئت، فقہ و افتاء، تفسیر و حدیث اور منطق و فلسفہ پر کافی عبور و دسترس انہیں حاصل تھی اور علم کلام و فن مناظرہ میں اپنے اقران پر بھاری تھے۔ ان علوم میں آپ کی مہارت تا میرا اگر

یہ وہ اسلٹین، امت و سرخیل رجاعتیہ، الیٰہیہ، تہذیبیہ



محض تصفیہ امور دین ہے۔“ (رسالہ ظفر الدین الجید ص ۵)

اشرف علی کو سانپ نے سونگہ لیا:

شہر بریلی کے مٹھی بھردیو بندیوں نے بڑے طنطنہ و طمطراق سے اشرف علی تھانوی کو بلایا تھا کہ اہلسنت و جماعت کے شیروں سے مناظرہ کرے، لیکن وہ شیر اہلسنت بادشاہ علماء کے سامنے بھیگی بلی بن گیا، بلکہ یوں کہئے کہ اسے سانپ نے سونگہ لیا۔ سوالنامہ پیش کیا گیا، اسے لاجواب کرنے یا اس سے مباحثہ کرنے کی غرض سے نہیں، بلکہ اس غرض سے کہ اظہار علم واجب اور کتمان علم حرام و گناہ ہے۔ لہذا ان مسائل کے جوابات دیئے جائیں مگر اشرف علی کی کم علمی و بے بضاعتی کہے یا شیر اعلیٰ حضرت کو دیکھ کر اس کا مرعوب ہونا۔ وہ ایسا گھبرا گیا کہ ان سوالات کا جواب دینے کے بجائے معافی مانگنے لگا۔ بار بار یہی رٹ لگائے جا رہا ہے۔ ”معاف کیجئے معاف کیجئے۔“ یہی نہیں، اس کے حد درجہ اضطراب و بے چینی کا پتہ اس سے لگائے کہ اس کا آخری جملہ یہ تھا۔

”آپ جیتے، میں ہارا۔“

اشرف علی کے حال زار پر، ماتم کناں ہونے کے لئے بجائے یکسو ہو کر مندرجہ ذیل پیرا گراف کو پڑھتے چلیں۔ حضرت ملک العلماء رقمطراز ہیں۔

”مگر ہزار افسوس کہ مولوی صاحب موصوف (اشرف علی)

وحدیث سے ملتا ہے۔ حضرت سیدنا ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا نمرود کے ساتھ مقابلے کا واقعہ قرآن مقدس میں صراحت کے ساتھ ملتا ہے۔ بلاشبہ مناظرہ سنت متوارثہ ہے، جو رسالت مآب ﷺ کے زمانے سے توارثاً ہوتی آئی ہے۔ اسی لئے ہر دور میں علمائے ذوی الاحترام نے اس فن میں طبع آزمائی کی اور کتابیں مدون کی ہیں۔ حضرت میر سید شریف جرجانی وغیرہ علیہم الرحمۃ والرضوان نے رسالہ شریفیہ، مناظرہ رشیدیہ اور رسالہ عضدیہ تحریر فرمایا۔

مناظرہ کی تعریف:

رسالہ شریفیہ میں مناظرہ کی یہ تعریف کی گئی ہے۔

”توجه المتخاصمین فی النسبة بین الشیئین اظہار اللصواب“ (یعنی دو خصم کا دوشے کی نسبت میں توجہ کرنا اظہار صواب کے لئے) اور اس کی غرض وغایت یہ ہے کہ اس کے ذریعہ ذہن کو ضلالت و گمراہی سے بچایا اور درستگی کا اظہار کیا جائے۔

آنے والے صفحات میں ظاہر ہوگا کہ شاگرد و خلیفہ اعلیٰ حضرت سیدنا ملک العلماء قدس سرہما نیک ارادہ، دینی خیر خواہی اور حق کو اجاگر کرنے اور دینی امور کے تصفیہ کے لئے ہی اشرف علی تھانوی کے پاس پہنچے تھے۔ چنانچہ اپنے رسالہ ”ظفر الدین الجید“ میں بار بار اس کی صراحت کرتے ہیں۔ مٹی برحقائق اور ناقابل انکار بیس سوالات پر مشتمل جو سوال نامہ مذکورہ رسالہ کے نام سے اشرف علی

اور رسالہ ارتکاب ذنوب کے بارے میں لکھتے ہیں، سخت مضطرب ہو گئے اور بہت منت

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رحمہ اللہ کی حیات اور علمی خدمات

وہی تصویر آنکھوں کے سامنے تھی۔ حتیٰ کہ مجبوراً اس لفظ پر ختم فرمایا کہ
”آپ جیتے، میں ہارا“

قارئین کو اس اقتباس سے اندازہ ہو گیا ہو گا کہ اشرفی کے حواس باختہ اور زروس ہونے کی دوہی وجہیں ہو سکتی ہیں۔ یا تو حضرت ملک العلماء کی طرف سے کئے گئے سوالات کا کوئی جواب نہ بن پڑا، عاجز و درماندہ ہو گیا۔ یا اس کے معتقدین کی اڑائی ہوئی خبر ”ہم اپنے بڑے مولانا اشرفی صاحب کو بلارہے ہیں جو سینوں سے مباحثہ و مناظرہ کریں گے۔“ بریلی شریف پہنچنے کے بعد اس کے کانوں سے ٹکراتی رہی اور وہ حد سے زیادہ مرعوب ہو گیا۔

رب تبارک تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاِذَا خذَ اللّٰهُ مِثْقَالَ الذَّرَّةِ اَوْ تَوَالِ الْكُتُبِ لَتَبَيِّنَنَّ

لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ (اور یاد کرو کہ جب اللہ نے کتابوں سے وعدہ لیا کہ تم اسے لوگوں سے صاف بیان کر دینا اور اسے چھپانا نہیں)

فقیر قادری مسلمانوں کی عدالت میں بہ ادب و احترام یہ مسئلہ پیش کرتا ہے کہ اس آیت کریمہ کے مطابق اگر اشرفی اللہ تبارک تعالیٰ کے کلام قرآن مقدس پہ ایمان رکھنے والا اور اس کا جانکار تھا، تو اس پر ضرور فرض تھا کہ ان سوالات کا جواب دیتا، لیکن اس نے نہیں دیا۔ تو کیا وہ قرآن مقدس کے خلاف کتمان علم کر کے یہود و نصاریٰ کا طریقہ اختیار نہ کیا اور کیا اس کے سبب گناہ عظیم کا مرتکب نہ ہوا۔ ہر مسلمان کہے گا کہ ضرور ہوا، بلاشبہ ہوا۔ اس بابت مسلمانوں کی عدالت سے دو ٹوک فیصلہ سننے کی امید فقیر قادری رکھتا ہے اور رکھے گا۔ ورنہ اس کے معتقدین کو کھلے لفظوں میں یہ اعلان کرنا چاہئے کہ ہمارے حضرت قرآن کو ماننے والے نہ تھے یا یہ کہ ان کو یہ آیت کریمہ معلوم نہ تھی۔

پیش منظر:

۱۳۲۳ھ میں حضور ملک العلماء حضرت علامہ مولانا سید محمد ظفر الدین رضوی بہاری نے مذکورہ مناظرہ اشرفی سے کیا تھا۔ جیسا کہ اس کی روداد مسمیٰ بہ ”ظفر الدین الجید“ کے تاریخی نام سے ظاہر ہے۔ ہوا یہ تھا کہ اسی سال ۱۲ ربیع النور شریف میں وجہ تخلیق کائنات، محبوب رب العالمین، رسول اکرم صل اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے میلاد شریف کا جلسہ شہر بریلی میں منعقد ہوا تھا۔ چونکہ وہاں دیوبندی ایک فتنہ پرور جماعت ہے، اسی لئے اس کا آغاز ہی سے یہ شیوہ رہا ہے کہ فتنہ پھیلاؤ، امت مسلمہ کا شیرازہ بکھیرو اور حکومت کرو، اس لئے اس فرقہ والے نے عید میلاد النبی ﷺ کی عین مجلس مبارک میں جس میں ۵۰۰ سے زائد مسلمان جمع تھے، اپنے ایک مولوی کو علم غیب رسول ﷺ کے اوپر اعتراض کرنے کے لئے کھڑا کیا۔ اہل سنت و جماعت کے بطل جلیل نے اللہ تبارک تعالیٰ کے فضل و کرم سے ایسا زوردار تشفی بخش اور مسکت جواب دیا کہ وہ مولوی مطمئن ہو گیا اور اس نے برملا تسلیم کیا اور صرف یہی نہیں کہ دل سے حضور ﷺ کے علم غیب کو مانا، بلکہ زبان سے کہا۔ ”ٹھیک ہے۔“

اہل سنت کے زور استدلال اور اس مولوی کے اعتراف کر لینے کے بعد اہل مجلس کی خوشی کا ٹھکانا نہ رہا۔ مسرت و شادمانی کے اٹھا سمندر میں غوطہ زن ہو کر اس معترف مولوی کی انصاف پسندی اور قبول حق کی تعریف و تحسین کی۔

لیکن اس کے گروؤں کو یہ کیسے گوارا ہوتا، اس کے ایک سردار نے کہا۔ ”ان کی زبان بند ہوگئی۔“ اس کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ مولوی صاحب آپ کی بات تسلیم کر کے نہیں اٹھے بلکہ ہیبت حق سے ان کی زبان بند ہوگئی۔ حاضرین مجلس نے فوراً لقمہ دیا کہ حضرت، ”وہ! ٹھیک ہے۔“ کہہ کر اٹھے ہیں اور آپ فرماتے ہیں کہ ان کی زبان بند ہوگئی، یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ پھر بار بار ان کے اس

آپ خود اپنے قلم سے لکھتے ہیں:

”بعد عشاء ہم طلبا کو اپنے سبق وغیرہ سے فارغ ہو کر خیال آیا کہ ان چاروں حضرات سے مسائل دائرہ کی نسبت بعض شرعی ضروری سوالات کریں کہ علما کا جواب عالمانہ ہوتا ہے، ممکن ہے کہ ان کے منصفانہ جواب ہی سے جہالت و ہابیہ شہر کا علاج ہو جائے اور جب خود اپنے ہی علما کا جن کو اپنی مدد کے لئے بلایا ہے، جواب دیکھیں، تو ان و ہابیوں کا فتنہ باسانی ازالہ پائے۔ اس موقع پر شب ہی کو یہ سوالات لکھ کر صبح کو معززین شہر کے ہمراہ مولوی اشرفی کے فرودگاہ پر حاضر ہوئے۔“ (مخلصاً ظفر الدین البجید کا پی قلمی نسخہ)

یاد رہے کہ دیوبندیوں نے یہ اڑائی تھی کہ مولوی اشرفی تھانوی اور مولوی خلیل احمد انبیٹھوی آگئے اور بقیہ مولویوں کے بارے میں یہ کہ آنے والے ہیں۔ مگر ہوا یہ کہ صرف اشرفی پہنچا، بقیہ سب غائب رہے۔ بے یار و مددگار اشرفی کو اس کے اعوان و انصار نے منجھار میں چھوڑ دیا۔ یہیں سے یہ بات ذہن نشین کرتے چلیں کہ خلیل احمد پہنچا نہ تھا، مگر دیوبندیوں نے اعلان کیا کہ وہ آگئے ہیں، تو کیا یہ سراسر جھوٹ نہیں تھا، اس لئے ہمدرد قوم قائد ملت حضرت علامہ ارشد القادری مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ دیوبندیوں کی ہر بات کا جواب ہمارے پاس ہے، لیکن صرف ان کی ایک بات کا جواب ہمارے پاس نہیں ہے۔ وہ ہے ان لوگوں کا جھوٹ۔ ان کے جھوٹ کا ہمارے پاس کوئی جواب نہیں ہے، معلوم نہیں، وہابیوں نے اپنے باقی صاحبوں کے آنے کی بے خبری کیوں اڑائی تھی اور کیوں کذب و دروغ اور دجل و فریب سے کام

اگر سے فرمایا گیا کہ آپ کو شک ہو، تو آپ سمجھ لیجئے۔ اس کا جواب اس کے پاس کچھ نہ تھا۔ آخر وہ روسیہ مع اپنے ہمراہیوں کے ناکامی کا داغ دھبہ لے کر چلا گیا۔ اسی روز سے شہر کے تمام و ہابیہ کو فکر رہی کہ کسی طرح اس عار و شکست کو دفع کریں۔ وہاں دو مدرسے تھے، دونوں ایک دوسرے سے سخت مخالفت رکھتے تھے۔ اہلسنت کے مقابل ”ملة واحده“ ہو گئے۔ اس کی وجہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔ ”الکفر ملة واحده“ (کفر سارا کا سارا ایک ہی ملت ہے۔) اہلسنت کی متعدد وعظ کی مجلسوں میں ان دونوں مدرسوں کے طلباء مدرسین غول باندھ باندھ کر بڑے بڑے ارادے لے کر پہنچتے تاکہ غلط سلط سوالات کر کے یا لڑائی کرا کے انتشار برپا کریں۔ مگر الحمد للہ کبھی ہمت و جرأت نہ ہوئی اور اگر کبھی کچھ کہا تو منہ کی کھانی پڑتی بالآخر انہیں یہ سوچھی کہ اپنے اکابر کو بلائیں اور جس طرح ممکن ہو اہلسنت کو نقصان پہنچائیں، مہینوں سے خبریں اڑاتے تھے کہ فلاں فلاں صاحب بلائے جائیں گے، مباحثہ ہوگا، ہنگامہ کریں گے۔ یہاں تک کہ پورے آٹھ ماہ کے بعد ذی القعدہ ۱۳۲۳ھ کو پیر کے دن وقت عصر کے قریب خبر آئی کہ مولوی اشرفی تھانوی اور مولوی خلیل احمد انبیٹھوی آگئے اور رات کی گاڑی سے مولوی محمود حسن دیوبندی اور مولوی احمد حسن امرہوی بھی آنے والے ہیں۔ بلفظ دیگر یوں کہیں کہ دیا بنہ یہ نعرہ لگانے لگے۔ یا مولانا اشرف علی المدد، یا مولانا خلیل احمد المدد، یا محمود حسن امدد!

اس وقت سے بھلنے کے بعد ان کے حرکتوں کو اگر خاموش رہ سکتے

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رضوی کی حیات اور علمی خدمات

ہے۔ انکار کیا ہے اور جن لوگوں نے خلف و عید کو کسی مقام پر جائز کہا، تو وہیں اسی مقام پر یہ بھی لکھا کہ اللہ تعالیٰ کی شان میں جھوٹ بائناق علماء محال و بالا جماع ناممکن ہے۔ جبکہ فتاویٰ رضویہ نسخہ قدیم کی جلد ششم کے رسالہ سبحان السیوح میں اس کا ذکر شرح مقاصد اور موافق کے حوالے کے ساتھ موجود ہے۔

بہر صورت ”براہین قاطعہ“ کی عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ امکان کذب جائز ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ جھوٹ پر قادر ہے اور جو کہے کہ خدا تعالیٰ کا جھوٹ بولنا ممکن ہے، وہ درست کہہ رہا ہے۔ اس پر طعن و تشنیع کرنا لاعلمی و جہالت ہے۔ (معاذ اللہ)

ان دونوں کے قول کا صاف مطلب یہ ہوا کہ یہ لوگ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو جھوٹ جیسے عیب سے متصف مانتے ہیں اور باور کرانا چاہتے ہیں کہ کوئی ان کے خلاف نہ کرے۔ ان پر طعن و تشنیع نہ کرے، کوئی ان کو لگام نہ لگائے، یہ جس طرح چاہیں، اللہ پاک کی شان اقدس میں گستاخیاں کرتے رہیں، کوئی روک نہیں، روک لگانے والا جاہل ہے۔

”براہین قاطعہ“ کی اصل عبارت ملاحظہ کیجیے اور خون

اب ہم قارئین کے ذہن کو ان بیس سوالات کی طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں، جو حضرت ملک العلماء سید محمد ظفر الدین رضوی فاضل بہاری اور ان کے رفقاء نے کئے تھے۔ لیکن اس سے قبل یہ واضح کرتے چلیں کہ دیوبندیوں کے یہاں ”براہین قاطعہ“ نامی کتاب کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ جس کے رد میں آج سے تقریباً ۱۲۳ سال قبل اہلسنت کے ایک عظیم جیالے اور حضرت امداد اللہ مہاجر کی مرحوم کے خلیفہ و مجاز حضرت علامہ مولانا عبدالسمیع رامپوری سہارنپور نے سینکڑوں صفحات پر مشتمل کتاب مستطاب ”انوار ساطعہ“ لکھی تھی۔ یہ کتاب دیوبندیوں کے امام رشید احمد گنگوہی اور خلیل احمد انیسٹھوی کی ہے۔ گنگوہی کے حکم سے انیسٹھوی نے اسے ترتیب دیا اور گنگوہی نے اس پر تقریظ لکھی اور اس کی توثیق کی ہے۔ اس کتاب میں اللہ تعالیٰ و تقدس کی شان اقدس میں توہین و گستاخی کے کلمات لکھے ہیں۔ جنہیں دیکھنے کے بعد کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ لکھا ہے کہ اللہ جھوٹ بول سکتا ہے۔ (معاذ اللہ) جبکہ دنیا کے تمام مسلمانوں کا عقیدہ و ایمان ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کذب (جھوٹ) سے پاک و منزہ ہے۔ کیونکہ جھوٹ عیب ہے اور پاک

رب العزت ہر عیب سے پاک ہے۔ لہذا کذب و جھوٹ۔

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رضی اللہ عنہ کی حیات اور علمی خدمات

کی 'کتاب التوحید' کا ترجمہ کر کے 'تقویت الایمان' کے نام سے چھاپ کر مسلمانوں کے مسلم عقائد پر نشتر زنی کی اور سرحد کے مسلمانوں کو تہمتیں تنج کرنے گیا تو وہاں کے مسلمانوں نے اسے ذبح کر ڈالا۔ اس طرح وہ ذبح تنج خیار ہو گیا۔

گنگوہی نے صرف اتنے پر ہی اکتفا نہ کیا، بلکہ اپنے ایک مہری فتویٰ میں اللہ تبارک تعالیٰ کے لئے وقوع کذب کا بھی قول کیا، یعنی یہ لکھا کہ اللہ صرف جھوٹ بول ہی نہیں سکتا، بلکہ جھوٹ بولا بھی ہے۔ اس سے بالفعل جھوٹ صادر ہوا ہے۔ (العیاذ باللہ)

گنگوہی نے اس شخص کو جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو جھوٹا مانے، اسے خاطر گمراہ اور کافر نہیں جانتا۔ بلکہ یہ لکھتا ہے کہ اس کو کافر یا بدعتی یا ضال و گمراہ نہیں کہنا چاہیے اور نہ اس کو کوئی سخت کلمہ کہنا چاہیے، حتیٰ کہ مسئلہ خلف و عید سے غلط طریقے سے استدلال کرتے ہوئے یہ نتیجہ اخذ کیا، "لہذا وقوع کذب کے معنی درست ہو گئے۔"

ان دونوں عبارت میں اللہ عزوجل پر جھوٹ کا عیب لگا کر معلوم نہیں دیو بندیوں نے دین کی کون سی خدمت انجام دی ہے۔ دنیا کا شاید ہی کوئی بد دین ایسا ہوگا، جو اپنے خدا کو جھوٹا کہتا ہو، مگر دیو بندی، وہابی نہ صرف اولیا و رسل پر گستاخانہ حملے کرنے کے عادی مجرم ہیں، بلکہ پاک پروردگار پر کذب جیسے عیب و نقص کی تہمت لگانے میں بھی نہایت بے باک ہیں۔

ان گستاخوں سے کوئی پوچھے تو سہی کہ میلاد و فاتحہ وغیرہ تمہارے نزدیک بدعت و ناجائز ہیں۔ تمہاری اس دلیل سے کہ حضور کے زمانے میں اس ہیئت کے ساتھ ان کا وجود نہ تھا اور کسی صحابی نے اس کا قول نہ کیا، تو یہ بتاؤ کہ نبی کریم اور صحابہ وغیرہ کے زمانے سے تمہارے زمانے تک کس نے اللہ تعالیٰ کے لئے امکان کذب و وقوع کذب کا قول کیا۔ صبح قیامت تک کوئی وہابی نہیں دکھا

سکتا کہ کسی صحابی، کسی تابعی یا معتمد عالم دین نے اللہ تبارک و تعالیٰ کی شان اقدس میں ایسا قول کیا ہو۔ بلاشبہ یہ عقیدے کی بدعت ہے، جس کی مثال کسی قرن میں نہیں ملتی اور عقیدے کی بدعت عمل کی بدعت سے زیادہ مفسد و خطرناک ہے۔ پھر ایسی بدعت سیئہ گڑھنے سے ان لوگوں کو کیا فائدہ پہنچا، سوائے اس کے کہ کفر کے دلدل میں پھنسے اور امت مسلمہ میں تفریق ڈال دی۔

رشید احمد اور دیگر دیوبندیوں کے اسی برے عقیدے کی نسبت حضرت ملک العلماء اور آپ کے رفقاء نے سوال کیا۔ جسے دیکھنے کے بعد اشرف علی تھانوی مبہوت و لاجواب ہو گیا۔ آپ کے سامنے یہ بیس سوالوں میں سے اولین سوال ہے، آپ نے سوال کیا کہ:

"جو شخص بآنکہ اپنا عقیدہ یہ ظاہر کرتا ہو کہ کذب

باری سبحانہ و تعالیٰ ممتنع بالغیر ہے اور اس کے امتناع بالغیر پر اجماع و اتفاق بتاتا ہو بایں ہمہ جو وقوع کذب باری مانے، اس کی نسبت کہے کہ، اگرچہ اس نے تاویل آیات میں خطا کی، مگر تاہم اس کو کافر کہنا یا بدعتی، ضال کہنا نہیں چاہیے اور کہے، اس کو کوئی کلمہ سخت نہ کہنا چاہیے اور اس اختلاف کو حنفی، شافعی سا اختلاف بتائے، تو آیا یہ شخص مسلمان ہے یا کافر ہے..... اگر کافر ہے تو جو شخص اسے مسلمان جانے، وہ مسلمان ہے یا کافر؟؟ (ظفر الدین الجید کاپی قلمی نسخہ ص ۵)

اس سوال میں حضرت ملک العلماء نے جو اشرف علی اور دیگر دیوبندیوں کے بندوں پر معارضہ قائم کیا ہے، اس کے ضمن میں خط کشیدہ الفاظ پر غور کریں۔ وہ الفاظ بعینہ رشید احمد گنگوہی کے مہری دستخطی فتویٰ کے ہیں۔ اس نے خدائے پاک کو کاذب، جھوٹا اور عیب دار کہنے والے کی تعظیم و توقیر اور تحسین کی کہ دھڑلے سے لکھ دیا کہ "اس کو کوئی کلمہ سخت نہ کہنا چاہیے۔" جب کہ ایسے شخص کو کافر یا گمراہ ضرور لکھنا چاہیے۔

ظاہر ہے کہ اشرف علی اپنا دامن یہ کہہ کہ آپ جیتے، میں ہاراً نہ

پچایا ہوتا اور جواب دیتا، تو اسے اپنے گرو گھنٹال گنگوہی کو کافر و مرتد کہنا پڑتا، جیسا کہ اس کے اس قول اور دیگر اقوال پر مکہ و مدینہ زاد ہما اللہ شرفاً و عدلاً کے ۳۳ علمائے کرام و مفتیان عظام نے اور غیر منقسم ہندوستان کے ۶۱ سے زائد علمائے کرام نے حسام الحرمین اور الصوارم الہندیہ میں اسے بالاتفاق کافر و مرتد اور خارج از اسلام قرار دیا یا۔ پھر گنگوہی کے اس قول کی تصدیق کرتا، تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے لئے، جھوٹ جیسے عیب کے ساتھ اتصاف کا قول کر کے بری طرح پھنتا، یعنی اہلسنت کے کچھار کے شیر ملک العلماء کے پنجے سے کسی صورت سے بچ نہیں سکتا تھا۔

اشرطی یہ کہہ کر بھی راہ فرار اختیار نہیں کر سکتا تھا کہ یہ قول یا فتویٰ میرے گرو صاحب کا نہیں ہے۔ تم سنی لوگ میرے بزرگ پر غلط الزام لگاتے ہو۔ کیونکہ براہین قاطعہ عام طور پر دستیاب تھی اور رشید احمد گنگوہی کا باری تعالیٰ کے بارے میں وقوع کذب والا فتویٰ اس کے دستخط و مہر کے ساتھ بریلی شریف میں ضرور موجود تھا۔

چنانچہ اسی ظفر الدین الجید کے صفحہ ۵ کے حاشیہ پر حضرت ملک العلماء رقم طراز ہیں۔

”یہ عبارت مولوی گنگوہی صاحب کے ایک مہری دستخطی فتویٰ کی ہے۔ وہ اصل فتویٰ یہاں موجود ہے۔“

یہیں سے وہ اعتراض بھی ساقط ہو گیا۔ جو عوام کی آنکھ میں دھول جھونکنے کے لئے بعض دیوبندیوں نے یہ کہا ہے کہ اگر رشید احمد گنگوہی نے ایسا فتویٰ دیا تھا، تو وہ فتویٰ کہاں ہے۔

سوال یہ ہے کہ اگر رشید احمد گنگوہی نے یہ فتویٰ نہیں دیا تھا، تو اس کی اس کفری عبارت پر المعتمد المستند مصنفہ اعلیٰ حضرت مطبوعہ ۱۳۲۰ھ میں اس کی عبارت نقل کر کے اس کی گرفت کی گئی اور اس پر فتویٰ کفر لگایا گیا، تو اس وقت رشید احمد تو زندہ تھا، کیوں نہیں

انکار کیا کہ یہ میرا فتویٰ نہیں ہے۔ جب کہ رشید احمد کی وفات ۱۳۲۲ھ یا ۱۳۲۳ھ میں ہوئی۔ یہی نہیں یہ تکذیب خدا کا ناپاک فتویٰ رسالہ ’صیانتہ الناس‘ کے ساتھ مطبع حدیقۃ العلوم میرٹھ میں مع رد کے شائع ہوا۔ پھر ۱۳۱۷ھ میں مطبع تحفہ حنفیہ عظیم آبادی پٹنہ میں اس کا قاہرانہ رد چھپا۔ لیکن کبھی بھی گنگوہی نے اس کا انکار نہ کیا۔ تو پھر برسوں گزرنے کے بعد یہ کیوں لکھا جا رہا ہے کہ وہ فتویٰ کہاں ہے؟ اس کا مطلب عوام کو دھوکا دینے کے علاوہ کچھ نہیں ہو سکتا۔ جب اس کا فتویٰ مع رد کے چھپ رہا تھا، تو نہ ہی گنگوہی نے انکار کیا اور نہ اس کے اعوان و انصار نے، تو یہ اس بات کی بین دلیل ہے کہ آپ نے فتویٰ لکھا ہے۔ اس لئے اب انکار کی کوئی گنجائش نہیں اور نہ اب کرنے والوں سے فتویٰ مانگنے کی ضرورت ہے۔ کفر جیسے سنگین معاملے پر اتنے برسوں تک چپ سادھے رہنے کا کیا مطلب؟ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی نے اپنی مایہ ناز کتاب ’تمہید ایمان‘ کے صفحہ ۴۴ پر اور حضرت ملک العلماء نے ’ظفر الدین الجید‘ کے حاشیہ میں لکھ دیا کہ یہ مہری دستخطی فتویٰ اب تک محفوظ ہے۔ تو ان دونوں سے مانگنے کی جرات کیوں نہ ہوئی۔

پھر یہ کہ ۱۳۲۳ھ میں علمائے حریم شریفین کے فتویٰ بھی حسام الحرمین کے نام سے منصہ شہود پر آ گئے، جن میں ان اکابر دیوبند کو عبارتہ مذکورہ و دیگر عبارات کی بنیاد پر کافر و مرتد قرار دیا گیا ہے اور حضرت ملک العلماء شاگرد رشید اعلیٰ حضرت اور ان کے رفقاء ۱۳۲۳ھ میں رشید احمد کی مذکورہ عبارت نقل کر کے اشرطی کے سامنے پیش کر رہے ہیں، لیکن وہ بھی انکار نہیں کر رہا ہے اور انکار کرتے بھی کیسے، فتویٰ تو بریلی میں موجود تھا۔ فوراً دکھا دیا جاتا، تو تھانوی کی درگت بن جاتی۔ تو واضح ہوا کہ سالہا سال تک اس دور میں چپ شاہ بنے رہنا اور انکار نہ کرنا، قابل قبول ہوگا، نہ کہ برسوں

بعد اس کا انکار کرنا۔ دیو کے بندے آج ضرور اس فتویٰ کا انکار کریں گے۔ اس لئے کہ وہ کافی پھنس چکے ہیں۔ علمائے عرب و عجم نے ان کو گنتی کی ٹوکری میں ڈال دیا ہے۔ اس لئے تو وہ اپنے بزرگوں کی کتابوں سے بہت سی وہ عبارتیں نکال چکے ہیں۔ جن پر گرفت کی گئی تھی۔ ہاں یہی ہوا کہ باپ نے کفر کیا اور بیٹے تو بہ کر رہے ہیں۔ تو یہ کس کام کی۔ اگر گنگوہی کا یہ فتویٰ موجود نہ ہوتا تب بھی اس پر فتویٰ کفر عائد ہوتا۔ کیونکہ علمی کمال میں اس نے بنی پاک سے شیطان کو بڑھا دیا ہے۔ جیسا کہ براہین قاطعہ کی عبارت کسی صفحہ میں آتی ہے۔ پھر چلئے بیس معروضات کی طرف، حضرت ملک العلماء نے اسی طرح دوسرا سوال یہ کیا ہے۔

”جو شخص باوصف اعتقاد مذکور کہ کذب باری بالاتفاق ممتنع بالغیر ہے۔ قائل وقوع کذب کی حمایت میں مسئلہ خلف و عید پیش کرے اور کہے کہ وقوع خلف و عید کو جماعت کثیرہ علمائے سلف قبول کرتی ہے اور واضح ہے کہ خلف و عید خاص ہے اور کذب عام ہے، کیونکہ کذب بولتے ہیں قول خلاف واقع کو سو وہ گاہ و عید ہوتا ہے۔ گاہ و عید، گاہ خبر اور سب کذب کے انواع ہیں اور وجود نوع کا وجود جنس کو مستلزم ہے۔ انسان اگر ہوگا تو حیوان بالضرور موجود ہووے گا۔ لہذا وقوع کذب کے معنی درست ہو گئے۔ آیا یہ قائل مسلمان ہے یا کافر اور جو اسے مسلمان جانے وہ مسلمان ہے یا کافر؟“

یہ گنگوہی کے اسی فتویٰ کی عبارت ہے، جس کی بنیاد پر حضرت ملک العلماء قدس سرہ نے معارضہ قائم کیا ہے۔

ظاہر ہے کہ اشرف علی اور پورے گروہ دیوبندی کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں ہو سکتا تھا۔ کیونکہ اس کے گرو کی عبارت ہی کو لے کر معارضہ تھا۔ لہذا اشرف علی مہبوت ہو کر رہ گیا اور زندگی بھر منہ پر تالا لگا رہا اور اس کے اور دیگر دیابنہ کے پاس کوئی ایسی تاویل نہیں،

جو قابل سماعت ہو اور صریح قول میں تاویل کیسی؟ یہاں بھی دیکھیے کہ رشید احمد نے یہ فتویٰ لکھا تھا تب تو اشرف علی سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔ ورنہ سہل تھا کہ کہہ دیتا کہ گنگوہی صاحب نے ایسا نہیں لکھا ہے۔

ملک العلماء کا تیسرا سوال :

اسی طرح براہین قاطعہ میں رشید احمد گنگوہی اور خلیل احمد ایٹھوی دونوں نے مل کر یہ لکھا ہے کہ شیطان کے لئے علم کی وسعت نصوص قطعیہ (قرآن و حدیث) سے ثابت ہے لیکن بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اس علم کے لئے کوئی نص و دلیل نہیں ہے۔ لہذا یہ شرک ہے۔ براہین قاطعہ کی عبارت یہ ہے۔

”الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس قاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں، تو کون سا ایمان کا حصہ ہے۔ شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی، فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔“ (براہین قاطعہ ص ۵۵، مطبوعہ کتب خانہ امدادیہ دیوبند)

فرقہ وہابیہ کی شاخ دیوبندیہ کے مذکورہ قول پر جتنا ماتم کیجیے کم ہے۔ یقیناً آپ کا ایمان و عقیدہ بولے گا۔ جو صفت ایک فرد کے لئے ماننا شرک ہوگی، وہ دوسرے کے لئے بھی شرک ہوگی۔ لیکن دیوبندیوں کا کیسا مذہب و مسلک ہے، کیسی توحید ہے کہ وسعت علم، اللہ تبارک و تعالیٰ کے حبیب بنی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ماننا شرک ہے۔ لیکن وہی صفت علم اللہ و رسول عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن شیطان لعین کے لئے ماننا عین توحید و ایمان ہے۔

یہیں سے ہر مسلمان کو سمجھ لینا چاہیے کہ اس گروہ کا

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدظلہ کی حیات اور علمی خدمات

علاوہ کوئی چارہ کار ہی نہ رہا۔

دوست شیطان لعین ہے۔ جس کی وسعت علم کا خطبہ پڑھا جا رہا ہے اور دشمنی ہے، تو صرف اللہ کے نبی پاک ﷺ سے۔ جب ہی تو صاحب لولاک، فخر عالم ﷺ کے مقابلے میں شیطان کا ذکر کر رہا ہے اور علمی کمال میں شیطان کو بڑھا رہا ہے اور آپ کو اس کمال میں کمتر دکھا رہا ہے۔

حضرت ملک العلماء قدس سرہ نے دیوبندیوں کی اس عبارت پر گرفت کرتے ہوئے یوں ذکر فرمایا ہے:

”سوال سوم! جس وصف کا اثبات مخلوق میں کسی ایک فرد کے لئے شرعاً شرک ہو آیا وہ تمام مخلوق میں جس فرد کے لئے ثابت کیا جائے شرک ہی ہو گا یا بعض کے لئے اس کا اثبات شرک اور بعض کے لئے نہیں؟ کیا شرک میں تفصیل ہے کہ بعض مخلوقات اللہ تعالیٰ کی شریک ہو سکتی ہیں اور بعض نہیں؟ اور اگر یہ تفصیل باطل ہے اور جس صفت کا اثبات ایک فرد کیلئے شرک ہو، ہر فرد میں مطلقاً یہی حکم ہے، تو جو شخص ایک صفت کو ایک فرد کیلئے ثابت ماننا شرک بتائے اور خود اسی صفت کو دوسرے فرد کے لئے ثابت مانے، تو آیا وہ خود اپنے منہ سے شرک ہو آیا نہیں؟“

کیسی زبردست گرفت فرمائی ہے۔ حضرت ملک العلماء نے مخالف کے فرار کی تمام راہوں کو بند کر دیا ہے۔ دیوبندیوں سے مسلمان پوچھیں کہ براہین قاطعہ کی مذکورہ عبارت سے حضور ﷺ کی شان اقدس میں توہین ہوئی یا نہیں۔ اگر مان لے، تو کہے کہ گنگوہی کی طرفداری نہ کرو۔ اس سے کنارہ کشی اختیار کرو۔ اس کے کافر ہونے میں شک مت کرو اور اگر نہ مانے، تو اہلسنت کے کسی شیر کے پاس لے کر پہنچیں۔ انشاء اللہ الرحمن دومانٹ میں فیصلہ ہو جائے گا۔

اس طرح کے کئی سوالات سے حضرت ملک العلماء نے اشرفی تھانوی اور دیگر دیوبندیوں کی ایسی گھیرا بندی کی کہ ان کا ناطقہ بند کر دیا۔ ”معاف کیجیے، معاف کیجیے“ کی رٹ لگانے کے

رشید احمد اور خلیل احمد کی مذکورہ عبارت پر حضرت ملک العلماء قدس سرہ کی ایک اور گرفت ملاحظہ کرتے چلیں، تاکہ مسئلہ روشن سے روشن تر ہوتا چلا جائے۔

”سوال ہستم! آپ کے ایمان میں نبی ﷺ کا علم وسیع تر ہے، یا ابلیس لعین کا۔ جو شخص کہے کہ شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی۔ فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے۔ اس نے نبی ﷺ کے علم کی توہین کی یا نہیں؟ ایسا شخص مسلمان ہے یا کافر؟“

اگر ہم بیسیوں سوالات کی تشریح کریں، تو اس کے لئے ایک دفتر چاہیے۔ اس لئے ہم یہاں صرف ایک اور سوال کی طرف عنان قلم کو پھیرتے ہیں۔

دیوبندی جماعت کے سرخیل اشرفی تھانوی سے کسی نے سوال کیا تھا کہ نبی کریم ﷺ کو عالم الغیب (غیب کو جاننے والا) کہنا درست ہے یا نہیں۔ اس کے جواب میں اتنا لکھ دینا کافی تھا کہ اس لفظ کا اطلاق حضور کے لئے ہمارے نزدیک ناجائز ہے۔ لیکن اس نے ایسا نہ کیا اور بات بڑھادی۔ دل کا چور زبان و قلم پر آ گیا۔ غیب کی خبر دینے والے نبی سے دشمنی تھی وہ نوک قلم پر آ گئی۔ علم غیب کی دو قسمیں کیں اور دونوں کی نفی غیب داں نبی سے کر دی۔ جبکہ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے نبی کریم ﷺ کو علم غیب حاصل ہے۔ نبی کے معنی ہی آتے ہیں غیب کی خبر دینے والا۔ کیا حضور نے اللہ تعالیٰ کی خبر نہ دی؟ کیا حضور نے جنت و دوزخ کی خبر نہ دی؟ یقیناً دی اور یہ سب غیب سے ہے اور ظلم بالائے ظلم یہ کہ حضور ﷺ کے علم کو صبی (بچہ) مجنون (پاگل) اور جانوروں سے تشبیہ دے دی کہ اشرفی کی زندگی ہی میں یہ عبارت فتنہ کا باعث بنی

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رضی اللہ عنہ کی حیات اور علمی خدمات

رہی اور بار بار اس سے سوال ہوا کہ آپ نے ایسا کیسے لکھ دیا اور حضور کے علم کو جانوروں سے تشبیہ دے کر حضور کی توہین کس طرح کر دی، تو اس کا جواب اس کے پاس کچھ نہ تھا۔ بس یہ کہ لایعنی تاویل سے کام لیا اور جب تاویل بے معنی پر گرفت کی گئی، تو ضد، بے جا ہٹ اور بے غیرتی کی حد سے چمٹ کر یہ کہہ دیا۔ ”مجھے معقول بھی کر دو، مگر وہی کہے جاؤں گا۔“

آج بھی سارے دیوبندیوں سے اور قبر پر جا کر ان کے پیشوا سے کوئی دریافت کرے کہ اس عبارت سے اسلام کی کون سی خدمت آپ نے کر دی؟ کیا یہ بدعت سیئہ نہیں ہے؟ کیا حضور ﷺ کا اور ان کے اصحاب کا دل اس سے چھلنی نہ ہوا؟

تھانوی کی عبارت مسلمان پڑھیں اور فیصلہ کریں کہ اس نے حضور شافع یوم النشور کی کیسی توہین کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

”پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول صحیح ہو، تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں، تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم غیب تو زید و عمر و بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔ کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے، جو دوسرے شخص سے مخفی ہے۔“

(حفظ الایمان ص ۸ کتب خانہ اعزازیہ، دیوبند)

۱۲ جمادی الآخری ۱۳۲۳ھ کو اشرف علی تھانوی کی اس کالے کرتوت سے متعلق حضرت ملک العلماء اور آپ کے رفقاء سوالات لے کر اس کے پاس پہنچے۔ جن میں اٹھارہواں سوال کتاب حفظ الایمان مصنفہ اشرف علی کی اسی مذکورہ بالا عبارت سے متعلق ہے۔

”سوال ہیز دہم: جو شخص یہ کہے کہ بعض علوم غیبیہ مراد ہیں، تو اس میں حضور کی کیا تخصیص، ایسا علم غیب تو زید و عمر و بلکہ ہر

صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے، اس نے نبی کریم ﷺ کی توہین کی یا نہیں؟ کیا نبی ﷺ کو اتنا ہی علم غیب دیا گیا تھا، جتنا ہر پاگل اور چوپائے کو حاصل ہے؟؟ ایسا کہنے والا مسلمان ہے یا کافر؟ اور جو اسے مسلمان جانے وہ مسلمان ہے یا کافر؟“ (ظفر الدین البجید ص ۱۰)

روز روشن کی طرح یہ واضح ہے کہ جس کے دل میں ذرہ برابر ایمان و محبت رسول ہوگی، وہ اشرف علی کی مذکورہ عبارت کو پڑھ کر لرز اٹھے گا اور ہرگز اسے مسلمان نہ جانے گا۔ یہی وجہ ہے کہ ۱۳۲۳ھ میں مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ کے تینتیس اکابر علماء و مفتیان شرع نے جن کے فتوؤں پر پوری دنیا کے مسلمانوں کا اعتماد تھا، بالاتفاق اشرف علی مع اس کے اکابر کے کافر و مرتد اور خارج از اسلام ہونے کا فتویٰ دیا۔ آج بھی ان مقدس مقتدائے دین کے فتاویٰ ان کے دستخط و مہر کے ساتھ چھپ رہے ہیں اور ہندو پاک میں دستیاب ہیں۔ جو چاہے انھیں دیکھ لے۔ مگر کیسی اندھیرنگری ہے، اتنی کھلی توہین رسول اور اس پر فتاویٰ کفر کے باوجود فرقہ دیوبندی کے اندھے اور بہرے ایمان کا جنازہ کاندھوں پر اٹھائے بے شرمی سے گھوم رہے ہیں۔ ان سب کو نبی پاک کی تعظیم پیاری نہیں، بلکہ اشرف علی، قاسم نانوتوی، خلیل احمد انبٹھوی اور رشید احمد گنگوہی پیارے ہیں۔ انھیں نہ صرف، مسلمان بلکہ اپنا مقتدا و پیشوا بھی مان رہے ہیں۔ ان کی پیروی کرتے ہوئے فخر سے کہتے پھر رہے ہیں کہ ہم اشرف علی کو ایک بڑا عالم اور اپنا پیشوا مانتے ہیں۔ جبکہ کافر و مرتد کو اپنا پیشوا ماننا جہنم کا راستہ اختیار کرنا ہے اور اسے مسلمان جاننا کفر کے دلدل میں پھنسنا ہے۔ اس کے کفر و عذاب میں جو شک کرے گا وہ کافر ہو جائے گا۔ مفتیان کرام و علمائے عظام اپنی اپنی کتابوں میں تصریح کر چکے ہیں۔

”من شک فی کفرہ و عذابہ فقد کفر“

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رضی اللہ عنہ کی حیات اور علمی خدمات

حضور ملک العلماء کی انیسویں گرفت بھی ہمارے مسلمان بھائی کے ذہن نشین کرتے چلیں۔ تاکہ نتیجہ اخذ کرنے میں کوئی دشواری نہ رہے۔

یہی اشرف علی تھانوی، اسماعیل دہلوی، رشید احمد گنگوہی، خلیل احمد انیسٹھوی اور قاسم نانوتوی وہابیوں کے یہاں عالم اور پیشوا کہلاتے ہیں۔ یہاں ہم ان کی پوری برادری کے لوگوں کو لاکار کر کہتے ہیں۔ اپنے پیشواؤں کے بارے میں اسی طرح لکھ کر شائع کرو۔ جس طرح تھانوی نے حضور ﷺ کے علم کے بارے میں شائع کر دیا کہ ان اکابر دیوبند کا علم علم الہی کے برابر اور جمیع معلومات الہیہ کو محیط ہے یا ان کو صرف بعض کا علم ہے۔ اگر کوئی کہے کہ تمام علوم الہیہ کا محیط ہونا عقلاً و نقلاً باطل ہے اور اگر بعض علم کی بنیاد پر انھیں عالم کہا جائے، تو اس میں ان کی کیا تخصیص؟ مولوی اشرف علی تھانوی جیسا علم ہر پاگل کو ہے، مولوی اسماعیل کا سا علم ہر چوپائے کو ہے، مولوی گنگوہی کے جیسا علم ہر کیڑے مکوڑے کو ہے، قاسم نانوتوی، خلیل احمد انیسٹھوی کا سا علم ہر بھیڑ بکری کو ہے۔ تو سوال یہ ہے کہ اس قائل نے اشرف علی، اسماعیل دہلوی، گنگوہی اور دیگر مذکورہ دیوبندی صاحبان کی توہین کی یا نہیں۔ اگر کی تو کیا وجہ ہے کہ یہ الفاظ ان اکابر دیوبند کے حق میں توہین و گستاخی قرار پائیں اور حضرت محمد ﷺ کی شان اقدس میں توہین نہ ٹھہریں اور اگر نہیں تو وہ تخصیص بتائیں کہ ان صاحبوں کو مولوی مولانا اور عالم کہا جائے اور چوپایوں کو نہ کہا جائے باوجودیکہ آپ کے نزدیک یہ چوپائے علم میں ان صاحبوں کے برابر ہیں ان چوپایوں کو اس لقب (مولانا، عالم) سے محروم کیوں رکھا جائے؟

بلفظ دیگر، جس طرح حضرت ملک العلماء قدس سرہ نے آج سے ایک سو سات سال قبل چیلنج کیا تھا، آج بھی سارے

دیوبندیوں کو یہ چیلنج ہے کہ اگر واقعی ان کلمات کو جو اشرف علی نے لکھا، رسول اللہ ﷺ کی شان اقدس میں توہین نہیں جانتے، تو بعینہ یہی کلمات اپنے اکابر مولوی قاسم نانوتوی، مولوی رشید احمد گنگوہی وغیرہما کی نسبت لکھ کر چھاپ دیں کہ قاسم نانوتوی، گنگوہی، تھانوی، محمود حسن دیوبندی کو عالم کہا جانا اگر بقول ان کے معتقدین کے صحیح ہو، تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس سے مراد کل علم ہے یا بعض علم۔ اگر کل علم مراد ہے، تو اس کا بطلان دلیل عقلی و نقلی سے ثابت ہے اور بعض علم مراد ہے، تو اس میں ان لوگوں کی کیا تخصیص ایسا علم تو ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کو بھی حاصل ہے۔

جس دن مقتدیان دیوبند یہ اشتہار شائع کر دیں گے۔ اس دن سمجھ لیا جائے گا کہ دیوبندیوں کے یہاں یہ کلمات توہین نہیں ہیں اور اگر یہ لوگ نہیں چھاپ سکتے اور صدیاں بیت گئیں۔ اب تک نہ چھاپا، تو اذعان و یقین کے ساتھ ہم یہی کہتے ہیں کہ کسی صورت میں یہ نہیں چھاپ سکتے۔ تو معلوم ہوا کہ یہ کلمات ان دیوبندیوں کے نزدیک بھی ضرور کلمات توہین ہیں، ورنہ اپنے اکابر، اساتذہ و مشائخ کے حق میں لکھنے سے کیوں گریز کرتے ہیں۔ جب ان اکابر دیوبند کے بارے میں یہ حقیقت طشت از بام ہو چکی کہ ان لوگوں نے اللہ عزوجل و رسول اللہ ﷺ کی شان اقدس میں گستاخیاں کی ہیں تو، قیامت کے دن یہ عذر کام نہ دے گا کہ یہ میرے استاد تھے، گمراہ کیسے کہتا؟ میرے پیشوا تھے، اس لئے برا بھلا نہ کہا، عالم تھے، مدرسہ و مسجد بنائے تھے، اسلئے انھیں کافر نہ جانا، کیا شیطان عالم نہ تھا، وہ تو معلم کہلاتا تھا پھر کیوں کافر ہوا؟

یاد رہے کہ علمائے دیوبند کی ان ہی گھناؤنی عبارات و گستاخوں پر مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ اور مکہ و مدینہ زاد ہما اللہ شرفا و عدلا کے ۳۳ علمائے کرام

اور جب عرب و عجم کے اساطین امت کے فتاویٰ تکفیر کے تحت ان گستاخوں کے لئے ہندوستان کی زمین تنگ پڑ گئی۔ ہر طرف سے لعنت و ملامت کی صدائیں آنے لگیں اور اپنی چودھراہٹ اور جھوٹی شہرت کو ملیا میٹ ہوتے دیکھا، تو پھر مزید جھوٹ کا سہارا لے بغیر کوئی چارہ کار نہ رہا اور جھوٹ کا سہارا کیوں نہ لیتے۔ اپنے خدا کو ہی جھوٹا کہہ دیا، تو کیا نہیں کر سکتے تھے۔ جب ان کا خدا جھوٹ بول سکتا ہے، تو یہ بولیں، تو کیا عجب ہے۔ پہلو بدل بدل کر دروغ گوئی ہی کی طرف آئے اور اپنی اور اپنے اکابر کی عبارتوں میں غیر معتبر تاویل کے بہانے تحریف و تبدیل شروع کر دی۔ انصاف پسندی کا تقاضا یہ تھا کہ توہین آمیز اور کفری عبارات اپنی کتابوں سے نکال دیتے اور توبہ و تجدید ایمان کا عمل اختیار کرتے مگر یہ نہ کیا غلط سلط تاویلیں کر کے تغلیط و تبدیل کرنے لگے۔ اس کے رد میں تاجدار اہلسنت مفتی اعظم وارث محی الدین جیلانی حضرت مصطفیٰ رضا خاں علیہ الرحمہ والرضوان نے الموت الاحمر کی شکل میں ایک مبسوط کتاب لکھ کر اور دندان شکن جواب دے کر مرتضیٰ حسن در بھنگوی نائب اعظم مدرسہ دیوبند کی ساری تدبیروں اور ترکیبوں کے خیالی شیش محل کو چکنا چور کر دیا اور ثابت کر دیا کہ جس کو یہ تاویل سمجھتے ہیں، وہ تاویل نہیں بلکہ تغلیط و تبدیل ہے۔

جب اس ترکیب سے بھی بات نہ بنی اور دشمنان خدا اور رسول کی مطلب بر آری نہ ہوئی، تو یہ کہنے لگے کہ ”ہم نے ایسے اقوال ہرگز نہیں کہے۔“ بلکہ اپنے جرم کو چھپانے اور پاک دامنی کا اظہار کرنے کے لئے یہاں تک لکھ دیا۔

”ہم لوگ ایسے اقوال کہنے والے بلکہ کہنا درکنار جس کے دل میں ان کا خطرہ بھی گزرے اس کو بھی کافر کہتے ہیں۔“

سوال یہ کہ ہے جب آپ نے یہ عبارتیں لکھیں، آپ

و مفتیان عظام قدست اسرار ہم نے ان پر کفر کے فتاویٰ دیئے، تو ایوان دیوبندیت میں زلزلہ آ گیا، گستاخوں کی دنیا زبرد بر ہو گئی اور چیخ و پکار شروع ہو گئی۔ ہائے افسوس! ہمیں کافر کہہ دیا، ہمیں گمراہ و گمراہ گر کہہ دیا، ہمیں جہنمی کہہ دیا۔

سوال یہ ہے کہ آپ نے کام کیا ہے کفر و ضلالت، کا تو گمراہ و کافر نہ ہوں گے، تو کیا ہوں گے؟ کام کیا ہے منافق کا، تو مومن کا لقب کون دے گا۔ ان اکابر دیوبند کو دیکھا جائے، سب نے کسی نہ کسی جہت سے اللہ عزوجل اور رسول اللہ ﷺ کی شان اقدس میں ضرور گستاخی کی ہے۔ مجھے اس بات کو بر ملا کہنے میں کوئی خوف نہیں کہ ان کی کتابوں کو دیکھنے کے بعد واضح اور صاف طور پر اس حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے منصوبہ بند طریقے سے اور منظم ہو کر یہ مشن چلایا تھا کہ اللہ و رسول عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر حملہ کرو۔ اسماعیل دہلوی سے لے کر قاسم نانوتوی تک، گنگوہی سے لے کر انبیٹھوی تک اور تھانوی سے لے کر محمود حسن دیوبندی تک، سب کے سب اس حمام میں ننگے معلوم ہوتے ہیں۔ کوئی امکان کذب باری تعالیٰ لے اٹھا اور صدور کذب کے قول تک پہنچا۔ انگلی پکڑتے پکڑتے پہنچے تک پہنچ گیا۔ امکان کذب کا قائل نہ ہوتا، نہ وقوع کذب کے گڑھے میں گرتا۔ نہ کفر بکتانہ فتویٰ لگتا۔ کوئی نبی آخر الزماں کے آخری رسول ہونے پر انگلی رکھتا ہے، تو کوئی علم رسول پر وار کرتا ہے۔ گویا گستاخی ان کی گھٹی میں پلا دی گئی تھی۔ اسی لئے تو محمود حسن دیوبندی نے بھی اپنے پیشرو اسماعیل دہلوی اور خلیل احمد انبیٹھوی و رشید احمد گنگوہی کی اتباع میں اپنی کتاب ”الجمید المقل“ میں اللہ تعالیٰ کے امکان کذب کا قول کر دیا اور منظور نعمانی سنبھلی اپنے اکابر کی وکالت کرتا اور لا یعنی تاویلیں کرتا رہا۔

کے مکتبوں سے چھپ رہی ہیں۔ آپ کے نام سے شائع ہو رہی ہیں، آپ کبھی نہیں کہتے کہ یہ ہماری کتابیں نہیں ہیں، تو ایسا یہ واضح جھوٹ کیا کام دے گا۔

دیوبندیوں کی اس دروغ افشانی کو ایک دل نشین مثال کی صورت میں حضرت ملک العلماء کی نوک قلم سے ملاحظہ کیجیے۔

”رہا اس امر کا انکار اور یہ کہنا کہ ہم نے ایسا کبھی نہیں کہا اور نہ میرے دل میں اس کا خطرہ گزرا۔ اس کی مثال بعینہ ایسی ہے کہ ایک شخص نے چوری کی، مال چوری کا اس کے پاس موجود ہے، لوگوں نے اس کو گرفتار کیا۔ اب دارالقضا میں آکر طراری دکھاتا ہے کہ میں نے ہرگز چوری نہ کی۔ بلکہ چوری کرنا درکنار میرے دل میں تو کبھی چوری کرنے کا خطرہ بھی نہ گزرا۔ تو جس وقت اس کے پاس چوری کی گھڑی موجود ہے۔ کوئی بھولا ہی آدمی اس کی اس چکنی چپڑی بات میں آکر اس کو بے قصور سمجھے گا۔ ورنہ اللہ تعالیٰ نے جسے کچھ بھی عقل کا حصہ دیا ہے، وہ یہی کہے گا کہ بے ایمان جب تو نے چوری نہ کی، تو گھڑی تیرے پاس کہاں سے آئی۔ بعینہ یہی حال مولوی صاحب (تھانوی) کا ہے۔ حفظ الایمان ان کی چھپی ہوئی کتاب موجود، اس میں یہ عبارت موجود، پھر انکار کیا وقعت اور دل میں خطرہ تک نہ گزرنے کے کیا معنی۔“ (ظفر الدین الجید ص ۱۹)

مناظر اہلسنت حضرت ملک العلماء قدس سرہ نے مذکورہ رسالہ کے آخر میں تکمیل کے تحت بڑی پیاری پیاری اور دلچسپ باتیں درج کی ہیں۔ نشاط طبع اور وہابیوں کی کرشمہ سازی کو مزید سمجھنے کے لئے ذیل کے اقتباس کو پڑھ لیجئے۔ جس میں دیوبندیوں کی حواس باختگی رد لیجس تبصرہ بھی ہے۔

ان لوگوں سے سوالات کئے کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی آپ کی طرف ایسے ایسے اقوال منسوب کرتے ہیں۔ کہا آپ نے ایسے ایسے اقوال کہے ہیں اور اس کے کہنے والے کو مسلمان جاننے ہیں یا کافر؟ اس کا جواب ان لوگوں نے یہ دیا کہ ہم نے ایسے اقوال ہرگز نہیں کہے، ہم لوگ ایسے اقوال کہنے والے بلکہ کہنا درکنار، جس کے دل میں ان کا خطرہ بھی گذرے، اس کو بھی کافر کہتے ہیں۔ ان سب جوابات کو ایک رسالے میں جس کا نام ”الختیم علی لسان الخصم“ رکھا ہے، چھاپ کر شائع کیا، ایک نسخہ میرے پاس بھی بھیجا۔ میں نے شکریہ..... کے علاوہ ایک خط لکھا۔ جس میں لکھا تھا کہ آؤ یار ہاتھ ملائیں۔ جادو وہ جو سر چڑھ کے بولے۔ جس وقت اعلیٰ حضرت نے کفر کا فتویٰ دیا تھا، تو آپ حضرات نے آسمان سر پر اٹھالیا تھا کہ، ہائے کافر کہہ دیا۔ کفر کا فتویٰ دے دیا، بات بات میں کافر کہا کرتے ہیں۔ اب یہ اعلیٰ حضرت کے فتویٰ کی کیسی پوری تصدیق ہے کہ جن جن اقوال کو اعلیٰ حضرت نے کفر بتایا تھا ان سب کو آپ کے علماء واکابر بھی کلمہ کفر ٹھہرا رہے ہیں اور ان کے قائل کو کافر بتاتے ہیں، بلکہ تکفیر میں غلو بھی قابل ملاحظہ ہے۔ کہ جس کے دل میں اس کا خطرہ گذرے اس کو کافر بتاتے ہیں۔ حالانکہ خطرات پر ہرگز حکم کفر نہیں بلکہ حدیث شریف میں تو اس کو صریح الایمان فرمایا گیا۔ ”عن ابی ہریرۃ قال جاء ناس من اصحاب رسول اللہ ﷺ الی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم فسالوہ انا نجد فی انفسنا ما يتعاضم احدنا ان يتکلم به قال او قد وجدتموه قالوا نعم قال ذالک صریح الایمان“

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی شہد کی حیات اور علمی خدمات

تھانوی وغیرہ نے جو توہین رسالت پر مشتمل عبارات لکھی ہیں اور جن کی بنیاد پر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی اور علمائے حرین نے ان لوگوں پر کفر کا فتویٰ دیا ہے، وہ ان کے نزدیک بھی کلمات کفر ہیں۔ خود ان لوگوں نے اپنے رسالہ ”السخم علی لسان الخصم“ میں لکھا ہے۔ ”ہم لوگ ایسے اقوال کہنے والے ہیں کہ انہیں کفار جس کے دل میں ان کا خطرہ بھی گذرے اس کو بھی ہمارے اکابر سے کفر کے فتاویٰ اٹھ جائیں۔ لیکن ان کا جو حشر ہوا، اس کا اندازہ گذشتہ صفحات کی عبارتوں سے قارئین کو لگ گیا ہوگا۔ مزید وضاحت کے طور پر اس کے حشر و نشر کا اندازہ حضرت ملک العلماء قدس سرہ کی مندرجہ ذیل عبارت سے لگا لیجئے، کتاب ”ظفر الدین الجید“ کے آخر میں یوں رقم طراز ہیں۔

”میں نے یہ سارا سارا لکھا ہے کہ میرا دل میرے تفسیر سے

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدظلہ کی حیات اور علمی خدمات

بریلوی کے فتوے کے بعد مدینہ منورہ کے بجائے بریلی کی طرف ہوا گیا۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کا سینہ سامنے آکر ڈھال بن گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو مزید گستاخیوں سے محفوظ کر لیا۔ اب کوئی دیوبندی، وہابی اس طرح کھل کر گالی نہیں دے سکتا۔ پھر انعام خسروی ہوا کہ انہوں نے صدر الافاضل، صدر الشریعہ، مفتی اعظم، ملک العلماء وغیرہم پر مشتمل ناموس رسالت کے تحفظ کا ایک دستہ تیار کیا اور اس حفاظتی دستہ کے میرکارواں اور علمبردار کے نام سے ایک عالم میں جانے پہنچانے گئے، افق عالم پر امام عشق و محبت اور مجدد اعظم کی حیثیت سے چھا گئے۔

قارئین کرام: یہ حضرت سید محمد ظفر الدین رضوی فاضل بہار کے علمی مقام کے بارے میں صرف ایک کتاب میں مذکور ان کے چند سوالات اور کچھ اقتباسات ہیں۔ جن کی روشنی میں حضور ملک العلماء کی مناظرانہ شان و شوکت کی چند جھلکیاں پیش کی گئی ہیں اگر یہ مقام طول کا متحمل ہوتا تو ایسی کئی جھلکیاں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا اور اگر میری میز پر حضرت ملک العلماء قدس سرہ کے دوسرے چند اور مناظروں کی روداد مثلاً شکستہ سفاہت، گنجینہ مناظرہ اور ظفر الدین الطیب وغیرہا ہوتیں تو یہ مضمون ایک ضخیم کتاب کی شکل اختیار کر سکتا تھا۔ ملک العلماء کی شان عالی میں یہ حقیر نذرانہ عقیدت اور خراج محبت گر قبول بارگاہ ہو جائے تو میرے لئے نصیب کی ارجمندی اور سعادت کی سر بلندی ہوگی۔ جس ذات ستودہ صفات کا خاتمہ بالخیر ذکر جبر اللہ اللہ پر ہوا۔ اس پر لکھے ہوئے مقالے کا خاتمہ بھی ”ذکر اللہ“ پر سگ کوئے قادری کرتا ہے۔

ان اجری الاعلیٰ اللہ .

☆☆☆

دشمن انگریز اور ننگ انسانیت یہودی لابی سے تعلق رکھتے تھے اور ان کا مقصد صرف اور صرف ان کے مشن کو فروغ دینا اور ان کی سازشوں کو استحکام بخشنا تھا۔ مگر علمائے اہلسنت کے بروقت متحرک ہونے، شبانہ روز کی دوڑ دھوپ اور انتھک کاوشوں سے ان کے سارے منصوبوں پر پانی پھر گیا۔

آج سارے دیوبند، وہابی، امام عشق و محبت، فقیہ اعظم، مجدد اعظم، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ جن کی تائید و تحسین علمائے ہند و پاک کے ساتھ ساتھ علمائے مکہ و مدینہ نے کی، ان کو خلافت و اجازت سے نوازا اور خود بھی لی، کو برا بھلا کہتے نہیں تھکتے ہیں، محض اس لئے کہ انہوں نے اور ان کے خلفا مثل حضور ملک العلماء نے حق بات کہہ دی، گستاخ کو گستاخ کہا، کافر کو کافر کہا اور رسول پاک، صاحب، لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ ”الحق مر“ (حق بات کڑوی ہے) اسمیں نہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کا تصور ہے نہ ان کے احباب و شاگرد مثل ملک العلماء کا اور نہ ہی علمائے مکہ و مدینہ کا۔ ان حضرات نے گستاخ رسول کو گستاخ رسول اور کافر کو کافر کہہ کر ایک طرف آدمی نما بھیڑیے سے مسلمانوں کو ہوشیار کیا یا انہیں بچایا، تو دوسری طرف گستاخیوں اور گالیوں کے وہ تیر جو دیوبند سے گنبد خضرا کے مکین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات اقدس پر برسائے جا رہے تھے۔ ان کا رخ اپنی طرف کر لیا۔ ورنہ ان حضرات کو علمائے دیوبند کی کفری عبارتوں پر فتویٰ دے کر گالیاں سننے کا کوئی شوق نہ تھا۔ آپ نے دیوبندیوں سے کہہ دیا، کہ تم عبدالمصطفیٰ احمد رضا کو جتنی گالیاں دینا چاہو دے لو۔ مگر ہمارے رسول ﷺ کو نہ دو۔ تو ہین و گستاخی کا جو بھی تیر چلانا چاہو، میری طرف چلاؤ اور ہوا بھی ایسا ہی کہ وہابیوں، دیوبندیوں کے دشنامی تیروں کا رخ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل

ملک العلماء کی نثر نگاری

از قلم: ڈاکٹر عبدالنعیم عزیز، ۱۰۴، جسولی، بریلی شریف

اردو نظم و نثر کی ابتداء صوفیاء اور علماء ہی کی مرہون منت ہے اور آج بھی اسے زندہ رکھ کر تہ و تاب اور توانائی عطا کرنے میں انہی صاحبان علم و قلم کا ہاتھ زیادہ ہے۔

سر سید احمد، محمد حسین آزاد، الطاف حسین حالی، نذیر احمد، شبلی نعمانی اور سر سید کے دوسرے رفقاء جب اردو نثر کو انسانی اور زمینی مسائل سے جوڑنے نیز اسے روزمرہ اور مختلف نقلی و عقلی علوم و فنون کی زبان بنانے کی مساعی کر رہے تھے۔ اس عہد میں بریلی کے فاضل امام احمد رضا خاں نے تنہا اس طرح کے امور بلکہ ان سے بڑھ کر کارنامے انجام دیے۔ علوم و فنون میں ایک ہزار پچاس سے زائد نقلی و عقلی کتب و رسائل اس بات کی شاہد ہیں۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اردو کو قانون و عدالت، سائنس و ریاضیات، سیاسیات، نظریات، اقتصادیات و معاشیات وغیرہ کی زبان بنا کر دکھادیا اور صرف یہی نہیں، بلکہ مختلف تصانیف میں حسب ضرورت انشاء پردازی کے جلوے بھی دکھائے ہیں اور طنز و نثریت کے پھول بھی کھلائے ہیں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کے خلفا اور تلامذہ نے بھی اردو زبان و ادب کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ امام موصوف کے انہی خلفا اور تلامذہ میں ایک اہم نام ملک العلماء علامہ سید محمد ظفر الدین قادری فاضل بہار علیہ الرحمۃ والرضوان کا بھی ہے۔ جنہوں نے فقہ، حدیث، توفیق تفسیر، سیرت، تاریخ وغیرہ علوم

میں تصنیفات و تالیفات نیز مکاتیب کے توسط سے اردو نثر کو مالا مال کرنے میں زبردست کردار ادا کیا۔

ملک العلماء مولانا سید محمد ظفر الدین قدس سرہ العزیز:

ولادت: ۱۹ اکتوبر ۱۸۸۰ء وصال: ۱۸ نومبر ۱۹۶۲ء کا تعلق صوبہ بہار کی راجدھانی عظیم آباد (پٹنہ) سے تھا۔ وہ یادگار اعلیٰ حضرت دارالعلوم منظر اسلام بریلی کے پہلے فارغ التحصیل تھے۔ ملک العلماء اپنے وقت کے جید علمائے دین اور توفیق و تفسیر کے ماہرین میں ایک تھے۔ ان کے کتب و رسائل کی تعداد ستر کے قریب ہے البتہ ان میں سے بہت کم کتب و رسائل زیور طبع سے آراستہ ہو پائے ہیں۔ لہذا محض چند تصانیف کی روشنی میں ان کی نثر نگاری کا جائزہ مناسب تو نہیں ہوگا، تاہم چند جھلکیاں دکھانے کی کوشش کی جائے گی، تاکہ یہ اندازہ ہو سکے، کہ وہ کس پائے کے نثر نگار تھے۔

۱۔ مجدد کے اوصاف بیان کرتے ہوئے ملک العلماء تحریر فرماتے ہیں:

”مجدد کے لیے خاص اہل بیت سے ہونے کی ضرورت نہیں، نہ مجتہد ہونا لازم لیکن یہ ضرور ہے، کہ وہ سنی صحیح العقیدہ، عالم فاضل، علوم و فنون کا جامع، اشہر مشاہیر زمانہ، بے لوث حامی دین، بے خوف قانع مبتدعین ہو، حق کہنے میں نہ خوف لومۃ لائم ہو، نہ دین کی ترویج میں دنیوی منافع کی طمع، متقی، پرہیزگار، شریعت و طریقت کے زیور سے آراستہ رزائل و خلاف شرع سے دل برداشتہ

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی صاحب کی حیات اور علمی خدمات

اور حسب تشریح علامہ حقّی مجدد کے لیے ضروری ہے کہ جس صدی میں پیدا ہو، اس کے خاتمہ اور جس صدی میں انتقال کرے۔ اس کے اول میں مشہور، معروف، مشارالیه مایحتاج ہو۔“ (چودھویں صدی کے مجدد از ملک العلماء، صفحہ ۳۲)

مندرجہ بالا اقتباس میں مجدد کے اوصاف کا بہت ہی وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ یہ اقتباس خیال کی وضاحت کا عمدہ نمونہ ہے۔ تحریر علمی ہونے کے سبب تھوڑی مشکل ضرور ہے، لیکن یہاں الفاظ قانع، لومتہ لائم، مشارالیه مایحتاج وغیرہ لانا ناگزیر بھی تھے اس لیے کہ کسی خیال کی وضاحت یا کسی دینی، علمی بات کی تعریف کے لیے کچھ ٹکنیکل الفاظ کا استعمال ناگزیر بھی ہو جاتا ہے۔ دین، مبتدعین، آراستہ، دل برداشتہ وغیرہ قافیہ الفاظ نے اس خالص علمی تحریر میں دل کشی پیدا کر دی ہے۔

۲۔ اس کتاب ”چودھویں صدی کے مجدد“ سے ایک اقتباس اور دیکھیے:

”قاعدہ کی بات ہے کہ جو شخص کسی عقیدہ اور خیال میں ایسا پختہ ہو کہ ایک ہاتھ میں اس کے آفتاب اور دوسرے میں ماہتاب آسمان سے اتار کر دے دیں۔ جب بھی وہ اپنے عقیدے سے باز نہ رہے، ایسا پختہ شخص اس عقیدہ کی تبلیغ کر سکتا ہے اور لوگوں پر اس کا اثر بھی ہوگا کہ۔“ ع ”آنچه از دل خیزد بر دل ریزد“ (صفحہ ۲۸)

اس اقتباس میں زبان کی سادگی اور بیان کی سادگی صفائی لائق دید ہے۔ ایجاز و بلاغت کا اچھا نمونہ ہے۔ صحیح اور پختہ عقیدے کی حامل شخصیت کا مدلل بیان بہت ہی خوبصورتی سے کیا گیا ہے۔

۳۔ ”اس وقت تک اعلیٰ حضرت کا قصد حج و زیارت کے لیے سفر کا بالکل نہ تھا کہ حج فرض ادا ہو چکا تھا، زیارت سے مشرف

ہو چکے تھے صرف ان کی مشایعت مقصود تھی۔ اسی درمیان میں حضرت کو اپنی نعتیہ غزل یاد آگئی ہے۔ جس کا مطلع ہے:

گذرے جس راہ سے وہ سید والا ہو کر
رہ گئی ساری زمیں عنبر سارا ہو کر

اس کا ایک شعر یہ ہے:

وائے محرومی قسمت کہ میں پھراب کی برس
رہ گیا ہمرہ زوار مدینہ ہو کر

اس کا یاد آنا تھا کہ دل بے چین ہو گیا اور وہی ہوا، جس کو حضور نے دوسری غزل میں فرمایا ہے۔

پھر اٹھا ولولہ یاد مغیلان عرب
پھر کھنچا دامن دل سوئے بیابان عرب

(حیات اعلیٰ حضرت حصہ اول، ص ۴۳)

یہ تحریر بھی زبان کی سادگی اور بیان کی صفائی کا اچھا نمونہ ہے۔ اس سادگی میں بھی بیانیہ نثر کا حسن اور پرکاری موجود ہے۔ تحریر کے بیچ میں اور آخر میں خوبصورت اشعار کے خوبصورت استعمال نے سادہ سی تحریر کو جمال و وقار کا پیکر بنا دیا ہے۔

۴۔ ”ابتدائی کتابیں ان مولوی صاحب سے جب حضور نے پڑھ لیں، تو میزان منشعب وغیرہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب سے پڑھنا شروع کیا۔ میں نے جناب مرزا صاحب مرحوم مغفور کو دیکھا تھا۔ گورا چنارنگ عمر تقریباً اسی سال، داڑھی سر کے بال ایک ایک کر کے سفید، عمامہ باندھے رہتے۔ جب کبھی اعلیٰ حضرت کے پاس تشریف لاتے، اعلیٰ حضرت بہت ہی عزت و تکریم کے ساتھ پیش آتے۔ ایک زمانے میں جب مرزا صاحب کا قیام کلکتہ امر تالین میں تھا۔ وہاں سے اکثر سوالات جواب طلب بھیجا کرتے۔ فتاویٰ میں اکثر استفتا ان کے ہیں۔ انہی کے ایک سوال کے

جواب میں اعلیٰ حضرت نے رسالہ مبارکہ ”کجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین“ تحریر فرمایا ہے۔ اعلیٰ حضرت ان کی بات بہت مانا کرتے۔ جب کوئی اہم کام سمجھا جاتا۔ لوگ حضرت مرزا صاحب مرحوم کو سفارش میں لاتے۔ ان کی سفارش کبھی رائیگاں نہیں جاتی۔ اعلیٰ حضرت ان کا بہت زیادہ خیال فرماتے اور وہ جو کچھ عرض کرتے۔ ان کی عرض قبول فرماتے۔ بڑے صاحب تقویٰ اور اعلیٰ حضرت کے فدائی اور جاں نثار تھے۔“ (حیات اعلیٰ حضرت حصہ اول، ص ۳۲)

مندرجہ بالا اقتباس میں خاکہ نویسی کا خوب صورت جلوہ بھی ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کے استاد مرزا غلام قادر بیگ صاحب کے رنگ و روپ، عمر، عمامہ وغیرہ کا اچھا نقشہ کھینچا ہے۔ اس تحریر میں یہ بتانا مقصود ہے کہ اعلیٰ حضرت اپنے استاد کا بہت ادب کرتے تھے اور استاد کو اپنے اس عظیم شاگرد پر بڑا ناز تھا، ان کے علم و فضل کے معترف تھے اور ایک طرح سے ان سے عقیدت و محبت بھی رکھتے تھے۔ اس تحریر میں شخصیات کا حقیقی بیان بھی ہے اور خیال کی توضیح بھی۔ اس بیانیہ نثر میں بیان تحریری سے زیادہ حقیقی ہے۔ جزئیات کا بیان بھی بہت خوبی سے کیا ہے۔ ”گورا چٹا رنگ، عمر تقریباً اسی سال، داڑھی سر کے بال ایک ایک کر کے سفید، عمامہ باندھتے رہتے۔“ یہ اقتباس سادہ بیانی کا بہت ہی عمدہ نمونہ ہے۔

۵۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کے اسلامی مساوات کا نمونہ پیش کرتے ہوئے ملک العلماء ایک واقعہ اس طرح بیان کرتے ہیں:

”ایک مرتبہ حضور ان کے یہاں تشریف فرما تھے کہ ان کے محلے کا ایک بیچارہ غریب مسلمان ٹوٹی ہوئی پرانی چارپائی پر جو صحن کے کنارے پڑی تھی، جھجکتے ہوئے بیٹھا ہی تھا، کہ صاحب خانہ نے نہایت کڑوے تیوروں سے اس کی طرف دیکھنا شروع کیا۔ یہاں

تک کہ وہ ندامت سے سر جھکائے اٹھ کر چلا گیا۔ حضور کو صاحب خانہ کی اس مغرورانہ روش سے سخت تکلیف پہنچی، مگر کچھ فرمایا نہیں۔ کچھ دنوں کے بعد وہ حضور کے یہاں آئے۔ حضور نے اپنی چارپائی پر جگہ دی۔ وہ بیٹھے ہی تھے، کہ اتنے میں کریم بخش حجام حضور کا خط بنانے کے لیے آئے۔ وہ اس فکر میں تھے، کہ کہاں بیٹھوں، حضور نے فرمایا، کہ بھائی کریم بخش کیوں کھڑے ہو مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں اور ان صاحب کے برابر بیٹھنے کا اشارہ فرمایا وہ بیٹھ گئے۔ پھر تو ان صاحب کے غصے کی یہ کیفیت تھی، کہ جیسے سانپ پھنکاریں مارتا ہے اور اٹھ کر چلے گئے۔ پھر کبھی نہ آئے۔ خلاف معمول جب عرصہ گزر گیا، تو حضور نے فرمایا اب فلاں صاحب تشریف نہیں لاتے ہیں۔ پھر خود ہی فرمایا میں بھی ایسے متکبر مغرور شخص سے ملنا نہیں چاہتا۔

(حیات اعلیٰ حضرت حصہ اول، ص ۴۰)

مندرجہ بالا اقتباس میں ایک واقعے کا بیان ہے۔ ایک متکبر اپنے غریب مسلمان پڑوسی کو کس قدر حقیر سمجھتا ہے اس کے بیان میں اختصار سے کام لیتے ہوئے بھی اس شخص کی فطرت ایسی واضح کر دی ہے کہ لگتا ہے کہ اس کی شخصیت کی تمام گرہیں کھول دیں ہیں۔ جملہ دیکھئے: ”صاحب خانہ نے نہایت کڑے تیوروں سے اس کی طرف دیکھنا شروع کیا یہاں تک کہ وہ ندامت سے سر جھکائے اٹھ کر چلا گیا۔“

اس میں واقعے کی اچھی تصویر کشی کی ہے۔

یہ جملہ دیکھئے: ”پھر تو ان صاحب کے غصے کی یہ کیفیت تھی کہ جیسے سانپ پھنکاریں مارتا ہے۔“ اس میں کیفیت غصہ کو سانپ کی پھنکار سے تشبیہ دے کر نثر کو دل کش بھی بنایا ہے اور شکوہ بھی پیدا کیا ہے۔

خود کو بڑا سمجھنے والا انسان اور صحن میں ٹوٹی چارپائی۔ ظاہر

ہوگا۔ تاریخ عالم اس قسم کے واقعات سے خالی ہے۔ دنیا میں دشمنی کرنے والوں کے ساتھ دشمنی کی جاتی ہے۔ قتل کرنے والوں کو قتل کیا جاتا ہے۔ نقصان پہنچانے والوں کو نقصان پہنچایا جاتا ہے۔ لیکن بے وجہ بیٹھے بٹھائے ناکردہ گناہوں پر مصیبت کا پہاڑ توڑنا دین دیانت والے، تو کجا؟ کسی شعور والے کا بھی کام نہیں، کہ ناکردہ گناہوں پر دو چار نہیں، دس بیس نہیں، سو پچاس نہیں ہزار دو ہزار نہیں دس ہزار بیس ہزار کا مجمع آپہنچے اور قتل و غارت، لوٹ مار اندھا دھند مچانا شروع کر دے۔ جس میں نہ بوڑھوں کی تمیز ہو، نہ عورتوں کی، نہ بچوں کی، نہ دودھ پیتوں کی، نہ معذور کی، نہ معصوموں کی، حتیٰ کہ حاملہ عورتوں کا پیٹ چاک کر کے دنیا میں آنے سے پہلے ہی موت کے گھاٹ اتار دیا جائے۔ فرعون نے بھی بچوں کو دنیا میں آنے کے بعد قتل کیا تھا۔ یہ قتل فرعون کا بھی ریکارڈ توڑتا ہے اور یہ سب باتیں اس جماعت کے افراد کی منظم سازش سے ظہور پذیر ہیں۔ جس کے بڑے لیڈر اہنسا اہنسا کی رات دن رٹ لگایا کرتے ہیں۔ (سدالفرار ص ۱)

۔۔۔ ”جب مسلمانوں پر اسلامی زندگی تنگ ہو، شریعت پر عمل کرنے سے روکے جائیں۔ شریعت کے خلاف کرنے پر مجبور کیے۔

ہے یہ بیان اصلیت پر ہی مبنی ہے۔ اس لیے کہ مصنف ایک عالم دین ہے اور ایک عالم دین کے حوالے سے واقعہ بیان کر رہا ہے۔ لہذا کذب بیانی یا مبالغہ آرائی کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا ہے۔ اس ٹوٹی چار پائی والے واقعے سے طنز کا پہلو بھی نکلتا ہے۔ لیکن بہت ہی لطیف طنز کہ غرور کا یہ عالم، کہ غریب کو کوئی وقعت نہیں چار پائی ٹوٹی۔ یہ کیسی بڑائی ہے؟ دوم یہ، کہ شاید یہ چار پائی میرے غیروں ہی کے لیے چھوڑا ہو کہ وہ اس پر بیٹھیں تب بھی صاحب خانہ کی بڑائی قائم رہے۔ اور اگر انہیں اس پر بھی نہ بیٹھنے دیا جائے تو اس کی زبردست تحقیر ہو اور ان کی بڑائی اور نشان قائم رہے۔

یہ اقتباس زبان و بیان کی سلاست، ایجاز و بلاغت، شکوہ و دل کشی وغیرہ کا اچھا نمونہ ہے۔ اس میں توضیحی، پیمانیہ اور تاثراتی نثر کے نمونے شامل ہیں۔

”سدالفرار لمہاجری بہار معروف بہ ہجرت بنگال۔ ملک العلماء کا مشہور رسالہ ہے۔ ۱۹۳۶ء میں بہار کے شریکین غیر مسلم نے مسلمانوں کے ساتھ جس ظلم اور درندگی کا ثبوت دیا اس سے پریشان ہو کر مسلمان خاص تعداد میں بنگال جانے لگے۔ مصنف نے اس رسالے میں اس بھگدڑ کو روکنے اور انہیں سمجھانے کی کوشش کی ہے، کہ یہ ہجرت نہیں فرار ہے۔ اور کسی بھی صورت میں

ضرور جائے اللہ آپ کا محافظ و نگہبان ہو۔“ (سدالفرار۔۔۔ ص ۴)

۸۔ ”وہ گرمی کا دن بہت ہی بڑا ہوتا ہے اور شب چھوٹی لیکن دن یہ خیال کرے کہ ہم بڑھتے بڑھتے رات پر غالب آجائیں گے۔ پھر دنیا میں دن ہی دن رہے گا۔ تاریکی کا نام باقی نہ رہے گا۔ تو یہ بھی سراسر بھول اور نادانی ہے۔ جب مسلمان سیکڑے کی تعداد میں تھے، تب تو ختم نہ ہوئے۔ جب ہزار تھے، تو ختم کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔ جب لاکھ تھے تو ختم کرنا ممکن نہ ہوا، تو کروڑ کیا کروڑوں کی تعداد میں ہیں، کون سر پھرا خیال کر سکتا ہے، کہ ان کو ختم کر کے مسلمانوں کا نام و نشان مٹا دیا جائے گا۔ ع ایں خیال است و مجال است و جنوں۔ اس طرح اگر کوئی مسلمان مذہب کے جوش میں یہ خیال کرے، کہ کفر و شرک کا نام نہ باقی رکھیں گے یہ بھی غلط۔ اسلامی سلطنت میں تو ایسا نہ ہو سکا اب انگریزی عہد میں ایسا ہونا کیوں کر ممکن ہے۔ ان کا رہنا بھی ضروری ہے۔

ع۔ دوزخ کرا بسوز دگر بولہب نباشد۔“ (سدالفرار۔۔۔ ص ۱۹)

۹۔ ”کیا آپ کی غیرت اس کی متقاضی ہے کہ آپ کے باپ دادا نے تو دارالکفر میں آکر اسلام کا چراغ روشن کر کے خداوند قدوس کے یہاں سرخروئی حاصل کی تھی۔ آپ اپنے اس قول سے دائرۃ اسلام سے اسلام کے چراغ بجھا کر اس کو دارالکفر بنا کر خدا کے یہاں کالا منہ لے کر جائیے۔“ (سدالفرار۔۔۔ ص ۲۸)

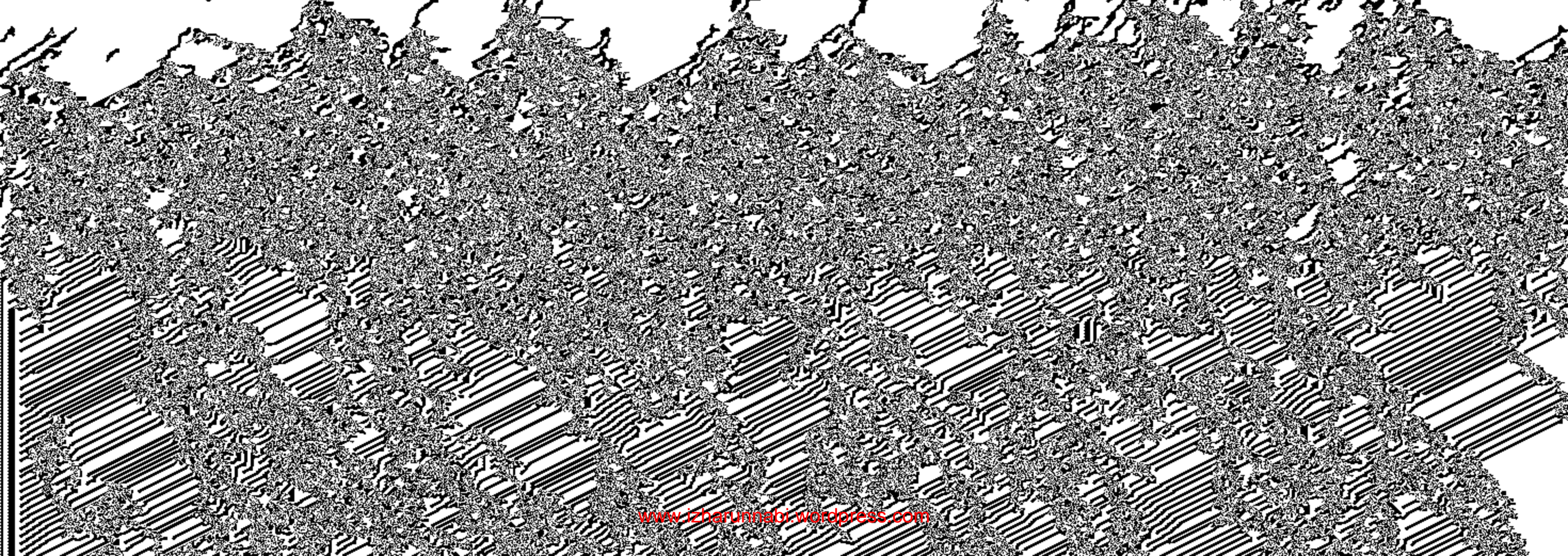
لقد لک بولہب نباشد۔“ (سدالفرار۔۔۔ ص ۱۹)

”بربریت، بہیمیت، درندگی“ وغیرہ مرادفات لفظ کی تکرار جیسے دشمن معصوموں وغیرہ آواز الفاظ کا رواں دواں استعمال اور ”اہنسا ہنسا کی رات دن رٹ لگایا کرتے ہوئے“ میں بھر پور طنز کا جلوہ۔

اقتباس (۷) میں ”ہجرت کیوں کی جاتی ہے“ کی وضاحت اور مسلمانوں کو جوش و غیرت دلانا وغیرہ۔ اس سنجیدگی اور سادہ بیانی کے ساتھ بیان کی گئی ہیں کہ تحریر میں بغیر کسی تصنع یا لفظی کاریگری کے حسن پیدا ہو گیا ہے۔ دعوے کی دلیل بہت ہی متانت اور وقار کے ساتھ دی گئی ہے۔ اسلامی نقطہ نظر کو بہت ہی عمدگی اور خط میں انداز بیان کے ساتھ پیش فرمایا ہے۔ اس اقتباس کے آخر میں یہ کہہ کر، ”اور اسی شوق ذوق میں بنگال جا رہے ہیں تو ضرور جائے اللہ آپ کا محافظ و نگہبان ہو“ ایک رمز یہ حسن برپا کر دیا ہے۔

اقتباس (۸) میں تمثیل نگاری بھی ہے اور مجردات کی پیکر تراشی بھی۔ یہ نثر بھی وضاحت خیال روانی اور سادہ بیانی کا عمدہ نمونہ ہے اور استدلال، ایجاز و بلاغت نیز تمثیل نے اس تحریر کی سادگی کو بلا کی پرکاری میں بدل دیا ہے۔ فارسی مصرعہ کی بہت ہی حسن و خوبی سے آمیزش کی گئی ہے۔

اقتباس (۹) میں طنز و نشتریت کے جلوے ہیں۔ صفت تضاد کا استعمال بھی ہے یہ نثری تحریر طنز و تعریض کے باوجود وقار و متانت سے پُر ہے۔ اس میں بھی فارسی مصرعہ کی آمیزش بہت بر محل ہے۔ ملک العلماء نے اردو تحریروں میں قرآنی آیات اور حدیث



جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدظلہ کی حیات اور علمی خدمات

خدا کا شکر ہے کہ اعلیٰ حضرت کی تصانیف کو ضائع ہونے سے بچایا گیا مگر جو قدر دانی کی گئی وہ آپ کے اور سب کے پیش نظر ہے۔ تصنیفات کی اشاعت ہی کا سلسلہ جاری ہوتا تو دینی فائدہ کثیر ہوتا۔“

(نوٹ)

حضرت ملک العلماء کی اکثر تصانیف چھپی نہیں ہیں اور جو شائع ہو چکی ہیں وہ عام نہیں اگر ان کی تمام تصنیفات و تالیفات کی روشنی میں ان کی نثر نگاری کے جائزے کا فریضہ انجام دیا جائے تو

”حیات ملک العلماء“ میں شامل ہیں۔ ان خطوط میں زیادہ تر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کی تصانیف کی اشاعت وغیرہ کا ذکر ہے۔ اس سے حضور ملک العلماء کے جذبے کے خلوص اور دینی دردمندی کا احساس ہوتا ہے۔

یوں تو مکاتیب میں ہر طرح کا نثری اسلوب اختیار کیا جاسکتا ہے۔ خطوط غالب میں توضیحی، بیانیہ، تاثراتی اور انانیتی نثروں کی مثالیں موجود ہیں۔ لیکن غالب کے مکاتیب میں اظہار ذات کا عنصر نمایاں ہے۔ ملک العلماء کے مکاتیب میں اظہار ذات ایگو (Ego) کا شکل میں ہرگز اظہار وہ مزہب کے طور پر

ملک العلماء کی ادبی خدمات

از قلم: ڈاکٹر صابر سنبھلی سابق صدر شعبہ اردو، ایم۔ ایچ (پی. جی) کالج، مراد آباد

ملک العلماء حضرت مولانا سید محمد ظفر الدین فاضل بہاری علیہ الرحمۃ متعدد علوم کے جید عالم اور عظیم اہل قلم تھے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے انہوں نے بہت کچھ حاصل کیا تھا۔ ان کی تصنیفی خدمات کے پیش نظر ان پر کتابیں لکھی جانی چاہیے تھیں۔ رسالوں کے ادبی گوشے شائع ہونے چاہیے تھے، بلکہ خاص نمبر بھی شائع کیے جانے کی ضرورت تھی۔ مگر میری معلومات کے مطابق ایسا کچھ نہیں ہوا۔ یہ سواد اعظم کی خوابیدگی کی ایک زندہ مثال ہے۔

۳۰-۳۵ برس پہلے میں نے حضرت ملک العلماء کی ایک تصنیف ”حیات اعلیٰ حضرت“ حصہ اول مستعار لے کر پڑھی تھی۔ اس کتاب پر شاید اسی زمانے میں ”العلم“ کراچی میں تنقیدی تبصرہ بھی شائع ہوا تھا، جو میں نے اب سے پندرہ سولہ برس پہلے مفتی محمد ابراہیم فریدی مرحوم مقیم بدایوں شریف کے دولت کدے پر پڑھا تھا۔ مجھے یہ زبانی اطلاع بھی پہنچی تھی کہ حضرت ملک العلماء نے احادیث کے خطیر ذخیرے سے حنفی مسلک کی مؤید احادیث کا انتخاب کر کے احادیث کا ایک مجموعہ ”صحیح البہاری“ کے نام سے کئی جلدوں میں شائع کر دیا تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ حنفی مسلک کی بڑی خدمت تھی۔ لیکن معلوم ہوا کہ اس کی جلدیں نایابی کی حد تک کمیاب ہیں۔ جب مجھ سے مضمون لکھنے کی فرمائش کی گئی تو میں نے اپنی کتابوں کی الماریوں کی تلاشی لی۔ خدا کا شکر ہے کہ یہ محنت رائیگاں نہیں گئی۔ حضرت ملک العلماء کی ایک تصنیف ”الجواہر والیواقیت فی

علم التوقیت“ معروف بہ ”توضیح التوقیت“ دستیاب ہو گئی۔ یہ فن ہیئت و توقیت پر ایک عالمانہ تصنیف ہے، جو مولویوں کے لیے تو از قسم شاذ ہی ہے۔ لیکن آج کے سائنس کے تعلیم یافتہ حضرات کے لیے بھی ایک عظیم تحقیقی کام ہے۔ ڈاکٹر عزیز صاب کو ایک عریضہ ارسال کیا۔ اگر کچھ مواد مل سکے، تو میری مشکل آسان فرمادیں۔

انہوں نے کچھ مدد فرمائی۔ پھر ایک کتاب ”چودھویں صدی کے مجدد اعظم“ دستیاب ہو گئی۔ ان کتابوں کی مدد سے جو مضمون لکھا جائے گا، اس میں موضوع کے ساتھ انصاف تو نہیں ہو سکتا، البتہ اشک شوقی ہو سکتی ہے۔ یہ بھی معلوم نہیں کہ حضرت قبلہ نے کتنی کتابیں تصنیف فرمائیں۔ ”تذکرہ اکابر اہل سنت“ کے مؤلف مفتی شفیق احمد شریفی صاحب لکھتے ہیں:

”آپ نے درجنوں کتابیں بڑی وقیع تصنیف فرمائی ہیں۔“ (صفحہ ۲۸۳) اور دو کتابوں کے نام لکھے ہیں ”جامع الرضوی المعروف بہ صحیح البہاری“ اور ”حیات اعلیٰ حضرت“۔

”تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ“ کے مؤلف مولانا عبد المجتبیٰ تحریر فرماتے ہیں: آپ نے درجنوں کتابیں تصنیف و تالیف کیں۔“ (صفحہ ۴۶۱) اور کسی کتاب کا نام نہیں لکھا۔ ڈاکٹر عبدالنعیم عزیز نے راقم السطور کے خط کے جواب میں تحریر فرمایا:

”فقہ، حدیث، مناظرہ، توقیت، سیرت، صرف، نحو، اخلاق، تاریخ وغیرہ فنون پر ستر کے قریب کتابیں لکھیں۔ اور

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رضوی کی حیات اور علمی خدمات

موصوف نے ۱۸ کتابوں کے نام بھی تحریر فرمائے۔

”الجواهر الیواقیت فی علم التوقیت معروف بہ توضیح التوقیت“ پر اشاعت کی تاریخ یکم جنوری ۱۹۴۳ء درج ہے۔ اولین سرورق کے اندرونی صفحے پر ۱۳۵۷ھ تک حضرت کی ۲۸ کتابوں کی فہرست ہے۔ ہر کتاب کے سامنے سال تصنیف بھی درج ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ ۱۳۵۷ھ تک حضرت کی کم از کم ۲۸ کتب شائع ہو چکی تھیں اور ”توضیح التوقیت“ ۴۹ روئیں تھی۔ کتاب ۱۹۴۳ء میں چھپی۔ جو تقریباً مطابق تھی ۱۳۶۲ھ کے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ معممہ پر ہو جانے کے سبب ۱۳۵۷ھ تا ۱۳۶۱ھ (۴ سال) کی تصنیفات و تالیفات اس فہرست میں نہیں ہیں۔ اس کتاب کے آخری سرورق کے اندرونی صفحے پر ”صحیح ابھاری“ کا اشتہار بھی ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حنفی مسلک کی تائید کرنے والی پچاس ساٹھ ہزار احادیث کا یہ مجموعہ ۶ جلدوں پر مشتمل تھا اور ہر جلد کو چار حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ جس کے صفحات اندازاً چھ ہزار تھے۔ کیونکہ اس اشتہار میں دوسری جلد کے چاروں حصے طبع ہونے کی خوش خبری دی گئی تھی اور ان کے صفحات کی تعداد ایک ہزار سے زائد تھی۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر اس کو ایک کتاب مانا جائے تو ۶ ہزار صفحات کی کتاب ہوئی اور اگر حصوں کو الگ الگ کتابیں مانا جائے تو یہ ۲۴ کتابوں کا مجموعہ ہوا۔ اس کے بعد حضرت تقریباً ۱۹ برس زندہ رہے اور قلم کے دہنی کبھی خالی نہیں بیٹھتے۔ یہ ان کی مجبوری ہوتی ہے۔ ”حیات اعلیٰ حضرت“ اور ”چودھویں صدی کے مجدد اعظم“ بھی بعد میں ہی منظر عام پر آئیں۔ ڈاکٹر عزیز صاحب کی مرسلہ فہرست میں سے بھی کئی کتابیں اس فہرست میں نہیں ہیں۔ اس لیے حضرت کا ستر کتابوں کا مصنف یا مؤلف ہونا کچھ حیرت کی بات نہیں، بلکہ گمان غالب ہے کہ تصنیفات و تالیفات کی تعداد اس سے زیادہ ہوگی۔

کہا جاتا ہے کہ سائنس اور ادب میں خلقی بیر ہے۔ جو لوگ

سائنسی ذہن رکھتے ہیں، ان کو ادب سے دل چسپی نہیں ہوتی اور ادب سے لگاؤ ہوتا ہے، سائنس ان کے لیے کالا پتھر بھیجس پر لکھنا ہے۔ لیکن حضور ملک العلماء کے ساتھ یہ بات درست نہیں۔ تمکن چار کتابوں سے ہی ان کا بہترین ادیب ہونا ثابت ہو جاتا ہے۔

موصوف عربی کے فاضل تھے۔ عربی کی شد بدر کئے والوں کا بھی مولوی کہا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ مولوی ادیب کہاں ہو سکتے ہیں، ان کی تو زبان ہی جتنی ہوتی ہے۔ لیکن یہ بات صحیح نہیں۔ اردو ادب کے عناصر خمسہ مولوی ہی تھے اور اردو ادب کا فروغ مولویوں کے ہی ہاتھوں ہوا ہے۔ حضرت ملک العلماء کا رجحان اگرچہ زیادہ دین کی طرف تھا، لیکن وہ ایسی نثر لکھتے تھے، جیسی کوئی سلجھا ہوا ادیب لکھتا ہے۔ نثر میں دو خوبیاں ہوں، تو وہ بہترین نثر کہلاتی ہیں۔ وہ دو خوبیاں ہیں ادائے مطلب میں قادر ہونا اور تاثیر رکھنا۔ یہ دونوں خوبیاں حضرت کی نثر میں بدرجہ اتم موجود ہیں۔ روانی اور بر جستگی کی بھی کمی نہیں۔ چند مثالوں سے یہ دعویٰ پایہ ثبوت کو پہنچے گا۔

لیکن نثری نمونے پیش کرنے سے پہلے چند باتیں ”حیات اعلیٰ حضرت“ کے بارے میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ یہ سوانحی تصنیف ہے اور سوانح نگاری ادب کی ایک صنف ہے۔ اس لیے یہ کتاب ادبی کاوشوں کے ذیل میں آئے گی۔

اردو میں سوانح نگاری کا بانی خواجہ حالی کو قرار دیا جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے سوانح نگاری کو فن کا درجہ دیا۔ اس سے سوانح کی طرف قارئین کی توجہ مبذول ہوئی۔ اس کے لیے سوانح نگار لطائف، ظرائف، نکتہ آفرینیوں، توضیحات، فلسفیانہ موشگافیوں وغیرہ کا سہارا لیتا ہے اور بات کو سیدھی طرح کہنے کے بجائے تھوڑا ادھر ادھر گھما کر بیان کرتا ہے۔ چار سطروں کو آٹھ سطروں میں لکھتا ہے۔ اس سے کتاب کا حجم بھی بڑھتا ہے اور قاری کی دل چسپی بھی۔

جہان ملک العلماء

حضرت ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی شہکی حیات اور علمی خدمات

بلاشبہ سوانح نگاری کا فن ان باتوں کا متقاضی ہے۔ کیونکہ ان سے کسی کے سوانحی حالات کی زیبائش ہوتی ہے، لیکن سوانح کی روح اور جسم دو چیزیں ہوتی ہیں۔ جسم معلومات اور روح استدلال۔ یہ نہ ہوں تو سوانح چاہے دل آویز ہو، لیکن اس میں جان نہیں رہے گی۔ حضرت ملک العلماء نے حالی اور شبلی کی لکھی ہوئی سوانح عمریوں کے بعد اعلیٰ حضرت کی سوانح عمری لکھی۔ وہ حیات جاوید، حیات سعدی، یادگار غالب، الفاروق، المامون، سیرۃ النعمان، الغزالی، سوانح مولانا روم وغیرہ سے نابلد رہے ہوں گے۔ لیکن انہوں نے ”حیات اعلیٰ حضرت“ میں سوانح کی روح کو ہی اولیت دی اور کتاب کی ترتیب کا وہ انداز رکھا جو محدثین کرام نے کتب احادیث کا رکھا تھا۔ حالات اور واقعات کو اس طرح عنوان دار مرتب کیا، جس طرح امام بخاری نے بخاری شریف کو ترتیب دیا تھا اور یہی احادیث کی کتابیں عربوں کی تاریخ نویسی اور بعد میں دنیا کی ابتدا قرار پائیں۔ عربوں نے احادیث کے ان مجموعوں سے تاریخ لکھنے کا سلیقہ حاصل کیا۔ ان عربوں کی تاریخ نویسی کو دیکھ کر دنیا کے دیگر ملکوں میں تاریخ نویسی کی ابتدا ہوئی اور ان سے بلا واسطہ اور احادیث کے مجموعوں سے

عی کیا ہے۔ بے دلیل بات کہنا تو شاید وہ جانتے ہی نہیں تھے۔ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا۔ ”حیات اعلیٰ حضرت“ کا مطالعہ کر کے دیکھ لیا جائے۔ ملک العلماء کا کام عربی، فارسی یا اردو میں جتنا بھی ہے، میری معلومات کے مطابق سب نثر میں ہی ہے۔ ان کی شعر گوئی کا مجھے کوئی علم نہیں ہے۔ جب ان کی ادبی خدمات نثر کی شکل میں ہی ہیں تو یہ بھی دیکھ لیا جائے کہ وہ کسی نثر لکھتے تھے۔ چونکہ حضرت ملک العلماء عظیم عالم تھے اس لیے ان کی نثر کا انداز بھی عالمانہ ہے۔ پھر بھی اردو میں عربی، فارسی کے لوق الفاظ کے استعمال سے دامن کش رہے ہیں۔ البتہ جہاں علمی اصطلاحات آگئی ہیں، وہاں مجبوری رہی ہے اور ایسی نثر برعاری بلکہ اس عالم کے لیے بھی بے کیف اور بے مزہ ہوگی، جو ان اصطلاحات علمیہ سے نابلد ہے۔ لیکن یہ اسلوب کی کمی یا خرابی نہیں بلکہ قاری کے ذوق اور پسند، ناپسند کی وجہ سے ہے۔ ملک العلماء کی نثر بالکل روکھی پھکی تو نہیں ہے، لیکن ایسی رنگین بھی نہیں جس کو تحقیقی نثر کہا جاتا ہے۔ علمی تحریروں میں تخلیقی نثر کا گزر ویسے بھی ممکن نہیں ہے۔ ایسی تحریریں استدلالی نثر میں ہی لکھی جاتی ہیں اور ملک العلماء کی نثر کا غالب حصہ استدلالی نثر ہی میں ہے۔ تو تصنیف نثر کے نمونے بھی کثرت سے ملتے ہیں۔ کم ہی سہی

ضرب نہ؟۔“ (صفحہ ۲۱)

اس کتاب میں سے یہ سہل تر عبارت تلاش کر کے نقل کی ہے ورنہ اصطلاحات علمیہ کے سبب صفحات کے صفحات سر سے گزر جاتے ہیں۔ یہ کتاب نثر نگاری کا اعلیٰ نمونہ ہو یا نہ ہو، علیت کا عمدہ نمونہ ضرور ہے۔ ایک عبارت ”حیات اعلیٰ حضرت“ سے بھی نذر قارئین کی جاتی ہے:

”علمائے کرام نے اپنی مستند تصانیف میں تحریر فرمایا ہے کہ حضور اقدس ﷺ کی محبت و تعظیم یہ ہے کہ وہ چیز جس کو حضور اقدس ﷺ سے نسبت و اضافت ہے اُس کی تعظیم و توقیر کرنی اور ان میں سادات کرام جزء رسول ہونے کی وجہ سے سب سے زیادہ مستحق توقیر و تعظیم ہیں اور اس پر پورا عمل کرنے والا میں نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کو پایا۔ اس لیے کہ کسی سید صاحب کو وہ اُس کی ذاتی حیثیت و لیاقت سے نہیں دیکھتے، بلکہ اس حیثیت سے ملاحظہ فرماتے ہیں کہ سرکارِ دو عالم ﷺ کا جزء ہیں۔ پھر اس اعتقاد و نظریے کے بعد جو کچھ ان کی تعظیم و توقیر کی جائے سب درست و بجا ہے۔“ (صفحہ ۲۰)

انداز تو ضیحی ہے۔ روانی اور برجستگی میں کہیں کوئی چیز نقل نہیں۔ حضرت ملک العلماء کی نثر کی یہ عام خصوصیت ہے۔ ایک عبارت اور ملاحظہ فرمائیں:

”ہندوستان کی سرزمین میں انیسویں صدی عیسوی میں جب اکبری ذہنیت رکھنے والے حضرات نے یک قومی نظریے کی اشاعت کی، تو فاضل بریلوی نے براہین قاطعہ اور حج ساطعہ سے مجددانہ شان کے ساتھ اس نظریے کا پوری طرح قلع قمع کیا۔ اس طرح ہندو مسلم اتحاد کی فضاؤں میں سب سے پہلے علماء میں فاضل بریلوی نے ”دوقومی نظریے“ کا نعرہ بلند کیا۔ ڈاکٹر اقبال (جو پہلے یک قومی نظریے کے موید تھے، بعد میں اس کے سخت مخالف ہو گئے

عالم اس قسم کے واقعات سے خالی ہے۔ دنیا میں دشمنی کرنے والوں کے ساتھ دشمنی کی جاتی ہے، قتل کرنے والوں کو قتل کیا جاتا، نقصان پہنچانے والوں کو نقصان پہنچایا جاتا، لیکن بے وجہ بیٹھے بٹھائے ناکردہ گناہوں پر مصیبت کا پہاڑ توڑنا دین و دیانت والے تو کجا کسی شعور والے کا بھی کام نہیں کہ ناکردہ گناہوں پر دو چار نہیں، دس بیس نہیں، ہزار دو ہزار نہیں، دس دس ہزار بیس بیس ہزار کا مجمع پہنچے اور قتل و غارت، لوٹ مار، اندھا دھند مچانا شروع کر دے، جس میں نہ بوڑھوں کی تیز ہو نہ عورتوں کی، نہ بچوں کی نہ دودھ پتوں کی، نہ معذوروں کی، نہ معصوموں کی۔ حتیٰ کہ حاملہ عورتوں کے پیٹ چاک کر کے، ہونے والے بچوں کو دنیا میں آنے سے پہلے ہی موت کے گھاٹ اتار دیا جائے۔ فرعون نے بھی بچوں کو دنیا میں آنے کے بعد قتل کیا تھا۔ یہ قتل فرعون کا بھی ریکارڈ توڑتا ہوا ہے اور یہ سب باتیں اس جماعت کے افراد کی منظم سازش سے ظہور پذیر ہوں، جس کے لیڈر ”اہنسا اہنسا“ کی رات دن رٹ لگایا کرتے ہیں۔“ (صفحہ ۲۰)

کتنی تاثیر اور کتنی دل نشینی ہے، اس نثر پارے میں اور کس طرح مظلوموں کے مقدمے کو پیش کیا گیا ہے۔ کیا اس سے بہتر پیرایہ بیان ممکن ہے؟ اب خالص علمی نثر کا انداز ملاحظہ فرمائیں:

”ضرب تین قسم کا ہوتا ہے۔ ضرب مفرد۔ یعنی ایک جنس کو ایک جنس میں ضرب دیں، عام ازیں کہ احاد ہو یا عشرات یا مرکب از احاد و عشرات۔ اس کا قاعدہ یہ ہے مفردین کو بقاعدہ ضرب ارقام ہندیہ ضرب کریں۔ حاصل اگر ساٹھ سے کم ہو اس کو بعینہ باقاعدہ..... لکھ دیں۔

ورنہ ساٹھ پر تقسیم کر کے خارج قسمت کو ایک مرتبہ متقدم میں لکھیں اور اگر تقسیم کر کے کچھ بچ جائے اس کو خارج قسمت کے بعد دوسرے مرتبہ میں لکھیں اور اگر کچھ نہ بچے تو اس جگہ مفرد رکھیں تاکہ حاصل ضرب معلوم ہو۔ مثلاً مضروب و مضروب فیہ و حاصل

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی دہلی کی حیات اور علمی خدمات

رسالہ، ہندوستان کے مختلف شہروں کے طلوع و غروب اور نمازوں کے اوقات نکالنے اور اسے اردو میں پیش کرنے کا یہ کام حضور ملک العلماء کا ایک اہم اردو کارنامہ ہے۔

(۳) توضیح التوقیت: بھی علم توقیت پر ملک العلماء کا اہم کام ہے۔

(۴) جواہر البیان: حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی سیرت پر

علامہ شیخ شہاب الدین احمد مکی علیہ الرحمۃ کی تصنیف ”الخیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم ابی حدیثۃ العمان“ کا اردو ترجمہ ہے، جو ملک العلماء نے کیا ہے۔ (ڈاکٹر عزیز کی یادداشتیں تمام ہوئیں)

تاریخ گوئی بھی ادب کی ایک شق ہے۔ ”حیات اعلیٰ حضرت“

کا نام بھی تاریخی ہے۔ سال ۱۹۳۸ء برآمد ہوتا ہے۔ توضیح التوقیت کے

پہلے سرورق کے اندرونی صفحے پر کتابوں کی مطبوعہ فہرست اور ڈاکٹر

عبد النعیم عزیز کی مرسلہ کتابوں کی فہرست میں بھی کچھ کتابوں کے نام

تاریخی ہیں۔ جیسے ظفر الدین البجید (۱۳۲۳ھ)، شکست سفاہت

(۱۳۲۶ھ)، گنجینہ مناظرہ (۱۳۳۳ھ)، مؤذن الاوقات (۱۳۳۵ھ)

اور نصرت الاصحاب باقسام ایصال الثواب (۱۳۵۳ھ)۔

ناموں سے تو ایسا معلوم ہوتا ہے، کہ زیادہ تر کتابوں کے

تاریخی اسماء ہی استخراج کیے گئے ہیں۔ لیکن فہرست مذکورہ میں زیادہ

کتابوں کے معروف اسماء درج کیے گئے ہیں، اس لیے سال تصنیف

صحیح برآمد نہیں ہوتا۔ کچھ کتابوں کے اسماء صحیح طور سے پڑھنے میں بھی

نہیں آئے۔ لفظوں اور شوشوں کی کمی اور اضافے سے نام کچھ کے کچھ

ہو گئے ہیں۔ پھر بھی یہ ماننا پڑے گا کہ ملک العلماء نے اپنی کتابوں

کے لیے تاریخی نام استخراج کیے تھے۔ یہ بھی ادبی خدمت ہے۔

حضور ملک العلماء کا تہ امتداد سلسلہ سنی آج سے، تو ان کے

تھے) اور پھر قائد اعظم نے اس نظریے پر اپنی فکر کی بنیاد رکھی اور تحریک پاکستان کا آغاز کیا۔ اس مرحلے پر فاضل بریلوی کے خلفاء علامہ نے اہم کردار ادا کیا اور ”آل انڈیا سنی کانفرنس“ کے پلیٹ فارم سے پاکستان کی حمایت میں ایک ہمہ گیر تحریک چلائی۔ (چودھویں صدی کے مجدد اعظم، صفحہ ۳۰)

ڈاکٹر عزیز کی صاحب نے ”حیات ملک العلماء“ مرتبہ ڈاکٹر مختار الدین احمد صاحب سے چند خطوط کی نقلیں بھی راقم السطور کو روانہ کی تھیں۔ آپ کے ایک خط کا کچھ حصہ یہاں نقل کر رہا ہوں:

”(مولانا احمد رضا خاں متیم گوالیار کے نام مرقومہ ۲۹

رمضان المبارک ۱۳۶۳ھ) اس وقت اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز

کی جملہ تصنیفات و تالیفات و تحریرات چھپ جائیں تو سنیوں کو کسی

دوسری کتاب کی ضرورت نہ ہوگی۔ تفسیر، حدیث، فقہ، تصوف،

عقائد، اخلاق کے علاوہ تاریخ، جغرافیہ، ہیئت، توقیت، حساب، جبر و

مقابلہ، تکسیر، جفر زانچہ کون سے علوم ہیں جن میں اعلیٰ حضرت کی

تصنیف نہیں۔ جس وقت یہ کتابیں جناب کی ہمت و محبت و توجہ سے

چھپ جائیں گی، اس وقت لوگوں کی آنکھیں کھلیں گی کہ اعلیٰ

حضرت کیا تھے۔ واقعی جناب نے انہیں حیات جاوید بخشی اور ہر شخص

کو ان کے علوم و فنون سے متمتع ہونے کا موقع دیا۔“

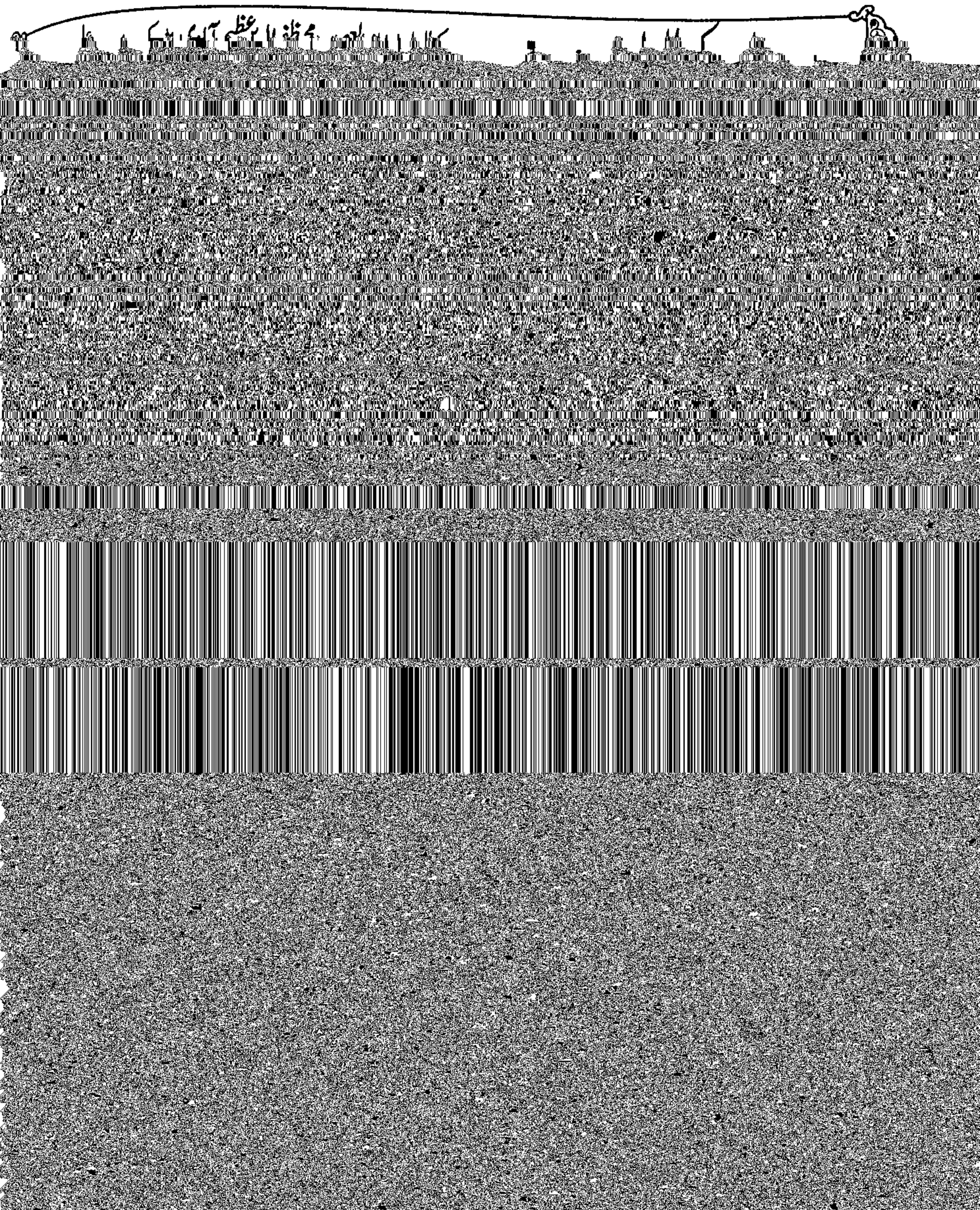
ملک العلماء کا یہ خط تحریر میں خلوص کی عمدہ مثال ہے۔

برادر ڈاکٹر عبد النعیم عزیز کی صاحب نے ملک العلماء کی

اردو خدمات کے سلسلے میں کچھ یادداشتیں بھی ارسال کی ہیں۔ ان کو

بھی یہاں نقل کر رہا ہوں:

علاحدہ یہاں ایک مختصر اور



من بے تو دے قرار نتوانم کرد
احسان ترا شمار نتوانم کرد
گر برتن من زبان شود ہر موے
یک شکر تو از ہزار نتوانم کرد

تو نے اشرف المخلوقات اکرم الموجودات بنی آدم میں خلق فرمایا، جس کے سر پر تاج ولقد کرمنا بنی آدم کارکھا۔ پھر اس سے مزید یہ، کہ حضرت سید ابراہیم بن سید ابو بکر غزنوی ملقب بلقب مدار الملک مخاطب ملک بیاغازی عرف ملک بیورحمۃ اللہ علیہ کی اولاد امجاد سے کیا۔ ان نعمتوں سے بڑھ کر تیرا احسان یہ ہے کہ دولت ایمان سے سرفراز فرمایا۔ اس لئے کہ دولت اسلام سے محروم فقط صورت کا انسان ہے۔ مرزا غالب نے خوب کہا۔

ع آدمی کو بھی میسر نہیں انسان ہونا

گر بصورت آدمی انساں بودے احمد و بوجہل ہم یکساں بودے
آدمی بہت ہیں، مگر انسان وہی ہے، جسے معرفت پروردگار ہو، رسول اللہ ﷺ کا مطیع فرماں بردار ہو، جل جلالہ ﷺ پھر مزید برآں فرقہ ناجیہ اہلسنت وجماعت سے کیا، حدیث شریف میں ہے حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں، میری امت تہتر فرقے ہو جائے گی، سب فرقے جہنم میں جائیں گے، سوائے ایک کے، صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ ناجی کون جماعت ہوگی ارشاد ہوا ”ماانا علیہ واصحابی“ جو میرے اور میرے اصحاب کے مسلک پر رہے گی، یعنی اہلسنت وجماعت۔ (۳)

ملک العلماء دین پر نازاں تھے:

علم حاصل کرنے کے معاملہ میں لوگ حکومت و ملوک سے وابستہ زبان و علم کو اہمیت دیتے ہیں کہ اس کے پڑھنے سے روزی کا تعلق استوار ہو جائے گا، اس قسم کے لوگوں کے خیالات کا وزن

مساوی ہوتا، تو ہزاروں بی، اے۔ ایم، اے، کرنے والے بیکار اور وکلا، ڈاکٹر، انجینئر تفضل کے شکار نہ ہوتے۔ اگرچہ اس مخصوص نظریے کا اثر مذہبی تعلیم خاص کر اسلامی تعلیم پر پڑا ہے، کہ مسلمان علم دین سے بیگانہ ہوتا جا رہا ہے، کچھ لوگوں کو علم دین اور علماء سے خدا واسطے کا پیر ہے، وہ طلباء کو اس قسم کا مشورہ دیتے ہیں، کہ طلباء اپنے مستقبل کو خوف ناک سمجھ کر بیزار ہو جاتے ہیں، حالانکہ صحیح معنوں میں حکومت اور عوام کی توجہ مبذول کرانے کی ضرورت ہے، کہ مدرسوں کی فیصل سے تیار ہو کے نکلنے والے طلباء کے لئے صوبہ بہار کی طرح ملک کی تمام ریاستوں کے حکمران اپنا دروازہ ان کی ملازمت کے لئے کھول دیں اور مکتب سے لے کر چھوٹے مدرسوں اور مسجدوں کو آباد رکھنے والے مولوی، عالم کے لئے عوام اپنا دل وسیع بنائیں، اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل تجزیہ ملاحظہ فرمائیے، جو میرے خیال کی تائید کرتا ہے۔

”ہمارے مخلصین اور دردمند حضرات دینی مدارس کے طلباء کو خصوصیت سے یہ مشورہ دیتے ہیں، کہ وہ کوئی ہنر سیکھ لیں، تاکہ زائد آمدنی حاصل کر کے وہ عزت کی زندگی گزاریں، مشورہ کے صائب ہونے میں کوئی کلام نہیں، لیکن جن لوگوں کی آمدنی اچھی ہے، ان کو یہ مشورہ کیوں نہیں دیا جاتا، کہ اتنا دین سیکھ لیں، کہ وہ نماز پڑھا دیا کریں، حکیم، ڈاکٹر، انجینئر، دوکاندار، تاجر اور مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والوں کی ایسی تعداد ہے، جو مالی اعتبار سے فارغ البال اور مضبوط ہیں اور مساجد کے آس پاس رہتے ہیں۔ لیکن وہ کبھی اس کی ضرورت نہیں سمجھتے، کہ اعزازی طور پر اس خدمت کو انجام دیں۔ مشورہ صرف حافظوں اور دینی مدارس کے فارغین ہی کو دیا جاتا ہے، کثرت سے مساجد دیہات اور قصبات میں ہیں وہاں کسی ہنر کی پذیرائی مشکل، اکثر مساجد کی آمدنی بہت کم ہوتی ہے۔

مولوی حاجی قاری حافظ شاہ محمد احمد رضا خان صاحب قادری برکاتی فاضل بریلوی قدس سرہ القوی نے بیعت و تلمذ و ارشاد و خلافت کے شرف سے مشرف فرمایا جو شریعت مطہرہ و طریقت منورہ کی علمی عملی تصویر تھے، جن کا ہر قول شریعت کا رہنما، جن کا ہر فعل احکام الہی کا اتباع، جنہوں نے بلا خوف و لومہ لائے مسائل شرعیہ و احکام فقہیہ کی تعلیم و تبلیغ فرمائی اور عمر بھر تالیف تصنیف افتاء و تدریس کے ذریعہ لوگوں کو ہدایت و رہنمائی فرمائی جزاہ اللہ عن الاسلام و المسلمین خیر الجزا (۵)

اعلیٰ حضرت کی شفقت:

حضور ﷺ نے فرمایا کہ دو کے سوا کسی پر رشک نہیں آتا، ایک شخص جسے اللہ مال دے، تو اسے اچھی جگہ خرچ پر لگا دے۔ دوسرا وہ شخص جسے اللہ علم دے، تو وہ اس سے فیصلے کرے اور لوگوں کو سکھائے (۶)

اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کو علم بھی دیا تھا اور مال بھی، آپ طلباء پر علم بھی لٹاتے تھے اور مال بھی، چنانچہ حضور ملک العلماء مولانا سید محمد ظفر الدین رحمۃ اللہ علیہ

اگر اس میں اضافہ کر کے امام مسجد کو زیادہ سے زیادہ سہولت پہنچائی جائے اور بچوں کو پڑھانے کی خدمت دی جائے اور اس بہانہ رقم دی جائے تو اس سے بچوں کی تعلیم کا مسئلہ بھی حل ہوگا اور امام صاحب کا بھی، اور اگر صاحب حیثیت لوگ یہ خدمت انجام دیں تو امام صاحب کے منصب کا وقار بھی بڑھے گا اور لوگ مسجد کے تعلق سے زیادہ سے زیادہ معاونت بھی کریں گے اور مسجد کے دور رکعت کے امام ہونے کی پھیبتی بھی سننے کو نہیں ملے۔ (۴)

مدارس اسلامیہ میں پڑھنے پڑھانے والے اساتذہ اور طلباء حضور ملک العلماء کی تحریر پڑھ کر اپنی ہمت بڑھائیں، تحریر فرماتے ہیں:

”پھر ان تمام نعمتہائے الہیہ کے ہمسر بلکہ بعض وجوہ سے اعلیٰ و بہتر کہ اس دور انگریزی میں کہ ہر شخص سلطنت کی زبان سیکھنے سکھانے کا گرویدہ ہے۔ حضرت عزت حق سجنہ تعالیٰ شانہ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس نے میرے والد رحمۃ اللہ علیہ کو مجھے مذہبی تعلیم دلانے کی توفیق بخشی، باوجود کہ بعض خاص اعزہ و احباب نے حد سے زیادہ اصرار کیا کہ زمانہ انگریزی سلطنت کا ہے، اپنے بچے کو

مدرسہ کھلے گا، پٹنہ واپس جاؤں گا..... لیکن اواخر رمضان شریف میں جناب حاجی لعل خان صاحب مرحوم کا خط پہنچا کہ یہاں ولی اللہ نامی وہابی آیا ہوا ہے اور جگہ جگہ مناظرہ کا چیلنج دیتا ہے، حضور والا مولانا سید محمد ظفر الدین صاحب کو روانہ فرمائیں، اس وقت وہ کتاب قریب ختم کے تھی، اعلیٰ حضرت نے دودن میں اس کو تمام کر دیا۔ لیکن مجھے نقل کرنا اور صاف کرنا بہت باقی تھا، اس لئے اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ آپ اس کو اپنے ساتھ لیتے جائیے اور نقل کرنے کے بعد اصل اور نقل دونوں رجسٹری سے واپس کر دیجئے گا۔

مولانا مولوی محمد ابراہیم رضا خاں صاحب کی ولادت کے موقع پر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے بنگالی، بہاری، پنجابی اور ولایتی طلباء کے لئے ان کے حسب منشاء دعوت کا اہتمام فرمایا اور خاص عزیزوں اور مریدوں کے لئے جوڑا بھی تیار کروایا اس موقع سے حضور ملک العلماء کو بھی جوڑا عنایت ہوا، اس کے متعلق ملک العلماء رقم طراز ہیں کہ:

”نہایت ہی مسرت سے لکھتا ہوں، کہ میں بھی انہیں خاص لوگوں میں ہوں، جن کے لئے جوڑا تیار کرایا گیا تھا، وہ کرتا پانجامہ، جوتا، ٹوپی تو اسی زمانہ میں پہن لیا تھا، مگر انگرکھا بہت قیمتی کپڑے کا تھا، گاہے گاہے اس کو پہنا کرتا تھا، وہ بہت دنوں تک رہا، یہاں تک کہ چھوٹا ہو گیا، تو اس کو تبر کارکھ دیا، جب مدرسہ خانقاہ سہرام میں مدرس ہوا اور مخلص قدیم مولوی سید غیاث الدین صاحب چشتی ابوالعلائی رجہتی بہاری کو حسب طلب مخلص محترم حامی دین متین جناب حاجی محمد لعل خان صاحب کلکتہ بھیجے گئے، اس وقت میں نے وہ انگرکھا مولوی صاحب موصوف کے نذر کر دیا، جو مجھ سے دبلے پتلے تھے اور ان کو ٹھیک آ گیا (۷)

جب چلنے کا وقت ہوا اور اسٹیشن جانے کے لئے سواری آگئی، اعلیٰ حضرت باہر تشریف لائے اور دونوٹ دس دس روپے کے مجھے عنایت فرمائے، اور ارشاد فرمایا، کہ میرا ارادہ تھا، کہ امسال عید میں آپ یہیں رہیں گے، بچوں کے لئے کپڑے بناؤں گا، تو آپ کے لئے بھی بناؤں گا، لیکن آپ دینی ضرورت سے کلکتہ جا رہے ہیں، اس لئے یہ روپے آپ کی نذر ہیں۔ مجھے بہت شرم آئی، کہ طالب علمی کا تو ضرورت کا زمانہ تھا۔ اب تو میں نوکر ہوں، میں پیر کی خدمت کیا کرتا اور ان کی نذر کرتا کہ اُلٹے پیر ہی سے روپے وصول کروں، میں نے کچھ تامل کیا، اعلیٰ حضرت نے باصرار عنایت فرمایا، میں نے قدم بوسی کرتے ہوئے وہ روپے لے لئے۔ اور کلکتہ روانہ ہو گیا۔ میرے پہنچنے کی خبر ملتے ہی سارا جوش ٹھنڈا ہو گیا۔ اب کس میں مناظرہ کا دم ہے؟ اعلیٰ حضرت کی دعا کا اثر ہے۔

کارواں سے کیسے کیسے لوگ رخصت ہو گئے
کچھ فرشتے چل رہے تھے جیسے انسانوں کے ساتھ
یہ تو حضور ملک العلماء کے طالب علمی کے زمانے کی بات تھی، دوران ملازمت کا ایک واقعہ ملاحظہ کیجئے:

”۱۳۳۴ھ میں جب میں مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ میں مدرس اول تھا، رمضان شریف کی تعطیل میں اعلیٰ حضرت کی قدم بوسی کے لئے حاضر ہوا، اس زمانہ میں اعلیٰ حضرت علم ہیأت میں ایک کتاب تصنیف فرما رہے تھے اور میں اسے صاف کر رہا تھا.... ارادہ تھا کہ ماہ رمضان المبارک تمام کر کے بعد شش عید کے جب

میرے ظفر کو اپنی ظفر دے

اس سے شکستیں کھاتے یہ ہیں“

سخن آرائیاں کس کی، لپ اظہار کس کا ہے

مرے لفظوں کے پیچھے عالم اسرار کس کا ہے

اساتذہ و طلباء اور مدارس اسلامیہ کے بانی و ممبران، مساجد

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رضی اللہ عنہ کی حیات اور علمی خدمات

کے متوتی و دیگر ارکان اور عوام الناس کے لئے یہ دونوں واقعات درس عبرت ہیں، اساتذہ علم پڑھاتے ہیں، لیکن طلباء پر خلوص و محبت کے ساتھ اس طرح پیش نہیں آتے ہیں۔ جو ہمارے اسلاف کا طریقہ تھا، طلباء بھی اپنے اساتذہ کا ادب و احترام اور ان کی خدمت کرنا بھول گئے ہیں، استاد کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرتے، لیکن عقیدت و محبت سے دل نہیں جھکاتے ہیں، افراط و تفریط کے ماحول میں ہر ایک دوسرے کا گلہ کرتے، کوستے اور بُرائیاں بیان کرتے ہیں، ممبران کے عہدہ کے لئے آپس میں لڑنا جھگڑنا نئی بات نہیں ہے..... بعض جگہ تو لاشی، بھالے نکل جاتے ہیں، مار پیٹ ہوتی ہے، پھر مقدمہ ہوتا ہے، اس سے بھی بات نہیں بنتی ہے، تو ایک ہی محلہ میں دو مدرسے اور مسجدیں قائم ہو جاتی ہیں، آخر ایسا کیوں؟ بات صاف ہے، جہاں طلبا کو پیٹ بھر کر کھانا نہیں ملتا، بیمار ہو جانے پر علاج نہیں ہوتا، مدرسین و ائمہ کو معقول تنخواہ نہیں دی جاتی، وہاں دیکھتے ہی دیکھتے مفلوک الحال عہدیداران کی کونھی تیار ہو جاتی، بنگلے بن جاتے، بلڈنگ کھڑی ہو جاتی اور ان کا کاروبار ترقی کر جاتا ہے، ان روایتی قسم کے مسلمانوں سے کوئی پوچھے، کہ عہدہ پر فائز ہو کر کے آپ کو دین کی خدمت کرنے کا جذبہ ہے، تو آپ پہلے دین کے پابند کیوں نہیں بن جاتے؟ آپ کے چہرے پر ڈازھی کیوں نہیں ہے؟ آپ نماز، خجگانہ کیوں نہیں پڑھتے؟ آپ عہدہ سنبھالنے کے بعد بھی جمعہ جمعہ کو ہی مسجد میں دکھائی کیوں دیتے ہیں؟ آپ اپنے گھر میں دینی ماحول قائم کیوں نہیں کرتے؟ طلباء اگر بھولے سے ننگے سر مدرسہ کی چہار دیواری سے باہر دکھائی دیتے ہیں، تو آپ ان کی سرزنش کرتے ہیں اور آپ کو کرنے کا حق حاصل ہے۔ لیکن آنجناب کی بیوی اور بیٹیاں بے پردہ ہو کر بازاروں میں گھومتی ہیں ان کو دیکھ کر آپ کا خون کیوں نہیں کھولتا؟ آپ کے بالغ

لڑکے نماز جمعہ بھی نہیں پڑھتے مگر آپ ان کو ایک لفظ بھی نہیں بولتے ہیں، آخر کیوں؟....
آپ کو مدارس و مساجد سے محبت ہے، دین کا کام کرنے سے رغبت ہے، تو آپ اپنے بچوں کو علم دین کیوں نہیں پڑھاتے ہیں؟.... سینے پر ہاتھ رکھ کر بولتے کہ آپ کو دین سے، دینداروں سے، علماء سے، قرآن سے، مسجد سے، مدرسہ سے، محبت ہے؟ یا صرف نام و نمود یا خیانت کرنے سے محبت ہے؟ رسول خدا ﷺ نے علماء کو اپنا نائب کہا ہے۔ ان کو آپ اپنا ملازم اور تابعدار ہی دیکھنا نہیں چاہتے ہیں، بلکہ وہ آپ کی بات نہیں مانتے ہیں، تو آپ ان کو گالیاں بھی دیتے ہیں، آپ کا یہ عمل لائق تحسین ہے یا لائق ملامت؟ وہ آپ کی ہاں میں ہاں نہیں ملاتے، تو آپ ان کو ذلیل کرتے، مدارس و مساجد سے نکال دینے کی دھمکیاں دیتے، آپ نہ تو حق سنتے اور نہ حق پر چلتے ہیں، آخر کیوں؟

شرم نبی خوف خدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

عوام کا طبقہ جو گانے بجانے کے آلات، پٹانے، ٹی وی، وی سی آر، کیبل، سینما اور دوسرے ناجائز کاموں پر ہزاروں روپیہ بے دریغ خرچ کر دیتا ہے، ان کو علم دین حاصل کرنے والے طالب علم اور دینی کاموں پر خرچ کرنے کی توفیق نہیں ہوتی اور ہم یہ کہہ کر تسلی کر لیتے ہیں کہ خدا جب دین لیتا ہے، تو عقل چھین لیتا ہے، اس موقع سے صادق قرولوی کا شعر یاد آتا ہے

ملتی نہ انہیں کیوں کر جنت کی بشارت بھی

اعمال کی گنہریوں میں سامان تو پختہ تھے

اور یہ شعر بھی ملاحظہ فرمائیے۔

ایمان ہوئے کچے ان پختہ مکانوں میں

ان کے کچے مکانوں میں ایمان تو پختہ تھے

جہان ملک العلماء

حضرت ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی پٹنہ کی حیات اور علمی خدمات

نہی العلماء کہ بھلا فتویٰ لکھنے پر انعام: افزائی ہے جس کی حد نہیں، اور اس کے بعد اس کو ہمیشہ برقرار رکھا

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رضی اللہ عنہ کی حیات اور علمی خدمات

”الصوارم الہندیہ ۱۳۲۵ھ (مرتبہ مناظر اسلام مولانا حشمت علی خاں قادری لکھنوی) میں کاٹھیاواڑ، مارہرہ شریف، بریلی شریف، کچھوچھہ مقدسہ، جبلپور، علی پور، اجمیر مقدس، مراد آباد، لاہور، آرہ کے علمائے کرام کے بعد آپ کے فتویٰ کو جگہ ملی ہے، اس کے بعد ۶۰ دیگر شہروں کے علماء عظام کے فتاویٰ درج ہیں، متعلقہ کتاب کے ص ۱۰۱ پر شائع شدہ فتویٰ حضور ملک العلماء نے باکی پور پٹنہ سے روانہ فرمایا تھا، تحریر فرماتے ہیں:

”فتاویٰ حریم طیبین ضرور حق ہیں، جن کی حقیقت میں اصلاً شبہ نہیں۔ اُس کی حقیقت پر آفتاب سے بھی روشن تر دلیل یہ ہے کہ ان اقوال کے قائلوں نے اس کے مقابل نہ صرف سکوت ہی کیا، بلکہ حکم میں اتفاق کیا، جس کا مجموعہ ایک مستقل رسالہ بنام الختم علی لسان الخصم دیوبند میں چھپ چکا ہے، جس میں انہیں لوگوں نے تصریح کی، کہ بیشک ایسے اعتقاد و خیال و اقوال والے کافر ہیں، رہی یہ بات، کہ ایسے اقوال کن لوگوں کے ہیں، جن پر باتفاق علمائے بریلی کا وہابی دیوبندی پر کفر کا فتویٰ ہے، ان مطبوعہ کتابوں کے دیکھنے سے معلوم ہو سکتا ہے۔ جن کا حوالہ ”حسام الحرمین“ میں ہے۔ جسے چھپے ہوئے بیس سال ہو گئے۔ کیا قادیانیوں کے ارتداد اور حضور اقدس ﷺ کی توہین کرنے والوں کے کفر جیسے اتفاقی مسئلہ میں بھی استفتاء و سوال کی ضرورت ہے۔ واللہ اعلم۔“

محمد ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ

مہر

محمد ظفر الدین قادری رضوی

ملک العلماء فاضل بہاری

تأثرات:

۱۹۲۰ء بریلی شریف میں ”جماعت رضائے مصطفیٰ“ کی تشکیل ہوئی، تو حضور مفتی اعظم محمد مصطفیٰ رضا بریلی کے دور میں سرپرست عمومی کی حیثیت سے ملک العلماء مولانا سید محمد ظفر الدین فاضل بہاری چوبیس اراکین میں شامل تھے (۱۲) اور جماعت کے تبلیغ و ارشاد کے شعبہ سے وابستہ تھے، شعبہ مناظرہ کے صدر تھے (۱۳)

جماعت انصار الاسلام کی تین روزہ کانفرنس ۲۲/۲۲/۲۲ شعبان المعظم ۱۳۳۹ھ بمقام مسجد نوحہ بریلی میں منعقد ہوئی، تو ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری نے مسئلہ ترک موالات پر محققانہ تقریر فرمائی اور ثابت کیا کہ ترک موالات انسان کا فطری و طبعی خاتمہ ہے۔ اگر اس کے احساسات غلط نہیں ہو گئے ہیں، تو وہ نقصان رساں سے طبعاً احتراز کرے گا، اس مسئلہ کو شواہد و دلائل سے خوب ذہن نشیں کرایا اور بتایا کہ ”جملہ کفار و مشرکین سے ترک موالات شرعاً فرض اور مسلمانوں پر لازم ہے“ اس تقریر کے ضمن میں فاضل بہاری نے ایسی ایسی دل پذیر باتیں فرمائیں کہ مجمع بھڑک اٹھا (۱۴)

حضور ملک العلماء جماعت رضائے مصطفیٰ کے متعلق تاثر پیش کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ:

”فقیر اس مبارک جماعت کی خدمات کو نہایت ہی وقعت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور اپنی محرومی پر افسوس کرتا ہے کہ اس کی بدنی خدمت سے قاصر ہے اور اس جماعت کے مخلصین خدام پر رشک و غبط کرتا ہے اور ان کے ثبات و استقامت کی دعا کرتا ہے (۱۵)

خاموش کس قدر ہے سمندر کو دیکھئے

سینے میں اپنے گوہر یکتا لئے ہوئے

تاثر کے حسرت و یاس بھرے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے،

کہ یہ تحریر آپ کی حیات مبارکہ کے آخری دور کی ہے، محمود عباسی کی

آیا، اقتباس ملاحظہ کیجئے:

”جب ابتدائی مباحث طے ہو گئے اور علمی سوالات کی

نوبت آئی تو پہلے ہی سوال کے جواب میں سمجھوں نے ایسی خاموشی

اختیار کی، کہ ایک لفظ بھی نہ بول سکے، تقاضے پر تقاضے ہوئے مگر ان

کا سکوت نہ ٹوٹا، تین گھنٹے تک سب کے سب خاموش محض رہے۔

آخر ٹالٹ و حکم صاحب نے کہا، مولانا کچھ تو بولنے، تاکہ ہم

لوگوں کو کچھ کہنے کا موقع ملے اس پر بھی وہ لوگ خاموش محض رہے،

آخر مجبوراً ان لوگوں نے بھی اعلان کیا، صاحبو! آپ لوگوں کے

سامنے سب ابتدائی باتیں طے ہوئیں، جب علمی باتوں کی نوبت آئی

مولانا ظفر الدین صاحب نے جو سوالات کئے ان کے جواب میں

ان تمام علماء نے سکوت محض سے کام لیا اور بالکل خاموشی میں تین

گھنٹے وقت صرف کر دیا، اس سے معلوم ہوتا ہے، کہ ان کے پاس ان

سوالوں کا کوئی جواب نہیں ہے اور یہ لوگ جواب سے قاصر ہیں،

ورنہ کس دن کے لئے اٹھا رکھتے، ان لوگوں کا مذہب باطل اور

مولوی شاہ رکن الدین صاحب و مولوی شاہ ارشاد علی صاحب

مولانا مولوی ظفر الدین صاحب، مولوی احمد حسین خان صاحب

وغیرہ علماء کا مذہب حق ہے، آپ لوگ آتے وقت دو دروازے

سے الگ الگ داخل ہوئے تھے اب سب لوگ متفق ہو کر اس

دروازہ سے مولوی ظفر الدین صاحب کے ساتھ مناظرہ گاہ سے

باہر تشریف لے جائے، چنانچہ ان چند مولویوں کے علاوہ بقیہ سب

لوگ علمائے اہلسنت کے ساتھ آئے والحمد للہ علی ذالک، اس

مناظرے کی روداد کو رسالہ کی شکل میں شائع کیا گیا، اعلیٰ حضرت

نے اس رسالہ کا تاریخی نام ”شکست سقاہت“ رکھا، چنانچہ یہ رسالہ

اسی زمانہ میں چھپ کر تمام ملک میں شائع کر دیا گیا۔ (۱۷)

موضع ہٹنا ضلع بوگرا میں مناظرہ کے لئے دونوں جانب

رسوائے زمانہ کتاب ”خلافت معاویہ و یزید“ جب شائع ہو کر بازار میں

آئی، تو عوام حیرت زدہ ہو گئے، اہل حق تڑپ اٹھے اور یزیدی مسکرارہے

تھے، ایسے ماحول میں تاجدار کربلا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

کے شیدائی اپنی تحریر و تقریر کے ذریعہ حق واضح کرتے تھے، علامہ

مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمۃ نے ہندوستان، پاکستان، مکہ مکرمہ،

مدینہ منورہ، افغانستان، مصر، افریقہ اور دیگر ممالک کے ارباب حل و

عقد سے اس کتاب کے بارے میں رائے طلب کی، تو ملک العلماء

نے تحریر فرمایا:

”حامی دین متین ماجی شرع مبتدعین گرامی جناب مولانا

مشتاق احمد نظامی صاحب، نظامی سلمہ، علیکم السلام ورحمۃ اللہ

وبرکاتہ، خلافت شرع کتاب ”خلافت معاویہ و یزید“ ہرگز مسلمانوں

کے اعتقاد کے مطابق نہیں۔ بہت سی باتیں خلاف شرع اس میں

ہیں، ازاں جملہ یزید امیر برحق تھا، امام حسین نے اس پر خروج کیا

(معاذ اللہ من ذالک) یزید مثنیٰ پر ہیزگار تھا وغیرہ من الخرافات،

ایسی کتاب کو خریدنا، دیکھنا، اپنے پاس اعتقاداً رکھنا سب نا جائز

ہے۔ ہاں علماء کرام اس کا رد کرنے کو دیکھ سکتے ہیں۔ اپنے پاس رکھ

سکتے ہیں۔ والسلام

محمد ظفر الدین قادری رضوی

پرنسپل جامعہ لطیفیہ بحر العلوم

کلیہار (۱۶)

بے مثال مناظرہ:

۱۳۲۵ھ میں حضور ملک العلماء کی فراغت ہوئی اور

۱۳۲۶ھ میں اعلیٰ حضرت کے ایما پر میوات میں وہابیوں سے مناظرہ

کرنے کے لئے گئے، اس وقت آپ کی عمر ۲۲ سال کی تھی، اور غالباً

آپ کا یہ پہلا مناظرہ تھا، لیکن کوئی آپ کے سامنے تک نہیں

سے خوب تشہیر کی گئی۔ سنیوں نے حضور ملک العلماء کی آمد پر ان کا خوب استقبال کیا، غرضیکہ مناظرہ شروع ہو گیا، ابتداً چند تحریرات کی آمد و رفت بزبان عربی ہوئی، جس سے غیر مقلدین کا مقصود علمی موازنہ تھا، مناظرہ کا وقت ایک بجے سے پانچ بجے تک کا تھا، حضور ملک العلماء اسٹیج پر رونق افروز تھے اور غیر مقلدین کو بھرے مجمع میں چیلنج پر چیلنج کر رہے تھے۔ مگر افسوس کہ وقت مقررہ پر میدان میں شیر اہل سنت کو دیکھ کر کوئی بھی نہ آیا، حاضرین سے تمام جلسہ گاہ بھرا ہوا تھا، ہر ایک گردن اٹھا اٹھا کر دیکھتا اور پھر رہ جاتا تھا، غیر مقلدین کے مناظرین نے سنی شیر کو بلا تو لیا، مگر سامنے آنے کا چارہ نہ تھا، غیر مقلد مناظر جلسہ میں نہ آیا اور سب نے راہ فرار اختیار کی، ان کے نہ آنے پر عوام بہت متاثر ہوئی اور سمجھ گئی کہ سنیوں کی بات بالکل حق ہے اور یہی صراط مستقیم پر قائم ہیں، فوراً ادو سو آدمیوں نے وہابیت اور غیر مقلدیت سے توبہ کی اور اسلام میں داخل ہوئے (۱۸)

عقل لے آئی سلامت دین و دل

دل، وہ کافر پھر اسی پر رہ گیا

حضور ملک العلماء نے آریاؤں، قادیانیوں، وہابیوں، دیوبندیوں اور دوسرے فرقہ بانی باطلہ کے اکڑنوں سے متعدد مناظرے کئے اور ہر جگہ سے کامیاب و کامراں لوٹ کر آئے، سنیت کے اس شیر پر اعلیٰ محضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کو بھی ناز تھا، اس کی تفصیل کے لئے مکتوبات امام احمد رضا بنام ملک العلماء، حیات اعلیٰ حضرت دیکھئے، گذشتہ صفحہ پر ۲۲ تا ۲۳ شعبان المعظم ۱۳۳۹ھ بریلی شریف میں تین روزہ کانفرنس میں ملک العلماء کے خطاب کا ایک اقتباس ملاحظہ کر چکے ہیں، ملک العلماء اس وقت شمس الہدیٰ پٹنہ میں صدر مدرس تھے، آپ کو خاص جلسہ میں شرکت کرنے کی غرض سے اعلیٰ حضرت نے خط لکھ کر بلا یا تھا، اور آپ تشریف لے

گئے، علم مناظرہ کے موضوع پر آپ کی مندرجہ ذیل تصانیف ہیں۔

- (۱) ظفر الدین الجید (۱۳۲۳ھ) (۲) شکست سفاہت (۱۳۲۶ھ)
(۳) گنجینہ مناظرہ (۱۳۳۲ھ) ظفر الدین الطیب (۱۹)

ملک العلماء کی تصنیفی خدمات:

حدیث، اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ، تاریخ، سیرت، فضائل و مناقب، اخلاق، نصح، صرف و نحو، منطق، فلسفہ، کلام، ہیئت، توفیق، تفسیر اور مناظرہ میں آپ کی ستر (۷۰) سے زیادہ کتابیں ہیں۔ تذکرہ خلفائے اعلیٰ حضرت میں چالیس (۴۰) کتابوں کے نام کی فہرست دی گئی ہے، مؤذن الاوقات ۱۳۳۵ھ، دانی ۱۳۳۵ھ علم نحو میں بے مثل اور عام فہم رسالہ، عافیہ ۱۳۳۵ھ علم صرف پر رسالہ (۲۰) اعلیٰ حضرت نے ان تینوں کتابوں کی سرانجام کرتے ہوئے اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرمایا کہ ”آپ کا رسالہ مؤذن الاوقات آیا، نام بھی نہایت مناسب و موزوں پایا۔ اس مقصد اول و خاتمہ کو ضرور دکھالینا چاہئے اور تذبذب کا حرف قبل طبع دکھالینا فرض اہم ہے، مولانا کسی وقت اپنے آپ کو مشورہ احباب سے مستغنی نہ کرنا، بہت مفید فی الدین ہے، آپ کی تصنیف عافیہ، وافیہ تقریب پر خوشی ہوئی۔ مگر کاش یہ وقت آپ نے ”بہشتی زیور و گوہر کی قلعی کھولنے میں صرف کیا ہوتا تو عمدہ ذخیرہ عقلمی ہوتا، جہاں ان کتابوں سے گمراہ ہوئے جاتے ہیں (۲۱)

ماہنامہ ”استقامت“ کانپور، جولائی ۱۹۹۶ء تحفظ عقائد نمبر نے صفحہ ۹۸۰ تا ۹۹۳ پر ملک العلماء مولانا سید محمد ظفر الدین فاضل بہاری کا رسالہ ”اقامت“ میں جی علی الفلاح پر کھڑے ہونا“ شائع کیا ہے، جو نادر تحقیقات سے مزین اور معلومات کا خزانہ لئے ہوا ہے اور تقریباً پچاس کتابوں کے حوالے چنچ چنچ کر مخالفین کو آواز دے رہے ہیں کہ دیدہ دانستہ تم مجھے چھپاتے کیوں ہو؟ حوالے کی

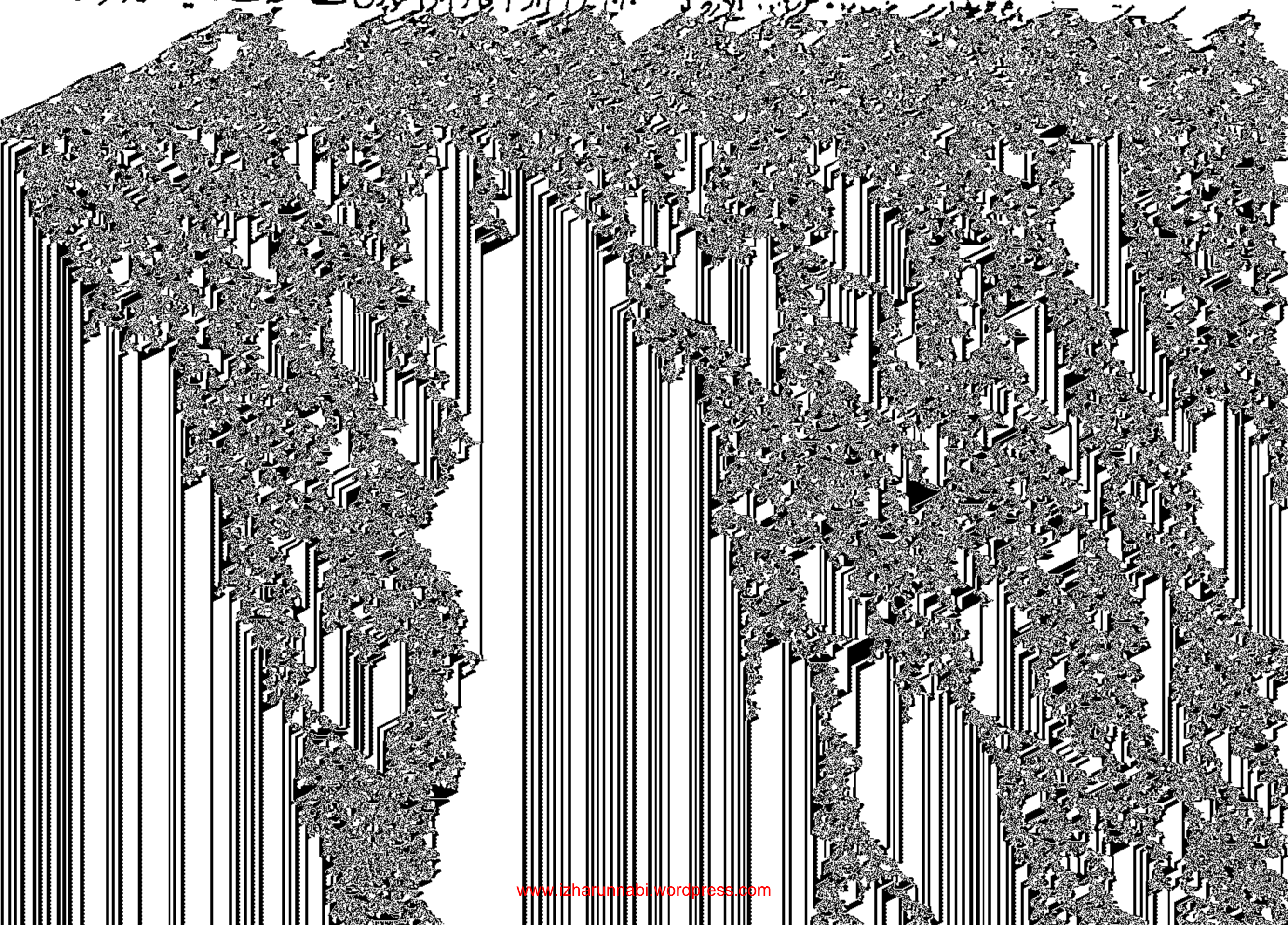
جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رحمہ اللہ کی علمی خدمات

چند کتابوں کے نام (۱) در مختار (۲) فتاویٰ ظہیر یہ (۳) فتاویٰ عالمگیری (۴) فتح اللہ المعین حاشیہ کنز بلا مسکین (۵) جامع الرموز (۶) بحر الرائق شرح کنز الایق (۷) ملقی الابحر (۸) شرح مجمع الانہر (۹) عینی شرح بخاری (۱۰) فتح الباری شرح بخاری (۱۱) بخاری شریف (۱۲) مسلم شریف (۱۳) التعلیق الممجد (۱۴) بدائع الصنائع (۱۵) تبیین الحائق (۱۶) شریب لیلہ (۱۷) رد المحتار (۱۸) فتاویٰ ہندیہ (۱۹) طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح (۲۰) مضمرات (۲۱) شرح نور الایضاح (۲۲) وقایہ (۲۳) فتاویٰ ہزاریہ (۲۴) عمدۃ الرعاۃ (۲۵) قسطلانی شرح بخاری (۲۶) نوادی شرح مسلم (۲۷) عون المعبود شرح

عائیہ، تو اس کو بمضمون۔ ایاز قدر خود شناس..... دینی مسئلہ میں ٹانگ اڑانے سے بچنا چاہئے اور اگر رسم و رواج اسے مخالفت پر مجبور کرتے ہیں۔ تو اس کو چاہئے کہ پہلے ہندوستان و پاکستان یا سارے جہان سے، جہاں سے ہو سکے مستند علماء دین کے فتاویٰ حاصل کر لے۔ جن میں کم از کم بحار ہی کتابوں سے حنفیہ کے نزدیک تکبیر شروع

عائیہ، تو اس کو چاہئے، کہ اسی پر عمل کریں اور جو شخص اس مسئلہ میں اختلاف کرے، تو اگر وہ خود عالم ہے، تو اس کو چاہئے کہ پچاس کتابوں کے مقابلہ میں سو و نہ ساٹھ ہی کتب فقہ سے ایسا ہی واضح طور پر ثابت کر دے کہ ہمارے ائمہ ثلاثہ کے نزدیک مؤذن جس وقت تکبیر شروع کرے، اسی وقت امام اور مقتدی سب کو کھڑا ہونا چاہئے یا جس وقت مؤذن تکبیر شروع کرے اس وقت امام و مقتدی کو بیٹھا رہنا مکروہ ہے اور اگر مخالفت کرنے والا عامی ہے، تو اس کو بمضمون۔ ایاز قدر خود شناس..... دینی مسئلہ میں ٹانگ اڑانے سے بچنا چاہئے اور اگر رسم و رواج اسے مخالفت پر مجبور کرتے ہیں۔ تو اس کو چاہئے کہ پہلے ہندوستان و پاکستان یا سارے جہان سے، جہاں سے ہو سکے مستند علماء دین کے فتاویٰ حاصل کر لے۔ جن میں کم از کم بحار ہی کتابوں سے حنفیہ کے نزدیک تکبیر شروع



حضور ملک العلماء کی سیاسی بصیرت

از قلم: ڈاکٹر عبدالنعیم عزیز، ۱۰۴، جولائی، بریلی شریف

سیاست داں ہونا اور چیز ہے اور سیاسی بصیرت کا مالک ہونا اور! سیاست داں کے لیے ضروری نہیں کہ وہ علم سیاست سے واقف ہو جیسا کہ آج کل سیاست داں سیاست سے قطعاً نااہل نظر آتے ہیں۔ سیاست داں سیاست کرتا ہے صرف اور صرف حصول اقتدار کی خاطر اور اس کے لیے وہ ہر غلط کو صحیح اور ہر ناجائز کو جائز بنا لیتا ہے۔ جیسا کہ مقولہ ہے۔ "Every things is fair in love & War" یعنی محبت اور جنگ میں ہر چیز جائز ہے۔

یہاں جنگ سے مراد سیاست کی جنگ ہے اور عصر حاضر کی سیاست جوڑ توڑ، گٹھ جوڑ اور توڑ پھوڑ ہی کا نام ہے۔ عصر حاضر کی سیاست میں اخلاق، دیانت، رحم، ملک و قوم کی محبت کوئی معنی نہیں رکھتی۔ وجہ یہ ہے کہ سیاست پر مذہب کی کوئی گرفت نہیں ہے اور مذہب کی گرفت سے نکل کر یہ خود بڑی طاقت بن کر جمہوری قبا میں۔ دیو استبداد کا روپ دھار کر پائے کو ب ہے اور یہی فرق ہے، اسلامی سیاست اور غیر اسلامی سیاست میں۔ اسلام میں سیاست دین سے جدا نہیں ہے بلکہ اس پر دین کی حکمرانی قائم رہتی ہے، لیکن جب سیاست دین سے جدا ہو جاتی ہے، تو بقول ڈاکٹر اقبال ع جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی افسوس! آج دنیا میں کسی بھی مسلم ملک میں اسلامی نظام سیاست قائم نہیں ہے، بلکہ ہر جگہ مغربی نظام سیاست، نام نہاد ڈیموکریسی اور سیکولر و لادینی نظام رائج ہے یا پھر سلطانی اور

بادشاہت کے روپ میں ڈکٹیٹر شپ جیسے سعودی عرب میں۔ لیکن ایک سیاسی بصیرت کا مالک جس کے لیے سیاسی مدبر اسٹیٹسمین (Statesman) کہنا زیادہ مناسب ہے۔ وہ سیاست کا ماہر ہوتا ہے۔ وہ کسی سیاسی پارٹی سے وابستہ ہوتا ہے، نہ ہی الیکشن میں حصہ لیتا ہے۔ حصول اقتدار سے اس کا واسطہ نہیں! وہ سیاست دانوں کو ملکی و قومی مفاد میں سیاست کرنے، حکومت بنانے اور حکومت چلانے کے مشورے دیتا ہے۔ سیاست کے غلط رخ اور تخریبی رویے کی گرفت کرتا ہے۔ عوام کو ان سے آگاہ کرتا ہے اس کی نگاہ ملکی سیاست کے ساتھ ساتھ بین الاقوامی سیاست پر بھی گہری ہوتی ہے۔ ملک العلماء مولانا سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی قدس سرہ العزیز ۱۸۸۵ء تا ۱۹۶۲ء ایک اسٹیٹسمین (Statesman) تھے۔ لیکن اس کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ وہ صرف سیاسی مدبر ہی تھے۔ وہ مفکر اسلام، مبلغ اسلام، دینی دانش ور تھے اس لیے کہ وہ ایک عالم دین تھے۔ نائب رسول اور اپنے عہد کے سب سے بڑے نائب رسول، عاشق رسول، عبد مصطفیٰ، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے نائب تھے۔ امام احمد رضا کے تلمیذ، امام احمد رضا کے مرید، امام احمد رضا کے خلیفہ، مدرسہ امام احمد رضا دارالعلوم منظر اسلام کی بناء کے سبب اور اس دارالعلوم کے پہلے فارغ التحصیل عالم۔

آپ کو ۱۲ ویں صدی ہجری کے مجدد نہیں بڑی برکتوں والی ذات عظیم البرکت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی نے

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رضوی کی حیات اور علمی خدمات

”ملک العلماء“ کا خطاب عطا کیا تھا اور یہی اعلیٰ حضرت آپ کو فاضل بہار لکھتے تھے۔

حضرت ملک العلماء دربار رضویہ کے ان ۱۴۱۲ اتوں یعنی مجدد دین و ملت کے ان ۱۴۱۲ مخصوص خلفاء میں ایک ہیں، جس کا ذکر انہوں نے تحسینی کلمات اور دعائے خیر کے ساتھ اپنی کتاب ”الاستمداد علی ارجیال الارتداد“ میں کیا ہے۔ اعلیٰ حضرت کے خلفائے کرام میں توقیت، تکسیر، جفر، نجوم، ہیئت، ریاضی وغیرہ علوم میں حضور ملک العلماء سے زیادہ مہارت شاید ہی کسی دوسرے خلیفہ کو رہی ہو۔

ان عقلی علوم میں اعلیٰ حضرت کے آپ سچے نائب اور پرتو

تیار کی تھی، اس ٹیم کے افراد نے اعلیٰ حضرت کے وصال کے بعد ان کے مشن کو آگے بڑھانے کا فریضہ بخوبی انجام دیا۔ شدھی تحریک کا زور توڑا۔ دو قومی نظریے کو پروان چڑھایا۔ ملک کی آزادی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ جماعت رضائے مصطفیٰ اور آل انڈیا سنی کانفرنس کے تحت اسلامی سیاست کا نظریہ پیش کیا۔ مسلمانوں کی مذہبی، تہذیبی، سیاسی، معاشرتی اور معاشی شعبہ ہائے حیات میں رہنمائی کی۔

ملک العلماء مولانا سید محمد ظفر الدین فاضل بہار نے اعلیٰ حضرت کی ہر تحریک میں نمایاں کردار ادا کیا۔ امام کے مشن کو فروغ دینے میں پیش پیش رہے۔ امام کے دیگر خلفاء کی طرح آپ نے بھی آزادی ہند اور دوسری دینی تحریکات (جنہوں نے تحریک

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رضی اللہ عنہ کی حیات اور علمی خدمات

طرف بھاگے تھے۔ افغانیوں نے بری طرح کچلا۔ وہاں کی زمین جب ان کے لیے تنگ ہو گئی، تو ظفر علی خان مدیر ”زمین دار“ کی بہکانے والی خبر میں گرفتار ہو کر ایران کی طرف کوچ کر گئے۔ وہاں سرحد پر ہی یہ بھون دیے گئے۔ جو کوچ گئے، بھاگ کر پھر ہندوستان واپس آئے، تو ایک بھکاری سے بھی ابتر زندگی گزارنے پر مجبور ہو گئے۔

امام احمد رضا نے اس وقت ہجرت کرانے اور کرنے والوں دونوں کو لکھا تھا۔ قوم کی صحیح رہنمائی فرمائی تھی۔ شریعت اسلامیہ کا حکم سنایا تھا۔

”رہا دارالاسلام یا اس سے ہجرت عامہ حرام ہے کہ اس میں مساجد کی ویرانی و بے حرمتی، قبور مسلمین کی بربادی، عورتوں بچوں اور ضعیفوں کی تباہی ہوگی۔“ (فتاویٰ رضویہ جلد ۶ صفحہ ۲)

مسلمانوں کی عظیم قربانیوں کے بعد ہندوستان غلامی فرنگ کی زنجیروں سے آزاد ہوا لیکن یہ آزادی۔ تباہی بربادی کی سوغات لے کر آئی۔ ہر طرف فساد کے بھڑکتے ہوئے شعلے، آہیں، کراہیں، لہو کی بارش، سروں کی اُگتی ہوئی فصلیں سرحدوں کی تقسیم، خاندان، کنبے اور لہو تک کا بٹوارہ، بھاگم بھاگ، بھگدڑ، پنجاب، گجرات، آندھرا، دہلی اور یوپی کے بیشتر اضلاع کے مسلمان، بنام ہجرت مغربی پاکستان کی طرف کوچ کرنے لگے اور پوربی اتر پردیش و بہار کے مسلمان، مشرقی پاکستان یعنی بنگال کی طرف بھاگنا شروع ہوئے۔ اس ہنگامہ خیز موقع پر ملک العلماء مولانا سید محمد ظفر الدین علیہ

الرحمۃ والرضوان نے زبردست سیاسی بصیرت کا ثبوت دیا اور ہزاروں مسلمانوں کو خانماں برباد ہونے سے بچایا۔ ۱۹۴۷ء اور آخر اور اوائل نومبر میں حکومت کانگریس کی شہ پر بہار کے غیر مسلموں اور انہما کے پجاریوں نے مسلمانوں پر ظلم و جبر اور بہیمیت و بربریت کے جو پہاڑ ڈھائے، اس کا نقشہ اور حکومت کی نااہلی، بلکہ تعصب کا

مسلمانوں کے لیے موجودہ حالات میں صرف تین راستے باقی ہیں۔ (۱) جہاد بالسیف (۲) عدم تعاون (۳) ہجرت (تحریک خلافت از قاضی عدیل عباسی، صفحہ ۱۵۶)

موہن داس کرم چند گاندھی کی اس رائے کو عملی جامہ پہنانے کے لیے ابوالکلام آزاد صاحب نے بزعم خود مفتی دین بن کر ہجرت کا فتویٰ مرتب کیا اور مسلمانوں سے کہا گیا کہ شریعت اسلامیہ کی رو سے ہندوستانی مسلمانوں پر فرض ہے کہ وطن سے ہجرت کر جائیں۔ نام نہاد مفتی دین اور امام الہند مسٹر آزاد کا یہ فتویٰ۔ ۲۰ جولائی ۱۹۲۰ء کو اہل حدیث، امرتسر کی اشاعت میں شامل کیا گیا۔ اللہ اکبر! مجدد دین و ملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی فراست مومنانہ کو داد دیجیے کہ اس سے قبل ہی ان امور کی نشاندہی فرما چکے تھے۔ کانگریس کے اس لیڈر کی مہلک سازشوں کا تجربہ آپ نے اس طرح فرمایا تھا۔

”اول اس کی موت۔ دوم یہ نہ ہو تو اس کی جلا وطنی کہ اپنے پاس نہ رہے۔ سوم یہ بھی نہ ہو سکے، تو اخیر درجہ اس کی بے پری کہ عاجز بن کر رہے۔“ (فتاویٰ رضویہ جلد ۶ صفحہ ۲)

یعنی اول یہ کہ مسلمان مرجائیں۔ اس مقصد کے لیے تحریک جہاد چلائی گئی۔ جب یہ تحریک ناکام ہو گئی، تو مسلمانوں کو برباد کرنے کے لیے ہجرت کی وبا پھیلائی گئی۔ علمائے اہل سنت نے اس تحریک کی مخالفت کی۔ لیکن کچھ عاقبت نااندیش بہر حال اس وبا کا شکار ہو ہی گئے۔

قاضی عدیل عباسی لکھتے ہیں:
”ایک اندھے جوش میں جولائی اور اگست میں ۱۸ ہزار مسلمان ہندوستان سے ہجرت کر گئے۔“ (تحریک خلافت، صفحہ ۱۰)
عالم کیا ہوا؟ ان خانماں برباد مسلمانوں کو جو افغانستان کی

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رحمہ اللہ کی حیات اور علمی خدمات

نقشہ کھینچنے کے بعد رنج و قلق اور حیرت و استعجاب کا اظہار کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

”غرض اس واقعہ فاجعہ اور خاص کر ایسے وقت میں ہونے پر جس قدر اشک حسرت بہایا جائے، بہت ہی کم ہے، مگر اس سے بہت زیادہ قلق آمیز اور خون کے آنسو رلانے والا یہ سماں ہے کہ اس حادثے سے مسلمان ایسے حواس باختہ ہو گئے ہیں کہ آگے پیچھے، اونچ نیچ نفع نقصان کے سوچ بچار کرنے کا دماغ ہی کھو بیٹھے۔ جسے

دیکھ کر بستر رازت پر ہلکا ہلکا کر دیا

جار ہے ہیں، تو ضرور جائیے، اللہ آپ کا محافظ و نگہبان ہو، لیکن اگر یہ بات نہیں اور ہرگز نہیں! آپ یہاں بھی دینی امور کے ادا میں آزاد ہیں اور وہاں مسلم لیگ وزارت میں بھی اسلامی احکام کی بجا آوری پر مجبور نہ کیے جائیں گے، جس طرح یہاں ہیں، اسی طرح اسلامی شرعی احکام کی بے عملی پر آزاد ہی رہیں گے، تو یہ ہجرت کا شاخسانہ کیا۔ البتہ جیسا سننے میں آیا ہے کہ بعض بستیوں میں جہاں مسلمان ایک دو گھر ہیں، ان کو ہندو بنایا جا رہا ہے، عورتوں کو ہندو بنا کر

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رحمہ اللہ کی حیات اور علمی خدمات

آپ کو بستر باندھنے کی حاجت، نہ مسلم لیگ سے سبز ٹکٹ لینے کی ضرورت، نہ ریویو جی بننے کی مصیبت، نہ ریل میں دھکے کھانے کی آفت نہ وہاں مصیبت زدہ بن کر دوسرے کے کھانے پر پڑنے کی زحمت۔ اپنے گھر میں عزیز واقارب، ٹولے محلے، دوست، احباب کے ساتھ جیسے رہتے سہتے آئے ہیں، رہیے۔ صرف اس کا التزام کر دیجیے کہ اپنی زبان اور ہاتھ سے کسی کو دکھ نہ پہنچائیے اور نہ کبھی کوئی بات خلاف شرع کیجیے۔ حتی الامکان سب اوامر بجالائیے۔ سب منہاسات سے بچتے رہیے۔ بحکم حدیث آپ مہاجر ہیں، آپ کو علاقوں میں مسلمان بہت ہی قلیل تعداد میں ہیں، وہ ضرور بڑی آبادی والے مسلم علاقوں میں سکونت پذیر ہو جائیں۔ آپ نے حکومت بہار حکومت ہند کو کنڈم بھی کیا ہے اور حکومت کو فسادات پر قابو پانے، مسلمانوں کے تحفظ اور ان کے نقصانات کی تلافی نیز آباد کاری کی طرف توجہ بھی دلائی ہے۔ ۱۹۳۷ء کے بھگدڑ اور افراتفری کے عالم میں ملک العلماء نے جس مومنانہ فراست اور سوجھ بوجھ سے کام لے کر مسلمانوں کو بنگال کی طرف کوچ کرنے سے روکا ہے، وہ ان کی دینی رہنمائی کے ساتھ

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی دہلی کی حیات اور علمی خدمات

نق میں اپنی ضروریات زندگی پوری کریں۔“

بیکار، بے فائدہ ہیں۔ ہرگز نہیں، بلکہ یقیناً ان تمام باتوں کا نتیجہ مسلمانان بہار کے حق میں اچھا ہی ہوگا، مگر ان ثمرات و برکات سے آپ اسی وقت متمتع ہو سکتے ہیں، جب آپ اپنے کو بہاری بنائے رکھیں۔ بہار کو اپنا وطن سمجھ کر اس کو آباد کریں، ورنہ اگر آپ نے اپنے گھروں کی محاصل و املاک کی، مساجد و خانقاہ کی، مقابر و آثار کی پرواہ نہ کی اور خود اپنے ہوتے ساتھ پامالی و ویرانی کے لیے پیش کیا تو بہار کی تاریخ لکھنے والے کے لیے اس کا فیصلہ مشکل ہوگا کہ بہار کی تباہی و بربادی اور مسلم کشی میں ہندوؤں کا ہاتھ زیادہ رہا یا آپ جیسے

۱۹۴۷ء کے بھگدڑ میں بھارت سے مسلمانوں کی ایک اچھی خاصی آبادی مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان کوچ کر گئی۔ اس سے بھارتیہ مسلمانوں کو بہر اعتبار نقصان ہوا۔ ابتداء ان پر نفسیاتی اثر پڑا، بھارت کے فرقہ پرستوں کے حوصلے بڑھے، بہت سے سیاسی و معاشرتی و معاشی امور میں مسلمانان ہند اس وجہ سے آج تک خسارے میں ہیں۔ بہر کیف ۱۹۷۱ء میں مشرقی پاکستان میں بہاری مسلمان کس طرح مارے کاٹے گئے اور بعد میں کراچی منتقل ہونے

بہار گئے۔ ان کے لیے مسلمانان بہار کا ”بہار“ اور ان کے لیے مسلمانان بہار کا ”بہار“

ملک العلماء کا سیاسی نظریہ

از قلم: مولانا محمد شاکر رضا قادری مصباحی، قادری مشن، اتر دیناج پور، بنگال

ہندوستان کو جن قد آور، آفاقی اور اسلامی شخصیتوں پر ناز ہے۔ ان میں خلیفہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا، ماہر علوم و فنون صاحب تصانیف کثیرہ، فاضل بہار، ملک العلماء، حضرت سید محمد ظفر الدین قادری رضوی (ولادت: ۱۳۰۳ھ - وفات: ۱۳۸۲ھ) قدس سرہ کی ذات والا صفات برصغیر ہندوپاک میں محتاج تعارف نہیں ہے۔

تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ اوائل چودھویں صدی میں بہترے ایسے بھی فتنے جنم لئے ہیں، جنہیں دیکھ کر عقل محو حیرت ہے، ان فتنوں میں کچھ تو وہ تھے جس کی پشت پناہی نام نہاد مسلم کر رہے تھے، جس کے خرمن کو پہلے ہی جلا کر رکھ دیا گیا تھا، وہیں کچھ اپنوں کے بھی ایمان و ایقان کو جھلسانے میں لگے ہوئے تھے۔ پھر کیا تھا اسلام کے سچے علم برداروں کی ایک بہت بڑی ٹیم (team) اس وقت موجود تھی، جو ڈھال بن کر کیفر کردار تک پہنچانے میں اہم رول ادا کر رہی تھی۔ وہ دور تھا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اور ان کے ہمواؤں کا، علم دوست شاگردوں کا، یہ کیسے ممکن تھا کہ ان کا قلم نموش تماشا بن کر دیکھتا رہے، اہلسنت و جماعت کے پلیٹ فارم سے جہاں ایک طرف اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا قلم شمشیر برہنہ بن کر فرقہ باطلہ کو تہ تیغ کرنے میں اہم کردار ادا کر رہا تھا، وہیں ان کے شہزادے حجۃ الاسلام اور مفتی اعظم ہند اور ان کے خلفاء، معاونین کی چمنستان رسالت کی آبیاری کے لئے سینہ سپر ہو کر مصروف کار نظر آ رہے تھے۔

تو دوسری طرف باطل کی سرکوبی کی ذمہ داری اور اس کو دندان شکن جواب دینے کے لیے اپنے روحانی ولد عزیز ”ملک العلماء“ کو بھی لگا دیا تھا، جو مشن (mission) کی کامیابی کے لئے ہر ممکن کوشش کرتے رہے، ہمہ تن مصروف کار رہے، سر اٹھانے والے فتنوں کو ہمیشہ کے لئے پیر تلے کچل کر رکھ دیا، آپ کہیں گے وہ زہر قاتل، سم قاتل فتنے کیا تھے؟ وہ فتنہ شدھی تحریک (وہ تحریک جو شردھانند ایک ہندو نے ہند میں مسلمانوں کو دوبارہ ہندو بنانے کے لئے چلائی تھی) کا فتنہ تھا..... نسبندی کا تھا..... تحریک ندوہ کا تھا..... تحریک دیابنہ کا تھا..... جدید مذہبان کا تھا..... خلافت کمیٹی کا تھا..... اور سب میں بڑا نامراد گاندھی کا تھا، اس کے علاوہ ان گنت وہ شورشیں تھیں، جن کے لئے ایک دفتر درکار ہے۔

اسی اتحاد و موالات پر کچھ اپنے بھی ہاں میں ہاں ملا رہے تھے بلکہ گاندھی تحریک کی شرکت پر اپنی مذہبی کامیابی کے نتیجے نکال رہے تھے، بے جا تاویلیں کر کے مسلمانوں کی آنکھوں پر دھول جھونک رہے تھے، آگے چل کر قارئین انشاء اللہ اقتباس ملاحظہ فرمائیں گے۔

راقم سطور اولاً یہ قلم بند کر دینا مناسب سمجھتا ہے کہ بد مذہبوں، کفار و مشرکین سے موالات کا حکم شرعی کیا ہے؟ ترک موالات پر خداوند کریم جل و مجدہ اور اس کے آخری پیغمبر علیہ التحیۃ و الثناء کے فرامین کیا ہیں؟ تاکہ اہل سنت و جماعت کا صحیح موقف بھی

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدظلہ کی حیات اور علمی خدمات

واضح ہو جائے کہ علماء حق اور خصوصاً ”ملک العلماء“ نے اپنے نوک
قلم سے جس رد عمل کا اظہار فرمایا ہے، ان کے بنیادی ماخذ اور سر
چشمہ کتاب اللہ اور سنت رسول ہیں، جس پر کار بند رہ کر ”حضور ملک
العلماء“ ترک موالات کی تحریک میں سرگرم عمل نظر آتے ہیں۔ انشاء
اللہ اس کا بھی اندازہ آگے مکاتیب رضا کی روشنی میں ہوگا۔
موالات: قطعاً یقیناً ہر کافر سے مشرک ہو یا کتابی ذمی ہو یا حربی
واقعہ میں ہوا ہو گئے

اس آیت میں یہود و نصاریٰ کے ساتھ دوستی و موالات
یعنی ان کی مدد کرنا ان سے مدد چاہنا ان کے ساتھ محبت کے روایا
رکھنا ممنوع فرمایا گیا، یہ حکم عام ہے، اگرچہ آیت کا نزول کسی خاص
واقعہ میں ہوا ہو گئے

اگر حقیقتاً کفر سے اور صورتاً صورتاً حرمیت سے کاشفہ اور حرمیت سے کاشفہ

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مٹھنکی حیات اور علمی خدمات

پینے میں کیسی تپش اور تڑپ رکھتے تھے، رد و ابطال میں آپ نے کس بیدار مغزی کا ثبوت پیش کیا ہے، اس کا صحیح اندازہ ماوشا تو نہیں لگا سکتے۔ تاہم وہ مکاتیب جو امام احمد رضا نے ان کے نام تحریر فرمایا تھا، القابات سے صرف نظر کرتے ہوئے مقتبس کر کے ذیل میں ہدیہ قارئین کرتے ہیں جس سے ممدوح موصوف کا اہم کردار اور ہمہ جہت شخصیت نکھر کر سامنے آجائے۔

امام موصوف اپنے ایک مکتوب میں یوں رقم طراز ہیں:

”حالات حاضرہ و مصائب دائرہ نے اسلام و مسلمین کو جس درجہ سراسیمہ و پریشان کیا ہے، آپ جیسے واقف کار حضرات سے مخفی نہیں۔ علماء اہل سنت و جماعت اگر اب بھی بیدار نہ ہوں گے تو (خدا نہ خواستہ) وہ دن دور نہیں کہ سوائے کف افسوس ملنے کے اور کچھ چارہ کار نہ پائیں گے۔ انھیں ضرورتوں کو محسوس کر کے علمائے اہل سنت و جماعت کا ایک مہتمم بالشان جلسہ..... ہونا قرار پایا ہے۔ میں جناب کی اعانت دینی و توجہ مذہبی سے امید واثق رکھتا ہوں کہ اس ضروری دینی کام کو سب کاموں پر مقدم سمجھیں گے اور تشریف لا کر اپنے مفید مشورہ اور مواعظ حسنہ سے مسلمانوں کی اصلاح احوال فرمائیں گے۔“

یہ مکتوب ۱۳۳۹ھ کا ہے، جو اپنے چہیتے شاگرد کے نام رقم فرمایا تھا، جب کہ حالات بہت ہی نازک تھے، فتنے آسمان کو چھو رہے تھے، مصائب دائرہ نے اسلام و مسلمین کو حد درجہ پریشان کر رکھا تھا۔ حضور ملک العلماء کی اعانت دینی اور توجہ مذہبی پر قربان جائیے کہ مجدد اعظم امام احمد رضا قادری دینی امور میں کس درجہ غیر معمولی وثوق فرمایا کرتے تھے۔ مزید برآں یہ کہ مواعظ حسنہ اور مسلمانوں کی اصلاح احوال پر نظر، آپ کے مفید مشوروں کی اہمیت مسلم تھی۔

گویا حضور ملک العلماء تحریک ترک موالات کے اہم مواقع سے تحریراً و تقریراً ہر طرح سے رد فرما کر اہم رول ادا فرمایا تھا، قلمی نقوش کے تعلق سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری فاضل بریلوی کا ایک تاثر ملاحظہ فرمائیے جو بنام ملک العلماء قلم بند فرمایا تھا:

”آپ کا رسالہ بالا استیعاب اب تک میں انھیں وجوہ (علالت اور رد بد مذہبیاں وغیرہ) سے نہ دیکھ پایا۔ متفرق مقامات سے کچھ کچھ دیکھا ہے۔ جزاکم اللہ تعالیٰ خیراً کثیراً، اچھا ہے۔ مگر مشائخ بہار کی طرف سے یہ تاویل کہ انھوں نے کوئی دنیوی کام سمجھ کر اتباع رائے مشرک جائز رکھا ہے۔ میری سمجھ میں نہ آئی۔ سلطنت اسلام کی حمایت اور امان مقدسہ کی حفاظت جن کا پس کاروان گاندھی کو ادا ہے۔ کیا کوئی دنیوی کام ہے؟ اور وہ تو یہاں تک اونچے اڑ رہے ہیں کہ جو اس میں شرکت نہ کرے، مسلمان ہی نہیں، تو اسے نہ صرف کار دین، بلکہ ضروریات دین جانتے ہیں۔“

اسی طرح ایک اور رسالہ کے بارے میں یوں رقم طراز ہیں:

”آپ کے رسالہ میں دیر ہوئی، دس بارہ روز ہوئے کہ اسے تین جلسوں میں دیکھ لیا۔ بحث خلافت کو چاہا کہ تمام کردوں، خطبہ صدارت مولوی عبدالباری صاحب میں اس کے متعلق ۱۵/۱۵ سطریں ہیں، اور بہت ہذیان۔ گاندھیوں کا بھاری جلسہ بریلی میں ہونے کو ہے۔ احباب کی رائے ہے کہ اپنے علماء بھی ایام ندوہ کی طرح جمع ہوں۔ اگر یہ قرار پایا تو آپ کو آنا ضروری ہوگا۔ تیار رہئے۔ تقریظ نہ لکھی کہ کتاب یہیں سے منسوب ہو جائے گی۔ اور یوں بعونہ تعالیٰ زیادہ مفید ہوگی۔“

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری گاندھی تحریک کی ناکامی اور اس کے ابطال میں آخری کیل ٹھونکنے کے لئے داعیان اسلام اور حامیان سنیّت کو دعوت دے دے کر بلا رہے ہیں، اور وہیں

قاصد الفتنہ ملک العلماء کو تحریر کر رہے ہیں کہ آپ کو آنا ضروری ہوگا، تیار رہئے، یعنی آپ کی شرکت لازمی ہے، کیونکہ تحریک ندوہ کی طرح تحریک گاندھی زور پر ہے، جس کا ہر طرح سے رد ناگزیر ہو گیا ہے۔ اس تحریک میں اب سبھی حضرات تیزی کر کے آتے اور ہمیں یہ تھے اور دین کے تعلق سے خیر سگالی کا خواب دیکھ رہے تھے، جس کا اقتباس آپ نے اپنے سر کی آنکھوں سے ملاحظہ کیا کہ مولانا عبدالباری اور ان کے ہم خیال حضرات بد مذہبوں، کفار و مشرکین سے اس لئے لڑ رہے ہیں اور سبھی ان کے ساتھ ہیں۔

اسی کے ساتھ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری ارشاد فرماتے ہیں ”اس خط کے بعد جلسہ تہنیت موقوف کرنے کی ضرورت میری سمجھ میں نہیں آئی، اگرچہ یہ ان کا چوتھا رنگ ہے اور معلوم نہیں کل پانچواں کیا ہو۔“ ۳۰

اسی طرح کی درجنوں تحریریں بنام ملک العلماء آپ کے مکتوبات میں موجود ہیں، جس سے یہ اندازہ لگانا آسان ہو گیا ہے کہ حضرت ملک العلماء کی عالمگیر شخصیت علمی حلقہ میں منفرد المثال تھی، تحریک ترک موالات میں آپ کا کارنامہ خاص طور سے نمایاں ہے، جو رہتی دنیا تک کبھی بھی فراموش نہیں کیا جاسکتا ہے۔ فقیر بجاہ سید المرسلین مولیٰ تعالیٰ سے دعا گو ہے کہ ان کا علمی و روحانی فیوض و برکات جاری رہے۔ ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد۔

مصادر و مراجع:

- (۱) فتاویٰ مصطفویہ، ص: ۵۸۵ مطبع رضا کیڈمی ممبئی۔
- (۲) القرآن، سورہ ہود، آیت ۱۱۳۔
- (۳) تفسیر خزائن العرفان۔
- (۴) القرآن، سورہ مائدہ آیت ۵۱۔
- (۵) مدارک و خازن، بحوالہ تفسیر خزائن العرفان۔ (۶) القرآن، سورہ مائدہ، آیت ۵۱
- (۷) تفسیر خزائن العرفان۔
- (۸) القرآن، سورہ انعام، آیت ۶۸۔
- (۹) ابوداؤد، ابن ماجہ عقیلی اور ابن حبان، بحوالہ فتاویٰ مصطفویہ، ص: ۵۶۳
- (۱۰) کنز العمال جلد یازدہم، ص ۱۴۲ بحوالہ فتاویٰ مصطفویہ، ص ۵۹۵
- (۱۱) حیات اعلیٰ حضرت جدید ج ۳، ص ۴۴۰

خالص سنی جماعت انصار الاسلام میں حمایت سلطنت اسلام و اماکن مقدسہ کے لئے قائم ہوئی ہے۔ شریک ہو جائیں۔ ۱۶

اسی کے ساتھ مولوی عبدالباری صاحب اپنے دوسرے توبہ نامہ میں کچھ اور طرح گل افشانی کرتے ہیں، اس کو بھی آپ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی ہی کے قلم سے ملاحظہ فرمائیے:

”فقیر یہ چاہتا ہے کہ جناب نے (اعلیٰ حضرت نے) جو امور تحریر فرمائے ہیں، جہاں تک تفصیلاً ان سے توبہ کر سکے توبہ کر لئے آگے اسلام برائے نام پر جو شبہ ہوا ہے کہ میری مراد کمال ایمان کی ندرت تھی، اس سے اس طرح توبہ کر سکتا ہوں کہ عبارت اپنی لکھوں اور اس کے بعد لکھوں اس کا مطلب اگر یہ ہے جو مولوی احمد رضا خاں نے تحریر فرمایا ہے، تو اس سے بصدق دل توبہ کرتا ہوں۔“ ۱۷

مذکورہ اقتباس پر فاضل بریلوی یوں روشنی ڈالتے ہیں: ”حالانکہ ان کی عبارت کا قطعاً یہی مطلب ہے۔ صادق العباد مسلم کہاں جن میں سے کافروں کا امتیاز کیا جائے۔ کیا جو مسلمان کامل الایمان نہیں رکھتے؟ کافروں سے امتیاز نہیں رکھتے؟ کافروں سے وہی نہ ممتاز ہوگا، جو سرے سے اسلام نہیں رکھتا۔“ ۱۸

آگے مولوی عبدالباری صاحب یوں قلم بند کرتے ہیں: ”مولانا آپ اس کا احساس نہیں کر سکتے کہ میری اس عبارت توبہ پر کس قدر مجھ پر چار طرف سے یورش ہے۔ میں اس کو

انجمن برکات رضا کے زیر اہتمام

رضاجامع مسجد میں نورانی محافل کا انعقاد ہوتا ہے

- ✽ ہر اتوار اور جمعرات کو بعد نماز عشاء درود پاک کا ختم شریف۔
- ✽ ہر پیر کو بعد نماز عشاء سے نعت و منقبت و ذکر پاک کی محفل اور بعد اختتام توشہ شریف۔
- ✽ چھٹی شب، گیارہویں شب اور بارہویں شب میں درود پاک کا ختم، نعت و منقبت کی محفل اور بعد اختتام لنگر شریف۔
- ✽ ہر ماہ کی چودھویں شب (شب وصال حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ) کی نسبت سے ختم قادر یہ کبیر کی نورانی محفل بعد توشہ شریف۔
- ✽ ہر ماہ کی پچیسویں شب (شب وصال اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ) میں آیت کریمہ کا ختم شریف بعد تقسیم لنگر شریف۔

ان کے علاوہ

- ☆ جشن عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
- ☆ امیر المؤمنین سرکار سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ (وصال ۲۲ جمادی الاخریٰ)
- ☆ امیر المؤمنین سرکار سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ (وصال ۲۶ رزی الحجہ)
- ☆ امیر المؤمنین سرکار سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (وصال ۱۸ رزی الحجہ)
- ☆ امیر المؤمنین سرکار سیدنا علی ابن علی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم (وصال ۲۲ رمضان المبارک) کی شب میں قرآن خوانی و نعت و منقبت خوانی کے بعد علمائے کرام کے بیانات۔
- ☆ ازواج مطہرات و اہلبیت اطہار رضی اللہ عنہم کے وصال کی تاریخوں میں خراج عقیدت،
- ☆ بالخصوص بارگاہ سیدنا امام عالی مقام حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں نذرانہ وفا۔ ☆ محفل برائے خراج محبت، سیدنا جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ☆ محفل برائے خیر التابین سیدنا حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ☆ محفل برائے سراج الائمہ سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ☆ جشن عرس پاک تاجدار بغداد شہنشاہ اوداد سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ☆ جشن سیدنا خواجہ خواجگان غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ☆ عرس پاک حضرت سیدنا مسعود فاندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ☆ عرس پاک حضرت سیدنا مخدوم الملک مخدوم جہاں شرف الدین یحییٰ مسیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ☆ پانچ روزہ عرس پاک اعلیٰ حضرت مجدد اعظم دین و ملت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ☆ عرس پاک تاجدار اہلسنت سرکار حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ☆ عرس پاک حضور حجۃ الاسلام حضرت حامد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ ☆ عرس حضرت ملک العلماء مولف صحیح البہاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ☆ عرس پاک حضرت سید العلماء سیوال مصطفیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ☆ عرس پاک حضرت استاذ القراء صوتی باصفا سیدنا ابوالہاشم رضی اللہ تعالیٰ عنہ و دیگر بزرگان دین و اسلاف کرام کی تاریخ وصال پر تڑک و احتشام کے ساتھ عرس منایا جاتا ہے۔

نوٹ: ہر سنیچر کو بعد نماز عشاء سنی تبلیغی جماعت کا اجتماع ہوتا ہے، جس میں علمائے کرام خطاب کرتے ہیں۔

الداعیان: اراکین انجمن برکات رضا، رضاجامع مسجد، سید ابوالہاشم اسٹریٹ پھول گلی ممبئی ۳

ذکر احباب و دعاء احباب

از: حضور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حاشیہ: پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی ایم۔ اے

تیرے رضا پر تیری رضا ہو اس سے غضب تھرتے یہ ہیں
بلکہ رضا کے شاگردوں کے نام لئے گھبراتے یہ ہیں
حامد منی انا من حامد حمد سے ہمہ کماتے یہ ہیں

ہندوستان کے اکناف و اطراف میں حجۃ الاسلام جیسا فصیح و بلیغ
دوسرا نہیں دیکھا جسے عربی زبان میں اتنا عبور ہو۔

حضرت مخدوم شاہ ابوالحسن احمد نوری مارہروی قدس سرہ
سے بیعت ہوئے اور خزانہ خلافت حاصل کیا والد محترم اعلیٰ حضرت

قدس سرہ سے بھی دستار فضیلت اور اجازت و خلافت حاصل کی۔

تصوف کے سلسلہ قادریہ کے تمام مراحل کو طے کیا اور عارف باللہ
مشہور ہوئے۔ نظریاتی اور اعتقادی میدان میں ایک مناظر کی

حیثیت سے برصغیر کے تمام بد عقیدہ معاندین کا تعاقب کیا۔ مولوی
اشرف علی تھانوی کو بارہا مناظرہ کیلئے لاکارا لیکن وہ کبھی سامنا کرنے نہ

پائے۔ وفات سے ایک سال پہلے اپنی رحلت کے حالات و کوائف
بیان فرمانے لگے۔ کیفیت وصال بیان کرتے فرمایا کرتے تھے۔

زبان ذکر صلوة و سلام رسول اللہ میں مشغول ہوگی۔ روح قرب
وصال کے چھلکتے ہوئے کیف و سرور کے جام سے محضوٹ ہوگی۔

حضور روضہ ہوا جو حاضر تو اپنی حج حج یہ ہوگی حامد
خمیدہ سر بند آنکھ لب پر میرے درود و سلام ہوگا۔

۱۷/ جماد الاول ۱۳۶۲ھ مطابق ۲۳ مئی ۱۹۴۳ء نماز
کے دوران عالم تشہد میں کہتے ہیں وصال ہوا۔ تصانیف یادگار۔

نعتیہ دیوان۔ الصارم الربانی علی اسراف
القادیانی۔ مجموعہ فتاویٰ۔ سدا الفرار۔ ملا جلال پر حاشیہ۔ ترجمہ

۱۔ مصنف علامہ اعلیٰ حضرت الشاہ احمد رضا خاں بریلوی
قدس سرہ کے حالات کے لئے دیباچہ کتاب ملاحظہ فرمائیں۔

۲۔ حضرت مولانا مولوی محمد حامد رضا خاں قادری برکاتی
نوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خلف اکبر و خلیفہ اعلیٰ حضرت مجدد مائتہ

حاضرہ ربیع الاول ۱۲۹۲ھ بریلی میں پیدا ہوئے۔ اسم گرامی محمد عرف
حامد رضا اور خطاب حجۃ الاسلام تھا۔ دزیات کی تکمیل والد ماجد سے

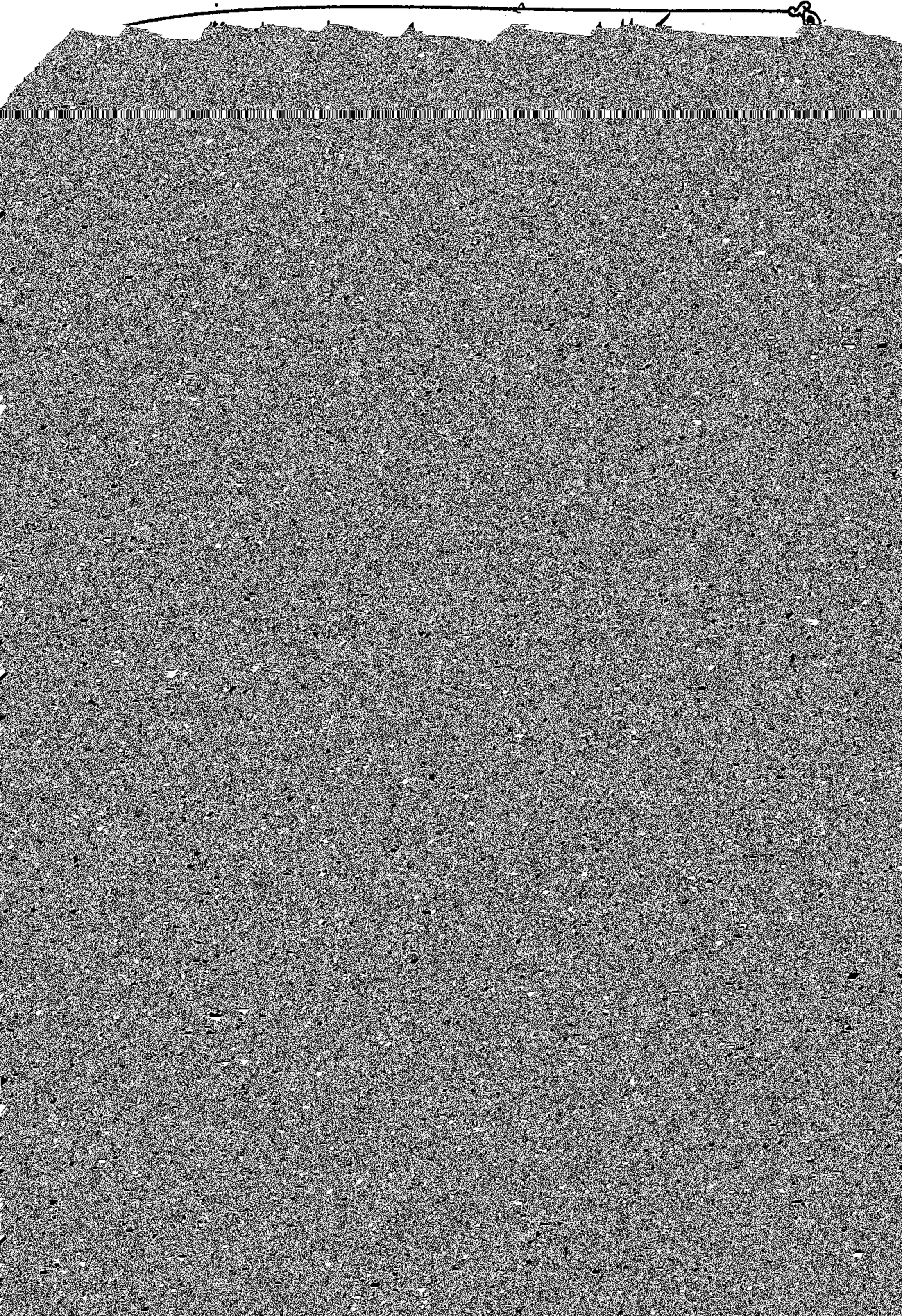
کی۔ اور فارغ التحصیل علوم مروجہ اور حدیث و تفسیر میں سند فضیلت
حاصل کی۔ ایک بلند پایا خطیب۔ شعلہ بیان مقرر اور معروف مدرس

علوم دینیہ کی حیثیت سے شہرت پائی تفسیر و حدیث کی تدریس میں
خصوصیت سے مشہور تھے تفسیر بیضاوی کے درس میں اپنا ثانی نہیں

رکھتے تھے عربی ادب اور فارسی، اردو، عربی نظم و نثر میں کمال حاصل
کیا مجلس گفتگو میں فصاحت و بلاغت سے اہل مجلس کے ذوق کا

سامان تھے ۱۳۴۲ھ میں حج کے لئے گئے۔ تو وہاں کے معروف عربی
داں حضرت سید حسین دباغ اور سید محمد مالکی ترکی نے آپ کی قابلیت

کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے اعتراف کیا۔ ”کہ ہم نے



حکیم ابوالعلاء مولانا محمد امجد علی اعظمی قادری برکاتی رضوی، مصنف بہار شریعت، اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کے خلیفہ خاص اور مدرسہ اہلسنت وجماعت کے مدرس اور مطبع اہلسنت وجماعت بریلی کے ناظم اعلیٰ، گھوسی ضلع اعظم گڑھ میں پیدا ہوئے۔ والد مکرم مولانا حکیم جمال الدین بن مولانا خدا بخش بن مولانا خیر الدین تھے۔ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت نے ”صدر الشریعہ“ کا خطاب عطا فرمایا۔ ابتدائی کتابیں اپنے دادا اور بھائی محمد صدیق سے پڑھیں۔ مدرسہ حنفیہ جوپور میں مولینا ہدایت اللہ خاں سے استفادہ کیا۔ شاہ وصی الدین سورتی کے درس میں داخل ہوئے۔ اور ۱۳۲۰ھ میں سند فراغت حاصل کی۔ ۱۳۲۲ھ میں حکیم عبدالولی لکھنوی سے طب پڑھی۔ اور پھر ۱۳۲۷ھ تک حضرت محدث سورتی کے مدرسہ میں مدرس رہے۔

اعلیٰ حضرت بریلی کو اپنے مدرسے کے لئے ایک قابل مدرس کی ضرورت پڑی۔ تو حضرت محدث سورتی نے آپ کا نام پیش کیا۔ آپ بریلی پہنچے۔ دارالعلوم منظر اسلام میں مدرس مقرر ہوئے۔ آپ کی قابلیت اور حسن انتظام کو اعلیٰ حضرت نے بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا اور دارالعلوم کا سارا انتظام آپ کے حوالے کر دیا۔ آپ اعلیٰ حضرت کے مرید بنے۔ پھر خلیفہ بنے۔

برصغیر کے مختلف مدارس دینیہ میں تعلیم دی۔ ۱۳۶۷ھ میں حج بیت اللہ کو روانہ ہوئے اور مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا بریلوی کے ساتھ بمبئی پہنچے۔ ۲۲ ذیقعدہ ۱۳۶۷ھ بمطابق ۱۲ ستمبر ۱۹۴۸ء واصل بحق ہوئے گھوسی اعظم گڑھ میں استراحت فرما ہوئے۔ ان المتقین فی جنت وغیون (۱۳۶۷ھ)

علمی یادگار میں بہار شریعت حنفی فقہ کا انسائیکلو پیڈیا ہے۔

سیکڑوں ایڈیشن چھپ کر پاک و ہند کے مسلمانوں کی رہنمائی کر چکی...

۱۳۲۵ھ میں دستار فضیلت حاصل کی۔ ۱۳۲۹ھ میں مدرسہ منظر اسلام بریلی میں مدرس ہوئے۔ پھر شملہ میں خطیب اعلیٰ بنے۔ مدرسہ حنفیہ آرہ میں صدر مدرس ہوئے۔ ۱۹۱۳ء میں دارالعلوم جامعہ ٹمس الہدیٰ کے مدرس اول بنے۔ تقسیم ملک کے بعد ۱۹۴۸ء میں جامعہ کو گورنمنٹ نے لے لیا تو آپ جامعہ کے پرنسپل مقرر ہوئے۔ ۱۹۵۰ء میں سکدوش ہوئے اور ظفر منزل شاہ گنج پٹنہ میں مقیم ہوئے۔ حضرت شاہ شاہد حسین سجادہ نشین تکیہ حضرت شاہ رکن الدین عشق پٹنہ کی استدعا پر ۱۲ شوال المکرم ۱۳۷۱ھ کو کٹیہار میں جامعہ لطیفیہ بحر العلوم کی بنیاد رکھی۔ ۱۹ جماد الاخریٰ ۱۳۸۲ھ مطابق ۱۹ نومبر ۱۹۶۲ء بوقت سحر راہی ملک بقا ہوئے۔

آپ علماء اہلسنت کے مایہ ناز مدرس، منتظم، مصنف، مورخ، تذکرہ نگار اور اعتقادی اور نظریاتی مسائل کے حل کرنے میں یگانہ روزگار تھے۔ ملک العلماء کا لقب آپ کو زیب دیتا تھا۔ آپ امام اہلسنت کے خلیفہ خاص تھے اور آپ کے علمی اور روحانی فیضان کے ترجمان تھے۔ مندرجہ ذیل تصانیف آپ کی ہیں۔

(۱) جامع الرضوی المعروف بہ صحیح البھاری چھ مجلدات۔
(۲) جواز عرس (۳) حیات اعلیٰ حضرت چار مجلدات (۴) تنویر السراج فی ذکر معراج (۵) ترجمہ حسان الخیرات (۶) اضافہ کی موید حدیثوں کا مجموعہ (۷) اعلیٰ حضرت کی تصانیف کا مجموعہ (تالیف المجدد) ان مطبوعات کے علاوہ ابھی آپ کی تالیفات کا قلمی ذخیرہ آپ کے صاحبزادے پروفیسر ڈاکٹر مختار الدین احمد آرزو صدر شعبہ اردو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے پاس محفوظ ہے۔

میرا امجد امجد کا پکا

اس سے بہت کچھ جانتے یہ ہیں

ہیں، حاشیہ شرح معانی الآثار، مجموعہ فتاویٰ اور دیگر کئی کتابیں اہل علم لئے مشعل راہ ہیں۔ معروف شاگردوں میں سے مولینا رفاقت حسین، مولانا سردار احمد دلاکپوری، حافظ عبدالعزیز مبارکپوری، شاہ محمد حبیب الرحمن، مولانا قاضی شمس الدین جونپوری، مولینا حشمت علی، مفتی اعجاز ولی خان، مولینا غلام جیلانی میرٹھی، مولینا غلام یزدانی، مولینا تقدس علی خاں اور آپ کے فرزند ارجمند علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری ایم۔ این۔ اے کے اسمائے گرامی دنیائے سعیت میں آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے بریلی کا مکتب فکر آپ کی مساعی جیلہ سے پھلا پھولا۔ اور آپ نے علمی رنگ دے کر اسے اوج ثریا تک پہنچا دیا۔

میرے نعیم الدین! کو نعمت

اس سے بلا میں سماتے یہ ہیں

حضرت مولینا حافظ محمد نعیم الدین مراد آبادی چشتی اشرفی قادری برکاتی امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلیفہ اعظم تھے والد ماجد کا اسم گرامی سید محمد معین الدین المتخلص بہ نزہت (م ۱۲۳۹ھ) تھا۔ جد امجد مولینا سید محمد امین الدین راسخ بن مولانا سید محمد کریم الدین آرزو تھے۔ آپ ۱۲ صفر ۱۳۰۰ھ یکم جنوری ۱۸۸۳ء بروز پیر پیدا ہوئے۔ تاریخی نام ”غلام مصطفیٰ“ تھا حفظ قرآن اور ابتدائی کتابوں کی تعلیم کے بعد مولینا شاہ فضل احمد سے استفادہ کیا اور دارالعلوم امدادیہ میں مولینا سید گل محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے دورہ حدیث کی تکمیل کی۔ اور ۱۳۲۰ھ مطابق ۱۹۰۲ء کو دستار فضیلت حاصل کی۔ سلسلہ قادریہ میں اپنے استاذ مکرم سید گل محمد سے بیعت ہوئے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی سے خلافت حاصل کی۔ آپ اعلیٰ حضرت کی علمیت اور نظریاتی برتری کو بن دیکھے قدر کی نگاہ

سے دیکھتے۔ اور آپ کے مخالفین کا مسکت جواب دیتے۔ اعلیٰ حضرت نے اپنے اس عقیدت مند کو بریلی میں طلب کیا۔ اور زندگی بھر اپنا رفیق کار بنائے رکھا۔ ۱۳۲۸ھ میں مراد آباد میں ”مدرسہ اہلسنت وجماعت“ کی بنیاد رکھی۔ ۱۳۵۲ھ میں اس مدرسے کی وسعت کے ساتھ جامعہ نعیمیہ نام رکھا گیا۔ یہ دارالعلوم ہندوستان بھر میں تکمیل علوم دیدیہ کی ایک اعلیٰ درسگاہ تھا۔ اسی دارالعلوم کے طلبہ آگے چل کر برصغیر میں دینی مدارس کے بانی اور مہتمم بنے۔ مولانا ابوالحسنات قادری، مولینا ابوالبرکات شیخ الحدیث مرکزی حزب الاحناف لاہور، مفتی محمد عمر نعیمی دارالعلوم امجدیہ کراچی، حکیم الامت مفتی احمد یار خان گجرات، پیر محمد کرم شاہ صاحب دارالعلوم محمدیہ بھیرہ شریف، فقیہ اعظم مولینا محمد نور اللہ بصیر پوری، مفتی غلام معین الدین نعیمی، (سواد اعظم) مفتی محمد حسین نعیمی جامعہ نعیمیہ لاہور، مولینا غلام محمد فخر الدین گانگوہی، آپ ہی کے گلستان نعیمیہ کی بہار ہیں۔

آپ شاعر، مصنف، مدرس، مہتمم اور مناظر کی حیثیت سے معروف ہوئے۔ عیسائی آریہ، روافض، خوارج قادیانی اور غیر مقلدین کے مناظرین کو کئی بار شکست دی۔ آپ ملک کے سیاسی اور دینی مسائل میں عملی حصہ لیتے۔ ہر تحریک میں پیش پیش ہوتے۔ ماہ نامہ سواد اعظم مراد آباد ایک عرصہ تک جاری رکھا۔ نظریہ پاکستان اور قیام پاکستان کیلئے دن رات کوشاں رہے۔ آل انڈیائی کانفرنس بنارس میں آپ نے ہی پاکستان کے حق میں ریزولوشن پاس کیا۔ آپ کی تصانیف میں سے تفسیر خزائن العرفان، الطیب البیان، رد تقویت الایمان، الکلمۃ العلیا ہدایت کاملہ، التحقیقات، کتاب العقائد، سوانح کربلا، زاد الحرمین، آداب الاخیار، کشف الکجوب، اسواط العذاب، الفرائد النور، گلبن غریب نواز مشہور کتابیں ہیں۔

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رحمہ اللہ کی حیات اور علمی خدمات

مولینا دیدار علی کو
کب دیدار دکھاتے یہ ہیں

۱۸/ ذی الحجہ ۱۳۶۸ھ مطابق ۲۳/ اکتوبر ۱۹۴۶ء بروز جمعہ المبارکہ
واصل بحق ہوئے (تفصیل کے لئے دیکھئے حیات صدر الافاضل
تذکرہ علمائے اہلسنت لاہور، تذکرہ علمائے اہلسنت مطبوعہ
کانپور، خلفائے اعلیٰ حضرت (زیر طبع) تحریک پاکستان کے نامور
علماء، رضائے مصطفیٰ گوجرانولہ، ترجمان اہلسنت کراچی، ضیاء حرم بھیرہ)
احمد اشرف حمد و شرف لے
اس سے ذلت پاتے یہ ہیں

۱۔ اسم گرامی دیدار علی۔ کنیت ابو محمد۔ والد ماجد کا نام سید
نجف علی۔ پیدائش نواب پور الوریہ ۱۲۷۰ھ میں ہوئی آباء و اجداد مشہور
سے اودھ (بلگرام) سے ہوتی ہوئے فرخ آباد، پھر الوریہ میں قیام
پذیر ہوئے۔ آپ نے قرآن پوک اپنے چچا سید ثار علی الوریہ سے
پڑھا۔ شاہ کرامت اللہ دہلی سے ابتدائی درسیات پڑھی۔ مولانا
ارشاد حسین رام پور کے مدرسہ مجددیہ نقشبندیہ سے اصول فقہ
معقولات پڑھیں مولینا شاہ عنایت اللہ خان رام پوری سے فقہ حنفی
کی تکمیل کی ۱۲۹۲ھ میں مولینا احمد علی سہارنپوری سے دور حدیث ختم
کیا۔ ۱۲۹۳ھ میں سند حدیث حاصل کی۔ قبلہ عالم پیر مہر علی شاہ
گوڑوی اور شاہ وصی احمد محدث سورتی آپ کی ہم سبق تھے۔

۱۔ ابوالمحمود احمد اشرف اشرفی جیلانی زیب سجادہ کچھوچھ
شریف حضرت جناب غوث الاعظم جیلانی کی اولاد سے تھے اور
اعلیٰ حضرت امام اہلسنت فاضل بریلوی کے ابتدائی تلامذہ میں سے
تھے۔ آپ عارف باللہ سید علی حسین اشرفی کچھوچھوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
کے نامور فرزند تھے۔ تاریخی نام مولینا ابوالمحمود سید شاہ احمد اشرف
تھا۔ ۱۲۸۶ھ شوال المکرم ۱۲۸۶ھ بروز جمعہ پیدا ہوئے۔ ابتدائی کتابیں
کچھوچھ شریف میں پڑھیں۔ مفتی لطف اللہ علی گڑھی سے درسیات
کی تکمیل کی۔ خواب میں سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
دستار بندی کرائی۔ چنانچہ اس خواب کے بعد آپ نے کسی مدرسہ
سے دستار فضیلت حاصل کرنے سے انکار کر دیا۔

حضرت شاہ فضل الرحمن گنج مراد آباد سے بیعت ہوئے۔
امام العارفین شاہ آل رسول مارہروی اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی
سے خلافت حاصل کی۔ مدرسہ ارشاد العلوم رامپور میں مدرس
مقرر ہوئے ۱۹۰۶ء میں تدریسی فرائض کے لئے مہینے مگر ایک
سال بعد الوریہ آکر مدرسہ قوت الاسلام کی بنیاد رکھی۔
لاہور کے مدرسہ نعمانیہ میں ایک عرصہ تک مدرس رہے
۱۹۱۳ء میں مفتی اعظم آگرہ مقرر ہوئے۔ مگر ۱۹۲۲ء میں انجمن
نعمانیہ لاہور میں دوبارہ لاہور آئے ۱۹۲۲ء میں وزیر خان کی مسجد کے
خطیب بنے۔ اور مرکزی انجمن حزب الاحناف کی بنیاد رکھی۔
دارالعلوم قائم کیا۔ آپ نے مذہب اہلسنت کی ترویج اور عقائد
باطلہ کی تردید میں بڑی پامردی سے کام کیا۔ لاہور کو وہابیت،
دیوبندیت اور دوسرے عقائد کے زہر سے کافی حد تک بچالیا۔

گو آپ اپنے والد مکرم سے بھی بیعت تھے۔ مگر آپ کو
اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ نے بھی اجازت و خلافت عطا
فرمائی۔ آپ کی تقریر دل عزیز ہوتی اور وعظ تاثیر ہوتی۔ آپ والد ماجد کی
حیات میں ہی ۱۳۲۳ھ میں واصل بحق ہوئے۔ حضرت شیخ الشانخ
مولینا سید شاہ مختار محمد اشرف مدظلہ العالی آپ کے ہی فرزند ارجمند ہیں
(تفصیل کے لئے دیکھئے تذکرہ علماء اہلسنت مطبوعہ کانپور مقالات یوم
رضاحہ سوم مطبوعہ لاہور۔ خلفاء اعلیٰ حضرت مولفہ محمد صادق قصوری)

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی شہد کی حیات اور علمی خدمات

کالج اٹاوا میں پروفیسر عربی مقرر ہوئے۔ بیگم شاہ جہاں بیگم کے اسلامی مدرسہ بھوپال میں صدر مدرس مقرر ہوئے۔ شادی خرمیہ کے دوران برما گئے۔ وہاں ایک اسلامی دارالعلوم کی بنیاد رکھی۔ ماڈلے میں اعلیٰ تعلیم کا کالج قائم کیا۔..... میں عورتوں کی تعلیم کے لئے ایک درسگاہ بنائی ۱۹۰۸ء میں افریقہ پہنچے اور الاسلام رسالہ جاری کیا۔ ۱۹۲۰ء میں تحریک خلافت میں پر جوش حصہ لیا۔ خلافت کینیڈا کے فنڈ میں تین لاکھ روپیہ جمع کرایا۔ ۱۹۲۲ء میں گرفتار کر لئے گئے۔

آپ نے اعلیٰ حضرت امام اہلسنت سے بیعت کی۔ خلافت حاصل کی۔ اور آپ کی مقربین میں شمار ہوئے۔ قطب العالم صوفی وارث علی شاہ دیو اشرفیہ کے عقیدہ مندوں میں سے تھے۔ قطب المشائخ شاہ علی حسین کچھو چھوی سے سلسلہ عالیہ اشرفیہ بدایوں میں فیض پائے شاہ مسعود نے سر زمین حجاج میں مشاہیر اسلام کے مزارات کو سمار کیا تو آپ ہندوستان کے اس وفد کے کون کون جیت سے سعودی عرب گئے۔ جو شاہ مسعود کو عالم کے جذبات سے خرید کرنے گیا تھا۔

آپ کے وعظ سے ہزاروں ہندو حلقہ جوش اسلام ہوئے۔ ۳۳ برس کی عمر میں ۱۲ جمادی الاول ۱۳۵۷ھ مطابق ۱۰ جولائی ۱۹۳۸ء وہ دنیا (پرتگیز) میں راجی ملک بھا ہوئے۔ (استدراک تذکرہ علماء اہلسنت مطبوعہ کانپور)۔

عبد عظیمیہ کے علم کو سن کر
جہل کی بیل بھگاتے یہ ہیں

یا۔ حضرت مولانا شاہ عبد العظیم صدیقی میرٹھی مدظلہ تعالیٰ علیہ السلام خلیفہ اعلیٰ حضرت مجددیہ و مجددیہ و مجددیہ شریف ۱۳۱۰ھ مطابق ۳ اپریل ۱۸۹۳ء میرٹھ میں پیدا ہوئے۔

۲۲ رجب المرجب ۱۳۵۲ھ مطابق ۲۰ اکتوبر ۱۹۳۵ء کو رحلت فرمائی۔ مزار دارالعلوم حزب الاحناف اندرون دہلی دروازہ، لاہور میں ہے۔ آپ کے دو صاحبزادے مولانا ابوالحسنات خطیب جامع مسجد وزیر خاں اور استاذ العلماء ابوالبرکات سید احمد قادری شیخ الحدیث حزب الاحناف لاہور اپنے زمانہ میں یگانہ عصر قرار پایا۔ اور علمی دنیا میں آفتاب و ماہتاب بکر چمکے۔ آپ کی تصانیف میں سے تفسیر میزان الادیان، رسول الکلام، ہدایۃ الطریق، دیوان دیدار علی اردو، دیوان دیدار علی فارسی، ہدایۃ القوی، علامات وہابیہ، تحقیق المسائل، رحمت غفار کے علاوہ بہت سی کتابیں یادگار ہیں تفصیل کے لئے دیکھیں۔ تذکرہ علمائے اہلسنت لاہور مطبوعہ لاہور، اولیاء نقشبند لاہور تذکرہ علماء اہلسنت مطبوعہ کانپور، ماہنامہ نقوش لاہور نمبر، روزنامہ سعادت دائل پور، ائمہ اہلسنت نمبر ۱۹۶۸ء)

مجبور احمد مختار ان کو
کرتا ہے مر جاتے یہ ہیں

۱۔ حامی سنت مولانا مولوی احمد مختار صدیقی میرٹھی قادری رضوی برکاتی خلیفہ اعلیٰ حضرت تھے۔ والد محترم کا اسم گرامی شاہ عبد العظیم تھا۔ ۷ ررم الحرام ۱۲۹۳ھ کو محلہ مشائخاں میرٹھ میں پیدا ہوئے۔ شاہ عبد العظیم میرٹھی اور شاہ نذیر احمد میرٹھی آپ کے چھوٹے بھائی تھے۔ پانچ برس کی عمر میں قرآن پڑھا۔ ۱۳۱۰ھ میں مدرسہ اندر کوٹ میرٹھ سے تکمیل علوم درس نظامی کی ۱۳۲۱ھ میں مکہ معظمہ پہنچے۔ وہاں ہی مولانا شاہ عبدالحق الہ آبادی سے درس حدیث لیا۔ ۱۳۲۲ھ میں مدینہ منورہ میں قیام کے دوران حضرت شیخ رضوان سے تکمیل علم حدیث کی۔

حج سے واپسی پر میرٹھ کے قومی مدرسہ میں فارسی مدرس اور اسلامیہ

جهان ملک العلماء

صدر ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدظلہ العالی کے ساتھ اور علی غلام

دردانی عظیم والد بزرگوار شاہ محمد عہد الحکیم سے حاصل کی۔ دارالعلوم
عربیہ قویہ میں داخلہ لیا۔ سولہ برس کی عمر میں درس نظامیہ کی تکمیل
کی۔ علوم جدیدہ اٹاردہ ہوئی اسکول اور دارالعلوم کالج میرٹھ سے
بھیک نیرنگ، مولانا عہد الساجد بدایونی، مولانا محمد علی جوہر، مولانا
محمد ظفر الدین عظیم آبادی کے ساتھ جمیعت علماء ہند سے تعلقہ ہو گئے۔
۱۹۳۹ء میں بنارس کی آل انڈیا سنی کانفرنس میں تحریک پاکستان کی
دورانیہ میں بھیک نیرنگ، مولانا عہد الساجد بدایونی، مولانا محمد علی جوہر، مولانا

جہان ملک العلماء

حضرت ملک العلماء امام احمد سید محمد ظفر العزیز حکیم آبادی صاحب کی حیات اور علمی خدمات

ابتدائی تعلیم والد بزرگوار شاہ محمد عبدالکحیم سے حاصل کی۔ دارالعلوم بیگم نیرنگ، مولانا عبدالماجد بدایونی، مولانا محمد علی جوہر، مولانا

جہان ملک العلماء

صدر ملک العلماء نام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدظلہ کی حیات اور علمی خدمات

۱۔ سلطان اہوا مظہر مولانا الحاج عبدالاسد قادری برکاتی
رضوی خلیف الرشید مولانا محمد وحی احمد محدث سورتی رحمۃ اللہ تعالیٰ
طہ ۱۸۸۳ء میں بنگالہ میں تشریف لائے۔ پھر ۱۸۸۵ء میں
آپ مرید ہو کر خلافت کے رتبہ تک پہنچے۔ اپنے وطن میں مدرسہ
حنفیہ میں ایک عرصہ تک مدرس رہے۔ ایک دارالعلوم "فیض القرآن"
کے مدیر بن کر کام کیا۔ آپ کے شیخ طبع اقتی ہے۔

جہان ملک العلماء
حضرت ملک العلماء امام احمد رضا رحمہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ یہ کتاب ہر آدمی کی زندگی میں ایک ایسی خدمت ہے جسے وہ نہیں دیکھتا۔

یہ کتاب ہر آدمی کی زندگی میں ایک ایسی خدمت ہے جسے وہ نہیں دیکھتا۔

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی دہلی کی حیات اور علمی خدمات

اعتذار

اسمائے احباب سلمہم اللہ تعالیٰ میں چھوٹے چھوٹے ناموں پر اقتصار کیا گیا ہے۔ اس کی ایک وجہ تو نظم کا تنگ دامن ہے۔ دوسرے تقاضائے محبت میں کچھ یوں ہیزہ یادہ پیار معلوم ہوا۔ تیسرے یہ سرکار عرش مدار میں عرض ہے۔ سرکاروں کے حضور غلاموں کے نام بڑھا کر نہیں لیے جاتے۔ یہاں تک کہ حضرت سیدنا امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جو مسائل بواسطہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرماتے۔ جیسے جامع صغیر وغیرہ میں وہاں امام ابو یوسف کا نام لیا محمد عن یعقوب عن ابی حذیفہ رضی اللہ عنہ کنیت کی تعظیم تھی۔

جن شاگردوں اور مریدوں کو بے پناہ اعتماد میں لیا وہ مولینا شفیع احمد تھے۔ آپ کو امین الفتاویٰ کا خطاب دیا ۲۲ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ بمطابق ۱۹۲۰ء کو رحلت فرمائی۔ مزار قبہ پسرپور میں زیارت گاہ عام و خواص ہے۔ آپ کی وفات پر اعلیٰ حضرت نے پرزور قطعہ تاریخ لکھ کر آپ کی قابلیت کو سراہا۔ نعتیہ دیوان اور مجموعہ فتاویٰ آپ کی علمی یادگار ہیں۔

۲:- حضرت مولینا مولوی حسین رضا خاں بریلوی قادری برکاتی نوری تلمیذ خلیفہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اور خلف الرشید مولینا حسن رضا خاں قادری برکاتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں مدرسہ ارشاد العلوم رامپور میں کتب درسیہ کی تکمیل کی۔ آپ بہت سی کتابوں

شہزادگان اعلیٰ حضرت اور حضرت ملک العلماء

مرتبہ: شہزادہ ملک العلماء پروفیسر ڈاکٹر مختار الدین احمد صاحب، سابق صدر شعبہ عربی علیگزہ مسلم یونیورسٹی۔ علیگزہ

(بہار) میں قریب سے دیکھنے اور ان کے ساتھ تین دن رہنے کا شرف حاصل ہوا۔ جہاں وہ مولانا ولی الرحمن قادری ناظم انجمن نور الاسلام کے اصرار پر حضرت مولانا عبدالرحمن محضی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۵۰ھ/۱۹۳۱ء) کے عرس اور ان کے مدرسے کے سالانہ جلسے کی صدارت کے لئے تشریف لائے ہوئے تھے۔ یہ جلسہ بڑی کامیابی سے تین دن تک ہوتا رہا، آس پاس کے مواضع کے ہزاروں مسلمان رات گئے تک جلسے میں موجود رہے اور علمائے کرام کے مواضع حسنہ سے مستفید ہوتے رہے۔ علما میں مقامی اور آس پاس کے عالموں اور مقررین کے علاوہ حضرت ملک العلماء، مولانا عظیم اللہ، ان کے صاحبزادگان، مولانا عزیز اللہ اور مولانا عظیم اللہ خاص طور پر یاد آتے ہیں۔ اب نئی نسل آخر الذکر تینوں علمائے کرام سے واقف نہیں ہوگی۔ مولانا عظیم اللہ غالباً ضلع بلیا (یوپی) کے رہنے والے تھے اور بہار و بنگال میں واعظ و مقرر کی حیثیت سے شہرت رکھتے تھے، ان کا بنگال کے کسی مدرسے سے تعلق تھا اور وہ کلکتہ اور آس پاس کے جوٹ ملوں کے ہزاروں مسلمان مزدوروں اور کاریگروں میں بے حد مقبول تھے۔

مولانا عزیز اللہ، مولانا عظیم اللہ کے بڑے صاحبزادے تھے۔ دینی جلسوں میں شریک ہوتے تھے اور تقریریں کرتے تھے۔ مولانا عظیم اللہ ایک لائق و فائق اور ہونہار نوجوان تھے، خوبصورت اور خوش لباس مجھ سے عمر میں پانچ سات سال بڑے ہوں

حرفے چند: علمائے کرام خاص طور پر علمائے اہل سنت و جماعت میں اپنے بچپن میں جن کی زیارت سے مشرف ہوا، یا جن کی صحبت میں کچھ دیر بیٹھنے کی مجھے سعادت حاصل ہوئی، ان میں حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی (م ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء) اور مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا خاں نوری (م ۱۳۰۲ھ/۱۹۸۱ء) خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ حجۃ الاسلام کی زیارت پہلی مرتبہ اپنے مکان ”ظفر منزل“ شاہ گنج پٹنہ میں ہوئی۔ جہاں وہ والد محترم حضرت ملک العلماء مولانا ظفر الدین قادری رضوی (م ۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء) کی دعوت پر تشریف لائے تھے۔ اور ہفتہ عشرہ تک قیام پزیر ہوئے تھے۔ اس سفر میں ان کے چھوٹے صاحبزادے حماد رضا خاں عرف نعمانی میاں (م ۱۳۸۵ھ/۱۹۶۵ء) ان کے ساتھ تھے۔ یہ میرے ہم عمر تھے اس لئے جلد ہی ہم دونوں بے تکلف ہو گئے۔ اس زمانے میں ”ظفر منزل“ میں علمائے کرام و صوفیائے عظام حضرت کے متوسلین و مسترشدین اور سلسلہ عالیہ رضویہ برکاتیہ میں داخل ہونے والوں کا ایک ہجوم رہتا تھا۔ اس لئے ملک العلماء کے حکم پر میں نے مدرسہ اسلامیہ شمس الہدی سے، جہاں میں تعلیم حاصل کر رہا تھا، ہفتے عشرے کی چھٹی لے لی تھی اور میں شب و روز حضرت کی خدمت میں حاضر رہتا تھا اس زمانے کی کچھ باتیں ساٹھ، ستر سال گزر جانے پر بھی حافظے میں محفوظ ہیں لیکن انکا ذکر کسی اور موقع کے لئے اٹھا رکھتا ہوں۔

حجۃ الاسلام کو دوسری بار موضع پوکھریا ضلع مظفر پور

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی علیہ السلام کی حیات اور علمی خدمات

حاصل کرتے رہے۔ صحیح تاریخ یاد نہیں یہ اواخر مئی یا اوائل جون ۱۹۳۷ء کا زمانہ ہونا چاہیے۔ پھر برسوں حضرت کی زیارت نصیب نہیں ہوئی۔ ایک بار اوائل جنوری ۱۹۴۰ء میں دہلی سے بریلی حاضر ہوا تو حضرت کی بھی زیارت نصیب ہوئی۔ آخری بار ۱۹۴۳ء میں ان سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا جب حضرت محدث اعظم مولانا سید شاہ محمد کچھوچھوی (م ۱۳۸۳ھ) اور ملک العلماء خانقاہ عالیہ قادریہ رضویہ برکاتیہ اور مدرسہ منظر اسلام و مدرسہ مظہر اسلام کے بعض متنازع مسائل کے حل کے لئے بریلی حاضر ہوئے تھے۔ ملک العلماء اپنے اکثر اسفار میں جب میں کم عمر تھا مجھے ساتھ رکھتے تھے۔ میں اس موقع پر بھی ان کے ساتھ موجود تھا۔ ہمارا قیام کئی دن بریلی میں رہا۔ افسوس حجۃ الاسلام سے یہ ملاقات آخری ملاقات ثابت ہوئی۔ اس سلسلے میں دیکھئے مکتوب مفتی اعظم (مکتوب (۴) مورخہ ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۶۲ھ)۔ اور میرے روزنامے کے اندراجات ضمیمہ (۲) بھی دیکھے جائیں۔ ۷/ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۲ھ مطابق ۲۳ مئی ۱۹۴۳ء کو حضرت حجۃ الاسلام جوار رحمت میں داخل ہو گئے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعة۔

حضرت مفتی اعظم مولانا محمد مصطفیٰ رضا خاں نوری کی زیارت کا شرف بھی مجھے تین بار حاصل ہوا۔ پہلے بریلی میں پھر مراد آباد میں اور اس کے بعد حضرت کا ساتھ مراد آباد سے بریلی کے ایک سفر میں ہوا۔ تفصیل اس کی یہ ہے۔

اواخر دسمبر ۱۹۳۹ء میں انجمن ترقی اردو (ہند) کا سالانہ اجلاس دہلی میں منعقد ہوا۔ یہ بہت بڑا اجتماع تھا جس میں متحدہ ہندوستان کے گوشے گوشے سے مندوبین شرکت کے لئے آئے تھے۔ انجمن کا ایسا مہتمم بالشان جلسہ نہ کبھی پہلے ہوا تھا نہ بعد کو ہوا۔ مولوی عبدالحق سیکریٹری انجمن ترقی اردو (م ۱۹۶۱ء) نے انجمن

گے۔ بہت اچھے استاد اور بڑے کامیاب مقرر۔ کئی سال کے بعد جب میں حضرت ملک العلماء کا ہم رکاب ہو کر کلکتہ پہنچا اور اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے خلیفہ و مسترشد مولانا حاجی لعل خاں مدرسی (م ۱۳۵۰ھ/ ۱۹۳۱ء) کے خویش حاجی عبدالعزیز خاں (نیجر الحاج زینل علی رضا جدہ، سعودی عرب) کے یہاں ۲۲ زکریا اسٹریٹ میں مقیم تھا تو مولانا علیم اللہ، حضرت ملک العلماء کی زیارت اور ان سے استفادے کے لئے اکثر تشریف لاتے تھے۔ وہ ان دنوں زکریا اسٹریٹ کی مشہور مسجد، مسجد ناخدا میں خطیب تھے (وہاں کے امام ایک عرب عالم تھے جن کے کمرے میں نے اور مولوی علیم اللہ نے پہلی مرتبہ عرب قہوہ نوش کیا) وہ وہاں روزانہ عشا کے بعد قرآن پاک کی تفسیر بیان کرتے تھے۔ میں متعدد بار اس مجلس میں شریک ہوا۔ وہ بہت موثر تقریر کرتے تھے۔ افسوس ایام شباب ہی میں انہوں نے سفر آخرت اختیار کیا۔ خدا ان کی مغفرت فرمائے۔ آمین

پوکھریا، اس زمانے میں ایک گاؤں تھا، پوپری ریلوے اسٹیشن سے کچھ دور، علمائے کرام کی قسم کی بیل گاڑی پر جوتانگے سے زیادہ پر تکلف اور آرام دہ تھی، سوار ہو کر کئی گھنٹے میں پوکھریا پہنچتے تھے۔ حجۃ الاسلام اور ملک العلماء کے لئے شائد ٹیکسی کا انتظام تھا۔ ہمارا قیام ناظم مدرسہ مولانا ولی الرحمن کے مکان پر تھا جہاں ان کے بھائی حکیم مولانا عطاء الرحمن اور صاحبزادگان مولوی محمد حمید الرحمن اور مولوی محمد علیم الرحمن میزبانی کے لئے موجود رہتے تھے۔ حکیم صاحب بعد کو برسوں پارک سرکس کلکتہ کے پاس ایک مسجد میں امامت و خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ میری ان سے کئی بار وہاں ملاقات ہوئی۔

پوکھریا میں اس موقع پر لوگ جوق در جوق آس پاس کے مواضع سے آتے رہے اور حضور حجۃ الاسلام سے شرف بیعت

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی علیہ السلام کی حیات اور علمی خدمات

کی تمام شاخوں سے جو ملک بھر میں پھیلی ہوئی تھیں دو دو نمائندے مدعو کئے تھے۔ بہار کی صوبائی شاخ سے وہاں کے سیکریٹری مشہور محقق قاضی عبدالودود (بی اے کینٹ) بار ایٹ لا (۱۸۹۶ء م ۱۹۸۴ء) خلف مولانا غلام صدیق قاضی عبدالوحید صدیقی فردوسی عظیم آبادی (م ۱۳۲۶ھ) اور ان کے معاون پروفیسر شرف عالم آرزو جلیلی (م ۱۹۴۲ء) اس اجلاس میں شرکت کے لئے منتخب ہوئے تھے۔ لیکن قاضی صاحب علیل ہو کر انکی سینٹیوریم چلے گئے اور انہوں نے مجھے حکم دیا، کہ میں ان کی جگہ میں ان کی نیابت کروں۔ مجھے بے حد تامل ہوا۔ لیکن آخر ان کے اصرار پر میں آرزو جلیلی صاحب کے ساتھ دہلی جانے کے لئے راضی ہو گیا۔ قاضی صاحب نے مولوی عبدالحق صاحب کو اس امر کی اطلاع دے دی۔ میں نے کانفرنس کے لئے بہار کی چند قدیم اردو مخطوطات پر مقالہ لکھا (جسے مولوی صاحب نے انجمن کے رسالہ 'اردو' بابت جنوری ۱۹۴۳ء

تک آپ تشریف فرما رہے آپ کی خدمت میں حاضر رہا۔ آپ لوگوں سے ملتے رہے، ان کے کام کرتے رہے اور میری طرف بھی متوجہ رہے۔ اب میں نے اجازت چاہی تو فرمایا: میں ایک دینی کام سے مولانا سید نعیم الدین صاحب کے یہاں مراد آباد جا رہا ہوں، دو تین دن میں واپس آؤں گا۔ آج دن کا کھانا میرے ساتھ کھانا۔ مجھے نعمانی میاں سے ملنا تھا جو کئی سال پہلے آٹھ دس دن پٹنہ میں ہمارے ساتھ رہے تھے۔ اعلیٰ حضرت کے مکان محلہ سوداگران کے پھانک پر پہنچا جہاں جماعت رضائے مصطفیٰ کا دفتر تھا۔ مولانا ابرار حسن تلہری موجود تھے۔ کچھ دیر کے بعد جیلانی میاں یعنی مفسر قرآن مولانا ابراہیم رضا خاں (م ۱۳۸۵ھ/۱۹۶۵ء) تشریف لے آئے۔ مولانا ابرار حسن نے ان سے میرا تعارف کرایا۔ گفتگو میں شعر و شاعری کا ذکر آیا تو فرمایا تم شعر ضرور کہتے ہو گے، پھر اصرار کر کے کچھ شعر سنے۔ بڑے جامہ زیب اور خوبصورت آدمی

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدنی کی حیات اور علمی خدمات

تھی کہ ان کے مرسلہ ایک فتاویٰ پر ان کے بھی دستخط اور مہر کر لیا۔ آپ نے میری ذہنی کیفیت دیکھتے ہوئے جانے کی اجازت
دیں اور عجمی (۱۳۸۵ھ/۱۹۶۶ء) تشریح فرمائی۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ یہ وقت دعا کے وقت ہے، پھر فرمایا

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رضی اللہ عنہ کی حیات اور علمی خدمات

(والدہ مرحومہ کا یہ خط کاغذات میں اگر کبھی مل گیا تو اس سے حضرت مفتی اعظم کے ورود پٹنہ کی صحیح تاریخ معلوم ہو سکتی ہے) انہوں نے یہ بھی لکھا کہ آپ کی روانگی کے وقت وظائف و اوراد اور تعویذات کی وہ ضخیم قلمی کتاب جو ملک العلماء کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تھی انہوں نے اپنے مرشد زادہ کی نذر کی اور کہا آپ نے تشریف لا کر عزت بخشی ہے، میں آپ کو کیا پیش کروں؟ یہ حقیر تحفہ قبول فرمائیے۔ اس پر حضرت نے فرمایا قیمتی سے قیمتی تحفہ پا کر مجھے وہ خوشی نہیں ہوتی جو اس قیمتی مجموعہ وظائف و اوراد کو پا کر مجھے ہوئی ہے۔

مجھے یہ مجموعہ اعمال یاد ہے۔ والد ماجد کے پاس پانچ چھ چھوٹے چھوٹے قلمی مجموعے تھے، یہ سب سے ضخیم تھا۔ بڑی قطع پر تین چار سو صفحات ہونگے۔ کاغذ سفید چکنا دیز تھا۔ جلد چمڑے کی تھی۔ مختلف ابواب کے تحت مندرجات تھے۔ ہر باب کے بعد کچھ صفحات سادہ تھے جن پر ملک العلماء مختلف اوقات میں اضافہ فرماتے رہتے تھے۔ اس میں کچھ تعویذات کے نقشے بھی تھے۔ پوری کتاب ملک العلماء کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تھی۔ اس کی ایک اہمیت یہ تھی کہ ابتداء میں اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قلم کا لکھا ہوا ایک عربی دیباچہ تھا۔ یہ زعفران سے لکھا گیا تھا۔ امتداد زمانہ کے باوجود سواد خط جلی اور نہایت واضح تھا۔ تفسیر و حدیث و فقہ کی تصانیف میں اعلیٰ حضرت جس طرح کے بلیغ خطبے تحریر فرماتے تھے (دیکھئے دیباچہ الجامع الرضوی المعروف "بصحيح البھاری" اور فتاویٰ رضویہ جلد اول وغیرہ) اسی طرح اس مجموعہ اعمال پر جو تمہید آپ نے تحریر فرمائی تھی۔ اس میں تصوف اور اعمال اور وظائف کی اصطلاحات استعمال کی گئی تھیں۔ میں نے کئی سال ہوئے خانقاہ عالیہ رضویہ کے بعض اصحاب سے رجوع کیا پھر نبیرہ اعلیٰ حضرت مولانا سبحان رضا خاں صاحب سبحانی میاں سجادہ نشین خانقاہ

وجہہ اور خوبصورت آدمی تھے۔ ان کی گفتگو میں بڑی لطافت اور حلاوت تھی۔ ملک العلماء ان کا احترام کرتے تھے۔ کسی واسطے سے وہ "تاج الفحول" حضرت مولانا شاہ عبد القادر بدایونی قدس سرہ (۱۳۱۹ھ) کے ارشد تلامذہ میں تھے۔ انہیں ملک العلماء نے سید شاہ حمید الدین (م ۱۳۶۳ھ) سجادہ نشین تکیہ حضرت شاہ رکن الدین عشق رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۰۳ھ) کی خانقاہ کے جلسہ رجبی شریف کی تقریب ۱۹۳۹ء میں ایک سال مدعو کیا تھا۔ آپ تشریف لائے تھے اور آپ نے اپنے مواعظ حسنہ سے اہل عظیم آباد کو خوب خوب مستفید فرمایا تھا۔

حضرت ملک العلماء کی رحلت (شب دو شنبہ ۱۹ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۲ھ مطابق ۱۸ نومبر ۱۹۶۲ء) کی اطلاع جب بریلی پہنچی تو مفتی اعظم نے فوراً مدرسہ میں قرآن خوانی کرائی اور میری والدہ محترمہ کو تعزیت کا خط لکھا۔ مفتی اعظم کا تعزیت نامہ والدہ مرحومہ نے برکت حاصل کرنے کے لئے اپنے پاس رکھ لیا تھا۔ ملک العلماء کے بعض معتقدین حافظ عبد الحفیظ اشرفی (ساکن محلہ خان مرزا) اور حاجی محمد علاؤ الدین (سلطان گنج) اور بعض اصحاب کو اس خط کی انہوں نے زیارت کرائی تھی۔ والدہ مرحومہ کی رحلت کے بعد میں نے یہ خط تلاش کیا لیکن کامیابی نہیں ہوئی۔ ممکن ہے میرے دوسرے اعزہ کے پاس محفوظ ہو۔ حضرت مفتی اعظم چند دن بعد شدہ رحال کر کے بریلی سے پٹنہ کا طویل سفر اختیار کر کے تعزیت کے لئے "ظفر منزل" شاہ گنج پٹنہ تشریف لائے۔ میں پٹنہ میں کچھ دن قیام کر کے علی گڑھ واپس آچکا تھا کہ یونیورسٹی کھلی ہوئی تھی اس لئے حضرت کی زیارت سے محروم رہا۔ والدہ مرحومہ نے مجھے خط لکھ کر آپ کی تشریف آوری کی اطلاع دی تھی اور اس بات پر بے حد خوشی کا اظہار کیا کہ آپ کے ورود مسعود نے غریب خانہ کو عزت بخشی

عالیہ قادریہ رضویہ سے درخواست کی کہ اس مجموعہ وظائف کی تلاش فرمائیں، اصل خود محفوظ رکھیں، عکسی نقل مجھے فراہم کر دیں ان کا جواب آیا: ”آپ کی عرض داشت کی تکمیل کے لئے تلاش و جستجو کی راہ اپنایا، کسی صورت کامیابی نہیں ملی۔ حضور مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے بعد وصال ان کا کتب خانہ نیز یادگاری چیزیں خرد برد ہو گئیں۔ جو جس کے ہاتھ آئی وہ اس کی ذاتی ملکیت ہو گئی۔ مجھ سے قبل میرے والد گرامی منصب سجادگی پر فائز تھے۔ انہیں بھی وہ تمام چیزیں دستیاب نہیں ہو سکیں جو ایک سجادہ نشین کو دستیاب ہونا چاہئے۔ افراتفری کے عالم میں آپ کی وہ انمول دولت کس کے ہاتھ آئی اتنا طویل عرصہ گزر جانے کے بعد اب اس کا پتہ چلانا ایک مشکل امر ہے۔ میں معذرت خواں ہوں مجھے بے حد افسوس ہے کہ آپ کے والد گرامی کی وہ بیش قیمت امانت آپ تک نہیں پہنچ سکیں۔ خدا جانے خانوادہ رضویہ کے کس فرد یا سلسلے کے کس معتقد کے پاس ہے۔ تلاش جاری ہے، اگر وہ قیمتی تحفہ حاصل ہو گیا تو بلا تاخیر خدمت میں روانہ کر دیا جائے گا۔“

۲۲ ذیقعدہ ۱۴۲۱ھ

(میں نے اصل نسخہ نہیں، اس کی عکسی نقل کے لئے لکھا تھا۔ اصل کتاب تو والدہ مرحومہ نے جب مفتی اعظم کو پیش کر دی تو پھر یہ ان کی اور ان کے خاندان کے لوگوں کی ہو گئی، مجھے اعلیٰ حضرت کے تحریر میں خاص طور پر دلچسپی تھی۔ اور اس کا عکس چاہتا تھا۔)

مفتی اعظم اور ملک العلماء کے تعلقات ۱۳۲۳ھ سے شروع ہوئے اور ۱۳۸۲ھ تک قائم رہے۔ ان ساٹھ سالوں میں مفتی اعظم نے ملک العلماء کو ساٹھ خط تو ضرور ہی لکھے ہوں گے، ملک العلماء کے خطوں کی تعداد اس سے کہیں زیادہ ہوگی۔ مجھے کتب خانے کے ذخیرہ خطوط میں مفتی اعظم کے صرف اٹھارہ خطوط ملے

ہیں۔ پہلا خط ۱۳۵۵ھ/۱۹۳۶ء کا ہے اور آخری خط ۱۹۶۱ء کا تحریر کردہ ہے۔ مفتی اعظم، ملک العلماء کے نام خط نمبر (۱) مورخہ ۱۲ شعبان ۱۳۵۵ھ/۲ نومبر ۱۹۳۶ء میں تحریر فرماتے ہیں ”مدت سے خط کتابت کا سلسلہ منقطع ہے۔“ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے سے خط و کتابت ہوتی رہی ہے، اب یہ سلسلہ ایک عرصہ سے بند ہے۔ مجھے یقین ہے کہ تعلقات کے پہلے ۳۸ رسال کے خطوط جو بہت اہم ہوں گے، تعداد میں جتنے بھی ہوں ضرور محفوظ رکھے گئے ہوں گے، سلسلہ عالیہ رضویہ کے کوئی معتقد یا مسترشد نقل حاصل کرنے کے لئے لے گئے ہوں گے اور واپس نہ کر سکے ہوں گے۔ اس کا بھی امکان ہے کہ خود ملک العلماء نے نقل کے لئے کسی طالب علم، کاتب یا نقل نویس کو دیا ہو اور وہاں سے خطوط ضائع ہو گئے ہوں۔ یہ میں اس لئے لکھ رہا ہوں کہ ملک العلماء نے اپنے نام اعلیٰ حضرت کے سارے خطوط ہی نہیں جن کی تعداد ۴۴ ہے بلکہ دوسرے مکتوب الہیم: خلیفہ تاج الدین، حاجی لعل خاں، مولانا عرفان علی پسرپوری کے خطوط بھی اپنے پاس محفوظ رکھے (آج کل میں کتب خانہ ملک العلماء کی ترتیب و تہذیب میں مصروف ہوں۔ اعلیٰ حضرت اور علمائے اہلسنت کی تصنیفات و تالیفات کا علاحدہ سیکشن بنا رہا ہوں۔ ایک بستے میں مجھے آج سے کوئی ۶۵ رسال پہلے کا اپنا روزنامہ ملا۔ دیکھئے ضمیمہ (۳) جس سے معلوم ہوا کہ اواخر فروری ۱۹۴۳ء میں جب ملک العلماء مجھے اپنے ساتھ بریلی لے گئے تھے اور جہاں کئی دن تک حاجی ولی اللہ رضوی صاحب کے یہاں ہمارا اقیام رہا تھا۔ تو وہاں مولانا تقدس علی خاں صاحب سے اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے دست مبارک کا لکھا مجھے ایک قلمی خط ملا تھا، جسے میں نے اپنے روزنامے میں نقل کر لیا تھا۔ یہ مکتوب مولانا تقدس علی خاں کے والد ماجد مولانا سردار ولی خاں صاحب کے نام

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی علیہ السلام کی حیات اور علمی خدمات

العلماء کا ایک خط بعض اعزہ نے مجموعہ خطوط ”مکاتیب ملک العلماء“ میں نقل کر کے محفوظ کر دیا ہے وہ یہاں پیش کیا جا رہا ہے۔ یہ مفتی اعظم کے اس خط کے جواب میں ہے جو آپ نے سفر حج و زیارت حرمین طیبین زاد اللہ شرفہما کے موقع پر ملک العلماء کو لکھا تھا۔ دیکھئے خط (۹) مورخہ ۳ شوال ۱۳۶۲ھ۔ یہاں ملک العلماء کا خط ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

”حضرت مخدوم زادہ مخدوم محترم دام مجدہ۔ السلام علیکم! گرامی نامہ شریف لایا ہے۔ معزز و ممتاز فرمایا۔ حضرت جد امجد قدس سرہ العزیز کی کتاب ”فضیلت علم و علماء“ یہیں چھپ گئی ہے۔ جماعت رضائے مصطفیٰ نے چھپوایا تھا تو اسی کا خلاصہ ایک دو ورق میں لکھ دینا کافی ہے۔ سفر حج و زیارت مبارک ہو۔ مولیٰ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضور کے اہل و عیال و جملہ رفقاء سفر حضور کے سایہ عاطفت میں بخیر جائیں اور بخیر واپس آئیں۔ آمین۔ اس ناکارہ غلام رضوی کو بھی مقامات مستجاب الدعوات میں دعا میں یاد رکھیں۔ حضور نے تمام سنیوں کے حقوق معاف فرمادیئے جناب نے تو ہم سنیوں کی ہر طرح کی حمایت کی ہے اور دین کی خدمت میں اپنے کو مشغول و مصروف رکھا۔ مولیٰ تعالیٰ آپ کا اور آپ کے ساتھیوں کا حج و زیارت قبول فرمائے۔ نقشہ سمت قبلہ بک پوسٹ روانہ کرتا ہوں، اس کے لئے صرف ایک کتب نما کی ضرورت ہے۔ کتب نما کی سوئی شمال کی جانب نقشے پر رکھئے اور پھر کاغذ گھماتے ہوئے ٹھیک نقاط جنوب، مغرب، مشرق پر کر دیجئے، اس سے صحیح چاروں سمتیں معلوم ہو جائیں گی۔ اس کے بعد جہاں جہاں جہاز پہنچتا جائے نقشہ میں دیکھئے کہ اس جگہ کس قدر انحراف رکھا ہے اس نقطہ اور مرکز پر کوئی کاغذ یا کتاب رکھ دیجئے، وہی خط اقامت ملفوف کا ہوگا۔ سبھوں کی خدمت میں سلام مسنون محمد ظفر الدین قادری رضوی

ہے ۱۵ ذوالقعدہ ۱۳۲۹ھ کا لکھا ہوا ہے۔ اسے پیر زادہ اقبال احمد فاروقی مدظلہ ”جہان رضا“، (لاہور) کو اشاعت کے لئے بھیج دیا ہے۔ اعلیٰ حضرت ہی کے قلم کا لکھا ایک اور خط مجھے ان کے ذخیرہ کاغذات میں ملا ہے۔ یہ حضرت مولانا برہان الحق عبد الباقی جبلمپوری (م ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء) کے نام تحریر فرمایا گیا ہے۔ تاریخ تحریر ۱۰ رزی الحجہ ۱۳۳۲ھ ہے اصل خط ملک العلماء کے ذخیرہ کاغذات میں محفوظ ہے۔ اسکی نقل ”اکرام امام احمد رضا“ (لاہور، ۱۹۸۱ء میں) اور وہیں سے کلیات مکاتیب رضا مرتبہ ڈاکٹر شمس مصباحی (کلیر شریف ۲۰۰۵ء میں شائع ہوا ہے۔ اصل خط کا عکس کہیں شائع نہیں ہوا ہے اب صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری کے رسالہ ”معارف رضا“ (کراچی) میں اشاعت پذیر ہوگا) اور انہیں بعد کو ۱۹۳۸ء میں ”حیات اعلیٰ حضرت“ میں شامل کر دیا جس کی پہلی جلد کراچی سے ۱۹۵۵ء میں شائع ہوئی۔ ان کے ذخیرہ خطوط میں محدث صاحب کچھو چھوی، استاذ العلماء مولانا سید نعیم الدین اور دوسرے علماء اور اعلیٰ حضرت کے اعزہ و تلامذہ اور ان کے حلقہ بگوشوں کے سینکڑوں خطوط محفوظ رکھے ہیں۔ صرف مولانا تقدس علی خاں اور مولانا سید ایوب علی رضوی کے پچاسوں خطوط اس ذخیرے میں پائے جاتے ہیں کوئی وجہ نہیں کہ مفتی اعظم کے ۳۸ رسالہ کی مدت میں لکھے ہوئے خطوط انہوں نے محفوظ نہ رکھے ہوں۔ انہوں نے ضرور محفوظ رکھے ہوں گے لیکن کوئی صاحب ذوق مطالعے کے لئے یا نقل کے لئے لے گئے اور کسی وجہ سے وہ خطوط واپس نہ آئے۔ بہر حال یہ ۱۸ خطوط جو پچھلے ۲۸ رسالہ کے دوران میں لکھے گئے ہیں محفوظ رہ گئے جو یہاں پیش کئے جا رہے ہیں۔ یہ بھی غنیمت ہے۔ بریلی میں تو ملک العلماء کا شاید ایک بھی خط محفوظ نہ رہا۔ خوش قسمتی سے مفتی اعظم کے نام ملک

حضرت مولانا سید محمد اشرفی محدث کچھوچھوی (۱۸۹۳ء
۱۹۶۱ء) اور حضرت ملک العلماء مولانا ظفر الدین قادری رضوی
(۱۸۸۰ء/۱۹۶۲ء) حکم قرار پائے کہ دونوں حضرات کے مطالبات
سن کر افہام و تفہیم کی راہ نکالیں۔ ان دونوں حکم صاحبوں پر دونوں
حضرات کو پورا اعتماد تھا۔ چنانچہ ایک تاریخ مقرر ہوئی اور یہ اصحاب
حضرات بریلی تشریف لے آئے۔

یہ سطرین کمپوز ہو چکیں تھی کہ کتب خانے میں ۶۳ رسال
پہلے کا لکھا ہوا میرا روزنامہ ملا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ملک
العلماء ۲۳ فروری ۱۹۶۳ء کو پٹنہ سے روانہ ہو کر ۲۴ کی شب کو بریلی
پہنچے تھے۔ اسٹیشن پر استقبال کرنے والوں کا ہجوم تھا۔ قیام حاجی ولی
اللہ صاحب رضوی کے مکان پر ہوا تھا۔ دو مارچ کو بریلی سے واپسی
ہوئی۔ خدا حافظ کہنے والوں میں سید پیارے علی صاحب رضوی
موجود تھے۔ افہام و تفہیم والی نشست میرے روزنامے کے مطابق
۲۵ فروری کو ہوئی۔ دیکھئے ضمیمہ (۱) محدث صاحب اور دوسرے
علمائے اہل سنت کے خطوط کبھی نکال کر دیکھوں گا ممکن ہے تاریخ
جلسہ کی تائید ہو جائے۔ بریلی شریف میں حاجی ولی اللہ صاحب
کے مکان پر ان چاروں حضرات اور خاندان کے چند اصحاب اس
رات جمع ہوئے اور نصف شب تک سلسلہ گفتگو جاری رہا۔ میں
حضرت ملک العلماء کے ہم رکاب تھا یہ ساٹھ پینسٹھ سال پہلے کی بات
ہے تفصیل بالکل یاد نہیں، نہ کہیں اس صحبت کا ذکر کسی کتاب کسی
مضمون میں دیکھنے میں آیا۔ اس قدر یاد ہے کہ ایک شاندار مکان کی
دوسری منزل کے ایک وسیع کمرے میں نشست کا اہتمام تھا دونوں
حضرات اپنے اپنے مسائل و مطالبات کا ذکر کرتے رہے، پہلی
نشست میں کچھ فیصلہ نہ ہو سکا لیکن یہ طے ہوا کہ فریقین اپنے اپنے
مطالبات تحریری شکل میں پیش کریں۔ ایسا لگتا ہے کہ اس کے بعد

اب حضرت مفتی اعظم کے ان خطوط کے بارے میں بعد
ضروری گزارشات۔

(۱) مفتی اعظم کے خطوط عام طور پر مختصر ہیں۔ بیشتر کارڈ پر لکھے گئے ہیں۔
(۲) مکتوب الیہ کو پہلے تین خطوں میں مولانا مکرم، مولانا
محترم، مولانا زید فضلہ، پھر حضرت ملک العلماء فاضل بہار مولانا
ظفر الدین صاحب، جناب مولانا مکرم ذی الکریم دام بالکریم لکھ کر
خطاب کیا ہے۔

(۳) خط کی پیشانی پر بسملہ کے بجائے وہ ۸۶ اور حضور پر نور علیہ
الصلوٰۃ والسلام کے نام نامی کی جگہ اسم پاک کے عدد ۹۲ تحریر فرماتے
ہیں اسی طرح اسم جلالت کی جگہ اس عدد ۶۶ یا کوئی اسم صفت مثلاً
مولیٰ، رب یا ضمیر لاتے ہیں۔ پوسٹ کارڈ میں یہ ادب ضرور ملحوظ
رکھتے ہیں، دستی خط بند لگانے کے اندرونی خط میں نام جلالت وغیرہ
بے تکلف درج کرتے ہیں۔

(۴) خطوط پر مقام و تاریخ ہمیشہ خطوں کے آخر میں تحریر فرماتے
ہیں، اور تاریخ عیسوی ماہ و سال کی جگہ ہجری تاریخیں درج فرماتے
ہیں۔ میں نے پیش نظر خطوط میں جدید قاعدے کے مطابق
تاریخ، مکتوب کی ابتداء میں پیشانی پر درج کر دی ہے اور پاورتی
میں عیسوی ماہ و سال بھی لکھ دئے ہیں۔

(۵) اب خط نمبر (۴) مکتوبہ ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۶۲ھ کے بارے میں
کچھ تشریحات:

حجۃ الاسلام حضرت مولانا حامد رضا خاں رحمۃ اللہ
علیہ (۱۸۷۸ء/۱۹۸۱ء) اور مفتی اعظم حضرت مولانا مصطفیٰ رضا
خاں نوری رحمۃ اللہ علیہ ۱۸۹۳ء/۱۹۸۱ء میں غالباً کچھ غلط فہمیوں کی
بنا پر بعض نجی اور مدرسہ و خانقاہ کے انتظامی مسائل کے سلسلے میں
اختلافات پیدا ہو گئے تھے۔ محبین و مخلصین کے اتفاق رائے سے

جہان ملک العلماء

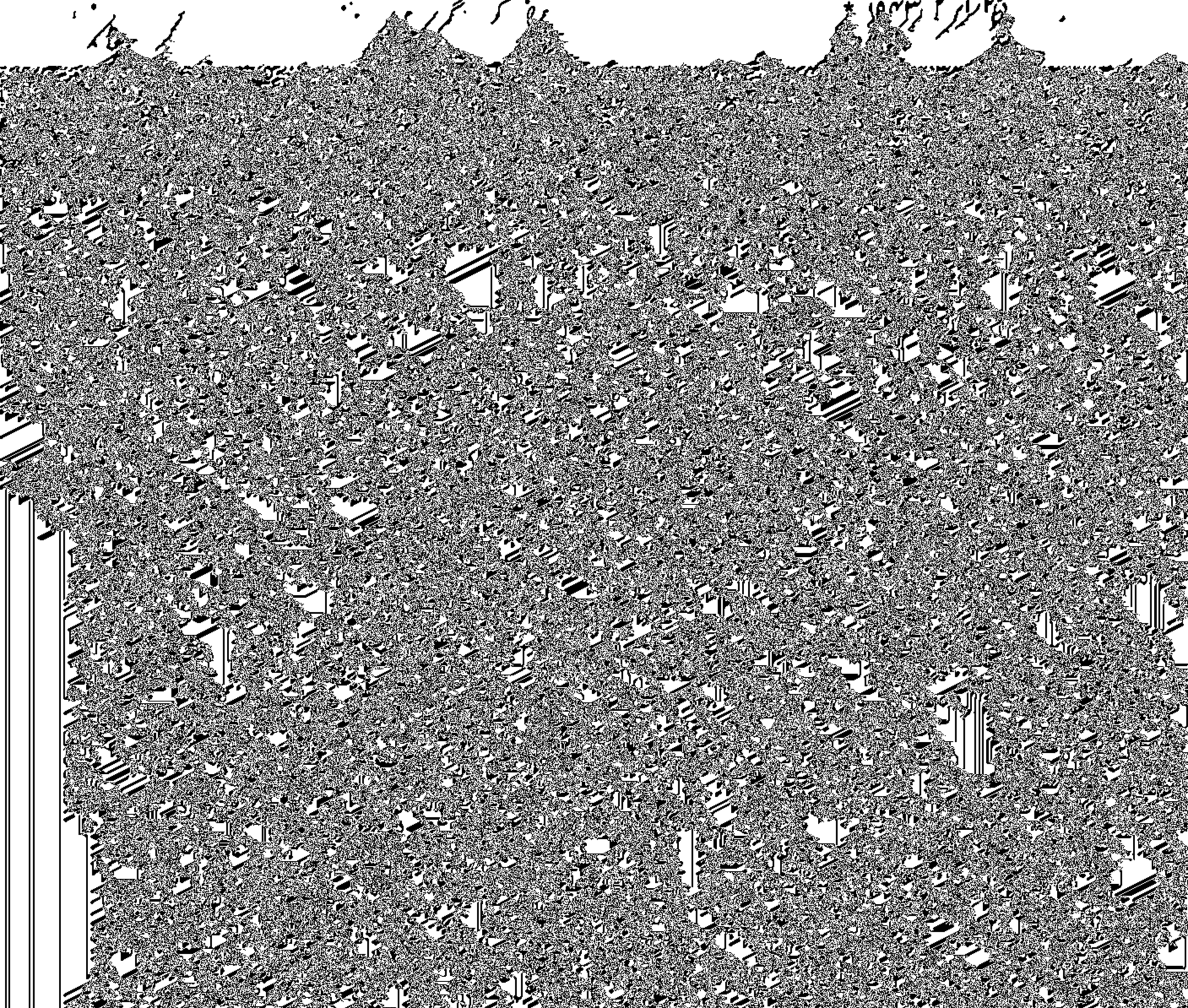
حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدظلہ کی حیات اور علمی خدمات

سوالات جواب طلب دعوے کے ثبوت کے درکار ہیں وہ منگوائیں تاکہ آپ کی تعطیل کے زمانہ میں چھ مئی کے بعد اس پر غور کیا جاسکے اور خیال یہ ہے کہ مراد آباد (میں) اجتماع ہو اور انشاء اللہ کوشش کی جائے گی کہ جلد فیصلہ ہو۔ امید ہے کہ جناب اس عریضہ کو ضروری تصور فرماتے ہوئے حسب ارشاد حضرت محدث صاحب مطالبات کی نقول کی۔ جن کا فریقین کا تقاضا جاری ہے۔ جلد از جلد ارسال فرما کر مشکور فرمائیں گے چونکہ حضرت چھوٹے مولانا صاحب گاؤں میں تشریف فرما ہیں اور محدث صاحب نے فرمایا تھا کہ موصوف خود ہی مولانا ظفر الدین صاحب سے نقول منگوائیں لہذا

مفتی اعظم نے اپنے مطالبات حضرت ملک العلماء کو تحریری شکل میں دے دیئے تھے یا پٹنہ بھیج دیئے تھے۔ جس کی نقل انہوں نے نہیں رکھی تھی۔ حجۃ الاسلام کے مطالبات انہیں نہیں پہنچے تھے (اس کی ایک وجہ ان کی علالت بھی ہوگی) مفتی اعظم کے مکتوب نمبر (۳) بنام ملک العلماء کی یہ سطر قابل توجہ ہے: ”مجھے میرے مطالبات کی نقل مرحمت فرمائی جائے اور فریق کے مطالبے بھیج دیئے جانے کا حکم صادر فرمایا جائے کہ جواب حاضر کروں۔“

اب یہاں مولانا عرفان علی صاحب کا مکتوب بنام ملک العلماء درج کیا جاتا ہے۔ یہ بعض حیثیتوں سے اہم ہے

”۲۲ ستمبر ۱۹۳۳ء“



سے لکھا گیا ہے) کچھ ایسا اندازہ ہوتا ہے کہ حجۃ الاسلام کی رحلت کے بعد اس مقصد کے لئے وہ اوائل جولائی میں بریلی تشریف لے گئے تھے۔ اور انہیں حجۃ الاسلام کے اعزہ اور مفتی اعظم میں مفاہمت میں کامیابی ہو گئی تھی۔ وہ بریلی سے راقم کو تحریر فرماتے ہیں:

”میرا یہاں آنا موقع کی ضرورت کے اعتبار سے بہت ہی ضروری تھا۔ تمام باتیں باحسن وجوہ طے پا گئیں۔ میں نہ ہوتا تو لڑانے والے اپنے ارادے میں کامیاب ہو جاتے اور قصہ بگڑ جاتا۔ مولانا سید محمد اشرفی صاحب محدث کچھوچھوی بھی یہیں تشریف لے آئے تھے۔ مجھے بعض ضروری کاموں اور خصوصاً تصنیفات علیحضرت کی درستی کے سلسلے میں ۱۵ اردن رہنا ہوگا۔“ یہ خط ۲۲ رجب ۱۳۰۲ھ کو بیٹری (?) ضلع بریلی سے لکھ رہا ہوں یقین ہے پنجشنبہ کے دن تمہیں مل جائے گا۔ علیگڑھ پہنچ کر نام لکھوانے اور قیام کا انتظام ہو جانے پر ضرور خط لکھو گے۔ میں آج ایک جلسے کے سلسلے میں یہاں آیا ہوں۔ شب کو جلسہ ہو گا کل صبح کو آٹھ بجے یہاں سے بریلی روانہ ہو جاؤں گا۔ بریلی سے یہاں تک ایک گھنٹہ کی راہ ہے۔“

خاندان کے موجودہ اخلاف شاید اس مسئلے پر مزید روشنی ڈال سکیں۔

☆☆☆☆☆

مفتی اعظم کے خطوط کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں علیحضرت کے کتب خانے کی بربادی کا سخت قلق تھا، انہیں اس کا بھی شدید احساس تھا کہ تصانیف علیحضرت کی اشاعت اس طرح نہیں ہو رہی ہے جس طرح ہونی چاہئے۔ انہیں دونوں مدرسوں منظر اسلام اور منظر اسلام کی ترقی کا بھی خیال تھا۔ وہ خود بہت مصروف رہتے تھے، ان کے مشاغل گونا گوں تھے۔ سلسلہ رضویہ کے منسلکین اور معتقدین انہیں گھیرے رہتے تھے۔ میرا خیال

ہے خواہش اور کوشش کے باوجود ان کے لیے قطعاً ممکن نہ تھا کہ وہ سکون و اطمینان اور دلجمعی سے بیٹھ کر کتب خانے کو درست اور منظم کریں۔ علیحضرت کے مسودات کے بستے نکال کر ان کی تہیض کریں اور ان کی طباعت و اشاعت کا انتظار کریں، ساتھ ہی ساتھ مدرسوں کی بقا اور ترقی کا بھی خیال رکھیں۔ ان کاموں کی تکمیل کے لئے ان کی نظر بار بار حضرت ملک العلماء کی طرف اٹھتی تھی اور وہ انہیں بار بار تحریر فرماتے تھے کہ وہ موقع نکال کر بریلی آئیں اور یہ سارا کام انجام دیں۔ ملک العلماء کو ان امور کی اہمیت کا شدید احساس تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ کتب خانہ مرتب ہو اور علیحضرت کی غیر مطبوعہ تصانیف کی اشاعت کا کام بوجوہ احسن انجام پائے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں ان کی مجبوری یہ تھی کہ وہ برطانوی عہد میں حکومت کے ایک علمی ادارے سے منسلک تھے۔ مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ صحیح معنوں میں ایک دینی یا قومی ادارہ نہیں تھا۔ حکومت بنگال کے تحت جس طرح مدرسہ عالیہ بنگال میں تھا اسی طرح حکومت بہار، مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کے نظم و ضبط کی ذمہ دار تھی۔ اس کے اپنے قاعدے قانون تھے۔ تعطیلات محدود تھیں، مزید فرصت لی جاسکتی تھی ”بغیر تنخواہ“ کے لیکن اس کی بھی حد مقرر تھی۔ پھر ملک العلماء کا ایک اپنا مرکز تھا، اپنے مشاغل تھے، اپنی مصروفیات تھیں، پھر بھی مقصد کی اہمیت کا خیال رکھتے ہوئے انہوں نے ۱۹۲۳ء میں تین چار ماہ کی رخصت لی اور وہ بریلی تشریف لے گئے۔ انہوں نے بہت محنت و دیدہ ریزی سے منتشر مسودات مرتب کئے جو بیشتر اوراق پریشاں کی صورت میں بستوں میں بند تھے۔ جو تصانیف مکمل تھیں وہ مسودات کی شکل میں تھیں، ان کے مہیضات تیار کئے۔ انہوں نے بیس پچیس اہم تصانیف کا انتخاب کر کے ایسی صاف ستھری نقلیں بھی تیار کر دی تھیں جو مطبع کو فوراً بھیجی جاسکتی

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی علیہ السلام کی حیات اور علمی خدمات

تھیں۔ انہوں نے متعدد رسالوں کی کتابت و طباعت بریلی میں اپنی قیام کے دوران شروع بھی کرادی تھی۔ اس سلسلے میں ان خطوط کا مطالعہ مفید ہوگا جو ملک العلماء نے اس زمانے میں اپنے بعض احباب و اعزہ کو لکھے ہیں اور حسن اتفاق سے جن کی نقلیں میرے پاس محفوظ ہیں۔ یہاں بعض اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں جن سے تصانیف اعلیٰ حضرت کی بازیافت، ترتیب، ترویج و اشاعت پر کچھ روشنی پڑتی ہے۔ ملک العلماء، مولانا امجد رضا خاں صاحب نوری مقیم گوالیار کو اپنے مکتوب (مورخہ ۲۹ رمضان المبارک ۱۳۶۳ھ میں تحریر فرماتے ہیں:

بھیجے۔ مولوی ابوالبرکات سید احمد صاحب سے ایسی توقع نہ تھی۔ اور ۳ رسالے نمبر ۱۱-۱۲-۱۳ بہت خراب چھپے ہیں صحت کا بھی التزام نہیں کیا ہے۔ بریلی شریف والے منشی صاحب جنہوں نے رسالہ ایک تادس کی کتابت کی تھی بہت ہی خوشخط ہیں، یہ سب چارے بدایونی صاحب ٹھیک نہیں ہیں، بہتر ہے کہ انہی منشی صاحب سے کتابت کا کام لیا جائے۔ خدا جناب کو اپنے مقصد عالی میں کامیاب کرے تاکہ تصنیفات [کی اشاعت] کا کام حسب خواہش انجام پائے۔“ (مکاتیب ملک العلماء، قلمی، ص: ۱۳، ۱۵)

مولانا تقدس علی خاں رضوی کو لکھتے ہیں:

”اس وقت اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کی جملہ تصنیفات و تالیفات و تحریرات چھپ جائیں تو سنیوں کو کسی دوسری کتاب کی ضرورت نہ ہو۔ تفسیر، حدیث، فقہ، تصوف، عقائد، اخلاق کے علاوہ تاریخ، جغرافیہ ہیئت، توحیت، حساب، جبر و مقابلہ، تفسیر، جفر، زائچہ کون سے علوم ہیں جن میں اعلیٰ حضرت کی تصنیف نہیں جس وقت یہ کتابیں جناب کی ہمت و محنت و توجہ سے چھپ جائیں گی، اس وقت لوگوں کی آنکھیں کھلیں گی کہ اعلیٰ حضرت کیا تھے۔ واقعی جناب نے انہیں حیات جاوید بخشی اور ہر شخص کو ان کے علوم و فنون سے متمتع ہونے کا موقع دیا۔“

”ابھی تک آپ نے وظیفہ کریمہ نہیں بھیجا جس کی سخت ضرورت ہے۔ اسی کے ساتھ دو نسخے النہی الاکبہ اور ایک نسخہ احسن الوعا اور چار نسخے وظیفہ کریمہ کے رجسٹری یا وی پی کر کے بھیج دیجئے، ایک ایک نسخہ ان سب کتابوں کا بھی جو جدید طبع ہوئی ہیں یعنی رفیق الاحقاق اور حجب العوار وغیرہ۔ ایک نمبر سے ۱۳ نمبر تک کل کتابیں۔ نور الادلہ اور کشف العلتہ وغیرہ بھی لاہور سے آگئیں ہیں۔“ (مکتوب مورخہ جمعہ ۱۳ اکتوبر ۱۳۶۳ء ۲۴ شوال ۱۳۶۳ھ) (مکاتیب ملک العلماء، ص: ۲۱)

سید پیارے علی بریلوی کے نام ایک مکتوب ۱۵ محرم الحرام ۱۳۶۵ھ ربیع الثانی ۱۹۴۵ء میں ملک العلماء لکھتے ہیں:

”خداوند عالم نعمانی میاں صاحب کو مقدرت دے کہ صرف ترجمہ الدولة المکیہ کیا۔ جملہ تصنیفات حضرت جتہ الاسلام بلکہ تمام تصنیفات اعلیٰ حضرت امام اہل سنت شائع فرمائیں“ (مکاتیب ملک العلماء قلمی، ص: ۲۳)

مولوی سید شمس الضحیٰ عظیم آبادی متعلم دارالعلوم حزب الاحناف ہند لاہور کے نام مکتوب مورخہ ۳۱ جنوری ۱۹۴۵ء میں حسب

میرے بریلی سے آنے کے بعد سے اس وقت تک ربیع الاول تا رمضان شریف تین رسالے چھپے ہیں، ایک تو وہی نشاط السالکین جن کی نصف سے زیادہ کاپیاں میرے سامنے لکھی جاچکی تھیں، اور دوسرا رسالہ الاسد السنول، تیراغایۃ التحقیق یہ سب رسالے نمبر ۱۳ تک میں نے منگوائے ہیں۔ افسوس ہے کہ رسالہ ۱۳، ۱۴، ۱۵ جولائی میں لاہور چھپنے کے واسطے بھیجے تھے معلوم ہوتا ہے کہ اب تک انہوں نے چھپا کر نہیں

ذیل سطور ملتی ہیں:

”سید عرفان علی صاحب (قادری رضوی بیسپوری) کا خط آیا کہ اعلیٰ حضرت کی تصانیف کی مکمل فہرست چھپ رہی ہے تاکہ معلوم ہو ان کی کیا کیا کتابیں ہیں اور کس کس فن میں کس کس زبان میں اور کس حجم میں۔ یہ سب میں نے مکمل کر دیا ہے صرف چھپنا باقی ہے، اب وہ فہرست چھپ رہی ہے۔ یقین ہے کہ عرس شریف کے قبل چھپ کر شائع ہو جائے گی، اسے دیکھ کر کوئی کتاب آپ اشاعت کے لئے پسند کر لیجئے گا۔“ (مکاتیب ملک العلماء قلمی، ص: ۵۷)

انہی کو ایک دوسرے خط میں تحریر فرماتے ہیں:

”مولانا [مصطفیٰ رضا خاں] صاحب یقیناً اپنے سفر سے بریلی شریف پہنچ گئے ہوں گے۔ وہ اعلیٰ حضرت کی تصنیفات اگر طباعت کے لئے تم عزیز کو روانہ فرمائیں تو ازیں چہ بہتر۔ سلطنت المصطفیٰ میں نے بہت تلاش کی تھی کہیں پتہ نہیں چلا۔ ہاں علوم الغیوب کا مسودہ مجھے ملا تھا جس کو بڑی محنت و کاوش سے مبیضہ کر کے اور تبویب اس کی کر کے مجلد کرا کے الماری رکھوا دیا ہے۔ مفتی اعظم صاحب سے اس کے متعلق خط کتابت کیجئے کہ وہاں سے روانہ فرمادیں واقعی عجیب و غریب کتاب ہے۔ علم غیب کے مسئلے میں۔ اس کتاب کو دیکھ کر کسی شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ اس قدر مواد جمع کر دیا ہے کہ شاید و باید، وہ کتاب اگر چھپ جائے تو سبحان اللہ و بحمدہ۔“

(مکاتیب ملک العلماء ص: ۳۲)

انہی سے ۲۲ جون ۱۹۲۵ء کے ایک خط میں پوچھتے ہیں:

”بریلی سے کون کون سے رسالے چھپنے کو آئے ہیں مطلع کیجئے۔“

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہیں تصانیف اعلیٰ حضرت کی

اشاعت کا کس درجہ خیال تھا، وہ چاہتے تھے کہ ساری تصانیف یا کم از کم اہم منتخب کتابیں بریلی سے جلد از جلد شائع کر دی جائیں۔ اس کام میں تاخیر ہونے لگی تو انہیں ملال ہوا۔ بریلی کے ایک مخلص دوست کو لکھتے ہیں:

”میں نے تین مہینے کس جانفشانی سے کام کیا اور خدا کا شکر ہے اعلیٰ حضرت کی تصانیف کو ضائع ہونے سے بچا لیا مگر جو قدر دانی کی گئی وہ آپ کے اور سب کے پیش نظر ہے اگر تصنیفات کی اشاعت ہی کا سلسلہ جاری ہوتا تو دینی فائدہ کثیر ہوتا۔“

مکتوب مورخہ ۲۶ نومبر ۱۹۲۵ء (مکاتیب ملک العلماء، قلمی)

اس بات کو اب کوئی ساٹھ سال ہونے کو آئے، اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی تصانیف کی اشاعت کا سلسلہ مفتی اعظم کے تو جہات سے شروع ہوا۔ لیکن سست رفتاری کے ساتھ، اس میں حالات کو بھی دخل ہے اور اس کے لئے سنی حضرات کی سستی، بے حسی اور عدم دلچسپی کو بھی دخل ہے۔ ایک سال میں ایک رسالہ بھی شائع کیا جاتا تو ساٹھ رسالے اب تک صرف بریلی سے شائع ہو چکے ہوتے۔ بہر حال بریلی، ممبئی، ہندوستان کے دوسرے مقامات اور لاہور، کراچی وغیرہ میں اعلیٰ حضرت پر مقالات و کتب کی ترتیب طباعت اور اعلیٰ حضرت کی تصانیف اشاعت کا سلسلہ جاری ہے۔

مختار الدین، علیگرھ

☆☆☆☆☆

(۱)

۷۸۶

بریلی ۱۲ شعبان ۱۳۵۵ھ *

مولانا مکرم ذی الکریم زید مجدہ

السلام علیکم ورحمتہ وبرکاتہ۔ طالب خیر بخیر و عافیت ہے۔

عوانی مزاج گرامی مطلوب۔ مدت سے خط کتابت کا

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی دہلی کی حیات اور علمی خدمات

سلسلہ منقطع ہے۔ نہ کے میر و دآں جانہ کے می آید۔ اس وقت یہ خط
اس غرض سے لکھ رہا ہوں کہ مجھے اپنے ایک عزیز نور چشم ساجد
”مخدومی سلام مسنون“

مسائل (۱) کے لئے ”عاف“ (۲) کے لئے ”مخدومی سلام مسنون“

لئے فرماتے ہیں۔ میں کس قابل ہوں۔ ادھر حالت یہ ہے کہ فرصت معدوم، امراض گونا گوں نے یہ کیفیت کر دی ہے کہ معمولی خطوط کے جواب پہاڑ ہو گئے ہیں۔ خیال کرتا رہا کہ کسی روز بیٹھ کر آپ کی اس بہترین تالیف کو جاہ جاسے دیکھوں اور جو بن پڑے تو کچھ لکھوں مگر یہ خیال ہی رہا۔ آپ کو عجلت ہو تو چند سطریں خود لکھ دیں، میں دیکھ کر اس پر دستخط کر کے بھیج دوں گا۔ والسلام

مصطفیٰ رضا

بخدمت اقدس جناب مولانا مولوی ظفر الدین صاحب قادری
ڈاک خانہ مہندر محلہ شاہ گنج، ظفر منزل، پٹنہ

☆ مکتوب گرامی پر تاریخ درج نہیں۔ سید پیارے علی صاحب کے کارڈ مورخہ ۱۴/ستمبر ۳۸ء کی پشت پر حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے یہ خط تحریر فرمایا ہے۔ دیکھئے ضمیمہ (۱) تاریخ تحریر وہیں سے لی گئی ہے۔
(۱) سید پیارے علی صاحب (ساکن محلہ ملوک پور، بریلی) بہت اچھے مہر کن تھے اور چاندی کے تختیوں پر تعویذات نقش کرنے کے ماہر۔ دو انچ طول و عرض کی ایک تختی پر مکمل سورہ یسین شریف ان کی کندہ کی ہوئی مدتوں میرے پاس رہی۔ بارگاہ رضویہ کے عقیدت مندوں میں تھے۔ ملک العلماء سے بے حد محبت کرتے تھے۔ متعدد بار وہ ان سے ملنے پٹنہ آئے۔ ان کے بہت سے خطوط میرے پاس محفوظ ہیں۔

(۳)

۹۲/۷۸۶

بریلی ۱۲/۱۲/۱۳۵۸ھ *

جناب مولانا زید فضلہ وعلیکم السلام ورحمۃ وبرکاتہ

طالب خیر بجمہ تعالیٰ مع الخیر ہے۔ مولیٰ عزوجل کا شکر کہ عزیز مولوی مختار الدین احمد صاحب سلمہ فاضل شہکی نے بخیر وعافیت مراجعت وطن کی اور بالخیر پہنچے۔ میں عزیز موصوف سلمہ سے مل کر بہت خوش ہوا۔ مولیٰ عزوجل ان کی عمر و علم میں برکت عطا کرے اور عمل کی توفیق بخشے۔ انہیں دیکھ کر آپ بہت یاد آتے رہے اور ان سے طے ہو گیا کہ عرس مبارک میں آپ مع عزیز مولیٰ سلمہ بریلی ضرور آئیں گے۔ اور چند روز قیام کریں گے۔ یہاں تک کہ اتنے دنوں کی غیر حاضری کا کچھ بدل ہو۔ میں نے عزیز سلمہ سے ضرور شکایت کی تھی مگر جب انہوں نے واقعہ سے مطلع کیا تھا تو میں نے یہ بھی ظاہر کر دیا تھا کہ اب مجھے کوئی شکایت نہیں۔ مجھے افسوس اس کا ہے کہ میں عزیز سلمہ سے بہت ہی کم مل سکا۔ جس دن آئے اسی دن بلکہ اسی وقت مجھے مراد آباد جانا پڑا، مگر یہ معلوم ہوا تھا کہ وہ بھی مراد آباد کا قصد رکھتے ہیں۔ وہ مراد آباد پہنچے میں نے چاہا کہ وہ میرے ساتھ بریلی واپس ہوں۔ وہ راپور تک آئے مگر پھر ان کی طبیعت گھبرائی اور وہ وہاں سے بریلی جنکشن تک آئے اور اسی گاڑی سے لکھنؤ روانہ ہو گئے یا آگرہ چلے گئے۔ غالباً آگرہ گئے۔ میں گاؤں چلا گیا۔ وہاں سے خیال کرتا رہا کہ آپ کو خط لکھوں کہ عزیز مولیٰ سلمہ بخیریت پہنچے ہوں گے۔ (۱) مگر ارادہ ہی کرتا رہا۔ نہ ہو سکا۔ میں نے بہت کوشش کی۔ یہاں تک کہ آپ کا خط آیا۔ میں نے ان سب صاحبان (۲) کو آپ کا خط پڑھوایا جنہیں آپ نے کچھ نہ کچھ لکھا تھا سوائے حافظ احمد بخش صاحب کے جن کو میں نہ سمجھ سکا کہ یہ کون صاحب ہیں۔ حافظ نابینا جو یہاں رہتے ہیں ان کا نام علی بخش ہے شاید ایسا ہوا کہ آپ نے بھول کر احمد بخش لکھ دیا یا حاجی احمد بخش صاحب کی جگہ حافظ احمد بخش لکھا۔ یہ صاحب رضوی ہیں، دوسرے محلہ میں رہتے ہیں، بازار میں دکان ہے۔ فقط مصطفیٰ

رضانوری غفرلہ

(۴)

۹۲/۷۸۶

کرتولی، ضلع بدایوں، ڈاک خانہ، نیاور

۱۹ ربیع الآخر ۱۳۶۲ھ

حضرت ملک العلماء فاضل بہار مولانا ظفر الدین صاحب رضوی
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد عرض سلام سنت سلام عرض مرام۔ جناب سید محترم
مکرمی منشی عرفان علی صاحب رضوی سلمہ (۱) نے آج بریلی سے
گاؤں تک آنے کی زحمت برداشت فرمائی۔ میں بہت دن سے قہقہ
کرتا رہا کہ خدمت سہمی میں عرضی گزاروں گا کہ مجھے میرے
مطالبات کی نقل مرحمت فرمائی جائے اور فریق کے مطالبے بھیج دیے
جانے کا حکم صادر فرمایا جائے کہ جواب حاضر کروں۔ میں جب سے
اب تک ارادہ ہی کرتا رہا اور عرضی اب تک نہ بھیج سکا۔ آج سید
صاحب تشریف لے آئے۔ میں نے ماموں جان صاحب (۲) کو
لکھا تھا ان کے خط کے جواب میں کہ میں خود بھی عرضی بھیجنے کا ارادہ
رکھتا ہوں۔ آپ بھی اتنا تحریر فرمادیں۔ غالباً انہوں نے خط میں
مطالبوں کی نسبت تحریر فرمایا ہوگا۔ امید کہ جلد از جلد مطالبات کی
اول سے آخر تک مع درخواست نقل مرحمت ہوگی اور فریق کے
مطالبوں سے مطلع فرمایا جائے گا۔ زیادہ حدادب۔

فقیر ناسزا مصطفیٰ رضا غفرلہ مایاتی منہ وما مضی

*مطابق ۱۲۵ اپریل ۱۹۴۳ء

(۱) مولانا عرفان علی صاحب رضوی بیسل پوری مرتب
عرفان شریعت۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے مکتوب
البہم میں تھے۔

کچھ مراسلت "بعض مکاتیب مجدد" میں شائع

* کارڈ پر ڈاک خانے کی مہر ۲۳ جنوری ۱۹۴۰ء کی ہے۔

(۱) کس قدر محبت و شفقت کرنے والے بزرگ تھے۔ کم
عمری میں یہ میرا دہلی، بریلی، مراد آباد اور آگرے کا پہلا
سفر تھا جو تنہا کر رہا تھا اس لئے مفتی اعظم متردد تھے۔

(۲) مولانا امجد رضا خاں (ماموں جان) مولانا ابرار
حسن تلہری، مولانا ابراہیم رضا خاں حیلانی میاں، مولانا
احسان علی مظفر پوری، مدرس مدرسہ منظر
اسلام، مولانا سید ایوب علی رضوی، جناب سید قناعت
علی رضوی، مولانا سردار احمد گرداس پوری، مولانا
عبد المصطفیٰ ازہری، مفتی وقار الدین اور خادم مزار
شریف حاجی کفایت اللہ کے اسمائے گرامی یاد آتے ہیں
جن کسی اس موقع پر زیارت نصیب ہوئی اور جو بریلی
شریف کے دوران قیام مجھ سے نہایت محبت و شفقت
سے پیش آئے۔ مولانا سید محمد محدث کچھو چھوی
ان دنوں بریلی میں تشریف فرما تھے ان سے بھی مستفید
ہونے کا موقع ملا۔

(۳) اسی کارڈ کے آخر میں مولانا امجد رضا خاں
(ماموں جان) نے حسب ذیل سطر میں لکھ دی ہیں:

"آپ کا ایک عدد سلام مجھ کو مصطفیٰ
میاں کسی معرفت ایک زمانے کے بعد ملا۔ میں کیا کہوں
کہ اس وقت مجھے کیسی مسرت ہوئی۔ اب آپ عرس
شریف میں ضرور شرکت فرمائیں۔ برخوردار مختار میاں
سلمہ سے دعا کہہ دیجئے۔ فقط

نوری گدا امجد رضا غفرلہ۔

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدنی کی حیات اور علمی خدمات

پہلے لکھنا تھا خیال تھا، بریلی جا کر لکھوں گا جو آج لکھ رہا ہوں۔
 اعلیٰ حضرت کا کتب خانہ نہایت برباد ہے نہ صرف کتب خانہ بلکہ
 تصنیفات اعلیٰ حضرت قدس سرہ ضائع ہو چکی ہیں۔ ایسا ستار ہا ہوں
 ایک جلد، پانچویں فتاویٰ کی برسہا برس سے غائب ہو چکی۔ آپ عرس
 چہلم میں تشریف لائیں گے مگر اتنی مدت کے لئے تشریف لائے کہ
 کتب خانہ اور تصنیفات کی پھر سے فہرست بن جائے۔ والسلام
 فقیر مصطفیٰ رضا عفی عنہ

* مطابق یکم جون ۱۹۴۳ء

(۲)

۹۲/۷۸۶

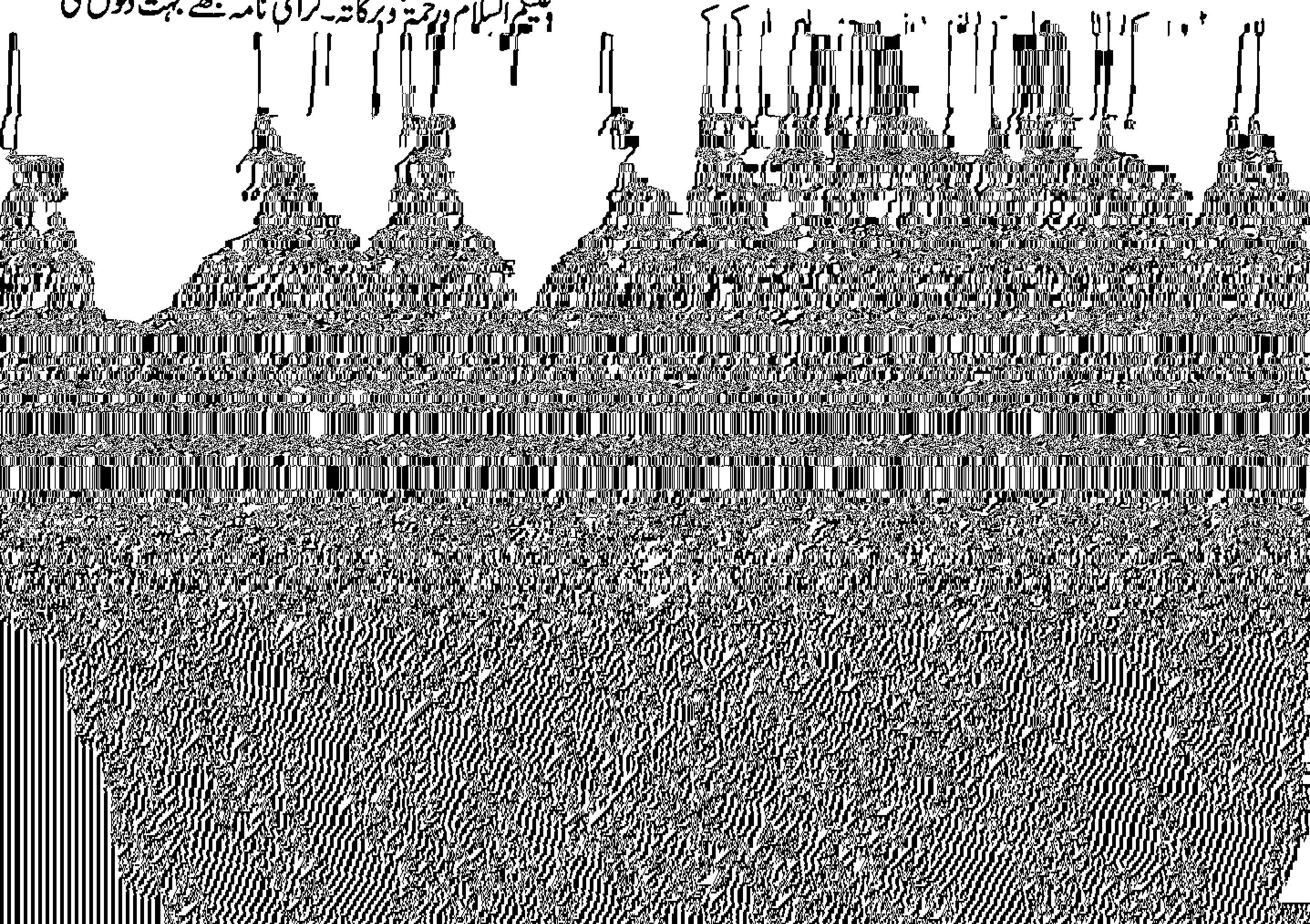
بریلی پنجشنبہ ۹ شعبان ۱۳۶۲ھ*

حضرت ملک العلماء زید فضلہ

علیکم السلام ورحمتہ وبرکاتہ۔ گرامی نامہ مجھے بہت دنوں کی

ہو چکی ہے۔ مولانا کے ایک خط کی نقل گذشتہ
 صفحات میں گذری اس سے کچھ حالات پر روشنی
 پڑتی ہے۔ مولانا ہی کے ایک کارڈ کی پشت پر حضرت
 مفتی اعظم کا یہ مکتوب گرامی بنام ملک العلماء درج
 ہے۔ مولانا کے خط کے لئے دیکھنے ضمیمہ (۳)۔

(۱) اعلیٰ حضرت کے خسر شیخ فضل حسین ابن
 شیخ احمد حسین کے صاحبزادے امجد رضا جنہیں
 حجة الاسلام اور مفتی اعظم اور ان کی اتباع میں ملک
 العلماء اور بریلی کے بیشتر حضرات "ماموں جان" کہتے
 تھے۔ ملک العلماء سے ان کے بے تکلفانہ تعلقات
 تھے۔ مجھے بے حد عزیز رکھتے تھے۔ ۱۹۴۵ء میں وہ
 ریاست گوالیار میں مقیم تھے۔ جب میں علی گڑھ میں



(۷)

۹۲/۷۸۶

۹ شوال ۱۳۶۳ھ*

جناب محترم ملک العلماء فاضل بہار زیدت مکارمہ
 وعلیکم السلام ورحمۃ وبرکاتہ۔ گرامی نامہ پرسوں شام کی
 ڈاک سے ملا۔ ماموں جان اور سید عرفان علی صاحب باہر گئے ہوئے
 ہیں۔ مجھے خیال ہوا کہ منی آرڈر بھیجوں گا، اسی کے کونے میں
 جو لکھنا ہے لکھ دوں گا۔ پرسوں تو کیا منی آرڈر ہوتا کل کرتا یا آج کرتا تو
 اس کا موقع نہ ہوا اب کل منی آرڈر انشاء اللہ تعالیٰ
 بھیجوں گا۔ تقدسی..... روز بروز بڑھ رہے ہیں، ادھر آپ سے
 پرنسپل کے لئے کہا اسی بلکہ سو تک تنخواہ کہہ دی۔ ادھر مولوی عبدالعزیز
 خاں صاحب (۱) پر چھاپا مارا۔ ۷۰ بل کہ غالباً ۵۷ روپے پر انہیں رکھ
 لیا۔ مولوی سردار احمد صاحب (۲) کو جگہ جگہ سے سو روپے (۱۰۰) کی
 (جگہ) مل رہی ہے۔ وہ اب تک نہیں آئے ہیں۔ یہاں طلبہ آرہے
 ہیں اور پریشان پھر رہے ہیں۔ وحسبنا ربنا تبارک تعالیٰ۔ آپ
 غالباً یکم نومبر سے پہلے نہ آسکیں گے۔ میں طلباء کو تسلی دے رہا ہوں۔
 بیچ (۳) اب نہ بھیجئے، میں یہاں جیلانی میاں سے لے
 لوں گا۔ مولوی اسماعیل صاحب کو (۴) میں اب تک خطوط نہیں بھیج
 سکا اس لئے ابھی وہ مکان ہی پر ہوں گے۔ مجھے فرصت نہیں
 ملتی۔ آپ کی رائے دربارہ اشاعت مناسب معلوم ہوتی ہے۔
 (۵) جسے اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے بھی پسند فرمایا تھا، اس سے بہتر
 اور کیا صورت ہوگی۔
 والسلام
 مصطفیٰ رضا غفرلہ

وقت اتر گیا تھا، ایک دوست سے باتیں کرتا رہا پھر دوسرے درجہ میں
 بیٹھ گیا میں سمجھا تو آگیا ہوگا۔ اور سامان کا تو کچھ ایسا غم نہ ہوتا مگر ایک
 بستہ تھا جس میں ”رد المختار“ ج ۱ اور (فتاویٰ) عالمگیری کی دو جلدیں
 ، اسعاف اور تفسیر احمدیہ“ وغیرہ کتابیں اور میرا مجموعہ مسائل ☆
 (۲) اور بہت (سے) مسودات تھے اور دیگر کاغذات۔ اس کا اس قدر
 صدمہ ہوا کہ کسی طرف کا خیال نہ رہا۔ ہر وقت یہی خیال یہی فکر۔ بے
 حد پریشانی۔ تار متعدد جگہ متعدد بار دیئے گئے۔ بے سود۔ بارے بفضلہ
 تعالیٰ لکھنؤ چار باغ کے پولس اسٹیشن سے ایک صاحب نے مجھے خط لکھا
 کہ ایک بستہ فلاں ٹرین سے ملا ہے جس میں تیرے نام کے خطوط
 ہیں، جواب سے مطلع کر کہ یہ تیرا ہی ہے، اگر تیرا ہو تو منگانے کا انتظام کر
 - غرض پرسوں بستہ آگیا اور سب کتابیں اور کاغذات مل گئے۔ سواد و سادہ
 کاغذ کی کتابوں کے ایک چھوٹا ایک بڑا پیڈ لیٹر پیپر کا یہ نکال لئے اور
 سامان جو قیمتی تھا وہ گیا اب تک نہ ملا۔ اس کی کوئی فکر نہیں۔ حسب وعدہ
 مدرسہ کے جلسے میں تشریف لائیے ۱۳-۱۴ شعبان کو ہوں گے۔

والسلام مصطفیٰ رضا غفرلہ

بہ ملاحظہ گرامی

حضرت ملک العلماء فاضل بہار مولوی ظفر الدین

صاحب قادری رضوی زیدت مجدد

مدرسہ شمس الہدیٰ، پوسٹ آفس مہندرو، بانگی پور، پٹنہ

(۱) اس سے ان وہ رجسٹر مراد ہے جس میں ان کے فتاویٰ
 نقل کر کے محفوظ کر لئے جاتے تھے۔ فتاویٰ عالمگیری، رد
 المختار وغیرہ ساتھ میں ہونے سے اندازہ ہوتا ہے کہ سفر میں
 کچھ استفتاء بھی تھے۔ جن کے جوابات کی نقول درج
 کرنے کے لئے فتاویٰ کار رجسٹر بھی ساتھ لے گئے تھے۔ اسی
 رجسٹر کو ”مجموعہ مسائل“ سے تعبیر فرمایا ہے۔

*ڈاک گھر کی مہر ۱۹۴۳ء کی ہے۔

(۱)

میں تھے مدتوں مظہر اسلام (قائم کردہ حضرت مفتی اعظم) کہ صدر مدرس رہے بعد کو انہوں نے لایبل پور (پنجاب) میں جامعہ مظہر اسلام قائم کیا وہیں انہوں نے ۲ شعبان ۱۳۸۲ھ / دسمبر ۱۹۶۲ء کو وفات پائی۔

(۳) یہ لفظ خط میں واضح نہیں ہے۔

(۴) میں مولوی صاحب سے واقف نہیں۔

(۵) اعلیٰ حضرت کی تصانیف کے اشاعت کے بارے میں

ملک العلماء کی کسی تجویز کا ذکر ہے

(۶) بنے میاں عزیزوں یا عقیدتمندوں میں کوئی صاحب ہوں گے۔

(۸)

۹۲/۷۸۶

☆ (۱۳۶۲ھ)

مولانا زید لطفہ، السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ (۱)

میرا ارادہ کل ہفتے کو یہاں سے چلنے کا تھا مگر میں بالکل

نہیں چل سکتا۔ لکڑی کٹی پڑی ہے گاڑیاں لکڑی کی روانہ کر کے چل

سکوں گا۔ یہاں چھوٹے بھیا بھی نہیں ہیں جن کے سپرد کر کے

چلا آؤں۔ معلوم نہیں وہاں کیا ہو رہا ہے؟ اشتہار چھپایا نہیں

؟ اشاعت ہو رہی ہے یا نہیں؟ اور اب روپے کا جو حشر ہوا آپ کو

معلوم ہے۔ اب ادھر جو کچھ روپیہ تھا وہ خرچ (ہو گیا)

..... سیٹھ (?) احمد صاحب کے ہاتھ بھیج دوں گا۔ میں یہ

روپیہ بھیجا جائے گا..... خرچ کیا جائے۔ گیہوں کے بجائے

آٹے..... ایسا ہی کرنا مناسب ہوگا۔ مقبول حسین.....

معاملہ کیا۔ میں انشاء اللہ تعالیٰ..... [جلد آنے کی] کوشش

مصطفیٰ رضا غفرلہ

کروں گا۔

* مطابق ۱۹۴۳ء

ربیع (ربیع صد) مدرسہ (سے) اور اگر ہو سکا، تو مد اشاعت سے جناب کی خدمت کی جائے گی۔ آپ تشریف لائیں گے تو کام چلنے لگے گا۔ دہلی سے کنٹرول (کا کاغذ) لئے بغیر کام چلتا معلوم نہیں ہوتا۔ اب تک ایک رسالہ کے لئے کاغذ نصیب نہیں ہوا ہے۔ بنے میاں آپ کے آنے پر آپ کے کہنے سے دو ایک دن کو آجاتے ہیں پھر غائب۔ کئی بار ان پر تقاضا کر چکا ہوں۔ جیلانی میاں سلمہ کو آپ نے جو سطر لکھیں تھیں، دکھادی تھیں۔ والسلام

محمد مصطفیٰ رضا غفرلہ

حضرت صدر الافاضل استاذ العلماء مولانا نعیم الدین

صاحب کی صاحبزادی کی شادی خانہ آبادی ۲۷ اکتوبر کو ہونے والی

ہے، انہوں نے جو مجھے خط دعوت لکھا اس میں آپ کے لئے بھی

لکھا ہے۔ میں نے انہیں جواب بھیج دیا ہے کہ وہ اپنے مکان پر

تشریف رکھتے ہیں۔ آنے والے ہیں۔ اگر ۲۷ سے پہلے تشریف

لے آئے تو میں ان سے عرض کر دوں گا اور انشاء تعالیٰ میں اور وہ ساتھ

آئیں گے۔ آپ نے یکم نومبر سے درخواست دی ہے کیا اس سے

پہلے آپ تشریف نہ لاسکیں گے۔ والسلام

مصطفیٰ رضا قادری غفرلہ

بہ ملاحظہ گرامی جناب ملک العلماء فاضل بہار

مولانا مولوی ظفر الدین قادری رضوی زیدت مکارمہ

ظفر منزل، ظفر روڈ، ڈاک خانہ مہندر باگی پور، پٹنہ

(۱) مولوی عبد العزیز خاں محدث بریلوی (متوفی

۱۳۶۹ھ) مدرسہ منظر اسلام کے اساتذہ میں تھے۔

(۲) مولانا سردار

احمد صاحب حضرت صدر الشریعہ کے اہم تلامذہ

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی شہد کی حیات اور علمی خدمات

(۱) یہ حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے ہاتھ کا زرد رنگ کے خستہ کاغذ پر لکھا ہوا دس سطری دستی رقم ہے جو گاؤں سے لکھا گیا ہے۔ جہاں حضرت زمینداری اور کاشتکاری کے کاموں سے

اشرف علیہ الرحمہ سابق صدر شعبہ دینیات کی فریاد فاتیحہ پڑھنے یونیورسٹی کے قبرستان گئے ہر اسے میں فرمایا تم مولانا کی زندگی میں علی گڑھ آئے تو وہ

عید سعید مبارک باد

بریلی ۳ شوال ۱۳۶۴ھ *

جناب مولانا المکرم ذی الکریم دام بالکریم

بعد تحیہ مسنونہ عافیت خواہ کا مزاج بجمہ مع الخیر ہے۔ گرامی نامہ تشریف لایا تھا۔ مگر میں اپنی حالت کیا عرض کروں۔ نہایت مشغولی سمجھے یا کچھ کاہلی بھی کہ اب تک جواب حاضر نہ کر سکا اور مضمون نگاری مجھے آتی بھی [نہیں]۔

میرا ارادہ اس سال حج و زیارت کا ہے، دعا فرماتے رہیں کہ مولیٰ تعالیٰ مجھے اور میرے ہمراہیان، میری اہلیہ اور لالہ میاں (۱) اور مولوی سردار احمد صاحب اور بریلی کے تقریباً ڈیڑھ سو آدمیوں اور سب اہلسنت کو حج و زیارت نصیب فرمائے اور قبول کرے۔ اس سفر کے متعلق جو باتیں آپ کے خیال میں ہوں ان سے مطلع فرمائیں اور ہاں جو تقصیر مجھ سے حاضر غائب ہوئی ہے، اسے معاف فرمائیں۔ میں نے سب اہلسنت کو جنہوں نے کوئی ایسی بات کی ہو انہیں معاف کیا۔ جہاز میں سمت قبلہ کا مسئلہ پیچیدہ ہو جانا عجب نہیں۔ یہاں کتب خانہ علیحضرت کی جیسی بربادی ہوئی وہ آپ پر ظاہر ہے، جو کچھ تباہ شدہ باقی رہے اس سے کوئی کام کی چیز نکال لینا آسان نہیں، خصوصاً وقت عجلت۔ آپ نے بھی تو اس بارے میں شاید کوئی رسالہ لکھا ہے۔ (۲)

والسلام

مصطفیٰ رضا خاں

* مطابق ۱۱ ستمبر ۱۹۴۳ء

(۱) یعنی مولوی محمد ادیس رضا خاں۔ یہ

مفتی اعظم کے داماد تھے۔ آپ کے دوسرے سفر حج میں

ساتھ تھے۔ تاریخ وفات ۲۹ شعبان ۱۳۸۵ء مطابق ۱۹۶۵ء ہے۔

(۲) کتاب الجواهر والیواقیت جو ۱۳۳۰ء میں لکھی

گئی، یہ حاجی محمد ظہور نعیمی کے زیر اہتمام اہل سنت

برقی پریس مرادآباد سے جنوری ۱۹۴۳ء میں شائع ہوئی۔

مصنف علام نے اس کتاب کا انتساب اپنے

مخلص دوست استاذ العلماء مولانا سید محمد نعیم الدین

مرادآبادی (متوفی ۱۳۶۷ھ ۱۹۴۸ء) کے نام کیا ہے۔

میں غالباً اس آنے والے کے بعد جو بدھ آرہا ہے یا

پنجشنبہ اس چہار یا پنجشنبہ کو کراچی مع الخیر انشاء تعالیٰ روانہ ہونے

کا قصد کرتا ہوں۔

(۱۰)

۹۲/۷۸۶

بریلی ۱۵ صفر المظفر ۱۳۶۶ھ *

مولانا المکرم دام بالکریم

السلام علیکم ورحمۃ المولیٰ۔ دعوت عرس سراپا قدس حضور

پر نور سیدنا علیحضرت قدس سرہ حاضر ہے۔ جو بعونہ تعالیٰ

۲۳-۲۴-۲۵ صفر المظفر ۱۳۶۶ھ مطابق ۱۷-۱۸-۱۹ جنوری ۱۹۴۷ء

یوم جمعہ۔ شنبہ۔ یکشنبہ فیض بخش عام ہوگا۔

میں جناب کو خصوصیت کے ساتھ شرکت کی دعوت

دیتا ہوں۔ مجھے قوی امید ہے کہ جناب ضرور شرکت فرما کر فقیر

کو ممنون کرم بنائیں گے۔ (۱)

والسلام

فقیر مصطفیٰ رضا غفرلہ

* مطابق ۱۱ جنوری ۱۹۴۷ء

(۱) اس کارڈ کی بقیہ جگہ پر "ماموں جان" مولانا امجد رضا خاں صاحب نے اپنے قلم سے یہ سطر بس تحریر کر دی ہیں "جمیل میاں کے انتقال پر میں ۲۸/ محرم کو بریلی آیا۔ آپ کا کارڈ "گوگی" سے بریلی آیا۔ میں نے یہاں سے ان کے انتقال کا خط آپ کو لکھا۔ منی آڈرس روپے کا مجھے ملا۔ جمیل الرحمن خاں کا انتقال ۲۸/۶۶۵ ہوم دوشنبہ کو ہوا۔ آپ کے تین منی آرڈر مجھے ملے۔ حکیم خلیل اللہ کی اولاد میں اب کوئی نہیں رہا۔" امجد رضا غفرلہ ۲۷/ صفر ۶۶ ہجری بریلی

(۱۱)

۹۲/۷۸۶

بریلی شب ۱۶/ رمضان ۱۳۶۶ھ*

جناب مکرم ملک العلماء فاضل بہار زیدت الطافہم
وعلیکم السلام ورحمۃ وبرکاتہ۔ گرامی نامہ ملا۔ یاد آوری
کا شکریہ۔ میں مطلب نہ سمجھا کہ جناب مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟
کیا کروں۔؟ اس بارے میں کیا مدد دے سکتا ہوں؟ (۱)
آپ تحریر فرماتے ہیں کہ "علیٰ حضرت کے متعلق ایک
بصیرت حاصل ہوئی اور کافی مضمون کا مسالہ لایا گیا۔ (۲) اسی طرح
اگر آپ بھی اس کی طرف توجہ فرمائیں تو مجھے آپ سے بہت مدد ملے
اور سب کتابیں علیٰ حضرت کی پیش نظر ہونے کی وجہ سے بڑی
تقویت ہوگی۔ (۳) "مسالہ" میری فہم قاصر میں کچھ نہ آیا۔ کاہے
کی طرف مجھے توجہ کرنا ہے جس سے آپ کو مدد ملے۔ اور علیٰ حضرت
کی سب کتابیں پیش نظر ہونے سے کس بارے میں بہت بڑی
تقویت ملنا آپ فرماتے ہیں۔

جو کام آپ مجھ سے لینا چاہتے ہوں میں اس کے لئے

حاضر ہوں بشرطیکہ میں اس کا اہل ہوں۔ میری نااہلی کا تو یہ عالم ہے
کہ آپ نے اتنا طویل خط اردو زبان میں لکھا اور میں مطلب تک نہ
پہنچ سکا، سو اس کے کہ علیٰ حضرت کی سوانح کو زیادہ بڑھانے کے
لئے اور مضمون لکھنا چاہتے ہیں جس میں میری مدد چاہتے ہیں۔ آپ
جو کچھ لکھ چکے ہیں وہ سب دیکھوں اگر اس سے کچھ بچ رہا ہو جو
میرے دماغ میں [ہو] تو حاضر کروں۔ (۴) فقط
مصطفیٰ رضا غفرلہ

* مطابق ۵/ اگست ۱۹۴۷ء

(۱) مکاتیب ملک العلماء بنام مفتی اعظم، بریلی میں شاید
ہی محفوظ ہوں، اگر محفوظ ہوں بھی تو اس وقت پیش نظر نہیں کہ اس
مکتوب کے مفہیم و مطالب واضح ہو سکیں۔ ہاں اس قدر
کہا جاسکتا ہے کہ "حیات علیٰ حضرت" کی تکمیل کے سلسلہ میں
حضرت ملک العلماء چاہتے تھے کہ بزرگان مارہرہ دبریلی اور
علیٰ حضرت کے خلفاء و تلامذہ اور ان سے عقیدت اور تعلق رکھنے والے
اصحاب، ان کے متعلق مفید معلومات اور اپنے تاثرات لکھ بھیجیں کہ
ان کے حوالے سے درج کتاب ہو سکیں۔ اس میں انہیں کامیابی نہ
ہو سکی۔ ان حضرات کی اپنی اپنی مشغولیات تھیں۔ صرف مولانا
سید ایوب علی رضوی (بریلی) مولوی محمد حسین چشتی نظامی فخری موجد
طلسمی پریس میرٹھ اور چند اصحاب کی تحریریں موصول ہوئیں یہ
روایتیں اور یہ اطلاعات انہی کے حوالے سے "حیات علیٰ حضرت"
میں درج کر دی گئیں۔ حضرت ملک العلماء چاہتے تھے، کہ
حجۃ الاسلام، مفتی اعظم اور مولانا اولاد رسول سید محمد میاں مارہروی
مسودہ کا مطالعہ کر کے ضرورت ہو تو حالات میں کچھ اضافہ کریں اور
حیات و تصانیف علیٰ حضرت کے متعلق جو کچھ انہیں مستحضر ہو قلمبند
کر کے بھیج دیں کہ گھر کے حالات گھر والا زیادہ جانتا ہے۔ حضرت

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی علیہ السلام کی حیات اور علمی خدمات

کی یہ کوشش کامیاب نہ ہو سکی۔

(۲) مولانا سید ایوب علی اور مولوی محمد حسین چشتی میرٹھی کی تحریروں کی طرف اشارہ ہے جو بریلی سے آئی تھیں ان میں مفید معلومات تھیں جو انہیں کے حوالے سے درج کتاب کر دی گئیں۔

(۳) اعلیٰ حضرت کی غیر مطبوعہ تصانیف ان کے ذاتی کتب خانے میں محفوظ تھیں جن کے نگران حجۃ الاسلام کی رحلت (۱۹۲۳ء) کے بعد مفتی اعظم تھے۔ ملک العلماء اپنی کتاب

میں تصانیف اعلیٰ حضرت پر بہت تفصیل سے لکھنا چاہتے تھے اس لئے وہ اس سلسلے میں مفتی اعظم سے اعانت چاہتے تھے۔ یہ بوجہ نہ ہو سکا۔ ملک العلماء نے ۱۳۶۲ھ میں بریلی کے تین ماہ قیام اور اپنے مستحضرات پر بھروسہ کر کے کتاب کے حصہ تصانیف کی تکمیل کی۔

”حیات اعلیٰ حضرت“ کی تصنیفات و تالیفات والی جلد کوئی ۶۰۰ صفحات پر محیط ہے۔ اس میں اعلیٰ حضرت کی سیکڑوں تصانیف کا ذکر ہے اور کتاب کے نصف آخر میں جو تقریباً ۳۰۰ صفحات پر مشتمل

ہے، اعلیٰ حضرت کے بعد رسائل پر تبصرہ ہے۔ دیکھئے حیات اعلیٰ حضرت: تصانیف و تالیفات، شائع کردہ پیرزادہ اقبال

احمد فاروقی، مکتبہ نبویہ، گنج بخش روڈ، لاہور ۲۰۰۳ء

حضرت ملک العلماء، اعلیٰ حضرت کے آبا و اجداد اور اولاد و احفاد کے حالات اور خاندان کے دوسرے افراد کے بارے میں جن کا ذکر ”حیات اعلیٰ حضرت“ کے فاروقی ایڈیشن (یعنی طبع لاہور ۲۰۰۳ء) کے دس گیارہ صفحات پر پھیلا ہوا ہے، خاص طور پر تفصیلی معلومات چاہتے تھے۔ اگر خاندان کے حضرات تعاون فرماتے تو کتاب کا یہ حصہ اور زیادہ جامع اور مفصل ہوتا۔

(۴) ملک العلماء کی کوشش بار آور نہ ہو سکی، کتاب کی

تکمیل کے بعد مسودہ حضرت اولاد رسول سید محمد میاں قادری

برکاتی (م ۱۳۷۲ھ-۱۹۵۲ء) کے پاس بھیجا گیا کہ مناسب مشورہ دیں اور اعلیٰ حضرت اور سرکار مارہرہ سے تعلقات کے سلسلے میں جوان کے معلومات ہوں ان سے مستفید فرمائیں۔ یہ بھی دیکھ لیں کہ سوانح کی ذیل میں کچھ امور تشنہ تو نہیں رہ گئے۔ کتاب کئی ماہ ان کے پاس رہی، انہوں نے دلچسپی سے پڑھی، اپنے لئے اس کی نقل بھی تیار کی، لیکن غالباً اپنی گونا گوں دینی و علمی مشغولیات کے باعث کچھ لکھ کر نہ بھیج سکے۔ انہوں نے مشورہ دیا کہ مسودہ مولانا حشمت علی لکھنوی (م ۱۳۸۰ھ-۱۹۶۰ء) کو بھیج دیا جائے۔ مولانا مرحوم بھی تقریرات و مواعظ اور کثرت اسفار کی وجہ سے بے حد مصروف رہتے تھے۔ انہوں نے جہاں کتاب میں آفتاب کو دیکھ کر اعلیٰ حضرت کے گھڑی ملانے کا ذکر ہے وہاں ایک فقرے کا اضافہ کر دیا ہے۔ ”فقیر عبیدالرضا غفرلہ نے بوقت شب ستاروں کو ملاحظہ فرما کر وقت بتانے، گھڑی ملانے کے واقعات بھی سنے اور دیکھے ہیں۔“

(حیات اعلیٰ حضرت حصہ اول ص: ۱۶۰، طبع کراچی ۱۹۵۵ء)۔

(۱۲)

۹۲/۷۸۶

بریلی ۲۶ ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ*

حضرت ملک العلماء زید فضلہ و علیکم السلام ورحمۃ وبرکاتہ

بہ خیر ہوں والحمد للہ ربی۔ آپ کی عافیت کا خواہاں ہوں۔

عنایت نامہ ملا۔ آج ابھی بعد ختم آیت کریمہ آپ کے مقصد

میں کامیابی کی دعا کرائی گئی۔ مولیٰ تعالیٰ قبول فرمائے اور آپ کو

کامیاب فرمائے۔ تقدس میاں کاکل مکہ معظمہ سے خط آیا ہے کہ حج

کے مناسک بفضلہ بخیر و خوبی ادا کر لئے، اب تقریباً ایک ماہ اور مکہ

مکرمہ میں قیام رہے گا۔ پھر حاضری دربار دُر بار، سرکار علیہ

الصلوٰۃ والسلام ماترئم الہزار فوق الازہار ہوگی۔

مولیٰ تعالیٰ آپ کو بھی یہ دن نصیب فرمائے اور کیسا اچھا ہو کہ آپ کی معیت میں یہ فقیر بھی نعمت سے پھر بہرہ مند ہو۔ رسالہ ”طررد الشیطان“ (۱) کے مستفتی صاحب علامہ تیجانی مصری (۲) مجھے حج میں ملے تھے۔ وہ [رسالہ] (۳) سن کر بہت خوش ہوئے تھے اور بہت ہی شوق سے اس کی نقل جلد سے جلد لینا چاہتے تھے کہ واپسی پر طبع کرادیں گے مگر اس کی نقل میں اتنی تاخیر ہوئی کہ مدینہ طیبہ میں بھی انہیں نقل نہ مل سکی کہ پوری نہ ہوئی تھی، یہی جو آپ کے پاس ہے۔ آخر کار وہ رخصت کے وقت پھر ملنے آئے اور اس کے لئے کہہ گئے کہ مصر بھیج دیا جائے۔ میں نے ساجد میاں میں کے حوالہ کی کہ اپنے ہینڈ بیگ میں رکھ لو یہاں سے بھیجنے کا موقع نہیں، جہاز سے بھیج دیں گے۔ ان کے ہینڈ بیگ میں وہ خراب ہو گئی بھیجنے کے قابل نہ رہی تو میں [نے] مدینہ طیبہ سے واپسی پر جب دوبارہ مکہ معظمہ حاضری دی، خود نقل کرنا شروع کی جو جہاز میں ممبئی کے قریب پوری ہوئی۔ ممبئی سے بھیجنے کا خیال تھا مگر وہاں مجھے مقابلہ کا موقع نہ ملا۔ نقل کرتے ہوئے کچھ کہیں کہیں مضمون میں اضافہ ہوتا گیا۔ میں نے ممبئی میں مولوی سعد ۶۶ (۴) صاحب کی کو اصل و نقل مقابلہ کے لئے دیئے مگر انہوں نے خود دیکھ تو لیا مقابلہ نہ کیا۔ بریلی آ کر بھی مجھے موقع نہ ملا ادھر یہ خیال رہا کہ آپ بھی دیکھ لیں گے، مجھے اپنی کمزوری معلوم ہے اور عربی لکھنے بولنے کی مہارت بھی نہیں۔ زبان والوں کے سامنے جائے تو کوئی ایسی بات نہ ہو کہ مضحکہ کریں۔ تیجانی صاحب کو عجلت یوں بھی ہوگی کہ وہ اس حج سے جواب ہوا۔ بہت پہلے اسے چھاپ دینا، اور شائع کر دینا چاہتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ شام بھیج کر شامیوں کے دستخط بھی لیں گے اور مصر میں دکھا کر مصریوں کے بھی۔ مگر یہ یہیں رکھا رہا۔ مجھے تیجانی صاحب سے کس قدر ندامت ہے۔

فقط مصطفیٰ رضا قادری غفرلہ
میں ان صاحب کا نام (۵) تو نہیں جانتا شاید یہی ہو جو آپ نے لکھا ہے ایک صاحب جدہ میں بعد واپسی از مدینہ طیبہ ملے تھے پھلوا ری شریف کے اور اپنے آپ کو شاید مولوی سلیمان صاحب پھلوا ری (۶) کا نواسہ بتاتے تھے۔ اور شاہ محی الدین صاحب (۷) سے بھی رشتہ غالباً داماد کا بتاتے تھے۔ یاد نہیں کہ رشتہ کیا، بتایا تھا۔ انہوں نے اس رسالے کی خبر مکہ معظمہ کے کسی حاجی سے سنی تھی جو میرے پاس آتے جاتے تھے۔ میں نے ان سے وعدہ کیا تھا کہ یہاں تو نہیں جہاز میں انشاء تعالیٰ دیکھنے کو دوں گا، مگر اس جہاز سے ٹکٹ نہ ملا اس لئے میں پھر مکہ معظمہ حاضر ہو گیا اور وہ روانہ ہو گئے۔
فقط مصطفیٰ رضا قادری غفرلہ

* مطابق ۲۱ اکتوبر ۱۹۴۹ء

(۱) رسالہ طرد الشیطان کا موضوع کیا تھا؟ اس خط سے پتہ چلتا ہے کہ ایک مصری عالم، علامہ تیجانی نے حج ۱۳۶۶ھ (مطابق اکتوبر ۱۹۴۸ء) سے قبل مفتی اعظم کی خدمت میں استفتاء بھیجا تھا اور مفتی اعظم نے جواب لکھا تھا، جس کی تکمیل وہ اپنے دوسرے سفر حج (۱۳۶۷ھ - ۱۹۴۸ء) میں کر رہے تھے۔ اس سفر میں مفتی علامہ تیجانی مصری سے ملاقات بھی ہو گئی وہ جلد سے جلد اس کی نقل چاہتے تھے۔ اور حج ۱۳۶۸ھ ۱۹۴۹ء سے قبل اس کی طباعت و اشاعت کی کوشش میں تھے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس رسالے کا موضوع حج اور حجاج ہی کے کسی مسئلے سے متعلق ہوگا۔ مفتی اعظم کے حالات میں اس رسالے کا نام اور یہ تذکرہ ملتا ہے کہ ”نجدی حکومت“ نے حجاج پر ”حج ٹیکس“ لگایا تھا اور نجدی علمائے اس کے جواز کا فتویٰ بھی دے دیا تھا، اسی پر مفتی اعظم سے سوال ہوا، اور انہوں نے اس ٹیکس کے ناجائز ہونے پر عربی زبان میں مدلل فتویٰ

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی لکھنؤ کی حیات اور علمی خدمات

لکھا (دیکھئے: انوار مفتی اعظم، شائع کردہ رضا اکیڈمی، مضمون مفتی محمد شریف الحق امجدی و مشمولہ مضمون ”تصانیف مفتی اعظم شائع کردہ رضا اکیڈمی ص: ۱۷۷) لیکن دونوں مقام پر اس فتوے کو پہلے سفر حج (یعنی ۱۳۶۲ھ نومبر ۱۹۴۵ء متعلق بتایا گیا ہے۔ جبکہ زیر نظر مکتوب گرامی سے واضح ہے کہ یہ دوسرے سفر حج کے موقعے کا استفتاء و فتویٰ ہے جس کی تیبیض میں دیر ہوتی گئی یہاں تک کہ ۱۳۶۷ھ کا

وہاں کچھ دین استاد بھی رہے۔ بیسویں صدی کے ساتویں عشرے میں مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ اور ادارہ تحقیقات عربی و فارسی پٹنہ کے استاد مقرر ہوئے۔ اچھے مقرر تھے تحریر میں بھی پختہ تھے۔ کئی کتابوں کے مصنف تھے جن میں ”حیات احمد بن حنبل“ اور علوم الحدیث“ کو شہرت حاصل ہوئی۔ ڈاکٹر حافظ یونس

۱۹۰۵ء

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی دہلی کی حیات اور علمی خدمات

ساتھ چلی جائیں۔

اگر آپ نہ آئے تو مجھے ان کی دل شکنی کرنے پر مجبور ہونا پڑے گا۔ اور شام کے ۵ بجے کی گاڑی سے چلنا پڑے گا۔ بہر حال آپ کو بریلی اترنا اور کم از کم ایک روز قیام کر کے اور سرحدی (۴) وغیرہ کا معاملہ طے کر کے وطن کی طرف قصد کرنا ہے۔

والسلام

مصطفیٰ رضا قادری غفرلہ

میں نے کہا کہ وہ ٹکٹ لے چکے ہوں گے انہوں نے کہا کہ ٹکٹ کا کچھ غم نہیں ہے، واپس ہو جائیں گے اگر جنتریاں اپنے ساتھ آپ لے آئیں ہوں جیسا کہ ظاہر یہی ہے تو ساتھ ہی لیتے آئیں۔

بملاحظہ گرامی جناب سامی حضرت ملک العلماء فاضل بہار مولانا المکرم مولوی شاہ ظفر الدین صاحب قادری رضوی

العلماء کی ٹرین کا وقت معلوم تھا۔ اس لئے مفتی اعظم نے یہ خط لکھ کر

معمد لوگوں کے ذریعہ مراد آباد اسٹیشن پر بھیجا۔ آگے کیا ہوا؟ معلوم نہیں۔

(۲) جنتری سے مراد نقشہ اوقات صوم و صلوة برائے بریلی ہے جو ملک العلماء تیار کر کے اور پٹنہ سے چھپوا کر اپنے ساتھ لائے تھے۔

(۳) مولانا میاں سے میں واقف نہیں، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مولانا اور میاں کے درمیان اصل نام لکھنے سے رہ گیا ہو۔

(۴) یہ لفظ خط میں واضح نہیں۔

(۱۴)

۹۲/۷۸۶

بریلی ۱۷/۱ رمضان ۱۳۷۰ھ ☆

جناب محترم زید مجدہ و علیکم السلام ورحمۃ وبرکاتہ

آپ کے دو محبت نامے مکرانہ اور گنڈاپور

سے رحلت۔ ادھر داروغہ صاحب (۱) سے بار بار کہا گیا مگر نہیں آنے، بیٹھنے مشورہ کرنے کی فرصت نہ ملی اور وہ بعض دفعہ آئے تو مجھے فرصت نہ ہوئی۔ اور بعض دفعہ روپے جمع کرنے حساب کوٹنے میں وقت صرف ہو گیا اور دماغ تھک گیا۔

ادھر اس مدرسہ کی کمیٹی اب تک نہیں ہوئی۔ آپ اگر میرے پہلے خط کے جواب میں اتنی رقم لکھتے جتنی کے لیے آپ کو پہلے لکھا تھا تو کوئی مشورہ طلب بات نہ ہوتی۔ غرض اس کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ آپ کو کوئی جواب بھیجوں گا۔ میرا خیال یہ تھا کہ مدرسہ کا انتظام اور دو سبق حدیث اور باقی وقت صرف تصانیف اعلیٰ حضرت قدس سرہ میں صرف ہو۔ مدرسہ منظر اسلام کی کمیٹی کے بعد میں آپ کو جواب لکھوں گا جو جولائی کے اسی مہینے میں ہوگی۔

افسوس کے حضرت ماموں جان صاحب قبلہ رحمہ المولیٰ تعالیٰ نے آج روز جمعہ ۱۵ شوال دس بجے دن کے قریب داغ مفارقت دیا۔ مولیٰ تعالیٰ انہیں جو رحمت میں جگہ دے اور پس ماندگان کو صبر و اجر عنایت کرے۔ دعائے مغفرت فرماتے رہیں۔

والسلام

مصطفیٰ رضا قادری غفرلہ

آج لوگ آئے ان میں سے بعض ہی کا کام کیا، باقی یونہی لوٹ گئے اور ان کے جانے کے بعد اور آئے بھی نہیں۔ ادھر ماموں جان مرحوم و مغفور کے انتقال کے خطوط لکھنا پڑے، یوں آپ کو بھی یہ خط لکھ سکا۔

* مطابق ۲۰ جولائی ۱۹۵۱ء

(۱) یہ بریلی کے کوئی صاحب تھے جن سے مدرسہ مظہر اسلام اور دوسرے معاملات میں مشورہ کیا جاتا تھا۔

(۱۶)

نذر ہو جائے گا اس لئے یہ چاہتا ہوں کہ زیادہ وقت تو آپ کا اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی تصنیفات کے مسودات کی تہیض وغیرہ میں صرف ہو اور ایک دو سبق حدیث کے بھی پڑھا دیں تاکہ مدرسہ بھی آپ کے فیض سے مستفیض ہو۔ رہنے کے لئے یہی گھر ہے یا یہ ممکن ہے کہ مرزا جی والا مکان درست کر دیا جائے۔ کھانا جو کچے کا حاضر کیا جائے گا۔ جیسا آپ اپنے زمانہ قیام میں ملاحظہ فرماتے رہے ہیں۔ اس کھانے اور مکان کے ساتھ آپ اپنے لیے کتنا وظیفہ پسند کرتے ہیں وہ لکھیے۔ اور اگر کھانا، مکان کا انتظام آپ خود کرنا چاہیں تو کیا وظیفہ ہو وہ لکھیے تو میں غور کروں کہ میں خود اس کو طے کر سکتا ہوں یا اس کے لیے کوئی تحریک کرنی ہوگی۔ مولوی عبدالحق (۱) سے طے ہو گیا میں خود طے کروں گا۔

یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ مدرسہ منظر اسلام کا نام ختم کر دیا جائے۔ جواب جلد عنایت ہو۔

فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہ

* مطابق ۲۵ جون ۱۹۵۱ء

(۱) ان کا حال معلوم نہ ہو سکا۔ مدرسے کے منتظمین میں کوئی صاحب ہوں گے۔

(۱۵)

۹۲/۷۸۶

بریلی ۱۵ شوال ۱۳۷۰ھ*

جناب ملک العلماء زید فضلہ

وعلیکم السلام ورحمتہ وبرکاتہ۔ طالب خیر بجمہ تعالیٰ مع الخیر ہے۔

آپ کے کئی گرامی نامے آئے۔ میں جواب نہ دے سکا۔ اول ہجوم ناس، پھر ماموں جان کی شدید ترین علالت۔ ساجد میاں، جیلانی میاں کی حج کے لیے رخصت، پھر ماموں جان کی دنیا

بریلی ۱۷ ربیع الاول ۱۹۵۱ھ*

مشرف ہوئے۔

(۳) یہ فقرہ مولانا عرفان علی رضوی کے قلم کا لکھا ہوا ہے۔

(۱۷)

۹۲/۷۸۶

محلہ سوداگران بریلی

۱۷ ربیع النور ۱۹۵۱ھ

جناب محترم السلام علیکم ورحمۃ ورحمۃ

الیکشن قریب آ رہا ہے۔ اس نازک دور میں یہ الیکشن جیسا

کہ ہے آپ خود جانتے ہیں۔ یہاں اشد واہم ضرورت ہے کہ ہم سب مل کر اس کے متعلق غور و فکر کریں اور کوئی لائحہ عمل تیار کریں۔ جس سے مسلمان باذنہ تعالیٰ ہر خطرہ ہر فتنہ سے بچے رہیں اور دینی و دنیوی نقصان سے محفوظ رہ سکیں۔ ۲۹ دسمبر ۵۱ء تک میں

بریلی رہوں گا اس سے پہلے پہلے یہ اجتماع ہو جانا ضروری ہے۔ اس لیے التماس ہے کہ آپ بتاریخ ۲۳ ربیع الاول ۱۹۵۱ھ مطابق ۲۳ دسمبر ۵۱ء بروز یکشنبہ بوقت ۱۱ بجے دن بریلی محلہ سوداگران فقیر خانہ پر تشریف لا کر اس ضروری امر کے اجتماع میں شریک ہوں۔ اگر خدا نخواستہ آپ نہ آسکیں تو اپنی رائے سے بیس، اکیس دسمبر ۵۱ء تا مطلع فرمادیں۔

(۱) ووٹ آپ کی رائے میں ان جماعتوں میں سے کس جماعت کے آدمی کو دیا جاوے۔

(۲) یا کسی کو نہ دیا جاوے۔

(۳) ووٹ کیسے شخص کو دیا جاوے۔ دینی اعتبار سے بھی اور سیاسی لحاظ سے بھی۔

ان سوالوں کا مفصل جواب لکھیے۔ محض مختصر رائے ہی نہ ہو۔ فقط

مصطفیٰ رضا قادری غفرلہ

جناب مولانا بعد از سلام مسنون (۱)

آپ کا مزاج کیسا ہے؟ بہت دن سے آپ کا انتظار شدید ہے۔ معلوم ہوا تھا کہ آپ کو کوئی آپریشن کرانا ہے، اس سے فارغ ہو کر تشریف لائیں گے۔ آپ کا مزاج گرامی کیسا ہے۔ عرس میں بھی تشریف نہ لائے۔ اب تو تشریف لے آئیں۔

جناب محترم مولوی احمد رضا صاحب وکیل (۲) تشریف

لائے تھے۔ پانچ سو روپے بھی اپنی محبت سے عنایت فرمائے جو عرس شریف کی نذر میں شامل کر کے عرس میں خرچ کر دیے گئے۔ ان سے ملاقات ہو تو میرا سلام مسنون فرمادیں اور یہ کہ عرس میں آپ کا بہت منتظر رہا۔ اس پر افسوس ہے کہ میں ایک وقت کی بھی آپ کی مہمانی سے محروم رہا۔

والسلام

مصطفیٰ رضا قادری غفرلہ

عرفان کا سلام قبول ہو۔ (۳)

* مطابق ۱۸ دسمبر ۱۹۵۱ء

(۱) مولانا عرفان علی رضوی کے کارڈ کی پشت پر مفتی اعظم نے یہ خط لکھ دیا ہے۔

(۲) پٹنہ ہائی کورٹ کے کامیاب اور مشہور و کلا میں تھے۔ دین دار اور مذہبی آدمی تھے۔ ملک العلماء سے عقیدت رکھتے تھے اور محلہ دریا پور پٹنہ کی مسجد میں جس کے متولی ملک العلماء کے ایک جاں نثار معتقد اور منخلص دوست سید جمیل احمد صاحب تھے ہر اتوار کی صبح کو حضرت کے درس قرآن میں برسوں پابندی کے ساتھ شریک ہوتے رہے۔ آخر عمر میں حج و زیارت حرمین شریفین زاد اللہ شرفہما کی زیارت سے

☆ مطابق ۱۸/۱۰ دسمبر ۱۹۵۱ء

(۱۸)

۹۲/۷۸۶

والسلام

المکلفین فقیر مصطفیٰ رضا قادری نوری غفرلہ و ابراہیم رضا جیلانی غفرلہ

نظام الاوقات عرس شریف

۲۳ صفر صبح بعد ختم قرآن عظیم نعت خوانی ۸ بجے سے نو

بجے تک وعظ ۹ بجے سے دوپہر تک

وقت شب نو بجے سے ۱۰ بجے تک نعت شریف بعدہ وعظ

۲۴ صفر صبح بعد ختم قرآن عظیم ۸ تا ۹ بجے تک نعت خوانی

۹ بجے سے دوپہر تک وعظ

وقت شب نو بجے سے ۱۰ بجے تک نعت شریف بعدہ وعظ

۲۵ صفر صبح بعد ختم قرآن مجید آٹھ تا نو نعت شریف

۹ بجے سے وعظ ڈیڑھ بجے تک

بھر منقبت خوانی آٹھ بجے سے دوپہر تک بعد ۲ بجے تک ۲۸ منٹ

تشریف لے کر آئے اور منوا کیجئے

محلہ سوداگران بریلی

صفر مظفر ۱۳۷۲ھ

عرس رضا میں آئے کار رضا ہے یہ

عرس رضائے احمد و ربّ علا ہے یہ

آؤ کہ آج فیض کا در ہے گھلا ہوا

آؤ کہ آج باب کرم پھر ہوا ہے وا

آؤ رضا کے فیض کا دریا ہے موج پر

آؤ کہ ماہ فیض پھر آیا ہے اوج پر

(۲۰)

آستانہ عالیہ رضویہ

بریلی

مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ☆

چند یوم سے ایک جدید قانون حاجی صاحبان کے واسطے بسلسلہ اجراء پاسپورٹ، فوٹو چسپاں کرنے کے بارے میں نافذ ہوا ہے چونکہ فوٹو کھینچوانا شرعاً قطعاً حرام ہے اس سے مسلمانوں میں ایک سنسنی پھیل گئی ہے اور آئندہ کے واسطے فریضہ حج کا ادا کرنا قطعی ناممکن نظر آتا ہے۔ لہذا ہر شتہ مضمون درخواست عام مسلمانوں کی طرف سے ارسال خدمت ہے۔ تاکہ اس کو جناب اپنے ضلع سے مع چند دستخطوں کے ایگزیکٹو آفیسر پورٹ کمیٹی بمبئی کو فوراً روانہ فرما کر اللہ تبارک و تعالیٰ سے اجر عظیم پانے کے مستحق ہو جائے گا۔

فقیر مصطفیٰ رضا

مرسلہ تقدس علی خاں رضوی

مہتمم دارالعلوم منظر اسلام بریلی

☆☆☆

☆ یہ ایک گشتی مراسلہ ہے جسے مفتی اعظم نے مطبع حسنی بریلی سے چھپوا کر آستانہ عالیہ رضویہ کے متوسلین اور دوسرے حضرات کو بھیجوا یا تھا۔ اس پر تاریخ تحریر اور درج نہیں۔

ضمیمہ (۱)

مکتوب مختار الدین احمد بنام ملک العلماء

بریلی [یکم جنوری ۱۹۴۰ء]

قبلہ محترم سلام ورحمت

ایک عریضہ کئی روز ہوئے دہلی سے حاضر خدمت کر چکا ہوں۔ میں دہلی سے آج صبح کو بخیر و خوبی بریلی پہنچا اور اب

پاے مال کرنے کرانے والے اور نہیں بل کہ چند مسلمان نمادین فروش ہیں۔ لیکن وائے بر حال ما کہ ہم ظلم و ستم کا شکار ہوتے رہے مگر آج تک مرکز ہند میں جماعتی سطح پر ہماری کوئی آواز نہ اٹھی یہی سبب ہوا کہ ہماری خاموشی سے مخالفین نے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے ہمارے اسلاف کی کروڑوں روپیہ کی مذہبی جائدادوں کو ہڑپ کرنے کے لئے پارلیمنٹ سے قانون بھی بنوا لیا۔

ایسی صورت میں اگر آج ہم اس عظیم موقع پر ملک گیر جماعتی تنظیم کی صورت میں جمع نہ ہوئے اور ایک عظیم اجتماع نہ کیا تو پھر مستقبل تیرہ و تار یک ہی نہ ہو جائیگا بلکہ اولیائے کرام اور بزرگان دین کی عظیم الشان درگاہیں بھی مخالفین کے مظالم پیہم کا نشانہ بن کر بے حرمت ہو جائیں گی۔

وقت آ گیا ہے کہ آج مسلمانوں کی تنظیموں کے ذمہ دار اصحاب اپنے نجی اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر میدان عمل میں اتر آئیں اور پوری یکجہتی اور مکمل اتحاد کے ساتھ کل ہندسی اوقاف کانفرنس کے اس عظیم الشان پروگرام کو کامیاب بنا کر حکومت اور ملک کی تمام جماعتوں کو واضح کر دیں کہ سنیوں کی نمائندگی کا حق صرف اہل سنت ہی کو ہے۔

جمعیۃ العلماء اور اس کی ہم نوا جماعتوں کو مسلمانوں کا نمائندہ تسلیم کرنا داخلہ فی الدین کے مرادف ہے۔

نوٹ: اس سلسلے میں میری ایک اپیل بھی آپ کی نظر سے گذری ہوگی۔

فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہ

سید مظفر حسین کچھوچھوی سیکریٹری

۳۰ اکتوبر ۶۱ء از جبل پور

حضرت اپنی شرکت و تعاون سے دفتر کو جلد مطلع فرمائیں۔

اسرار الحق غفرلہ صدر آل انڈیا مسلم متحدہ محاذ

(۱) اس کارڈ پر تاریخ تحریر درج نہیں اور بریلی کی مہر واضح نہیں۔ مولانا امجد رضا صاحب کی دو سطریں ۲۱ ذوالقعدہ ۱۳۵۸ھ کی لکھی ہوئی ہیں یہ مطابق یکم جنوری ۱۹۴۰ء کے ہے۔ کارڈ پر پٹنہ کے مہندر وڈاک خانے کی مہر ۴ جنوری ۱۹۴۰ء کی ہے۔ خط بریلی سے یکم یا دوم جنوری، ۱۹۴۰ء کو روانہ ہوا ہوگا۔

ضمیمہ (۲)

روزنامہ نچہ نوشتہ مختار الدین احمد

۲۳ فروری ۱۹۴۳ء

بریلی سے سات خطوط اور تار آچکے ہیں۔ اب والد صاحب قبلہ کا وہاں جانا ضروری ہو گیا تھا۔ میں بھی ساتھ جا رہا ہوں۔ ۴ بجے پہر کو ہم پٹنہ جنکشن اسٹیشن پہنچے۔ ڈھائی بجے صبح شب کی پنجاب ایکسپریس سے ہم روانہ ہو رہے ہیں۔ ٹکٹ کا نمبر ۱۲۴۹ اور ۱۲۵۰ ہے۔ درمیانی درجے کا ٹکٹ۔ ۱۳ روپے کو آیا ہے۔ یہ آرا اسٹیشن ہے انٹر کلاس میں بھی بھڑ ہے۔ والد صاحب کو آرام کی جگہ مسافروں نے دیدی ہے، میں تکلیف میں تھا، اب یہاں دو مسافر اتر رہے ہیں اب شاید سوسکوں۔ دلدارنگرا اسٹیشن پر ایک مسافر اتر گیا۔ یہ سپاہی ہے اور بنگال کی حکومت میں ملازم ہے۔ دلچسپ آدمی ہے۔ دنیا میں سب سے بڑا رسول سرجن کو سمجھتا ہے۔ کہہ رہا تھا اوپر پر میٹھور اور نیچے رسول سرجن خوش رہے تو دونوں جہان کی بھلائی ہے۔ میں نے کہا صرف خدا کو خوش رکھ سرجن کیا ان سے بڑے افسران تم سے راضی رہیں گے۔ پانچ بجے گاڑی لکھنؤ پہنچی اور اب چھ بجنے میں پانچ منٹ ہیں گاڑی کھلنے والی ہے۔ اس درمیان میں میں نے پلیٹ فارم کی سیر کر لی، مسلم رستوران میں چائے بھی پی لی اور ایک سرسری نظر پورے اسٹیشن پر ڈال لی، خوبصورت اور صاف ستھرا اسٹیشن ہے۔ وہیلر کی دکان سے

رضوی کتب خانے میں بیٹھ کر یہ خط لکھ رہا ہوں۔ حضرت صاحب یہیں موجود ہیں۔ سب لوگوں سے ملاقات ہوئی۔ حضرت محدث صاحب بھی اتفاق سے آئے ہوئے ہیں۔ برے اخلاق کے بزرگ ہیں۔ صبح سے مجھے ہر جگہ لئے لئے پھر رہے ہیں اور تمام لوگوں سے مل رہے ہیں اور اس وقت اصرار کر رہے ہیں کہ ہم مراد آباد جا رہے ہیں تمہیں بھی چلنا ہوگا۔ چلا جاؤں گا۔

مولوی ایوب علی صاحب، مولوی قناعت علی صاحب، آپ کو سلام کہہ رہے ہیں۔ مولوی عبدالمصطفیٰ صاحب خلف مولانا امجد علی صاحب بھی سلام کہتے ہیں۔ یہ خط کل لکھ چکا تھا لیکن پوسٹ نہ کر سکا۔ میں رات روانہ ہو رہا تھا لیکن حضرت صاحب نے اجازت نہیں دی اور آج کے لئے روک لیا۔ میں یہاں کل صبح پہنچا تھا۔ دن کا کھانا مولانا مصطفیٰ رضا خاں قبلہ کے یہاں تھا، شام کا ناشتہ حضرت صاحب کے یہاں۔ آج صبح مولانا ابرار حسن صاحب نے ٹی پارٹی دی۔ کھانا حکیم حسین رضا خاں صاحب کے یہاں ہے۔ سب لوگ بڑی محبت سے پیش آرہے ہیں۔ آپ کے ماموں جان بھی بہت کرم فرما رہے ہیں۔ بہت محبت کے آدمی ہیں سارے لوگ آپ کو بہت یاد کرتے ہیں۔ یہ خط میں لکھ رہا تھا کہ ایک نابینا صاحب (غالباً احمد بخش) مجھے ڈھونڈتے ہوئے آئے اور مجھ سے ملے۔ اور سب خیریت ہے۔ والسلام

مختار الدین احمد آرزو

حاضر الوقت امجد رضا..... مختار میاں کو دیکھ کر ایسا ہی خوش ہوا جیسا کہ مشہد رضا کو دیکھ کر خوش ہوتا۔ اور اب تمہیں دیکھنے کو دل تڑپتا ہے۔ بچیوں کو اور گھر میں دعا۔

فقط نوری گدا غفرلہ

۲۱ ذوالقعدہ ۱۳۵۸ھ

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی شہید کی حیات اور علمی خدمات

کل ریسرچ کر رہا ہوں ☆۱۔

۲۴ فروری ۲۰۲۳ء

شب کے بارہ بجے ٹرین بریلی پہنچی۔ اسٹیشن پر والد صاحب محترم کے استقبال کے لئے ہجوم موجود تھا۔ ہم حاجی ولی اللہ صاحب کے مکان میں ٹھہرائے گئے ہیں۔ حضرت محدث صاحب قبلہ بھی یہیں مقیم ہیں۔ حاجی صاحب شیشوں کا کاروبار کرتے ہیں۔ حیرت ہوئی کہ جنگ کے زمانے میں جب سرحد پر گولے برس رہے ہیں یہ حضرت شیشے اور آئینے کی دوکان کھولے بیٹھے ہیں۔ مکان بہت شاندار اور نفیس ہے بلاشبہ شیش محل کہا جاسکتا ہے۔ ہمارے میزبان بڑے نیک اور دیندار ہیں۔ سلسلہ رضویہ سے منسلک ہیں۔ رقیق القلب ہیں آبدیدہ ہو کر کہہ رہے تھے میری دن رات یہی دعا ہے کہ باری تعالیٰ دونوں شہزادوں کے دلوں میں ایک دوسرے کی محبت ڈال دے۔ ایک صاحب سید قناعت علی ان کی بات سن رہے تھے ناراض ہو کر بولے، محبت تو آپس میں ہے، اس میں کیا شک ہے۔ یہ دو بھائیوں کے آپس کے ذاتی معاملات ہیں افہام و تفہیم سے درست ہو جائیں گے۔ شہر کے کچھ اصحاب، مہمان علماء سے ملنے آئے ہوئے تھے۔ حاجی ولی اللہ صاحب نے سمجھوں کی ضیافت کی یہ اصحاب ابھی کچھ دیر پہلے رخصت ہوئے۔ محدث صاحب اور والد محترم اپنی اپنی پلنگ پر لیٹے دیر تک باتیں کرتے رہے۔ مجھے نیند آرہی ہے اب سونے جا رہا ہوں دن بھر کا تھکا ہوا ہوں۔

☆۱۔ میرا مضمون ”کیا قتل کا وطن فرید آباد تھا“ پہلے رسالہ نگار لکھنؤ (جون ۱۹۴۴ء) میں چھپا، بعد کو ترمیم و اضافے کے ساتھ نقوش لاہور پنج سالہ انتخاب نمبر (۱۹۶۰ء) میں شائع ہوا۔

۲۵ فروری ۲۰۲۳ء

ایک اردو رسالہ اور ایک ضخیم ٹائم ٹیبل خریدا۔ اب کمپارٹمنٹ میں ایک معمر جنوبی ہند کی عیسائی خاتون تشریف لائی ہیں کہ میں ایک نسخہ ”لوقا“ کا ضرور ان سے لوں اور بقول ان کے اس کے مطالعے سے سعادت دارین حاصل کروں۔ میں نے ان کی ضد پوری کی اور وہ مسکراتی ہوئی تشریف لے گئیں۔ ”لوقا“ کی طباعت بہت عمدہ ہے اور کاغذ نہایت نفیس۔ ایک کاغذ بائبل پیپر کہلاتا ہے۔ افسوس کہ ہماری مذہبی کتابوں کی کتابت و طباعت بہت معمولی ہوتی ہے۔ لیکن ظاہر ہے ہم ہم ہیں اور وہ وہ ہیں۔ فیض آباد اور لکھنؤ میں اترنے کو دل بہت چاہا لیکن اس وقت والد محترم کے ساتھ عازم بریلی ہوں، واپسی میں اگر اجازت مل گئی تو ان دونوں قدیم شہروں کی سیر کروں گا۔

نیو مین نے ”انڈین ہیریڈٹ“ کے نام سے ایک ضخیم ٹائم ٹیبل شائع کیا ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ دہلی سے جو ریلوے لائن مراد آباد جاتی ہے۔ ڈاسنہ اس کا تیسرا اسٹیشن ہے۔ دہلی سے اس کا فاصلہ تقریباً گیارہ میل ہے۔ [اس کے] اور دہلی اسٹیشن کے درمیان صرف دو اسٹیشن..... اور غازی آباد پڑتے ہیں۔ کرایہ چھ آنے (ص ۲۹، ۴)۔ فرید آباد دہلی سے جولائی آگرے ہوتی ہوئی ممبئی جاتی ہے اس کا چھٹا اسٹیشن ہے اس کا فصل نیو ڈہلی سے ۱۹ میل ہے اور کرایہ چھ آنے۔ بٹالہ لاہور سے جولائی پٹھان کوٹ جاتی ہے اس تیرھواں اسٹیشن ہے۔ یہ جنکشن ہے۔ لاہور سے فاصلہ ۷۵ میل ہے ۱۵ آنے۔ امرتسر سے جولائی قادیان جاتی ہے بٹالہ اس کا چوتھا اسٹیشن ہے۔ فاصلہ ۴۴ میل ہے اور کرایہ سات آنے قادیان سے فاصلہ ۱۲ میل ہے۔ خیر قادیان جانے کا تو مجھے کوئی شوق نہیں ہے لیکن فرید آباد، ڈاسنہ اور بٹالہ وغیرہ شہروں سے میری دلچسپی بھوانی سنگھ یعنی مرزا محمد قتل لکھنوی فرید آبادی کی وجہ سے ہے جس پر آج

بیزار ہے، لیکن اپنے مسلمان پڑوسیوں کی تعریف کرتا ہے۔ کہتا ہے میں قرض دینے میں بہت محتاط ہوں، لیکن قرض لینے میں بہت روادار ہوں۔ میں کسی سے پہلی ملاقات میں بھی قرض حاصل کر سکتا ہوں۔ اس کا یہ ”وصف“ سن کر میں ہوشیار ہو جاتا ہوں اور اپنا رخ ذرا بدل کر باہر کھڑکی کے مناظر دیکھنے لگتا ہوں۔

ضمیمہ (۳)

۹۲/۷۸۶

از دفتر جمعیت اصلاح و ترقی احناف (ہند)

دائرہ رضویہ بریلی یوپی

۱۱ اگست ۱۹۲۳ء

حضرت مخدوم و محترم ملک العلماء مولانا محمد ظفر الدین صاحب زید الطافکم السلام علیکم

مزاج گرامی۔ جناب کے سابقہ عزت نامہ کا جواب ارسال کیا جا چکا ہے، جو شرف ملاحظہ سے گزرا ہوگا۔ دوسرے خط کے متعلق حضرت مفتی اعظم نے چند مرتبہ فرمایا لیکن یہ خیال رہا کہ آپ کا کوئی جواب آوے تو اس کا جواب دیا جاوے اور اسی میں حضرت کو مدعو کیا جاوے کہ آئیے اور تشریف لا کر اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصنیفات [کی اشاعت] میں کچھ حصہ لیجئے اور ثواب دارین کے سوا اعلیٰ حضرت کے دربار میں مسند نشینی

صبح ناشتے پر پانچ سات اصحاب تھے۔ سارے اصحاب افہام و تفہیم کی اس نشست کی کامیابی کے لئے دعا گو ہیں۔ نشست آج شب کو نماز عشاء اور کھانے کے بعد ہوگی۔

۶ مارچ ۱۹۲۳ء

ہم لوگ بارہ بجے شب کو اسٹیشن پہنچے۔ پٹنہ کے لئے گاڑی آئی۔ بے حد بھیڑ ہے، ایک ٹی ٹی صاحب نے جو سید پیارے علی صاحب کے عزیز ہیں انٹر کے ایک ڈبے میں بہ مشکل جگہ دلوائی ہے۔ پورے ڈبے میں فوجی بھرے ہیں۔ نرے وحشی اور اجڈ ہیں۔ دیکھتے رات کیسے بسر ہوتی ہے۔ ٹرین خاصی مسافت طے کر چکی ہے ابھی تک مجھے لیٹنے کی جگہ نہیں ملی ہے۔

رات بستر پر بیٹھے گزری۔ خوشی ہے کہ والد صاحب آرام سے ہیں۔ لکھنؤ اسٹیشن پر ایک خط نیاز صاحب کو لکھا، ان سے نہ ملنے کی معذرت کی۔ وہ میری کئی ادبی تحقیقی مضامین چھاپ چکے ہیں۔ وہ مجھے کوئی معمر آدمی سمجھتے ہیں۔ اب میں فیض آباد سے گزر رہا ہوں۔ بھیڑ پہلے بھی کافی تھی اب کلکتہ میں ملازمت کرنے والے مسافروں کا ہجوم بڑھ گیا ہے۔ میرے قریب ایک سکھ نوجوان بیٹھا ہے اونگھے جاتا ہے اور باتیں کیا جاتا ہے۔ لاہور سے آرہا ہے کلکتہ جائے گا۔ تحریک پاکستان کے خلاف جب بولتا ہے تو اس کے منہ میں کف آجاتا ہے اور جب برطانوی حکومت کے خلاف

بنام ملک العلماء فاضل بہار

مولانا ظفر الدین قادری رضوی

﴿۱﴾

از دفتر جماعت رضائے مصطفیٰ (علیہ افضل الصلاة والسلام) خانقاہ عالیہ رضویہ بریلی

فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں

خسر و اعروش پر اڑتا ہے پھریرا تیرا

از خانقاہ عالیہ رضویہ

محلہ سوداگران بریلی

۹۲/۷۸۶

مولانا المکرم المحترم زید مجدہ

بعد سلام مسنون، شوق مشغون فقیر دعا کا طالب خیر مع الخیر۔ ”یادگار رضا“ کے لئے آپ سے عرضداشت کی تھی کہ اپنے قلم جو اہر رقم سے مضامین مرحمت فرمایا کیجئے، کہ رضویوں کی اعلیٰ شخصیتوں کا یادگار نمائندہ ہو، اور اپنی خدمات ملک و مذہب و قوم کے سامنے بہترین خیالات کے ساتھ پیش کر سکے، اس وقت تک آپ نے کوئی مضمون ارسال نہ فرمایا۔ اب مجبور ہو کر مجھے اصحاب شوریٰ نے درخواست کی اور فقیر کو مکلف ہونا پڑا۔ امید کہ فقیر کی تحریک خالی نہ جائے گی۔

نیز تقویم کے لئے بھی جناب سے گزارش ہوئی تھی، اب صرف بریلی کا وقت درج ہوتا ہے اگر آپ اور بلاد کے تفاوت تحریر فرمادیں گے تو عموم نفع کے ساتھ رسالہ کا امتیاز خاص ہوگا۔ آپ نے کسی کتاب ☆ کے متعلق طباعت کا قصد فرمایا تھا وہ بھی معرض التوا میں ہے۔ عزیزم آپ کو معلوم ہے کہ مطبع اہلسنت، علیحضرت قبلہ قدس سرہ کا مطبع خاص ہے اور آپ کو مجھ سے اور مجھ کو آپ سے

لیجانے کے بعد خط کیا رسید تک نہیں بھیجی۔ اس میں کچھ شبہ نہیں کہ مجھے جتنی مراعات ان کے ساتھ کرنا چاہئے تھی نہیں کر سکا۔ مجھے اعتراف ہے۔ خیر فقیر کا گھر ان کے لئے موجود ہے ضرور تشریف لائیں۔ سردست جمعیت اصلاح و ترقی کی کمیٹی انتظامیہ منعقدہ ۱۰ اگست ۲۲ء نے حضرت کو صرف اس قدر فوری تکلیف دی ہے کہ ماہ صیام کی جنتری فوراً مرتب فرما کر آپ ارسال فرمادیں، تاکہ برقی پریس [سے] کم از کم چار روز بیشتر طبع ہو کر آجاوے اور باہر [فوراً] پہنچ جاوے۔ اس میں اشتہار تصنیفات علیحضرت [ہوگا] جس کی تفصیل سابقہ خط کے ملاحظہ سے واضح ہوگئی ہوگی۔ کام میں انشاء اللہ آپ تشریف لا کر مزید چار چاند لگا دیں گے۔ مہربانی فرما کر بدین عریضہ ہذا جنتری بنانا شروع [کردیں] جیسی کہ جماعت رضائے مصطفیٰ کی سنین ماضیہ میں مرتب [فرماتے تھے] [دوسرے شہروں کے متعلق بھی اور بریلی کے لئے خصوصاً] مفید ہوا [.....] بالکل اس طرح مرتب فرمادیتے، کہ صرف کاپی نو لیس کاپی کر دے۔ اتوار کو یہ خط آپ کو ملے گا۔ پیر کو آپ حوالہ [ڈاک کریں] بدھ کو آجاوے گا جمعرات کو کاپی ہو کر انشاء اللہ طبع ہو جاوے گا باہر بھیجنا شروع کر دیا جائے گا ہفتہ کو رویت ہوگی جناب کے خاص کرم کی ضرورت ہے۔ چونکہ منشی فدایا ر خاں صاحب کو چند مرتبہ بلوایا گیا لیکن وہ تشریف نہیں لائے اور جماعت اگر جنتری طبع بھی کراتی ہے تو بہت کم تعداد میں ہوتی ہے اس سے اکثر لوگ شاکی رہتے ہیں اور اس مرتبہ تو خاموشی ہی معلوم ہوتی ہے بوجہ طلب اور تقاضا کے کوئی جواب تک نہیں آیا خیر آپ فوراً جنتری ارسال فرمائیے اور تشریف آوری کی تاریخ لکھئے۔ بقیہ آئندہ۔

فقیر عرفان غنی عنہ ناظم جمعیت

مکاتیب حجة الاسلام

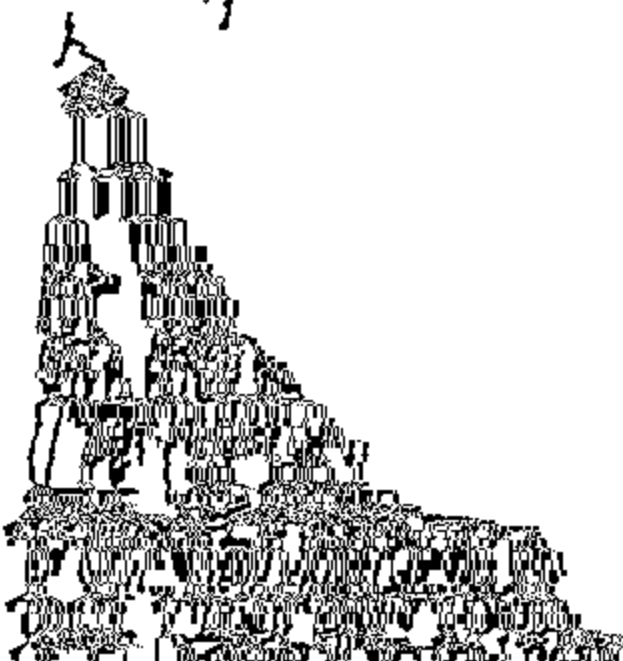
جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدظلہ کی حیات اور علمی خدمات

(۲) چودھری عبد الحمید خاں صاحب رئیس سہاور ضلع ایٹہ (یوپی) (۱۸۶۳-۱۹۳۶ء) مراد ہیں۔ فقہ حنفی کی منظوم کتاب، کنز الآخرت (۱۳۰۹) ان کی مشہور تصنیف ہے جس کا پانچواں ایڈیشن ان کے عزیز، ڈاکٹر ممتاز علی خاں نے دہلی سے ۱۹۹۶ء شائع کیا ہے۔ فاضل بریلوی نے یہ کتاب بالاستیعاب دیکھی تھی اور انہوں نے اس سلسلے میں کچھ قیمتی مشورے بھی دیئے تھے۔ چودھری صاحب اور ان کی اہلیہ فاضل بریلوی سے بڑی عقیدت رکھتے تھے۔ آصف جاہ سابع کی خدمت میں فارسی میں چودھری صاحب نے مدرسہ منظر اسلام بریلی کی طرف سے چالیس اشعار کا ایک سپاس نامہ پیش کیا تھا جس پر حیدرآباد سے دو سو پچاس روپے ماہانہ کی رقم مدرسے کے لئے منظور ہوئی تھی جو عرصے تک

اختصاص خاص ہے۔ آپ اپنے مطبع سے اپنے شیخ کے مطبع سے اپنے محبت مخلص کے مطبع سے معاملہ نہ کریں اور ادھر ادھر نیت بھٹکائیں، باوجودیکہ جو دوسرا مطبع لے اسی پر یہ مطبع راضی ہے تو نہایت عجیب ہے، پھر جیسی تصحیح اس [مطبع میں] ہو سکتی ہے کسی مطبع میں نہ ہوگی۔ اور ایک یہ نفع بھی ہے کہ فقیر کی نظر سے بھی کتاب گزر جائے گی جس میں جانبن کافع ہے۔ آپ [کے] پاس تخمینہ طاعت [ہوگا.....] اس میں جو مناسب سمجھیں کی فرمادیں۔ اگر مطبع کا نقصان نہ ہوگا تو مطبع اسے ضرور قبول کرنے کو [تیار] ہوگا۔ [میرا] وہاں (۱) سے کلکتہ جانے کا خیال ہے، وہاں کے احباب کی خواہش ہے کہ ایک بار صورت دکھا جاؤ شنبہ کی صبح کو فقیر سہاور ہوگا، چودھری صاحب (۲) کی بی بی حاجہ زائرہ

(۳)..... (۴) اقدار مزار اطہر امام اہل سنت و ملا سے لایا جائے جارہا ہے



جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رضی اللہ عنہ کی حیات اور علمی خدمات

۲۳-۲۴-۲۵ صفر المظفر ۱۲۵۷ مطابق ۲۵-۲۶-۲۷ اپریل ۱۸۳۸ء خانقاہ عالیہ رضویہ میں منعقد ہوگا۔ فقیر کی دلی مسرت کا باعث ہوگا اگر جناب والا شریک عرس رضوی ہو کر کتاب فیوض و برکات علی حضرت قبلہ کریں گے۔ فقیر جناب والا کو دعوت خصوصی دیتا ہے اور متمنی شرکت ہے، امید کہ دعوت فقیر قبول کرتے ہوئے صحیح تاریخ آمد سے مطلع فرمائیں۔ والسلام مع الکرام۔

فقیر محمد حامد رضا خاں غفرلہ

خادم سجادہ و گدائے آستانہ رضویہ

﴿۳﴾

آستانہ عالیہ رضویہ بریلی

شنبہ ۸ جمادی الاولیٰ ۱۲۵۹ء

مولانا المکرم المحترم

السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ

فقیر بجمہ القدر مع الخیر ہے آپ کی عافیت [کی خبر] پا کر مسرت ہوئی۔ جلسہ عرس سراپا قدس میں جناب کی یہ تحریک مہتمم بالشان تھی (۱) افسوس کہ ہزار جلسہ نے توجہ نہ کی فقیر کو مجبوراً جلسہ سے آجانا پڑا تھا اور نہ فقیر کا بھی خیال اس جلسہ میں اس تحریک کا تھا اور اسی غرض سے اس سال عرس شریف میں جناب کو خصوصیت کے ساتھ مدعو کیا تھا کہ جناب کو اس سے زائد دلچسپی ہے اور حقیقتاً آپ اس کو اپنے کام سے بھی اہم خیال فرماتے ہیں مگر شومی قسمت کہ عرس کے انتظامات کی پریشانی میں میں اس قدر پریشان رہا کہ نہ جناب سے خاص باتیں کر سکا نہ کما حقہ آپ کی خاطر تواضع کر سکا جس کا بے حد حزن و ملال رہا۔ خیر مشیت ایزدی۔ میرا ارادہ تھا کہ بنارس سے پٹنہ آؤں اور حضرت کے فتاویٰ کے چھپنے کے لئے کوئی آسان صورت آپ کے مشورہ سے نکالوں گا۔ لیکن بریلی ہے متواتر خطوط

آئے اور حضرت والدہ ماجدہ دامت ظلہا کے کرم نامہ پر مجھے دیکھا ہونا پڑا۔ یہاں میری دو کریمہ نیک اختر کی شادی و خانہ آبادی مقرر کی جا چکی تھی، بجمہ تعالیٰ اس سے بخیر و خوبی فراغ حاصل ہو گیا۔ جناب کی یہ مبارک تحریک میرے لئے بہت مسرت افزا ہے۔ نہایت مہتمم بالشان اور اس کے مہتمم بالشان [ہونے] میں کوئی کام نہیں لیکن بڑے زر کثیر کی ضرورت ہے۔ (۱) ترتیب فتاویٰ (۲) تبیض (۳) کتابت (۴) تصحیح (۵) طباعت (۶) اصلاح سنگ (۷) اصلاح پروف (۸) نگرانی کار مطبع۔ ان سب باتوں کے واسطے تجربہ کار علماء اور عملہ کی ضرورت ہے آج کل بغیر مشین کے طباعت کا کام نہ چل سکے گا کہ پریس میں مفقود ہیں اور مشین چلانے کے لئے بکثرت کاپیوں کا تیار ہونا اور کافی تعداد میں کاغذ کا اشاک موجود رہنا مشین میں اور مصلح سنگ وغیرہ کام کرنے والوں کی تنخواہوں کا انتظام، یہ سب ہزاروں روپے کے کام ہیں، جسے میں تنہا نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ مدد فرمائے۔ میرا خیال ہے کہ اس کے لئے فراہمی سرمایہ اس طرح کی جائے کہ کل مصارف کا تخمینہ کر کے اس کو حصص پر تقسیم کیا جائے اور ان حصص کو احباب اہلسنت خرید لیں، تو یہ ایک صورت نہایت خوش نظمی سے (۲)..... [میں خود] بہت کافی حصہ لے سکتا ہوں۔ یہ میری ایک [تجویز ہے]۔ [یہ کام تنہا] ابھی نہیں کر سکتا۔ بہر حال میں اپنی لڑکیوں کے فرض سے سبکدوش ہو گیا اب میرے لئے کوئی فکر ناخن بدل نہیں سوائے اس بارگراں..... کے جو میرے سر ہے اللہ تعالیٰ اس سے سبکدوش فرمائے آپ دعا فرمائیں۔

اور رسالہ بذل الصفا آپ کی پہلی تحریک پر میں نے نقل کر دیا تھا، مگر کام کرنے والوں کے تساہل سے اب تک پڑا رہا۔ مولانا نواب مرزا صاحب (۳) نے اب تصحیح کرا کر اسے روانہ

کر دیا ہے غالباً ملا ہوگا۔ میرا خیال ہے کہ فتاویٰ جلد سوم جس کی ترتیب ہو چکی ہے اور میں نے اس کے فوائد بھی کچھ تحریر کئے ہیں وہ آپ کو بھیج دوں آپ اس کے فوائد وقت فرصت تھوڑے تھوڑے تحریر فرمائیں کہ ایک جلد مکمل ہو جائے، مجھے میرا جو روپیہ حاصل ہونے والا ہے اگر خدانے یک مشت دلا دیا تو میں یہ خدمت خود ہی کر سکوں گا دعا کیجئے۔ والسلام

عزیزم محترم مولوی مختار الدین سلمہ اور ان کی والدہ محترمہ و ہمشیرگان کو بہت بہت دعائیں آپ کے لئے اور ان عزیز ان کے لئے اپنے اوقات خاصہ میں دعا کرتا ہوں کہ مولیٰ تعالیٰ دونوں جہان کی دولتوں نعمتوں اور برکتوں سے [انہیں] مالا مال کرے اور دونوں جہان میں شاد و آباد با مراد رکھے آمین۔ جناب مدار یخان صاحب (۴) کو سلام و دعا فرمادیں۔ والسلام

آپ کو معلوم ہے کہ میں اپنے ہاتھ سے لکھنے سے معذور ہوں اس وجہ سے ضروری کاموں میں اور خط کے جواب میں تعویق ہو جاتی ہے اس لئے میں نے وہ جلد فتاویٰ کی آپ کے پاس بھیج دینا مناسب سمجھا ہے۔

فقیر حامد رضا خاں قادری رضوی نوری بریلیوی

خادم سجادہ و گدائے آستانہ عالیہ رضویہ محلہ سوداگران بریلی (۱) ملک العلماء کی تحریک دربارہ طبعات فتاویٰ اعلیٰ حضرت اور دیگر تصانیف کی اشاعت کے بارے میں ہوگی۔

(۲) یہاں خط کی ڈیڑھ سطریں ضائع ہو گئیں ہیں۔

(۳) مولانا مفتی نواب مرزا، ملک العلماء کے خاص دوستوں میں تھے۔ میں نے انہیں اپنے بچپن میں دیکھا تھا۔ مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ میں غالباً مولانا عبد الرشید قادری رضوی کی وفات (۱۷ دسمبر ۱۹۳۸ء) پر ایک مدرس کی جگہ خالی ہوئی تھی۔ ملک

العلماء کی تحریک پر انہوں نے بھی درخواست دی تھی۔ وہ انٹرویو میں بلائے گئے تھے۔ ”ظفر منزل“ شاہ گنج میں ہفتہ عشرہ ان کا قیام رہا تھا۔ کچھ ایسا یاد آتا ہے کہ مولانا وسط ۱۹۳۹ء میں پٹنہ تشریف لائے تھے اور ہفتہ عشرہ ہمارے یہاں مقیم رہے۔ تقرر مولوی حفیظ الرحمن رمضان پوری کا ہوا جو بعد کو مدرسے کے پرنسپل مقرر ہوئے۔

(۴) حجۃ الاسلام ۱۹۴۰ء میں پٹنہ تشریف لائے تھے۔ ابتداء میں ”ظفر منزل“ میں مقیم ہوئے تھے پھر پٹنہ سٹی (قدیم عظیم آباد) کے مخلصین و مسترشدین کے اصرار پر وہاں کے ایک تاجر جناب مدار یخان صاحب کے یہاں فرودکش ہوئے۔ ان کا پورا خاندان سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ سے منسلک تھا۔ یاد آتا ہے، کہ مدار یخان صاحب ملک العلماء کے ساتھ ایک سال عرس شریف میں بریلی بھی حاضر ہوئے تھے۔

(۴) یہ خط مولوی عزیز الرحمن صاحب حامدی کے ہاتھ کا لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے جو ان دنوں بریلی میں تھے۔ مولوی صاحب، مولانا احسان علی مظفر پوری مدرس مدرسہ منظر اسلام بریلی کے عزیزوں میں تھیا اور برسوں پٹنہ میں رہ کر انہوں نے ملک العلماء سے علمی فیوض حاصل کئے تھے۔

☆☆☆

ملک العلماء اور مشائخ مارہرہ مطہرہ

از قلم: مفتی ارشاد احمد ساحل سہرا می، علیگ

مارہرہ مطہرہ میں بگرام کے زیدی سادات کی ایک شاخ
دسویں ہجری کے اخیر میں آکر سکونت پذیر ہوئی۔ حضرت میر
عبدالواحد بگرامی (م ۱۰۱۷ھ) کے بڑے شاہزادے سیدنا شاہ عبد
الجلیل چشتی قادری قدس سرہ (م ۱۰۵۷ھ) پہلے پہل یہاں تشریف
لائے اور باشارہ روحانی طرح قائم رہا، آج کل کے سہرا می
اسماعیل حسن علیہ الرحمہ کے حوالے سے ملتی ہیں۔ تاج العلماء کی
نرینہ اولاد حیات نہ رہی، اس لئے ان کے بعد سجادگی ان کے
بھانجوں سید العلماء سید شاہ آل مصطفیٰ (م ۱۹۷۴ء) اور احسن العلماء
سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن میاں (م ۱۹۹۵ء) علیہما الرحمۃ والرضوان
کے عہد میں ہی ختم ہو گئی۔

آرزو مند رہا کرتے تھے۔ احقر علیگڑھ کے قیام کے دوران جب حجرت ملک العلماء کے کتب خانہ خاص میں ملک العلماء کے نام ہندوستان کے مشائخ اور اہل علم کی خطوط کی فائلیں دیکھ رہا تھا تو مکاتیب کے ہجوم میں حضرت تاج العلماء اور حضرت سید العلماء قدس سرہما کے خطوط بھی شرف نگاہ بنے جو پروفیسر مختار الدین احمد صاحب کی نوازش سے مجھے حاصل ہوئے۔ مختصری وضاحت کے ساتھ وہ گرامی مکاتیب پیش کئے جاتے ہیں۔ نصف صدی پیشتر خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ سے اہل سنت کی مذہبی قدروں کا ترجمان ایک رسالہ نکلنا شروع ہوا ”اہل سنت کی آواز“ جس کی صدارت حضرت تاج العلماء فرما رہے تھے اور سرپرستی اور ادارت حضرت سید العلماء اور احسن العلماء سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن میاں قادری برکاتی (قدست اسرارہم) کی تھی۔ اس کے اجرا کی اطلاع جب بریلی شریف پہنچی تو وہاں کے اصحاب علم نے رکنیت کے لئے سبقت کی، جن میں حضرت ملک العلماء بھی تھے۔ حضرت ملک العلماء میں رفاہی اور دینی کاموں کی راہ میں تعاون کا جذبہ خوب تھا۔ تنگدستی کے باوجود بہت سے اداروں میں چندے کی رقم بھیجتے اور علمی کاموں میں تعاون کرنے میں پہل کرتے۔ اسی جذبہ خیر کے تحت آپ نے ”اہل سنت کی آواز“ کی رکنیت کے لئے فوری خط تحریر فرمایا۔ اس کے جواب میں حضرت سید العلماء نے یہ گرامی مکتوب رقم فرمایا:

دفتر مرکزی جماعت اہلسنت ۷۸۶ مارہرہ مطہرہ ضلع ایٹھ مولانا محترم زید مجدہم!

پس از تجیہ مسنونہ خیریت مشونہ گرامی نامہ موصول ہوا۔ اگر تین روپیہ بذریعہ منی آرڈر روانہ فرمادیں گے، تو محصول وی پی نہیں دینا پڑیگا۔ ”اہل سنت کی آواز“ حصہ اول پریس میں گیا ہوا ہے۔ جناب والا کا نام درج رجسٹر کر لیا گیا۔

بصیرت کا واضح ثبوت ہے۔ تقسیم ہند کے موضوع پر بھی آپ کا نظریہ بہت عمیق تھا۔ آج کا ماحول اس نظریے کی قدر و قیمت پہ صاد کرتا نظر آ رہا ہے۔ سید العلماء حکیم سید شاہ آل مصطفیٰ قادری برکاتی قدس سرہ (۱۳۳۳ھ/۱۳۹۲ھ) حضرت تاج العلماء کے بھانجے اور حضرت سید بشیر حیدر آل عبا قادری حضرت ”آوارہ“ (۱۸۹۲ء/۱۹۸۶ء) کے بڑے صاحبزادے ہیں۔ آپ اپنے دور میں علم و فن کی شناخت تھے۔ تحریر و تقریر پہ یکساں دسترس اور حکمت و طب میں بے مثل مہارت رکھتے تھے۔ فکر و سخن میں روانی طبع شنید کے قابل ہوتی۔ زبان و ادب میں لکھنؤ کی نکسالی زبان کی پہچان تھی۔ بیشتر عمر خطابت کی نذر رہی۔ سنی جمیعة العلماء کے پلیٹ فارم سے امت کی تنظیم کا لازوال کارنامہ انجام دیا۔ دین و ادب کی تین چار سنگمی تصانیف بھی ہیں جو اردوئے معلیٰ کے شاہکاروں میں شمار ہوتی ہیں۔ آپ کے شعر و سخن کے رواں سرمائے بھی تھے۔ مارہرہ مطہرہ کے ان دونوں بزرگوں سے ملک العلماء مولانا سید ظفر الدین قادری برکاتی رضوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۰۳ھ/۱۳۸۲ھ) کے دینی اور علمی رابطے تھے۔ حضرت ملک العلماء امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے شاگرد رشید، ان کے مسترشد اور چہیتے خلیفہ تھے۔ آپ سینکڑوں مریدوں کے مرشد، ہزاروں طلبہ کے استاذ اور پچاسیوں کتابوں کے مصنف تھے۔ اپنے عہد میں علم توقیت میں انفرادی شان رکھتے تھے حضرت ملک العلماء بزرگوں کے بڑے ادب شناس اور مشائخ کے غایت درجہ نیاز مند تھے۔ اسی لئے مشائخ کے حضور حضور اور ان کی بارگاہوں سے رابطہ آپ کے لئے بہت بڑی سعادت ہوتی تھی۔ یہی سبب ہے، کہ آپ اپنے مرکز عقیدت سیدنا علی حضرت کے کعبہ دل مارہرہ مطہرہ کے بزرگوں سے بھی بہت نیاز مندانہ رابطہ رکھتے تھے اور ان کی کریمانہ نوازشوں کے

اشاعت رسالہ میں دیر لگ رہی ہے۔ جن صاحبوں نے پیشگی روپیہ بھیج دیا اون میں بے اطمینانی پیدا ہونے کا احتمال تھا، اس لئے میں آپ سے پیشگی ارسال کا مطالبہ نہیں چاہتا اور اب بھی آپ اجازت دیں تو وہ روپیہ واپس کر دوں اور رسالہ بعونہ تعالیٰ جاری ہونے پر آپ کے پاس پہنچ لیگا تو اس وقت آپ خود ہی بھیج دیں گے۔ گونا گوں دشواریوں کے باوجود متوکل علی المولیٰ تعالیٰ ارادہ کر لیا ہے کہ جمادی الاولیٰ کی ابتداء میں اہل سنت کی آواز کو جاری کر دیا جائے۔ پہلا حصہ چھپ گیا ہے اور دوسرا مطبع کو بھیج دیا گیا۔ سلسلہ مطبوعات جماعت دور جدید نمبر ۱، ۲، ۳، ۷، ۱۲ جو تیار موجود ہے۔

اون کا ایک ایک نسخہ ذریعہ پیکٹ بلا قیمت حاضر کر رہا ہوں۔ رسید سے اور ان پر اپنی رائے سے بھی اگر مضائقہ نہ ہو تو مطلع فرمائیں۔ نمبر ۱، ۲، ۳، ۷، ۱۱، ۱۲ کے پاس ہیں، باقی نمبر بھی مختلف مطبعوں میں ہیں۔ رویت ہلال کے بارے میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا ایک فتویٰ جو آپ کے کسی رسالہ میں جس کا نام بھی نہیں چھپا ہوا، جس میں علامہ شامی کی اس عبارت کے متعلق تحقیق ہے، کہ ماہ صائم

بقیہ رسائل رد لیک میں جو قیمتاً شائع ہوئے ہیں، وہ قیمتاً اور جو بچانا (مفت تقسیم کے لئے) شائع ہوئے ہیں، وہ بنا قیمت انشاء اللہ تعالیٰ ارسال کئے جائیں گے۔ والسلام مع الاکرام۔

فقیر مارہرہ سید آل مصطفیٰ سید میاں قادری غفرلہ
ناظم مرکزی جماعت اہل سنت مارہرہ

۸ ماہ فاخر ربیع الآخر ۱۳۶۵ھ / ۱۳ مارچ ۱۹۴۶ء چہار شنبہ
نوٹ: ترسیل زر بنام حضرت سیدی سید شاہ محمد میاں صاحب قبلہ
صدر جماعت اہل سنت مارہرہ مطہرہ خانقاہ برکاتیہ فرمائی جائے۔

حسب تحریر حضرت ملک العلماء نے فوراً زرتعاون کا منی آرڈر حضرت تاج العلماء قدس سرہ کی خدمت بابرکت میں ارسال کیا۔ منی آرڈر موصول ہونے کے بعد حضرت تاج العلماء نے یہ مفاوضہ کریمہ ارسال فرمایا:

۷۸۶ حضرت محترم دام کر مکم!

وعلیکم السلام!

آپ کا پہلا کرم نامہ کارڈ اور آپ کے بعد تیسرے کرم نامہ کارڈ

کار سالہ مبارکہ ”طریق اثبات الهلال“ بھی شامل کیا کہ اس موضوع کے سارے پہلوؤں کو محیط ہے۔ ملک العلماء نے یہ رسالہ اور ماہنامہ ”اہل سنت کی آواز“ پہ تبصرہ حضرت تاج العلماء کی خدمت میں ارسال فرمایا جس کے جواب میں ایک گرامی تحریر سپرد قلم ہوئی۔

۷۸۶ ذوالحجہ والکرم مولوی محمد ظفر الدین صاحب زاد کر مکرم!
وعلیکم السلام!

کل کرم نامہ ملا۔ اوس سے قبل پیکٹ ”جامع الاقوال“ وغیرہ کا بھی ملا تھا۔ آپ کی اس توجہ فرمائی کا شکر یہ کہ رسالہ میں اپنے نزدیک جو کوتاہی پائی اوس پر مجھے آگاہ فرمایا۔ وہ نظم جیسا کہ ”اہل سنت کی آواز“ میں مطبوع ہے۔ مجھے مولانا حافظ محبوب علی خاں صاحب قادری رضوی نے عنایت کی تھی۔ مولانا موصوف سلمہم پر بدگمانی کی میرے لئے کوئی وجہ نہ تھی۔ اس لئے اعلیٰ حضرت کی طرف اوس نظم کا مولانا کا انتساب شائع کیا گیا۔ اب میں اون سے دریافت کر رہا ہوں۔ اون کا جواب ملنے پر ضرورت ہوئی تو آپ کا انتباہ شائع کر دوں گا۔ ”ان داتا“ اوس نظم میں نہیں ہے نہ تحفہ حنفیہ کے ۱۹۲۱ء کے پرچے۔ اور اون میں رسالہ ”قرۃ العین“☆ میرے پیش نظر اور غالباً میرے کتب خانہ میں بھی نہیں۔ آپ کے خط میں ۱۹۲۱ء ہے۔ یہ شاید سہو ہو۔ بریلی میں اب وہ کون محقق ہے جس کی طرف میں رجوع کروں اور وہ میری طرف التفات کرے۔

محمد میاں قادری۔ مارہروی

۳ جمادی الاخریٰ ۱۳۶۵ھ شنبہ

حضرت مولانا محبوب علی خاں پبلی بھیتی علیہ الرحمہ نے اعلیٰ حضرت کے وصال کے بعد حدائق بخشش کا تیسرا حصہ مرتب کر کے شائع کیا۔ اس میں بعض اشعار کی ترتیب میں حضرت مرتب سے سہو ہوا جس کی وجہ سے معاندین رضا نے آسمان سر پر

اٹھالیا۔ بعد میں حضرت مرتب کی جانب سے کلمہ اعتذار شائع ہوا۔ اسی کلمہ اعتذار اور انتباہی تحریر کو ”اہلسنت کی آواز“ میں شائع کرنے کی درخواست حضرت ملک العلماء نے پیش کی جس کے جواب میں حضرت تاج العلماء نے مذکورہ بالا محتاط وضاحت فرمائی۔

☆ ”قرۃ العین“ غالباً اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا رسالہ ہے اس کے چند گوشے کی تحقیق کے سلسلے میں حضرت تاج العلماء اور ملک العلماء کے درمیان مراسلت رہی۔ یہ جملہ اسی کی جانب اشارہ ہے۔ حدائق بخشش کی ترتیب کی قضیے کے بارے میں حضرت تاج العلماء کی یہ وضاحتی تحریر بھی ملک العلماء کے نام ایک مکتوب میں ہے۔ حضرت تحریر فرماتے ہیں:

۷۸۶ مکرمی! وعلیکم السلام!

نامی نامہ ملا۔ دربارہ نظم آپ کی تحریر کو میں نے کسی اعتراض پر محمول نہ کیا اور جہی حضرت مولانا محبوب علی خاں صاحب کو اوس کے بارے میں لکھ دیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ علی بخش نعت خواں پبلی بھیتی کے پاس سے حضرت مولانا حشمت علی خاں صاحب نے اون کو لیکر بھیجی اور علی بخش صاحب کا یہ کہنا ہے کہ یہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اون کو لکھ کر دی تھی اور وہ اعلیٰ حضرت ہی کی کہہ کے اسے پڑھتے ہیں۔ ”انتباہ“ میرے پاس اس وقت تو نکلا نہیں۔ ملا تو حوالہ دیکھوں گا۔

محمد میاں قادری

از مارہرہ ۲۳ رجب ۱۳۶۵ھ

اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے رسائل و کتب کی طباعت و اشاعت کی جزوی ذمہ داریاں نبھانے کی وجہ سے ملک العلماء کو اس راہ کے تجربات تھے، اس لئے طباعتی راہ کی دشواریوں سے نپٹنے کے لئے ملک العلماء نے حضرت تاج العلماء کی خدمت بابرکت میں چند باتیں پیش کیں، جو ”اہل سنت کی آواز“ کہ اشاعت میں

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی دہلی کی حیات اور علمی خدمات

مفید ہوتی۔ حضرت تاج العلماء نے جو اب یہ مفاد ضہ عالیہ تحریر فرمایا: ۷۸۶ مکرئی مولوی محمد ظفر الدین صاحب قادری رضوی زاد کر مکم! پس از تسلیم مسنون معروض۔ کرم نامہ کل موصول ہوا۔ آپ کی ہمدردی کا منت پذیر ہوں۔ رسالہ برابر جاری رکھنے کا بعونہ تعالیٰ انتظار کر رہا ہوں اور اوس کی مزید اصلاح و درستی کا بھی۔ اپنا قدیم مطبع صحیح صادق سیتاپور سے یہاں منگایا ہے تاکہ خود اپنے مطبع سے کام لوں انشاء المولیٰ تعالیٰ۔ سب کچھ مولیٰ عزوجل کی مشیت و کرم اور اوس کے حبیب اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رحمت و عنایت پر منحصر ہے۔ خود پاسکتے ہوں اور سرمایہ کی ضرورت۔ اور چندہ مانگنا نہیں آتا اور مانگوں بھی تو جو چیز رسالہ پیش کرتا ہے اوس کے قدر دان کئے ہیں۔

برخوردار حسن میاں سلمہ چند روز سے لکھنؤ، سیتاپور مطبع لانے اور دوسری ضروریات کے سلسلے میں گئے ہوئے ہیں وہ چند روز میں انشاء الکریم آتے ہیں تو ”اصح التواریخ“ و سنوف حیات انشاء الکریم ایک ساتھ بھیجوا دوں گا۔ ویلیوں کا مطالبہ بعض اوقات یہاں وصول نہیں ہوتا، مینے گذر جاتے ہیں۔ حالانکہ سامان مکتوب الیہ، مرسل الیہ کو مل چکا ہوتا اور وہ رقم ادا کر چکا ہوتا۔ اس وقت ضلع گیا کا ایک ویلیو تین ماہ سے گم ہے۔ مرسل الیہ کوشی مرسل مل گئی اور وہ مطالبہ دے چکا۔ لہذا اگر مناسب جانتے، تو دو روپیہ قیمت ”اصح التواریخ“ اور آٹھ آنے قیمت سنوف حیات ۲۰ روٹولہ اور ایک روپیہ محصول وغیرہا کے لئے بھیج دیجئے منی آرڈر سے بذریعہ رجسٹری پارسل ارسال کروں۔ اگر کچھ آنہ اور برآمد ہوں گے تو بعد کو اوس کے ٹکٹ بھیج دیجئے گا۔

محمد میاں قادری

از مار ہرہ ۲۸-۳-۱۳۶۶ھ

کے دوران اعلیٰ حضرت کے حیات کے سلسلے میں مواد فراہم کر رہے تھے۔ اس سلسلے میں آپ نے مار ہرہ مطہرہ کے بزرگوں سے علمی مراسلاتی رابطے قائم کئے۔ خانقاہ برکاتیہ کے علمی اور روحانی مرکزیت کی وجہ سے اختلافیات میں بھی یہاں کے بزرگوں سے رائیں لی جاتیں اور تحقیقی گوشے دریافت کئے جاتے۔ حضرت ملک العلماء نے بھی سید مجدد الف ثانی قدس سرہ کی جانب منسوب چند تفردات کے بارے میں حقیقی صورت حال حضرت تاج العلماء سے دریافت کی اور گزارشات بھی رہیں۔ حضرت تاج العلماء نے یہ جواب عنایت فرمایا:

۷۸۶ مکرئی مولوی محمد ظفر الدین صاحب قادری دام کر مکم پس از سلام مسنون نگارش مضمون۔ آپ کا کرم نامہ مورخہ ۱۷ ربیع الآخر شریف کو موصول ہوا۔ ”اصح التواریخ“ برسوں پہلے اسی مطبع کی چھاپی ہوئی ہے جو ایک حد تک میرے ہی ایک متوسل کا تھا۔ مگر اب برسوں گزریں، ختم ہو گیا۔ صحیح صادق سیتاپور سے مار ہرہ لے جانے کے ارادہ سے میں گذشتہ شب میں کانپور میں آیا ہوں اور یہاں سے چند روز بعد سیتاپور کا قصد انشاء المولیٰ تعالیٰ ہے۔ مگر مطبع وہاں پہنچ بھی جائے تو اوس کے اجراء کے لئے سرمایہ اور کارکن فراہم کارداروں۔ بہر حال! تدبیر کر رہا ہوں۔

حضرت مجدد صاحب سرہندی سے مسئلہ اشارہ ہالہا بہ ودخل شیطان در وحی برانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام و بعض دیگر مسائل میں ائمہ محققین کے مسلک و مذہب کے خلاف تصریحات ہیں اور سرکار قادریت اور خود سرکار نبوت ثم علیہ الصلوٰۃ والسلام میں بھی مخدوش کلمات وارد ہوئے ہیں جن پر بدایوں سے رد میں تحریرات شائع ہوئی ہیں جو میرے پاس بھی بعض مار ہرہ میں موجود ہیں رسالہ تکمیر اعلیٰ حضرت قدس سرہ خود اعلیٰ حضرت کا تحریر فرمایا ہوا

حضرت ملک العلماء ”حیات اعلیٰ حضرت“ کی تصنیف

سید محمد میاں قادری۔۔۔۔۔ ۲۶۔۵۔۱۳۶۶ھ شنبہ

میرے پاس محفوظ ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ مارہرہ پہنچ کر اوس کی نقل
انتظام کر دوں گا۔ مشائخ کرام سلسلہ عالیہ قادریہ جدیدہ کے سوانح
مبارکہ میں بعض قلمی تحریرات کتب خانہ میں محفوظ ہیں۔ ”اہلسنت کی
آواز“ حصہ دہم طبع کو گیا ہوا ہے۔ کاغذ نہ ملنے کی وجہ سے عرصہ دراز
پڑا رہا۔ حالات اعلیٰ حضرت قدس سرہ میں میری جو تحریر آپ کے
پاس ہے، ہو سکے، تو نقل یا اصل ہی مجھے مارہرہ بھیج دیں۔ بعد کو

آذان ثانی کے مسئلے پر علمائے بدایوں اور رامپور کے علماء
سے علمائے بریلی کی علمی آویزش رہی ہے۔ اس سلسلے میں حق
چوں کہ علمائے بریلی کے ساتھ تھا اس لئے مارہرہ مطہرہ کے بزرگوں
نے علمائے بریلی کا ساتھ دیا۔ حضرت تاج العلماء نے اس موقف

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی ایشیاء کی حیات اور علمی خدمات

باریوں کے بعد چھپ کر آ گیا ہے۔ اغلاط طبع ہاتھ سے درست کر رہا ہوں۔ عنقریب انشاء المولیٰ تعالیٰ بھیجوں گا۔ اور اس بار رسالہ نمبر ۱۷ بھی مکرز بھیج دوں گا مگر براہ کرم آئندہ اپنے یہاں کے ڈاکیہ کو تاکید کیجئے۔ آئندہ مکرز بھیجنا بہت متعذر ہے۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کے واقعات جو میرے تحریر کردہ آپ نے بھیجے، عرصہ ہوا اون کی نقل کرائی ہے مگر اب شدت گرمی میں مرمر کر گیا اور اس پر بھی کام کی بھی کثرت رہی، اس وجہ سے مقابلہ نہیں کر پایا۔ اب انشاء المولیٰ تعالیٰ جلد مقابلہ کر کے وہ بھی ان کے رسائل کے ہمراہ روانہ کروں گا۔ مزید واقعات اعلیٰ حضرت قدس سرہ میرے علم و یاد میں کچھ نہ کچھ ہیں مگر میرے لئے اپنی کثرت کار و بیماری اور تنہائی سے اون کو منضبط کر دینا دشوار ہے، کوشش انشاء المولیٰ تعالیٰ کروں گا۔

”سد الفرار“ مل گیا ہے۔ میری رائے ہے کہ آپ نے

فراست سے ایسے الجھے ہوئے اجنبی ماحول میں قدم جمائے اور اپنا مخلصانہ کاوشوں سے دین و سنیت کے اثرات عام کئے۔ خاص بات یہ تھی کہ اس ماحول میں آپ اپنے مرشد و مربی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ کی تعلیم اور ان کی دینی خدمات سے وہاں کے اہل علم کو مانوس کیا اور صاحبان خانقاہ سے متعارف کرایا۔ لیکن اس راہ میں آپ کو مزاحمتوں اور دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا۔ مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ ملازمت کے آخری دور میں مولوی محمد سہول عثمانی فاضل دیوبند کی سبکدوشی پر پرنسپل کی جگہ خالی ہوئی۔ اب ملک العلماء اس جگہ کے امیدوار تھے۔ ان کا مقابلہ مدرسے کے ایک دوسرے سینئر استاذ سے رہا جو فاضل دیوبند بھی تھے اور جنہیں کانگریس پارٹی کے مشاہیر کا تعاون حاصل تھا۔ اسی زمانے میں حضرت مضطرب رہے ان حالات پر مشتمل کسی خط کے جواب میں

حضرت تاج العلماء سید شاہ محمد مسال قادری برکاتی اور قدس سرہ

رویہ میرے ساتھ بھی ہے جو آپ نے تحریر کیا۔ مولانا خانگی اور بیرونی پریشانیوں میں ہیں اور قیام بھی یکجا نہیں رہتا اور پس غیبت انتظام حفاظت بھی ناقص ہے۔ میرے پاس ایک عرصہ کوئی خط اور میرے خط کا جواب نہیں ملا ہے۔ (فیض آباد کی تاریخی مقدمہ میں) وہابیہ کی نگرانی میں ۱۲ فروری مقرر ہے۔

”اہلسنت کی آواز“ جلد دوم حصہ پنجم تک شائع ہو چکا اور آپ کو بھی عرصہ ہوا بھیجا جا چکا ہے۔ اس کے بعد میں گونا گوں سخت تر پریشانیوں اور بیماریوں وغیرہ میں گرفتار رہا اور پھر کاغذ نہیں مل رہا ہے۔ اس لئے اور حصہ شائع نہیں ہوا، اب انتظام کر رہا ہوں اور کچھ کاغذ مل گیا ہے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کی سوانح مبارکہ جو آپ نے لکھی اس کا کیا حال ہے؟ مکمل ہوگئی یا کیا؟

محمد میاں قادری

از مار ہرہ ۱۰ ربیع الاول شریف ۱۳۶۸ھ سنہ شنبہ

تقسیم ہند کے موضوع پر اہلسنت تین حصوں میں تقسیم تھی۔ اکثریت جذبات کی رو اور مسلم لیگ کی ذہن سازی کے نتیجے میں اس تقسیم کی حامی تھی۔ بعض طبقے اس تقسیم کو استحسان کی نگاہ سے تو نہیں دیکھتے تھے لیکن اکثریت کی شمولیت کی بنا پر سکوت اختیار کئے ہوئے تھے تاکہ خود اپنی صفوں میں انتشار نہ پیدا ہو۔ ایک حصہ ایسا تھا جو مسلم لیگ کی سیاست کو سمجھ رہا تھا اور اس تقسیم کے مضر اثرات اس کی نگاہ بصیریت کے پردے پر آئینہ ہو رہے تھے۔ خانقاہ برکاتیہ اسی آخری نظریے کی حامی و داعی تھی جس کی روحانی رہنما اس وقت حضرت تاج العلماء تھے۔ آپ نے مسلم لیگ اور گاندھی گردی کی فریب کاریوں کی نقاب کشائی کرتے ہوئے کئی رسائل تحریر فرمائے: ۱۔ انسداد قربانی گاؤ ۲۔ گاندھیوں کا اعمال نامہ ۳۔ رسالہ در

مغالطات گاندھیویہ ۴۔ مسلم لیگ کی زریں بخیہ درمی ۵۔ طرد مغالطہ لیگ اسی دور کی یادگار تحریریں ہیں۔

مسلم لیگ میں اہلسنت کی اس ناعاقبت اندیشانہ شمولیت کا فائدہ ان کے مذہبی حریفوں نے خوب اٹھایا اور وہ اہلسنت کو جس قدر زک پہنچا سکتے تھے، پہنچائے۔ حضرت ملک العلماء نے ان ابتر حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے ایک خط تحریر کیا جس کے جواب میں حضرت تاج العلماء رقمطراز ہیں:

۸۶ مکرئی مولوی محمد ظفر الدین صاحب قادری رضوی دام کرمکم!

وعلیکم السلام!

مع الخیر رہ کر خواہان عافیت ہوں۔ کرم نامہ ملا۔ امید ہے کہ مکرمہ تعالیٰ آپ کا معاملہ ملازمت آپ کے حسب دل خواہ بخیر و عافیت طے ہو چکا ہوگا۔ مجھے بھی مطلع فرمائیں۔ وہابیہ ہم غربائے اہلسنت کے قدیمی دشمن تو ہیں ہی مگر اس وقت جو موقعہ ان کو ہمارے ساتھ اپنے اس عداوت کی نکالنے کا اور مزید ملا، یہ لیگ اور اس کے پاکستان کے اودھم کار عمل اور خمیازہ ہے جسے آپ کی مراد آبادی سنی کانفرنس میں محض بہ زبردستی شرعی فقہی پاکستان کا لبادہ اوڑھا کر عوام اہلسنت کے سامنے پیش کر کے اون کو لیگ کے جہنم میں جھونکا تھا۔ اور دیکھئے ابھی اور آگے آگے کیا ہوا!! آپ نے یہ شعر تحریر فرمایا کسی

فکر مادر کارما آزارما کار ساز ما بہ فکر کارما

میرے حضرت مرشد برحق والد ماجد قدس سرہ العزیز اس کی آخری مصرعہ کو یوں پڑھا کرتے تھے کہ ”کار ساز ما بساز دیا بساز کارما“ ☆ آپ تو خود عالم وہ فاضل ہیں۔ مجھے بتائیے کیا کار ساز حقیقی عم نوالہ کے لئے فکر کے اطلاق میں شرعاً کوئی محذور نہیں؟

اوپر کے معروضات سے مقصود آپ پر کوئی طعن بے جا نہیں بلکہ آپ کی خیر خواہی اور اپنی معمولات میں مزید اضافہ کی

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رضی اللہ عنہ کی حیات اور علمی خدمات

طلب گاری ہے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کی سوانح مبارکہ جہاں تک بھی تحریر فرمائی ہے، اگر مجھ پر طمانیت ہو، تو وہ مجھے رجسٹری کرا کر روانہ فرمادیں اور اجازت دیں، کہ میں اوس کی نقل بھی اپنے لئے حتی الوسع کم از کم زمانہ میں تیار کرالوں اور پھر آپ کو واپس کروں۔ اس کے معائنہ کے بعد میں یہ عرض کر سکوں گا کہ آیا میں اوس کا انتظام طبع اشاعت کر سکتا ہوں یا کیا؟ جواب منتظر رہوں گا۔

محمد میاں قادری

از مارہرہ ۱۲/۴/۱۳۶۸ھ جمعہ

☆ یہ شعر کسی مشہور ذریعہ شاعر کا ہے اور بہت متداول ہے۔ عام طور پر نقل کیا جاتا ہے۔ ملک العلماء نے اپنے کسی خط میں اسے نقل کیا ہے اصل خط سامنے نہیں ہے کہ سیاق و سباق دیکھا جائے۔ ع ”کار ساز ما بہ فکر کار ما“ میں فکر کا انتساب باری تعالیٰ کی جانب محل غور ہے۔ اس لئے کہ فکر میں فکر مند کو تردد ہوتا ہے، الجھن ہوتی ہے اور اپنے کام کے انجام تک پہنچنے کا یقین نہیں ہوتا، جبکہ اللہ تعالیٰ ”فعال لما یوید“ ہے۔ اس کے لئے ان عیب دار اوصاف کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ گرچہ یہاں لفظ ”فکر“ کو شاعر نے اس معنی میں استعمال نہیں کیا بلکہ اس کا مجازی معنی مراد لیا ہے یعنی جس طرح فکر مند اپنی ضرورتوں کی تکمیل کی جانب ہمہ تن متوجہ ہوتا ہے، اسی طرح ہمارا کار ساز، ہمارا پروردگار ہماری ضرورتوں کا خیال فرماتا ہے اور انہیں منزل مراد تک پہنچا دیتا ہے۔ لیکن پھر بھی اس میں ناقص تصورات کا وہم ضرور ہے اس لئے ایسے طرز بیان سے بچنا ہی احتیاط ہے۔ اسی لئے حضرت تاج العلماء نے یہ اصلاح فرمائی اور تحریر فرمایا کہ اس مصرعے کو یوں پڑھا جائے۔ ع

کار ساز ما بسازد کار ما

اس اصلاح میں حضرت تاج العلماء نے جو متواضع اور

مثبت تعمیری انداز اختیار فرمایا ہے وہ قابل رشک بھی ہے اور قابل تعجب بھی۔ ہاں ہمہ علم و فضل، جاہ و جلال کس خاکساری سے تحریر فرماتے ہیں ”اوپر کی معروضات سے مفصود آپ پر کوئی طعن بے جا نہیں بلکہ آپ کی خیر خواہی اور اپنی معلومات میں مزید اضافہ کی طلب گاری ہے۔“

اگر اصلاح کا یہ تعمیری رنگ آج اپنا لیا جائے تو نہ جانے کتنے بے جا محضوں سے نجات مل جائے، معاملات بگڑنے سے بچ جائیں اور امت انتشار کا شکار نہ ہوں۔ اس طرز اصلاح کا خاص فائدہ یہ ہوتا ہے کہ مخاطب کے دل پہ خراش نہیں آتی اور وہ ناقد کو معاند کے بجائے ہمدرد تصور کرتا ہے۔

امام اہلسنت، مجددین و ملت، چشم و چراغ خاندان برکات اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ (۱۲۷۲ھ / ۱۳۴۰ھ) کے وصال کے بعد سوانحی سطح پر سب سے پہلے ان کے محبت خاص فدائے رضا سید ایوب علی رضوی علیہ الرحمہ نے کام شروع کیا جو تقسیم پاکستان کے بعد پاکستان تشریف لے گئے۔ جب منظور نگاہ اعلیٰ حضرت ملک العلماء نے ”حیات اعلیٰ حضرت“ پر باضابطہ کام کا آغاز کیا تو حضرت مولانا سید ایوب علی رضوی نے بے مثل ایثار کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنا سارا جمع کردہ مواد ملک العلماء کے حوالے کر دیا۔ اس کے بعد ملک العلماء نے اپنے مرکز عقیدت، اعلیٰ حضرت پیرخانے مارہرہ مطہرہ اور بریلی شریف کے بزرگوں اور متوسلین سے رابطہ قائم کیا اور کچھ مفید معلومات حاصل کیں۔ ملک العلماء نے یہ حاصل شدہ معلومات انہیں حضرات کے حوالے سے اپنی کتاب میں درج کی ہیں: ”حیات اعلیٰ حضرت“ کی پہلی جلد مکمل ہونے کی اطلاع جب حضرت تاج العلماء کو ہوئی تو انہیں جو تعلق خاطر اعلیٰ حضرت اور ملک العلماء سے تھا، اس کی بنا پر اس کے

* مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کی پرنسپل شپ پر تقرری کا ذکر ہے۔
 ** حیات علیحضرت کی اشاعت کے سلسلے میں اور حضرت مفتی اعظم سے مشورہ و معاونت کے لئے ملک العلماء بریلی شریف اور پھر مارہرہ مطہرہ تشریف لانا چاہتے تھے۔
 *** زیرا کس یعنی عکس نقل کی اس وقت ابتداء نہیں ہوئی تھی ورنہ حضرت تاج العلماء کو حیات علیحضرت خود نقل کرنے کی زحمت برداشت نہیں کرنی پڑتی۔

+ تقسیم ہند کے بعد زمینداریاں ختم ہو گئی تھیں زمیندار، رؤساء اور خانقاہوں کے متولی حضرات اس زمانے میں نامساعد حالات کے شکار تھے۔

مطالعے کا شوق ہوا۔ وہ چاہتے تھے، کہ سوانح علیحضرت کی ایک نقل اپنے لئے اپنے ہاتھ سے تیار کر لیں۔ ملک العلماء کی خواہش تھی، کہ پہلا حصہ ان کی نظر سے گزر جائے تاکہ وہ اگر ممکن ہو تو کچھ افاضات بڑھادیں یا اگر کچھ واقعات کے سلسلے میں مسامحات ہوں تو ان کی نشاندہی کر دیں۔ اہم مقصد یہ تھا، کہ کتاب کی طباعت و اشاعت میں تعاون کی کوئی شکل پیدا کریں۔ ذیل کے چاروں خطوط انہیں مسائل سے تعلق رکھتے ہیں:

۷۸۶ مکرئی مولوی محمد ظفر الدین صاحب قادری رضوی زاد کریمکم!
 وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہ!

بفضلہ تعالیٰ بخیر ہوں، آپ کے لئے خیر و عافیت کا طالب۔ کل آپ کا کرم نامہ ملا۔ میں آپ کے مقصد کے لئے روز دعا کرتا ہوں۔ مولیٰ تعالیٰ آپ کو ان دیانہ ملاعنہ کے مقابل فتح و نصرت بخشے آمین!

مولوی مصطفیٰ رضا خاں صاحب سے ملنے کے لئے آپ کا بریلی آنا نہ معلوم کب ہو** اور پھر یہاں آسکنا معلوم کب۔؟۔ ادھر میرے حالات بھی اسبابی لحاظ سے روز متغیر ہونے کا احتمال ہے۔ نقل کتابت وغیرہ کی جو سہولت آج ہے معلوم نہیں کہ وہ کل بھی رہے یا کیا ہو؟ لہذا اگر کوئی مضائقہ نہ ہو تو آپ سوانح علیحضرت قدس سرہ مجھے بیمہ کرا کے بھیج دیجئے۔ مصارف سے مجھے مطلع کیجئے تو میں دیدوں گا اور یہ اجازت دیجئے کہ اوس کی نقل میں اپنے لئے کر لوں۔*** معائنہ اور نقل کے بعد مطلع کر سکوں گا کہ میں اس کی طبع و اشاعت میں کیا مدد کر سکتا ہوں۔ x رہا بنظر اصلاح دیکھنا

۷۸۶ مکرئی مولوی محمد ظفر الدین صاحب قادری دام کریمکم!
 وعلیکم السلام!

پس از تسلیم مسنون مدعا نگار۔ آپ کے دو کرم نامے کارڈ یکے بعد دیگرے موصول ہوئے میں نے کتاب کے وصول پر جواب کو ملتوی رکھا۔ آج دو شنبہ مبارکہ پانچ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۸ھ کو بیمہ شدہ پارسل سے حیات علیحضرت قدس سرہ کا اصل مسودہ موصول ہوا اور میں نے ایک بالکل سرسری نظر میں اسے دیکھا بھی۔ انشاء المولیٰ شروع تو آج ہی سے کئے دیتا ہوں اور مطالعہ کامل کے بعد یہ بھی اپنے ذرائع اور وسائل کے لحاظ سے طے کروں گا اور آپ سے بھی عرض کروں گا کہ میں اس کی اشاعت میں کیا اعانت کر سکتا ہوں۔ فی الحال ایک کارڈ بطور رسید روانہ ہے۔

آپ کے پرنسپل کے عہدے پر مستقل ہو جانے کے

لئے براہ کرم اس پر عمل فرمائیے۔

محمد میاں قادری

الامین علیہ الصلوٰۃ والسلام وعلیٰ آلہ واصحابہ

محمد میاں قادری

از مار ہرہ ۲/ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۸ھ دو شنبہ

* ملک العلماء کو تاج العلماء کی دعاؤں کی برکت سے پرنسپل شپ کا چارج مل گیا تھا اور انہوں نے اس عہدے پر کام کرنا شروع کر دیا تھا۔

از مار ہرہ ۱۳/ رجب ۱۳۶۸ھ جمعہ

۷۸۶ مکرئی مولوی محمد ظفر الدین صاحب رضوی دام کر مکم! وعلیکم السلام!

۷۸۶ مکرئی مولوی محمد ظفر الدین احمد صاحب قادری رضوی دام کر مکم! وعلیکم السلام!

آپ کے لئے دعائے خیر و عافیت دارین کرتا ہوں اور آپ کے معاندین و ہابیہ وغیرہم اعدائے دین کے دفع ہونے اور ان کے مقابل آپ کے کامیاب و بامراد ہونے کی برابر دعائے کر رہا ہوں۔

میں طویل سفر کے بعد چند روز ہوئے واپس مار ہرہ پہنچا تو آپ کا کرم نامہ ملا۔ ”حیات اعلیٰ حضرت“ میری نظر سے تو گذر جانا تو خیر! مگر اس کی کوشش ضرور فرمائی ہے، کہ مولانا حشمت علی صاحب اوسے بالاستیعاب دیکھ کر اپنی رائے سے آپ کو مطلع فرمادیں، تاکہ آپ اوس کا واجبی لحاظ رکھ سکیں۔ ☆ براہ کرم مجھے اوس کی فہرست مضامین والے ورق کی نقل ضرور جلد ارسال فرمادیں، ذاتی ضرورت ہے۔ آپ کے لئے برابر روزانہ دعائے خیر کرتا ہوں۔ محمد میاں قادری

کرم نامہ آپ کا ملا۔ ”حیات اعلیٰ حضرت“ قدس سرہ میں نے بہت سے مواقع سے دیکھی اور میرے پاس نقل کا انتظام بہت قلیل ہے۔ اپنی دھانس اور کھانسی کی وجہ سے اور دوسری ناگزیر مصروفیتوں و مجبوریوں کے باعث میں خود تو نقل نہ کر پایا۔ مولانا محمد خلیل خاں صاحب قادری برکاتی دام کر ہم نے اپنی محبت دینی کی بنا پر نقل کی خدمت اس حد تک اپنے ذمہ لے لی ہے کہ روزانہ دوپہر کو وہ میرے یہاں آ کر ایک گھنٹہ نقل فرماتے ہیں۔ میں اون کی قیام گاہ پر بنظر احتیاط اسے لے جانے نہیں دیتا اب تک اصل کتاب کے تقریباً نوے صفحات نقل ہو چکے ہیں اور وہ روزانہ نقل کرتے ہیں۔ نقل کے اس انتظام کے علاوہ سردست مجھے دوسرا میسر نہیں آپ کو اگر اوس کی واپسی جلد درکار ہے تو جب بھی تحریر فرمائیں خواہ نقل تمام ہوئی ہو یا نہ، میں واپس حاضر کر دوں گا۔

از مار ہرہ ۲۳/ ۹/ ۱۳۶۸ھ جمعرات

☆ حیات اعلیٰ حضرت کا مسودہ واپس کر دیا گیا۔ معلوم نہیں نقل مکمل ہوئی یا نہیں۔ کثرت کار اور مشغولیات کے سبب تاج العلماء اپنے افادات نہ بھیج سکے۔ اسی طرح حضرت مولانا حشمت علی قادری رضوی علیہ الرحمہ اپنے اسفار، مشغولیات اور علالت کے باعث ان امور کی طرف متوجہ نہ کر سکے۔

حضرت ملک العلماء نے ”حیات اعلیٰ حضرت“ کے سلسلے میں شیر پیشہ اہل سنت مولانا حشمت علی قادری برکاتی علیہ الرحمہ سے بھی رابطہ کرنا چاہا۔ حضرت تاج العلماء قدس سرہ نے اس کی تائید فرمائی۔ حضرت تحریر فرماتے ہیں:

۷۸۶ مکرئی مولوی محمد ظفر الدین صاحب قادری رضوی زاد کر مکم!

علیکم السلام!
آپ کا کرم نامہ لفافہ معہ فہرست کتاب ”حیات علیحضرت“ کے بارے میں، میں اب بھی اس پر قائم ہوں کہ
”حیات“ علیحضرت“ قدس سرہ موصول ہوا۔ آپ کی کرم فرمائی کا شکر گزار اشاعت سے پہلے اس کا ان کی نظر سے گزر جانا ضروری ہے۔ مجھے
ہوں۔ مولیٰ تعالیٰ آپ کے اعداء دلو بندوں اور ندوں اور غم ہمراہ جب اون کا قیام کہیں کا معلوم ہوگا تو آپ کو انشاء لمولیٰ تعالیٰ

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی صاحب کی حیات اور علمی خدمات

دشواریاں حائل تھیں۔

”اہلسنت کی آواز“ کے اجرا کے بعد حضرت ملک العلماء مسلسل اس رسالے کی اشاعت کے مشتاق رہتے اور اس کی خاطر ہر قسم کی علمی اور عملی خدمت کے لئے آمادہ۔ اس سلسلے میں تاج العلماء اور سید العلماء دونوں حضرات سے برابر مراسلت رہتی۔ چونکہ تاج العلماء کے آئندہ خط کا جزوی تعلق حضرت سید العلماء کے مکتوب سے ہے اس لئے میں حضرت سید العلماء علامہ مفتی حکیم سید آل مصطفیٰ قادری برکاتی قدس سرہ کے چند خطوط حاضر کرتا ہوں۔

ملک العلماء علم ہیئت و توفیت میں یکتائے روزگار تھے۔ آپ کا یہ دینی اور علمی احسان تا دیر یاد رکھا جائے گا کہ آپ نے متحدہ ہندوستان کے بیشتر علاقوں کے اوقات صوم و صلوة استخراج کئے اور اس طرح اہل ایمان کے بنیادی فرائض میں فساد وقت کے راہ پانے کے امکانات روک دیئے۔ اس فن میں یہ یکتائی اور مہارت کی وجہ سے متحدہ ہندو پاک کے بیشتر ذی علم حضرت سے آپ کے رابطے رہتے۔ حضرت سید میاں اہل سنت کی آواز اور توفیت کے تعلق سے ایک وضاحتی مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

جامع مسجد کھڑک، بمبئی، ۹

۷۸۶/۹۲ سلخ ذیقعدۃ الحرام ۱۳۶۹ھ پنجشنبہ

ملک العلماء حضرت مولانا فاضل بہاری ادا م برکاتکم اللہ الباری! وعلیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

فقیر باذنہ القدر یکشنبہ ۱۰ ستمبر کو بمبئی واپس ہوا۔ دو شنبہ مبارکہ کو آپ کا گرامی نام..... سہ شنبہ کو فرستادہ پیکٹ مؤذن الاوقات موصول ہوئے۔ کرم فرمائی کے لئے ہدیہ ائمان پیش ہے۔

رسالہ مبارکہ ”اہلسنت کی آواز“ کی مزید اشاعت میں تعویق کے وجوہ جہاں تک فقیر کے علم میں ہیں حضرت خالی المکرم

تاج العلماء مولانا سید شاہ محمد میاں صاحب قبلہ دامت برکاتہم اور برادر بجاں برابر مولوی حافظ سید شاہ حسن میاں سلمہ ربہ کی مسلسل علالت، اٹھے کام کرنے والوں کا فقدان، سب سے بڑھ کر ماضی قریب میں ہمارے قرب و جوار کے نادان اور ناعاقبت اندیش مسلمانوں کی خواہ مخواہ کی بھگدڑ جس کی وجہ سے علیگڑھ کے اوس پریس کا بالکل ناکارہ ہو جانا جہاں رسالہ مبارکہ طبع ہوتا تھا، ذوالی پریس کی درخواست کی منظوری میں کارکنان متعلقہ کی لاپرواہیوں کی بنا پر تعویق وغیرہ ہی ہیں۔ دعا فرمائیے کہ مولیٰ عزوجل جلد از جلد ایسے اسباب مہیہ فرمادے کہ رسالہ مبارکہ بغیر مزید تعویق کے اپنے ناظرین کے انظار آگیاں آنکھوں کا سرمہ بن سکے۔

بمبئی کی تقویم کے متعلق جو تحریر فرمایا اوس سے فقیر کو کمال مسرت ہوئی۔ ایک ذرا سی تکلیف اور دردوں کا اور وہ یہ کہ فقیر اس تقویم کی تیاری اور طبع کا انتظام خالصاً لوجہ اللہ تعالیٰ محض عامہ مسلمین کے رفاہ عام کے لئے کر رہا ہے۔ اس کے لئے فقیر نے جو سرمایہ تجویز کیا ہے وہ بھی اموال موقوفہ میں سے ایک بہت محدود حصہ ہے پھر طباعت اور کاغذ کی گرانی وغیرہ اخراجات کا بار بھی فقیر کے ہی ذمہ ہے۔ اس لئے اگر بلا تکلف مزید عنایت فرماتے ہوئے اور خالص خدمت دینی کا خیال کرتے ہوئے مدد میں ممکن کی فرمادی جائے تو فقیر کے لئے سہولت اور ایک امر دینی میں آپ کی یہ اعانت آپ کی طرف سے صدقہ جاریہ کا کام دے گی۔ ☆ ان دنوں فقیر کے پاؤں میں ایک پھنسی نکل آئی تھی۔ یہاں پہنچ کر بہت زیادہ تکلیف دہ بن گئی، نماز کے لئے فقیر کو دوسرے صاحب کو نیابت دینی پڑی۔ اب اگرچہ جراحت خشک ہو چکی ہے پھر بھی کچھ باقی ہے امید ہے کہ بفضلہ تعالیٰ دو تین دن میں مکمل طور پر ٹھیک ہو جائے گی۔ فقیر نے معلوم کیا ”تھکر اینڈ کو“ یہاں ہے فقیر خود جا کر مطلوبہ رسالہ

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رضی اللہ عنہ کی حیات اور علمی خدمات

لائے گا اور جب تک دعائے دعا نامی کا جواب بھی آنجناب کی طرف سے
با صواب آجائے گا تب انشاء اللہ تعالیٰ رسالہ اور نقشہ طلوع وغروب
شرمندہ ہوں کہ ایک عرصہ کے بعد دعائے دعا نامہ حاضر
کر رہا ہوں۔ مبلغ ۳۰ روپے کا حقیر ہدیہ حاضر خدمت ہے اور آج ہی بک
کے منتظر رہیں گے کہ جلد از جلد
بمبئی کا کیٹلاگ بھی ارسال

جهان ملك العلماء

حضور ملك العلماء امام العصر سيد محمد ظفر الدين عظيم آبادی بھٹی کی حیات اور علمی خدمات

۷۸۶ ذوالحجہ والکرم مولانا لکھنؤی زید مجدہم

السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ! مزاج گرامی

قبل ازیں آنجناب کا فرستادہ پیکٹ نظام الاوقات بمبئی محفوظ حالت میں اور پھر ایک کاڈ ہم دست ہوا آپ کی تکلیف فرمائی اور کرم نمائی کا شکریہ۔ فجزاک المولیٰ تعالیٰ خیر الجزاء۔

اس دوران فقیر حد درجہ مصروف رہا پھر محرم شریف شروع ہو گئے اور فقیر کی مصروفیت مزید بڑھ گئی خبثا دیا بنہ کا یہاں بہت زور ہے اور اہلسنت کی کوئی تنظیم نہیں فانا للمولیٰ تعالیٰ وانا الیہ راجعون وحسبنا ربنا المولیٰ تعالیٰ ونعم الوکیل۔ یہی وجوہ تاخیر جواب کے ہوئے رسالہ 'مؤذن الاوقات' کی طبع و اشاعت کا سامان کر رہا ہوں۔ مولیٰ عزوجل جلد از جلد پورا فرمائی۔ آمین!

رویت ہلال والافتویٰ میں نے کارڈ پر خانقاہ عمادی روانہ کر دیا تھا اور حضرت خال محترم مدظلہم الاقدس سے دریافت پر بھی معلوم ہوا کہ انہوں نے بھی وہیں روعانہ فرما دیا اور اب غالباً رسالہ "اہلسنت کی آواز" میں مطبوع بھی پہنچا ہو۔

قمری تاریخیں معلوم کرنا کوئی قاعدہ شاید آپ نے کسی مؤذن الاوقات میں عرصہ ہوا طبع فرمایا تھا۔ تکلیف نہ ہو تو نقل فرما کر روانہ فرمادیتے۔ والسلام مع الاکرام۔

فقیر قادری آل مصطفیٰ نوری

بہار کا تحریر فرمایا ہے ویسا ہی ہو تو زہے کرم۔ آپ کو تکلیف تو بہت دے رہا ہوں مگر تعق برکاتیت نے جرأت لائی ہے۔ ہدیہ کی حقیر رقم کا خیال نہ فرمائیں۔

ایک صاحب ہاشم عبدالکریم صاحب جو سیٹھ صاحب کے لقب سے آپ کی طرف مشہور تھے، سلام مسنون کہتے ہیں اور کہتے ہیں، کہ کسی مؤذن الاوقات میں جناب نے کوئی قاعدہ قمری تاریخ کے اخذ کا چھاپا ہے، اگر مزید تکلیف نہ ہو، تو وہ تحریر فرمایا جائے۔ اس میں شک نہیں، کہ میں نے بہت تنگ وقت یاد دہانی کی ہے، پھر بھی آپ کے مکارم قدیمہ سے امید ہے، کہ نقشہ ایسے وقت بھیج دیں گے اوس کو طبع کرا کے کم از کم رمضان المبارک میں تقسیم کر سکیں۔ نقشے رجسٹرڈ پارسل سے مع کیٹلاگ اور نقشہ طلوغ وغروب واپس فرمائے جائیں۔ حضرت خال محترم تاج العلماء مدظلہم الاقدس تقریباً ڈیڑھ ماہ سے انہیں اطراف میں تشریف فرما ہیں انشاء اللہ تعالیٰ شنبہ کو خانقاہ شریف واپس ہو رہے ہیں۔

ملاحظہ: فقیر کو جواب دیتے وقت اگر یہ عریضہ پیش نظر

رہے تو نسب۔ والسلام مع الاکرام۔

فقیر مارہرہ آل مصطفیٰ قادری برکاتی نوری

خطیب جامع مسجد کھڑک ۴۴/۲ ڈون تاڈا سٹریٹ ممبئی ۹ شب پنجشنبہ

۵/رجب المرجب ۱۳۷۰ھ

حضرت سید العلماء کی فرمائش پر حضرت ملک العلماء

بمبئی کا مؤن الاوقات بھی مرتب فرمایا اور پھر اسے حضرت سید العلماء کی خدمت میں بمبئی روانہ کیا۔ ان چیزوں کی اصول یابی کی اطلاع دیتے ہوئے حضرت سید العلماء تحریر فرماتے ہیں:

کھڑک ۴۴/۲ بمبئی ۹

حضرت سید العلماء کے پہلے مکتوب میں آپ کی علالت کی اطلاع تھی جو حضرت ملک العلماء کے لئے باعث تشویش ثابت ہوئی۔ آپ نے فوراً سید العلماء کی خدمت بابرکت میں اعادت نامہ ارسال فرمایا۔ حضرت سید العلماء جوابی مکتوب میں رقمطراز ہیں:

۷۸۶/۹۲

مسجد کھڑک ۴۴

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ بَعْدَ أَنْوَاعِ الرِّزْقِ
وَالْفَتْوحَاتِ وَعَلَى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ
يَا بَاسِطُ الَّذِي يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ
أُبْسِطْ عَلَيَّ رِزْقًا وَسِعَتْ سَعَابِلُهَا مَخْنَعَةٌ وَبِغَيْرِ مَنَّةٍ خَلَقَ
بِحَقِّ يَا بَاسِطُ“

اس ورد کو دن رات میں کوئی وقت مناسب یکسوئی کا مقرر
کر کے روزانہ اسی طرح پڑھے، کہ سات بار پڑھ کر پشت، سات
بار داہنے، سات بار بائیں، سات بار آسمان کی طرف اور سات بار
خود اپنے اوپر اور سات بار زمین کی طرف دم کرے۔

(۲) با وضو قبلہ رو اس طرح بیٹھے، کہ داہنا پاؤں سیدھا کھڑا کر کے
گھٹنے پر ٹھوڑی کو جمالے اور بائیں پاؤں بچھا رکھے اور پھر سو بار یہ
درود پڑھے ”سَهْلٌ بِفَضْلِكَ يَا عَزِيزٌ“ اور اول آخر کم از کم
ایک ایک بار درود شریف پڑھے اور پھر اپنے مقصد کے لئے
دعا مانگے۔ بعد مغرب یا بعد عشاء یہ ورد جاری رکھے۔

(۳) صبح و شام ایک ایک سو بار اور ہر نماز پنجگانہ کے بعد ۱۱ بار سب
میں اول و آخر ایک ایک بار درود شریف۔ اس ورد پر مداومت کرے:-
”اللَّهُمَّ اكْفِنِي بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ
وَاعْنِي بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ“

۷۸۶ مکرئی مولوی محمد ظفر الدین صاحب قادری رضوی دام کریم
بفضلہ تعالیٰ بخیر ہوں۔ آپ کے لئے طالب خیر ۲۸ ربیع

الاول شریف کا لکھا کرم نامہ اول اور کل تین روپے کا منی آرڈر
موصول ہوا۔ میں اپنی دوسری کثیر مصر و فیتوں اور بیماری و کمزوری
وغیرہا کے علاوہ آج کل ایک خاص شدید پریشانی قانون خاتمہ
زمینداری کی شورش کی جس کی زد میری ظاہری ساری معاش پر خدا

آج بعد انتظار گرامی نامہ جناب کاشف جواب
ہوا۔ آپ کی کرم فرمائی کے لئے ہدیہ امتنان ہے۔

فقیر کے پاؤں کا زخم ابھی مندمل نہیں ہوا جس کے باعث چلنا پھرا
منوع ہے، گوزخم بفضلہ تعالیٰ مائل بہ اند مال ضرور ہے۔ مولیٰ
عزوجل سے جناب والا بھی دعا فرمادیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ فقیر خود
بعد اند مال جراحت انڈکس مطلوب اور ہدیہ نذر فقیر جلد از جلد حاضر
خدمت کریگا۔

فقیر کے اوپر کرم فرمانے والے ایک صاحب ہیں جو پٹنہ
میں بھی کافی رہ چکے ہیں نام تو ہاشم عبد الکریم ہے مگر آپ کے
اطراف میں سیٹھ صاحب کے نام سے مشہور رہ چکے ہیں۔ یہ
صاحب اکثر فقیر کے ساتھ ہم جلیس رہتے ہیں۔ جناب والا کے
تذکرے پر معلوم ہوا کہ آپ سے بھی نیاز حاصل ہے۔ لہذا بتا کید
اپنا سلام مسنون آپ کو تحریر فرمانے کے لئے فرمائش کر گئے
ہیں۔ اون کا سلام مسنون قبول فرمائیے۔ والسلام مع الاکرام

فقیر قادری آل مصطفیٰ قادری
۱۲/۱۲/۱۳۶۹ھ دوشنبہ مبارکہ

حضرت تاج العلماء قدس سرہ کا حضرت ملک العلماء
کا خط و کتابت جاری رہا اور ان کے فیوض و برکات بھی۔ کبھی کبھی غنا
کے لئے اپنے خاص خاندانی اور ادبھی عنایت کئے، تسلی بھی دی اور
سیدمیاں کی صحت یابی کی اطلاع بھی۔
حضرت تاج العلماء تحریر فرماتے ہیں:

نخواستہ ہے، بقدر استطاعت مدافعت میں مشغول رہا اور ہوں، اس لئے جواب میں دیر لگی۔

آپ کے لئے دعائے خیر بھی کرتا ہوں اور وسعت رزق کے تین اور اوراد جو مجربات خاندانی میں ہیں اور خود میں نے بھی ان پر عمل کیا اور بکرمہ تعالیٰ بہت کامیاب ہے۔ تحریر ہیں۔ یہ کثیر المنفعت قلیل المشقت ہیں۔ تینوں پر ایک ساتھ یا فرصت نہ ہو تو کسی ایک یا دو پر عمل درآمد کیجئے انشاء المولیٰ تعالیٰ وسعت رزق اور دوسرے سب مقاصد جائزہ حاصل اور آفات و مصائب دور ہوں گے۔

آل مصطفیٰ سلمہم بمبئی ہی میں ہیں اور اب بفضلہ تعالیٰ ان

کا پاؤں ٹھیک ہے۔ ان کا پتہ یہ ہے:

سید آل مصطفیٰ قادری۔ خطیب مسجد ۴۴ کھڑک بمبئی ۹

مارہرہ کے اوقات صوم و صلوة کا نقشہ جی چاہے تو روانہ فرمادیجئے مگر "اہلسنت کی آواز" جلد دوم کا بارہواں حصہ تو عرصہ کا چھپنے گیا ہوا ہے اور اب ۲۲ جنوری کو اوس کے طیارہ و کھربل جانے کا وعدہ ہے۔ رہی جلد سوم تو میں نے بہت زیر باریوں اور شدید محنت سے دو جلدیں جیسے بنیں شائع کیں۔ اپنے بننے والوں میں بہت سے وہ ہیں جنہوں نے نہ صرف یہ کہ معاونت ہی نہیں کی بلکہ خود غرضیوں اور نفسانیت پر مبنی مزاحمتیں کیں۔ اپنا ارادہ تو یہی ہے کہ جہاں تک ہو رسالہ جاری رکھا جائے۔ لیکن عام اسباب میں اسباب بھی درکار ہیں۔ اس وقت جزا نہیں کہہ سکتا کہ آئندہ اشاعت ہو اور کب ہوں۔؟ جو ہمدردی آپ نے فرمائی اتنے دوسرے بھی ہمدرد ہوتے، تو سہارہ ملتا۔ آپ کی کرم فرمائیکہ پہلے ہی جلد سوم کے لئے عطیہ بھیج دیا۔ آپ دعا کیجئے کہ آئندہ بھی اشاعت بخیر و خوبی جاری رہے اور سروسامان میسر ہو جائے تو نقشہ اوس میں ورنہ ماہ صیام سے قبل الگ ہی بقدر ضرورت چھاپ کر شائع

کرنے کی کوشش کروں گا آپ کے روپے بھمانت جمع ہیں۔ خداخواستہ رسالہ نہ شائع ہو سکا تو امید منقطع ہونے پر واپس کروں گا۔

"حیات علیحضرت" قدس سرہ کا کیا ہوا۔ اس سے اور اپنے پتہ سے مطلع فرمائیے۔ اگر اوس کی اشاعت نہ ہو تو کیا میرے لئے نقل کا انتظام ہو سکتا ہے؟

محمد میاں قادری

از مارہرہ ۱۱/۴/۱۳۷۰ھ شنبہ

حضرت ملک العلماء نے اپنا رسالہ "جامع الاقوال فی رویۃ الہلال" (۱۳۵۷ھ) حضرت تاج العلماء کی خدمت میں روانہ کیا اور ساتھ ہی ایک خط بھی تحریر کیا جس میں "حیات علیحضرت" کی طباعت کے سامان بہم کرنے کی درخواست تھی۔ جوابی مکتوب میں حضرت تاج العلماء تحریر فرماتے ہیں:

۷۸۶ مکرئی مولوی محمد ظفر الدین صاحب قادری رضوی زاد کر ملک! وعلیکم السلام!

بفضلہ تعالیٰ آپ کے لئے عافیت دارین کی دعائیں کرتا بخیر ہوں۔ آپ کا فرستادہ رسالہ "جامع الاقوال فی رویۃ الہلال" اور پھر آپ کا کرم نامہ کارڈ موصول ہوئے۔ برخوردار حسن میاں سلمہم بریلی اور سیتا پور وغیرہ گئے ہوئے تھے۔ آج مع الخیر بفضلہ تعالیٰ واپس آئے تو یہ خط حاضر کر رہا ہوں۔ آپ کی اس توجہ فرمائی کامنت پذیر ہوں۔ حیات علیحضرت قدس سرہ کے سلسلے میں... کی بے توجہی تحریر فرمائی وہ نہایت عجیب ہے۔ اور عام اہلسنت کی تو اس قسم کی خدمات میں جتنی دلچسپی ہے وہ ان کی عادت ہو چکی ہے۔ میں اس کے سوا کیا عرض کروں کہ مولیٰ تعالیٰ اسے بصحت و خیر و خوبی

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رضوی کی حیات اور علمی خدمات

جلد شائع کرادے آمین بجاہ الحیب الامن علیہ الصلاۃ والسلام وغلی
آلہ واصحابہ۔ مستقبل قریب میں اشاعت کی امید ہو ہو المراد ورنہ کم
از کم مکاتیب مقدسہ کی نقل ہی جو آپ کے نام ہیں کرادی جائے
تو عین عنایت ہوگی۔ حسن میاں سلمہم کی طرف سے بھی سلام مسنون۔

محمد میاں قادری

از: مارہرہ، سہ شنبہ، ۱۸/۱۸/۱۳۷۱ھ

عید الفطر کے موقع سے چاند کے سلسلے میں عوامی بے
اعتدالی عرصہ دراز سے عام ہیں۔ نادان اور کم علم صاحبان حکم شرع
کے خلاف ریڈیو کی خبر پر عید منانے کے لئے بے جا مصررہتے
ہی۔ امت مسلمہ کی صحیح رہنمائی کیلئے ملک العلماء نے اعلیٰ حضرت قدس
سرہ کے فتاویٰ کی روشنی میں ایک قیمتی رسالہ ترتیب دیا جو چباعت
کے بعد مفت تقسیم کیا گیا۔ اس رسالہ کا نام ہی تھا "عید کا چاند" یہ
رسالہ جب حضرت تاج العلماء کی خدمت میں پہنچا، تو حضرت
نے یہ مفادضہ کریمہ تحریر فرمایا:

۷۸۶ مکرئی مولوی محمد ظفر الدین صاحب قادری رضوی زاد کر مکم!

السلام نیکم!

در بارہ اعتبار و عدم اختلاف مطالع مطبوع ہے۔ وہ اس وقت
میرے پاس سے کہیں گم ہے اور مجھے اس کی بہت ضرورت ہے۔
اگر کوئی نسخہ اس کا آپ کے پاس ہو تو براہ کرم و عنایت اسے یا تو مجھے
بیرنگ بھیج دیں اور قیمت سے مطلع فرمادیں تو حاضر کردوں گا یا قیمت
اور محصول کا دی پی کر دیں اس بارے میں خصوصی توجہ فرمائیں۔

حیات اعلیٰ حضرت قدس سرہ اگر مطبوع ہو چکی ہو تو جو
قیمت اس کی مقرر ہو مجھے دی پی کرادیں ورنہ صرف اس میں جو
مکتوبات اعلیٰ حضرت قدس سرہ آپ کے نام ہیں اون کی نقل
کا انتظار میرے لئے ہو سکتا ہو تو شروع فرمادیں اور اس کے لئے
جو اجرت دینا ہو اس سے مطلع فرمائیں۔ میں حاضر ہوں۔ اس خط کا
جواب ضرور براہ کرم دیجئے۔

محمد میاں قادری

از: مارہرہ، غزہ شعبان ۱۳۷۱ھ شنبہ

حضرت سید العلماء نے بھی "بہی رسالہ مبارکہ" جامع
الاقوال، طلب فرمایا حضرت سید میاں تحریر فرماتے ہیں:

۴۳ کھڑک بہی ۹

۷۸۶/۹۲

سلخ ذیقعدہ الحرام

ملک العلماء حضرت مولانا لکھنوی مرید محمد ہم!

حضرت ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی صاحب کی حیات اور علمی خدمات

شامی علیہ الرحمہ کی رائے پر بحث ہے جبکہ سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ "واضح خلافت" فرماتے ہیں۔ احباب اہلسنت کی خدمت میں سلام مسنون عرض ہے۔

جمعیتہ العلماء قدیم (اہلسنت) کی رویت ہلال کمیٹی کے حسب انتظام اب تک رویت ذی الحجہ کا شرعی ثبوت نہیں ہوا ہے۔ لہذا آج جمعہ کو ۳۰ ذیقعدہ ہی ہے۔ والسلام۔

فقیر مارہرہ، آل مصطفیٰ قادری برکاتی غفرلہ

جمعہ مبارک ۳۰/۱۱/۱۳۷۱ھ

* خانقاہ شاہ ارزاں، واقع محلہ درگاہ پٹنہ مراد ہے۔ اس وقت سید شاہ حامد حسین حامد سجادہ نشین تھے۔ یہ خانقاہ گیارہ صدی کے مشہور نگر

خط دہرا دون لکھا ہے اور وہاں سے نقشہ مذکور منگوا یا ہے۔ لیکن اب تک کوئی جواب نہیں آیا ہے۔ لہذا گزارش ہے، کہ آپ صرف بمبئی (جزیرہ) کا نقشہ ماہ مبارک کے لئے بنا کر بھیج دیجئے اور آپ نے یہ بھی لکھا تھا کہ نقشہ تیار ہے۔ بنا بریں امید ہے کہ آپ وہ نقشہ بہت جلد ارسال فرمائیں گے۔ کیوں کہ ماہ صیام قریب آ رہا ہے اور ہمیں چھپوا کر شائع کرانے کے لیے کچھ مدت درکار ہے۔ لہذا جلد از جلد بھیج دیجئے گا۔ دیگر صوبہ بمبئی کے لیے جو نقشہ درکار ہے وہ تو ہم کہیں سے بھی منگوا کر آپ کو روانہ کر دیں گے اور وہ تو بعد میں بھی ہو سکتا ہے مگر جزیرہ بمبئی کے نقشے کی تو سخت ضرورت ہے ورنہ

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدنی کی حیات اور علمی خدمات

خیز ہوئی۔ مولیٰ تعالیٰ اوس کی سب جلدیں بہ حسن و خوبی و صحت تمام طبع جلد تر کرادیا اور اون کی اشاعت ہم مسلمانان اہلسنت کے لیے دارین میں نافع اور مفید فرمائے۔

آمین بجاہ الحبیب الامین علیہ الصلاۃ والسلام و علی آلہ واصحابہ۔ مطلع فرمائیے تو جلد اول کا ہدیہ پیشگی حاضر کروں یا میرے نام وی۔ پی کرادیں۔ بعد اشاعت و معائنہ میں حتی الوسع مزید اشاعت کی بھی کوشش کروں گا۔

سورت یس شریف وغیرہ کے ورد کی ترکیب معہ اجازت انشاء المولیٰ بعد عید الفطر جلد حاضر کر دوں گا۔ آپ کے فتویٰ متعلق بہ ”حج علی الفلاح“ پر بمبئی میں علمائے اہلسنت سے مزید تصدیقات حاصل کرنے کے لیے میں نے آل مصطفیٰ سلمہم کو اس لیے نہیں لکھا، کہ وہاں سنی کہلانے والے مولوی میری نظر میں دو تین... ہیں اور میں نے اس کسی مسئلے میں اب رجوع سے حتی الوسع دور رہنا چاہتا ہوں.... ان کے علاوہ کوئی سنی مولوی پیش نظر آئے، تو اون کے لیے ان شاء المولیٰ تعالیٰ عنقریب لکھ دوں گا۔

محمد میاں قادری

از مار ہرہ ۲۷ / ماہ صیام مبارک ۱۳۷۱ھ

حضرت ملک العلماء نے ادب و اخلاص کا خاص حصہ پایا تھا۔ اپنے بڑوں کی بارگاہ میں وہ حد درجہ محتاط اور سراپا احترام رہا کرتے تھے۔ ”بدلتے موسموں“ کا آپ پر کوئی اثر نہ ہوتا اور نہ وہ بزرگی کی ”خانوں“ میں تقسیم کے قائل تھے۔

حضرت تاج العلماء قدس سرہ ذاتی فضیلت و کمالاتی جامعیت کے ساتھ ساتھ خاندان رسالت کی سچی نسبت اور آستانہ برکاتی کی ذمہ دارانہ قیادت بھی رکھتے تھے۔ آپ کا خاندان

علی حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ کا مرکز عقیدت اور ایسا کہ علی حضرت نے زندگی بھر صرف اپنے آقاؤں کے گن گائے اور کسی اور سمت ایک نگاہ التفات روادار نہ ہوئے۔ علی حضرت قدس سرہ کے چہیتے حضرت ملک العلماء بھی آستانہ برکاتیت سے غایت درجہ عقیدت رکھتے تھے اور عقیدتوں کی یہ تاب ہمہ دم دکتی رہی۔ ادب و احترام کی خوشبوں میں بے ہوئے ایک مکتوب میں آپ نے ایک بار پھر حضرت تاج العلماء سے ”حیات علی حضرت“ پر نگاہ اصلاح ڈال دینے کی درخواست پیش کی۔ اس کے جواب میں حضرت نے یہ شفیقانہ مفاوضہ تحریر فرمایا:

۷۸۶ محترم المقام مکرمی المحترم مولوی محمد ظفر الدین صاحب رضوی ادام بالکرم! وعلیکم السلام والرحمة والعافیة!

کل کی شب میں ہی طویل کئی ماہ کے سفر بمبئی و پونہ وغیرہ کے بعد حاضر خانقاہ قدسیہ برکاتیہ ہوا اور کل کے ہی دن میں کرم نامہ جس پر تاریخ ۱۰ رذیقعدۃ الحرام جمعہ ہے موصول ہوا۔ آج کل رضویان اعظم کے یہاں مجھے ایسے ہیچ پیرز کے معروضات مخلصانہ کی جیسی پذیرائی ہے اوسے دیکھتے ہوئے آپ نے جو کرم فرمائی اس کرم نامہ میں برتی وہ آپ کے ہی ساتھ مخصوص اور فقیر اوس کا شکر گزار اور بحر حال آپ کے لئے عافیت دارین کا دعا گو ہے۔

”حیات علی حضرت“ (قدس سرہ) کا جو مسودہ میرے پاس آیا اوس سے یہ مطبوع بہت غیر ہے اور سید شمس الضحیٰ صاحب نے مجھ سے کراچی میں کہا بھی تھا کہ کافیہ لکھی جانے کے بعد بھی مطبوع ”حیات“ میں وجوہ تعویق میں سے ایک یہ ہے کہ اوس میں رد و بدل و ترمیم و تغیر وہاں کے ارباب بست و کشاد نشر و طبع کر رہے ہیں اور مجھے تو میرے پیشگی عرض کر دینے کے باوجود کاپی کی علاوہ تنہا اور بیمار اور کثرت کار و افکار میں گرفتار ہوں۔ پوری کتاب

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی عظیمی کی حیات اور خدمات

ایک سرسری نظر سے دیکھنے میں بھی بہت کافی وقت لگے گا۔ آپ نے وقت بہت کم دیا اور جلد واپسی بامید طبع آپ نے چاہی اور میں نے تعمیل کی۔ الْمَاضِي لَا يُدْبِرُ۔ میں نے تو مناسب اور بے خطر یہی جانا تھا کہ آپ خود ہی اصلاح ضرور فرمائیں۔ اب آپ کی فرمائش کے مطابق میں ہی اصلاح و ترمیم اپنی فہم ناقص و قاصر کے موافق حاضر کروں گا مگر ۹/۸ ماہ کے مسلسل سفر کے بعد کام پچھلا بکثرت ہے اور روزمرہ کا کثیر الگ۔ لہذا نہیں کہہ سکتا کہ کب تک حاضر کر پاؤں گا حتیٰ الوسع جلد انشاء المولیٰ تعالیٰ پیش کروں گا۔ میں توجیح اور سچے اسلام و سنیت سے استقامت کو کوئی جداگانہ چیز نہیں جانتا اور پھر یہ بھی مشاہد ہے۔ آج کل جو کم علم اور جاہل کہے جاتے ہیں وہی اسلام و سنیت میں اس سے بہت زیادہ استقامت رکھتے ہیں جو تحصیل علوم کے مدعی اور رسمی مولوی فاضل ہیں اور بہر حال علم الہ ہے اور اسلام و سنیت مقصد اور اسلام و سنیت خیر محض ہے برخلاف علم کہ أَضَلُّهُ اللَّهُ عَلَىٰ عِلْمِهِ (اللہ تعالیٰ نے اسے ذی علم ہونے کے باوجود گمراہ کیا) حق ارشاد حق تعالیٰ ہے۔ میں نے اس سلسلہ میں جو عرض کیا تھا وہ یہی ملحوظ رکھ کر۔

اس راہ میں حضرت تاج العلماء کا تعاون و مدد

- ۱۔ احسن العلماء، افضل الاصفیاء سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن قادری
 - ۲۔ منشی سعید الدین مرحوم۔ مارہرہ مطہرہ
 - ۳۔ منشی ایوب علی مرحوم۔ مختار عام حضرت تاج العلماء مارہرہ مطہرہ
 - ۴۔ حافظ ظہیر الدین قادری برکاتی، ایڈیٹر ماہنامہ استقامت، کراچی
- مذکورہ بالا مکاتیب میں اکثر و بیشتر حضرت احسن العلماء کے دست مہارت کے تحریر فرمودہ ہیں۔ چند خطوط خود بنفس نفیس حضرت تاج العلماء نے بھی تحریر فرمائے اور ایک خط حافظ ظہیر الدین نے بھی اپنے قلم سے املا کیا ہے۔

☆ دوم، ان خطوط سے حضرت تاج العلماء اور سید العلماء کی تواضع و لہیت، حق گوئی، حق پسندی، مصلحت کوشی سے گریز، رضائے الہی کی طلب، صاحبان علم و فضل کا اعزاز اور دیگر ہمدردانہ جذبات کا بھی علم ہوتا ہے۔ ان حضرات نے ملک العلماء کو جس اعزاز و طرز سے خطاب فرمایا، مشکلات میں جیسی ممکنہ دستگیری فرمائی، اپنی مخلصانہ دعاؤں سے نوازا اور مناسب مشورے دیئے ان سے آپ حضرات کی اعلیٰ ظرفی اور کریمانہ اخلاق کے روشن ثبوت فراہم ہوتے ہیں۔

* سوم، ان تحریروں سے حضرت ملک العلماء کی ادب شناسی، خلوص و وفا، علمی مراتب خصوصاً علم توقیت میں آپ کی مہارت اور مرجعیت، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ سے والہانہ عقیدت اور ان کے قبلہ عقیدت خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ کے بزرگوں سے والہانہ محبت کی آئینہ داری بھی ہوتی ہے۔

فقیر اولاد رسول سید محمد میاں قادری برکاتی قاسمی غفرلہ
از خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ ۱۸/۱۱/۱۳۷۷ھ شنبہ
حضرت تاج العلماء اور سید العلماء قدس سرہما کے ان
گرامی مکاتیب کے مطالعے سے درج ذیل چند خصوصیات خوب
واضح ہیں:

* یہ حضرات بہت منضبط اوقات رکھتے تھے اور خطوط کا جواب بہر صورت نہایت پابندی سے دیا کرتے حالانکہ تاج العلماء اکثر و بیشتر غلیل رہا کرتے۔ آپ کو ضیق النفس آپ اپنی ذمہ داریوں سے غفلت نہ برتتے۔



چند مفوضات طیبہ بنام ملک العلماء

پیش کش: ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی

اس عنوان کے تحت آٹھ خطوط درج کئے جاتے ہیں۔ جو تاریخی اہمیت کے حامل ہیں۔ چار مکتوبات عالیہ تو بالکل تبرکات و نوادرات کے قبیل سے ہیں۔ ان میں سے دو خط مجذوب وقت قطب عصر سید شاہ شاہد علی شہز پوش گورکھپوری، سجادہ نشین خانقاہ عالیہ رشیدیہ جو پور شریف کے ہیں اور دو خط سرکار کلاں سید شاہ مختار اشرف الجیلانی سجادہ نشین خانقاہ عالیہ اشرفیہ کچھوچھ شریف کے ہیں۔ ان دونوں کے بعد چار خطوط برہان ملت مولینا شاہ محمد برہان الحق رضوی، جبل پوری کے ہیں۔ یہ سارے خطوط ملک العلماء علیہ الرحمہ کے نام موصول ذخیرہ خطوط میں تھے۔ جو مجھے جہان ملک العلماء کی ترتیب کے آخری مرحلے میں حسن اتفاق سے مل گئے۔ افادہ عام کی خاطر یہاں پیش کئے جا رہے ہیں۔

سید شاہ شاہد علی شہز پوش علیہ الرحمہ (م ۱۳۷۱ھ) اپنے وقت کے مجذوب و قطب تھے۔ انہیں علمی کاموں سے بھی شغف تھا۔ وہ علمائے کرام کی بیحد قدر کرتے تھے۔ بڑے با وضع، با اخلاق، با مروت، با اوقات شخصیت کے مالک تھے۔ مشہور ادیب و نقیب ڈاکٹر ملک زادہ منظور صاحب جن کی زندگی گورکھپور میں گزری ہے۔ انہوں نے اپنی خودنوشت، رقص شرر، میں مجذوب العصر کی علم دوستی اور انسان دوستی پر روشنی ڈالی ہے۔ مجذوب العصر کے خط سے معلوم ہوتا ہے، ان کو حضرت ملک العلماء سے خاصا لگاؤ تھا۔ کلیہا کے بعد ملک العلماء کو وہ گورکھپور بلانا چاہتے تھے۔ خط میں گورکھپور کے لئے 'مؤذن الاوقات' کی طلب ہے۔ مجذوب العصر نے ملک العلماء کو اپنی والدہ ماجدہ جن کا وصال ۹۳ برس کی عمر میں ہوا، کی وفات کی خبر دی ہے، دونوں خطوں سے ان دونوں کے رابطہ پر پور روشنی پڑتی ہے۔

سید شاہ مختار اشرف سرکار کلاں علیہ الرحمہ اپنے وقت کے ادیب خطیب، عالم ربانی اور مقتدر روحانی پیشوا تھے۔ ان کی دونوں تحریروں سے دونوں بزرگوں کے درمیان قلبی تعلقات کا اندازہ ہوتا ہے۔ ایک دوسرے کو احترام کی کس نظر سے دیکھتے تھے حضرت ملک العلماء کی قلمی بیاض میں سرکار کلاں کی مبارک تحریریں بھی ملتی ہیں۔ جو انہوں نے وقتاً فوقتاً رقم فرمائی ہیں۔ یہ تحریریں خصوصاً اوراد و وظائف کے حوالہ سے نظر سے گزری ہیں۔ خیران کے قلم بیض رقم سے لکھے گئے دو خط پڑھ کر قارئین ملاحظہ ہوں۔

برہان ملت حضرت مولینا برہان الحق رضوی علیہ الرحمہ حضرت ملک العلماء کے معاصر بھی ہیں۔ محبت بھی اور قدر شناس بھی۔ سر دست برہان کے چار خطوط ہم دست ہوئے۔ جو یہاں شریک اشاعت ہیں۔ ان خطوط کے مطالعہ سے کئی اہم امور کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ خصوصاً سوانح علی حضرت اور سلطنة المصطفیٰ کے بارے میں معلومات فراہم ہوتے ہیں۔ برہان ملت اور ان کے والد

بزرگوار عید الاسلام شاہ عبدالسلام رضوی علیہ الرحمہ اور حضرت ملک العلماء کے باہم رشتہ و روابط اجاگر ہوتے ہیں۔ شاہ عبدالسلام رضوی جبل پوری مسلک رضوی کے سپہ سالار گزرے ہیں۔ شیر پیشہ اہلسنت علامہ الشاہ سید پدایت رسول قادری

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی دہلی کی حیات اور خدمات

راپوری علیہ الرحمہ کے بعد عید الاسلام شاہ عبدالسلام رضوی ہی پیش نظر آتے ہیں۔ اجلاس اہلسنت پٹنہ منعقد ۱۳۱۸ھ میں انہوں نے شرکت کی اور خطاب فرمایا، تو پٹنہ کے لوگ ان کے انداز خطاب سے بے خود ہو گئے۔ محلہ محلہ بلا بلا کر لوگ ان کی تقریریں تھے۔ یہی صورت حال بنگور اور مدراس کی بھی ہے۔ بنگور والوں نے تو ان کا جشن فتح بھی منایا اور انہیں تو صیف نامہ و سپاس نامہ لکھا، جو منظوم صورت میں سے شاہ عبدالسلام کی خدمات پر مدح و تحامیر لکھا، اچھا اگر کہنا کر ضرور ہے۔

خطوط سرکار کلاں سید شاہ مختار اشرف الجیلانی علیہ الرحمہ

(۱)

۷۸۶

مکرمی محترمی زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج شریف۔ گرامی نامہ تشریف لا کر منکشف حالات ہوا۔ پروگرام میں تبدیلی واقع ہونے کی وجہ اب انشاء اللہ تعالیٰ ۳ فروری یوم دو شنبہ مبارکہ کو اپر انڈیا اسپرلیس سے پٹنہ پہنچ کر حاضر خدمت ہونگا۔ آپ اسٹیشن تک تشریف آوری کی زحمت نہ فرمائیں۔ میں خود ہی حاضر ہوجاؤں گا۔ گھر کے سب چھوٹے بڑے کو سلام و دعا فرمادیں۔ فقط والسلام

سید محمد مختار اشرف سجادہ نشین خانقاہ اشرفیہ، کچھوچھ

از بھاگلپور ۳۰ جنوری ۵۲ء

(۲)

مکرمی محترمی زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ حضرات سے رخصت ہو کر بخیر مکان پہنچ گیا۔ گرامی نامہ دستی بنارس پہنچ کر برادر معظم محدث صاحب کی خدمت میں قیام گاہ پر بھیج دیا گیا تھا۔ اپنی خیریت مزاج نیز اپنے مشورہ سے مطلع فرما کر مسرور فرمائیں اور ہر دو سجادہ نشیان کی خدمت میں سلام عرض فرمادیں۔

فقط والسلام

سید محمد مختار اشرف سجادہ نشین.....

از کچھوچھ شریف ۳ فروری ۵۲ء

خطوط برہان ملت مولینا شاہ محمد برہان الحق رضوی جبل پوری علیہ الرحمہ

(۱)

۷۸۶/۹۲

مخدومنا المحترم ذی الحج والکرم ملک العلماء حضرت مولینا شاہ محمد ظفر الدین صاحب زید جہم سلام مسنون اشتیاق مقرون والا نامہ گرامی بنام حضرت قبلہ والد ماجد مدظلہ العالی تشریف لایا۔ حضرت اقدس کو سنادیا۔ مدت مدید کے بعد ان محترم کی یاد آوری کا شکر یہ بہت بہت سلام مسنون و دعائے عافیت فرماتے ہیں۔ مبلغ مع منی آرڈر دو عدد در سالہ الجواہر والیواقیت کے لئے حاضر کیا ہے۔ فقط والسلام مع الاکرام

فقیر برہان الحق رضوی غفرلہ

جبلپور۔ ۱۵ فروری ۲۳ء

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی دہلی کی حیات اور علمی خدمات

(۲)

مخدومنا المکرم ذی الجہد والکرم ملک العلماء حضرت مولینا شاہ محمد ظفر الدین صاحب دام بالمواہب

سلام مسنون اشتیاق مشغون۔ والا نامہ اسکے بعد دستی رقعہ بمعرفت احمد بھائی برسد موصول ہوئی۔ مقامی مصروفیتوں کے باعث جو اب میں غیر معمول تاخیر کے لئے معذرت خواہ ہوں۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے زمانہ اقدس میں۔ میں نے سلطنت المصطفیٰ کی نقل کرنے کا ارادہ کیا، حضرت اقدس سے اشارۃً اجازت بھی حاصل کر لی، پھر مجھے یاد نہیں، کیا اسباب پیش آئے کہ نہ مجھے رسالہ ملانہ نقل کر سکا اس لئے مجھے افسوس ہے کہ رسالہ مبارکہ میرے پاس نہیں۔

حضرت محترم والد ماجد مدظلہ سلام مسنون فرماتے ہیں

بجضور صاحب سجادہ مدظلہ ومخدوم زادگان مولینا جیلانی میاں ومولینا نعمانی میاں کو سلام نیاز

تمام برادران طریقت واحباب اہلسنت کی خدمت تحیۃ مسنونہ، ماموں کی خدمت میں سلام مع الا اکرام

فقیر برہان الحق رضوی غفرلہ

۱۳ فروری ۱۹۴۳ء

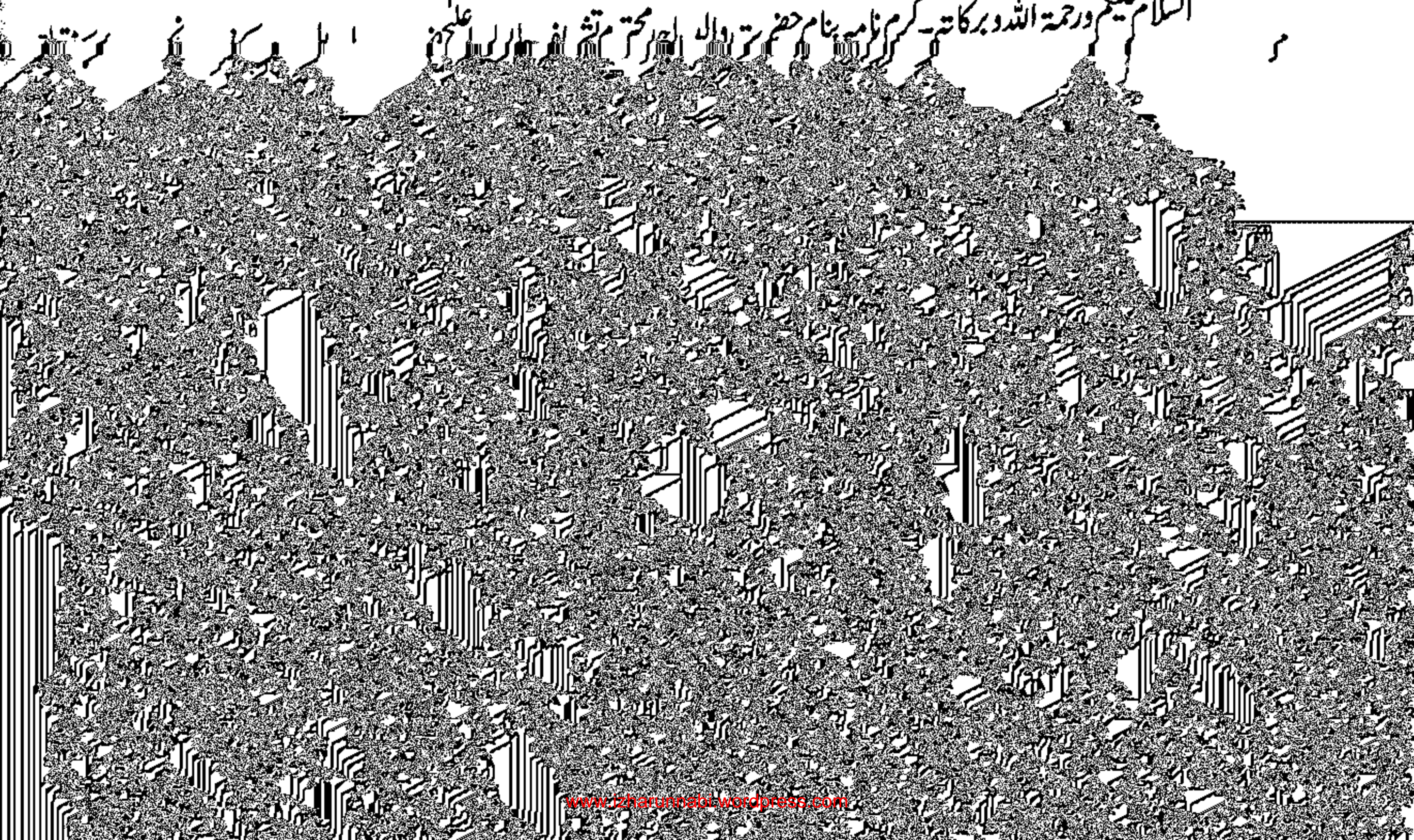
(۳)

۷۸۶/۹۲

جبلپور ۱۳ محرم الحرام ۱۳۷۷ھ

مخدومنا المکرم صدرالاساتذہ ملک العلماء حضرت مولینا ظفر الدین صاحب دام بالمواہب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ کرم نامہ بنام حضرت والد الاحقر محترم مشرف اللہ علیہ



۷۸۶/۹۲

جبلپور ۲۹ رجب المرجب

ملک العلماء حضرت مولانا لطف اللہ شاہ محمد ظفر الدین صاحب دام بالمواہب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ گرامی نامہ کے جواب میں غیر معمولی تاخیر کے لئے معذرت خواہ ہوں۔ ناگپور اسمبلی سے آیا۔ والا نامہ پڑھا۔ مگر بوجہ علالت و دیگر مصروفیات ذہول ہو گیا۔

محترمی! علیحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوانح حیات طیبہ کا وہ حصہ جس کا تعلق حضرت محترم قبلہ والد ماجد مدظلہ اور اس سگ آستاں ہے۔ بعد سفر جبلپور و قیام روانگی کے متعلق ایک مختصر مگر مفصل کتابی صورت میں مع مکتوبات و مفاوضات عالیات کی نقول کے انشاء اللہ العزیز جلد حاضر خدمت کروں گا۔ مگر باوجود استعجال کے رمضان مبارک سے پہلے نہیں ہو سکتا۔ احقر زادہ کی شادی کے اہتمام میں قلیل الفرصت ہوں۔

زندگی کا اکثر و بیشتر حصہ افتاء میں صرف ہوتا ہے۔ اس وقت مجموعہ فتاویٰ ساتویں جلد نصف کے قریب پہنچ چکی ہے۔ پھر کسب حلال و ذریعہ معاش باذنہ تعالیٰ مطلب اور کچھ وقت مقامی مسلم خدمات۔ اس سلسلہ میں اسمبلی (مجلس قانون ساز) کا ممبر ہوں۔ سال میں تقریباً ۴۰ دن دو مرتبہ ۵ ماہ کے وقفہ سے ناگپور میں گزرتے ہیں۔ تین لڑکے ہیں۔ بڑا ایم۔ اے سائیکولوجی مجھلے میرے ساتھ افتاء اور مطب میں ساتھ رہتا ہے چھوٹا کراچی تھا۔ حضرت قبلہ مدظلہ بہت ہی ضعیف بصارت سے معذور آنحضرت کا والا نامہ سن کر کثرت کر یہ سے ریش مبارک تر ہوئی۔ بہت بہت سلام مع الاکرام کے بعد طالب دعاء خیر خاتمہ۔ مولا عزوجل اور خدمت کی توفیق بخشیں۔ حضرت قبلہ کے خیال سے ہفتہ عشرہ کے لئے بھی کہیں آ۔ جا۔ نہیں سکتا۔

حیات طیبہ کی طباعت کے لئے جبلپور میں تو کوئی ایسا اردو پریس ہے نہیں جو تھی وہ بھی اگر چہ محض اشتہارات وغیرہ کے کام کی تھی۔ وہ بھی نذر تعصب ہو کر کہیں کے کہیں پہنچی۔ اس مبارک تصنیف کی طباعت کے لئے کراچی بہتر مقام ہوگا۔ اگر ارشاد گرامی ہو تو میمن حضرات کی جماعت کو میں اس پر آمادہ کروں۔ امید ہے کہ کامیابی ہوگی۔ میں عارضی پرمٹ پر دسمبر ۵۰ھ کو ۱۵ دن کے لئے گیا تھا۔ جذبہ عقیدت سے مجھے بہت توقع ہے۔ خادم زادہ کی شادی کا رقعہ حاضر کر کے دعائے کامیابی و کامرانی کا متمنی ہوں خادم زادہ سلام ادب عرض کرتا ہے۔ والسلام مع الاکرام

محمد برہان الحق رضوی غفرلہ

۶ مئی ۱۹۵۱ء

☆☆☆

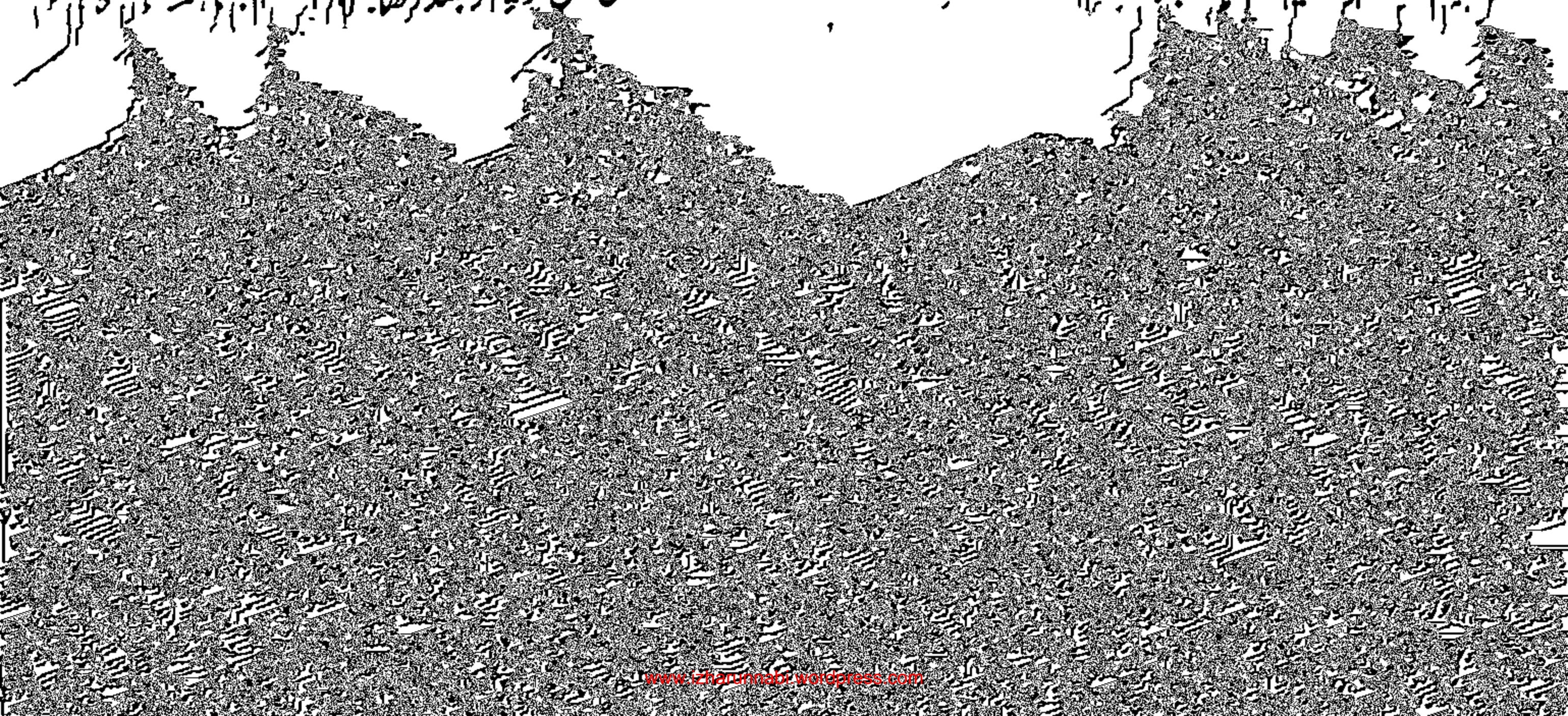
خانوادہ اعلیٰ حضرت اور ملک العلماء

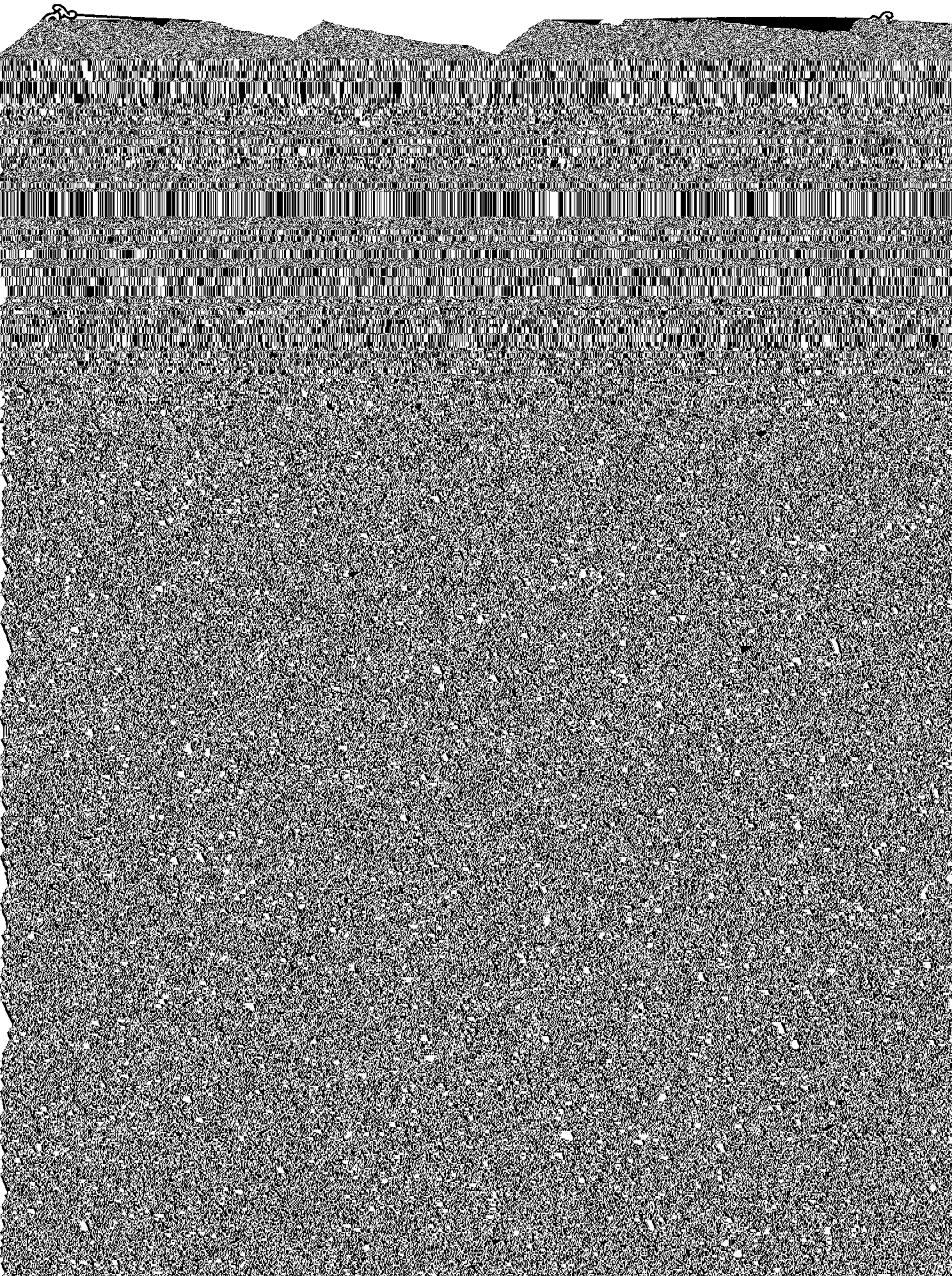
از قلم: ڈاکٹر شجاع الدین فاروقی، D59 میڈیکل کالونی۔ اے، ایم، یو، علیگڑھ، یوپی

اعلیٰ حضرت مولانا الحاج الشاہ امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان (۱۲۷۲ھ - ۱۳۳۰ھ) (۱۸۵۶ھ - ۱۹۲۱ھ) کی ذات والا صفات چودھویں صدی ہجری میں مثل شمس روشن و تاباں تھی۔ شمس کا ایک نظام ستمی ہوتا ہے۔ اس کے اپنے سیارے ہوتے ہیں۔ جو اس کے گرد گردش کرتے ہیں۔ اور اس کے نظام کی تکمیل کرتے ہیں۔ اس شمس کے سیارے صدر الشریعہ مولانا امجد علی صاحب قادری، صدر الافاضل مولانا نعیم الدین صاحب مراد آبادی، شیریشہ اہلسنت مولانا حشمت علی صاحب، محدث اعظم مولانا سید محمد جیلانی کچھوچھوی، مبلغ اعظم مولانا عبد العظیم صاحب میرٹھی، مولانا ضیاء الدین احمد مہاجر مدنی اور حضور ملک العلماء مولانا سید ظفر الدین قادری بہاری علیہم الرحمہ ہیں۔ ان حضرات نے نہ صرف اعلیٰ حضرت کے نام و کام کو آگے بڑھایا۔ بلکہ ان کی روشنی و تابانی کو بھی چار دانگ عالم میں پہنچانے کا فریضہ ادا کیا۔ ان سبھی سے اعلیٰ حضرت کا قلبی و روحانی رشتہ تھا، جس کا اظہار ان کی تحریروں اور خطوط

خاندان سے تھا۔ آپ کے آباء واجداد سپہ گری سے وابستہ تھے۔ لیکن آپ سے چند نسل قبل یہ سلسلہ منقطع ہو گیا تھا اور اس کے برعکس علوم دین سے وابستگی ہو گئی تھی۔ آپ کے والد گرامی مولانا نقی علی خاں، دادا حضرت رضا علی خاں اور پردادا حافظ کاظم علی خاں دینداری، تقویٰ و پرہیزگاری میں ممتاز تھے اور معیشت کیلئے زمینداری سے وابستہ تھے۔ مولانا نقی علی خاں کے تینوں صاحبزادے مولانا محمد رضا خاں، مولانا احمد رضا خاں اور مولانا حسن رضا خاں علوم دین کے شیدائی اور ان میں ممتاز تھے۔

مولانا حسن رضا خاں المتخلص بہ حسن بریلوی داغ دہلوی کے شاگرد اور نعت گوئی میں ایسے ممتاز ہوئے، کہ استاذ زمن کے لقب سے ملقب ہوئے اور مولانا احمد رضا خاں نے تو علوم اسلامیہ کی سیادت و امامت کا وہ منصب حاصل کیا ہے، کہ تا قیام قیامت ان کی سیادت و امامت کا پرچم لہراتا رہے گا۔ ان کے صاحبزادگان عالی وقار نے بھی اس پرچم کو بلند رکھا۔ ۱۹۱۱ء میں ۱۰۱۱ھ میں مولانا





جهان ملک العلماء

حضرت علامہ امام احمد رضا سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی صاحب کتب و تصانیف

میں مدرسہ خانقاہ کبیر پور بہرام شریف لے گئے، جہاں ۱۳۳۸ھ
۱۹۲۰ء تک تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔ اس دوران مدرسہ
شمال ہند کی پندرہ حکومت بہار کے زیر انتظام آ گیا۔ اس میں آپ کو
پھر مدرسہ اول کی حیثیت سے مقرر کیا گیا۔ جہاں سے آپ بحیثیت
پرنسپل ۱۹۵۰ء میں ریٹائر ہوئے۔ اگلے بارہ سال آپ نے تصنیف و
تالیف میں گزارے اور ضمناً درس و تدریس میں بھی مشغول رہے۔
اس دوران جامعہ لطیفہ کٹیہار میں بھی آپ نے چند سال منصب
صدارت کو روٹی بخشی۔

آپ نے سیرت، حدیث، فقہ و اصول، عقائد و مناظرہ،

تفسیر، منطق، لغت، تاریخ، جغرافیہ، فلسفہ،

آئینہ الفاظ سے مخاطب کیا ہے، وہ بھی لائق توجہ ہیں۔
جیسی و ولدی و قرۃ یعنی مولانا مولوی ظفر الدین صاحب
قادری جعلہ اللہ کا سہ ظفر الدین
ولدی وزینی و قرۃ یعنی برادر زینی و جینی مولانا
الدین صاحب جعلہ اللہ کا سہ ظفر الدین
ولدی اعزی اعزک اللہ فی الدنیا والدین و جعلہ اللہ
ظفر الدین آمین آمین آمین۔
ولدی الاعز مولانا محمد ظفر الدین صاحب جعلہ اللہ
ظفر الدین آمین
میرزا امیر علی صاحب

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی علیہ السلام کی حیات اور علمی خدمات

ثابت کیا ہے اور اس کی پیشن گوئی کی تغلیط کی ہے۔ یہی ہوا ۱۷ دسمبر آئی اور خیریت سے گزر گئی۔

☆ اکثر خطوط کتابوں کے لین دین، عبارات کی تلاش و حصول سے متعلق ہیں۔ مثلاً خط نمبر ۵ میں فرماتے ہیں:

”مبسوط سرحی کتب خانہ میں ہو تو اس عبارت کو تطبیق کر بھیجئے۔ عبارت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں“ یہ عبارت یوں ہی ہے کہ اس میں فرق ہے، اس کا سابق و لاحق کیا ہے؟

☆ چھٹے خط میں بھی اس مسئلہ پر گفتگو ہے اور اسی عبارت کی تلاش ہے۔

☆ خط نمبر ۱۲ میں ارشاد ہوا ہے:

”مجھے کافی شرح وامی اور ”غایۃ البیان اتقانی و مبسوط، شمس الائمہ سرحی سے بحث ماء مطلق و ماء مقید تمام و کمال کی ضرورت ہے۔ بعجلت تمام ان کی تعریفیں اور ضوابط و جزئیات اور مطبوع و مخلوط کے احکام بالتفصیل درکار۔ کسی صحیح نویس کاتب سے باجرت نقل کرائیے اور مقابلہ خود کیجئے کہ مجھے بہت تعجیل ہے، جو اجرت قرار پائے گی۔ بعونہ تعالیٰ حاضر کی جائے گی۔“

☆ خط نمبر ۲۷ میں اس طرح کی فرمائش مندرجہ ذیل الفاظ میں کی گئی ہے:

”مجھے دربارہٴ خضاب ان چند کتابوں کی پوری عبارات درکار ہیں۔ آپ کے پاس ہوں تو فہما، ورنہ ایک دن کے لئے پٹنہ جا کر لائیے۔ تاتار خانیہ، زاد المعاد، ابن القیم، عقد الفرید لابن عبد ربہ ”نزہۃ المجالس“ ان کے سوا اگر اور کتب سے کہ میرے پاس نہیں، عبارات مستوعیہ ہو، تو احسن کتم اور رسمہ کی تفسیر (ساورائے صراح و قاموس و تاج العروس و خالق زمخشری و مغرب مطرزی و مصباح المنیر و مختار الصحاح و نہایہ ابن اثیر و مجمع البحار و تحفہ و مخزن الادویہ و تذکرہ انطاکی و جامع ابن بیطار و انوار الاسرار لابن الملک و تیسیر و سراج المنیر شروح

جامع صغیر) اور کتابوں سے جو کچھ ملے تو اور عنایت ہو۔“

☆ مکتوب نمبر ۱۲ میں بھی کچھ وصولیابی کی اطلاع اور باقی کی طلب ہے۔ فرماتے ہیں:

”عبارات تفاسیر آئیں۔ مابقیہ بھی درکار ہیں ”جمل“ و ”جلالین“ یہاں ہیں۔ یہ ”روح المعانی“ کیا ہے؟ یہ آلوسی بغدادی کون ہے؟ بظاہر کوئی نیا شخص ہے اور آزادی زمانہ کی ہوا کھائے ہوئے ہے۔ مصنف کا ترجمہ یا کتاب کا سال تالیف لکھا ہو، تو اطلاع دیجئے۔

☆ مدارک کا کوئی حاشیہ ہو، تو اس کی عبارت کی زیادہ ضرورت ہے۔“

☆ مکتوب نمبر ۲۸ بھی آمدہ کے شکرے اور باقی کے مطالبے پر مبنی ہے اور ایسا مطالبہ اسی سے کیا جاسکتا، جس سے امید ہو اور جسے زحمت دینا اپنا حق سمجھا جاسکتا ہو، اسی لئے تو بے تکلفی سے فرمائش ہے:

”عبارات تینوں بار کی آئیں جزاکم المولیٰ تعالیٰ خیراً کثیراً۔ شاید وہ کتابیں جن کو دیکھ چکا اور ان کی فہرست بھی لکھ دی تھی، ان میں ”فتح الباری و جامع ابن بیطار، کا نام لکھنا بھول گیا، کہ آپ کو نقل کرنی ہوئی۔ شاید عقد فرید لابن عبد ربہ، وہاں نہ ملی، کہ اس کی عبارت نہ آئی۔ تاتار خانیہ سے ایک عبارت علامہ طحاوی نے حاشیہ در

میں بالواسطہ نقل فرمائی ہے، کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے نام پاک کے ساتھ علیہ السلام کا اختصار م لکھنا کفر ہے، تخفیف شان نبوت ہے، اب کبھی بانگی پور جانا ہو، تو اس عبارت کو ضرور تلاش کیجئے۔ اگر

آپ کو ملے، تو بحوالہ کتاب و باب و فصل مع نقل عبارت اطلاع دیجئے۔ میں اس وقت اس کا تذکرہ بھول گیا۔ نیز عبارت خضاب میں مضمرات شرح قدوری کا نام لکھنا بھول گیا، اس کی زیادہ ضرورت تھی۔

☆ اعلیٰ حضرت نے اکثر خطوط میں ملک العلماء کی دینی خدمات، تندہی و مستعدی، محنت و لگن اور احکام کی بجا آوری پر تحسین و آفرین کہا ہے اور ان کے لئے دعائیں کی ہیں۔ مکتوب نمبر ۱۸ میں آپ کی خدمات کا تذکرہ اس طرح ہے:

”ادھر نہ مدرس، نہ واعظ، نہ ہمت والے مالدار، ایک ظفر

☆ اعلیٰ حضرت نے اکثر خطوط میں ملک العلماء کی دینی خدمات، تندہی و مستعدی، محنت و لگن اور احکام کی بجا آوری پر تحسین و آفرین کہا ہے اور ان کے لئے دعائیں کی ہیں۔ مکتوب نمبر ۱۸ میں آپ کی خدمات کا تذکرہ اس طرح ہے:

☆ اعلیٰ حضرت نے اکثر خطوط میں ملک العلماء کی دینی خدمات، تندہی و مستعدی، محنت و لگن اور احکام کی بجا آوری پر تحسین و آفرین کہا ہے اور ان کے لئے دعائیں کی ہیں۔ مکتوب نمبر ۱۸ میں آپ کی خدمات کا تذکرہ اس طرح ہے:

☆ اعلیٰ حضرت نے اکثر خطوط میں ملک العلماء کی دینی خدمات، تندہی و مستعدی، محنت و لگن اور احکام کی بجا آوری پر تحسین و آفرین کہا ہے اور ان کے لئے دعائیں کی ہیں۔ مکتوب نمبر ۱۸ میں آپ کی خدمات کا تذکرہ اس طرح ہے:

☆ اعلیٰ حضرت نے اکثر خطوط میں ملک العلماء کی دینی خدمات، تندہی و مستعدی، محنت و لگن اور احکام کی بجا آوری پر تحسین و آفرین کہا ہے اور ان کے لئے دعائیں کی ہیں۔ مکتوب نمبر ۱۸ میں آپ کی خدمات کا تذکرہ اس طرح ہے:

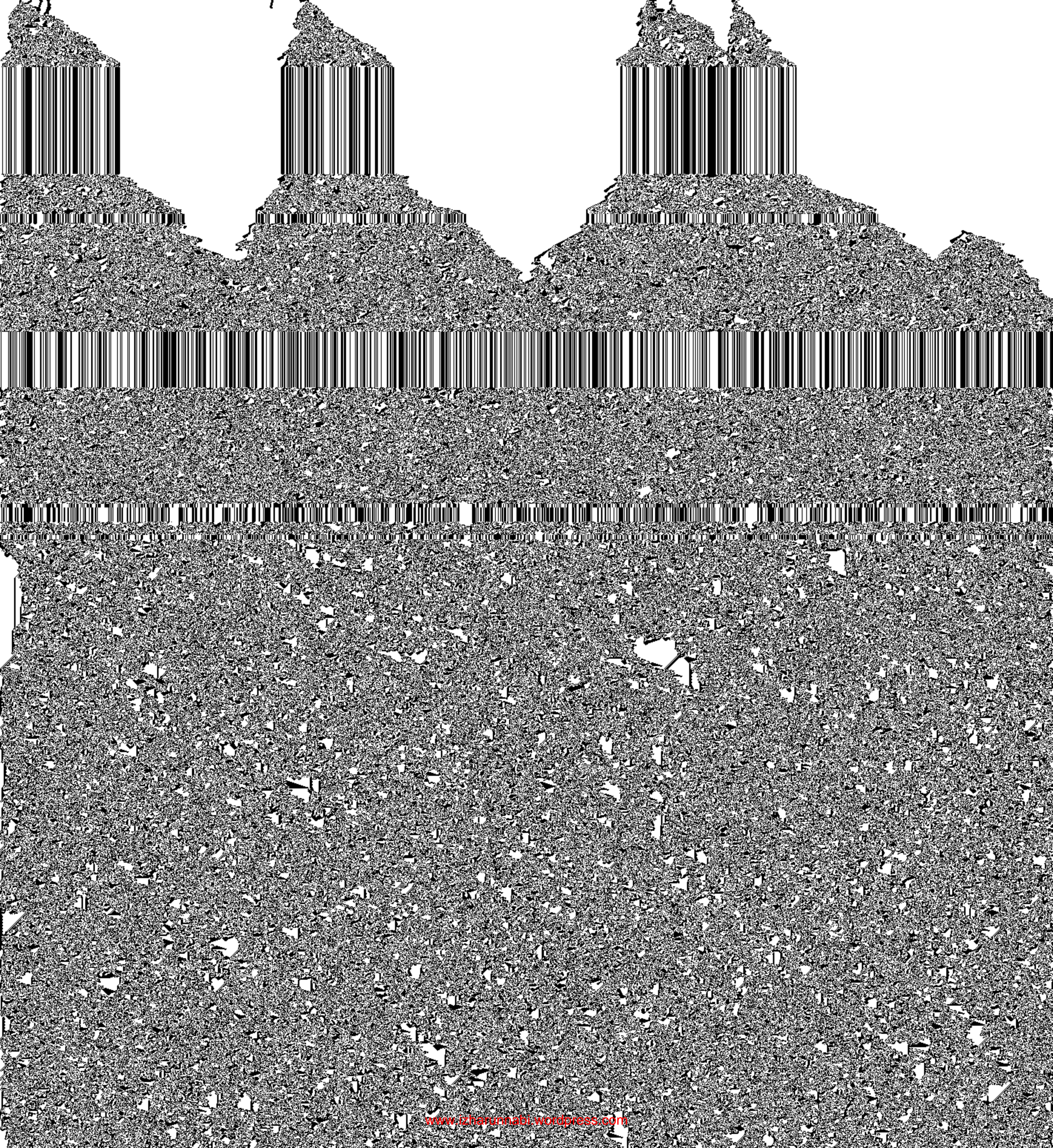
جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدظلہ کی حیات اور علمی خدمات

الذین کدھر کدھر جائیں اور ایک لعل خاں کیا کیا بنائیں؟“
☆ مکتوب ۱۹ میں بھی ان دونوں حضرات کیلئے خراج تحسین
بھی ہے اور دعائیں بھی۔

”آپ اور مولانا حامی سنت ماجی بدعت حاجی محمد لعل
خاں صاحب سلمہ جو کچھ خدمات دین کر رہے ہیں۔ مولیٰ عزوجل بر

روز کے تمام معاملات میں وہ اپنے استاذ، اپنے مرشد کی پیروی
اپنے لئے لازم سمجھتے تھے۔ وہ ہر کام اعلیٰ حضرت کے مشورے اور حکم
سے کرتے تھے۔ اپنے مرشد کے سامنے ان کی اپنی پسند و ناپسند کا
کوئی دخل نہ تھا۔ جب بلایا، حاضر ہو گئے۔ جہاں بھی جا چلے گئے۔
جس سے مناظرہ کرنے کا حکم دیا، مناظرہ کر لیا۔ بارگاہ رضا میں ان



جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رحمہ اللہ کی حیات اور علمی خدمات

تعداد بیس ۲۰ ہے۔ ان خطوط سے بھی دونوں کے باہمی خلوص و محبت اور عزت و احترام کا پتہ چلتا ہے۔ ۲۵ جمادی الاول ۱۳۶۲ھ کے محررہ خط میں کس محبت اور تعلق خاطر کے ساتھ دعوت دیتے ہیں۔۔۔“

”اعلیٰ حضرت کا کتب خانہ نہایت برباد ہے، نہ صرف کتب خانہ بلکہ تصنیفات اعلیٰ حضرت قدس سرہ ضائع ہو چکی ہیں۔ ایسا ستارہا ہوں ایک جلد، پانچویں فتاویٰ کی برسہا برس سے غائب ہو چکی۔ آپ عرس چہلم میں تشریف لائیں گے، مگر اتنی مدت کے لئے تشریف لائے کہ کتب خانہ اور تصنیفات کی پھر سے فہرست بن جائے۔ والسلام۔ فقیر مصطفیٰ رضا عفی عنہ“۔ (مکتوب نمبر ۱۵ مکاتیب مفتی اعظم بنام ملک العلماء)

مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی خواہش تھی کہ حضور ملک العلماء خانقاہ مرشد میں ہی قیام کریں اور مرشد علیہ الرحمہ والرضوان کے مسودات کی تدوین و تہیض میں مصروف رہیں۔ ۱۷/۱۷ رمضان المبارک ۱۳۷۰ھ کے مرقومہ خط میں اس خواہش کا اظہار اس طرح ہوا ہے۔

”میں آپ کا بریلی رہنا مدت سے چاہتا ہوں، کسی طرح ہو۔ خصوصاً اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی تصنیفات اور سوانح کی تیاری کے لئے۔ اگر آپ کو کار تدریس سپرد کر دیا گیا، تو آپ کا بہت وقت اسی کی نذر ہو جائے گا۔ اس لئے یہ چاہتا ہوں، کہ زیادہ وقت تو آپ کا اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی تصنیفات کی مسودات کی تہیض وغیرہ میں صرف ہو۔ اور ایک دو سبق حدیث کے بھی پڑھادیں، تاکہ مدرسہ بھی آپ کے فیض سے مستفیض ہو۔“ (مکتوب نمبر ۱۴)

۱۵ اشوال ۱۳۷۰ھ مکتوب میں پھر اسی خواہش کا اعادہ اور اس سے متعلق معاملات تحریر کئے ہیں

”آپ اگر میرے پہلے خط کے جواب میں اتنی رقم لکھتے، جتنی کے لئے آپ کو پہلے لکھا، تھا تو کوئی مشورہ طلب بات نہ ہوتی۔ غرض اس کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ آپ کو کوئی جواب بھیجوں گا۔ میرا خیال یہ تھا، کہ مدرسہ کا انتظام اور دو سبق حدیث اور باقی وقت صرف

تھا۔ اسی لئے اعلیٰ حضرت امام اہلسنت اپنے طویل قصیدہ الاستمداد، میں جہاں اپنے خصوصی احباب، خلفاء و تلامذہ کا ذکر کرتے ہیں۔ وہاں اپنے خلف اکبر اور مولانا عبدالسلام جبل پوری کے بعد اسے یاد کرتے ہیں، جسے وہ اپنے خطوط میں جیبی، ولدی، قرۃ عینی اور کبھی اس سے بھی بڑھ کر جان پدراز جان بہتر، تک کہتے ہیں اور یہ محبت بھرے القاب ملک العلماء کے ہی حصے میں آئے ہیں۔ جملہ سلاسل کی خلافت و اجازت اور حضور ملک العلماء کے اور فاضل بہار کے شاندار خطابات اس پر مستزاد ہیں۔

اعلیٰ حضرت کے بڑے صاحبزادے حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں علیہ الرحمہ والرضوان اپنے ایک خط میں باہمی خصوصی تعلقات کا حوالہ دیتے ہوئے حضور ملک العلماء کو لکھتے ہیں:

”عزیزم! آپ کو معلوم ہے کہ مطبع اہل سنت اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ کا مطبع خاص ہے اور آپ کو مجھ سے اور مجھ کو آپ سے اختصاص خاص ہے۔ آپ اپنے مطبع سے اپنے شیخ کے مطبع سے محبت مخلص کے مطبع سے معاملہ کریں اور ادھر ادھر نہایت نہ بھٹکائیں باوجود کہ جو دوسرا مطبع اسی پر یہ مطبع راضی ہے تو نہایت عجیب ہے..... اور ایک یہ نفع بھی ہے کہ فقیر کی نظر سے بھی کتاب گزر جائے گی، جس میں جانبین کا نفع ہے۔“

حضرت حجۃ الاسلام کے ایک اور خط سے بھی باہمی خلوص محبت اور اتحاد و یگانگت کا پتہ چلتا ہے۔

”جناب کی یہ مبارک تحریر میرے لئے بہت مسرت افزا ہے اور نہایت مہتمم بالشان اور اس کے مہتمم بالشان (ہونے) میں کوئی کلام نہیں، لیکن بڑے زر کثیر کی ضرورت ہے۔ عزیزم! محترم مولوی مختار الدین سلمہ اور ان کی والدہ محترمہ و ہمشیرگان کو بہت بہت دعائیں۔ آپ کے لئے اور ان کے عزیزان کے لئے اپنے اوقات خاصہ میں دعا کرتا ہوں کہ مولیٰ تعالیٰ دونوں جہان کی دولتوں نعمتوں اور برکتوں سے مالا مال کرے اور جہاں میں شاد و آباد با مراد رکھے۔ آمین

اعلیٰ حضرت کے دوسرے صاحبزادے مفتی اعظم ہند مولانا محمد مصطفیٰ رضا خاں علیہ الرحمہ والرضوان کے خطوط بنام ملک العلماء کی

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدظلہ کی حیات اور علمی خدمات

تصانیف اعلیٰ حضرت قدس سرہ میں صرف ہو۔۔۔ (مکتوب نمبر ۱۵)
۷ ربیع الاول ۱۳۷۱ھ کا مرقومہ خط بھی شوق ملاقات اور
دعوت پر مبنی ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں:

”آپ کا مزاج کیسا ہے؟ بہت دن سے آپ کا انتظار شدید
ہے۔ معلوم ہوا تھا، کہ آپ کو کوئی آپریشن کرانا ہے۔ اس سے فارغ ہو کر
تشریف لائیں گے۔ آپ کا مزاج گرامی کیسا ہے۔ عرس میں بھی
تشریف نہ لائے۔ اب تو تشریف لے آئیں۔۔۔“ (مکتوب نمبر ۱۶)
غرض یہ کہ جاں نثار اعلیٰ حضرت اور خانوادہ اعلیٰ حضرت
کے درمیان مدت العمر ایسے گہرے، پر خلوص روابط اور روحانی
تعلقات رہے جن کی مثال مشکل سے ہی مل سکتی ہے۔ دونوں طرف
سے جس محبت و شفقتگی اور تعلق خاطر کا اظہار ہوتا تھا، اس کا مظہر وہ
صد ہا تحریریں ہیں، جو ان محترم شخصیات کے اس دنیا سے رخصت ہو
جانے کے باوجود باقی ہیں اور روابط کو ظاہر کرتی رہتی ہیں۔ جن سے
اخلاف باخبر ہو کر نہ صرف ان کی تحسین و ستائش کر سکتے ہیں بلکہ
اتباع بھی یہی تحریروں اور خطوط کو محفوظ رکھنے کا مقصد ہے اور اسی
لئے یہ مشورہ دیا جاتا ہے کہ۔۔۔

”گاے گا ہے باز خواں اس قصہ پارینہ را“

کتب برائے تفصیلی مطالعہ :-

(۱) ”حیات اعلیٰ حضرت“۔۔۔۔۔ ملک العلماء مولانا ظفر الدین قادری
رضوی فاضل بہار۔۔۔ مرکز اہل سنت برکات رضا۔ پور بندر گجرات
(۲) ”سوانح اعلیٰ حضرت“۔۔۔۔۔ علامہ بدر الدین احمد قادری رضوی
رضا کیڈمی ممبئی۔

(۳) ”حیات ملک العلماء“۔۔۔۔۔ پروفیسر مختار الدین احمد ادارہ
معارف نعمانیہ، لاہور

(۴) ”ملک العلماء“..... مولانا ارشاد احمد رضوی مصباحی ساحل بہرائی
ادارہ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل۔ کراچی

(۵) ”صحیح البہاری“..... ملک العلماء مولانا ظفر الدین قادری رضوی
فاضل بہار۔

(۶) مکاتیب مفتی اعظم بنام ملک العلماء، پروفیسر مختار الدین احمد۔
۳۶ ویں عرس ملک العلماء کے موقع پر شائع کئے گئے۔ ۲۰۰۷ء ناشر
مدرسہ فیضانِ مصطفیٰ، زہرہ باغ علی گڑھ۔

(۸) ”جہان مفتی اعظم“..... رضا کیڈمی ممبئی۔

(۹) ”تذکرہ اکابر اہل سنت“ مولانا مفتی شفیق احمد شریفی، جامعہ دارالسلام،
الہ آباد۔

(۱۰) ”تذکرہ علمائے اہل سنت“..... مولانا محمود احمد قادری۔

(۱۱) ماہ نامہ ”المیزان“ امام احمد رضا نمبر مارچ ۱۹۷۶ء۔

”اعلیٰ حضرت کا کتب خانہ نہایت برباد ہے، نہ صرف کتب خانہ، بلکہ تصنیفات اعلیٰ حضرت قدس سرہ
ضائع ہو چکی ہیں۔ ایسا سنتار ہا ہوں، ایک جلد، پانچویں فتاویٰ کی برسہا برس سے غائب ہو چکی۔ آپ عرس
چہلم میں تشریف لائیں گے، مگر اتنی مدت کے لئے تشریف لائے، کہ کتب خانہ اور تصنیفات کی پھر سے
فہرست بن جائے۔ والسلام۔ فقیر مصطفیٰ رضا عفی عنہ“۔ (مکتوب نمبر ۵، مکاتیب مفتی اعظم بنام ملک العلماء)

حضرت ملک العلماء اور خانوادہ عشق

از قلم: مولینا خواجہ ساجد عالم مصباحی، استاذ مدرسہ لطیفیہ، بارسوئی، کٹیہار، بہار

خاص و عام کے نزدیک معزز و محترم سمجھے جاتے تھے۔ استعداد و لیاقت کے باوصف آپ نے کبھی ملازمت نہیں کی۔ بلکہ اپنی باقی ماندہ مختصر سی جاگیر پر جو شاہی عہد میں آپ کے بزرگوں کو ملی تھی، قانع رہے اور کاشت کی زمینوں پر گذر اوقات کرتے رہے۔ قرآن ہیں کہ آپ کی وفات ۱۳۱۲ھ کے کچھ بعد ہوئی ہوگی۔

حضرت ملک العلماء جب سن شعور کو پہنچے، تو تعلیم و تربیت کا آغاز ہوا۔ حضرت شاہ چاند صاحب کی مبارک درسگاہ میں بسم اللہ کی رسم ادا ہوئی، پھر قرآن مجید اور اردو و فارسی کی کتابیں اپنے گھر پر حافظ مخدوم اشرف، مولوی کبیر الدین اور مولوی عبداللطیف سے پڑھیں۔ تحصیل علم کے لئے اہلیت بھر پور، طبیعت اخاذ اور جان و دل سراپا مشتاق بنے ہوئے تھے۔ چنانچہ مدرسہ غوثیہ حنفیہ، موضع بین ضلع پٹنہ، مدرسہ حنفیہ واقع بخشی محلہ پٹنہ سیٹی، مدرسہ امداد العلوم بانس منڈی کانپور اور مدرسہ دار الحدیث پبلی بھیت جیسی مستند و رفیع الشان دانشگاہوں میں آپ نے مدت دراز تک خوشہ چینی فرمائی اور وقت کے ممتاز ترین اور تبحر اساتذہ و فضلاء سے خوب خوب مستفید ہوئے۔ تاہم علم و ادب، فکر و فن کی تحصیل و اکتساب کا شوق و خروش اب بھی سرد نہ ہوا، بلکہ یہ آتش بجر کی طرح دھڑکتے ہوئے دل کے ایک گوشے میں جلتا رہا۔ اسی کیف دروں و لذت اندروں کی دولت لئے آپ بریلی شریف حاضر ہوئے۔ جہاں علوم و معارف

حضرت ملک العلماء مولانا سید محمد ظفر الدین بہاری، سید نا امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہما الرحمۃ والرضوان کے نامور و ممتاز شاگرد، سعادتمند و وفا شعار مرید و خلیفہ، فکر رضا کے قافلہ سالار و سرخیل، مسلک حق کے نقیب و علمبردار، جماعت اہل سنت کے امین و ترجمان، علوم و معارف کے کوہ گراں، سلوک و تصوف کے شمع فروزاں اور محاسن و کمالات کے ایک جہاں تھے۔

صد حیف.....! دہائیاں بیت گئیں، مگر آپ کی حیات و خدمات اور احوال و آثار پر اتنا کام نہ ہو سکا۔ جتنا کہ آپ کی عبقری و قد آور شخصیت سے حق و انصاف کا تقاضا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آج آپ کے ہمالیائی علمی و فنی وجود اور ہشت پہلو ذات سے قلیل افراد و اشخاص ہی آشنا ہیں اور بعض اصحاب علم و قلم ہی واقف۔ اس باب میں اولاً جہاں اہل خاندان و وابستگان قصور وار ہیں، وہیں ثانیاً دیگر ارباب لوح و قلم بھی جواب دہ ہیں۔ کیونکہ کوئی عظیم و فقید المثال مذہبی و علمی ہستی جماعت کا بلا امتیاز سرمایہ و اثاثہ اور ملت کا بلا تفریق محسن و پیشوا ہوتی ہے۔ آپ نے یوم عاشورہ ۱۳۰۳ھ میں زندگی کی پہلی سانس لی۔ والد ماجد کا نام ملک عبدالرزاق تھا۔ ملک صاحب خصائل حمیدہ و صفات جمیلہ کے حامل ایک بزرگ صفت انسان تھے۔ صلوٰۃ و صوم سے وابستگی مستحکم اور دینی و شرعی اقدار کی محافظت و پاسداری حرز جاں تھی۔ گاؤں اور معاشرہ میں خاصا اعتبار و وقار حاصل تھا اور ہر

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رضی اللہ عنہ کی حیات اور علمی خدمات

کے شہنشاہِ فکر و فن کے تاجور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک پیاسی دنیا کو آسودہ حال و سیراب فرما رہے تھے۔ سرکار بریلی کی خدمت فیضِ درجت میں حاضر ہو کر آپ نے اپنا مقصد سفر بیان کیا۔ طلب علم کے لئے آپ کے بے پناہ اشتیاق و امنگ کو دیکھ کر سرکار بریلی حد درجہ متاثر ہوئے اور کلمات خیر اور دعاؤں سے نوازا۔ یہاں رہ کر آپ نے صحیح بخاری، اقلیدس کے چھ مقالے، تصریح و تشریح الافلاک، شرح چمنی تمام کر کے ہیئت، ریاضی، توحیت، جفر و تیسیر وغیرہ فنون کی تحصیل فرمائی۔ ماہ شعبان ۱۳۲۵ھ کی کسی تاریخ کو اساطین امت و عمائدین ملت کے بڑے مجمع میں سرکار بریلی کی درخواست پر حضرت مخدوم شاہ التفات احمد قدس سرہ سابق سجادہ نشین خانقاہ ردولی شریف نے آپ کے سر پر دستار فضیلت باندھی اور سند تدریس و افتا مرحمت فرمائی۔ سرکار بریلی نے اسی سال آپ کو سلاسل عالیہ کی اجازت و خلافت عطا فرمائی اور ”ملک العلماء“ ”فاضل بہار“ کے خطاب سے سرفراز کیا۔

یہ تھی حضرت ملک العلماء کی زندگی کے تابندہ سفر کی ایک جھلک۔ جس میں عہد طفولیت سے لے کر تعلیمی ادوار تک کے خدو خال کو اجمالاً واضح کیا گیا۔ موضوع سے متعلق پوری گفتگو کے درمیان ارتباط تسلسل پیدا کرنے کے لئے ایسا کرنا ناگزیر تھا۔ اب آئیے خانوادہ عشق کے حوالے سے بھی کچھ کلمات ہو جائیں۔ خانوادہ عشق کے مورث اعلیٰ قدوة الواصلین امام العاشقین حضرت مولانا سیدنا شاہ رکن الدین عشق نور اللہ مرقدہ تھے۔ آپ کا نام رکن الدین اور عشق تخلص تھا۔ آپ دہلی کے جید عالم دین و صوفی باصفا حضرت مولانا شیخ کریم الدین فاروقی کے باکمال فرزند اور سلسلہ ابوالعلائیہ نقشبندیہ کے عظیم شارح و مبلغ حضرت سیدنا مولانا شاہ فرہاد دہلوی کے محبوب نواسہ تھے۔ ۱۱۳۷ھ میں آپ کتم

عدم سے عالم وجود میں آئے۔ حیات مستعار کی دو دہائیوں میں بسر ہوئی۔ ۱۱۶۰ھ میں دہلی سے مرشد آباد بنگال ہجرت فرمائی۔ یہاں اپنے دیرینہ رفیق حضرت خواجہ محمد خان لاہوری کی پیہم گزراشت پر فوج میں ملازمت اختیار فرمائی۔ ملازمت سے وابستگی کے پانچ چھ ماہ گزرے ہی تھے کہ اس سے آپ کا دل اچاٹ ہو گیا۔ فرود تصوف جو آپ کا آبائی ورثہ اور خاندانی شناخت تھا، سے بھنگنے ہونے کے لئے آپ کے جسم و جاں میں اضطراب پیا ہوا۔

چنانچہ آپ کشاں کشاں پٹنہ وارد ہوئے اور فقر و فاقہ، سلوک و تصوف کے شاور حضرت سیدنا منعم پاک ابوالعلائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی صحبت بابرکت میں رہنے لگے۔ کچھ دنوں بعد حضرت مخدوم منعم پاک کے ایماء پر شریعت و طریقت کے سنگم، معرفت و سلوک کے بحر ذخار حضرت سیدنا مولانا برہان الدین خدانما قدس سرہ سے بیعت ہوئے، اور کچھ عرصہ ریاضت و مجاہدہ تصفیہ قلب و تطہیر نفس میں گزارا۔ جب آپ منازل سلوک و تصوف طے کر گئے اور اس میدان میں مینارہ نور ثابت ہوئے۔ تو لب دریائے گنگا آباد محلہ متن گھاٹ پٹنہ سیٹی میں مسجد و خانقاہ کی اساس رکھی۔ یہاں آپ نے طالبان علوم باطن و تشنگان معارف و حقائق کے ایک تشنہ بلب جہاں کو اپنی تعلیمات و ارشادات سے شاد کام و فیضیاب فرمایا۔ لگ بھگ چار عشرے تک آپ نے یہ مبارک شغل جاری رکھا۔ ۱۲۰۳ھ کو پیام اجل آیا اور آپ کے وجود مسعود سے گلشن جہاں خالی ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

آپ کی یادگار ”تکلیہ عشق“ متن گھاٹ میں آخری آرام گاہ بنی۔ اب یہیں سے مخلوق الہی کی دستگیری فرما رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو اولاد نرینہ دی تھی، ایک صاحب صغریٰ ہی میں خلد آشیاں ہو گئے۔ جب کہ دوسرے صاحب نے چالیس برس

حضور ملک العلماء امام احمد رضا کی نظر میں

وہمواری کی ہیں، ڈھیروں لائینل مسائل و امور کی گتھیاں سلجھائی ہیں اور بہتری مشکلات و خطرات بے درماں کا علاج و مداوا کیا ہے۔ آئیے اس رخ سے تاریخ کی روشنی میں چند حقائق و واقعات کا مطالعہ کریں۔

مجالس معراج کا اہتمام:

ایک زمانے میں خانقاہ عشق میں عید معراج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اجلاس بڑی مواظبت و اہتمام سے منعقد ہوا کرتے تھے۔ جس میں اہلیان خانقاہ و عمائدین شہر کے علاوہ دور دراز اور قرب و جوار سے بھی کثیر تعداد میں عوام و خواص پہنچتے تھے۔ حضرت صدر الافاضل مراد آباد، حضرت محدث اعظم ہند کچھوچھو اور خطیب الاسلام حضرت مولانا عبدالحفیظ آگرہ علیہ الرحمہ نے تشریف لاکر متعدد بار یہاں اجلاس کو خطاب فرمایا ہے اور سامعین و حاضرین نے بھی ان بلند پایہ نفوس قدسیہ کے پراثر و ایمان افروز بیانات و خطابات سے بھرپور آسودگی و سیرابی حاصل کی ہے۔

حضرت ملک العلماء ان مجالس معراج کے مستقل و خصوصی مقرر ہوا کرتے تھے۔ آپ نے لگاتار ستائیس برس تک آیۂ اسراء پر بلوغ تقریریں فرمائیں ”لیلا من المسجد الحرام“ کے صرف لفظ من پر پانچ سال تک گلفشانی گفتار و نکات آفرینی کے جلوے دکھائے۔ آپ کی یہ تقریریں قرطاس و قلم کے دامن میں قید کر لی جاتی تھیں اور پھر جو بعد میں رسالے کی شکل میں مرتب ہوتی تھیں۔ آپ کے ان خطابات نایاب کا مجموعہ بنام ”تنویر السراج فی ذکر المعراج“ صاحبزادہ گرامی وقار ڈاکٹر مختار الدین احمد مدظلہ کے خزان علم میں محفوظ ہے۔ حضرت ملک العلماء اور خانقاہ عشق کے توسط سے معرض وجود میں آنے والے اس مجموعہ تقاریر کو ملی و جماعتی سطح پر ایک سعی جمیل و واقع کارنامہ ہی کہا جاسکتا ہے کہ جس نے ہماری علمی و تحقیقی کاوشوں میں گرانقدر اضافہ کیا ہے۔

کی عمر پائی۔ انہوں نے ہی آپ کے بعد وصال حقیقی جانشینی کا فریضہ نبھایا، اور خانقاہی نظام کو فروغ و پائیداری بخشی۔ ان کے بعد آپ کے نور نظر نواسہ زبدۃ العارفین سند المشائخ حضرت شاہ خواجہ لطیف علی نور اللہ مرقدہ مسند سجادگی پر رونق افروز ہوئے۔ حضرت ممدوح ہی سے حضرت عشق کی مبارک نسل باقی رہی۔ اور شجرہ تصوف و سلوک بھی قائم و دائم رہا۔ حضرت خواجہ لطیف علی کی رحلت فرمانے کے بعد حضرت مولانا شاہ خواجہ امجد حسین اور حضرت مولانا شاہ خواجہ حمید الدین علیہم الرحمہ بالترتیب خانقاہ عشق کے باکمال سجادگان ہوئے۔

آمدہ بر سر مطلب:

آخر الذکر حضرت مولانا شاہ خواجہ حمید الدین سابق سجادہ نشین خانقاہ عشق حضرت ملک العلماء کے معاصر تھے۔ ان دونوں ملکوتی صفت بزرگوں کے درمیان بڑے گہرے مراسم و تعلقات تھے۔ حضرت ملک العلماء جہاں حضرت خواجہ صاحب اور خانقاہ عشق کے آسودہ خواب مشائخ طریقت سے غایت درجہ عقیدت و نیاز مندی رکھتے تھے اور یہاں کے مزارات پر الہانہ حاضری اور اعراس و دیگر تقریبات میں شرکت و شمولیت کو دینی و مسلکی مشاغل خیال فرماتے تھے۔ وہیں حضرت خواجہ صاحب بھی حضرت ملک العلماء کی پاکباز ہستی اور جلالت علمی کے آگے اپنا سر نیاز خم کئے رہتے تھے۔ ان سے انس و لگاؤ اور محبت و قربت کو باعث فخر و ابہتاج سمجھتے تھے۔

ان دو انمول شخصیات کے اسی باہمی رشتہ الفت و یاری نے ملی مساعی و جماعتی خدمات کے حوالے سے بڑے گرانقدر و دور رس اثرات و نتائج مرتب کئے ہیں۔ جو بلاشبہ آج ہماری ملی و جماعتی تاریخ کا زریں باب ہیں۔ حضرت خواجہ صاحب اور آپ کی اولاد احفاد، مریدین و متوسلین نے حضرت ملک العلماء کی معیت میں ملت و جماعت اہلسنت کے مفادات و مقاصد کی بہت سی راہیں سہل

جمال امام العلماء
حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی شیبکی حیات اور علمی خدمات

تنظیم منظر عام پر آئی۔

ہمارے پر عزم اسلاف کرام نے اس پلیٹ فارم سے اغیار کی شرارتوں و رذالتوں کا تعاقب کرنا شروع فرمایا۔ تاریخی ادارہ جامعہ نعیمیہ مراد آباد اس کا صدر مقام بنا، اور بنارس و پٹنہ اور کولکاتا اس کی صوبائی شاخ کہلائے۔ ۱۵/۱۲/۱۳۶۴ھ کو پٹنہ میں تنظیم کا اجلاس عام تھا۔ حضرت ملک العلماء چونکہ صوبائی شاخ کے سربراہ تھے۔ اس لئے آپ اجلاس کے انتظام و انصرام اور دوسری تیاریوں میں سراپا مصروف و کوشاں تھے۔ اس موقع پر حضرت خواجہ صاحب آپ کے دست راست اور بڑے معاون و مددگار ثابت ہو رہے تھے، بلکہ اس اجلاس کی کارگزاریوں و سرگرمیوں کا انحصار تقریباً آپ ہی کے بازوئے ہمت پر تھا۔

لیکن وائے ناکامی! کہ اجلاس کی تیاریوں کی عین ہماہمی میں حضرت شاہ خواجہ حمید الدین ابوالعلائی صاحب سجادہ خانقاہ عشق کا وصال ہو گیا اور اجلاس کا خواب یکا یک بکھر کر رہ گیا۔ اس حادثہ فاجعہ پر حضرت ملک العلماء نے حضرت صدر الافاضل رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے نام ایک مکتوب میں اپنے رد عمل کا اظہار اس طرح فرمایا:

”جناب کا مکرم نامہ آیا ۲۳/۱۲/۱۳۶۴ رمضان المبارک شب ایک بے محبت سنت علمائے سنت مخلص جناب سید شاہ حمید الدین صاحب سجادہ نشین تکیہ شریف، متن گھاٹ پٹنہ جن کے ہاں جلسہ رجبی شریف میں دو مرتبہ تشریف لائے تھے، ان کا انتقال پر ملال ہوا۔ اس حادثے نے میری کمر توڑ دی۔ آل انڈیا سنی کانفرنس کی شاخ صوبائی کانفرنس کی کامیابی کا اعتماد انہی کے بازوئے ہمت پر تھا۔ یہاں علماء و مشائخ ہیں لیکن ایسا شیر دل باہمت کوئی نہیں رہا۔“ (تذکرہ کاملان بہار ص ۳۲۲)

☆☆☆

تحریک آزادی ہند کے عہد میں خطہ برصغیر کے مسلمان عجیب تشنت و لامرکزیت کے شکار تھے۔ سیاسی و نظریاتی طور پر ان کی تو تین ایک نقطے پر مرتکز نہ تھیں۔ بلکہ مسلکی تعصب و گروہی عناد اور علاقائی و نسلی امتیازات کی قربان گاہ پر بھیٹ چڑھی ہوئی تھیں۔ ہر ایک ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنا کر اسلامیان برصغیر کی کشتی کا ناخدا بن بیٹھا تھا، اور سیادت و قیادت کا عنان از خود تھامنے کا دعویدار تھا۔ مولانا ابولکلام آزاد و مولانا عبدالماجد دریا آبادی وغیرہ دیوبندی مکتب فکر کے اصحاب و افراد کا ترجمان ”جمعیۃ العلماء ہند“ اس حوالے سے نمایاں رول ادا کر رہا تھا۔ اس بدنہاد ترجمان نے تحریک آزادی ہند کے نام پر مشرکین سے ساز باز کرنے اور ان کی بے پناہ رضا جوئی و دلہی میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تھی۔

معاذ اللہ، مہاتما گاندھی کو مذکر من اللہ کا ٹائٹل دے رکھا تھا، گاؤ کشی کے خلاف مہم چھیڑ رکھی تھی، مندروں کی تعمیر میں ہاتھ بٹایا تھا، تشقہ لگا کر بتوں کے نعرے بلند کئے تھے۔ غیر مسلمین سے وداد و محبت کے لئے اجلاس و کانفرنسیں منعقد کی تھیں۔ اس طرح اور بہترے خلاف شرع و منافی اسلام و سنت اعمال و حرکات انجام دے رہے تھے۔ اس وقت کا یہ المناک و روح فرسا ماحول دیکھ کر ایسا محسوس ہو رہا تھا، کہ جمعیۃ العلماء اسلامیان برصغیر کو شاید خس و خاشاک کی طرح مشرکانہ نظریات کے سیلاب میں بہا لے جائے گی۔

اکابر و اعظم اہلسنت و الجماعت شدید کرب و اضطراب کے عالم میں اس ہولناک و دلگداز منظر و ماحول کو دیکھ رہے تھے اور اس کے انسداد و دفاع کی خاطر موثر تدبیروں کا خاکہ بھی تیار فرما رہے تھے۔ بالآخر ۱۶ مارچ ۱۹۲۵ء کو جامعہ نعیمیہ مراد آباد کے وسیع و عریض صحن میں ”آل انڈیا سنی کانفرنس“ نام کی صفت سیل رواں

ملک العلماء اور صدر الشریعہ

مفتی اعظم ہالینڈ حضرت علامہ مفتی الحاج عبدالواجد در بھنگوی، امین شریعت ثالث، ادارہ شریعہ سلطانی گنج، پٹنہ، بہار

اقوام متحدہ نے لیبیا کو برطانیہ اور فرانس کی فوجی گرفت سے آزاد کرادیا تو ۱۹۵۱ء میں آپ ہی لیبیا کے حکمراں مقرر ہوئے۔ اپنے دور اقتدار میں لیبیا کو تعلیمی، اقتصادی اور سماجی ترقیوں کی اعلیٰ منزل تک پہنچادیا۔ یہ بھی انہی کی کاوشوں کا نتیجہ تھا کہ برطانیہ اور فرانس کا تسلط ہونے کے باوجود لیبیا میں مغربی تہذیب پنپ نہیں سکی۔ ۱۹۵۱ء سے ۱۹۶۹ء تک آپ نے ملک کے ہر شعبہ میں اصلاحات کا تسلسل جاری رکھا۔ دسمبر ۱۹۶۹ء میں وہاں کی آرمی نے سید محمد ادریس سنوسی کی غیر موجودگی میں حکومت کا تختہ الٹ دیا اور سوشلسٹ ری پبلک حکومت قائم کر دی۔ جس کے سربراہ فوجی افسر کرنل قذافی تھے۔ سید محمد ادریس قادری سنوسی ہی کے دور میں لیبیا کے اندر پیٹرول کی اتنی بہتات ہو گئی کہ لیبیا کی تاریخ کو زریں بنا دیا۔

شیخ سنوسی کی طرح نہ معلوم کتنے خلفاء اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ گوشہ گمنامی میں روپوش ہو گئے، جن کا آج تک ہمیں کوئی بھی علم نہیں ہو سکا۔

۱۹۵۸ء میں عرس اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے بافیض موقع پر کراچی (پاکستان) کے اندر حضرت العلام مبلغ عالم اسلام مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی علیہ الرحمہ خلیفہ اعلیٰ حضرت کے مریدین و مخلصین بیرٹرز و وکلاء نے تھیوسوفیکل ہال میں تذکرہ اعلیٰ حضرت کا خاص اہتمام کیا اور مقرر خصوصی کی حیثیت سے اشرف العلماء حضرت سید شاہ سلیمان اشرف صاحب صدر شعبہ علوم اسلامیہ مسلم

یوں تو اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمہ کے مقدر تلامذہ کرام خلفاء عظام اور مستفیدین و مستفصلین کے فیوض و برکات اور خدمات دینیہ سے دنیا کا بیشتر حصہ متاثر و فیضیاب ہے۔

برصغیر ہندوستان و پاکستان اور بنگلہ دیش کے علاوہ مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، جدہ فارس (المغرب) حضرموت، کردستان، برما اور افریقہ و اندلس کے مختلف ممالک میں آپ کے تلامذہ و خلفاء کرام پھیلے ہوئے تھے۔ جو اسلام و سنیت کی بیش از بیش زریں خدمات انجام دے رہے تھے۔

شام و یمن اور افریقی ممالک کے وہ علماء کرام جو قطب مدینہ خلیفہ اعلیٰ حضرت حضرت مولانا شاہ ضیاء الدین صاحب مدنی علیہ الرحمہ کے زیر درس مسجد نبوی شریف میں بالواسطہ اعلیٰ حضرت کے علمی فیوض و برکات سے مستفیض اور مستنیر ہو رہے تھے۔

قطب مدینہ کی استدعاء پر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے ان میں سے بیشتر حضرات کو خلافت ذہبیہ قادریہ سے مفتخر و مزین فرمایا۔ ان خلافت یافتہ حضرات میں سلسلہ سنوسی کے جواں سال بزرگ حضرت العلام سید محمد ادریس السنوسی قدس سرہ کی بھی ذات گرامی ہے، جو قطب مدینہ علیہ الرحمہ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے ایسے شیدائی و فدائی ہوئے کہ اپنے آبائی سلسلہ سنوسی سے صرف نظر فرماتے ہوئے تاجین حیات سلسلہ عالیہ قادریہ کی ترویج و اشاعت کرتے رہے..... یہاں تک کہ جب

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدظلہ کی حیات اور علمی خدمات

یونیورسٹی علی گڑھ کے تلمیذ خاص مبلغ اسلام برائے ممالک ساؤتھ افریقہ حضرت مولانا فضل الرحمن انصاری (داماد و خلیفہ مبلغ عالم اسلام حضرت مولانا عبدالعلیم صاحب صدیقی علیہ الرحمہ) کو مدعو کیا، جس کے سیمینار کی آخری تقریر انہوں نے انگلش میں کی۔ جس میں انہوں نے خلاصہ کیا کہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کا سحاب کرم صرف دینی و روحانی دنیا پر ہی نہیں برسا، بلکہ صحیح سیاسی و دنیاوی تعمیر و ترقی پر بھی آب پاشی کرتا رہا، جیسا کہ سید سنوسی نے اپنے بیس سالہ دور اقتدار میں لیبیا کو بام عروج تک پہنچا کر دکھلادیا۔

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلفاء کرام علیہم الرحمۃ والرضوان کے حالات زندگی اور طرق تبلیغ و ہدایت کو اگر بہ نظر غائر دیکھا جائے، تو اس چمنستانِ رضا میں ہر گل بوٹے کا رنگ و روپ اور نکبت و عطر افشانی جدا جدا ہے۔ موجودہ ہندوستان میں اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کے درجنوں خلفاء عظام ہوئے، جن میں سے ہر ایک بجائے خود نہ صرف علم و فضل کی نہریں ہیں، بلکہ عظمت و کرامت علوم و فنون اور فیض و دیانت کا بحرِ خار ہیں۔

انجمن برکاتِ رضا، ممبئی، نے نہایت مستحسن اور لائق تقلید پیش قدمی کی ہے، کہ جہان ملک العلماء کے نام سے حضرت ملک العلماء کے منتشر حالات و کوائف اور خدمات دینیہ کو دستاویزی انداز میں دنیائے سنیت کے لئے جمع کر دینے کا عزم بالجزم کر رکھا ہے۔ مولیٰ کریم انجمن مذکور کے تمام ارکان و معاونین کو سرخروئی و کامیابی کی بیش بہا نعمت عطا فرمائے اور ہم تمام اہل سنت و جماعت کا طرفہ سہارا دے، کواچ جزل اور خاتمہ جمیل کی دولت ارزانی

ہیچداں کے لئے ملک العلماء اور صدر الشریعہ کا عنوان منتخب کیا۔ باوجودیکہ میں ان دنوں انگلیوں کے آپریشن کے سلسلہ میں اسٹریڈم میڈیسن سینٹر (AMC) میں زیر علاج ہوں، لیکن انجمن مذکور کے مخلصانہ حکم سے سرتابی کی مجال اپنے اندر نہیں پاتا ہوں۔ بنا بریں اپنے عنوانات سے متعلق کچھ گوشے حیطہ تحریر میں لانا باعث سعادت سمجھتا ہوں۔ ع

گر قبول افتدز ہے عز و شرف!

ولادت حضور ملک العلماء: آپ کی ولادت

مبارکہ رسول پور، میجر اضلع ناندہ سابق ضلع پٹنہ بہار میں دس محرم الحرام ۱۲۹۳ھ - ۱۸۸۰ء کو ہوئی۔

آپ کے والد ماجد ملک عبدالرزاق نے آپ کا تاریخی نام غلام حیدر (۱۲۹۳ = ۱۰۰۰ + ۳۰ + ۱ + ۳۰ + ۸ + ۱۰ + ۲ + ۲۰۰) رکھا۔

جبکہ خاندان کے بعض افراد نے عبدالحلیم نام پسند کیا۔ ان دونوں ناموں کی کھینچا تانی میں تیسرا نام ظفیر الدین غالب آیا اور مذکورہ دونوں نام (غلام حیدر و عبدالحلیم) گویا متروک ہو گئے۔ آپ کے مورث اعلیٰ سید ابراہیم بن سید ابو بکر غزنوی تھے، جن کا سلسلہ نسب ساتویں پشت میں سیدنا غوث الثقلین غیث الکلونین شہنشاہ بغداد شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔ آپ کے مورث اعلیٰ کے والد محترم کا شاہی لقب مدار الملک تھا۔ جنہیں فیروز شاہ ملک بیا سے مخاطب کرتے تھے۔ لہذا سید ابو بکر غزنوی کی آل اولاد نے اپنے آپ کو ملک کہلانا شاہی اعزاز کے مطابق سمجھا۔ اس لئے یہ خاندان ملک مشہور ہو گیا۔

جہان ملک العلماء

عزیز اللہ صاحب مدظلہ العالی کی طرف سے لکھی گئی ہے

مایہ نوا جہاں حسنی و روحانی چاروں کا گواہ تھا جانہ قائم خدا۔
 عابد اللہ کی والدہ ماجدہ حضرت عابدہ بنت جحش رضی اللہ عنہا
 مکتبہ و مہربان کے علاوہ آپ کے والد ماجد قرآنی آیات رحمت
 نہیں۔ اسم اللہ تعالیٰ کے بعد اللہ تعالیٰ عظیم آپ کے والد ماجد
 و شفیع کے ذریعہ ہی چاروں نور جہاں کی جوار گری فرماتے
 نے دی اور اسے ہی گھر میں فریاد ہے

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی علیہ السلام کی حیات اور علمی خدمات

حضور محدث سورتی علیہ الرحمۃ کی طبیعت علیل ہوئی اور اسی علالت کی بناء پر آپ نے پٹنہ سے رخت سفر باندھ لیا۔

اپنے وطن مالوف پبلی بھیت تشریف لے گئے، جہاں رو بصحت ہونے کے بعد آپ نے اپنے ہی قائم کردہ مدرسۃ الحدیث میں درس دینا شروع کیا۔ جب محدث سورتی علیہ الرحمۃ پٹنہ سے پبلی بھیت تشریف لے جا چکے، تو حضور ملک العلماء بھی اپنے بعض ساتھیوں کے ساتھ دارالعلوم کانپور پہنچے۔ کانپور میں اس وقت تین ادارے تھے۔ (دارالعلوم امداد العلوم اور احسن المدارس) جن کو لائق و فائق اساتذہ کرام مثلاً مولینا احمد حسن کانپوری، مولینا عبداللہ پنجابی کانپوری اور قاضی عبدالرزاق کی خدمات تدریس حاصل تھیں۔

حضور ملک العلماء صرف چند مہینے کانپور میں ٹھہرے، مگر ہر سہ/۳ حضرات بالا سے استفادہ فرمایا۔ مولینا احمد حسن کانپوری سے منطق کی امہات الکتب، مولینا عبید اللہ پنجابی کانپوری سے ہدایہ آخرین اور مولانا قاضی عبدالرزاق امدادی سے مختلف علوم و فنون کا درس لیا۔

حضور صدر الشریعہ: آپ کی بسم اللہ خوانی آپ کے جد امجد، حضرت مولانا خدا بخش علیہ الرحمۃ نے کرائی۔ پھر قاعدۃ قرآن تا ختم قرآن پاک اردو، فارسی اور صرف نحو کی کتب اولیات اپنے بافیض عالم دین دادا سے حاصل کیا۔ اس کے بعد اپنے برادر اکبر حضرت علامہ مولانا محمد صدیق صاحب علیہ الرحمۃ کے زیر تدریس آگئے جو آپ کو نہایت شفقت و محبت کے ساتھ علوم دینیہ اور فنونِ راجحہ کی کتب متوسطات تک گویا گھول گھول کے پلا دیا۔ پھر یہ کہ آپ کی قوتِ حافظہ اور فہمِ مدرکہ ایسی تیز و بے مثال تھی کہ جس سبق کو دو تین بار دیکھ لیتے، وہ نہاں خانہ حافظہ میں نقش کا لجر ہو جاتا۔

اسی طرح علوم و فنون کی ابتدائی کتابیں پڑھنے کے

درمیان ہی کتب متوسطات کو مطالعہ میں رکھنے اور ان کے سمجھنے کی صلاحیت جاگ اٹھی۔ ذہن رسا کے ساتھ ساتھ طبیعت بھی نہایت اخاذ پائی تھی۔ لہذا اپنے بردار اکبر کی تعلیم پر اپنے علم کو موقوف نہیں فرمایا، بلکہ وطن کو خیر آباد کہہ کر استاذ الاساتذہ حضرت مولانا شاہ ہدایت اللہ خان صاحب رامپوری ثم جو پوری علیہ الرحمۃ سے اکتساب فیض کے لئے اُس دور کے شہر شیراز کے مشہور مدرسہ (مدرسہ حنفیہ جو پور) میں داخلہ لیا، جہاں حضرت ممدوح کے حلقہ تدریس میں رہ کر علوم عقلیہ کی امہات الکتب کا درس لیا۔ حضرت ممدوح کے الطاف کریمانہ اور شفقت استاذانہ نے دیکھتے ہی دیکھتے آپ کو علوم و فنون کا ایسا پارس بنا دیا کہ جس کو چھو دیں، اگر وہ لوہا ہو، تو سونا بن جائے۔

ف: دونوں حضرات نے حصول علم و فن میں کسی طرح کی کوئی کمی نہیں ہونے دی۔ بلکہ جہاں کہیں علم و فضل کا چشمہ رواں دواں دیکھا، صعوبت سفر عزیز و اقرباء کی فرقت اور وطن کی محبت کو خاطر میں نہ لا کر پروانہ دار وہاں جا پہنچے اور حصول علم دین میں ہمہ تن مصروف ہو گئے۔ جن اساتذہ کرام کا نام ان دونوں بزرگوں کے اتالیق و

اساتذہ میں آتا ہے، اُن میں سے ہر ایک اپنے اپنے دور کے فاضل یگانہ اور گہر بار زمانہ تھے۔ خصوصاً حضور محدث سورتی۔ استاذ الاساتذہ مولانا ہدایت اللہ خاں رامپوری اور حضرت مولانا احمد حسن کانپوری علیہم الرحمۃ کہ جس جس خوش نصیب کو ان حضرات کا شرف تلمذ حاصل ہوا، وہ سب علوم و فنون اور معارف کا آفتاب و ماہتاب بن کے چمکے۔ ہمارے ان دونوں بزرگوں (ملک العلماء و صدر الشریعہ) نے مشہور و معروف زمانہ منقولی و معقولی اساتذہ عظام کے سامنے زانوئے علم و ادب کو تہ فرمایا اور علوم نقلی و عقلی سے اپنے دامن مراد کو اس قدر بھرا، اس قدر بھرا کہ آج تک واسطہ در واسطہ نہ صرف برصغیر (ہندو پاک و بنگلہ دیش) بلکہ بیشتر ممالک اسلامیہ و غیر اسلامیہ میں

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی علیہ کی حیات اور علمی خدمات

تقسیم کیا جا رہا ہے۔ مگر دریائے ظفر و مجد کی طغیانی میں کوئی کمی نہیں ہو رہی ہے۔ (وللہ الحمد)

دورہ حدیث

حضور ملک العلماء: پٹنہ سیٹی مدرسہ حنفیہ کے بعد

آپ اپنے ساتھی مولانا حکیم ابوالحسن کے ساتھ کانپور آ کر علوم دینیہ کے حصول میں مصروف تو ہو گئے مگر جو چاشنی مسند امام اعظم اور مشکوٰۃ المصابیح پڑھنے میں انہیں پٹنہ کے اندر حاصل ہوئی اس کی مٹھاس انہیں مجبور کرتی تھی کہ اگر موقع ہاتھ آجائے تو حضور شیخ الحدیث استاذ الاساتذہ حضرت مولانا شاہ وصی احمد صاحب محدث سورتی علیہ الرحمہ کے چشمہ صافی سے ایک بار پھر سیراب ہو یا جائے۔

جوئندہ یا بندہ: قدرت نے یادری کی اور آپ کانپور سے ۱۳۲۰ھ میں پبلی بھیت آگئے اور مدرسہ الحدیث میں داخلہ لے کر دورہ حدیث میں شریک درس ہو گئے۔

دورہ اساتذہ حضور

جس عالم یگانہ فاضل بریلوی کا ذکر فرماتے رہتے ہیں۔ وہ شاہ کے استاذ ہیں، نہ پیر و مرشد اور نہ عمر ہی میں بڑے ہیں پھر ان کی کثرت ذکر سے تو ہم لوگ یہ محسوس کرتے ہیں کہ آپ کو اپنے مرشد گرامی سے بھی زیادہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی سے محبت و عقیدت ہے؟

محدث سورتی نے نمیدہ نگاہوں کو وا کرتے ہوئے فرمایا، ہاں عزیزو! میرے پیر و مرشد قطب زمانہ مولانا شاہ فضل الرحمن قدس سرہ کا احسان عظیم ہے کہ انہوں نے میرے رشتہ حیات کو سلسلہ طریقت سے باحسن طریق جوڑ دیا ہے اور مجھے جو ہر شئی کا وہ ملکہ عطا فرما دیا ہے کہ میں کھرے کھوٹے میں بیک نظر تمیز کر سکتا ہوں اور انہی کی نظر کرم کی بدولت میں اپنے شبانہ یوم اعمال کی نگہداشت بھی کرتا ہوں، مگر دریائے علم و حکمت و ارث علوم نبوت امام احمد رضا فاضل بریلوی مدظلہ الاقدار نے ہمیں جس قدر

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رحمہ اللہ کی حیات اور علمی خدمات

کیا ہم اس کا ایک ذرہ بھی حق ادا کر رہے ہیں۔
محدث سورتی علیہ الرحمہ کے ان تاثرات نے حضرت
ملک العلماء کی آنکھیں کھول دیں۔ دورہ حدیث کے درمیان ہی بغیر
دستار فضیلت لئے ہوئے بریلی شریف حاضر ہو کر بحر رضا سے
انسدادِ فسادات کانفرنس پٹنہ میں بھیجا، تا کہ کانفرنس میں شرکت
فرمانے والے علماء اہل سنت میں سے بعض حضرات کو اس غرض سے
درجہ نگہ لے آئیں کہ دارالعلوم المشرقیہ حمیدیہ کو ان کی تحویل و نگرانی
میں دے دیا جائے۔

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدظلہ کی حیات اور علمی خدمات

کی نام نہاد نماز جنازہ پڑھنے اور پڑھانے میں بھی بچکچاہٹ محسوس نہیں کرتے تھے۔

لہذا میں نے ظہر کی نماز کے بعد شاہی جامع مسجد در بھنگہ ہی کے اندر حضور مجاہد ملت علیہ الرحمہ کو اپنے واردات قلبی اور مولانا کے غیر ذمہ دارانہ روش سے آگاہ کیا اور عرض کیا کہ حضور! آپ کی ذات گرامی اور آپ کا عمل ہمارے لئے نمونہ ہے۔ ایسی صورت میں مولانا مقبول احمد خالص صاحب کی دست بوسی و قد بوسی نے خدام کو اچھا تاثر نہیں دیا۔

میرے اس عریضہ کو سن کر حضور سیدی مفتی اعظم کانپور تو مسکرا پڑے۔ لیکن حضور سیدی مجاہد ملت نے نہایت سنجیدگی سے جواب دیا۔ مولانا! وہ ہمارے استاذ گرامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے استاذ بھائی ہیں، تو استاذ کی بجائے میں نے اسی نسبت کو بوسہ دیا ہے۔ ہاں اگر وہ اپنی اس نسبت کا احترام نہ کر سکے تو وہ جانیں، باقی رہا ان کا وہ عمل جس سے آپ نے آگاہ کیا۔ میں اس سے بالکل ہی بے خبر ہوں۔ میں تو اتنا جانتا ہوں کہ مدرسہ حمیدیہ در بھنگہ سنیوں کا ادارہ ہے۔ کیونکہ مولانا مقبول احمد خان سے پہلے حضرت مولانا عبدالحمید صاحب راجوی در بھنگوی مدرسہ سجانیہ الہ باد سے اس مدرسہ کی نظامت کے لئے یہاں تشریف لائے اور چونکہ وہ اس مدرسہ کے مدرس اول بھی تھے۔ لہذا انہوں نے مدرسہ سجانیہ سے ان طلبہ کو بھی یہاں بلا لیا، جو سجانیہ میں ان کے زیر درس تھے۔ انہی طلبہ میں مولوی نظام الدین بلیاوی بھی تھے، جنہوں نے کئی برسوں تک یہاں مولانا عبدالحمید صاحب پھر حضرت ملک العلماء فاضل بہاری علیہ الرحمہ سے علم توقیت میں استفادہ کیا۔ بعد میں پھر وہ مدرسہ سجانیہ الہ آباد چلے گئے، جہاں دائرہ شاہ اجمل کے قریب انہوں نے مستقل رہائش اختیار کر لی۔

یہ وہ واقعہ تھا، جس نے مجھ پر گہرا اثر کیا، کہ جن کی نظر میں ایک جو نیر استاذ بھائی کی یہ عزت و احترام ہو وہ اپنے بزرگوں اور استاذ گرامی کی تعظیم و تکریم کس طرح بجالاتے ہوں گے۔ مولیٰ تبارک و تعالیٰ حضور مجاہد ملت علیہ الرحمہ کے طفیل ہمیں بھی بزرگوں اور بزرگوں سے نسبت رکھنے والوں کی بارگاہوں میں بالادب باقرینہ حاضر ہونے کی توفیق رفیق ارزانی فرمائے۔ آمین۔

ف: ہمارے ان دونوں مددحوں نے ملک کے کامل ترین اساتذہ کرام سے کتب درسیات کی تکمیل فرمائی، لیکن دورہ حدیث کا شرف حضور شیخ الحدیثین کی خدمت عالیہ میں باریاب ہو کر حاصل کیا۔

جب مزرع علم و حکمت زر خیز ہو اور باران علم و فن جھوم جھوم کر برستا ہو، تو کون ہے، جو ان کھیتوں کے لہلہانے اور بار آور ہونے سے روک سکے۔ یہی وجہ ہے، کہ تقریباً ایک صدی گزر جانے کے بعد بھی ان دونوں حضرات کے علم و حکمت کا فیضان بر کوچک ایشیا ہی نہیں، بلکہ مختلف براعظموں کے متلاشیان حق و صداقت اور طالبان علم و فضل کو پوری سخاوت کے ساتھ سیراب و فیضیاب کر رہا ہے۔ ایک صدی میں نے اس لئے کہا، کہ ان دونوں حضرات کی تحریری فیض رسانی کا سلسلہ زمانہ طالب علمی سے شروع ہو چکا تھا۔ جو آج پردہ فرمانے کے بعد بھی جاری و ساری ہے۔

بارگاہ مجدد میں رسانی

حضور ملک العلماء: ایک سال سے کچھ زائد ۱۳۲۰ھ و ۱۳۲۱ھ میں آپ پہلی بھیت میں حضرت شیخ الحدیثین محدث سورتی علیہ الرحمہ سے کتب صحاح اور بعض دیگر جوامع و سنن کا باضابطہ درس لیتے رہے۔ دوران اسباق ہی حضور استاذ الاساتذہ کی زبانی امام اہل سنت مجدد ملت کا بارہا تذکرہ جمیل سن چکے تھے۔ آخر خوب سے خوب تر کی تلاش نے انہیں بریلی پہنچنے پر مجبور کیا۔

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی دہلی کی حیات اور علمی خدمات

عالی! کل میدان محشر میں اگر رب جلیل جل مجدہ نے اپنے محبوب جمیل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کے سامنے اس بندہ کترین و پر معاصی سے پوچھ دیا کہ تمہارے بریلی میں وہابیت و دیوبندیت کی بدبو کیسے پہنچ گئی؟ اور تمہارے سرمایہ دین و دانش پر کس نے شب خون مارا؟؟ تو حضور معاف فرمائیں میں، تو صاف صاف کہہ دوں گا، کہ ہمارے دینی و روحانی رہنما جن کی دینی و روحانی ضیاء باری سے دور و دراز کے ممالک روشن و تابناک ہو گئے۔ یہاں تک کہ مرکز ہدایت باب مجیدی میں بھی اُن کی ضیاء چمکنے لگی۔ مگر ہائے افسوس! اپنے ہی شہر سے اُنہوں نے بے توجہی برتی، کیونکہ خدمات دینیہ کی کثرت نے انہیں اس جانب توجہ کرنے کی فرصت ہی نہیں دی۔ اتنا سننا تھا، کہ اعلیٰ حضرت لرز اُٹھے پورے جسم پر کپکپی طاری ہو گئی۔ فرمایا، آپ لوگ کیا چاہتے ہیں؟ مولانا حکیم سید امیر اللہ صاحب بریلوی نے عرض کیا، حضور عالی! یہاں ایک ایسے دینی مدرسہ کی شدید ضرورت ہے۔ جس کے ذریعہ اسلام و سنت کی حفاظت ہو سکے۔ جس کے لئے ایسا نصاب تعلیم مقرر کیا جائے، کہ یہاں کا فارغ التحصیل ہر محاذ پر دشمنان اسلام اور موہنین الوہیت و رسالت کو دندان شکن اور ذلت آمیز شکست دے سکے۔ نیز مسلمانوں کے ایمان کی حفاظت کے ساتھ ساتھ ان کے اعمال و مراسم کی اصلاح کر سکے۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے فرمایا، میں اچھی طرح محسوس کرتا ہوں کہ یہاں دینی تعلیمی ادارہ کی ضرورت ہے لیکن میں اپنی لاحقہ مصروفیات سے الگ بھی تو نہیں ہو سکتا کیونکہ جس خدمت کو

چنانچہ آپ ۱۳۲۱ھ کے اخیر میں بانس بریلی تشریف لے آئے۔ لیکن جس مقصد کی تکمیل کے لئے آئے تھے وہ مقصد حل ہوتا ہوا نظر نہیں آیا۔ کیونکہ، بریلی میں اُس وقت تک کوئی باضابطہ معیاری درس گاہ تھی اور نہ انفرادی طور پر درس و تدریس کا کوئی سلسلہ۔ البتہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکتہ بذات خود ایک مدرسہ تھے، ایک جامعہ تھے، اور ایک یونیورسٹی اور تنہا ایک عظیم لائبریری اور دائرۃ المصنفین بھی۔ جہاں سے ایشیاء و افریقہ تک کے الجھے ہوئے مسائل و معاملات کے سلجھے ہوئے جوابات اور مختلف مضامین پر مشتمل سینکڑوں کتب و رسائل بھیجے جاتے تھے۔ اس ہماہمی کو دیکھ کر ملک العلماء نے چند دنوں کے لئے مدرسہ مصباح التہذیب بریلی میں داخلہ لے لیا۔ مگر بارگاہِ مجددیت سے مایوس نہ ہوئے، بلکہ امام اہلسنت کے جانشین حضور حجۃ الاسلام مرشد الانام شاہ مولانا حامد رضا خان اور امام اہلسنت کے برادر اوسط مولانا حسن رضا خان حسن بریلوی سے رابطہ استوار کیا اور کسی طرح ان دونوں حضرات کو اعلیٰ حضرت عظیم البرکتہ کے زیر سایہ ایک مدرسہ کے قیام پر راضی کیا۔ لیکن اعلیٰ حضرت کی شبانہ یوم مصروفیت کے پیش نظر ان ہر دو حضرات میں سے کسی کی جرأت نہیں ہوتی تھی، کہ اعلیٰ حضرت سے قیام مدرسہ کے لئے کچھ عرض و معروض کریں۔

بالآخر ان تینوں حضرات نے طے کیا، کہ کسی بزرگ سید کو سفارش کے لئے آمادہ کیا جائے۔ جن کا احترام خود اعلیٰ حضرت بھی بجالاتے ہوں۔ چنانچہ اس کام کے لئے بریلی کی ایک معروف

شخص کو معروض کیا گیا۔ وہ تھے مولانا محمد رفیع صاحب دہلی۔ ان کے پاس اعلیٰ حضرت کے بارے میں تمام حالات معلوم تھے اور ان کی رائے سے اس کام کو شروع کیا گیا۔

حضرت سید صاحب بریلوی نے عرض کیا حضور عالی! آپ صرف ہاں فرمادیں اور اس ادارہ کو اپنی سرپرستی میں لینا منظور کر لیں۔ بقیہ انتظام و انصرام ہم لوگ کر لیں گے..... اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے حامی بھری اور فرمایا ایک ماہ (بروایتِ دیگر ایک سال) تک مدرسہ کے تمام اخراجات میں اپنی جیب سے ادا کروں گا۔ اس درمیان میں آپ لوگ مدرسہ کے انتظامیہ کی تشکیل دے کر مدرسہ چلانے کی سبیل نکال لیں۔

یہ چار نفری مبارک جماعت مدرسہ کی منظوری کا مژدہ پا کر بارگاہِ امام رضا سے اٹھی، اور مدرسہ کا تاریخی نام منظر اسلام (۲۰+۵۰+۹۰۰+۲۰۰+۱+۶۰+۳۰+۱=۱۳۲۲) علامہ زمن حضرت حسن بریلوی نے تجویز فرمایا۔ پھر درسگاہ کے لئے عارضی طور پر حکیم رحیم یار خاں صاحب کے گھر کو منتخب کر لیا گیا۔

عمومی مدارس اسلامیہ کا حال یہ ہوتا ہے، کہ اس کا آغاز قاعدہ بغدادی یا متن البیضاوی سے ہوتا ہے اور سالہا سال کے بعد وہ علوم عقلیہ و نقلیہ اور کتب متوسطات تک پہنچتا ہے۔ پھر برسوں گزر جانے کے بعد امہات الکتب درسیہ اور دورہ حدیث تک اس کی رسائی ہوتی ہے۔ مگر مدرسہ منظر اسلام کی بنیاد جن مقبول دعاؤں کی آغوش میں پڑی تھی، اس کی اٹھان ہی عجیب تھی، کہ روز اول سبق کا آغاز بخاری شریف سے ہوا۔ شیخ الحدیث کے منصب جلیل پر اعلیٰ حضرت مجدد اعظم دین و ملت امام احمد رضا خود رونق افروز تھے اور محترم کی حیثیت سے دو سیدزادے (۱) حضور ملک العلماء مولانا سید ظفر الدین بہاری (۲) مولانا سید عبدالرشید کو پاوی بہاری، متن خواں تھے یہ دونوں وہ خوش نصیب طلبہ منظر اسلام ہیں۔ جنہیں سب سے پہلے منظر اسلام میں اعلیٰ حضرت عظیم البرکت سے بخاری شریف کو سبقاً سبقاً پڑھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ گویا منظر اسلام

کے محرک اول ایک سید صاحب کی ذات گرامی ہے اور محترم اول سیدزادے ہیں اور محدث اول امام احمد رضا کی ذات بابرکات ہے۔ جس مدرسہ کی شروعات ایسی مبارک ذاتوں سے ہوئی ہو اس کے فیضان و برکات کو کوئی کیا شمار کر سکتا ہے۔ ماضی قریب کے ہمارے اکثر و بیشتر اکابر ملت اور زعمائے قوم اسی مدرسہ کے فارغ التحصیل یا فیض یافتہ ہیں۔

مدرسہ منظر اسلام کا افتتاح اگرچہ صرف دو بہاری طلبہ سے ہوا۔ مگر مہینہ گذرتے گذرتے حضرت ملک العلماء کی سعی پیہم کی وجہ سے بہار کے مختلف مقامات سے طلبہ کی آمد کا غیر منقطع سلسلہ شروع ہو گیا۔ مثلاً سال اول ہی میں مولانا نذیر الحق رمضانپوری، مولانا غلام مصطفیٰ بہاری، مولانا محمد ابراہیم اوگانوی، مولانا سید عبدالرحمن بیٹھوی، مولانا سید شاہ غلام محمد صاحب بہار شریف وغیرہم۔ ان حضرات کی آمد کی وجہ سے ملک العلماء کو قلبی سکون حاصل ہوا، اور آپ دل جمعی کے ساتھ اعلیٰ حضرت کے دریائے علم و حکمت سے علوم و معارف کا درس لینے لگے۔ تحقیق کے مطابق حضرت ملک العلماء فاضل بہاری نے اعلیٰ حضرت رضی عنہ الرحمن سے صحیح بخاری، اقلیدس کے چھ مقالے، تشریح، تشریح الافلاک اور شرح چغمنی پڑھنے کے بعد فنونِ رائج کے علاوہ اعلیٰ حضرت کے بعض ایجاد کردہ فنون کو اعلیٰ حضرت ہی سے حاصل کیا۔ مثلاً علم ہیئت، ریاضی، توحیت اور جفر و تکسیر وغیرہا۔ ان سب کے علاوہ تصوف و معرفت کی مشہور و معروف کتابیں عوارف المعارف اور رسالہ قشیریہ کا خصوصی درس بھی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ ہی نے آپ کو دیا۔ دلچسپ بات یہ ہے، کہ جب آپ اور آپ کے ساتھی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ سے بخاری شریف اور عوارف المعارف کا درس لیتے، تو دیگر طلبہ کے علاوہ مدرسہ کے مدرسین حضرات اور حاضر باش

علماء کرام بھی درس میں شریک ہوتے تھے۔

ملک العلماء نے بخاری شریف کے دوران درس ہی فتویٰ نویسی بھی شروع فرمادی۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ سے کچھ سوالوں کے جواب املا کرتے اور کچھ سوالوں کا جواب آپ از خود لکھ کر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی خدمت میں پیش کرتے اور جو جوابات اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ ملاحظہ فرما لیتے۔ آپ انہیں اپنی یادداشت کی کاپی میں بھی محفوظ کر لیا کرتے تھے۔

کچھ دنوں تک، تو آپ صرف اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ

علامہ حسنین رضا خان صاحب علیہما الرحمہ بھی شریک تھے۔ مگر ان بزرگوں نے کتب متوسطات کا امتحان دیا اور ایسا امتحان دیا، کہ ممتحن حضرات بھی انگشت بدنداں ہو گئے۔ چنانچہ عالم باعمل فاضل اکمل، خلیفہ ارشد اعلیٰ حضرت حضور عید الاسلام مولانا شاہ عبدالسلام صاحب قطب جبلپور علیہ الرحمہ امتحانی نتائج ۱۳۲۳ھ کے سلسلہ میں تحریر فرماتے ہیں:

”خصوصاً میاں مولوی مصطفیٰ رضا خاں اور میاں مولوی حسنین رضا خاں نے جس عمدگی اور خوبی و خوش اسلوبی کے ساتھ نہایت بلند مرتبہ کا محققانہ امتحان دیا، حق تو

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی دہلی کی حیات اور علمی خدمات

فضیلت لینے میں عمدتاً تاخیر کی کیونکہ جیسے جیسے علم و فضل کے چشمہ صافی سے قریب تر ہوتے گئے علم کی پیاس بڑھتی گئی۔ دورہ حدیث اور علوم و فنون متنوعہ کا امتحان دینے اور امتیازی نمبر حاصل کرنے کے بعد بھی فن افتاء نویسی، جبر و مقابلہ اور مساحت و اقلیدس کی مثال اعلیٰ حضرت کی نگرانی میں جاری رہی۔

۱۳۲۳ھ اور ۱۳۲۴ھ میں مدرسہ منظر اسلام کے منتظم، تبحر اور تجربہ کار اساتذہ کرام سے دیوانِ منتہی، مطول، حمد اللہ، تاضی مبارک، تفسیر مدارک، تاریخِ یمنی، تصریح، شرح چغمنی، سبع شہاد، مسلم الثبوت، سبعہ معلقہ، مقامات بدیع، صدر، شمس بازغہ، ہدایہ آخرین، صحیح مسلم اور شرح عقائد نسفی مع خیالی کی دوبارہ سے بارہ تکرار فرماتے رہے۔ ۱۳۲۵ھ میں التوضیح والتلویح، شرح مواقف، امور عامہ، میر زاہد، بیضاوی شریف اور کتب احادیث میں ابوداؤد ابن ماجہ، موطا امام مالک، موطا امام محمد، طحاوی شریف اور فقہ میں درمختار کو بار بار پڑھتے اور ان سے دردانہ حاصل کرنے کی کامیاب کوشش فرماتے رہے۔

۱۳۲۵ھ میں ماہ شعبان کی وہ تاریخ سعید آگئی، جس میں آپ کے سراقہ پر دستارِ فضیلت سجائی جانے والی تھی، چنانچہ امام اہل سنت مجدد ملت کی درخواست پر مخدوم الاولیاء شیخ العلام حضرت سیدنا احمد عبدالحق انصاری ردولوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سجادہ نشین حضرت مخدوم شاہ التفات احمد قدس سرہ بریلی تشریف لائے اور مسجد بی بی جی کے وسیع و عریض صحن میں سینکڑوں علماء ربانیین کی موجودگی اور عوام الناس کے مجمع کثیر میں مخدوم موصوف نے اپنے مبارک ہاتھوں سے حضرت ملک العلماء فاضل بہار کے سر پر دستارِ فضیلت و کرامت باندھی۔ پھر تدریس، تصنیف اور تبلیغ کے ساتھ افتاء کی بھی سند مرحمت فرمائی۔

۱۳۲۳ھ کے سالانہ امتحان میں سب سے اونچی کتابوں (امہات الکتب) کا جن حضرات نے امتحان دیا ان میں سرفہرست حضور ملک العلماء فاضل بہار علامہ سید محمد ظفر الدین علیہ الرحمہ کا نام اور دوسرا اہم ترین نام حضرت علامہ سید شاہ عبدالرشید عظیم آبادی کا تھا (یہ وہ بزرگ تھے۔ جو حضور ملک العلماء ہی کے وقت میں مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ کے جوئیئر سیکشن میں آخر مدرس تھے اور اگر کچھ اور قریب سے متعارف ہونا چاہیں، تو یہ وہی بزرگ ہیں، جن کے چھوٹے صاحبزادے عارف حق حکیم حاذق شیداء مجاہد ملت علامہ سید شاہ عزیز احمد صاحب ابوالعلائی خانقاہ ابوالعلائیہ الہ آباد کے سجادہ نشین ہوئے علم طب کے ماہروں میں آپ کا شمار ہے۔ آپ ہی کے نیک نام صاحبزادے حضرت سید شاہ شمیم گوہر صاحب ابوالعلائی ہیں) ان دو حضرات کے علاوہ بھی بہار کے دوسرے طلبہ شریک امتحان تھے۔ مثلاً علامہ سید شاہ غلام محمد صاحب بہاری، مولانا سید حکیم عزیز غوث صاحب اور مولانا نواب مرزا وغیرہم۔

مدرسہ منظر اسلام میں ۱۳۲۳ھ کے امتحان کا مکمل ریکارڈ تو موجود نہیں ہے۔ البتہ روداد ہی کے ذریعہ مذکورہ حضرات کا علم ہوا کیونکہ اسی سال کی روداد میں طلبہ مدرسہ کے متعدد فتاویٰ بھی شائع ہوئے ہیں۔ جن میں مذکورہ تمام حضرات کے لکھے ہوئے فتاویٰ ہیں۔ حضور ملک العلماء کے دو فتاویٰ اردو اور فارسی زبانوں میں نہایت مرصع و مدلل ہیں۔ جس کو پڑھنے کے بعد کسی نہج سے یہ نہیں معلوم ہوتا، کہ یہ کسی نو آموز مفتی کا جواب ہے۔ خاص کر کفو سے متعلق جو جواب آپ نے رقم فرمایا ہے اور دلائل و براہین کے ساتھ مفتی بہ اقوال کو ترجیح دی ہے، اس سے تو یہی واضح ہوتا ہے، کہ یہ جواب کسی کہنہ مشق تبحر مفتی کا ہے۔

۱۳۲۳ھ کا سالانہ امتحان تو آپ نے دے دیا، مگر دستار سلاسل عالیہ کی اجازت و خلافت اور خطابات عالیشان ”ملک

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی دہلی کی حیات اور علمی خدمات

شیخ الحدیث کی ذمہ داری تھی۔

حضور صدر الشریعہ مسلسل دو سال تک علم و عرفان اور نبوی فیضان کی موسلا دھار بارش میں نہاتے رہے اور ذوق علمی کی صدائے زؤن کو سیراب کرتے رہے۔ ہر صبح و شام علم و عرفان کی نئی نئی منزلوں سے آپ گزرتے رہے اور اپنے استاذ و مربی کے آغوش رحمت و شفقت میں پروان چڑھتے رہے، تاہم آپ نے مدرسۃ الحدیث پبلی بھیت ہی سے سند فراغت حاصل فرمائی۔ مگر

میں کہاں رکتا ہوں عرش و فرش کی آواز سے

مجھ کو جانا ہے بہت آگے حد پرواز سے

دستار فضیلت حاصل ہو جانے کے بعد بھی آپ نے سلسلہ تعلیم کو منقطع نہیں فرمایا، بلکہ خاندانی پیشہ طبابت کو برقرار رکھنے کے لئے پبلی بھیت سے لکھنؤ پہنچ گئے۔ جہاں حاذق الملک حکیم عبدالولی صاحب کا قیام جھوائی ٹولہ میں تھا۔ ان کی خدمت میں پہنچے اور باضابطہ علم طب حاصل کرنا شروع کیا۔ طب کی جو کتابیں عربی فارسی میں تھیں انہیں سمجھنا آپ کے لئے مشکل نہیں تھا۔ حکیم حاذق کی نگاہ شفقت نے چند ہی مہینے میں ادویہ مفردات کی کامل پہچان کرادی اور مرکبات سازی میں ماہر بنا دیا۔ لیکن مطب کی طرف جانے کی بجائے استاذ گرامی کے حکم سے آپ پھر پبلی بھیت پہنچ گئے۔ ۱۳۲۳ھ تا ۱۳۲۷ھ لگاتار چار برسوں تک مدرسۃ الحدیث میں مختلف درجات کی تدریسی خدمت انجام دیتے رہے۔ ۱۳۲۷ء کے بعد آپ سہ بارہ پٹنہ چلے گئے اور وہیں مطب کا سلسلہ شروع فرمادیا۔ قدرت نے علم و فضل کے ساتھ ساتھ دست شفاء بھی عطا فرمایا تھا، دیکھتے ہی دیکھتے شہر اور اس کے اطراف میں آپ کے مطب کی دھوم مچ گئی۔

ابھی آپ نے اطمینان و سکون کی سانس بھی نہیں لیا تھا کہ استاذ گرامی کے یہاں سے پھر طلبی کا پروانہ آگیا کیونکہ انہی

دنوں اعلیٰ حضرت امام اہل سنت علیہ الرحمہ کو اپنے جامعہ منظر اسلام کے لئے ایک ایسا لائق و فائق استاذ چاہئے تھا، جو تدریس و نظامی کے علاوہ منظر اسلام کے خصوصی نصاب کی کتب متوسطات سے امہات الکتب تک ہر فن کی کتابیں پڑھانے کا کامل ملکہ رکھتا ہو۔ اس کے علاوہ افتاء اور انتظامیہ کی ذمہ داریوں کو بھی باحسن و خوبی انجام دے سکتا ہو۔ بنا بریں امام اہل سنت شیخ الحدیث علامہ شاہ وحی احمد صاحب محدث سورتی سے ان اوصاف سے متصف استاذ کی فرمائش کی اور حضور شیخ الحدیث کی نگاہ انتخاب حضور والا صدر الشریعہ پر جا پہنچی۔ استاذ گرامی کا حکم نامہ پہنچتے ہی صدر الشریعہ نے بھی اپنی دنیاوی منفعت کو نظر انداز کرتے ہوئے مطب کو چھوڑ کر پبلی بھیت اور پبلی بھیت سے بریلی شریف پہنچ گئے۔

جب اعلیٰ حضرت کے کارہائے جلیلہ اور مصروفیات شبانہ یوم کو دیکھا، تو گویا آپ کا مقصود اصلی آپ کو مل گیا، جہاں آپ کو بہت پہلے آجانا چاہئے تھا۔ مگر دیر آید درست آید کے پیش نظر آپ نے عزم صمیم کر لیا، کہ اب خدمات دینیہ کو اعلیٰ حضرت عظیم البرکت ہی کے زیر سایہ انجام دینا ہے۔ چنانچہ ابتداء درس و تدریس کی ذمہ داری آپ کے سپرد کی گئی۔ رفتہ رفتہ افتاء کی مصروفیات درس و تدریس کی مصروفیات سے بھی زیادہ ہو گئی۔ لیکن جیسے جیسے ذمہ داریاں بڑھتی گئیں، ہمت مرداں مدد خدا شامل حال ہوتی گئی۔ اسی درمیان مطبع اہل سنت کا برقی پریس، کاتب، تصحیح (پروف ریڈنگ) مینیجر اور دیگر کارکنندگان کی تمام تر ذمہ داریوں کے ساتھ آل انڈیا جماعت رضائے مصطفیٰ کے شعبہ علمیہ کی صدارت کے فرائض بھی آپ کے کاندھوں پر ڈال دی گئی۔

حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ اسی درمیان امام اہل سنت اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے دستِ حق پرست پر سلسلہ قادریہ برکاتیہ میں بیعت ہوئے اور جلد ہی خلافت و اجازت سے بھی نوازے

حضور ملک العلماء امام احمد رضا کی نظر میں

میں نہیں ہے جس کی مدد سے طلبہ مستفیدین کے اسماء گرامی کی نشاندہی کی جائے۔

مذکورہ چہار سالہ تدریسی ایام میں آپ کے علم و فضل کا شہرہ ہر چہار جانب ہونے لگا۔ دور دور سے مدارس عربیہ کے لئے آپ کی طلبی کے خطوط آنے لگے۔ ایک خط کے جواب میں اعلیٰ حضرت عظیم البرکتہ انجمن نعمانیہ لاہور کے ناظم محترم کو تحریر فرماتے ہیں:

”مکرمی مولانا مولوی محمد ظفر الدین صاحب قادری سلمہ فقیر کے یہاں کے اعز طلباء سے ہیں اور میرے بجان عزیز۔ ابتدائی کتب کے بعد یہیں تحصیل علوم کی اور اب کئی سال سے میرے مدرسے میں مدرس اور اس کے علاوہ کار افتاء میں میرے معین ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ جتنی درخواستیں آئی ہیں سب سے یہ زائد ہیں مگر اتنا ضرور کہوں گا (۱) سنی خالص مخلص نہایت صحیح العقیدہ ہادی مہدی ہیں۔ (۲) عام درسیات میں بفضلہ تعالیٰ عاجز نہیں ہیں۔ (۳) مفتی ہیں۔ (۴) مصنف ہیں (۵) واعظ ہیں۔ (۶) مناظرہ بعونہ تعالیٰ کر سکتے ہیں۔ (۷) اور علماء زمانہ میں علم توقیت سے تنہا آگاہ ہیں۔ الخ“

اعلیٰ حضرت عظیم البرکتہ کے یہ وہ تاثرات سببہ ہیں، جو آپ نے مجموعی طور پر صرف ملک العلماء کے لئے تحریراً آگاہ فرمایا ہے۔ اگر ان اوصاف میں سے کوئی ایک وصف بھی کسی عالم دین کے تعلق سے اعلیٰ حضرت ارشاد فرمادیں، تو وہ اس عالم ربانی کے لئے تمغہ زندگی، بلکہ اخروی سرخروئی کی ضمانت بن جائے۔ واضح کر دینا چاہتا ہوں، کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے یہ تاثرات وصال پر ملال سے تقریباً بارہ سال پیشتر کے ہیں جس زمانہ میں متحدہ ہندوستان کی عبقری شخصیات مدرسہ منظر اسلام اور مرکزی دارالافتاء رضویہ میں موجود تھیں۔ مدرسہ منظر اسلام کے بعد ۱۳۲۹ھ میں اعلیٰ حضرت علیہ

ہے۔ جب تک اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ بقید حیات رہے کوئی لمحہ ضائع کئے بغیر اپنے شیخ کامل سے صدر الشریعہ فیوض و برکات حاصل کرتے رہے۔ بلکہ بعد از وصال بھی وقفہ وقفہ سے سالوں سال بریلی شریف میں قیام پذیر رہے۔ منجملہ ۱۸ برس تک اپنے شیخ کامل عارف اکمل سے دولت روحانی و عرفانی سمیٹتے رہے..... یوں تو درجنوں علماء ببحرین و راسخین اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی بارگاہ فیض بخش میں شب و روز حاضر باش رہتے تھے۔ لیکن اعلیٰ حضرت عظیم البرکتہ کو جو اعتماد و وثوق صدر الشریعہ پر تھا، وہ اپنی جگہ مسلم ہے۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ خود فرماتے ہیں.....

”آپ یہاں کے موجودین میں تفقہ جس کا نام ہے وہ مولوی امجد علی صاحب میں زیادہ پائیے گا۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ استفاء سنایا کرتے ہیں اور جو جواب دیتا ہوں لکھتے ہیں۔ طبیعت اخاذ ہے۔ طرز سے واقفیت ہو چلی ہے۔“ (المسفوظ)

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے بعد آپ ہی کی ذات مرجع العلماء اور حضور مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے ساتھ آپ بھی خدمت افتاء پر مامور تھے۔ کیونکہ فقہی جزئیات کا استحضار اور اجتہادی قوت بصیرت جو آپ میں تھی وہ آپ ہی میں تھی۔

سلسلہ تدریس

حضور ملک العلماء: دستارِ فضیلت کے بعد ہی سے آپ نے اپنے مادر علمی منظر اسلام بریلی شریف میں تدریسی خدمات انجام دینا شروع کی۔ یعنی ماہ شوال المکرم ۱۳۲۵ھ سے ۱۳۲۹ھ کے اوائل تک آپ اپنے مربی و پیر و مرشد کے زیر سایہ ”منظر اسلام“ میں تعلیم دیتے رہے۔ ان چار برسوں کے درمیان درجنوں نہیں بلکہ سینکڑوں علماء کرام نے آپ سے استفادہ کیا ہوگا۔ لیکن اس دور کا کوئی ایسا ریکارڈ مرکزی مدرسہ اہل سنت منظر اسلام

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی علیہ السلام کی حیات اور علمی خدمات

کے عہدہ سے آپ سبکدوش ہوئے۔

الرحمہ کے حکم پر آپ بحیثیت مبلغ و خطیب شملہ، شملہ تشریف لے گئے۔ مگر چند مہینوں کے بعد ہی آپ بحکم اعلیٰ حضرت مدرسہ حنفیہ فیض الغریب آ رہ (شاہ آباد) پہنچ کر صدر المدرسین کے منصب پر فائز ہوئے اور قریب ایک سال تک محنت و لگن کے ساتھ مدرسہ کے تعلیمی و تنظیمی شعبوں کو ترقی دیتے رہے، یہاں تک کہ وہ بہار کا مشہور و معروف مدرسہ ہو گیا۔

پھر بھی اطمینان و سکون کے ساتھ اپنے مکان (ظفر آباد) میں رہنے کا موقع نہیں ملا۔ بلکہ تصنیف و تالیف کے علاوہ پٹنہ و مضافات کی عظیم ترین خانقاہوں کے ولیعہدوں کو نہایت مستعدی کے ساتھ دینیات کی تعلیم اور خانقاہی ماحول کی تربیت دیتے رہے۔ اس کے بعد حضرت درگا ہی میاں قبلہ (سید شاہ شاہد حسین) کے پیہم اصرار پر آپ کپھارتش لکھنؤ آئے۔

۱۳۳۰ھ - ۱۹۱۲ء میں پٹنہ عظیم آباد کے اندر جب مدرسہ

رکابی میں اس بندہ ناچیز کے علاوہ کئی علاقائی علماء شریک سفر تھے۔ مثلاً حضرت مولانا مطیع الرحمن صاحب مرحوم حضرت مولانا محمد ادریس صاحب (شاگرد محدث اعظم پاکستان) یہ غالباً ۱۳۷۶ھ۔ ۱۹۵۷ء کی بات ہے جب کہ یہ خادم مدرسہ رحمانیہ حامد یہ پوکھریا (سابق ضلع مظفر پور) کے منصب صدر مدرس کی خدمت انجام دے رہا تھا۔ اثناء راہ ملک العلماء، علیہ الرحمہ نے فرمایا۔ میں نے آپ کے بعض فتاؤں کو دیکھا ہے، مجھے یاد آتا ہے، کہ ایک فتویٰ رضاعت سے متعلق بھی تھا، جس میں جزئیات فقہیہ کی نقل میں عجلت سے کام لیا گیا ہے۔ میں نے آپ کے جواب پر کچھ لکھ دیا ہے اور مستفی کو تاکید کر دی ہے، کہ اس سوال و جواب کو آپ کے پتہ پر بھیج دے تا، کہ آپ اپنے قلم سے اس کی تصحیح کر دیں۔

خادم نے عرض کیا۔ حضور وہ استفتاء مع جواب کے مجھے مل چکا ہے۔ حضور کے طریقہ اصلاح کو دیکھ کر ندامت سے زیادہ مسرت ہوئی۔ اور جب میں نے آپ کے اصلاح شدہ جواب کو اپنے استاد محترم شیخ الحدیث منظر اسلام حضرت مولانا شاہ محمد احسان علی صاحب قبلہ محدث فیض پوری کو دکھلایا تو وہ بھی بہت مسرور ہوئے۔ حضور ملک العلماء نے فرمایا مشق جاری رہے مگر کسی تجربہ کار مفتی سے اپنے فتاؤں کی تصدیق کراتے رہیں۔ میں نے عرض کیا تو پھر اس کے لئے میں حضور ہی کی خدمت حاصل کرنا اپنے لئے باعث سعادت و افتخار سمجھوں گا۔ آپ نے نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ فرمایا ٹھیک ہے۔ آپ اپنے جوابات مع متعلقہ سوالات کے بذریعہ ریلوے ڈاک بھیج دیا کیجئے گا۔ میں دیکھ کر آپ کو واپس کر دیا کروں گا۔ سورنڈ سے سیتا مڑھی تک پندرہ بیس کلومیٹر کا سفر ہم تینوں ہم رکاب کے لئے نہایت بافیض و بابرکت رہا۔ میں نے دیکھا، کہ سفر و حضر میں کوئی وقت آپ کا ضائع

نہیں ہوتا تھا۔ یا تو مطالعہ کتاب فرماتے رہے، یا حاضرین کو مسائل دینیہ بتاتے اور اگر علماء کرام حاضر باش ہوتے تو عقدہ علمیہ کی گرہیں کھولتے رہتے۔ کبرسنی کے باوجود ذہن میں تازگی اور جزئیات فقہیہ کی ہر وقت آمد ہوتی رہتی۔

جامعہ لطیفیہ کلپھار کے قیام سے شمالی ہندوستان میں سنی مسلمانوں کو بہت ہی فائدہ پہنچا۔ وہاں کے فارغین و مستفیدین علماء کرام سے پورنیہ، مونگیر، دربھنگہ اور مظفر پور کے علاقے مجھہ تعالیٰ جگمگانے لگے۔ موجودہ وقت میں دور لطفی کے فیض یافتہ حضرات ملک کے مختلف حصوں میں دُردانے بکھیر رہے ہیں اور ملک العلماء کا فیض ان حضرات کے ذریعہ آج بھی بٹ رہا ہے۔ بہار کی بیشتر خانقاہوں کے سجادہ نشینان حضرات۔ ملک العلماء کے ارشد تلامذہ سے ہیں یا ان کے در یوزہ گر ہیں۔ اس طرح بہار کی علمی و عرفانی دنیا پر آج بھی حضور ملک العلماء کا راج ہے۔

صدر الشریعہ: آپ نے ابتداء شباب یعنی عہد طابعللمی سے ہی تدریس کا کام شروع کیا۔ جس کا سلسلہ زرین حیات مستعار سے اخیر تک رہا۔ مدرسہ منظر اسلام بریلی شریف، دارالعلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر مقدس اور دارالعلوم حافظیہ سعدیہ دادوں کے منصب صدارت پر جلوہ بار ہو کر آپ نے اس قدر لعل و گہر اور علم و فضل کے شمس و قمر پیدا کئے کہ آج تک نہ صرف ان کی تابانیاں باقی ہیں بلکہ اس کی روشن شعاعیں مختلف براعظموں کو مستنیر و منور کر رہی ہیں۔ آپ کی تدریس کا پہلا اور باضابطہ دور مدرسہ الحدیث پہلی بھیت سے شروع ہوتا ہے، تقریباً چار سال مختلف علوم و فنون کی تعلیم کے بعد آپ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے جامعہ منظر اسلام بریلی شریف آگئے۔ جہاں آپ کی مصروفیات حیرت انگیز حد تک بڑھ گئیں۔ لوگ کہا کرتے تھے، کہ ”مولانا امجد علی صاحب تو کام کی

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی علیہ السلام کی حیات اور علمی خدمات

مشین ہیں۔ آپ کی ذات صرف درس و تدریس تک محدود نہیں تھی بلکہ جیسا پہلے عرض کیا گیا کہ طلبہ کی تربیت اوقاتِ درس میں تدریس، ارسال و ترسیل اور رضا برقی پریس کی تمام تر ذمہ داریوں کے علاوہ فتویٰ نویسی اور جماعتِ رضائے مصطفیٰ شعبہ علمیہ کی اہم ترین ذمہ داری منصبِ صدارت کی تنہا انجام دہی۔ یہ سب کام کسی ایک فرد انسان کا کام نہیں تھا۔ بلکہ اس کے لئے ایک فعال جماعتِ علماء کی ضرورت تھی۔ لیکن فیضِ رضا کے اثرات نے دینی کام کرنے کے لئے آپ کے اندر وہ اسپرٹ پیدا فرمادی تھی، کہ شب و روز مصروفیت کے باوجود تھکاوٹ و اکتاہٹ کا دور دورہ تک پتہ نہیں تھا۔

۱۳۲۷ھ سے ۱۳۴۳ھ تک تقریباً سولہ سال بریلی شریف

میں قیام پذیر رہے۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمہ کے وصال پر ملال کے بعد ۱۳۴۳ھ میں بحیثیت صدر مدرس آپ دارالعلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر مقدس چلے گئے۔ جہاں سات برسوں تک پیہم علوم عقلیہ و نقلیہ کے زرو جوہر خواجہ ہندوستانی ولی ذی شان کے زیر سایہ بکھیرتے رہے اور ایسے ایسے لعل و گہر پیدا کئے کہ کوئی سید العلماء بن کر چکا، تو کوئی امام النحو بن کر۔ کوئی حافظ ملت بن کر، تو کوئی مجاہد ملت بن کر، کوئی سلطان المناظرین مفتی اعظم کانپور بن کر، تو کوئی محدث اعظم پاکستان بن کر، کوئی شمس العلماء بن کر، تو کوئی شیخ العلماء بن کر۔ ان کے علاوہ بھی سینکڑوں طالبانِ علوم شرعیہ کے دامن مراد کو گوبر مقصود سے بھر بھر کر شاد کام اور دارین میں نیک نام بناتے رہے۔

متحدہ ہندوستان کے مایہ ناز اور ذی شان علماء اسلام اور اساتذہ عظام جو لاریب علوم و فنونِ اسلامیہ کے امام اور مذہب مہذب اہل سنت و جماعت کے اکابر شمار ہوتے ہیں۔ اسی زمانہ تدریس صدر الشریعہ کے خوشہ چیں اور آپ کے حاشیہ نشین ہیں۔ ۱۳۵۱ھ میں دوبارہ بریلی شریف آئے اور تین سال تک

تدریسی خدمات انجام دیتے رہے بعد ازاں بریلی مقدس سے بحیثیت صدر مدرس مدرسہ حافظیہ سعدیہ دادوں ضلع علی گڑھ تشریف لے گئے اور وہاں بھی حسب سابق سات سال تک بحسن و خوبی فرائض تدریس انجام دیتے رہے۔ جہاں عام علماء کے علاوہ رئیس زادوں اور نواب زادوں کو بھی تعلیم و تربیت سے سنوارتے رہے۔ آپ کی مسلسل تعلیمی و تدریسی اور تربیتی صلاحیتوں کا اس قدر شہرہ ہوا، کہ ۱۹۲۶ء میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے شعبہ اسلامیات کے لئے نصاب کی تشکیل کی ضرورت پیش آئی۔ تو متحدہ ہندوستان کے ارباب علم و دانش اور نہایت مشاق و تجربہ کار اور مند تدریس کے شہسواروں میں سے منتخب حضرات پر مشتمل چھ رکنی کمیٹی تشکیل دی گئی۔ جس میں نمایاں طور پر حضور صدر الشریعہ کی ذات گرامی بھی تھی۔ آپ نے تعلیمی نکات و نصاب کو اسلامی نقطہ نظر سے بیان فرمایا۔ یونیورسٹی مذکورہ کے علاوہ اسلامی جامعات کے لئے آپ نے نہایت مفید نصاب تعلیم بھی مدون فرمایا، جس کی ایک جھلک ”بہار شریعت“ کی سولہویں جلد میں ملتی ہے۔

مدرسہ حافظیہ سعدیہ کے منتہی طلبہ کے سالانہ امتحان کے موقع پر دادوں میں آئے ہوئے مہمان خصوصی نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمن خان شیروانی نے ۱۳۵۶ھ کے کھلے اجلاس میں اعتراف کیا، کہ ”میں ملک بھر کے تعلیمی اداروں اور دینی مدارس کی تعلیم و تربیت کو جانتا ہوں، ہزاروں معلمین و مدرسین میں سے چار پانچ مدرسین میری نگاہوں میں منتخب ہیں، ان میں ایک مولانا امجد علی اعظمی ہیں۔“

۱۳۵۳ھ سے ۱۳۶۲ھ تک مدرسہ حافظیہ سعدیہ دادوں میں آپ کا قیام فیض بخش عام رہا۔ پھر وہاں سے ایک سال کے لئے مدرسہ مظہر العلوم کچی باغ بنارس تشریف لے گئے اور جب مرشد کامل کی یاد نے ستایا، تو حضور حجۃ الاسلام کے بعد علامہ تقدس علی

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی دہلی کی حیات اور علمی خدمات

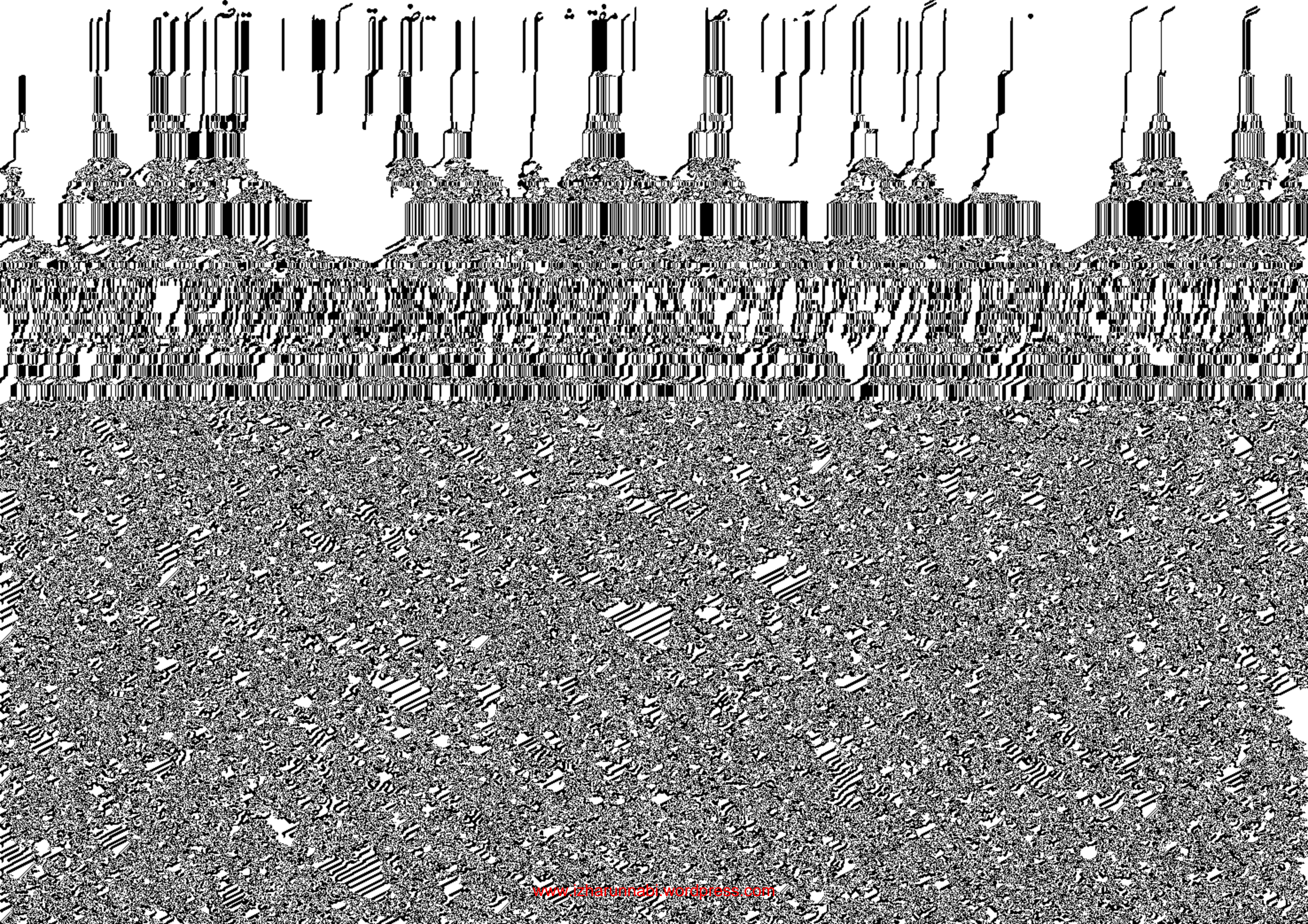
خان کے دور نظامت میں ان کے اصرار پر پھر منظر اسلام میں آگئے اور تدریس عمر کے اخیر تک جو اہرات علم و فن کو فراخ دلی کے ساتھ لٹاتے رہے اور ایسے ایسے نابغہ روزگار علوم و فنون کے شہسوار کو اپنے سانچہ علم و فن میں ڈھال دیا۔ جن پر علم و فن، طہارت و تقویٰ اور زبان و قلم کی روانی و پاکیزگی کو بجا طور پر ناز ہے۔

اعلیٰ حضرت عظیم البرکتہ اور صدر الشریعہ علیہما الرحمہ و الرضوان کے تعلق سے اگر مسئلہ قضاء کا ذکر نہ کروں تو یہ عنوان تشنہ رہ جائے گا لہذا اس کا ذکر بھی کرنا ضروری ہوا۔ وَهِيَ هَذَا

ماہ شعبان ۱۳۳۹ھ میں عزت مآب جناب نواب سلطان احمد صاحب اور ان کے بھائی نے امام اہل سنت اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ سے عرض کیا حضور! آج نہ کل ہندوستان کو ظالم و جابر

شرع اور مفتی شرع کے تقرر کے لئے اسلامی شرعی قانون کی بنیاد پر سخت دشواری ہوگی۔ چونکہ ملک کے بنیادی قوانین میں ایسا کوئی لائحہ عمل نہ ہوگا۔ جس کی بنا پر قاضی شرع و مفتی شرع کا تقرر صحیح طور پر ہو سکے۔ لہذا میں آج ہی اس کی ابتداء کرنے جا رہا ہوں، تاکہ یہ سلسلہ جاری رہے اور آزادی کے بعد کسی دشواری کا سامنا نہ کرنا پڑے۔“

اس کے بعد ارشاد فرمایا: ”آج میں پورے ملک ہندوستان کے لئے مولانا امجد علی اعظمی کو قاضی شرع مقرر کرتا ہوں۔“ پھر ان کا ہاتھ پکڑ کر مخصوص درمیانی نشست پر بٹھایا اور دعاء کی۔ پھر صدر الشریعہ کے دائیں اور بائیں حضرت سیدی و مولائی مفتی اعظم ہند اور برہان الملتہ والدین حضور مفتی برہان الحق صاحب جبلپوری علیہ الرحمہ و الرضوان کو بٹھایا اور فرمایا ”ان دونوں کو دارالقضاء کے



جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی دہلی کی حیات اور علمی خدمات

اکابر سنی علماء کرام نے ادارہ شرعیہ بہار کی بنیاد ڈال کر اس میں دار القضاء کے قیام کو وقت کی ضرورت قرار دیا اور قضاة کی تقرری کے لئے امین شریعت کا منصب جلیل منصبہ شہور پر آیا جس کے پہلے امین شریعت بالاتفاق حضور صدر الشریعہ کے چہیتے شاگرد رشید سلطان المناظرین حضرت علامہ الحاج شاہ رفاقت حسین صاحب مظفر پوری

مفت اعظم

صحیح البہاری

حیات اعلیٰ حضرت

جواہر البیان

ظفر الدین الطیب

ظفر الدین الجید

حدیث

سیرت

سیرت

مناظرہ

مناظرہ

۱۳۲۵ھ

۱۳۲۹ھ

۱۳۳۳ھ

۱۳۲۲ھ

۱۳۲۳ھ

باضابطہ تصانیف موجود ہیں۔ اس کے علاوہ بھی درجنوں فنون پر آپ کو دسترس حاصل تھی۔ جس کے تعلق سے آپ کی نامکمل تحریریں آپ کی ذاتی لائبریری میں موجود تھیں۔ جسے بندہ ناچیز کو ۱۹۷۹ء تا ۱۹۸۳ء کے درمیان ادارہ شریعیہ کے مرکزی دفتر میں قیام کے موقع پر گاہے گاہے دیکھنے کا سنہری اتفاق ہوا۔

حضرت ملک العلماء کی تصانیف کثیرہ میں سے بعض کتابیں بہت ہی مشہور و معروف علماء و عوام دونوں کے لئے نہایت مفید اور معلومات کا ذخیرہ ہیں مثلاً حیات اعلیٰ حضرت (منظر المناقب) مؤذن الاوقات اور صحیح البہاری (الجامع الرضوی) وغیرہا۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے مختلف علوم و فنون اور خصوصیات زندگی پر جتنے خوش نصیبوں نے ڈاکٹریٹ (Ph.d) کی اعزازی سندیں مختلف یونیورسٹیوں اور کالجوں سے حاصل کی ہیں، وہ سب تصانیف اعلیٰ حضرت کے علاوہ ”حیات اعلیٰ حضرت“ کے بھی محتاج رہے۔ کیونکہ احوال و کوائف اعلیٰ حضرت میں اس کتاب کو اولیت اور سنگ میل کی حیثیت حاصل ہے۔

اولیت کی بات آپڑی ہے تو یہ بھی روشن ہو جائے کہ قیام منظر اسلام کی خشت اول حضور ملک العلماء ہیں، فارغین منظر اسلام کے مقتداء حضور ملک العلماء ہیں، دائرۃ المعارف الاسلامیہ (العظایا النبویۃ فی الفتاویٰ الرضویۃ) کے سائل اول حضور ملک العلماء ہیں۔ جن کا عالمانہ اور مدبرانہ سوال دنیائے افتاء کی تیس جلدوں پر مشتمل ضخیم ترین کتاب کی بنیاد کا سبب ٹھہرا، اعلیٰ حضرت عظیم البرکتہ کے وصال پر ملال کے اٹھارہ سال بعد تک خلفاء مخلصین اور تلامذہ صادقین میں سے کسی نے حیات مبارکہ اعلیٰ حضرت کو جمع کرنے کی طرف توجہ نہیں دی۔ جب کہ معاندین شب و روز اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ پر کیچڑ اچھالنے اور ان کی تعلیمات پر پردہ ڈالنے کی مذموم

۱۳۵۳ھ	سیرت	تنویر السراج فی ذکر المعراج
۱۳۶۱ھ	فقہ	تنویر المصباح
۱۳۵۸ھ	ہیت	سمت قبلہ
۱۳۵۲ھ	فقہ	نصرة الاصحاب
۱۳۲۷ھ	نصائح	دلچسپ مکالمہ
۱۳۶۷ھ	تاریخ	چودھویں صدی کے مجدد
۱۳۶۱ھ	فقہ	اصلاح الایضاح
۱۳۲۳ھ تا بعد	فقہ	مجموعہ فتاویٰ
۱۳۵۷ھ	فقہ	جامع الاقوال فی رویۃ الہلال
۱۳۳۰ھ	تکسیر	اطیب الاکسیر
۱۳۴۱ھ	تاریخ	اعلام الاعلام
۱۳۲۳ھ	فقہ	مواہب ارواح القدس
۱۳۲۵ھ	فقہ	اعلام الساجد
۱۳۲۶ھ	فقہ	الفیض الرضوی
۱۳۵۷ھ	علم کلام	الفوائد التامہ
۱۳۳۵ھ	منطق	تقریب
۱۳۲۲ھ	سیرت	شرح کتاب الشفاء
۱۳۲۲ھ	اصول حدیث	الافادات الرضویہ
۱۳۳۷ھ	مناقب	تحفة الاحبار

یہ بیس فنون وہ ہیں، جن میں ملک العلماء علیہ الرحمہ کی

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رضی اللہ عنہ کی حیات اور علمی خدمات

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

”فقیر غفرلہ المولی القدر نے یہ مبارک رسالہ بہار شریعت حصہ سوم تصنیف لطیف اخی فی اللہ ذی الجد والجاه والطبع السلیم والفکر القویم والفضل والعلی مولانا ابوالعلی مولوی حکیم محمد امجد علی قادری برکاتی اعظمی بالمذہب والمشراب والسکنی رزقہ اللہ تعالیٰ فی الدارین الحسنیٰ مطالعہ کیا الحمد للہ مسائل صحیحہ رجحہ محققہ منقحہ پر مشتمل ایسا

کوشش کرتے رہے اور اپنے مقصد ذلیل میں کسی حد تک کامیاب بھی ہو گئے، وہ ملک العلماء ہی کی ذات گرامی ہے، کہ اپنی گونا گوں مصروفیتوں کے باوجود حیات اعلیٰ حضرت کی تدوین و ترتیب کے لئے کمر بستہ ہوئے اور متحدہ ہندوستان کے مریدین و متوسلین اور خلفاء و تلامذہ سے رابطہ قائم فرما کر معلومات کا ذخیرہ اکٹھا کر لیا اور چار جلدوں میں حیات اعلیٰ حضرت ترتیب دے کر مرتبین حیات اعلیٰ حضرت میں اولیت کا مقام حاصل کیا۔

مختصر کے مورک

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدظلہ کی حیات اور علمی خدمات

مختصر یہ کہ بہار شریعت تمام حنفی مکتبہ فکر کے نزدیک سخت حیرت ہے کہ امام طحاوی قدس سرہ العزیز کی جلالت رشاں اور
”اسلاک“ انسائیکلو پیڈیا کی حیثیت سے مسلم ہے، پہلے سترہ فروری ۱۹۷۱ء کو عالم مسلم ہوتے ہوئے بھی جو اعتنا ان کی

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی بیٹھکی حیات اور علمی خدمات

حضور مجدد اعظم اور صدر الشریعہ علیہا الرحمہ کے احسان کی یاد دلا کر خوابیدہ قوم کو بیدار کر رہی ہیں۔

رحلت

ملک العلماء: جامعہ لطیفیہ بحر العلوم کٹیہار میں آپ کا دس سالہ قیام نہایت بابرکت اور فیض رساں رہا۔ خاص کر شمالی ہندوستان کے درجنوں علماء کرام اور فضلاء عظام نے آپ سے دینی شرعی علوم کے علاوہ ان فنون کو بھی حاصل کیا جو علماء اسلام کے درمیان سے بھی اٹھ رہے تھے۔

جب حضور ملک العلماء نے دیکھا، کہ ان کا لگایا ہوا پودا، وہ سرسبز و شاداب شجر بار آور ہو گیا ہے، تو ماہ ربیع الاول شریف ۱۳۸۰ھ میں جامعہ لطیفیہ کٹیہار سے ظفر منزل پٹنہ آگئے۔ لیکن کبرسنی کے باوجود آپ نے یہاں بھی اطمینان و سکون سے بیٹھنا گوارا نہیں فرمایا۔ علالت و کمزوری کی حالت میں بھی تحریری و تدریسی سلسلہ جاری رہا۔ آپ اگرچہ فشار الدم کے مرض میں مدت سے مبتلا تھے۔ لیکن کمزوری و نقاہت کے باوجود معمولات اوراد و وظائف اور اشغال عبادت و ریاضت میں کوئی فرق نہیں آنے دیا۔ زندگی کے آخری ایام تک علمی و دینی فرائض کو حسب عادت مستمرہ انجام دیتے رہے۔۔۔۔۔

بالآخر شبِ دو شنبہ ۱۹ جمادی الآخرہ ۱۳۸۲ھ مطابق ۱۸ نومبر ۱۹۶۲ء کو اسمِ جلالت (اللہ اللہ) کا ذکر جہر کرتے ہوئے آپ نے اپنی جان عزیز جاں آفریں کے سپرد فرمادی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ یوں تو اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمۃ نے دستار فضیلت کے بعد ہی آپ کو اپنے تمام سلاسلِ عالیہ کی اجازت و خلافت عطا فرمادی تھی۔ مگر جب آپ کی وطن مالوف میں واپسی ہوئی، تو اسلام پور کے مشہور و معروف بزرگ حضرت صوفی شاہ محمد ایوب شاہدی رشیدی سجادہ نشین خانقاہ رشیدیہ نے بھی سلسلہ

فردوسپہ، شطاریہ اور سہروردیہ وغیرہا کی اجازت و خلافت دے دی۔ حسن اتفاق کہ ملک العلماء کے وصال پر ملال کے موقع سے آنجناب پٹنہ میں تشریف فرما تھے۔ چنانچہ آپ ہی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ پٹنہ اور قرب و جوار کے آستانوں کے درجنوں سجادہ نشینان، مشائخ کرام، علماء عظام اور مریدین و مخلصین کے علاوہ عامۃ المسلمین نے آپ کو شاہ گنج قبرستان میں مرقد انور کے سپرد کیا۔ سال وصال کے موقع پر ہر سال قرآن خوانی، میلاد خوانی اور فاتحہ خوانی کا اہتمام نہایت سادہ انداز میں ہوتا ہے۔ ادارہ شرعیہ کے زمانہ قیام میں جناب حافظ عبدالحفیظ اشرفی مرحوم کے ہمراہ کئی بار حضرت کے فاتحہ میں فقیر کو شریک ہونے اور انہیں کے ساتھ ظفر منزل میں جانے کا موقع ملا۔

صدر الشریعہ: آپ بریلی شریف کے دوران قیام ۱۳۳۷ھ-۱۹۱۹ء میں پہلی مرتبہ حج و زیارت کی سعادت عظمیٰ سے مشرف ہو چکے تھے۔ پھر تیس سال کے بعد جب دوبارہ حرمین شریفین کی حاضری کے ارادے سے ممبئی پہنچے، تو سفر رشکِ حضر کے تمام مراحل طے ہو جانے کے بعد ۲ رزی القعدہ ۱۳۶۷ھ مطابق ۶ ستمبر ۱۹۴۸ء شبِ دو شنبہ مبارکہ کو ۱۲ بج کر ۲۶ منٹ پر حرمین شریفین کا مسافر سرائے فانی سے عالم جاودانی کی جانب پرواز کر گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔ وصال پر ملال کے بعد آپ کی نعش مبارک! کسپریس ٹرین کے اسپیشل بوگی کے ذریعہ ممبئی سے بنارس پہنچی، رحلت کے بعد بھی رئیس المناظرین شہنشاہ قلم علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ رفاقت و خدمت گذاری کا حق ادا فرما رہے تھے۔ اُس زمانہ میں میں مدرسہ فاروقیہ بنارس میں زیر تعلیم تھا۔ مدرسہ فاروقیہ، مدرسہ حمیدیہ اور انجمن اشاعت الحق کے ارکان و ممبران کے علاوہ حضور صدر الشریعہ کے سینکڑوں مرید و متوسلین بنارس کینٹ آخری زیارت کے لئے پہنچ گئے۔ ٹرین پہنچتے ہی اسٹیشن پر کھرام مچ

حضور ملک العلماء امام احمد رضا کا نظریہ

شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ مبارکپور، حضرت مولانا مفتی محمد عظیم الاحسان صاحب استاذ مدرسہ عالیہ ڈھاکہ، حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب بلیاوی، حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب سینئر مدرس مدرسہ حمیدیہ دربھنگہ، حضرت مولانا خواجہ مظفر حسین صاحب پورنوی، حضرت مولانا غلام مجتبیٰ صاحب اشرفی پورنوی اور حضرت مولانا بلال احمد صاحب وغیرہم کے اسماء خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ (آخر الذکر تینوں حضرات ۱۹۵۶ء اور ۱۹۵۷ء میں بریلی شریف کے جامعہ منظر اسلام اور دارالعلوم مظہر اسلام میں زیر تعلیم تھے جبکہ اسی سال جامعہ منظر اسلام سے میری فراغت ہوئی تھی)

ملک العلماء کی ان روحانی و علمی اولاد کے علاوہ اپنے نور نظر لخت جگر، مشہور زمانہ شخصیت ڈاکٹر پروفیسر مختار الدین احمد سابق صدر شعبہ عربی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کو یادگار چھوڑا۔ تحریری یادگار میں سینکڑوں کتب و رسائل ہیں جن میں صحیح البہاری (الجامع الرضوی) حیات اعلیٰ حضرت (مظہر المناقب) جامع الاقوال، مجموعہ فتاویٰ، چودھویں صدی کے مجدد، مؤذن الاوقات، تنویر السراج اور جواہر البیان وغیرہ مشہور و معروف اور نہایت نفع بخش و فیض رساں کتب ہیں۔

صدر الشریعہ: - آپ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی پرواز فکر طریقہ کار اور جذبہ اصلاح امت کے وارث و امین تھے۔ اس لئے تدریس و تصنیف میں وہی رنگ چھلکتا ہے، جو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا پسندیدہ انداز و رنگ تھا۔ آپ نے تدریسی خدمات کے دوران ایسے صاحب صلاحیت، ذی استعداد، باقار علماء کبار کی عظیم الشان ٹیم تیار فرمائی، جنہوں نے فکر ساز، صاحب قرطاس و قلم مدرسین و معلمین اور مبلغین کی ایک فوج متحدہ ہندوستان کو عطا کر دی۔ جن کی علمی و فنی شعاعیں نہ صرف برصغیر میں پھیلیں، بلکہ

گیا۔ ان سوگواروں میں میں بھی تھا۔ پھر بنارس سے اونٹریہار تک بہت سارے مخلصین نعش مبارک کے ساتھ رہے۔ اونٹریہار جنگلشن پگھٹوں قیام رہا جہاں حضرت والا کی آخری رونمائی ہوئی۔ پھر کچھ لوگ بنارس واپس ہو گئے اور کچھ لوگ گھوسی تک ساتھ گئے۔ آیۃ کریمہ ان الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّةٍ وَ عُيُونٍ. (۱۳۶۷ھ) سے آپ کی تاریخ و سن وصال نکلتی ہے۔ گھوسی (مدینۃ العلماء) کے اندر مقابر و مزارات علماء و صوفیاء کے آغوش میں آپ کا بلند و بالا نہایت شاندار روضہ مبارک ہے۔ جس کے قرب میں جامعہ امجدیہ کی دو منزلہ خوبصورت عمارت ہے۔ آپ کے چہلم کے موقع پر علماء، مشائخ اور شعراء کا عظیم الشان مجمع ہوا سب نے اپنی اپنی عقیدتوں کے گلدستے پیش کئے۔ شاعر مشرق علامہ شفیق جو نیوری نے یہ قطعہ پیش کیا:

سلامی جا بجا ارض و سما دیں
مہ خورشید پیشانی جھکا دیں
تیرے خدام اے صدر شریعت
جدھر جائیں فرشتے سر جھکا دیں
یادگار

ملک العلماء: آپ نے تقریباً پچپن ساٹھ سال تک درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ بریلی شریف، آرہ، سہرام، پٹنہ اور کٹیہار کے مدارس میں قیام کے دوران سینکڑوں علماء کرام اور طالبان علوم شرعیہ نے آپ سے استفادہ کیا۔ خاص کر فنون ہیئت و توقیت سے دلچسپی رکھنے والے حضرات علماء کرام نے خاصی تعداد میں ان علوم کو آپ سے سیکھا۔ جن میں شیخ المعقولات حضرت مولانا نظام الدین صاحب بلیاوی سابق مدرس مدرسہ سبحانیہ الہ آباد، و شیخ الحدیث منظر اسلام بریلی، (ان سے میں نے مدرسہ سبحانیہ میں کافیہ اور قدوری پڑھا تھا) حضرت مولانا حافظ عبدالرؤف صاحب نائب

مولانا سید عبدالرشید عظیم آبادی

از قلم: ڈاکٹر سید شاہ شمیم احمد گوہر، ۱۸۳/۱۲، چک، نیا حجرہ، الہ آباد

خدا یا گرنہ تو بخشی گناہم
سراپا غرق دریائے گناہم
سید شاہ عبدالرشید قادری عظیم آبادی نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد ہی سے حاصل کی۔ ابھی فارسی تعلیم کے مراحل سے گزرے ہی تھے کہ حافظ قرآن بننے کا شوق پیدا ہوا۔ حسب خواہش ایک ایسے حافظ کی تلاش جاری ہوئی، جو ہمہ اوقات اپنی نگرانی میں حفظ مکمل کرا سکے۔ مقامی طور سے جب کوئی بندوبست نہ ہو سکا، تو والد گرامی قبلہ نے لکھنؤ سے ایک حافظ صاحب کو بلوایا اور ماہانہ رقم مقرر کر کے ان کو یہ ذمہ داری سونپی، تکمیل حفظ کے بعد شاندار جشن منایا گیا۔ دو یا تین سال قیام کے بعد جناب حافظ صاحب لکھنؤ واپس ہوئے، نام نہ معلوم ہو سکا۔ اسی دوران ۱۳۱۸ھ میں تحریک ندوہ کے خلاف حضرت قاضی عبدالوحید عظیم آبادی علیہ الرحمۃ رئیس لودی کٹرہ پٹنہ کے زیر انتظام سہ روزہ اجلاس کا اہتمام شروع ہوا۔ ۱۶/۱۷/۱۸ رجب المرجب کو تاریخ ساز اجلاس عمل میں آئے۔ پانچ سو سے زائد علماء، فضلاء اور مشائخ نے شرکت فرمائی بالخصوص اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کی شرکت سے اجلاس کو تاریخی وقار حاصل ہوا۔ جذبہ علم و ادب کے تحت چونکہ عظمت فاضل بریلوی پہلے ہی سے حضور سید صاحب کے دل میں چمک رہی تھی، اس لیے آپ نے بھی پورے اجلاس میں بڑے والہانہ طور پر شرکت کی اور حضرت فاضل بریلوی کی زیارت سے

جدی المنغفور سید الاساتذہ علامہ حافظ قاری مفتی سید شاہ عبدالرشید عظیم آبادی قدس سرہ ۱۸۷۳ء میں سادات کے معزز اور روحانی گھرانے میں بمقام مولیٰ ضلع پٹنہ پیدا ہوئے۔ والد ماجد حضرت علامہ حکیم سید شاہ محمد سعید القادری علیہ الرحمۃ کی شادی مقام کوپا ضلع پٹنہ میں ہوئی۔ ربط و ضبط ایسا بڑھا کہ مستقل وہیں منتقل ہو گئے مکان بنوایا اور کھیتی باڑی کے لیے کافی زمینیں خریدیں، پٹنہ میں بھی دو مکان بنوائے، زیادہ تر پٹنہ ہی میں رہتے تھے۔ آپ اپنے وقت کے ممتاز عالم دین اور جید حکیم و طبیب تھے، حکمت کی بنیاد پر بہت شہرت حاصل ہوئی۔ زہد و تقویٰ سے ہزاروں کے دل جیتے۔ صاحب خلافت بزرگ اور رُشد و ہدایت کے پیکر تھے۔ حضور سید شاہ مرشد علی قدس سرہ مدنا پور بنگال کے دست حق پر بیعت تھے، آپ ہی سے اجازت و خلافت بھی حاصل ہوئی مرید بہت کم کرتے تھے، تبلیغ و دعوت اور تصنیف و تالیف کے فرائض نبھائے۔ کئی اہم کتابیں تصنیف فرمائیں لیکن وہ شائع بھی نہ ہونے پائیں کہ قلمی نسخے ضائع ہو گئے۔ ذمہ داروں کی لاپرواہی نے ایک عظیم علمی سرمائے سے محروم کر دیا۔ کہیں کہیں کے اوراق شکستہ بطور یادگار محفوظ ہیں، جو متعدد موضوعات کی نشاندہی کرتے ہیں۔ فارسی کا ایک مطبوعہ مجموعہ کلام ”طریق النجات“ سلامت ہے، جس کے اشعار خاندان کے مشائخ پابندی سے پڑھتے ہیں۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

خداوند از عصیاں شرمسارم زیاں در معصیت شد روزگارم

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی پھلی کی حیات اور علمی خدمات

مستفیض ہوئے۔ بزرگوں کا بیان ہے کہ آپ کی آمد پر حضور سید صاحب نے ایک شاندار لینڈ (برطانوی طرز کی بجھی جسے صرف روسا استعمال کرتے تھے) کا بندوبست کیا تھا۔ جس پر حضرت رضا، رملہ، اکہ بٹھا کر ایشیوں سے قائم گاہ تک پہنچا گیا۔ ایک سعید قادری نے اپنے ایک مرید مقرب کو حضرت فاضل بریلی کی خدمت میں خط لکھنے کو کہا کہ ”عزیزی مولوی سید عبدالرشید عظیم آبادی سلمہ تعالیٰ کانپور سے بریلی چلے گئے۔ انہوں نے اب تک اپنی خیریت کا کوئی خط نہ لکھا، تاکید کرنے کی زحمت فرمائیں۔“

بھی ضرورت پڑنے پر حضرت ملک العلماء کی کفالت حضور سید صاحب ہی فرمایا کرتے تھے۔ آپ کی دریا دلی یوں بھی پورے خاندان میں مشہور ہے۔ ابتداء مدرسہ اشاعت الاسلام بریلی ہی میں تعلیم پاتے رہے، مگر بعد میں مجبوراً یہاں سے ہٹ جانا پڑا ”ملک العلماء اور خدمت حدیث“ کے عنوان سے مولانا محمود احمد قادری اس واقعے کی تفصیل اس طرح بیان کرتے ہیں:

۱۳۲۲ھ میں ملک العلماء علیہ الرحمۃ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلیوی قدس سرہ کی بارگاہ فضل کمال میں استفادے کی

گئے، جہاں علامہ شاہ احمد حسن کانپوری علیہ الرحمۃ سے درسیات کی اہم کتابیں پڑھیں، علامہ مرحوم کے شاگرد مولانا جناب عبداللہ صاحب پنجابی سے بھی اکتساب علم کیا اور احکام و مسائل کی بعض کتابیں ختم کیں۔ پھر یہیں سے حضور سید صاحب اپنے والد ماجد کو مطلع کیے بغیر بریلی شریف روانہ ہو گئے، اور اپنی دیرینہ آرزو پوری کی۔ حصول علم و ادب کا دیوانہ پن دیکھیے کہ اپنی خیریت و عافیت کا کوئی خط تک نہ بھیجا۔ چند ہفتوں کے بعد پتا چلا کہ آپ احسن المدارس کانپور سے بریلی چلے گئے۔ والد گرامی علامہ حکیم سید شاہ

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رحمہ اللہ کی حیات اعلیٰ خدمات

اور تمام جدوجہد کے ساتھ علوم و فنون کے اس فقید اعظم سے استفادہ کرنے لگے۔ ابھی درس بخاری کا سلسلہ شروع بھی نہ ہونے پایا تھا کہ تازہ تحریک کی روشنی میں ایک تاریخ ساز انقلاب رونما ہوا اور ۱۳۲۲ھ میں ”مدرسہ منظر اسلام“ کا قیام عمل میں آیا۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے سب سے پہلے ملک العلماء اور سید عبدالرشید صاحب کو بخاری شریف کا پہلا سبق پڑھاتے ہوئے مدرسے کا افتتاح فرمایا۔

مولانا محمود احمد قادری فرماتے ہیں:

”ملک العلماء نے حضرت مولانا حسن رضا بریلوی و مولانا حامد رضا خاں کو ہم خیال کر کے حضرت مولانا حکیم سید محمد امیر اللہ شاہ بریلوی کو ان کی سیادت کے پیش نظر منتخب کیا کہ اعلیٰ حضرت سید ہونے کی وجہ سے ان کی بات نہ ٹالیں گے، حکیم صاحب، اعلیٰ حضرت کے پاس پہنچے اور سب کی طرف سے مدرسہ قائم کرنے کی درخواست پیش کی۔ اعلیٰ حضرت نے اپنی تفصیلی مصروفیات کی بنا پر انکار فرما دیا، تب حکیم صاحب نے کہا ”قیامت کے دن اگر پوچھا گیا کہ بریلی میں دیوبندیت کو کس نے فروغ دیا، تو میں آپ کا نام لوں گا۔“ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: ”میں اپنی تصنیفی مصروفیات کی بنا پر چندے کی فراہمی اور انتظامی امور کی دیکھ بھال نہیں کر سکتا۔“ حکیم صاحب نے فوراً کہا: ”ہم لوگ مدرسہ قائم کرتے ہیں آپ تائید فرمادیں، رحیم یار خاں کے مکان پر ملک العلماء اور مولانا سید عبدالرشید عظیم آبادی دو طلبہ سے مدرسے کا افتتاح ہوا اور اعلیٰ حضرت نے جا کر بخاری کا پہلا سبق شروع کرایا۔ منظر اسلام کا تاریخی نام حضرت مولانا حسن رضا خاں صاحب برادر خورد اعلیٰ حضرت نے تجویز فرمایا حضرت حسن رضا ہی مدرسے کے پہلے مہتمم ہوئے۔ (تذکرہ علمائے اہل سنت ۱۱۰، ۱۱۱) قیام مدرسہ منظر اسلام بریلی کے تعلق سے تاریخ کا یہ اہم باب ان دو طالب علموں کو کبھی فراموش نہ کر سکے گا، جہاں ان

غرض سے پہنچے۔ اس زمانے میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی تصنیفی مشغولیت کافی بڑھی ہوئی تھی۔ انہوں نے ملک العلماء سے عرض حال سن کر خود معذرت ظاہر فرمائی اور ساتھ ہی فرمایا آپ مولانا غلام یسین صاحب کے مدرسہ اشاعت الاسلام میں داخلہ لے کر تحصیل علوم کیجئے اور فقیر سے بھی ملتے رہیے۔

(ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور، اپریل ۱۹۷۷ء)

مزید لکھتے ہیں:

ملک العلماء اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے حکم کے مطابق مولانا غلام یسین کے یہاں باضابطہ داخلہ لے کر پڑھنے لگے۔ مولانا غلام یسین، حضرت مولانا احمد حسن کانپوری کے شاگرد تھے اور مولانا کانپوری اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی میں غیر معمولی علاقہ مودت تھا۔ اس بنا پر مولانا غلام یسین، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی خدمت میں عقیدت مندانہ حاضر ہوا کرتے تھے اور وہ بھی ان پر کرم فرمایا کرتے تھے۔ حضرت الاستاذ کے ساتھ ان کے ہم وطن حضرت مولانا سید عبدالرشید قادری عظیم آبادی مرحوم بھی مولانا غلام یسین کے درس میں شامل ہوئے تھے۔ ان دونوں کو مولانا غلام یسین میں کوئی علمی کمی تو نظر نہ آئی مگر دورانِ درس عقائد کے مباحث کی تشریح و تصریح کے موقع پر یہ بات ظاہر ہو کر رہی کہ مولانا غلام یسین اپنے فاضل استاذ مولانا احمد حسن کانپوری سے ”عدم امکان نظیر النبی ﷺ“ اور ”عدم امکان کذب باری تعالیٰ“ کے مسئلے میں اتفاق رائے نہیں رکھتے۔ ملک العلماء کے ذریعے اعلیٰ حضرت کو مولانا غلام یسین کے عقائد کا حال معلوم ہوا جس سے قدرتی طور پر اعلیٰ حضرت کو بہت رنج پہنچا اور انہوں نے ان دونوں کو (یعنی ملک العلماء اور مولانا سید عبدالرشید عظیم آبادی کو) وہاں جانے سے حکماً روک دیا اور اس طرح یہ دونوں حضرات اعلیٰ حضرت کے زیر سایہ رہنے لگے۔ (ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور، اپریل ۱۹۷۷ء)

حضرات سے مدرسے کا افتتاح ہوا، بخاری شریف کا پہلا سبق پڑھنے کی سعادت حاصل کی اور اولین طالب علم ہونے کا فخر حاصل کیا۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی سے خصوصی استفادے کے علاوہ مدرسہ منظر اسلام میں حضرت مولانا سید بشیر احمد بیگز می صدر مدرس مدرسہ منظر اسلام اور استاد العلماء مولانا ظہور الحسن قادری رامپوری وغیرہ اعلیٰ حضرت آپ کے استاد تھے۔ تکمیل درسیات کے بعد فارغ التحصیل ہونے میں بھی امتیازی حیثیت حاصل رہی۔ جشن دستار فضیلت کا تذکرہ کرتے ہوئے مولانا محمود احمد قادری رقم طراز ہیں۔

”مہتمم مدرسہ اور احباب و مریدین اعلیٰ حضرت نے گہری دلچسپی سے جشن دستار فضیلت کا اہتمام کیا علمائے بدایوں، رام پور، مارہرہ، کانپور، الہ آباد اور جوینپور کی موجودگی میں اعلیٰ حضرت کی گزارش پر شیخ المشائخ حضرت شاہ التفات احمد ردولوی نے ملک العلماء اور مولانا سید عبدالرشید عظیم آبادی کے سروں پر فضیلت کی دستار باندھی اور خود فاضل بریلوی نے سند فضیلت مرحمت فرمائی۔ (ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور، جولائی ۱۹۷۷ء)

میں دستار بندی ہوئی حضرت شاہ التفات احمد سجادہ نشین بریلی نے مخدوم احمد عبدالحق ردولوی نور اللہ مرقدہ نے دستار باندھی اور سند فراغت مرحمت کی۔ (تذکرہ علمائے اہل سنت ص ۱۷۳)

سید عبدالرشید صاحب کا تعلیمی دور اپنے دامن میں تاریخی وقت اور علمی عظمت کا غیر معمولی خزانہ سمیٹے نظر آتا ہے۔ اعلیٰ حضرت بریلوی کے عقیدہ تمہید، سعادت مند اور مفتی شاگرد ہونے کی حیثیت سے آپ نے بریلی شریف میں کئی برس گزارے اور علم و ادب کے حصول میں دن رات مصروف رہے۔ بعض اہم فنون کی طرف طبیعت زیادہ مائل تھی، افتاء سے آپ کو بھی بے حد دلچسپی تھی۔ یہ وہ زمانہ تھا، جبکہ بارگاہ رضوی کا عظیم ”دارالافتاء“ سارے ہندوستان کو اپنی طرف متوجہ کر چکا تھا اور مرتب علماء و فضلاء بن چکا تھا۔ ایسی عظیم بارگاہ کے زیر سایہ رجب ہونے کا افتاء کے فن سے محروم رہنا بیہی بد نصیبی ہوتی۔ فراغت کے بعد علوم و فنون کے بیشتر دوازے واہو چنے تھے۔ ملک العلماء اور سید عبدالرشید صاحب دونوں ہی حضرات رضوی دارالافتاء سے وابستہ رہے اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی ہدایت و رہنمائی میں کار افتاء کے فن میں مہارت حاصل کرتے رہے، ملک العلماء اور سید عبدالرشید صاحب رضوی دارالافتاء سے منسلک رہتے ہوئے کئی برسوں تک فتاویٰ نویسی کے فرائض نبھاتے رہے۔ اگر سید عبدالرشید صاحب میں تصنیفی و تالیفی رجحان بھی رہا ہوتا، تو بہت سارے حالات و واقعات تفصیل کے ساتھ سامنے آتے، مگر ایسا نہ ہونے پر محققین نے کوئی خاص دلچسپی نہیں دکھائی۔ ”حیات اعلیٰ حضرت“ کی مطبوعہ جلد اول میں حضور سید صاحب کا دو تین جگہ ذکر ملتا ہے، باقی تینوں جلدیں بھی شائع ہو جائیں تو ممکن ہے اور بھی دیگر حالات و واقعات کی تفصیل مل جائے۔ مزید معلومات و تحقیقات اور واقعات و حالات پر مشتمل ”تذکرہ سید عبدالرشید عظیم آبادی“ کے عنوان سے رقم الحروف نے کتاب مکمل کرنی ہے۔ انشا مالکوتی تعالیٰ جلد ہی شائع ہوگی۔

مدرسہ منظر اسلام کی ہی پہلی دو سندیں ہیں جنہیں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اپنے دست مبارک سے ان دونوں فارغین کو عطا کیں اور پہلی بار منظر اسلام بریلی میں جشن دستار فضیلت کی عظیم الشان رسم بھی ادا کی گئی۔ علمائے بریلی، بدایوں، مارہرہ، کانپور، الہ آباد اور جوینپور وغیرہ کی موجودگی میں جلسے کا کیا روحانی منظر رہا ہوگا اندازہ لگائیے اور اس تاریخ عظمت تاب کو خراج تحسین پیش کیجئے سید عبدالرشید صاحب کی فراغت کا خصوصی ذکر کرتے ہوئے مولانا بشیر احمد علی زرمی، استاذ العلماء مولانا ظہور الحسن قادری رامپوری اور مجددات اربع عشر اعلیٰ حضرت احمد رضا فاضل بریلوی قدس اسرار ہم سے تکمیل درسیات کر کے فراغت حاصل کی ۱۳۲۵ھ

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی صاحب کی حیات اور علمی خدمات

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رضی اللہ عنہ کی حیات اور علمی خدمات

مطالعہ فرمائیے، حضرت ملک العلماء نے رسالہ ظفر الدین المجید ۱۳۲۳ھ معروف بہ بطش غیب ۱۳۲۳ھ میں پوری تفصیل نقل کی ہے۔ مکتبہ الحبیب جامعہ حبیبیہ الہ آباد نے ”الصور والثلثہ“ کے نام سے تین رسالے ایک ساتھ شائع کیے ہیں، جن میں رسالہ مذکورہ بھی شامل ہے۔ جہاں تک ملک العلماء اور سید عبدالرشید صاحب کے مابین تعلیمی اتحاد اور رابطہ، قرآن، کاتعلیم، حضانہ، آیت: ۲۰۰

۱۸۵۷ء میں اسماعیل دہلوی کی ”تقویۃ الایمان“ شائع ہونے کے بعد وہابی تحریک پوری طرح کیچل سے باہر آئی اور بعض اصحاب ایمان اپنے عقائد سے پچھڑنا شروع ہو گئے۔ عقیدہ و مسلک کی بد حالی نئے نئے اور ذیل مسائل کھڑا کرنے لگی۔ اس سے پہلے ہندوستان میں اسلامی عقائد کے خلاف ایسی گندی فضا کبھی نہیں ہوئی۔ علامہ منطوق، و فلسفہ علامہ فضل حق خیر آبادی رضی اللہ عنہ کے بعد

عزیزوں کو (اعلیٰ حضرت) عیدی سیم فرمائے۔ مجھے اور دوسرے خاص طلبہ مثلاً مولوی سید عبدالرشید صاحب کو پادری عظیم آبادی مولوی سید شاہ غلام محمد صاحب درگاہ کلاں بہار شریف، مولوی محمد ابراہیم صاحب اوگانوی، مولوی محمد نذیر الحق صاحب رمضانپوری، مولوی محمد اسماعیل صاحب بہاری سب کو علی قدر مراتب تہواری عطا فرماتے۔“ (حیات اعلیٰ حضرت ص ۴۷ جلد اول)

طویل زمانہ طالب علمی کے دوران سید عبدالرشید صاحب شاید ایک دو بار ہی وطن آئے، جب کہ بڑے بھائی طبیب شہر حکیم سید عبدالمجید صاحب علیہ الرحمۃ (تلمیذ حکیم اجمل خاں صاحب مرحوم) جن کی حکمت کی دھوم سارے عظیم آباد میں تھی، اپنے چھوٹے بھائی کی خیریت و مزاج پرسی کے لیے برابر بریلی جایا

پرسر پرے سے اس وقت کا تذکرہ مولانا محمود احمد قادری اس جوابات سے کتر گئے اس واقعے کا تذکرہ مولانا محمود احمد قادری اس طرح فرماتے ہیں:

بریلی کے طالب علمی کے زمانے میں آپ نے (یعنی سید صاحب نے) اور ملک العلماء نے جمادی الآخرہ ۱۳۲۳ھ میں مولانا اشرف علی تھانوی صاحب کے ورود بریلی کے موقع پر ان کی قیام گاہ پر پہنچ کر دیوبندیوں کے بیس عقائد باطلہ سے متعلق سوالات کیے۔ آخر میں عاجز آکر مولانا تھانوی نے کہا: ”میں اس فن میں جاہل ہوں میرے اساتذہ بھی جاہل ہیں آپ جیتے نہیں ہارا۔“ (تذکرہ علمائے اہل سنت ص ۱۷۳) مذکورہ سوالات اور تھانوی صاحب کے اظہار جہالت کا تفصیلی ذکر اعلیٰ حضرت بریلوی رضی اللہ عنہ نے ”تمہید ایمان آیات قرآن“ کے حوالے سے مقدمہ حسام الحرمین میں بھی کیا ہے۔

رہنے پر نماز جنازہ نہیں ہو پارہی ہے۔ حج صاحب کو بے پناہ تکلیف پہنچی اور خود ہی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اس واقعے نے آپ کے دماغ کو جھوڑ کر رکھ دیا۔ اس جذبے کے تحت تعلیمات اسلامیہ کے فروغ کا حوصلہ بیدار ہوا اور یکم نومبر ۱۹۱۳ء میں اپنی ہی کوٹھی واقع مصلح پور میں اپنے والد ماجد حضرت سید شمس الہدیٰ صاحب مرحوم کے نام پر ”مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ“ کی بنیاد پر رکھی۔ بتدریج اعلیٰ تعلیمات کا سلسلہ شروع ہوا۔ اس قدر مدرسین کی بحالی ہوئی، اس دوران حضرت ملک العلماء مدرسہ آرہ میں پڑھاتے تھے۔ انہیں بلوا کر ان کی خدمات بھی حاصل کی جا چکی تھیں۔ مگر کچھ عرصے کے بعد آپ شمس الہدیٰ سے ہسرام چلے گئے، جہاں آپ کافی برسوں تک مدرس رہے۔ ادھر سید عبدالرشید صاحب کی تقرری عمل میں آچکی تھی۔ مختلف مدارس میں پڑھانے کے بعد پھر آپ شمس الہدیٰ سے کہیں اور نہیں گئے، زندگی کی آخری ساعت تک یہیں درس و تدریس کے فرائض نبھائے۔ ۱۹۲۱ء میں جب مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ حکومت بہار واڑیسہ کی تحویل میں آیا، تو سینئر مدرس کی حیثیت سے حضور ملک العلماء کی دوبارہ تقرری ہوئی ۱۹۲۸ء میں مدرسہ ہذا کے دوسرے پرنسپل مقرر ہوئے۔ اس زمانے میں مدرسین کی تعداد بارہ تیرہ تک پہنچ چکی تھی۔ سید عبدالرشید صاحب کے تدریسی ذکر میں مولانا محمود قادری اس طرح لکھتے ہیں:

”آپ نے فراغت کے بعد مختلف مدارس میں پڑھایا اور بعد میں آخر تک بہار کی مشہور درس گاہ جامعہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ میں فقہ و حدیث اور منطق و فلسفہ کا درس دیا۔“ (تذکرہ علمائے اہل سنت ص ۱۷۳)

مذکورہ حالات و واقعات کے پیش نظر یہ حقیقت بخوبی واضح ہوتی ہے کہ مدرسہ حنفیہ پٹنہ سے لے کر منظر اسلام بریلی اور منظر اسلام بریلی سے لے کر مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ کے آخری ایام تک یہ دونوں حضرات ہمیشہ ایک دوسرے کے ساتھ رہے،

کرتے۔ آپ بریلی شریف میں بڑی نفاستوں کے ساتھ رہے۔ لوگ آپ کا بڑا ادب و احترام کرتے، کوئی بھی مسئلہ معلوم کرنا ہوتا، علاقے کے لوگ آپ ہی سے معلوم کرتے۔ فن افتاء میں ماہر تھے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے متعدد فتوؤں پر آپ کی بھی مہر تصدیق ملتی ہے۔ سید عبدالرشید صاحب نے سنہری مسجد بریلی میں کئی مناظرے بھی کیے ایک مناظرے میں حریفوں کی شکست فاش پر کافی ہنگامہ ہوا۔ علاقے کے سنی حضرات نے سید عبدالرشید صاحب کا ساتھ دیا، آپ نے بریلی میں ایک سے ایک صبح و شام دیکھی۔ ۱۳۲۳ھ میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی دوسری بار سفر حج کو روانہ ہوئے، تو الوداع و خیر باد کہنے والوں میں آپ بھی حاضر تھے۔ ۱۳۲۹ھ میں آپ اپنے وطن عظیم آباد واپس آئے۔ وطن واپس تشریف لانے کے کچھ عرصے بعد یہاں مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ عظیم آباد سے منسلک ہو گئے۔ ملک العلماء کے صاحبزادے ڈاکٹر مختار الدین احمد آرزو صاحب، علی گڑھ اپنی تصنیف میں لکھتے ہیں:

”مولانا سید عبدالرشید موضح کو پا کے رہنے والے تھے۔ تعلیم سے فراغت کے بعد مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کے جوئیر (۱) سیکشن میں استاد مقرر ہوئے۔ صرف و نحو کی بعض کتابیں راقم الحروف نے ان سے پڑھی ہیں۔“ (حیات ملک العلماء ۱۲ مطبوعہ لاہور ۱۹۹۳ء)

عزت مآب الحاج سید نور الہدیٰ صاحب مرحوم (متولد ۱۸۵۲ متوفی ۷ جون ۱۹۵۳ء) عظیم آباد کے متمول اور رئیس گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔ کثیر جائداد کے مالک تھے۔ کیمبرج یونیورسٹی سے ایم اے ایل ایل بی، پاس کر کے عظیم آباد لوٹے، تو برٹش گورنمنٹ میں سب سے پہلے ڈسٹرکٹ جج کے عہدے پر فائز ہوئے۔ ایک بار اپنی زمین کے معاینے کے لیے موضع سانڈھ گئے، تو معلوم ہوا کسی صاحب کا انتقال ہو گیا اور مقامی امام صاحب کے نہ

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رضی اللہ عنہ کی حیات اور علمی خدمات

لیے حضرت حج صاحب نے مدرسے کے قریب اپنا ایک مکان سید عبدالرشید صاحب کو دے دیا، تاکہ روز آنے کی زحمت سے نجات مل سکے اس مکان میں مع اہل و عیال آپ نے ایک طویل مدت گزاری۔ حج صاحب کے انتقال کے بعد مکان خالی کر کے اُن کے صاحبزادے کے حوالے کر دیا۔ موصوف کو حیرت ہوئی کہ مکان

ساتھ پڑھا بھی اور ساتھ پڑھایا بھی۔ تلامذہ کی ایک کثیر تعداد ہے۔ پٹنہ، دانا پور، منیر شریف، پھلواری شریف، بہار شریف، بہرام اور گیا وغیرہ کے بیشتر اصحاب سجادہ یا خانقاہی حضرات آپ کے خصوصی تلامذہ سمجھے جاتے ہیں۔ تلامذہ کی مکمل فہرست اور ان کے مختصر حالات کا تازہ تصنیف ”تذکرہ سید عبدالرشید عظیم آبادی“ میں

خاندان میں مشہور ہوا ”موٹ العالم کموت العالم“ کہتے ہوئے اساتذہ و احباب نے آنسو بہائے سیکڑوں تلامذہ کے رخساروں پر آگینے ڈھلکتے اور روتے بلکتے ہوئے عوام و خواص سے سارا مدرسہ بھر گیا۔ پہلی نماز جنازہ مدرسے کے میدان میں ہوئی۔ نماز جنازہ ملک العلماء نے پڑھائی۔ جسد مبارک کو وطن کو پالے جایا گیا اور نماز جنازہ کے بعد حضرت والد گرامی شاہ محمد سعید القادری علیہ الرحمۃ کے بغل میں تدفین عمل میں آئی۔ فاتحہ چہلم کا اہتمام مدرسہ شمس الہدیٰ میں بھی کیا گیا بزرگوں نے راقم حقیر کو بتایا کہ اس فاتحہ کے موقع پر حضرت ملک العلماء سید محمد ظفر الدین فاضل بہاری اچانک چیخ پڑے اور یاد کر کے کافی دیر تک روتے رہے اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقے میں جدی المغفور سید شاہ عبدالرشید قادری علیہ الرحمۃ کی قبر پر پل پل رحمتوں کی بارش فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے آمین۔ ☆☆☆

نیاز و فاتحہ اور زیارت ہورے ادب و ادب سے رس پے حضرت ملک العلماء بہاری کی یہ لاجواب کتاب جو ۲۰ اگست ۱۹۳۵ء میں جناب سید محی الدین تمنا عمادی پھلواری کے چار سوالات کے جوابات کے طور پر ہے، اس استفاء کا جواب ملک العلماء نے ۱۹۳۵ء میں دیا اور ادارہ احسن المعارف کانپور نے شائع کیا۔ طباعت ثانی نومبر ۱۹۶۵ء میں ہوئی جس کا پیش لفظ ”اپنی باتیں“ کے عنوان سے مولانا محمد ادریس صاحب رفاقتی نے مرتب کیا اور حضرت الاستاد حضور سید صاحب نے طویل تقریظ تحریر فرمائی۔ حضرت الحاج سید نور الہدیٰ صاحب مرحوم بانی مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ سید عبدالرشید صاحب کو بہت چاہتے مانتے تھے اور ان کے دینی اخلاص اور اسلامی علم و ادب کی بہت قدر کرتے تھے۔ شمس الہدیٰ چونکہ آپ کے مکان واقع سبزی باغ سے کافی فاصلے پر ہے۔ روزانہ آنے جانے میں کافی زحمت ہوتی تھی۔ اس

حضرت علامہ مولینا سید شاہ غیاث الدین رجہتی علیہ الرحمہ

بہاری علیہ الرحمہ کے ایک خاص دوست ان کے ہم عصر وہم نشین مناظر اہل سنت حضرت علامہ مولانا سید شاہ غیاث الدین رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات کا مطالعہ کرتے ہیں، جو ملک العلماء کے ہم سبق ساتھی بھی تھے اور امام اہل سنت اعلیٰ حضرت کے شاگرد و خلیفہ بھی۔ ویسے تو سہرام کی سرزمین ہمیشہ سے اولیاء اور سلاطین کا مسکن و مولد رہی ہے۔ مگر ستم ظریفی یہ ہے کہ یہ زمین بقول شخصے مردم خیز بھی ہے اور مردم خور بھی، اسلاف کے بوسیدہ مقبروں اور شکستہ قبروں سے آج بھی شان و شوکت اور رعب و ہیبت چمکتی ہے اور ان کے تابناک ماضی کا پتہ ملتا ہے اور ساتھ ہی ہماری بے بسی پر نوحہ کناں ہتے سوائے حسرتا! ہم نے متقدمین کو تو فراموش کر ہی دیا، متاخرین بھی ہماری تساہلی کے شکار ہوئے۔ ماضی قریب میں کئی اہم شخصیتیں گزر گئیں۔ مثلاً طوطی ہند، خطیب العصر حضرت مولانا قادر بخش سہرامی، قدوة العلماء حضرت علامہ مولانا فرخند علی صاحب بانی دارالعلوم خیر یہ نظامیہ سہرام۔ زینت الاتقیاء حضرت مولانا محمد ضیاء

بہاری علیہ الرحمہ کے ایک خاص دوست ان کے ہم عصر وہم نشین مناظر اہل سنت حضرت علامہ مولانا سید شاہ غیاث الدین رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات کا مطالعہ کرتے ہیں، جو ملک العلماء کے ہم سبق ساتھی بھی تھے اور امام اہل سنت اعلیٰ حضرت کے شاگرد و خلیفہ بھی۔ ویسے تو سہرام کی سرزمین ہمیشہ سے اولیاء اور سلاطین کا مسکن و مولد رہی ہے۔ مگر ستم ظریفی یہ ہے کہ یہ زمین بقول شخصے مردم خیز بھی ہے اور مردم خور بھی، اسلاف کے بوسیدہ مقبروں اور شکستہ قبروں سے آج بھی شان و شوکت اور رعب و ہیبت چمکتی ہے اور ان کے تابناک ماضی کا پتہ ملتا ہے اور ساتھ ہی ہماری بے بسی پر نوحہ کناں ہتے سوائے حسرتا! ہم نے متقدمین کو تو فراموش کر ہی دیا، متاخرین بھی ہماری تساہلی کے شکار ہوئے۔ ماضی قریب میں کئی اہم شخصیتیں گزر گئیں۔ مثلاً طوطی ہند، خطیب العصر حضرت مولانا قادر بخش سہرامی، قدوة العلماء حضرت علامہ مولانا فرخند علی صاحب بانی دارالعلوم خیر یہ نظامیہ سہرام۔ زینت الاتقیاء حضرت مولانا محمد ضیاء

خاندان:

آپ نجیب الطرفین سید تھے۔ والد کا نسب تعلق حضرت سید شاہ ابوالحسن مشہدی المعروف حضرت مخدوم بندگی دانشمند سے ہے جو چنگیز خاں کے زمانے میں نقل مکانی کر کے وارد ہندوستان ہوئے۔ اپنے زمانے کے ممتاز بزرگ تھے اور حضرت سیدنا امام کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے تھے۔ آپ کی والدہ کا نسب نامہ آپ کے آبائی وطن رجہت (گیا) کے بانی مخدوم قاضی سید عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ تک کئی واسطوں سے ملتا ہے، جو حضرت سید امام عبداللہ الاصفہانی

عے ص ۲۰۰
عرف لالہ میاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سجادہ نشین خانقاہ کبیر یہ سہرام
نے قرآن پاک سے نام نکالا اور والد ماجد سید شاہ فرزند علی نے
عبدالغیاث یا غیاث الدین رکھا اور غیاث الدین سے مشہور
ہوئے۔

ابتدائی تعلیم:

پانچ سال کی عمر میں مکتب کرایا گیا۔ ابتدائی تعلیم موضع
رجت ہی میں حاصل کی۔ ہمیشہ اول نمبر پر رہے، اسکا لرشپ بھی
ملتا رہا، جو اپنے استاد کی نذر کر دیتے پھر بہار کی مشہور درسگاہ خانقاہ
کبیر یہ سہرام میں داخلہ لیا۔ خانقاہ کے سجادہ نشین حضرت کے
ماموں جان تھے۔ جب صاحب سجادہ حضرت سید شاہ معین الدین
رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہو گیا، تو دل برداشتہ ہو کر سہرام سے الہ آباد
کے محلہ دائرہ شاہ اجمل تشریف لے گئے۔ وہاں مولانا سید فاخر
عرف سید شاہ راشد صاحب بیخود الہ آبادی سے کافی، شرح جامی،
شرح وقایہ مشکوٰۃ شریف وغیرہ پڑھی دریں اثنا کچھ تعلیم کانپور میں
حاصل کی۔ پھر دوبارہ الہ آباد تشریف لائے۔ اسی زمانے میں مُلا

شریف و جامع ترمذی وغیرہ پڑھنا شروع کیا اور روزانہ تعطیل کے
وقت بعد نماز عصر حضرت مُلا قندھاری صاحب کے یہاں جا کر
شرح تہذیب و قطبی وغیرہ پڑھنا شروع کیا۔ کچھ ہی عرصہ گزرا تھا،
کہ ایک روز مسجد اٹالہ میں سنا کہ آج سات بجے شام محلہ گندھی ٹولہ
میں میلاد شریف ہے۔ مولوی عبدالرحیم غازی پوری میلاد پڑھیں
گے۔ فطرتاً آپ کو میلاد شریف سے محبت تھی۔ وقت معہود پر تشریف
لائے۔ میلاد شریف کے بعد قیامگاہ آئے۔ صبح کے وقت درسگاہ میں
مولانا اصغر حسین نے غصہ ہو کر کہا۔ جماعت کی نماز چھوڑ کر میلاد
شریف کیوں گئے؟ میلاد افضل ہے یا حاضری جماعت؟ اٹھو اور
یہاں سے چلے جاؤ۔ آپ پر سکتے کی کیفیت طاری ہو گئی چونکہ اپنے
ساتھیوں میں سب سے اول تھے۔ کبھی سوچا نہ تھا کہ ایسا ہوگا۔ آپ
نے فرمایا، میں اپنے ساتھیوں میں افضل رہا اس لیے کہ میلاد شریف
بھی سنی اور جماعت سے نماز بھی ادا کی۔ یہ سن کر وہ اور بھی برہم
ہوئے اور کہا، کہ مجھے معلوم ہے، تم مُلا قندھاری کے مدرسہ حنفیہ
روزانہ جاتے ہو۔ جاؤ آج سے ہم تمہیں نہیں پڑھائیں گے۔ اسی
وقت آپ اٹھ کر وہاں سے مُلا قندھاری کے پاس چلے آئے۔

دکروں دیکھا۔ دلی خطرات سے آگاہ ہوئے۔ بہت ہی کراہتیں دیکھیں کہ بیان سے باہر ہیں۔ فرماتے ہیں کہ ”بس میرے دل نے کہا میرا حصہ اسی دربار میں ہے۔ کہیں دوسری جگہ جانا بیٹھ ہے۔ بے ساختہ اسی وقت خدمتِ اقدس میں عرض کیا کہ حضور! مجھے اپنا غلام بنا لیجیے۔ حلقہ مرید میں شامل کر لیجیے۔ اتنا عرض کرنا تھا کہ سخت برہم ہوئے۔ تنبیہ فرمائی، صرف چند دعائیں پڑھنے کو دیں مرید نہ کیا۔ روزانہ خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔ صوفی صاحب روزانہ چند دعائیں پڑھنے کو دیتے، آپ اس پر عمل کرتے۔ دریں اثنا آپ نے کئی کراہتیں دیکھیں اور عمدہ خواب ملاحظہ فرمایا۔ جس سے اعتقاد اور مضبوط ہو گیا۔ آخر آپ نے نہایت عاجزی سے بارگاہِ مرشدی میں عرض کیا کہ حضور! مجھے فوراً مرید کریں ورنہ میری حالت خراب ہو جائے گی۔ میں دیوانہ ہو کر کہیں صحرا و جنگل میں چلا جاؤں گا۔ تب حضرت نے مجبور ہو کر مرید کیا۔ شیرینی وغیرہ منگوائی گئی بعد نماز ظہر بروز چہار شنبہ مرید ہوئے۔ پھر فرمایا: آج رات بھر جاگنا اور تمام مزارات شہر کی زیارت کرو اور کم از کم چار ہزار مرتبہ سورۃ اخلاص با تسمیہ پڑھو اسی روز بعد نماز مغرب آپ کے جذبہٴ عشق کی لوتیر دیکھ کر ”نمازِ عشق“ پڑھنے کا طریقہ ارشاد فرمایا۔

اوراد و وظائف:

بعد از اہل تعلیم طریقت سے سرفراز فرمایا: ہر نماز کے بعد دس بار درود شریف، دس بار سورۃ اخلاص، دس بار کلمہ توحید پڑھنے کی تاکید کی اور فرمایا کہ بعد نماز مغرب چھ رکعت بہ نیت صلوة الاربعمین

ساتھ اس ہونہار شاگرد کو بھی لے گئے۔ اچانک آپ کی طبیعت خراب ہو گئی، آپ سہرام تشریف لائے۔ کافی طبیعت بگڑ گئی۔ آپ کی خالہ جان رات بھر قرآن شریف پڑھ کر دم کرتی رہیں، ساتھ ہی طبیب شہر حکیم بدرالدین صاحب نے چند دوائیں دیں۔ جس سے جلد آفاقہ ہوا۔ لیکن سہرام سے کہیں نہ جاسکے۔ ماموں جان کے حکم پر حضرت مولوی محمد یحییٰ (ساکن کوچس جو سہرام میں تشریف رکھتے تھے) سے کچھ کتابیں مثلاً مقامات حریری، ہمدانی وغیرہ پڑھنا شروع کیا کچھ دنوں کے بعد مولانا کوچس چلے گئے، تو آپ کی تعلیم بند ہوئی۔ چونکہ اوائل عمری سے آپ کو اوراد و وظائف کا شوق تھا۔ الہ آباد کے قیام کے زمانے میں ”ترک حیوانات“ کر چکے تھے۔ گورکھپور میں بشوق تلاوت چند پارے حفظ کر چکے تھے۔ بزرگوں سے سن کر یا وظائف کی کتابیں دیکھ کر عمل بھی کرتے تھے۔ جب تعلیم بند ہو گئی، تو شب دروز تلاوت قرآن اور درود و وظائف میں مشغول رہنے لگے۔

شورشِ عشق:

چند دنوں یہ شغل رہا، کہ اچانک ایک شب عجیب واقعہ ہوا۔ ایک بیک دل میں شورشِ عشق پیدا ہوئی کہ رات بھر نیند نہ آئی۔ موت یاد آئی، تہجد پڑھتے ہوئے صبح کی نماز ادا کی۔ سر میں اتنا سودا سما یا کہ دن بھر تمام مزارات مقدسہ کے چکر لگاتے رہے۔ کھانا پینا ترک ہوا۔ بزرگوں کے پاس جا کر برابر آہ اور واہہ کرتے رہے۔ خیال ہوا کسی مرشد کو تلاش کرنا چاہیے۔ اس وقت آپ کی عمر سترہ سال تھی۔ شہر کے تمام بزرگوں کے در پہ حاضری ہوئی، مگر اپنی قسمت

رہی۔ نیز آپ کی نیت تھی کہ شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ تک کسی واسطے سے سلسلہ سند مل جائے اور سند حدیث میں کوئی ایسا نہ ہو، جو عقائد اہل سنت کے خلاف ہو۔ اسی خیال کے تحت مولانا سید فاخر حسین صاحب سے ایک خط محدث سورتی مولانا وصی احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نام لکھوایا۔ خط کا مضمون کچھ اس طرح کا تھا:

حامل عریضہ ہذا بڑے شائق حدیث ہیں۔ دورے کا خیال ہے۔ بڑے عالی خاندان سادات سے ہیں۔ بہت مرتاض صوفی مشرب ہیں۔ آپ کی بارگاہ میں بھیج رہا ہوں۔ ان کے قیام و طعام کا انتظام فرما کر مشکور ہوں۔ مولانا کا خط لے کر آپ محدث سورتی کی بارگاہ میں جانے کے خیال سے دہلی روانہ ہو گئے۔ راستے میں بریلی شریف اپنے پرانے رفیق ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ الباری سے ملنے اتر گئے۔ مدرسہ منظر الاسلام محلہ سوداگران

اس طرح پڑھو، کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص تین مرتبہ اس کے بعد دو رکعت نماز بہ نیت صلاۃ حفظ الایمان اس طرح پڑھو پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سات بار سورہ اخلاص ایک مرتبہ سورہ فلق۔ دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص سات مرتبہ ایک مرتبہ سورہ ناس اور سلام کے بعد فوراً سجدے میں جا کر دس مرتبہ یا حی یا قیوم، پھر دس مرتبہ استغیث ثبتنی علی الایمان پڑھو رات کو ہمیشہ سوتے وقت سو مرتبہ کلمہ طیبہ اور ایک مرتبہ درود شجرہ پڑھ کر ارواح پیران سلاسل کو بخشا کرو۔

پیر و مرشد نے دوسرے دن آپ کو شجرہ عنایت کیا۔ ان کے علاوہ کئی عمل بتائے، جو طوالت کی وجہ سے اور عام قارئین کا لحاظ کرتے ہوئے ترک کرتا ہوں۔

پھر ارشاد فرمایا کہ ابھی یہی کافی ہے۔ تحصیل علم کا وقت ہے

بارگاہ اعلیٰ حضرت میں

حسب ارشاد ہسرام سے روانہ ہو گئے اور الہ آباد ہوتے ہوئے مسجد فتح پوری (دہلی) کے مدرسے میں پہنچے وہاں مولانا عبداللہ ٹونگی رہتے تھے۔ لیکن دورہ حدیث کی تعلیم پورے شہر میں کہیں نہیں ہوتی تھی۔ ناچار مولانا عبداللہ ٹونگی سے شرح چغینبی وسیع شہاد پڑھتے رہے، دورہ حدیث کی تعلیم کی خواہش دل میں مچلتی

حجۃ الاسلام حضرت مولانا حامد رضا خان صاحب علیہ الرحمۃ سے پڑھی۔ جیسے حمد اللہ اقلیدس، مطول اور تلوتح وغیرہ۔ کئی سال تک آپ اور آپ کے ساتھی مولانا ظفر الدین بہاری دونوں بارگاہ اعلیٰ حضرت میں حاضر رہ کر خوشہ چینی کرتے رہے اور جام رضایی کر مست الاست ہوتے رہے۔ دونوں صاحبان ایک ساتھ علوم ظاہری بھی اعلیٰ حضرت



حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی شہکی حیات اور علمی خدمات

رے میرے سید! تو نے کیا جواب دیا۔ استاد جائیں کہ اپنے سینے سے لگا کر کیا دیا اور شاگرد نے کیا لیا۔

بریلی شریف سے واپسی:

رجب المرجب کا مہینہ آیا، خواجہ غریب نواز کے عرس کا قریب آیا۔ مولانا غیاث الدین کو غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ سے بہت عقیدت تھی، دربار خواجہ میں حاضری کا اشتیاق حد سے زیادہ موجود ملک العلماء سے کہا، کہ اعلیٰ حضرت سے سند حدیث دلوادیں۔ ملک العلماء نے اعلیٰ حضرت سے عرض کیا، اعلیٰ حضرت نے طلب فرمایا، ارشاد فرمایا، کہ جلسہ دستار بندی کا وقت قریب آ گیا ہے، بہتر ہوگا کہ آپ نہ جائیں جلسے کے بعد جائیں۔ عرض کیا، کہ حضور بارگاہِ خوب میں جانے کے لیے دل چل رہا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ موقع ملے، تو پھر آؤں گا۔ مجھ کو دستار بندی کی ضرورت نہیں۔ میرا یہاں آنا تو صرف حضور کی خدمت کی غرض اور سند حدیث حاصل کرنے سے تھا۔ میری درسیات تو متفرق جگہ ہوئیں۔ آپ سے اجازت احادیث میں حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ تک دو ہی واسطہ ایک آپ ہیں اور دوسرے حضرت سید شاہ آل رسول رحمۃ اللہ علیہ۔ علاوہ ازیں حضور کی ذات بہت محترم ہے۔ آپ مجدد مائتہ حاضرہ امام اہل سنت و جماعت ہیں۔ نہایت منتقم مجھے قسمت سے جگہ ملی ہے۔ اعلیٰ حضرت نے ارشاد فرمایا، کہ مجھ کو اجازت سند علمائے حریمین سے بھی ہے۔

یہ ارشاد فرمایا کہ سند حدیث لکھوایا اور فرمایا، کہ تم خود لکھو، کیونکہ آپ خوشخط بھی تھے۔ اور خود اپنے دست کرم سے اعلیٰ حضرت نے لکھا۔ اجزات مایجوز لپی کل روایۃ و درایۃ عن شیوخی۔ جب سند صاف ہوئی، تو اعلیٰ حضرت نے اپنی مہربان سے مزین فرما کر آپ کے حوالے فرمایا اور چند نصاب و وصائے فرما کر بخوشی رخصت فرمایا۔ چند ماہ کے بعد جلسہ دستار بندی کے ختم ہونے پر بہتم

سے تبرکات حاصل کرتے رہے۔ مثلاً تفاسیر اور شرح مقاصد وغیرہ آپ حضرات نے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت سے پڑھا۔

آپ کی ذہانت اور قوت الہام:

اسی درمیان کا واقعہ ہے، جو ان کے بڑے صاحب زادے ڈاکٹر حاجی سید فیاض الدین صاحب مرحوم نے مجھ سے بیان فرمایا، کہ والد صاحب فرماتے تھے، کہ میں جس مسجد میں قیام کرتا، اس محلے میں ایک کام کرنے والی ضعیفہ رہتی تھی۔ اس کا آنا جانا کام کی غرض سے ہر جگہ تھا۔ اس کا ایک لڑکا رمضان کے مہینے میں انتقال کر گیا۔ عید کے موقع پر سب سے مسئلہ پوچھتی۔ کیوں جی میرا لڑکا مر گیا۔ میں نیا کپڑا سلواؤں؟ کبھی کہتے کیا حرج ہے۔ ضعیفہ نے اعلیٰ حضرت سے بھی پوچھا تھا۔ اعلیٰ حضرت نے بھی ارشاد فرمایا تھا، کہ کیا حرج ہے؟ جو اب عورت کہتی، نہیں نہیں میرا لڑکا مر گیا اور میں عید میں نیا کپڑا سلواؤں گی؟ غرض کہ ہر ایک سے پوچھتی۔ مولانا غیاث الدین رحمۃ اللہ علیہ اسی محلے کی مسجد کے امام صاحب تھے۔ ان سے بھی پوچھا، تو آپ نے فرمایا: تم نے اپنے لڑکے کو کفن دیا تھا۔ اس نے کہا، بالکل دیا تھا۔ آپ نے ضعیفہ کے جواب میں ارشاد فرمایا: کہ تم نے کفن میں نیا کپڑا دیا تھا یا پرانا۔ ضعیفہ نے کہا نیا کپڑا۔ تو آپ نے کہا جو مر گیا، تم نے اسے نیا کپڑا دیا تھا، وہ نئے کپڑے کا حق دار تھا، تم تو ابھی زندہ ہو، تم نیا کپڑا کیوں نہیں پہن سکتی۔ اس جواب پر عورت مطمئن ہو گئی اور کہنے لگی میں نیا کپڑا ضرور سلواؤں گی۔ یہ کہتے ہوئے اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر مولانا سید غیاث الدین رحمۃ اللہ علیہ کے جواب کو دہرانے لگی۔ اعلیٰ حضرت ضعیفہ کی زبانی مولانا غیاث الدین کے جواب کو سن کر خوش ہوئے۔ جب مولانا موصوف اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو اعلیٰ حضرت نے کھڑے ہو کر اپنے سینے سے لگا لیا اور ارشاد فرمایا، واہ

مدرسہ حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ نے مطبوعہ سند حدیث اپنے دستخط اور مہر مدرسہ اور مہر اعلیٰ حضرت سے مزین فرما کر بذریعہ ڈاک ارسال فرمایا۔ جو فی الحال آپ کے پوتے ڈاکٹر معراج صاحب بہرامی کے پاس موجود ہے۔

خلافت اعلیٰ حضرت:

دس سال کا عرصہ گزرنے کے بعد اعلیٰ حضرت نے مزید کرم فرمایا اور اپنے خاندانی سلسلے کا خلافت نامہ اور سلسلہ قادریہ برکاتیہ (مارہہ شریف) کا خلافت نامہ اجازت قرآن عظیم اسناد ائمہ دلائل الخیرات حزب الاعظم اسمائے اربعین اور دیگر اوراد و وظائف مہر سے مزین فرما کر بذریعہ رجسٹری ڈاک ارسال فرمایا۔

ملازمت و نکاح:

کچھ ۱۰۱۰ء آ۔ مدرسہ شمسہ علاقہ بھاگلپور میں درس و تدریس

کرد "مرشد کا کلام سن کر آپ خاموش ہو گئے۔ خلافت نامہ سر پر رکھا اور دستخط پیر کو بوسہ دیا۔ دریں اثنا حضرت مولانا سید فاخر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خواہش پر درس و تدریس کے لیے الہ آباد تشریف لے گئے، کہ چند ایام کے بعد ملک العلماء حضرت مولانا ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جو بہرام کی مشہور سابق درسگاہ میں ان دنوں قیام پذیر تھے۔ بہرام سے حضرت مولانا سید غیاث الدین صاحب کو خط بھیجا، کہ اعلیٰ حضرت نے آپ کو تاکید فرمائی ہے، کہ کلکتہ حاجی منشی لعل خان صاحب کے ساتھ چلے جائیں۔ تم کو لازم ہے کہ الہ آباد چھوڑو اور بہرام پہنچو۔ لعل خان صاحب نے آپ کا ٹکٹ سکند کلاس کا بھیجا ہے۔ خط ملتے ہی آپ بہرام کے لیے روانہ ہو گئے۔ پھر کلکتہ تشریف لائے اسٹیشن پر حاجی صاحب خود موجود تھے ان کے ساتھ کولوٹولہ تشریف لے گئے۔ صبح کے وقت

ارسال فرما دیا۔ خلافت نامہ موصول ہوتے ہی فوراً بہرام حاضر ہوئے اور حاضر خدمت ہو کر عرض کیا، کہ سرکار مجھے معاف فرمایا جائے۔ ایک تو بار سند احادیث منظر اسلام ہے اور سرکار اعلیٰ حضرت کا اجازت نامہ ہے۔ لیکن پیر و مرشد نے جواباً ارشاد فرمایا، کہ "میں مجبور ہوں برابر مشائخ سلسلہ سے یہی تحریک بذریعہ خواب ہو رہی ہے کہ غیاث الدین چراغ اصدقی ہے۔ اُسے جلد از جلد خلافت عطا

اہل سنت کی وجہ سے آپ کو امامت سی لری ہے اور تب اہل سنت طبع کروانا ہے۔ پھر کہا کہ یہ سب اعلیٰ حضرت کا حکم ہے۔ کچھ دنوں کے بعد مدرسہ اسلامیہ واقع مسجد سیالہ میں رہنے لگے اور اہل سنت کے لیے سعی پیہم کرتے رہے۔ کلکتہ سے دل اچاٹ ہو گیا، تو بہرام میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ مرشد کی خدمت میں حاضری بھی ہوتی رہی اور بہار و بنگال اور یوپی کے حلقوں میں دورہ بھی ہوتا

رہتا۔ اللہ تعالیٰ نے زور خطابت سے بھی نوازا تھا۔ آپ کی تقریر اور مناظرانہ گفتگو سے دل سنت کا بول بالا ہوتا رہا۔ ساتھ ہی آپ کے مریدوں کا حلقہ بھی وسیع تر ہوتا گیا۔ بہار میں بھاگلپور، موگنیر، ہزاری باغ، مدھاکند، مغربی بنگال میں بیربھوم، بردوان، مادھو، پنڈوہ شریف، مرشد آباد وغیرہ میں سلسلے کا کافی اجراء ہوا۔ مریدوں کی فہرست جہاں تک لکھی جاسکتی تھی۔ ۱۹۵۳ء تک چار ہزار تک پہنچی چکی تھی۔

آپ نے چند رسائل بھی لکھے۔ عقائد، تصوف اور سماع سے متعلق جو غیر مطبوعہ ہیں۔ ڈاکٹر معراج صاحب نے مسائل سماع کے متعلق بتایا، کہ بریلی شریف میں طالب علمی کے زمانے میں ہی لکھا تھا۔ جس میں جواز سماع سے متعلق بزرگوں کے اقوال اور دلائل پیش فرمائے تھے۔ اعلیٰ حضرت نے دیکھ لیا، فرمایا، مولانا! میری ہی زندگی میں، آپ نے عرض کیا حضور! میری بھی زندگی میں نہیں، سبحان اللہ کیا استاد کا ادب تھا۔ تعلیم طریقت کے سلسلے میں ایک رسالہ غیاث الطالبین تحریر فرمایا ہے۔

آپ کے مریدوں میں اپنے وقت کے علماء بھی تھے۔ مثلاً حضرت علامہ سید شاہ عزیز حسین لکھن پوری تکیڈ خاص حضور ملک العلماء اور صاحب ثروت بھی، جیسے حاجی جہانگیر صاحب عرف بھولا میاں بانی دارالعلوم فیضیہ نظامیہ ایسٹ پور بھاگلپور۔

آپ کا وصال ۲۵ مئی ۱۹۶۵ء کو ہوا اور غلہ دائرہ کبیرہ میں شاہی قبرستان میں آپ کی تدفین ہوئی۔ آج بھی آپ کا مزار مقدس شان و شوکت کے ساتھ منایا جاتا ہے۔ آپ کی تدفین کے وقت حسرت آیات حشر سہرامی نے لکھی۔

آرام گاہ عالم بلند پایہ عارف کامل قدس سرہ
۱۳۸۵ ہجری

عالم محتاط مرد پارسا روشن ضمیر
نیک صورت نیک سیرت و اصل حق متقی
شام یکشنبہ تھی تیرہویں محرم یاد ہے
آف جدائی کی گھڑی بھی تھی قیامت کی گھڑی
اس قدر کافی اشارہ ہے تعارف کے لیے
آپ ہیں سادات سے اور سلسلہ ہے احمدی
حشر اٹھتے ہی سر بالیں کہا یہ سال فوت
آہ مولانا غیاث الدین سلطان اولی
۱۹۶۵ء

☆☆☆

”ضیفو نے اعلیٰ حضرت سے بھی پوچھا تھا۔ اعلیٰ حضرت نے بھی ارشاد فرمایا تھا، کہ کیا حرج ہے؟ جو اب عورت کتنی نہیں نہیں ہوا لڑکا مر گیا اور میں غید میں نیا کپڑا سلواؤں گی؟ غرض کہ ہر ایک سے پوچھتی۔ مولانا غیاث الدین رحمۃ اللہ علیہ اسی محلے کی مسجد کے صاحب تھے۔ ان سے بھی پوچھا، تو آپ نے فرمایا تم نے اپنے لڑکے کو غن دیا تھا۔ اس نے کہا، بالکل دیا تھا۔ آپ نے ضیفو کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ تم نے کفن میں نیا کپڑا دیا تھا، یہ اتنا۔ ضیفو نے کہا نیا کپڑا۔ تو آپ نے کہا جو مر گیا، تم نے اسے نیا کپڑا دیا تھا، وہ نئے کپڑے کا حق دار تھا، تم تو ابھی زندہ ہو، تم نیا کپڑا کیوں نہیں پہن سکتی۔“

ملک العلماء کے چند احباب

از قلم: مفتی محمد ارشاد احمد ساحل شہسرامی، علیگ

ملک العلماء سید شاہ محمد ظفر الدین قادری رضوی علیہ الرحمہ خوشگوار اور اخلاق مند طبیعت کے مالک تھے، اس لئے آپ کا دائرہ احباب کافی وسیع تھا۔ نسبت اعلیٰ حضرت اور اپنے علمی وقار کی بدولت قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھے جاتے۔ پروفیسر مختار الدین احمد صاحب کی فرمائش پر جب میں حضرت کے نام آئے خطوط کی فائل مرتب کر رہا تھا، تو چند ایسے بزرگوں کے خطوط بھی نگاہ سے گزرے جن سے اس ناچیز کو خاص انیسیت ہے۔ ان میں مارہرہ مطہرہ کے تاج العلماء، سید العلماء، شہسرام کے سید شاہ سلیم الدین، مولانا سید ابوالحسن خوشدل، مولانا نجم الدین، مولانا سید موسیٰ رضا، مولانا حکیم سید وحی احمد، سید غلام مخدوم مست، مولانا سید محمد اظہار حسین اور جامعہ اشرفیہ کے بزرگوں صدر الشریعہ، حافظ طلت اور مولانا عبدالرؤف علیہم الرحمۃ والرضوان خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ ان کے علاوہ خانقاہ منعمیہ گیا کے سجادہ نشین سید شاہ حسام الدین احمد معنی اور مارہرہ مطہرہ کے ایک نامعلوم بزرگ کے خطوط کی زیر اس کا پیاں بھی لینے کی انہوں نے اجازت مرحمت فرمائی، اس کے لئے میں ممنون ہوں۔ حضرت حجۃ الاسلام، سرکار مفتی اعظم، حضرت صدر الافاضل کے مکاتیب بھی مطلوب تھے۔ لیکن پروفیسر صاحب انہیں دوسرے مشاہیر کے مکتوب کے ساتھ خود شائع کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

صورت میں درج ہیں۔ علمائے شہسرام کے مکاتیب ”ملک العلماء اور علمائے شہسرام“ میں جگہ پاچکے ہیں۔ مولانا عبدالرؤف صاحب علم توقیت میں حضرت ملک العلماء کے شاگرد ہیں اور ان کے خطوط میں زیادہ تر توقیتی مسائل کے بارے میں استفسار ہے، اس لئے انہیں بھی علیحدہ مضمون کی صورت میں پیش کیا گیا۔ باقی خطوط مختصر وضاحت کے ساتھ ذیل میں پیش کئے جاتے ہیں۔

سید شاہ حسام الدین معنی علیہ الرحمہ (م ۱۳۱۳ھ/۱۹۹۲ء)

باقری سادات کی ایک شاخ دانا پور پٹنہ سے ۱۲۶۲ھ

میں گیا آئی۔ سید التوکلین سید شاہ عطاء حسین معنی فانی قدس سرہ (م

۱۳۱۱ھ) ۱۲۶۱ھ میں حج بیت اللہ کی سعادت سے مشرف ہوئے۔

ارادہ تھا کہ وادی بطنجا چھوڑ کر نہ جائیں گے، لیکن حضرت مولائے

کائنات علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم پر گیا تشریف لائے اور

یہیں اقامت کر ڈالی۔ حضرت فانی فیضان اولیٰ سے سرفراز کثیر

التصانیف بزرگ ہیں۔ آپ کے اخلاف میں صاحبزادہ گرمی سید

شاہ غلام قطب الدین (م ۱۳۰۹ھ) نبیرہ حضرت سید شاہ نظام

الدین م ۱۳۲۶ھ خانقاہی روایات کی امانتیں سنبھالے رہے۔

حضرت سید نظام الدین قدس سرہ کی دو شاخیاں ہوئیں۔ پہلی حرم

سے سید شاہ حسین الدین احمد (م ۱۳۵۸ھ/۱۹۳۹ء) قدس سرہ

تولد ہوئے، جو گیا میں مدفون ہیں اور ایک صاحبزادی پیدا ہوئیں۔

اور دوسری حرم سے تین صاحبزادے سید قیام الدین احمد، سید حسام الدین

تاج العلماء اور سید العلماء کے خطوط علیحدہ مضمون کی

ملک العلماء جب مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ میں مدرس اول تھے، تو خانقاہ عمادیہ منگل تالاب، خانقاہ منعمیہ میتین گھاٹ، خانقاہ شاہ ارزاں اور دیگر خانقاہوں سے آپ کے خوشگوار رابطے تھے۔ خانقاہ عمادیہ کے سجادہ نشین سید شاہ صبح الحق عمادی سے دوستانہ مراسم تھے۔ ان کے صاحبزادے سید شاہ فرید الحق عمادی (م ۲۰۰۱ء) ملک العلماء کے تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں۔ خانقاہ عمادیہ سے خانقاہ منعمیہ گیا کا دیرینہ رابطہ ہے۔ سید شاہ حسین الدین احمد شاہ صبح الحق صاحب کے ہم زلف تھے۔ موجودہ سجادہ نشین سید شاہ مصطفیٰ احمد مدظلہ کی تیسری صاحبزادی سید مصباح الحق عمادی ولد سید فرید الحق عمادی سے منسوب ہیں۔ اس ربط باہم کے زیر اثر شاہ حسام الدین احمد علیہ الرحمہ سے بھی ملک العلماء کے علمی و دینی رابطے تھے۔ سید شاہ حسام الدین احمد علیہ الرحمہ کے زمانہ سجادگی کے پانچ خطوط مجھے دستیاب ہوئے۔ جو خالص دینی معمولات پر مشتمل ہیں، ان مکاتیب سے ربط باہم کی جہتیں بھی معلوم ہوتی ہیں اور اس دور کے دینی اور سیاسی ماحول پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ مختصر وضاحت کے ساتھ انہیں یہاں پیش کیا جاتا ہے۔

خانقاہ منعمی ہوا منعم
مولانا الحترم!

۱۵ اکتوبر ۱۹۳۳ء
السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

علماء کی خدمت میں خطوط روانہ کر چکا ہوں اور اہتمام بھی شروع کر رہا ہوں پھر حالات سے مطلع کرتا رہوں گا۔ آپ کا نام بھی فہرست میں ہے۔ وقت سے پہلے اطلاع کر دوں گا۔ میں نے ایک حدیث دریافت کی تھی، مگر اس ملاقات میں ذکر کرنا بھول گیا یعنی اپنے کو سید غلط طور پر کہنا کیسا ہے؟ براہ کرم اس حدیث شریف کو لکھ بھیج دیجئے۔ اپیل کا مضمون روانہ کر رہا ہوں۔ اسے ملاحظہ فرما کر اپیلنگ زوردار اور دلچسپ بنا دیجئے۔ مگر حال، کلام، کام، کار...

احمد، سید احتشام الدین احمد اور ایک صاحبزادی پیدا ہوئیں۔ سید شاہ حسین الدین احمد کے شہزادے ہیں موجودہ سجادہ نشین مخدوم گرامی سید شاہ غلام مصطفیٰ احمد منعمی دامت برکاتہم القدسیہ جو برادر مولانا سید صباح الدین احمد زید مجدہ ولی عہد کے والد ماجد ہیں۔

سید حسام الدین احمد منعمی کی ولادت ۲۶ صفر المنظر

۱۳۱۷ھ/۳ جولائی ۱۸۹۹ء کو ہوئی۔ برادر بزرگ صاحب سجادہ سید

شاہ حسین الدین احمد قدس سرہ کے دست حق پرست پر سلسلہ چشتیہ

خضریہ منعمیہ میں بیعت ہوئے اور سارے خاندانی سلاسل کی

اجازت بھی پائی۔ اردو، فارسی، اور انگریزی سے مہارت کی حد تک

واقف تھے۔ عربی سے بھی خاصی واقفیت تھی۔ ڈاکٹر ذاکر حسین کے

زمانے میں جامعہ ملیہ دہلی کے لائبریرین رہے، برادر محترم سید شاہ

حسین الدین احمد علیہ الرحمہ نے مرض وفات میں آپ کو دہلی سے گیا

طلب کیا اور خانقاہ کی خدمت سپرد کی۔ برادر محترم کے وصال کے

بعد ۱۳۵۸ھ میں آپ سجادہ نشین ہوئے۔ ۱۹/۱۸ سال تک خانقاہ

منعمیہ گیا کی خدمت کرنے کے بعد ۱۹۵۸ء میں اپنے برادر زادے

سید شاہ غلام مصطفیٰ احمد دام ظلہ کو روحانی اشارے پر خانقاہی ذمہ

داریاں سپرد کئے اور خود بدولت کراچی تشریف لے گئے۔ وہیں

۲۶ محرم ۱۴۱۳ھ/۲۸ جولائی ۱۹۹۲ء کو اس جہان خاکی کی بندش

سے نجات حاصل کی۔ قبرستان سخی حسن، نار تھ ناظم آباد کراچی

پاکستان میں آخری آرام گاہ ہے۔ آپ نے بھی دو شادیاں کیں،

پہلی حرم سے صرف ایک صاحبزادی تولد ہوئیں دوسری حرم سے

صاحبزادہ سید فخر الدین احمد اور پانچ صاحبزادیاں ہیں۔

سید شاہ حسام الدین احمد علیہ الرحمہ لطیف ذوق، وجیہ

و تکلیل، چھریے بدن کے بزرگ تھے۔ حد درجہ خلیق، نفیس اور نرم خو

(ذکر عطا، ص: ۸۹-۹۱)

ترجمہ: جس نے اپنا نسب غلط بیان کیا، اس پر جنت حرام ہے۔ جس نے اپنا نسب غلط بیان کیا، اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور سارے انسانوں کی لعنت اترتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے فرائض اور نوافل کچھ بھی قبول نہیں فرماتا۔

اور وقت کم۔ چاہتا ہوں کہ ہفتہ عشرہ کے بعد جلے ہو جائیں، ورنہ مردیوں میں زیادہ زحمت ہوگی۔

حسام الدین احمد معنی
حضرت سید حسام الدین محمد معنی کے برادر محترم سید شاہ حسین الدین احمد (م ۱۹۳۹ء) بہت متحرک اور فعال بزرگ تھے۔ علم تصوف کی اشاعت سے انہیں خصوصی دلچسپی تھی۔ ہر قمری ماہ کے سترہ تاریخ کو ملاقا ابوالعلائیہ منعقد کرتے، جس میں علماء و صوفیاء کے مواعظ سننے ہوتے۔ اپنے ذاتی خرچ سے معنی پریس قائم فرمایا۔ جس نے خاندانی بزرگوں کی تصانیف اور دیگر مفید لٹریچر کی اشاعت میں نمایاں کردار ادا کیا۔ حزب الفقراء قائم کی۔ جس کا خاص مقصد خانقاہوں اور مشائخ کی تنظیم تھی۔ اسی پلیٹ فارم سے تصوف اور مشارح تصوف کے خلاف اٹھنے والے فتنوں کا سدباب کیا جاتا۔

ہوا کسٹم
۱۲ دسمبر ۱۹۳۳ء
مولانا المکرم والکرم مدظلہ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ!
ماشاء اللہ انجمن کا جلسہ بہت کامیاب رہا، مگر ڈاکٹر محسن اپنی حماقتوں سے باز نہیں آ رہے ہیں۔ انجمن کارکن بنانے کی سعی کی جارہی ہے۔ دعا فرمائیے کہ ہم اپنے مقاصد میں کامیاب ہوں۔ انجمن کے جلسہ کے بعد جامعہ قاسمیہ کا سالانہ تبلیغی جلسہ ہوا، جس میں مولانا

۱۔ بے تکلف ہوں۔ ۲۔ تبلیغی صلاحیت موجود ہو۔
۳۔ مردست تعلیمی ضرورت نہیں، ابھی تنظیم کا کام کرنا ہے۔ محلہ محلہ جلسہ کر کے رکن بنانا ہے، پھر مدرسہ شبینہ قائم کرنا، تفسیر، سیرت کا انتظام کرنا ہے۔ میں اپنی بجائے میلا د شریف وغیرہ میں تمام بیچوں گا۔ نکاح خوانی وغیرہ کے لئے بھی ممکن ہوگا تو موقع

اللہ تعالیٰ عنہم (۲) من ادعی الی سیرہ
اللہ والملتکة والناس اجمعین لا یقبل اللہ منہ یوم
القیمة صر فاً ولا عدلاً. رواہ السنن ابوالابن ماجہ عن علی
رضی اللہ عنہ وصدیرہ احمد وابن ماجہ وابن حبان عن
ابن عباس رضی اللہ عنہما (فتاویٰ رضویہ مترجم
۲۳/۲۵۶)

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رضی اللہ عنہ کی حیات اور علمی خدمات

کے صدر مولانا شبیر احمد عثمانی ہوئے۔ اگرچہ اسلام کے مفاد کے پیش نظر ہمیں اس انتخاب پر خوشی اختیار کرنا ضروری ہے۔ مگر عقائد صوفیا کی بنا پر ان سے بھی وہی شکایت ہے، کیونکہ یہ دونوں شیخ الہند کے شاگرد ہیں۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ ان امور کو سر دست ہم ظاہر نہیں کرنا چاہتے۔ ہمارا مقصد یہ ہونا چاہئے کہ خوشی کے ساتھ اپنی تنظیم کرتے رہیں اور عوام کو یہ بتائیں کہ جمعیۃ العلماء اسلام کے صدر سے ہمیں عقائد کی بنا پر اختلاف ہے۔ ظاہر ہے کہ انہیں سب کا سیاسی اثر تمام ہندوستان پر ہے۔

یہی سبب ہے کہ میں ایک خوش بیان واعظ کو مقرر کرنا چاہتا ہوں، جو سنی عقیدہ کا ہو اور دلچسپی کے ساتھ تنظیم اور تبلیغ کے کام انجام دے سکتا ہو۔ آپ ان امور کا لحاظ فرما کر جلد سے جلد ایک مولوی صاحب کو مقرر فرما کر روانہ فرمائیے۔ میرے خیال میں یہ ضروری نہیں ہے کہ تکمیل کی سند بھی موجود ہو۔ کیونکہ اس وقت درس و تدریس کی ضرورت نہیں ہے۔ محض وعظ و تبلیغ کی ضرورت ہے اور تنظیم کی سنی کانفرنس کا اجلاس کب ہو رہا ہے؟ مطلع فرمائیے۔ میں شرکت کی کوشش کروں گا۔ والسلام

فقیر حسام الدین احمد
جن صاحب کو مقرر فرمائیے ان سے فرمادیتے کہ ایک ماہ تک ان کا کام دیکھ کر مستقل تقرری اور تنخواہ ۳۰ یا ۳۵ روپے اور اگر انداز بیان پسندیدہ ہو یعنی مسلمانوں نے پسند کیا، تو میں ۴۰ روپے بھی دینے کے لئے حاضر ہوں۔ حسام الدین احمد

۱۹۳۵ء سے ۱۹۳۷ء تک کا زمانہ بہت شورش زدہ رہا۔ ہندوستان کی آزادی اور تقسیم دونوں نعرے ایک ساتھ بلند ہو رہے تھے۔ مسلمان اس وقت سیاسی سطح پر تین حصوں میں بٹے ہوئے

دونگا۔ سردست کس تنخواہ پر ایسے صاحب دستیاب ہو سکیں گے۔ طعام و قیام علاوہ تنخواہ ہوگا۔ اگر محرم سے قبل میں حاضر ہو سکا، تو بالمشافہ گفتگو ورنہ بذریعہ خط۔

دعا کا طالب

حسام الدین احمد معتمدی

جامعہ قاسمیہ گیا کی مشہور دیوبندی درسگاہ ہے اور حسین احمد مدنی اور حفیظ الرحمن سیوہاروی دیوبند کے کانگریسی نمائندے۔ اسعد مدنی صاحب۔ حسین احمد مدنی کے ہی صاحبزادے ہیں جو ٹائڈہ یوپی کے رہنے والے ہیں۔

خانقاہ معتمدی۔ گیا

۷۸۶

۲۰ دسمبر ۱۹۳۵ء

مولانا المحترم زید مجدکم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

میں نے ایک ملفوف خط ارسال خدمت کیا ہے جس میں جواب کے لئے ٹکٹ بھی بھیجا ہے اور انتظار کر رہا ہوں۔ وہ خط جناب تک پہنچا ہے یا نہیں؟ براہ کرم مطلع فرمائیے۔

نیاز مند۔ حسام الدین احمد معتمدی

ہوا المعتمد

خانقاہ معتمدی۔ گیا

۱۰ جنوری ۱۹۳۶ء

مولانا المحترم زید مجدکم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

گرامی نامہ موصول ہو کر باعث شاد کامی ہوا۔ یہاں کی فضا بلکہ تمام ہندوستان کی فضا ان دنوں خراب ہو رہی ہے۔ جمعیۃ العلماء ہند کے صدر اگر مولانا حسین احمد مدنی تھے تو جمعیۃ علماء اسلام

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی لشکر کی حیات اور علمی خدمات

تھے۔ (۱) پاکستان مخالف۔ یہ کانگریس نواز حلقہ تھا، جس کی نمائندگی دیوبند کر رہا تھا (۱) حامی پاکستان۔ پاکستان کا قیام مسلم لیگ کا خاص مشن تھا۔ اہلسنت کا بڑا طبقہ اسی خیمے سے تعلق رکھتا تھا۔ (۳) غیر جانبدار۔ یہ باشعور اور دردمند مسلم طبقہ تھا، جو حالات کروٹ پر نظر رکھتا ہے۔

جمعیتہ علمائے ہند کے نمائندے جس کا مرکز دیوبند تھا، جگہ جگہ جلسہ کر کے لوگوں کو مسلم لیگ کے خلاف ورغلا تے اور مطالبہ پاکستان سے دست بردار ہونے کی تلقین کرتے۔ اس لئے کانگریس دیوبند پر بہت مہربان رہی اور آزادی کے بعد جب اقتدار سنبھالا تو حکومتی سطح کے مسلم شعبوں (وقف بورڈ وغیرہ) میں انہیں خصوصی نمائندگی عطا کی۔ اس فتنے کے تدارک کے لئے اہلسنت نے بھی جگہ جگہ سنی کانفرنسیں منعقد کیں اور مسلمانوں کو مطالبہ پاکستان پر آمادہ رکھا۔ ۲۶/۲۷/۲۸ اپریل ۱۹۴۶ء میں بنارس کی سنی کانفرنس اپنے طرز کی یادگار کانفرنس تھی۔ جس میں پانچ ہزار سے زائد صرف علماء اور مشائخ شریک ہوئے۔ اس خط میں انہیں حالات کے جانب اشارے ہیں۔

ہوا کلمعہ

خانقاہ منعمی۔ گیا

۱۳ مارچ ۱۹۴۶ء

مکرم و محترم زید محمد کم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
ایک صاحب جاتے ہیں: یہ رام گڑھ (ہزاری باغ) میں مجلس وعظ و میلاد منعقد کرنا چاہتے ہیں اور شرط یہ ہے کہ عالم صاحب مسلم لیگی ہوں۔ اس لئے میں نے مشورہ دیا ہے کہ آپ کو تکلیف دی جائے، ہم لوگوں کو اپنا اثر و اقتدار قائم کرنا ہے اور اس سلسلے میں آپ کی اعانت ضروری ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ جناب

والا بلا عذر منظور فرما کر تشریف لائیں گے۔ والسلام

فقیر حسام الدین احمد

مسلم لیگی عالم کی طلب اسی لئے ہے کہ اہلسنت کے بیشتر افراد لیگ نواز تھے اور پاکستان کے حامی۔ کانگریس نواز دیوبندی تنظیم جمعیہ علمائے ہند کے اثر کو ختم کرنے کے لئے جو سیاسی سطح سے مذہبی فائدہ اٹھا رہی تھی، علمائے مشائخ کثیر تعداد میں جلسے منعقد کیئے۔ رام گڑھ ہزاری باغ کا یہ جلسہ بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

صدر الشریعہ مفتی حکیم ابو لعل امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ

(۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء)

مصنف بہار شریعت حکیم محمد امجد اعظمی (۱۲۹۶ھ،

۱۳۶۷ھ) علامہ ہدایت اللہ خان جو پوری (م ۱۳۲۶ھ) کے

شاگرد رشید اور محدث سورتی شاہ وحی احمد پبلی بھتی (م

۱۳۳۴ھ) کے خاص فیض یافتہ تھے۔ محدث سورتی کی ایما پر

اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور پھر وہیں کے ہو کر

رہ گئے۔ منظر اسلام بریلی شریف میں تدریس، افتاء اور پریس کے

انتظامات کی ذمہ داری کو بہت خوبی سے نبھایا۔ بعض حضرات

انہیں کام کی مشین کہا کرتے۔ اعلیٰ حضرت کی احتیاط و تقویٰ اور علمی

عبریت سے اتنا متاثر ہوئے کہ ان کے حلقہ بگوش ہو گئے۔ ارادت

کے ساتھ خلافت کی دولت بھی پائی۔ اعلیٰ حضرت کا مشہور ترجمہ

قرآن کنز الایمان آپ ہی کے اصرار اور عملی تعاون سے مکمل ہوا

۔ جب تک اعلیٰ حضرت حیات تھے، آپ بریلی شریف ہی میں

رہے۔ اس کے بعد ۱۹۴۳ء صدر مدرس کی حیثیت سے دارالعلوم

معیہ عثمانیہ اجمیر شریف تشریف لے گئے۔ ۱۳۵۱ھ میں پھر بریلی

حاضر ہوئے اور تین سال تک قیام فرمایا۔ اس کے بعد دارالعلوم

حافظیہ سعیدیہ دادوں (علی گڑھ) تشریف لے گئے۔ تدریس،

مبئی

تک حضرت مفتی اعظم مولانا الحاج شاہ مصطفیٰ رضا خان صاحب کی سفر حج سے تشریف لے آئیں گے۔ آپ کی شرکت عرس کے وقت سے مطبوع دعوت نامہ روانہ کیا جا چکا ہے۔ اب یہ مکرر خصوصی دعوت نامہ حاضر ہے۔ آپ کے اخلاق کریمانہ سے شرکت عرس کی قوی دلیل ہے۔ اس موقع پر خصوصیت کے ساتھ آپ کی شرکت مفتی اعظم کی مسرتوں کو دوامالا کر دے گا۔

واعظ اور مناظرہ آپ کے مخصوص میدان تھے، اس کے ساتھ تصنیف سے بھی لگاؤ رہا۔ بہار شریعت کی سترہ جلدیں، حاشیہ طحاوی شریف (عربی)، فتاویٰ امجدیہ آپ کی علمی یادگاریں ہیں۔ کثیر الاعمال تھے پھر بھی نفع اندوزی سے دور رہے۔ علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی ازہری، پاکستان (م ۱۹۳۰ء) علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری آپ کے ہی نامور صاحبزادگان ہیں ۱۳۳۷ھ میں پہلی بار حج زیارت سے مشرف ہوئے۔

اپ حضرات اکابر خاندان کی تحریروں سے واقفیت رکھتے ہیں۔ سرنامے پر خانقاہ عالیہ قادریہ مارہرہ مقدسہ تحریر ہے۔ اسی نسبت کے احترام میں اس مکتوب کو بلا تہمیرہ حاضر کرتا ہوں۔ مکتوب کے طرز سے بے تکلفی ظاہر ہے۔ تاج العلماء کے زمانے میں خانقاہ عالیہ میں دارالافتاء بھی تھا اور مدرسہ بھی۔ اس لئے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خانقاہ عالیہ میں قیام پذیر کوئی دوسرے بزرگ ہوں، جن کا خاندان برکات سے تعلق نہ ہو۔

خانقاہ عالیہ قادریہ مارہرہ مقدسہ اللہ وسواہ

۲۰ فروری

گد افراموش، نامہربان، مہربان مولانا معظم، ہدیہ سلام مسنون ودعاسلامی خان وانجان! یہ ناکارہ فقیر مارہرہ، خدا جانے آپ کے فیض کرم کے باوجود شوق دیدار سے کیوں محروم ہے۔ واللہ! کسی طرح کا فلسفہ کچھ میں نہیں آتا۔ نہ یہ بھید کھلتا ہے۔ کون مرد

محدث اعظم پاکستان مولانا ابوالفضل سردار احمد لاکھپوری (م ۱۳۸۲ھ) کا علمی فیضان پورے عالم محیط ہے۔

حضرت صدر الشریعہ عمر میں ملک العلماء سے بڑے تھے، لیکن دونوں حضرات بارگاہ رضا کے چہیتے اور نیاز مند تھے، اس لئے باہم احترام اور خلوص کے رابطے تھے۔ حضرت کا ملک العلماء کے نام صرف ایک مکتوب ہی مل سکا، جو دراصل عرس رضوی کا دعوت نامہ ہے۔

حضرت مولانا الاحقر!

۷۸۶/۹۲

السلام علیکم

حسب دستور قدیم نرس قادری رضوی ۲۳/۲۳/۲۵
صفر المظفر ۱۳۵۶ھ مطابق ۲۸/۲۹/۳۰ جنوری ۱۹۳۶ء روز
دوشنبہ، سہ شنبہ، چہار شنبہ، منعقد ہوگا۔ بعونہ عزوجل عرس کینیٹی عرس شریف کے انتظامات کر رہی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ۲۳ تا ۲۳ جنوری

ناجیز حافظ ملت کا نبی بالواسطہ فیض یافتہ ہے۔ والد صاحب قبلہ بیان کرتے ہیں کہ حافظ ملت کی ایک تقریر سن کر ہی تمہیں عالم دین بنانے کا خیال پیدا ہوا۔ احقر کے ساتھ حافظ ملت کے بلا واسطہ تلمیذ ہیں۔ اور میں نے ۱۹۸۶ء سے ۲۰۰۰ء تک حافظ ملت کے قائم کردہ ادارہ جامعہ اشرفیہ میں زندگی کے لمحات گزارے اور علم دین کی تحصیل اور خدمت کی ہے۔ اس لئے آپ سے نیاز مندی اور عقیدت فطری ہی چیز ہے۔

حضرت حافظ ملت کی ابتدائی تعلیم دارالعلوم نعیمیہ میں ہوئی پھر دادوں اور اجیر مقدس میں صدر الشریعہ کے زیر سایہ تعلیمی مرحلہ اختتام کو پہنچا۔ فراغت کے بعد صدر الشریعہ نے فرمایا: حافظ صاحب! میں اپنے وطن اعظم گڑھ سے باہر باہر ہا، جس کی وجہ سے بذہبی کو ہمارے علاقے میں ہاتھ پیر پھیلانے کے موقع مل گئے۔ آپ جائے اور دین وسیع کی خدمت انجام

فیہ پیدا ہو جو یہ طلسم توڑے۔ آخر آپ کے عدم کرم بخشے کی وجہ موجب کیا ہے؟ اگر فقیر کے زشت اعمال و بد اطواری کے سبب نفور ہے، باشد۔ لیکن میری ذاتی نجس کا اثر عرس بے چارے پر کیوں ڈالا جاتا ہے۔ جس کے مقدس عرس میں تکلف دینا چاہا کرتا ہوں... ولی کامل خدا کا زبردست ٹھہرے۔ لہذا جناب کو میرے نجاست اعمال سے..... جناب کو تو، صاحب عرس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار مقدس پر تشریف لانا اور پا کر روح سے استفادہ حاصل کرنا تشریف لے جانا ہے۔ دعوت عرس قدس کا.... ہے۔ اب دیکھتا ہوں، کہ جناب کی عقیدت و ارادت جو اکابر ان کرام مارہرہ مقدسہ سے غیر معمولی ہے، کیا فیصلہ کرتا ہے۔ انشاء اللہ فقیر کے مدعا کے مطابق ڈگری ہوگی کہ آپ تشریف لائیں گے اور فوراً تشریف لائیں گے۔ آپ اپنے ہو تو اس قدر..... بجوش محبت عرض کر دیا کرتا ہوں۔ ورنہ ۶۶..... فقیر کو کتنا نسبت..... کئی سال آپ نے امید رونق افروزی

کا جال بچھایا، مبارکپور کے وہابیوں سے مناظرے لئے اور انہیں ہر محاذ پر شکست دی۔ مرتاض، صاحب دل، خلوص پیشہ، سادہ طبیعت اور درد مند دل کے بڑے بے نفیس بزرگ تھے۔ استقلال ایسا پایا تھا کہ مخالف کا بڑے سے بڑا طوفان بھی آپ کے پائے ثبات میں

(۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء) حضرت ملک العلماء کے احباب میں نہیں۔ اصغر میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ صدر الشریعہ، مولانا سید وصی بہسراوی وغیرہ کے شاگرد ہیں، جو ملک العلماء کے احباب سے تھے، لیکن آپ کی عظیم دینی خدمات کی بدولت آپ کے مکتوب کو یہاں درج کرتا ہوں۔

ملک العلماء کے چند معاصرین

از قلم: مولینا انیس عالم سیوانی، جنرل سکریٹری، امام احمد رضا فاؤنڈیشن لکھنؤ

بہار، ۱۰ محرم الحرام ۱۳۰۳ھ میں ہوئی، حضور ملک العلماء کی تعلیم کا آغاز چار سال کی عمر ۱۳۰۷ھ میں ہوا، آپ کے اساتذہ میں حضرت شاہ چاند صاحب، حافظ مخدوم اشرف، مولوی کبیر الدین، مولوی عبداللطیف، شیخ محی الدین اشرف، شیخ بدر الدین اشرف، مولوی مہدی حسن میجر وی حافظ محمد اسماعیل بہاری، مولانا فخر الدین حیدر، مولوی محمد منعم، منشی اکرم الحق، مولوی معین اطہر، حکیم محمد امیر اللہ شاہ بریلوی، مولانا حامد حسن رامپوری، مولانا سید بشیر احمد علی گڑھی اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی کے نام قابل ذکر ہیں، فاضل بریلوی سے حضور ملک العلماء نے بخاری کا درس لیا، اقلیدس کے چھ مقالے، تصریح، تشریح الافلاک، شرح چھمینی، عوارف المعارف اور رسالہ تشریح بھی فاضل بریلوی سے پڑھا۔

حضور ملک العلماء نے اپنے عہد کے مشہور و معروف اساتذہ سے علوم و فنون حاصل کئے، مگر آپ کی زندگی پر گہرا اثر کسی شخصیت کا پڑا، تو وہ فاضل بریلوی کی ذات ہے، فاضل بریلوی سے حضور ملک العلماء کا قلبی لگاؤ تھا، فاضل بریلوی بھی اپنے اس چہیتے شاگرد پر بے حد مہربان اور شفیق تھے۔ اس شفقت و عنایت کا اظہار ان خطوط و مکتوبات سے بخوبی ہوتا ہے، جنہیں اعلیٰ حضرت نے فاضل بہاری ملک العلماء کے نام تحریر فرمایا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے جا بجا اپنے مکتوبات میں حضور ملک العلماء کو ولدی، قرۃ عینی اور ولدی الاعز سے خطاب کیا ہے، اس قسم کے الفاظ یہ بتاتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت کو

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت سیدنا شاہ امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمہ ۱۲۷۲/۱۳۳۰ھ کے ارشد اور بافیض تلامذہ میں حضرت ملک العلماء مولانا سید محمد ظفر الدین فاضل بہاری کا شمار ہوتا ہے، رضویات اور خصوصاً حنفیات کے حوالے سے پوری ملت حضرت ملک العلماء کے بار احسان تلے دبی ہوئی ہے، حضور ملک العلماء اپنے معاصرین اور ہم عہد علما اور مشائخ میں کئی جہتوں سے فائق اور نمایاں نظر آتے ہیں، لیکن افسوس کی بات ہے کہ جس کے احسان سے پوری جماعت اہل سنت کی گردن خمیدہ ہے۔ اُن پر ابھی تک کوئی باضابطہ کتاب لکھا جانا تو دور، چند صفحوں کے مضامین بھی کما حقہ نہیں لکھے جاسکے۔

رضویات پر آج جو کچھ لکھا جا رہا ہے اور بیان کیا جا رہا ہے۔ ان سب کا سہرا حضور ملک العلماء کے سر جاتا ہے، انہوں نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی سیرت و سوانح پر مشتمل حیات اعلیٰ حضرت تالیف فرما کر مجدد اسلام اعلیٰ حضرت کی حیات کو تاریخ کا جامہ پہنایا، ملک العلماء حضرت مولانا سید محمد ظفر الدین فاضل بہاری علیہ الرحمہ سیدنا محبوب سبحانی غوث صمدانی شیخ عبدالقادر جیلانی متوفی ۵۶۱ھ کی اسیسویں پشت میں ہیں، حضور ملک العلماء کے نام کے آگے عموماً سید لکھا ہوا نہیں ملتا، مگر حیات اعلیٰ حضرت میں مذکور شجرۃ نسب سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کا تعلق سادات حسنی و حسینی سے تھا۔ حضور ملک العلماء کی پیدائش رسول پور، میجرہ ضلع نالندہ

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی دہلی کی حیات اور علمی خدمات

ساتھ ساتھ فاضل بریلوی کیلئے بھی بے حد احترام ہوتا، حضور ملک العلماء نے بھی پبلی بھیت میں حضرت محدث سورتی سے علم حدیث حاصل کیا، حضور ملک العلماء نے بہت سارے علماء اور مشائخ سے استفادہ فرمایا۔ مگر آپ کی شخصیت کا تعارف اور پہچان اعلیٰ حضرت

اپنے ہونہار اور لائق و فائق شاگرد حضور ملک العلماء سے کتنی محبت تھی؟ ملک العلماء بھی اعلیٰ حضرت کو دل سے چاہتے تھے اور استاد و مربی کے ساتھ ساتھ اپنا سرپرست سمجھتے تھے، اس لئے گھر کے مسائل بھی اعلیٰ حضرت کو بتاتے، خوشی اور غمی کی تمام کیفیات سے اعلیٰ حضرت کو مطلع فرماتے، اعلیٰ حضرت سے کمرہ قعدہ اور گھر

ERROR: ioerror
OFFENDING COMMAND: image

STACK:

پروفیسر مختار الدین اور رضویات

از قلم: ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی، بریلی شریف

عادی تھے۔ اس لئے کبھی ایسا ہوا کہ قلمدان میں 1/2 3 آنہ سے زائد موجود نہیں رہے۔ لیکن انہوں نے کبھی نہیں پوچھا کہ آمدنی کتنی ہے اور مجھے کتنی ملی۔“ (المیزان امام احمد رضا نمبر ص ۳۳۵)

تحریک خلافت کے زمانے میں جب مسٹر گاندھی بریلی آئے، تو انہوں نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی سے ملنا چاہا، لیکن اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے یہ کہہ کر ملاقات سے انکار کر دیا ”وہ کسی دینی مسئلے کے متعلق مجھ سے باتیں کریں گے یا دنیوی معاملات پر گفتگو کریں گے اور دنیاوی معاملہ میں میں کیا حصہ لوں گا۔ جب کہ میں نے اپنی دنیا چھوڑ رکھی ہے اور دنیوی معاملات سے کبھی کوئی غرض نہیں رکھا۔“ (ملخصاً المیزان امام احمد رضا نمبر ص ۳۳۵)

اکثر مقالہ نگاروں نے مسٹر گاندھی کے اس واقعہ کو پروفیسر مختار الدین صاحب ہی کے حوالے سے لکھا ہے۔ پروفیسر صاحب موصوف نے اعلیٰ حضرت کی شخصیت پر بہت ہی جامع اظہار خیال فرمایا ہے۔ لکھتے ہیں:

آپ (امام احمد رضا) کی ذات الحب لله والبغض لله کی زندہ تصویر تھی، اللہ اور رسول سے محبت رکھنے والے کو اپنا عزیز سمجھتے اور اللہ و رسول کے دشمن کو اپنا دشمن سمجھتے، اپنے مخالف سے کبھی کج خلقی سے پیش نہ آئے، کبھی دشمن سے بھی سخت کلامی نہ فرمائی، بلکہ حلم سے کام لیا۔ لیکن دین کے دشمن سے کبھی نرمی نہ برتی۔ اعلیٰ

صاحبزادہ حضور ملک العلماء عزت مآب پروفیسر ڈاکٹر مختار الدین احمد صاحب کی شخصیت جہان علم و ادب میں محتاج تعارف نہیں ہے۔ آپ ایشیا کی عظیم یونیورسٹی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ کے شعبہ عربی کے صدر اور ڈین فیکلٹی آف آرٹس بھی رہ چکے ہیں۔ آپ کا شمار عربی و اردو زبان و ادب کے محقق کی صف اول میں ہوتا ہے۔ آپ کی یہ بھی خوش نصیبی ہے کہ آپ کا تاریخی نام ”مختار الدین“ ۱۳۳۶ھ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کا ہی رکھا ہوا ہے۔

رضویات پر آپ کا پہلا مقالہ ماہنامہ المیزان ممبئی کے امام احمد رضا نمبر (جلد نمبر ۶ شمارہ نمبر ۷، ۸، ۹، اپریل، مئی، جون ۱۹۷۶ء میں بعنوان ”امام احمد رضا کا شخصیتی جائزہ“ شائع ہوا۔ اس مقالے میں آپ نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی شخصیت کے مختلف روشن پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے، لکھتے ہیں:

”آپ نے امور دنیا سے کبھی تعلق نہیں رکھا۔ آپ کے آباؤ اجداد سلاطین دہلی کے دربار میں اچھے منصبوں پر فائز تھے۔ جب آنکھ کھلی تو گرد و پیش امارت و ثروت کی فضا پائی۔ خود زمیندار تھے۔ لیکن ساری جائیداد کا کام دوسرے عزیزوں کے سپرد تھا۔ انہیں کتابوں کی خریداری، سادات کی مہمان نوازی اور گھر کے اخراجات کے لئے ماہانہ ایک رقم مل جاتی تھی۔ چونکہ داد و دہش کے

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی علیہ السلام کی حیات اور علمی خدمات

حضرت کی زندگی کا ہر گوشہ اتباع سنت کے انوار سے منور ہے۔
(المیزان امام احمد رضا نمبر ص ۳۳۵)

الملفوظ پر تعارف و تبصرہ:

پروفیسر مختار الدین صاحب نے الملفوظ مرتبہ حضرت مفتی اعظم ہند مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خاں صاحب بریلوی علیہ الرحمہ بنام ”الملفوظ“ ہر چہار حصص کا بہت ہی اچھا تعارف کرایا ہے۔ نیز بہت ہی گرانقدر تبصرہ بھی رقم کیا ہے۔ آپ کا مقالہ ”معارف رضا“ کراچی ۱۹۹۲ء اور ماہنامہ ”جہان رضا“ لاہور شمارہ اگست ستمبر ۱۹۹۴ء میں شائع ہو چکا ہے۔ الملفوظ کے تعارف میں لکھتے ہیں:

اردو میں شائع شدہ مشہور ملفوظات کو دیکھ کر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ چودھویں صدی کے ملفوظاتی ادب میں بہت اہم حیثیت مجدد مائتہ حاضرہ، موید ملت طاہرہ، اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان برکاتی فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات کی ہے۔ جنہیں مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا خاں قادری برکاتی بریلوی نوری نے ۱۳۳۸ھ میں مرتب فرمایا۔ یہ ملفوظات اس جلیل القدر عالم کے ہیں جو تفسیر، حدیث، اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ، عقائد و کلام، صرف و نحو، معانی و بیان و بدیع، منطق و فلسفہ، تفسیر و ہیئت، و توقیت، حساب و ہندسہ، تصوف و سلوک و ادب و اخلاق، سیر و تاریخ، جبر و مقابلہ، زیجات و مربعات وغیرہ پچاس علوم و فنون کے ماہر تھے۔ ایسی جامع ہستی ہمیں اس عہد میں کوئی اور نہیں ملتی۔ یہی وجہ ہے کہ یہ ملفوظات دو سال کے کچھ مہینوں کے قلمبند کئے جاسکے۔ اگر آٹھ دس سال کے بھی ملفوظات مرتب کئے جاتے، تو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس کی جلدیں علوم و فنون کی مختصر سی دائرۃ المعارف بن جاتیں۔“ (اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اور ان کے ملفوظات مشمولہ معارف رضا کراچی ۱۹۹۴ء ص ۹۹)

پروفیسر مختار الدین صاحب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے دوران کے خلف اصغر (مرتب ملفوظات رضا) حضرت مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا خاں صاحب قدس سرہما کی قوت حافظہ اور علمیت کا ذکر کرتے ہوئے اس طرح خراج عقیدت و تحسین پیش کرتے ہیں:

”جہاں حیرت اعلیٰ حضرت کے خداداد حافظہ اور ان کے استحضار علم پر ہوتی ہے، وہیں جامع ملفوظات علیہ الرحمہ کی بے پناہ صلاحیتوں پر بھی ہوتی ہے کہ کس خوبی سے انہوں نے یہ ملفوظات قلم بند کئے ہیں۔ انہوں نے افادات رضویہ سن کر اس کا مفہوم ادا نہیں کیا، بلکہ جیسا کہ مجھے یقین ہے، اعلیٰ حضرت کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ ملفوظات میں درج کئے ہیں۔ بعض قدیم و جدید ملفوظ نگاروں کی طرح اپنے شیخ کی باتیں حافظے میں محفوظ رکھ کر یا مختصر سے اشارات لکھ کر پھر اپنے مستقر پر جا کر انہیں قلم بند نہیں کیا، بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ارشاد گرامی کو سنتے رہے اور اسی وقت انہیں ضبط کرتے گئے۔ یہ بھی مستبعد نہیں کہ ملفوظات سپرد قلم کر کے وہ اعلیٰ حضرت کے ملاحظہ میں لے آئے ہوں، کہ وہ ان پر ایک نظر ڈال کر ترمیم و تصحیح فرمادیں۔ اگر الملفوظ کا مسودہ کہیں مل جائے تو اس سے اس خیال کی تائید ہو سکتی ہے۔“ (معارف رضا، کراچی ۱۹۹۴ء ص ۱۰۷)

تبصرہ:

پروفیسر ڈاکٹر مختار الدین نے سادہ مگر علمی و تحقیقی زبان و اسلوب میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی شخصیت، ان کی عبقریت، قوت حافظہ، دینی حیثیت نیز حضرت مفتی اعظم کی علمیت اور قوت حافظہ کو جامع انداز میں اجاگر کیا ہے اور آپ کے انداز تحریر سے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہا سے آپ کی عقیدت اور ان کی عظمت کے اعتراف کا بھی اظہار ہوتا ہے۔ ساتھ

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی دہلی کی حیات اور علمی خدمات

ہوا۔ جس کی تلاش میں ہم مارے مارے پھر رہے تھے۔ (حیات اعلیٰ حضرت، فاروقی ایڈیشن مطبوعہ ۲۰۰۳ء)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے صاحبزادگان، خلفاء اور مریدین وغیرہ کے تذکرے، ان کی حیات و شخصیت و کارناموں کو عام کرنا اور ان پر تحقیقی امور انجام دینا وغیرہ کو بھی ”فروع رضویات“ ہی کے ضمن میں شامل کیا جاتا ہے۔ اسی سلسلہ کی ایک کڑی پروفیسر مختار الدین صاحب کی تصنیف ”حیات ملک العلماء“ بھی ہے اور ان کا ایک اہم کام ہے ”مکاتیب مفتی اعظم بنام ملک العلماء مولانا سید محمد ظفر الدین قادری رضوی برکاتی“ کی ترتیب اور پھر کتابی شکل میں اس کی اشاعت۔ زیر نظر کتاب میں حضرت مولانا ملک العلماء علیہ الرحمہ کے نام مفتی اعظم کے مکاتیب کے علاوہ امام احمد رضا کے خلف اکبر اور حضور مفتی اعظم کے بڑے بھائی حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کے مکاتیب بھی شامل ہیں۔ نیز ایک مکتوب اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے مرید خاص مولوی عرفان علی صاحب پبلس پوری رحمۃ اللہ علیہ اور خود ملک العلماء کے

نی ساتھ پروفیسر صاحب موصوف کی تاریخ پر گہری نظر اور وسعت مطالعہ کا بھی پتہ چلتا ہے۔
فروع رضویات کے سلسلے میں پروفیسر ڈاکٹر مختار الدین صاحب کا ایک اہم کردار یہ ہے کہ آپ کے والد ماجد حضرت ملک العلماء مولانا سید محمد ظفر الدین صاحب رضوی عظیم آبادی (خلیفہ امام احمد رضا) رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف ”حیات اعلیٰ حضرت“ (چار جلدوں میں) کہ جو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی حیات و شخصیت اور نقدیسی کارناموں کا ماخذ اول ہے۔ برہا برس سے غائب تھا، اور جن مضبوط ہاتھوں میں پہنچ چکا تھا۔ ان سے اس نکلنا سخت دشوار تھا۔ بلکہ محال ہو کر رہ گیا تھا بعد میں اسے آپ نے تلاش کر کے اس کا قلمی مسودہ علامہ فاروقی صاحب کو بھجوایا، جسے انہوں نے بہت ہی خوبصورت انداز میں شائع کیا۔

مدیر ”جہان رضا“ حضرت علامہ اقبال احمد فاروقی صاحب اس کی گمشدگی کے دو ادوار کا ذکر کرتے ہوئے آخر میں اس طرح

حاندانی کا عدالت کا ایک صندوق دیسے سے، وہاں سے تشریف لائے تھے اور ہفتہ عشرہ تک قیام پذیر ہوئے تھے۔ اس سفر حضرت ملک العلماء کی اس نادر و نایاب کتاب کا قلمی مسودہ برآمد

آنجمن برکات رضا۔ ممبئی

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی شہکی حیات اور علمی خدمات

تا عبد الحفیظ صاحب وغیرہ رحمۃ اللہ علیہم سے ملاقات اور خود پر اپنی کرم فرمائوں کا بھی ذکر کیا ہے۔

اگر اس کتاب کا باقاعدہ جائزہ پیش کیا جائے اور حضرت ملک العلماء کے نام حضرت حجۃ الاسلام، حضرت مفتی اعظم، مولوی عرفان علی صاحبان رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ کا بھی تجزیہ کیا جائے، تو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے صاحبزادگان، نییران، خلفاء، مریدین اور متعلقین وغیرہم کی نظر میں حضور ملک العلماء کی قدر و منزلت اور مقام و مرتبہ نیز ملک العلماء کی نظر میں ان حضرات کی قدر و منزلت کا بخوبی پتہ چل سکتا ہے۔ زیر نظر کتاب بھی رضویات کے سلسلے کی ایک اہم کڑی ہے۔ نیز اس سے اور دوسری مذہبی و تاریخی معلومات بھی حاصل کی جاسکتی ہیں۔

☆☆☆

میں ان کے چھوٹے صاحب زادے حماد رضا خاں عرف نعمانی میاں (م ۱۳۸۵-۱۹۶۵ء) ان کے ساتھ تھے۔ یہ میرے ہم عمر تھے۔ اس لئے جلد ہی ہم دونوں بے تکلف ہو گئے۔ (مکاتیب مفتی اعظم بنام ملک العلماء مولانا ظفر الدین قادری رضوی برکاتی ص ۹)

اسی کتاب میں پروفیسر صاحب موصوف نے دوسری بار موضع پوکھریا، بیتا مڑھی (بہار) میں حضرت حجۃ الاسلام کی زیارت سے شرفیاب ہوئے نیز تیسری بار بریلی شریف میں ان کی زیارت سے مشرف ہونے کا بھی ذکر اور یہ آپ کی حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ سے آخری ملاقات تھی۔

پروفیسر صاحب موصوف نے حضرت مفتی اعظم نور اللہ مرقدہ کی تین بار زیارت کا ذکر اسی کتاب میں کیا ہے (ص ۱۱)۔ حضرت حجۃ الاسلام کے صاحبزادہ اکبر حضرت مفسر اعظم مولانا ابراہیم رضا خاں جیبانی میاں، حضرت صدرالافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی، محدث اعظم محمد میاں کچھوچھوی، حضرت مفتی آگرہ مولانا

کون ملک العلماء؟

وہ ملک العلماء جن کا تعارف مجدد اعظم دین و ملت امام اہلسنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس انداز میں کراتے ہیں:

☆ کارا فاما میں میرے معین ہیں۔

☆ عام درسیات میں بفضلہ تعالیٰ عاجز نہیں۔

☆ سنی، خالص مخلص، نہایت صحیح العقیدہ، ہادی مہدی ہیں

☆ واعظ ہیں

☆ مصنف ہیں

☆ مفتی ہیں

☆ علمائے زمانہ میں علم توقیت سے تنہا آگاہ ہیں۔

☆ مناظرہ بعونہ تعالیٰ کر سکتے ہیں۔

پروفیسر مختار الدین احمد کے مکاتیب کا ایک جائزہ

از قلم: ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی، بریلی شریف

ادباء، مصنفین، محققین، ناشرین، مدیران رسائل و جرائد اور ماہرین تعلیم یعنی صاحبان علم و قلم تک پھیلا ہوا ہے۔ خود ان کے اپنے بقول انہوں نے اب تک پچاس ساٹھ ہزار خطوط تو ضرور لکھے ہوں گے۔ مدیر جہان رضا، لاہور۔ علامہ اقبال احمد فاروقی صاحب کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں:

”آپ عزت افزائی فرماتے ہیں کہ خطوط اس قدر پسند فرماتے ہیں۔ میں تو کثرت سے اور قلم برداشتہ خطوط لکھا کرتا ہوں اور عام طور پر عجلت میں کہ خیال رہتا ہے، ڈاک نکلنے کا وقت قریب ہے۔ زندگی میں پچاس ساٹھ ہزار خطوط تو ضرور لکھے ہوں گے..... ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش، شرق، اوسط، یورپ، امریکا تک میرے مکتوب الہم پھیلے ہوئے ہیں۔“ (ماہنامہ جہان رضا، لاہور شمارہ نمبر ۱۲۲، جنوری ۲۰۰۵ء، ص ۳۹، مکتوب نمبر ۵۶)

محترم پروفیسر مختار الدین احمد صاحب قبلہ خطوط کے جوابات پابندی سے لکھتے ہیں۔ علیگڑھ یا اگر کسی دوسرے مقام پر موجود ہوں اور وہاں سے خط لکھا ہو تو اس مقام کا نام اور تاریخ ضرور لکھتے ہیں۔ آپ کے خطوط محض رسمی نہیں ہوتے بلکہ علمی، ادبی، دینی اور تحقیقی امور ہی سے متعلق ہوتے ہیں۔ اس سلسلے میں آپ کی ذات سن تھا ایک ادارہ ہے۔ اگر آپ کے تمام مکاتیب کا مجموعہ چھپ جائے، تو بلاشبہ اس کی حیثیت ایک انسائیکلو پیڈیا سے کسی طور کم نہیں ہوگی اور یہ نہ صرف مستقبل کے ریسرچ اسکالروں بلکہ عصر

عظیم وہ نہیں، جسے دیکھ کر یا جس سے مل کر انسان مرعوب و پست حوصلہ ہو کر احساس کمتری میں مبتلا ہو جائے بلکہ عظیم وہ ہے جسے دیکھ کر اور جس سے مل کر انسان کو سکون و طمانیت حاصل ہو اور کچھ اچھا کرنے، اچھے سے اچھا بننے اور زندگی میں کوئی نمایاں کام کر گزرنے کا حوصلہ ملے۔ ایسی شخصیتیں اس دور میں نایاب تو نہیں، لیکن کمیاب ضرور ہیں۔ ایسی ہی کمیاب اور کامیاب و عظیم شخصیات میں ایک نام صاحبزادہ ملک العلماء، عزت مآب پروفیسر ڈاکٹر مختار الدین احمد صاحب کا بھی ہے۔ آپ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علیگڑھ کے صدر شعبہ عربی اور ڈین فیکلٹی آف آرٹس بھی رہ چکے ہیں۔ جانے کتنے علمی، ادبی اور تحقیقی اعزازات اور ایوارڈس سے نوازے جا چکے ہیں، فی الوقت مظہر الحق عربک، پرنسپل یونیورسٹی، پٹنہ (بہار، انڈیا) کے وائس چانسلر کے عظیم و جلیل عہدہ پر فائز ہیں۔ آپ کا شمار دنیا کے مانے ہوئے عربی، فارسی اور اردو کے محققین میں ہوتا ہے۔ عراق، لبنان، مصر، ترکی، جرمنی، فرانس، برطانیہ، نیدر لینڈ وغیرہ ممالک کے علمی اسفار کر چکے ہیں۔

خاندان، علم و فضل، عہدہ و مرتبہ اور شہرت و ناموری ہر اعتبار سے عظیم و اعلیٰ ہوتے ہوئے، بھی آپ شان و شیخی، اظہار برتری سے دور انکسار و تواضع اور خلوص و سادگی کے پیکر میں ڈھلے ہوئے ہیں۔

محققین، ناشرین: پروفیسر صاحب قبلہ کے مکتوب الہم کا دائرہ نہ صرف برصغیر ایشیا، افریقہ اور مغربی ممالک کے علماء،

نعمانیہ ہی کے کسی جلسے میں تشریف لے گئے ہوں گے۔“
تبصرہ:

”انجمن نعمانیہ، لاہور“ کی مجلس انتظامیہ کے رکن اور دہرہ ثانی مولانا خلیفہ تاج الدین احمد علیہ الرحمہ نے امام احمد رضا نور اللہ مرقدہ کی خدمت میں ”دارالعلوم نعمانیہ“ کے لئے ایک مدرس بھیجے کی درخواست کی تھی۔ اعلیٰ حضرت نے اس کے جواب میں حضرت ملک العلماء علیہ الرحمہ کی تدریسی و علمی صلاحیتوں کو سراہتے ہوئے انہیں اپنے نفس پر ایثار کرتے ہوئے بھیجنے کی بابت لکھا تھا۔ جیسا کہ ”مکتوبات رضا بنام ملک العلماء“ سے ظاہر ہے۔ (مکتوبات رضا بنام ملک العلماء مشمولہ حیات اعلیٰ حضرت از ملک العلماء (قدیم نسخہ) مورخہ ۵ شعبان المکرم ۱۳۳۸ھ)

لیکن یہ بات متحقق نہیں ہے، کہ حضرت ملک العلماء لاہور تشریف لے گئے۔ اس سلسلے میں پروفیسر ڈاکٹر مختار الدین احمد صاحب رقمطراز ہیں:

”لیکن شاید ان کے اعزہ و احباب کو ان کا اس قدر دور جانا منظور نہ ہوا اور وہ وہیں مدرسہ منظر اسلام (بریلی) میں درس دیتے رہے۔ (حیات ملک العلماء مطبوعہ لاہور ۱۹۹۳ء، ص ۱۳) چونکہ یہ بات ۱۳۳۸ھ مطابق ۱۹۰۹ء کی ہے۔ لیکن یہاں لاہور جانے کا جو ذکر مکتوب پروفیسر صاحب میں ہے، وہ ۱۹۲۸ء یا ۱۹۲۹ء کا ہے۔“

زیر نظر مضمون میں راقم الحروف پروفیسر صاحب موصوف کے ان مکاتیب کے حوالے سے جو انہوں نے مدیر ”جہان رضا“ لاہور علامہ اقبال احمد فاروقی صاحب کو لکھے ہیں اور جن میں حضرت ملک العلماء رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں، مکاتیب اور تقاریر وغیرہ کی ترتیب و اشاعت کا ذکر ہے یا اعلیٰ حضرت، امام احمد رضا رضی الرحمن کے کتب و رسائل، مکاتیب نیز ان کے شاہزادگان اور اصحاب وغیرہ کی بابت معلومات موجود ہیں اور یہ تمام علمی تذکرے اور باتیں بہر اعتبار رضویات نیز دیگر علمی و تحقیقی امور سے متعلق ہیں، کا ایک مختصر جائزہ پیش کر رہا ہے۔ ان مکاتیب گرامی سے پروفیسر صاحب موصوف کی علمی اور تحقیقی امور سے حد درجہ شغف کا اظہار بھی ہوگا اور بہت سی مفید علمی معلومات حاصل ہوں گی۔ ساتھ ہی ساتھ آپ کی مکتوب نگاری پر بھی روشنی پڑ سکے گی۔

خطوط کے صرف اقتباسات ہی پیش کئے جا رہے ہیں۔ (بخوف طوالت)
 (۱) ۱۰-۱۷-۱۹۹۶ء مکرمی و محترمی جناب فاروقی صاحب السلام علیکم! ”انجمن نعمانیہ، لاہور“ کی تاریخ کی ترتیب بہت ضروری کام تھا جو اب تک نہیں ہوا تھا۔ آپ نے قلم اٹھایا ہے، تو انشاء اللہ جلد تکمیل کو بھی پہنچ جائے گا۔ خاندانی کاغذات میں کوئی کام کی چیز ملی تو آپ کو بھیجوں گا۔ والد محترم صاحب علیہ الرحمہ کا سفر لاہور ۱۹۳۹ء کے لگ بھگ ہوا تھا۔“ (مکتوب نمبر ۳، مشمولہ

حضور ملک العلماء امام احمد رضا کی نظر میں

العلماء کے وصال پر ظفر منزل پٹنہ تعزیت کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ تو والدہ ماجدہ رحمہا اللہ تعالیٰ نے عرض کی آپ میرے پیرزادہ اور تعزیت کے لئے بریلی سے تشریف لائے ہیں۔ آپ کی خدمت میں دعاؤں کے علاوہ کیا پیش کروں، تعویذات و عملیات کا ایک مجموعہ ہے جسے ملک العلماء جان کی طرح عزیز رکھتے تھے وہ آپ کی نذر ہے۔ والدہ مرحومہ فرماتی تھیں، کہ جب انہوں نے دیکھا کہ اس میں بیشتر اعلیٰ حضرت کے ارشاد کئے ہوئے تعویذات و عملیات ہیں، ملک العلماء کی تحریر میں اور جس پر اعلیٰ حضرت کا مقدمہ ان کے خط میں ہے بے حد خوش ہوئے، اس سے بڑھ کر قیمتی تحفہ میرے لئے کچھ نہیں ہو سکتا اور وہ اپنے ساتھ اسے بریلی لے گئے۔“ (مکتوب نمبر ۴۷، ایضاً ص ۵۷)

کی تصانیف کی اشاعت میں آپ کی دلچسپی لے رہے ہیں اور انہیں منظر عام پر لا رہے ہیں.....“ (مکتوب نمبر ۴۰، مشمولہ جہان رضا، لاہور۔ شمارہ نومبر دسمبر ۲۰۰۲ء، ص ۵۱)

نوٹ: ”بیان المعراج“ حضرت ملک العلماء رحمۃ اللہ علیہ کی تقریروں کے مجموعہ کا نام ہے جو معراج کے موضوع پر ہے۔ (۴) ایک خط میں اقبال احمد فاروقی صاحب کو لکھتے ہیں:

”مکاتیب اعلیٰ حضرت جن صاحب کے پاس ہیں ان سے حاصل کیجئے اور دیکھئے کہ یہ انہیں کے ہیں یا کیا صورت ہے۔“ (مکتوب نمبر ۴۲، مشمولہ جہان رضا لاہور، نومبر دسمبر ۲۰۰۲ء، ص ۵۵)

حضور اعلیٰ حضرت کے جو مکاتیب گرامی حضرت ملک العلماء

تبصرہ:

”ایک دن میری بیگم صاحبہ شہر جانے لگیں، تو میں نے کہا کہ میرے واسطے اوسط درجہ کا مصحف لیتی آئیں۔ لیکن ترجمہ اعلیٰ حضرت کا ہو۔ وہ کہتی ہیں، کہ انہیں تعجب ہوا۔ ہندو دوکاندار نے ان سے پوچھا، کہ ترجمہ آپ کو کس کا چاہئے؟ وہ فاتحہ نیاز والے بڑے مولانا صاحب کا یا دوسرے مولانا صاحبوں کا؟ انہوں نے کہا: فاتحہ نیاز والے مولانا صاحب کا۔ اس نے اعلیٰ حضرت کا ترجمہ والا قرآن انہیں پیش کیا۔“ (مکتوب نمبر ۵۵، ایضاً ص ۶۴)

تبصرہ:

ہندو بھی جانتے ہیں، فاتحہ نیاز والے مولانا یعنی اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی بڑے مولانا ہیں اور دوسرے اصل عقیدہ اسلامی کے خلاف والے ہیں۔

نوٹ: بخوف طوالت مزید مکاتیب نہیں پیش کئے جا رہے ہیں۔ دیگر مکاتیب میں اعلیٰ حضرت اور ان کے کتب و رسائل و مکاتیب، ملک العلماء اور ان کے کتب و رسائل و مکاتیب وغیرہ کی تدوین و ترتیب اور اشاعت وغیرہ کے تذکروں کے علاوہ متعدد دینی، علمی اور ادبی شخصیات کے تذکرے بھی آئے ہیں۔

فاروقی صاحب کے نام کا ایک خط بہت طویل ہے۔ جس میں ”حیات اعلیٰ حضرت“ مصنفہ ملک العلماء رحمۃ اللہ علیہ کی گمشدگی اور تقریباً تیس سال تک اس کی بازیافت کی کوشش اور بالآخر ناکامی کی داستان ہے۔ اس خط میں پروفیسر صاحب نے ”حیات اعلیٰ حضرت“ کے غصب کئے جانے پر سخت رنج و قلق کا اظہار کیا ہے اور رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ کے اس خدشہ کے تحت کہ ممکن ہے کہ کچھ دنوں کے بعد یہ کتاب کسی اور نام سے شائع ہو جائے اور بھی اپنی پریشانی کا اظہار کیا ہے۔ خیر بعد میں ایک دوسرا قلمی نسخہ اس ”حیات اعلیٰ حضرت“

مکتوب نمبر ۱۴ سے معلوم ہوتا ہے، کہ سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے حضرت ملک العلماء علیہ الرحمہ کو تعویذات و عملیات کے کچھ نسخے نقل کرائے تھے اور اپنا مقدمہ بھی تحریر فرمایا تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ کس قدر قیمتی خزانہ تھا اور ملک العلماء اپنے مرشد برحق کی اس یادگار کو اپنی جان کی طرح عزیز رکھتے تھے۔ اس سے ملک العلماء کی اپنے پیر طریقت، سرکار اعلیٰ حضرت سے ان کی از حد عقیدت تو ظاہر ہوتی ہے۔ وہ مجموعہ و طائف بھی کس قدر بیش بہا اور لاجواب رہا ہوگا کہ جس کا تعلق اعلیٰ حضرت جیسی عظیم علمی، دینی اور روحانی شخصیت اور صدی کے مجدد سے تھا۔

سرکار مفتی اعظم قدس سرہ کا تعزیت کے لئے پٹنہ جانا یہ ظاہر کرتا ہے، کہ انہیں ملک العلماء علیہ الرحمہ سے کس قدر محبت تھی اور ان کی نگاہ میں ان کی کیا قدر و منزلت تھی؟

(۷) اب جس مکتوب کا حوالہ آ رہا ہے، اس کا آخری حصہ بہت ہی دلچسپ ہے اور وہابی دیوبندی مرتدین پر ہندو کفار و مشرکین کا زبردست طمانچہ ہے۔

پروفیسر صاحب کے پاس قرآن پاک مع ترجمہ اعلیٰ حضرت یعنی ”کنز الایمان“ تو پہلے سے موجود تھا۔ لیکن بڑی تختی والا تھا اور کافی وزنی تھا جسے اب اس عمر اور عالم ضعف میں اٹھا کر پڑھنے میں انہیں دقت ہوتی تھی۔ لہذا انہوں نے چھوٹے سائز کا قرآن کریم مع ترجمہ اعلیٰ حضرت منگایا تھا۔ یونیورسٹی ایریا میں تو مکتبہ والے قرآن پاک رکھتے نہیں ہیں لہذا یونیورسٹی ایریا سے باہر شہر سے ہی منگانا پڑتا تھا اور شہر میں تاجران کتب زیادہ تر ہندو ہی تھے لہذا انہیں سے لینا پڑتا تھا۔ اب دیکھئے کہ اس خط میں پروفیسر صاحب موصوف کیا تحریر کرتے ہیں:

مجید اللہ قادری وغیرہ کے مضامین کو سراہنا ان کی خوردہ نوازی اور اپنے چھوٹوں کی حوصلہ افزائی ہی ہے اور یہ بھی ان کی شخصیت کا ایک تاباں پہلو ہے۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے، کہ انسان اپنی شخصیت کے بارے میں کچھ ایسی باتوں کا بھی اظہار کرتا ہے، جو ہوتی تو حقیقت ہیں، لیکن لوگ انہیں تعلیٰ یا انانیت پر محمول کرتے ہیں۔ اس طرح کچھ باتیں پروفیسر صاحب کے مکاتیب میں بھی ہیں۔ جوئی بر حقیقت ہیں۔ لیکن ان کے اظہار سے انانیت یا تعلیٰ کا شک گزرتا ہے۔ اس طرح کے شخصی اظہار کو ہم پروفیسر صاحب موصوف کی تہدیرت نعمت کے اظہار پر محمول کرتے ہیں۔

(۱) ملاحظہ کیجئے ایک مکتوب نمبر ۵۶ مشمولہ جہان رضا، جنوری ۲۰۰۵ء میں تحریر فرماتے ہیں:

”آپ عزت افزائی فرماتے ہیں، کہ خطوط اس قدر پسند فرماتے ہیں۔ میں تو کثرت سے اور قلم برداشتہ خطوط لکھا کرتا ہوں اور عام طور سے عجلت میں کہ خیال رہتا ہے ڈاک نکلنے کا وقت قریب

کا خود پروفیسر صاحب ہی کی مخطوطات کے ذخیرے میں مل گیا۔ جسے آپ نے اپنے خاص معتمد اور نامور علمی و ادبی شخصیت، ناشر و مدیر علامہ اقبال احمد فاروقی صاحب کو برائے اشاعت دے دیا۔ فاروقی صاحب نے حسن ترتیب کے ساتھ بہت ہی خوبصورت اور دیدہ زیب انداز میں شائع کر کے حضرت ملک العلماء کی اس تصنیف اور رضویات پر اس ماخذ اول کو عام کر دیا اور تب جا کر پروفیسر صاحب موصوف کو اطمینان حاصل ہوا اور اس کتاب کے متلاشی حضرات کے ہاتھوں تک یہ بے بہا خزانہ پہنچا۔“ (ملخصاً، مکتوب نمبر ۶۵، مشمولہ جہان رضا لاہور، جنوری ۲۰۰۵ء، ص ۶۲ تا ۵۹)

محاکمہ:

مدیر جہان رضا اقبال احمد فاروقی صاحب کے نام پروفیسر مختار الدین احمد صاحب قبلہ کے مکاتیب گرامی سے ان کی علمی و ادبی شخصیت کے اظہار کے ساتھ ساتھ ان کی سادگی، خلوص، انکسار وغیرہ کا بھی اظہار ہوتا ہے اور خطوط کے جواب میں ان کی

موضوعات میں تنوع ہیں۔“

(۲) ایک مکتوب کا اقتباس اور بھی ملاحظہ کیجئے:

میں اور مدرسوں میں بہت سے ڈاکٹر

۵۶ مشمولہ جہان رضا جنوری ۲۰۰۵ء ص ۵۰)

مجھ جیسے ادنیٰ طالب علم اور خود ان سے بہت چھوٹے ڈاکٹر

حضرت ملک العلماء علامہ مولانا سید محمد ظفر الدین احمد قادری رضوی عظیم آبادی علیہ الرحمۃ والرضوان، مجدد اسلام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی الرحمن کے ان اکابر خلفائے کرام میں جن کا ذکر انہوں نے اپنی تصنیف ”الاستدلالی اجیال الارتداد“ میں دعاؤں کے ساتھ کیا ہے۔

حضرت ملک العلماء قدس سرہ العزیز کو اعلیٰ حضرت نور اللہ مرقدہ سے بیعت و خلافت و اجازت کے علاوہ شہداء کا

(۲) ریفرنس سب (اسباں) کے ساتھ ہیں۔
”میں ۱۰ اپریل سے پٹنہ میں ہوں اور ڈاکٹر خلیق الرحمن قدوائی صاحب گورنر بہار کے ساتھ ٹھہرا ہوا ہوں، انہیں کی طلبی پر آیا اور چند گھنٹوں کے بعد ایک نئی یونیورسٹی ”مولانا مظہر الحق عربی و فارسی یونیورسٹی پٹنہ“ کا پہلا وائس چانسلر مقرر ہوا۔ اسی شام کو گورنر، وزیر اعلیٰ، وزیر اعلیٰ سابق، حکومت بہار کے دوسرے وزراء، مجالس متفقہ کے اراکین، بہار کے مشاہیر اور عربی و فارسی واردوں کے ساتھ اور ۱۰ مضاہیر، ۱۰ دلیجیسی رکھنے والے حضرات کی موجودگی میں

صاحب مدظلہ العالی نہ صرف جماعت اہل سنت کے شکرے کے مستحق ہو گئے ہیں بلکہ ان کا یہ کام ہم خاکساران رضویت کی طرف سے فرض کفایہ کی ادائیگی کے مترادف ہوگا۔

دعا ہے کہ خدائے لم یزل حضرت سراج ملت اور ان کے رفقاء و معاونین کو جلد از جلد ”جہان ملک العلماء“ کی اشاعت کی تکمیل میں کامیابی عطا فرمائے۔ آمین، بجاہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام!

امام احمد رضا سے ان کی عقیدت نیز فروغ رضویات کے لئے ان کی مساعی اور تڑپ کا برملا اظہار پایا جاتا ہے۔ ان مکتوبات میں بھانت بھانت کی علمی و ادبی شخصیات کے تذکرے بھی ہیں اور علمی و ادبی تذکرے و حوالے بھی!

عام طور سے انسان خطوط قلم برداشتہ ہی تحریر کرتا ہے اور وہ خطوط لکھتے۔ وقت قصداً ادبی حسن برپا کرنے کی کوشش نہیں کرتا

ملک العلماء کے صاحبزادے

پروفیسر مختار الدین احمد۔ ایک باذوق ادیب و محقق

از قلم: مفتی ارشاد احمد ساحل بہرامی، علیگ

میں ریسرچ اور اعلیٰ تعلیم کے لئے روکیفلر فاؤنڈیشن کی فیلوشپ پیش ہوئی۔ انہوں نے عراق، لبنان، مصر، ترکی، فرانس، جرمنی کے علمی سفر کئے۔ ہالینڈ میں تین چار ماہ لائینڈ یونیورسٹی لائبریری میں کام کرتے رہے۔ انگلستان میں اور اسکاٹ لینڈ کی شاید ہی کوئی یونیورسٹی اور لائبریری ہو، جہاں وہ اپنے علمی مقالے کے سلسلے میں معلومات جمع کرنے نہ گئے ہوں۔ آپ پروفیسر ہملٹن گب کے ممتاز شاگردوں میں ہیں۔ انہیں کی نگرانی میں کام کر کے آکسفورڈ یونیورسٹی سے ڈی۔ فل کی ڈگری حاصل کی۔

آپ ۱۹۵۸ء میں ادارہ علوم اسلامیہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں ریڈر اور بعد کو اس کے ڈائریکٹر مقرر ہوئے۔ ۱۹۶۸ء شعبہ عربی کے پروفیسر اور صدر مقرر ہوئے۔ ۱۹۷۵ء میں آرٹس فیکلٹی کے ڈین بنے۔ آپ ایکزیکیوٹو کونسل اور مسلم یونیورسٹی کورٹ کے رکن بھی رہے۔ مجلہ علوم اسلامیہ کی تاسیس آپ ہی کا کارنامہ ہے، جو بارہ سال تک آپ کی ادارت میں شائع ہوتا رہا۔ ۱۹۷۶ء میں انہوں نے ایک بین الاقوامی ادارہ مجمع علمی الہندی کی بنیاد ڈالی جہاں سے بین الاقوامی شہرت کا ایک اعلیٰ تحقیقی رسالہ مرتب کر کے شائع کرتے رہے۔ شرق اوسط کی بیشتر علمی اکیڈمیوں نے اپنا رکن نامزد کیا جن میں دمشق کی مجمع اللغة العربیہ، عمان کی مجمع اللغة العربیہ الاردنیہ، قاہرہ کی الجمعية العالمیة للاحیاء التراث العربیہ، شرق اردن کی مجمع الملکی لحوث المحصارة الاسلامیة اور عمان کی

پروفیسر مختار الدین احمد ایک محقق ادیب کی حیثیت سے بین الاقوامی شہرت رکھتے ہیں۔ ملک العلماء کے یہ نامور صاحبزادے ۱۳۳۶ھ میں بہرام میں پیدا ہوئے، اس وقت ملک العلماء خانقاہ کبیرہ بہرام کے مدرس اول تھے۔ ان کی والدہ ماجدہ صابرہ اور زاہدہ خاتون تھیں۔ جب یہ چار سال کے ہوئے تو دیندار بزرگ حافظ شرف الدین احمد نے آپ کی بسملہ خوانی کی رسم ادا کی۔ ابتدائی تعلیم والدہ ماجدہ سے حاصل کی اور قرآن حکیم کے چند پارے اپنے نانا نانی محمد واعظ الحق سے پڑھے پھر مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ چلے آئے جہاں ملک العلماء کے زیر سایہ وہاں کے اساتذہ سے فضیلت تک کی کتابیں پڑھیں۔ فاضل دینیات کے امتحان میں وہ بہار اڑیسہ کے طلبہ میں اول آئے اور فاضل حدیث کے امتحان میں بہار میں اول رہے۔ اس کے اعجاز میں انہیں سر فخر الدین گولڈ میڈل اور سید عبدالعزیز گولڈ میڈل انعام میں ملے۔ یہ دونوں شخصیتیں بہار کی وزیر تعلیم تھیں۔

دینی درسگاہ کے بعد عصری دانشگاه کا رخ کیا۔ ۱۹۴۱ء میں مسلم ہائی اسکول پٹنہ میں داخلہ لے لیا اور اچھے نمبروں سے میٹرکولیشن میں پاس ہوئے۔ ۱۹۴۳ء میں علی گڑھ آگئے اور یہیں سے انٹرنی۔ اے اور ایم۔ اے عربی کیا۔ ۱۹۵۲ء میں عبدالعزیز میمنی کی نگرانی میں پی۔ ایچ۔ ڈی مکمل کی۔ ۱۹۵۳ء میں شعبہ عربی میں لکچرر ہوئے۔ اسی سال انہیں شرق اوسط اور انگلستان

جمالیاتی ذوق کی دلکش یادگار ہیں۔

پروفیسر مختار الدین احمد کے ادبی سفر کا آغاز شعر و سخن سے ہوتا ہے پھر افسانے اور ڈرامے کی رنگین دنیا نے آپ کی توجہ اپنی جانب مبذول کی، اس کے بعد رفتہ رفتہ باضابطہ علمی اور تحقیقی ادب کی جانب متوجہ ہوئے۔

پروفیسر مختار الدین احمد کے ادبی جذبوں نے جب پہلے پہل شعر کے پیکر میں ڈھلنا شروع کیا، تو عظیم آباد کے ادبی ماحول نے اس ذوق شعری کو اور جلا بخشی۔ مدرسہ شمس الہدیٰ کے ایک سینئر طالب علم عبدالحکیم حسرت رارمان کی صحبت کے زیر اثر آپ کی شعر گوئی کا آغاز ہوا۔ سب سے پہلی غزل سائنس کالج کی ”بزم سخن“ میں سنائی پھر شغف بڑھتا گیا اور آپ مشاعروں کی رونق بڑھاتے رہے۔ تخلص ابتداء قیس عظیم آبادی پھر ضیاء عظیم آبادی اس کے بعد آرزو رنگ اختیار کرتا رہا۔ علی گڑھ آنے کے بعد بھی مشن سخن جاری تھی۔ ایک دن اپنے استاذ علامہ عبدالعزیز مینہی سے انہوں نے کہا کہ رات میں میں نے ایک غزل کہی ہے۔ مینہی صاحب نے کہا:

اگر آپ یہ کہتے کہ رات میں نے ایک مضمون لکھا ہے تو مجھے زیادہ خوشی ہوتی۔ مختار صاحب کے ذہن نے اس خوشگوار تمجید کے مفید اثرات محسوس کئے۔ انہیں نثر کا افادی دائرہ اور مطالعہ جاتی کینوس زیادہ وسیع نظر آیا، اس لئے انہوں نے اس صنف سخن کو مکمل طور سے خیر آباد کہنے کا فیصلہ کر لیا۔ اب وہ اپنے تخلص ”آرزو“ سے بھی دست بردار ہو گئے ہیں اور ”مختار الدین احمد“ ہی ان کی شناخت ہو گئی ہے۔ لیکن شعور کے اس ابتدائی دور میں بھی آپ کی سنہری اور خوشگوار فکر نے ادب کے جو نکھرے نقش و نگار ابھارے ہیں، وہ آپ کے شاعری ذوق کا ادبی رخ متعین کرنے کے لئے کافی ہے۔ آپ

موسم آل الیبت للفکر الاسلامی قابل ذکر ہیں۔ دمشق کے مجمع علمی کے یہ چوتھے ہندوستانی مستقل رکن ہیں۔ (مختار نامہ) ۱۹۷۹ء میں صدر جمہوریہ ہند نے عربی زبان و ادب میں علمی اور تحقیقی کاموں کی بدولت انہیں سٹولیکٹ آف آنرز سے نوازا۔ آپ کی متعدد عربی کتابیں اور مضامین ہندوستان، پاکستان اور لبنان سے شائع ہو چکی ہیں۔

پروفیسر مختار الدین احمد اپنی ذات میں ایک انجمن ہیں۔ اضافی شرف کے ساتھ ذاتی خوبیوں کے بھی پیکر جمیل، خلیق، متواضع، ادب دوست، ادب آشنا، شفیق و مہربان، اہل علم کے رہنما، اہل ذوق کے دلدادہ، ہنس مکھ اور ظریف، متین اور بردبار، فہیم اور باوقار، رواں دواں دلچسپ انداز گفتگو کے مالک ایک علمی بزرگ ہیں۔ آپ کے علمی گوشوارے میں سب سے حاوی گوشہ ادب کا ہے۔ اس لئے آپ کے تعارف کے لئے میں نے اسے ہی منتخب کیا۔ ادب اور ذوق ہمیشہ ایک دوسرے سے بغلگیر رہتے ہیں اور دونوں چیزیں پروفیسر مختار الدین احمد کا اعلامیہ کہی جاسکتی ہیں۔ علم و فن سے لے کر طرز رہائش تک ہر جگہ وہ ادب نواز اور ذوق آشنا نظر آتے ہیں۔ کتابوں اور خوبصورت چیزوں سے سجا سجا ڈرائنگ روم آپ کے باذوق، نفیس اور ادب آشنا طرز زندگی کا خوبصورت ثبوت ہے۔ طرز تحریر سے لے کر مطالعہ جاتی شغف کا ستھرا طور اور مرتب انداز زندگی تک کے سارے مناظر آپ کے اندر ایک افادی جمالیات کو روشن کرتے ہیں۔ آپ کی ظریفانہ ادبی گفتگو اور مین شائستہ لب و لہجہ بھی آپ کی زندگی کے اس رخ کو متعین کرتا نظر آتا ہے۔ قدرت کی انہیں وہی خوبیوں کی وجہ سے آپ کے سارے علمی کارنامے اسی رنگ میں ڈوبے نظر آتے ہیں۔ نثر و نظم میں سہ لسانی (اردو، عربی، انگریزی) ادبی شاہکار آپ کے

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی دہلی کی حیات اور علمی خدمات

کے بیشتر شعری سرمائے گردش ایام کی نذر ہو گئے لیکن مالک رام نے ”نذر مختار“ میں آپ کے حاصل شدہ کلام محفوظ کر دیئے ہیں۔ میں اسی ”نذر مختار“ سے ”شعر آرزو“ کا انتخاب پیش کرتا ہوں۔

جب کیا باز نظر چشم تما شائی نے
سعتیں اپنی بڑھادیں تری رعنائی نے

تاب نظارہ کی کرتے ہیں طلب کیوں جلوے
ساری پونجی ہی لٹا دی ہے تما شائی نے

لب ساحل ہے خود غرضوں کا میلہ میں نہ جاؤں گا

تاہی چاہتی ہے کشتی عمر رواں میری
پھول توڑے ہیں بہت باغ سے گلچیں نے مگر
فصل گل وسعت دامن کی دعا دیتی ہے

میری نگاہ کو بے امتیاز رہنے دے

حقیقتوں میں ہی پنہاں مجاز رہنے دے

مجھے ڈر ہے صدا دونوں کی آپس میں نہ ٹکرائے
ادھر ہیں شیخ کے نعرے ادھر آواز قتل ہے

عمل کے دو چار پھینک پانے ہو ختم بازی تو راستہ لے

کہاں ٹھہرنا، قیام کیسا، ہے سارا عالم قمار خانہ

تیری محفل ہے کہ مقتل ہے نظر بازوں کا
کوئی مجروح نظر، بسل مڑگاں کوئی

اتنی ہی مشق تصور کی بڑھی جاتی ہے

جتنا آنکھوں سے ہوا جاتا ہے پنہاں کوئی

گل رویوں سے الفت کرنی تھی، تقدیر میں رسوا ہونا تھا
ہر دل میں کھلنا تھا مجھ کو، ہر آنکھ میں کاٹنا ہونا تھا

مجنوں کی دعا میں کم سے کم یارب اثر اتنا ہونا تھا

ہر ذرے کو مجنوں ہونا تھا، ہر جلوے کو لیلیٰ ہونا تھا

تفریق حقیقت بے معنی، ہے جز وہی گل کا آئینہ
ہر ذرے کو صحرا ہونا تھا، ہر قطرے کو دریا ہونا تھا
جلوے سے چمن کے بڑھتی ہے مجنوں نظروں کے میا کی
جو پھول کھلے ہیں گلشن میں ان کو پس صحرا ہونا تھا

محروم نشین بلبل کی قسمت میں کہاں ہے جلوہ گل

گھٹ گھٹ کے قفس میں مرنا تھا یا سوکھ کے کاٹنا ہونا تھا

ان شعروں میں شاعر کی فکری لطافت ادبی رچاؤ اور ذوق

حسن کا نکھر انکھر رنگ لفظ لفظ میں بسا ہوا نظر آتا ہے۔ سبک لفظوں

کی تراش خراش، جلوہ معنی کی سحر طرازی، تغزل کا بہار یہ رنگ اور

عشق و سرمستی کی دہن ہر لفظ کے ساز پر بجتی سنائی دیتی ہے۔ یہ غزل

تو بڑی بہار یہ رنگ اور ادبی ترنگ کی ہے:

مری بے تابی دل ڈھونڈ لے گی خود ہی منزل کو

تو اے سعی عمل، نذر سکون کارواں کیوں ہو

ہنسیں گر بجلیاں ان کی خطا ہے وہ بیگانہ

مراجعتا نشین دیکھ کر خوش باغباں کیوں ہو

چنگ کے سر کو مر جاؤں، جہیں گھس کے مٹ جاؤں

مگر ہر قدم پر ایک فریب آستاں کیوں ہو

تلاش یار پائے سبک سے کام لیتا ہوں

مری وحشت خرامی دشت پر بارگراں کیوں ہو

تخل کا سبق لیتا رہے انساں اگر غم سے

خوشی حد سے گزر کر وجہ مرگ ناگہا کیوں ہو

پڑی ہے رات بھر باقی، سحر کو تو بہ کر لینا

ابھی سے آرزوئے بادہ کش خوف ازاں کیوں ہو

تحقیق و جستجو کی خشک وادیوں کی آبلہ پائی عموماً لطافت طبع

انتخب من برکات رخصا۔ مہربانی

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدظلہ کی حیات اور علمی خدمات

ہیت ناک ڈھانچے کے سائے میں کھڑا ہو کر انہوں نے مرحوم کی اوصاف و خصائل اور شجرہ نسب تک اس روانی سے سنا دیا جیسے ان کا مرحوم سے برسوں کا دوستاں رہا ہو۔ (یادوں کے چراغ ص: ۷۹) آپ کے آکسفورڈ کے سفر کی ڈائری میں جو ”زہے روانی عمرے کے در سفر گزر“ کے نام سے ”نقوش لاہور“ میں چائع ہوئی۔ اس طرح کے بہت سے زعفران زار قطعے نظر آتے ہیں۔ چند سے آپ بھی لطف اندوز ہوں۔ مختار الدین احمد صاحب آکسفورڈ سے کیمبرج جا رہے ہیں۔ وہ لندن کی ٹرین کے مناظر کس انداز میں بیان کرتے ہیں۔ آپ بھی دیکھئے:

”میں نے ٹکٹ تھرڈ کلاس کا لیا ہے (یہاں دو ہی درجے ہوتے ہیں فرسٹ اور تھرڈ) لیکن ڈبے ایسے آرام دہ اور پر تکلف کہ پتہ ہی نہیں چلتا، کون تھرڈ ہے کون فرسٹ، یہاں ڈبے چھوٹے چھوٹے ہوتے ہیں۔ انگریز زندگی کی ساری عادات و خصائل میں ڈھکا چھپا رہتا ہے۔ اس کی ہر چیز ڈھکی چھپی ہونی چاہئے۔ بے ڈبوں میں پرائیویسی نہیں ہوتی اور ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے ہم بازار میں بیٹھے ہیں۔ ہندوستان کے تھرڈ کلاس کے ڈبے یاد کیجئے۔ لوگوں کا ایک جھوم ہے، بھانت بھانت کے لوگ جمع ہیں، کوئی اونگھ رہا ہے، کوئی سو رہا ہے، ایک صاحب کھانا تناول فرما رہے ہیں، دوسری طرف پان لگ رہے ہیں، ایک گوشے میں تاش کھیلا جا رہا ہے تو دوسری طرف سیاسیات پر زور و شور سے گفتگو ہو رہی ہے، کوئی ہانپ رہا ہے، کوئی جما ہیاں لے رہا ہے، آپ کسی لڑکی کو دیکھ رہے ہیں، لڑکی والا آپ کا سوٹ کیس تاک رہا ہے۔ اب بتائیے پرائیویسی کہاں رہی۔ عشق کرنے اور شعر سوچنے کا بھی موقع نہیں ملتا۔“

(زہے روانی عمرے کے در سفر گزر۔ نقوش۔ لاہور ص: ۷۲) ”ایک صاحب ابھی ٹکٹ دیکھ گئے۔ خواہ مخواہ زحمت

اور حسن ذوق کی خوشگوار حس کو منجھ کر رکھ دیتی ہے، یا پھر مجروح کر کے کھروا بنا دیتی ہے۔ اسی لئے محققین کی عمومی تحریریں خشک اور بے لطف ہوتی ہیں۔ لیکن جنہیں حسن ازل سے لطیف جذبے ملے ہیں، وہ خارزاروں سے الجھنے اور ٹھوکروں سے کھیلنے کے باوجود دھڑکتے دل کی ترنگیں اور حسن آشنا لطیف جذبہ رکھتے ہیں۔ اس لئے ان کی زندگی کا ہر لمحہ حسن فطرت کی رنگینیوں سے جگمگاتا نظر آتا ہے اور اس کا دلکش عکس ان کے شب و روز کے آئینے میں جھلملاتا محسوس ہوتا ہے اور خوش طبعی، ظرافت، ہنستے مسکراتے لمحے اور کھلکھلاتے بول بھی ان ہی جگمگاتی رنگینیوں کا حصہ ہیں۔ پروفیسر مختار الدین احمد کا ذوق بھی حسن ازل کی اس رنگینی سے آباد ہے۔ دلچسپ لب و لہجے کے مالک پروفیسر مختار الدین احمد اپنی مجلسی گفتگو میں بھی شگفتگی طبع سے پھول کھلاتے رہتے ہیں اور ان کی تحریروں میں بھی ظرافت، تین پیرائے میں اپنی زعفران زاریاں قدم قدم پر تقسیم کرتی چلی جاتی ہے۔

آکسفورڈ کی ایک بیگی ہوئی شام کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”طے یہ ہوا کہ کمرے میں ہی کچھ کیا جائے۔ بریانی اور بہت زور دار مرغی پکا۔ یہ سب عزیز صاحب کی نگرانی میں ہوا ورنہ بیشتر اس فن شریف سے اس قدر واقف تھے جس قدر عام امریکی ہندوستان سے اور ٹنڈن جی علی گڑھ سے“ (پھول کھلے ہیں گلشن گلشن ص: ۱۸۱)

اپنے علی گڑھ کے دوست محمد علی صاحب کا جو کلکتہ میوزیم کے انچارج تھے، ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”محمد علی لوگوں کو اپنے خاص شعبے میں لے گئے اور ہزاروں سال پہلے کے ایک مفقود نسل جانور کے عظیم الشان اور

فرمائی۔ پوری ٹرین میں ایک شخص بھی بغیر ٹکٹ کے نہ ہوگا۔ ہندوستان کے T.C. یہاں آجائیں تو بڑی مایوسی ہو۔ سارے ذرائع آمدنی ایک لخت بند۔ دوسرے صاحب ابھی چائے کو پوچھ گئے تھے۔ منٹوں میں لے آئے۔ میں نے چائے پیالے میں انڈلی اور ایک سگریٹ سگالی۔ ریسٹوران اسٹنٹ جب بل لے کے آیا تو، اس نے مجھے دیکھا، پیسے لئے اور شکر یہ ادا کر کے چلا گیا، بولا کچھ نہیں، لیکن مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے کہیں کوئی بات ایسی ہوئی ہے، جو ہونی نہیں چاہئے تھی۔ اتفاق سے درپے پر نگاہ پڑی تو معلوم ہوا یہ ڈبہ Non.Smokers کا تھا، سگریٹ پینے والوں کے لئے علیحدہ کپارٹمنٹ ہوتے ہیں۔ میں یہاں بیٹھا تھا تو مجھے سگریٹ نہ ہینی چاہئے تھی۔ پیرا تو کیا کہتا لیکن میرے نوجوان رفیق سفر نے بھی میری آزادی میں مغل ہوتا پسند نہ کیا اور خاموش رہے۔ یہاں فرد اور اس کی خواہشوں کا احترام کرنا سکھایا جاتا ہے۔“ (زہے روانی عمرے کہ در سفر گذرد۔ نقوش ص: ۶)

ایسی زعفران زار فکر جب علمی اور ادبی نثر کی جانب متوجہ ہوتی ہے، تو اس میں بھی اپنا اچھوتا پن برقرار رکھتی ہے۔ ابتداء میں صرف نگارش سے تعلق خاطر رہا، اشاعت کی جانب توجہ نہ ہوئی۔ پہلا مطبوعہ مضمون تاثراتی ہے جو دہلی کے روز نامہ انصاری مئی ۱۹۳۶ء میں شائع ہوا۔ یہ ڈاکٹر مختار احمد انصاری کی وفات پر تحریری تاثرات تھے۔ آپ کا پہلا ادبی مطبوعہ مضمون ”خالق باری کے طرز کے بہاری مخطوطات ۱۹۳۰ء کے آس پاس“ مولوی عبدالحق کے رسالہ ”اردو“ میں شائع ہوا۔ اس کے بعد تحریر و نگارش کا ایک سلسلہ چل نکلا جو تا بنوز مسلسل جاری ہے۔ آپ کے گرانقدر تحقیقی اسلوب میں ترشے ہوئے، ادبی مضامین اردو ادب، معاصر، معارف، برہان علی گڑھ میگزین، تحریر، آجکل، غالب نامہ، ادبی

دنیا، ہمایوں، ادب لطیف، عالمگیر، مخزن، نقوش، ماہ نو، اوراق، صحیفہ، جامعہ، اورینٹل کالج میگزین میں اشاعت پذیر ہوتے رہے۔ علی گڑھ کے مختلف رسائل مجلہ علوم اسلامیہ، فکر و نظر، علی گڑھ میگزین، تہذیب الاخلاق، مجلہ مجمع علمی الہندی تو آپ کی خاص تحریری جولانگہ رہے۔ ان نثری تحریروں میں جو بیشتر تحقیق کے گوشے سے متعلق ہیں، آپ نے جو دلچسپ اور لطیف اسلوب اپنایا، اس سے تحقیقی ادب عموماً محروم رہتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ آپ کی تحریروں میں خشکی کا احساس نہیں ہوتا بلکہ ہر جگہ روانی اور لطافت کا ایک بہاؤ ملتا ہے، جس سے قاری کی طبیعت مانوس ہوتی چلی جاتی ہے۔

آپ کی نثر نگاری نے اور اردو دونوں زبانوں کے ادب میں گرانقدر اضافے کئے ہیں۔ ”مجلتہ المجمع العلمی الہندی“ میں آپ کے بہت سارے عربی نثر کے شہ پارے بکھرے پڑے ہیں۔ عرب کی علمی دنیا سے آپ کے وسیع رابطے ہیں۔ مشاہیر عرب کے نام آپ نے جو خطوط لکھے ہیں، ان کے مطالعے سے بھی آپ کی عربی ادب پر گرفت محسوس کی جاسکتی ہے۔ آپ کی تحقیقی نثر میں بھی اہل منتخ کا انداز، خوبصورت روانی، اچھوتی دلکشی اور دلوں کو موہ لینے والا انداز پایا جاتا ہے۔ میں اپنے ان تاثرات کو آپ کی عربی اور اردو نثر کے چند اقتباسات سے اعتبار دیتا ہوں۔

مشہور اسلامی فلسفی ابو یوسف کندی کے حالات زندگی پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

ولاشک ان بدء حيلة الكندی مع تر عرع
علم الکلام الناشی و ازدھار وسط حركة فكرية قوية
وعناية بالعلم. وضعت امهات كتب الفكر الفلسفی
تحت نظر المسلمین وقد اتاح للكندی تحصيل
معارف واسعة، فیها کثیر من العناصر الممتازة وکان

عقلہ ہندی من لرا لالکتب المفرولة علی اختلافها ومن
الصلة المباشرة بکبار المترجمین الاولین، ومن
المشاركة فی المناظرات والابحاث الکلامية
والفلسفیه المتنوعة التي لم تکن تخلو منها مجالس
الخلفاء وتدل مؤلفات الکندی علی تبحر فی انواع
العلوم وعلی شمول لكل ماکان یعنی مفکری عصره
من علوم کلامية او فلسفیه بالمعنی الواسع
والحقیقته ان استعراض اسماء کتبه يدل علی شمول
لمبادئ المعرفة منقطع النظر، وعلی انواع من
الاهتمام بكل الاتجاهات والنیارات الفکرية فی
عصره لانها الا للعقول الکبيرة. (مجلة المجمع
العلمی الهندی، ۱۹۷۸ م ص ۲۵۹)

عربی کی اس بلیگ عبارت کاللف الی زبان ہی اٹھا سکتے
ہیں۔ اردو زبان کے دلچسپ اقتباسات میں سے کچھ پیش ہو چکے۔
اب یہاں دو تین تحقیقی لطیف اور بہاریہ رنگ کی نثر کے اقتباسات
پیش کرتا ہوں۔ غالب سیریز کے مرتبات نقد غالب، احوال غالب
اور گنجینہ غالب میں آپ کے کئی مضامین درج ہیں۔ ’سبز غالب در
حدیث دیگران‘ میں ’سیر دلی‘ کے مصنف شیخ محمد ریاض الدین
امجد کا تعارف کراتے ہوئے رقم طراز ہیں:

’مصنف کے متعلق زیادہ اطلاع نہ مل سکی۔ اس سفر
نامے سے جو کچھ معلوم ہو سکا وہ یہ ہے: پورا نام ریاض الدین امجد
ہے۔ معلوم نہیں امجد تخلص ہے یا کیا، غزلوں میں تو ریاض تخلص
ملتا ہے۔ ممکن ہے دونوں تخلص ہوں۔ اصلی وطن سندیلہ تھا۔ قیام متحدہ
میں تھا۔ ان کے چھوٹے بھائی مولوی نیاز علی دہلی کے سررشتہ تعلیم
میں سب اسپیکر تھے پھر ۱۸۶۰ء میں مدرس مدرسہ تعلیم المعلمین مقرر

ہوئے۔ کتاب کی نثر میں بڑی شوخی اور رنگینی ہے۔ خوبصورت
لڑکیوں، طوائفوں، کسیوں کا ذکر بڑے ظنوں، گہرے ذوق ہنسی
اور بے حد دلچسپی سے کرتے ہیں اور صفحے کا سلیقہ اس ’ذکر انوار‘
خروج کر دیتے ہیں۔ اس سفر نامے سے بہت اچھی روشنی اس بات پر
پڑتی ہے کہ ۱۸۶۰ء میں دہلی میں مشہور طوائفیں کون کون تھیں اور ان کا
رنگ و رنگ، طور طریقہ، پوشاک اور وضع قطع کیا تھی۔ اس سبب
نتیجہ نکالنا غلط نہ ہوگا کہ سفر نامے کی ترتیب کے وقت مصنف شبلیہ
کی مستیوں سے سرشار تھا اور عہد کی رنگینی اور شوخی کی اصل وجہ
یہی ہیں۔“ (حوالہ غالب ص: ۵۱)

کیمبرج کے ’کوریس سٹی کالج‘ کے ’باذوق‘ لائبریریئن
صاحب کے ذوق کا ایک تماشہ دکھاتے ہوئے لکھتے ہیں:

’آپ جانتے ہیں کہ جو اپنے فن کے ماہر ہوتے ہیں وہ
کسی نہ کسی حد تک کھوئے رہتے ہیں اور تنگ سے معلوم ہوتے
ہیں۔ یہی حال ان حضرات کا تھا۔ وہ زبان و مکان سے بے نیاز
ہو کر لوگوں کو کتابیں دکھا رہے تھے۔ ایک خاندان کہیں باہر سے
کیمبرج آیا ہوا تھا۔ وہ کسی طرح ان کی زد میں آ گیا۔ یہ خاندان
بوڑھے تھکے ہارے افراد پر مشتمل تھا۔ ایک بوڑھا مرد، تین بوڑھی
عورتیں۔ ان حضرات نے معلومات کا دریا بہانا شروع کر دیا۔ وہ
حوالہ پر حوالہ دیے جا رہے تھے اور کتابوں پر کتابیں سامنے رکھتے
جا رہے تھے۔ یہی نہیں انہوں نے ان لوگوں سے پڑھوانا شروع
کیا۔ اس لئے کہ بد قسمتی سے ان کی نظر کمزور تھی اور عینک (ان کے
بقول) ان کی بیوی کے پاس رہ گئی تھی۔ آدھ صفحہ ایک صفحہ تک ڈنر
مضائقہ نہ تھا۔ لیکن اس سے زیادہ کے لئے وہ تیار نہ تھے۔ بوڑھی
عورتیں، دیر تک ان سے کفرار بنا مشکل تھا۔ عینک لگا کر لاطینی
عبارتیں پڑھنا تو بڑا مشکل کام تھا ایک نے بد قسمتی سے کسی مصنف کا

نام لیا کہ میں جانتی ہوں، اس نے بھی یہ لکھا ہے۔ ارے صاحب! یہ تو ان کی طبع کیلئے ایک تازیانہ ہوا، وہ فوراً اس کتاب کو بھی لے آئے اور اس کی عبارتیں پڑھانی شروع کیں۔ اسی اثناء میں ایک فرانسیسی ترجمے کا ذکر آیا۔ وہ بڑے ایک الماری کی طرف، خواتین نے بہت کہا کہ رہنے دیجئے لیکن وہ بھلا کہاں ماننے والے تھے۔ لمحوں میں اس کو لے کر پھر ان پر مسلط۔ اب وہیں کے بار بار کہہ رہی ہیں کہ مجھے اب چائے پر جانا ہے۔ ہاں پروفیسر! یہ کتاب واقعی بہت دلچسپ ہے، میں پھر کبھی آؤنگی واقعی بڑا افسوس ہے کہ وقت بہت کم رہ گیا ہے۔ لیکن وہ کسی طرح راضی نہ ہوتے تھے اور اس بات پر مضرت تھی کہ زیر بحث مصنف کے خیالات جن جن اطالوی فرانسیسی مصنفین نے لئے ہیں، وہ ساری کتابیں ان خواتین کو دیکھ کر جانا چاہئے۔ خواتین کی عجیب حالت تھی انہیں نوادردیکھنے کا شوق ضرور تھا لیکن کچھ اس قسم کا جس طرح آزادی کے بعد لٹن لائبریری علی گڑھ میں کسی گاؤں کے کچھ بکھیا اور مہنت قسم کے لوگ لائبریری دیکھنے آئے۔ وسط ہال میں کھڑے ہو کر انہوں نے ادھر ادھر دیکھا اور بولے: ”یہاں تو بڑی بستکیں ہیں“ اور پھر وہ واپس ہو گئے۔ تو حضرت ان کا بھی معاملہ کچھ اس قسم کا ہونے والا تھا۔ لیکن یہ ہمارے پروفیسر کے چکر میں آگئیں۔ ایک ان میں سے زیادہ سوجھ بوجھ کی تھیں۔ انہیں اب یاد آیا کہ ان کی ٹرین چھوٹنے میں اب صرف آدھ گھنٹہ رہ گیا ہے، اس لئے کم سے کم پروفیسر تو اجازت ہی دیں۔ ایک کس سی امیر کی لڑکی ان سمجھوں سے زیادہ ثابت قدم اور علم کی شوقین نکلی، وہ بھی کسی طرح ہال میں ان لوگوں کے ساتھ گئی تھی اور یہاں پروفیسر کا مفت لکچر دیکھ کر اس قافلے میں شریک ہو گئی تھی۔ ان لوگوں کے جانے کے بعد بھی وہ بدستور ان کی کتابوں میں دلچسپی لیتی رہی۔

اب شام ہو چلی تھی اور لائبریری بند ہونے کا وقت

ہو گیا تھا۔ وہ میرے پاس آئے اور بولے مجھے افسوس ہے کہ آپ سے بالکل باتیں نہ کر سکا۔ میں نے کہا، یہ میری کم نصیبی ہے لیکن فرمائیے میں آپ کے ارشادات سے برابر مستفید ہوتا رہا ہوں۔ (وہ میری میز کے دوسرے کنارے ہی پر کھڑے ہو کر سارے کرتب دکھا رہے تھے، گویا میرے سر پر ہی کھڑے ہو کر تقریر فرما رہے تھے) بولے، یہ کچھ نہیں۔ آپ چائے اس وقت ہمارے ساتھ پی رہے ہیں۔ میں کچھ کہنے والا ہی تھا کہ بولے: میں نے بیوی کو فون کر دیا ہے اور وہ ہم لوگوں کی اب منتظر ہوگی اور دیکھئے (اس امر کی لڑکی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) میں نے انہیں بھی مدعو کر لیا ہے، یہ بھی ہمارے ساتھ چل رہی ہیں۔ یہ شخص بڑا تجربہ کار معلوم ہوتا تھا اور اپنے فنکار پر سارے اسلحہ آزمائے کا قائل تھا۔ چند منٹ میں ہم لوگ ان کے فلیٹ میں تھے۔ ان کی بیوی بڑی مذہبی اور خدا ترس تھیں۔ یہ بھی کچھ کم خدا ترس نہ تھے۔ فرق یہ تھا کہ یہ خدا کے ساتھ ساتھ اپنی بیوی سے بھی بے حد ڈرتے تھے۔

(زہرہ روائی کہ در سفر گذرد۔ نقوش ص: ۶۶، ۶۷)

۱۲ مئی ۱۹۵۴ء کی آکسفورڈ ڈائری میں اس کے دلکش

مناظر کی تصویر کشی کس بہار یہ انداز میں کرتے ہیں:

یہاں کے میدان کس قدر شاداب، سبزہ کیسا خوبصورت اور پھول کتنے حسین ہیں۔ درختوں میں پھول ہی پھول ہیں، ہر طرح کے پھول، سفید پھول، سرخ پھول، گلابی پھول، زرد پھول، کیاریوں میں جوئیل بوٹے ہیں، ان کا حسن اور بھی جاذب نظر ہے۔ میرے کالج سے سو قدم کے فاصلے پر کرائسٹ چرچ کا عظیم الشان کالج ہے۔ وہاں کے پھول اس موسم میں اپنا جواب نہیں رکھتے۔ میں یہاں سے بیٹھا ہوا دیکھ رہا ہوں اور محفوظ ہو رہا ہوں۔ یہ پھول کیسے چمک رہے ہیں، کس طرح دمک رہے

جاسکتی ہیں۔ میں یہاں صرف ان کا شمار یاتی جائزہ پیش کرتا ہوں۔
آپ نے درج ذیل عربی، اردو مصنفات اور مرتبات سپرد قلم کیں:

(عربی) ۱ دیوان شعر الامین اسامہ بن
منقذ الکنانی الشیرزی. ۲. المختار من شعر ابن الدمیثہ
۳. الحماسة البصرية لصدر الدين علي ابن ابی
الفرج. ۴. رسالة المبرد النحوی. ۵. القصيدة
الدالية للاعشى الكبير مع شرح الشیرزی. ۶. کتاب
مجالس المیمنی

(اردو) ۱۔ خطوط اکبر الہ آبادی ۲۔ ذاکر صاحب کے
خط جلد سوم و چہارم ۳۔ احوال غالب ۴۔ نقد غالب ۵۔ تذکرہ
شعراے خیر آباد (تاریخ فرخ آباد کا چوتھا باب۔ از مفتی سید محمد ولی
اللہ خیر آبادی) ۶۔ سیر دہلی ۷۔ یاض الدین امجد ۸۔ کرمل

دیکھ رورں میں رمدہ رہے ہی حواس، کام لرے کا تنوں اور مناظر
فطرت سے شاد کام ہونے کی امنگ اور حوصلہ کس درجہ بڑھ جاتا ہے۔“
(زہرہ روانی عمرے کہ در سفر گذر دو۔ نقوش ۱۹۵۶ء ص ۶۱)

اب اخیر میں ایک گدگداتی ہوئی نثر سے بھی سرور حاصل
کرتے ہوئے، آگے بڑھتے ہیں: ”شاہ صاحب ریڈیو بھی سناتے،
خواص کی پان الاچکی سے ضیافت بھی کرتے اور ساتھ ساتھ باتیں
بھی کئے جاتے۔ ان کی باتیں صبر کا پیمانہ لبریز کرنے کے لئے کافی
ہوتیں، وہ خبریں سنتے جاتے اور ساتھ ہی اپنی عقل و فہم کے مطابق
تبصرہ بھی کرتے جاتے۔ تبصرے کچھ ایسے ہوتے تھے کہ خبریں سننے
کا سارا لطف کر کرا ہو جاتا۔ ایک دوسری کمزوری ان صاحب میں یہ
تھی کہ اعلیٰ قسم کی کوئی تقریر ہو رہی ہے یا بہترین نظم سنائی جا رہی ہو
ہنظر بول رہا ہو، چرچل کی تقریر ہو رہی ہو۔ انہیں اگر یاد آ گیا کہ اس

۲۵۔ المقرزی و کتاب المقفی ۲۶۔ نسخہ تاریخیہ
لسجمل اللغہ لابن فارس ۲۷۔ نور القبس
المنحصر من المقتبس ۲۸۔ وثیقہ علمیہ تاریخیہ۔

ادبی اور شخصی موضوعات پر آپ نے درج

ذیل مقالات تحریر کئے:

- ۱۔ آبرو کے دو مخمس۔ ۲۔ آثار غالب۔ ۳۔ آکسفورڈ سے
- ۴۔ ابوالقاسم کی زہد یہ شاعری۔ ۵۔ ابوالقاسم کے کچھ غیر مطبوعہ
- اشعار۔ ۶۔ احمد بن یوسف کا کتاب المعروف بہ ابن الدایہ۔ ۷۔ اردو
- ادب کی رفتار ترقی۔ ۸۔ اردو کا ایک قدیم رقعہ۔ ۹۔ اسامہ بن
- مقذ کی کتاب الاعتبار اور دوسری تصانیف۔ ۱۰۔ اسامہ بن مقذ کے
- حالات کا ایک اہم ماخذ۔ ۱۱۔ شعرا ذوق (آثار ادبیہ)۔ ۱۲۔ اشعار
- میر پر ایک نظر۔ ۱۳۔ علیحضرت فاضل بریلوی اور ان کے ملفوظات
- ۱۴۔ امام احمد رضا کا شخصیتی جائزہ۔ ۱۵۔ اقبال کا ایک نو دریافت خط
- کے بارے میں۔ ۱۶۔ المقرزی کی ایک نادر غیر مطبوعہ
- تصنیف۔ ۱۷۔ انتخاب دیوان حاتم دہلوی مرتبہ سید امیر اشرف
- ۱۸۔ ان سے ملے قیوم قائد۔ ۱۹۔ ۱۹۴۷ء کے علی گڑھ میگزین کے
- بارے میں۔ ۲۰۔ بابائے اردو مولوی عبدالحق۔ ۲۱۔ بالمکند بے
- صبر (غیر معروف شعراء)۔ ۲۲۔ بدیہہ گوئی۔ ۲۳۔ پھولے کھلے
- ہیں گلشن گلشن۔ ۲۴۔ تذکرہ یادگار ضیغم۔ ۲۵۔ تفتہ کی تضمین
- گلستاں۔ ۲۶۔ تلامذہ مصحفی۔ ۲۷۔ جان گلکرسٹ کے عہد کی ایک
- گننام بہاری کتاب۔ ۲۸۔ جیل الدین عالی۔ کچھ یادیں کچھ
- باتیں۔ ۲۹۔ جہاں چھاؤں گھسی ہوتی ہے۔ ۳۰۔ جہانگیر کے کتاب
- خانے کی دو کتابیں۔ ۳۱۔ حالی کی چند کمیاب تصانیف

کتاب۔ ۹۔ گلشن ہند۔ ۱۰۔ حیدر بخش حیدری۔ (۲۸۹ شعرائے اردو کا
تذکرہ)۔ ۱۱۔ تذکرہ آرزو۔ ۱۲۔ دیوان حضور (شیخ غلام محی حضور
عظیم آبادی)۔ ۱۳۔ عبدالحق

- ان مصنفات و مرتبات کے علاوہ عربی، اردو دونوں
زبانوں میں آپ نے ادبی اور شخصی موضوعات پر گرانقدر اور وسیع
مقالات قلمبند کئے۔ عربی مقالات کا موضوعاتی اشاریہ دیکھئے
- ۱۔ ابویوسف الکندی و رسالتہ فی الشعاعات
 - ۲۔ احمد بن یوسف الکندی المعروف بابن الدابة
 - ۳۔ الاستاد آصف علی اصغر فیضی ۴۔ استاد
 - محمد کرد علی والہند ۵۔ عض المکتوبات النادرة
 - ۶۔ تحیة من العلامتہ محمود شاکر ۷۔ ترجمتہ
 - اسامتہ بن منقذ فی تاریخ الاسلام للذہبی ۸۔ جمال
 - الدین محمود بن علی الاستاد ۹۔ حول ابن میمون
 - البغدادی ۱۰۔ حیلۃ المیمنی کما رواها بنفسہ
 - ۱۱۔ الدكتور سمویل استرن ۱۲۔ الدكتور السید
 - احمد ۱۳۔ الدكتور السید محمد یوسف
 - ۱۴۔ الدكتور عبدالکریم جرمانوس ۱۵۔ الدكتور
 - عبدالمعید خان ۱۶۔ الدكتور میشل الخوری
 - ۱۷۔ دیوان شعر بشار بن برد ۱۸۔ رسائل
 - الاستاذ المیمنی والیہ ۱۹۔ الشیخ محمد طیب المکی
 - الرامبوری ۲۰۔ الشیخ محمد یوسف البنوری ۲۱۔
 - قصیدتان الاستاذ المیمنی ۲۲۔ قصیدۃ الاعشی
 - ۲۳۔ قصیدۃ الاعشی

- ۳۵۔ حمیدہ آ پا۔ ۳۶۔ حیات ملک العلماء۔ ۳۷۔ خالق باری کی طرز کے تین بہاری مخطوطات۔ ۳۸۔ خواجہ غلام غوث بے خر۔ ۳۹۔ خورشید احمد فارق۔ ۴۰۔ خیراتی خاں دلسوز۔ ۴۱۔ درمدح غالب می گوید (بے صبر کی مثنوی لخت جگر کہ ۲۸ شعر)۔ ۴۲۔ دو بلخی برادران۔ ۴۳۔ دیوان حاتم مکتوبہ مکند سنگھ فارغ۔ ۴۴۔ دیوان حافظ اور تقاؤل۔ ۴۵۔ دیوان مصحفی کا خدا بخش ایڈیشن۔ ۴۶۔ ڈاکٹر ابوالیث صدیقی۔ ۴۷۔ ڈاکٹر اسٹرن۔ ۴۸۔ ڈاکٹر ذکی الدین: علی گڑھ کا ایک ممتاز سائنسدان۔ ۴۹۔ ڈاکٹر ضیاء الدین احمد: کچھ یادیں کچھ باتیں۔ ۵۰۔ ڈاکٹر سید محمد یوسف۔ ۵۱۔ ڈاکٹر مسعود احمد مجددی۔ ۵۲۔ ڈاکٹر معظم حسین۔ ۵۳۔ ڈاکٹر نجم الاسلام۔ ۵۴۔ ڈاکٹر میثیل الخوری۔ ۵۵۔ ڈاکٹر نور الحسن ہاشمی۔ ایک محقق۔ ۵۶۔ ڈاکٹر صاحب اپنے ایک استاذ کی نظر میں۔ ۵۷۔ راجہ راج کشن راجہ۔ ۵۸۔ راجہ رام موہن رائے کا ایک اردو رقعہ۔ ۵۹۔ رمز عظیم آبادی کی شاعری۔ ۶۰۔ رشید احمد صدیقی کے چند غیر مطبوعہ خطوط۔ ۶۱۔ زہرہ روانی عمرے کہ در سفر گذرد۔ ۶۲۔ شیخ عبدالحق حقی بغدادی۔ ۶۳۔ سرسید کے ایک رفیق۔ منشی نجم الدین۔ ۶۴۔ سر غالب در حدیث دیگران۔ ۶۵۔ شطیحات سید سلیمان ندوی۔ ۶۶۔ سید انشا کی ایک نادر تصنیف۔ ۶۷۔ سید الشعرا حضرت شاد عظیم آبادی۔ ۶۸۔ سید یوسف الدین احمد بلخی باطن۔ ۶۹۔ شاہ حاتم کا فارسی دیوان۔ ۷۰۔ شاہ غلام قلندر عظیم آبادی۔ بہار کا ایک گمنام مصنف۔ ۷۱۔ شذرات۔ ۷۲۔ شرف عالم آرزو جلیلی۔ ۷۳۔ شمس العلماء ڈاکٹر ضیاء الدین خان دہلوی۔ ۷۴۔ شہزادی جہاں آرا کی موجودہ تحریریں۔ ۷۵۔ صلاح الدین الصفدی۔ ۷۶۔ طفیل صاحب سے ایک ملاقات۔ ۷۷۔ طلبائے علی گڑھ دیار فرنگ میں۔ ۷۸۔ طہماس نامہ (محلوم الدولہ اعتقاد بیگ طہماس بیگ
- خان رومی۔ ۷۹۔ عالم عظیم آبادی اور اس کی تصنیفات۔ ۸۰۔ عرش صاحب کی عربی تصانیف۔ ۸۱۔ علامہ سید مرتضیٰ حسینی بگرامی۔ ۸۲۔ علامہ میمن کا ایک نہایت ممتاز شاگرد۔ ۸۳۔ علی گڑھ کے شب و روز۔ ۸۴۔ ۸۵۔ علی گڑھ میں غالب کی تحریرات و تصاویر اور دوسرے نوادر۔ ۸۶۔ غالب اور قاضی عبدالودود۔ ۸۷۔ غالب اور مفتی میر محمد عباس۔ ۸۸۔ غالب سے ایک ملاقات۔ ۸۹۔ غالب کا ایک غیر مطبوعہ خط اور چند اصلاحیں۔ ۹۰۔ غالب کا ایک غیر مطبوعہ فارسی مکتوب۔ ۹۱۔ غالب کا ایک معاصر نواب امیر حسن خان بک۔ ۹۲۔ غالب کا قدیم ترین مکتوب۔ ۹۳۔ غالب کی ایک اردو تقریظ۔ ۹۴۔ غالب کی ایک غیر مطبوعہ تحریر۔ ۹۵۔ غالب کی ایک کیا تصنیف۔ ۹۶۔ غالب کی ایک مہر۔ ۹۷۔ غالب کی بعض تصانیف کے بارے میں۔ ۹۸۔ غالب کی عظمت۔ ۹۹۔ غالب کے آٹھ خط۔ ۱۰۰۔ غالب کے ایک شعر پر بحث۔ ۱۰۱۔ غالب کے تین غیر مطبوعہ خط۔ ۱۰۲۔ غالب کے چند مطبوعہ اشعار۔ ۱۰۳۔ غالب کے چند نایاب خطوط۔ ۱۰۴۔ غالب کے خطوط ایک قدیم مجموعے میں۔ ۱۰۵۔ فارابی کی ایک تصنیف ”فصوص الحکم“۔ ۱۰۶۔ فارسی کی ایک نادر بیاض۔ ۱۰۷۔ فغان بے خبر میں غالب کا ذکر۔ ۱۰۸۔ فیضی کی دو تحریریں۔ ۱۰۹۔ قاضی سید رضا حسین عظیم آبادی۔ ۱۱۰۔ قاضی عبدالودود۔ ۱۱۱۔ قاضی عبدالودود۔ خاندانی حالات۔ ۱۱۲۔ قیتل دہلوی تھا یا فرید آبادی۔ ۱۱۳۔ قیوم قائد۔ ۱۱۴۔ کالی داس گپتا رضا۔ ۱۱۵۔ کتاب خانہ مانچسٹر کے بعض مخطوطات۔ ۱۱۶۔ کتاب خانہ ابن العلقمی کا ایک مخطوطہ۔ ۱۱۷۔ کچھ چراغ اور بجھے۔ ۱۱۸۔ کچھ سیاح شاگرد غالب کے بارے میں۔ ۱۱۹۔ کچھ دیر سادات بلخ کے ساتھ۔ ۱۲۰۔ کچھ غالب کے بارے میں۔ ۱۲۱۔ کچھ محمود الاستادار کے متعلق۔ ۱۲۲۔ کلام احمد علی شاہ رامپوری۔ ۱۲۳۔

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی کی علمی خدمات

بریلوی۔ ۱۶۸۔ یادوں کے چراغ۔ ۱۶۹۔ یاران نکتہ داں۔ ۱۷۰۔
یگانہ چنگیزی کے حالات ایک غیر مطبوعہ تذکرے میں۔
ان علاوہ مخطوطات کے تعارف میں بہت سی تحریریں ہیں
اور مشاہیر فن اور ادب کے خطوط کا عظیم ذخیرہ بھی آپ کے خزینہ علمی
کا قیمتی حصہ ہے۔ ان تحریروں کے ذخیرے پر ایک سرسری نگاہ
ڈالنے سے بھی بخوبی اندازہ ہوتا ہے، کہ صاحب قلم گہرا ادبی شعور نہ
صرف ذاتی سطح پر رکھتا ہے، بلکہ اس کی قیمتی سوغاتیں دوسروں میں
تقسیم کرنے جذبے سے بھی سرفراز ہے۔ فکر کی یہی ادبیت اور ذوق
کی یہی گرانقدری ہے، جس کی اعجاز میں مختلف ایوارڈ آپ کو نذر
کئے جا چکے ہیں۔ ۱۹۶۵ء میں میرا کیڈمی لکھنؤ، میرا ایوارڈ، ۱۹۸۳ء
میں غالب انسٹی ٹیوٹ دہلی، غالب ایوارڈ آپ کو پیش کر چکے ہیں۔
۱۹۷۹ء میں عربی زبان و ادب کی اعلیٰ خدمات کے اعجاز میں صدر
جمہوریہ ہند کی جانب سے ٹیٹلیٹ آف آنرل چکا ہے۔ ۱۹۸۸ء
میں مجلس ”نذر مختار“ پیش کر چکی ہے۔ ارباب تحقیق و ادب کے
میسوں مقالات آپ کی علمی اور ادبی خدمات کا اعتراف یہ ہیں۔ شمیلہ
ستار نے گورنمنٹ کالج لاہور سے ڈاکٹر سید معین الرحمن کی نگرانی
میں آپ پر ڈاکٹریٹ مکمل کی، عنوان تھا ”ڈاکٹر مختار الدین احمد آرزو
بطور غالب شناس“۔ ۱۹۸۴ء میں جامعہ آل البیت جارڈن نے
آپ کو اپنی علمی کمیٹی کا رکن نامزد کیا ہے جس کے اعزاز میں شعبہ
عربی میں ایک نشست بھی ہوئی۔

☆☆☆

کلام اقبال کے عربی تراجم۔ ۱۲۳۔ کلام نفاں۔ ۱۲۵۔ کلام منور۔
۱۲۶۔ کلیات ولی کا ایک نایاب نسخہ۔ ۱۲۷۔ آثار غالب۔ ۱۲۸۔
مالک رام۔ ۱۲۹۔ مالک رام۔ ایک تعلق کے سفر نامہ۔ ۱۳۰۔
متفرقات تفتہ۔ ۱۳۱۔ مثنوی غلام رسول حسرت۔ ۱۳۲۔ مجمل اللغۃ
لابن فارس کا ایک قیمتی نسخہ۔ ۱۳۳۔ محمد امان نثار۔ ۱۳۴۔ محمد طفیل کے
یاد میں۔ ۱۳۵۔ مختار الدین احمد آرزو (خود نوشت)۔ ۱۳۶۔ مخمس
رتلین (آثار ادبیہ)۔ ۱۳۷۔ مخمس نصیر دہلوی (آثار ادبیہ)۔ ۱۳۸۔
مرزا رحیم بیگ۔ ۱۳۹۔ مرزا زین الدین عشق دہلوی اور کلیات
عشق۔ ۱۴۰۔ مرزا غالب سے ایک ملاقات۔ ۱۴۱۔ مرزا غالب کی
تاریخ گوئی۔ ۱۴۲۔ مرزا غالب کی تصویریں۔ ۱۴۳۔ مسعود حسین
خان: چند تاثراتی نقوش۔ ۱۴۴۔ مشرقی کتب خانہ بانگی پور پٹنہ اور
اس کے چند نوادر۔ ۱۴۵۔ مصحفی نمبر کی بعض لغزشیں۔ ۱۴۶۔ مصر کا
ایک نامور مصنف۔ احمد امین۔ ۱۴۷۔ مفتی صدر الدین آرزو کی
کچھ نایاب و کمیاب تحریریں۔ ۱۴۸۔ ملا محمد سعد پٹوی۔ ۱۴۹۔
ملفوظات فاضل بریلوی۔ ۱۵۰۔ ممتاز حسن کے خطوط دوآر کا داس
شعلہ کے نام۔ ۱۵۱۔ منتخب القوانی از عشقی عظیم آبادی۔ ۱۵۲۔ مثنوی:
ایک نیم علیگی۔ ۱۵۳۔ مولانا حسن مارہروی: کچھ یادیں کچھ باتیں۔
۱۵۴۔ مولانا اکبر آبادی کی ڈائری کے آخری اوراق۔ ۱۵۵۔ مولانا
سید محبوب حسین۔ ۱۵۶۔ میر حسن علی تجلی۔ ۱۵۷۔ میر علی الکتب کا
ایک شاہکار۔ ۱۵۸۔ میرے بچپن کا عظیم آباد۔ ۱۵۹۔ میرے شب
وروز (نصف صدی پہلے کی ڈائری کے کچھ اقتباسات)۔ ۱۶۰۔ نتیجہ
سخن۔ بنگال کا ایک قدیم گلدستہ۔ ۱۶۱۔ نزمۃ الخواطر میں بہار کے
علماء و مشاہیر کا ذکر۔ ۱۶۲۔ نعیم دہلوی۔ ۱۶۳۔ نقوش سلیمانی۔ ۱۶۴۔
نوادر رضا۔ ۱۶۵۔ نوادر غالب۔ ۱۶۶۔ وفیات مشاہیر بہار۔
۱۶۷۔ ہندوستان کا ایک بے حد ممتاز مصنف: شیخ احمد رضا خان

پروفیسر مختار الدین احمد رضویات کے خاموش نقیب

از قلم: ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی

لاہور سے مولینا محمود احمد قادری کی مرتبہ مکتوبات امام احمد رضا شائع ہوئی۔ (مطبوعہ ۱۹۸۶ء - صفحات ۲۰۸) آئیس مندرجہ ذیل حضرات کے خطوط شامل ہیں۔ مولینا شاہ محمد میاں مارہروی، مولینا محمد جان، مولینا محمد عبدالسلام جبل پوری، مولینا محمد ظفر الدین قادری رضوی، مولینا انوار اللہ حیدر آبادی، مولینا محمد علی موگیسری، حاجی لعل محمد خان، اشرف علی تھانوی، شیخ محمد طیب مکی، مولینا عرفان علی۔

مرکزی مجلس رضا لاہور نے عرصہ ہوا مفتی محمد بہان الحق کی یادداشتیں بعنوان اکرام امام احمد رضا شائع کی تھی۔ جو احقر نے مرتب کی تھی اس میں بہت سے خطوط شامل تھے۔ جبل پور میں مولینا محمد رمضان عبدالعزیز صاحب نے اعلیٰ حضرت کے مکاتیب کا ایک مجموعہ تیار کیا ہے شاید آپ کے علم میں ہو۔ مولینا اقبال احمد فاروقی (لاہور) مکتوبات

جوابات سے بھی ہوتا ہے، جو پروفیسر موصوف نے سرگرم سفیران رضویات کو روانہ کئے ہیں۔ یہاں تفصیل میں جانے کا نہ وقت ہے، نہ فرصت، جنہیں دیکھنا ہو، وہ ان کا ذخیرہ خطوط کو دیکھیں، جو پروفیسر موصوف کے پاس سلیقے سے محفوظ ہیں۔ ان کے بعض خطوط ماہنامہ 'جہان رضا' لاہور میں قسط وار شائع بھی ہوئے ہیں۔ قارئین 'جہان رضا' رضویات سے ان کی وابستگی یاد رومندی سے بخوبی واقف ہیں۔ برستا بادل گر جتا نہیں اور گر جتا بادل برستا نہیں۔ یہ حقیقت ہے۔

عہد جدید میں پروفیسر محمد مسعود احمد سے زیادہ پر جوش نقیب رضویات دوسرا کون ہے؟ ان کا رابطہ پروفیسر مختار الدین احمد سے متواتر جاری رہا۔ پروفیسر محمد مسعود احمد نے جو خطوط پروفیسر مختار الدین کو ارسال کئے ہیں یا جو استفسارات کئے ہیں، ان کے مطالعہ

جهان ملك العلماء

حسب عہدہ صاحبہ محمد قزوینی صاحب قلمی شہکار ہجرت

امام احمد رضا کا دوسرا مجموعہ تیار کیا ہے، جس کی کتابت ہو چکی ہے۔ احقر کے پاس مندرجہ ذیل حضرات کے مکاتیب محفوظ ہیں۔ مولانا مفتی محمد برہان الحق جبل پوری، مولانا محمد حسین (میرٹھ) مولانا نذیر احمد خان، مولانا وحسی احمد محدث سورتی، مولانا قاضی غلام حسین صاحب (ڈیرہ قازی خان) مولانا احمد بخش صاحب (تونسہ شریف)۔

حضرت والد ماجد علیہ الرحمہ کے نام حضرت مولانا محمد ظفر الدین قادری علیہ الرحمہ کا ایک مکتوب احقر کے پاس محفوظ ہے۔ عمرہ تلاش کے باوجود نہ مل سکا۔ انشاء اللہ جب مل جائے گا، بھیج دیا جائے گا۔ سارہہ شریف میں اعلیٰ حضرت کے مکاتیب کا اچھا نامہ ذخیرہ ہے خدا کرے آپ کو مل جائے۔ آپ مکتوبات امام احمد رضا کا سہ پہر تیار کر کے مطلع فرمائیں۔ انشاء اللہ یہاں اشاعت کا انتظام کر لیا جائے گا۔ مناسب یہ ہوگا، کہ جو خطوط آپ کے پاس ہیں، اگر وہ مجموعے میں شامل نہ ہوئے تو یہاں شامل کر لئے جائیں گے۔

حیات اعلیٰ حضرت جلد اول کی اشاعت دو اداروں کے پیش نظر ہے۔ اس کو از سر نو مرتب کیا جائے گا۔ دیکھئے، کب شائع ہوتی ہے۔ ☆ یہ احقر صحیح البیماری کی طباعت کی کوشش کر رہا ہے۔ ایک عزیز کے پاس اسکی تین جلدیں ہیں۔ پہلی اور پانچویں نہیں۔ آپ کے کتب خانہ میں محفوظ ہوں، تو مطلع فرمائیں۔ اگر آپ اس پر ایک جامع اور مختصر مقدمہ تحریر فرمادیں، تو بعید از کرم نہ ہوگا۔ ہندوستانی فاضلہ اوشا سانیال اعلیٰ حضرت اور علمائے اہلسنت پر کولمبیا یونیورسٹی

دہشتوں پر مشتمل کتاب اگر امام احمد رضا آج کل مدینت میں نہیں، کوئی کاپی مل گئی تو ارسال کر دی جائے گی۔ حضرت مولانا حسین رضان علیہ الرحمہ کی یادداشتیں احقر کی نگرانی میں مرتب ہو کر بریلی سے شائع ہو چکی ہیں۔ آپ خط لکھ کر منگوائیں۔

احقر گوشہ میں برسوں میں شائع ہونے والے مقالات کا انتخاب تیار کر رہا ہے۔ تاکہ اس کو سوانحی انداز میں مرتب کر کے حیات نامہ احمد رضا کے عنوان سے شائع کیا جاسکے۔ اندازہ ہے، کہ یہ سوانح ایک بزرگ صفحات کی دو جلدوں میں مرتب ہوگی۔ آپ سے تعاون کی درخواست ہے۔ اگر امام احمد رضا کی عربی شاعری پر مقالہ حمایت فرمائیں تو ممنون ہوں گا۔ کوئی فاضل فارسی شاعری پر لکھ سکیں، تو ان سے کھوا کر ارسال فرمادیں۔ مطبوعہ مقالات کے علاوہ بعض مقالات تصوائع پر ہیں گے۔ کیونکہ تحقیقی مقالات بہت کم لکھے گئے ہیں۔ احقر صرف تحقیقی مقالات کو اس انتخاب میں شامل کرے گا۔ یہاں مقالات جن میں کوئی رنگ ہو۔

☆ مطبوعہ یہ مطبوعہ مقالات پر مشتمل جو سوانحی مجموعہ بین الاقوامی سطح پر پیش کرنے کے لئے احقر مرتب کر رہا ہے اس میں آپ کے مقالات شامل ہونے چاہئیں۔ احقر نے قاضی عبدالوحید مرحوم پر آپ کا فاضلانہ مقالہ اس میں شامل کیا ہے۔ ایک مقالہ قصیدہ آمال الا براز پر ضرور حمایت فرمائیں۔ اس پر آپ کے علاوہ کوئی نہیں لکھ سکتا۔ شمس بریلوی صاحب کونویات امام احمد رضا پر مقالہ لکھ رہے ہیں۔ ان کو قصائد بدر چاچ کی ضرورت ہے۔ کیا یہ دستیاب ہیں؟

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی مدظلہ کی حیات اور علمی خدمات

☆ مکاتیب مفتی اعظم بنام ملک العلماء کی ایک کاپی صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری نے عنایت فرمائی۔ دوسری کاپی براہ راست ڈاک سے موصول ہوئی۔ یاد آوری اور کرم فرمائی کا ممنون ہوں۔ مکاتیب مفتی اعظم ایک اہم دستاویز ہے۔ شخصیت کی ترجمانی، بلکہ شخصیات کا ترجمان ہے۔ آپ کا ابتدائی اور حواشی بھی نہایت اہم ہیں۔ جلو توتوں میں خلوتوں کی بہار، ریا کی آمیزش سے پاک، صداقت علی صداقت، اللہ تعالیٰ آپ کا مبارک سایہ قائم و دائم رکھے اور ہم آپ کے رشحات قلم سے مستنیر و مستفید ہوتے رہیں۔“

اس قسم کے علمی تحقیقی، بیسوں خطوط ہیں۔ جو حضرت پروفیسر محمد مسعود احمد علیہ الرحمہ نے پروفیسر مختار الدین احمد کو تحریر کئے ہیں، اقتباسات کہاں تک نقل کروں، جو نقل ہوئے، ان سے یہ اندازہ کرنا چنداں مشکل نہیں، کہ پروفیسر مختار الدین کو رضویات سے کس قدر گہری دلچسپی یا اٹوٹ لگاؤ رہا ہے۔ یہ اور بات ہے، کہ وہ سنی رسائل میں مسلسلہ نہیں، گا ہے بگا ہے چھپتے رہتے ہیں۔ لیکن جو کچھ انہوں نے رضویات کی خدمت گزاری انجام دی ہے، وہ انتہائی علمی بنیاد پر مبنی ہے۔ حال ہی میں ان کی جو نادر معلومات پر مشتمل کتاب، مکاتیب مفتی اعظم بنام ملک العلماء چھپی ہے، وہ کسی علمی مقالے سے کم نہیں۔ جس کو پروفیسر محمد مسعود احمد جیسے محتاط محقق نے سراہا ہے۔ کچھ لوگ بولتے زیادہ، کام کرتے ہیں، پروفیسر مختار الدین بولتے کم ہیں، کام زیادہ کرتے ہیں۔

میرا شعور جب کچھ بچتہ ہوا اور علمی دنیا میں قدم رکھا، تو میں نے پروفیسر مختار الدین سے بھی رابطہ قائم کیا۔ یہ رابطہ کبھی خطوط کے ذریعہ اور کبھی براہ راست ملاقات کے ذریعہ کوئی عرصہ پندرہ سال سے بحال رہا ہے۔ میں نے جب کبھی کوئی رائے مانگی، مواد مانگا یا مشورہ چاہا، انہوں نے کبھی بھی حیل و حجت سے کام نہیں لیا۔ فراخ دلی سے علمی تعاون فرماتے رہے۔ تحریر کی نوک پلک سے بھی آگاہ فرمایا۔ کبھی ایسا نہ

رضوی علیہ الرحمہ کے مکاتیب کے سلسلے میں مولانا تقدس علی خان اور سید ایوب علی علیہما الرحمہ کے اخلاف کو متوجہ کیا ہے۔ مکاتیب مل گئے، تو ارسال کر دیئے جائیں گے۔ سنن الرضوی کے بھی اور اراق علامہ شرف قادری صاحب کو ارسال کئے جا رہے ہیں۔ ان تک اگر اصل مسودہ کا مکمل عکس پہنچ جائے، تو اچھا ہو۔ یہ معلوم ہو کر اطمینان ہوا، کہ 'خلفائے اعلیٰ حضرت' کے نسخے آپ کو مل گئے۔ اس کتاب میں بہت سی اغلاط ہیں، آپ نے اغلاط کی نشاندہی فرمائی اور اضافی نوٹس تحریر فرمائے۔ بہت بہت شکر یہ۔

☆ ایک تجویز ذہن میں آئی ہے، کہ عالم اسلام کے موجودہ مسائل کے حل کے لئے امام احمد رضا کی تصانیف میں جو تجاویز ہوں، ان کو نہایت اختصار کے ساتھ مرتب کر کے بعنوان عالم اسلام کے نام امام احمد رضا کا پیغام شائع کیا جائے۔ اس کے لئے محنت کی ضرورت ہے۔ اگر یہ کام آپ کی نگرانی میں ہو، تو زیادہ مناسب ہے۔

☆ برادر مڈاکٹر محمد امین مارہروی کے قلندرانہ مزاج کو دیکھتے ہوئے، فقیر نے حدائق بخشش کی نعتوں، نعتیہ قصائد و رباعیات کا ایک انتخاب مرتب کیا ہے۔ جس کی آرٹ پیپر پر بہترین کتابت ہو رہی ہے۔ برادر مڈاکٹر محمد امین مارہروی اگر امام احمد رضا کی خود نوشت ایک ہی نعت کا عکس بھیج دیں، تو انتخاب میں شامل کر لیا جائے۔ ان کو اس طرف متوجہ فرمائیں۔ حدائق بخشش کے جس قلمی نسخہ کا انہوں نے ذکر فرمایا تھا۔ وہ آپ کو دکھایا یا نہیں؟

☆ آمال الابرار کا عکس اور اس پر اپنا مقالہ ضرور ارسال فرمائیں۔ اس کے علاوہ امام احمد رضا کے قلمی ذخائر میں نوادرات ہوں، تو ان کی فہرست بھی ارسال فرمادیں۔ حضرت علامہ محمد ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ کا کوئی یادگار مکتوب ہو، تو اس کا عکس ہی ارسال فرمادیں۔ یہ سب چیز براہ راست ارسال فرمائیں، تو مناسب ہوگا۔

جہان ملک العلماء

حضور ملک العلماء امام العصر سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی رضی اللہ عنہ کی حیات اور علمی خدمات

متعدد تحریریں دیکھ کر ارادہ ہوا، میں بھی کچھ پیش کردوں، تفصیلات پھر کبھی پیش ہوں گی۔ میرے نام پروفیسر مختار الدین احمد کے متعدد خطوط ہیں۔ ان میں سے چند یہاں درج کر رہا ہوں۔ ان خطوں کے مطالعہ سے معلوم ہوگا، وہ کتنے بڑے شفیق، کریم، علم نواز، خور و نواز ہیں۔

باسمہ

(۱)

☆ علی گڑھ

۲۰۰۲/۱۰/۱۸

☆ مکرئی۔ السلام علیکم

ہوا، کہ کسی علمی معاملہ کو نال گئے ہوں۔ حضرت ملک العلماء کے صاحبزادے ہونے کی حیثیت سے ایک گونہ انیسیت تو تھی ہی، مگر ان کے علمی تعاون کرنے کے مزاج نے مجھے بہت حد تک اور متاثر کیا۔

اپنی پی ایچ ڈی کے دوران جب میں علیگڑھ گیا، تو طعام و قیام کا بندوبست انہوں نے ہی کرایا۔ لائبریری اور اسٹالرز سے راہ و رسم پیدا کرائی، مواد و معلومات کی فراہمی میں مخلصانہ سلوک کا مظاہرہ کیا۔ جب کبھی خط لکھا، نظر انداز نہیں کیا۔ جواب سے فوراً شاد کام کیا۔ انتظار کی کلفت سے بچایا۔ بعد میں بھی کئی بار حاضر ہوا۔ وقت نکال کر ملاقاتوں، شفقتوں، کتابی تحفوں اور نئی نئی تحقیقات و معلومات سے نوازا۔ ایسی علم پرور، کتاب دوست علمی شخصیت کو خدا سدا خوش رکھے۔

سیدھا اونچا نکلتا سرو جیسا قد، اکہرا چھریا بدن، روشن پیشانی، سیدھی اونچی ناک، آنکھوں پر عینک، مگر ان میں چمک، چہرے مہرے پر معصوم سا تبسم کا پھیلا ہوا رنگ، لب و لہجہ میں ٹھہراؤ، متانت، گفتگو میں حلاوت، گہرائی معلومات کی جلوہ گری، مجلس نہ پھینکی، نہ تیکھی، پرکشش، زعفران زار، طنز و مزاح کی آمیزش بھی، مگر ہلکوپن سے پاک، مخاطب ان کی صحبت میں نہ تھکتا ہے، نہ اکتاتا ہے۔ جتنی دیر بھی بیٹھے، لگے، کہ کم بیٹھا اور بیٹھنا چاہئے تھا۔ وہ اتنے بڑے ہیں، مگر بڑاپن کا اظہار نہیں کرتے، نہ رعب جھاڑتے ہیں، نہ دھونس جماتے ہیں، کہنے والے کی باتیں غور سے سنتے ہیں۔ طمانیت سے جواب دیتے ہیں۔ چائے، کافی، نمکین، بسکٹ، سے بیچ بیچ میں تواضع بھی ہوتی رہے گی۔ بوڑھے ہیں، مگر جوانوں جیسے چاک و چونہ، علمی کاموں میں ڈوبے رہتے ہیں۔ یہ سب میرا مشاہدہ ہے۔ سنی سنائی بات نہیں۔

مشاہداتی احوال و کوائف تو بہت ہیں۔ سب پر سیر حاصل گفتگوئی الوقت ممکن نہیں۔ ابھی تو ”جہان ملک العلماء“ کی تدوین و ترتیب پیش نظر ہے۔ گرامی قدر ڈاکٹر عبد العظیم عزیز کی

مکرم نامہ مورخہ ۱۸ اکتوبر کو موصول ہوا۔ تعارف کی ضرورت نہ تھی، آپ مجھے اچھی طرح یاد ہیں۔ آپ جہاں بھی رہیں، خوش رہیں۔ آپ کی کامیابی و کامرانی کے لئے دعا گو ہوں۔ صحیح البہاری کا دوسرا ایڈیشن پروفیسر غلام مصطفیٰ صاحب سابق صدر شعبہ اردو سندھ یونیورسٹی کی توجیہ و عنایت سے شائع ہوئی ہے۔ ایک ہزار صفحات کی کتاب کا ہدیہ صرف ۱۰۰ روپے ہے، میں نے کئی نسخے منگوائے تھے سب تقسیم ہو گئے، حدیہ کہ میرے پاس بھی اس کا کوئی نسخہ نہیں بچا۔ ڈاکٹر صاحب تو بہت ضعیف و ناتواں ہو گئے ہیں۔ نسخے کسی کتاب فروش کے حوالے شاید انہوں نے کر دیا ہے۔ ممبئی کے اخوان، پیرزادہ اقبال احمد فاروقی، گنج بخش لاہور کو لکھیں، تو وہ شاید بھیجو سکیں۔ بہتر ہے، کہ ممبئی کا کوئی کتاب فروش اس کے کئی نسخے منگوالیں، وہاں فروخت ہو جائیں گے۔ آپ نے ملک العلماء کی تصانیف، خطبات و مکاتیب کی اشاعت کے بارے میں استفسار کیا ہے۔ ہمارے سنی حضرات کی جب یہ حالت ہے، کہ اعلیٰ حضرت کی سوانح حیات کی تصنیف کو کوئی چالیس سال ہو گئے اور اب تک شائع نہ ہو سکی، تو اعلیٰ حضرت کے تلامذہ

و خلفا کی کتابوں کی اشاعت میں کتنے حضرات کو دلچسپی ہو سکتی ہے۔ آپ نے اطلاع دی ہے، کہ حیات اعلیٰ حضرت کی طباعت سرمایہ کی کمی کی وجہ سے التوا میں ہے۔ اس سے آپ کو مشکلات کا اندازہ ہوگا۔ ہمارے حضرات جناب مفتی مطیع الرحمن صاحب کی مدد حیات اعلیٰ حضرت کے لیے نہیں کر سکتے، تو وہ دوسری تصانیف میں کیا دلچسپی لیں گے۔ تصانیف ملک العلماء کی اشاعت کا مناسب انتظام ہو جائے، تو ان کی ترتیب و تہذیب کی طرف توجہ کی جائے۔ آپ نے کالی کت کیوں چھوڑا؟ غالباً حالات مساعد نہیں ہوئے۔ ممبئی میں گزراوقات کی کیا شکل آپ نے نکالی ہے؟

کی مرتب کردہ کتاب کا مطالعہ کروں گا۔ کتاب پر آپ نے بہت محنت کی ہے۔ کہاں کہاں سے یہ کیاب خطوط آپ نے حاصل کئے ہوں گے اور ان کے اصل یا عکس کے حصول میں جو پریشانیاں آپ کو حق ہوئی ہوں گی۔ ان کا مجھے اندازہ ہے، مولیٰ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ کتب کی طباعت بھی بہت عمدہ ہے۔ کاش تحریروں کے عکس بھی ایسے چھپتے۔ آئندہ ایڈیشن میں خیال رکھئے۔ والسلام
مختار الدین احمد

آپ بریلی وغیرہ سے جو عکس و تحریرات وغیرہ لے گئے تھے، ان کی اشاعت ہوئی یا نہیں؟ امید آپ بخیر و عافیت ہوں گے۔ والسلام
زبیر علی صاحب سے ملاقات ہو تو میرا سلام کہئے ان کا رسالہ اس طرف کچھ دنوں سے نہیں آیا ہے۔
مختار الدین احمد

☆ علی گڑھ
بسمہ
مکرمی جناب ڈاکٹر صاحب (۳)
۲۶ اپریل ۲۰۰۶ء
السلام علیکم

مورخہ ۱۳ اپریل کا خط ابھی بارہ دنوں کے بعد مہمبول ہوا۔ آپ حضرت علامہ وغیرہ مجھے نہ لکھا کیجئے۔ میں تو ایک طالب علم ہوں، آپ جوانوں کی تحریریں پڑھتا ہوں اور خوش ہوتا ہوں۔ معروف ۸۰ رسال سے زائد عمر گزارنے پر بھی بدستور کام کرتا رہتا ہوں۔ خطوط اور کتابیں آتی رہتی ہیں اور مشغولیات میں اضافہ کرتی رہتی ہیں۔ آپ کی کتاب میز پر سامنے ہی رکھی ہوئی ہے۔ کسی دن فرصت نکال کر اس پر اپنے مختصر تاثرات لکھ بھیجوں گا۔

☆ ڈاکٹر مختار الدین احمد (۲)
سابق صدر شعبہ عربی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ
۱۰ نومبر ۲۰۰۵
مکرمی..... والسلام علیکم

خدا کرے آپ کی دونوں کتابیں وہاں جلد چھپ جائیں اور جو کام اس وقت زیر تکمیل ہے اس کی تکمیل جلد ہو جائے۔ آپ نے مولینا نوری اور مولینا حافظ سراج اظہر صاحب سے کیوں نمٹا رجوع کیا۔ اپنی کتابوں کی اشاعت کے سلسلے میں نوری صاحب (سعید نوری) مفتی اعظم علیہ الرحمہ پر ایک مجموعہ مضمین شائع کرنے والے تھے، اس کا کیا ہوا؟

کچھ دیر پہلے کلیات مکتبہ رضا اور آپ کا خط ملا۔ یاد فرمائی کے لئے ممنون ہوا۔ جہان رضا (لاہور) میں اقبال احمد فاروقی صاحب کا مضمون اس کے بارے میں دیکھا تھا۔ اس کے حصول کے لئے ناشر کو خط لکھنے والا تھا کہ آپ نے کرم فرمایا۔ سرسری طور پر تو ابھی دیکھ گیا ہوں۔ بعد کو فرصت نکال کر اطمینان سے آپ

علی گڑھ) لکھتے ہیں:

”اردو دنیا مختار الدین احمد صاحب کو اردو ادب کے محقق اور ماہر غالبیات کی حیثیت سے جانتی ہے، لیکن وہ عربی ادب کے بھی اتنے ہی بڑے محقق ہیں۔“ (مختار نامہ، ص ۷)

ڈاکٹر مختار الدین کی ولادت عظیم آباد پٹنہ میں ہوئی، ابتدائی تعلیم جامعہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ میں ہوئی۔

دنیاے علم کی مشہور و معروف شخصیت ماہر غالبیات پروفیسر ڈاکٹر مختار الدین احمد موجودہ دور میں برصغیر کے اکابر دانش وروں میں شمار ہوتے ہیں۔ عربی مخطوطات پر آپ کے علمی و تحقیقی کام کا شہرہ یورپ و ایشیا میں ہوا۔ آپ کی ہشت پہل شخصیت ہندوستان کی تاریخ کا نقش زریں ہے جس پر فخر کیا جائے تو بجا ہے۔ علی گڑھ کی

علامہ عبدالعزیز میمن کی نگرانی میں ڈاکٹریٹ کیا۔ آپ کے علمی جرمن مستشرق پروفیسر فریٹس کرینکو (کیمبرج) تھے، جو آپ کے علمی کام سے متاثر ہوئے۔ ۱۹۵۳ء میں شعبہ عربی مسلم یونیورسٹی میں لیکچرار مقرر ہوئے، پھر اسی سال اعلیٰ تعلیم کے لیے روکیٹر فاؤنڈیشن کی فیلوشپ ملی اور انگلستان چلے گئے، آپ پروفیسر ہملٹن کب کے ممتاز شاگردوں میں ہیں، اسی کی نگرانی میں آکسفورڈ یونیورسٹی سے ۱۹۵۶ء میں ڈی فل کی ڈگری لی، تحقیق کے سلسلے میں عراق، لبنان، مصر، ترکی، فرانس، جرمنی اور ہالینڈ کا سفر کیا، ۱۹۶۸ء میں شعبہ عربی کے پروفیسر اور پھر صدر ہوئے، ۱۹۷۵ء میں آئرس فکلٹی کے ڈین مقرر ہوئے، آپ کی عربی میں متعدد کتابیں ہندو پاک اور لبنان سے شائع ہوئی ہیں، سیکڑوں علمی و ادبی مضامین نام درجہ اول رسایل میں شائع ہو چکے ہیں۔ ۱۹۷۹ء میں صدر جمہوریہ نے عربی زبان و ادب کی خدمات پر سرٹیفکیٹ آف آنر سے نوازا، ۱۹۸۳ء

اس کبرسی میں بھی حقیق و مد میں لے حوالے سے ان کا نام جاری ہے۔ آپ کی علمی خدمات کے معترف علما و اسکالرز کے علاوہ یونیورسٹی کے اساتذہ اور ادب کی مجالس کے جلیس ہیں۔ آپ کے والد ماجد علامہ مفتی ظفر الدین قادری رضوی (م ۱۹۶۳ء) علم ہیئت و فلکیات میں یکتاے زمانہ تھے اور عالم اسلام کی عظیم شخصیت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی (م ۱۹۲۱ء) کے ارشد تلامذہ میں تھے۔ ڈاکٹر مختار الدین کا نام فاضل بریلوی کا ہی تجویز کردہ ہے، ایک مقام پر فاضل بریلوی نے آپ کو ”نور العین مختار الدین“ کے الفاظ سے یاد کیا ہے۔ (کلیات مکاتیب رضا، اول ص ۳۷۵) آپ کی حیات اور کارہائے علمیہ پر کئی کتابیں شائع ہیں، جن میں ایک کتاب غالب انسٹیٹیوٹ دہلی نے شائع کی اور دوسری ”مختار نامہ“ علی گڑھ ہیرن پٹیج پبلی کیشنز سے۔ علاوہ ازیں ۱۹۸۸ء میں مالک رام نے ”نذر مختار“ کے نام سے ۵۰۲ صفحات پر مبنی مجموعہ مقالات شائع کیا۔ پروفیسر نذیر احمد (پروفیسر ایمرس شعبہ فارسی مسلم یونیورسٹی

مدت ختم ہوئی، بیلین یونیورسٹی کے اپنی صلاحیت بنی بنا پر اس میں چار سال کی توسیع کر دی، سبک دوشی کے بعد بھی علمی کاموں کا سلسلہ خوش اسلوبی سے جاری ہے۔

فاضل بریلوی سے تعلق کے سبب آپ سے ملاقات کا شوق ہوا، مگر چہ اس سے قبل خط سے رابطہ تھا۔ اس ذوق کی تکمیل ۱۶/۱۷ جون ۲۰۰۹ء کو ہوئی، جب حافظ عبدالعزیز حسینی مرحوم کے فرزند حامد رضا انصاری، ان کے صاحب زادے مشاہد رضا اور راقم علی گڑھ پہنچے۔ ڈاکٹر مختار الدین بڑی محبت و شفقت سے ملے، مصافحہ و معانقہ کے بعد علمی گفتگو کا آغاز ہوا اور اسی درمیان ماحضر سے توضیح بھی کی۔ عمر کے آخری پڑاؤ میں ہونے کے باوجود آپ چاق و چوبند، مستعد و فعال اور قوی حافظہ و پختہ یادداشت کے مالک ہیں، اس تحریر میں ڈاکٹر موصوف سے گفتگو کے صرف چند پہلوؤں پر اجمالی روشنی ڈالی جائے گی۔

اپنے والد ماجد ملک العلماء سید علامہ مفتی ظفر الدین قادری رضوی علیہ الرحمہ کی تصانیف سے متعلق بتایا: تصانیف کی تعداد ۱۵۰ سے زیادہ ہے، سب مل نہ سکیں، دست یاب تصانیف ۷۵ سے زیادہ ہیں۔ جن میں ۷۲ کے لگ بھگ مطبوعہ ہیں۔ ملک العلماء کی حدیث پر کتاب (صحیح امہاری) کی چار جلدیں ہیں، جن میں پہلی جلد دوبارہ شائع ہونی والی ہے، ملک العلماء کے اخلاق کے بارے میں فرمایا وہ نرم خو تھے، تدبیر و فراست سے کام لیتے تھے۔ اعلیٰ حضرت، والد صاحب سے بہت محبت

حضرت لی کتابوں کی سب سے پہلے فہرست بنائی، غالباً اس کی پہلی اشاعت قاضی عبدالوحید فردوسی (م ۱۹۰۸ء) کی نگرانی میں تحفہ حنفیہ پٹنہ سے ہوئی (اس وقت اعلیٰ حضرت حیات طاہری رکھتے تھے)، ملک العلماء کی حیات سے متعلق بتایا، کہ عن قریب ایک کتاب ”حیات ظفر“ ممبئی سے شائع ہوگی (حیات ظفر کی اشاعت اسی ماہ (جولائی ۲۰۰۹ء) میں ہو گئی ہے، جس کا ایک نسخہ ڈاکٹر مختار الدین صاحب کی عنایت سے موصول ہوا۔)..... راقم کی اردو کمپوزنگ سے متاثر ہو کر کہا کہ: میں چاہتا ہوں، کہ آپ ملک العلماء کے وہ خطوط جواب تک شائع نہیں ہوئے، انھیں خود کمپوز کر دو، میں تمہید لکھ دوں گا۔

ایک سوال، کہ فرزند ان و وابستگان رضا میں کن کن شخصیات سے آپ کی ملاقات رہی فرمایا: اعلیٰ حضرت کے دونوں صاحب زادوں مولانا حامد رضا و مفتی اعظم سے ملا ہوں، مولانا حامد رضا بہت ہی حسین اور خوب صورت تھے۔ میں نے وابستگان رضا میں کئی لوگوں سے ملاقات کی، صدرالافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی، مولانا ابرار حسن تلہری، مفتی برہان الحق جبل پوری، مولانا نواب مرزا، مبلغ اسلام مولانا عبدالعلیم میرٹھی، مولانا سردار احمد محدث اعظم پاکستان، مولانا سید محمد کچھوچھوی محدث اعظم ہند سے ملاقات کی۔ مفتی برہان الحق جبل پوری سے ممبئی میں ملاقات کی۔ مولانا سردار احمد محدث اعظم پاکستان سے ملاقات مدرسہ مظہر اسلام بریلی میں

جہان ملک العلماء

حضرت مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ العالی کے علمی و ادبی خدمات

پہلی زینتہ جون ۱۹۳۹ء تا ۱۹۳۹ء کا تھا۔

مفتی اعظم پر آپ نے ایک ستور تزیین دیا ہے، اس کے بارے میں فرمایا اللتان محمد سعید نوری نے مفتی اعظم پر بڑی عقیم کتاب شایع کی "جہان مفتی اعظم" اس میں مفتی اعظم کے خطوط جہان ملک العلماء میں نے ترتیب دیے، جو "مکاتیب مفتی اعظم" کے نام سے ہیں، جن میں بہت پسند کیا گیا، بہت سے افراد نے طلب کیا، میں نے کتابی شکل میں شایع کروائے ہیں جس میں جہاد اسلام مولانا حامد رضا کے خطوط جو بعد میں ملے ان میں بھی شامل کر دیا ہے۔

لوگوں کی اضافے کیے۔

مبلغ اسلام علامہ عبدالعلیم میرٹھی (شاعر و فاضل بریلوی) سے ملاقات کے حوالے سے فرمایا: مولانا میرٹھی نے جارج برنارڈ شاہ سے ملاقات کا وقت طے کیا، وہ مجلس میں تھے، مختصر وقت میں آپ نے اسے اسلام کا تعارف پیش کیا، اسلام کی حقانیت سے بہت متاثر ہوا۔ مبلغ اسلام مولانا عبدالعلیم میرٹھی کے داماد تھے، ڈاکٹر فضل الرحمن انصاری ان سے بہت تعلق رہا، وہ ۱۹۳۳ء میں میرے وارڈن تھے، بعد میں مارشیل چلے گئے۔ راقم نے قادیانی فتنے کی بیخ کنی میں دکن میں نمایاں کردار ادا کرنے والی شخصیت اور اس فتنے کے سدباب میں علامہ میرٹھی کے دست راست پروفیسر الیاس برنی (سابق پروفیسر شعبہ معاشیات جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن / متوفی ۱۹۵۹ء) سے تعلقات کی بابت دریافت کیا، جو پہلے مسلم یونیورسٹی سے وابستہ تھے، فرمایا: ان سے میرا تعلق رہا ہے، مراسلت بھی رہی ہے۔

راقم نے ڈاکٹر سر ضیاء الدین احمد وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی (م ۱۹۳۷ء) کی بابت پوچھا، کہ وہ پروفیسر مولانا سید سلیمان اشرف بہاری (شعبہ دینیات مسلم یونیورسٹی / متوفی ۱۹۳۹ء) کے توسط سے امام احمد رضا کی بارگاہ میں ریاضی کے ایک پیچیدہ مسئلے کے حل

کے لیے رجوع ہوئے تھے، اس حوالے سے ڈاکٹر سر ضیاء الدین نے کیا تاثرات تھے۔ ڈاکٹر مختار الدین صاحب نے فرمایا کہ میں جب یہاں (مسلم یونیورسٹی) میں آیا، ۱۹۳۳ء میں، مولانا سید ضیاء الدین وائس چانسلر تھے اور پرووائس چانسلر پروفیسر محمد ذوالکفیر علی تھے، بعد میں (محمد علی) جناح صاحب ان کو راجی لے گئے، مولانا سید ضیاء الدین تھے، انہیں کی محفوق سے میں علی گڑھ آیا۔ انہیں کے یہاں وہ اتوار تھا۔ ڈاکٹر ضیاء الدین سے مولانا راغب بدایونی نے میرا تعارف کیا، کہ ان کے والد مولانا ظفر الدین (قادری رضوی) جناب کے بہت بڑے عالم تھے، پھر ان سے تعلقات اخیر وقت تک رہے۔

ضیاء الدین، اعلیٰ حضرت کے علم و فضل کے بہت معترف تھے، آپ نے یہ تذکرہ احترام سے کرتے، آپ علمی طور پر متاثر ہوئے۔ میں جب یہاں (علی گڑھ) پہنچا مولانا سید سلیمان اشرف وصال فرما چکے تھے میری ان سے (ڈاکٹر ضیاء الدین سے) کافی ملاقاتیں رہیں۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی خدمات اور علم و فن پر علم کی فن "رضویات" کے نام سے متعارف ہے، جس کا زاویہ اس قدر وسیع ہو چکا ہے، کہ عالم اسلام کی دانش گاہوں بالخصوص جلد ۱۱ از ہرم میں بھی آپ کی علمی و دینی خدمات پر لیرسچ ہو رہی ہے۔ مولانا کی یہی شان ہے، کہ اس کی حیات کا ہر گوشہ تاب ناک ہوتا ہے، فکر روشن، اور وہ آفاقی ہو جاتا ہے، بلکہ آفاق اس میں گہر مومن کی یہ پہچان کہ تم اس میں ہیں آفاق

نے راقم کو اس بابت علمی تعاون کے لیے حکم فرمایا ہے۔ ان شاء اللہ عہدہ برآ ہونے کی کوشش کی جائے گی۔

ڈاکٹر موصوف کی شخصیت ایسی ہے کہ آپ پر علمی و تحقیقی کام کیا جانا چاہیے، ویسے علی گڑھ، کراچی، لاہور، حیدرآباد سندھ، دہلی، ممبئی، پٹنہ، لکھنؤ وغیرہ کے اخبارات و رسائل نے آپ کی علمی خدمات پر خصوصی گوشے شائع کیے ہیں۔ عرب میں بھی آپ کی پذیرائی ہوئی ہے، بہ قول پروفیسر نذیر احمد: پروفیسر مختار الدین احمد کی محققانہ حیثیت کو عالمی سطح پر پذیرائی ملی ہے، وہ متعدد بین الاقوامی سمیناروں میں شرکت کر چکے ہیں۔ عالم عرب کے متعدد باوقار اداروں اور اکیڈمیوں کے دایمی ممبر ہیں۔ (مختار نامہ ص ۷) شاید اسی لیے آپ کو تو قیر عرب تویر عجم کہا جاتا ہے۔

ان دنوں ڈاکٹر مختار الدین اپنے ان خطوط کی اشاعت میں مصروف ہیں، جو پیرزادہ اقبال احمد فاروقی کے نام لکھے گئے، ان خطوط کی تعداد تقریباً ۱۵۰ ہے ان خطوط کی کیفیت علمی اور اکثر کا موضوع رضویات ہے۔ آپ کا ارادہ ملک العلماء کے خطوط کی اشاعت کا بھی ہے، نیز ملک العلماء کے نام لکھے گئے خطوط کی ترتیب بھی پیش نظر ہے، اللہ کریم! ڈاکٹر موصوف کو تادیر تندرست و توانا رکھے تاکہ وہ اپنے عزائم کو عملی جامہ پہنا سکیں اور نگاہوں سے اوجھل خزانہ سامنے آئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے سائے کو ہم پر دراز فرمائے اور آپ کا علمی فیض عام سے عام تر ہو۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم.

☆☆☆

لوگ اور ان کے رفقا اہم و مفید کام کر رہے ہیں..... حکیم اہل سنت حکیم محمد موسیٰ امرت سری چشتی (لاہور) سے متعلق بتایا، کہ ان سے ملاقاتیں ہوئیں، بہت لائق اور بڑے قابل آدمی تھے، سنی ہی نہیں تھے ”سنی گز“ تھے، ان کے جانشین پیرزادہ اقبال احمد فاروقی (مدیر جهان رضا لاہور) ہیں۔ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کی دعوت پر کچھ عرصہ قبل آپ کراچی تشریف لے گئے تھے اور ادارہ کے زیر اہتمام منعقدہ امام احمد رضا انٹرنیشنل کانفرنس میں مقالہ خوانی کی، مقالہ امام احمد رضا کے ملفوظات پر تھا جسے اہل علم نے بہت سراہا اور ستائش کی۔

اہل سنت کے اشاعتی و اعتقادی امور سے متعلق بتایا، کہ آج داعیانہ اسلوب میں کام کی ضرورت بڑھ گئی ہے، نرمی میں جو فوائد ہیں وہ سختی میں نہیں، اس لیے بیگانوں تک اپنا پیغام پہنچایا جائے، لڑ پکر پہنچایا جائے، امید کہ حق کی طرف قدم بڑھیں..... موصوف کا ایک بار ایک تعلیمی ادارہ میں جانا ہوا، جو غیر مقلدوں کا تھا، نماز کا وقت ہوا، آپ نے ان کے امام کی اقتدا نہیں کی، اور فرمایا، کہ میں اہل حدیث نہیں ہوں محدث کا بیٹا ضرور ہوں۔

راقم نے چند سال قبل بنام ”تذکرہ حافظ تجل حسین شمسٹی“ ایک مقالہ لکھ کر شائع کیا تھا اور ڈاکٹر مختار الدین کو بھیجا تھا، اس ملاقات میں اسی کے حوالے سے آپ نے حامد رضا انصاری صاحب (جو حافظ صاحب کے پوتے ہیں) کو مخاطب کر کے فرمایا: ان کی بڑی خدمات تھیں اور اشاعت حق کا اعلیٰ ذوق بھی تھا اللہ تعالیٰ ان کی خدمات کو قبول فرمائے..... مجھے نوری مشن کا یہ انداز پسند آیا، کہ چھوٹی چھوٹی کتابیں عمدہ شائع کر رہے ہیں، اسے جاری رکھیے..... اعلیٰ حضرت کے خطوط پر ڈاکٹر غلام جابر شمس نے اچھا کام کیا، میں چاہتا ہوں، کہ ملک العلماء کے خطوط پر بھی کام ہو، ڈاکٹر موصوف